حصہ اوّل

رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے رسول صلی اللہ علیہ وسلم

قبل ولادت باسعادت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر ۴۰ھ تک کے حوادث وواقعات، سیرت طیبہ کے مبارک حالات، خلفائے راشدینؓ کی تابناک زندگیاں، مسلمانوں کے کارنامے اور اس عہد زرّین کے واقعات پوری تفصیل وتوضیح کیساتھ۔

حصہ دوم

خلافت معاویہؓ وآلِ مروان

۴۱ھ میں حضرت حسنؓ کی صلح اور حضرت معاویہؓ کی خلافت عامہ سے لے کر ۱۳۲ھ تک کے مکمل حالات
اسلامی تاریخ کے سب سے درخشاں دور حکمرانی وکشور کا پورا نقشہ

تصنیف: رئیس المؤرخین علامہ عبدالرحمٰن ابنِ خلدونؒ (۷۳۲-۸۰۸)
◉ ترجمہ: حکیم احمد حسین الہ آبادی ◉ ترتیب وتبویب: شبّیر حسین قریشی ایم اے

نفیس اکیڈمی
اردو بازار کراچی

کتاب العبر و دیوان المبتداء والخبر
من احوال العرب والعجم والبربر ومن عاصرهم من
ملوك التریعنی علامہ ابن خلدون کی کتاب التواریخ
کے
اردو ترجمہ کے جملہ حقوق قانونی اشاعت و طباعت دائمی
تصیح و ترتیب و تبویب

چوھدری طارق اقبال گاھندری

نام کتاب: ــــــ تاریخ ابن خلدون
مصنف: ــــــ رئیس المورخین علامہ عبدالرحمٰن بن خلدون
ناشر: ــــــ نفیس اکیڈمی اُردو بازار کراچی
طبع: ــــــ جدید کمپیوٹر ایڈیشن جنوری ۲۰۰۳ء
ایڈیشن: ــــــ آفسٹ

نفیس اکیڈمی
اُردو بازار کراچی

نگاہِ اوّلیں

(از چوہدری محمد سلیم اقبال گاہندری)

تاریخ ایک ایسا فن ہے کہ اسے بطور فن مسلمانوں نے ہی مدون کیا ہے اسلام سے پہلے کے واقعات افسانے تو کہے جا سکتے ہیں لیکن انہیں کسی طرح تاریخ نہیں کہا جا سکتا ان قصوں اور افسانوں کی مدد سے جو تاریخیں بعد کو لکھی گئیں وہ خالص تاریخی اعتبار سے نہ مربوط نظر آتی ہیں اور نہ ان میں کوئی باقاعدہ تسلسل ملتا ہے۔

یہ فخر صرف مسلمانوں کو ہی حاصل ہے کہ انہوں نے حوادثِ عالم کو منطقی ترتیب اور تاریخی تسلسل کے ساتھ پیش کیا۔ ان قابلِ فخر مؤرخین میں رئیس المؤرخین علامہ عبدالرحمٰن بن خلدون کو سب سے بلند امتیازی مقام حاصل ہے نہ صرف مسلمانوں کے نزدیک بلکہ ساری دنیا کی نظر میں وہ سب سے بڑے مؤرخ اور فلسفۂ تاریخ کے سب سے بڑے ماہر مانے جاتے ہیں اور ہر وہ شخص جو ان کی معرکۃ الآرا تاریخ کا بہ نظر غائر مطالعہ کرتا ہے' وہ اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ علامہ ابنِ خلدون نہ صرف اپنے وقت کے سب سے بڑے مؤرخ تھے بلکہ وہ ایک امام المؤرخین ہیں کہ آئندہ پیدا ہونے والے مؤرخین چاہے وہ دنیا کے کسی ملک وملت میں پیدا ہوئے ہوں اس امام کے مقتدی اور اس استاد تاریخ کے شاگرد کا درجہ رکھتے ہیں۔ علامہ ابنِ خلدون صرف واقعات کی کھتونی نہیں کرتے بلکہ انسانی اجتماع کے ہر رُخ پر ناقدانہ اور فلسفیانہ نظر ڈالتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ان کی تاریخ اور اس کے بے مثال مقدمہ تاریخ سے بہت سے اجتماعی علوم پیدا ہوئے عمرانیات کو اُنہوں نے ایک فن بنا دیا' سیاسیات کے لئے کلیات وضع کئے' اقتصادِ سیاسی کے جدید فن کی بنیاد رکھی تعلیم وتربیت کے لئے بہترین نظریات پیش کئے غرض یہ کہ اپنی وسیع تاریخ کے ذریعہ علامہ ابنِ خلدون نے سارے ہی اجتماعی علوم کی بے نظیر خدمات انجام دی اور ایک لاجواب خزینہ علم وفن کا پیدا کر دیا۔ ابنِ خلدون کی یہ تاریخ عربی زبان میں اور متعدد ضخیم جلدوں میں ہے اس تاریخ کا مقدمہ تاریخ اپنے گراں بہا مضامین کی بنا پر ایک مستقل کتاب شمار کیا جاتا ہے۔ بلکہ اپنی شہرت ومقبولیت کی وجہ سے یہ مقام رکھتا ہے کہ اگر کسی زبان میں صرف مقدمہ کہا جائے اور کوئی اضافت اس کے ساتھ نہ ہو تو ابنِ خلدون کی تاریخ کا مقدمہ ہی اس سے سمجھا جاتا ہے۔

اردو زبان میں اس مقدمہ کے متعدد ترجمے ضخیم جلدوں میں شائع ہو چکے ہیں اصل کتاب تاریخ کا ترجمہ بہت دن ہوئے مرحوم حکیم احمد حسین الہ آبادی نے کیا تھا ترجمہ پوری کتاب کا نہ ہو سکا تھا' آخری جلد کا ترجمہ باقی تھا کہ کام رُک گیا اور رکا تو گویا ہمیشہ ہی کے لئے بند ہو گیا جو حصے چھپے تھے وہ بھی کمیاب اور پھر نایاب ہو گئے شائقین فن کے لئے ان کا حاصل کرنا ہی ممکن نہ رہا۔

دو تین سال ہوئے کہ لاہور سے جلد اوّل کا ترجمہ جناب ڈاکٹر عنایت اللہ صاحب کے نام سے شائع ہوا' پھر ایک

بار اُمید بندھی کہ یہ کتاب اردو میں چھپ جائے گی اس کے بعد یہ ہوا کہ ڈاکٹر صاحب موصوف کی علمی مصروفیتوں نے اس کی اجازت نہ دی اور کام جلد اوّل سے آگے نہ بڑھ سکا۔

نفیس اکیڈیمی علمی کتابوں کی اشاعت میں اپنا ایک خاص مقام رکھتی ہے۔ اس کے لئے آپ ہماری مطبوعات کی فہرست پر ایک نظر ڈال کر ہماری خدمات کا اندازہ لگا سکتے ہیں ہم نے بڑی کاوش اور تلاش کے بعد حکیم احمد حسین صاحب الٰہ آبادی مرحوم کا ترجمہ حاصل کیا اور ارادہ کرلیا کہ اس کتاب کو شائع کیا جائے اس سلسلہ میں سب سے پہلا کام اردو ترجمہ کی نظر ثانی اس کی تبویب اور ذیلی عنوانات کی تحریر کا کام تھا ہم شکر گزار ہیں جناب مولوی شبیر حسین صاحب قریشی ایم۔ اے لیکچرار اردو کالج کراچی کے انہوں نے بڑی محنت اور عالمانہ قابلیت کے ساتھ یہ خدمت انجام دی اور بڑے حسن و خوبی کے ساتھ انجام دی۔

اس اشاعت میں اس ترجمہ کو نو جلدوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔

تاریخ ابنِ خلدون قبل از اسلام:

تاریخ الانبیاء حصہ اوّل:

تاریخ الانبیاء حصہ دوم:

پہلا حصہ: رسولؐ اور خلفائے رسولؐ

دوسرا حصہ: خلافت معاویہؓ اور آلِ مروان

تیسرا حصہ: خلافت بنو عباس

چوتھا حصہ: خلافت بنو عباس

پانچواں حصہ: امیرانِ اندلس اور خلفائے مصر

چھٹا حصہ: غزنوی اور غوری سلاطین

ساتواں حصہ سلجوقی اور خوارزم شاہی سلاطین

ان میں ساتویں حصہ یعنی سلجوقی اور خوارزم شاہی سلاطین کا ترجمہ تو حکیم احمد حسین الٰہ آبادی مرحوم کا موجود ہے بقیہ حصہ کے ترجمہ کی تکلیف جناب مولانا سید عبدالقدوس ہاشمی ندوی کو دی گئی جو نہ صرف مسلّمہ قابلیت اور وسیع مطالعہ رکھتے ہیں بلکہ تاریخ اسلام کے بہت بڑے ماہر ہیں۔

ہم شکر ادا کرتے ہیں اُس خدائے بے نیاز کا جو اپنے ادنیٰ بندے سے بڑے سے بڑا کام لے سکتا ہے کہ اس نے ہم کو اپنی توفیق و کرم سے ہمیں اس قابل بنایا کہ دنیا کی سب سے مشہور و معروف کتاب تاریخ کو اعلیٰ درجہ کی کتابت اور طباعت کے بعد تمام صوری اور معنوی خوبیوں کے ساتھ اہل علم کی خدمت میں پیش کر سکیں۔

وما توفیقی الا باللہ

نوٹ: الحمدللہ تاریخ ابن خلدون عربی سے اردو زبان میں مکمل سولہ جلدوں میں شائع ہوگئی ہے۔ [ادارہ]

پیش لفظ

از علامہ عبدالقدوس ہاشمی

نحمد اللّٰہ الذی لا الٰہ الا ھو و نصلی علی عبدہٗ و رسولہ الذی لا نبی بعدہ و علی کل من اتبعہ من الصحابۃ و من بعدھم الی یوم القیامۃ

اس دنیا پر ذرا غور کیجئے تو صاف نظر آتا ہے کہ یہاں کی ہر چیز میں ہر لحظہ تغیر ہوتا رہتا ہے' چاہے وہ گل تر ہو یا خار خشک' چاہے وہ ریشم ہو یا فولاد' تغیر و تبدل ہی آزادی کے نصیب ہے غرض یہ کہ

ہر گھڑی منقلب زمانہ ہے

یہی دُنیا کا کارخانہ ہے

ذرا اور زیادہ غور و فکر کریں تو یہ بھی ظاہر ہو جاتا ہے کہ یہ تغیرات جو نہ صرف اجرام و اجسام میں رونما ہوتے ہیں' بلکہ افکار میں' انسانی اجتماع میں' قوموں کے عروج و زوال میں' سب ہی جگہ ہوا کرتے ہیں۔ بڑی باقاعدگی کے ساتھ سے ایک کلی قانون کے ماتحت ہوتے رہتے ہیں۔ بڑی بڑی سلطنتیں قائم ہوتی ہیں جاہ و جلال کے نقطہ کمال پر پہنچ جاتی ہیں اس کے بعد زوال آ جاتا ہے اور رفتہ رفتہ بے نام و نشان ہو جاتی ہیں' یہی حال صنائع' تجارت اور علوم کے میدانوں میں دکھائی دیتا ہے اور یہ بھی نظر آتا ہے کہ ہر عروج کے وقت ایک خاص صورت حال پیدا ہوتی ہے اور زوال کے وقت بالکل دوسری قسم کے حالات رونما ہوتے ہیں تحریکات پیدا ہوتی ہیں اور بڑھتے بڑھتے ایک عظیم الشان قوت بن جاتی ہیں پھر تغیر پیدا ہوتا ہے اس تحریک کو چلانے والے سست پڑنے لگتے ہیں انفرادی مفادات کو اجتماعی مفادات سے زیادہ اہمیت حاصل ہو جاتی ہے اور رفتہ رفتہ تحریک بے روح ہو جاتی ہے اور یہ سب کچھ ایک کلی قانون کے بموجب ہوتا ہے۔

دنیا میں اسباب و علل کا ایک باقاعدہ نظام قائم ہے ہر حادثہ کسی پچھلے حادثہ کا اثر معلوم ہوتا ہے اور ہر واقعہ آئندہ کے سلسلۂ واقعات پر اثر انداز دکھائی دیتا ہے۔

یہ ان کلی قوانین کے بموجب حوادث و واقعات رونما ہوتے ہیں' اگر ہم سنت اللہ فی الارض کہیں تو یہ صحیح ترین تعبیر ہو گی۔ اسی سنت اللہ فی الارض کو حوادث و واقعات کی تفصیل کے ساتھ بیان کرنے کا نام علم تاریخ ہے۔

تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ کن وجوہ و اسباب کی بناء پر ایک قوم ترقی کرتی ہے اور کس قسم کی کمزوریوں اور نقائص کے بعد کوئی قوم نکبت اور زبوں حالی میں گرفتار ہو جاتی ہے' ماضی پر گہری اور تفصیلی نظر ڈال کر ہم اپنے لئے آئندہ کا لائحہ عمل بنا سکتے

ہیں۔ ان غلطیوں سے بچنے کی سعی کر سکتے ہیں جن کا نتیجہ تباہی و بربادی کی شکل میں ظاہر ہوتا رہا ہے اور ان خوبیوں کے پیدا کرنے کی کوشش کر سکتے ہیں جن سے کسی قوم کی سربلندی حاصل ہوئی ہے۔

چونکہ تاریخ ہی کے ذریعہ ہمیں سنت اللہ فی الارض سے واقفیت حاصل ہوتی ہے اور یہ واقفیت ہمارے افکار و اعمال پر اثر انداز ہوتی ہے اس لئے خدائے بزرگ و برتر نے اپنی مقدس کتاب قرآن حکیم میں لوگوں کو تاریخی واقعات کی طرف بار بار متوجہ کیا ہے' اور بار بار تاکید فرمائی ہے کہ حق کی تکذیب کرنے والوں کا کیا حال ہوا اس پر غور کرو' اور حق کو قبول کرنے والوں کو کیسی کیسی سربلندیاں نصیب ہوئیں ان کو سمجھو۔

تاریخ اسلام کے مطالعہ سے اور بہت سے فوائد کے ساتھ ساتھ ایک عظیم الشان فائدہ ہمیں یہ بھی حاصل ہوتا ہے کہ تاریخ اسلام سے ہمارے ارادوں میں استواری اور ہمارے حوصلوں میں بلندی پیدا ہوتی ہے' ہم جب اپنی تاریخ کا کوئی ورق الٹتے ہیں تو مرحوم علامہ اقبال کے یہ شعر ہمارے کانوں میں گونجنے لگتے ہیں ؎

کبھی اے نوجوانِ مسلم تدبر بھی کیا تو نے
وہ کیا گردوں تھا تو جس کا ہے اک ٹوٹا ہوا تارا
تجھے اس قوم نے پالا ہے آغوشِ محبت میں
کچل ڈالا تھا جس نے پاؤں میں تاجِ سرِ دارا

اس سے انکار نہیں ہے کہ تاریخ اسلام میں غلط افکار اور غلط اعمال کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں درماندگیوں اور کمزوریوں کے بہت نمونے بھی دکھائی دیتے ہیں' لیکن ان سب کے باوجود یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ یہ تمام خرابیاں ہمارے یہاں دوسری قوموں سے بہت کم ہیں اور اس کے برخلاف یہ صاف ظاہر ہے کہ ہم نے افکارِ انسانی کو بہت سی نعمتیں عطا کیں' انسانیت کو بحیثیتِ مجموعی بڑے عظیم الشان فائدے پہنچائے ہیں۔ علوم میں' صنائع میں' فلسفہ میں' عمرانیات میں اور خصوصیت کے ساتھ اجتماعی افکار میں مسلمانوں نے جو فائدہ بنی نوعِ انسان کو پہنچایا ہے۔ وہ بے مثال ہے۔

ہم سے پہلے تھا عجب تیرے جہاں کا منظر
کہیں معبود تھے پتھر کہیں مسجود شجر

اور یہی نہیں معبود و مسجود میں غلط نگاہی قائم تھی' کہیں برگزیدہ نسل کا یہودی عقیدہ کام کر رہا تھا اور کہیں نسلی امامت کا برہمنی ایمان' کہیں زردشتیوں کا نسلی دین تھا اور کہیں مسیحیوں کا پیدائشی گنہگار اور کفارہ' بھلا اس طوفانِ غلط نگاہی میں مساواتِ نسلِ انسانی' اخوت عامہ اور انسان کے پیدائشی حقوق کا تصور پیدا ہی کیسے ہوتا یہ احسان ہے اسلام کا کہ اس نے دنیا کو بہتر افکار' مساوات' اور اخوت کے عطا کئے اور بعد کے سیاسی و اجتماعی افکار کی عمارت ان ہی بنیادوں پر قائم کی جا سکی۔ اسی طرح عدل و انصاف میں تمام زریں اصول و افکار وہی ہیں جو اسلام نے دنیا کو عطا کئے ہیں۔

یہ صحیح ہے کہ اسلام کے زریں اصول سے سرتابی کی بنا پر خود مسلمانوں کو برے دن دیکھنے پڑے اور یہی سنۃ اللّٰہ فی الارض ہے' اللہ تعالیٰ ایسا صانع عالم نہیں ہے کہ اپنی مصنوعات سے بے واسطہ و بے خبر ہو کر بیٹھا رہے' وہ ہمیشہ ان پر نظر

رکھتا ہے، اور اپنی سنت جاریہ کے بموجب تغیر و تبدل کرتا رہتا ہے۔ اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھنے کے لئے تاریخ اسلام کا بار بار گہری نظر سے مطالعہ ضروری ہے۔

یہ کتاب جو آپ کے سامنے ہے دنیا کے سب سے بڑے مؤرخ علامہ ابو عبدالرحمٰن بن محمد بن خلدون المتولد ۷۳۲ھ والمتوفی ۸۰۸ھ کی معرکہ آرا تاریخ عالم ہے، ابن خلدون دنیا میں وہ پہلا مؤرخ ہے جس نے فن عمرانیات کو ایک مستقل فن بنا دیا۔ جس نے فلسفہ تاریخ کا ایک جدید فن پیدا کیا جس نے تاریخ نویسی کے وہ بے مثال اصول وضع کئے جن پر آج تک دنیا کا ہر مؤرخ عمل پیرا ہے۔

یہ چند سطریں جو تاریخ ابن خلدون کے اردو ترجمہ کے ساتھ شائع کی جا رہی ہیں یہ اس کتاب کا مقدمہ نہیں ہیں۔ مقدمہ تو خود علامہ ابن خلدون نے تقریباً چھ سو صفحات کی ایک ضخیم جلد میں لکھا ہے اس کا اردو اور دوسری بہت سی زبانوں میں ترجمہ بھی ہو چکا ہے یہ مقدمہ خود اپنی جگہ پر ایک عدیم النظیر کتاب سمجھا جاتا ہے یہ سطور محض پیش لفظ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اس پیش لفظ کے آخر میں علامہ ابن خلدون کا مختصر حال درج کر دیا جاتا ہے تاکہ ناظرین کتاب سے پہلے مصنف سے اچھی طرح واقف ہو جائیں۔

علامہ ابن خلدون:

علامہ ابن خلدون کا نام عبدالرحمٰن بن محمد بن خلدون الحضرمی ہے یہ تونس میں یکم رمضان المبارک ۷۳۲ھ بمطابق ۲۷ مئی ۱۳۳۲ء چہار شنبہ کے دن پیدا ہوا تھا۔ اس نے اپنی خود نوشت سوانح عمری میں لکھا ہے کہ اس کا نسب نامہ حضرت وائل الحضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی رسول سے ملتا ہے۔ حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں جب تونس کا علاقہ ممالک اسلامیہ میں شامل ہوا تو مجاہدین کی ایک جماعت کے ساتھ حضرت وائل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک پوتے حضرت خالد بن عثمان بھی بہ نیت جہاد تونس آئے اور یہیں رہ پڑے۔

اہل مغرب یعنی تونس و مراکش کے لوگ اپنے لب و لہجہ میں زید کو زیدون اور بدر کو بدرون کر دیتے ہیں اسی طرح انہوں نے خالد کو بھی خلدون کر دیا۔ ان ہی خالد بن عثمان کی اولاد ابن خلدون کے نام سے مشہور ہوئے اور علم و سیاست میں اس خاندان نے بڑی شہرت حاصل کی، تونس مراکش اور اندلس میں ابن زیدون، ابن بدرون، اور ابن خانوادوں کے خانوادوں سے زیادہ علمی شہرت ابن خلدون کے خاندان کے حصہ میں آئی۔

بیس برس کی عمر تک ابن خلدون نے اپنے وطن تونس ہی میں رہ کر علوم متداولہ میں کمال حاصل کیا۔ یہ زمانہ سلطان ابوالحسن کا ہے اور اس سلطان کی قدر دانیوں نے اس زمانے میں بہت سے جلیل القدر علماء کو تونس میں جمع کر دیا تھا جن سے علامہ ابن خلدون نے کسب کمال کیا، خوش قسمتی سے ابن خلدون کو محمد بن ابراہیم الابلی اور قاضی عبدالمہیمن جیسے یگانہ روزگار سے استفادہ کا موقع مل گیا۔

ابن خلدون نہ صرف ایک بہت بڑا عالم تھا ایک بہت ہی ذہین فقیہہ اور قانون دان تھا بلکہ وہ ایک عظیم الشان سیاسی مبصر بھی تھا۔ اس کا تعلق تمام سلاطین کے ساتھ تھا اور وہ سب بھی اس کے قدر دان تھے۔ اس نے کئی بار کامیاب سفارت کی خدمت بھی انجام دی۔ مشیر سلطنت بھی رہا اور قاضی بھی۔ لیکن بالآخر وہ سیاسی زندگی سے اکتا گیا۔ سلطان تلمسان کے پاس

سے نکل کر قلعہ بن سلامہ پہنچ گیا' یہ واقعہ ۵ ۷ ۷ھ کا ہے جب کہ اس کی عمر ۴۲ سال ہو چکی تھی۔ اسی قلعہ میں بیٹھ کر اس نے اپنی یہ تاریخ اور اس کا بے مثال مقدمہ لکھا ہے۔

قلعہ ابنِ سلامہ ایک صحرائی قلعہ ہے جو عریف کے شیوخ کی قیام گاہ تھا' شہر سے دور ایک پہاڑی پر واقع ہے ویسے تو اس قلعہ کی کبھی کوئی اہمیت نہ تھی اور نہ آج ہے لیکن اس قلعہ کو یہ فخر ضرور حاصل ہے کہ دنیا کے سب سے بڑے مؤرخ ابنِ خلدون نے یہیں رہ کر اپنی تاریخ لکھی ہے۔

قلعہ ابنِ سلامہ میں وہ بڑے سکون اور اطمینان کے ساتھ چار سال تک مقیم رہا' اور اسی دوران اپنی مشہور تاریخ اور اس کا مقدمہ مرتب کیا۔ اپنی زندگی کی اس حالت کے بارے میں خود لکھتا ہے کہ:

''میں نے تمام دنیا کے بکھیڑوں سے الگ ہو کر اس کتاب کی تالیف و تصنیف کا سلسلہ شروع کیا اور جس نئے اسلوب سے میں نے اس مقدمے کو تکمیل تک پہنچایا وہ اسی گوشہ نشین زندگی کی یادگار ہے''۔

کہا جاتا ہے کہ قلعہ ابنِ سلامہ میں ابنِ خلدون کا داخلہ دراصل اس کی سیاسی زندگی کا خاتمہ تھا۔ لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ سیاست کی جو خدمت اس نے اس قلعہ میں بیٹھ کر انجام دی تھی وہ دنیا بھر میں چل کر سیاسی مناصب کے حاصل کر لینے یا سیاسی تحریکات میں شریک و شامل رہنے سے زیادہ نتیجہ خیز ثابت ہوئی۔

۱۳۷۸ء میں ۲۶ برس کی جہاں گردی کے بعد جب ابنِ خلدون نے پھر اپنے وطن کو مراجعت کی تو اہل وطن نے اس کا پر جوش خیر مقدم کیا۔ بادشاہ کی توجہ اور اس کے الطاف کی وجہ سے وہ پورے انہماک سے اپنی تاریخ مرتب کرنے میں مصروف ہو گیا۔

اس طرح ابنِ خلدون نے پھر چار سال اپنے وطن میں بسر کئے اور اسی عرصہ میں اپنی بے مثال تاریخ مکمل کی اور درس و تدریس کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ اب اس کی عمر ۵۰ سال کی ہو گئی تھی اس لئے فریضہ حج ادا کرنے کے لئے مضطرب تھا۔

وہ تونس سے چلا لیکن مصر میں جہاں وہ صرف اسباب حج مہیا کرنے کے لئے ٹھہرا تھا۔ پورے ۲۴ برس گذر گئے۔ صورت یہ ہوئی کہ اس کی شہرت اس کے ورود سے پہلے ہی وہاں پہنچ چکی تھی' چنانچہ جیسے ہی وہ قاہرہ پہنچا طلباء اور اربابِ علم نے اس کو گھیر لیا' تھوڑے ہی عرصے میں اس کے طریقۂ تدریس اور تفہیم کی سارے ملک میں دھوم مچ گئی۔ خود مصر کا سلطان ملک ظاہر بھی اس کی جانب متوجہ ہوا اور اس نیت سے کہ اس کا مستقل قیام مصر ہی میں رہے اس کے اہل و عیال کو تونس سے بلوایا۔ مگر ان کا جہاز سمندر میں غرق ہو گیا۔

ابنِ خلدون پر اس کا بہت اثر ہوا لیکن اس نے اور زیادہ انہماک سے سلسلہ درس و تدریس جاری رکھا' سلطان ظاہر نے اسے قاضی القضاۃ مقرر کر دیا۔

مصر ہی کے قیام کے زمانہ میں مختصر سے عرصے کے لئے بیت المقدس' بیت اللحم' بیت الخلیل بھی گیا۔ ۱۴۰۰ء میں جب تیمور نے دمشق کا محاصرہ کیا تو سلطانِ مصر نے اپنے بیٹے کو ایک فوج دے کر مدافعت کے لئے بھیجا' ابنِ خلدون بھی اس کے ہمراہ دمشق گیا اور وہاں تیمور سے اس کی ملاقات ہوئی ان تمام واقعات کو اس نے تفصیل کے ساتھ اپنی سوانح میں قلمبند کیا ہے' دمشق کے مرحلے کے بعد وہ قاہرہ آ گیا اور یہیں رمضان ۸۰۷ھ بمطابق فروری ۱۴۰۶ء میں اس کا انتقال ہو گیا۔

فہرست

حصہ اول

دیباچہ

قبل اس کے معتبر و مستند تاریخ ” کتاب العبر و دیوان المبتداء و الخبر فی ایام العرب والعجم و البربر و من عاصرهم“ من ذوی السلطان الاکبر تالیف الشیخ الامام علامہ عبدالرحمٰن ابن خلدون مغربی (رحمۃ اللہ علیہ) کے ترجمہ کی دو جلدیں شائع ہو چکی ہیں اور یہ کتاب مذکور کے ترجمہ کی تیسری جلد ہے جس میں حالات و مذاہب عرب قبل از اسلام اور آنحضرت ﷺ کی ولادت و تربیت و نبوت و معراج و ہجرت و بالترتیب سنہ وار غزوات کے تفصیلی حالات تا خلافت سیدنا ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) مندرج ہیں۔ اگرچہ علامہ مؤرخ نے اسلامی تاریخ کو بھی اور واقعات کی طرح کسی قدر اختصار کے ساتھ لکھا ہے، لیکن میں نے ان کو بغرض انبساط قدر دانان فن تاریخ نہایت بسط و تفصیل سے تحریر کیا ہے جس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ۸۴ صفحات کا ترجمہ ۳۵۲ صفحات میں کیا گیا ہے۔ زاد المعاد فی ہدی خیر العباد تالیف ابن قیم جوزی دمشقی، سیرۃ ابن ہشام، کامل ابن اثیر، ابوالفداء، فتوح البلدان وغیرہ سے میں نے اکثر مقامات پر مدد لی ہے۔

میں اس ترجمہ کو کسی رئیس یا امیر کی خدمت میں بہ نظر صلہ یا بخیال خوشامد نہیں پیش کرتا، بلکہ نہایت ادب سے اپنے ذی علم و قدر دانِ فن تاریخ کے روبرو پیش کر کے اُمید رکھتا ہوں کہ مخلصین میری حوصلہ افزائی کریں گے۔ اور اللہ جل شانہٗ اس کو مقبولیت عامہ کا خلعت عنایت فرمائے گا، هو حسبی و نعم الوکیل

ماہ جمادی الثانی ۱۳۱۸ھ

احمد حسین غفر اللہ ذنوبہٗ و ستر عیوبہٗ

الٰہ آباد

باب : ۱

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

زمانہ قبل از اسلام : اگرچہ قریش کو مکہ میں ایک گونہ حکومت حاصل ہوگئی اور قبائل مضر اطراف وجوانب ممالک کو شام و عراق میں اور کچھ حجاز میں بھی منتشر ومتفرق ہو گئے اور بعض ان میں سے بادیہ نشین وخانہ بدوش ہو گئے اور بعض اسباب عشرت اور سامان تمدن کے فراہمی میں مصروف ہوئے، کبھی یہ فارس وروم سے عراق وشام کے میدانوں میں لڑتے نظر آتے تھے اور گاہے اپنے حدود کی حفاظت کی غرض سے اپنی قوم کو جمع کر کے اہل عراق وشام سے برسر مقابلہ دکھائی دیتے تھے۔ ان لڑائیوں اور خوں ریزی میں کبھی یہ مغلوب ہو کر خراج گذاری پر مجبور ہو جاتے تھے لیکن جب کبھی پھر کوئی موقع ہاتھ آ جاتا تھا تو خراج گزاری اور اطاعت شاہی سے منحرف ہو کر مخالفت کر بیٹھتے تھے الغرض ٹھنڈے کلیجے نہ یہ خود پانی پیتے تھے اور نہ پینے دیتے تھے، ہمیشہ شاہان عراق وشام کو استیصال فساد واطفاءِ نایرہ فتنہ میں رہنا پڑتا تھا۔ ان کل امور میں قبائل مضر، ملوک کندہ، بنو حجر آکل المرار کی طرف سے رجوع کرتے تھے اس زمانہ سے کہ تبع حسّان نے ان کو اپنا گورنر مقرر کیا تھا۔

درحقیقت عرب میں کوئی خاص حکومت نہ تھی ہاں آل منذر شاہانِ فارس کی طرف سے حیرہ میں اور روم کی جانب سے شام میں آلِ جہینہ اور معقر وحجاز پر بنو حجر آکل المرار حکمرانی کر رہے تھے۔ قبائل مضر بلکہ کل عرب (بلا استثناء کسی قوم کے) بت پرست، ملحد، قاطع الرحم، اللہ کے ذکر سے روگردانی کرنے والے ٹوٹکے، شگون کے لینے والے، ستاروں اور پتھروں کے پوجنے والے تھے۔ گوہ، بچھو، سانپ اور مردہ جانوروں کو کھاتے تھے۔ قحط اور خشک سالی میں اونٹوں کو زخمی کر کے ان کا خون پیا کرتے تھے۔ اونٹ کا گوشت عمدہ غذاؤں میں سے تھا اور بڑی عزت ان کی اس میں تھی کہ وہ ملوک آل منذر، آل جہینہ، بنو جعفر کے پاس وفود ہو کر جاتے تھے تھوڑی باتوں پر لڑ جانا اور ایک مدت تک اس لڑائی کا جاری رکھنا ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا، قتل وغارت، رہزنی وغارتگری روز مرہ کی باتیں تھیں، قمار بازی ان کا ہر دلعزیز کھیل تھا۔

بدکاری سے نفرت نہ تھی۔ شراب نوشی وعرقیات نشی پینے کا از حد شوق تھا پس جب اللہ جلّ شانہ نے اس جاہل ان پڑھ قوم کے ظہور وغلبہ کا حکم صادر فرمایا اور ان کے ایام نحس کو اچھے دنوں سے بدلنا چاہا اور ان میں بجائے بت پرستی والحاد کے توحید واسلام پھیلانے کا قصد کیا تو اس **مقلب القلوب فعال لما یرید** نے ان کو خیر واصلاح کی طرف مائل کر دیا ان کے بُرے اعمال کو عمدہ عادات سے، ذلت کو عزت سے، شر کو خیر سے، گمراہی کو ہدایت سے، نافرمانی کو اطاعت سے، تنگی کو خوش حالی سے، مفلسی وگدائی کو حکومت وسرداری سے، قطع رحم وعداوت کو صلہ رحم ومحبت سے بدل دیا۔ سچ ہے جب اللہ تعالیٰ کسی کام

کے کرنے کا قصد کرتا ہے تو پہلے اس کے اسباب مہیا کر دیتا ہے چنانچہ کسی قدر دان میں تمدنی حالت' قبل از اسلام پیدا ہو چلی تھی۔ ان میں خودداری کا مادہ پیدا ہو گیا تھا حق شناسی کی طرف مائل ہو چلے تھے۔ عرب کو فارس کے مقابلہ میں واقعہ مشہورہ ذیقار میں کامیابی حاصل ہو گئی تھی۔ جس کی خبر آنحضرت ﷺ نے اپنے اصحاب کو دی تھی اور یہ ارشاد فرمایا تھا۔ الیوم انتصفت العرب من العجم ولی تصروا حاجب بن زرارہ (قبیلہ بنو تمیم سے) کسریٰ فارس کے پاس وفد کی شکل میں گیا اور اس سے امداد کا خواستگار ہوا جب اس نے عادت قدیمہ استرہان سے کہا تو حاجب بن زرارہ نے ازراہِ نخوت وتکبر اپنے لڑکے کے استرہان سے روگردانی کی اور اپنی قوس (کمان) اس کو دے دی۔

حلفِ فضول: انہیں واقعات کے دوران عرب اپنی عزت وعظمت کے لئے لڑتے بھی جاتے تھے۔ قریش کو ان سب باتوں میں اور اقوامِ عرب سے ایک مسلم فضیلت حاصل ہو گئی تھی۔ صلاحیت اور خلق اللہ کی آسائش کا زیادہ خیال پیدا ہو گیا تھا۔ بنو ہاشم' بنو مطلب' بنو اسد بن عبد العزیٰ' بنو زہرہ' بنو تمیم نے جمع ہو کر باہم یہ عہد واقرار کیا کہ مکہ میں جو مظلوم آئے خواہ اس کے خاندان والوں نے یا کسی غیر نے ظلم کیا ہو اس کی مدد کی جائے اور ظالم کے مخالف ہو کر مظلوم کا اچھا بدلہ دلائیں' قریش نے اس حلف کو حلفِ فضول کے نام سے موسوم کیا۔

بُت پرستی سے نفرت: اقوام عرب کے دلوں میں دین کی تلاش کا شوق جاگزیں ہوا اور بت پرستی والحاد سے ایک گونہ نفرت ہو چلی تا آنکہ ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبد العزیٰ اور عثمان بن الحویرث بن اسد اور زید بن عمرو بن نفیل عم عمر بن الخطابؓ (بنو عدی بن کعب سے) اور عبید اللہ بن جحش (بنو اسد بن خزیمہ سے) ایک جلسہ میں جمع ہوئے اور پتھروں اور بتوں کی پرستش سے بیزاری ظاہر کر کے اقوام عرب کے سمجھانے اور ان کو دینِ ابراہیمؑ سکھانے پر آمادہ ہوئے۔ اس جستجو وفکر میں ورقہ بن نوفل نہایت استقلال سے نصرانی ہو گیا اور اہلِ کتاب سے ان کی کتابیں پڑھیں اور عبید اللہ بن جحش اپنے خیال پر قائم رہا تا آنکہ اسلام کا دور آیا اور یہ بھی مسلمان ہوا حبشہ کی طرف ہجرت کی لیکن وہاں جا کر نصرانی ہو گیا اور اسی حالت میں مر گیا۔ عثمان بن الحویرث اتفاق وقت سے قیصرِ روم کے پاس گیا' نصرانی ہوا اس کی عزت وقدر کی گئی' زید بن عمرو کا یہ حال ہوا کہ اس نے نہ تو کسی دین کو قبول کیا اور نہ یہود ونصاریٰ کی کسی کتاب کا اتباع کیا' بت پرستی چھوڑ دی مردہ جانوروں اور خون کو اپنے پر حرام کر لیا۔ قطع رحم اور خون ریزی سے کنارہ کش ہو گیا جب کوئی اس سے کچھ پوچھتا تو یہ کہتا تھا اعبد رب ابراھیم (یعنی میں ابراہیمؑ کے خدا کی پرستش کرتا ہوں) بتوں کی برائیاں بیان کرتا اور اپنی قوم کو نصیحت وملامت کرتا جوش میں آ کر کہہ اٹھتا تھا: "اللھم لو انی اعلم ای الوجوہ احب الیک لعبدتک و لکم لا ولکن علم" (یعنی اے خدا اگر میں اس طریقہ کو جانتا جو تیرے نزدیک محبوب تر ہے تو میں اسی طریقہ سے پرستش کرتا لیکن میں اس سے بے خبر ہوں)

نبی ﷺ کے ظہور کی پیشین گوئی: اس کے بعد کاہنوں اور منجموں نے قبل از نبوت یہ کہنا شروع کر دیا کہ عنقریب عرب میں ایک نبی ہونے والا ہے اور اس کی حکومت بہت جلد ظاہر ہوا چاہتی ہے اس طرح اہلِ کتاب یہود ونصاریٰ توریت و انجیل کی بشارتیں دیکھ دیکھ کر آنحضرت ﷺ کی نبوت کی خبر دینے لگے اور اللہ تعالیٰ بھی اپنی نشانیاں ظاہر کرنے لگا اصحابِ فیل کا شکست کھانا اور ان کا ہلاک ہونا منجملہ ارہاصاتِ نبوت تھا بعد ازاں حبشہ کی حکومت یمن سے سیف بن ذی یزن کے ہاتھوں ختم ہو گئی اور سیف بن ذی یزن (یادگار ملوک تبابعہ) تختِ حکومت یمن پر جانشین ہوا۔

عبدالمطلب اور اکثر روسائے مکہ وفد ہو کر سیف بن ذی یزن کو مبارکباد دینے آئے' سیف بن ذی یزن نے عرب میں نبیؐ کے ظاہر ہونے کی خبر دی اور عبدالمطلب کو بالخصوص یہ خوش خبری سنائی کہ وہ جلیل القدر نبی تمہاری اولاد میں ہوگا یہ واقعہ سُن کر اکثر روساءِ عرب کو یہ شبہ پیدا ہوا کہ وہ عظیم الشان نبیؐ ان میں سے ہوگا چنانچہ بعض بعض شرفاءِ عرب اہلِ کتاب کے مشائخ اور علماء کے پاس گئے اور دریافت کیا مثلاً امیہ بن ابی الصلت ابوسفیان بن حرب کے ساتھ شام کی طرف گئے تھے انہوں نے (یہ خیال کر کے کہ وہ نبی شاید میں ہی ہوں) کسی رہبان سے دریافت کیا تھا یا ان کو یہ خیال گزرا کہ عجب نہیں نبوت بنوعبدالمناف میں ہو لیکن ان کے خلاف امید جواب دیا گیا۔ انہیں ایام میں رجم شیاطین بھی ہوا اور وہ زمانہ آ گیا کہ اظہار نبوت سے کفر کی ظلمت دور کی جائے۔

دورِ جہالت میں عرب میں مذاہب: (مترجم) اسلام سے پہلے عرب جاہلیت کے حالات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مختلف مذاہب اور اعتقاد کے تھے بعض ان میں سے بت پرست' بعض خدا پرست' بعض لامذہب اور بعض صابئی' بعض یہودی' بعض عیسائی تھے۔ بت پرستی عرب کے قدیم باشندوں میں پائی جاتی تھی۔ عاد' ثمود' جدلیس' جرہم اولیٰ' عملیق اوّل وغیرہ بتوں کی پرستش کرتے تھے لیکن ان کے تفصیلی حالات بعد زمانہ کی وجہ سے ہم کو نہیں مل سکتے باقی رہے عرب عاربہ اور عرب مستعربہ ان کے بت دو قسم کے تھے ایک ملائک اور ارواح اور غیر محسوس طاقتوں سے نسبت رکھتے تھے اور یہ ان کو مونث خیال کرتے تھے اور دوسری قسم کے وہ تھے جو نامور اشخاص نے اپنے عمدہ کاموں سے شہرت حاصل کر لی تھی یہ گروہ باوجود بت پرستی کے ان کو معبود مطلق نہ جانتا تھا بلکہ ان کا یہ اعتقاد تھا کہ دنیاوی اختیارات ان کو کل حاصل ہیں اور عقبیٰ کی نسبت ان کا یہ خیال تھا کہ وہ اصنام جن کی وہ پرستش کرتے تھے خدائے تعالیٰ سے ان کے گناہوں کو معاف کرا دیں گے وہ صنام جن کی تمام عرب جاہلیت پرستش کر رہا تھا ان کی تفصیل یہ ہے۔

(۱) ہُبل یہ بہت بڑا بت تھا اور خانہ کعبہ میں رکھا ہوا تھا (۲) ودیہ بُت بنوکلب کا معبود تھا (۳) سواع قبیلہ بنو مذحج کا یہ بُت تھا (۴) یغوث یہ بُت قبیلہ بنومراد کا تھا (۵) یعوق کی پرستش بنو ہمدان کرتے تھے (۶) نسر یمن کے قبیلہ بنوحمیر کا معبود تھا (۷) عزیٰ قبیلہ بنوغطفان کا بُت تھا (۸) لات (۹) منات ان دونوں بتوں کی پرستش تمام عرب کرتے تھے (۱۰) دوار یہ نوجوان عورتوں کا معبود تھا (۱۱) اساف یہ کوہ صفا پر تھا (۱۲) نائلہ کوہِ مروہ پر تھا ان دونوں بتوں پر قربانیاں کی جاتی تھیں (۱۳) صبعب اس پر اونٹوں کی قربانی کی جاتی تھی (۱۴) کعبہ کے اندر حضرت ابراہیم کی تصویر تھی اور ان کے ہاتھ میں استخارے کے تیر تھے جو ازلام کہلاتے تھے اور ایک بھیڑ کا بچہ ان کے قریب کھڑا تھا اور حضرت اسماعیل کی مورت خانہ کعبہ میں رکھی ہوئی تھی (۱۵) حضرت مریمؑ اور حضرت عیسیٰؑ کی بھی تصویریں اور مورتیں خانہ کعبہ میں موجود تھیں ود اور یعوق اور یغوث اور نسر ایام جاہلیت کے مشہور لوگوں میں سے تھے جن کی تصویریں پتھروں پر منقش کر کے بطور یادگار کعبہ کے اندر رکھ دیا تھا پھر ایک مدت کے بعد ان کو رتبہ معبودیت دے کر ان کی پرستش کرنے لگے۔

دینِ حنیف: خدا پرستی بھی کسی قدر عرب جاہلیت میں تھی اور یہ دو قسم پر تھی ایک تو ایک غیر معلوم اور پوشیدہ قدرت کو جس کو وہ اپنے وجود کا خالق قرار دیتے اور مانتے تھے لیکن اور باقی خیالات ان کے لامذہبی کی طرف زیادہ مائل تھے اور دوسرا گروہ خدا کو برحق جانتا تھا' قیامت' نجات' حشر' بقائے روح اور اس کے جزاء و سزا کا قائل تھا۔

ولادتِ نبویؐ: جمہور مؤرخین کا اس امر پر اتفاق ہے کہ عبداللہ ابن عبدالمطلب کے انتقال کے چند مہینے ۱۲ ربیع الاول کو عام الفیل[1] کے پہلے برس (یعنی ابرہہ کی چڑھائی کے پچپن روز بعد)

لامذہب: عرب جاہلیت میں لامذہبی کا بھی زور وشور پایا جاتا تھا جو نہ تو بت پرست تھے اور نہ کسی کتاب اور الہامی مذہب کے پابند تھے وہ خدا اور حشر کے منکر تھے اسی وجہ سے جزا اور سزا کے بھی قائل نہ تھے وہ دنیا کو ازلی وابدی قرار دیتے تھے۔

صابی مذہب: صابی مذہب والے یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ ہمارا الہامی مذہب ہے اور ہم حضرت شیثؑ اور حضرت اخنوح یعنی ادریس کے پیرو ہیں۔ ان کے یہاں سات وقتوں کی نمازیں اور ایک قمری مہینہ کا روزہ تھا یہ جنازہ کی نماز پڑھتے تھے ان حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید ان کا دعویٰ صحیح ہو لیکن یہ عیب ان میں آ گیا تھا کہ سبع سیارہ (ساتوں ستاروں) کی پرستش کرتے تھے بایں ہمہ خانہ کعبہ کی بڑی عظمت کرتے تھے۔

یہودی مذہب: یہودی مذہب عرب میں پینتیسویں صدی دنیوی (پانچ صدی قبل مسیح) ہنگامہ بخت نصر میں آیا چند دنوں کے بعد یہودیوں کو ایک گونہ اطمینان حاصل ہو گیا تو انہوں نے اپنے مذہب کو پھیلانا شروع کر دیا یہاں تک کہ رفتہ رفتہ ۳۶۵۰ دنیوی بمطابق ۳۵۴ قبل مسیح میں ذونواس حمیری بادشاہ یمن یہودی ہو گیا اس سے عرب میں یہودیت کو ترقی ہوئی۔

عیسوی مذہب: تیسری صدی عیسوی میں عیسوی مذہب نے عرب میں دخل پایا جبکہ مشرقی کلیسا میں خرابیاں اور بدعتیں رفتہ رفتہ رواج پذیر ہو گئی تھیں عام مؤرخین کہتے ہیں کہ یہ زمانہ ذونواس کا تھا لیکن میں اس سے اتفاق نہیں کرتا کیونکہ وہ تقریباً چھ سو برس بیشتر گزر چکا تھا اس مذہب کا شیوع زیادہ تر نجران میں ہوا اور عرب میں اس نے کچھ زیادہ رواج نہیں پایا البتہ بنو ربیعہ وغسان اور بعض قضاعہ میں عیسائیت پھیلی ہوئی تھی علاوہ ازیں کے بنو تمیم مجوسی اور اکثر قریش زندقہ تھے۔ واللہ اعلم

انتہیٰ کلام المترجم

جلوس کسریٰ نوشیرواں میں آنحضرت ﷺ پیدا ہوئے۔ عبدالمطلب بن ہاشم نے من جانب اللہ تعالیٰ آپ کی کفالت و پرورش کی قبیلہ بنو سعد بنو ہوازن اور بنو نصر بن سعد میں آپ کا زمانہ رضاعت[2] تمام ہوا۔ حلیمہ بنت ابی ذویب

---

[1] **سنِ ولادت میں اختلاف:** مؤرخین میں اس بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ عام الفیل کس سنہ عیسوی میں واقع ہوا تھا لیکن مابعد کے واقعات کے مطالعہ سے محقق امر یہی قرار پاتا ہے کہ عام الفیل ۵۷۰ء سے مطابق ہے کیونکہ جمہور مؤرخین بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ۶۲۲ء میں مکہ سے نزول وحی سے تیرہ برس بعد ہجرت کی تھی اور وحی چالیس برس کی عمر میں نازل ہوئی تھی۔ پس جب ہم ان سنوں کو جمع کریں گے تو ترپن سال قمری برآمد ہوتے ہیں اور جب شمسی سال کی تطبیق کی غرض سے اس مدت میں سے ایک برس منہا کیا جائے گا تو باون برس باقی رہ جائیں گے اور پھر جب ان باون کو چھ سو بائیس میں سے منہا کر دیا جائے تو پانچ سو ستر باقی رہ جاتے ہیں۔ پس اس حساب سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی ولادت ۵۷۰ء میں ہوئی تھی اور اسی سنہ میں عام الفیل بھی ہوا تھا کیونکہ مؤرخین کا اس امر میں اتفاق ہے کہ آپ عام الفیل کے پہلے برس میں پیدا ہوئے تھے واللہ اعلم

[2] **بچپن کا زمانہ:** ابتداً بعد ولادت چند روز تک ثوبیہ نے آنحضرت ﷺ کو دودھ پلایا جو ابولہب بن عبدالمطلب کی آزاد کی ہوئی لونڈی تھیں۔ آنحضرت ﷺ کے چچا حمزہؓ کو بھی اسی ثوبیہ نے دودھ پلایا تھا اس سبب سے حمزہؓ ومسروق ابن ثوبیہ آنحضرت ﷺ کے رضاعی بھائی تھے۔ عبدالمطلب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام محمد ﷺ رکھا اور بی بی آمنہ نے احمد ﷺ کے نام سے موسوم کیا

عبداللہ بن الحرث بن شحنہ بن زراح بن ناضرہ بن حصفہ بن قیس نے دودھ پلایا جب آنحضرت ﷺ کا سن مبارک چار سال کا ہوا۔ اس وقت آپ اپنے رضاعی بھائیوں کے ہمراہ بکریوں کے چرانے کے لئے جانے لگے۔ دو فرشتوں نے آ کر آپ کا شکم مبارک چاک[1] کر کے قلب مبارک کو نکالا اور اس سے ایک سیاہ نقطہ صاف کر کے قلب کو اور آنتوں کو برف سے

---

* اس وجہ سے کہ بی بی آمنہ نے خواب میں ایک فرشتہ کو دیکھا تھا۔ جس نے کہا تھا کہ آپ کا نام احمدؐ رکھنا۔ ولادت کے ساتویں روز عبدالمطلب نے قربانی کی اور تمام قبائل قریش کی دعوت کی۔ آٹھویں روز حسب دستور شرفاء عرب، دودھ پلانے کی غرض سے آپؐ کو حلیمہ سعدیہ کے سپرد کر دیا وہ آپ کو اپنے گھر لے گئیں، ہر چھٹے مہینے آپ کو لا کر آپ کی والدہ اور دیگر اقربا کو دکھا جاتی تھیں۔ جب آپ دو برس کے ہوئے تو آپ کا دودھ چھڑایا گیا۔ لیکن بی بی آمنہ نے بخیال مخالف آب وہوا آپ کو پھر حلیمہ سعدیہ کے سپرد کر دیا تھا۔ چار برس کی عمر تک آپ ان کے پاس رہے اس اثناء میں حلیمہ سعدیہ ہر چھٹے مہینے آپؐ کو آپؐ کی والدہ و اقربا سے ملا جاتی تھیں اس کے بعد بی بی آمنہ نے آپ کو اپنے پاس رکھ لیا۔ جب آپؐ کی عمر چھ برس کی ہوئی تو بی بی آمنہ آپؐ کو لے کر مدینہ منورہ گئیں۔ واپسی کے وقت مقام اہواز میں بی بی آمنہ کا انتقال ہو گیا آنحضرت ﷺ مکہ میں پہنچ کر اپنے دادا عبدالمطلب کے سایہ عاطفت میں پرورش پانے لگے۔

[1] شق صدر کا واقعہ علماء سیر اس واقعہ کو شق صدر کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ اس باب میں بعض معتبر کتابوں میں بھی روایتیں نقل کی جاتی ہیں۔ لیکن وہ ایسی مختلف ہیں کہ جن کی مطابقت بے قدر مشکل نظر آتی ہے قرآن مجید سے اس کی حقیقت اور اصلیت کا پتہ نہیں ملتا۔ البتہ شرح صدر کا قرآن مجید کے پارہ عم سورہ انشراح کی آیت اوّل الم نشرح لک صدرک (کیا ہم نے تیرے لئے سینہ نہ کھول دیا ہے) سے ثابت ہو سکتا ہے۔ ممکن ہے کہ ایک مدت کے بعد لوگ شرح صدر کو ''شق صدر'' کہنے لگے ہوں۔ لیکن قرآن مجید سے اس کی اصلیت اور حقیقت کی تصدیق نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ واقعہ ہی غلط ہے کیونکہ قرآن مجید احکام الٰہی کی کتاب ہے نہ کہ آنحضرت ﷺ کی بالکل سوانح عمری ہے، ہشامی نے ایک مقام پر حلیمہ سے واقع شق صدر کو اس طرح نقل کیا ہے کہ ایک روز آنحضرت ﷺ اپنے رضاعی بھائی اور بہن کے ساتھ گھر کے قریب مویشی چراتے تھے تو وہ دونوں دفعتہً میرے پاس روتے دوڑتے ہوئے آئے اور یہ بیان کیا کہ دو سفید پوش آدمی ہمارے قریشی بھائی کو پکڑ کر لے گئے اور ان کا سینہ چاک کر ڈالا میں اور میرے شوہر اس مقام پر گئے دیکھا کہ آنحضرت ﷺ کا رنگ مارے خوف کے فق تھا میں نے ان کو اپنے گلے سے لگا لیا ان سے اضطرار کا باعث دریافت کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ دو سفید پوش آدمی میرے پاس آئے اور مجھ کو چت لٹا کر میرا دل چیرا اور اس میں سے کوئی چیز نکال لی لیکن مجھے یہ معلوم نہیں کہ وہ کیا چیز تھی؟ مسلم میں حضرت انس بن مالک سے روایت نقل کی ہے۔ کہ ایک روز جب آنحضرت ﷺ لڑکوں کے ساتھ مکہ میں کھیل رہے تھے کہ حضرت جبرائیلؑ ان کے پاس آئے اور ان کا دل چیرا اور ایک قطرہ نکال کر کہا کہ یہ حصہ شیطان کا تھا اس کے بعد اس کو سونے کے طشت میں آب زم زم سے دھویا اور پھر اس کو بجنسہ وہ جہاں رکھا ہوا تھا رکھ دیا۔ لڑکے یہ واقعہ دیکھ کر زہیرہ آنحضرت ﷺ کی کھلائی کے پاس بھاگ کر آئے اور کہا کہ محمد ﷺ کو ایک آدمی نے مار ڈالا وہ فوراً آپ کے پاس آئیں تو حضور ﷺ کا رنگ فق پایا (انس کہتے ہیں کہ) سیون کا نشان جو آپ کے سینہ پر تھا میں نے بچشم خود دیکھا ہے۔ ان دونوں روایتوں میں مطابقت معلوم نہیں ہوتی۔ پہلی روایت اس امر کو ثابت کرتی ہے کہ شق صدر مکہ کے باہر حلیمہ کے مکان کے قریب ہوا اور دوسری روایت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مکہ میں واقعہ ہوا ہے اور پھر ایک سونے کے طشت اور آب زم زم کا ذکر ہے اور ایک میں اس کا کچھ تذکرہ نہیں ہے پھر انہیں حضرت انس بن مالک ..... ←

دھویا۔ جس وقت اس واقعہ کی اطلاع حلیمہ بنت ابی ذویب کو ہوئی تو وہ اس خوف سے کہ مبادا اور کوئی صدمہ یا واقعہ پیش نہ آئے آپؐ کو بی بی آمنہ کے پاس لائیں اور واقعہ شق صدر سے مطلع کیا۔ بی بی آمنہ نے کہا کہ تم ان کو واپس لے جاؤ یہاں کی آب و ہوا ان کے مزاج کے موافق نہ ہوگی میں اس واقعہ سے مطلق ہراساں نہیں ہوئی۔ اللہ جل شانہ نے ان کو بہت سے کرامتیں مرحمت فرمائی ہیں۔

رسول اکرم ﷺ کی ابتدائی زندگی: بعد ازاں جب آپؐ کی عمر چھ برس کی ہوئی تو بی بی آمنہ آپؐ کو مدینہ منورہ اپنے اعزا اور اقارب سے ملانے کے لئے لے گئیں۔ واپسی میں مقام اہواز میں بی بی آمنہ کا انتقال ہو گیا اور جب آپؐ آٹھ برس کے ہوئے تو آپؐ کے دادا عبدالمطلب بن ہاشم فوت ہو گئے۔ بوقت وفات عبدالمطلب نے آپؐ کو پرورش و تربیت کی غرض سے اپنے لڑکے ابو طالب کے سپرد کیا۔ ابو طالب نے نہایت شفقت و محبت پدری کے ساتھ آپؐ کی پرورش کی اور مثل مہربان پدر کے آپؐ کی خبر گیری کرتے رہے۔ زمانہ رضاعت و طفولیت سے ہی آپؐ کی حالت عجیب تھی۔ عربوں کی جاہلیت سے آپؐ بالکل بیزار تھے لڑکوں کے ساتھ نہیں کھیلتے تھے خلوت کو زیادہ پسند کرتے تھے۔ اللہ جل شانہ نے آپ کو ہر خصائل رذیلہ و عادات خسیسہ سے اپنے حفظ و امان میں رکھا۔

شام کا سفر: جب آپؐ نے بارہ برس کے ہو کر تیرہویں سال میں قدم رکھا تو ابو طالبؓ کے ہمراہ شام کی طرف سفر کیا۔ بصرے کے قریب بحیرہ راہب کے صومعہ کے پاس سے ہو کر گذرے۔ بحیرہ راہب نے آپؐ میں آثار نبوت دیکھ کر اپنی قوم کو طلب کیا اور آپؐ کی نبوت سے ان کو مطلع کیا جس کا قصہ کتب سیر میں موجود و مشہور ہے پھر دوبارہ آپؐ حضرت ام المومنین خدیجۃ الکبریٰؓ بنت خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ کا تجارتی سامان لے کر ان کے غلام میسرہ کے ہمراہ تشریف لے گئے۔ نسطورا راہب کی طرف جس وقت آپؐ کا گزر ہوا اس نے آپؐ میں شان نبوت دیکھ کر میسرہ کو آپؐ کے حالات سے آگاہ کیا اس نے واپسی پر حضرت خدیجہ کو کل واقعات سے آگاہ کیا۔ حضرت خدیجہؓ نے یہ سن کر خود کو آپ کی زوجیت میں دینے کا ارادہ ظاہر کیا۔

حضرت خدیجہؓ سے عقد: ابو طالب بن عبدالمطلب' حضرت خدیجہؓ کے باپ کے پاس آئے اور آپ کی منگنی بی بی خدیجہ سے کر کے رؤسا قریش کی موجودگی میں عقد کی رسم ادا کر دی اور محفل عقد کی رسومات سے فارغ ہو کر حضرت ابو طالب نے ذیل کا خطبہ[1] پڑھا۔

؎ نے ایک دوسری روایت میں شق صدر کا واقعہ شب معراج بیان کیا ہے کہ یہ زمانہ اس زمانے سے جو اس روایت میں ہے بالکل مختلف ہے ممکن ہے کہ حضرت انس کے بعد راوی نے اس روایت میں سے جو انس کی معراج کے متعلق ہے ایک ٹکڑا کاٹ کر علیحدہ بیان کر دیا ہو علاوہ اس کے انس خود بروقت وقوع اس کے واقعہ کے موجود نہ تھے اور نہ انہوں نے ان راویوں کے نام بیان کئے جن کے ذریعہ سے ان کو یہ روایت پہنچی بہر کیف علاوہ ان کے دو بزرگوں کے اور علماء نے بھی اپنی اپنی کتابوں میں اس واقعہ کو مختلف طریقوں سے لکھا ہے۔ فمن شاء ظهير جع اليها

[1] اس خطبہ کی نسبت نقادین فن تاریخ کا یہ خیال ہے کہ یہ خطبہ ابو طالب کا نہیں ہے بلکہ الحاقی ہے کیونکہ اولاً عرب جاہلیت کا یہ دستور نہ تھا بلکہ وہ اکثر اور ہمیشہ یوں کہا کرتے تھے کہ ہم ایسے ہیں ہم میں یہ شرافت ہے یہ بزرگی ہے ثانیاً عرب میں سب سے پہلے کلام الحمد سے ابتداء کرنے کا طریقہ آنحضرت ﷺ نے جاری فرمایا ہے اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آنحضرت سے پہلے الحمد یا اللہ کا لفظ موجود نہ تھا۔ بلکہ مقصود یہ ہے کہ یہ طریقہ جاری کیا ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے کہ سب سے پہلے خدا کی تعریف کی جائے اور اس کے ...

((الحمدلله الذی جلعنا من ذرية ابراهيم و زرع اسمعيل وضعنىء معد و عنصر مضر وجعل لنا بيتا محجوجا وحر ما امناوجعلنا امناء بيته و سواس حرمه و جعلنا الحكام على الناس ان ابن اخی محمد بن عبدالله من قال علمتم قرابته و هو لا یوذن باحد الارجح یه فان کان فی الدال قل فان المال ظل زائل

وقد خطب خديجة بنت خويلد و بذل لها من الصداق ما عاجله واجله من مالی كذا كذا و هو الله بعد هدا اله بنأ عظیم و خطر جلیل))

''یعنی تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں۔ جس نے ہمارے لئے ایک گھر بنایا جس کا حج کیا جاتا ہے اور امن و احترام والا بنایا اور ہم کو اپنے گھر کا محافظ اور اپنے حرم کی خیر خبر لینے والا مقرر کیا اور ہمیں لوگوں پر حاکم بنایا۔ بلاشبہ تمہیں میرے بھتیجے محمد بن عبداللہ کی رشتے داری معلوم ہے ان کا جس کے ساتھ مقابلہ کیا جائے گا اسی سے بازی لے جائیں گے اگر ان کے پاس مال کم ہے تو کیا ہے۔ مال تو چلتی پھرتی چھاؤں ہے۔ محمدؐ نے خدیجہؓ بنت خویلد کو پیام دیا اور میرے مال سے اتنا مہر معجّل اور موجل منظور کیا ہے یقین ہے کہ چند دنوں کے بعد ان کی حالت اچھی ہو جائے گی اور ان کا نام چمک اٹھے گا۔ آنحضرت ﷺ کا سن مبارک اس وقت پچیس برس کا تھا اور عقد آپؐ کا فجار کے پندرہ برس بعد ہوا۔

تعمیر کعبہ: جب آپ پینتس برس کے ہوئے تو قریش نے جمع ہو کر کعبہ کو منہدم کر کے از سر نو بنانا شروع کیا۔ جس وقت حجر اسود کے رکھنے کی نوبت آئی تو آپس میں سب لڑنے لگے۔ ہر شخص یہ چاہتا تھا کہ حجر اسود کو میں اپنے ہاتھوں سے رکھوں رفتہ رفتہ یہ جھگڑا اس قدر طول پکڑ گیا کہ بنو عبد الدار مرنے اور مارنے پر قسم کھا بیٹھے۔ پھر کچھ سوچ سمجھ کر قریش یک جا ہو کر مشورہ کرنے لگے۔ ابوامیہ نے کہا کہ ''بہتر ہوگا کہ پہلے جو شخص مسجد میں داخل ہو اس کو تم لوگ اپنا حاکم بنالو۔ قریش اس امر پر راضی ہو گئے۔

حجر اسود کا واقعہ: اس اثناء میں آنحضرت ﷺ تشریف لائے لوگوں نے کہا کہ یہ امین ہیں یہ فیصلہ امانت داری سے کریں گے انہیں کو حکم بناؤ پس جس وقت آپ کے روبرو یہ قضیہ پیش کیا گیا تو آپؐ نے ایک کپڑے میں حجر اسود کو رکھ کر قریش سے فرمایا کہ اس کپڑے کے کنارے پکڑ لو کسی کو کسی پر کچھ فضیلت نہ ہوگی اور نہ کوئی جھگڑا باقی رہ جائے گا چنانچہ قریش نے آپ کے کہنے سے کپڑے کے کنارے پکڑ لئے جس وقت حجر اسود اپنے مقام کے قریب پہنچا تو آپؐ نے اپنے دست مبارک سے لے کر اس کو اس کی جگہ پر رکھ دیا اس واقعہ میں یہ چار آدمی عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس، اسود بن مطلب بن اسد بن عبدالعزیٰ، ابوحذیفہ بن مغیرہ بن عمر بن مخزوم، قیس بن عدی السہمی سردار پیش پیش تھے۔

امین کا لقب: اس کے بعد آنحضرت ﷺ طہارت و عبادت میں نہایت استقلال سے کوشش فرمانے لگے۔ آپؐ کی ذات بابرکات میں ایک اعلیٰ درجہ کا اخلاق اور صبر فصاحت و بلاغت و خوش بیانی اس طرح جمع ہو گئی تھی کہ عالم شباب ہی میں

۱؎ احسانات کا ذکر کیا جائے ثالثاً عرب جاہلیت میں اس وقت تک عرب میں مہر موجل کا رواج نہیں ہے پھر اس کے کیا معنی کہ اس نے میرے مال سے اس قدر مہر معجّل اور اس قدر مہر موجل ادا کیا ہے۔

آپؐ نے امین کا لقب پالیا تھا۔

بعثت: وحی کے نازل ہونے سے پہلے آنحضرت ﷺ نے رویاء صالحہ دیکھنا شروع کیا کاہن اور آسمانی کتابوں کے عالم آپس میں ظہور شان ونبوت کے چرچے وتذکرے کرنے لگے آنحضرت ﷺ عبادت کے خیال سے تنہائی وخلوت کو زیادہ پسند فرمانے لگے۔ اکثر غارِحرا میں تشریف لے جاتے اور وہیں دو دو چار چار راتیں متواتر عباداتِ الٰہی میں مصروف رہتے۔ یہاں تک کہ آپؐ کی ولادت کے چالیسویں سال اور بعض کہتے ہیں تینتالیسویں سال آپ پر وحی[1] نازل ہوئی۔ کبھی کبھی فرشتہ کسی آدمی کی شکل میں آتا اور آپؐ سے بھی ہم کلام ہوتا تھا اور کبھی آپؐ پر القا ہوا کرتا تھا اور کسی وقت چادر یا اور کوئی چیز لپیٹ کر لیٹ جاتے تھے۔ اور وحی سلسلہ جرس کی آواز کی طرح نازل ہوتی تھی۔ اس آخر صورت میں آپؐ کو سخت تکلیف ہوتی تھی جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے ((و ھو اشد علی)) ''یعنی اور وہ مجھ پر زیادہ سخت ہے'' الغرض جو وحی ابتداً آپؐ پر غارحرا میں نازل ہوئی وہ ﴿اقراء باسم ربک الذی خلق خلق الانسان من علق اقراء و ربک الاکرم الذی بالقلم و علم الانسان ما لم یعلم﴾ یعنی: ''آپؐ اپنے پروردگار کے نام سے پڑھئے جس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے بنایا آپ پڑھئے آپؐ کا پروردگار بڑی عزت والا ہے جس نے قلم کے ذریعہ علم سکھایا اور انسان کو وہ علوم سکھائے جس سے وہ نا آشنا تھا''۔

معراج: بی بی خدیجہؓ نے آپؐ کی باتوں کی تصدیق کی اور آپؐ پر ایمان لائیں اس کے بعد آنحضرت ﷺ پر

[1] حدیث شریف میں حضرت عائشہ زوجہ مطہرہ آنحضرت ﷺ سے روایت ہے کہ ابتداً جو آپؐ پر از قسم وحی نازل ہوئی وہ رویاء صادقہ تھے جو مثل سفیدیٔ صبح نمایاں ہوتے تھے ایک روز آپؐ غار حرا میں مصروف عبادت تھے کہ اس اثناء میں حضرت جبرائیلؑ آئے اور کہا ''یا محمد انت رسول الله'' (اے محمدؐ تم خدا کے پیغمبر ہو) آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ میں اس آواز سے کسی قدر خائف ہو کر مکہ میں واپس آیا دوسرے روز جب پھر آپؐ تشریف لے گئے تو جبرائیلؑ امین دوبارہ آئے اور وہی کلمہ ارشاد فرمایا آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ مجھ پر اس کلمہ سے ایسا خوف غالب ہوا اور جی میں آیا کہ میں اپنے کو پہاڑ سے نیچے گرادوں چنانچہ میں نے اس امر کی کوشش کی۔ لیکن حضرت جبرائیلؑ نے آ کر کہا ((یا محمدؐ انا جبرئیل و انت رسول الله)) یعنی ''اے محمدؐ میں جبرائیلؑ ہوں اور تم خدا کے پیغمبر ہو'' پھر جبرائیلؑ نے کہا اقراء (پڑھ) آپؐ نے فرمایا: اقراء (کیا میں پڑھوں) حضرت جبرائیلؑ نے یہ سن کر آپؐ کو تین بار سینے سے دبایا۔ یہاں تک کہ آپؐ کی قوت جاتی رہی۔ پھر جبرائیلؑ نے ﴿اقرا باسم ربک﴾ الخ پڑھا اور آپ کو پڑھایا اس کے بعد جب آپؐ مکہ میں واپس آئے تو پسینہ میں شرابور تھے چہرہ زرد تھا۔ حضرت خدیجہ سے آپؐ نے فرمایا ((زملونی زملونی فانی خشیت)) ''یعنی مجھ کو کچھ اڑھادو اڑھادو بے شک میں ڈر گیا ہوں'' تھوڑی دیر کے بعد حضرت خدیجہؓ سے فرمایا کہ مجھکو اپنی خیر نہیں معلوم ہوتی آج مجھ پر یہ واقعات گزرے ہیں حضرت خدیجہ نے تسکین دلائی اور آپکو اپنے ہمراہ ورقہ بن نوفل اپنے چچازاد بھائی کے پاس لے گئیں جو کتب آسمانی سے بخوبی واقف اور علماء نصاریٰ میں ایک سربرآوردہ شخص تھے۔ ورقہ بن نوفل نے ان واقعات کو آنحضرت کی زبان مبارک سے سنکر کہا یہ وہی ناموس ہے جو موسیٰ بن عمران کے پاس آتا تھا اگر میں اس وقت تک زندہ رہتا جبکہ تمہاری قوم تم کو یہاں سے نکالے گی تو میں تمہاری خاطر خواہ مدد کرتا۔ تم خائف نہ ہو تمکو خدا نے اپنی رسالت کے لئے برگزیدہ کیا آنحضرت ﷺ کو ان کلمات سے تعجب سا ہوا۔ آپ نے استفسار فرمایا' کیا مجھ کو میری قوم یہاں سے نکالے گی؟ ورقہ نے کہا بے شک آج تک تو ایسا ہی ہوا ہے کوئی آنے والا ایسا نہیں آیا جسکے ساتھ اسکی قوم نے دشمنی نہ کی۔ ھکذا فی کتب السیر والتواریخ

نماز[1] فرض کی گئی۔ حضرت جبرائیلؑ آئے اور وضو کر کے بجمیع ارکان و افعال تمام نماز پڑھ کر آپؐ کو دکھائے۔ آپؐ نے ان کی پیروی کی۔ اس کے بعد شبِ معراج میں آپؐ مکّہ سے بیت المقدس اور پھر وہاں سے ساتواں آسمان اور سدرۃ المنتہیٰ پر تشریف لے گئے: ﴿فاوحی الیه ما اوحی﴾ "پس اللہ تعالیٰ نے آپ (ﷺ) پر وحی بھیجی جو وحی بھیجی"۔

معراج کے متعلق مختلف آراء: (مترجم) علماء تاریخ و سیر نے جس طرح واقعۂ معراج جسمانی میں اختلاف کیا ہے۔ ویسا ہی اوقاتِ معراج اور مکان اسراء (یعنی جس مکان سے آنحضرت ﷺ کو معراج ہوئی ہے) میں مختلف الروایات ہوتی ہیں شفاء میں قاضی فیاض لکھتا ہے ((فذهب طائفة الی انه اسریٰ بالروح و انه رویا منام مع اتفاقه و ان رویا الانبیاء حق و وحی و الیٰ هذا اذهب معاویه و حکی عن الحسن و المشهور عنه خلافه و الیه اشار محمد بن اسحاق)) یعنی "علماء کی ایک جماعت کے نزدیک آپؐ کو روحانی معراج ہوئی جو خواب کا واقعہ تھا بالاتفاق انبیاء کے خواب سچے اور وحی سے ہوتے ہیں معاویہ کا یہی قول ہے اور حسنؒ کا بھی لیکن حسن کا مشہور قول اس کے خلاف ہے جیسا کہ محمد بن اسحاق نے بتایا ہے" اور تفسیر کبیر میں لکھا ہے ((وحکی عن محمد بن جریر الطبری فی تفسیر عن حذیفتانه قال ذلک رویا و انه ما نقد جسد رسول ﷺ و انه اسری بروحه و حکی هذا القول ایضا عن عائشه و عن معاویه)) یعنی "تفسیر ابن جریر میں حذیفہ کا بیان ہے کہ معراج کا واقعہ خواب کا واقعہ جسمانی معراج نہیں ہوئی۔ بلکہ روحانی ہوئی (آگے ابن جریر فرماتے ہیں) یہی قول حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت معاویہؓ سے منقول ہے جو علماء جسمانی معراج کے قائل ہیں ان کے پاس بھی حدیثوں سے دلائل ہیں جو قتادہ اور انس سے منقول ہیں علاوہ ازیں قرآن سے بھی جسمانی معراج معلوم ہوتی ہے پندرہویں پارے میں حق تعالیٰ کا فرمان ہے۔

﴿سبحان الذی اسری بعبده لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی الذی بارکنا حوله لنریه من اٰیٰتنا انه هو السمیع البصیر﴾

"یعنی وہ پاک ہے جو اپنے بندے کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ لے گیا جس کے چاروں طرف ہم نے برکت رکھی ہے تاکہ ہم اسے اپنی نشانیاں دکھائیں بے شک اللہ خوب سننے والا اور خوب دیکھنے والا ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ معراج جسمانی ہوئی کیونکہ اسریٰ کے معنی رات کے سفر کرنے کے ہیں نہ کہ حالت

---

[1] علماء تاریخ نے اس امر پر اتفاق کر لیا ہے کہ بعد اقراء تعلیم و توحید و برأت اوثان شرعی احکام سے جس کو اللہ تعالیٰ نے آپؐ پر فرض کیا تھا وہ نماز تھی۔ پس جب وہ بعد نزول وحی آپؐ پر نماز فرض کی گئی تو حضرت جبرائیلؑ آپؐ کی خدمت میں آئے اور اس وقت آپؐ اعلیٰ مکّہ میں تھے ان کو وہ وادی کی طرف لائے اور ٹھوکر زمین پر ماری جس سے ایک چشمہ پیدا ہو گیا حضرت جبرائیلؑ نے اس سے وضو کیا اور آپؐ دیکھتے رہے بعد ازاں آنحضرت ﷺ نے بھی اسی طرح وضو فرمایا جس طرح سے حضرت جبرائیلؑ نے کیا تھا پھر حضرت جبرائیلؑ نے اٹھ کر نماز پڑھی اور آپ نے ان کے ساتھ انہی کی پیروی میں نماز پڑھی نماز وضو کی تعلیم سے فارغ ہو کر آپؐ مکّہ میں تشریف لائے اور حضرت خدیجہ کو وضو اور نماز کی تعلیم فرمائی واقدی کا بیان ہے کہ باتفاق علماء و سیر و تواریخ حضرت خدیجہؓ اول اہل قبیلہ ہیں جس نے آنحضرت ﷺ کے دعوتِ اسلام قبول کی اور آپ کے ہمراہ نماز پڑھی اور عبد کے معنی جس میں روح و جسم دونوں ہوں جسم بے روح، یا روح بے جسم کو عبد نہیں کہتے ہیں۔

رویا میں ایک جگہ سے دوسری جگہ کے جانے کو کہتے ہیں ہم کو اس کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ ہم اسریٰ کے معنی اس مقام پر رویا میں ایک جگہ سے دوسری جگہ کا جانا مراد لیں پس اگر چہ اس کے معنی اصلی (یعنی سفر شب) ہم مراد لے سکتے ہیں اس کے علاوہ لفظ ''بعبدہ'' صاف طور سے کہہ رہا ہے کہ معراج جسمانی ہوئی کیونکہ اس کے معنی ہیں ''اپنے بندہ'' کے اور اس کا اطلاق روح اور جسم دونوں پر ہوتا ہے پس جب تک روح اور جسم دونوں کا جانا نہ ثابت ہو اس وقت تک 'اسریٰ بعبدہ'' کے معنی درست نہیں ہو سکتے' روحانی معراج کے قائل اس آیت کے مقابلہ میں سورہ اسریٰ کی دوسری روایت ﴿و جعلنا الرویا اللتی اریناک الا فتنه للناس﴾ یعنی ''ہم نے جو خواب آپؐ کو دکھایا اسے لوگوں کی آزمائش ہی کے لئے دکھایا' معراج کو ماننے والے جسمانی کہتے ہیں کہ اگر چہ بالعموم رویا کے معنی خواب میں دیکھنے کے ہیں لیکن اس کا اطلاق آنکھ کے دیکھنے پر بھی ہو سکتا ہے۔ لہٰذا ''رویا'' کا لفظ جو قرآن مجید میں آیا ہے اس کے معنی آنکھ سے دیکھنے کے ہیں اس دلیل سے کہ بخاری میں لکھا ہے ((عن ابن عباس فی قوله تعالیٰ و ما جعلنا الرویا اللتی اریناک الا فتنة قال هی رویا و عن ارها رسول الله ﷺ لیلة اسری به الیٰ بیت المقدس)) یعنی ''و ما جعلنا الرویا کی تفسیر میں ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ یہ آنکھوں کی روایت ہے (خواب نہیں) کہ آپؐ کو اس وقت ہوئی جب راتوں رات آپؐ کو بیت المقدس لے جایا گیا۔

قتادہؒ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ شب معراج میں چت لیٹے ہوئے تھے۔ حسنؒ کی روایت شہادت دیتی ہے کہ آنحضرت ﷺ معراج کی رات مقام حجر میں سوئے ہوئے تھے۔ حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ آپؐ مسجد حرام میں آرام فرما رہے تھے' ام ہانیؓ کی روایت میں ہے کہ معراج کی رات رسول اللہ ﷺ نماز عشاء پڑھ کر ہم میں سو رہے تھے اور فجر سے پہلے ہم نے آپؐ کو جگایا بعض علماء کہتے ہیں کہ ہجرت سے تین برس پہلے معراج ہوئی اور بعض ایک برس پہلے بتلاتے ہیں۔ بہر کیف یہ ایک اختلافی واقعہ ہے روایات سے کوئی تسکین دہ فیصلہ نہیں ہو سکتا البتہ اگر اللہ جل شانہ کی قدرت کاملہ پر نظر کی جائے تو کچھ بعید نہیں معلوم ہوتا۔

معراج جسمانی: معراج جسمانی یا علم رویا کے واقعات کو ہم اس مقام پر بوجہ شہرت ذکر کرنا نہیں چاہتے باقی رہے وہ احکام جو سورہ اسریٰ کو بغیر دیکھنے سے معلوم ہوتے ہیں اور یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ شاید یہی احکام آنحضرت ﷺ کو شب معراج میں مرحمت ہوئے تھے وہ حسب ذیل ہیں۔

و لا تجعل مع الله الها آخر فتقعد مذموماً مخذولا	(ترجمہ) اللہ کے ساتھ دوسرا معبود مقرر نہ کرو ورنہ قابل ملامت و ذلت بن جاؤ گے
وقضی ربک الاتعبدوا الا ایاه وبالوالدین احسانا اما یبلغن عندک الکبر احدهما او کلاهما فلا تقل لهما اف و لا تنهر هما و قل لهما قولاً کریما	آپ کے ربّ نے حکم فرمایا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرو اگر تمہاری زندگی میں ان میں سے کوئی یا دونوں بوڑھے ہو جائیں تو خبردار انہیں ہوں بھی نہ کرنا اور نہ انہیں ڈانٹنا بلکہ ان سے عزت والی بات کرنا اور ان کے آگے سر جھکا دینا۔

واخفض لهما جناح الذل من الرحمة و قل رب ارحهما كما ربياني صغيرا
اور ان کے لئے یہ دعا مانگتے رہنا کہ اے پروردگار جیسے مجھے انہوں نے کم سنی میں محبت سے پالا ہے اسی طرح تو بھی ان پر رحم فرما۔

و ات ذالقربیٰ حقه و المسكين و ابن السبيل و لا تبذر تبذيرا
عزیزوں کو ان کا حق ادا کرو اور محتاجوں کو بھی اور مسافروں کو بھی اور فضول خرچی نہ کرو

و لا تجعل يدك مغلولة الیٰ عنقك ولا تبسطها كل البسط فتقعد ملوماً محسورا
نہ تو اپنا ہاتھ گردن میں باندھ کر رکھ اور نہ اسے بالکل ہی کھول دے کہ قابلِ ملامت بن کر اور تھک کر بیٹھ جاؤ۔

ولا تقتلوا اولادكم خشية املاق نحن نرزقهم و اياكم ان قتلهم كان خطأً كبيرا
غربت کے ڈر سے اپنی اولاد قتل نہ کرو ان کا اور تمہارا رزق ہمارے ذمہ ہے یاد رکھو اولاد کا قتل کرنا بڑا بھاری گناہ ہے۔

ولا تقربوا الزنا انه كان فاحشة وساء سبيلا ولا تقتلوا النفس اللتى حرم الله الا بالحق
زنا کاری کے قریب تک نہ جاؤ کیونکہ وہ بے حیائی اور بُری راہ ہے ناحق کسی کو قتل نہ کرو جس کا قتل اللہ نے حرام کر دیا ہے

ولا تقربوا مال اليتيم الا باللتى هى احسن حتى يبلغ اشده و اوفوا بالعهد ان العهد كان مسئولا
بجز قابلِ تعریف طریقے کے یتیم کے مال کے پاس بھی نہ جاؤ جب تک وہ جوان نہ ہو جائیں اور عہد پورا کرو کیونکہ عہد کے بارے میں باز پرس ہوگی۔

و اوفوا الكيل اذا كلتم و زنوا بالقسطاس المستقيم
جب ناپو تو پورا پورا ناپو اور صحیح ترازو سے تولو۔

ولا تقف ماليس لك به علم ان السمع و البصر و الفؤاد كل اولئك كان عنه مسئولا
جس بات کا تمہیں علم نہیں اس کے پیچھے نہ پڑو یاد رکھو کان، آنکھ اور دل ہر ایک سے باز پُرس ہوگی۔

ولا تمش فى الارض مرحا انك لن تخرق الارض و لن تبلغ الجبال طولاً
زمین پر اکڑ کر نہ چلو نہ تو تم زمین ہی پھاڑ سکتے ہو اور نہ پہاڑ کے برابر اونچے ہی ہو سکتے ہو۔

كل ذلك كان سيئه عند ربك مكروها
یہ تمام بُری باتیں ہیں اور اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں۔

ذلک مما اوحیٰ الیک ربک من الحکمۃ ولا تجعل مع اللہ الھا اخر فتلقیٰ فی جھنم ملوماً مدحوراً
اللہ نے تمہیں یہ دین کی پکی باتیں وحی سے بتائیں اللہ کے ساتھ دوسرا شریک معبود نہ کرو ورنہ بُرے بن کر اور ذلیل ہو کر جہنم میں جھونک دیئے جاؤ گے۔

ان آیات کے دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ جل شانہ نے ضروریات دین کے اعتقادی اور عملی احکام دونوں معراج میں مرحمت فرمائے اس دعوے کی تائید گزشتہ آیت بخوبی کرتی ہے علاوہ ان اعتقادی اور عملی احکام کے اللہ جل شانہ نے پانچ وقت کی نمازیں اور ماہ رمضان کے روزے فرض کئے ہم کو یقین کامل ہے کہ جو شخص اس سورہ مبارکہ کو بغور پڑھے گا وہ ضرور ہماری اس رائے سے اتفاق کرے گا۔ واللہ اعلم بالصواب انتہی کلام المترجم۔

اسلام کی خفیہ تبلیغ: ایک مدت سے حضرت علیؓ ابن ابی طالب کی کفالت آنحضرت ﷺ اور حضرت جعفرؓ کی کفالت حضرت عباسؓ ابن عبدالمطلب کر رہے تھے یہ دونوں بزرگ مسلمان ہو گئے تھے اور حضرت ابوطالب سے چھپ کر پہاڑ کے دروں میں جا کر نماز پڑھتے تھے۔ اتفاق سے ایک روز ابوطالب اس طرف آ نکلے۔ آنحضرت ﷺ نے ان کو ایمان و اسلام کی دعوت دی۔ حضرت ابوطالب نے فرمایا میں اپنا اور اپنے آباء و اجداد کا دین نہیں چھوڑ سکتا' البتہ تمہاری وجہ سے تمہاری مخالفت نہیں کروں گا۔ اس کے بعد علی ابن ابی طالب کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا ''دیکھو محمد ﷺ کا ساتھ نہ چھوڑنا' یہ تم کو بھلائی کے سوا کچھ نہ سکھائیں گے''۔

سابقین اوّلین: علماء سیر لکھتے ہیں کہ سب سے پہلے حضرت خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ ایمان لائیں بعد ازاں حضرت ابوبکرؓ و حضرت علیؓ بن ابوطالب اور حضرت زید بن حارثہ (آنحضرت ﷺ کے خادم) و حضرت بلالؓ و بن حمامہ (حضرت ابوبکرؓ کے غلام) نے اسلام قبول کیا' پھر حضرت عمر بن عبسہ سلمی و حضرت خالد بن سعید بن العاصی بن امیہؓ مسلمان ہوئے۔ ان بزرگوں کے بعد قریش کے ایک گروہ نے دین اسلام قبول کیا۔ جن کو اللہ جل شانہ نے آنحضرت ﷺ کی مصاحبت کے لئے کل قوم سے برگزیدہ کیا اور ان میں سے اکثر مشہور بانجتہ ہوئے۔

در پردہ تبلیغ کے زمانہ کے مسلمان: حضرت ابوبکر صدیقؓ چونکہ رقیق القلب محبوب خلائق نرم مزاج تاجر پیشہ تھے۔ تالیف قلوب کا مادہ ان میں زیادہ تھا۔ قریش آپ سے زیادہ مانوس تھے اس وجہ سے ان کے ذریعہ بنو امیہ میں حضرت عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیہ اور خاندان بنو عمرو بن کعب بن اسد بن تیم سے طلحہؓ بن عبید اللہ بن عثمان بن عمرو اور بنو زہرہ بن قصی سے سعد بن ابی وقاص (ان کا نام مالک بن وہیب بن عبد مناف بن زہرہ ہے) اور عبدالرحمٰن بن عوف بن عبد عوف بن الحرث بن زہرہ اور بنو اسد بن عبدالعزیٰ سے زبیر بن العوام بن خویلد بن اسد (یہ آنحضرت ﷺ کی پھوپھی صفیہ کے لڑکے ہیں) رضی اللہ عنہم ایمان لائے بعد ازاں بنو حرث بن مہر سے ابوعبیدہ عامر بن عبداللہ بن جراح بن ہلال بن اہیب بن ضبہ بن حرث اور بنو مخزوم بن یقظہ بن مرہ بن کعب سے ابوسلمہ عبدالاسد بن ہلال بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم اور بنو جمح بن عمرو ابن ہصیص بن کعب سے عثمان ابن مظعون بن حبیب بن وہب بن حزافہ بن جمح اور ان کے بھائی قدامہ بن مظعون اور بنو عدی سے سعید بن زید بن عمرو بن نفیل بن عبداللہ بن قرط بن ریاح بن عدی اور سعید کی بیوی فاطمہ ہمشیرہ عمر ابن الخطاب بن نفیل اور سعید کے باپ زید بن عمرو رضوان اللہ علیہم اجمعین اسلام میں بطیب خاطر داخل ہوئے یہ زید بن عمرو ہی ہیں جنہوں

نے جاہلیت میں بت پرستی چھوڑ دی تھی۔ توحید کی طرف مائل ہو گئے تھے۔ پھر عمیرؓ سعد بن ابی وقاص کے بھائی اور عبداللہ بن مسعود ابن غافل بن حبیب بن شمخ ابن قار بن مخزوم بن صاہلہ بن کاہل بن حرث بن تمیم بن سعد بن ہذیل بن مدرکہ حلیف بنو زہرہ مسلمان ہوئے۔

معجزۂ رسول ﷺ عبداللہ بن مسعود عقبہ بن مغیط کی بکریاں چراتے تھے ایک روز آنحضرت ﷺ ان کے بکریوں کے گلہ کی طرف سے ہو کر گزرے اور ان کی اجازت سے اس بکری کا دودھ آپؐ نے دوہا جس کا دودھ بند ہو گیا تھا۔ عبداللہ بن مسعود یہ معجزہ دیکھ کر حیران ہو گئے اور اسی وقت ایمان لے آئے ان کے بعد جعفر بن ابو طالب بن عبدالمطلب اور ان کی بیوی اسماء بنت عمیس بن نعمان ابن کعب بن قحافہ خشعی' سائب بن عثمان بن مظعون' ابو حذیفہ بن عتبہ ابن ربیعہ بن عبد شمس (ان کا اصلی نام مہشم تھا) اور عامر بن فہیرہ ازدی' عمار بن یاسر عنسی بن مذحج ابو مخزوم کے آزاد کردہ غلام اور صہیب بن سنان (بنو نمر بن قاسط حلیف بنو جلفان سے) سلام اللہ علیہم اجمعین اسلام لائے۔

علانیہ تبلیغ: ان بزرگوں کے اسلام لانے کے بعد مسلمانوں کی ایک چھوٹی سی جماعت بن گئی جس میں جوان لڑکے' بوڑھے عورتیں سب شامل تھے لیکن مشرکین کے خوف سے جنگل اور پہاڑوں کی طرف چلے جاتے تھے۔ وہیں نمازیں پڑھتے تھے لیکن قریش کا کوئی جلسہ ایسا نہ ہوتا تھا جس میں تبلیغ اسلام نہ ہو وحی کے نازل ہونے کے تیسرے سال آنحضرت ﷺ کو دعوت عامہ دینے اور اسلام کی طرف بلانے کا حکم صادر ہوا۔ چنانچہ آپؐ نے کوہ صفا پر چڑھ کر اہل قریش کو بلا کر ان سے مخاطب ہو کر فرمایا ((لو اخبرتکم ان العدو مصبحکم او ممسیکم اما کنتم تصدقونی قالو بلیٰ قال فانی نذیر لکم بین یدی عذاب شدید)) یعنی "اگر میں خبر دوں کہ تم پر دشمن صبح وشام میں حملہ کرنے والا ہے تو کیا تم مجھے سچا مان لو گے' لوگ بولے ہاں ہم آپ کو سچا مانیں گے فرمایا اچھا تو میں تمہیں سامنے والے (آنے والے) سخت عذاب سے ڈراتا ہوں۔ قریش اس اعلان کو سنتے ہی منتشر[1] ہو گئے ہیئت اجتماعی خالی رہی۔

بنی ہاشم کو دعوت اسلام: اس کے بعد آیہ ﴿وانذر عشیرتک الاقربین﴾ نازل ہوئی اس کے بعد متواتر الہامات اور وحی نازل ہونے لگے اس وقت آپ کے حکم سے حضرت علیؓ ابن ابی طالب نے تھوڑا سا کھانا تیار کیا آپ نے اولاد عبدالمطلب[2] کو جمع کر کے کھانا کھلایا' اسلام کی دعوت دی' بت پرستی سے منع فرمایا اور عذاب الٰہی سے ڈرایا لیکن اولاد عبدالمطلب نے ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے نکال دیا۔ پھر جب قریش نے دیکھا کہ ان کے بتوں کی برائیاں علی الاعلان کی جاتی ہیں اور ان کی پرستش سے روک ٹوک کی جاتی ہے تو ان کو یہ عمل ناگوار گزرا۔ وہ سب کے سب ایک مقام پر جمع ہوئے اور آنحضرت ﷺ کی عداوت پر کمر بستہ ہو گئے حضرت ابو طالب نے ان کی اس رائے کی مخالفت کی اور ان کو اس فعل سے روکنے لگے بلکہ آنحضرت ﷺ کی حمایت پر آمادہ ہو گئے۔ اہل قریش ابو طالب کی مخالفت سے مجبور ہو کر عتبہ وشیبہ پسران ربیعہ بن عبد شمس' ابو البختری بن ہشام بن حرث بن اسد بن عبدالعزیٰ' اسود بن مطلب بن اسد بن عبدالعزیٰ' ولید بن

---

[1] مؤرخین لکھتے ہیں کہ اس موقع پر ابولہب بھی موجود تھا اس نے یہ اعلان سن کر ((تبا لک اما جمعتنا الا لھذا)) یعنی "تجھ پر تف ہو کیا ہم کو اسی لئے جمع کیا تھا" ابولہب کے اٹھتے ہیں سورہ ﴿تبت یدا ابی لھب﴾ نازل ہوئی

[2] اس جلسہ میں تقریباً چالیس آدمی تھے جس میں آنحضرت ﷺ کے خاص اعزا واقربا بھی تھے۔

المغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم، ابوجہل عمر بن ہشام بن مغیرہ برادرزادہ ولید عاصی بن وائل بن ہشام بن سعد بن سہم نبیہ و منبہ پسران حجاج بن علی بن حذیفہ بن سہم، اسود بن عبد یغوث بن وہب بن عبد مناف بن زہرہ کو انصاف کرنے کے لئے حضرت ابوطالب کے پاس بلا لائے۔ ان اصحاب نے حضرت ابوطالب سے آنحضرت ﷺ کی تکلیف دہی کے بارے میں بحث و مباحثہ کیا حضرت ابوطالب نے ان کو نہایت معقول جواب دے کر خاموش کر دیا۔

ابوطالب اور وفد قریش: دوسرے دن پھر قریش مع ان اصحاب کے (جن کا اوپر ذکر ہو چکا ہے) حضرت ابوطالب کے پاس آئے اور اس امر کی خواہش کی کہ آنحضرت ﷺ کو ان کے مواجہہ میں بلا کر اس جدید فعل سے روکیں اور ان سے بحث کریں۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ حسب طلب ابوطالب اس مجمع میں تشریف لائے قریش نے اپنے دلائل پیش کئے۔ آنحضرت ﷺ نے قرآن مجید کی چند آیات پڑھ کر ارشاد فرمایا: ((یا عماہ لا اترک ھذا الامر حتی یظھر اللہ او اھلک فیہ)) یعنی چچا جان میں یہ کام نہیں چھوڑوں گا۔ حضرت ابوطالب یہ سن کر خاموش ہو رہے قریش کا مجمع منتشر ہو گیا۔ اس وقت حضورؐ نے پھر حضرت ابوطالب سے مخاطب ہو کر دعوتِ اسلام دی لیکن حضرت ابوطالب نے کہا "اے برادر زادے جو تمہارے وحی میں آئے کہو میں بخدا کبھی ایمان نہ لاؤں گا اور نہ اپنے آبائی دین کو ترک کروں گا"۔

مسلمانوں پر مظالم: ان واقعات کے بعد جب اہل قریش نے یہ دیکھا کہ آنحضرت ﷺ دعوتِ اسلام سے باز نہیں آتے اور مسلمانوں کی جماعت روز بروز بڑھتی جا رہی ہے تو بنو ہاشم اور بنو مطلب نے جمع ہو کر آنحضرت ﷺ اور کل مسلمانوں کو اذیتیں پہنچانے کا عہد و پیمان کیا۔ بظاہر اس عہد و پیمان میں بنو ہاشم اور بنو مطلب پیش پیش تھے لیکن درحقیقت ہر قبیلہ عرب جو اس وقت مکہ اور اس کے قرب و جوار میں تھا اس عہد و اقرار میں شامل تھا۔ یہاں تک کہ جہاں کہیں یہ لوگ غریب مسلمانوں کو پاتے پتھروں سے مارتے، طرح طرح کی تکلیفیں دیتے تھے نماز نہ پڑھنے دیتے تھے۔ نماز کی حالت میں اونٹوں بکریوں کی آنتیں مزبلہ کی غلاظت لا لا کر نمازیوں پر ڈالتے تھے۔ جب ان کی یہ تکلیف دہی حد سے بڑھ گئی تو آپ نے غریب مسلمانوں کو حبشہ کی طرف ہجرت کا حکم صادر فرمایا۔

ہجرتِ حبشہ: والئ حبشہ اور اہل قریش سے تجارت کا عہد نامہ تھا وہ اکثر والئ حبشہ کی تعریف کیا کرتے تھے الغرض سب سے پہلے عثمان ابن عفان اور ان کی بیوی رقیہ بنت رسول ﷺ اور ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ اور ان کی بیوی سہلہ بنت سہیل بن عمرو بن عامر بن لوی اور زبیر بن العوام و مصعب بن عمیر بن عبد شمس و ابومنیرہ بن ابی رہم بن عبد العزیٰ عامری و سہیل ابن بیضا (بنو حرث بن فہر سے) عبداللہ بن مسعودؓ عامر بن ربیعہ غزی حلیف بنو عدی (یہ غز بن وائل کی اولاد سے تھے نہ کہ غرہ سے) اور ان کی بیوی لیلیٰ بنت ابی خیثمہ رضی اللہ عنہم اجمعین، یہ گیارہ بزرگ حبشہ ہجرت فرما گئے ان کے بعد پھر یکے بعد دیگرے مسلمانوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کرنا شروع کر دی۔ انہیں اصحاب کے ساتھ حضرت جعفرؓ بن ابی طالب بھی حبشہ ہجرت کر گئے یہاں تک کہ حبشہ میں مہاجرین کی تعداد تین سو تک پہنچ گئی۔ مہاجرین اوّلین کا مشرکین مکہ نے دریا تک تعاقب کیا لیکن خائب و خاسر اپنا سا منہ لے کر چلے آئے۔

مسلمانوں کے خلاف سرگرمیاں: جب اہل قریش نے یہ دیکھا کہ آنحضرت ﷺ کی تکلیف دہی و ایذا رسانی سے آپؐ کے بعض اعزہ مانع ہوتے ہیں اور مخالفت کرتے ہیں تو انہوں نے یہ شیوہ اختیار کر لیا کہ جو مکہ میں آتا تھا اس طرح

آنحضرت ﷺ کی ساحری مجنونیت اور کہانت کا ذکر کرتے' نیز آپؐ کے پاس اس کو آنے جانے سے روکتے تھے اس کے بعد ایک گروہ نے آپؐ کی عداوت تکلیف رسانی اور استہزا پر عہد و پیمان کرنے والوں کے منجملہ آپؐ کے چچا ابولہب اور عبدالعزیٰ بن عبدالمطلب اور ان کا چچازاد بھائی ابوسفیان بن الحرث بن عبدالمطلب اور عتبہ وشیبہ پسران ربیعہ وعتبہ بن ابی معیط اور ابوسفیان بن حرث اور حکم بن ابی العاص بن اُمیہ اور نضر بن الحرث (بنو عبدالدار سے) اور اسود بن المطلب بن اسد بن عبدالعزیٰ اور اس کا لڑکا زمعہ اور ابوالبختری العاصی بن ہشام اور اسود بن عبدیغوث بن وہب بن عبدمناف بن زہرہ (آنحضرت ﷺ کے ماموں کا لڑکا) اور ابوجہل بن ہشام اور اس کا بھائی عاصی اور ولید بن المغیرہ اور قیس بن الفاکہ بن المغیرہ اور زہیر بن امیہ بن المغیرہ اور عاصی بن وائل سہمی اور اس کے دونوں عم زاد نبیہہ ونبہ وامیہ وابی پسران خلف ابن جمح وغیرہ تھے ان لوگوں کا کام یہ تھا کہ یہ لوگ آنحضرت ﷺ اور ان اصحاب سے جو ایمان لا چکے تھے۔ مسخرہ پن کرتے تھے اور تکلیف دیتے تھے۔

حضرت حمزہؓ کا قبول اسلام: ایک روز آنحضرت ﷺ کوہِ صفا کی طرف تشریف لے گئے تھے اس روز اتفاق سے ابوجہل بھی اس طرف سے گزرا اور حسب عادت و دستور آنحضرت ﷺ کو سخت وسُست کہنے لگا۔ آپؐ کے دین (اسلام) کی توہین اور برائیاں بیان کرتے ہوئے آپ ﷺ کے نزدیک پہنچ گیا' لیکن آپ ﷺ نہایت صبر واستقلال سے ابوجہل کے کلمات ناملائم سنتے رہے' یہاں تک کہ ابوجہل آپؐ کے صبر وتحمل سے تنگ آ کر کعبہ کی چلا آیا آپؐ بھی مسجد حرام میں تشریف لے آئے۔ یہ واقعہ عبداللہ بن جدعان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ کی ایک لونڈی دیکھ رہی تھی۔ اس واقعہ کے بعد ہی حضرت حمزہؓ ابن عبدالمطلب (آنحضرت ﷺ) کے چچا تیر کمان لئے ہوئے اس طرف سے گزرے عبداللہ بن جدعان کی لونڈی نے یہ واقعہ حضرت حمزہؓ کو سنایا حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب یہ سنتے ہی آگ بگولا ہو گئے چنانچہ اسی طیش کی حالت میں لوٹ کر ابوجہل کو ڈھونڈتے ڈھونڈتے مسجد ح پہنچے۔ ابوجہل اس وقت قریش کی ایک جماعت میں بیٹھا ہوا تھا۔

حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب نے ابوجہل کے بال پکڑ کر گھسیٹا اور نہایت سختی سے پیش آئے سخت وسست و ناملائم کلمات کہنے لگے اور یہ فرمایا کہ "کمبخت تو محمد ﷺ کو سخت وسست کلمات سنایا کرتا ہے حالانکہ میں ان کا چچا ہوں اور ان کے مذہب پر ہوں' بعض حاضرین جلسہ نے چاہا کہ اٹھ کر ابوجہل کی مدد کریں۔ لیکن ابوجہل نے ان سے منع کیا اور یہ کہا کہ تم لوگ اس پر پریشان خاطر نہ ہو۔ میں نے ان کے بھتیجے محمد ﷺ کو آج ہی سخت وسست کلمات سنائے ہیں۔ حمزہؓ کو اپنی حالت پر چھوڑ دو وہ اپنے دل کو ٹھنڈا کر لیں۔ اس کے بعد حضرت حمزہؓ ابن عبدالمطلب آنحضرت ﷺ کے پاس آئے اور کہا اے میرے برادر زادے کیا تم اس سے خوش نہیں ہوئے کہ میں نے تمہارے دشمن ابوجہل کو ابھی نہایت ذلیل کیا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ "اے چچا میں تو اس وقت خوش ہوں گا جب آپ دین اسلام میں آ جائیں گے۔" حضرت حمزہؓ ابن عبدالمطلب نے عرض کیا کہ "میں نے دین اسلام کو قبول کر لیا اور اس مذہب پر تاحیات قائم رہوں گا ان شاء اللہ تعالیٰ" اہل قریش کو حمزہؓ ابن عبدالمطلب کے ایمان لانے سے بڑی تشویش پیدا ہوگئی اور انہوں نے سمجھ لیا کہ اب مسلمانوں کو تکلیف دینا آسان نہیں ہے۔ اس کے بعد ان لوگوں نے عمرو بن العاص اور عبداللہ بن ابی ربیعہ کو نجاشی والی حبشہ کے پاس اس غرض سے روانہ کیا کہ نجاشی سے وہ ان مسلمانوں کو واپس مانگ لائیں جو مکہ سے ہجرت کر کے چلے گئے ہیں لیکن نجاشی نے ان دونوں کو بے نیل و

مرام نہایت ذلت سے واپس کر دیا۔

حضرت عمر کا قبولِ اسلام: حضرت حمزہؓ ابن عبدالمطلب کے بعد حضرت عمرؓ بن الخطاب[1] ایمان لائے ان کے ایمان لانے کا یہ سبب ہوا کہ ان کے کانوں تک یہ خبر پہنچی کہ ان کی بہن فاطمہ بنت الخطاب مع اپنے شوہر سعید ابن زید کے مسلمان ہو گئی ہیں۔ اور خباب بن الارت ان دونوں کو قرآن کی تعلیم دیتے ہیں حضرت عمر ابن الخطاب یہ سنتے ہی اپنی بہن کے پاس آئے اور ان کو اس قدر مارا کہ خون بہنے لگا اس وقت فاطمہ بنت الخطاب نے کہا: ((قد اسلمنا و کائنا محمد انا فعل منا بدالک)) یعنی ہم مسلمان ہو گئے ہیں اور اللہ کے رسول ﷺ کے حکم کی پیروی کرتے ہیں اب جو کچھ تیرے دل میں آئے کر گزر۔ اس کلام کے سنتے ہی خباب بن الارت بھی گوشہ مکان سے نکل آئے اور نصیحتاً باتیں کرنے لگے۔ حضرت عمر بن الخطاب نے کہا کہ ''کچھ قرآن پڑھو'' خباب بن الارت نے سورہ طٰہٰ پڑھ کر سنائی جس سے حضرت عمر ابن الخطاب بخوفِ خدا

---

[1] حضرت عمر بن الخطاب انتالیس مردوں اور تیئیس عورتوں کے حبشہ ہجرت کرنے کے بعد اسلام لائے مسلمان اس وقت نہایت کمزور تھے۔ کعبہ میں نماز نہ پڑھتے تھے، مشرکین مکہ بے حد ایذاء و تکلیف دیتے تھے۔ جب آپ اسلام لائے تو آنحضرت ﷺ سے کعبہ میں نماز پڑھنے کی درخواست کی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ''ابھی مشرکین کا زور ہے اور مسلمان کم ہیں اور کمزور ہیں'' عمرؓ بن الخطاب نے عرض کیا کہ ہمارا دین (اسلام) سچا ہے یا ان کا؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ''ہمارا مذہب سچا ہے'' پھر حضرت عمرؓ بن الخطاب نے دریافت کیا کہ ''خدا ہماری مدد کرے گا یا ان کی'' آنحضرت ﷺ نے جواب دیا کہ خدا ہماری مدد کرے گا تب حضرت عمرؓ بن الخطاب نے عرض کیا کہ ''یا رسول اللہ ﷺ وہ تو اپنے بتوں کی پرستش علانیہ کریں اور ہم خدا پرستی چھپ کر کریں اور پھر خدا ہماری مدد کرے گا چلئے کعبہ میں نماز ادا کیجئے۔ جب تک عمرؓ کے تن میں جان ہے کوئی شخص آپ کو کعبہ میں نماز پڑھنے سے روک نہ سکے گا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ بن الخطاب اور آنحضرت ﷺ مع صحابہؓ کے کعبہ میں تشریف لائے اور نماز پڑھی۔ پہلے تو مشرکین مکہ میں سے کسی نے دم نہ مارا اور پھر جس نے سر اٹھایا اس سے عمرؓ بن الخطاب برسر جنگ ہوئے یہاں تک کہ کعبہ میں بلاخوف و خطر نماز ہونے لگی آپ کے ایمان لانے کی یہ روایت (جس کو مؤرخ ابن خلدون نے اختصار کے ساتھ ذکر کیا ہے) نہایت معروف و مشہور ہے۔ لیکن ابن اسحاق کا یہ بیان ہے کہ مجھ سے عبداللہ بن ابی نجیح نے (بروایت عطاء و مجاہد باسانید ان لوگوں کے جنہوں نے اسلام عمرؓ کی روایت عمرؓ سے کی ہے) بیان کیا ہے کہ حضرت عمرؓ ابن الخطاب کہا کرتے تھے کہ میں ابتداً اسلام کا سخت مخالف تھا اور اس سے نفرت کیا کرتا تھا۔ ایامِ جاہلیت میں ہمارے ہم سنوں کا جلسہ آل عمر بن عمران مخزومی کے مکان کے قریب رات کو ہوا کرتا تھا آپس میں سب لوگ کھاتے پیتے تھے ایک روز میں اپنے مکان سے نکل کر جلسہ گاہ پر گیا۔ اتفاق سے اس وقت میرے رفقاء میں سے وہاں کوئی موجود نہ تھا۔ مجبور ہو کر ایک شراب کی دکان کی طرف گیا جہاں پر مجھ کو اپنے دوستوں سے ملاقات ہو جانے کا خیال تھا لیکن وہاں بھی کسی کو نہ پایا۔ دکان بند تھی اس وقت میرے دل میں یہ بات آئی کہ چل کر کعبہ کا طواف ہی کریں۔ چنانچہ اس خیال سے کعبہ میں داخل ہوا اس وقت جبکہ تقریباً نصف شب گزر چکی تھی۔ میں نے آنحضرت ﷺ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ ان دنوں آنحضرت ﷺ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے اکثر رکن اسود اور رکن یمانی کے درمیان کھڑے ہو کر نماز پڑھتے تھے۔ جب میں نے آپؐ کو دیکھا تو میرے دل میں آیا کہ چھپ کر آنحضرت ﷺ کو دیکھوں کہ وہ کیا کرتے ہیں اور کیا پڑھتے ہیں اس خیال سے میں آہستہ آہستہ اس قدر آپؐ کے قریب جا پہنچا کہ آپؐ کے روبرو جا کھڑا ہو گیا میرے اور آپ کے درمیان صرف غلافِ کعبہ حائل تھا پس جب میں نے قرآن سنا تو مجھے رقت طاری ہو گئی۔ میرے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ میں جھک کر کھڑا ہوا قرآن سنتا رہا۔ یہاں تک کہ آنحضرت ﷺ نماز ختم کر کے اپنے مکان کو واپس ہوئے اور میں آپؐ ......

کانپ اٹھے اور بے تابانہ کہہ اٹھے ((کیف تصنعون اذا اردتم الاسلام)) یعنی "اگر تم مسلمان ہونا چاہتے ہو تو پہلے کیا کرتے ہو؟ خباب بن الارت نے طہارت ظاہری کا طریقہ دکھلایا اور بتلایا۔ اس کے بعد عمرؓ بن الخطاب نے آنحضرت ﷺ کا مکان دریافت فرمایا تو خباب بن الارت ان کو اپنے ہمراہ لئے ہوئے درِ دولت پر حاضر ہوئے دوسری طرف آنحضرت ﷺ بالہامِ وحی الٰہی مکان سے باہر تشریف لائے اور حضرت عمرؓ بن الخطاب سے مخاطب ہو کر فرمایا "اے ابن الخطاب تجھ کو یہ کیا ہوا ہے یعنی کیسے آیا ہے؟" حضرت عمرؓ بن الخطاب نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں مسلمان ہونے آیا ہوں' اس کے بعد حضرت عمرؓ بن الخطاب علانیہ کلمات شہادت پڑھ کر سچے مسلمانوں میں داخل ہو گئے۔ حضرت عمر بن الخطاب کے کہنے سے آنحضرت ﷺ کعبہ میں نماز پڑھنے کو تشریف لائے مسلمانوں کو ان کے اسلام لانے سے بڑی تقویت پہنچی۔ یہ وہی بزرگ ہیں جن کے اسلام لانے کی آنحضرت ﷺ اکثر ان کلمات سے دعا فرماتے تھے ((اللھم اعز الاسلام باعھد العمرین)) یعنی اے اللہ عمر سے یا عمر بن ہشام یعنی ابوجہل سے اسلام کو عزت فرما۔ آنحضرت ﷺ کی دعا میں حضرت عمرؓ بن الخطاب اور عمر بن ہشام یعنی ابوجہل دونوں عمر مراد تھے۔

بنی ہاشم کا معاشرتی مقاطعہ: پھر جب قریش نے دیکھا کہ اکثر مسلمان نجاشی کے ملک میں چلے گئے ہیں جن پر ہمارا کچھ زور نہیں چل سکتا اور جو معدودے چند باقی ہیں آپ ان کو بھی حضرت حمزہؓ ابن عبدالمطلب و حضرت عمرؓ بن الخطاب (رضی اللہ عنہما) کے اسلام لانے سے ذرہ برابر بھی ایذا نہیں پہنچا سکے اور یوماً فیوماً مسلمانوں کی تعداد بڑھتی جاتی ہے تب انہوں نے جمع ہو کر یہ عہد و پیمان کیا کہ "کوئی شخص ہم میں سے بنو ہاشم و بنوعبدالمطلب سے خواہ مسلمان ہوں یا کافر ہوں نہ نکاح کرے اور نہ ان کے ساتھ بیٹھے اٹھے اور نہ ان کے ساتھ مجالست کرے اور نہ کوئی دنیاوی معاملہ کرے" اس پر سب لوگوں نے قسمیں کھائیں اور ایک محضر لکھ کر دستخط کر کے کعبہ میں رکھ دیا اس جماعت میں بنو ہاشم میں صرف ابولہب عبدالعزیٰ بن عبدالمطلب

لے کے پیچھے پیچھے ہولیا جس وقت آپؐ عباس و ابن ازہر کے مکان کے درمیان پہنچے اور میرے پاؤں کی آہٹ معلوم ہوئی تو آپؐ نے مڑ کر دیکھا لیکن یہ خیال کر کے شاید آنے والا بالغرض ایذا دہی آ رہا ہے۔ ارشاد فرمایا ((ما جائک یا ابن الخطاب ھذہ الساعۃ)) اے عمرؓ تم اس وقت کس لئے آئے ہو؟ میں نے عرض کیا ((جئت لا ومن باللہ و برسولہ و بما جاء من عند اللہ)) یعنی میں اللہ پر اس کے رسولؐ پر اور اللہ کے پاس سے آنے والی کتاب پر ایمان لانے کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ آنحضرت ﷺ یہ سن کر ٹھہر گئے اور خدا کی تعریف و ستائش فرمائی اور میرے سینہ پر آپؐ نے مسح کیا اور ایمان پر قائم رہنے کی دعا فرمائی اس کے بعد میں آنحضرت ﷺ سے رخصت ہو کر اپنے مکان پر چلا آیا اور آنحضرت ﷺ بھی اپنے مکان میں تشریف لے گئے ابن ہشام کا یہ بیان ہے کہ مجھ سے بعض اہل علم نے روایت کی ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ نے بعد اسلام حضرت عمر بن الخطاب سے دریافت کیا کہ "اے باپ جب آپ اسلام لائے تھے تو کس نے آپ کی قوم کو آپ سے متنفر کیا تھا اور کس نے ان کو آپ سے لڑنے پر آمادہ کیا تھا حضرت عمر بن الخطاب نے فرمایا کہ وہ عاص ابن وائل تھا (خدا اسے سمجھے) اور ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھ سے عبدالرحمٰن بن الحرث نے بعض آلِ عمرؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب فرماتے تھے کہ جس شب کو میں ایمان لایا تھا اس رات کو مجھے یہ خیال پیدا ہوا کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ کا زیادہ دشمن ہو اس سے جا کر میں اپنے اسلام لانے کا حال کہہ کر اس کو جلاؤں۔ دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ سب سے زیادہ دشمن ابوجہل ہے چنانچہ صبح ہوتے ہی میں نے اس کے دروازے پر دستک دی ابوجہل نے مکان سے نکلتے ہی مرحبا و اہلاً کہہ کر آنے کی وجہ دریافت کی میں نے کہا کہ میں تجھ کو یہ خبر دینے آیا ہوں کہ بحمد اللہ میں مسلمان ہو گیا ہوں اور محمد ﷺ کو رسول اللہ سمجھتا ہوں۔ ابوجہل یہ سنتے ہی جھلا کر اندر چلا گیا اور میں بھی واپس چلا آیا۔ واللہ اعلم

شریک تھا باقی سب ابو طالب کے ہمراہ تھے تین برس تک یہی عہد و پیمان باقی رہا۔ بھائی سے بھائی چھوٹ گیا باپ بیٹے کے دیکھنے کا روادار نہ ہوتا۔ بیع وسزا کا معاملہ بند ہو گیا مسلمانوں کو سخت تکلیف ہونے لگی۔

عہد نامہ کا اتلاف: آخر اہل قریش میں سے چند آدمی اس عہد کے توڑنے پر آمادہ ہو گئے منجملہ ان میں سے ایک (بنو حسل بن عامر بن لوئی) سے ہشام بن عمرو بن الحرث تھے جنہوں نے نقض عہد میں بہت بڑی کوشش کی ایک روز ان سے اور زہیر بن ابی امیہ سے اثناء راہ میں ملاقات ہوئی (اس کی ماں عاتکہ بنت عبدالمطلب اپنے بھائیوں کے کہنے سے مسلمان ہو گئی تھیں) ہشام نے زہیر سے نقض صحیفہ (عہد نامہ) کے بارے میں گفتگو کی۔ زہیر نے ہشام کی رائے سے اتفاق کیا اس کے بعد ہشام مطعم بن عدی بن نوفل بن عبد مناف کے پاس گیا اور بنو ہاشم و بنو مطلب کی مجبوری کا حال کہہ کر اس کو بھی نقض عہد پر آمادہ کر لیا اس کے بعد ابوالبختری بن ہشام اور زمعہ بن الاسود کے یہاں گیا ان لوگوں نے بھی ہشام کی رائے سے اتفاق کیا اور نقض عہد پر تل گئے انہیں معاملات کے دوران آنحضرت ﷺ نے ان لوگوں کو یہ خبر دی کہ اس عہد نامہ کو باستثناء الٰہی کیڑوں نے کھا لیا ہے۔ قریش کو یہ سن کر تعجب ہوا لیکن جب انہوں نے کعبہ کو کھول کر دیکھا تو عہد نامہ کو کیڑوں نے باستثناء اسماءِ الٰہی سے کھا لیا تھا۔ ان چار آدمیوں نے تو پہلے ہی عہد شکنی پر قسم کھالی تھی عہد نامہ کے ضائع ہو جانے سے اور لوگوں نے بھی عہد نامہ کی پابندی چھوڑ دی۔

ہجرت حبشہ ثانی: اس واقعہ کے بعد حضرت ابوبکرؓ ہجرت کے قصد سے گھر سے نکلے لیکن ابن الدغنہ ان کو واپس لے آئے اس واقعہ کے بعد مہاجرین حبشہ کو یہ غلط خبر ملی کہ اہل قریش مسلمان ہو گئے ہیں اس اطلاع پر عثمان بن عفان اور ان کی بیوی ابو حذیفہ اور ان کی بیوی' عبداللہ بن عتبہ بن غزوان' زبیر بن العوام' عبدالرحمٰن بن عوف' مصعب بن عمیر اور ان کے بھائی' مقداد بن عمر' عبداللہ بن مسعود' ابوسلمہ بن عبدالاسد اور ان کی بیوی سلمہ بن ہشام بن المغیرہ' عمار بن یاسر' عبداللہ و قدامہ و عثمان پسران مظعون اور ان کے لڑکے سائب' خنیس بن حذافہ ہشام بن العاصی' عامر بن ربیعہ اور ان کی بیوی' عبداللہ بن مخرمہ (بنو عامر بن لوئی سے) عبداللہ بن سہل بن السکران بن عمر' سعد بن خولہ ابوعبیدہ بن الجراح' سہیل بن بیضاء' عمرو بن ابی سرح رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین مکہ واپس آ گئے بعض مکہ میں چھپ کر داخل ہوئے اور بعض کسی کے جوار میں جا کر مقیم ہو گئے یہاں تک کہ ہجرت ثانیہ کا وقت آیا اس کے بعد بعض بزرگ ان میں سے مکہ ہی میں جان بحق ہو چکے تھے لیکن جب مکہ میں آئے تو انہوں نے مسلمانوں کو اسی حالت میں پایا جس صورت پر ان کو چھوڑ گئے تھے یعنی اہل قریش ان کو ایذاء و تکلیف دیتے تھے اور غریب مسلمان صبر و تحمل سے کام لیتے تھے۔

حضرت خدیجہؓ اور ابو طالب کی وفات: ہجرت کے تین سال پہلے ام المومنین خدیجہؓ بنت خویلد کا وصال ہو گیا ان سے پینتیس یا پچپن روز کے بعد حضرت ابو طالب نے وفات پائی ان دونوں کے انتقال کی وجہ سے آنحضرت ﷺ کو سخت صدمہ ہوا۔ درحقیقت حضرت ابو طالب[1] کی وجہ سے آپ کو کوئی ایذاء نہ پہنچا سکتا تھا' ہر کام میں وہ آپؐ کی اعانت کرتے اور مخالفین کو آپ ﷺ کی مخالفت سے روکتے تھے۔ اسی طرح ام المومنین حضرت خدیجہ سے بھی آپؐ کو بے حد انس

---

[1] ابوطالب کی حالت نزع میں آنحضرت ﷺ تشریف لے گئے اور ارشاد فرمایا کہ اے چچا جان اگر آپ اپنی زبان سے ایک بار بھی کلمہ شہادت لا

تھا انہوں نے سب سے پہلے آپ کی نبوت کی تصدیق کی تھی جب مشرکین مکّہ آپ کو ایذائیں دیتے اور آپ مغموم وملول ہوتے تھے تو حضرت خدیجہ آپؐ کو تسلی وتشفی دیتی تھیں۔

طائف میں تبلیغ اسلام: الغرض ام المؤمنین حضرت خدیجہؓ اور حضرت ابوطالب کے انتقال کے بعد اشقیاء مشرکین مکّہ آنحضرت ﷺ کو زیادہ ایذا دینے اور تکلیف دہی پر آمادہ رہنے لگے۔ ایک روز آپ ﷺ بغرض دعوتِ اسلام طائف کی طرف تشریف لے گئے وہاں کے سرداران عبد یالیل بن عمر بن عمیر اور اس کے دونوں بھائیوں مسعود وحبیب کے پاس بیٹھ کر ان کو اسلام لانے کی دعوت دی اور اسلام ومسلمانوں کی مدد کرنے اور اس پر قائم رہنے کی استدعا فرمائی' لیکن ان تینوں آدمیوں نے نہایت سختی اور درشتی سے آپؐ کو جواب[1] دیا۔

اہلِ طائف کی ایذا رسانی: جب آنحضرت ﷺ ان کے ایمان لانے سے نا اُمید ہو گئے تو ان سے اس حال کے چھپانے کے لئے ارشاد فرمایا لیکن ان لوگوں نے آپؐ کا یہ کہنا بھی نہ مانا بلکہ کمینے اور چھوٹے چھوٹے لڑکوں کو آپ کے پیچھے لگا دیا۔ ان لوگوں نے ان کے پیچھے تالیاں بجائیں اور ڈھیلے مارنے شروع کئے یہاں تک کہ آپ عتبہ وشیبہ' ربیعہ کے لڑکوں کے باغ کی دیوار کے اوٹ میں بیٹھ گئے اس طرح جب پیچھا کرنے والے لڑکے وعوام الناس لوٹ گئے اور آپ ﷺ کو ان کے شور وغل سے ایک گونہ اطمینان حاصل ہو گیا تو آپ نے سر مبارک آسمان کی جانب اٹھا کر یہ دعا فرمائی:

((اللھم الیک اشکو ضعف قوتی و قلة حیلتی و ھوانی علی الناس انت ارحم الراحمین انت رب المستضعفین انت ربی الی من تکلنی الی بغیض یتجھمنی او الی عدو ملکته امری ان لم یکن بک علیٰ غضب فلا ابالی ولکن عافیتک اوسع لی اعوذ بنور وجھک الذی اشرقت له الظلمات و صلح علیه امر الدنیا و الاخرة من ان ینزل بی غضبک او یحل علی سخطک لک العتبی حتی ترضی و لا حول و لا قوة الا بک))

''یعنی اے اللہ میں تجھ سے اپنی کمزوری کا' قلت تدبیر کا اور ذلت کا شکوہ کرتا ہوں تو سب سے زیادہ مہربان اور کمزوروں کا پروردگار ہے اور میرا بھی تو ہی رب ہے' اے اللہ مجھے کس کے حوالہ کر رہا ہے کیا ایسے حاسد کے جو

☜ پڑھ دیں تو کل بروز قیامت میں خدا سے آپ کی شفاعت کراؤں گا حضرت ابوطالب نے کچھ جواب نہ دیا بلکہ منہ پھیر لیا تو حضرت ابوطالب نے کہا ((اخترت النار علی العار)) یعنی میں نے آتش دوزخ شرم کی وجہ سے اختیار کر لی آنحضرت ﷺ یہ سن کر ملول خاطر ہو کر اٹھ آئے اس کے بعد جس وقت حضرت ابوطالب کا انتقال ہوا تو اثناءِ راہ حضرت علیؓ ابن ابی طالب آنحضرت ﷺ سے ملے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ((مات عمک الضال)) یعنی ''اے اللہ کے رسول آپ کا چچا گمراہ مر گیا'' آپ نے ان کو تسکین دی اور دفن کرنے کی ہدایت دی لیکن نہ تو آپ ﷺ جنازہ کے ساتھ تشریف لے گئے اور نہ ان کے جنازے کی نماز پڑھی۔

[1] سیرۃ ابن ہشام میں لکھا ہے کہ ان میں سے ایک نے جواب دیا تھا کہ اگر تجھ کو خدا اپنا رسول کر کے بھیجتا تو یوں ہی پاؤں گھسیٹتا ہوا چلتا۔ دوسرے نے کہا کہ خدا نے کسی اور کو نہیں پایا جو تجھ کو رسول بنایا ہے تیسرے نے کہا بخدا میں تجھ سے ایک بات بھی نہ کروں گا کیونکہ تو خود کو رسول کہتا ہے تو نہایت خوفناک وقابل احتراز ہے۔ واللہ اعلم

مجھ سے ترش روئی سے پیش آئے یا ایسے دشمنوں کے جسے تو نے مجھ پر حاوی بنا دیا ہے اگر تو مجھ سے ناراض نہیں تو پھر مجھے کسی بات کی پرواہ نہیں لیکن تیری عافیت میرے لئے زیادہ گنجائش والی ہے میں تیرے رخِ اقدس کے نور سے جس کی تاریکیاں بھی کافور ہو جاتی ہیں اور جس پر دنیا اور آخرت کی اصلاح موقوف ہے تیری ناراضگی اور غصہ سے پناہ مانگتا ہوں۔ اے اللہ مجھ سے راضی ہو جا اور مجھے طاقت وقوت عطا فرما۔''

جب آنحضرت ﷺ طائف سے نا اُمید ہو کر واپس ہوئے تو شب کو ایک کھجور کے باغ میں ٹھہر گئے۔ نصف شب میں جس وقت آپ نماز پڑھنے کو کھڑے ہوئے تو چند جن اس طرف سے گزرے انہوں نے اس مقام پر توقف کر کے قرآن شریف سنا اس کے بعد آنحضرت ﷺ مکہ میں داخل ہوئے اہل مکہ بدستور آپ کی عداوت اور مذہب اسلام کی بیخ کنی پر تلے ہوئے تھے رؤسا قریش میں سے کسی نے آپ کو اپنی ہمسائیگی میں نہ لیا آخر کار مطعم ابن عدی کے پڑوس میں آپ ٹھہرے طفیل بن عمر والدوسیؓ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور نہ صرف خود ایمان لائے بلکہ اپنی قوم کو اس کی طرف بلایا ان میں سے بعض ایمان لائے آنحضرت ﷺ نے ان کے حق میں دعا فرمائی۔

ابن حزم کا یہ بیان ہے کہ اس کے بعد واقعہ معراج ہوا پہلے آپ مکہ سے بیت المقدس تشریف لے گئے۔ پھر وہاں سے آسمانوں پر گئے اور انبیاء کرام سے ملاقات کی جنت اور سدرۃ المنتہیٰ کو چھٹے آسمان پر دیکھا اسی شب میں نماز فرض کی گئی۔ طبری کے نزدیک سراء (واقعہ معراج) اور نماز کی فرضیت ابتدائی وحی تھی۔ واللہ اعلم

ایام حج میں دعوتِ اسلام: ان واقعات کے بعد آنحضرت ﷺ مشرکین مکہ کے ایمان لانے سے کسی قدر ناامید ہو گئے تو حج کے موقع پر جو لوگ اطراف وجوانب سے آتے تھے ان کے قیام کی جگہ پر تشریف لے جاتے ان کو اسلام کی دعوت دیتے قرآن پڑھ کر سناتے نیز اسلام اور مسلمانوں کی امداد کے لئے ان سے فرماتے تھے لیکن اہل قریش اس کام میں بھی مزاحمت کرتے اور آپ کی مذمت کرتے تھے[1] ابولہب کو اس کام میں بطور خاص دلچسپی تھی وہ اپنے کل کاموں کو چھوڑ کر آپ کے پیچھے پڑ گیا تھا جن لوگوں کو آپ نے حج کے ایام میں دعوتِ اسلام دی ان میں بنو عامر بن صعصعہ (مضر سے) اور بنو شیبان و بنو حنیفہ (ربیعہ سے) اور کندہ (قحطان سے) اور کلب (قضاعہ سے) وغیرہ قبائل عرب شامل تھے ان سے بعض بات سن کر سہولت سے جواب دیتے تھے اور بعض بچتے اور بعض ایذاء وتکلیف پر آمادہ ہو جاتے تھے اور بعض[1] کہتے تھے کہ ''ہم اس شرط پر ایمان لائیں گے کہ تم ہم کو ملک وحکومت دلاؤ آنحضرت ﷺ جواب میں ارشاد فرماتے تھے کہ ''بھائی یہ کام اللہ جل شانہ کا ہے میں اس کا وعدہ نہیں کر سکتا''۔

قبائل کی مخالفت: ان سب میں سے بنو حنیفہ نے نہایت درشتگی سے جواب دیا اور بے حد سختی سے پیش آئے اس کے بعد

---

[1] علامہ ابن اثیر نے لکھا ہے کہ جس وقت آپ نے بنو عامر کو دعوتِ اسلام دی تھی اس وقت ان میں سے ایک شخص نے کہا تھا کہ ''اگر ہم تمہاری متابعت کریں اور اللہ تعالیٰ تم کو تمہارے مخالفین پر فتح یاب کرے تو کیا تم ہم کو اپنے بعد اپنا خلیفہ بناؤ گے'' آپ نے فرمایا کہ ''یہ کام اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے جیسا وہ چاہے گا کرے گا'' اس شخص نے کہا کیا خوب اس وقت تو ہم تمہارے لئے اپنی گردنیں عرب کے سامنے کر دیں اور جب تم کامیاب ہو جاؤ تو دوسرے لوگ صاحب حکومت ہوں جاؤ ہم کو تمہاری ضروری نہیں۔

آنحضرت ﷺ سوید بن الصامت برادر بنو عمرو بن عوف بن اوس کے پاس تشریف لئے گئے ان کو دعوتِ اسلام دی۔ سوید بن الصامت نے اگر چہ اسلام قبول نہیں کیا لیکن سختی و درشتگی سے جواب بھی نہیں دیا اور جب مدینہ واپس آیا تو کسی لڑائی میں مارا گیا۔ یہ واقعہ یوم بعاث کے پہلے کا ہے اس کے بعد مکہ میں ابوالحیسر انس بن رافع اپنی قوم بنو عبدالاشہل کے ایک گروہ کے ساتھ خزرج کے مقابلے میں اہل قریش سے حلف لینے آیا آنحضرت ﷺ اس گروہ کے پاس بھی دعوتِ اسلام کی غرض سے تشریف لائے اس گروہ میں سے ایک نوجوان ایاس بن معاذ نامی نے اپنی قوم سے مخاطب ہو کر واللہ جس کام کے لئے ہم لوگ آئے ہیں۔ اس سے یہ اچھا ہے۔ ابوالحیسر نے یہ سن کر ایاس بن معاذ کو ایک ڈانٹ پلائی ایاس بن معاذ خاموش ہو گئے اور یہ سب بے نیل و مرام مدینہ کو واپس آئے تھوڑے دنوں کے بعد ایاس بن معاذ کا انتقال ہو گیا علماء سیر کہتے ہیں کہ ایاس بن معاذ نے بہ حالت اسلام انتقال کیا۔

بیعتِ عقبہ ان واقعات کے بعد جب حج کا زمانہ آیا تو پھر ہر کس و ناکس کے پاس حسب دستور تشریف لے جاتے اور ان کو دعوتِ اسلام دیتے تھے ایک روز جب کہ آپ عقبہ کے قریب رونق افروز تھے بنو خزرج کے حسب ذیل چھ آدمیوں سے ملاقات ہو گئی۔

(۱) ابوامامہ اسعد بن زرارہ بن عدس بن عبید بن ثعلبہ بن غنم مالک بن النجار (۲) عوف بن الحرث بن رفاعہ بن سواد بن مالک بن غنم (یہی ابن عفراء ہیں) (۳) رافع ابن مالک ابن العجلان بن عمرو بن عامر بن زید بن مالک بن غضبہ بن حشم بن الخزرج (۴) قطبہ بن عامر بن حدیدہ بن عمرو بن سواد بن غنم بن کعب بن سلمہ بن علی بن اسد ابن مراد بن یزید بن حشم (۵) عقبہ بن عامر بن نابی بن زید بن حرام بن کعب بن غنم بن سلمہ (۶) جابر بن عبداللہ بن نعمان بن سلمہ بن عبید بن عدی بن غنم بن کعب بن سلمہ۔

آنحضرت ﷺ نے ان لوگوں کو دعوتِ اسلام دی قرآن پڑھ کر سنایا چونکہ یہ لوگ یہود کے پڑوس میں رہتے تھے اس وجہ سے ان کے کان اس آواز سے آشنا تھے کہ عنقریب عرب میں ایک نبی پیدا ہونے والا ہے جو کفر والحاد کی ظلمت مٹائے گا پس جب ان لوگوں نے قرآن سنا اور توحید کی باتیں ان کے کانوں تک پہنچیں تو آپس میں ایک دوسرے سے مخاطب ہو کر کہنے لگے "واللہ یہ وہی نبی ہیں جس کا یہود تذکرہ کیا کرتے تھے آؤ اس پر ایمان لائیں ایسا نہ ہو کہ یہود ہم سے پہلے مومن ہو جائیں" اسی قدر باتیں آپس میں کر کے آنحضرت ﷺ سے مخاطب ہو کر عرض کیا کہ ہم آپ کی رسالت کی تصدیق کرتے ہیں اور آپ پر ایمان لاتے ہیں یہود میں اور ہم میں اکثر جھگڑا ہوا کرتا ہے اگر آپ اجازت دیں تو ان کو اس کی دعوت دیں جس کی دعوت آپ ﷺ نے ہم کو دی ہے شاید اللہ جل شانہ اس کے ذریعہ سے ہم میں اور ان میں اتفاق پیدا کر دے پس اس وقت ہمیں آپ سے زیادہ کوئی عزیز نہیں ہوگا"۔

یثرب میں اسلام: آنحضرت ﷺ نے ان کو نہایت مہربانی سے جواب دیا وہ لوگ رخصت ہو کر جب مدینہ واپس آئے تو جہاں اور جس جلسہ میں بیٹھتے تھے اسلام ہی کا ذکر کرتے تھے رفتہ رفتہ یہ نوبت آ گئی کہ انصارؓ کا کوئی جلسہ اور کوئی مکان آنحضرت ﷺ کے تذکرہ سے خالی نہ رہا یہاں تک کہ آئندہ سال مکہ میں انصارؓ کے بارہ بزرگ تشریف لائے ان میں سے پانچ اشخاص تو انہیں چھ میں سے تھے جو گزشتہ سال ایمان لائے تھے باقی سات نئے آنے والے حسب ذیل تھے۔

(۱) معاذ بن الحرث برادر عوف بن الحرث (جو گزشتہ سال آئے تھے) (۲) ذکوان بن عبد قیس بن احرم بن فہد بن ثعلبہ بن صرامہ بن اصرم بن عمرو ابن عبادہ بن عصیہ (بنو حبیب سے) (۵) عباس بن عبادہ بن نضلہ بن مالک بن عجلان زید بن غنم بن سالم بن عوف بن عمرو بن عوف (یہ دس بزرگ تو قبیلہ خزرج کے تھے) اور قبیلہ اوس سے یہ دو بزرگ تھے (۶) ابو الہیثم مالک بن التیہان (یہ بنو عبد الاشہل بن جشم بن الحرث بن الخزرج عمر ابن مالک ابن اوس میں ہیں) (۷) عویم بن ساعدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین (یہ بنو عمرو بن عوف بن مالک میں ہیں)

بیعت النساء: ان متذکرہ بزرگوں نے قریب عقبہ کے آنحضرت ﷺ کے دست مبارک پر اس امر کی بیعت فرمائی کہ وہ کسی کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک نہ کریں گے' چوری اور زنا نہ کریں گے اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گے اور نہ کسی پر تہمت لگائیں گے (اس بیعت کو بیعت النساء کہتے ہیں یہ بیعت جہاد فرض ہونے سے پہلے ہوئی تھے) جب ان لوگوں کی واپسی کا وقت آیا تو آنحضرت ﷺ نے ام کلثومؓ و مصعب بن عمیرؓ کو قرآن پڑھانے اور احکام شریعت سکھانے کے لئے ان کے ہمراہ کر دیا ابن ام کلثوم و مصعب بن عمیرؓ مدینہ پہنچ کر اسعد بن زرارہ کے مکان پر اترے۔ مصعب بن عمیرؓ مسلمانانِ مدینہ کے امام تھے اور ابن ام مکتومؓ کو قرآن پڑھاتے تھے سعد بن معاذ اور اسعد بن زرارہ دونوں خالہ زاد بھائی تھے۔

مدینہ میں اشاعت اسلام: ایک روز اتفاق سے سعد بن معاذ [1] و اسید ابن الحضیر' اسعد بن زرارہؓ کے پاس آئے اور

---

[1] **حضرت اسید بن الحضیر کا قبول اسلام:** سعد بن معاذ و اسید بن الحضیر کے اسلام کی مفصل کیفیت یہ ہے کہ جس وقت مصعب ابن عمیر اور اسعد بن زرارہ بنو عبد الاشہل و بنو ظفر (کعب ابن الحرث) کو ایک کنویں کے چبوترے پر بیٹھے ہوئے دعوت اسلام دے رہے تھے ان کے پاس وہ لوگ بیٹھے ہوئے تھے جو اسلام لا چکے تھے۔ سعد بن معاذ نے یہ واقعہ دیکھ کر اسید بن الحضیر سے کہا کہ ''تم ان لوگوں کے پاس جاؤ اور ان کے مجمع کو منتشر کر دو یہ لوگ ہماری قوم کے ضعفاء اور عورتوں کو بے دینی (اسلام) سکھاتے ہیں اگر اسعد بن زرارہ میرا خالہ زاد بھائی نہ ہوتا تو میں ان کے دفعیہ کے لئے کافی ہوتا اس کے مقابلہ پر میں نہیں جا سکتا ہوں۔ اسید بن الحضیر یہ سن کر اٹھے اور اپنی تلوار لئے ہوئے اسعد بن زرارہ کے پاس آئے' مصعب بن عمیرؓ نے کہا کہ بھائی تم کیوں کھڑے ہو آؤ بیٹھ جاؤ میں تم سے کچھ گفتگو کروں گا''۔ اسید بن الحضیر نے جواب دیا کہ تم لوگ ہمارے یہاں اس غرض سے آئے ہو کہ کمزور عقیدے والوں کو بہکاؤ؟ لہٰذا میں تم سے کہتا ہوں کہ اگر تمہاری ضرورت ہو تو بیان کرو ورنہ یہاں سے فوراً چلے جاؤ۔ مصعب نے کہا تم بیٹھ تو جاؤ میں تم سے گفتگو کروں گا اگر تمہاری خاطر میں آئے تو جان لینا ورنہ جس سے تم کو نفرت ہوگی ہم اس کو تمہارے یہاں نہ بیان کریں گے اسید بن الحضیر یہ کہہ کر کہ ''یہ بات تم نے انصاف کی کہی'' بیٹھ گئے اور مصعب اسلام کے فضائل بیان کر کے قرآن سنانے لگے اسید بن الحضیر بار بار کہتے جاتے تھے ((ما احسن ھذا الکلام)) ''یعنی یہ کلام کتنا اچھا ہے'' جب مصعبؓ قرآن پڑھ چکے تو اسید نے پوچھا اس دین میں داخل ہونے کا طریقہ تو بتاؤ' مصعبؓ نے کہا کہ تم اپنے جسم و کپڑوں کو پاک کرو اور اس طرح سے (ترکیب بتا کر) دو رکعتیں نماز پڑھو اور سچے دل سے کلمہ شہادت پڑھو۔ اسید بن الحضیر نے نہایت صداقت اور خوشی سے جسم و کپڑے پاک کر کے نماز پڑھی اور کلمہ شہادت علی الاعلان پڑھ کر مصعبؓ سے مخاطب ہو کر کہا کہ ''میرے سوا ایک شخص اور ہے اگر وہ مسلمان ہوگا تو پھر کوئی شخص تمہارا مخالف نظر نہ آئے گا میں جاتا ہوں اور اس کو تمہارے پاس بھیجتا ہوں'' سعد بن معاذ نے اسید کو آتے ہوئے دیکھ کر اپنی قوم سے کہا ''واللہ اسید بن الحضیر جس حالت سے تمہارے پاس سے گیا تھا اس حالت پر نہیں آتا جب اسید' سعد کے پاس پہنچے تو سعد نے کہا ((ما فعلت)) یعنی ''تو نے کیا کیا؟'' اسید نے جواب دیا کہ میں نے ان دونوں شخصوں سے باتیں کیں وہ اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے میں نے ان کو منع بھی کیا تو انہوں نے کہا جو ہمارے نزدیک بہتر ہے ہم کرتے ہیں اور کریں گے۔

مسلمان ہو جانے سے اسعد بن زرارہؓ کو نصیحت و ملامت کرنے لگے لیکن اللہ جل شانہ نے خود ان دونوں کو راہِ اسلام کی ہدایت اور یہ مسلمان ہو گئے۔ چونکہ یہ بنو عبدالاشہل کے سردار تھے اس لئے ان کے مسلمان ہو جانے سے ایک ہی دن میں کل بنو عبدالاشہل چھوٹے' بڑے' عورت و مرد سب کے سب مسلمان ہو گئے تھوڑے ہی دنوں میں مدینہ کا کوئی گھر ایسا نہ تھا جس میں کوئی عورت یا مرد مسلمان نہ ہو گیا ہو۔ الا بنو امیہ بن زید اور حطمہ اور وائل اور واقف (بطون اوس) بدستور اپنی قدیم حالت پر قائم رہے۔ یہ لوگ اعلیٰ مدینہ میں رہتے تھے۔ ان کے ایمان نہ لانے کا باعث ابو قیس صیفی بن الاصلت شاعر تھا یہ لوگ سب اس کے مطیع تھے لیکن غزوہ خندق کا وقت آیا کہ یہ سب لوگ بھی مسلمان ہو گئے۔

بیعتِ عقبہ ثانی: مصعب بن عمیرؓ تقریباً سال بھر مدینہ منورہ میں رہے اس اثناء میں انصار کا کثیر گروہ اسلام میں داخل ہو گیا اور جب حج کا زمانہ آیا تو مصعبن ابن عمیرؓ مع ان لوگوں کے جو ایمان لا چکے تھے حج ادا کرنے کی غرض سے مکہ روانہ ہوئے تو اس قافلے میں ان کے ہمراہ وہ لوگ بھی تھے' جو ہنوز اسلام میں داخل نہیں ہوئے تھے۔ مسلمانوں کی تعداد ان لوگوں کی بہ نسبت بہت کم تھی جو اس وقت تک مشرف بہ اسلام نہ ہوئے تھے۔ مسلمانانِ مدینہ نے مکہ مکرمہ پہنچ کر آنحضرت ﷺ کی زیارت کی اور آپ ﷺ سے اوسط ایام تشریق میں عقبہ کے قریب ملنے کا وعدہ کیا۔ اس وعدہ کے ایفاء کی غرض سے اپنی قوم سے چھپ کر عقبہ کے قریب آئے ان کے ہمراہ عبداللہ بن عمرو بن صرام اور ابو جابرؓ اور چند لوگ بھی چلے آئے تھے۔

انصار کا عہد و پیمان: چنانچہ اسی شب میں آنحضرت ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کی۔ اور اسلام میں داخل ہوئے اور اس امر کا اقرار کیا کہ ہم ان سب چیزوں سے بچیں گے جن سے ہم اپنی عورتوں' اپنے بچوں اور اپنی عزت کو بچاتے ہیں۔ آپ ضرور اپنے اصحاب کبار کے ساتھ ہمارے شہر میں آیئے ہم آپ کے احباب و اصحاب کے مددگار اور آپ کے مخالفین کے مخالف ہوں گے۔ اس جلسہ میں عباس ابن عبدالمطلبؓ بھی آنحضرت ﷺ کے ہمراہ آئے تھے۔ اگرچہ اس وقت تک وہ اپنی قومی مذہب پر قائم تھے۔ لیکن آنحضرت ﷺ کا ساتھ دینے اور آپ ﷺ کی مدد کرنے کو محبوب و عزیز رکھتے تھے۔ اس بیعت میں سب سے پہلے براء بن معرورؓ نے سبقت کی ان کے بعد اور لوگوں نے بھی اسلام قبول کر لیا۔

بارہ نقیب: اس شب اسلام قبول کرنے والے اہل مدینہ میں سے سب تہتر مرد اور دو عورتیں تھی۔ پھر آنحضرت ﷺ نے

☜ **حضرت سعدؓ بن معاذ اور اسعد بن زرارہؓ:** علاوہ اس کے بنو حارث نے یہ سن کر کہا سعد بن زرارہؓ تمہارا خالہ زاد بھائی ہے اس کے قتل کو آ رہے ہیں۔ سعد بن معاذ یہ سنتے ہی اٹھ کھڑے ہوئے اور نہایت تیزی سے اسعد بن زرارہؓ کے پاس آ پہنچے اور نہایت غضب ناک ہو کر اسعد بن زرارہؓ سے کہا واللہ اگر میرے اور تیرے قرابت نہ ہوتی تو تجھ کو اسی تلوار سے قتل کر ڈالتا۔ تم لوگ ہمارے ہی محلات میں آ کر ہماری ہی قوم کو بہکاتے ہو''۔ اسعد بن زرارہ یہ تو سن کر خاموش ہو رہے۔ البتہ مصعبؓ نے ان کو نرمی سے بٹھایا بعد میں یہ بھی اسید کی طرح ایمان لے آئے اور جب لوٹ کر اپنے جلسہ میں آئے تو اپنی قوم سے مخاطب ہو کر کہا ((کیف تعلمون امری فیکم)) ''تم اپنے مجمع میں میرا حکم کیسا جانتے ہو؟'' سب نے متفق ہو کر کہا ((سیدنا و افضلنا رایاً و یمیناً)) یعنی ''تم کو اپنا سردار صائب الرائے اور قول کا پکا سمجھتے ہیں'' اس کے جواب میں سعد بن معاذؓ نے کہا واللہ تم میں سے کسی سے میں اس وقت تک کلام نہ کروں گا جب تک تم سب لوگ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہ لاؤ گے' اسید بن الحضیر نے بھی اس کلام کی تائید کی اور اسعد و مصعب کے ہمراہ اسعد بن زرارہ کے مکان پر چلے آئے اس کلام کے سنتے ہی کل بنو عبدالاشہل ان کے پیچھے پیچھے اسعد کے مکان پر آ گئے۔ اور جو ادھر ادھر کسی ضرورت سے گئے تھے وہ بھی سن کر آتے جاتے ایک ہی دن میں ایک قوم کی قوم ایمان لائی حق تو یہ ہے کہ یہ شرافت سعد و اسید کے حصہ میں تھی۔ واللہ اعلم

ان میں سے بارہ نقیب (حکام) منتخب فرمائے۔ جن میں نو آدمی قبیلہ خزرج کے اور تین اوس کے تھے۔ حضور ﷺ نے ان بارہ آدمیوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم لوگ اپنی قوم کی تعلیم وتعلم کے ذمہ دار ہو جیسا کہ عیسیٰ بن مریم کے حواری ذمہ وار تھے اور میں تم سب لوگوں کا ذمہ دار ہوں جن کو آنحضرت ﷺ نے نقیب مقرر فرمایا ان کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں۔

نو بنو خزرج کے تھے جس میں سے یہ تین بزرگ اسعد بن زرارہؓ و رافع بن مالک وعبادہ ابن الصامت شریک عقبیٰ اولیٰ میں تھے ان کے علاوہ سعد بن الربیع ابی زہیر بن مالک بن امری القیس ابن مالک بن ثعلبہ ابن کعب ابن الخزرج، عبداللہ بن رواحہ ابن امری القیس، براء بن معرور بن صخر بن خنساء بن سنان بن عبید بن عدی بن غنم بن کعب بن سلمہ۔ ابو جابر ابن عبداللہ ابن عمرو بن حرام۔ سعد بن عبادہ بن ولیم بن حارثہ۔ منذر ابن عمرو بن خنیس بن لوذان بن یزید بن ثعلبہ بن الخزرج بن ساعدہ بن کعب بن الخزرج اور تین قبیلہ اوس کے اسید بن حضیر بن سماک بن عتیک بن رافع بن امری القیس بن زید بن عبدالاشہل، سعد بن خیثمہ بن حارث بن مالک بن اوس، رفاعہ بن المنذر بن زید بن امیہ بن زید بن مالک بن عمرو بن عوف بن مالک بن اوس (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) تھے لیکن اہل علم بجائے رفاعہ بن المنذر کے ابوالہیثم بن التیہان کو شمار کرتے ہیں۔ واللہ اعلم

عقبہ ثانیہ کا قریش میں ردعمل جب یہ بیعت تمام ہوگئی اور یہ لوگ آنحضرت ﷺ سے رخصت ہو کر اپنی قیام گاہوں کو واپس ہوئے اس وقت اہل قریش کو ان واقعات کی اطلاع ہوئی بعض نے اس واقعہ کی تصدیق کی اور بعض نے اس کو جھٹلایا، صبح ہوتے ہی اہل قریش کا ایک گروہ انصارؓ کی قیام گاہوں پر آیا اور ان کو اسلام لانے اور بیعت کرنے پر سخت سست کہنے لگے۔ انصارؓ نے بھی ان کو ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ قریش وہاں سے اٹھ کر آئے اور آپس میں دوبارہ مسلمانوں کی تکلیف دہی پر قسمیں کھائیں۔ عبداللہ بن ابی سلول نے کہا ''افسوس کی بات ہے کہ ہماری قوم ایک طرح اتفاق نہیں کرتی'' مقام منیٰ سے لوگوں کے متفرق ہونے کے بعد اہل قریش کو اس بیعت کی خبر کی تصدیق ہوگئی۔ چنانچہ اہل قریش کے چند لوگ انصارؓ کو گرفتار کرنے کے لئے روانہ ہوئے لیکن انہوں نے کسی کو نہ پایا۔ سعد بن عبادہؓ کو اثناءِ راہ سے گرفتار کر کے لائے اور طرح طرح کی ایذائیں دینے لگے تا آنکہ جبیر ابن مطعم و حرث بن امیہ نے سعد بن عبادہ کو ان کے جور وستم کے ہاتھوں سے چھڑایا۔ یہ دونوں مدینہ میں سعد بن عبادہ کے پڑوس میں رہتے تھے۔

باب : ۲

ہجرت

ہجرت کا حکم: اس بیعت کے بعد مدینہ میں اسلام کا زیادہ زور ہو گیا اور اہل مدینہ کے مسلمان ہو جانے سے مسلمانوں کو ایک گونہ قوت حاصل ہو گئی۔ مشرکین مکہ اس واقعہ سے بہت برہم ہوئے انہوں نے ایک بار پھر سختی سے مسلمانوں کے ستانے پر عہد و پیمان استوار کیا جس سے مسلمانوں کی تکلیف بڑھ گئی۔ اس وقت جو سب سے پہلے جہاد کی آیت اللہ جل شانہ' نے نازل فرمائی یہ تھی ﴿و قاتلو هم حتیٰ لا تکون فتنة و یکون الدین کله اللّٰه ...... ﴾ یعنی ''مسلمانو! مشرکوں سے لڑتے رہو جب تک شرک ختم نہ ہو جائے اور اللہ کی توحید نہ پھیل جائے'' اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بحکم الٰہی اپنے اصحاب (رضی اللہ عنہم) کو مکہ سے مدینہ ہجرت کر جانے کا ارشاد فرمایا۔

مسلمانوں کی ہجرت: سب سے پہلے ابو سلمہؓ بن عبد الاسد مکہ سے ہجرت کر کے قبا میں جا کر ٹھہرے۔ ان کے بعد عامرؓ بن ربیعہ (حلیف بنو عدی) مع اپنی بی بی لیلیٰ بنت ابی خثیمہ بن غانم کے پھر کل بنو جحش (بنو اسد بن خزیمہ سے) ہجرت کر کے قبا میں جا کر مقیم ہوئے ان کے بعد عکاشہؓ بن محصن اور ایک گروہ بنو اسد (خلفاء بنو امیہ) جن میں زینب بنت جحش ام المومنین بھی تھیں اور ان کی دونوں بہنیں حمنہ و ام حبیبہ نے ہجرت کی۔ بعدہ حضرت عمر ابن الخطابؓ و عیاش بن ابی ربیعہ بیس سواروں کے ساتھ مدینہ ہجرت کر گئے یہ لوگ عوالی مدینہ بنو امیہ بنو زید میں جا کر مقیم ہوئے۔ لیکن ابو جہل ابن ہشام عیاش بن ربیعہ کو[1] دھوکا دے کر مکہ کو لوٹا لایا اور ایک مدت تک قید کر رکھا۔ پھر زیدؓ و سعیدؓ و خنیس بن حذافہ سہمی اور ایک گروہ خلفاء بنو عدی ہجرت کر کے مدینہ چلا آیا۔ یہ سب قبا میں رفاعہ بن عبد المنذر (بنو عوف بن عمرو) کے مکان پر مقیم ہوئے۔ ان کے بعد طلحہ بن عبید اللہ اور صہیب بن سنان نے ہجرت کی اور بنو حرث بن خزرج بن حبیب بن اساف کے پاس قیام پذیر ہوئے لیکن بعض کہتے ہیں کہ طلحہ اسد بن زرارہ کے مکان پر مقیم ہوئے تھے۔ پھر حمزہؓ بن عبد المطلب مع زید بن حارثہ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد غلام) اور ان کے حلیف ابو مرثد کنان بن حصن غنوی نے ہجرت کی اور قبا میں بنو عمرو بن عوف میں کلثوم بن الہدام کے یہاں مقیم ہوئے۔

---

[1] ابو جہل نے عیاش بن ربیعہ سے مدینہ پہنچ کر یہ کہا تھا کہ تیری ماں نے قسم کھائی ہے کہ تیرے بغیر نہ وہ کھانا کھائے گی اور نہ آرام سے سوئے گی۔ چل تجھ کو تیری ماں نے بلایا ہے اس نے مجھ کو اسی غرض سے بھیجا ہے عیاش بن ربیعہ اس کے فریب میں آ گئے اور اس کے ہمراہ مکہ واپس چلے آئے۔

ان کے بعد مکہ سے بنومطلب بن عبدمناف کی ایک جماعت جن میں مسطحؓ بن اثاثہ وخباب بن الارت (مولیٰ عتبہ بن غزوان) تھے قبا میں بنوعجلان کے پاس اور عبدالرحمن بن عوف ایک گروہ مہاجرین کا لئے ہوئے بنوحرث بن الخزرج میں سعد بن الربیع کے مکان پر اور زبیرؓ بن العوام وابوبسرہ بن ابی رہم بن عبدالعزیٰ منذر بن محمد بن عتبہ بن احیحہ کے مکان میں اور مصعب ابن عمیر بنوعبدالاشہل میں سعد بن معاذ کے پاس اور ابوحذیفہ بن عتبہ اور ان کے دونوں مولی سالم وعتبہ ابن غزوان مازنی بنوعبدالاشہل میں عباد بن بشیر کے پاس آ کر مقیم ہوئے۔

سالم ابوحذیفہ کے آزاد کئے ہوئے نہ تھے بلکہ ان کو قبیلہ اوس کی ایک عورت نے آزاد کیا تھا جو ابوحذیفہ کے ساتھ بیاہی ہوئی تھی عثمان بن عفان بنونجار میں اوس برادر حسان بن ثابت کے مکان پر مقیم ہوئے تھے الغرض رفتہ رفتہ مکہ سے کل صحابیؓ مدینہ چلے آئے تھے آنحضرت ﷺ کے پاس مکہ میں سوائے حضرت ابوبکر صدیق وحضرت علی ابن ابوطالب (رضی اللہ عنہما) کے اور کوئی باقی نہ رہا تھا یہ دونوں بزرگ آنحضرت ﷺ کے حکم سے مکہ میں رہ گئے تھے ورنہ یہ بھی کب کے مدینہ ہجرت کر گئے ہوتے خود آنحضرت ﷺ جناب باری عز اسمہ کے حکم کے منتظر تھے۔

حضرت محمد ﷺ کے خلاف قریش کا منصوبہ: جب اہل قریش نے ان بزرگوں کے ہجرت کر جانے اور اہل مدینہ کے اسلام لانے سے یہ سمجھ لیا اور دیکھ لیا کہ سب لوگ رفتہ رفتہ مدینہ چلے گئے اور حسب خواہش ان کے عنقریب محمد ﷺ بھی چلے جائیں گے تب اہل قریش کے مشائخین جو اس وقت شریک مشورہ تھے وہ حسب ذیل تھے۔

بنوامیہ سے عتبہ وشیبہ وابوسفیان اور بنونوفل سے طعیمہ بن عدی وجبیر بن مطعم وحارث بن عامر اور بنوعبدالدار سے نضر بن الحارث اور بنومخزوم سے ابوجہل اور بنوسہم سے نبیہ اور منبہ پسران حجاج اور بنوجمح سے امیہ بن خلف۔

اس جلسہ میں علاوہ قریش کے اور قبائل کے لوگ بھی موجود تھے۔ بعض یہ کہتے تھے کہ آنحضرت ﷺ کو ایک تنگ و تاریک مکان میں قید کر دو اور بعضوں کی یہ رائے ہوئی کہ جلاوطن کر دو۔ لیکن ابوجہل کی یہ رائے ہوئی کہ نہ تو ان کو قید کرو اور نہ شہر بدر کرو بلکہ ہر قبیلہ سے ایک ایک جوان منتخب کیا جائے اور وہ مل کر دفعتہً آنحضرت ﷺ کو مار ڈالیں (عیاذاً باللہ) اس صورت میں کسی فرد واحد پر قتل کا جرم نہ عائد ہوگا اور نہ بنوعبدمناف ان سب سے لڑسکیں گے زیادہ برایں نیست کہ خون بہا دے دیا جائے گا۔

کاشانۂ نبویؐ کا محاصرہ: حاضرین جلسہ نے اس رائے کو پسند کیا اور رات ہی سے اس امر کی انجام دہی پر مستعد ہو گئے آنحضرت ﷺ کا دروازہ و مکان گھیر لیا اللہ جل وشانہ نے بذریعہ وحی آنحضرت ﷺ کو مطلع فرما دیا۔ چنانچہ جناب موصوف حسب حکم باری حضرت علیؓ بن ابی طالب کو اپنے بستر پر سلا کر خود مکان کے باہر آئے اللہ جل شانہ نے دشمن کی آنکھوں پر اس وقت پردے ڈال دیئے آنحضرت ﷺ نے یک مشت خاک پر سورۂ یٰسین دم کی۔ اوّل آیات ﴿فھم لا یبصرون﴾ تک پڑھ کر ان کے سروں پر ڈال دی پھر آپؐ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے مسکونہ مکان سے باہر تشریف لائے بنوبکر بن عبدمنات سے عبداللہ بن اریقط الدولی کو راہبری کی غرض سے اجرت پر مقرر کر لیا اور ان سے یہ کہہ دیا کہ معروف راستہ

چھوڑ کر غیر معروف راہ سے مدینہ لے چلیں۔ اگرچہ عبداللہ بن اریقط کافر اور عاصی بن وائل کے حلیف تھے۔ لیکن ان دونوں بزرگوں نے ان پر اعتماد کر لیا تھا۔

غارِ ثور: الغرض آنحضرت ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ مکان سے نکل کر رات ہی کو ایک غار میں چھپ کر بیٹھ رہے جو اسفل مکہ جبل ثور میں تھا عبداللہ بن ابی بکرؓ روزانہ غار پر آتے اور اہل مکہ کے مشوروں اور حالات سے آگاہ کر جاتے تھے۔ عامرؓ بن فہیرہ (حضرت ابوبکر صدیقؓ کے غلام) ان کی بکریوں کو عبداللہ بن ابی بکرؓ کے پیچھے پیچھے نشان پا مٹانے کو چراتے ہوئے لاتے اور شب کو وہیں رہ جاتے تھے اس غرض سے کہ بقدر حاجت دودھ وغیرہ آپ کو دے دیا جائے۔ اسماء بنت ابی بکر روزانہ مکہ سے کھانا لا کر کھلا جاتی تھیں باوجود کمال احتیاط کے قریش بھی ڈھونڈتے ہوئے غار تک پہنچ گئے چونکہ غار کے منہ پر مکڑیوں نے پہلے ہی سے جالا تن رکھا تھا اس وجہ سے مطمئن ہو کر واپس آئے اور واپس آ کر آنحضرت ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کو گرفتار کر کے لانے والے کے لئے سو اونٹوں کے انعام کا اعلان کر دیا۔

اسماء بنت ابی بکر ذات النطاقین: جب غار ثور میں تین روز آنحضرت ﷺ و ابوبکر صدیقؓ کو گزر گئے اور اہل قریش کا زور وشور تجسس کم ہو گیا تب عبداللہ بن اریقط (جن کو اجرت پر رہبری کے لئے مقرر کر لیا تھا) ان دونوں بزرگوں کے لئے سواری لے کر آئے جن میں ایک اونٹنی اپنے لئے بھی لائے اور اسماء بنت ابی بکرؓ سفرہ (ناشتہ یا زادِ راہ از قسم طعام پکا کر لائیں لیکن عجلت میں رسی لانا بھول گئیں جس سے ناشتہ لٹکا دیا جاتا اسماء بنت ابی بکرؓ نے اپنا ''نطاق''[1] (کمربند) پھاڑ کر ناشتہ کو باندھ کر لٹکا دیا اسی روز سے اسماء[2] بنت ابی بکر ذات النطاقین کے نام سے موسوم ہو گئیں۔

مدینہ کا سفر: آنحضرت ﷺ ایک ناقہ پر سوار ہوئے اور دوسرے پر حضرت ابوبکر صدیقؓ اور ان کے پیچھے عامرؓ بن فہیرہ سوار ہوئے اور عبداللہ بن اریقط ایک تیسرے اونٹ پر سوار ہوا شاہراہ معروف و متعارف کو چھوڑ کر ایک غیر مشہور راستہ اختیار کر لیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے وقت روانگی اپنا کُل مال (جو تخمیناً چھ ہزار درہم کا تھا) اپنے ہمراہ لے لیا۔ اول شب سے دوسرے دن ظہر تک برابر سفر کرتے رہے ظہر کے وقت ایک میدان میں تھوڑی دیر کے لئے قیام کیا۔ اسی اثناء میں سراقہ بن مالک بن جشم (جو اہل قریش سے آپ کے گرفتار کرنے کا وعدہ کر چکا تھا) آ پہنچا آنحضرت ﷺ نے اس کے حق میں بددعا کی اسی وقت اس کے گھوڑے کے پاؤں زمین میں دھنس گئے۔ سراقہ مجبور ہو کر آنحضرت ﷺ سے امان کا خواستگار ہوا۔

---

[1] النطاق کتاب نطاق بروزن کتاب ہے پہلے عرب کی عورتیں اس کو پہنا کرتی تھیں۔ یہ ایک کپڑا ہوتا تھا جس کا وسط باندھا جاتا تھا اور اوپر کا حصہ نیچے کی طرف زمین تک لٹکا دیا جاتا تھا اور نیچے کا حصہ زمین پر لوٹتا رہتا تھا اس میں پائجامہ کی طرح پائینچے نہیں ہوتے تھے (اقرب الموارد) شمس اللغات میں نطاق کے معنی کمربند لکھے ہیں۔ بہرکیف اسماء بنت ابی بکرؓ نے اپنے نطاق کو طول میں پھاڑ کر ایک حصہ میں ناشتہ باندھ دیا تھا اور ایک حصہ پہن لیا تھا۔

[2] اسماء بنت ابی بکرؓ کہتی ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ کی روانگی کے بعد چند نفر قریش کے میرے باپ کے گھر آئے جن میں ابوجہل بھی تھا اس نے مجھ سے کہا ((ایں ابوک)) یعنی ''تیرا باپ کہاں ہے'' میں نے کہا ((لا ادری)) ''میں نہیں جانتی'' ابوجہل نے یہ سنتے ہی میرے ایک طمانچہ مارا میں کر اندر چلی گئی اور وہ بھی اپنا سا منہ لے کر چلا گیا۔

آنحضرت ﷺ نے اس کو امان دی اور اس کے کہنے سے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حسب اجازت آنحضرت ﷺ اس کو امان نامہ لکھ کر دے دیا۔ سراقہ تو اس مقام سے واپس ہوا پھر جو جو آنحضرت ﷺ کے تعاقب میں اس کو ملتے جاتے تھے ان کو وہ واپس کرتا جاتا تھا اور عبداللہ بن اریقط آنحضرت ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کو ہمراہ لئے ہوئے اسفل مکہ سے نکل کر ساحل کی طرف بڑھا اسفل عسفان سے ہوتا ہوا امج میں پہنچا۔ پھر وہاں سے اس کے اسفل کو طے کرتا ہوا قدید میں آیا پھر قدید سے نکل کر عرج ہوتے ہوئے عوالی مدینہ سے قبا میں داخل ہوا۔

اہل مدینہ کا استقبال: آنحضرت ﷺ مورخہ بارہ ربیع الاول بروز پیر[1] غروب آفتاب کے قریب مدینہ میں رونق افروز ہوئے تھے اہل مدینہ تشریف آوری کی خبر سن کر بغرضِ استقبال آئے ہوئے تھے لیکن آفتاب کے غروب ہو جانے کی وجہ سے اپنے اپنے گھروں کو واپس ہو رہے تھے۔ اس اثناء میں آنحضرت ﷺ کو حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ ایک کھجور کے باغ کی طرف سے تشریف لاتے ہوئے دیکھا اسی طرف دوڑ پڑے۔ آنحضرت ﷺ مدینہ میں پہنچ کر قبا میں سعدؓ بن خثیمہ کے مکان پر یا بروایت بعض کلثومؓ بن الہدم کے یہاں رونق افروز ہوئے اور حضرت ابوبکر صدیقؓ سخ بنو الحرث بن الخزرج میں حبیب بن اساف بعض کے خیال میں خارجہ بن زیدؓ کے مکان پر مقیم ہوئے۔

حضرت علیؓ کی ہجرت: حضرت علی (کرم اللہ وجہہ) نے آنحضرت ﷺ کی روانگی کے بعد آنحضرت ﷺ کی حسب ہدایت لوگوں کی امانتیں ان اصحاب کو پہنچا کر مدینہ منورہ روانہ ہوئے۔ پوری رات اور آدھا دن قریب دوپہر تک سفر کرتے تھے۔ دوپہر کو کسی محفوظ مقام میں روپوش ہو جاتے تھے۔ رفتہ رفتہ چند دن بعد آنحضرت ﷺ کے پاس قبا پہنچ گئے۔

مسجد قبا کی تاسیس: پیر سے جمعرات تک آنحضرت ﷺ قبا میں مقیم رہے اس اثناء میں اہل قبا کی مسجد تیار کرائی لیکن جمعہ کی نماز آپ ﷺ نے بنو سالم بن عوف میں ادا فرمائی۔ یہ مدینہ کا پہلا جمعہ تھا جس کو آپ ﷺ نے بطن وادی میں ادا فرمایا۔ بنو سالم بن عوف نے آپ ﷺ کو ٹھہرانا چاہا لوگوں میں اس بات کی بحث ہونے لگی تب آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''میرے ناقہ کو نہ روکو جہاں وہ بیٹھ جائے وہیں میں ٹھہر جاؤں گا کیونکہ وہ منجانب اللہ مامور ہے''۔

ناقۂ رسولؐ: چنانچہ آپ ﷺ ناقہ پر سوار ہو کر چلے اور انصار (رضی اللہ عنہم) آپ ﷺ کے آگے، پیچھے دائیں بائیں چلے ہر شخص کے دل میں یہی آرہا تھا کہ کاش ناقہ ہمارے قبیلہ میں ہمارے ہی مکان پر بیٹھ جائے۔ ہر متنفس امید کی آنکھوں سے ناقہ کو دیکھ رہا تھا اور ناقہ آہستہ آہستہ چلا جا رہا تھا تا آنکہ ناقہ بنو بیاضہ کے محلّہ میں پہنچا اور ان لوگوں نے ناقہ کی مہار پکڑنا چاہی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ((دعوها فانها مامورة)) اس کو چھوڑ دو بے شک یہ منجاب اللہ مامور ہے۔ پھر آپ ﷺ کا بنو ساعدہ کے محلّہ میں گزر ہوا ان لوگوں نے بھی ناقہ کی مہار پکڑنے کا قصد کیا اور ان میں سعد بن عبادہؓ و منذر بن عمروؓ بھی

---

1 ابن عباس روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ پیر کے دن پیدا ہوئے اور حجر اسود کو پیر کے دن اٹھا کر رکھا تھا۔ رحلت بھی پیر کے دن فرمائی اور وصال بھی پیر ہی کے دن ہوا۔

تھے آپ ﷺ نے ان لوگوں سے بھی یہی فرمایا اور یہ لوگ بھی خاموشی اور امید کی نظروں سے ناقہ کو دیکھنے لگے۔ اس کے بعد بنو حارثہ بن الخزرج کی طرف گزر ہوا یہاں سعد بن الربیعؓ و خارجہ بن زیدؓ و عبداللہ بن رواحہ نے نیاز حاصل کیا پھر ناقہ بنو حارثہ بن الخزرج سے نکل کر بنو عدی بن النجار (عبدالمطلب کے ننہیال) میں پہنچا ان لوگوں سے بھی آپ ﷺ نے وہی کلمات ارشاد فرمائے یہ لوگ بھی خاموش ہو رہے یہاں تک کہ ناقہ بنو مالک بن النجار کے محلّہ میں بیٹھ گیا جہاں اس وقت مسجد نبوی کا دروازہ ہے اس کے مالک وہ دونوں لڑکے سہل و سہیل تھے جو معاذ بن عضراز کے رشتہ داروں میں سے تھے یہ کوئی آباد مقام نہیں بلکہ کچھ کھنڈر سا تھا البتہ کھجور کے درخت یا مشرکین کی قبریں اور مربد (چار چوپایوں کے قید کرنے کا مکان) تھا۔ آپ ﷺ ناقہ پر سے اترے تھوڑی دیر کے بعد ناقہ اٹھا اور تھوڑی دور چل کر لوٹا اور اسی مقام پر آ کر پھر بیٹھ گیا جہاں پہلے بیٹھا تھا۔

<u>مسجدِ نبویؐ کی تعمیر</u>: آنحضرت ﷺ ناقہ سے اترے، حضرت ابوایوبؓ آپ ﷺ کا اسباب اپنے گھر اٹھا لے گئے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ بھی انہیں کے مکان پر مقیم ہوئے اس زمین کو مالکان مربد و زمین نے آپ کو ہبہ کرنا چاہا لیکن آپ ﷺ نے قبول نہ فرمایا اور اس کو بہ قیمت خرید فرما لیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے مشرکوں کی قبریں اور کھجور کے درختوں اور کھنڈروں کے صاف کرنے کا حکم دیا اور نفس نفیس مسجد بنانے میں مصروف ہوئے۔ انصار و مہاجرین (رضی اللہ عنہم) بھی بنانے میں شریک ہو گئے مسجد کی دیواریں پتھروں کے ٹکڑوں اور کھنگل سے بنائی گئیں اور چھت کھجور کی لکڑی اور پتوں سے پاٹی گئی۔

<u>میثاقِ مدینہ</u>: اس کے بعد آپ ﷺ نے یہود سے معاہدہ کیا اور ایک عہد نامہ لکھ کر دے دیا جس میں انصار و مہاجرین اور یہود کے حقوق کے شرائط تحریر کئے گئے تھے۔

(مترجم) اس مقام پر مضامین کی دلچسپی کے پیش نظر ہم اس عہد نامہ کو جس کو آپ ﷺ نے انصار اور مہاجرین، نیز یہود کی موجودگی میں مرتب فرمایا تھا۔ سیرۃ بن ہشام سے نقل کرتے ہیں۔ و ھو ھذا

((بِسْمِ اللّٰه الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ هٰذَا كِتَابٌ مِّنْ مُحَمَّدِ النَّبِيِّ (ﷺ) بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ قُرَيْشٍ وَّ يَثْرِبَ وَ مَنْ تَبِعَهُمْ وَ لَحِقَ بِهِمْ وَ جَاهَدَ مَعَهُمْ اَنَّهُمْ اُمَّةٌ وَّاحِدَةٌ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ اَلْمُهَاجِرُوْنَ مِنْ قُرَيْشٍ عَلٰى رَبْعَتِهِمْ تَيعَاقَلُوْنَ بَيْنَهُمْ وَهُمْ يَفْدُوْنَ عَانِيْهِمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ الْقِسْطِ بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ بَنُوْ عَوْفٍ عَلٰى رَبْعَتِهِمْ يَتَعَاقَلُوْنَ مَعَاقِلَهُمُ الْاُوْلٰى وَ كُلُّ طَآئِفَةٍ تَفْدِیْ عَانِيَهَا بِالْمَعْرُوْفِ وَ الْقِسْطِ بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ بَنُوْ سَاعِدَةَ عَلٰى رَبْعَتِهِمْ يَتَعَاقَلُوْنَ مَعَاقِلَهُمُ الْاُوْلٰى وَ كُلُّ طَآئِفَةٍ مِّنْهُمْ تَفْدِیْ عَانِيَهَا بِالْمَعْرُوْفِ وَ الْقِسْطِ بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ بَنُو الْحَارِثِ عَلٰى رَبْعَتِهِمْ يَتَعَاقَلُوْنَ مَعَاقِلَهُمُ الْاُوْلٰى وَ كُلُّ طَآئِفَةٍ تَفْدِیْ عَانِيَهَا بِالْمَعْرُوْفِ وَ الْقِسْطِ بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَبَنُو الْجُشَمِ عَلٰى رَبْعَتِهِمْ يَتَعَاقَلُوْنَ مَعَاقِلَهُمُ الْاُوْلٰى وَ كُلُّ طَائِفَةٍ مِّنْهُمْ تَفْدِیْ عَانِيَهَا بِالْمَعْرُوْفِ وَ

بالقسط بين المؤمنين و بنو النجار على ربعتهم يتعاقلون معاقلهم الاولى و كل طائفة تفدى
عانيها بالمعروف والقسط بين المؤمنين وبنو الاوس على ربعتهم يتعاقلون معاقلهم الاولى
و كل طائفة منهم تفدى عانيها بالمعروف والقسط بين المؤمنين و ان المؤمنين لايتركون
مفرحا بينهم وان يعطوه بالمعروف فى فداء او عقل ولا يحالف مؤمن مولى مؤمن دونه و ان
المؤمنين المتقين على من بغى منهم او ابتغى وسيلة ظلم او اثم اوعدوان او فساد بين المؤمنين
و ان ايديهم عليه جميعا و لو كان ولد احدهم ولا يقتل مؤمن مؤمنا فى كافر ولا ينصر كافر
على مؤمن و ان ذمة الله واحدة يجير عليهم ادناهم و ان المؤمنين بعضهم موالى بعض دون
الناس و انه من تبعنا من يهود فان له النصر والاسوة غير مظلومين ولا متناصر عليهم و ان سلم
المؤمنين واحدة لا يسالم مؤمن دون مؤمن فى قتال فى سبيل الله الا على سواء و عدل بينهم
وان كل غازية غزت معنا تعقب بعضها بعضا و ان المؤمنين يبئ بعضهم على بعض بما نال
دماءهم فى سبيل الله وان المتقين على احسن هدى و اقومه و انه لا يجير مشرك مالا لقريش
ولا نفسا ولا يحول دونه على مؤمن وانه من اعتبط مؤمنا قتلا عن بينة فانه قود به الا ان يرضى
ولى المقتول و ان المؤمنين عليه كافة ولا يحل لهم الا قيام عليه و انه لا يحل لمؤمن من
اقر بما فى هذه الصحيفة و امن بالله و اليوم الاخر ان ينصر محدثا ولا يؤديه و انه من نصره او
اواه فان عليه لعنة الله و غضبه يوم القيامة ولا يؤخذ منه صرف ولا عدل و انكم مهما اختلفتم
فيه من شىء فان مرده الى الله عزوجل و الى محمد (ﷺ) و ان اليهود ينفقون مع المؤمنين
ماداموا محاربين وان يهود بنى عوف امة مع المؤمنين لليهود دينهم و للمسلمين دينهم
مواليهم و انفسهم الا من ظلم و اثم فانه لايوبق الا نفسه و اهل بيته و ان ليهود بنى النجار مثل
ما ليهود بنى عوف وان ليهود بنى الحرث مثل ما ليهود بنى عوف و ان ليهود بنى ساعدة مثل
ما ليهود بنى عوف وان ليهود بنى جشم مثل ما ليهود بنى عوف و ان ما ليهود بنى الاوس مثل
ما ليهود بنى عوف و ان ليهود بنى ثعلبة مثل ما ليهود بنى عوف الا من ظلم و اثم فانه لا يوبق
الا نفسه و اهل بيته و ان جفنة بطن من ثعلبة كانفسهم و ان لبنى الشطنة مثل ما ليهود بنى
عوف و ان البر دون الاثم و ان موالى ثعلبة كانفسهم و انه لا يخرج منهم احد الا باذن محمد
(ﷺ) و انه لا ينحجز على ثار جرح و انه من فتك فبنفسه فتك و اهل بيته الا من ظلم و ان
الله على ابر هذا وان على اليهود نفقتهم و على المؤمنين نفقتهم و ان بينهم النصر على من
حارب اهل هذه الصحيفة و ان بينهم النصح و النصيحة و البر دون الاثم و انه لا يأثم امرء
بحليفه و ان النصر للمظلوم و ان اليهود ينفقون ما داموا محاربين و ان يثرب حرام جوفها لاهل
هذه الصحيفة و ان الجار كالنفس غير مضار ولا اثم و انه لا تجار حرمة الا باذن اهلها و انه ما
كان بين اهل هذه الصحيفة من حدث او اشتجار يخاف فساده فان مرده الى الله عزوجل و
الى محمد (ﷺ) و ان الله على اتقى ما فى هذه الصحيفة و ابره و انه لا تجار قريش و لا من

نَصرھَا وَ اَنَّ بَینَھُمُ النَّصر عَلی مَنْ دھمَ یثربَ وَ اذا دَعُوْا اِلی صُلحٍ یُصَالحُونَهٗ وَ یُلبسُونَهٗ وَ اَنَّھُمْ اِذَا دَعُوْا الی مِثل ذٰلک فانَّهُ لَهُمْ مَا علی الْمُؤمنِیْنَ اِلَّا مَنْ حَارَبَ فِی الدِّیْنِ عَلٰی کُلِّ اُنَاسٍ حِصَّتُهُمْ مِنْ جَانبِهِمُ الَّذیْ قِبَلَهُمْ وَ اَنَّ یَهُوْدَ الْاَوْسِ مَوَالِیْهِمْ وَ اَنْفُسهمْ عَلٰی مِثْلِ مَا لِاَهْلِ هٰذِهِ الصَّحِیْفَةِ مَعَ الْبِرِّ الْمَحْضِ مِنْ اَهْلِ هٰذِهِ الصَّحِیْفَةِ وَ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی اَصْدَقِ مَا فِیْ هٰذه الصَّحِیْفَةِ وَ اَبَرِّه وَ اَنَّهٗ لَا یَحُوْلُ هٰذا الْکِتٰبُ دُوْنَ ظَالِمٍ وَّ اٰثِمٍ وَّ اَنَّهٗ مَنْ خَرَجَ اٰمِنَ وَ مَنْ قَعَدَ اٰمِنٌ بِالْمَدِیْنَةِ اِلَّا مَنْ ظَلَمَ اَوْ اَثِمَ وَ اِنَّ اللّٰهَ جَارٌ لِمَنْ بَرَّ وَ اتَّقٰی وَ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ (ﷺ)

یعنی ’’بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ محمد رسول اللہ ﷺ کا قریشی و یثربی مسلمانوں کے لئے اور ان کے ماتحتوں کے لئے اور ان کے ساتھ مل کر جہاد کرنے والوں کے لئے ایک فرمان ہے کہ مسلمان دوسرے لوگوں کو چھوڑ کر سب ایک قوم ہیں۔ قریشی مہاجر اپنی خوشحالی پر رہیں گے آپس میں ایک دوسرے کی دیت دیں گے اور دستور کے مطابق اپنے قیدیوں کا فدیہ دیں گے اور مسلمانوں میں عدل سے کام لیا جائے گا۔ اسی طرح بنو عوف اپنی خوشحالی پر رہیں گے آپس میں ایک دوسرے کی دیت دیں گے ان میں عہد جاہلیت والی دیتیں قائم رہیں گی اور ہر جماعت دستور کے مطابق اپنے اپنے قیدیوں کا فدیہ دے گی اور مسلمانوں میں انصاف ہوگا۔ بنو ساعدہ بھی اپنی خوشحالی پر رہیں گے اور ان میں عہد جاہلیت کی دیتیں برقرار رہیں گی اور ان کی ہر جماعت دستور کے مطابق اپنے قیدیوں کا فدیہ دے گی اور مسلمانوں میں انصاف ہوگا بنو جشم بھی اپنی خوش حالی پر رہیں گے اور ان میں عہد جاہلیت کی دیتیں برقرار رہیں گی اور ان کی ہر جماعت دستور کے مطابق اپنے قیدیوں کا فدیہ دے گی اور مسلمانوں میں انصاف ہوگا۔ بنو النجار بھی اپنی خوشحالی پر رہیں گے اور ان میں عہد جاہلیت کی دیتیں برقرار رہیں گی اور ان میں ہر جماعت دستور کے مطابق اپنے قیدیوں کا فدیہ دے گی اور مسلمانوں میں انصاف ہوگا۔ بنو عمر بن عوف بھی اپنی خوشحالی پر رہیں گے اور ان میں عہدِ جاہلیت کی دیتیں برقرار رہیں گی اور ان کی ہر جماعت دستور کے مطابق اپنے قیدیوں کا فدیہ دے گی اور مسلمانوں میں انصاف ہوگا۔ بنو نبیت بھی اپنی خوشحالی پر رہیں گی اور ان میں عہدِ جاہلیت کی دیتیں برقرار رہیں گی اور ان میں ہر جماعت دستور کے مطابق اپنے قیدیوں کا فدیہ دے گی اور مسلمانوں میں انصاف ہوگا اور بنو الاوس بھی اپنی خوشحالی پر رہیں گے اور ان میں عہد جاہلیت کی دیتیں برقرار رہیں گی اور ان کی ہر جماعت دستور کے مطابق اپنے قیدیوں کا فدیہ دے گی اور مسلمانوں میں انصاف ہوگا اور مومن ان میں ایسی کشادگی نہ چھوڑیں گے جسے وہ براہ نیکی دیت میں دیں اور مومن کا آزاد کردہ مومن غلام اپنے آقا کے سوا دوسرے کا حلیف نہ ہوگا اور پرہیزگار مومنوں کو باغیوں پر اور طاقتوروں پر ترجیح دی جائے گی اور ان پر بھی جو ظلم و فساد یا گناہ یا دشمن کی طرف مائل ہوں تو ان میں سے ہر ایک پر ہر طرح سے انہیں قدرت و اختیار حاصل ہوگا۔ اگرچہ وہ ان میں سے کسی کا لڑکا ہی کیوں نہ ہو اور کوئی مسلمان کسی مسلمان کو کافر کے بدلہ میں قتل نہیں کرے گا اور نہ مسلمان کے مقابلہ میں کسی کافر کی مدد کی جائے گی یاد رکھو اللہ کی ذمہ داری ایک ہے۔ ادنیٰ مسلمان کی بھی کافر کے مقابلے میں مدد کی جائے گی مسلمان دوسرے لوگوں کے علاوہ باہم دوست ہیں جو یہودی مسلمانوں کے ماتحت ہوں گے ان کی مدد کی جائے گی اور غیر مظلوم ہونے کی حالت میں انہیں تنبیہ کی جائے

گی اور ان کے خلاف دوسروں کی مدد نہیں کی جائے گی اگر کسی نے کسی کو پناہ دے دی تو جہاد میں برابری کے ساتھ مسلمان مسلمان ہی کی اطاعت کرے گا اور لڑنے والے مجاہدین ایک دوسرے کے جانشین ہوں گے اور ایک دوسرے کی مدد کریں گے کیونکہ ان کا خون اللہ کی راہ میں گرا ہے اور متقی مومن بہترین اور انتہائی سیدھی راہ پر ہیں۔ کوئی مشرک قریشی کے مال کو پناہ نہیں دے سکتا اور نہ اس کی جان کو اور نہ کسی مسلمان کے خلاف اس کی مدد کی جائے گی اگر کسی نے کسی مسلمان کو دلیل کی رو سے ناحق قتل کر دیا تو اگر مقتول کے ولی راضی ہو جائیں تو اس سے فدیہ قبول کرلیا جائے گا اور تمام مسلمان اس سے بیزار ہوں گے اور سب کو اس کی مخالفت حلال ہے اور جو مسلمان اللہ پر' قرآن پر اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے اسے کسی بدعتی کی مدد کرنی جائز نہیں اور اگر کسی نے اس کی مدد یا اعانت کی تو اس پر قیامت کے دن اللہ کا غصہ ہوگا اور اس کی توبہ بھی ناقابل قبول ہے اور فدیہ بھی' اختلافات کی صورت میں قرآن و حدیث کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ یہودی مومنوں کے ساتھ خرچ کریں گے جب تک وہ حربی ہیں بنو عوف کے یہودی مسلمانوں کے ساتھ ایک جماعت میں یہودی اپنے دین پر ہیں اور مسلمان اپنے دین پر۔ مسلمان ان کے غلاموں کے اور جانوروں کے محافظ ہیں لیکن جو ظلم یا گناہ کرے تو بجز اس کی ذات کے یا خاندان کے کوئی دوسرا نہیں پکڑا جائے گا۔ نجاری یہودیوں کے وہی حقوق ہیں جو بنو عوف کے یہودیوں کے ہیں اسی طرح بنو الحارث کے یہودیوں کے' بنو ساعدہ کے یہودیوں کے' بنو جشم کے یہودیوں کے' بنو اوس کے یہودیوں کے اور بنو ثعلبہ کے یہودیوں کے وہی حقوق ہیں جو بنو عوف کے یہودیوں کے ہیں مگر ظالم و خطا کار کو بجز اس کے نفس و اہل بیت کے کسی اور کو ہلاک نہیں کیا جائے گا۔ جفنہ ثعلبہ کا ان کی ذاتوں کی طرح ایک خاندان ہے اور بنو شطنہ کے حقوق بھی بنو عوف کے یہودیوں کے حقوق کی مانند ہیں۔ یاد رکھو نیکی گناہ کی ضد ہے اور ثعلبہ کے آزاد کردہ غلام ان کی ذاتوں کی طرح ہیں اور یہودیوں کے احباب انہیں کی طرح ہیں ان میں سے اللہ کے رسول کی اجازت کے بغیر کوئی نہ نکل سکے گا اور اپنے غالب مخالف سے کوئی شخص نہیں روکا جائے گا اور جس نے کسی کو قتل کیا اس نے اپنے آپ کو اور اپنے خاندان کو قتل کیا ہاں اگر مظلوم ہو تو اور بات ہے اور اللہ کی اس پر حجت ہے یہودیوں پر اپنا خرچہ ہے اور مسلمانوں پر اپنا اور آپس میں اس کے خلاف باہمی مدد کرنے کا عہد ہے جو اس عہد والے سے لڑنا چاہے اور ان میں باہمی خیر خواہی اور پند موعظت ہے اور نیکی گناہ کے خلاف ہے کوئی شخص اپنے حلیف پر زیادتی نہ کرے مظلوم کی مدد کی جائے گی جب تک مسلمان لڑتے رہیں گے ان کا خرچہ یہودیوں کے ذمہ ہوگا' اس عہد والوں کے لئے یثرب کا اندرونی حصہ حرام ہے۔ پڑوسی کو اپنی ذات کی طرح نہ نقصان پہنچایا جائے اور نہ اس کے گھر والوں کی اجازت کے بغیر اس کی حرمت میں خلل ڈالا جائے اگر اس عہد والوں سے کوئی ایسا نیا کام سرزد ہو جس سے فساد کا ڈر ہو تو کتاب و سنت کی طرف رجوع کیا جائے اس عہد نامہ کی تقویٰ اور نیکی والی باتوں پر اللہ گواہ ہے۔ اہل قریش کی اور ان کے مددگاروں کی مدد نہیں کی جائے گی اور ان پر باہمی امداد کا عہد ہے جب کوئی یثرب پر غالب آنا چاہے اور اگر مسلمان کسی مصالحت و فیصلہ کے لئے بلائے جائیں تاکہ لوگوں میں صلح کرا دیں اور انہیں ملا دیں تو وہ ان میں صلح کرا کر ملاپ کرا دیں اور اگر یہودی صلح کرانے کے لئے بلائے جائیں تو ان پر بھی وہی ہے جو مسلمانوں پر ہے۔

یعنی ملاپ کرا دیں، لیکن جو دین کے بارے میں جنگ کرے (اس میں صلح و ملاپ نہیں) ہر شخص کے لئے وہی حصہ ہے جو اس کی طرف سے ہے، اوس، یہودیوں، ان کے غلاموں اور ان کی جانوں کے عدل و انصاف سے وہی حقوق ہیں جو اس عہد نامہ والوں کے لئے ہیں۔ اس عہد نامہ کی سچی اور نیک باتوں پر اللہ گواہ ہے۔ اس عہد نامہ کے حکم میں ظالم و خطا کار داخل نہیں۔ مدینہ سے جو نکل گیا اسے امن ہے اور جو مدینہ میں بیٹھ گیا اسے بھی امن ہے مگر یہ کہ ظالم و خطا کار ہو۔ اللہ نیک اور متقی کا دوست ہے اور محمد اللہ کے رسول ہیں آپ پر اللہ کی رحمتیں اور سلامتیاں ہوں۔

حضرت اسعد کی وفات: اسعدؓ بن زرارہ بنو النجار کے نقیب تھے جب ان معاملات کے دوران ان کا انتقال ہو گیا تو بنو النجار آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آئے اور بجائے اسعد رضی اللہ عنہ کے کسی دوسرے نقیب کے مقرر کئے جانے کی درخواست کی آنحضرت ﷺ نے ان میں سے کسی کو نقیب بنانے کے لئے منتخب نہ فرمایا اور یہ ارشاد کیا ((انا نقیبکم)) ''میں تمہارا نقیب ہوں'' یہ امر بنو النجار کے مناقب میں ہے اور اکثر یہ لوگ اس پر فخر کیا کرتے تھے۔

حضرت عائشہ کی مدینہ میں آمد: عبداللہ بن اریقط (جو آنحضرت ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہمراہ بغرض رہبری گئے تھے) مدینہ سے واپس ہو کر مکہ واپس آ کر ان دونوں بزرگوں کے بخیریت مدینہ پہنچ جانے کی عبداللہؓ بن ابی بکر کو اطلاع دی اس خبر کے بعد عبداللہ بن ابی بکر مع اپنی بہن عائشہؓ اور ان کی ماں ام رومانؓ اور طلحہؓ بن عبداللہ کے مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ پہنچے آنحضرت ﷺ نے ام المومنین حضرت عائشہ[1] رضی اللہ عنہا کے ساتھ عقد کیا اور جنابہ موصوفہ سے سخ میں ابوبکرؓ کے مکان پر خلوت[2] فرمائی اس کے بعد آپ ﷺ کے حکم سے ابورافعؓ مکہ تشریف لے گئے اور آپؐ کی بی بی (ام المومنین) سودہ بنت زمعہؓ اور آپؐ کی لڑکیوں کو مدینہ لے آئے انہیں دنوں رؤسا اہل قریش ابواحیحہ اور ولید بن المغیرہ اور عاصی بن وائل کا انتقال ہو گیا ان کے مرنے کی اطلاع آنحضرت ﷺ کو ہوئی۔

مواخات (بھائی بندی): پھر آپ ﷺ نے بہ الہام الٰہی مہاجرین و انصار میں (مواخات) بھائی بندی کرائی اس طرح کہ حضرت جعفر بن ابی طالب (حبشہ میں تھے) و حضرت معاذ بن جبل میں اور حضرت ابوبکر صدیق و خارجہ بن زید میں اور عمر ابن الخطاب و عتبان بن مالک (بنو سالم) میں اور ابوعبیدہ بن الجراح و حضرت سعد بن معاذ میں اور عبدالرحمٰن بن عوف و سعد بن الربیع میں اور زبیر بن العوام و سلمہ بن سلامہ بن وقش میں اور طلحہ بن عبیداللہ و کعب بن مالک میں اور عثمان بن عفان و اوس بن ثابت (برادر حسان) میں اور سعید بن زید و ابی بن کعب میں اور مصعب بن عمیر و ابوایوب میں اور ابوحذیفہ بن عتبہ و عباد بن بشیر وقش عبدالاشہلی میں اور عمار بن یاسر و حذیفہ بن الیمان عنسی حلیف

---

[1] آنحضرت ﷺ نے ہجرت سے تین سال قبل ام المومنین حضرت خدیجہؓ کے انتقال کے بعد ام المومنین حضرت عائشہؓ کے ساتھ اپنا عقد کیا اس وقت ان کی عمر چھ برس کی تھی اور بعض کہتے ہیں کہ سات برس کی تھی۔

[2] مدینہ میں پہنچنے کے آٹھ مہینے بعد ماہ ذیقعدہ میں لیکن بعض کہتے ہیں کہ سات مہینہ بعد قدوم مدینہ شوال میں جس وقت حضرت عائشہؓ کی عمر نو برس کی تھی۔ آنحضرت ﷺ نے خلوت فرمائی۔ واللہ اعلم

عبدالاشہل میں (بعض کہتے ہیں کہ ثابت بن قیس ابن اشماس میں) اور ابو ذر غفاری و منذر بن عمرو ساعدی میں اور حاطب بن ابی بلتعہ (حلیف بنو اسد بن عبدالعزیٰ) دعویم بن ساعدہ (بنو عمرو بن عوف) میں اور سلمان فارسی وابوالدرداء عمیر بن بلعبۃ (بنوالحرث بن الخزرج) میں اور بلال ابن عمامہ (مؤذن رسول ﷺ) وابورویحہ خثعمی (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) میں رشتہ داریاں قائم کرائیں اور جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ایک دوسرے کے قرابت دار بنائے گئے۔

زکوٰۃ واذان جس وقت آنحضرت ﷺ کو مدینہ میں جمعیت واطمینان حاصل ہو گیا اور آپؐ کے پاس مہاجرین وانصار (رضی اللہ عنہم) جمع ہوئے اور اسلام کو ایک گونہ استحکام حاصل ہو گیا' تو اس وقت زکوٰۃ فرض کی گئی اور مقیم کی نماز[1] میں دو رکعتیں بڑھائی گئیں جس سے چار رکعتیں پوری ہوئیں اس سے پیشتر دو ہی رکعتیں نماز مسافر و مقیم کے لئے تھیں۔

عبداللہ بن سلام کا قبول اسلام عبداللہ[2] بن سلام اسلام لائے تو یہودیوں نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا اور اوس و خزرج کے چند لوگوں کو بہکا کر منافق بنالیا۔ جن کا یہ کام تھا کہ وہ مسلمانوں سے لڑتے تھے اور کفر و کفریات پر اصرار کئے ہوئے تھے ان منافقین کے سردار بنو الخزرج سے عبداللہ بن ابی ابن سلول وجد بن قیس اور قبیلہ اوس سے حرث بن سہیل بن الصامت وعباد بن حنیف و مربع ابن قیظی اور اُس کے بھائی اوس (از اہل مسجد ضرار) تھے اور یہودیوں میں سے جو بظاہر اسلام لے آئے تھے' لیکن خفیہ طور پر کفر و کفریات میں ڈوبے ہوئے تھے۔ سعد بن حنیس و زید بن اللصیت ورافع بن خزیمہ اور رفاعہ بن

---

[1] اگرچہ نماز مکہ ہی میں فرض ہوئی ہوئی تھی لیکن باستثناء مغرب کے کی تین رکعتیں تھیں اور باقی سب نمازیں دو دو رکعتیں پڑھی جاتی تھیں۔ مدینہ ہجرت کے ایک مہینہ بعد ظہرین وعشاء میں دو رکعتیں بڑھائی گئیں۔ جب نماز کے اوقات مقرر کئے گئے تو آپ کو یہ خیال پیدا ہوا کہ کوئی علامت ایسی مقرر کرنی چاہئے کہ جس سے مسلمان بغیر بلائے نماز کے لئے مسجد میں آیا کریں پہلے خیال گزرا کہ یہودیوں کی طرح ایک بوق (تیز مہیب آواز والا آلہ) رکھ دیا جائے جو نماز کے وقت بجا دیا جائے لیکن آپ کو یہ امر پسند نہ آیا اس کے بعد آپؐ نے ناقوس رکھنے کے لئے ارشاد فرمایا مگر یہ بھی کچھ مرغوب طبع اقدس نہ ہوا اسی اثناء میں عبداللہ بن زید بن ثعلبہ بن عبداللہ برادر بنوالحرث بن الخزرج نے شب کو یہ خواب دیکھا کہ ایک شخص سبز پوش ہاتھ میں ناقوس لئے میری طرف سے گزرا عبداللہ بن زید نے اس سے کہا کہ کیا تم اس ناقوس کو فروخت کرو گے؟ اس سبز پوش نے کہا کہ تم اس کو خرید کے کیا کرو گے؟ عبداللہ بن زید نے جواب دیا کہ میں اس کو مسجد میں رکھ دوں گا نماز کے وقت نماز پڑھنے کے لئے یہ بجایا جائے گا اس سبز پوش نے کہا کہ میں تم کو نماز کے لئے بلانے کے واسطے اس سے اچھی تدبیر بتلائے دیتا ہوں۔ اس شخص نے یہ کہہ کر کلمات اذان کے بتلائے صبح ہوتے ہیں عبداللہ بن زیدؓ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آئے اور یہ خواب بیان کیا آنحضرت ﷺ بہت خوش ہوئے اور یہ ارشاد فرمایا کہ یہ خواب تمہارا سچا ہے اور بلال کی چونکہ آواز بلند تھی ان کو اس کام کے لئے منتخب فرمایا۔ الغرض جب بلال نے اذان دی۔ حضرت عمر بن الخطابؓ سن کر حاضر خدمت ہوئے اور یہ گزارش کی کہ اے نبی اللہ ﷺ بخدا میں نے بھی ایسا ہی خواب دیکھا ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ((للہ الحمد علی ذلک)) ابن اسحاق کا بیان ہے کہ اس حدیث کی محمد بن ابراہیم بن الحرث نے محمد بن عبداللہ بن زید بن ثعلبہ بن عبد ربہ سے روایت کی ہے امام نووی کہتے ہیں کہ اذان بحکم جدید الٰہی یا باجتہاد آنحضرت ﷺ شروع ہوئی ہے محض عبداللہ بن زید کے خواب دیکھنے پر عمل درآمد نہیں ہوا اس میں کوئی شک اور کسی کو اختلاف نہیں ہے۔ واللہ اعلم

[2] ابن اسحاق بعض اہل علم سے راویت کرتے ہیں کہ عبداللہ بن سلام یہود کے بہت بڑے عالم تھے ان کا خود یہ بیان ہے کہ جب میں نے آنحضرت ﷺ کا تذکرہ اور آپؐ کی صفت و نام و زمانہ بعثت کو دریافت کیا اس وقت سے آپ ﷺ سے ملنے کا اشتیاق ہوا یہاں تک کہ آپ تشریف لائے اور قبا میں بنو عمرو بن عوف میں مقیم ہوئے ایک روز میں باغ میں کھجور کے درخت پر چڑھا ہوا تھا اور میری پھوپھی خالدہ بنت الحرث نیچے بیٹھی ہوئی تھیں اتنے میں ایک شخص آیا اور اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی خبر سنائی میں نے سنتے ہی تکبیر کہی میری ......

زید بن التابوت و کنانہ بن خیوراو غیرہ تھے۔

غزوہ ابواء ۲ھ: آنحضرت ﷺ کی مدینہ تشریف آوری کے بعد صفر[1] کے مہینہ میں آپ ﷺ بحکم الٰہی جہاد پر کمر بستہ ہو گئے، تو دوسو اصحاب کو اپنے ہمراہ لے کر اور قریش و بنوضمرہ پر حملہ کرنے کو نکلے۔ مدینہ میں سعدؓ بن عبادہ کو اپنا نائب مقرر فرما گئے جس وقت آپؐ ودان وابواء میں پہنچے۔ اہل قریش تو نہ ملے البتہ مخشی بن عمرو سردار بنوضمرہ بن عبد مناف بن کنانہ سے مڈبھیڑ ہو گئی آپؐ نے اس سے اس کی قوم کی طرف سے عہد کرنے کے لئے فرمایا اس نے بموجب ارشاد والا آپ ﷺ سے عہد و اقرار کیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ مدینہ واپس تشریف لائے۔ لڑائی نہیں ہوئی۔ یہ پہلا غزوہ تھا جس میں حضور ﷺ بہ نفس نفیس شریک ہوئے تھے۔ یہ لڑائی غزوہ ودان وابواء کے نام سے موسوم ہے ودان وابواء مقام کا نام ہے جہاں تک آپ اس مرتبہ پہنچے تھے یہ دونوں مقامات ایک دوسرے سے ملے ہوئے چھ میل کے فاصلے پر واقع ہیں اس غزوہ میں اسلامی جھنڈا حمزہ ابن عبدالمطلبؓ کے ہاتھ میں تھا۔

غزوۂ بواط: ایک بار پھر آپ ﷺ کو الہام الٰہی ہوا کہ تقریباً ڈھائی ہزار اہل قریش کا قافلہ جس میں امیہ بن خلف اور سو

پھوپھی نے سن کر کہا "خدا تجھ کو بد نصیب کرے واللہ اگر میں موسیٰ بن عمران کے آنے کی خبر سنتی تو بھی میں کوئی بات جدید نہ کرتی" میں نے جواب دیا "اے پھوپھی یہ واللہ موسیٰ بن عمرانؑ کا بھائی ہے اور اسی کے دین پر مبعوث ہوا ہے" میری پھوپھی نے کہا "اے میرے بھتیجے کیا یہ وہی نبی ہیں جن کے مبعوث ہونے کا انتظار ہم کرتے تھے" میں نے کہا ہاں اس کے بعد میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ایمان لایا پھر لوٹ کر اپنے مکان پر آیا، میرے کُل متعلقین میرے کہنے سے مسلمان ہو گئے میں نے مصلحتاً اپنے اسلام کو اپنی قوم سے چھپایا۔ لیکن آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ "قوم یہود نہایت حاسد ہے میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ مجھے کسی گوشہ مکان میں چھپا دیں اور یہود کو جمع کر کے ان سے میری کیفیت دریافت فرمائیں اس سے قبل کہ وہ میرے اسلام لانے سے واقف ہوں کیونکہ اسلام کے بعد وہ مجھ پر بہتان لگائیں گے اور میرے عیب بیان کریں گے آنحضرت ﷺ نے میرے کہنے سے ایسا ہی کیا اور یہود کو جمع کر کے فرمایا اے ((رجل الحصین بن سلام فیکم)) یعنی حصین (عبداللہ) بن سلام تم میں کیسا شخص ہے؟ یہود نے کہا ((سیدنا و ابن سیدنا و حبرنا و عالمنا)) "یعنی ہمارا سردار اور ہمارے سردار کا بیٹا ہے اور ہمارا علامہ اور ہمارا عالم ہے" عبداللہ بن سلام یہ سنتے ہی نکل آئے اور یہود سے مخاطب ہو کر کہا ((یامعشر الیھود و اتقوا اللّٰہ و اقبلوا ما جاء کم بہ فوا اللّٰہ انکم لتعلمون انہ لرسول اللّٰہ یجدونہ مکتوبًا عند کم فی التوراۃ باسمہ و صفۃ فانی اشھد انہ رسول اللّٰہ و اومن بہ و اصدقہ و اعرفہ)) "یعنی اے یہودیو! اللہ سے ڈر جاؤ اور جو کچھ اللہ کے نبی ﷺ تمہارے پاس لائے ہیں اسے مان لو کیونکہ تمہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں توریت میں جو تمہارے پاس ہے آپؐ کا نام مع آپؐ کے اوصاف کے لکھا ہوا ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں، میرا آپؐ پر ایمان ہے اور میں آپؐ کو پہچانتا اور مانتا ہوں۔ یہود یہ سنتے ہیں یک زبان ہو کر چلا اٹھے ((کذبت)) یعنی "تو نے جھٹلایا اور عبداللہ بن سلام کو سخت و سست کہہ کر چلے گئے میں نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ کیا میں نے آپ کو اس قوم کی غداری اور فجور اور کذابی کی خبر نہ دی تھی؟ اس کے بعد میں نے اپنا اور اپنے اہل بیت کا اسلام ظاہر کر دیا اور میرے اہل بیت کے ساتھ میری پھوپھی خالدہ بنت الحرث بھی مسلمان ہو گئیں۔

(سیرۃ ابن ہشام)

[1] اس مہینہ میں آنحضرت ﷺ نے اپنی لڑکی حضرت فاطمہ کا عقد حضرت علیؓ بن ابی طالب سے کیا حضرت علیؓ نے مہر کی رقم کی ادائیگی کے لئے اپنی زرہ فروخت کر دی جس کو حضرت عثمان ابن عفانؓ نے ساڑھے چار سو درہم میں خرید کر پھر انہیں کو واپس دے دی۔ علیؓ بن ابی طالب ان درہموں کو ایک چادر میں باندھ کر آنحضرت ﷺ کے پاس لائے آنحضرت ﷺ نے اپنی عزیز بیٹی کا یہی مہر مقرر فرمایا اور اس سے خوشبو کی چیزیں اور کپڑے خرید کر، انصار و مہاجرین کو بلا کر نکاح کر دیا۔

آدمی اہل قریش کے ہیں مکہ کی طرف جا رہا ہے۔ لہٰذا آنحضرت ﷺ بحکم باری تعالیٰ اس قافلے کو روکنے اور اس سے مقابلہ کرنے کے لئے ماہ ربیع الثانی میں مدینہ سے نکلے اس مرتبہ مدینہ میں سائب بن عثمانؓ بن مظعون کو قائم مقام حکمران بنایا۔ اگرچہ طبری نے لکھا ہے کہ سعد بن معاذ کو آپ ﷺ نے اس غزوہ میں مدینہ کا قائم مقام حاکم مقرر فرمایا تھا۔ بہرکیف آپؐ مقام بواط تک پہنچ گئے آپؐ کے پہنچنے سے پہلے اہل قریش کا قافلہ نکل گیا تھا اس وجہ سے آپؐ جنگ کے بغیر مدینہ واپس آ گئے۔

غزوہ عشیرہ: ماہ جمادی الاوّل میں پھر آپؐ اہل قریش سے جہاد کرنے کے لئے روانہ ہوئے۔ مدینہ میں ابوسلمہ بن عبدالاسد کو اپنا قائم مقام مقرر کیا۔ مدینہ سے آپ ﷺ نکل کر عام راستہ کو ایک طرف چھوڑ کر روانہ ہوئے یہاں تک کہ اس راستہ کو بطن ینبع [1] سے گزر کر صحیرات یمام میں عشیرہ پر پایا اور وہاں پر بقیہ جمادی الاول اور چند راتیں جمادی الثانی تک مقیم رہے اس مرتبہ آپ نے بنومدلج سے عہد و پیمان لیا اور بلا جنگ کئے ہوئے مدینہ کی طرف مراجعت فرمائی۔

مدینہ پر شب خون: غزوہ عشیرہ کے بعد مدینہ میں آنحضرت ﷺ نے تقریباً دس راتیں قیام فرمایا ہوگا کہ کرز بن جابر فہری نے مضافات مدینہ پر شب خون مارا اس خبر کے سنتے ہی آپ مدینہ سے اس کے تعاقب میں نکلے۔ یہاں تک کہ اطراف بدر (یعنی مقام سفوان) پہنچے چونکہ اس مقام پر آپؐ کے پہنچنے سے پہلے کرز بن جابر یہاں سے کوچ کر گیا تھا اس وجہ سے مدینہ کی طرف مراجعت فرمائی۔

(مترجم) اس مرتبہ بروایت ابن ہشام مدینہ میں زید بن حارثہؓ کو قائم مقام فرمایا تھا واپسی کے بعد بقیہ ماہ جمادی الآخر و رجب و شعبان تک آپؐ مدینہ ہی میں مقیم رہے۔ انتہٰی

دفاعی تدابیر: ان متذکرہ غزوات میں آپ بہ نفس نفیس شریک رہے اس دوران آپ ﷺ نے جو دفاعی تدابیر اختیار فرمائیں اب ہم ان کا ذکر کرتے ہیں۔

۱) حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی سیف البحر کو روانگی: غزوہ ابواء کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین (رضی اللہ عنہم) کے تیس سواروں کی جمعیت کے ساتھ حمزہ رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب کو سیف البحر کی طرف روانہ فرمایا۔ تین سو سواران مکہ کے ساتھ ابوجہل عمر ابن ہشام سے سامنا ہوا۔ لڑائی نہیں چھڑنے پائی تھی کہ مجدی بن عمرو الجہنی

[1] ابن اسحاق کا بیان ہے کہ آپ ﷺ مدینہ سے نکل کر بنو دینار کے عقب سے گزر کرتے ہوئے فیفاء خبار پہنچے اور بطحاء ابن ازہر میں ایک درخت کے نیچے اترے وہیں آپؐ نے نماز ادا فرمائی آپؐ کے لئے کھانا پکایا گیا آپ نے اور کل ہمراہیوں نے کھایا۔ یہاں سے پھر کوچ فرمایا اور عام راستہ کو بائیں بازو چھوڑ کر شعبہ عبداللہ پر چلے شاد و ملیل کو طے کرتے ہوئے مجتمع الضبوعہ میں جا اترے چاہ الضبوعہ سے آپؐ نے پانی پیا۔ پھر اس مقام سے چل کر صحیرات یمام میں عام اور مشہور راستہ کو پایا یہاں سے آپ اسی راستہ سے روانہ ہوئے یہاں تک کہ بطن منبع سے نکل کر مقام عشیرہ میں قیام فرمایا۔ یہاں پر بقیہ ماہ جمادی الاول اور چند راتیں جمادی الثانی تک مقیم رہے۔ بنومدلج اور ان کے حلفاء بنوضمرہ سے عہد و پیمان لے کر بلا لڑائی مدینہ واپس ہوئے اسی غزوہ میں آپؐ نے علیؓ ابن ابی طالب کو ابوتراب کی کنیت سے یاد فرمایا۔ واللہ اعلم

درمیان میں آ گئے۔[1]

۲) معرکہ شینۃ المرار: پھر عبیدہ بن الحرث بن المطلبؓ کو ساٹھ یا اسی سوران مہاجرین رضی اللہ عنہم کے ساتھ روانہ فرمایا یہاں تک کہ مہاجر مجاہدوں کا یہ گروہ شینۃ المرار میں پہنچا قریش کی ایک بہت بڑی جماعت سے مڈبھیڑ ہوگئی۔ عکرمہ بن ابی جہل اس کا افسر تھا اور بعض مورخ لکھتے ہیں کہ کرز بن حفص ابن الاخیف تھا اس دفعہ بھی کچھ ایسا اتفاق ہوا کہ لڑائی[2] کی نوبت نہ آئی لیکن اتنی بات ضرور ہوئی کہ مقداد[3] بن عمرؓ اور عتبہ بن غزوانؓ کفار کے گروہ سے نکل کر مسلمانوں کی جماعت میں آ ملے جو کہ اسی غرض کے لئے مکہ سے کفار کے ساتھ چلے تھے۔ چونکہ حمزہؓ ابن ابی عبدالمطلب اور عبیدہ بن الحرث کی روانگی نہایت قریب قریب واقع ہوئی تھی اس وجہ سے علماء نے اس بارے میں اختلاف کیا ہے۔ بعض حمزہ ابن عبدالمطلبؓ کی روانگی کو مقدم بتلاتے ہیں اور بعض اس کے برعکس لیکن اصلیت یہ ہے کہ یہ پہلا لشکر تھا جس کو آنحضرت ﷺ نے اسلام کے لئے قائم فرمایا تھا۔ طبری میں لکھا ہے کہ حضرت حمزہؓ کی روانگی غزوہ ودان سے قبل یعنی ہجرت سے سات مہینے بعد ماہ شوال میں ہوئی تھی۔ واللہ اعلم

کرز بن جابر کا تعاقب: حضرت سعدؓ بن ابی وقاصؓ کو آٹھ مہاجرین کے ہمراہ کرز بن جابر کے تعاقب میں روانہ فرمایا جس وقت اس نے اطراف مدینہ پر شب خون مارا تھا۔ حضرت سعد بن وقاصؓ نے فرار تک اس کا تعاقب فرمایا تھا لیکن اس کے نہ ملنے پر واپس آ گئے۔[4]

حضرت عبداللہؓ بن جحش اور فرمان نبویؐ: شب خون مارنے والے گروہ کے تعاقب سے واپسی کے بعد ماہ رجب میں عبداللہ بن جحشؓ بن ریاب اسدیؓ کی بسر گروہی میں آٹھ مہاجرین ابوحذیفہ بن عتبہ، عکاشہ بن محصن بن اسدی بن خزیمہ، عتبہ بن غزوان بن منصور، سعد بن ابی وقاص، عامر بن ربیعہ عنزی وحلیف بنو عدی، واقد بن عبداللہ بن زید منات بن تمیم، خالد بن

---

[1] بعض علماء کا گمان ہے کہ آنحضرت ﷺ نے غزوہ ابواء سے واپسی کے وقت مدینہ میں ورود سے قبل اثناء راہ میں حمزہ بن عبدالمطلبؓ کو سیف البحر کی طرف عیص کی جانب روانہ فرمایا تھا ان میں مہاجرین کے سوا انصار میں سے کوئی نہ تھا۔ ابوجہل ابن ہشام سے ساحل پر سامنا ہوا تھا مجدی بن عمرو الجہنی نے (جو فریقین کے معاہدہ میں شریک تھا) بیچ بچاؤ کرا دیا لڑائی نہیں ہوئی ان کے جھنڈے کا رنگ سفید تھا اور اس کو ابو مرثد لئے ہوئے تھے (سیرۃ ابن ہشام وابن اثیر)

[2] کتب سیر و تواریخ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سریہ میں لڑائی نہ ہونے پر مورخین وعلماء سب اتفاق کرتے ہیں لیکن بعض معتبر کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت سعدؓ بن ابی وقاص نے ایک تیر مارا اسی وجہ سے یہ مشہور ہے کہ سب سے پہلے اسلام میں براہ خدا حضرت سعدؓ ہی نے تیراندازی کی تھی۔

[3] مقدادؓ بن عمرو بہرانی بنو زہرہؓ کے اور عتبہ بن غزوانؓ بن جابر مازنی بنو نوفل کے حلیف تھے یہ دونوں بے چارے مسلمان تھے لیکن مجبوری سے ہجرت نہ کر سکتے تھے۔ اس مرتبہ جب کفار مکہ مسلمانوں سے مقابلہ کرنے کو چلے تو یہ بھی سوچ کر چلے کہ بوقت جنگ مسلمانوں سے جا ملیں گے چنانچہ ایسا ہی کیا رضی اللہ عنہم و رضو عنہ

[4] ابن اسحاق کا یہ بیان ہے کہ آنحضرت ﷺ نے غزوہ عشیرہ ہی کے دوران حضرت سعد کو روانہ فرمایا تھا اور یہ خرار (ارض حجاز) تک چلے گئے تھے اور مدینہ پہنچ کر خود بھی دوسری طرف روانہ ہو گئے تھے۔ واللہ اعلم

الکبیر از سعد بن لیث، سہیل بن بیضا فہری (رضی اللہ عنہم اجمعین) کو روانہ فرمایا اور ایک خط لکھ کر عنایت فرمایا اور یہ ہدایت فرمائی کہ جب تک دو دن کا راستہ طے نہ کرلو۔ اس تحریر کو ہرگز نہ دیکھنا، دو دن کے راستہ طے کرنے کے بعد اس تحریر کو دیکھ کر جو کچھ اس میں لکھا ہو اس پر عمل کرنا اور کسی اپنے ہمراہی کو بجبر واکراہ اپنے ہمراہ نہ لے جانا۔ پس جب حضرت عبداللہ بن جحشؓ دو دن کا راستہ طے کر چکے۔ حسب ارشاد رسول ﷺ اس تحریر کو دیکھا تو اس میں حسب ذیل مضمون طے پایا:

''تم کو چاہئے کہ تم برابر چلے جاؤ۔ یہاں تک کہ مکہ و طائف کے مابین نخلہ میں پہنچ کر مقیم ہو اور قریش کے منتظر رہو اور ہم کو ان کے حالات سے مطلع کرتے رہو''۔

حضرت عبداللہ بن جحش کا نخلہ میں قیام: عبداللہ بن جحش نے اس مضمون کو غور سے پڑھ کر بسر و چشم قبول کیا اور اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہا ''اے بھائیو مجھ کو آنحضرت ﷺ نے حکم دیا تھا کہ دو روز کا راستہ طے کر کے اس تحریر کو دیکھنا اور کسی اپنے ہمراہی کو بجبر واکراہ اپنے ہمراہ نہ لے جانا۔ چنانچہ اب میں نے دو دن کا راستہ طے کر کے رسول ﷺ کی تحریر کو پڑھا۔ اب اس تحریر کے بموجب میں برابر سفر کرتا چلا جاؤں گا یہاں تک کہ مابین مکہ و طائف نخلہ میں پہنچ جاؤں۔ پس جس شخص کو شہادت عزیز ہو وہ میرے ساتھ آئے میں کسی کو بجبر واکراہ اپنے ہمراہ نہیں لے جانا چاہتا۔ حضرت عبداللہ بن جحشؓ کے ہمراہیوں میں سے کسی نے جانے سے انکار نہ کیا بلکہ بہ طیب خاطر ان کے ہمراہ چلے جا رہے تھے اتفاق سے اثناءِ راہ میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ و عتبہ بن غزوانؓ کا اونٹ راستہ بھول کر کسی اور طرف چلا گیا جس کی تلاش میں یہ دونوں بزرگ اپنے ہمراہیوں سے علیحدہ ہو گئے اور بقیہ اصحاب نخلہ میں جا کر ٹھہر گئے۔

سریہ عبداللہ بن جحشؓ: قریش کا ایک چھوٹا سا قافلہ اس طرف سے گزرا جس میں تجارتی سامان تھا اور اس میں عمرو بن الحضرمی و عثمان بن عبداللہ بن المغیرہ اور اس کا بھائی نوفل اور حکم بن کیسان تھا یہ واقعہ رجب کے آخری دن کا ہے۔ مسلمانوں نے آپس میں مشورہ کرنا شروع کیا۔ بعض کہنے لگے کہ شہر الحرام میں جنگ ممنوع ہے بعضوں نے کہا کہ یہ موقع مناسب ہے حملہ کر دو۔ بحث و تکرار کے بعد اسی آخر الذکر رائے پر سب نے اتفاق کیا۔ واقد بن عبداللہ نے عمرو بن الحضرمی کے ایک تیر مارا جس سے وہ مر گیا اس کے مرتے ہی قافلے والے پریشان و مضطرب ہو گئے۔ مسلمانوں نے پہنچ کر عثمان بن عبداللہ و حکم بن کیسان کو گرفتار کر لیا اور اس کے مال و اسباب پر قبضہ کر لیا۔ نوفل اور چند لوگ بھاگ گئے اس کے بعد حضرت عبداللہ بن جحشؓ اور ان کے ہمراہیوں نے پانچواں حصہ آنحضرت ﷺ کے لئے علیحدہ کر کے بقیہ جو کچھ تھا آپس میں تقسیم کر لیا۔

مال غنیمت کی تقسیم: اس واقعہ سے واپسی کے بعد آنحضرت ﷺ کو اطلاع ہوئی کہ شہر الحرام میں قتال کیا گیا۔ یہ سن کر آپؐ آزردہ خاطر ہوئے قیدیوں اور خمس (پانچواں حصہ) کو وحی آنے تک روک رکھا۔ اس واقعہ سے حضرت عبداللہ بن جحشؓ اور ان کے ہمراہیوں کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے اس وقت ان لوگوں کی تسکین خاطر کے لئے اللہ جل شانہ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿یسئلونک عن الشهر الحرام قتال فيه حتى يردو كم عن دينكم ان استطاعوا﴾ ''یعنی جو لوگ آپ ﷺ سے حرمت والے مہینوں میں جنگ کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ آپؐ فرما دیجئے کہ ان میں لڑنا بڑا گناہ ہے۔

اللہ کو نہ ماننا اور لوگوں کو اللہ کی راہ سے اور مسجد حرام سے روکنا اور اس کے باشندوں کو جلاوطن کرنا اور شرک، قتل سے بھی بڑا گناہ ہے مشرک تم سے لڑتے رہیں گے جب تک تمہیں تمہارے دین سے نہ لوٹا دیں بشرطیکہ ان کے بس میں ہو"۔[1]

عبداللہ بن جحشؓ اور ان کے ہمراہی اس آیت کو سن کر خوش ہو گئے اور آنحضرت ﷺ نے خمس لے لیا اور باقی مال غنیمت کو تقسیم کر دیا اور دونوں قیدیوں کو زرِ فدیہ لے کر چھوڑ دیا۔ عثمان بن عبداللہ تو رہا ہوتے ہی مکہ چلا گیا اور حکم بن کیسان مسلمان ہو گئے (رضی اللہ عنہ) اور حضرت سعدؓ و عتبہؓ بخیریت مدینہ واپس آ گئے۔ یہ پہلا مال غنیمت تھا جو مسلمانوں کے ہاتھ آیا اور یہ پہلا خمس بھی تھا جو مال غنیمت سے اسلام میں نکالا گیا اور عمرو بن حضرمی پہلا مقتول ہے جو مسلمانوں کے ہاتھ سے مارا گیا اسی سے جنگ بدر کبریٰ کی بنیاد پڑی۔ (واللہ اعلم)

قبلہ کی تبدیلی: ہجرت مدینہ کے سترہویں مہینہ کے شروع میں بیت المقدس کے بجائے کعبہ کی طرف قبلہ تبدیل ہوا۔ آنحضرت ﷺ نے منبر پر چڑھ کر اس بارے میں خطبہ پڑھا اور دو رکعت نماز کعبہ کی طرف رخ کر کے ادا فرمائی یہ راویت ابن حزم کی ہے لیکن بعض تحویل قبلہ ہجرت سے اٹھارہ مہینہ شروع میں بتلاتے ہیں۔ اس کے سوا اور کسی نے کچھ روایت نہیں کی۔

صوم رمضان: (مترجم)

قبلہ کی تبدیلی شعبان کے نصف مہینہ میں ہوئی اس سے پیشتر آنحضرت ﷺ بیت المقدس کی طرف نماز پڑھتے تھے۔ بعض کہتے

---

[1] اس آیت کے شان نزول میں لکھا ہے کہ جس وقت حضرت عبداللہ بن جحشؓ مال غنیمت اور قیدیوں کو لے کر مدینہ تشریف لائے تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں نے تم کو شہر حرام میں قتال کرنے کا حکم نہیں دیا تھا خیر قیدیوں اور مال غنیمت کو حفاظت سے رکھو لیکن یہود و مشرکین مکہ نے کہنا شروع کیا کہ محمد رسول ﷺ اور ان کے اصحابؓ نے شہر حرام میں لڑائی اور خون ریزی کی، مال لوٹ کر قافلہ والوں کو قید کر لیا لیکن جو مسلمان مکہ سے آئے تھے وہ کہتے تھے کہ یہ واقعات ماہ شعبان کے ہیں جب لوگوں نے زیادہ چھیڑ چھاڑ شروع کی تو یہ آیت نازل ہوئی۔ ﴿یسئلونک عن الشھر الحرام قتال فیه قل قتال فیه کبیر و صدعن سبیل اللّٰه و کفر به و المسجد الحرام و اخراج اهله منه اکبر عند اللّٰه و الفتنة اکبر من القتل و لایزالون یقاتلونکم حتی یردو کم عن دینکم ان استطاعوا﴾ آنحضرت ﷺ نے خمس لے لیا اور مال غنیمت تقسیم کر دیا اہل مکہ نے عثمان بن عبداللہ و حکم بن کیسان کا فدیہ بھیجا لیکن آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں ان دونوں کو فدیہ لے کر نہ چھوڑوں گا جب تک میرے اصحاب سعدؓ و عتبہؓ نہ آ جائیں۔ مجھ کو اندیشہ ہے کہ تم ان کو قتل کر ڈالو گے۔ پس اگر تم نے ایسا ہی کیا تو میں تمہارے ان دونوں آدمیوں کو قتل کروں گا اس اثناء میں سعدؓ و عتبہؓ آ گئے آپ نے عثمان و حکم کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا۔ عثمان تو مکہ چلا گیا۔ لیکن حکم مسلمان ہو گئے اور مدینہ ہی میں رہے یہاں تک کہ واقعہ بیر معونہ میں شہید ہوئے۔ بعد نزول آیت مذکورہ عبداللہ بن جحشؓ اور ان کے ہمراہیوں نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ ہم کو اس واقعہ میں مجاہدین کا ثواب ملے گا؟ آنحضرت ﷺ جواب دینے کو تھے کہ ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی:

﴿ان الذین اٰمنوا و الذین هاجروا و جاهدو فی سبیل اللّٰه اولئک یرجعون رحمة اللّٰه غفور الرحیم﴾

"یعنی ایمان لانے والے ہجرت کرنے والے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے ہی اللہ کی رحمت کے امیدوار ہیں اور اللہ بڑا ہی بخشنے والا اور انتہائی مہربان ہے"۔

اس واقعہ کے حدیث کی روایت زہری و یزید بن رومان نے عروۃ بن الزبیر سے کی ہے۔ واللہ اعلم

ہیں کہ آیہ تحویل قبلہ (یعنی قبلہ کی تبدیلی) نماز کی حالت میں نازل ہوئی تھی جب کہ آپ دو رکعت پڑھ چکے تیسری رکعت میں یہ آیت نازل ہوئی تو آپ ﷺ کعبہ کی طرف پھر گئے۔ صحابہؓ بھی آپ کے ساتھ پھر گئے۔ واللہ اعلم

وہ آیت جس سے تحویل قبلہ ہوا تھا یہ ہے:

﴿قد نریٰ تقلب وجهک فی السمآء فلنولینک قبلة ترضها فوّل وجهک شطر المسجد الحرام و حیث ما کنتم فولوّا وجوهکم شطره﴾

''یعنی ہم آسمان کی طرف آپ کے چہرے کا بار بار پھرنا دیکھ رہے ہیں اس لئے آپ کو آپ کے پسندیدہ قبلہ کی طرف پھیر دیں گے۔ آپ مسجد حرام کی طرف منہ پھیر لیں۔ مسلمانو! تم جہاں بھی ہو اسی کی طرف اپنے منہ پھیرلو''۔

جب شعبان کا مہینہ گزرنے لگا تو صوم (روزہ) فرض کیا گیا اور یہ آیت نازل ہوئی:

﴿شهر رمضان الذی انزل فیه القرآن هدی للناس و بینات من الهدیٰ و الفرقان فمن شهد منکم الشهر فلیصمه﴾

''یعنی رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن اُتارا گیا جو لوگوں کے لئے راہنما ہے اور جس میں ہدایت کے مضبوط دلائل ہیں اور صحیح و غلط میں فرق کرنے والا ہے۔ لہٰذا جو یہ مہینہ پائے اسے اس کے روزے رکھنے چاہئیں''۔

باب : ۳

غزوۂ بدر ۲ھ

جنگِ بدر کی وجوہات: ماہ رمضان کے شروع میں آنحضرت ﷺ کو یہ خبر پہنچی کہ اہل قریش کا تجارتی مال و اسباب سے بھرا ہوا قافلہ شام سے مکہ آ رہا ہے اس کے ساتھ تیس یا چالیس آدمی خاص اہل قریش کے ہیں جن کا سردار ابوسفیان ہے اور اس کے ہمراہیوں میں عمرو بن العاصی ومخرمۃ بن نوفل ہیں۔ آپ نے مسلمانانِ مہاجرینؓ و انصارؓ کو جمع کر کے اس قافلے کی طرف پیش قدمی کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ چونکہ آپؐ کو جنگ کا خیال غالب نہ تھا اس وجہ سے روانگی کے وقت کچھ زیادہ اہتمام نہ کیا۔ اتفاق سے یہ خبر رفتہ رفتہ ابوسفیان تک پہنچ گئی اس نے مسلمانوں سے ڈر کر ضمضم بن عمرو غفاری کو اجرت دے کر مکہ کی طرف روانہ کیا اور یہ کہلا بھیجا کہ تمہارا اموال محمد رسول ﷺ اور ان کے تابعین کی وجہ سے معرض زوال میں ہے دوڑو اور اپنے قافلہ کو بچاؤ۔ چنانچہ اہل مکہ یہ سنتے ہی سب کے سب نکل کھڑے ہوئے الاشاذ و نادر کسی وجہ سے نہ گئے۔ منجملہ اوروں کے ابولہب بھی تھا۔ آٹھ رمضان کے بعد جناب رسول ﷺ مدینہ سے روانہ ہوئے حضرت عمرو بن ام مکتومؓ کو اپنے بجائے نماز پڑھانے کے لئے چھوڑ گئے پھر مقام روحاء میں پہنچ کر ابولبابہؓ کو مدینہ کا حاکم مقرر کر کے واپس کیا اس لشکر میں تین علم تھے ایک حضرت مصعب بن عمیرؓ کے دوسرا حضرت علی بن ابی طالبؓ کے تیسرا ایک انصاری کے ہاتھ میں تھا ان آخری دو کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ سیاہ رنگ کے تھے۔ واللہ اعلم

مجاہدین کی روانگی: صحابہؓ کے ساتھ اس معرکہ میں صرف ستر[1] اونٹ تھے جس پر باری باری سوار ہوتے تھے۔ ساقہ پر قیس بن ابی صعصعہ بخاریؓ کو مقرر فرمایا اور ان کے ساتھ انصارؓ کا نشان تھا جو حضرت سعدؓ بن معاذ لئے ہوئے تھے۔ (آنحضرت ﷺ) مدینہ کی پشت سے نکل کر ذی الحلیفہ کی طرف گئے۔ صغیرات یمام تک پہنچ کر بیرِ روحاء کی طرف بڑھے۔ پھر عام و مشہور راستہ کو دائیں ہاتھ چھوڑ کر صفراء پہنچے اس مقام پر پہنچنے سے پہلے آنحضرت ﷺ نے بسبس بن عمرو الجہنیؓ حلیف بنو ساعدہ اور عدیؓ بن ابی الزعباء الجہنی حلیف بنو نجار کو بدر کی طرف ابوسفیان کے تجسس حال کے لئے روانہ کر دیا اور خود اپنے ہمراہیوں کے ساتھ صفراء کے دائیں جانب سے وادی ذقران پہنچے اس مقام پر آپؐ کو مکہ سے

---

[1] اونٹ ستر تھے اور آدمی تین سو دس یا بارہ تھے اس وجہ سے آنحضرت ﷺ و علی بن ابی طالبؓ و مرثد بن ابی مرثد غنویؓ کے درمیان ایک اونٹ تھا اور ابوبکر و عمر و عبدالرحمنؓ بن عوف میں ایک اونٹ تھا۔ غرض اسی طرح تین تین چار چار آدمیوں میں ایک ایک اونٹ تھا۔

قریش کے نکلنے کی اطلاع ہوئی۔

حضرت محمد ﷺ کا انصارؓ و مہاجرینؓ سے مشورہ: آپ ﷺ نے مہاجرینؓ و انصارؓ کو جمع کر کے مشورہ کیا۔ پہلے مہاجرینؓ نے نہایت خوبصورتی سے بسر و چشم ہر حکم کے بجالانے کا اقرار کیا اور اس کے بعد آپ ﷺ نے انصارؓ کی طرف رخ کیا ان میں سے حضرت سعد بن معاذ نے نکل کر عرض کیا ''اے رسول اللہ ﷺ! ہم نے آپؐ کے دست مبارک پر بیعت کی ہے۔ اگر آپؐ دریا میں کودنے کو فرمائیں گے تو ہم اس میں بھی غوطہ لگائیں گے۔ آپ اللہ کے نام پر ہمارے ساتھ چلئے ہم ساتھ چھوڑنے والوں میں نہیں ہیں''۔ آنحضرت ﷺ یہ سن کر خوش ہو گئے اور یہ ارشاد فرمایا ''کہ تم لوگوں کو بشارت ہو اللہ جل شانہ نے مجھ سے فتح و نصرت کا وعدہ فرمایا ہے''۔

اسلم و عریض کی گرفتاری: اس کے بعد وادی ذقران سے روانہ ہوئے بدر کے قریب پہنچ کر حضرت علیؓ بن ابی طالب و حضرت زبیرؓ و حضرت سعدؓ کو چند آدمیوں کے ہمراہ تجسس احوال کی غرض سے روانہ کیا اتفاق سے اہل قریش کے دو کم سن لڑکے[1] ان لوگوں کے ہاتھ آ گئے یہ لوگ ان کو پکڑ لائے آنحضرت ﷺ اس وقت نماز پڑھ رہے تھے۔ استفسار پر ان لڑکوں نے ظاہر کیا کہ ہم اہل قریش کے سقے (پانی بھرنے والے ہیں) ان لوگوں نے ان کے کہنے کو سچ نہ جان کر مارنا شروع کیا اس امید سے کہ شاید مار پیٹ کے خوف سے ابوسفیان کے حالات بتلا دیں دو چار ہاتھ مار کھانے کے بعد ان دونوں نے کہنا شروع کیا ہم اہل قریش کے قافلہ والوں میں سے ہیں۔ اس اثناء میں آنحضرت ﷺ نے سلام پھیرا اور نماز سے فارغ ہو کر ان لوگوں کو مارنے سے منع فرمایا اور لڑکوں سے ارشاد فرمایا تم مجھے بتلاؤ کہ اہل قریش کہاں ہیں؟ لڑکوں نے جواب دیا کہ اس ٹیلہ کے اس طرف ہیں۔ ایک روز دس اونٹ اور دوسرے روز نو اونٹ ذبح کرتے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا کہ مشرکین کی تعداد ہزار اور نو سو کے درمیان ہے۔

حضرت بسبس اور حضرت عدیؓ کی مخبری: بسبس و عدیؓ کا (جو جاسوسی کی غرض سے صفراء میں پہنچنے سے پہلے روانہ کئے گئے تھے) اس وقت تک کچھ پتہ نہ تھا اور نہ یہ معلوم تھا کہ وہ کہاں ہیں اور کس طرف جا رہے ہیں لیکن تھوڑی دیر کے

---

[1] ان میں ایک کا نام اسلم تھا جو بنو حجاج سے تھا اور دوسرے کا نام عریض ابو یسار تھا یہ بنو عاص بن سعید سے تھا۔ جب ان سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ ہم اہل قریش کے لئے پانی لانے کو نکلے ہیں جب مارا گیا تو کہنے لگے کہ ہم ابوسفیان کے ہمراہیوں میں سے ہیں۔ یہ سن کر ان لوگوں نے مارنا چھوڑ دیا۔ آنحضرت ﷺ جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ جب انہوں نے سچ کہا تو تم نے مارا اور جب جھوٹ کہا تو چھوڑ دیا۔ واللہ یہ اہل قریش سے ہیں' آؤ لڑکو تم مجھے بتلاؤ کہ قریش کہاں ہیں انہوں نے جواب دیا کہ یہ ٹیلہ جو دکھائی دیتا ہے اس کے پیچھے ہیں پھر آپ نے دریافت کیا کتنے لوگ ہیں لڑکوں نے جواب دیا کہ کثیر التعداد ہیں جن کا ہم کو شمار نہیں معلوم تب آپ نے استفسار کیا روزانہ کس قدر اونٹ کھانے کے لئے ذبح کئے جاتے ہیں لڑکوں نے کہا کبھی دس کبھی نو۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ غالباً ان کی تعداد نو سو یا ہزار ہے پھر آپؐ نے سرداران قریش کی بابت دریافت فرمایا۔ لڑکوں نے عتبہ و شیبہ پسران ربیعہ ابوالبختری بن ہشام' حکیم بن حزام' نوفل بن خویلد' حرث بن عامر بن نوفل طعیمہ بن عدی بن نوفل' نضر بن الحرث زمعہ بن الاسود' ابوجہل' امیہ بن خلف' نبیہ و منبہ پسران الحجاج' سہیل بن عمرو' عمرو بن عبدود وغیرہم کو بتلایا۔ (سیرۃ ابن ہشام)

بعد بدر کے قریب ایک ٹیلہ کے نیچے پانی کے چشمہ کی طرف دو شخص اونٹ پر سوار آتے ہوئے نظر آئے رفتہ رفتہ جب وہ پانی کے قریب آ گئے اور اپنے اونٹوں کو ایک ظرف میں پانی پلانے لگے۔ مجدی بن عمرو (جہینہ سے) ان دونوں کے قریب بیٹھا ہوا تھا اس اثناء میں دو عورتیں آپس میں باتیں کرتی ہوئی دکھائی دیں۔ ان میں سے ایک نے دوسری سے مخاطب ہو کر کہا کہ کل یا پرسوں اہل قریش کا قافلہ شام سے واپس ہو گا ان کے لئے کچھ کھانا وغیرہ تیار کر رکھنا چاہئے دوسری نے جواب دیا ضرور! میں تیرا حق تجھ کو دوں گی۔ اس کے بعد وہ مجدی کے پاس آئیں اور اس سے اس خبر کی تصدیق کی ان دونوں عورتوں کی باتیں وہ دونوں شتر سوار بھی سنتے ہی اپنے اپنے اونٹوں پر سوار ہو کر مسکراتے ہوئے چلے گئے اس قرینہ سے معلوم ہوا کہ یہ دونوں شتر سوار وہی بسبس ؓ اور عدی ؓ ہیں جو جاسوسی کے لئے روانہ ہوئے تھے۔

مشرکین مکہ کی آمد: ان لوگوں کے چلے جانے کے بعد ابوسفیان آنحضرت ﷺ کی نقل و حرکت کی جستجو میں آیا اور مجدی سے کہا: ((اهل احسست احداً)) یعنی ''کیا تو نے کسی کو آتے جاتے دیکھا ہے'' مجدی نے کہا ((راکبین انا خایمیلان لهذا لتل فاستقیا الماء و مهضا)) یعنی ''دو سوار اس ٹیلہ کی طرف سے آئے اور اونٹوں کو بٹھا کر پانی پلایا اور چلے گئے'' ابوسفیان یہ سنتے ہی اس مقام پر آیا جہاں انہوں نے اونٹوں کو بٹھایا تھا اور ایک مینگنی اٹھا کر توڑ کر کہنے لگا واللہ یہ یثرب والے تھے اس کے بعد اس نے اونٹوں کے نشان قدم سے ان کے جانے کا سراغ لیا اور نہایت تیزی سے لوٹ کر قافلہ کو براہ ساحل لے چلا' اتنے میں اہل مکہ بھی آ گئے ان سے اس نے خوش ہو کر کہا ''چلو واپس چلو ہمارا قافلہ صحیح و سالم بچ آیا'' ابوجہل نے کہا ''واللہ جب تک ہم اب بدر تک نہ پہنچ جائیں اور تین دن تک وہاں ٹھہر کر کھا پی کر مزے نہ اڑا لیں گے ہرگز ہرگز واپس نہ ہوں گے''۔ اخنس بن شریق نے کہا کہ تم لوگ اپنے قافلہ کو بچانے کو آئے تھے چنانچہ وہ محفوظ رہا اب واپس چلنا چاہئے میں یہاں اب ایک ساعت نہ ٹھہروں گا۔

ابوجہل کا جنگ پر اصرار: ابوجہل نے اس کا جواب ترش روئی سے دیا جس سے اخنس مع کل بنوزہرہ اور ان کے حلیف کے لوٹ کھڑا ہوا۔ بنوعدی پہلے ہی سے اہل مکہ کے ساتھ نہیں گئے تھے اس وجہ سے واقعہ بدر میں نہ کوئی زہری قریش تھا اور نہ کوئی عدوی قریش تھا۔ قریش سے پہلے آنحضرت ﷺ نے بدر پہنچ کر ایک چھوٹے سے کنویں پر قیام فرمایا۔ حباب بن المنذر بن عمرو بن الجموع ؓ نے عرض کیا ''کہ اللہ جل شانہ نے ایسی منزل پر پہنچا دیا ہے اگر لڑائی کا قصد ہے تو ہرگز اس مقام کو نہ چھوڑیئے ہم آپ کے لئے کھجور کے پتوں اور لکڑیوں سے ایک مکان بنائے دیتے ہیں اور ایک حوض کھود کر پانی بھرے لیتے ہیں تاکہ دوران جنگ پانی کھینچنے اور لانے سے بے فکر رہیں''۔ آپ نے یہ تجویز پسند فرمائی اصحاب نے تھوڑی دیر میں ایک حوض کھود کر پانی سے بھر لیا اور مشکیزوں کو بھی پُر کر کے پورے کنویں پر قبضہ کر لیا قریش کا گروہ آیا اور بدر کے قریب ٹھہرا تو انہوں نے عمیر بن وہب جمحی کو مسلمانوں کو دیکھنے اور ان کو شمار کرنے کے لئے بھیجا عمیر بن وہب لشکر اسلام کے اردگرد پھر کر واپس گیا اور مشرکین مکہ سے بیان کیا کہ اصحاب محمد رسول اللہ ﷺ تین سو دس یا کچھ کم و بیش ہیں ان کے منجملہ دو شخص زبیر ؓ و مقداد ؓ سواروں میں ہیں۔ حکیم بن حزام و عتبہ بن ربیعہ نے مسلمانوں کو قلیل المقدار اور حقیر سمجھ کر مع قریش

کے بلا جنگ لوٹنے کا قصد کیا لیکن ابوجہل نے اس رائے سے اختلاف کیا۔ مشرکین مکہ نے ابوجہل کی موافقت کی دونوں گروہ آمادۂ جنگ ہو گئے۔

فتح کی بشارت: آنحضرت ﷺ لشکر اسلام کی صفیں درست و مرتب کر کے اپنی قیام گاہ پر صرف حضرت ابوبکرؓ کو اپنے ہمراہ لے کر واپس ہوئے اور اللہ جل شانہ سے دعا کرنے لگے ((اللھم ان تھلک ھذہ العصابة فی الارض اللھم ابخزلی ما وعدتنی)) یعنی ''اے اللہ اگر تو مسلمانوں کی یہ چھوٹی سی جماعت ختم کر دے گا تو دنیا میں کوئی تیری عبادت کرنے والا نہ رہے گا۔ اے اللہ اپنا وعدہ پورا فرما''۔ حضرت ابوبکرؓ آمین ثم آمین کہتے جاتے اور کسی وقت انہیں کلمات کو دوہرا دیتے تھے اور حضرت سعد بن معاذؓ مکان کے دروازے پر انصار کے دو چار نوجوانوں کو لئے ہوئے حفاظت کر رہے تھے۔ آنحضرت ﷺ دعا مانگتے مانگتے تھوڑی دیر کے لئے خاموش سے ہو گئے پھر دفعتہً چونک کر فرمایا ((ابشر یا ابابکر فقد اتی نصر اللّٰہ)) ''یعنی اے ابوبکرؓ خوش ہو جاؤ اللہ کی مدد آ گئی'' اس کے بعد آپؐ باہر تشریف لائے اور لوگوں کو لڑائی کی ترغیب دی اور ایک مٹھی کنکری اٹھا کر شاہت الوجوہ پڑھ کر مشرکین کے منہ پر ماری۔ مشرکین کے گروہ سے عتبہ و شیبہ پسران ربیعہ اور ولید ابن عتبہ نکل کر میدان میں آئے اور للکار کر اپنے مقابل لڑنے والے کو طلب کیا۔ اس طرف سے عبیدہؓ[1] بن الحرث و حمزہ بن عبدالمطلب و علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہم) نکلے حضرت حمزہؓ نے اپنے مقابل شیبہ کو اور حضرت علیؓ نے ولید کو ایک ہی وار سے قتل کر دیا، لیکن عتبہ نے حضرت عبیدہؓ پر وار کیا جس سے ان کے پاؤں کٹ گئے اتنے میں حضرت حمزہؓ و علیؓ عتبہ پر ٹوٹ پڑے اور اس کو بھی قتل کر ڈالا۔ میدان جنگ میں ان بزرگوں کے نکلنے سے پہلے نوجوانان انصار قرشی عوف و معوذ پسران عفراء اور عبداللہ بن رواحہ لڑنے کو آئے تھے لیکن غیر قوم ہونے کی وجہ سے عتبہ و شیبہ و ولید نے ان لوگوں سے لڑنے سے انکار کیا تب حضرت عبیدہؓ و حضرت حمزہؓ و حضرت علیؓ آئے تھے اس کے بعد قوم نے مجموعی حالت سے حملہ کیا مشرکین کو شکست ہوئی۔

مقتولین و اسیران جنگ: اس لڑائی میں مشرکین میں سے ستر آدمی مارے گئے ان کے مشاہیر مکہ عتبہ و شیبہ پسران ربیعہ، ولید بن عتبہ، حنظلہ بن ابی سفیان بن حرب، عبیدہ و عاصی پسران سعید بن العاصی، حرث بن عامر بن نوفلؓ اور اس کا چچازاد بھائی طعیمہ بن حدی، زمعہ بن الاسود اور اس کا بیٹا حرث اور اس کا بھائی عقیل بن الاسود اور اس کا چچازاد بھائی ابوالبختری بن ہشام

---

[1] ان لوگوں سے پہلے جیسا کہ آگے چل کر خود علامہ لکھتا ہے انصار کے تین شخص عوف و معوذ پسران عفراء و عبداللہ بن رواحہ مشرکین مکہ کے مقابلہ پر آئے تھے۔ مشرکین مکہ نے کہا ((من انتم)) ''تم لوگ کون ہو'' ان لوگوں نے جواب دیا ((رھط من الانصار)) ''ہم انصار کے گروہ سے ہیں'' یہ سن کر مشرکین مکہ نے چلا کر کہا ((ما لنا بکم من حاجة)) ''تم سے لڑنے کی ہم کو کوئی ضرورت نہیں ہے'' یہ سن کر انصار خاموش ہو گئے اور مشرکین کی طرف سے ایک شخص نے بآواز بلند کہا۔ ((یا محمد اخرج الینا اکفاء نا من قومنا)) ''(اے محمد ﷺ) ہماری طرف یعنی ہم سے لڑنے کو ہماری قوم سے ہماری ذات والوں کو بھیج'' تب آنحضرت ﷺ نے حضرت عبیدہ بن الحرثؓ و حضرت حمزہؓ و حضرت علیؓ کو نام بنام اٹھا کر میدان میں بھیجا۔ جب یہ لوگ میدان جنگ میں آئے تو پھر مشرکین نے دریافت کیا حضرت عبیدہؓ نے کہا میں عبیدہ ہوں اور حضرت حمزہؓ نے کہا میں حمزہؓ ہوں اور حضرت علیؓ نے کہا میں علیؓ ہوں۔ مشرکین نے کہا ہاں تم لوگ ہماری قوم و برادری کے ہو اس کے بعد باہم لڑائی شروع ہو گئی۔

نوفل بن خویلد بن اسد، ابوجہل بن ہشام (اس کو معاذ و معوذ پسران عفراء نے مل کر قتل کیا تھا لیکن اس میں تھوڑا سا دم باقی تھا تو عبداللہ بن مسعود نے اس کا سر کاٹ لیا اور اس کا بھائی عاصی بن ہشام اور ان دونوں کا ابن العم مسعود بن امیہ، ابوقیس بن الولید بن المغیرہ اور اس کا ابن عم، ابوقیس بن الفاکہ نبیہ و منبہ پسران حجاج، عاصی بن منبہ، امیہ بن خلف اور اس کا لڑکا علی، عمیر بن عثمان (طلحہ کا چچا) وغیرہ اس لڑائی میں کام آئے اور عباس بن عبدالمطلب و عقیل بن ابی طالب و نوفل بن الحرث بن عبدالمطلب و سائب بن عبد یزید (بنو مطلب سے) و عمرو بن ابی سفیان بن حرب و ابوالعاصی بن الربیع و خالد بن اسد بن ابی العیص و عدی بن الخیار (بنو نوفل سے و عثمان بن عبد شمس (برادر عم زاد عتبہ بن غزوان) و ابوعزیز (برادر مصعب بن عمیر) و خالد بن ہشام بن المغیرہ اور اس کا ابن العم رفاعہ بن ابی رفاعہ و امیہ بن ابی حذیفہ بن المغیرہ و ولید بن ولید (برادر خالد) و عبداللہ و عمر پسران ابی بن حلف و سہیل بن عمرو وغیرہ قید کر لئے گئے۔

شہداء جنگ بدر: مسلمانوں کی طرف سے اس معرکہ میں مہاجرین میں سے چھ صحابی حضرت عبیدہ بن الحارث بن المطلب، حضرت عمیر بن ابی وقاص و ذوالشمالین بن عبد عمرو بن تضلہ خزاعی (حلیف بنو زہرہ) و صفوان بن بیضاء (بنو حرث ابن فہر سے) و مہجع خادم حضرت عمر بن الخطاب (یہ تیر کے زخم سے شہید ہوئے) و عاقل بن البکیر لیثی (حلیف بن عدی) اور انصار سے آٹھ صحابی قبیلہ اوس کے سعد بن خیثمہ و مبشر بن عبدالمنذر اور قبیلہ خزرج کے یزید بن الحارث بن الخزرج و عمیر بن الہمام (بنو سلمہ سے) و رافع بن معلی (بنو حبیب بن عبد حارثہ سے) و حارثہ بن سراقہ بخاری و عوف و معوذ پسران عفراء (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) جملہ چودہ صحابی شہید ہوئے۔

مجاہدین کی واپسی: لڑائی ختم ہونے کے بعد آنحضرت ﷺ نے مشرکین مکہ کو ایک کنوئیں میں ڈال کر مٹی ڈلوا دی اور شہداء صحابہ (رضی اللہ عنہم) کو علیحدہ دفن کرا دیا۔ مال غنیمت کو عبد بن کعب بن مبذول بن عمرو ابن غنم بن مازن بن نجار کے سپرد کر دیا پھر بوقت مراجعت جس وقت صفراء میں پہنچے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا اسی طرح مال غنیمت کو تقسیم فرمایا اور نضر بن الحارث بن کلدہ (از بنو عبدالدار) کی گردن مارنے کا حکم دیا پھر یہاں سے روانہ ہو کر عرق انطبیہ میں پہنچے اس مقام پر عتبہ بن ابی معیط بن ابی عمرو بن امیہ کی گردن ماری گئی۔ یہ دونوں بھی قیدیان بدر کے ساتھ قید ہو کر آئے اور آنحضرت ﷺ سے نہایت دشمنی رکھتے تھے۔ الغرض آنحضرت ﷺ اور صحابی مع قیدیوں و مال غنیمت کے منزل بمنزل سفر کرتے ہوئے

---

[1] صفوں میں ترتیب کے بعد آنحضرت ﷺ جس وقت اپنی قیام گاہ پر آنے لگے اس وقت مسلمانوں کو حملہ کرنے سے منع فرما آئے تھے لیکن مشرکین تیر پر تیر مار رہے تھے اور صحابہ اپنے کو بچاتے جاتے تھے لیکن ایک تیر مہجع مولیٰ حضرت عمر بن الخطاب کے لگا جس سے یہ شہید ہو گئے ان کے بعد حارثہ بن سراقہ بخاری کے تیر لگا اور یہ بھی شہید ہو گئے اس اثناء میں آنحضرت ﷺ مکان سے باہر آئے اور لوگوں کو لڑائی پر آمادہ کر کے فرمایا جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے اس کی قسم ہے کہ جو شخص آج مشرکین سے لڑے گا اور صبر و تحمل سے سینہ سپر ہو کر مارا جائے گا تو اس کو اللہ تعالیٰ جنت میں داخل کریگا۔ عمیر ابن الحام اس وقت ہاتھ میں دو چار کھجوریں لئے ہوئے کھا رہے تھے۔ یہ سنتے ہی بول اٹھے واللہ ہم سے اور جنت سے اب دوری کیا رہ گئی یہی نہ کہ یہ لوگ مجھ کو قتل کر ڈالیں۔ یہ کہہ کر کھجوروں کو پھینک دیا اور تلوار لے کر میدان میں چلے گئے اور لڑ کر شہید ہوئے (رضی اللہ عنہ) سیرۃ ابن ہشام

مدینہ منورہ پہنچ گئے جب کہ رمضان کے ختم ہونے میں آٹھ دن باقی تھے۔

(مترجم) **مال غنیمت کی تقسیم میں اختلاف رائے:** آنحضرت ﷺ جس وقت جنگ بدر سے مظفر و منصور ہو کر مدینہ واپس ہوئے اس وقت تک مال غنیمت تقسیم کرنے کی نوبت نہیں آنے پائی تھی کہ اصحاب بدر مال غنیمت کی تقسیم پر مختلف الرائے ہو گئے جن لوگوں نے مال و اسباب جمع کیا تھا وہ یہ کہہ رہے تھے کہ یہ مال و اسباب ان کا ہے جنہوں نے جمع کیا ہے۔ دوسرے وہ اصحابؓ تھے جو دشمنان خدا سے لڑے اور ان سے مقابلہ کیا تھا وہ کہتے تھے کہ اگر ہم نہ ہوتے تو تم کو یہ مال و اسباب نہ ملتا بے شک ہم نے مشرکین کو تمہاری طرف متوجہ نہیں ہونے دیا۔ یہاں تک کہ تم لوگ پا گئے جو کچھ تم نے پایا (یعنی مال و اسباب جمع کر لیا لوٹ لیا) اور جو لوگ آنحضرت ﷺ کی حفاظت کر رہے تھے ان کا دعویٰ یہ تھا کہ تم لوگوں سے ہم زیادہ مستحق ہیں ہم بخوبی لڑ بھی سکتے تھے اور مال و اسباب بھی جمع کر سکتے تھے کیونکہ اللہ جل شانہ نے ہماری فتح و نصرت کا وعدہ فرمایا تھا لیکن ہم نے دشمنان دین کے آنحضرت ﷺ پر حملے کے خوف سے ان کی حفاظت کی اس لئے تم لوگ ہم سے زیادہ مستحق نہیں ہو۔

حضرت عبادہ بن الصامت: ابن اسحاق بچند سلسلہ عبادۃ بن الصامتؓ سے روایت کرتا ہے کہ عبادۃ بن الصامتؓ کہتے ہیں کہ سورۂ انفال ہم لوگوں کے حق میں نازل ہوئی تھی کہ ہم لوگوں نے انفال (مال غنیمت) کی تقسیم میں اختلاف کیا تھا اور ہمارے اخلاق میں کسی قدر فرق آ چلا تھا اللہ جل شانہ نے اس کو ہمارے قبضہ سے لے کر رسول ﷺ کے اختیار میں دے دیا۔ چنانچہ آپ نے سب مسلمانوں میں برابر مساوی تقسیم کر دیا۔ ابن اثیر تحریر کرتا ہے کہ مال غنیمت کے تقسیم کرتے وقت آنحضرت ﷺ نے حسب ذیل ان آٹھ اصحابؓ کو بھی حصہ دیا جو واقعہ بدر میں حاضر نہ تھے (۱) عثمان بن عفانؓ (ان کو آنحضرت ﷺ) ان کی بی بی رقیہ بنت رسول ﷺ کی علالت کی وجہ سے مدینہ میں چھوڑ گئے تھے۔ (۲) طلحہ بن عبید اللہ (۳) سعید بن زید (ان دونوں صاحبوں کو مدینہ سے قافلہ کی جستجو کے لئے بھیج دیا تھا) (۴) ابولبابہ (ان کو آنحضرت ﷺ مدینہ ہی میں بغرض انتظام چھوڑ گئے تھے) (۵) عاصم بن عدی ان کو عالیہ مدینہ میں چھوڑ گئے تھے (۶) حرث بن حاطب (ان کو بنو عمرو بن عوف کی طرف کسی وجہ سے لوٹا دیا تھا) (۷) حرث بن الصمۃ (۸) خوات ابن جبیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) یہ اصحاب اگرچہ واقعہ بدر میں شریک نہیں ہوئے لیکن آنحضرت ﷺ نے ان کو مال غنیمت سے حصہ دے کر بدریوں میں شامل کر لیا۔ واللہ اعلم

مرتدین کا انجام: مشرکین مکہ کے ساتھ دین کے پانچ آدمی بھی بدر میں لڑنے آئے تھے جن کو مسلمانوں کی تلواروں نے موت کا مزہ چکھا دیا انہیں مقتولین مشرکین میں شمار کیا۔ بنو اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی سے حرث بن زمعہ بنو مخزوم سے ابو قیس ابن الفاکہ بن المغیرہ وابو قیس بن الولید بن المغیرہ بنو جمح سے علی بن امیہ بن خلف بنو سہم سے عاصی بن منبہ۔ یہ لوگ قبل ہجرت جس وقت آنحضرت صلی اللہ مکہ میں تھے ایمان لا چکے تھے لیکن جب حکم ہجرت صادر ہوا اور آنحضرت ﷺ مدینہ ہجرت فرما گئے ان لوگوں کو ان کے اعزہ و خاص خاص اقارب نے مکہ میں روک لیا آخر ان لوگوں نے ان کے سمجھانے سے اسلام چھوڑ دیا۔ واقعہ بدر میں اپنی قوم کے ساتھ آئے اور انہیں کے ساتھ مارے گئے۔

اہل مدینہ کو نوید فتح: بدر میں کامیابی کے بعد آنحضرت ﷺ نے عبداللہ بن رواحہ کو اہل عالیہ مدینہ کو خوشخبری سنانے کے لئے اور اہل قافلہ مدینہ کی بشارت کے لئے زید بن حارثہؓ کو روانہ کیا۔ اسامہؓ بن زیدؓ کہتے ہیں کہ فتح جنگ بدر کی خبر ہمارے کانوں تک اس وقت پہنچی جس وقت رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ کو ہم لوگ مٹی دے رہے تھے میں زید بن حارثہ

کے پاس آیا وہ مصلے پر کھڑے ہوئے کہہ رہے تھے مارا گیا عتبہ بن ربیعہ وشیبہ بن ربیعہ ابوجہل بن ہشام وزمعہ بن الاسود و ابوالبختری عاص بن ہشام وامیہ خلف ونبیہ ومنبہ پسران حجاج اثناء کلام میں بول اٹھا اے والد کیا یہ سچ ہے؟ جواب دیا کہ ''ہاں واللہ یہ سب مارے گئے''۔

اسیران جنگ سے حسن سلوک: اس کے بعد آنحضرت ﷺ تشریف لائے اور آپؐ کے ہمراہ بدر کے قیدیوں کا قافلہ تھا آپؐ نے ان کو اپنے اصحابؓ میں تقسیم کر دیا اور فرمایا: ((استوصوا بالاساری خیراً)) یعنی ''قیدیوں کے ساتھ ازراہ خیر نیکی کرو'' عباس بن عبدالمطلب مشکیں باندھ کر در دولت پر رکھے گئے چونکہ ان کا ہاتھ اس سختی سے باندھا گیا تھا ان کے کراہنے سے تمام شب آنحضرت ﷺ کو نیند نہ آئی۔ صحابہؓ نے نیند نہ آنے کا سبب دریافت کیا تو آپؐ نے فرمایا عباسؓ کے کراہنے نے مجھے سونے نہیں دیا یہ سنتے ہی ایک بزرگ نے اٹھ کر ان کی مشکیں ڈھیلی کر دیں الغرض قیدیوں کے ساتھ صحابہ (رضی اللہ عنہم) کا برتاؤ نہایت نرمی کا تھا جو کچھ ان کو میسر ہوتا تھا آپ بھی کھاتے جاتے تھے اور ان کو بھی کھلاتے تھے ابوعزیز بن عمیر بن ہاشم (برادر مصعب بن عمیرؓ) کا یہ بیان ہے کہ جب ہم لوگ قید ہو کر بدر سے آئے تو میں انصارؓ کے ایک گروہ کی حفاظت میں رکھا گیا دونوں وقت مجھے خرما اور روٹیاں کھانے کو ملتی تھیں علاوہ اس کے جو شخص اس طرف سے گزرتا اور اس کے ہاتھ میں کوئی چیز کھانے کی ہوتی تو وہ ضرور اس میں سے کچھ حصہ مجھ کو دے دیتا تھا۔

اسیران جنگ کی رہائی: چند روز کے بعد آپؐ نے اپنے اصحاب کرامؓ سے قیدیان بدر کی بابت مشورہ طلب فرمایا کسی نے کچھ رائے دی اور کوئی اور ہی کہہ رہا تھا اتنے میں حضرت عمر بن الخطاب بول اٹھے نہیں! یا رسول اللہ ﷺ مصلحت تو یہ ہے کہ ان قیدیوں میں سے جو جس کا عزیز ہو وہی اس کو قتل کرے تاکہ دوسرے مشرکین کو معلوم ہو جائے کہ ہمارے دلوں میں ان کی عزیز داری وقرابت کے لحاظ سے اللہ ورسولؐ کی محبت بہت زیادہ ہے۔ آنحضرت ﷺ نے یہ سن کر حضرت ابوبکر صدیقؓ کی طرف توجہ فرمائی انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ یہ سب ہمارے اور آپؐ کے اعزہ ہیں کوئی چچا ہے کوئی چچا کا لڑکا ہے اب چونکہ اللہ جل شانہ نے ان پر ہم کو فتح ونصرت دی ہے بہتر ہوگا کہ ان لوگوں سے فدیہ لے کر ان کو آزاد کر دیں عجب نہیں کہ آئندہ ایمان لائیں۔ آنحضرت ﷺ کو یہ رائے پسند آئی۔ آپؐ نے فدیہ لے کر آزاد کر دیا اور جو ادائے فدیہ پر قادر نہ ہو سکا اس کو آنحضرت ﷺ نے ازراہ احسان خود آزاد کر دیا۔

حضرت عباسؓ کا قبول اسلام: بدر کے مشرکین قریش کا فدیہ چار ہزار درہم سے ہزار درہم فی کس تک مقرر کیا گیا۔ حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ نے کہا کہ ''اے محمد ﷺ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ تمہارا چچا ادائے فدیہ کے لئے گدائی کرے'' آنحضرت ﷺ نے بہ الہام الٰہی فرمایا کہ ان درہموں میں سے دے دیجئے جو آپ بوقت روانگی ام فضل کے پاس رکھ آئے تھے۔ حضرت عباسؓ نے یہ سن کر تعجب سے دریافت کیا تم کو کیسے معلوم ہوا؟ آپ نے فرمایا میرے اللہ نے مجھے بتایا اس پر حضرت عباسؓ کا دل بھر آیا اسی وقت مسلمان ہو گئے اور فدیہ بھی ادا کر دیا۔

حضرت خدیجہؓ کا ہار بطور فدیہ: انہیں قیدیوں میں ابوالعاصؓ بھی تھے جس وقت اہل مکہ اپنے اعزہ کا فدیہ روانہ کر رہے تھے ان کی بی بی زینبؓ (آنحضرت ﷺ کی بیٹی) نے اپنے گلے کا ہار ابوالعاصؓ کے فدیہ میں روانہ کیا (یہ ہار حضرت خدیجہؓ کا تھا) انہوں نے اپنی لڑکی زینبؓ کو جہیز میں دیا تھا' جب یہ ہار آنحضرت ﷺ کے روبرو آیا تو آپؐ کو بے حد رقت ہوئی اور آپ ﷺ نے صحابہؓ سے فرمایا اگر تم مناسب سمجھو تو اس قیدی کو چھوڑ دو اور اس کا فدیہ بھی اس کو دے دو صحابہؓ نے بخوشی خاطر اس بات کو منظور کر لیا۔

حضرت زینب کی مدینہ میں آمد: علماء سیر لکھتے ہیں کہ حضرت ابوالعاصؓ سے آنحضرت ﷺ نے اقرار لے لیا تھا یا کہ ابوالعاصؓ نے خود وعدہ کیا تھا کہ بعد رہائی زینبؓ بنت رسول اللہ ﷺ کو مدینہ پہنچا دے گا۔ بہر کیف جو واقعہ ہوا ہو کسی کو کچھ معلوم نہیں ہوا۔ جس وقت ابوالعاصؓ مکہ جانے لگے تو آنحضرت ﷺ نے زید بن حارثہؓ اور ایک انصاری کو ابوالعاصؓ کے ہمراہ کر دیا اور یہ فرمایا ''یا کہ تم لوگ بطن یاجج میں رہنا اور جب زینبؓ آ جائیں تو ان کے ہمراہ آنا چنانچہ ابوالعاصؓ نے مکہ پہنچ کر زینب کو اپنے بھائی کنانہ بن الربیع کے اونٹ پر سوار کرا کے روانہ کر دیا بطن یاجج تک زینبؓ کو ان کا دیور (شوہر کا بھائی) کنانہ پہنچانے آیا اور بطن یاجج سے زید بن حارثہؓ کے ہمراہ روانہ ہوئیں۔ ایک مہینہ بعد واقعہ بدر مدینہ پہنچیں۔ یہ تو آنحضرت ﷺ کے پاس رہنے لگیں اور ابوالعاصؓ میں مکہ میں رہے یہاں تک کہ فتح مکہ سے قبل ابوالعاصؓ تجارت کی غرض سے شام گئے وہاں سے تجارت کا مال واسباب لئے ہوئے مکہ آ رہے تھے اثناء راہ میں آنحضرت ﷺ کا سریہ مل گیا اس نے قافلے والوں کے مال واسباب پر قبضہ کر لیا کچھ لوگ بھاگ گئے کچھ لوگ گرفتار ہو گئے ان کے منجملہ ابوالعاصؓ بھی تھے اس واقعہ کے بعد یہ مسلمان ہو گئے جس کی تفصیل آئندہ مناسب موقع پر بیان کی جائے گی۔

مشرکین ومجاہدین کا موازنہ: بدر میں مسلمانوں کے لشکر میں ستر اونٹ اور دو گھوڑے تھے ایک مقداد بن عمرو کا غرجہ نامی اور دوسرا مرثد ابن مرسد کا موسوم بہ یعلی تھا غازیوں کی تعداد تین سو دس سے کم نہ تھی اور نہ تین سو اٹھارہ سے زیادہ تھی منجملہ ان کے ستتر یا تراسی مہاجر اور باقی سب انصار (رضی اللہ عنہم) تھے تلواریں معدودے چند تھیں۔ مشرکین کی تعداد نو سو یا ہزار کے مابین تھی سو گھوڑے تھے جن میں سے ستر بچ کر پہنچے تیس کو مسلمانوں نے غنیمت میں لے لیا۔ اونٹ سات سو تھے آٹھویں رمضان کو آپؐ مدینہ سے روانہ ہوئے تھے اور سترہویں رمضان یوم جمعہ صبح کے وقت لڑائی چھڑی۔ واللہ اعلم

غزوہ کدر[1]: واقعہ بدر سے واپسی کے بعد آنحضرت ﷺ تک یہ خبر پہنچی کہ غطفان اسلام کی مخالفت میں کدر پر جمع ہو رہے ہیں اس وجہ سے واپسی کی سات راتوں کے بعد مدینہ سے جنگ کے قصد سے بنوسلیم کی طرف روانہ ہوئے۔ مدینہ میں اپنے بجائے سباغ بن عرفطہؓ غفاری یا ابن مکتومؓ کو مقرر فرما گئے۔ اس سے پہلے کہ آپؐ کدر تک پہنچیں دشمنان اسلام آپؐ کی تشریف آوری کی خبر سن کر منتشر ہو گئے تھے۔ تین روز تک آپؐ وہیں مقیم رہ کر بلا جنگ واپس آ گئے۔ بعض کہتے ہیں کہ آپ نے یہاں سے ایک سریہ[2] روانہ کیا تھا جس میں غالب بن عبداللہ لیثی کو سردار بنایا تھا۔ چنانچہ بنو یہ غطفان وسلیم سے مقابل ہوئے اور مال غنیمت لے کر واپس ہوئے ماہ ذی الحجہ تک آپؐ مدینہ میں مقیم رہے اس دوران بدر کے قیدیوں سے فدیہ لے کر ان کو چھوڑ دیا۔

غزوہ سویق: جس وقت بدنصیب اور نقصان اٹھانے والے مشرکین مکہ کچھ لوگوں کو بدر میں پیوند زمین کر کے اور کچھ کو مسلمانوں کی قید میں چھوڑ کر واپس ہو رہے تھے اس وقت ابوسفیان نے یہ نذر کی تھی یا قسم کھائی تھی کہ میں مدینہ پر حملہ ضرور کروں گا۔ اس وجہ سے ماہ ذی الحجہ میں دو سو سواروں کی جمعیت سے مدینہ کی طرف روانہ ہوا۔ رفتہ رفتہ شب کے وقت بنونضیر

---

[1] یہ غزوہ ماہ شوال ۲ھ میں ہوا ہے علی بن ابی طالبؓ کے ہاتھ میں لواء اسلام تھا دس راتیں شوال کی گزر چکی تھیں تب آپ اس غزوہ سے واپس ہوئے تھے۔

[2] اس مقابلہ میں مسلمانوں کے تین آدمی شہید ہوئے تھے اور نصف شوال میں یہ سریہ واپس ہوا تھا۔

میں پہنچا اور چھپ کر حیی ابن اخطب کے پاس گیا۔ سلام بن مشکم سے ملا اور اس سے آنحضرت ﷺ اور مسلمانوں کا حال دریافت کر کے واپس ہوا۔ اتفاق سے اطراف مدینہ میں ایک کھجور کے باغ میں دو شخصوں کو جو اپنی کاشت کاری کے کاموں میں مصروف تھے قتل[1] کر کے واپس ہوا۔ آنحضرت ﷺ نیز مسلمانان مدینہ کو ابوسفیان کا یہ فعل شاق گزرا آپ نے مدینہ میں ابولبابہ بن عبدالمنذر کو اپنا خلیفہ مقرر کر کے کدر تک ابوسفیان کا تعاقب کیا۔ چونکہ ابوسفیان اور مشرکین مکہ لشکر اسلام کے پہنچنے سے پہلے ہی اس مقام سے روانہ ہو گئے تھے اور روانگی کے وقت اپنے زاد راہ سے سویق (ستو) کو چھوڑ گئے۔ مسلمانوں نے اس کو غنیمت جان کر لے لیا اسی اعتبار سے اس غزوہ کا نام غزوہ[2] سویق رکھا گیا۔

غزوہ بحران: غزوہ سویق سے واپس آ کر ذی الحجہ کے باقی ایام آپ نے مدینہ میں بسر کئے۔ ماہ محرم ۳ھ[3] میں پھر غطفان پر چڑھائی کی۔ اس مرتبہ مدینہ میں عثمان بن عفان کو اپنا نائب مقرر فرما گئے تھے۔ ماہ صفر تک نجد میں ٹھہرے رہے۔ جب مشرکین میں سے کوئی متنفس بر سر مقابلہ نہ آیا تب آپ بلا جنگ مدینہ واپس آ گئے پھر اواخر ماہ ربیع الاول میں بخیال قریش مدینہ سے روانہ ہوئے ابن مکتوم کو اپنا قائم مقام بنایا۔ بحران معدان (حجاز) تک بڑھ گئے تھے۔ جمادی الثانی تک وہیں مقیم رہے، لیکن کفار قریش میں سے کوئی شخص مقابلہ پر نہ آیا۔ اس وجہ سے اس مرتبہ بھی بلا جنگ و جدال واپس تشریف لائے۔

کعب بن اشرف کی فتنہ انگیزیاں: کعب بن اشرف طے کا ایک یہودی تھا اس کی ماں یہود بنو نضیر سے تھی۔ جس وقت آپ مدینہ میں تشریف لائے تھے۔ اسی وقت سے اس کو ایک ذاتی خصومت تھی۔ لیکن واقعہ بدر کے بعد یہ آنحضرت ﷺ کے تصور ذکر سے اور زیادہ جلنے لگا۔ چنانچہ زید بن حارثہ، عبداللہ بن رواحہ (رضی اللہ عنہما) جب مدینہ میں فتح بدر کی خوشخبری لے کر آئے اور اس نے بھی سنا تو بے ساختہ یہ کہہ اٹھا ((ویلکم احق هذا و هولا اشرف العرب و ملوک الناس و ان کان محمد اصاب هؤلاء فبطن الارض خير من ظهرها)) یعنی "تف ہو تم پر کیا یہ سچی بات ہے قریش تو عرب کے شرفا اور عوام کے بادشاہ تھے اگر انہیں محمد ﷺ نے ختم کر دیا ہے تو پھر زندگی سے موت بہتر ہے" جب اس کو اس واقعہ کا یقین ہو گیا تو مکہ چلا آیا اور مطلب بن ابی وداعہ سہمی کے پاس جا کر اترا (اس کی زوجیت میں عاتکہ بنت اسید بن ابی العیص بن امیہ تھی) اور لوگوں کو آنحضرت ﷺ کی مخالفت پر ابھارنے لگا اشعار پڑھتا اور مقتولین مشرکین بدر پر روتا تھا۔ چند دنوں

---

[1] یہ واقعہ عریض میں ہوا تھا ان دو شخصوں میں سے ایک معبد بن عمرو انصاری تھے اور دوسرا ان کا حلیف تھا۔

[2] یہی غزوہ ۲ھ کو ختم ہوتا ہے اسی سنہ کے آخری مہینہ میں عثمان بن مظعون کا انتقال ہوا۔ بقیع میں دفن کئے گئے اور ان کی قبر کے سرہانے ایک پتھر علامت کے لئے کھڑا کر دیا گیا بعض کہتے ہیں حسن ابن علی اسی مہینہ میں پیدا ہوئے اور بعض کہتے ہیں کہ ہجرت کے بائیسویں مہینہ علی بن ابی طالب کا فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عقد ہوا، پس اگر یہ صحیح ہے تو پہلی بات یقیناً باطل ہے۔ واللہ اعلم

[3] اسی ۳ھ کے ماہ ربیع الاول میں عثمان بن عفان کا عقد ام کلثوم بنت رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہوا اور ماہ جمادی الثانی میں ان کی رخصتی ہوئی۔

کے بعد مدینہ لوٹ آیا۔ پہلے عاتکہ بنت اسید کی نسبت عشقیہ مضامین لکھے۔ بعد ازاں مسلمانوں کی عورتوں کا اپنی غزلیات و قصائد میں ذکر کرتا اور ان کے ساتھ تشبیب کرنے لگا۔

کعب بن اشرف کا قتل: آنحضرت ﷺ کو اس کا یہ فعل ناگوار گزرا آپؐ نے فرمایا ((من یقتل کعب ابن اشرف)) ''کون شخص ہے جو کعب ابن اشرف کو مارے گا؟'' محمد بن مسلمہ و ملکان بن سلامہ بن وقش یعنی ابو نائلہ (کعب کے رضاعی بھائی عبدالاشہل سے) و عباد بن بشر وقش و حرث بن بشر بن معاذ و ابوعبس بن حبیر (حارثی) نے عرض کیا ہم لوگ اس کو ماریں گے آپ ﷺ نے ان لوگوں کو اجازت دی۔ اور ان کے حق میں دعائے خیر کی ان میں سے ملکان بن سلامہ پہلے اس کے پاس گئے اور بہ اجازت آنحضرت ﷺ آپؐ سے انحراف و بیزاری ظاہر کر کے اپنی تنگی معیشت کی شکایت کی اور یہ کہا کہ تم ہم کو اور ہمارے ساتھیوں کو کھلاؤ اور ان کے ہاتھ غلہ کھانا فروخت کرو۔ تمہارے اطمینان کے لئے بعوض اس کے تادائے قیمت ہم اپنے ہتھیار تمہارے پاس رہن کئے دیتے ہیں'' کعب بن اشرف اس امر پر راضی ہو گیا۔ ملکان بن سلامہ نے کہا کیا اچھا ہوتا کہ چاندنی رات ہے تمہارے ساتھ باتیں کرتے ہوئے چلتے اور تمہارے مکان سے باہر اس ٹیلہ پر ہمارے اور بھی احباب ہیں ان سے بھی باتیں کر لیتے'' کعب بن اشرف یہ سنتے ہی اٹھ کھڑا ہوا اور ان کے ساتھ چلنے لگا۔ اپنے مکان سے کچھ زیادہ دور نہ گیا ہو گا کہ محمد بن مسلمہ وغیرہ بھی آ ملے۔ آپس میں اِدھر اُدھر کی باتیں کرتے جا رہے تھے اور کعب بن اشرف مسلمانوں کی ہجو اور ان کے تذکرے عشق و حسن کے کرتا جا رہا تھا۔ اس اثناء میں محمد بن مسلمہ نے موقع دیکھ کر ایک وار کر دیا ان کے ہاتھ کے چھوڑتے ہی اور لوگوں نے بھی تلواریں چلائیں۔ کعب بن اشرف ایک چیخ مار کر مر گیا اور اس کے اردگرد کے اہل حصون نے سنتے ہی آگ روشن کر دی لیکن یہ لوگ دوسرے راستہ سے بچ کر نکل آئے۔

یہود کا مدینہ میں خوف و ہراس: تھوڑی دور چل کر حرث عریض کے انتظار میں ٹھہرے جب یہ آ گئے تو پچھلی شب میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اس وقت آپ نماز پڑھ رہے تھے جب نماز سے فارغ ہوئے ان لوگوں نے کعب بن اشرف کے مارے جانے کی اطلاع دی۔ کعب کو مارتے وقت حرث آپس ہی کی تلوار سے زخمی ہو گئے تھے۔ اسی وجہ سے وہ تیزی سے چل نہ سکتے تھے اور ان کے ساتھی ان کا انتظار کرتے ہوئے چل رہے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے ان کے زخم پر اپنا لب لگا دیا جس سے بحکم الٰہی وہ اچھا ہو گیا۔ یہودیوں پر اس واقعہ سے خوف طاری ہو گیا ہر یہودی مسلمان سے ڈرنے لگا آپؐ نے بھی بالہام الٰہی یہودیوں کو قتل کرنے کا حکم دے دیا اسی زمانہ میں حویصہ[1] مسعود مسلمان ہو گئے اور ان سے

---

[1] حویصہ بن مسعود کے اسلام لانے کا ماجرا یہ ہے کہ قتل کے بعد کعب بن اشرف یہودی کے آپ ﷺ نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ تم لوگ جہاں کہیں یہودیوں پر قابو پاؤ قتل کر دو۔ اتفاق سے ایک روز محیصہ ابن مسعود (حویصہ کے بھائی نے) ابن شبینہ یہودی پر حملہ کر کے اسے قتل کر ڈالا (ابن شبینہ تجارت پیشہ آدمی تھے حویصہ و محیصہ اور اہل مدینہ اس کے یہاں سے دادوستد کیا کرتے تھے) حویصہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے اور محیصہ سے بڑے تھے انہوں نے محیصہ کو پکڑ کر مارنا شروع کیا اور کہنے لگے کہ اے دشمن خدا تو نے اس کو قتل کیا ہے جس کے مال سے تو شکم سیر ہوتا رہا ہے۔ محیصہ نے کہا واللہ مجھ کو اس کے قتل کا ایسے شخص نے حکم دیا ہے کہ اگر وہ تیرے قتل کا حکم دیتا تو بے شک میں تجھ کو بھی قتل کر ڈالتا۔ حویصہ نے کہا کیا تو سچ کہتا ہے کہ اگر ←

پہلے ان کے بھائی محیصہ بعض یہودیوں کے قتل کی وجہ سے اسلام لا چکے تھے۔

یہودیوں کی عہد شکنی: بدر میں فتح یابی کے بعد وہاں سے واپسی پر ایک روز آنحضرت ﷺ بنو قینقاع کے بازار میں تشریف لے گئے اور ان کو انہیں کی کتابوں سے سمجھانے لگے اثناء واعظ میں آپ ﷺ نے[1] فرمایا اگر تم لوگ اپنی بے دینی اور تمرد سے باز نہ آؤ گے تو اللہ جل شانہ کا تم پر اس طرح غضب نازل ہوگا جیسا کہ قریش پر بدر میں نازل ہوا اور ٹھیک اسی طرح تم لوگ بھی ذلیل وخوار ہو گے جیسا کہ وہ لوگ ہوئے'' یہود قینقاع یہ سن کر برہم ہو گئے اور کہنے لگے ''تم اس غرہ میں نہ رہنا' تمہارا ایسی قوم سے مقابلہ ہوا تھا جو لڑائی سے واقف ہی نہ تھی اس وجہ سے تم کو جو ملنا تھا مل گیا (یعنی فتح ہوئی) واللہ اگر تم ہم کو آزماؤ گے تو تم کو معلوم ہو جائے گا کہ ہم لوگ مرد ہیں'' یہود بنو قینقاع کو اس جواب پر تسکین نہیں ہوئی بلکہ بوجہ شامت اعمال نہایت درشتی سے آپ کو انہوں نے واپس کیا اور صلح نامہ سے منحرف ہو گئے جو آنحضرت ﷺ نے ہجرت مکہ کے بعد مدینہ میں ورود کے وقت تحریر فرمایا تھا۔ اللہ جل شانہ' نے یہ آیات نازل فرمائی:

﴿اما تخافن من قوم خيانة فانبذ اليهم على سواء ان الله لا يحب الخائنين و لا يحسبن الذين كفروا سبقوا ط انهم لا يعجزون و اعدوا لهم مااستطعتم من قوة و من رباط الخيل ترهبون به عدوا لله وعدوكم اخرين من دونهم لا تعلمونهم الله يعلمهم ط و ما تنفقوا من شئى فى سبيل الله يوف اليكم و انتم لا تظلمون﴾

یعنی ''اور اگر ڈرے تُو کسی قوم کی خیانت سے تو پھینک دے ان کی طرف ان کے عہد کو اس طرح پر کہ برابر ہو جائیں (یعنی عہد شکنی کا الزام تم پر عائد نہ ہوگا) بے شک اللہ خیانت کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا اور نہ

﴿محمد ﷺ میرے قتل کا حکم دیتے تو مجھ کو قتل کر دیتا؟ محیصہ نے کہا واللہ اگر مجھ کو تیری گردن مارنے کا حکم دیا جاتا تو بے شک میں تیری گردن مارتا اور ذرا بھی بھائی ہونے کا خیال نہ کرتا حویصہ یہ سن کر متعجب ہو گیا اور بے ساختہ کہہ اٹھا کہ جس دین کی محبت دلوں میں اس درجہ ہو جائے وہ بلاشبہ حق ہے۔ اس کے بعد حویصہ آنحضرت ﷺ کے پاس آئے اور سچے دل سے مسلمان ہو گئے۔

[1] ابن اسحاق بچند سلسلہ ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آیہ کریمہ ﴿قل الذين كفروا ستغلبون و تحشرون الى جهنم و بئس المهاد قد كان لكم اية فى فئتين التقة فئة تقاتل فى سبيل الله و اخرى كافرة يرونهم مثليهم لاى العين و الله يؤيد بنصره من يشاء ان فى ذلك لعبرة الاولى الابصار﴾ یعنی ''آپ کافروں سے کہہ دو جلد ہی تم شکست کھاؤ گے اور جہنم کی طرف جمع کیے جاؤ گے اور وہ بدترین بچھونا ہے تمہارے لئے بھڑ جانے والی جماعتوں میں نشانی ہے ایک جماعت تو اللہ کی راہ میں لڑ رہی ہے اور دوسری کافر ہے۔ مسلمان اپنی آنکھوں سے کافروں کو دگنا دیکھ رہے ہیں اور اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی مدد سے تائید فرما دیتا ہے بلاشبہ اس میں آنکھوں والوں کے لئے بڑی عبرت ہے'' بنو قینقاع کی بابت نازل ہوئی ہے یہی فاضل بروایت عاصم بن عمر بن قتادہ بیان کرتے ہیں کہ سب سے پہلے یہود بنو قینقاع نے عہد شکنی کی اور اثناء بدر و اُحد میں لڑے۔ ابن ہشام کہتے ہیں کہ عبداللہ بن جعفر بن المسور بن مخرمہ نے ابوعون سے روایت کی ہے کہ دشمن دین اسلام سے اس وجہ سے جنگ کی گئی کہ ایک مسلمان عورت بنو قینقاع کے بازار میں گئی اور جو کچھ اس کو بیچنا تھا اس کو فروخت کر کے زرگر کی دکان پر جا کر بیٹھی یہودیوں نے اس کے چہرہ کو کھولنا چاہا عورت نے اس سے انکار کیا۔ زرگر نے اٹھ کر چپکے سے اس کے کپڑے کے دونوں کنارے اس کی پشت کی طرف باندھ دیئے جب وہ غریب کھڑی ہوئی تو اس کا ستر کھل گیا۔ یہ لوگ ہنسنے لگے عورت نے شور مچایا چنانچہ ایک مسلمان مرد نے پہنچ کر اس زرگر کو مار ڈالا۔ یہودیوں نے اس غریب مسلمان کو تنہا پا کر قتل کر دیا۔ جب اس کی اطلاع مسلمانانِ مدینہ کو ہوئی تو وہ سخت برہم ہوئے اور آنحضرت ﷺ نے نقض عہد کی وجہ سے ان سے غزو (مذہبی لڑائی) کا اعلان کر دیا۔ واللہ اعلم

گمان کریں وہ لوگ جو کافر ہوئے ہیں کہ انہوں نے پیش دستی کی ہے۔ بے شک وہ لوگ عاجز نہ کرسکیں گے اور اے مسلمانو! مہیا کرو جو کچھ کر سکو قوت سے اور آمادہ رکھنے گھوڑوں سے اس سے ڈراؤ دشمنان خدا اور اپنے دشمنوں کو اور ان کے سواروں کو تم نہیں جانتے ہو اللہ ان کو جانتا ہے اور جو کچھ خرچ کرو گے اللہ کی راہ میں پورا کیا جائے گا تمہاری طرف (یعنی ثواب دیا جائے گا) اور تم پر ظلم نہ کیا جائے گا''۔

غزوۂ بنوقینقاع : بعض غزوہ[1] بنوقینقاع کا سبب یہ ظاہر کرتے ہیں کہ ایک مسلمان نے کسی یہودی کو کسی مظلمہ کی وجہ سے ان کے بازار میں قتل کیا چونکہ یہود از راہ حسد واقعہ بدر سے بھرائے ہوئے تھے۔ اس غریب مسلمان پر ٹوٹ پڑے اور عہد شکنی کی۔ الغرض جب آیۂ مرقومہ بالا نازل ہوئی تو آنحضرت ﷺ نے ان پر حملہ کی تیاری کی۔ مدینہ میں بشیر بن عبدالمنذرؓ اور بروایت بعض ابولبابہؓ کو بجائے اپنے مقرر فرما کر بنوقینقاع کی طرف بڑھے۔ بنوقینقاع مضافات مدینہ میں رہتے تھے' ان کے نہ تو باغات تھے اور نہ کاشتکاری تھی بلکہ یہ لوگ عام طور سے تجارت وحرف پیشہ تھے ان میں سات سو آدمی لڑنے والے تھے جن میں سے تین آدمی زرہ پوش تھے۔ یہ سب عبداللہ بن سلامؓ کی قوم کے تھے پندرہ روز تک آپ نے ان کو بلا جنگ محاصرہ میں رکھا سولہویں روز آپ کے حکم سے اصحابؓ بنوقینقاع میں داخل ہوئے اور ان کی مشکیں باندھ کر قتل کرنے کو لائے۔

بنوقینقاع کی جلاوطنی : عبداللہ بن ابی ابن سلول نے ان کی سفارش کی اور آنحضرت ﷺ سے انتہائی منت سماجت کر کے ان کی جان بخشی کرائی۔ آپ نے عبداللہ بن ابی سلول کے کہنے سے قتل تو نہ کیا لیکن اسباب وہتھیار لے کر جلاوطنی کا حکم دے دیا۔ چنانچہ عبادۃ ابن الصامتؓ نے ان کو خیبر تک نکال دیا اور آنحضرت ﷺ مال غنیمت لے کر مدینہ واپس آئے یہ پہلا خمس ہے جس کو آنحضرت ﷺ نے اپنے دست مبارک سے لیا۔ اس کے بعد عید الاضحیٰ کا دن آیا آپ نے اپنے اصحابؓ کو ہمراہ لے کر صحراء میں جا کر نماز ادا فرمائی اور دستِ مبارک سے دو بکریاں قربان فرمائیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے یہ پہلی قربانی کی تھی۔ واللہ اعلم

سریہ زید بن حارثہؓ : واقعہ بدر کے بعد قریش پر مسلمانوں کا خوف کچھ ایسا غالب ہو گیا تھا کہ وہ ان کی چھیڑ چھاڑ کے خوف سے عام راستہ پر چلنا گوارا نہ کرتے تھے۔ اگرچہ تجارت کی وجہ سے سفر کرنا ان کے لئے ضروری تھا۔ لیکن بمجبوری ان لوگوں نے شام کا راستہ چھوڑا اور عراق کا راستہ اختیار کیا۔ راستہ نہ جاننے کی وجہ سے فرات بن حیان کو (قبیلہ بکر بن وائل سے) رہبری کے لئے اجرت پر مقرر کیا۔ اس کے بعد تاجروں کا ایک قافلہ مکہ سے عراق ہوتا ہوا موسم سرما میں روانہ ہوا جس میں ابوسفیان بن حرب وصفوان بن امیہ بھی تھے۔ جب آنحضرت ﷺ کو اس قافلہ کی روانگی اور اس کے مال واسباب کی اطلاع ہوئی تو آپ نے زید بن حارثہ کو چند صحابیوںؓ کے ہمراہ روانہ کیا۔ زید بن حارثہؓ نے نہایت تیزی وعجلت سے شبانہ روز سفر کر کے قافلہ قریش سے مقابلہ کیا اور کامیاب ہوئے۔ ابوسفیان وصفوان اور اس کے ہمراہی بھاگ گئے۔ صرف فرات بن حسان عجلی گرفتار ہو سکے وہ بھی مدینہ پہنچ کر مسلمان ہو گئے۔ اس واقعہ میں مال غنیمت کا اندازہ اس سے بخوبی ہو سکتا ہے کہ اس

---

[1] اس غزوہ میں آنحضرت ﷺ کا لواء مبارک حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب کے ہاتھ میں تھا۔

مال غنیمت سے جو خمس نکالا گیا تھا اس کی تعداد بیس ہزار تھی۔

ابن ابی حقیق کی ریشہ دوانیاں: کعب بن اشرف یہودی کے مارے جانے کے بعد سلام بن ابی حقیق یہودی نے سر اٹھایا یہ خیبر کا رہنے والا تھا اس کی کنیت ابورافع تھی یہ اکثر بلکہ ہمیشہ آنحضرت ﷺ اور آپ کے اصحابؓ کو طرح طرح کے ناملائم کلمات سے ایذائیں دیتا تھا علی الاعلان سخت وسُست کہتا پھرتا تھا آپ کے مقابلہ پر لوگوں کو ابھارتا اور گروہ بندی کرتا رہتا تھا۔ چونکہ اوس وخزرج مدینہ کے سربرآوردہ قبائل تھے جو ایک دوسرے پر آنحضرت ﷺ کی اطاعت و امداد میں فوقیت کے خواہاں تھے یہ بالکل ناممکن تھا کوئی ایک بھی ایسا نہ تھا جو اسلام اور آنحضرت ﷺ کی ذات خاص سے متعلق اس کو ایک قبیلہ کرے اور دوسرا اس کے جواب میں نہ کرے۔ بنو اوس کعب بن اشرف یہودی کو قتل کر چکے تھے۔ لیکن بنوخزرج اس جیسا کوئی کام انجام نہیں دے سکے تھے۔ حالانکہ وہ اسی قسم کی جستجو وفکر میں تھے۔ جب ان کو ابن ابی حقیق یہودی کی بدذاتیوں اور شرارتوں کی اطلاع ہوئی تو بنوخزرج آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے اس کے قتل کی اجازت چاہی۔ کیونکہ ابن ابی حقیق بھی کعب بن اشرف کی طرح اسلام اور اسلامیوں کا مخالف اور آنحضرت ﷺ کا جانی دشمن تھا اس لئے آپ نے ان کو اجازت دے دی۔

ابن ابی حقیق کا خاتمہ: چنانچہ قبیلہ خزرج خاندان بنوسلمہ سے آٹھ آدمی روانہ ہوئے منجملہ ان کے عبداللہ بن عتیک و مسعود بن سنان وابوقتادہ وحرث بن ربعی (رضی اللہ عنہم) بھی تھے۔ ان سب کے سردار عبداللہ بن عتیک مقرر ہوئے۔ روانگی کے وقت آنحضرت ﷺ نے ان لوگوں کے لڑکوں اور عورتوں کے قتل کرنے کو منع فرما دیا۔ نصف جمادی الثانی ۳ھ ہجری میں یہ لوگ مدینہ سے نکل کر خیبر پہنچے اور ابن ابی حقیق کے مکان کے قریب قیام کیا۔ رات کو جب وہ اپنے مکان کے دروازے بند کر کے سو رہا تھا اس کو آواز دی ابن ابی حقیق نے جیسے ہی دروازہ کھولا یہ لوگ شمشیر برہنہ لئے ہوئے گھس پڑے اور اس کو مار کر مکان سے باہر ایک مقام پر ٹھہر گئے لیکن جب ناعی (خبر دہندہ موت) نے قصر کی فصیل پر کھڑے ہو کر ابن ابی حقیق کے مارے جانے کا اعلان کر دیا۔ تب یہ لوگ اس کے مارے جانے کا یقین کر کے واپس ہوئے اور آنحضرت ﷺ کی خدمت میں اس کے قتل کی اطلاع دی۔ ابن ابی حقیق کے مکان سے نکلتے وقت ان لوگوں میں سے ایک شخص کی پنڈلی میں چوٹ آ گئی تھی' آپ سے اس کی شکایت کی گئی آپ نے اس پر ہاتھ پھیر دیا وہ اچھا ہو گیا۔

باب : ۷

غزوہ اُحد ۳ھ

قریشِ مکہ کی جنگی تیاریاں: ان سابقہ واقعات اور معرکہ بدر کے بعد اہل قریش کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کا خیال ترقی پذیر ہو گیا اہل قافلہ سے مالی امداد کے خواستگار ہوئے جب قابل اطمینان و بقدر کفایت مال جمع ہو گیا تب اہل قریش اپنے حلیفوں اور دوستوں کے ساتھ شوال ۳ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑنے کے لئے روانہ ہوئے۔ وسط میں پیادوں کی جماعت تھی اردگرد نیزہ بردار اور تیر انداز سواروں کا گروہ تھا۔ میدان جنگ سے نہ بھاگنے اور سینہ سپر ہو کر لڑنے کا حلف اٹھا لیا گیا۔ چوتھی شوال کو مدینہ کے مقابل ایک وادی کے کنارے احد کے قریب مقام ذوالحلفیہ (بطن سنجہ) میں آ کر پڑاؤ ڈالا۔ تین ہزار کی ان کی جمعیت تھی سات سو ان میں زرہ پوش جنگ آزمودہ لوگ تھے ان کے علاوہ دو سو گھوڑے تھے اس لشکر کا سپہ سالار ابوسفیان تھا' ان لوگوں کے ساتھ پندرہ عورتیں بھی دف لئے ہوئے تھیں جو مقتولین بدر پر روتی اور ان کو لڑائی پر ابھارتی اور غیرت دلاتی تھیں۔

طریقۂ جنگ کے بارے میں صحابہ میں اختلافِ رائے: ان حالات کی اطلاع جب آنحضرت ﷺ کو ہوئی تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ مدینہ کی قلعہ بندی کر لو اور باہر کوئی نہ نکلے۔ اس صورت میں اگر مشرکین مکہ ہم پر حملہ کریں گے تو ہم ان سے لڑیں گے ورنہ خیر۔ اس رائے پر عبداللہ بن ابی بن سلول نے بھی اپنی پرزور تائید کی لیکن ان چند صحابیوںؓ نے اس رائے سے اختلاف کیا اور جنگ کے لئے پیش قدمی پر بمنت وزاری آنحضرت ﷺ کو آمادہ کیا جو اس واقعہ میں شہید ہوئے علاوہ ان کے اس میں وہ لوگ بھی شریک تھے جو بدر میں شامل نہیں ہو سکے تھے۔ آنحضرت ﷺ ان لوگوں کے اصرار پر اندر تشریف لے گئے اور مسلح ہو کر بکراہت باہر آئے اس وقت ان لوگوں نے اپنے اصرار کو خلافِ مرضی سمجھ کر عرض کیا ((یا رسول اللّٰہ ان شئت فاقعد)) یعنی ''اے رسول اللہ ﷺ اگر آپ کی رائے ہو تو بیٹھ جائیے یعنی باہر نکل کر لڑائی نہ کیجئے۔ آپ ﷺ نے جواب دیا کہ ''کسی نبی کو جائز نہیں ہے جب کہ وہ مسلح ہو جائے یہ کہ قبل لڑائی کے وہ اپنے ہتھیار کو رکھے یا بلا جنگ کئے ہوئے واپس آئے''۔

مجاہدین کی روانگی: ایک ہزار صحابیوںؓ کو لے کر آپ ﷺ مدینہ سے نکلے اور ابن ام مکتومؓ کو بقیہ مسلمانان مدینہ کے

نماز پڑھانے کے لئے چھوڑ گئے جس وقت آپ ﷺ مدینہ و اُحد کے وسط میں پہنچے۔ عبداللہ بن ابی ایک ثلث آدمیوں کو اپنے ہمراہ لے کر آپ ﷺ سے اس وجہ سے علیحدہ ہو گیا کیونکہ یہ جنگ اس کی مرضی کے خلاف تھی اور مدینہ سے باہر نکل کر مقابلہ کی تیاری کی گئی تھی۔ آنحضرت ﷺ حرہ بن بنو حارثہ ہوتے ہوئے احد کی ایک گھاٹی میں جا اترے۔ آپ ﷺ کے ہمراہ سات سو آدمیوں کا گروہ تھا جس میں پچاس سوار اور پچاس تیر انداز شامل تھے۔ آپ ﷺ نے بنو عمرو بن عوف سے عبداللہ بن جبیرؓ اور خوات بن جبیرؓ کو تیر اندازوں کا سردار مقرر کر کے لشکر کے پیچھے جبل احد پر بٹھا دیا تا کہ مشرکین مکہ مسلمانوں پر پیچھے سے حملہ نہ کر سکیں اور لواء مظفر کو مصعب بن عمیرؓ (بنو عبدالدار) کے سپرد فرمایا۔

کمسن مجاہدین کی واپسی: سمرہ بن جندب الفزاریؓ و رافع بن خدیجؓ حارثی اس وقت پندرہ پندرہ برس کے تھے پہلے آپ نے ان کو واپس کیا لیکن جب اصحابؓ نے عرض کیا کہ یہ تیر اندازی جانتے ہیں تو آپ نے ان کو تیر اندازوں میں شامل فرما دیا لیکن حضرت اسامہ بن زیدؓ و حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطابؓ و حضرت زید بن ثابتؓ بخاری و حضرت عمرو بن حرام و براء بن عازب حارثی و اسید بن ظہیرؓ و عرابہ بن اوسؓ و زید بن ارقم و ابو سعید خدری رضی اللہ عنہم کو میدان جنگ سے اس بناء پر لوٹا دیا کیونکہ اس وقت ان لوگوں کی عمریں چودہ چودہ برس کی ہوں گی۔

جنگِ اُحد: قریش کے سواران میمنہ خالد بن ولید اور میسرہ پر عکرمہ بن ابو جہل مامور تھے آپ ﷺ نے اپنی سیف ابو دجانہ سماک بن خرشہ ساعدیؓ کو مرحمت[1] فرمائی' یہ بہت بڑے شجاع اور جوانمرد نیز فنون جنگ کے بخوبی ماہر تھے قریش کے ہمراہ اس لڑائی میں ابو عامر عبد عمرو بن صیفی بن مالک بن نعمان (حنظلہ غسیل ملائکہ) کا باپ طلیعہ تھا۔ یہ ایام جاہلیت میں راہب ہو گیا تھا جب اسلام کی روشنی پھیلی تو اس پر بدبختی سوار ہو گئی' مسلمانوں کی ترقی دیکھ نہ سکا اس وجہ سے مکہ چلا گیا۔ کفار مکہ معرکہ اُحد میں اس کو اس خیال سے لائے تھے کہ بنو اوس جس کا یہ سردار تھا اس کو دیکھ کر آنحضرت ﷺ کا ساتھ چھوڑ دیں گے لیکن ان کا خیال بالکل غلط نکلا۔ چنانچہ ابو عامر اسی خیال سے سب سے پہلے میدان جنگ میں لڑنے کو آیا اور بنو اوس کو آواز دی ان لوگوں نے اس کی آواز پہچان کر کہا لا انعم اللہ بک عتیا یا فاسق یعنی ''اے فاسق تیری آنکھ کو نعمت

---

[1] ابن ہشام نے اس واقعہ کو یوں بیان کیا ہے کہ جس وقت فریقین کی صفیں مرتب ہو گئیں تو آنحضرت ﷺ نے اپنی تلوار کو ہاتھ میں لے کر فرمایا ((من یاخذ ھذا السیف بحقه)) یعنی ''ہے کوئی جو یہ تلوار لے کر اس کا حق ادا کرے'' یہ سن کر کئی صحابیوںؓ نے استدعا کی لیکن آپ نے کسی کو نہ دی اس اثناء میں ابو دجانہ سماک بن خرشہؓ نے عرض کیا ((و ما حقه یا رسول اللّٰه)) یعنی ''اے اللہ کے رسول اس کا کیا حق ہے؟'' آپ نے فرمایا ((ان تضرب بہ العدو حتی ینحنی)) یعنی ''اس کا حق یہ ہے کہ تم اس سے دشمنوں کو مارتے جاؤ یہاں تک کہ یہ خم ہو جائے''۔ ابو دجانہ نے یہ سن کر عرض کیا ((انا اخذه یا رسول اللّٰه بحقه)) یعنی ''میں اس کو اس کا حق ادا کرنے کے لئے لیتا ہوں''۔ آنحضرت ﷺ نے یہ سنتے ہی تلوار ابو دجانہؓ کو دے دی۔ ابو دجانہؓ نے تلوار آپ کے ہاتھ سے لے کر سرخ عمامہ نکالا (جس کو وہ لڑائیوں میں باندھا کرتے تھے) اور سر پر باندھ کر اکڑ کر لشکر کی صفوں میں ٹہلتے ہوئے یہ اشعار پڑھ رہے تھے انا الذی عاھد فی خلیلی ☆ و نحن بالسفح لدی النخیل ☆ ان لا اقوم الدھر فی الکبول ☆ اضرب بسیف اللّٰه و الرسول ''یعنی میں وہی ہوں جس سے میرے دوست نے جب کہ ہم باغ کے قریب میدان میں تھے اس بات کا پکا اقرار کرا لیا ہے کہ میں کسی حال بھی میں پچھلی صفوں میں نہ رہوں گا اور اللہ اور اس کے رسولؐ کی تلوار سے دشمنوں کو کاٹتا رہوں گا''۔ آنحضرت ﷺ نے ابو دجانہ کو اکڑتے ہوئے دیکھ کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس رفتار کو پسند نہیں کرتا مگر ایسے وقت میں۔ واللہ اعلم

نصیب نہ ہو''۔

آغازِ جنگ: اس کے بعد لڑائی شروع ہوگئی۔ مسلمانوں نے جی کھول کر مقابلہ کیا اس میں حضرت حمزہؓ و حضرت طلحہ و حضرت شیبہ و حضرت ابودجانہ و حضرت نضر بن انس (رضی اللہ عنہم) بڑی بڑی مشکلات میں مبتلا ہوئے۔ ان کے علاوہ انصارؓ کی ایک جماعت سینہ سپر ہو کر شہید ہوئی لڑائی کا آغاز نہایت دشوار اور سخت ہوگیا پہلے تو قریش کے پاؤں میدان جنگ سے اکھڑ گئے مسلمانوں کے حملے سے منہ چھپا کر بھاگے لیکن اس کے بعد جونہی تیراندازان اسلام اپنا مرکز قیام چھوڑ کر آگے بڑھے مشرکین نے پلٹ کر تیراندازوں کو پیچھے سے مارنا شروع کر دیا۔ مسلمانوں کی صفیں درہم برہم ہوگئیں۔

حضرت مصعب بن عمیرؓ کی شہادت: دشمنان خدا رسول اللہ ﷺ تک پہنچ گئے۔ لیکن حضرت مصعب بن عمیرؓ علم بردار نے جو آپ کے پاس ہی تھے کفار کا مقابلہ کیا یہاں تک کہ شہید ہو گئے آنحضرت ﷺ کے چہرہ مبارک پر چوٹ آئی۔ دائیں جانب کے نیچے کا دانت شہید ہوگیا بیان کیا جاتا ہے کہ یہ سب ایذائیں عتبہ بن ابی وقاص وعمرو بن قمیہ لیثی نے پہنچائیں تھیں اور یہی اس امر کے بانی مبانی ہوئے تھے۔

حضرت حنظلہ کی شہادت: ابوسفیان پر حنظلہؓ نے جیسے ہی دوڑ کر وار کرنا چاہا شداد بن اسود لیثی نے ایک گڑھے سے نکل کر روک کر وار کر دیا جس سے حضرت حنظلہؓ شہید ہو گئے۔ یہ اس وقت جنبی تھے (یعنی ان پر غسل جنابت فرض تھا) آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ان کو ملائکہ نے غسل دیا ہے)

رسول اکرم ﷺ پر کفار کی یورش: مشرکین نے آپ ﷺ پر پتھراؤ شروع کیا تو آپ ﷺ ایک گڑھے میں گرنے لگے حضرت علیؓ نے پہنچ کر فوراً ہاتھ پکڑ لیا اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے کمر میں ہاتھ ڈال کر اٹھا لیا چہرہ مبارک کے زخم کو مالک بن سنان خدری (والد ابوسعید خدری) نے خون سے صاف کیا مغفر (لوہے کا خود) کے دو حلقے چہرہ تک اتر آئے تھے جن کو حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے نکالا۔ مشرکین لڑتے ہوئے آپ ﷺ کے پاس پہنچ گئے کئی صحابیؓ اس مقام پر شہید ہو گئے۔ آخری صحابیؓ عمار بن یزید بن السکن تھے جو آنحضرت ﷺ کے بچانے کی غرض سے مشرکین کے مقابلہ پر آئے اور شہید ہوئے۔ ان کے بعد حضرت طلحہؓ نے مشرکین کا مقابلہ کیا یہاں تک کہ مشرکین آپ کے پاس سے دور ہو گئے ابودجانہ آپ کو چھپائے ہوئے کھڑے تھے تیر پر تیر ان کی پشت پر لگتے جاتے مگر حرکت تک نہ کرتے تھے یہاں تک کہ آپؓ شہید ہو گئے قتادہ بن النعمانؓ کی آنکھ پر ایک تیر آ کر لگا جس سے ان کی آنکھ نکل کر رخسار پر آ گئی تھی آپ ﷺ نے اپنے دستِ مبارک سے آنکھ کو اس کی جگہ پر رکھ دیا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے اچھی ہوگئی۔

شہادت رسول ﷺ کی افواہ: نضر بن انسؓ لڑتے ہوئے صحابہؓ کی اس جماعت تک پہنچے جو متحیر کھڑے ہوئے تھے نضر بن انسؓ نے ان سے کہا ''تم لوگ کیا دیکھتے ہو؟'' ان لوگوں نے کہا کہ ''آنحضرت ﷺ تو شہید ہو گئے اب کیا کریں'' نضر بن انسؓ نے کہا ''چلو لڑو جو کام آنحضرت ﷺ کے حالتِ حیات میں کرتے' وہی اب کرو اور اسی

حال میں اپنی جان دے دو جس حالت میں آنحضرت ﷺ شہید ہوئے ہیں''۔ یہ کہہ کر آگے بڑھے اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے ان کے جسم پر ستر زخم لگ چکے تھے اکہتر ویں زخم سے شہید ہوئے۔ عبدالرحمٰن بن عوف کے بیس زخم لگے تھے زیادہ چوٹ پاؤں میں آئی تھی اس وجہ سے وہ لنگڑا کر چلتے تھے۔ اسی لڑائی میں حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب آنحضرت ﷺ کے چچا شہید ہوئے ان کو وحشی[1] غلام بن مطعم بن عدی نے شہید کیا۔ عمرو بن قمیہ نے[2] اسی اثناء میں مصعب بن عمیرؓ علم بردار لشکر اسلام کو آنحضرت ﷺ کے پاس شہید کیا اور اس خیال سے کہ آنحضرت ﷺ شہید ہو گئے ہیں کم بخت نے ایک بلند مقام پر چڑھ کر چلا کر کہہ دیا الا ان محمد قد قتل یعنی ''کان کھول کر سن لو محمد ﷺ قتل کر دیئے گئے'' اس آواز کے سنتے ہی اصحابؓ کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے' ہوش وحواس جاتے رہے تحیر کے عالم میں کھڑے ہو گئے کسی سے کچھ نہ بن پڑتا تھا حیرت زدہ ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے کہ کعب بن مالک شاعر (از بنو سلمہ) نے آنحضرت ﷺ کو پہچان کر بآواز بلند کہا ''خوش ہو جاؤ رسول اللہ ﷺ یہ ہیں'' آپ نے اسے دوبارہ کہنے سے روک دیا۔

مجاہدین کا پہاڑی پر اجتماع: صحابہؓ اس آواز کے سنتے ہی آپ کے پاس آ کر جمع ہو گئے اور آپ کے ہمراہ پہاڑ کی

---

[1] وحشی بن حرب قوم کا حبشی جبیر بن مطعم کا غلام تھا جس وقت قریش مکہ کے ارادے سے مدینہ کو روانہ ہونے لگے جبیر ابن مطعم نے وحشی کو بلایا اور کہا کہ اگر تو حمزہؓ عم محمد (ﷺ) کو بعوض میرے چچا طعیمہ بن عدی کے قتل کر ڈالے گا تو تجھ کو میں آزاد کر دوں گا (جبیر بن عدی کا چچا طعیمہ بن عدی جنگ بدر میں مارا گیا تھا) وحشی اس اقرار وعدہ پر روانہ ہوا جس وقت فریقین میں لڑائی ہو رہی تھی حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب کفار کی صفیں چیرتے ہوئے ارطاۃ بن عبدشرحبیل بن ہاشم بن عبدمناف بن عبدالدار علم بردار مشرکین تک پہنچ گئے اور اس کو قتل کر کے سباع بن عبدالعزیٰ غبشانی کی طرف ھلم انی یا ابن مقطعة العظور یعنی ''اے ختنہ کرنے والی عورت کے بیٹے ادھر آ'' کہہ کر بڑھے وحشی آپ کو آتے ہوئے دیکھ کر ایک پتھر کی آڑ میں چھپ گیا جب حضرت حمزہ جوش میں آگے بڑھ گئے اور اس کو ایک وار میں مار ڈالا تب وحشی نے تیر مارا حضرت حمزہؓ اس کی طرف لوٹ پڑے لیکن زخم کاری لگنے سے وحشی تک نہ پہنچ سکے وحشی نے دوبارہ ایک تیر اور مارا حضرت حمزہؓ تو شہید ہو گئے اور وحشی نے آ کر ہند بنت عتبہ سے یہ ماجرا بتایا اور ایک گوشہ میں جا کر بیٹھ گیا کیونکہ یہ محض اسی کام کے لئے آیا تھا۔ ہند بنت عتبہ مع چند عورتوں کے آئی اور ان کی ناک اور کان کاٹے ابوسفیان نے شہادت کے بعد نیزہ سے کئی مزید زخم دیئے۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون

[2] عتبہ بن ابی وقاص و ابن قمیہ لیثی ادرمی و ابی بن خلف جمحی و عبداللہ بن حمید اسدی و عبداللہ بن شہاب زہری نے آنحضرت ﷺ کے قتل کا باہم عہد و پیمان کیا تھا۔ چنانچہ ابن شہاب نے آنحضرت ﷺ کے چہرہ مبارک کو زخمی کیا اور عتبہ نے پتھروں سے مارا جس کی زد میں آ کر آپ کے دانت ٹوٹ گئے لب پھٹ گئے اور ابن قمیہ نے اس زور سے حملہ کیا کہ لوہے کے دو حلقے چہرہ میں گھس گئے آپ زمین پر گر پڑے گھٹنوں میں چوٹ آئی اتنے میں ابی بن خلف آپ کی طرف دوڑا آپ نے اس کا نیزہ یا زبیرؓ یا حرث بن الصمة کا لے کر ابی کو مارا اور ابودجانہ نے عبداللہ بن حمید کو قتل کیا۔ آنحضرتؐ چہرہ مبارک سے خون پونچھتے جاتے تھے اور فرماتے تھے ((کیف یفلح القوم خضبوا وجه نبیهم الدم و هو یدعوهم الی اللّٰه)) ''وہ قوم کیسے فلاح پا سکتی ہے جس نے اپنے نبیؐ کے چہرہ کو خون سے رنگا ہو اور وہ ان کو اللہ کی طرف بلاتا ہے'' اس کے بعد ابن قمیہ نے مصعب بن عمیرؓ علمبردار اسلام پر حملہ کیا دونوں میں لڑائی ہوئی جب حضرت مصعب بن عمیرؓ شہید ہو گئے اور ابن قمیہ اپنے گروہ میں آ کر چلا اٹھا قد قتلت محمد یعنی ''بے شک میں نے محمدؐ کو مار ڈالا'' نعوذ باللّٰہ۔ یہ سن کر کفار کا دل بڑھ گیا اور صحابہ پریشانی کی حالت میں متحیر ہو کر لڑائی سے رک گئے حضرت ابوبکرؓ نے صحابہؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا واللہ یہ خبر غلط ہے رسول اللہ ﷺ اشاعت دین کے لئے آئے تھے اور ابھی دین اسلام کہاں پھیلا ہے؟ ڈھونڈو انہیں ہیں آنحضرت ﷺ ہوں گے اور لڑو یہاں تک کہ کفار کو پیچھے ہٹا دو حضرت ابوبکر کے کہنے پر صحابہؓ کے دل میں یہ بات آ گئی اور آنحضرت ﷺ کو ڈھونڈنے اور لڑنے لگے یہاں تک کہ کعب بن مالک نے آپ کو سب سے پہلے پہچانا جیسا کہ مؤرخ ابن خلدون نے لکھا ہے۔

گھاٹی کی طرف چلے گئے جن میں حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ و علیؓ و زبیرؓ و حرث ابن الصمة انصاری رضی اللہ عنہم شامل تھے اتنے میں ابی بن خلف آ پہنچا آنحضرت ﷺ نے حرث بن الصمة کے ہاتھ سے نیزہ لے کر اس کے گلے میں مارا جس کی چوٹ سے منہ پھیر کر بھاگا مشرکین نے آواز دے کر کہا کہ ایک خفیف چوٹ کھا کر بھاگ نکلا دوڑ اور محمد ﷺ کو پکڑ۔ ابی نے کہا واللہ اس زخم سے میں جانبر نہ ہوں گا یہ نیزہ محمد ﷺ نے مارا ہے اگر کسی اور نے مارا ہوتا تو مجھ کو مطلق خیال نہ ہوتا۔ چنانچہ واپسی کے وقت اثناء راہ میں مر گیا۔

وحی کا نزول: لڑائی ختم ہونے پر علیؓ بن ابی طالب پانی لائے آپ نے منہ دھو کر وضو کیا اور پہاڑ کی چٹان پر چندے توقف کر کے بیٹھ کر اپنے اصحابؓ کے ساتھ نماز ظہر ادا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ سے شکست خوردہ مسلمانوں کے لئے دعا مغفرت کی اس وقت اللہ جل شانہ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿ان الذین تولوا منکم یوم التقی الجمعٰن انما استزلھم الشیطٰن ببعض ما کسبوا و لقد عفا اللّٰہ عنھم ان اللّٰہ غفور حلیم﴾

''بے شک تمہارے جو آدمی اس دن جس دن دو جماعتوں کا مقابلہ ہوا بھاگ کھڑے ہوئے تھے انہیں ان کے گناہوں کی وجہ سے شیطان نے ڈگمگا دیا تھا۔ اللہ نے ان کا قصور معاف فرما دیا۔ واقعی اللہ انتہائی بخشش والا اور نہایت بردبار ہے۔

شہدائے جنگِ اُحد: جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا' اس لڑائی میں مسلمانوں کی طرف سے حضرت حمزہؓ ابن عبدالمطلب اور حضرت عبداللہ بن جحشؓ و حضرت مصعب بن عمیرؓ اور پینسٹھ سرداران انصار شہید ہوئے۔ آنحضرت ﷺ کے حکم سے انہیں خون آلودہ کپڑوں میں جو وہ پہنے ہوئے تھے بلا غسل و نماز دفن کیا گیا اور مشرکین کی جانب سے بائیس نفر مارے گئے ان میں ولید بن العاصی بن ہشام و ابوامیہ بن ابی حذیفہ بن المغیرہ و ہشام بن ابی حذیفہ بن المغیرہ و ابوعزہ عمرو بن عبداللہ بن جمح شامل تھا۔ آخر الذکر شخص جنگ بدر میں قید ہو کر آیا تھا آنحضرت ﷺ نے اس کے غریب اور کثیر العیال ہونے کی وجہ سے بلا فدیہ اس شرط پر چھوڑ دیا تھا کہ آئندہ مسلمانوں کے مقابلہ پر نہ آئے گا لیکن جب اس لڑائی میں دوبارہ گرفتار ہوا تو آپ نے اس کی گردن زنی کا حکم دیا۔ البتہ ابی بن خلف کو آنحضرت ﷺ نے اپنے دستِ مبارک سے قتل کیا۔

ابوسفیان کی دعوتِ جنگ: ابوسفیان نے پہاڑ پر چڑھ کر آواز بلند کہا الحرب سجال یوم احد بیوم بدر احل ھبل یعنی ''لڑائی ختم ہو گئی یوم اُحد و بدر کے برابر ہو گیا ہبل اپنا دین ظاہر کر'' اور موعدکم العامل القابل ''یعنی آئندہ سال پھر تمہاری لڑائی کا وعدہ ہے'' کہتا ہوا لوٹا۔ آنحضرت ﷺ کے حکم سے (ادھر) صحابہؓ نے جواب دیا ھو بینا و بینکم یعنی ''ہماری اور تمہاری یہی میعاد ہے'' یہ سن کر مشرکین مکہ واپس ہو گئے۔

حضرت حمزہ کی لاش کا مثلہ: لڑائی کے بعد آنحضرت ﷺ حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب کے لاشہ پر کھڑے ہوئے افسوس کرتے رہے ہند اور اس کے ساتھی عورتوں نے ان کا جگر نکال کر چبایا تھا۔ کان اور ناک اور اعضائے تناسل کاٹ

ڈالے تھے (عرب اسی کو مثلہ کرنا کہتے ہیں) جب آنحضرت ﷺ نے یہ امور ملاحظہ فرمائے تو آپ نے فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھ کو قریش پر فتح یاب کرے گا تو میں ان میں تیس آدمیوں کو مثلہ کروں گا اس کے بعد آپ اپنے اصحابؓ کے ساتھ مدینہ واپس تشریف لے آئے۔

(مترجم) **جنگِ اُحد کے اسباب:** جنگ احد پر قریش کو ابھارنے والا واقعہ بدر ہے جس میں ان کو شکست فاش اور بہت بے طرح ہزیمت ہوئی تھی اس واقعہ میں عبداللہ بن ابیٔ ربیعہ عکرمہ بن ابی جہل وصفوان بن امیہ اور ابوسفیان وغیرہ پیش پیش تھے۔ قبائل کنانہ وتہامہ مع اپنے خلفاء کے شریک تھے ابوسفیان اپنی زوجہ ہند بنت عتبہ کو عکرمہ بن ابی جہل اپنی زوجہ ام حکیم بنت الحرث بن المغیرہ فاطمہ بنت الولید بن المغیرہ (اپنی ہمشیرہ خالد) کو صفوان بن امیہ بریرہ بنت مسعود ہمشیرہ عمرو بن مسعود کو عمرو بن العاص بریط بنت منبہ بن الحجاج کو طلحہ بن ابی طلحہ سلاقہ بنت سعد اپنی زوجہ کو ساتھ لے گیا تھا علاوہ ان کے اور رؤساء قریش کی عورتیں اور خناس بنت مالک بن المضرب (قبیلہ بنو مالک بن حسل سے) اپنے لڑکے ابوعزیز بن عمیر کے ہمراہ اور عمرہ بنت علقمہ بنو حرث بن عبد مناۃ ابن کنانہ سے) شریک معرکہ احد تھی یہ عورتیں دف بجاتی اور یہ اشعار پڑھتی تھیں

ان تقبلوا انعانق
ونفرش النمارق
او تدبروا نفارق
فراق غیر وامق

''اگر تم لڑائی میں پیش قدمی کرو گے تو ہم تمہیں گلے لگائیں گی اور تمہارے لئے بستر بچھائیں گی اور اگر لڑائی سے بھاگو گے تو ہم متنفر ہو کر تم سے جداء ہو جائیں گی''۔

اس لشکر کے علم بردار بنو عبدالدار تھے اور سردار ابوسفیان بن حرب تھا بدھ کو کفار قریش جبل اُحد کے سامنے ایک وادی میں پہنچے۔ جمعرات اور جمعہ ٹھہرے رہے۔

جبلِ اُحد کے تیر اندازوں کو ہدایت آنحضرت ﷺ بروز جمعہ بعد نماز جمعہ ۴ شوال ۳ھ بمطابق ۶۲۴ء کو مدینہ سے بغرض مقابلہ نکلے اور پندرہ تاریخ ماہ مذکور بروز پیر میدان میں صف آرائی کی سات سو آدمیوں میں سے پچاس تیر اندازوں کو جبل احد پر بٹھایا اور یہ حکم دیا کہ تم لوگ یہاں سے حرکت نہ کرنا خواہ ہماری فتح ہو یا شکست ہو اس غرض سے کہ کفار کا لشکر درّہ سے نکل کر لشکر اسلام پر پیچھے سے حملہ نہ کر سکے باقی ساڑھے چھ سو آدمیوں کو لے کر آگے بڑھے۔

رسول اکرم ﷺ جنگی لباس میں: اس دن آنحضرت ﷺ دو زرہ پہنے ہوئے تھے لواء اسلام حضرت مصعب بن عمیرؓ کے ہاتھ میں تھا۔ حضرت زبیرؓ میمنہ کے حضرت مقدادؓ میسرہ کے سواروں کے سردار اور حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب مقدمہ کے افسر تھے سب سے پہلے انہوں نے اپنے مقدمہ کو آگے بڑھایا خالد وعکرمہ نے زبیر ومقداد پر اور آنحضرت ﷺ نے قلب پر حملہ کیا۔ طلحہ بن ابی طلحہ مشرکین کا علم بردار لشکر کی صفوں سے نکل کر میدان میں آیا اور ڈانٹ کر بولا یا معشر اصحاب محمد انکم تزعمون ان اللہ یعجلنا بسیونکم الی النار و یعجلکم بسیوفنا الی الجنۃ فھل احدمنکم یعجلہ سیفی الی الجنۃ یعنی ''اے محمد ﷺ کے ماننے والو تمہارا خیال ہے کہ اللہ ہمیں تمہاری

تلواروں سے جہنم اور تمہیں ہماری تلواروں سے جنت عطا فرما دے گا تو کیا تم میں سے کوئی میری تلوار سے جنت میں جانے کا مشتاق ہے؟'' علیؓ ابن ابی طالب یہ سنتے ہی نکل کر مقابلہ پر آئے اور اس پر ایسی تلوار چلائی کہ اس کا شانہ سے بازو اور پاؤں تک کاٹتی چلی گئی اور وہ اوندھا ہو کر ایسا گرا کہ اس کا ستر کھل گیا۔ علی ابن ابی طالب شرما کر واپس ہوئے آنحضرت ﷺ نے کہا تم کو کس چیز نے اس کے وار نیارا کرنے سے روکا۔ علی ابن ابی طالبؓ نے عرض کیا اس کے بے ستر ہو جانے سے مجھے حیا آ گئی۔

مشرکین کی پسپائی اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے اپنی تلوار ابو دجانہؓ کو مرحمت فرمائی جیسا کہ اوپر مذکور ہوا اور حضرت علیؓ ابن ابی طالب اور حضرت حمزہؓ اور اصحاب کبار (رضی اللہ عنہم) کا ایک گروہ لڑتا ہوا لشکر کفار میں گھس گیا اور اللہ جل شانہ نے اپنی عنایت سے مسلمانوں کی مدد فرمائی اور لشکر کفار کو شکست ہوئی عورتیں بھاگ بھاگ کر ٹیلوں پر جا پہنچیں۔ ابوسعد بن ابی طلحہ کو سعد بن ابی وقاصؓ نے عاصم ابن ثابت نے مسافع وجلاس پسران طلحہ کو عثمان بن ابی طلحہ وارطاۃ بن شرحبیل کو حمزہ بن عبدالمطلبؓ نے ایک ہی وار میں قتل کر دیا۔ علاوہ ان کے سترہ رؤسا قریش وسرداران لشکر کفار اور مارے گئے ان کا علم بنو عبدالدار چھوڑ کر بھاگ گئے۔ بنو ابی طلحہ کا ایک غلام حبشی علم کو لے کر لڑنے لگا جب اس کے ہاتھ کٹ کر گر گئے تو اس نے بیٹھ کر سینہ و گردن کے زور سے علم کو سنبھالا جب اس کی گردن بھی تن سے جدا ہو گئی تو کفار کا علم زمین پر گر پڑا تھوڑی دیر تک زمین پر پڑا رہا اور دلاوران اسلام بڑھ بڑھ کر کفار کو مارنے لگے۔

مجاہد تیر اندازوں کی حکم عدولی اسی اثناء میں تیر اندازان اسلام میں سے تیس آدمی اپنی فتح اور کفار کی غارت گری نیز ان کی شکست اور ہزیمت دیکھ کر نبیؐ اور اپنے افسر عبداللہ بن جبیر کے حکم کے خلاف اپنی جگہ چھوڑ کر لڑنے والی جماعت سے آ ملے چنانچہ اس خلاف ورزی کے نتیجہ میں تھوڑی دیر کے بعد مسلمانوں کی فتح شکست سے بدل گئی اور جس امر کا خوف آنحضرت ﷺ کو پہلے سے تھا وہی پیش آ گیا۔

خالد بن ولید کا حملہ لشکر کفار کے سواران میمنہ کے سردار خالد بن ولید نے میدان خالی دیکھ کر ایک میل کا چکر کاٹ کر درہ سے نکل کر پہلے ان بقیہ بیس تیر اندازوں پر حملہ کیا جو جبل احد پر حسب حکم آنحضرت ﷺ بیٹھے تھے۔ ادھر عکرمہ نے مسلم تیر اندازوں کو خالد بن ولید سے مصروف جنگ دیکھ کر دوسری طرف سے لشکر اسلام پر یعنی پیچھے سے حملہ کر دیا۔ اسی وقت لڑائی کا نقشہ بدل گیا مشرکین کے سواران میمنہ ان بیس تیر اندازوں کو اسی جگہ پر شہید کر کے عکرمہ سے آ ملے اور اس فوری تغیر و تبدل میں عمرہ بنت علقمہ نے دوڑ کر مشرکین کا علم اٹھا کر کھڑا کر دیا۔ ابوسفیان نے جب یہ بدلا ہوا رنگ دیکھا تو قدم جما کر دوبارہ حملہ کر دیا مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے اور ان کو جن مصائب میں مبتلا ہونا تھا' مبتلا ہو گئے۔

رسول اکرم ﷺ پر کفار کی یلغار ابن اسحاق نے باسانید محمود بن عمرو سے روایت کی ہے کہ جس وقت فریقین ایک دوسرے سے دست بدست لڑنے لگے اور کفار کا لشکر آنحضرت ﷺ کے قریب پہنچ گیا آپ نے اس وقت فرمایا ((من رجل یشری لنا نفسه)) یعنی: ''ہے کوئی جو ہمارے لئے اپنی جان قربان کر دے؟'' زیاد بن السکنؓ یہ سن کر کھڑے ہو گئے ان کے علاوہ پانچ انصارؓ اور آپ کے پاس شہید ہو گئے آخری شہید ہونے والے عمارہ تھے جب یہ بھی زخمی ہو کر گرے تو اور مسلمانوں نے پہنچ کر مجمع کفار کو منتشر کیا۔ آپ نے عمارہ کی نسبت ارشاد کیا ((ادنوہ منی)) ''ان کو مجھ سے قریب کرو'' لوگوں نے آنحضرت ﷺ کا قدم مبارک اپنے رخساروں سے لگا لیا اور اسی حالت میں جا بحق ہو گئے۔ اسی دار و گیر و پریشانی میں حمزہؓ بن عبدالمطلب شہید ہوئے آنحضرت ﷺ کے چہرہ مبارک پر زخم آیا جس کی تفصیل اوپر بیان کی گئی۔

حضرت ام عمارہ بنت کعب ابن ہشام تحریر فرماتے ہیں کہ اس لڑائی میں مسلمانوں کی جانب سے ایک عورت شریک جنگ ہوئیں جن کا نام ام عمارہ نسیبہ بنت کعب مازینہ تھا۔ یہ آنحضرت ﷺ کی روانگی کے بعد پیچھے پیچھے لڑائی دیکھنے کی غرض سے گئی تھیں جب تک مسلمانوں کی بازی چڑھی رہی یہ تماشا دیکھتی رہیں لیکن جس وقت مسلمانوں کو شکست ہوئی اور آنحضرت ﷺ کفار کے گھیرے میں آ گئے تب یہ بھی آنحضرت ﷺ تک پہنچ کر لڑنے لگیں۔ ان کے مونڈھے پر بھی ایک زخم لگا تھا یہ کہتی ہیں کہ میں نے ابن قمئہ پر کئی وار کیے تھے مگر وہ عدو اللہ دو زرہ پہنے ہوئے تھا۔

مجاہدین کا پہاڑ کے ٹیلے پر اجتماع لڑائی ختم ہونے کے بعد آنحضرت ﷺ مع اپنے اصحابؓ کے پہاڑ کے ایک ٹیلے پر جا ٹھہرے اتنے میں خالد بن ولید عالیہ جبل پر چڑھتے ہوئے دکھائی دیئے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ''یہ مناسب نہیں ہے کہ کوئی شخص نبیؐ سے بلند ہو حضرت عمر بن الخطابؓ یہ سنتے ہی چند آدمیوں کو اپنے ہمراہ لے کر ان سے مقابل ہوئے اور ان کو لڑ کر پہاڑ سے نیچے اتار دیا۔ یہ روایت ابن ہشام کی ہے اور ابن اثیر کے نزدیک خالد بن ولید نہ تھے بلکہ ابوسفیان تھا)

ابوسفیان کی لاف زنی اس کے بعد ابوسفیان اپنے ہمراہیوں کو ایک مقام پر جمع کر کے لشکر اسلام سے مخاطب ہو کر کہنے لگا انی القوم محمد ''کیا تم لوگوں میں محمد ہیں'' تین بار دریافت کرنے پر بھی جب اس کا جواب حسب ارشاد آنحضرت ﷺ کچھ جواب نہ دیا گیا تو کچھ دیر سکوت کر کے پھر پکارنے لگا، القوم ابی قحافه ''کیا تم لوگوں میں ابوقحافہ یعنی ابوبکرؓ ہیں'' تین بار اس فقرہ کی بھی اس نے تکرار کی لیکن اس طرف سے خاموشی اختیار کی گئی پھر کچھ دیر سوچ کر بہ آواز بلند دریافت کیا انی القوم عمر بن الخطاب ''کیا تم لوگوں میں عمرؓ بن الخطاب ہیں؟'' جب اس سوال کا جواب بھی سوائے سکوت کے کچھ نہ دیا گیا تو اس وقت وہ خاموش ہو کر اپنے ہمراہیوں سے مخاطب ہو کر کہنے لگا اما ھولاء فقد قتلوا ''یعنی معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب مارے گئے''۔

حضرت عمرؓ اور ابوسفیان حضرت عمرؓ بن الخطاب کو اس بات کے سننے کی تاب نہ رہی چلا کر غصہ سے بول اٹھے ((کذبت ای عدو الله قد ابقی الله ما یجزیک)) یعنی ''اے اللہ کے دشمن تو جھوٹا ہے ابھی تجھے ذلیل کرنے والے موجود ہیں'' ابوسفیان کو یہ سن کر کسی قدر تعجب ہوا پھر از راہ فخر کہنے لگا اعل ھبل اعل ھبل یعنی ''اے ہبل (دیوتا) تیری جے ہو اور تیرا بول بالا ہو'' آنحضرت ﷺ نے حضرت عمرؓ بن الخطاب سے فرمایا تم یہ کہو ((اللہ اعل و اجل)) یعنی ''اللہ ہی سب کے برتر اور سب سے بڑا ہے'' بعدہٗ ابوسفیان و حضرت عمر بن الخطابؓ میں مکالمہ ہونے لگا آنحضرت ﷺ نے حضرت عمرؓ بن الخطاب کو ابوسفیان کے ہر سوال کا جواب بتایا۔

ابوسفیان: ان لنا العزی و لا عزی لکم ''یعنی عزیٰ (دیوی) ہماری ہے تمہاری نہیں''۔

عمر بن الخطابؓ: الله مولنا لا مولیٰ لکم یعنی ''اللہ ہمارا ہی مددگار ہے تمہارا نہیں۔

ابوسفیان: ھذا بیوم بدر یعنی ''جنگ احد جنگ بدر کا بدلہ ہے اور اب ہم دونوں برابر ہیں''۔

عمر بن الخطابؓ: لا سواء قتلانا فی الجنة و قتلاکم فی النار یعنی ''برابری نہیں ہے کیونکہ ہمارے آدمی جنت میں ہیں اور تمہارے جہنم میں ہیں''۔

اس مکالمے کے ختم ہونے کے بعد ابوسفیان نے حضرت عمر بن الخطابؓ کو اپنے قریب بلایا۔ حضرت عمرؓ بحکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوسفیان کے پاس گئے۔

ابوسفیان: انشدک یا عمر اقتلنا محمداً یعنی ''اے عمرؓ میں تم سے اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا ہم نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر دیا ہے؟''

عمر: اللھم لا وانہ لیسمع کلامک الان یعنی ''نہیں ہرگز نہیں اس وقت آپ کی باتیں سن رہے ہیں''

ابوسفیان: انت اصدق و ابر من ابن قمیہ یعنی ''تم ابن قمیہ سے زیادہ سچے اور نیک ہو''۔

عمر: نعم اللہ اصدق و ابر یعنی ''ہاں اللہ سب سے زیادہ سچا اور صداقت پسند ہے''۔

ابوسفیان: اما انکم ستجدون فی قتلاکم مثلۃ واللہ ما رضیت ولا سخطت ما نھیت و ما امرت یعنی ''دیکھو تم اپنے شہیدوں کے ناک کان کٹے ہوئے پاؤ گے تو میں نہ اس سے خوش ہوا اور نہ برہم ہی ہوا نہ میں نے مثلہ کرنے کا حکم دیا اور نہ منع کیا۔

مشرکین کی مکہ کو مراجعت: ابوسفیان اس گفتگو کے بعد لوٹ گیا اور اپنے ساتھیوں سے بہ آواز بلند کہا ((موعدکم بدر العام القابل)) یعنی آئندہ سال بدر میں ہم سے لڑائی کا وعدہ ہے۔ ادھر سے صحابہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے جواب دیا ((نعم ھو بیننا و بینک موعداً)) یعنی ''اچھا وہی ہمارا اور تیرا وعدہ ہے'' اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علی ابن ابی طالبؓ کو ابوسفیان کے پیچھے روانہ کیا اور فرمایا ''کہ اگر قوم گھوڑوں کو چھوڑ کر اونٹوں پر سوار ہو تو سمجھ لینا کہ یہ لوگ مکہ جا رہے ہیں اور اگر گھوڑوں پر سوار ہوں اور اونٹوں کو خالی رکھیں تو ان کا قصد مدینہ پر حملہ کرنے کا ہوگا اس وقت مجھ کو تم بہت جلد اطلاع دینا۔ قسم ہے اس پروردگار کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر قریش نے مدینہ کا قصد کیا تو میں بھی ان پر حملہ آور ہوں گا اور ان سے بہت اچھی طرح بدلہ لوں گا۔ علیؓ ابن ابی طالب ابوسفیان کے پیچھے گئے اور ایک ٹیلہ پر کھڑے ہو کر دیکھا اور واپس آئے اور عرض کیا کہ ''قریش مکہ کی طرف روانہ ہو گئے''۔

حضرت سعد بن الربیع کی شہادت: قریش کی روانگی کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد بن الربیع انصاریؓ کو تلاش کیا وہ ایک گڑھے میں زخمی پائے گئے ان میں اتنا دم نہ تھا کہ اٹھا کر آپ تک لائے جا سکتے۔ انصاریؓ صاحب نے اپنے متلاشی سے آخری کلام یہ کیا کہ ''میرا اسلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنا اور کہنا کہ آپ نے میرے ساتھ وہ سلوک و احسان کئے ہیں جو نبی اپنی امت کے ساتھ کرتا ہے اللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جزائے خیر دے اور میری قوم سے سلام کے بعد کہنا کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو میرے بعد کوئی تکلیف ہوئی یا ان کو کسی نے کچھ تکلیف پہنچائی تو اگر تم میں سے کوئی ایک بھی زندہ ہو تو میں کل اللہ جل شانہ کے روبرو تم سے دامن گیر ہوں گا اور تمہارا کوئی حیلہ وعذر نہ سنوں گا''۔ یہ کلام ختم کرتے ہی خود بھی ختم ہو گئے۔

بحکم الٰہی مثلہ کی ممانعت: حضرت حمزہؓ ابن عبدالمطلب مثلہ (ناک کان کاٹے ہوئے) کئے ہوئے بطن وادی میں پائے گئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت صدمہ ہوا اور آپ نے فرمایا اگر اللہ جل شانہ مجھے قریش پر غلبہ مرحمت فرمائے گا تو میں ان کے بیس آدمیوں کا مثلہ کروں گا۔ صحابہؓ نے بھی یہ سن کر ایسا ہی کہا۔

پس اللہ جل شانہ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿و ان عاقبتم نعاقبوا بمثل ما عوقبتم بہ و لئن صبرتم ھو خیر للصبرین﴾

''یعنی اگر تم بدلہ لو تو اپنی ایذا کے برابر بدلہ لو اور اگر صبر کرلو تو صبر کرنے والوں کے لئے صبر سب سے اچھا ہے''۔
اس آیت کے نازل ہونے کے بعد آپ ﷺ نے صبر کیا اور آئندہ لڑائیوں میں مثلہ کرنے سے منع فرما دیا۔

شہداء کی تدفین: ابن اسحاق کا بیان ہے کہ بعض لوگوں نے اپنے مقتول عزیزوں کو مدینہ لاکر دفن کرنا چاہا لیکن آنحضرت ﷺ نے شہداء کو مدینہ میں لاکر دفن کرنے سے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا ''کہ جہاں یہ شہید ہوئے ہیں وہیں دفن کئے جائیں'' چنانچہ دو دو، تین تین شہید ایک ایک قبر میں دفن کئے جانے لگے۔ البتہ پہلے وہ شخص دفن کیا جاتا تھا جو قرآن کو زیادہ جانتا تھا۔

قزمان کی خودکشی: اُحد کے زخمیوں میں قزمان نامی ایک شخص پایا گیا جس کی نسبت آنحضرت ﷺ اکثر فرمایا کرتے تھے ''کہ قزمان دوزخیوں میں سے ہے'' لیکن اس نے جنگ اُحد میں آٹھ یا نو مشرکوں کو قتل کیا اور آخر میں خود زخمی ہوا جب اس کو گھر اٹھا کر لائے تو بعض صحابیوںؓ نے اس سے کہا ''اے قزمان ہم تجھ کو مبارکباد دیتے ہیں'' قزمان نے جواب دیا تم مجھ کو کس بات کی مبارکباد دیتے ہو میں محمد ﷺ کی وجہ سے تو نہیں بلکہ اپنی قوم کے خیال اور ان کو بچانے کی غرض سے لڑا ہوں۔ اس کے کہنے کے بعد جب زخم کی تکلیف زیادہ ہوئی تو اس نے خودکشی کرلی جب آنحضرت ﷺ کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو آپ نے فرمایا ((صدق اللّٰہ رسولہ)) ''واللہ نے اپنے رسول ﷺ کو سچا کیا''۔

مخریق کو بہترین یہود کا خطاب: اس لڑائی میں علاوہ مسلمانوں کے ایک یہودی مخریق نامی بھی قتل ہوا اس کا یہ ماجرا ہوا کہ جب اس کو آنحضرت ﷺ کی پیش قدمی کی خبر پہنچی تو اس نے اپنی قوم سے کہا اے گروہ یہود تم جانتے ہو کہ محمد ﷺ کی مدد تم پر فرض ہے یہودیوں نے کہا آج ہفتہ کا دن ہے۔ مخریق نے یہ کہہ کر کہ ''ہفتہ اس میں مانع نہیں ہو سکتا نبی ﷺ اور کفار کا مقابلہ ہے''۔ اپنی تلوار اٹھائی اور میدان میں جاکر قتل ہو گیا چونکہ اس نے روانگی کے وقت یہ کہہ دیا تھا کہ اگر میں مارا جاؤں تو محمد ﷺ سے کچھ مطالبہ نہ کرنا اس وجہ سے یہود خاموش رہے آنحضرت ﷺ نے اس کا واقعہ سن کر مخریق کو بہترین یہود فرمایا۔

حرث بن سوید منافق کا انجام: اسی لڑائی میں حرث بن سوید بن صامت منافق مسلمانوں کے ہمراہ مدینہ سے لڑنے کے لئے نکلا جب مقابلہ کا وقت آیا تو یہ مجذر بن زیاد و قیس بن زید کو شہید کر کے بھاگ گیا۔ حضرت عمر بن الخطابؓ نے اس کا تعاقب کیا لیکن یہ دور نکل گیا تھا اس وجہ سے واپس تشریف لے آئے پھر اس نے اپنے بھائی کے ذریعہ سے آنحضرت ﷺ سے معافی چاہی اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو اس کو معافی دینے سے منع فرمایا لیکن چند روز بعد خفیہ طور سے مدینہ آ گیا ایک روز اتفاق سے گرفتار ہو گیا اور آنحضرت ﷺ کے حکم سے عثمانؓ بن عفان نے اس کو قتل کر دیا۔ ابن ہشام بیان کرتے ہیں کہ حرث بن سوید نے قیس بن زید کو قتل نہیں کیا تھا بلکہ صرف مجذر کو قتل کر کے بھاگ گیا تھا اس دلیل سے کہ ابن اسحاق نے قیس بن زید کو شہداء احد میں ذکر نہیں کیا۔ مجذر کو اس نے اس وجہ سے قتل کیا تھا کیونکہ مجذر نے اس کے باپ سوید کو قتل کیا تھا۔ سوید کا قتل اوس و خزرج کے درمیان جھگڑے کے وقت ہوا تھا۔

سورۂ آل عمران: ان واقعات کے دیکھنے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے صبر و تحمل و ثابت قدمی اور منافقوں کے لئے یہ لڑائی اسی محک کا حکم رکھتی تھی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ساٹھ آیتیں سورۂ آل عمران کی اس کے حق میں نازل فرمائیں جس کی تفصیل کے لئے ایک جداگانہ کتاب لکھنے کی ضرورت ہے میرے نزدیک لڑائی کا عنوان بدل جانے کا اور کوئی ظاہری یا واقعی سبب اس کے سوائے نہ تھا جس کا تذکرہ اوپر ہو چکا ہے۔ اگرچہ کتب تواریخ میں بے شک مورخوں نے لکھ دیا ہے۔ واللہ اعلم۔
انتہیٰ کلام المترجم

غزوہ حمراء الاسد: جنگ اُحد سے واپسی پر دوسرے دن ۱۶ شوال ۳ھ بروز اتوار آنحضرت ﷺ دشمنان خدا کے

مقابلے کے قصد سے پھر تیار ہوئے اور حکم دیا کہ اس غزوہ میں جابر بن عبداللہ[1] کے علاوہ صرف وہی لوگ شرکت کریں گے جو جنگ احد میں شریک تھے چنانچہ رسول اللہ ﷺ اور وہ تمام صحابہ کرامؓ جو جنگ احد میں شریک ہوئے تھے مع زخمیوں کے روانہ ہوئے اور مدینہ سے آٹھ میل پر مقام حمراء اسد میں پہنچ کر قیام کیا۔ تین روز تک آپ اس مقام پر مقیم رہے اس دوران معبد بن ابی معبد خزاعی اس طرف سے ہو کر مکہ جارہا تھا کہ اثناء راہ میں روحا میں ابوسفیان سے ملا۔ اس وقت یہ لوگ (نعوذ باللہ) اسلام کے استیصال سے مدینہ کی طرف لوٹنے پر آمادہ ہورہے تھے۔ معبد خزاعی نے آنحضرت ﷺ کی پیش قدمی سے مطلع[2] کیا۔ ابوسفیان اس خبر کے سنتے ہی اس خیال سے کہ مبادا انجام دگرگوں نہ ہوجائے فوراً مکہ کی طرف روانہ ہوگیا۔

---

[1] ابن اسحاق لکھتا ہے کہ جس وقت آنحضرت ﷺ کے منادی نے یہ حکم سنایا کہ سوائے ان لوگوں کے جو شریک معرکہ احد ہوئے ہیں اور کوئی شخص شرکت نہ کرے جابر بن عبداللہ بن عمرو بن حرام خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور یہ عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ میں شریک احد نہیں ہوا لیکن میرے والد احد میں شریک ہوئے تھے اور مجھے گھر میں اس وجہ سے چھوڑ گئے تھے کہ گھر میں مَیں اور میری سات بہنوں کے سوا کوئی اور نہ تھا اور انہوں نے بھی یہی کہا تھا کہ ابھی تجھ پر جہاد فرض نہیں ہے۔ مَیں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ جاتا ہوں چنانچہ وہ گئے اور شہادت پائی۔ میں اپنے مکان پر اپنی بہنوں کے پاس رہ گیا۔ آنحضرت ﷺ نے یہ سن کر ان کو اس غزوہ میں شرکت کی اجازت مرحمت فرمادی۔

[2] ابن اثیر و ابن ہشام لکھتے ہیں کہ ابوسفیان مع اپنے ہمراہیوں کے جس وقت مدینہ کو واپس ہونے کو تھا اس وقت معبد خزاعی مدینہ کی طرف آتا ہوا دکھائی دیا خود ابوسفیان نے معبد خزاعی سے آنحضرت ﷺ کا حال دریافت کیا تب معبد خزاعی نے کہا کہ محمد ﷺ تمہارے تعاقب میں ایسی جمعیت سے نکلے ہیں کہ اس سے پیشتر میں نے نہیں دیکھی تھی اور اب کی مرتبہ انہوں نے ان لوگوں کو بھی ہمراہ لیا ہے جو احد میں چھوٹ گئے تھے ابوسفیان نے کہا وریحک ما تقول فواللہ قد اجمعنا الرجعة لنستاصل بقیتھم ''تف ہو تجھ پر تو کیا کہتا ہے خدا کی قسم ہم نے لوٹنے پر ان کے بقیہ آدمیوں کی بیخ کنی پر اتفاق کرلیا تھا''۔ معبد نے کہا میں تجھ کو اس فعل سے منع کرتا ہوں کیا تو اسی وقت یہاں سے روانہ ہوگا جب ان کے گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز سنے گا۔ ابوسفیان یہ سن کر اپنے ارادے سے باز آیا اور عبدالقیس کے سواروں سے جو مدینہ کو جارہے تھے یہ کہلا بھیجا کہ ہمارا قصد تمہارے استیصال کا تھا لیکن ہم قوم ہونے کی وجہ سے درگزر کرتے ہیں آنحضرت ﷺ کو یہ پیغام حمراء الاسد میں پہنچا۔ آپ نے سن کر ((حسبنا اللہ و نعم الوکیل)) فرمایا اور مدینہ واپس ہوئے۔ اثناء راہ میں ابوعزہ عمرو بن عبیداللہ جمحی مل گیا اسے مسلمانوں نے گرفتار کرلیا۔ مشرکین قریش اس کو حمراء اسد میں سوتا ہوا چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ یہ وہی شخص ہے جو قیدیان جنگ بدر میں تھا اور غریب و کثیر العیال ہونے کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بلا فدیہ چھوڑ دیا تھا اور یہ اقرار لیا تھا کہ آئندہ مسلمانوں کے خلاف ہتھیار نہ اٹھائے گا لیکن اس نے خلافِ وعدہ جنگ احد میں لوگوں کو لڑائی پر ابھارا اور خود بھی لڑنے آیا جب اس مرتبہ گرفتار ہوکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسل کی خدمت میں حاضر کیا گیا تو پھر خوشامد و منتیں کرنے لگا۔ لیکن آپ نے اس کے قتل کا حکم دے دیا اور فرمایا ''کہ مؤمن دو مرتبہ دھوکا نہیں کھا سکتا''۔ معاویہ بن المغیرہ بن ابی العاص بھی مشرکین مکہ کے ساتھ لڑنے کو آیا تھا لیکن روانگی کے وقت عجلت میں راستہ بھول کر اپنے گروہ سے علیحدہ ہوگیا۔ مجبور ہوکر مدینہ میں حضرت عثمانؓ بن عفان کے مکان پر آکر روپوش ہوگیا۔ صبح کو عثمانؓ بن عفان نے اس کو دیکھ کر کہا ''تو نے مجھ کو اور اپنے کو بھی ہلاک کرلیا'' معاویہ نے کہا میں تمہارے پاس اس وجہ سے آیا ہوں کہ تم بہ نسبت اوروں کے میرے زیادہ عزیز و قریب ہو تم مجھ کو اپنی پناہ میں لے لو حضرت عثمانؓ بن عفان چونکہ رحیم اور کنبہ پرور تھے۔ لہٰذا اس کو اپنے گھر میں بٹھا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے لیکن ان کے پہنچنے سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ہوگئی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے تھے کہ معاویہ بن المغیرہ مدینہ میں عثمانؓ کے گھر پر ہے اس کو گرفتار کرلاؤ۔ حضرت عثمانؓ بن عفان نے عرض کیا کہ مجھ اس کی قسم ہے جس نے آپ کو مبعوث کیا ہے میں اس کے لئے امان طلب کرنے کو آیا ہوں آپ اسے مجھے دے دیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے کہنے سے تین دن کی امان دی اور یہ فرمایا ''کہ اگر اس کے بعد مدینہ کے قریب بھی کہیں دکھائی دیا تو قتل کردیا جائے گا''۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنے گھر پر تشریف لائے اور اس کو کچھ کھانا وغیرہ دے کر رخصت کردیا۔ مگر معاویہ شامتِ اعمال سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات دریافت کرنے کی غرض سے مدینہ ؁ ......

رجیع کا واقعہ: ماہ صفر ۴ھ میں چند آدمی بطون عضل وقارہ (بنوہون قبیلہ خزیمیہ برادر بنو اسد) کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور ظاہر کیا کہ ہماری قوم مشرف بہ اسلام ہو چکی ہے۔ ہم اور ہماری قوم قرآن پڑھنے اور احکام شرعیہ سیکھنے کے شائق ہیں۔ لہٰذا آپ ایسے چند لوگ ہمارے ساتھ کر دیجئے جو ہمیں مذہبی باتیں سکھائیں۔ آپ ﷺ نے ان کے کہنے سے اپنے اصحابؓ میں سے حسب ذیل چھ آدمی روانہ فرمائے: (۱) مرثد بن ابی مرثد غنوی (۲) خالد بن البکیر لیثی (۳) بنو عمرو بن عوف کے عاصم بن ثابت بن ابی الافلح (۴) بنو جحجب بن کلفہ کے خبیب بن عدی (۵) زید بن الدثنہ بن بیاضہ بن عامر (۶) عبداللہ بن طارق حلیف بنوظفر (رضی اللہ عنہم) اور مرثد بن ابی مرثد کو افسر مقرر فرمایا۔ جب یہ لوگ رجیع پر پہنچے تو عضل وقارہ والوں نے ان کے ساتھ غداری کی بنو ہذیل نے آ کر گھیر لیا۔ مرثد اپنے ہمراہیوں کو لے کر پہاڑ پر چڑھ گئے اور وہیں سے لڑائی پر آمادہ ہوئے مشرکین ہذیل وعضل وقارہ نے کہا آؤ تم کو امان دیتے ہیں ہمارا مقصود یہ نہ تھا کہ تم سے لڑیں بلکہ ہم تم کو آزماتے تھے اور ہم یہ دیکھنا چاہتے تھے کہ اگر اہل مکہ کا مقابلہ ہو جائے تو تم ان کے مقابلہ میں ٹھہر سکو گے یا نہیں؟ لیکن مرثد و خالد و عاصم (رضی اللہ عنہم) نے مشرکین کے عہد و پیمان نیز اقرار و پیمان پر اطمینان نہ کیا لڑے اور لڑ کر شہید ہو گئے۔

شہادت صحابہؓ: ان لوگوں کے شہید ہونے کے بعد ہذیل کو یہ طمع دامن گیر ہوئی کہ عاصمؓ کا سر کاٹ کر سلافہ بنت سعد بن شہید کے پاس لے جانا چاہئے ان سے خاطر خواہ قیمت وصول ہوگی۔ یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ سلافہ نے جنگ احد میں نذر مانی تھی کہ عاصمؓ کے کاسۂ سر میں شراب نوشی کروں گی کیونکہ انہوں نے اس کے دو لڑکوں کو معرکہ احد میں قتل کیا تھا مگر ہذیل کا مقصد حاصل نہ ہوا۔ اللہ جل شانہ نے ان کی لاش کے اردگرد زنبوروں (بھڑ) کو بھیج دیا جس کے سبب سے کفار ہذیل عاصمؓ کا سر نہ کاٹ سکے رات کو پانی کا ریلہ آیا اور ان کی لاش بہا لے گیا۔ ان کے باقی تین ہمراہیوں کو گرفتار کر کے مکہ لے چلے جس وقت مرالظہر ان میں پہنچے عبداللہ بن طارق نے تلوار کھینچ لی اکیلے آدمی کیا کر سکتے تھے کفار نے دور سے ان پر تیر برسانے شروع کر دیئے یہاں تک کہ یہ غریب بھی شہید ہو گئے۔ خبیب و زید باقی رہے وہ مکہ میں لائے گئے۔ قریش نے ان کو خرید[1] کر بے جرم و قصور شہید کیا۔ (رضی اللہ عنہم)

؎ میں روپوش رہا۔ چوتھے روز آپ نے زید بن حارثہؓ و عمارؓ بن یاسر کو حکم دیا کہ معاویہ مدینہ کے قرب و جوار میں ہے جاؤ قتل کر ڈالو یا گرفتار کر لاؤ"۔ زیدؓ و عمارؓ حکم ملتے ہی روانہ ہوئے اور اس کو حماۃ میں گرفتار کر کے قتل کر دیا۔ اس معاویہ نے حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب کی لاش کو پامال کیا تھا اور ان کی ناک کاٹی تھی۔ یہ عبدالملک بن الحکم کے دادا کا وہ سوتیلا بھائی تھا جن کی ماں ایک اور باپ مختلف تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اسی سال نصف رمضان میں حضرت حسنؓ بن علیؓ پیدا ہوئے ان کی ولادت کے پچاس دن کے بعد حضرت فاطمہؓ بنت رسول اللہ پھر حاملہ ہوئیں اور بعد انقضاء مدت حمل حضرت حسینؓ بن علیؓ پیدا ہوئے۔ واللہ اعلم

[1] ابن ہشام نے لکھا ہے کہ قریش نے مکہ کے قیدی خبیب و زید کو ہذیل کے عوض خرید لیا۔ خبیب کو حجیر ابن ابی اہاب شمیمی حلیف بنو نوفل نے اور زید کو صفوان بن امیہ نے لیا چونکہ صفوان کا باپ امیہ بن حلف واقعہ بدر میں مسلمانوں کے ہاتھ سے مارا گیا تھا اس نے باپ کے خون کے بدلے میں زید کو قتل کرنے کی غرض سے غلام نسطاس کے حوالہ کیا اور وہ ان کو حدود حرم سے باہر منتعم میں لے گیا۔ قتل کے وقت قریش کے اکثر لوگ موجود تھے ان میں سے ابوسفیان نے کہا اے زید کیا تم اس کو پسند نہ کرو گے کہ بجائے تمہارے اس وقت محمد ﷺ ہوتے اور ہم ان کی گردن مارتے اور تم اپنے اہل و عیال میں ہوتے؟ زید نے ترش روئی سے جواب دیا "واللہ ہم اس کو ہرگز پسند نہ کریں گے کہ ان کو کسی قسم کی اذیت پہنچے اور ہم اپنے اہل و عیال میں ہوں" ابوسفیان نے یہ سن کر کہا "میں نے آج تک کسی کا ایسا دوست نہیں دیکھا جیسے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے دوست محمد ﷺ کے ...

بیر معونہ کا واقعہ: ماہ صفر ۴ھ میں ملاعب الاسنہ ابو براء عامر نہ تو مسلمان ہی ہوا اور نہ اس نے اسلام کو نفرت کی نگاہوں سے دیکھا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے عرض کیا کہ اے محمد (ﷺ) اگر تم اپنے چند اصحاب کو اہل نجد کی طرف بغرض دعوتِ اسلام روانہ کرو تو مجھے امید ہے کہ وہ لوگ اسے قبول کر لیں گے۔ آپ نے فرمایا ''مجھے ان لوگوں سے اطمینان نہیں ہے'' ابو براء نے کہا ''میں تمہارے اصحابؓ کا معین و ہمدرد ہوں'' آنحضرت ﷺ نے اطمینان کے بعد منذر بن عمروؓ ساعدی کو چالیس اور بعض کہتے ہیں ستر صحابیوںؓ کے ہمراہ روانہ کیا۔ انہیں لوگوں میں حرث بن الصمۃ و حرام بن ملحان (انس کے ماموں) و عامر بن فہیرہ و نافع بن بدیل بن ورقاء (رضی اللہ عنہم) بھی شامل تھے جس وقت یہ لوگ بیرِ معونہ پر (جو کہ ارض بنو عامر و حرہ بنو سلیم کے درمیان واقع ہے) پہنچے تو انہوں نے آنحضرت ﷺ کا نامہ حرام بن ملحانؓ کے معرفت عامر بن الطفیل کے پاس روانہ کیا۔

صحابہ کی شہادت: عامر بن الطفیل نے اس نامہ نامی کو دیکھا تک نہیں اور شہید کر کے بنو عامر کو بقیہ اصحابؓ کے قتل پر اُبھارا۔ جب انہوں نے ان کی امداد سے انکار کیا تو اس نے بنو سلیم سے کہا چنانچہ ان میں سے عصیہ و رعل و ذکوان اٹھ کھڑے ہوئے اور ان چالیسوں[1] کو بلا جرم و قصور شہید کر ڈالا انہیں لوگوں کے پیچھے پیچھے منذر[2] بن احیحہ جلاحی اور عمرو بن امیہ ضمری آ رہے تھے۔ دور سے لشکر اسلام پر پرندوں کو اڑتے ہوئے دیکھ کر گھبرا گئے جب قریب آئے تو ان کو بسترِ شہادت پر سوتا ہوا پایا۔ منذر بن احیحہؓ تو لڑ کر اسی جگہ شہید ہو گئے اور عمرو بن امیہ ضمری کو دشمنانِ خدا گرفتار کر کے لے گئے۔ عامر بن الطفیل نے ان کو بنو مضر کا سمجھ کر داڑھی تراش کر چھوڑ دیا۔ یہ واقعہ رجیعہ کے قریب ۲۰ صفر کو رونما ہوا۔

حلیف مقتولین کا خون بہا: عمرو بن امیہ ضمری جس وقت بیر معونہ سے مدینہ کو واپس آ رہے تھے۔ اثناء راہ میں ان کو دو شخص ملے جو کلاب یا بنو سلیم کے تھے۔ یہ دونوں آدمی عمرو بن امیہ کے ساتھ ایک باغ میں ٹھہر۔ جب یہ سو گئے تو عمرو بن امیہ ضمری نے ان کو بنو عامر یا بنو سلیم کا سمجھ کر قتل کر ڈالا۔ حالانکہ ان کے ساتھ آنحضرت ﷺ کا عہد و پیمان تھا لیکن عمر بن امیہ

کو دوست رکھتے ہیں'' اس کلام کے ختم ہونے کے بعد نسطاس نے ان کو شہید کیا (رضی اللہ عنہ) خبیب تا انقضاء ماہ حرام حجیر کے قید خانہ میں رہے جب انکو متنعم میں قتل کرنے کے لئے لائے تو انہوں نے مشرکین سے کہا ''اگر تم مناسب سمجھو تو مجھ کو اس قدر مہلت دو کہ میں دو رکعتیں نماز پڑھ لوں'' مشرکین نے جواب دیا ''اچھی تھوڑی دیر تک تم اپنی جان اور بچالو خبیبؓ نے باطمینان تمام وضو کر کے دو رکعتیں نماز ادا کر کے مشرکین سے مخاطب ہو کر کہا ''بخدا اگر مجھ کو تمہاری بدگمانی کا خیال نہ ہوتا تو میں بہت طویل نماز پڑھتا اس کے بعد خبیب سولی پر لٹکائے گئے اسی وقت سے یہ طریقہ جاری ہوا کہ مسلمان قتل کے وقت دو رکعتیں نماز پڑھا کرتے ہیں۔

[1] ان چالیس آدمیوں میں سے صرف کعب بن زید برادر بنو دینار بن نجار میں کچھ دم باقی تھا جو اس معرکہ سے جانبر ہوئے اور جنگ خندق میں شہید ہوئے۔

[2] ابن ہشام نے لکھا ہے کہ منذرؓ کے باپ کا نام محمد تھا اور وہ عتبہ بن احیحہ بن جلاح کے بیٹے تھے انہوں نے جب اپنے ہمراہیوں کو بسترِ شہادت پر سوتا ہوا پایا تو عمروؓ بن امیہ سے کہا تمہاری کیا رائے ہے؟ عمروؓ بن امیہ نے جواب دیا کہ ہمارے نزدیک مناسب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کو چل کر اس کی اطلاع دیں منذرؓ نے کہا میری طبیعت اس کو پسند نہیں کرتی کہ میں اس مقام کو چھوڑ کر چلا جاؤں جہاں پر کہ منذر بن عمرو خاک و خون پر لیٹا ہو میں تو اسی جگہ شہید ہونا چاہتا ہوں تم جا کر اس واقعہ کی اطلاع کر دینا منذر نے یہ کہہ کر قاتلین کو للکارا اور لڑ کر شہید ہو گئے۔ (رضی اللہ عنہ)

ضمری کو اس کی اطلاع نہ تھی۔ عمرو بن امیہ نے مدینہ میں پہنچ کر آنحضرت ﷺ کو کل واقعات اور نیز ان کے قتل سے مطلع کیا آپ ﷺ نے فرمایا: "تم نے ایسے دو شخصوں کو قتل کیا ہے جن کا خون بہا ضروری ہے"۔

رسول اکرم ﷺ کے قتل کی سازش: اس واقعہ کے بعد آنحضرت ﷺ بنو نضیر کے مقتولوں کا خون بہا دینے کی غرض سے ان کے پاس گئے آپ کے ہمراہ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ و علیؓ (رضی اللہ عنہم) بھی تھے۔ بنو نضیر نے بظاہر خوشی سے قبول کر لیا۔ آپ ایک دیوار کے سایہ میں بیٹھ گئے لیکن درحقیقت مشرکین نے آپ کی اور آپ کے اصحابؓ کے قتل کی پوری پوری تدبیر کر لی۔ انہوں نے ایک شخص عمرو بن محاسن بن کعب نامی کو دیوار پر اس ہدایت کے ساتھ چڑھا دیا کہ وہ اوپر سے آپ ﷺ اور آپ کے اصحابؓ پر پتھر گرا دے۔ جس سے یہ لوگ دب کر مر جائیں اللہ جل شانہ نے بذریعہ وحی اپنے نبی (ﷺ) برحق کو اس سازش سے مطلع کر دیا آپ اس مقام سے اٹھ کر مدینہ چلے آئے۔ صحابہؓ وہیں بیٹھے رہے جب کچھ تاخیر ہوئی تو آپ کو تلاش کرتے ہوئے آپ کے پاس پہنچ گئے۔ آپ نے اللہ جل شانہ کی وحی اور ان کے صلاح و مشورہ سے ان کو مطلع فرمایا اور بنو نضیر پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔

غزوہ بنو نضیر: چنانچہ ابن ام مکتومؓ کو اپنے بجائے مدینہ میں مقرر فرما کر ماہ ربیع الاوّل میں بنو نضیر کا محاصرہ کر لیا۔ ان لوگوں نے بھی چاروں طرف سے قلعہ بندی کر لی۔ چھ روز تک آپ ان کا محاصرہ کئے رہے ان کے کھجوروں کے باغات کاٹ ڈالنے اور درختوں کو جلا دینے کا حکم دے دیا۔ عبداللہ بن ابی اور چند منافقوں نے بنو نضیر سے یہ کہلا بھیجا کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں البتہ نکل کر لڑو تو ہم بھی لڑیں گے اور اگر جلا وطن ہوئے تب بھی ہم سب ہوں گے۔ اس پر بنو نضیر کچھ مغرور سے ہو گئے۔ آخر کار ذلیل اور محروم ہو کر امن کے خواستگار ہوئے عبداللہ بن ابی بن سلول بنو نضیر کی طرف سے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں یہ پیام لایا کہ بنو نضیر اپنی جانوں کی امان اور اس قدر مال و اسباب کی حفاظت چاہتے ہیں جس قدر اونٹ اٹھا کر لے جا سکے۔

بنو نضیر کی جلا وطنی: آنحضرت ﷺ نے ہتھیاروں کو مستثنیٰ کر کے اس کی اجازت دے دی ان میں سے بعض مثلاً حی ابن اخطب اور ابن ابی حقیق کے خاندان والے خیبر میں جا ٹھہرے اور بعض شام کی طرف ہجرت کر کے چلے گئے آپ ﷺ نے ان کا کل مال و اسباب مہاجرین اوّلین میں بالتخصیص تقسیم کر دیا اور اسی مال غنیمت سے بوجہ فقراء ابودجانہ و سہل بن حنیف کو بھی مرحمت فرمایا۔ گو یہ مہاجرین اوّلین میں سے نہ تھے اسی غزوہ میں بنو نضیر کے یہودیوں میں سے یامین بن عمیر بن حجاشؓ اور سعید بن وہب مسلمان ہو گئے ان کے مال و اسباب اور ہتھیاروں میں سے کچھ بھی طلب نہیں کیا گیا۔ علماء لکھتے ہیں کہ سورہ حشر اسی غزوہ میں نازل ہوئی ہے۔ واللہ اعلم

غزوہ ذات الرقاع: غزوہ بنو نضیر کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شروع جمادی الاوّل ۴ھ تک مدینہ میں مقیم رہے اس کے بعد نجد کی طرف بنو محارب و بنو ثعلبہ (غطفان) میں اعلاء کلمۃ اللہ کی غرض سے روانہ ہوئے۔ مدینہ میں حضرت ابوذر غفاریؓ اور بعض کہتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ بن عفان کو اپنا نائب مقرر فرمایا۔ نجد میں پہنچ کر غطفان کی ایک جماعت سے سامنا

ہوا۔ لڑائی کی نوبت نہیں آئی۔ فریقین ایک دوسرے سے ڈر گئے آنحضرت ﷺ نے مسلمانوں کے ساتھ صلوٰۃ الخوف پڑھی اس غزوہ کا نام ذات الرقاع ہے اس وجہ سے کہ پہاڑی راستوں میں چلتے چلتے غازیان اسلام کے پاؤں پھٹ گئے تھے اور انہوں نے رفع تکلیف کے خیال سے پاؤں میں کپڑے لپیٹ لئے تھے۔ واقدی نے لکھا ہے کہ اس غزوہ میں آنحضرت ﷺ جس پہاڑ پر اترے تھے اس کا نام ذات الرقاع ہے کیونکہ اس میں سیاہی' سفیدی اور سرخی کے نشانات پائے جاتے ہیں' اسی اعتبار سے اس غزوہ کا نام ذات الرقاع رکھا گیا۔ اس مؤرخ کا یہ خیال ہے کہ یہ غزوہ محرم میں ہوا تھا۔

غزوہ بدر موعد: شعبان ۴ھ میں آنحضرت ﷺ نے مدینہ میں اپنے بجائے عبداللہ بن ابی ابن سلول کو مقرر فرما کر خود بدر کی طرف اس وعدہ کے ایفا کی غرض سے روانہ ہوئے جو کہ جنگ احد میں فریقین کے درمیان ہوا تھا جس کا ذکر اس سے پیشتر کیا جا چکا ہے کہ ''جنگ احد میں بعد اختتام لڑائی ابوسفیان نے کہا تھا کہ آئندہ سال لڑائی بدر میں ہو گی۔ مسلمانوں کی طرف سے بحکم رسول اللہ ﷺ جواب دیا گیا اور اس کا اقرار کیا گیا تھا'' ابوسفیان بھی اہل مکہ کو لے کر حسب وعدہ آیا۔ تلہران یا عسفان میں اترا لیکن گرانی اور قحط کا عذر کر کے بلا جنگ واپس گیا اور آنحضرت ﷺ آٹھ روز کے بعد بدر سے واپس ہو گئے سنہ ۴ھ[1] یہی واقعات اس کے بعد ۵ھ شروع ہوتا ہے۔

غزوہ دومۃ الجندل: چند مہینوں کے بعد آغاز سہ ماہی اوّل ۵ھ (مطابق ۶۲۶ء) میں استیصال و منتشر کرنے کی غرض سے آپ کو جو کہ مسلمانوں کے خلاف دومۃ الجندل میں جمع ہونے والے گروہ کے مدینہ سے نقل و حرکت کی ضرورت ہوئی۔ اس مرتبہ آپ نے سباع بن عرفطہ غفاری کو اپنا نائب مقرر کر کے ماہ ربیع الاول ۵ھ کو مدینہ سے پیش قدمی فرمائی۔ چونکہ آپ ﷺ کے پہنچنے سے پہلے مخالفین کا گروہ منتشر ہو گیا تھا۔ لہٰذا بلا جنگ[2] آپ واپس تشریف لے آئے۔ اسی غزوہ میں عیینہ بن حصن کو اراضی مدینہ میں مویشیوں کے چرانے کی اجازت دی گئی کیونکہ اس کے ملک میں خشک سالی کی وجہ سے سبزی کا وجود برائے نام تھا اور مدینہ میں بارش کی وجہ سے باغات اور کھیت ہرے بھرے تھے۔

---

[1] اسی ۴ھ میں آنحضرت ﷺ نے ام سلمہؓ ام المؤمنین سے اپنا عقد کیا اور اسی سنہ میں زید بن ثابت کو کتب یہود کے پڑھنے کا حکم دیا اور اسی سنہ کے ماہ جمادی الاول میں عبداللہ بن عثمان بن عفانؓ چھ سال کی عمر میں اور ان کی والدہ رقیہؓ بنت رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہوا۔ آنحضرت ﷺ نے جنازہ کی نماز پڑھائی۔ بعضوں کا خیال ہے کہ اسی سنہ میں حسینؓ بن علیؓ بن ابی طالب پیدا ہوئے۔ واللہ اعلم

[2] ابن اثیر بھی اس غزوہ میں لڑائی نہ ہونے پر اتفاق کرتا ہے لیکن لکھتا ہے کہ مسلمانوں نے کفار کے کچھ اونٹ اور بکریوں پر قبضہ کر لیا تھا۔

باب : ۵

غزوۂ احزاب ۴ھ

غزوۂ خندق: اس کو غزوۃ الاحزاب بھی کہتے ہیں یہ شوال ۵ھ میں ہوا تھا اور صحیح یہ ہے کہ غزوہ ۴ھ میں ہوا ہے اس بیان کی تائید عبداللہ ابن عمرؓ کا یہ قول ہے کہ ردنی رسول اللّٰہ صل اللہ علیہ وسلم یوم احد و انا ابن اربع عشرۃ سعتۃ ثم اجازنی یوم الخندق و انا ابن خمس عشرۃ سنۃ یعنی ''مجھے رسول اکرم ﷺ نے احد کے دن لوٹا دیا جب میں ۱۴ سال کا تھا پھر خندق کی لڑائی کی اجازت دے دی جب کہ میں ۱۵ سال کا تھا'' پس اس قول سے معلوم ہوا کہ جنگ احد اور جنگ خندق میں صرف ایک برس کا وقفہ ہے اور یہی صحیح ہے کیونکہ یہ غزوہ 'غزوہ دومۃ الجندل سے بلاشبہ پہلے ہوا ہے۔

جنگ کی وجوہات: اس غزوہ کا باعث اور سبب یہ ہوا کہ جب بنونضیر جلاوطن ہو کر خیبر کی طرف چلے گئے تو ان میں سے چند لوگ منجملہ ان کے سلام بن ابی الحقیق و کنانہ بن الربیع بن ابی الحقیق وسلام بن مشکم وحی ابن اخطب بنونضیر سے اور ہود بن قیس وابوعمارہ بنووائل سے تھے مکہ چلے گئے وہاں انہوں نے مکہ والوں کو آنحضرت ﷺ کی مخالفت اور لڑائی پر اُبھارا۔ جو لوگ قابل جنگ نہ تھے ان سے مالی امداد حاصل کی۔ اس کے بعد بنوغطفان پہنچے اور ان کو بھی لڑائی پر آمادہ کیا۔ چنانچہ ابوسفیان بن حرث سردار قریش اور عتبہ بن حصن نے دس ہزار کی جمعیت کے ساتھ مدینہ کا رخ کیا۔

خندق کی کھدائی: آنحضرت ﷺ نے ان کی روانگی کی خبر سُن کر مدینہ کے اردگرد خندق کھودنے کا حکم دیا اور خود بھی خندق کھودنے میں مصروف ہو گئے۔ بعض کہتے ہیں کہ سلمانؓ فارسی نے خندق کھودنے کی رائے دی تھی۔ خندق کی تیاری کے بعد کفار کا لشکر پہنچا اور مدینہ کے باہر اُحد کی جانب ٹھہرا۔ آنحضرت ﷺ مدینہ میں ابن ام مکتومؓ کو اپنا نائب مقرر فرما کر تین ہزار مسلمانوں کے ہمراہ کفار کے مقابلہ پر آئے اور سلع کے میدان میں قیام کیا مسلمانوں اور کفار کے درمیان خندق حائل تھی۔

بنوقریظہ کی بدعہدی: مشرکین مکہ و بنوغطفان کی دیکھا دیکھی مسلمانوں سے عہد و پیمان کے باوجود بنوقریظہ بھی مسلمانوں کی مخالفت پر آمادہ ہو کر اسی گروہ میں سے مل گئے۔ اس خبر کے سنتے ہی رسول اللہ ﷺ نے سعد بن معاذ و سعد ابن عبادہ و

خوات بن جبیر وعبداللہ بن رواحہ (رضی اللہ عنہم) کو بنوقریظہ کا حال معلوم کرنے کی غرض سے روانہ کیا ان لوگوں نے بنوقریظہ کو جیسا سنا تھا ویسا ہی پایا۔ حضرت سعد بن معاذؓ نے چونکہ وہ ان کے حلیف تھے بہت کچھ سمجھایا، نصیحت وفضیحت کی۔ لیکن ان لوگوں کے دماغ سے یہ متعفن ہوا نہ نکلی مجبور ہو کر حضرت سعد بن معاذ مع اپنے ہمراہیوں کے واپس آ گئے اور آنحضرت ﷺ سے کل واقعہ عرض کیا۔

مدینہ کا محاصرہ: آپ کو بنوقریظہ کی غداری اور عہد شکنی سے صدمہ ہوا۔ مسلمانوں کو چاروں طرف سے محاصرہ کر لیا گیا۔ بنو حارثہ وبنوسلمہ نے لڑائی سے اس بہانہ سے جی چرایا کہ ہمارے مکانات مدینہ کے باہر اور کھلے ہوئے ہیں۔ تقریباً ایک مہینہ تک بلا کسی لڑائی کے محاصرہ قائم رہا اس کے بعد آنحضرت ﷺ کا قصد ہوا کہ عیینہ بن حصن وحرث بن عوف سے ثلث اثمار مدینہ (مدینہ کے باغوں کے تہائی پھل) دے کر مصالحت کر لی جائے اور اس طویل محاصرہ سے نجات حاصل کی جائے اس بارے میں آپ نے سعد بن معاذؓ اور حضرت سعد بن عبادہؓ سے مشورہ فرمایا۔ ان دونوں بزرگوں نے اس رائے سے اختلاف کیا اور عرض کیا ''یا رسول اللہ ﷺ کیا اللہ جل شانہ نے آپ کو اس طرح صلح کرنے کا حکم دیا ہے؟ اگر ایسا ہے تو آپ ضرور ایسا کریجئے یا اگر آپ کو خود یہ صلح کا طریقہ مرغوب اور محبوب ہے تو بھی آپ کر سکتے ہیں یا یہ کہ آپ نے اس میں ہماری بہتری تصور کی ہے اور ہمارے فائدہ کے لئے صلح فرما رہے ہیں؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ بے شک میں تمہارے لئے یہ صلح کرنا چاہتا ہوں میں نے اس مرتبہ یہ خیال کیا ہے کہ عرب نے متفق ہو کر تم پر ایک کمان سے تیراندازی کی ہے۔ حضرت سعد بن معاذؓ نے عرض کیا کہ جب ہم شرک والحاد اور بتوں کی نجاست میں مبتلا تھے اس وقت تو وہ ہم سے بجز خریداری کے ایک خرما بھی نہیں پا سکتے تھے۔ لیکن اب جب کہ ہم کو اللہ جل شانہ نے نور اسلام سے منور کیا اور آپ کی وجہ سے ہماری عزت افزائی کی تو ہم ان کو اپنا مال و پیداوار کیوں دے دیں؟ واللہ ہم ان کو ایک خرما بھی سوائے تلوار کے نہ دیں گے آپ مطمئن رہئے جب تک ہم میں سے ایک کی بھی جان باقی ہے کفار کا یہ ٹڈی دل گروہ مدینہ کے قریب نہ آ سکے گا''۔ آنحضرت ﷺ یہ سن کر خاموش ہو گئے اور مصالحت کی بابت سکوت اختیار فرمایا۔

فریقین میں جھڑپیں: اس کے بعد قریش کے چند سوار (جن میں عکرمہ بن ابی جہل وعمرو بن بن عبدود وبنو عامر بن لوئ سے اور بنومحارب سے ضرار ابن الخطاب شامل تھے) اپنے لشکر سے نکل کر مسلمانوں کی طرف بڑھے لیکن خندق دیکھ کر ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے کیونکہ اس سے پہلے عربوں میں یہ مکر وفریب نہ تھا۔ بہر حال ان لوگوں نے کسی تنگ مقام سے نکل چلنے کا ارادہ کیا یہ سوچ کر سواران کفار اپنے گھوڑوں کو مہمیز کر کے خندق پھاند گئے اور مسلمانوں کے مقابلہ میں آ کر لڑنے والوں کو طلب کیا۔ علی ابن ابی طالبؓ چند صحابیوں کو ہمراہ لے کر ان کے سامنے آئے اور عمرو بن عبدود کو قتل کر ڈالا باقی اس کے ہمراہی اپنے گروہ میں سے جس طرح آئے تھے اسی طرح واپس ہو گئے انہیں ایام میں حضرت سعد بن معاذ کے ایک تیر رگ اکحل پر آ لگا۔ بعض کہتے ہیں کہ حبان بن قیس بن العرقہ نے یہ تیر مارا تھا اور بعض کہتے ہیں کہ ابواسامہ جشمی حلیف بنومخزوم نے۔ علماء سیر لکھتے ہیں کہ جس وقت حضرت سعد بن معاذؓ کے تیر لگا تھا اس وقت وہ یہ دعا کر رہے تھے جس کا ترجمہ یہ ہے:

''اے خدا اگر تو نے قریش کی لڑائی باقی رکھی ہو تو مجھ کو بھی اس کے لئے باقی رکھ۔ مجھ کو اس سے کوئی چیز زیادہ عزیز نہیں کہ میں اس قوم سے لڑوں اور ان سے جہاد کروں جس نے تیرے رسول ﷺ کو ایذائیں دیں اور ان کو حرم سے نکال دیا ہے اور اگر تو نے ہماری اور ان کی لڑائی ختم کردی تو اسی زخم کو ہماری شہادت کا وسیلہ کردے۔ اب سوائے اس کے اور کوئی تمنا نہیں ہے کہ مرتے وقت میری آنکھیں بنو قریظہ کی ذلت دیکھ کر ٹھنڈی ہوں''۔

حضرت نعیم بن مسعود کی حکمت عملی: محاصرے کے دوران نعیمؓ بن مسعود بن عامر بن انیف بن ثعلبہ بن منذر بن ہلال بن خلاوہ بن اشجع بن ریث بن غطفان رضی اللہ عنہم خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ''یا رسول اللہ ﷺ میں آپ پر ایمان لایا میری قوم ابھی میری اس حالت سے واقف نہیں ہوئی آپ ﷺ جو کچھ فرمائیں میں اس کے بجالانے کو موجود ہوں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''کہ تم ایک تجربہ کار آدمی ہو' ان مشرکین کے دفعیہ کی جو تدبیر مناسب سمجھو کرو'' ((فان الحرب خدعة)) ''اس واسطے کہ لڑائی فریب ہے' نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ یہ سنتے ہی بنو قریظہ کے پاس گئے (یہ لوگ زمانہ جاہلیت میں ان کے دوست تھے اور ان سے مراسم رکھتے تھے) اور یہ سمجھایا کہ تم کو قریش اور بنو غطفان نے احمق بنا رکھا ہے اگر تم کو کامیابی ہوگی تو وہ مال غنیمت میں تمہارے سہیم و شریک ہوں گے نصف بلا دم تم سے لے لیں گے اور اگر کہیں شکست ہوگئی تو یاد رکھنا کہ وہ اپنے ہی وطن و شہر میں جا کر دم لیں گے تم اکیلے یہاں رہ جاؤ گے پھر تم تن تنہا محمد ﷺ اور ان کے ہمراہیوں کا مقابلہ نہ کرسکو گے لہٰذا مناسب یہ ہوگا کہ تم لوگ اس اطمینان کے لئے کہ تمہارے ساتھ وہ ہر حال میں رہیں گے تم ان کے لڑکوں کو اپنے یہاں رکھ لو۔ بنو قریظہ کے دل میں یہ بات اتر گئی اور وہ اس امر پر آمادہ ہوگئے۔

اس کے بعد نعیم بن مسعودؓ ابوسفیان کے پاس پہنچے اور اس کو یہ جڑ دیا کہ ''یہود بنو قریظہ تمہاری ہمراہی سے بددل ہو کر محمد ﷺ سے مل گئے ہیں اور ان سے یہ وعدہ کرلیا ہے کہ قریش کے لڑکوں کو ہم بطور ضمانت اپنے قبضہ میں لے کر تمہارے سپرد کردیں گے'' جب یہ باتیں ابوسفیان کے بھی ذہن نشین ہوگئیں تو نعیم ابن مسعود یہاں سے اٹھ کر غطفان کے پاس گئے اور ان سے بھی یہی باتیں کہیں۔

بنو قریظہ اور قریش میں نفاق: ابوسفیان و غطفان نے نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ کی باتوں کی تصدیق کے لئے اتفاق سے پیر کی رات بنو قریظہ سے کہلا بھیجا کہ تم لوگ محمد ﷺ کے پڑوس میں رہتے ہو ان کی نقل و حرکت سے بخوبی واقف ہوگے لہٰذا تم پہلے حملہ کرو۔ بنو قریظہ نے یوم السبت کا حیلہ کیا اور اس کے ساتھ ہی یہ پیام بھیجا کہ ''جب تک تم اپنے لڑکوں کو ہمارے اطمینان کی غرض سے ہمارے حوالے نہ کرو گے ہم ہرگز نہ لڑیں گے'' اس پیام کے پہنچتے ہی نعیم بن مسعود کی خبر کی تصدیق ہوگئی پس ان کو بنو قریظہ کی طرف سے کھٹکا پیدا ہوگیا۔ اس کے جواب میں قریش نے لڑکوں کے حوالے کرنے سے صاف انکار کردیا لیکن لڑنے پر ان کو مجبور کرنا چاہا جس سے بنو قریظہ کو وہ خیال جس کو نعیم بن مسعودؓ نے ان کے دماغ میں پیدا کردیا تھا یقین کے درجہ کو پہنچ گیا اور نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول کی تصدیق ہوگئی اس وجہ سے قریش و بنو قریظہ میں نااتفاقی ہوگئی۔

کفار مکہ کی واپسی: اس کے بعد اللہ جل شانہ نے قریش و غطفان پر ایک سخت ہوا بھیجی جس سے ان کے خیمے اکھڑ گئے' ہانڈیاں الٹ گئیں۔ ضروری اسباب اڑ گئے آنحضرت ﷺ نے کفار کی نا اتفاق سے مطلع ہو کر حذیفہ بن الیمان[1] کو قریش کی نقل و حرکت معلوم کرنے کے لئے روانہ کیا۔ انہوں نے صبح کو واپس آ کر مشرکین کی واپسی کی اطلاع دی۔ آنحضرت ﷺ بھی مع اپنے اصحابؓ کے صبح کو مدینہ لوٹ آئے۔

بنو قریظہ کا محاصرہ: غزوہ خندق[2] سے واپسی کے بعد بہ نظر گوشمالی اسی دن بعد نماز ظہر بنو قریظہ پر جہاد کرنے کا الہام ہوا۔ آنحضرت ﷺ نے اپنے اصحابؓ کو یہ حکم دیا اور فرمایا کہ کوئی شخص سوائے بنو قریظہ کے کہیں اور نماز عصر نہ پڑھے۔ چنانچہ آپ مع اپنے اصحابؓ کے مدینہ سے نکلے رایت اسلام اسلامی جھنڈا علی ابن ابی طالبؓ کو دیا اور مدینہ میں اپنے بجائے ابن ام مکتومؓ کو چھوڑا پچیس دن تک ان کا محاصرہ کئے رہے۔

سردار بنو قریظہ کعب بن اسعد: اس اثنا میں کعب بن اسد بنو قریظہ نے اپنی قوم کو جمع کر کے کہا" اے گروہ یہود اگر تم لوگ اپنی جان و مال اور عورتوں اور بچوں کو مسلمانوں کی دست برد سے بچانا چاہتے ہو تو سمعاً و طاعۃً اسلام قبول کر لو یا یہ کہ ہفتہ کی رات کو محمد ﷺ پر شب خون مارکر اپنے کو ان کے ہاتھوں سے بچاؤ۔ وہ ہفتہ کی رات کو اس خیال سے کہ یہود یوم السبت (ہفتہ کے روز) کو نہیں لڑتے غافل رہیں گے اور اگر ان دونوں امور کو ناپسند کرتے ہو تو بہتر یہ ہے کہ پہلے اپنی عورتوں اور بچوں کو قتل کرو۔ مال و اسباب کو جلا دو تب شمشیر بکف ہو کر محمد رسول اللہ ﷺ سے لڑو اگر اس صورت میں ہم ناکام ہوئے تو عورتوں اور بچوں کی گرفتاری کا رنج ہم کو نہ ہوگا اور اگر کہیں فتح یاب ہو گئے تو عورتیں بہت سی مل جائیں گی اور لڑکے بھی پیدا ہو

---

[1] حذیفہ بن الیمان کہتے ہیں کہ جس وقت میں قریش کے لشکر میں گیا اس وقت اس قدر تیز ہوا کے جھونکے چل رہے تھے کہ پاؤں رکھتے تھے کہیں پڑتے تھے کہیں ہوا کے جھونکوں کے ساتھ تاریکی بھی ایسی چھائی ہوئی تھی کہ ایک کو دوسرے کا چہرہ دکھائی نہیں دیتا تھا۔ ابوسفیان نے یہ حالت دیکھ کر کہا "اے گروہ قریش تم ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ لو تاکہ ہوا اور تاریکی کے صدمہ سے محفوظ رہ سکو" حذیفہ کہتے ہیں کہ میں نے بھی ایک شخص کا ہاتھ پکڑ لیا جو میرے قریب تھا تھوڑی دیر کے بعد پھر ابوسفیان نے کہا کہ بنو قریظہ نے ہم سے بدعہدی کی اور ہم لوگوں کو ایسی حالت میں چھوڑ دیا ہے لہٰذا اب میں مکہ کو واپس ہوتا ہوں تم لوگ بھی لوٹ چلو۔ اس فقرہ کے تمام ہوتے ہیں سب کے سب بکھر ہو گئے حذیفہ کہتے ہیں کہ میرے جی میں آیا کہ واپسی کے وقت میں اس کو مار ڈالوں جو میرا اس تاریکی میں ہم نشین تھا لیکن چونکہ آنحضرت ﷺ نے کسی سے چھیڑ کرنے سے منع فرما دیا تھا اس وجہ سے خاموش رہا۔ (سیرۃ ابن ہشام)

[2] ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ غزوہ خندق سے صبح کی نماز کے بعد واپس آئے آپ نے اور مسلمانوں نے ہتھیار کھول کر رکھ لئے لیکن ظہر کے وقت جیسا کہ زہری نے روایت کی ہے جبرائیل علیہ السلام ایک خچر پر سوار سبز عمامہ باندھے ہوئے آئے اور آنحضرت ﷺ سے مخاطب ہو کر فرمایا کیا آپ نے ہتھیار کھول ڈالے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں! پھر حضرت جبرئیلؑ نے فرمایا ہنوز ملائکہ نے ہتھیار نہیں کھولے اور نہ وہ اپنے دشمنوں کے مقابلہ سے واپس ہوئے ہیں اللہ جل شانہ آپ ﷺ کو بنو قریظہ کی طرف جانے کا حکم دیتا ہے میں خود انہیں کی طرف جاتا ہوں اور ان کی بناء کو متزلزل کئے دیتا ہوں" آنحضرت ﷺ نے یہ سنتے ہیں ندا کرا دی کہ کوئی شخص سوائے بنو قریظہ کے اور کہیں نماز عصر نہ پڑھے۔ ابن اسحاق ہی نے یہ بھی لکھا ہے کہ بعض اصحاب جو کسی ضرورت سے باہر چلے گئے تھے انہوں نے عشاء کے وقت بہ نظر تعمیل حکم ﷺ بنو قریظہ میں آ کر نماز عصر پڑھی اس پر نہ اللہ جل شانہ نے اور نہ آنحضرت ﷺ نے کچھ ناراضگی ظاہر فرمائی تھی۔ واللہ اعلم

جائیں گے۔ بنو قریظہ نے ان میں سے ایک بات بھی تسلیم نہ کی۔

حضرت ابو الباَبہؓ بن عبد المنذر کی لغزش: اس کے بعد ان لوگوں نے آنحضرت ﷺ سے ابو الباَبہ بن عبد المنذر بن عمرو بن عوف کو مشورہ کی غرض سے اس وجہ سے طلب کیا کہ بنو قریظہ ان کے خلفاء میں تھے۔ ابو الباَبہ بن عبد المنذر کو دیکھتے ہی کل بنو قریظہ جن میں ان کے لڑکے اور عورتیں بھی شامل تھیں جمع ہو گئے اور رو رو کر کہنے لگے کہ کیا تمہاری بھی یہی رائے ہے کہ ہم محمد ﷺ کے حکم سے قلعہ بندی چھوڑ دیں اور حصار سے نکل آئیں۔ ابو الباَبہ ہاں کہہ کر آنحضرت ﷺ کے پاس نہ گئے بلکہ مدینہ لوٹ آئے اور اس واپسی پر نادم ہو کر اس کے انتظار میں مسجد کے ستون سے خود کو بندھوا دیا کہ اللہ جل شانہ ان کو اس خطا پر معاف فرمائے۔ ابو لبابہ نے دل میں یہ بھی عہد کر لیا تھا کہ اس سرزمین پر میں داخل نہ ہوں گا جہاں پر میں نے اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بددیانتی کی ہے۔

حضرت ابو الباَبہ کی معافی: آنحضرت ﷺ نے یہ واقعہ سن کر ارشاد فرمایا کہ اگر ابو الباَبہ میرے پاس آتا تو میں اللہ تعالیٰ سے اس کا قصور معاف کراتا لیکن اب میں جب تک اللہ تعالیٰ اس کی خطا سے درگزر نہ کرے اس کو کھول نہیں سکتا چھ روز تک ابو الباَبہ مسجد کے ستون کے ساتھ بندھے رہے صرف نماز کے اوقات میں کھلتے تھے ساتویں روز اللہ جل شانہ نے ان کی توبہ قبول فرمائی آنحضرت ﷺ نے خود اپنے دست مبارک سے ابو الباَبہ کو ستون سے کھولا اس کے بعد بنو قریظہ مجبور ہو کر بحکم رسول اللہ ﷺ حصار سے نکل آئے اسی شب بنو قریظہ میں سے ہذیل کے چار بھائی مسلمان ہو گئے۔ عمرو بن سعد قرظی بھاگ گیا یہ بنو قریظہ کے ساتھ عہد شکنی میں شریک نہیں ہوا تھا الغرض بنو قریظہ کے حصار سے نکلنے کے بعد بنو اوس نے آنحضرت ﷺ سے استدعا کی کہ جیسا کہ بنو خزرج کی التماس پر بنو نضیر کے ساتھ معاملہ کیا گیا ہے اسی طرح ہمارے کہنے سے بنو قریظہ کے ساتھ بھی برتاؤ کیا جائے۔

سعد بن معاذ کا فیصلہ: آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کیا تم اس بات سے راضی ہو گے کہ اس امر کا فیصلہ وہ شخص کرے جو تم میں سے ہو؟ بنو اوس نے کہا ہاں یا رسول اللہ (ﷺ) تب آپؐ نے فرمایا وہ شخص سعد بن معاذؓ ہیں وہی اس امر کا فیصلہ کریں گے (سعد بن معاذؓ غزوہ خندق میں زخمی ہوئے تھے عیادت و بیمار پرسی کے خیال سے مسجد نبوی کے قریب ایک خیمہ میں ٹھہرائے گئے تھے) سعد بن معاذ ایک حمار پر سوار کرا کے لائے گئے جس وقت یہ مجلس کے قریب آئے تو آنحضرت ﷺ نے بنو اوس سے فرمایا ((قوموا الی سیدکم)) یعنی ''اپنے سردار کی تعظیم کے لئے اٹھو'' بنو اوس نے ان کو عزت سے لا کر بٹھایا اور کہا کہ ''آنحضرت ﷺ نے تمہارے موالی اور ساتھیوں کی قسمت کا فیصلہ تمہارے سپرد کیا ہے۔ حضرت سعد بن معاذؓ نے جواب دیا ''کہ تم کو اللہ تعالیٰ کے عہد میثاق پر عمل کرنا چاہیے'' بنو اوس نے کہا ضرور بسر و چشم۔ اس پر سعد بن معاذؓ نے کہا میں ان کی بابت حکم دیتا ہوں کہ ''بنو قریظہ کے کل مرد قتل کیے جائیں لڑکے اور عورتیں لونڈی اور غلام بنائے جائیں اور مال و اسباب مسلمانوں میں تقسیم کر دیا جائے'' آنحضرت ﷺ نے یہ سن کر سعد بن معاذؓ سے فرمایا ((لقد حکمت فیھم بحکم اللہ)) ''یعنی بے شک تم نے اللہ کے حکم

کے مطابق حکم دیا''۔

بنو قریظہ کا انجام: اس کے بعد آپ ﷺ کے حکم سے بنو قریظہ بازار مدینہ کی طرف لائے گئے اور خندقیں کھود کر ان کی گردنیں ماری گئیں۔ ان کی تعداد چھ اور سات سو کے درمیان تھی عورتوں میں صرف ہنانہ زوجہ حکم قرظی کو قتل کیا گیا کے قتل کا بھی باعث یہ تھا کہ اس نے خلاد بن سوید بن الصامتؓ پر دیوار پر سے ایک چکی گرا دی تھی جس کی چوٹ سے وہ شہید ہو گئے تھے۔ ثابت بن قیس بن الشماسؓ کی سفارش سے زبیر بن قرظی[1] کی مع اس کے بیوی بچوں کی جاں بخشی کر دی۔ اس کا مال و اسباب بھی واپس دے دیا گیا اور ام منذر بنت قیس نجاریہ کو رفاعہ بن سموال قرظی کو مرحمت فرمایا۔ اس واقعہ کے بعد رفاعہ مسلمان ہو گئے اور آن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم کی صحبت بھی نصیب ہوئی۔ ان معاملات سے فارغ ہو کر آپ نے بنو قریظہ کے مال و اسباب میں سے سواروں کو تین تین حصے اور پیادوں کو ایک ایک حصہ مرحمت فرمایا۔ قیدیان بنو قریظہ میں ریحانہ[2] بنت عمرو بن خنافہ ان کے حصہ میں آئیں اور تا زمان وذات آپ ہی کی ملک میں رہیں۔

حضرت سعدؓ بن معاذ کی شہادت: ان واقعات کے بعد سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی وہ دعا جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے مستجاب ہو گئی۔ لیکن ان کی رگ اکحل سے پھر خون جاری ہو گیا یہاں تک کہ شہید ہو گئے پس انہوں نے شہداء جنگ خندق کے

---

[1] ابن اسحاق نے اس واقعہ کو تفصیل سے لکھا ہے جو دلچسپی سے خالی نہیں ہے وھو ہذا۔ ثابت بن قیس جیسا کہ ابن شہاب زہری نے ذکر کیا ہے زبیر بن باط قرظی کو پکڑ لائے۔ زبیر بن باط ایک مسن و معمر آدمی تھا اس نے ایام جاہلیت میں ثابت بن قیس کے ساتھ کچھ سلوک کیا تھا اثناء راہ میں زبیر نے ثابت سے کہا کیا تم مجھ کو پہچانتے ہو؟ ثابت نے جواب دیا کیا مجھ جیسا آدمی تجھ جیسے شخص کو بھول جائے گا میں یہ چاہتا ہوں کہ اس کا بدلہ میں اپنے ہاتھ سے تجھ کو دوں۔ زبیر نے یہ سن کر کہا بے شک کریم کو کریم نیک جزا دیتا ہے اس کے بعد ثابت نے رسول اللہ ﷺ سے جا کر عرض کیا کہ زبیر کا مجھ پر احسان ہے میں چاہتا ہوں کہ اس کا معاوضہ میں اس کو دوں آپ اس کا خون مجھے دے دیجئے یعنی جاں بخشی کیجئے آپ نے فرمایا ((ھو لک)) ''وہ تیرے واسطے ہے'' ثابت یہ سن کر خوش ہوئے اور زبیر کے پاس آئے اور یہ بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ کو تیری جان بخش دی ہے میں اس کو تجھے دیتا ہوں زبیر نے کہا ایک بوڑھا شخص جس کے اہل و عیال بھی نہ ہوں وہ زندگی لے کر کیا کرے گا؟ ثابت یہ سن کر پھر خدمت اقدس میں آئے اور عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ زبیر کی عورت اور لڑکوں کو بھی مجھے مرحمت فرمائیے آپ نے فرمایا ((ھو لک)) ''وہ تیرے واسطے ہیں'' ثابت نے یہ سنتے ہی زبیر سے آ کر کہا کہ آنحضرت ﷺ نے مجھے تیرے لڑکے اور بیوی کو بھی مرحمت فرما دیا اب میں ان کو تجھے دیتا ہوں۔ زبیر نے جواب دیا کہ سرزمین حجاز میں وہ خاندان جس کے مال نہ ہو کیسے باقی رہ سکتا ہے؟ ثابت نے اسی طرح حاضر ہو کر آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ آپ نے وہ بھی ثابت کو دے دیا اور ثابت نے زبیر کو دے دیا اس کے بعد زبیر نے کعب بن وحی بن اخطب وعزال بن سمول وکعب بن قریظہ و بنو عمرو بن قریظہ کا حال نام بنام دریافت کیا ثابت نے کہا یہ سب مارے گئے زبیر نے یہ سن کر ایک آہ سرد کھینچی اور کہا کہ اے ثابت ان لوگوں کے بعد زندگی کا کچھ لطف نہیں ہے تم مجھ کو بھی ان کے پاس پہنچا دو ثابت یہ سن کر اپنے فعل پر شرما گئے اور آگے بڑھ کر ان کی گردن مار دی۔

[2] ریحانہ بنت عمرو سے آپ نے عقد کرنا چاہا تھا لیکن ریحانہ نے کہا مجھے اس حالت میں رہنے دیجئے اس میں آپ کو اور مجھ کو آسانی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے سن کر ان کو ان کی حالت پر چھوڑ دیا چونکہ انہوں نے قید ہونے کے وقت یہودیت کے چھوڑنے سے انکار کیا تھا اس وجہ سے آپ کو ان کی طرف خیال لگا رہتا تھا۔ ایک روز آپ ﷺ صحابہؓ میں تشریف رکھتے تھے کہ پیچھے سے کسی کے پاؤں کی آہٹ معلوم ہوئی آپ نے فرمایا کہ یہ ثعلبہ بن سعد ہے ریحانہ کے اسلام کی خوشخبری سنانے آیا ہے اتنے میں ثعلبہ بن سعید آئے اور عرض کیا کہ ''ریحانہ مسلمان ہو گئی'' یہ سن کر آپ خوش ہو گئے اور آپ کے زمانہ وفات تک یہ آپ ہی کی ملک میں رہیں۔

ساتویں[1] وعدہ کو پورا کیا (رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ) مشرکین کے گروہ میں اس لڑائی میں چار آدمی مارے گئے یہ چاروں نضر قریش کے تھے مشرکین کے مقتولوں کے منجملہ عمرو بن عبدود اور اس کا لڑکا حسل ونوفل بن عبداللہ بن المغیرہ شامل تھے۔ اس جنگ خندق کے بعد سے پھر کفار قریش نے مسلمانوں سے کوئی لڑائی نہیں چھیڑی یہاں تک کہ مکہ فتح ہو گیا۔

اہل رجیع خون کا قصاص: بنو قریظہ کی فتح کے چھ مہینے بعد جمادی الاولیٰ ۵ھ میں اہل رجیع کے عاصم بن ثابت وخبیب بن عدی کے خون کا بدلہ لینے کی غرض سے آپ نے دوسو سواروں کی جمعیت کے ساتھ بنولحیان کا قصد کیا۔ مدینہ سے نکل کر سیدھے شام کے راستے پر چلے تھوڑی دور چل کر صخیرات یمام سے بائیں جانب مڑ کر مکہ کے راستہ پر آ گئے رفتہ رفتہ امج و عسفان کے درمیان جا اترے۔ لیکن مشرکین کا گروہ آپ کی تشریف آوری سے پہلے ہی منتشر ہو کر پہاڑوں میں چھپ گیا لڑائی کی نوبت نہیں آئی۔

غزوہ الغابہ: عینیہ بن حصن فزاری نے آنحضرت ﷺ کے واپس ہونے کے چند راتوں کے بعد بنو عبداللہ بن غطفانی کو لے کر اطراف مدینہ پر شبخون مارا اور ان کی اونٹنیاں پکڑ لے گیا۔ اس واقعہ میں اس نے بنوغفار کے ایک شخص کو جو وہاں موجود تھا قتل کر کے اس کی بیوی کو ہمراہ لے گیا۔ سلمہ بن عمرو بن الاکوع اسلمی رضی اللہ عنہ یہ واقع دیکھ کر مسلمانان مدینہ کو اس سے مطلع کر کے اس کے تعاقب میں روانہ ہوئے آنحضرت ﷺ کی اطلاع پر عینیہ کی گرفتاری کے لیے مقداد بن الاسود وعباد بن بشر وسعد بن زید الشہلی وعکاشہ بن محصن ومحرز بن نضلہ اسدی وابوقتادہ (بنوسلمہ کے) مہاجرین وانصار (رضی اللہ عنہم) کو لے کر سلمہ سے جا ملے۔ ان میں سعد بن زید رضی اللہ عنہ کو سردار مقرر فرمایا۔ یہ سواران اسلام نہایت تیزی سے مسافت طے کرتے ہوئے دشمنان خدا تک پہنچ گئے۔ دونوں گروہوں میں لڑائی ہوئی محرز بن نضلہ رضی اللہ عنہ کو عبدالرحمٰن بن عینیہ نے شہید کیا۔ مشرکوں کو شکست ہوئی۔ ایک دن اور رات آپؐ چشمہ بن ذوقرد پر مقیم رہے اور کھانا ان ناقوں کے جو مشرکین سے واپس لئے گئے تھے۔ ایک ناقہ ذبح کیا گیا۔ اس کے بعد مدینہ واپس آئے۔

غزوہ بنی مصطلق: اس غزوہ کے بعد رسول اللہ ﷺ ماہ شعبان ۶ھ تک خاموشی کی حالت میں مدینہ میں مقیم رہے۔ کیا تعجب تھا کہ کچھ دنوں سکون کی یہی کیفیت قائم رہتی لیکن مشرکین کو چین کہاں مل سکتا تھا۔ نہ وہ خود آرام سے رہتے تھے اور نہ آپ ﷺ کو آرام سے بیٹھنے دیتے تھے۔ انہوں نے غزوہ لغابہ کے بعد بنو المصطلق میں جمع ہو کر مسلمانوں پر حملہ کرنے کی تیاری کی۔ ان کا سردار حرث بن ابی ضرار پدر جویریہ ام المومنین تھا۔ آنحضرت ﷺ نے ان کی پیش قدمی سے مطلع ہو کر حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ اور بعض کہتے ہیں کہ نمیلہ بن عبداللہ لیثی رضی اللہ عنہ کو

---

[1] ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ جنگ خندق میں سوائے چھ آدمیوں کے اور کوئی شہید نہیں ہوا اور وہ یہ ہیں تین آدمی بنوعبدالاشہل سے (۱) سعد بن معاذ (۲) انس بن اوس بن عتیک بن عمرو (۳) عبداللہ بن سہیل۔ دو آدمی بنوسلمہ سے (۱) طفیل بن نعمان (۲) ثعلبہ بن غنمہ۔ ایک آدمی بنو دینار سے کعب بن زید (رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ) مشرکین کی طرف سے تین نضر منبہ بن عثمان بن عبید (عبدالداری) ونوافل بن عبداللہ بن المغیرہ بن عبید دو مارے گئے۔ منبہ بن عثمان کے تیر لگا تھا جس کے زخم سے مکہ میں جا مرا اور پچھلے دو عین معرکہ میں مرے۔

اپنا نائب مقرر فرما کر[1] روانہ ہوئے۔ چشمہ (یا چاہ) مریسیع پر قدید و ساحل کے درمیان مشرکین بنو المصطلق سے مڈبھیڑ[2] ہوئی۔ فریقین نے ایک دوسرے پر حملہ کیا۔ مشرکین کو شکست ہوئی جن کی قسمت میں مارا جانا لکھا تھا وہ میدانِ جنگ میں مسلمانوں کے ہاتھوں مارے گئے۔ مال و اسباب پر قبضہ کر لیا گیا اور عورتیں و بچے گرفتار کر لئے گئے۔

حضرت جویریہ بنت الحرث: منجملہ ان کے جویریہ بنت الحرث سردار بنو المصطلق بھی تھیں یہ ثابت بن قیسؓ کے حصہ میں آئی تھیں۔ ثابت بن قیس نے ان کو مکاتبہ (معاوضہ لے کر آزاد کر دینا) کر دیا جس کی واجب الادا رقم کو آنحضرت ﷺ نے ادا فرما دیا اور جویریہؓ کو لے کر آزاد کر کے اپنی زوجیت میں لے لیا جب صحابہؓ کو یہ معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے جویریہؓ سے عقد کر لیا ہے تو انہوں نے آپؐ کی دامادی کی وجہ سے بنو المصطلق کے اپنے مقبوضہ تمام قیدیوں کو آزاد کر دیا ان آزاد کئے جانے والوں کی تعداد سو کے قریب یا اس سے کچھ زائد تھی۔ اس لڑائی میں بنولیث بن بکر کے بجائے ہشام بن صبابہ لیثی کو دشمن کے دھوکے میں عبادۃ ابن الصامت رضی اللہ عنہ کے خاندان کے ایک شخص نے قتل کیا نیز اسی لڑائی میں واپسی کے وقت جب کہ جہجاہ بن مسعود غفاری اجیر عمر بن خطابؓ و سنان ابن وافد جہنی حلیف بنوعوف بن الخزرج میں نا چاقی ہو گئی تھی۔

منافق عبداللہ بن ابی: عبداللہ بن ابی ابن سلول نے کہا تھا کہ اگر ہم بخیر و عافیت مدینہ پہنچ گئے تو ضرور ہم وہاں سے ان رذیلوں کو نکال دیں گے۔ علاوہ اس کے اسی طرح کے اور کلمات بھی آنحضرت ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی شان میں کہے تھے۔ جن کو زید بن ارقم نے اپنے کانوں سے سن کر آنحضرت ﷺ سے عرض کیا تھا۔ اللہ جل شانہ نے اسی وقت سورۂ منافقین نازل فرمائی۔ عبداللہ ابن ابی کے لڑکے عبداللہ نے اپنے باپ سے بیزاری ظاہر کی اور یہ گزارش کی کہ ''واللہ اللہ اور اس کا رسول ﷺ عزیز تر ہے اور بے شک وہی ذلیل و خوار ہے' اگر آپ فرمائیں تو میں خود کو نکال دوں'' پھر جب مدینہ میں پہنچے تو عبداللہ بن عبداللہ نے اپنے باپ عبداللہ بن ابی سلول سے باز پرس کی۔ گھر میں داخل نہ ہونے دیا اور علانیہ یہ کہہ دیا کہ تم کو میں اس وقت تک مکان میں قدم نہ رکھنے دوں گا جب تک آنحضرت ﷺ اجازت نہ دیں گے۔

پس یہ آنحضرت ﷺ کی اجازت سے مکان میں داخل ہوا اس کے بعد عبداللہ بن عبداللہ بن ابی نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا ''یا رسول اللہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ آپ میرے باپ کو قتل کی فکر میں ہیں مجھ کو اس کا خوف ہے کہ آپ کہیں میرے سوا کسی دوسرے کو اس کام پر مامور نہ فرمائیں میرا نفس اس امر کو قبول نہ کرے گا کہ میں اپنے باپ کے قاتلوں کو چھوڑ دوں اور اگر میں نے اس کو قتل کر ڈالا تو حقیقتاً میں نے ایک کافر ایک مسلمان کے بدلے مارا اس وجہ سے میں یہ گزارش کرتا ہوں کہ آپ مجھ کو میرے باپ کے مارنے کا حکم دیجئے میں ابھی اس کا سر کاٹ کر حاضر کرتا ہوں''۔ آنحضرت ﷺ نے یہ سن

---

1. ۲ شعبان ۶ ھ بروز پیر آپ ﷺ مدینہ سے روانہ ہوئے اس مرتبہ غزوات سابقہ کے خلاف منافقین کا بھی ایک گروہ آپ کے ہمراہ تھا جو اس سے بیشتر کبھی کسی غزوہ میں شریک نہیں ہوا تھا۔

2. اس لڑائی میں مہاجرین کا علم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں اور انصار کا رایت سعد بن عبادۃ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا مشرکوں کے مقتولوں کی تعداد معلوم نہیں ہوئی البتہ مسلمانوں کی طرف سے صرف ایک شخص شہید ہوا اور وہ بھی دھوکہ میں۔

کر ان کو دعا دی اور ان کی تسکین کر دی کہ ان کے باپ کے ساتھ سختی کے بجائے نرمی کی جائے گی۔

واقعۂ افک: اسی غزوہ میں واقعہ افک پیش آیا اہل افک [1] نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شان میں بدگوئی کی جس کا ذکر کرنے کی ہم کو ضرورت نہیں ہے کتب سیر میں یہ واقعہ تصریح کے ساتھ مذکور ہے اللہ جل شانہ نے ان کی برائت و بزرگی و شرافت کی بابت آیات نازل فرمائی ہیں۔

غلط فہمی: صحیح میں یہ ذکر آ گیا ہے کہ واپسی کے وقت حضرت سعد بن عبادہؓ و سعد بن معاذؓ میں کچھ باتیں ہو گئی تھیں۔ درحقیقت یہ غلط فہمی ہے کیونکہ سعد بن معاذؓ بعد فتح بنو قریظہ ۵ھ میں انتقال کر چکے تھے اور غزوہ بنو المصطلق ۶ھ میں ان کے انتقال کے

---

[1] یہ واقعہ اس غزوہ میں مراجعت کے وقت پیش آیا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آنحضرت ﷺ کی ان بیویوں میں سے تھیں جن سے آپ کو بہت زیادہ انس تھا۔ لیکن اس واقعہ میں وحی نہ نازل ہونے سے آپ بھی سخت متردد و متحیر تھے۔ قصہ مختصر اس کا یہ ہے کہ غزوہ بنو المصطلق سے واپسی کے وقت ایک مقام پر آپ نے قیام فرمایا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا قضاء حاجت کے لئے لشکر سے باہر گئیں۔ جب لوٹ کر آئیں تو اپنے گلے کو تو اپنے گلے کو ہار سے خالی پایا جس کو وہ اپنی بہن سے روانگی کے وقت عاریتاً لے کر آئی تھیں۔ ناچار ہار کی تلاش میں جہاں قضائے حاجت کو گئی تھیں پھر گئیں۔ اتنے میں لشکر نے کوچ کر دیا اور جو لوگ آپ کی محمل کو اونٹ پر رکھا کرتے تھے انہوں نے بھی محمل کو اٹھا کر اونٹ پر رکھ دیا۔ چونکہ عائشہ صغیرہ سن تھیں۔ بدن میں گوشت نہیں بھرا تھا ان لوگوں کو کچھ خیال پیدا نہ ہوا۔ جب حضرت عائشہ لشکر گاہ میں ہار لے کر آئیں تو لشکر کو نہ پایا۔ یہ خیال کر کے جب یہ لوگ کسی مقام پر قیام کریں گے اور مجھ کو نہ دیکھیں گے تو ضرور میری تلاش میں آئیں گے۔ ایک چادر لپیٹ کر لیٹ رہیں تڑکے کا وقت تھا نیند آ گئی۔ صفوان بن معطلؓ کثیر النوم ہونے کی وجہ سے ہمیشہ سب سے پیچھے کوچ کیا کرتے تھے اس لئے یہ مصلحت تھی کہ یہ چھوٹی چیزوں اور آدمیوں کو با آسانی لشکر تک پہنچا دیتے تھے انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو زمین پر لیٹے ہوئے دیکھ کر ﴿انا للہ وانا الیہ راجعون﴾ پڑھا۔ صفوان کی آواز سن کر حضرت عائشہ جاگ اٹھیں صفوان نے اپنا اونٹ بٹھا دیا حضرت عائشہ اس پر سوار ہو گئیں۔ صفوانؓ نے اونٹ کی مہار پکڑ لی اور روانہ ہو گئے تا آنکہ لشکر میں پہنچ گئے لشکر اس وقت ظہیرہ میں تھا۔ عبداللہ بن ابی منافق اور منافقین کا ایک گروہ لشکر میں موجود تھا اس نے اس واقعہ کو دیکھتے ہی جو کچھ کہنا تھا کہنا شروع کر دیا۔ اپنے حسد و نفاق کو ظاہر کرنے لگا۔ لیکن آنحضرت ﷺ خاموش تھے جب لشکر اسلام مدینہ پہنچا تو آپ نے اپنے اصحابؓ سے اس واقعہ کے بارے میں مشورہ طلب فرمایا۔ حضرت اسامہ نے عرض کیا کہ یہ واقعہ بالکل غلط ہے۔ دشمنوں کے کہنے پر خیال نہ فرمائیے۔ ہرگز آپ حضرت عائشہ سے علیحدگی نہ کیجئے لیکن حضرت علیؓ نے کہا کہ آپ حضرت عائشہؓ کو کر دیجئے۔ دوسری عورت سے عقد کیجئے لیکن جب علیؓ نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ اس واقعہ میں پس و پیش فرماتے ہیں تو حضرت علیؓ نے دوبارہ عرض کیا کہ آپ شک و شبہ کو چھوڑ دیجئے ناحق کا صدمہ نہ اٹھائیے۔ ان کے علاوہ اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی اس واقعہ کو سن کر کہا ((سبحانک هذا بهتان عظیم)) چونکہ مدینہ پہنچ کر حضرت عائشہ بیمار ہو گئی تھیں اور ان کو ان واقعات سے کچھ آگاہی نہ تھی۔ البتہ آنحضرت ﷺ ان سے مخاطب کم ہوتے تھے اس وجہ سے آنحضرت ﷺ سے اجازت لے کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے میکے چلی آئیں چند دنوں کے بعد ایک روز رات کو ام مسطح بنت ابی رہم بن المطلب کے ہمراہ قضاء حاجت کو باہر جا رہی تھیں۔ اثناء راہ میں ام مسطح نے مسطح کو برا کہا۔ عائشہ نے ام مسطح سے کہا تم نے کیا یہ شخص مہاجرین میں سے ہے بدر میں شریک ہوا ہے۔ ام مسطح نے جواب دیا کہ کیا تم کو اس واقعہ کی اطلاع نہیں ہوئی؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کون سا واقعہ؟ ام مسطح نے سارا واقعہ بیان کر دیا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سن کر پریشان ہو گئیں قضاء حاجت بھی نہ کر سکیں روتی ہوئیں واپس چلی آئیں شب و روز رونے کے سوا کچھ کام نہ تھا۔ ایک تو بیماری دوسرے یہ صدمہ اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے لوگوں کو جمع کر کے یہ خطبہ پڑھا جس میں بعد حمد و ثناء یہ بیان فرمایا کہ ''اے لوگو! ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جنہوں نے میرے اہل بیت کی بابت مجھے ایذا پہنچائی ہے اور ان پر افترا اور بہتان باندھتے ہیں اور ایسے شخص کی نسبت کہتے ہیں جس سے میں نے نیکی کے سوا کچھ نہیں دیکھا اور وہ کبھی کسی میرے مکان میں میرے ساتھ کے سوا داخل نہیں ہوا''۔ اسید بن حضیر یہ سن کر اٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے ''اے رسول اللہ اگر وہ لوگ اس کے قبیلہ کے ہیں تو ہم ان کی برادری کے ہیں انہیں ہم اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں اور اگر ہمارے بھائی خزرج سے ہیں تو ہم آپ کے حکم کے منتظر ہیں''۔ اس پر حضرت سعد بن عبادہؓ نے اٹھ کر کہا کہ ؎

بیس مہینے بعد ہوا لہٰذا دو شخصوں کا جھگڑا غزوہ بنو مصطلق کے بعد ہوا پس ابن اسحاق نے جو زہری سے اور زہری نے عبیداللہ بن عبداللہ وغیرہ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت ﷺ سے اور سعد بن عبادۃ سے گفتگو ہوئی تھی وہ اسید بن الحضیر کی باتیں تھیں۔ واللہ اعلم

بنو مصطلق کا وفد دو برس بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو مصطلق کے مسلمانوں سے صدقات وصول کرنے کے لئے ولید بن عقبہ بن معیط رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا' جس وقت ولید بنو مصطلق کے قریب پہنچے۔ بنو المصطلق ان کے استقبال کے لئے نکلے۔ ولید یہ خیال کر کے یہ لوگ میری ہلاکت کی غرض سے آئے ہیں۔ لوٹ آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اطلاع دی کہ وہ میرے قتل پر آمادہ ہوئے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بدعہدی کی بابت مسلمانوں سے مشورہ طلب کیا اس اثناء میں بنو المصطلق کا وفد (ڈیپوٹیشن) آیا اور ملاقات سے پہلے ولید کی واپسی پر افسوس ظاہر کرنے کے بعد

.. معلوم ہوتا ہے کہ تمہارا خیال یہ ہے کہ اہل افک خزرج سے ہیں اور اگر آپ کی قوم سے ہوتے تو یہ نہ کہتے" باتوں باتوں میں دونوں میں نزاع بڑھ گئی۔ آنحضرت ﷺ منبر سے اتر آئے یہ قول صاحب زاد المعاد فی ہدی خیر العباد کا تھا۔ لیکن ابن اثیر و ابن ہشام لکھتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد آنحضرت ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا تھا۔ حضرت اسامہؓ اور علیؓ نے جو کچھ ان کے دل میں آیا مشورہ دیا تھا جیسا کہ ابھی مذکور ہوا بہر کیف اس خطبہ کے بعد آنحضرت ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اس وقت ان کے پاس ان کے ماں باپ اور انصارؓ کی ایک عورت تھی یہ بیٹھی ہوئی رو رہی تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے حمد و ثنا کی اس کے بعد ان سے مخاطب ہو کر فرمایا "اے عائشہؓ تم کو کچھ معلوم ہے تمہاری نسبت لوگ کیا کہتے ہیں؟ اگر فی الحقیقت تم سے کوئی لغزش ہوگئی ہے تو اللہ سے رجوع کرو"۔ یہ سنتے ہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے آنسو تھم گئے اور اس انتظار میں رہیں کہ ان کے ماں باپ کچھ جواب دیں جب ان لوگوں نے کچھ جواب نہ دیا تو انہوں نے اپنے ماں باپ سے کہا تم لوگ آپ ﷺ کو جواب دو ان لوگوں نے کہا ہم کیا جواب دیں ہماری سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔ تب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں ہرگز توبہ نہیں کروں گی اللہ اس کو خوب جانتا ہے کہ میں اس سے بری ہوں' وہ بے شک میری تصدیق کرے گا' باقی رہے تم لوگ اگر میں اس سے انکار کرتی ہوں تو مجھے تم لوگ سچا نہ جانو گے اس لئے میں بھی وہی کہتی ہوں جو پدر یوسف نے کہا تھا یعنی ﴿فصبر جمیل و اللہ المستعان علی ما تصفون﴾ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ اس وقت میں نے یعقوبؑ کا نام بہت یاد کیا لیکن یاد نہیں آیا۔ تب مجبور ہو کر میں نے ان کو پدر یوسف سے تعبیر کیا۔ میرے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہ تھی کہ اللہ جل شانہ میری بریت کے لئے وحی بھیجے گا۔ آیات تطہیر نازل کرے گا جس کی لوگ تلاوت کریں گے الغرض اسی اثناء میں حضرت ﷺ اپنی جگہ سے اٹھنے نہ پائے تھے کہ وحی نازل ہونے کے آثار نمایاں ہو گئے آپ ایک چادر اوڑھ کر لیٹ رہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھ کو اس مطلق علم نہ تھا کہ وحی کیا نازل ہوگی کلیتہً میں بے جرم و بے گناہ تھی جب سلسلہ وحی ختم ہوا تو آپ اٹھ کر بیٹھ گئے پیشانی سے پسینہ پونچھتے جاتے اور فرماتے تھے ((ابشری یا عائشة فقد انزل اللہ برأتک)) یعنی "اے عائشہ مبارک ہو اللہ جل شانہ نے تمہاری برأت نازل فرما دی ہے"۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سن کر خدا کا شکر ادا کیا۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ باہر تشریف لائے خطبہ پڑھ کر ان آیات کو جو بارۂ تطہیر عائشہ رضی اللہ عنہا نازل ہوئی تھیں پڑھا ﴿ان الذین جاؤا بالافک عصبة منکم لا تحسبوہ شرا لکم بل ھو خیر لکم لکل امرء منھم ما اکتسب من الاثم و الذی تولی کبرہ منھم لہ عذاب عظیم﴾ یعنی "الزام لگانے والی تمہاری ہی ایک جماعت ہے اس الزام کو اپنے لئے برا نہ سمجھو بلکہ تمہارے لئے اچھا ہے ہر آدمی پر اس کی کمائی کے برابر گناہ ہے اور جو اس جماعت کا سرغنہ ہے اس کے لئے سنگین عذاب ہے" اس کے بعد اہل افک پر حد قذف (حرام کاری یا زنا کی تہمت لگانے کی سزا) جاری کرنے کا حکم دیا چنانچہ مسطح بن اثاثہ و حسان بن ثابت و حمنہ بنت جحش کو جو کہ اس واقعہ میں زور و شور مچا رہے تھے۔ اسی اسی درے مارے لیکن عبداللہ بن ابی باوجودیکہ ان کا سردار تھا روپوش ہو جانے کے سبب سے بچ گیا۔

اظہار کیا کہ بنوالمصطلق ان کی تشریف آوری کے سبب سے استقبال کو آئے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اس بیان کو مان لیا اور اللہ جل شانہ نے یہ آیت نازل فرمائی :

﴿یا ایھا الذین امنوا ان جاء کم فاسق بنبا فتبینوا ان تصیبوا قوما بجھالۃ فتصبحوا علی ما فعلتم نادمین﴾

''اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے آئے تو تحقیق کر لیا کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ بے خبری میں کسی پر حملہ کر بیٹھو اور اپنے کیے پر نادم ہونا پڑ جائے''۔

باب ۶:
صلح حدیبیہ

مکہ کو روانگی: غزوہ بنو المصطلق کے دو مہینے بعد ماہ ذیقعدہ ۶ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بقصد عمرہ ادائے حج مدینہ سے مکہ روانہ ہوئے۔ مہاجرین وانصار (رضی اللہ عنہم) کا ایک گروہ آپؐ کے ہمراہ تھا۔ آپ ﷺ کے ہمراہیوں کی تعداد تیرہ سو اور پندرہ سو کے درمیان تھی اگرچہ اس امر کے اظہار کے لئے کہ آپؐ جنگ کے قصد سے مکہ روانہ نہیں ہوئے۔ آپؐ نے اپنی روانگی سے پہلے قربانی کے جانوروں کو آگے روانہ کر دیا تھا اور مدینہ ہی سے احرام باندھ لیا تھا لیکن اہل قریش اس کے باوجود خبر پاتے ہی آپؐ سے لڑنے اور بیت اللہ کی زیارت سے روکنے پر تل گئے۔ خالد بن الولیدؓ کو ایک دستہ سواروں کے ساتھ کراع الغمیم کی طرف بڑھایا۔[1] یہ خبر آپؐ کو اس وقت پہنچی جب کہ آپؐ عسفان پہنچ چکے تھے آپ نے اسی مقام سے عام راستہ چھوڑ کر ثنیۃ المرار کا راستہ اختیار کیا۔ رفتہ رفتہ مقام حدیبیہ (اسفل مکہ) میں پہنچے خالد بن ولید اس خبر کے سنتے ہی مع اپنے ہمراہیوں کے مکہ بغرض اطلاع لوٹ آئے۔ رسول اللہ ﷺ نے جب اس مقام سے مکہ کی طرف اپنے ناقہ کو موڑنا چاہا تو وہ بیٹھ گیا۔ لوگوں نے کہا ناقہ بیٹھ گیا۔ مکہ کی طرف جانے سے روکتا ہے آپؐ نے جواب دیا: ''نہیں مکہ کی طرف جانے سے ناقہ نہیں رک سکتا لیکن اس کو اس نے روک دیا ہے جس نے اصحاب فیل کے فیل کو روک دیا تھا''۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا مجھے اس کی قسم ہے جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر قریش آج کے دن مجھے نہ روکتے تو میں بہ نظر صلہ رحم جو مانگتے وہی دیتا۔ اس کے بعد آپؐ اتر پڑے اور لوگوں کو قیام کرنے کے لئے فرمایا۔ صحابہؓ نے اس مقام پر پانی نہ ہونے کی شکایت کی۔ آپؐ نے ایک تیر اپنے ترکش سے نکال کر دیا جس کو انہوں نے آپؐ کی حسب ہدایت وادی

---

[1] ابن ہشام نے لکھا ہے کہ اس خبر کا پہنچانے والا آپ ﷺ تک بشر بن سفیان کعبی ہے وہ آپ سے عسفان میں ملا اور یہ کہا ''اے رسول اللہ ﷺ قریش تمہاری روانگی کو سن کر گھروں سے نکل کھڑے ہوئے ہیں اور انہوں نے یہ عہد کیا ہے کہ تم مکہ میں ہرگز نہ جانے پاؤ گے اور خالد بن ولید سواروں کو لے کر کراع الغمیم کی طرف جلوہ گری کے غرض سے روانہ ہوا ہے آنحضرت ﷺ نے یہ سن کر فرمایا کہ قریش پر افسوس آتا ہے کہ ان کے دماغ کو لڑائی کے خیال نے چرا لیا ہے۔ ان کا کیا نقصان تھا اگر آج مجھ کو نہ چھیڑتے اور آئندہ وہ مجھ پر وہ فتح یاب ہو جاتے تو ان کا یہی مقصد تھا اور اگر اللہ تعالیٰ مجھ کو ان پر غالب کر دیتا تو وہ اسلام میں داخل کر لئے جاتے بخدا میں ان سے اس وقت تک لڑتا جاؤں گا۔ جب تک مردان خدا غالب نہ ہوں گے۔

کے ایک پتھر میں گڑوا دیا اللہ کی قدرت سے اس قدر پانی نکلا کہ تمام لشکر کے صرف کو کافی ہو گیا۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ یہ عمل براء بن عازب نے کیا تھا۔

بیعتِ رضوان: آنحضرت ﷺ اور کفار قریش میں نامہ و پیام شروع ہوا۔ حضرت عثمان بن عفانؓ ان دونوں میں نامہ بری یا سفارت کا کام سرانجام دے رہے تھے۔ اتفاقاً مکہ سے واپسی میں ان کو کچھ تاخیر ہوئی اور یہاں یہ خبر مشہور ہو گئی کہ مشرکین نے ان کو شہید کر ڈالا۔ آنحضرت ﷺ یہ سن کر بہت برہم ہوئے اسی وقت مسلمانوں کو طلب کر کے ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر مرنے اور لڑائی سے نہ بھاگنے کی بیعت لی اور اپنا بایاں ہاتھ دائیں ہاتھ پر مارا اور فرمایا کہ یہ بیعت عثمانؓ کی جانب سے ہے۔

مصالحت کی گفت و شنید: نامہ و پیامہ کے بعد سب سے پیچھے سہیل بن عمرو قریش کی جانب سے آنحضرت ﷺ کے پاس آیا اور یہ بات قرار پائی کہ اس سال قربانی کر کے واپس چلے جائیں۔ سال آئندہ مکہ میں آپ ﷺ اور آپ کے صحابہؓ بلا ہتھیار سوائے تلوار کے داخل ہوں تین دن سے زیادہ نہ ٹھہریں۔ یہ صلح دس برس تک قائم رہے۔ ایک دوسرے کو کسی قسم کی ایذا نہ پہنچائیں۔ نیز یہ کہ جو شخص کفار میں سے مسلمانوں میں جا ملے وہ اپنی قوم میں واپس کر دیا جائے گا۔ اور جو شخص مسلمانوں میں سے ان میں مل جائے تو وہ مسلمانوں کو واپس نہ کیا جائے گا۔ یہ شرط مسلمانوں کو شاق گزری بعض نے اس میں بحث بھی کی لیکن آنحضرت ﷺ بالہام الٰہی سمجھتے تھے کہ یہ صلح لوگوں کے امن اور ظہور اسلام کی باعث ہو گی اور اللہ جل شانہٗ اس میں مسلمانوں کے لئے بہبودی و بہتری کی صورت پیدا کرے گا۔

صلح نامہ حدیبیہ: علی بن ابی طالبؓ نے صحیفہ (عہد نامہ) لکھا اور اس کے عنوان میں یہ عبارت تحریر کی ((ھذا ما قاضی علیہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)) ''یہ وہ ہے جس پر محمد رسول اللہ نے صلح قبول فرمائی ہے''۔ سہیل نے یہ عبارت دیکھ کر کہا اگر ہم محمد ﷺ کو رسول اللہ سمجھتے تو ان سے کیوں لڑتے؟ آنحضرت ﷺ نے حضرت علی ابن ابی طالبؓ کو اس کے محو (کاٹ دینے یا چھیلنے) کا حکم دیا۔ علی ابن ابی طالبؓ نے انکار کیا آپ نے خود اس عہد نامہ کو لے کر لفظ رسول اللہ محو کر کے محمد بن عبداللہ (ﷺ) لکھ دیا۔ ناظرین کے ذہنوں میں آنحضرت ﷺ کی اس کتابت سے یہ شبہ نہ پیدا ہو کہ اس محو و اثبات سے آپ کی امیت میں کچھ فرق آ گیا اس وجہ سے کہ یہ کتابت بلا علم اشکال حروف سواد خط و نشست و برخاست الفاظ ہوئی تھی۔ پس یہ کتابت بھی آپ ﷺ کے منجملہ معجزات کے ہے اور قادح معجزہ نہیں ہے۔ واللہ اعلم

ابو جندل بن سہیل کی آمد: عہد نامہ تحریر کئے جانے کے دوران ابو جندل بن سہیل آ گئے یہ اس واقعہ سے پہلے ایمان لا چکے تھے۔ سہیل اپنے لڑکے کو دیکھتے ہی چلا اٹھا ((ھذا اول ما نقاضی علیہ)) ''یہ وہ پہلا شخص ہے جس پر ہمارے تمہارے درمیان فیصلہ ہونا ہے''۔ آنحضرت ﷺ نے یہ سنتے ہی ابو جندلؓ کو سہیل کے سپرد کر دیا اور یہ تسکین دی کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے کوئی نجات کی صورت نکالے گا مگر عام مسلمانوں کو یہ امر شاق گزرا اس کے بعد قریش کے تیس چالیس آدمی کو

سواران اسلام گرفتار کر کے لائے جو مسلمانوں پر شبخون مارنے کی غرض سے آئے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے ان کو بھی آزاد کر دیا ان واپس ہونے والوں میں عتیقی بھی شامل تھے۔ الغرض جب صلح نامہ لکھا گیا اور دستخط ہو کر مکمل ہو گیا تب آپ ﷺ نے قربانی کرنے اور سر منڈانے کا حکم دیا۔ صحابہؓ کو چونکہ شرائط صلح شاق گزرین تھیں لہٰذا انہوں نے اس حکم کی تعمیل میں توقف کیا۔ آپ کو اس سے رنج ہوا آپؐ نے اپنی بی بی ام سلمہؓ سے اس کی شکایت کی۔ ام سلمہؓ نے یہ رائے دی کہ آپ باہر تشریف لے جایئے قربانی کیجئے بال منڈایئے پھر صحابہؓ بھی آپ کی اتباع کریں گے۔ چنانچہ آپؐ نے ایسا ہی کیا مسلمانوں نے آپ کی اتباع کی اس دن آنحضرت ﷺ کا سر مبارک خراش بن امیہ خزاعی نے مونڈا تھا۔

صلح حدیبیہ کے اثرات: زہری روایت کرتے ہیں کہ جب تک مسلمانوں اور کفار قریش میں نزاع قائم تھی اس وقت تک کوئی کسی سے مل جل نہ سکتا تھا اور پھر جب مصالحت ہو کر لڑائی ختم ہو گئی اور لوگوں میں امن ہو گیا تو ایک دوسرے سے ملنے لگے نہ کوئی کسی کے مذہب پر معترض ہوتا اور نہ اسلام کی کوئی برائی کرتا تھا۔

ذوالحلیفہ کا واقعہ: مدینہ سے واپسی کے بعد ابوبصیر عتبہ بن اسید بن جاریہ ثقفی حلیف بنو زہرہ مکہ سے بھاگ کر مدینہ چلے آئے یہ پہلے ہی سے مسلمان تھے ان کی قوم نے ان کو قید کر رکھا تھا۔ ازہر بن عبد عوف عم عبدالرحمٰن بن عوف واخنس بن شریق سردار بنو زہرہ نے جو بنو عامر بن لوئی کے ایک شخص کو مع اپنے خادم کے آنحضرت ﷺ کے پاس بھیجا۔ آپ ﷺ نے بموجب عہد نامہ ابوبصیر عتبہ بن اسید کو ان دونوں آدمیوں کے حوالے کر دیا۔ جب یہ لوگ ذوالحلیفہ پہنچے تو ابوبصیر نے ان میں سے ایک کی تلوار اٹھالی اور عامری پر اس زور سے وار کیا کہ اس نے دم تک نہ لیا فوراً مر گیا۔ دوسرا یہ واقعہ دیکھ کر اپنی جان بچا کر بھاگ گیا۔ ابوبصیر آنحضرت ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا ''اے رسول اللہ ﷺ آپ نے اپنا عہد پورا کیا اور اللہ نے مجھ کو چھڑا دیا''۔

آنحضرت ﷺ نے اس کا جواب ان کو ایسے الفاظ میں دیا جس سے ابوبصیر یہ سمجھ گئے کہ یہ پھر کفار قریش کے حوالے کر دیئے جائیں گے۔ اس وجہ سے اسی وقت وہ مدینہ سے نکل کر ساحل کی طرف چلے آئے جس راستہ سے قریش شام کو جاتے تھے رفتہ رفتہ ان میں قریش کا ایک گروہ جو اسلام دوست اور مسلمان تھا آملا۔ ان لوگوں نے قریش کے قافلوں کو چھیڑنا اور لوٹنا شروع کر دیا۔ قریش نے مجبور ہو کر آنحضرت ﷺ سے یہ درخواست کی کہ ان لوگوں کو آپ مدینہ بلالیں۔ اس کے بعد ام کلثومؓ بنت عقبہ بن ابی معیط ہجرت کر آئیں۔ ان کو لانے کے لئے ان کے بھائی عمارہ و ولید آئے۔ اللہ جل شانہ نے عورتوں کو واپس کرنے سے منع کر دیا۔ چنانچہ وہ شرط جو عہد نامہ میں لکھی گئی تھی ٹوٹ گئی۔ پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے مسلمانوں پر مشرک عورتیں حرام کر دیں جس سے ان کا نکاح ٹوٹ[1] گیا۔

[1] ازانجملہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے اپنی بیوی قریبہ بنت ابی امیہ بن المغیرہ اور ام کلثوم بنت عمرو بن جرول خزاعی کو طلاق دے دی۔ پہلی نے معاویہ بن ابی سفیان سے عقد کر لیا اور دوسری نے ابوجہم بن حذیفہ بن غانم سے۔

مترجم

بدیل بن ورقہ: زہری نے روایت کی ہے کہ جب آنحضرت ﷺ مقام حدیبیہ میں بہ اطمینان مقیم ہو گئے اس وقت آپؐ کے پاس بدیل بن ورقا خزاعی چند خزاعیوں کو لے کر آیا اور حضور ﷺ کے آنے کا سبب دریافت کیا۔ لوگوں نے کہا آپ ﷺ قصد لڑائی نہیں آئے بلکہ بیت اللہ کی زیارت کے لئے تشریف لائے ہیں کیا تم نہیں دیکھتے کہ قافلہ کے آگے قربانی کے اونٹوں کی قطار ہے اور آپ ﷺ احرام باندھے ہوئے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے اس قول کی تصدیق کی بدیل یہ سن کر مع اپنے ہمراہیوں کے لوٹ کر قریش کے پاس آیا اور ان سے مخاطب ہو کر کہا ''اے گروہ قریش تم لوگ ناحق محمد ﷺ سے بدگمانی کرتے ہو وہ تم سے لڑنے کو نہیں آئے' بلکہ بیت اللہ کی زیارت کو آئے ہیں تم لوگ بے وجہ شور و غل مچا رہے ہو''۔ قریش نے جواب دیا'' کہ چاہے وہ جنگ کے قصد سے نہ آئے ہوں لیکن وہ اس شہر میں نہیں آسکتے اور دیکھنا آئندہ اس بارے میں گفتگو نہ کرنا۔ اس کے بعد اہل مکہ نے مکرز بن حفص بن الاخیف برادر بنو عامر بن لوئی کو بھیجا اس سے بھی یہی گفتگو پیش آئی اور اس نے بھی واپس ہو کر قریش کو اسی امر کی اطلاع دی۔

حلیس بن علقمہ کی واپسی: انہوں نے حلیس بن علقمہ یا ابن زبان سردار احابیش کو حال دریافت کرنے کے لئے روانہ کیا۔ آنحضرت ﷺ نے اس کو آتے ہوئے دیکھ کر فرمایا کہ سامنے سے ہٹ جاؤ قربانی کے اونٹوں کو آگے کر دو حلیس قربانی کے جانوروں کو دیکھ کر آنحضرت ﷺ کے پاس تک نہ آیا راستہ ہی سے لوٹ کر قریش سے کل واقعہ بیان کیا۔ قریش نے کہا بیٹھ جا جنگلی آدمی کچھ سمجھتا بوجھتا نہیں ہے۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ اس بات سے حلیس کو غصہ آگیا اور اس نے نہایت تیز آواز سے کہا اے گروہ قریش واللہ ہم نے تمہارے ساتھ اس بات کا حلف نہیں لیا اور نہ اس امر پر ہم نے تم سے عہد کیا ہے وہ شخص روکا جائے گا جو بیت اللہ کی زیارت کو آتا ہے مجھ کو اس کی قسم ہے جس کے قبضہ میں حلیس کی جان ہے یا تو محمدؐ کو جس کام کے لئے وہ آئے ہیں اجازت دو گے یا میں اپنے کل حبشیوں کو لے کر چلا جاؤں گا''۔ قریش نے رنگ بے رنگ دیکھ کر نرمی سے کہا بھائی حلیس تم خاموش رہو جو تم کہو گے وہی ہوگا ذرا ہم اپنا اطمینان تو کر لیں۔

حضرت خراش بن امیہ سے بدسلوکی: ابن اسحاق کہتے ہیں کہ ان واقعات کے بعد پہلے آنحضرت ﷺ نے خراش بن امیہ خزاعیؓ کو بلایا اور اپنے ثعلب نامی اونٹ پر سوار کر کے اہل مکہ کے پاس اصلی حالات کہنے کے لئے روانہ کیا اہل مکہ نے آپ کے اونٹ کو ذبح کر ڈالا اور خراش بن امیہ کے قتل پر آمادہ ہو گئے۔ حبشیوں نے درمیان میں پڑ کر بچایا خراش بیچارے جان بچا کر آنحضرت ﷺ کے پاس آئے اور کل واقعات عرض کئے۔

حضرت عثمانؓ بن عفان کی سفارت: آپ ﷺ نے حضرت عمر بن الخطابؓ کو اہل مکہ کے پاس بھیجنے کے لئے بلایا حضرت عمر بن الخطابؓ نے عرض کیا ''یارسول اللہ ﷺ مجھے مکہ جانے میں کچھ عذر نہیں ہے لیکن مجھے اپنی ذات کا قریش سے خوف ہے۔ مکہ میں کوئی بنو عدی بن کعب نہیں ہے جو میری حمایت کرے یا ان کو روکے گا۔ آپ کو بخوبی معلوم ہے کہ قریش مجھ سے کس قدر برہم ہیں اور مجھے دیکھ کر کس قدر آگ بگولا ہو جاتے ہیں۔ لیکن میں اس کام کے لئے اپنے سے زیادہ اچھے شخص کو بتاتا ہوں آپ حضرت عثمانؓ بن عفان کو بلایئے اور ان سے یہ کام لیجئے۔ آنحضرت ﷺ نے اس رائے کو پسند فرمایا اور حضرت عثمانؓ بن عفان کو بلا کر ابوسفیان اور روسا قریش کے پاس مکہ روانہ فرمایا۔ جب یہ مکہ پہنچے تو سب

سے پہلے ابان بن سعید بن العاص سے ملاقات ہوئی۔ عثمان بن عفانؓ نے آنحضرت ﷺ کا پیام بتایا۔ وہ حضرت عثمانؓ کو ابوسفیان اور رؤسا قریش کے پاس لے گیا انہوں نے ان سے بھی آنحضرت ﷺ کا کل پیام کہہ دیا جب حضرت عثمانؓ یہ پیام پہنچا چکے تو قریش نے کہا ''کہ تمہارا اگر جی چاہتا ہو تو طواف کر لو'' عثمانؓ بن عفان نے جواب دیا کہ میں یہ فعل ہرگز نہ کروں گا جب تک آنحضرت ﷺ طواف نہ کر لیں۔ قریش یہ سن کر خاموش ہو گئے اور ان کو روک لیا۔

شہادت عثمانؓ کی افواہ: آنحضرت ﷺ اور مسلمانوں کو یہ خبر پہنچی کہ حضرت عثمانؓ بن عفان کو اہل مکہ نے قتل کر ڈالا۔ ابن اسحاقؒ کہتے ہیں کہ مجھ سے عبداللہ بن ابی بکر نے بیان کیا کہ آنحضرت ﷺ کو جب یہ خبر پہنچی تو آپؐ نے فرمایا کہ جب تک میں اس قوم سے خون بہا نہ لے لوں گا ہرگز حرکت نہ کروں گا' لوگوں کو بیعت کے لئے بلایا اس بیعت سے حاضرین میں سے سوائے عبد بن قیسؓ برادر بنو سلمہ کے کسی نے انکار نہیں کیا سب سے پہلے ابو سنان اسدیؓ نے بیعت کے لئے ہاتھ بڑھایا تھا۔

صلح کی پیشکش: پھر قریش نے سہیل بن عمرو برادر بنو عامر بن لوئی کو آنحضرت ﷺ کے پاس صلح کرنے کی غرض سے بھیجا اور یہ سمجھا دیا کہ محمد ﷺ سے صلح کر و مگر وہ اس سال واپس جائیں تا کہ عرب یہ نہ کہیں کہ محمدؐ بجبر مکہ میں داخل ہوئے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے اس کو آتے دیکھ کر فرمایا کہ اب قریش صلح کی طرف مائل ہوئے کیونکہ انہوں نے اس شخص کو بھیجا ہے۔ الغرض سہیل آنحضرت ﷺ کے پاس آیا اور شرائط نامہ طے کر کے عہد نامہ لکھا جانے لگا۔

صلح نامہ حدیبیہ: آنحضرت ﷺ نے علی ابن ابی طالب سے فرمایا لکھو۔ بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم سہیل نے کہا میں یہ نہیں جانتا باسمک اللھم لکھاؤ آپ نے ارشاد فرمایا یہی لکھو پھر فرمایا لکھو۔

یعنی (یہ وہ ہے جس پر اللہ کے رسول محمدؐ نے سہیل سے صلح کی) سہیل نے اس پر بھی اعتراض کر دیا اگر ہم تم کو رسول اللہ جانتے تو تم سے کیوں لڑتے؟ تم اپنا اور اپنے باپ کا نام لکھاؤ' آنحضرت ﷺ نے فرمایا اچھا لکھو:

((ھذا ما صالح علیه محمد بن عبدالله و سھیل بن عمرو و اصطلحا علی وضع الحرب عن الناس عشر سنین یا من فیھن الناس دیکف بعضھم عن بعض علی انه من اتی محمد امن قریش بغیر اذن ولیه رده علیھم و من جاء قریشا ممن مع محمد لم یردوه علیه و ان بیننا عیبة مکفوفه و انه لا اسلال و لا اغلال و انه من احب ان یدخل فی عقد محمد و عھده دخل فیه و من احب ان یدخل فی عھد قریش و عھد ھم دخل فیه و انک ترجع ھنا عامک ھذا فلا ندخل علینا مکة و انه اذا کان عام قابل خرجنا عنک .... فدخلتھا باصحابک فاقمت بھا ثلاث معک سلاح الراکب السیوف فی القرب لا تدخلھا بغیرھا.....))

یعنی ''یہ وہ ہے جس پر اللہ کے رسول محمد بن عبداللہ نے سہیل سے صلح کی اور دس سال تک لڑائی موقوف کرنے پر اتفاق کر لیا۔ اس دس سالہ مدت میں کوئی کسی پر حملہ نہیں کرے گا اور لوگ امن سے رہیں گے اگر کوئی قریشی محمد ﷺ کے پاس اپنے ولی کی اجازت کے بغیر آئے گا تو اسے آپ ﷺ کو لوٹانا پڑے گا اور اگر کوئی مسلمان اہل قریش کے پاس آئے گا تو قریش نہیں لوٹائیں گے۔ ہمارے درمیان لڑائی کا فتنہ موقوف رہے گا نہ تلوار سونتی جائے گی اور نہ خیانت کی جائے گی۔ ہر شخص مختار ہے جس کے ساتھ چاہے مل جائے خواہ محمد صلی اللہ

وسلم کے ساتھ یا قریش کے ساتھ اس سال محمد ﷺ واپس ہو جائیں اور عمرے کے لئے مکہ نہ آئیں۔ ہاں اگلے سال آپ مع صحابہؓ کے عمرے کے لئے مکہ میں آ سکتے ہیں اور تین دن ٹھہر سکتے ہیں بشرطیکہ اسلحہ میں سے ان کے پاس صرف تلواریں ہوں اور وہ بھی میان میں ہوں''۔

صلح نامہ پر فریقین کے دستخط: یہ عہد نامہ لکھا جا رہا تھا کہ ابو جندل بن سہیلؓ آ گئے اور از روئے معاہدہ ہذا ابو جندل اپنے والد سہیل بن عمرو کے حوالے کر دیئے گئے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا معاہدے کی تحریر کے بعد اس کی تکمیل کی غرض سے اس صلح نامہ پر فریقین کے حسب ذیل عمائدین نے دستخط کئے عبدالرحمٰن بن عوفؓ عبداللہ بن سہیلؓ بن عمرؓ سعد بن ابی وقاصؓ محمود بن مسلمہ مکرز بن حفصؓ اور علی ابن ابی طالبؓ۔

اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے سر منڈایا' قربانی کی اور مدینہ کو واپس ہوئے اثناء راہ سورۂ فتح ﴿یعنی انا فتحنا لک الخ﴾ نازل ہوئی جس میں ان واقعات اور نیز بیعت الرضوان وغیرہ کا تذکرہ ہے فمن شاء الاطلاع علیها فلیرجع الیها ''جو شخص بیعت الرضوان کا علم حاصل کرنا چاہے وہ سورہ مذکورہ کا مطالعہ کرے''

سلاطین کو دعوتِ اسلام کے خطوط: عمرۃ الحدیبیہ اور اپنی وفات کے درمیان آنحضرت ﷺ نے اپنے بعض اصحابؓ کو عرب وعجم کے ممالک کی طرف دعوتِ اسلام کے خطوط دے کر روانہ کیا۔ سلیط بن عمروؓ بن عبد شمسؓ بن عبدود برادر بنو عامرؓ بن لوئی کو ہوذہؓ بن علی والی یمامہ کی طرف اور علاء بن الحضرمیؓ کو منذر ابن ساویؓ برادر بنو عبدالقیس والی بحرین کے پاس اور عمرو بن العاصیؓ کو جیفر بن جلندیؓ ابن عامر بن جلندی والی عمان کی جانب اور حاطبؓ بن ابی بلتعہ کو مقوقس والی سکندریہ کی طرف اور دحیہؓ بن خلیفہ کلبی کو قیصر روم کی طرف اور شجاعؓ بن وہب اسدی برادر بنو اسدؓ بن خزیمہ کو حرثؓ بن شمر غسانی والی دمشق کی طرف اور عمرؓ بن امیۃ الضمریؓ کو نجاشی کی طرف روانہ فرمایا۔

مقوقس شاہِ مصر: مقوقس والی اسکندریہ نے حاطبؓ بن ابی بلتعہؓ کی بہت عزت کی اور آنحضرت ﷺ کے نامہ مبارک کو توقیر کی نگاہوں سے دیکھ کر قبول کیا۔ واپسی کے وقت چار لونڈیاں بطور ہدیہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں روانہ کیں من جملہ ان کے ام المؤمنین ماریہ رضی اللہ عنہا مادر ابراہیم ابن رسول اللہ ﷺ تھیں۔

ہرقل کے نام خط: دحیہؓ کلبی جو آنحضرت ﷺ کے سفیر ہو کر قیصرِ روم کی طرف روانہ ہوئے تھے۔ پہلے وہ بصرے گئے وہاں سے والی بصرے کے ذریعہ قیصر روم ہرقل کے دربار میں پہنچے۔ اس خط میں یہ عبارت تھی۔

((بسم اللہ الرحمن الرحیم من محمد رسول اللہ الی هرقل عظیم الروم سلام علی من اتبع الهدی. اما بعد فانی ادعوک بدعایة الاسلام اسلمه تسلم یوتک اللہ اجرک مرتین. فان تولیت فان علیک اثم الاریسین و یا اهل الکتاب تعالوا الی کلمات سواءٍ بیننا و بینکم ان لا نعبد الا اللہ و لا نشرک به شیئا و لا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشهدوا بانا مسلمون))

''یہ خط اللہ کے رسول محمد ﷺ کی طرف سے ہرقل شاہ روم کے نام ہے ہدایت کی پیروی کرنے والوں پر سلامتی ہو میں آپ کو دعوت اسلام دیتا ہوں آپ اسلام لے آئیں سلامتی سے رہیں گے اور اللہ آپ کو دہرا

اجر دے گا اور اگر آپ اسلام سے پھر جائیں گے تو آپ پر رعایا کے گناہوں کا وبال ہوگا۔ اے اہل کتاب ایسے دین کی طرف آ جاؤ جس پر ہمارا اور تمہارا اتفاق ہے کہ ہم اللہ کے سوا کوئی دوسرا معبود نہ مانیں اور اللہ کے ساتھ کوئی چیز شریک نہ کریں اور اللہ کو چھوڑ کر ہم میں سے کوئی کسی کو رب نہ بنائے' پھر اگر وہ پھر جائیں تو تم کہہ دو اے اہل کتاب ہمارے اسلام پر گواہ رہو''

ہرقل نے اس خط کو پڑھ کر اپنے سر اور آنکھوں پر رکھا اور دریافتِ احوال کے لئے فوراً ان لوگوں کو طلب کیا جو آپ کی قوم کے اس کے ملک میں بغرض تجارت گئے ہوئے تھے۔ چنانچہ غزوہ سے ابوسفیان[1] وغیرہ بلوائے گئے۔ ہرقل نے ابوسفیان وغیرہ سے آنحضرت ﷺ کے حالات دریافت کئے۔ ابوسفیان سے حالات سن کر ہرقل کی پوری تشفی ہوگئی اس کے بعد ہرقل نے آپ ﷺ کی نبوت کی تصدیق کی اور ایک جلسہ[2] میں نصاری کو جمع کر کے اس امر کو پیش کیا لیکن سب نے یہ

---

[1] ابوسفیان اس وقت تک ایمان نہیں لائے تھے ان کے ساتھ قریش کی ایک جماعت تھی جس وقت یہ لوگ قیصر کے دربار میں آئے ہرقل نے قریشیوں کو ابوسفیان کے پیچھے بٹھایا اور کہا کہ میں ان سے کچھ دریافت کروں گا اگر یہ کچھ جھوٹ کہیں تو ان کو تم جھٹلانا'' ابوسفیان کہتے ہیں کہ اگر مجھ کو اس کا خوف نہ ہوتا تو میں ضرور جھوٹ بولتا۔ مجھ سے ہرقل نے آنحضرت ﷺ کے حالات دریافت کئے میں نے ان کو تحقیر کے ساتھ بیان کرنا شروع کیا۔ لیکن ہرقل نے میرے کہنے پر غور نہ کیا اور پہلا سوال اس نے یہ کیا کہ تم میں اس کا (محمد ﷺ) نسب کیسا ہے؟ میں نے کہا وہ نسباً اچھا ہے۔ پھر اس نے سوال کیا کیا اس کے خاندان میں کوئی ایسا گزرا ہے اس جیسا دعویٰ کرتا ہو؟ میں نے کہا نہیں! پھر اس نے دریافت کیا کیا اس کی حکومت تھی اور اس کے پاس ملک تھا جس کو تم لوگوں نے چھین لیا؟ میں نے کہا نہیں! پھر اس نے پوچھا تم میں سے اس کے مطیع کس قسم کے آدمی ہیں؟ میں نے کہا کمزور' غریب نوعمر۔ پھر اس نے کہا کیا وہ لوگ جو اس کے مطیع ہوتے ہیں اس کو دوست رکھتے ہیں اور اس کے ساتھ رہتے ہیں یا اس سے علیحدہ بھی ہو جاتے ہیں؟ میں نے جواب دیا اس کے متبعین میں سے کسی نے آج تک اس سے علیحدگی نہیں اختیار کی۔ پھر اس نے سوال کیا تمہاری اور اس کی لڑائیاں کیسی ہوتی ہیں؟ میں نے کہا کبھی وہ ہم پر غالب آ جاتا ہے اور کبھی ہم اس پر۔ پھر اس نے کہا کیا کبھی وہ تم سے بدعہدی بھی کرتا ہے؟ میں نے اس کے جواب دینے میں بہت کچھ سوچا لیکن اس کے سوا کوئی دوسرا جواب نہ دے سکا۔ ہرقل یہ سن کر تھوڑی دیر تک خاموش بیٹھا رہا۔ اس کے بعد پھر ابوسفیان سے مخاطب ہو کر کہنے لگا اے شخص میں نے تجھ سے پہلے اس کا نسب دریافت کیا۔ تُو نے کہا وہ اوساط الناس سے ہے۔ بلاشبہ انبیاء ایسے ہی نسب کے ہوتے ہیں۔ میں نے پھر تجھ سے دریافت کیا کہ اس کے خاندان میں سے کسی نے اس جیسا دعویٰ کیا ہے۔ تو نے کہا نہیں! پھر میں نے سوال کیا تم میں سے کسی نے اس کا ملک چھین لیا ہے جس کے حاصل کرنے کے لئے اس نے یہ فعل اختیار کیا؟ تو نے کہا نہیں! میں نے اس کے متبعین کا حال دریافت کیا تو نے بیان کیا کہ ضعفاء و مساکین اس کا اتباع کرتے ہیں۔ بے شک انبیاء و رسل کا اتباع ایسے ہی لوگ کرتے ہیں۔ پھر میں نے تجھ سے سوال کیا کہ جو شخص اس کا اتباع کرتا ہے اس سے جدا ہو جاتا ہے؟ یا اس کو ہمیشہ دوست رکھتا ہے۔ تو نے کہا اس کے متبعین اس کو دوست رکھتے ہیں اس سے کبھی جدا نہیں ہوتے۔ بلاشبہ حلاوت ایمان کی یہی صفت ہے جس قلب میں ایمان داخل ہوتا ہے اس سے پھر کبھی نہیں نکلتا۔ پھر میں نے تجھ سے اس کے عہد و اقرار کی نسبت دریافت کیا تو نے کہا کہ وہ کبھی بدعہدی نہیں کرتا۔ اگر تو نے یہ سب باتیں سچ بتلائیں ہیں تو بلاشبہ وہ اس چیز پر غالب آئے گا جو میرے ان دونوں قدموں کے نیچے ہے یعنی (تخت قیصری یا سلطنت روم) اور اگر میں اس کے پاس موجود ہوتا تو میں اس کے پاؤں دباتا اس کے بعد اس نے مجھے رخصت کیا۔ میں کف افسوس ملتا ہوا دربار سے یہ کہتا ہوا باہر آیا ''افسوس ابن ابی کبشہ (کفار مکہ آنحضرت ﷺ کی توہین و اہانت کے لئے یہ الفاظ استعمال کرتے تھے) کا یہ حال ہے کہ ملوک اس سے باوجود اس سلطنت کے ڈرتے ہیں''۔

[2] بعض معتبر مؤرخین کہتے ہیں کہ اس سے پہلے ہرقل نے آنحضرت ﷺ کی بابت ایک شخص کو لکھا جو رومہ میں رہتا تھا اور کتب آسمانی سے بخوبی واقف تھا۔ اس شخص نے رومہ سے لکھا کہ یہ وہی شخص ہے جس کا ہم لوگ انتظار کرتے تھے تو اس کی اتباع کر اور اس کی نبوت کی تصدیق کر اس پر ہرقل نے بطارقہ روم کو ایک مکان میں جمع کیا اور دروازہ بند کرا کے کہنے لگا میرے پاس اس شخص کا نامہ آیا ہے جو اپنے دین کی دعوت ؎ ......

اتفاق انکار کیا۔ جلسہ درہم برہم ہو چلا تھا قیصر نے مجلس کا رنگ بدلتا دیکھا تو لوگوں کو نرمی سے بلایا اور ان کی تالیف قلوب کی۔ ابن اسحاق سے روایت کی جاتی ہے کہ اس مجمع کے منتشر ہونے کے بعد قیصر نے ارا کین دولت کو طلب کر کے آنحضرت ﷺ کو جزیہ دینے کی بابت تجویز پیش کی لیکن سب کے سب نے اس سے بھی انکار کیا پھر اس نے کہا بہتر ہو گا کہ ارض سوریہ (یعنی فلسطین واردن ودمشق وحمص وغیرہ بلاد شام) دے کر صلح کر لی جائے۔ ارا کین دولت نے اس سے بھی اختلاف کیا۔ واللہ اعلم

شجاع بن وہب والی دمشق: ابن اسحاق کہتا ہے کہ جو خط شجاع بن وہب اسدی لے کر حرث بن شمر غسانی والی دمشق کے پاس گئے تھے۔ اس میں لکھا ہوا تھا: ((السلام علیٰ من اتبع الهدی و امن به ادعوک الی ان تومن بالله وحده لا شریک له یبقی لک ملک)) ''ہدایت کی پیروی کرنے والوں اور اس ایمان لانے والوں پر سلام پہنچے۔ میں تمہیں اللہ وحدہ لاشریک لہ پر ایمان لانے کی دعوت دیتا ہوں اس سے تمہارا ملک باقی رہے گا''۔ شجاع بن وہب کہتے ہیں کہ حرث بن شمر غسانی اس مضمون کو دیکھ کر بہت برہم ہوا اور کمال طیش سے کہنے لگا ''کون شخص میرا ملک مجھ سے چھینے گا میں خود اس کی طرف جاتا ہوں''۔ آنحضرت ﷺ نے یہ پیام سن کر فرمایا تھا اس کا ملک جانے والا ہے۔

شاہ حبش نجاشی کو دعوت اسلام: نجاشی بادشاہ حبشہ کی طرف جو نامہ نامی عمرو بن امیہ الضمریؓ کی معرفت دوبارہ دعوت اسلام ذریعہ جعفر بن ابی طالبؓ اور ان کے ہمراہیوں کے روانہ کیا گیا تھا اس کی عبارت یہ تھی:

> ((بسم الله الرحمن الرحيم من محمد رسول الله الى النجاشی الاصحم عظيم الحبشه سلام عليک فانی احمد اليک الله الملک القدوس السلام المؤمن المهيمن و اشهد ان عيسیٰ بن مريم روح الله و کلمته القاها الیٰ مريم الطيبة البتول الحصينة فحملت بعيسی فخلقه من روحه و نفخه کما خلق ادم بيده و نفخه و انی ادعوک الی الله وحده لا شريک له و المولاة علی طاعته تستبعنی و تومن بالذی جاء نی فانی رسول الله و قد بعثت اليک ابن عمی جعفر او معه نفر من المسلمين فاذا جاؤک فاقرهم و دع التجری و انی ادعوک و جنودک الی الله فلقد بلغت و نصحت فاقبلوا النصحی و السلام علی من اتبع الهدیٰ))

... کہہ دیتا ہے اور بے شک وہ نبیؐ ہے جس کا ذکر ہم اپنی کتاب میں پاتے ہیں پس آؤ ہم سب اس کا اتباع کریں۔ تاکہ ہماری دنیا اور دین کی بھلائی ہو بطارقہ روم یہ سنتے ہی چلا اٹھے اور نکلنے کی غرض سے دروازہ کی طرف بھاگے ہرقل نے ان کی برہمی اور جان کے خوف سے ان کو پھر واپس بلایا اور کہا کہ میں تم کو آزما رہا تھا۔ اب مجھ کو تمہاری مضبوطی دیکھ کر خوشی ہوئی ان لوگوں کے چلے جانے کے بعد ہرقل نے وحیہؓ سے کہا کہ میں جانتا ہوں کہ تمہارے دوست (محمد) نبی مرسل ہیں لیکن مجھ کو اس اظہار سے اپنی جان کا خوف ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو میں اس کا اتباع کرتا اس کے بعد ہرقل نے وحیہؓ کو اسقف اعظم روم کے پاس بھیجا اسقف اعظم نے حال سن کر کہا کہ تمہارا دوست نبی مرسل ہے اس کا ذکر ہم کتب آسمانی میں پاتے ہیں۔ یہ کہہ کر اس نے اپنا عصا لیا اور کلیسہ میں پہنچ کر علماء نصاریٰ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا میرے پاس احمد ﷺ کا نامہ آیا ہے۔ وہ ہم کو دین خدا کی طرف بلاتا ہے اور میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ ایک ہے اور محمد ﷺ اس کے بندہ اور رسول ہیں۔ علماء نصاریٰ یہ سنتے ہی اس پر ٹوٹ پڑے اور اس کو قتل کر ڈالا۔ وحیہؓ نے یہ حال لوٹ کر ہرقل سے کہا مجھ کو بھی اس کا خوف ہے تب اس واقعہ کے بعد ابوسفیان تلاش کر کے بلائے گئے اور ان سے باتیں ہوئیں۔ واللہ اعلم

''یہ خط اللہ کے رسول محمد ﷺ کی طرف سے نجاشی اصحم شاہ حبشہ کے نام ہے آپ پر سلامتی ہو میں آپ کے آگے اس اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں جو بادشاہ ہے' پاک ہے ہر عیب سے۔ سراسر سلامتی ہے' امن دینے والا اور سب کی یہ خبر لینے والا ہے اور اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ عیسیٰ روح اللہ ہیں اور اس کا وہ کلمہ ہیں جو اس نے مریم صدیقہ کی طرف ڈالا جو پاک دامن تھیں۔ چنانچہ آپ حاملہ ہو گئیں پھر اللہ نے عیسیٰ کو اسی طرح اپنی روح اور اپنی پھونک سے پیدا کیا جس طرح آدمؑ کو اپنی روح اور پھونک سے پیدا کیا تھا۔ میں آپ کو اللہ کی دعوت دیتا ہوں' جو یکتا ہے اور شرکت سے بری ہے اور اس کی اطاعت کے کاموں میں تعاون کی بھی' آپ میری پیروی کریں اور قرآن پر ایمان لے آئیں جو میرے پاس آیا ہے۔ بلاشبہ میں اللہ کا رسول ہوں میں آپ کے پاس اپنے چچازاد بھائی جعفر کو بھیج رہا ہوں ان کے ساتھ مسلمانوں کی بھی ایک جماعت ہے جب یہ آپ کے پاس پہنچیں تو آپ سرکشی چھوڑ کر ان کے سامنے مسلمان ہو جائیں میں آپکو مع آپکے لشکر کے اسلام کی دعوت دے رہا ہوں۔ میں نے ہمدردانہ تبلیغ کر دی ہے لہٰذا میری خیر خواہی قبول کرو۔ ہدایت کی پیروی کرنے والوں پر سلامتی ہو۔

نجاشی کا قبولِ اسلام: نجاشی نے اس کا یہ جواب تحریر کیا:

((الی محمد رسول اللّٰہ من النجاشی الاصحم ابن الحر سلام علیک یا رسول اللّٰہ من اللّٰہ و رحمۃ اللّٰہ و برکاتہ احمد اللّٰہ الذی لا الہ الا ھو الذی ھدانا للاسلام اما بعد فقد بلغنی کتابک یا رسول اللّٰہ فما ذکرت من امر عیسٰی فو رب السماء و الارض ما ترید بالرای علی ما ذکرت انہ کما قلت و قد عرفنا ما بعثت بہ الینا و قد قرینا ابن عمک و اصحابہ فاشھد انک رسول اللّٰہ صادقاً مصدقاً فقد بایعتک و بایعت ابن عمک و اسلمت للّٰہ رب العالمین و قد بعثت بابنی ارخا الاصحم فانی لا املک الا نفسی ان شئت ان ایتک فعلت یا رسول اللّٰہ فانی اشھدو ان الذی تقول حق و السلام علیک یا رسول اللّٰہ))

''اللہ کے رسول محمد ﷺ کے نام نجاشی اصحم بن الحر کی طرف سے یہ خط ہے اے اللہ کے رسول ﷺ آپؐ پر اللہ کی طرف سے سلامتی ہو اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں اللہ کا شکر ہے جس کے سوا کوئی حق دار عبادت نہیں کہ اس نے ہمیں اسلام کی ہدایت عطا فرمائی۔ اے اللہ کے رسول آپ ﷺ کا خط مجھے مل گیا آپؐ نے عیسیٰ کے بارے میں جو کچھ فرمایا ہے۔ اللہ کی قسم ہم اس پر اپنی رائے سے کچھ اضافہ نہ کریں گے۔ بلاشبہ عیسیٰ آپؐ کے بیان کے مطابق ہیں۔ آپؐ جس شریعت کو لے کر مبعوث ہوئے ہیں اسے ہم نے پہچان لیا ہے۔ میں نے آپؐ کے چچازاد بھائی اور ان کے ساتھیوں کے سامنے کلمۂ شہادت پڑھ لیا ہے اور مجھے یقین ہے کہ آپؐ اللہ کے سچے رسول ﷺ ہیں اور پہلی کتابوں میں آپ ﷺ کی تصدیق بھی ہے۔ میں نے آپ کے چچازاد بھائی کے واسطے سے آپ کی بیعت کر لی ہے اور اللہ کی رضا کے لئے مسلمان ہو گیا ہوں۔ اب میں آپ کی خدمت میں اپنے بیٹے ارخا اصحم کو بھیج رہا ہوں۔ مجھے بجز اپنے کسی اور پر اختیار نہیں۔ اے اللہ کے رسول ﷺ اگر آپ مجھے بلائیں تو میں بھی حاضر خدمت ہو جاؤں گا کیونکہ مجھے آپؐ کی صداقت کا یقین ہے''۔ والسلام

حضرت امّ حبیبہ رضی اللہ عنہا: مؤرخین لکھتے ہیں کہ نجاشی نے اپنے لڑکے کو ساٹھ حبشیوں کے ہمراہ ایک کشتی پر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں روانہ کیا تھا۔ اتفاق سے وہ کشتی ڈوب گئی یہ بھی لکھا ہے کہ آپؐ نے نجاشی کو ام حبیبہ سے اپنا عقد کرنے کو لکھا تھا۔ چنانچہ نجاشی نے اپنی ایک لونڈی کے ذریعہ سے ان کے پاس پیام بھیجا انہوں نے خالد بن سعید بن العاصی کو اپنا وکیل کر دیا۔ خالد بن سعید نے چار سو دینار مہر پر بوکالت نجاشی' ام حبیبہؓ کا عقد آنحضرت ﷺ کے ساتھ کیا اور نجاشی نے چار سو دینار مہر کے آنحضرت ﷺ کی طرف سے خالد بن سعیدؓ کو دیے۔ جس وقت یہ چار سو دینار مہر کے نجاشی کی لونڈی ام حبیبہؓ کے پاس لے کر آئی ام حبیبہؓ نے خوش ہو کر اس میں سے پچاس مثقال لونڈی کو مرحمت کیے۔ لیکن لونڈی نے نجاشی کے کہنے سے واپس کر دیے۔ نجاشی کی عورتیں اس دن عود وعنبر اور خوشبو کی چیزیں لے کر ام حبیبہ کے پاس گئیں اور ان کو بنا سنوار کر مع بقیہ مہاجرین کے دو کشتیوں پر سوار کرا کے مدینہ روانہ کیا۔ انہوں نے آنحضرت ﷺ سے خیبر میں شرف نیاز حاصل کیا۔

شاہ فارس کسریٰ کے نام فرمان نبویؐ: کسریٰ شاہ فارس کے خط میں لکھا تھا:

((بسم اللہ الرحمن الرحیم. من محمد رسول اللہ الی کسریٰ عظیم فارس سلام علی من اتبع الھدیٰ و امن باللہ و رسولہ اما بعد فانی رسول اللہ الی الناس کافۃ لینذر من کان حیا اسلم تسلم فان ابیت فعلیک اثما المجوس))

''یہ خط اللہ کے رسول محمد ﷺ کی طرف سے کسریٰ شاہ فارس کے نام ہے۔ ہدایت کی پیروی کرنے والوں پر اور اللہ پر اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لانے والوں پر سلامتی ہو۔ میں اللہ کا رسولؐ ہوں اور تمام دنیا کے لئے مبعوث کیا گیا ہوں تا کہ ہر زندہ شخص کو ہوشیار کر دوں۔ آپ اسلام لے آئیں' سلامتی سے رہیں گے۔ اگر آپ اسلام قبول نہ کریں گے تو آپ پر مجوسیوں کا گناہ ہوگا''۔

کسریٰ کا گستاخانہ رویہ: کسریٰ نے اس[1] خط کو پھاڑ ڈالا۔ آنحضرت ﷺ نے یہ سن کر فرمایا ((فرق اللہ ملکہ))

---

[1] بعض مورخوں نے لکھا ہے کہ عبداللہ بن حذافہؓ سہمی (جو کسریٰ کے پاس آنحضرت ﷺ کا خط لے کر گئے تھے) کمبل کا ایک ٹکڑا کفنی کی صورت پھاڑ کر پہنے ہوئے تھے جو کہ دونوں بغل سے نیچے تک ببول کے کانٹوں سے سلی ہوئی تھی کمر میں ایک رسی بندھی تھی جس میں ایک ٹوٹی پھوٹی نیام میں تلوار لٹک رہی تھی' سر پر عمامہ تھا لیکن پاؤں میں جوتا نہ تھا ایک مدت تک یہ ادھر اُدھر پریشان پھرتے رہے دربار تک رسائی نہ ہوئی جب شاہ فارس کو کسی ذریعہ سے معلوم ہوا کہ ایک عربی نژاد شخص محمد ﷺ کا سفیر ہو کر آیا ہے جو عرب میں ان دنوں ظاہر ہوا ہے تب اس نے ان کو بلا بھیجا دربار میں داخل ہوتے ہی چوب داروں نے سجدہ کرنے کو کہا عبداللہ بن حذافہ نے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا اور ایک طویل تقریر میں سجدہ غیر اللہ کے شرک ہونے کو بیان کیا چوب داروں نے اجنبی سمجھ کر زیادہ باز پرس نہیں کی۔ تخت کسریٰ کے قریب جب پہنچے تو پھر سجدہ کرنے کی ہدایت کی گئی عبداللہ نے پھر اس کے ممنوع وخلاف شرع ہونے کا ایک اور وعظ کہہ دیا اور اسلامی طریقہ کے موافق نہ تو کسریٰ کو سجدہ کیا اور نہ اس کے آگے جھکے۔ کسریٰ نے ان کو غضب کی تیز نگاہوں سے دیکھ کر سجدہ نہ کرنے اور زمین بوس نہ ہونے کا سبب دریافت کیا۔ عبداللہ نے کہا ہماری شریعت میں یہ سب حرام ہے کسریٰ ان کے جواب سے برہم ہو گیا اور اس نے خط کو پڑھے بغیر چاک کر کے حکم دیا کہ اس بے ادب کے کان وناک کاٹ کر دربار سے نکال دو۔ چوب داروں نے یہ حکم پاتے ہی کشاں کشاں عبداللہ کو دربار سے نکالا اور کان وناک کاٹ کر چھوڑ دیا۔ بچارے عبداللہ بن حذافہؓ اسی پریشانی کی حالت میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ ﷺ نے کسریٰ کی سختی اور خط پھاڑ ڈالنے کا حال سن کر اس کے ملک کی تباہی کی بد دعا کی اور ان کے ناک اور کان سونے بنا کر لگا دینے کا حکم دیا۔ واللہ اعلم

''اللہ اس کا ملک پارہ پارہ کر دے'' ابن اسحاق کی روایت میں ((و امن باللہ و رسولہ)) کے بعد ((و اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ و ان محمد اعبدہ و رسولہ و ادعوک بدعایة اللہ فانی انا رسول اللہ الی الناس کافة لا نذر من کان حیا و یحق القول علی الکافرین فان ابیت فاثم لاریسین علیک)) ''اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی حق دار عبادت نہیں وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں میں آپ کو اللہ کی دعوت کے ساتھ اسلام کی دعوت دیتا ہوں اور میں تمام لوگوں کی طرف رسول اللہ ﷺ بن کر مبعوث ہوا ہوں تا کہ انہیں ہوشیار کر دوں جن کے دلوں میں زندگی ہے اور کافروں پر اللہ کا عذاب ثابت ہو جائے'' مذکور ہے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ کسریٰ نے اس خط کو پڑھ کر چاک کر ڈالا اور غصہ سے کہنے لگا کہ ''مجھ کو اور اس نے خط لکھا ہے اور میرے نام سے پہلے اپنے نام کو تحریر کیا ہے۔ باذان گورنر یمن کو لکھا جائے کہ فوراً دو آدمی بھیج کر اس حجازی شخص کو گرفتار کرا کے میرے پاس بھیج دے۔

رسول اکرم ﷺ کی گرفتاری کا حکم : چنانچہ باذان گورنر یمن نے بانویہ اور خرخسرہ کو سرزمین حجاز کی طرف روانہ کیا۔ رفتہ رفتہ یہ لوگ طائف پہنچے اور آنحضرت ﷺ کو دریافت کیا لوگوں نے کہا وہ مدینہ میں ہیں۔ قریش نے یہ واقعہ سن کر بہت خوشی منائی۔ بانویہ وخسرہ چند دنوں بعد آنحضرت مدینہ پہنچ گیا اور کہا کہ ''ہمارے شہنشاہ نے ملک باذان کو تمہاری گرفتاری کا حکم دیا ہے اور اس نے ہم کو اس کام پر مامور کیا ہے۔ لہٰذا مناسب ہے کہ تم ہمارے ساتھ ساتھ چلے چلو۔ اس میں تمہاری اور تمہاری قوم کی بہتری ہے اور اگر تم انکار کرو گے تو تمہارے حق میں بہت برا ہو گا تم خود ہلاک کر دیئے جاؤ گے تمہاری قوم بھی تباہ کر دی جائے گی تمہارا ملک لوٹ لیا جائے گا''۔ آنحضرت ﷺ نے اس کلام پر کچھ توجہ نہ کی اور ان کو داڑھی منڈانے لب بڑھانے سے منع فرمایا۔ بانویہ اور خرخسریہ نے کہا ہمارے خداوند نے ایسا ہی حکم دیا ہے (خداوند سے مقصود ان کا کسریٰ تھا) آنحضرت ﷺ نے کہا لیکن ہمارے خدا نے داڑھی بڑھانے اور مونچھیں ترشوانے کا حکم دیا ہے یہ کہہ کر آپؐ نے ان کو ٹھہرایا اور جواب کے لئے اگلا دن مقرر کیا۔

رسول اکرم ﷺ کا باذان کو پیغام : اتنے میں الہام ہوا کہ اللہ جل شانہ نے کسریٰ پر اس کے لڑکے شیرویہ کو مسلط کر دیا اور شیرویہ نے کسریٰ کو شب کے وقت فلاں روز اور فلاں مہینہ قتل کر دیا۔ آنحضرت ﷺ نے بانویہ وخرخسرہ کو اس واقعہ سے آگاہ کیا بانویہ وخرخسرہ کو اس خبر پر سخت تعجب ہوا تھوڑی دیر تک خاموشی کی حالت میں بیٹھے رہے پھر کچھ سوچ سمجھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہو کر کہنے لگے تم اس کہنے کا نتیجہ سمجھتے ہو کیا ہو گا۔ ہمارا شاہنشاہ تم کو اور تمہاری قوم کو تباہ کر دے گا اس سرزمین کی خاک تک کا پتہ نہ ملے گا''۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم اس خیال وفکر میں نہ پڑو جاؤ اور ملک باذان کو اس واقعہ سے مطلع کرو اور میری طرف سے یہ کہہ دو کہ میری حکومت اور میرا مذہب تمام عالم میں پھیلنے والا ہے۔ میرا غلبہ وہاں تک پہنچ جائے گا۔ جہاں تک کسریٰ کا سکہ چل رہا ہے ملک باذان اگر اسلام لائے گا تو میں اس کو جس پر وہ متصرف

ہے بحال رکھوں گا اور ملک باذان کو اس کی قوم کی سرداری دے دوں گا''۔ خرخسرہ بانویہ یہ پیام لے کر باذان کے پاس پہنچے اور اس سے سارا واقعہ ہو بہو بیان کیا۔ باذان نے کہا یہ کلام غیر معمولی آدمیوں کا کلام نہیں ہے۔ یہ باتیں نبیوں کی سی ہیں میں اس کی پیشین گوئی کا نتیجہ دیکھتا ہوں کہ کیا ہوگا۔

باذان کا قبول اسلام : باذان اس فکر و خیال میں تھا کہ شیرویہ کا خط آ پہنچا جس میں لکھا ہوا تھا میں نے کسریٰ کو قتل کر دیا اور قتل کرنے کا سبب یہ ہے کہ وہ اہل فارس پر ظلم کرتا تھا' شرفاء ملک و روسا شہر کو بلاوجہ قتل کراتا اور ان کے مال و اسباب لوٹ لیتا تھا۔ جس وقت میرا یہ فرمان تجھ کو ملے فوراً میری اطاعت قبول کر لے جیسا کہ اس سے پہلے تو شاہان فارس کا مطیع تھا اور اس شخص کی بابت جس کی گرفتاری کا کسریٰ نے تجھ کو حکم دیا تھا۔ یہ ہدایت کی جاتی ہے کہ اس سے تا صدور حکم ثانی کچھ چھیڑ چھاڑ نہ کرنا''۔ باذان کو جس وقت شیرویہ کا یہ فرمان ملا اس نے اسی وقت آنحضرت ﷺ کی رسالت کی تصدیق کی اور آپ ﷺ پر ایمان لے آیا۔ اس کے مسلمان ہوتے ہی ابناء والے بھی مسلمان ہو گئے۔ بانویہ نے باذان سے بعد واپسی مدینہ یہ بھی کہا تھا کہ میں نے بڑے بڑے امراء سلاطین سے باتیں کیں اور ان کے ساتھ میں نے کھانا کھایا لیکن اس شخص سے زیادہ بارعب میں نے کسی کو نہ پایا۔ باذان نے دریافت کیا کیا ان کے ساتھ جانثاروں کا فوجی دستہ بھی رہتا ہے۔ بانویہ نے کہا نہیں۔ واقدی کا بیان ہے کہ مقوقس بادشاہ قبط کو اسلام کی دعوت دی گئی تھی لیکن وہ اسلام نہیں لایا۔

حلیف بنو سہم و معمر بن عبداللہ بن نصلہ عدوی و ابو حاطب بن عمرو بن عبد شمس بن عامر بن لوئی و ابو عمرو مالک بن ربیعہ بن قیس بن عبد شمس (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کو حبشہ سے روانہ کر دیا۔ یہی لوگ ان مہاجرین میں سے باقی تھے جو بجانب حبشہ ہجرت کر گئے تھے۔ جعفر بن ابی طالب مع اپنے ہمراہیوں کے اسی دن آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے جس روز خیبر فتح ہوا تھا۔ آپ نے ان کی پیشانی پر بوسہ دیا اور گلے سے لگا کر ارشاد فرمایا ((ما ادری بایھما انا اسر بفتح خیبر ام بقدوم جعفر)) ''یعنی خبر نہیں میں کس سے خوش ہوں، فتح خیبر سے یا جعفر کے آنے سے''۔

فدک اور وادی القریٰ کی فتح: جب اہل فدک کو اہل خیبر کے شکست کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں یہ پیام بھیجا کہ ''ہم کو صرف ہماری جانوں کی امان دی جائے۔ مال و اسباب سے ہم کو سروکار نہیں ہے''۔ آنحضرت ﷺ نے ان کی یہ درخواست قبول فرمائی چونکہ فدک پر حملہ نہیں کیا گیا تھا اور نہ اس پر کسی سوار و پیادہ کو نیزہ و تلوار چلانے کا موقع ملا تھا۔ اسی وجہ سے بلا تقسیم جیسا کہ جناب باری عز اسمہ نے حکم دیا۔ آپ کے قبضہ میں رہا اور پھر خیبر سے مراجعت کے وقت آپ نے وادی القریٰ کی طرف رخ کیا اور اس کو بزور تیغ فتح کر کے اس کے مال غنیمت کو تقسیم فرما دیا۔ آپ ﷺ کا غلام مدعم یہیں شہید ہوا۔

ادائے عمرہ: فتح خیبر کے بعد تا انقضائے شوال ۷ھ آپؐ مدینہ میں مقیم رہے۔ جب ذیقعدہ کا چاند دکھائی دیا اس منقضی عمرے کو ادا کرنے کے لئے مدینہ[1] سے روانہ ہوئے جو یوم حدیبیہ میں قریش کے روکنے کے سبب نہ ہو سکا تھا۔ اور طے پایا تھا کہ سال آئندہ از روئے معاہدہ عمرہ ادا کرنے آئیں۔ قریش کے چند اوباش طبیعت نوجوانوں نے دار الندوہ میں اپ کے خلاف مشورہ کیا لیکن گزشتہ سال کے معاہدہ کے سبب سے ان کو روک نہ سکے مجبور ہو کر خود مکہ سے نکل گئے اس خیالی کراہت سے کہ آنحضرت ﷺ سے ملاقات نہ ہو۔

حضرت میمونہؓ بنت الحرث سے عقد: رسول اللہ ﷺ مع ان صحابہؓ کے جو سال گزشتہ میں بلا ادائے حج مقام حدیبیہ سے واپس گئے تھے مکہ میں داخل ہوئے طواف کیا تین روز تک مقیم رہے اور بعد احلال، بنو حلال بن عامر میں میمونہ بنت الحرثؓ (ابن عباس و خالد بن ولید کی خالہ) سے عقد کیا اور یہ قصد کیا کہ مکہ ہی میں شب عروسی کی رسم ادا کریں لیکن ایام مقررہ کے تمام ہو جانے سے قریش[2] نے ان کو مکہ میں ٹھہرنے نہ دیا چنانچہ نہایت عجلت کے ساتھ آپؐ مع اپنے اصحابؓ کے مکہ سے روانہ ہو گئے۔ ام المومنین میمونہؓ بنت الحرث سے مقام سرف میں رسم عروسی ادا کی۔

---

[1] اس مرتبہ مدینہ سے آپؐ نے روانگی کے وقت بجائے اپنے عویف بن الاضبط الدیلی کو مقرر فرمایا تھا۔

[2] ابن اسحاق کی روایت ہے کہ تین یوم مقررہ ختم ہونے پر قریش مکہ نے خویطب بن عبدالعزیٰ بن ابی قیس کو مع چند نفر قریش کے آنحضرت ﷺ کے واپس چلے جانے کے لئے خدمت اقدس میں بھیجا۔ آنحضرت ﷺ نے خویطب سے کہا کہ ''اگر تم مجھے مہلت دے دیتے تو میں میمونہ بنت الحرث رضی اللہ عنہا سے عروسی کر لیتا اور تم لوگوں کی دعوت کرتا''۔ خویطب نے ترش روئی سے جواب دیا کہ ہم کو تمہارے کھانے کی ضرورت نہیں ہے تم حسب وعدہ فوراً چلے جاؤ۔ آنحضرت ﷺ یہ سنتے ہی مع صحابہؓ کے مکہ سے روانہ ہو گئے اور ابو رافع کو میمونہ بنت الحرثؓ ام المومنین کے پاس چھوڑ گئے یہ ان کو مقام سرف میں خدمت اقدس میں لائے ہیں۔ وہیں آپ ﷺ نے ان سے خلوت کی اور ذی الحجہ میں داخل مدینہ ہوئے۔

جنگ موتہ ۸ھ

حضرت عمرو بن العاص اور حضرت خالد بن ولید کا قبول اسلام: عمرۃ القضا سے واپسی کے بعد آنحضرت ﷺ جمادی الاول ۸ھ بمطابق ۶۲۹ء تک مدینہ منورہ میں مقیم رہے۔ اس کے بعد امراء اسلام کو شام کی طرف روانہ کیا۔ لیکن اس واقعہ سے پیشتر عمرو بن العاصؓ و خالد بن الولید و عثمان بن ابی طلحہ سرداران قریش (رضی اللہ عنہم) ایمان لا چکے تھے۔ عمرو بن العاصؓ کے ایمان لانے کا ماجرا یہ ہوا کہ قریش کی طرف سے نجاشی والی حبشہ کے پاس ان مہاجرین کو لینے گئے جو مکہ سے قریش کے مظالم سے تنگ آ کر حبشہ چلے گئے تھے۔ اتفاق سے نجاشی کے دربار میں عمرو بن امیۃ الضمریؓ (جو آنحضرت ﷺ کے سفیر ہو کر گئے تھے) اور عمرو بن العاصؓ سے ملاقات ہوگئی باتوں باتوں میں نجاشی پر اسلام کی حقانیت ظاہر ہوگئی اس وجہ سے اس نے مہاجرین کے دینے سے انکار کیا اور عمرو بن العاص سے نہایت سختی کے ساتھ پیش آیا۔ عمرو بن العاص بظاہر نجاشی کے دربار سے ناکام نکلے لیکن اس ناکامی نے ان کا کام کر دیا۔ ان کے دل کو جو کفر والحاد کی تاریکی میں پڑا ہوا تھا۔ آفتاب اسلام نے اپنی روحانی روشنی سے منور کر کے اپنی تابندہ و تیز شعاعوں نے اپنی طرف کھینچ لیا۔ قریش میں پہنچ کر خالدؓ بن الولید سے ملے اور ان کو اپنے ارادہ سے آگاہ کیا خالد بن ولیدؓ نے ان کی رائے سے اتفاق کیا اور ان کے ہمراہ مدینہ ہجرت کر آئے۔

صحابہ کرام کی بغرض جہاد روانگی: ان بزرگوں کے اسلام لانے اور ہجرت کر آنے کے بعد آنحضرت ﷺ نے شام کی طرف لشکر اسلام روانہ کیا۔ اس لشکر میں خالد بن الولیدؓ بھی شامل تھے۔ لشکر کا سردار زید بن حارثہ کو مقرر فرمایا اور ہدایت فرمائی کہ ''اگر اتفاق سے زید کو کوئی حادثہ پیش آ جائے تو جعفر بن ابی طالبؓ کو لشکر کا سردار مقرر کرنا اور اگر یہ بھی کسی حادثہ ناگہانی میں مبتلا ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہ امیر لشکر ہوں اور اگر یہ بھی کسی قضاء الٰہی میں مبتلا ہو جائیں تو مسلمانوں کو اختیار ہے جس کو چاہیں اپنا امیر بنا لیں''۔ آنحضرت ﷺ نے یہ چند ضروری آنے والی باتیں سمجھا کر لشکر اسلام کو رخصت کیا۔ لشکریوں کی تعداد تقریباً تین ہزار تھی۔ جب یہ لوگ رفتہ رفتہ مقام معان سرزمین شام میں پہنچے تو یہ خبر معلوم ہوئی کہ ہرقل بادشاہ روم مسلمانوں کی نقل و حرکت سے مطلع ہو کر مقام مواب سرزمین بلقاء میں ٹھہرا ہوا ہے اور اس کے ہمراہ ایک لاکھ رومی سپاہی اور ایک لاکھ نصرانیان عرب ہیں جن میں نصرانی لخم' جذام' قضاعہ' بہرو بلی اور قیس قبائل سے متعلق ہیں۔ بنو راشہ کا مالک بن رافضہ فوجی سردار ہے۔ اسلامی لشکر دو شب معان میں مقیم رہا اور باہم یہ مشورہ ہوتا رہا کہ رسول اللہ ﷺ کو خط لکھا جائے اور ان کے حکم و امداد کا انتظار کیا جائے۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ کا خطبہ جہاد: عبداللہ بن رواحہؓ نے اسلامی لشکر کا یہ پس و پیش دیکھ کر بلند آواز سے لوگوں کو اپنی طرف مخاطب کر کے کہا: ((انتم انما خرجتم تطلبون الشهادة و ما تقاتل الناس بعده و لا قوة الا بهذا الذين الذى اكرمنا الله به فانطلقوا الى جموع هر قل عند قرية موتة و رتبو الميمنة و الميسرة و اقتلوا و ما هي الاحد

الحسنین اما ظهور و اما شهاده)) یعنی ''تم شہادت کے شوق سے نکلے ہو ہم اکثریت اور طاقت کے بل پر نہیں لڑتے ہم تو اس دین کے لئے لڑتے ہیں جسے عطا فرما کر اللہ نے ہمیں سعادت بخشی۔ لہٰذا ہرقل کے لشکر کی طرف اور موتہ کی طرف بڑھو اور اپنا لشکر میمنہ اور میسرہ سے ترتیب دے کر لڑو تمہیں دونیکیوں میں سے ایک نیکی ضرور ملے گی (فتح یا شہادت)

حضرت زید بن حارثہ کی شہادت : اس کلام کے ختم ہوتے ہی مسلمانوں میں ایک تازہ روح دوڑ گئی۔ زید بن حارثہ ایک ہاتھ میں نیزہ اور دوسرے میں رایت اسلام لے کر اٹھ کھڑے ہوئے اور ہرقل سے مقام موتہ میں صف آرائی کی زید بن حارثہؓ رایت اسلام لئے ہوئے لشکر کے آگے تھے۔ میمنہ میں قطبہ بن قتادہ عذری اور میسرہ میں عبایہ بن مالک انصاریؓ تھے۔ زید بن حارثہؓ لڑتے لڑتے آگے بڑھ گئے۔ دشمنانِ اسلام کے نرغے میں پھنس گئے چاروں طرف تلوار اور نیزوں میں گھر کر لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔

حضرت جعفر کی شہادت: ان کے بعد جعفر بن ابی طالبؓ نے دوڑ کر رایت اسلام اٹھالیا اور لڑنے لگے یہاں تک کہ ان کا گھوڑا زخمی ہو کر گر پڑا اور یہ پاپیادہ ہو کر لڑنے لگے دشمنانِ اسلام نے چاروں طرف سے ان پر وار شروع کر دیئے۔ جب ان کا دایاں ہاتھ کٹ کر گرا تو انہوں نے رایت اسلام کو بائیں ہاتھ سے سنبھالا۔ جب یہ بھی کٹ کر گرا تو عبداللہ بن رواحہؓ نے پہنچ کر رایت اسلام لے لیا اور لڑنے لگے تھوڑی دیر تک لڑ کر یہ بھی شہید ہو گئے۔ لڑائی کا رنگ ابتداء ہی سے بظاہر بگڑتا ہوا نظر آ رہا تھا ان کی شہادت سے اور زیادہ خطرناک ہو گیا۔

حضرت خالدؓ بن ولید بحیثیت سپہ سالارِ لشکر: مخالفین نے خیال کیا کہ اب مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے۔ رایت اسلام کو گرتے دیکھ کر اس کی طرف جھپٹے لیکن ان کے پہنچنے سے پہلے ثابت ابن اقرم رضی اللہ عنہ نے اٹھالیا اور لشکر اسلام سے مخاطب ہو کر بولے: ((عامعشر المسلمین اصطلحوا علی رجل منکم)) ''مسلمانو! کسی ایک شخص کے امیر بنانے پر اتفاق کر لو''۔ لشکر اسلام نے جواب دیا: ((رضینا بک)) ''ہم لوگ تمہاری امارت پر راضی ہو گئے''۔ ثابت بن اقرم نے امارت کو اہم عہدہ سمجھ کر کہا: ((ما انا بفاعل فاصطلحوا علی خالد بن الولید)) یعنی ''میں اس کام کا کرنے والا نہیں ہوں تم لوگ خالدؓ بن الولید کی امارت پر اتفاق کر لو''۔ مسلمانوں نے اس رائے سے فوراً اتفاق کر لیا اور خالد بن الولید رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر ثابت بن اقرم کے ہاتھ سے رایت اسلام لے لیا اور نہایت مردانگی سے لڑ کر رومیوں کو پسپا کر دیا۔

مجاہدین کی مراجعت: اس لڑائی میں علاوہ ان امراء لشکر اسلام کے دس[1] صحابیؓ شہید ہوئے۔ لیکن رسمی طور پر اس خبر کے آنے سے پہلے آنحضرت ﷺ نے ان امراءِ لشکر اسلام کے شہید ہونے کی اطلاع[2] اسی دن دے دی تھی جس روز یہ لوگ

---

[1] ابن ہشام نے علاوہ زید بن حارثہ و جعفر بن عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم کے شہداء غزوہ موتہ میں نو آدمیوں کے نام لکھے ہیں و ہو ہذا۔ بنو عدی بن کعب سے مسعود بن الاسود بنو مالک بن حسل سے وہب بن سعد۔ بنو حرث بن الخزرج سے عبادہ بن قیس، بنو غنم بن مالک بن نجار سے حرث بن النعمان بن اساف بنو مازن بن نجار سے سراقہ بن عمرو بن عطیہ و ابو کلیب و جابر پسران عمرو بن زید بنو مالک بن افصی سے عمرو و عامر پسران سعد بن الحرث بن عباد رضی اللہ عنہم و رضو عنہ

[2] ابن اسحاق نے روایت کی ہے کہ جس روز غازیان اسلام پر مقام موتہ میں یہ حادثہ پیش آیا اس وقت آپ ﷺ کو بہ الہام الٰہی کل واقعات کی اطلاع ہو گئی آپؐ نے مسلمانوں کو جمع کیا اور ممبر پر چڑھ کر فرمایا تمہارے لشکر کی یہ خبر آئی ہے کہ ان لوگوں نے دشمنوں کا مقابلہ کیا پس زید شہید ہوا ہے.....

شہید ہوئے تھے۔ جب یہ لوگ غزوائے موتہ سے واپس ہوئے تو آنحضرت ﷺ نے ان لوگوں کا مدینہ سے باہر استقبال کیا۔ جعفر بن ابی طالبؓ کی شہادت سے آپ کو سخت صدمہ ہوا۔ عبداللہ بن جعفرؓ کو (یہ اس وقت لڑکے تھے) اٹھا کر اپنی سواری پر سوار کر لیا۔ جوشِ محبت و فرطِ غم سے آنسو نکل آئے ان کی مغفرت کی دعا کی اور فرمایا ''کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو دو باز و مرحمت فرمائے ہیں جس سے وہ جنت میں اڑتے ہیں اسی روز سے جعفر ابن ابی طالبؓ ذوالجناحین کے لقب سے موسوم ہوئے۔ اسی اعتبار سے بعض ان کو طیار بھی کہتے ہیں۔

..... ☆ (اللہ نے اس کو بخش دیا) اس کے بعد جعفرؓ نے رایت اسلام لیا دشمنان اسلام نے ان کو چاروں طرف سے گھیر لیا یہاں تک کہ یہ بھی شہید ہو گئے۔ (اللہ نے ان کو بھی بخش دیا) پھر عبداللہ بن رواحہؓ نے پرچم اسلام لیا یہ کہہ کر آنحضرت ﷺ تھوڑی دیر خاموش رہے انصار کا چہرہ اس سے متغیر ہو گیا اور عبداللہ کی طرف سے ان کو سوءِ ظنی پیدا ہو گئی۔ پھر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ یہ بھی مخالفوں سے لڑے اور شہید ہوئے۔ بے شک سب کے سب جنت میں اٹھائے گئے یہ سب اس وقت تخت زریں پر متمکن ہیں لیکن عبداللہ کا تخت ان دونوں آدمیوں کے تخت سے گھٹ کر ہے اس کی وجہ سے کہ انہوں نے رایت اسلام لینے کے وقت کسی قدر پس و پیش کیا تھا۔ پھر فرمایا کہ ان کے بعد رایت اسلام کو سیف من سیوف اللہ خالد بن الولیدؓ نے لیا اور لڑائی کی بگڑی ہوئی حالت کو سنبھالا۔ اسی دن سے خالد بن الولیدؓ سیف اللہ کے لقب سے مشہور ہوئے۔ واللہ اعلم

باب : ۸

فتح مکّہ ۸ھ

بنوخزاعہ اور بنوبکر کی عداوت: اس سے پیشتر ہم تحریر کر چکے ہیں کہ جس وقت مقام حدیبیہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وقریش میں مصالحت ہوئی اور عہد نامہ لکھا گیا تھا اس وقت خزاعہ خواہ مؤمن ہوں یا کافر آنحضرت ﷺ کے گروہ میں داخل ہو گئے تھے اور قریش کے گروہ میں بنوبکر بن عبد مناۃ بن کنانہ شامل تھے اور زمانۂ جاہلیت سے ان دونوں قبیلوں خزاعہ وبکر میں ان بن چلی آ رہی تھی۔ اس وجہ سے کہ مالک بن عباد بنوحضرمی حلیف اسود بن زرن الدیلی البکری کچھ تجارت کا مال لے کر خزاعہ کے ملک میں گیا تھا۔ خزاعہ نے اس کو قتل کر کے اس کا مال واسباب لوٹ لیا تھا۔ بنوبکر نے اس کے معاوضہ میں موقع پا کر خزاعہ کے ایک آدمی کو مار ڈالا۔ خزاعہ نے اس واقعہ سے برہم ہو کر سلمی وکلثوم وذویب شرفاء بنوبکر قبل اسلام کو مقام عرفہ میں قتل کیا۔ خزاعہ وبنوبکر میں باہم یہ چوٹیں چل رہی تھیں کہ اسلام کا زمانہ آ گیا اور ان دونوں قبیلوں نے اسلام کے معاملات میں پڑ کر اپنی قدیمی عداوت کو بھلا دیا تھا۔

صلح حدیبیہ کی تنسیخ: مقام حدیبیہ میں ایک میعادی صلح ہوگئی اور مومنین وکافرین ایک دوسرے سے بے خوف ہو گئے اس وقت بنوبکر سے نوفل بن معاویہ نے خزاعہ سے بدلہ لینے کا موقع مناسب سمجھ کر خزاعہ پر حملہ کر دیا۔

نوفل بن معاویہ کے ساتھ اس واقعہ میں کل بنوبکر شامل نہ تھے بلکہ ستر فیصد ان کے ہمراہ نکلے اور باقی نے روانگی سے انکار کر دیا۔ قریش میں سے صفوان بن امیہ وعکرمہ بن ابی جہل وسہل بن عمرو وغیرہ نے پوشیدہ طور سے ان کی امداد کی۔ نوفل بن معاویہ مع اپنے ہمراہیوں کے خزاعہ پر چڑھ گیا۔ خزاعہ مقابلے سے مجبور ہو کر حرم میں آ چھپے لیکن نوفل کے جوشِ انتقام نے ان کو حرم میں بھی پناہ نہ لینے دی۔ چنانچہ خزاعہ سے چند آدمی حرم میں مارے گئے بدیل بن ورقاء خزاعی کے گھر میں گھس گئے اور اس کو لوٹ کر واپس چلے آئے۔ اس واقعہ نے صلح حدیبیہ کو فسخ کر دیا اور یہی فتح مکہ کا باعث ہوا۔

ابوسفیان کی صلح حدیبیہ کی تجدید کی کوشش: اس واقعہ کے بعد بدیل بن ورقاء اور عمرو بن سالم اپنی قوم کے چند آدمیوں کو لے کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بنوبکر اور قریش کی عہد شکنی وظلم کی شکایت کر کے امداد کے خواستگار ہوئے۔ آپ ﷺ نے ان سے امداد کا وعدہ فرمایا جس وقت یہ لوگ واپس ہوئے۔ آپ ﷺ نے

فرمایا ابوسفیان مکہ سے مدت صلح بڑھانے اور عہد کو مضبوط کرنے آ رہا ہے لیکن بے نیل و مرام واپس جائے گا اور یہی واقعہ فتح مکہ کا باعث ہوگا۔ قریش اپنے کیے پر پشیمان ہوں گے چنانچہ ابوسفیان اور بدیل بن ورقاء سے مقام عسفان میں ملاقات ہوئی ابوسفیان نے کہا بدیل تو کہاں سے آ رہا ہے؟ بدیل نے جواب دیا اسی وادی سے بدیل یہ کہہ کر آگے بڑھ گیا اور ابوسفیان رفتہ رفتہ مدینہ میں پہنچ کر اپنی لڑکی ام المؤمنین ام حبیبہؓ کے پاس گیا۔ ام حبیبہؓ نے فرش کو لپیٹ لیا اور یہ کہا یہ آنحضرت ﷺ کا بچھونا ہے اس پر مشرک نہیں بیٹھ سکتا۔ ابوسفیان نے جھلا کر کہا اے لڑکی تو میرے بعد شر میں مبتلا ہوگی۔ ام حبیبہؓ نے جواب دیا نہیں! بلکہ میں نور اسلام سے منور ہوگئی اس کے بعد ابوسفیان اٹھ کر مسجد میں آیا اور آنحضرت ﷺ سے کچھ باتیں کیں۔ لیکن آپ ﷺ نے جب کچھ جواب نہ دیا۔ تو وہاں سے حضرت ابوبکرؓ کے پاس گیا اور ان سے سفارش کرنے کو کہا انہوں نے انکار کیا۔ تب حضرت عمرؓ بن الخطاب کے پاس گیا حضرت عمرؓ بن الخطاب نے اس کی صورت دیکھتے ہی فرمایا واللہ اگر مجھ کو یہ معلوم ہو گیا ہوتا کہ آنحضرت ﷺ کا کیا قصد ہے تو میں تم سے آج نپٹ لیتا۔

ابوسفیان اس بات کو سن کر چپکا حضرت علیؓ بن ابی طالب کے پاس چلا آیا۔ حضرت علیؓ ابن ابی طالب کے پاس اس وقت ان کی بیوی فاطمہؓ زہرا اور حسنؓ بیٹھے ہوئے تھے۔ ابوسفیان نے اپنی وہی التجا حضرت علیؓ ابن ابی طالب سے بھی پیش کی۔ حضرت علیؓ نے فرمایا ''میں اس سلسلے میں آنحضرت ﷺ سے کچھ گفتگو نہیں کر سکتا جس میں انہوں نے کچھ قصد کر لیا ہے''۔ ابوسفیان یہ سن کر حضرت فاطمہ کی طرف متوجہ ہوا اور ان سے کہا ''اے بنت محمد (ﷺ) کیا تم اپنے اس لڑکے (حسنؓ) کو یہ حکم نہیں دے سکتی ہو کہ یہ محمد (ﷺ) سے جا کر میری کچھ سفارش کرے؟ حضرت فاطمہؓ نے جواب دیا کوئی شخص آنحضرت ﷺ سے کچھ نہیں کہہ سکتا اور نہ کسی کی سفارش کر سکتا ہے؟''

ابوسفیان کی بے نیل و مرام واپسی: ابوسفیان اس جواب سے مایوسی کی حالت میں خاموش ہو کر بیٹھ گیا اور دل میں یہ سوچنے لگا کہ اب کیا کرنا چاہیے؟ اتنے میں حضرت علیؓ نے فرمایا ''اے ابوسفیان میں تم کو ایک نہایت عمدہ تدبیر بتلاتا ہوں''۔ ابوسفیان یہ سن کر خوش ہو گیا اور ان کی طرف دیکھنے لگا حضرت علی نے فرمایا تم بنو کنانہ کے سردار ہو تم کو کسی کے تعارف کرانے کی کچھ ضرورت نہیں ہے اٹھو اور سیدھے مسجد میں چلے جاؤ اور بہ آواز بلند یہ کہہ کر کہ میں مدت صلح بڑھانے اور عہد نامہ کے اقرار کو مضبوط کرنے آیا ہوں''۔ اپنے شہر واپس چلے جاؤ۔ ابوسفیان نے کہا کہ کیا یہ بات میرے نفع کی ہے؟ علیؓ نے فرمایا ''میرا گمان یہی ہے لیکن وقت تو یہ ہے کہ اس کے سوا اور کوئی تدبیر بھی نہیں ہے تم خود سوچو اس میں تمہارا کہاں تک نفع اور کس حد تک نقصان ہے''۔ ابوسفیان اس کلام کے ختم ہوتے ہی اٹھ کر مسجد میں آیا اور بلند آواز سے یہ کہہ کر کہ ''میں مدت صلح بڑھائے جاتا ہوں اور از سر نو عہد و اقرار کو مضبوط کیے جاتا ہوں''۔ مکہ کو چل کھڑا ہوا اہل مکہ نے یہ واقعہ سن کر ابوسفیان سے کہا کہ تو نے کچھ نہ کیا حضرت علیؓ نے تمہارے ساتھ مسخرہ پن کیا۔

حضرت حاطبؓ کا خفیہ خط: ابوسفیان کی روانگی کے بعد آنحضرت ﷺ نے مکہ کی طرف چلنے کا حکم دیا صحابہ

(رضوان اللہ علیہم) سامان سفر و آلات حرب درست کرنے لگے اس اثناء میں حاطب ابن ابی بلتعہؓ نے ایک خط میں ان حالات کو لکھ کر ایک عورت مزینہ کنود نامی کے ہاتھ اہل مکہ کی طرف روانہ کیا۔ آنحضرت ﷺ کو بذریعہ وحی اس امر کی اطلاع ہو گئی۔ آپ ﷺ نے حضرت علیؓ زبیرؓ اور مقداد (رضی اللہ عنہم) کو اس عورت کو ڈھونڈنے اور گرفتار کرنے کے لئے روانہ کیا ان لوگوں نے اس کو روضہ خاخ میں پہنچ کر گرفتار کر لیا سارا اسباب اس کا ڈھونڈا لیکن خط کا پتہ نہ لگا تب آپس میں کہنے لگے کہ رسول اللہ ﷺ نہایت سچے ہیں تعجب ہے کہ خط نہیں ملتا''۔

مزینہ کنود کی گرفتاری: علیؓ نے اس عورت سے کہا کہ بہتر ہوگا کہ تو اس خط کو دے دے ورنہ ہم بہت تنگ کریں گے عورت اس دھمکی میں آ گئی اور اس نے اپنے جوڑے سے نکال کر خط دے دیا۔ یہ لوگ اس عورت کو مع خط کے آنحضرت ﷺ کے پاس پکڑ لائے آپ نے حاطبؓ بن ابی بلتعہؓ سے فرمایا یہ کیا معاملہ ہے۔ حاطب نے عرض کیا اے رسول اللہ ﷺ واللہ میں مسلمان ہوں مجھے اسلام میں کچھ شک و شبہ نہیں ہے لیکن میرے متعلقین قریش میں ہیں میں نے یہ چاہا تھا کہ وہ میرے غیاب میں میرے اہل و عیال کی حفاظت کریں۔ حضرت عمرؓ ابن الخاطب نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ مجھے اجازت دیجیے تا کہ میں اس منافق کی گردن ماردوں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کیا عمرؓ تمہیں معلوم نہیں کہ اہل بدر کی شان میں اللہ جل شانہ نے ارشاد فرمایا ﴿اعملوا ما شئلتم فانی قد غفرت لکم﴾ یعنی ''جو چاہو کرو میں نے تمہارے گناہ بخش دیئے ہیں''

رسول اللہ ﷺ کی مکہ کو روانگی: دس رمضان ۸ھ کو دس ہزار کی جمعیت سے رسول اللہ ﷺ مدینہ سے بقصد فتح مکہ روانہ ہوئے ایک گروہ میں ایک ہزار مرد بنو سلیم کے اور ایک ہزار مزینہ کے اور غفار کے چار سو اور اسلم کے چار سو اور باقی قریش و اسد و تمیم اور مہاجرین و انصارؓ کے ممالیک و کتاب (رضی اللہ عنہم) تھے مدینہ میں کلثوم بن حصین بن عتبہ غفاری آپ کے قائم مقام ہوئے۔ جس وقت آپؐ ذی الحلیفہ اور بعض کہتے ہیں کہ جحفہ میں پہنچے عباسؓ بن عبدالمطلب مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آتے ہوئے ملے۔ آنحضرت ﷺ کے کہنے سے حضرت عباسؓ نے اپنا اسباب مدینہ بھیج دیا اور خود آپؐ کے ہمراہ بقصد جہاد لشکر اسلام کے ہمراہ مکہ واپس ہوئے۔ منیق العقاب میں ابوسفیان بن الحرث و عبداللہ بن ابی امیہ سے ملاقات ہوئی یہ لوگ بھی ہجرت کیے ہوئے آ رہے تھے لیکن اس وقت تک یہ لوگ مسلمان نہ ہوئے تھے۔ انہوں نے حاضری کی اجازت چاہی اجازت نہ ملی۔ ام المؤمنین ام سلمہؓ نے ان کے بارے میں آنحضرت ﷺ سے کچھ گفتگو فرمائی تب ان کو حاضری کی اجازت ہوئی ان لوگوں نے حاضر ہوتے ہی اسلام قبول کر لیا اور مسلمانوں کے ہمراہ مکہ روانہ ہوئے۔ عشاء کے وقت مرالظہر ان میں لشکرِ اسلام اترا آپؐ نے ایک ہزار کی ایک ایک جماعت علیحدہ کر کے ہر ایک سے آگ روشن کرنے کے لئے فرمایا اور حضرت عمر بن الخطاب کو پٹرول پر رکھا۔

حضرت عباسؓ اور ابوسفیان: حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب کے دل میں دفعتہً یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر قریش نے اس مرتبہ آنحضرت ﷺ سے مخالفت کی اور آپ ﷺ مکہ میں بجبر داخل ہوئے تو قریش کی خیریت نہیں ہے۔ یہ خیال رفتہ رفتہ

اس قدر ترقی پزیر ہوا کہ حضرت عباس ابن عبدالمطلبؓ آنحضرت ﷺ کے خچر پر سوار ہو کر اس ارادہ سے لشکر سے باہر چلے کہ مبادا مکہ کے کسی جانے والے کے ذریعہ اہل مکہ کو سمجھا دیں اتفاق سے ابوسفیان بن حرب و بدیل بن ورقاء وحکیم بن حزام مخبری کی غرض سے مکہ سے نکل کر وادی میں پھر رہے تھے۔ بدیل بن ورقاء کہہ رہے تھے کہ یہ آگ بنوخزاعہ کی ہے ابوسفیان نے اس کا جواب دیا ''خزاعہ میں یہ قوت کہاں سے آئی وہ نہایت کمزور اور ذلیل ہیں ان کے پاس اتنا لشکر ہرگز جمع نہیں ہوسکتا''۔ حضرت عباسؓ نے یہ کلام سن کر بلند آواز سے کہا یہ لشکر رسول اللہ ﷺ کا ہے۔ واللہ ہم اگر تم پر فتح یاب ہو گئے تو تم کو مار ڈالیں گے افسوس قریش کی حالت پر بہتر ہوگا کہ امن کے خواستگار ہو جاؤ اور اطاعت قبول کرلو۔ ابوسفیان اس آواز کو ڈھونڈتا ہوا حضرت عباسؓ کے پاس آیا حضرت عباسؓ اسے اپنے ہمراہ لئے لشکر اسلام کی طرف روانہ ہوئے۔ حضرت عمر بن الخطابؓ اپنے ساتھ ابوسفیان کو لاتا دیکھ کر اس کی طرف جھپٹے۔ حضرت عباسؓ نے کہا کہ میں نے اس کو اپنے امن میں لے لیا ہے حضرت عمرؓ بن الخطاب نے کہا یہ دشمن خدا اور رسول ﷺ ہے یہ بغیر کسی عہد و اقرار کے ہاتھ آ گیا ہے میں اس کو زندہ نہ چھوڑوں گا چونکہ عمر بن الخطابؓ پیادہ تھے اور عباس و ابوسفیان سوار تھے اس وجہ سے حضرت عباسؓ ابوسفیان کو اپنے ہمراہ لئے ہوئے نہایت تیزی سے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پہنچ گئے اور ان کے پیچھے پیچھے تلوار کھینچے ہوئے حضرت عمرؓ بن الخطاب آ پہنچے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ دشمن خدا ابوسفیان بلا کسی عہد و اقرار کے ہاتھ آ گیا ہے۔ مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس کی ابھی گردن ماردوں۔ حضرت عباسؓ نے کہا یا رسول اللہؐ میں نے اس کو اپنے دامن میں لے لیا۔ حضرت عمر ابن الخطابؓ اس پر ملتفت نہ ہوئے اس کے قتل پر اصرار کرتے رہے اور تلوار کھینچے ہوئے حکم و اشارہ کے منتظر تھے کہ حضرت عباسؓ نے جھلا کر کہا اگر یہ بنوعدی سے ہوتا تو عمرؓ تم اتنا اس کے قتل پر اصرار نہ کرتے لیکن چونکہ تم جانتے ہو کہ یہ بنوعبد مناف سے ہے اس وجہ سے اس کے قتل پر تم زیادہ مچل رہے ہو۔ حضرت عمر ابن الخطابؓ نے جواب دیا واللہ تمہارا اسلام میرے نزدیک خطاب کے اسلام سے زیادہ محبوب تھا اس وجہ سے کہ میں جانتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کا بھی مبارک خیال یہی تھا حضرت عباسؓ افسوس ہے کہ تمہارا میری نسبت ایسا خیال ہے تم جو چاہو سمجھو مگر میں اس کو زندہ نہ چھوڑوں گا۔

ابوسفیان کو امان: عباسؓ اس کلام کا جواب بھی نہ دینے پائے تھے کہ حضرت عمرؓ ابن الخطابؓ ابوسفیان کی طرف جھپٹے آنحضرت ﷺ نے ارشاد کیا میں نے اس کو شب بھر کے لئے مہلت دی حضرت عمر بن الخطابؓ یہ سن کر دم بخود ہو گئے تلوار کو نیام میں کرلیا اس کے بعد حضرت عباسؓ کو یہ حکم دیا کہ ابوسفیان کو اپنے خیمہ میں لے جاؤ صبح میرے پاس لانا دوسرے دن صبح ہوتے ہیں عباسؓ ابن عبدالمطلب ابوسفیان کو ہمراہ لئے ہوئے خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ آنحضرت ﷺ نے ابوسفیان سے مخاطب ہو کر فرمایا: ''ابوسفیان کیا ابھی تیرے نزدیک اس کا وقت نہیں آیا ہے کہ تو لا الہ الا اللہ پر ایمان لائے ابوسفیان نے عرض کیا میرے مادر و پدر آپ پر قربان ہوں آپؐ نہایت حلیم و کریم ہیں بخدا کل سے مجھے یقین ہوگیا کہ اگر سوائے اللہ کے اور کوئی اللہ ہوتا تو مجھ کو ضرور آپؐ کی امداد سے مستغنی کر دیتا۔

ابوسفیان کا قبولِ اسلام: آنحضرت ﷺ نے ارشاد کیا ''شرم کی بات ہے کیا ابھی اس کا وقت نہیں آیا ہے کہ تو مجھے اللہ کا رسول ﷺ جانے'' ابوسفیان نے کہا میرے مادر و پدر آپ پے فدا ہوں اس امر میں مجھے پس و پیش ہے۔ حضرت عباسؓ نے کہا تجھ پر تف ہو تو اپنی گردن زنی سے پہلے اسلام لا۔ ابوسفیان یہ سن کر عباسؓ کی طرف تعجب سے دیکھنے لگا عباسؓ نے کہا دیکھ وہ عمرؓ آ رہے ہیں پس محمد رسول اللہ کہہ دے ورنہ آتے ہی وہ تیری گردن اڑا دیں گے۔ ابوسفیان نے یہ سنتے ہی گھبرا کر محمد رسول کہہ دیا اور مسلمانوں میں داخل ہو گیا۔

ابوسفیان کی عزت افزائی: ابوسفیان کے ایمان لانے کے بعد حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ ابوسفیان مکہ کے سرداروں میں ہے۔ فخر کو زیادہ پسند کرتا ہے آپؐ اس کے لئے کوئی ایسا امتیاز کر دیجئے جس سے یہ اوروں سے ممتاز سمجھا جائے آپ نے فرمایا: اچھا جو شخص ابوسفیان کے مکان میں داخل ہو جائے وہ مامون ہے اور جو شخص اپنے گھر کا دروازہ بند کر لے وہ مامون ہے جو مسجد حرام میں داخل ہو جائے وہ مامون ہے اس کے بعد حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ابوسفیان کو لے کر کنارہ وادی پر کھڑے ہو جاؤ تا کہ یہ اللہ کے لشکریوں کو دیکھے چنانچہ حضرت عباسؓ خود ابوسفیان کو لے کر ایک ٹیلہ پر کھڑے ہو گئے قبیلہ قبیلہ کا گروہ جوق در جوق گزرنے لگا ابوسفیان ہر ایک کو تعجب کی نگاہ سے دیکھتا جاتا اور پوچھتا جاتا یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ مہاجرین و انصار کے گروہ میں مسلح زرہیں اور سفید خود پہنے ہوئے گزرے۔ ابوسفیان نے گھبرا کر دریافت کیا ((مـن هـولاء)) ''یہ کون لوگ ہیں'' حضرت عباس نے کہا ((هذا رسول الله فی المهاجرین و الانصار)) یعنی ''یہ مہاجرین و انصار میں اللہ کے رسول ہیں''۔ ابوسفیان نے تعجب سے کہا تمہارے بھائی کے لڑکے کا ملک بہت بڑھ گیا اور اس کا لشکر بے حد زیادہ ہو گیا عباس نے کہا اے ابوسفیان یہ بادشاہی نہیں ہے بلکہ نبوت ہے پھر ابوسفیان نے پوچھا یہ سب کہاں جا رہے ہیں اور کیا کریں گے؟ حضرت عباسؓ نے جواب دیا تیری قوم پر جاتے ہیں۔

اہلِ مکہ کو امان: ابوسفیان یہ سن کر خاموش ہو گیا اور ان سے رخصت ہو کر مکہ آیا اور اہل مکہ کو اس امر سے مطلع کیا جس نے ان کو گھیر لیا تھا اور یہ بتلایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص مسجد میں یا ابوسفیان کے مکان میں داخل ہو یا دروازہ بند کر لے وہ مامون ہے لشکر اسلام کا رایت سعد بن عبادہؓ کے ہاتھ میں تھا جس وقت یہ ابوسفیان کے پاس سے ہو کر گزرے اس وقت جوش میں آ کر کہہ اٹھے: ((الیوم یوم الملحمه.. الیوم تحل الحرمة)) یعنی ''آج لڑائی کا دن ہے اور آج حرمتِ کعبہ حلال ہے''۔ آنحضرت ﷺ نے یہ سن کر رایت سعد بن عبادہؓ کے ہاتھ سے لے کر حضرت علی ابن ابی طالبؓ کو دے دیا میمنہ میں خالد بن ولید اسلم و غفار و مزینہ و جہینہ کو لئے ہوئے اور میسرہ میں زبیرؓ اور مقدمۃ الجیش میں عبیدہ ابن الجراح اور قلب لشکر میں آنحضرت ﷺ مع حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمان (رضی اللہ عنہم) کے رونق افروز ہوئے۔ حضرت زبیرؓ کو اعلیٰ مکہ سے اور خالدؓ کو اس کے اسفل سے داخل ہونے کو فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا کہ جو شخص چھیڑ کرے اس سے لڑنا خود بہ نفس نفیس ذی طویٰ کی طرف سے مکہ میں داخل ہوئے۔ عکرمہ بن ابی جہل و صفوان بن امیہ و سہیل بن عمرو وغیرہ نے مقابلہ کے

ارادہ سے کچھ لوگوں کو جمع کیا تھا چنانچہ ان کا سامنا خالد بن الولیدؓ سے ہو گیا مسلمانوں میں سے کرز بن جابر (بنو محارب سے) حنیس بن خالد (خزاعہ سے) سلمہ بن جہینہ شہید ہوئے مشرکین کی طرف سے تیرہ آدمی مارے گئے۔ باقی آدمیوں کو آپ ﷺ نے امن دے دیا یہ فتح ۲۰ رمضان ۸ھ کو ہوئی۔

عبدالعزیٰ بن خطل کا قتل: یوم فتح مکہ چند آدمیوں کا خون آپ ﷺ نے مباح کر دیا تھا۔ منجملہ ان کے ایک عبدالعزیٰ بن خطل (بنو تیم الادرم ابن غالب سے) تھا اور پہلے مسلمان ہو گیا تھا اس کو آپ ﷺ نے صدقات وصول کرنے بھیجا تھا۔ اس کے ساتھ ایک انصاری اور ایک غلام رومی تھا اثناء راہ میں غلام رومی کو اس نے قتل کر ڈالا اور مرتد ہو کر مکہ بھاگ گیا تھا۔ یوم فتح مکہ کعبہ کا پردہ اس خیال سے پکڑ لیا کہ شاید اس کی حرمت اس نومید زندگی کو امن دے سکے لیکن اس کو وہاں بھی پناہ نہ ملی۔ سعد بن حریث مخزومیؓ اور ابو برزہ اسلمیؓ نے قتل کیا۔

عبداللہ بن سعد: دوسرا عبداللہ بن سعد بن ابی سرح آنحضرت ﷺ کا کاتب تھا یہ مرتد ہو کر مکہ چلا گیا تھا۔ یوم فتح جان کے خوف سے چھپ گیا فتح کے بعد حضرت عثمان ابن عفانؓ کے پاس آیا یہ اس کے رضاعی بھائی تھے۔ حضرت عثمان اس کو آنحضرت ﷺ کی خدمت میں لے کر آئے اور عرض کیا کہ میں نے اس کو امن دیا تھوڑی دیر تک آپ ﷺ سکوت میں رہے ایک ساعت بعد آپ ﷺ نے بھی امن دے دیا پھر جب یہ باہر نکلا تو آپ ﷺ نے صحابہؓ سے فرمایا جب میں سکوت میں تھا تم نے اس کی گردن کیوں نہ مار دی۔ انصار کے کسی نوجوان نے عرض کیا کاش آپ نے ہم کو اشارہ کر دیا ہوتا آنحضرت ﷺ نے کہا نبی اشارہ بازی نہیں کرتا۔ اس مرتبہ اسلام لانے کے بعد عبداللہ بن سعد نہایت سچائی اور صفائی سے رہے کوئی برائی ان سے ظاہر نہیں ہوئی۔ حضرت عمر و عثمان رضی اللہ عنہما نے ان کو اپنے زمانہ خلافت میں مختلف بلاد کا حکمران مقرر کیا تھا۔

حویرث بن نفیل اور مقیس بن صبابہ کا قتل: تیسرا قابل گردن زدنی حویرث بن نفیل بنو عبد قصی سے تھا یہ قبل ہجرت مکہ میں آنحضرت ﷺ کو بہت ایذائیں دیتا تھا اس کو حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے یوم فتح قتل کیا تھا۔ مقیس بن صبابہ بھی انہیں قابل قتل لوگوں میں سے تھا یہ غزوہ خندق میں آیا تھا اور ایک انصاری کو (جس نے اس سے پیشتر کسی کے دھوکہ میں اس کے بھائی کو مار ڈالا تھا) قتل کر کے مرتد ہو کر مکہ بھاگ آیا تھا یوم فتح اس کو نمیلہ بن عبداللہ لیثی (اس کے چچا کے لڑکے) نے مارا منجملہ ان کے ابن اخطل کی دو لونڈیاں تھیں۔ جن کا شب و روز یہ کام تھا کہ وہ دونوں آنحضرت ﷺ کی ہجو گاتی تھیں۔ ایک تو ان میں سے ماری گئی اور دوسری نے امن کی درخواست کی آپ نے اس کو امن دے دیا ان کے علاوہ بنو عبدالمطلب کی ایک خادمہ سارہ نامی بھی اسی گروہ میں سے تھی لیکن امن کی درخواست نے اس کی بھی جان بخشی کرا دی۔ نیز بنو مخزوم کے دو شخصوں حرث بن ہشام و زہیر بن ابی امیہ برادر ام سلمہؓ نے ام ہانیؓ بنت ابی طالبؓ سے پناہ طلب کی۔ ام ہانیؓ نے ان کو امن دیا اور آنحضرت ﷺ نے اس کو بحالہ قائم رکھا۔

زیارتِ کعبہ: فتح کے بعد آنحضرت ﷺ مسجد حرام میں داخل ہوئے کعبہ کا طواف کیا۔ حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ

عنہ سے کلید لے کر کعبہ میں داخل ہوئے۔آپ ﷺ کے ہمراہ اس وقت حضرت اسامہ و بلال و عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہم تھے مجاورت بیت اللہ انہیں کے قبضہ میں رکھی۔پس اس وقت سے آج تک اولاد شیبہ بیت اللہ کے مجاور ہوتے چلے آتے ہیں۔کعبہ کے اندر باہر و اطراف میں جس قدر اصنام تھے۔ان کو توڑ کر گرا دینے کا حکم دے دیا۔خود بہ نفس نفیس دست مبارک میں ایک چھڑی لئے ہوئے بتوں کی طرف اشارہ کر کے فرما رہے تھے ﴿جاء الحق و زھق الباطل ان الباطل کان زھوقا........﴾ یعنی ''آ گیا حق اور بھاگ گیا باطل بے شک باطل بھاگنے والا تھا''۔آپ ﷺ کے ان کلمات فرمانے اور اشارہ کرنے سے کوئی بت ایسا نہ تھا جو اوندھا منہ کے بل نہ گر پڑا ہو جب نماز کا وقت آیا تو بلال رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کے حکم سے کعبہ کی پشت پر اذان دی۔صحابہ رضی اللہ عنہم جمع ہوئے اور جماعت کے ساتھ بے خوف وخطر نماز ادا کی۔

اہل مکہ سے خطاب: اس کامیابی و فتح کے دوسرے دن آنحضرت ﷺ باب کعبہ پر کھڑے ہوئے اور رسوم جاہلیت' مجاورت بیت اللہ و سقایۃ الحاج کو برقرار رکھا اور یہ فرمایا کہ ''اس[1] سے قبل اور نہ اس کے بعد مکہ کسی کے لئے حلال نہیں ہوا اور بے شک آج کے دن ایک ساعت کے لئے میرے واسطے حلال ہو گیا تھا لیکن اب پھر اس کی حرمت حسب سابق بحال ہو گئی

---

[1] اس مضمون کو آنحضرت صلی اللہ علیہ نے ایک جداگانہ خطبہ میں (جو آئندہ نقل کیا گیا ہے) بیان فرمایا تھا جیسا کہ ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ فتح مکہ کے دوسرے دن ایک خزاعی نے ایک ہذیلی مشرک کو مار ڈالا۔آنحضرت ﷺ نے کھڑے ہو کر صحابہؓ کو جمع کر کے یہ خطبہ پڑھا:

((یا ایھا الناس ان اللہ حرم مکۃ یوم خلق السموات والارض فھی حرام الی یوم القیمۃ فلا یحل لا مری یومن باللہ و الیوم الاخر ان یسفک فیھا دما و لا یعضد فیھا شجرا لم تحلل لاحد کان قبلی و لا تحل لاحد یکون بعدی و لم تحلل لی الاھذا الساعۃ غضبا علی اھلھا الا ثم قد رجعت کحرمتھا بالامس فلیبلغ الشاھد منکم الغائب فمن قال لکم ان رسول اللہ ﷺ قاتل فیھا فقولوا ان اللہ قد احلھا لرسولہ و لم یحللھا لکم یا معشر خزاعۃ ارفعوا ایدیکم عن القتل فلقد کثر القتل لقد قتلتم قتیلا لا دیتہ فمن قتل بعد مقامی ھذا فاھلہ بخیر النظرین ان شا و اقدم قاتلہ و ان شاوا فعقلہ))

'' اے لوگو اللہ نے جس روز آسمان زمین پیدا کئے تھے اسی روز مکہ حرم فرما دیا تھا لہٰذا مکہ قیامت تک حرام رہے گا۔لہٰذا اللہ اور قیامت پر ایمان لانے والے کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ اس میں خون ریزی کرے یا اس کا کوئی سرسبز درخت کاٹے' مکہ نہ مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال ہوا اور نہ میرے بعد حلال ہو گا اور میرے واسطے بھی بجز اس ساعت کے حلال نہیں کیا گیا۔اب اس کی حرمت حسب سابق لوٹ آئی میرا یہ پیغام موجود غیر موجود کو پہنچا دے۔اگر کوئی تم سے یہ کہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مکہ میں جنگ کی ہے تو اس سے کہنا کہ اللہ نے مکہ اپنے رسول ﷺ کے واسطے حلال کر دیا تھا مگر تمہارے لئے حلال نہیں کیا۔اے بنی خزاعہ قتل سے اپنے ہاتھ روک لو بہت کچھ خون ریزی ہو چکی تم نے ایک شخص کو مار ڈالا جس کی دیت (خون بہا) میں دوں گا اگر کوئی آج کے بعد کسی کو قتل کرے گا تو مقتول کے وارثوں کو اختیار ہو گا چاہے خون کے بدلے قتل کر دیں یا دیت لیں''۔درحقیقت یہ دو خطبے ہیں لیکن مؤرخ نے سلسلہ کلام میں اس امر پر نظر نہیں کی۔واللہ اعلم

اس کے بعد آپ ﷺ نے خطبہ پڑھا:

((لا اله الا اللّٰه وحده لا شریک له صدق وعده و نصر عبده و هزم الاحزاب وحده الا ان کل ماثورة او دم اومال یدعی فی الجاهلیة فهو تحت قدمی هاتین الاسد انة الکعبة و سقایة الحاج الاوان قتل الخطا مثل العمد بالسوط و العصا فیه الدیة مغلظة مائة من الابل منها اربعون فی بطونها اولادها یا معشر قریش ان الله قد اذهب عنکم نخوة الجاهلیة و تعظمها بالاباء الناس من ادم و ادم خلق من تراب قال الله تعالیٰ یا ایها الناس انا خلقناکم من ذکر و انثی و جعلنا کم شعوبا و قبائل لتعارفوا و ان اکرمکم عندالله اتقاکم ان الله علیم خبیر یا معشر قریش ما ترون الی فاعل بکم قالو اخیراً اخ کریم و ابن اخ کریم قال فانی اقول کما قال یوسف لاخوته لا تثریب علیکم الیوم اذهبوا فانتم الطلقآء))

''حق دار عبادت اللہ ہی ہے جو تنہا ہے اور شریک سے بری ہے۔ اللہ نے اپنا وعدہ پورا کیا اپنے بندے کی مدد کی اور تنہا لشکر کو شکست دی۔ کان کھول کر سن لو' ہر رسم یا خون یا مال جس کی جاہلیت میں دعویٰ کیا جاتا تھا میرے پاؤں کے نیچے ہے (میں نے ان سب کو مسل دیا) ہاں کعبہ کی مجاورت اور زمزم پلانے کا عہدہ حسب دستور باقی ہے یا درکھو قتل خطا قتل عمد کی طرح ہے خواہ کوڑوں سے ہو یا لاٹھیوں سے دونوں کی دیت سنگین ہے یعنی سو اونٹ جس میں چالیس حاملہ اونٹنیاں ہوں اے اہل قریش اللہ نے تم سے جاہلیت کا غرور اور باپ دادا پر فخر کرنا ختم کر دیا تمام لوگ آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے پیدا ہوئے اللہ نے فرمایا لوگو! ہم نے تمہیں مرد اور عورت سے پیدا کیا اور تمہارے خاندان اور قبیلے بنا دیئے تا کہ ایک دوسرے کو پہچان لو پھر جو سب سے زیادہ متقی ہے وہی اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ شریف ہے اور اللہ بہت ہی جاننے والا اور خبردار ہے''۔

اے اہل قریش تمہارا میرے بارے میں کیا خیال ہے میں تمہارے ساتھ کیا کروں گا؟ بولے اچھائی کا خیال ہے کیونکہ آپؐ بہترین بھائی ہیں اور بہترین بھائی کے بیٹے ہیں۔ فرمایا اچھا تو میں وہی کہتا ہوں جو یوسفؑ نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا کہ آج تم پر کوئی ملامت نہیں جاؤ تم سب آزاد ہو۔

بیعت: خطبہ سے فارغ ہو کر آپ کوہ صفا پر جا بیٹھے اور لوگوں سے مہما امکن اطاعت خدا اور رسول کی بیعت لینے لگے مردوں کی بیعت سے فراغت پا کر آپ نے حضرت عمرؓ بن الخطاب کو عورتوں سے بیعت لینے پر مامور کیا اور خود بنفس نفیس ان کے لئے استغفار کرتے رہے۔

صفوان بن امیہ اور ابن الزبیر کو امان: صفوان بن امیہ فتح کے بعد جان کے خوف سے یمن کی طرف بھاگا۔ عمیر بن وہبؓ (اس کی قوم سے) نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر صفوان کی امان کی درخواست کی آپ نے اس کو امان دی اور اس امر کے اظہار کے لئے اپنا وہ عمامہ مرحمت فرمایا جو کہ مکہ میں داخلے کے وقت آپ کے سر مبارک پر تھا۔ عمیر بن وہب صفوان کو یمن کے قریب سے واپس لائے اس نے آنحضرت ﷺ سے دو مہینے کی مہلت طلب کی آپ نے چار مہینہ کی مہلت عطا فرمائی۔ ابن الزبیر شاعر بھی نجران کی طرف بھاگ گیا تھا لیکن پھر کچھ سوچ سمجھ کر واپس آیا اور ہیرہ بن ابی وہب مخزومی شوہر ام ہانی یمن کی فتح کے وقت مکہ چلا گیا تھا اور وہیں بحالت کفر مر گیا۔

بُت خانہ عزیٰ کا انہدام: ان واقعات کے بعد آنحضرت ﷺ نے مکہ کے اطراف وجوانب کی طرف سرایا روانہ فرمائے۔ لیکن ان کو قتال سے منع فرما دیا منجملہ ان کے خالد بن الولیدؓ بنو جذیمہ بن عامر بن عبد مناۃ بن کنانہ کی طرف روانہ کئے گئے۔ انہوں نے بنو جذیمہ سے لڑائی کی اور مال واسباب پر قبضہ کر لیا۔ جب حضرت خالدؓ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے اس مال واسباب کو حضرت علیؓ کی معرفت بنو جذیمہ کو واپس کر دیا اور ان کے مقتولین کی دیت (خون بہا) ادا کیا۔ اس کے بعد پھر حضرت علیؓ کو عزیٰ کی جانب روانہ کیا۔ مضر و کنانہ اس کی جاہلیت میں بے حد تعظیم کرتے تھے اور اس کی مجاورت بنو شیبان قبیلہ بنو سلیم حلفاء بنو ہاشم کے قبضہ میں تھی۔ خالد بن الولیدؓ نے اس کو منہدم کر دیا۔

انصار کی تالیف قلوب: انصارؓ کو فتح مکہ کے بعد آنحضرت ﷺ کے بلا تعین قیام سے یہ خیال پیدا ہوا کہ شاید اب آپ مکہ ہی میں قیام فرمائیں گے۔ مدینہ تشریف نہ لے جائیں گے اس وجہ سے ان کو ایک گونہ صدمہ ہوا آپس میں اس سلسلے میں کچھ کہنے سننے لگے آنحضرت ﷺ کو جب اس امر کی خبر ہوئی تو باہر تشریف لائے، انصارؓ کو جمع کر کے خطبہ پڑھا اور فرمایا ''کہ ہماری زندگی وموت تمہاری زندگی وموت سے متعلق ہے''۔

(مترجم) **تطہیر کعبہ**: ابن اسحاق نے مختلف اسناد سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ مکہ کی فتح کے بعد مکہ میں پندرہ راتیں مقیم رہے اس اثناء میں برابر نماز قصر کرتے رہے ان بتوں کو جو خانہ کعبہ میں تھے، خود اپنے دست مبارک سے منہدم کیا اور حضرت ابراہیمؑ واسماعیل وعیسیٰ ومریم علیہم السلام کی تصاویر کو دفن کرا دیا باقی رہے وہ بت جو اطراف وجوانب مکہ میں تھے ان کے منہدم کرنے کو صحابہؓ کو روانہ کیا۔

عزیٰ کا انہدام: ۲۵ رمضان ۸ھ کو عزیٰ کے منہدم کرنے کے لئے خالد بن ولیدؓ کو تیس سواروں کی جمعیت کے ساتھ روانہ کیا۔ عمرو بن العاصؓ کو سواغ (ہذیل کے صنم) کی طرف روانہ کیا۔ عمرو بن العاصؓ جس وقت سواغ کے قریب پہنچے تو مجاور نے کہا تم کس ارادے سے آئے ہو، عمر بن العاصؓ نے جواب دیا کہ مجھ کو آنحضرت ﷺ نے اس بت کو منہدم کرنے کے لئے بھیجا ہے مجاور نے حیرت کی نگاہ سے ان کو دیکھ کر کہا تم اس امر پر قادر نہ ہو سکو گے۔ عمرو بن العاصؓ نے کہا کیوں؟ مجاور نے جواب دیا کہ خداوند سواغ تم کو خود روک دے گا عمرو بن العاصؓ نے کہا تجھ پر تف ہو تو اب تک اسی خیال باطل میں گرفتار ہے عمرو بن العاصؓ یہ کہہ کر سواغ کی طرف بڑھے اور اس کو ایک ضرب سے پاش پاش کر ڈالا ان کے ہمراہیوں نے اس کے اردگرد کے چھوٹے چھوٹے بتوں کو توڑ کر اس کے خزانہ کو توڑا لیکن اس میں سے کچھ ہاتھ نہ آیا۔ پھر عمروؓ بن العاص مجاور کی طرف متوجہ ہو کر بولے تو نے دیکھا میں نے کیسے اس کو توڑ ڈالا۔ دیکھ جب وہ اپنے کو نہیں بچا سکتا تو مجھ کو کیا نفع وضرر پہنچا سکتا ہے مجاور یہ کلام سنتے ہی مسلمان ہو گیا۔ اس طرح سعید بن زید الاشہلیؓ مناۃ کے توڑنے پر مبعوث ہوئے یہ بت اوس وخزرج وغسان کا تھا ان کے ہمراہ بیس سوار تھے انہوں نے جا کر اس بت کو توڑا اور اس کے خزانہ کو کھولا لیکن یہاں سے بھی کچھ ہاتھ نہ آیا۔

بنو ہوازن اور بنو ثقیف: یوں تو مکہ کی فتح سے پہلے عربوں کو آنحضرت ﷺ کی مسلسل کامیابیوں سے آپ ﷺ کی نسبت ایک خاص خیال پیدا ہو گیا تھا اور ان کی رگوں میں جوشِ انتقام یا حسد ورشک کا خون دوڑ رہا تھا۔ پرانی عداوتوں کا خیال اپنے دلوں سے بھلا کر ایک دوسرے سے راہ ورسم پیدا کرنے کی کوشش کر رہے تھے چنانچہ ہوازن وثقیف اسی وقت سے

جب کہ آنحضرت ﷺ مدینہ سے بقصد مکہ روانہ ہوئے چوکنے ہو گئے تھے لیکن فتح مکہ کے بعد یہ سمجھ کر کہ آنحضرت ﷺ شاید ہم پر حملہ کر دیں۔ بنونضیر میں مالک ابن عوف کے پاس مسلمانوں کے خلاف جمع ہوئے اس مجمع ومشورے میں بنونضیر بن معاویہ بن بکر بن ہوازن و بنوجشم بن معاویہ و بنوسعد بن بکر اور چند آدمی بنو ہلالی بن عامر بن صعصعہ بن معاویہ کے اور ان کے اخلاف بنو مالک بن ثقیف بن بکر شریک تھے۔ بنو ہوازن میں سے کعب وکلاب شریک نہیں ہوئے۔ بنوجشم کے ہمراہ ان کے سردار درید بن الصمۃ بن بکر بن علقمہ بن خزاعہ بن جشم بھی تھا۔ گواس کو پیرانہ سالی نے کسی کام کا نہ رکھا تھا۔ بہ مشکل تمام اپنے مقام سے حس وحرکت کر سکتا تھا لیکن اس کو جہاں دیدہ وجنگ آزمودہ ہونے کی وجہ سے صلاح ومشورہ کی غرض سے ساتھ لے لیا تھا۔ ثقیف میں قارب بن الاسود ابن مسعود بن معتب اور بنو مالک بن ذوالخمار سبیع بن الحرث بن مالک اور اس کا بھائی احمس سردار تھا اوران سب کا سردار مالک بن عوف بنونضیر کا سردار بنایا گیا۔

درید بن الصمۃ کی مالک کو پند ونصائح: جس وقت عرب کا یہ گروہ اوطاس میں پہنچا درید بن الصمۃ نے مالک بن عوف سے کہا ((مالی اسمع رعاء البعیر و نهاق الحمیر و یعار الشاء و بکاء الصغیر)) یعنی ”مجھے کیا ہے کہ میں اونٹوں کا بلبلانا اور گدھوں کا چیخنا اور بکریوں کا بولنا اور لڑکوں کا رونا سن رہا ہوں“۔ مالک نے جواب دیا کہ میں نے ان لوگوں کو مع ان کی اولاد اور اموال کے لڑائی پر نکالا ہے تا کہ ان ہی کے خیال سے سینہ سپر ہو کر لڑیں درید بن الصمۃ نے کہا واللہ تو نے غلطی کی کیا منہزم کوئی چیز جواس کے ساتھ ہوتی ہے واپس لے کر جاتا ہے؟ اگر تیری فتح ہوئی تو تجھ کو ہتھیاروں کے سوا اور کوئی چیز فائدہ نہ پہنچائے گی اور اگر شکست ہوئی تو تُو نے اہل وعیال کو بدنام اور رسوا کیا یہ کہہ کر اس نے کعب وکلاب کا حال دریافت کر کے ان کے نہ شریک ہونے کا افسوس کیا اور مالک کی طرف پھر مخاطب ہو کر کہنے لگا مالک تجھے یہ کیا ہو گیا ہے۔ ہوازن کو تو کیوں اژدہے کے منہ میں لئے جاتا ہے یہ اس کا ایک لقمہ بھی نہ ہو گا تو نے مفت میں ان کو غیر بلاد میں لا کر تباہ کیا خیر جو کچھ کیا اچھا کیا بہتر یہ ہو گا کہ بچوں اور عورتوں کو ساقہ میں یعنی سوران لشکر کے پیچھے رکھ اگر تیری فتح یابی ہوئی تو یہ تجھ سے آملیں گے اور اگر تُو کسی آفت ناگہانی میں مبتلا ہو گیا تو یہ دشمنوں کی دست برد سے محفوظ رہیں گے“۔ مالک نے یہ تقریر نہایت حقارت کی نگاہوں سے سن کر اس پر کچھ توجہ نہ کی۔

ذات انواط کا واقعہ: آنحضرت ﷺ نے ان کی آمد کی خبر سن کر عبداللہ بن ابی حدود الاسلمی کو جاسوسی پر مقرر کیا اور صفوان بن امیہ سے سو (۱۰۰) زرہیں اور بعض کہتے ہیں کہ چارسو زرہیں مستعار لے کر بارہ ہزار مسلمانوں کے ساتھ مقابلہ کے قصد سے پیش قدمی فرمائی دس ہزار صحابی تو وہ تھے جو مدینہ سے آپ کے ہمراہ آئے تھے اور دو ہزار مسلمانان فتح مکہ سے تھے مکہ میں بجائے اپنے عتاب بن اسید بن ابی العیص بن امیہ کو متعین فرمایا منجملہ ان لوگوں کے جو اس واقعہ میں آپؐ کے ہمراہ گئے تھے عباس بن مرداس وضحاک بن سفیان کلابی اور چند لوگ عبس وذبیان ومزینہ وبنواسد کے تھے اثناء راہ میں ایک درخت سدر کی طرف ہو کر گزرے جس کو عرب ایام جاہلیت میں ذات انواط کے نام سے موسوم کرتے اور اس کی تعظیم وطواف کرتے تھے لوگوں نے[1] عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ

---

[1] ان لوگوں میں مہاجرین وانصار (رضی اللہ عنہم) نہیں شریک تھے۔ صرف وہی لوگ تھے جو بوقت فتح یا بعد فتح مکہ ایمان لائے تھے جیسا کہ ابن اسحاق نے حرث بن مالک سے روایت کیا ہے۔

ہمارے لئے بھی ایک ذات انواط مقرر فرمایئے جیسا کہ ان کے لئے ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اس سوال سے ناراض ہو کر ارشاد فرمایا: "تم نے مجھ سے ویسا ہی کہا ہے جیسا کہ قوم موسیٰؑ نے کہا تھا کہ ہمارے لئے بھی ایک الٰہ ان کے الٰہ کی طرح بنا دو۔ قسم ہے اس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے مجھ کو اس بات کا اندیشہ ہے کہ تم لوگ ان لوگوں کا راستہ اختیار کرو گے۔ جو تم سے پیشتر گزر چکے ہیں۔ خبردار ایسے خیالات کو اپنے دل میں جگہ نہ دو"۔

جنگ حنین: یکم شوال ۸ھ کو آنحضرت ﷺ وادیاں تہامہ میں سے وادی حنین میں پہنچے رات ہی کے وقت سے ہوازن وادی حنین کے دونوں جانب کمین گاہ میں چھپ کر بیٹھ رہے تھے۔ جس وقت لشکر اسلام اس وادی سے ہو کر گزرا کفار نے کمین گاہ سے نکل کر دفعتہً حملہ کر دیا۔ مسلمانوں کا لشکر اس اچانک حملہ سے منتشر و غیر مرتب ہو گیا۔ آنحضرت ﷺ نے ہر چندان کو واپس آنے کے لئے آواز دی لیکن وہ واپس نہ ہو سکے آپ کے ہمراہ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ و علیؓ عباس و ابوسفیان بن الحرث اور ان کے لڑکے جعفر و فضل و قثم پسران عباس اور ان کے علاوہ ایک جماعت صحابہ (رضی اللہ عنہم) کی تھی۔ آنحضرت ﷺ اپنے سفید خچر دلدل نامی پر سوار تھے اور حضرت عباسؓ نے آپ کے کہنے سے صحابہ کو پکارا۔ صحابہؓ نے لوٹنے کا قصد کیا لیکن کفار کے اژدہام نے روک دیا۔ مجبور ہو کر وہیں ٹھہر گئے اور لڑنے لگے۔ جنگ کی حالت بظاہر مسلمانوں کے خلاف نظر آ رہی تھی۔ بنو ہوازن لڑتے لڑتے آنحضرت ﷺ کے قریب پہنچ گئے مسلمانوں کو اس پہلے حملے میں شکست[1] ہوئی۔

بنو ہوازن کی پسپائی: جب آنحضرت ﷺ نے اللہ اکبر کہہ کر دلدل کو آگے بڑھایا تو اس آواز کے سنتے ہی ارد گرد سو کے قریب صحابہؓ آپ کے پاس جمع ہو گئے اور سب کے سب نے ایک مجموعی قوت سے حملہ کیا بنو ہوازن پسپا ہو کر پیچھے ہٹے مسلمانوں نے ان کو گرفتار کرنا شروع کر دیا۔ ان کے لڑکوں، عورتوں کو قید کر لیا۔ مال و اسباب پر قبضہ کر لیا۔ بنو مالک کے ستر آدمی اس معرکہ میں کام آئے منجملہ ان کے ذوالخمار[2] اور اس کا بھائی عثمان پسران عبداللہ بن ربیعہ بن الحرث بن حبیب تھا۔ قارب[3] بن الاسود احلاف ثقیف

---

[1] ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ جب مسلمانوں کو خلاف توقع اس اچانک حملہ نے شکست ہوئی تو اہل مکہ جو آپ کے ہمراہ اس غزوہ میں گئے تھے آپس میں اس سلسلے میں گفتگو کرنے لگے۔ ابوسفیان نے کہا یہ شکست دریا کے اس طرف تو نہیں تھمتی۔ کلدہ بن الجنبل چلا کر خوشی کے لہجہ میں بول اٹھا واہ واہ آج سحر کا خاتمہ ہو گیا پھر آخر جھوٹ کہاں تک صفوان بن امیہ نے جواب دیا (حالانکہ یہ اس وقت مشرک تھا) خاموش! اللہ تیرے منہ کو بند کرے بخدا میرے نزدیک یہ زیادہ عزیز ہے کہ سراسر بی کوئی قریشی ہو اس سے کہ ہوازن کے کسی شخص کے پالے پڑوں۔ شیبہ بن عثمان بن ابی طلحہ نے جوش میں آ کر کہہ دیا کہ آج میں محمد ﷺ سے بدلہ لوں گا (اس کا باپ جنگ احد میں مارا گیا تھا اور یہ اس غزوہ میں اور اہل مکہ کی طرح آنحضرت ﷺ کے ہمراہ گیا تھا) چنانچہ یہ اس قصد سے آنحضرت ﷺ کی طرف چلا لیکن بحکم باری عزاسمہ بے ہوش کر گر پڑا اور آپ تک نہ پہنچ سکا۔ سیرۃ ابن ہشام

[2] یہ ہوازن اور ثقیف کا علم بردار تھا جب یہ مارا گیا تو عثمان بن عبداللہ نے علم لے لیا اور لڑنے لگے جب یہ بھی تیغ اجل کے نذر ہوا تو اس وقت مشرکین کو شکست ہوئی۔

[3] بروایت ابن اسحاق یہ احلاف کا علم بردار تھا جب جنگ کا پانسہ پلٹتا دیکھا تو اپنا علم ایک درخت سے لگا کر بھاگ گیا اس کے دیکھا دیکھی اس کے چچا زاد بھائی اور اس کی کل قوم بھاگ نکلی۔

شروع جنگ سے اپنا رایت (جھنڈا) چھوڑ کر بھاگ گیا اس وجہ سے ان میں سے کوئی مارا نہیں گیا۔ مالک بن عوف نصری نے اپنی قوم کی ایک جماعت کو لے کر طائف میں جا کر دم لیا ہوازن کے کچھ لوگ اوطاس کی طرف بھاگے سواران اسلام نے ان کا تعاقب کیا درید بن الصمۃ اسی دارو گیر میں ربیعہ بن رفیع بن اہبان بن ثعلبہ بن یربوع بن عوف سماک بن عوف بن امراء لقیسؓ کے ہاتھ سے مارا گیا۔

بنو ہوازن کا تعاقب: آنحضرت ﷺ نے ان بنو ہوازن سے لڑنے کے لئے ابو عامر اشعری عم ابو موسیٰ کو روانہ کیا جو اوطاس کے ایک کھجور کے باغ میں پناہ گزیں تھے۔ جب ابو عامر سلمہ بن درید بن الصمۃ کے تیر سے شہید ہو گئے تو ابو موسیٰ نے رایت اسلام لے کر نہایت شدت سے حملہ کیا اور اپنے چچا کے قاتل کو مار ڈالا۔ مشرکین باغ سے نکل کر بھاگے بنو نضیر بن معاویہ سے رباب میں قتل کا بازار گرم ہو گیا ہوازن کے جتنے لوگ اس معرکہ میں آئے تھے سب کے سب مارے گئے مسلمانوں میں سے چار آدمی (۱) ایمن بن ام ایمن (برادر اخیافی اسامہ) (۲) یزید بن زمعہ بن الاسود (۳) سراقہ بن الحرث عجلانی (۴) ابو عامر اشعری (رضی اللہ عنہم) شہید ہوئے۔

طائف کا محاصرہ: واقعہ حنین سے فارغ ہو کر آپؐ نے قیدیوں[1] اور اموال غنیمت کو جعرانہ میں جمع کرنے کے لئے فرمایا اور ان کی حفاظت کے لئے مسعود بن عمروؓ غفاری کو مقرر کر کے طائف کا قصد کیا لیکن آپؐ کے پہنچنے سے پہلے ثقیف نے طائف میں داخل ہو کر دروازہ بند کر لیا تھا اور اہل طائف کو اپنا ہمدرد بنا لیا۔ حنین سے طائف آتے ہوئے حصن مالک بن عوف نصری ملا آنحضرت ﷺ نے والی قلعہ سے اسلام لانے کے لئے فرمایا جب اس نے انکار کیا تو وہ آپ کے حکم سے منہدم کر دیا گیا بجنسہٖ یہی واقعہ اطم کے ساتھ بھی پیش آیا جو بنو ثقیف میں کسی شخص کا تھا۔

طائف کے سرداروں میں سے عروہ بن مسعود غیلان بن سلمہ چونکہ اس واقعہ سے پیشتر فنون جنگ کی تعلیم کی غرض سے حرش گئے ہوئے تھے۔ اس وجہ سے نہ تو وہ حنین میں شریک ہوئے تھے اور نہ طائف میں حصار کے وقت اس کو کچھ مدد پہنچا سکے۔ اگرچہ ان کو اس محاصرہ کی خبر پہنچی۔ لیکن انہوں نے اپنی غیر حاضری کو ایسے نازک وخطرناک وقت میں حاضری سے زیادہ بہتر سمجھا۔

مجاہدین کی مراجعت: آنحضرت ﷺ تقریباً بیس روز تک طائف کا محاصرہ کئے رہے اثناء محاصرہ میں اہل قلعہ تیر و پتھر برساتے تھے اور اسلامی لشکر آپؐ کے حکم سے منجنیق کے ذریعہ سے ان کے مضبوط قلعہ پر پتھر برساتے تھے ایک مرتبہ چند صحابہؓ نے ایک خندق کھود کر طائف کے شہر پناہ تک جانے کا قصد کیا۔ اہل طائف نے ان پر تیر و پتھر برسانا شروع کر دیئے جس سے وہ ناکام ہو کر نقصان کے ساتھ واپس آئے۔ آنحضرت ﷺ نے ان کے باغ کٹوا ڈالے اس پر بھی حصار شکست نہ ہوا اور اہل طائف نے باغات کی بربادی پر کچھ خیال نہ کیا تو آپؐ نے صحابہ کرام سے صلاح ومشورہ کر کے حصار چھوڑ کر جعرانہ کی طرف رخ کیا جہاں پر قیدیان ہوازن و اموال غنیمت جمع تھا۔

طائف کے نواحی قبائل کی اطاعت: ان ایام میں جب کہ طائف کا آپ ﷺ محاصرہ کئے ہوئے تھے طائف کے گردونواح کے رہنے والے اکثر خود اور بعض وفود کے ذریعہ خدمت اقدس میں حاضر ہو کر ایمان لائے۔ اثناء محاصرہ میں

---

[1] صاحب زاد المعاد نے لکھا ہے کہ چھ ہزار قیدی اور چوبیس ہزار اونٹ چالیس ہزار سے زیادہ بھیڑ بکریاں اور چار ہزار اوقیہ چاندی واقعہ حنین میں مسلمانوں کے ہاتھ آئی۔ واللہ اعلم

مسلمانوں میں سے سعید بن سعید بن العاص وعبداللہ بن ابی امیہ بن المغیرہ برادرم ام سلمہ وعبداللہ بن عامر بن ربیعہ عنزی حلیف بنوعدی اور علاوہ ان کے بارہ صحابی جس میں چار انصار (رضی اللہ عنہم تھے) شہید ہوئے۔

ہوازن کا وفد: جس وقت آپ جعرانہ میں پہنچے قیدیان و مال غنیمت کی نوبت نہیں آئی تھی کہ ہوازن کا وفد آیا اور اس نے ان کے اسلام لانے اور امن کی خواہش ظاہر کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگ اپنے اہل وعیال واپس لینا چاہتے ہو یا مال واسباب کو۔ بنو ہوازن کے وفد نے عرض کیا کہ ہم لوگ اپنے اہل وعیال کو واپس چاہتے ہیں تب آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو کچھ میرا اور بنو مطلب کا حصہ تھا وہ سب تمہارا ہے لیکن وہ حصہ جو مہاجرین وانصار کا ہے اس کی بابت تم لوگ بعد نماز ظہر کھڑے ہو کر یہ کہنا کہ ''ہم لوگ مسلمانوں سے بذریعہ رسول اللہ ﷺ اور رسول اللہ ﷺ سے مسلمانوں کے ذریعہ اپنے اہل وعیال کی سفارش کرتے ہیں''۔ میں اس وقت وہ حصہ بھی تم کو دے دوں گا غالباً مہاجرین انصار راضی ہو جائیں گے۔

بنوہوازن کو امان: پس جب آنحضرت ﷺ ظہر کی نماز پڑھ چکے تو ہوازن کے وفد نے کھڑے ہو کر کہا ((انا نستشفع برسول اللہ ﷺ الی المسلمین و بالمسلمین الی رسول اللہ فی ابناء ئنا و نسائنا)) یعنی ''ہم رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ مسلمانوں سے اور مسلمانوں کے ذریعہ رسول اللہ ﷺ سے اپنی اولاد اور عورتوں کی سفارش کرتے ہیں''۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ((اما ما کان لی و لبنی عبدالمطلب فھو لکم)) یعنی ''جو میرا اور بنی عبدالمطلب کا حصہ ہے وہ سب تمہارا ہے''۔ مہاجرین وانصارؓ نے یہ سن کر جواب دیا ((ما کان لنا فھو لرسول اللہ)) یعنی ''جو ہمارا حصہ ہے وہ رسولؐ اللہ کا ہے''۔ لیکن اقرع بن حابس وعینیہ بن حصن اور ان دونوں کی برادریوں نے اس سے انکار کیا اور اسی طرح عباس بن مرداس نے بھی کیا اور بنو سلیم نے کہا کہ جو ہمارا حصہ ہے اس کے مالک رسول اللہ صلی علیہ وسلم ہیں اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ہوازن کی عورتوں اور اولاد کو واپس کر دیا جس نے اس امر کو ناپسند کیا اس کو اس کا معاوضہ دے دیا۔

رسول اکرم کی رضاعی ہمشیرہ: انہیں قیدیان ہوازن میں آنحضرت ﷺ کی رضاعی ہمشیرہ شیما بھی تھیں جو قبیلہ ہوازن میں بنوسعد بن بکر سے حرث بن عبدالعزیٰ کی لڑکی تھیں جس وقت یہ آنحضرت ﷺ کے روبرو پیش کی گئی تو انہوں نے کہا میں تمہاری رضاعی بہن ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کس دلیل سے! شیما نے کہا یہ داغ تمہارے دانت کے ہیں تم نے لڑکپن میں کاٹ لیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''اگر تم میرے پاس رہنا پسند کرتی ہو تو میں تم کو انتہائی عزت واحترام سے رکھوں گا اور اگر اپنی قوم میں جانا چاہو تو تم کو اختیار ہے شیما نے آخری بات کو پسند کیا آپ نے ان کو ان کی قوم میں بھیج دیا''۔

مال غنیمت کی تقسیم: اب باقی رہا مال واسباب اس میں سے آپ ﷺ نے مسلمانوں میں اس طرح تقسیم کیا کہ زیادہ حصہ ان مسلمانان قریش کو مرحمت فرمایا جن کی تالیف قلوب مقصود تھی اور وہ وقت فتح یا بعد فتح مکہ ایمان لائے تھے۔ بعض کو ان میں سے سو سو حصے اور بعض کو پچاس پچاس اور بعض کو ان دونوں کے درمیان میں دیا۔ ان لوگوں کو مولفۃ القلوب کہتے ہیں کتب سیر میں بالتفصیل مذکور ہیں جو قریب قریب چالیس افراد منجملہ ان کے ابوسفیان[1] اور ان کا لڑکا معاویہ بن حکم بن حزام و

---

[1] جس وقت ان کو چالیس اوقیہ چاندی اور ایک سو اونٹ دیئے گئے تو انہوں نے کہا میرے لڑکے یزید کا حصہ لاؤ۔ آپ ﷺ

صفوان بن امیہ مالک بن عوف اور عینیہ بن حصن بن حذیفہ بن بدر واقرع بن حابس وغیرہ ہیں ان لوگوں کو سو سو حصے دیئے گئے تھے اور عباس بن مرداس کو پہلے پچاس حصہ دیئے گئے تھے لیکن جب اس نے اپنے دو ایک اشعار پڑھے جس سے اس کی ناراضگی ظاہر ہوتی تھی تو آپ ﷺ نے فرمایا ((اقطعوا عنی لسانه فاتموا اليه المائة)) ''مجھ سے اس کی زبان کو روک دو پس سو اس کے بھی پورے کر دو''۔

مال غنیمت کی تقسیم پر انصار میں کشیدگی: مسلمانان مولفۃ القلوب کو اس قدر کثیر حصہ دینے سے انصارؓ کے دل میں ایک خیال کا پیدا ہونا کچھ تعجبات سے نہ تھا وہ لوگ دل ہی دل میں کسی قدر کشیدہ ہو گئے۔ بڑے بوڑھے تو یہ بات زبان تک نہ لائے لیکن نوجوانوں کے دماغ میں اس کے علاوہ یہ ایک اور بات سما گئی کہ اب رسول اللہ ﷺ اپنی قوم کے ہوتے ہوئے اپنا آبائی گھر چھوڑ کر مدینہ کیوں جائیں گے آنحضرت ﷺ نے اس احساس کو اپنی فراست سے پہچان لیا اور انصارؓ کو جمع کر کے فرمایا میں نے ان لوگوں کو زیادہ حصہ اس وجہ سے دیا ہے کہ یہ لوگ ابھی نئے نئے مسلمان ہوئے ہیں میں ان کی تالیف قلوب کرنا چاہتا ہوں کیا تم لوگ اس سے خوش نہ ہو گئے کہ اور لوگ تو بکری اونٹ لے کر اپنے مکانوں کی طرف جائیں اور تم لوگ رسول اللہ ﷺ کو لے کر اپنی فرودگاہ پر جاؤ اگر ہجرت ایک تقدیری حکم نہ ہوتا تو میں بھی انصارؓ ہی میں سے ہوتا اگر انصارؓ ایک راستہ پر چلیں اور لوگ دوسرا راستہ اختیار کریں تو میں بے شک انصارؓ کا راستہ اختیار کروں گا۔ اے خدا انصارؓ اور انصارؓ کی اولاد اور اولاد کی اولاد پر رحم کر''۔ انصارؓ یہ سن کر خوش ہو گئے ان کے دل میں جو کچھ خیالات تھے وہ سب دور ورفع ہو گئے اس کے بعد جعرانہ سے مکہ کا عمرہ کیا اور وہاں پہنچ کر عتاب بن اسید ایک نوجوان شخص کو جس کی عمر بیس برس سے کچھ متجاوز تھی مکہ کا حاکم مقرر فرمایا اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو قرآن و احکام دینی کی تعلیم کی غرض سے ان کے پاس چھوڑ کر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ ڈھائی مہینہ بعد جبکہ چھ روز ذیقعدہ ۸ھ کے باقی تھے۔ آپ ﷺ مع صحابہؓ کے داخل مدینہ ہوئے۔

عتاب بن اسید: عتاب بن اسید نہایت زاہد و باشرع اور جوان صالح تھے انہوں ہی نے سب سے پہلے اسلام میں امیر ہو کر مسلمانوں کے ساتھ حج کیا۔ اس سال کل مسلمانوں نے حج اس صورت سے ادا کیا جس طرح اس سے پیشتر عرب جاہلیت کیا کرتے تھے۔

غیر مسلموں سے حسن سلوک کا حکم: اسی سنہ میں آنحضرت ﷺ نے عمرو بن العاص کو جیفر وعبد پسران جلندی کے پاس عمان کی طرف صدقات وصول کرنے کے لئے روانہ کیا۔ جیفر وعبد نے بہ خوشی خاطر اس حکم کی اطاعت کی۔ نیز اسی سنہ میں آپ نے مالک بن عوف کو ان کی مسلمان قوم اور ثقیف کا جو اطراف طائف میں رہتے تھے سردار مقرر کیا اور یہ حکم دیا کہ جو لوگ مسلمان نہیں ہوئے ان پر زیادہ سختی نہ کی جائے۔ بلکہ تالیف قلوب کا خیال رکھنا یہاں تک کہ وہ اسلام میں داخل ہو

ﷺ نے فرمایا چالیس اوقیہ اور ایک سو اونٹ اور دو۔ پھر انہوں نے کہا معاویہ کا حصہ دو تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چالیس اوقیہ چاندی اور سو اونٹ دینے کا حکم فرمایا۔

جائیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا جو لوگ کہ وقت فتح مکہ یا بعد فتح مکہ ایمان لائے اسلام میں داخل ہوئے اور مولفۃ القلوب کے نام سے موسوم ہوئے۔ وہ اگرچہ اور صحابہؓ سابقین اولین مہاجرین و انصارؓ سے درجہ میں متفاوت ہیں۔ لیکن ان کا بھی اسلام نہایت اچھا ہوا اور وہ اس زمانہ کے اعلیٰ درجہ کے دین دار مسلمان سے خواہ وہ کسی درجہ کا ہو افضل ہیں۔ کیونکہ یہ نعمت کہ انہوں نے بحالت اسلام رسول اللہ ﷺ کو دیکھا دوسروں کو ہرگز نصیب نہیں ہوسکتی۔

حضرت ابراہیم کی پیدائش: اسی سنہ میں بطن ام المومنین ماریہ سے ابراہیم بن رسول اللہ ﷺ پیدا ہوئے۔ اس کے علاوہ آنحضرت ﷺ نے کعب بن عمیرؓ کو ذات اطلاع (سرزمین شام) کی طرف قضاعہ کے ایک گروہ کے پاس دعوتِ اسلام دینے کی غرض سے روانہ کیا۔ ان کے ہمراہ پندرہ آدمی تھے۔ قضاعہ اور اس کے سردار سدوس نے کعبؓ ابن عمیر اور ان کے ہمراہیوں کو مار ڈالا ان میں سے صرف ایک مسلمان خدا جانے کس طرح سے اپنی جان بچا کر مدینہ واپس آئے۔ واللہ اعلم

کعب ابن زہیر کو امان و انعام: شروع ۹ھ (مطابق ۶۳۱ء) میں طائف سے واپسی کے بعد کعب[1] ابن زہیر شاعر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آیا اس سے پیشتر اس کا خون آپ ﷺ نے مباح کر دیا تھا لیکن جس وقت اس نے خدمت اقدس میں باریاب ہو کر اسلام قبول کیا اور اپنا قصیدہ معروفہ (جس کا یہ مطلع ہے)

((بانت سعاد فقلبی الیوم متبول متیم اثرها لم یفد مکبول))

سعاد کے جانے کے بعد میرا دل پارا پارا ہے۔ اس کے [illegible]ت کا غلام ہے اور اس سے الگ نہیں ہے بلکہ اس کی محبت میں مقید ہے۔ پڑھا تو آپ نے اس کے صلہ میں اپنی چادر مرحمت فرمائی جس کو اس کے انتقال کے بعد ورثا کعب ابن زہیر سے امیر

[1] ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ واپسی کے بعد طائف سے مدینہ پہنچ کر بجیر بن زہیر بن ابی سلمہ نے اپنے بھائی کعب ابن زہیر شاعر کو اس مضمون کا خط لکھا کہ جو لوگ آنحضرت ﷺ کی ہجو یا کو اذیت دیتے تھے ان کو آپ ﷺ نے قتل کر ڈالا ہے اور شعراء قریش سے ابن الزبعری و ہبیرہ ابی وہب بخوف جان کسی طرف بھاگ گئے ہیں اگر تجھ کو اپنی جان عزیز ہے تو آنحضرت ﷺ کے پاس چلا آ۔ وہ کسی کو جو تائب اور مسلمان ہو کر آتا ہے قتل نہیں کرتے اور اگر تو یہ نہیں کر سکتا تو ایسی سرزمین پر چلا جا جہاں تیری جان بچ سکے۔ کعب ابن زہیر نے اس خط سے پیشتر ایک قصیدہ آنحضرت ﷺ کی شان کے خلاف لکھ کر اپنے بھائی بجیر کے پاس بھیج دیا تھا۔ بجیر نے اس قصیدے کا جواب کعب کے پاس بھیج دیا اور اس قصیدہ کو خدمت اقدس میں پیش کر دیا۔ جب کہ مکہ فتح ہوا تو آپ نے اس کا بھی مباح کر دیا لیکن اتفاق سے یہ اس وقت نہیں ملا۔ پھر جب بجیر کا اس نے خط پایا اور اپنے احباب سے مشورہ کیا تو مجبور ہو کر ایک قصیدہ لکھ کر مدینہ روانہ ہوا جس میں آنحضرت ﷺ کی مدح تھی۔ مدینہ میں یہ شب کو پہنچا اور اپنے ایک پرانے رفیق کے مکان پر اترا اور اس سے اپنا ارادہ ظاہر کیا صبح کو بعد نماز حاضر خدمت اقدس ہوا اور آپ کے روبرو بیٹھ کر آپؐ کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لے کر کہنے لگا۔ یا رسول اللہ کعب ابن زہیر مسلمان تائب ہو کر آپؐ سے امن مانگنے آیا ہے۔ کیا آپ اس کو امن دے سکتے ہیں اگر میں اس کو لے آؤں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ''ہاں''۔ کعب ابن زہیر نے عرض کیا وہ گنہگار میں ہی ہوں''۔ ایک انصاری شخص یہ سن کر بول اٹھا ''یا رسول اللہ ﷺ یہ عدو اللہ ہے اجازت دیجئے کہ میں اس کی گردن مار دوں''۔ آپؐ نے فرمایا ''اس سے درگزر کر و یہ مسلمان و تائب ہو کر آیا ہے''۔ اس کے بعد کعب نے اپنا قصیدہ پڑھا اور مسلمان ہونے کے بعد انصارؓ کی تعریف میں بھی قصیدہ لکھا۔ یہ قصائد اور دونوں بھائیوں کے مراسلات کتب سیر میں مرقوم ہیں۔

معاویہؓ نے خرید لیا تھا اور اس کو ایک زمانہ تک خلفاء تبرکاً حفاظت سے رکھتے چلے آ رہے تھے۔

بنو اسد کا قبولِ اسلام: پھر اس واقعہ کے بعد بنو اسد کے وفود آنحضرت ﷺ کے پاس آئے اور ایمان لائے منجملہ ان کے ضرار بن الازور تھے۔ ان لوگوں نے بعد اسلام بہ نظر فخر یہ کہا تھا یا رسول اللہ ﷺ قبل اسکے کہ ہمارے پاس کسی کو تبلیغ کی غرض سے آپ بھیجیں ہم لوگ خود حاضر ہو گئے۔ اس پر اللہ جل شانہ نے یہ آیۃ نازل فرمائی:

﴿یمنون علیک ان اسلموا قل لا تمنوا علی اسلامکم بل اللہ یمن علیکم ان ھداکم للایمان ان کنتم صدقین﴾

''لوگ اپنے اسلام کا آپ ﷺ پر احسان جتلاتے ہیں۔ آپ ﷺ فرما دیجئے کہ مجھ پر اپنے اسلام کا احسان نہ جتلاؤ بلکہ اللہ کا احسان ہے کہ اس نے تمہیں ایمان عطا فرمایا''۔

اس وفد کے بعد دو وفد[1] ماہ ربیع الاول میں اور آئے اور رویفع بن ثابت البلوی کے یہاں مقیم ہوئے۔

غزوۂ تبوک ۹ھ ہرقل کی جنگی تیاریاں: اس غزوہ کا محرک اصلی خود ہرقل بادشاہ قسطنطنیہ ہوا کیونکہ وہ آپ ﷺ کی پیہم کامیابیوں کو سن کر بقصد جنگ تیاری کرنے میں مصروف ہو گیا تھا۔ رفتہ رفتہ اس کی خبر آپ ﷺ کو بھی ہو گئی تو آپ نے ماہ رجب ۹ھ میں رومیوں کے خلاف جہاد کرنے کی تیاری کا حکم دے دیا۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ بعد مسافت' دشمنانِ دین کی گرفت فصل اور میوہ جات نیز سایہ کی کمی' موسم گرم ہونے کی صعوبتوں اور دشواریوں کو بھی بیان فرما دیا۔ ورنہ اس سے پہلے اکثر اس امر کے اظہار کے بغیر کہ کس راہ اور کس طرف جانا ہو گا مدینہ سے پیش قدمی فرمایا کرتے تھے اور صحابہؓ آپ کے ہمراہ ہوتے تھے حتیٰ کہ منافقین میں سے بھی کوئی چون و چرا نہ کرتا تھا۔

منافقین کی ریشہ دوانیاں: اس مرتبہ چونکہ آپ ﷺ نے پہلے اپنے ارادے کو ظاہر فرما دیا۔ اس وجہ سے منافقین

---

[1] صاحب زاد المعاد نے لکھا ہے کہ پہلا وفد ماہ صفر ۹ھ میں بنو عذرہ وفد آیا۔ جس میں بارہ آدمی تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم نے کہا تم لوگ کس برادری کے ہو۔ بنو عذرہ کے متکلم نے کہا ہم وہ ہیں جن کا آپ انکار نہ کر سکیں گے۔ ہم لوگ بنو عذرہ برادر اخیافی (ایسے سوتیلے بھائی ہیں جن کی ماں ایک ہو اور باپ مختلف) قصی ابن کلاب کے ہیں جنہوں نے قصی کو بڑھایا اور بطن مکہ سے خزاعہ و بنو بکر کو نکالا۔ ہماری تم سے قرابت اور رشتہ داری ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ((مرحبا بکم و اھلا ما عرفنی بکم)) ''تم پر مرحبا ہو خوش ہو تم کو کسی چیز نے مجھ سے متعارف کرایا؟'' بنو عذرہ کے متکلم نے جواب دیا اسلام نے۔ آنحضرت ﷺ نے یہ سن کر ان کو مبارکباد دی اور فتح شام کی بشارت سنائی۔ کاہنوں سے حالات دریافت کرنے اور غیر اللہ کے ذبیحہ کو منع فرمایا اور یہ بتلا دیا کہ ان پر سوائے قربانی کے اور کوئی چیز فرض نہیں ہے اور دوسرا وفد بلی کا تھا جو ماہ ربیع الاول میں آیا اور رویفع بن ثابت کے مکان پر اترا۔ دوسرے دن رویفع ان کو ہمراہ لئے ہوئے آپ کی خدمت میں لائے اور عرض کیا کہ یہ میری برادری ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تجھ کو اور تیری برادری کو خوشی نصیب ہو۔ رویفع نے عرض کیا کہ یہ لوگ سچے دل سے ایمان لائے اور مسلمان ہوئے آپ ﷺ نے ان سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا ((الحمدللہ الذی ھدا کم للاسلام فکل من مات علیٰ غیر الاسلام فھو فی النار)) ''یعنی اللہ کا شکر ہے کہ اس نے تمہیں اسلام کی ہدایت عطا فرمائی یاد رکھو غیر اسلام پر مرنے والا جہنمی ہے''۔ اس کے بعد شیخ الوفد ابو النصیب نے چند مسئلے دریافت کئے اور تیسرے دن رخصت ہو کر اپنے شہر واپس چلے گئے۔

لوگوں کو بہکانے لگے اور اس فکر میں ہو گئے کہ جہاں تک ممکن ہو لوگوں کو غزوہ میں جانے سے روکیں۔ چنانچہ اس گروہ کے کچھ لوگ ایک یہودی کے مکان میں جمع ہو کر صلاح و مشورہ کرتے اور لوگوں کو بہکانے کی فکر کرتے تھے کہ آنحضرت ﷺ نے طلحہ بن عبید اللہ کو اس مکان کے جلا دینے اور ویران کرنے کا حکم دے دیا۔ بنو سلمہ سے ابن قیس اور چند اعراب نے حلیہ و حوالہ کر کے مکان میں ٹھہرے رہنے کی اجازت چاہی۔ آپ نے ان کو اجازت دے دی اور ان سے سخت ناراض ہوئے یہ حال تو منافقین کا تھا۔

مسلمانوں کا ایثار اور جذبہ جہاد: اب مومنین کے حالات سنئے' رسول اللہ ﷺ نے جس وقت لوگوں کو جہاد کی ترغیب دی اور مال و اسباب کے فراہم کرنے کو فرمایا تو جو چیز جس کے پاس تھی اس نے لا کر حاضر کر دی۔ اس غزوہ میں سب سے زیادہ مال و اسباب حضرت عثمانؓ ابن عفان نے دیا بیان کیا جاتا ہے کہ ایک ہزار دینار سرخ اور نو سو اونٹ مع اسباب کے اور سو گھوڑے دیئے تھے۔ بعض[1] وہ غریب صحابیؓ جن کے پاس کچھ نہ تھا وہ آنحضرت ﷺ کے پاس آئے اور سواری کے لئے عرض کیا۔ آپ کے پاس اس وقت کوئی سواری موجود نہ تھی آپ نے جواب دے دیا۔ وہ بیچارے روتے ہوئے لوٹے۔ اثناء راہ میں یامین بن عمیر نضری مل گئے انہوں نے ان سے رونے کا سبب دریافت کیا۔ ان لوگوں نے کہا نہ تو ہمارے پاس سواری ہے اور نہ ہم میں اس قدر استطاعت ہے کہ خرید کے آنحضرت ﷺ کے ساتھ جہاد میں چلیں۔ ہم لوگ سواری کی فکر میں آنحضرت ﷺ کے پاس گئے تھے۔ آپ ﷺ نے جواب دے دیا۔ یامین بن عمیر کا دل یہ سن کر بھر آیا اور انہوں نے اسی وقت ان کے لئے اونٹ خرید کر دیئے۔

مجاہدین کی روانگی: جب صحابہؓ ہمہ تن مستعد و تیار ہو گئے تو مدینہ میں محمد بن مسلمہ اور بعض کہتے ہیں کہ سباع بن عرفطہ اور بعض کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ ابن ابی طالب کو اپنا قائم مقام کر کے پیش قدمی فرمائی۔ تو منافقین کا سردار عبداللہ بن ابی ابن سلول ایک گروہ لے کر آپ ﷺ کے ہمراہ ہو لیا لیکن تھوڑی دور چل کر مع اپنے ہمراہیوں کے واپس چلا آیا۔ حجر میں پہنچ کر آپ ﷺ نے اپنے صحابہؓ سے فرمایا کہ یہ شہر ثمود کا ہے اس کا پانی تم میں سے کوئی استعمال نہ کرے اور اس پانی سے گندھے ہوئے آٹے کو اونٹوں کو کھلا دے اور سرنگوں روتے ہوئے اس طرف سے چلیں کوئی شخص تنہا قافلہ سے نہ نکلے۔ اتفاقاً دو شخص بنو ساعدہ سے علیحدہ علیحدہ نکلے ایک کا دم گھٹ گیا جو آپ کے مس کرنے سے اچھا ہو گیا اور دوسرے کو ہوا نے طے کے پہاڑوں میں پھینک دیا جن کو ایک مدت کے بعد اہل طے نے آپ ﷺ کی خدمت میں واپس کیا۔

منافقین کے اعتراضات: آگے بڑھے تو اثناء راہ میں آپ کا ناقہ گم ہو گیا منافقین کی بن آئی آپس میں کہنے لگے کہ محمد ﷺ تو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم کو آسمان سے خبریں ملا کرتی ہیں ہم آسمانی حالات کو جانتے ہیں۔ تعجب ہے کہ اپنے ناقہ کا

---

[1] وہ غریب صحابہؓ جن کے پاس سواری نہ تھی اور جن کا واقعہ مؤرخ کتاب نے بیان کیا ہے یہ ہیں سالم بن عمیر و علیہ بن یزید و ابو لیلی المازنی و عمرو بن عمہ و سلمہ بن صخر و عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہم۔ بعض روایات میں بجائے ان کے عبداللہ بن معقل اور معقل بن یسار ہیں ابن اسحاق نے انہیں میں عمرو بن الحمام بن الجموع کو بھی شمار کیا ہے۔

حال نہیں جانتے کہ وہ اس وقت کہاں ہے آنحضرت ﷺ نے یہ سن کر فرمایا بخدا میں کچھ نہیں جانتا سوائے اس کے کہ میرے رب نے جو کچھ مجھے سکھا دیا ہے اور اب میں بہ الہام الٰہی کہتا ہوں کہ ناقہ فلاں مقام پر ہے۔ مہار اس کی ایک درخت سے اٹک گئی ہے جس سے وہ رکی ہے۔ یہ کہہ کر آپ ﷺ نے ایک صحابیؓ کو بھیج کر ناقہ کو منگوالیا۔ قول بالا کا کہنے والا منافقین میں سے زید بن اللصیت قبیلہ قینقاع سے تھا کہتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد اس نے توبہ کرلی اور بخشی بن جہیر تائب ہوگیا تھا اور یہ دعا کی تھی کہ اس گناہ کے کفارہ میں ایسے مقام پر شہید کیا جاؤں جہاں میرا نام ونشان نہ ملے اللہ تعالیٰ نے یہ دعا قبول فرمائی اور یہ جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔

اکیدر والی دومۃ الجندل کی اطاعت: الغرض جب آنحضرت ﷺ تبوک پہنچے۔ تو آپ کی آمد کی خبر سن کر تحینہ بن رویہ صاحب ایلہ اور اہل حرباواذرح آپ کی خدمت میں آئے جزیہ دے کر صلح کرلی۔ آپ ﷺ نے ہر ایک کے لئے صلح نامہ[1] لکھ کر اسی مقام سے خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کو اکیدر بن عبدالملک والی دومۃ الجندل کی طرف روانہ کیا۔ اکیدر بن عبدالملک کندہ کا بادشاہ نصرانی مذہب رکھتا تھا اور دومۃ الجندل کا حکمران تھا آپ ﷺ نے روانگی کے وقت خالد بن الولید کو اس امر سے مطلع فرمادیا تھا کہ اکیدر تم کو شکار کھیلتا ہوا ملے گا۔ اتفاق سے اکیدر ایک روز پیشتر شکار کھیلنے کو اپنے قلعہ سے نکل آیا تھا شکار کے شوق نے اس کو شب بھر قلعہ کے باہر رکھا۔ صبح ہونے تک خالد بن الولید رضی اللہ عنہ پہنچ گئے اور اس کو گرفتار کر کے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں لائے۔ آپ ﷺ نے اس سے جزیہ[2] لے کر صلح کر کے اس کو لوٹا دیا۔

مجاہدین کی مراجعت: بیس روز تک تبوک میں مقیم رہے نہ تو کوئی عرب منتصرہ میں سے مقابلہ پر آیا اور نہ رومیوں نے

---

[1] کتب تواریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک کے لئے صلح نامہ علیحدہ علیحدہ لکھا گیا تھا لیکن تلاش کرنے سے صرف ایک صلح نامہ ملتا ہے جس میں تحینہ والی ایلہ کا نام درج ہے غالباً یہی رعایتیں اور لوگوں کو بھی دی گئی ہوں‘ وہ صلح نامہ جو والی ایلہ کو لکھا گیا تھا یہ ہے۔

((بسم اللہ الرحمن الرحیم ھذاامنۃ من اللہ و محمد النبی ﷺ لیحینۃ بن رویہ و اھل ایلہ شفتھم و سیارتھم فی البر و البحر لھم ذمۃاللہ و محمد النبی و من کان معھم من اھل الشام و اھل الیمن و اھل البحر فمن احدث منھم من اھل الشام و اھل الیمن و اھل البحر فمن اھد منھم حدثا فانہ لا یحول مالہ دون نفسہ و انہ لن اخذہ من الناس و انہ لا یحل ان یمنعوا ما یردونہ و لا طریقا یردونہ من بحر او بر))

”یعنی یہ اللہ کی اور محمد رسول اللہ کی طرف سے تحینہ بن رویہ کے لئے اور ایلہ والوں کے لئے امن نامہ ہے کہ ان کی کشتیاں اور قافلے خشکی اور تری میں اللہ کی اور اللہ کے رسول کی ذمہ داری میں ہیں اور ان کے ساتھی بھی جو شام‘ یمن اور سمندری علاقہ کے ہیں۔ لیکن اگر ان میں سے کوئی نئی بات پیدا کردے تو اس کا مال اور اس کی جان کے درمیان حائل نہ ہوگا اور جو لے لے گا اسی کا ہے اور کسی کو یہ روا نہیں کہ انہیں دریا یا خشکی کے راستے سے روک دے“۔

[2] ابن سعید نے لکھا ہے کہ اکیدر والی دومۃ الجندل سے آنحضرت ﷺ نے دو ہزار اونٹ آٹھ سو گھوڑے چار سو زرہیں چار سو نیزے لے کر صلح کی تھی۔ واللہ اعلم

سامنا کیا۔ اکیسویں روز وہاں سے کوچ کر کے مدینہ کو روانہ ہوئے اثناء راہ میں اتنا تھوڑا سا پانی ملا جس سے ایک دو شخص کے سوا کسی اور کو سیراب نہ کر سکتا تھا۔ لیکن آپ کی ممانعت کے باوجود منافقین میں سے دو شخصوں نے اس پانی کو صرف کیا۔ آپ ﷺ ان سے نہایت ناراض ہوئے اور باقی پانی میں اپنا دستِ مبارک رکھ کر دعا فرمائی۔ اللہ جل شانہ نے آپ ﷺ کی دعا سے وہ پانی وافر کر دیا کہ کل لشکر کو کافی ہو گیا۔

منافقین کی مسجد کا انہدام: جب آپ مدینہ کے قریب پہنچے تقریباً ایک ساعت کا راستہ رہ گیا ہوگا کہ آپ ﷺ نے مالک بن دخشم سالمی و معن بن عدی عجلی کو مسجد ضرار[1] کو منہدم کرنے کے لئے بھیجا۔ اس مسجد کو منافقین نے بنایا تھا جس وقت آپ غزوہ تبوک کے لئے جا رہے تھے۔ منافقین نے آ کر التجا کہ آپ اس مسجد میں نماز پڑھتے جائیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں اس وقت سفر میں ہوں اور ایک ضروری کام کے انجام دینے کو جا رہا ہوں واپسی کے بعد دیکھا جائے گا۔ پس واپسی کے وقت آپ کے حکم سے مالک و معن نے اس کو منہدم کر کے اس کے عملہ کو جلا دیا۔

منافقین اور سورہ برأت: اس غزوہ میں بنو سلمہ سے کعب بن مالک اور بنو عمرو بن عوف سے مرارۃ بن الربیع اور ہلال بن امیہ بن واقف حالانکہ صالحین صحابہ میں سے تھے شریک نہیں ہوئے اسی وجہ سے بحکم رسول اللہ ﷺ پچاس دن تک ان لوگوں سے نہ کوئی بولتا تھا اور نہ ان سے کوئی معاملہ کیا جاتا تھا یہاں تک کہ ان کی توبہ مقبول ہوئی وہ لوگ جو بلا کسی عذر کے اس غزوہ میں نہیں گئے تھے وہ تقریباً تیس آدمی تھے سورہ برأت میں بکثرت آیات ان منافقین کی بابت نازل ہوئی ہیں۔ یہ آخری غزوہ تھا جس میں بہ نفس نفیس آنحضرت ﷺ شریک ہوئے تھے۔

عروہ بن مسعود کی شہادت: جس وقت آنحضرت ﷺ طائف کا حصار چھوڑ کر جعرانہ سے مکہ تشریف لے آئے اور وہاں سے مدینہ تشریف لا رہے تھے۔ اثناء راہ میں عروہ بن مسعود (طائف کے سردار) آ کر ملے اور نہایت سچائی سے ایمان لا کر آپ کی اجازت سے طائف والوں کو دعوت اسلام دینے کی غرض سے لوٹ گئے۔ واپسی کے بعد ایک روز جب کہ وہ اپنے مکان کی چھت پر کھڑے ہوئے اذان دے رہے تھے کسی شخص نے تیر مارا جس سے وہ شہید ہو گئے۔ عروہ نے اپنے انتقال کے وقت اپنے خون کا قصاص لینے سے منع فرما دیا تھا اور یہ وصیت کی تھی کہ شہدائے مسلمین کی قبور میں دفن کیا جائے۔ ان کی شہادت کے بعد ان کے لڑکے ابو ملیح اور قارب بن الاسود بن مسعود مدینہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آئے اور مسلمان ہوئے۔

بنو ثقیف کی اطاعت: اگرچہ مالک بن عوف پہلے سے ثقیف پر سختی کر رہے تھے ان کی تجارت ان کی آمد و رفت بند کر رکھی تھی ان کے مویشیوں کو چھین لیتے تھے وقت ضرورت ان کے آدمیوں سے بیگار کراتے تھے لیکن اس کے باوجود ثقیف کے قلوب اسلام کی طرف مائل نہیں ہوتے تھے یہاں تک کہ ان لوگوں کو غزوہ تبوک سے آنحضرت ﷺ کی واپسی کی خبر پہنچی اس

---

[1] اصل یہ ہے کہ اس مسجد کو بارہ منافقین نے مل کر بنوایا تھا اس میں بیٹھ کر آنحضرت ﷺ کے خلاف مشورہ کرتے اور مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کا منصوبہ بناتے تھے اس کا ذکر کلام پاک ربانی میں بھی کیا گیا ہے۔

وقت ان کو یہ خیال پیدا ہوا کہ اب عربوں کو آنحضرت ﷺ سے لڑنے کی طاقت نہیں ہے اور نہ ہم ان کے مقابلہ پر جا سکتے ہیں لہٰذا انہوں نے عبد یالیل بن عمر بن عمیر کو بمنت و سماجت آنحضرت ﷺ کی خدمت میں امان طلب کرنے اور اظہار اسلام و بیعت کی غرض سے بھیجنا چاہا۔ لیکن عبد یالیل کو عروہ کے خلاف توقع شہادت نے مدینہ کی طرف نہ جانے دیا جب تک کہ اس نے ان کے احلاف میں سے دو شخصوں[1] اور تین آدمیوں کو بنو مالک سے اپنے ہمراہ نہ لے لیا۔

عبد یالیل کی مشروط اطاعت: رمضان ۹ھ کو عبد یالیل اپنے ہمراہیوں کے ساتھ بیعت و اظہار اسلام کی غرض سے مدینہ پہنچے آنحضرت ﷺ نے ان لوگوں کو مسجد کے ایک قبہ میں ٹھہرایا۔ خالد بن سعید بن العاص ان سب کی طرف سے وکیل تھے۔ جب تک خالد نہ کھاتے عبد یالیل اور ان کے ہمراہی بھی نہ کھاتے انہوں نے آپ سے بذریعہ خالد بن سعید کے یہ تین امور پیش کئے۔ (۱) یہ کہ تین برس تک لات (بت کا نام ہے) نہ توڑا جائے اس خیال سے کہ ان کی عورتیں اور ان کی اولادیں اس کے زیادہ معتقد اور اس کی طرف زیادہ راغب ہیں یہاں تک کہ ان کو اسلام سے محبت پیدا ہو جائے۔ (۲) یہ کہ نماز معاف کر دی جائے۔ (۳) یہ کہ ان کے بت خود ان کے ہاتھوں سے نہ تڑوائے جائیں۔ آنحضرت ﷺ نے ان استدعاؤں کو سن کر پہلی استدعا سے قطعاً انکار فرمایا بلکہ اس سے ناراضگی ظاہر فرمائی دوسرے استدعا کی نسبت ارشاد فرمایا کہ ((لا خیر فی دین لا صلوٰۃ فیه)) ''اس دین میں کوئی بہتری نہیں ہے جس میں نماز نہیں''۔ تیسری استدعا کی بابت فرمایا یہ ممکن ہے۔ عبد یالیل اور ان کے ہمراہیوں نے اسلام قبول کیا اور اپنی قوم کی طرف سے آنحضرت ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کی آپ نے ان پر سب سے کم سن عثمان بن ابی العاص کو حکمران مقرر فرمایا کیوں کہ یہ اوروں کی بہ نسبت زیادہ مذہبی امور سیکھنے اور قرآن پڑھنے کا شوق زیادہ رکھتے تھے۔

بت خانہ لات کا انہدام: انہیں لوگوں کے ہمراہ ابوسفیان بن حرب و مغیرہ بن شعبہ لات کے منہدم کرنے کو روانہ کئے گئے تھے لیکن ابوسفیان کسی وجہ سے پیچھے رہ گئے اور مغیرہ نے پہنچ کر اپنے ہاتھ سے لات کو توڑ کر گرا دیا۔ بنو معتب دور سے حیرت و خوف کی آنکھوں سے اس ماجرے کو دیکھتے رہے اس اثناء میں ابوسفیان بھی آ گئے جو کچھ خزانہ بت خانہ میں مال و اسباب و زیورات تھے سب کو یکجا کر کے پہلے اس سے عروہ و اسود پسران مسعود کا قرض ادا کیا گیا جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا۔ بعد ازاں باقی کو مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔

---

[1] وہ دو آدمی جو احلاف لے گئے تھے یہ تھے (۱) حکم بن عمرو بن وہب (۲) شرجیل بن عیلان اور بنو مالک سے یہ تین اشخاص عثمان بن ابی العاص و اوس بن عوف و میز بن خرشہ تھے۔

باب : ۹

سنۃ الوفود

فتح مکہ کا قبائل عرب پر اثر: جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک سے فارغ ہوئے اور ثقیف مسلمان ہو گئے۔ تو عرب کے اطراف وجوانب سے بکثرت وفود آنے لگے' تا آنکہ مؤرخین نے اس سنہ کو سنۃ الوفود کے نام سے موسوم کر دیا۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ عرب دراصل عرب کے سب سے بڑے قبیلہ قریش کی اسلام سے مخالفت وموافقت کا انتظار کر رہے تھے اور بغور یہ دیکھ رہے تھے کہ آنحضرت ﷺ اور قریش میں کیسی نپٹتی ہے کیونکہ قریش تمام عرب کے سرداران کے ہادی' ان کے بیت اللہ اور معبد کے مجاور' شہر حرام کے حلال کرنے والے اور حلال کے حرام کرنے والے اور قومی وملکی روایت کے اعتبار سے حضرت اسماعیل کی اولاد تھے' عرب کا کوئی قبیلہ ان کی سرداری اور ہادی ہونے اور حضرت اسماعیل کی اولاد میں سے ہونے سے انکار نہیں کر سکتا تھا' چونکہ قریش آنحضرت ﷺ کی ممانعت پر کمربستہ اور آپ سے لڑنے میں مستعد اور آپ کے دین کے صریحی دشمن ہو گئے تھے' اس وجہ سے تمام عرب میں ایک شور مچا ہوا تھا لیکن جب اللہ جل شانہ کی عنایت سے مکہ فتح ہوا اور قریش نے اسلام قبول کر لیا تو اس وقت عربوں کو معلوم ہو گیا کہ اب ہم میں آنحضرت ﷺ سے لڑنے کی طاقت نہیں اور نہ کوئی ان کی مخالفت میں کامیاب ہو سکتا ہے۔ اس لحاظ سے عربوں کے گروہ کے گروہ فتح مکہ کے بعد آ کر مشرف بہ اسلام ہوئے جیسا کہ اللہ جل شانہ نے فرمایا ہے:

﴿اذا جاء نصر لله و الفتح و رايت الناس يدخلون فى دين لله افواجاً فسبح بحمد ربك و استغفره انه كان توابا﴾

''جب اللہ کی مدد اور فتح آ جائے گی اور سب لوگوں کو اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہوتا ہوا دیکھیں گے تو آپ اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی پاکی بیان کرنے لگیں اور استغفار کرنے لگیں۔ واقعی اللہ خوب توبہ قبول کرنے والا ہے''۔

بنو تمیم کا وفد: غزوہ تبوک کے بعد سب سے پہلے آنے والا وفد بنو تمیم کا تھا اس میں ان کے حسب ذیل رؤسا شامل تھے۔ عطارد بن حاجب بن زرارہ بن عدس (بنو وارم بن مالک سے) وحتات بن زید واقرع بن حابس وزبرقان بن بدر (بنو سعد سے) وقیس بن عاصم وعمرو بن الاہتم (یہ دونوں بنو منقر سے تھے) ونعیم بن زید اور عینیہ بن حصن فزاری۔

اگر چہ اقرع وعینیہ فتح مکہ وحصار طائف میں موجود تھے لیکن اس وقت بنوتمیم کے وفود کے ہمراہ شامل ہو کر آئے تھے۔ الغرض جیسے ہی یہ لوگ مسجد میں داخل ہوئے تو انہوں نے کہا ((اخرج یا محمد)) ''اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نکلئے'' آنحضرت ﷺ یہ آواز سن کر باہر تشریف لائے لیکن ان کی اس سوءِ ادبی سے آزردہ ہوئے۔ بنوتمیم کے وفد نے کہا ((جئنا نفاخرک بخطیبنا و شاعرنا))[1] ''ہم اپنے خطیب وشاعر کے ساتھ فخر کرنے کو آئے ہیں''۔ آپ ﷺ نے ان کے

---

[1] عرب کا دستور تھا جس جگہ ان کا وفد جاتا اس کے ہمراہ ایک خطیب (لیکچرر) اور ایک شاعر ہوتا تھا۔ چنانچہ اسی دستور کے موافق بنوتمیم کے وفد کے ہمراہ بھی خطیب وشاعر آئے۔ بنظر دلچسپی ناظرین بنوتمیم اور آنحضرت کے خطیبوں کے خطبہ اور شاعروں کے ایک ایک شعر درج کئے جاتے ہیں۔ ابن ہشام لکھتے ہیں کہ جب ان کے خطیب کو اجازت ہوئی تو ان میں سے عطارد بن حاجب کھڑے ہو کر کہنے لگے ((الحمدلله الذی له علینا الفضل و المن و هو اهله الذی جعلنا ملوکا ووهب لنا اموالا عظاما نفعل فیها المعروف و جعلنا اعز اهل المشرق و اکثره عددا و ایسره عدة فمن مثلنا فی الناس السنا بروس الناس و اولی فقلهم فمن فاخر فاقلیعد و مثل عددنا و انا لو نشاء لاکثرنا الکلام و لکن نحیا من الاکثار و انا الغرف بذلک اقول هذا الان تاتوا بمثل قولنا و امر افضل من امرنا)) یعنی ''اللہ کا شکر ہے کہ جس کا ہم پر احسان وفضل ہے اور وہ اسی کا اہل ہے اسی نے ہمیں بادشاہ بنایا اور بہت سا مال دیا جس سے ہم خیرات کرتے ہیں اور ہمیں اس نے معززین اہل مشرق سے بنایا اور تعداد میں زیادہ و قوت میں زیادہ قوی بنایا ہم جیسا لوگوں میں کون ہے؟ کیا ہم سردار نہیں اور لوگوں میں افضل نہیں؟ اگر کوئی ہم پر فخر کرے تو اسے چاہئے کہ وہ ہماری طرح اپنی تعداد گنوائے اگر ہم چاہیں تو اس سے بھی زیادہ تقریر کر سکتے ہیں لیکن افراط ومبالغہ سے شرم آتی ہے۔ حالانکہ ہمیں سب کچھ معلوم ہے میں کہتا ہوں ہماری تقریر کی طرح کوئی تقریر پیش کرو اور ہمارے کارناموں سے افضل کوئی کارنامہ دکھاؤ''۔ اس قدر کہنے کے بعد بنوتمیم کا خطیب بیٹھ گیا۔ آنحضرت ﷺ نے ثابت بن قیس بن الشماس کی طرف مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا ((قم فاجب الراجل فی خطبة)) یعنی ''اٹھ پس اس شخص کے خطبہ کا جواب دے'' ثابت حکم پاتے ہی اٹھ کر گویا ہوئے ((الحمد لله الذی السموات و الارض خلقه قضی فیهن امره و وسع کرسیه علمه و لم یک و شی قط الامن فضله ثم کان من قدرته ان جعلنا ملوکاً و اصطفی من خیر خلقه رسولا اکرمه نسباً و اصدقه حدیثاً و افضله حسباً فانزل علیه کتابه وائمته علی خلقه فکان خیرة الله من العالمین ثم دعا الناس الی الایمان به فامن برسول الله المهاجرون من قومه و ذورحمه اکرم الناس حساباً و احسن الناس وجوها و خیر الناس فعالا ثم کان اول الخلق اجابة و استجابة الله حین دعاه رسول الله نحن فنحن انصار الله و وزراء رسوله نقاتل الناس حتی یومنوا بالله فمن امن بالله و رسوله منع منا ماله و دمه و من کفر جاهدناه فی الله ابدا و کان قتله علینا یسیرا اقول هذا و استغفر الله لی و للمومنین و المومنات و السلام علیکم)) یعنی ''اس اللہ کا شکر ہے جس نے زمین وآسمان بنائے ان میں اپنا علم جاری کیا اللہ کا علم اس کی کرسی سے بھی زیادہ وسیع ہے اور ہر چیز اللہ کے فضل کا نتیجہ ہے اس نے اپنی قدرت سے ہمیں بادشاہ بنایا اور اپنی بہترین مخلوق میں سے ایک رسول چنا جس کا حسب ونسب اعلیٰ وافضل ہے اور جو انتہائی سچا ہے پھر اللہ نے آپ پر کتاب اتاری اور آپ کو لوگوں پر امین بنایا۔ آپ تمام دنیا والوں میں سب سے زیادہ نیک ہیں پھر آپ نے لوگوں کو ایمان کی دعوت دی اور آپ پر آپ کی قوم میں سے مہاجرین ایمان لائے۔ جو آپ کے عزیز بھی تھے۔ یہ شریف النفس تھے اور اچھے کاموں کی شہرت میں بھی ممتاز تھے اور شاندار کارنامے انجام دینے والے تھے پھر رحمت عالم کی دعوت پر ہم انصار سب سے پہلے لبیک کہنے والے تھے اس لئے ہم اللہ کے دین کے مددگار اور اللہ کے رسول کے وزیر ہیں اور لوگوں سے لڑتے رہیں گے۔ جب تک وہ اللہ پر ایمان نہ لائیں پھر جو اللہ پر ایمان لے آئے گا وہ ہم سے اپنا خون اور اپنا مال محفوظ کر لے گا اور جو کفر پر اڑا رہے گا ہم اس سے ہمیشہ جہاد کرتے رہیں گے اور اس کا قتل ہم پر آسان ہوگا اللہ مجھے اور تمام مومن مردوں اور عورتوں کو بخش دے آمین۔ والسلام''۔

اس خطبہ کے ختم ہونے پر ثابت بن قیس خطیب اسلام بیٹھ گئے اور زبرقان بن بدر شاعر بنوتمیم اٹھ کر قصیدہ پڑھنے لگا جس کا مطلع یہ تھا

نحن الکرام فلاحی معاولنا

منا الملوک و فینا تنصب البیع

خطیب کو اجازت دی۔ جب ان کا خطیب عطارد خطبہ پڑھ چکا اور اس میں اپنے مفاخر بیان کر چکا تو ان کے شاعر زبرقان بن بدر اٹھا۔ اس نے اپنی قوم اور اپنے فخریہ اشعار پڑھے۔

بنوتمیم کا قبول اسلام: اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے بنوالحرث بن الخزرج سے ثابت بن قیس بن الشماس اور حسان بن ثابت (رضی اللہ عنہما) کو بلایا۔ ان دونوں بزرگوں نے خطبہ و اشعار پڑھے جس کو سن کر بنوتمیم کے وفود دنگ ہو گئے اور بے ساختہ یہ کہہ اٹھے ((ھذا الرجل ھو موید من اللّٰہ خطیبہ اخطب من خطیبنا و شاعرہ اشعر من شاعرنا و اصواتھم اعلی من اصواتنا)) یعنی ''ان کی اللہ تائید فرماتا ہے اور ان کا مقرر ہمارے مقرر سے اور شاعر ہمارے شاعر سے اچھا ہے'' اور ان کی آوازیں ہماری آوازوں سے بلند ہیں۔

اس کے بعد ان لوگوں نے سر اطاعت جھکا دیے اور بطیب خاطر اسلام قبول کر لیا۔ آنحضرت ﷺ نے ان کو معقول صلہ مرحمت فرمایا۔ آپ کی عادات حسنہ سے تھا کہ جب کوئی وفد آتا تھا اس کی آپ ﷺ عزت کرتے اور جب وہ رخصت ہونے لگتا تو اس کو صلہ مرحمت فرماتے تھے۔

ملوک حمیر کی اطاعت: تبوک سے واپسی کے بعد رمضان میں حمیر کے بادشاہ کا خط حرث بن عبد کلال و نعیم بن عبد کلال و نعمان کی معرفت آنحضرت ﷺ کے پاس بعض کہتے ہیں کہ ذی رعین و ہمدان و معاذ لے کر آئے تھے اور زرعہ ابن ذی یزن

یعنی ''ہم وہ شرفاء ہیں کہ کوئی قبیلہ ہمارے مقابلہ کا نہیں ہم میں بادشاہ بھی ہیں اور ہم میں عبادت خانے بھی بنائے جاتے ہیں''۔ اتفاق سے حسان اس وقت موجود نہ تھے جب انہیں معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ نے شاعر بنوتمیم کے جواب دینے کو بلایا ہے تو اپنے مکان سے اشعار پڑھتے ہوئے نکلے جس کا مطلع یہ تھا۔

منعنا رسول اللّٰہ اذحل وسطنا ۔۔۔ علی انف راض من معدو راغم

یعنی ''ہم نے اللہ کے رسول ﷺ کی طرف سے جب آپ ہمارے پاس تشریف لے آئے۔ مدافعت کی خواہ معد والے راضی ہوں یا ناراض'' جب آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پہنچے اور آپ کے حکم سے جواب دینے کو کھڑے ہوئے تو اپنے کلام کو اس شعر سے شروع کیا۔

ان الذوائب من فھر و اخوتھم ۔۔۔ قد بینوا سنۃ للناس تتبع

یعنی ''فہر اور اس کے ہم مثل خاندان لوگوں کے لئے ایسی سنتیں جاری کر گئے جن کی پیروی کی جاتی ہے'' ابن ہشام نے لکھا ہے کہ بعض اہل علم کا یہ خیال ہے کہ بنوتمیم کے شاعر نے میمیہ قصیدہ پڑھا تھا جس کا مطلع یہ تھا۔

اتیناک کما یعلم الناس فضلنا ۔۔۔ اذا احتلفوا اعند احتضار المواسم

یعنی ''ہم آپ کے پاس آئے ہیں جب لوگ ایام حج میں مجلسوں میں جمع ہوتے ہیں تو انہیں ہماری فضیلت معلوم ہے'' اور حسان بن ثابت نے اس کا جواب دیا تھا۔ مطلع یہ تھا۔

ھل المجد الا السود العود و الھدی
و جاہ الملوک و احتمال العظایم

یعنی ''بزرگی طاقت و ہدایت سے شاہانہ عزت و جاہ اور بڑے بڑے مصائب برداشت کرنے سے پیدا ہوتی ہے'' بنوتمیم کے شاعر کے اشعار پہلی روایت کے اعتبار سے آٹھ اور دوسری روایت کے مطابق چار اور حسان بن ثابت کے اشعار اٹھارہ باعتبار روایت سابق اور پہلی روایت کے لحاظ سے گیارہ تھے۔ کما فی سیرۃ ابن ہشام

کی طرف سے مالک بن مرۃ الرہادی نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر ترک بت پرستی سے بیزاری اور اسلام کا اظہار کیا۔ آپ نے اس کے نام ایک خط لکھایا اور معاذ ابن جبل کو اس کے قاصد مالک بن مرۃ کے ہمراہ صدقات جمع کرنے اور ارکان دین سکھانے بھیجا۔ اس کے بعد عبداللہ ابن ابی سلول سردار منافقین ذی قعدہ میں مر گیا اور آنحضرت ﷺ نے نجاشی کے انتقال کی خبر صحابہؓ کو دی کہ وہ ماہ رجب میں قبل غزوۂ تبوک انتقال کر گیا۔

بہرا کا، بنوالبکاء اور بنوفرارہ کے وفود: انہیں ایام میں بہرا کا وفد (جس میں تیرہ آدمی تھے) آیا، مقداد بن عمرو کے یہاں مقیم ہوا۔ دوسرے دن مقداد بن عمرو ان کو اپنے ہمراہ لئے ہوئے مسجد میں حاضر ہوئے ان لوگوں نے اسلام کا اظہار کیا آپ نے ان کو صلہ مرحمت فرمایا۔ وہ لوگ خوش ہو کر واپس ہوئے۔ پھر بنوالبکاء کا وفد (جس میں تین آدمی تھے) اور دس آدمیوں کا بنوفزارہ کا وفد (جس میں خارجہ بن حصن اور ان کے برادرزادہ جر بن قیس تھے) اور طے سے عدی بن حاتم کا وفد یکے بعد دیگرے آئے اور اسلام لائے۔

بنت حاتم کی اسیری: عدی بن حاتم کے وفد کے آنے سے پیشتر، قبل غزوۂ تبوک آنحضرت ﷺ نے خود حضرت علیؓ ابن ابی طالب کو بلاد طے کی طرف ایک سریہ کا سردار مقرر کر کے بھیجا تھا۔ حضرت علیؓ ابن ابی طالب نے بلاد طے کے قریب پہنچ کر ان پر شب خون مارا حاتم کی لڑکی کو قید کر لیا اور ان کے بت خانہ سے دو تلواروں پر قبضہ کر لیا، جن کو حرث بن ابی شمر نے چڑھایا تھا، عدی اس شبخون سے پہلے لشکر اسلام کی روانگی کی خبر سن کر شام میں بلاد قضاعہ کی طرف بھاگ گیا تھا۔ وہاں اس کے ہم خیال و ہم مذہب (یعنی نصاریٰ) بکثرت تھے، پس جب حاتم کی لڑکی گرفتار ہو کر آئی اور حسب معمول خطیرہ (دروازہ مسجد کے سامنے جہاں پر کفار کی عورتیں اور بچے قید کئے جاتے تھے) میں قید کی گئی۔

بنت حاتم کی رہائی: آنحضرت ﷺ خطیرہ کی طرف سے گزرے تو اس وقت حاتم کی اس لڑکی نے رو کر کہا ''میرا باپ مر گیا جو سرپرست تھا وہ بھاگ گیا۔ مجھ پر احسان کیجئے، اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ احسان کرے گا''۔ آنحضرت ﷺ نے دریافت کیا تیرا سرپرست کون تھا؟ لڑکی نے جواب دیا عدی ابن حاتم، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا وہی اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے بھاگا ہے، لڑکی نے کہا ہاں۔ اسی قسم کے سوال و جواب دو روز متواتر ہوئے۔ تیسرے روز جب کہ وہ اپنی التجا کے پورا ہونے سے ناامید ہو گئی تھی آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں تجھ پر احسان کرتا ہوں اور تجھے بلا فدیہ چھوڑتا ہوں لیکن تو جانے میں عجلت نہ کر تیری قوم کا کوئی شخص آ جائے تو میں اس کے ہمراہ تجھے بھیجوں گا تا کہ تو آسانی کے ساتھ بھائی کے پاس پہنچ جائے۔ اتفاق سے اس واقعہ کے دوسرے روز چند لوگ اس کی قوم کے بنوقضاعہ کے قافلے کے ہمراہ شام جا رہے تھے آپ ﷺ نے اس کو ان کے ہمراہ روانہ کر دیا۔

عدی بن حاتم کا قبول اسلام: جس وقت اس سے اور عدی سے ملاقات ہوئی، تھوڑی دیر تک صدمہ مفارقت سے دونوں خاموش رہے۔ اس کے بعد عدی نے اپنی بہن سے اپنی بابت پوچھا کہ تیری کیا رائے ہے۔ اس شخص (یعنی رسول اللہ ﷺ) سے ملوں یا اپنی بقیہ عمر خانہ بدوشی میں گزاروں۔ اس کی بہن نے کہا کہ وہ شخص ملنے کے قابل ہے، نہایت خلیق اور اعلیٰ

درجہ کا محسن ہے۔ عدی اس کلام کے سنتے ہی اٹھ کھڑا ہوا اور اپنی قوم کی طرف سے وفد کی شکل میں مسجد نبوی میں حاضر ہوا۔ آپ نے اس کی انتہائی عزت کی اور اپنے ہمراہ اپنے دولت خانہ پر لے آئے۔ خود زمین پر بیٹھے اور مہمان کو گدے پر بٹھایا' اثناءِ راہ میں ایک ضعیف عورت مل گئی جب تک وہ بات کرتی رہی آپ کھڑے رہے عدی بن حاتم کو اس خلق نے مسخر کر لیا۔ اس کو اس بات کا پورا پورا یقین ہو گیا کہ آنحضرت ﷺ برحق نبی ہیں۔ ظاہری بادشاہ نہیں ہیں پھر باتوں باتوں میں آپ ﷺ نے اس سے فرمایا کہ تو اپنی قوم کے ساتھ لڑائی پر جاتا ہے اور ان سے مرباع (مال غنیمت سے چوتھائی) لیتا ہے' عدی بن حاتم نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا ''یہ تیرے دین میں ناجائز ہے عدی بن حاتم یہ سن کر متعجب ہو گیا اور اس کو آپ کی نبوت کا اور زیادہ وثوق ہو گیا۔

اس کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا کہ شاید تم کو اس دین میں داخل ہونے سے ان کی محتاجی مانع ہو گی کیونکہ تم دیکھتے ہو کہ ان کی حاجتیں بہت ہیں' اگرچہ اس میں کچھ شک نہیں کہ عنقریب اللہ جل شانہ ان کو اس قدر مال دے گا کہ یہ کسی کو مال دینا چاہیں گے تو کوئی لینے والا نظر نہ آئے گا اور پھر تم کو اس دین میں یہ امر بھی داخل ہونے سے روکے گا کہ یہ لوگ تعداد میں کم ہیں اور ان کے دشمن بکثرت ہیں۔ بخدا اس میں تم ذرہ بھر بھی شک نہ کرو کہ تم عنقریب یہ سنو گے کہ ایک عورت قادسیہ سے اپنے اونٹ پر سوار بے خوف وخطر اس مکان کی زیارت کو آئے گی اور شاید تمہیں اس دین کے قبول کرنے میں خیال بھی مانع ہو گا کہ حکومت وسلطنت دوسری قوموں کے قبضہ میں ہے لیکن تم یقین رکھو کہ عنقریب یہ لوگ بابل کا شاہی محل فتح کر لیں گے اور مشرق سے مغرب تک ان کی حکومت پھیل جائے گی۔ عدی بن حاتم خاموش بیٹھا ہوا یہ سب باتیں سنتا رہا جب آنحضرت ﷺ کا سلسلہ کلام منقطع ہوا تو اس نے ہاتھ بڑھا کر آپ کے دست مبارک پر بیعت کی اور اسلام قبول کر کے اپنی قوم میں واپس آیا۔

حج اور اعلانِ برأت: اس کے بعد اللہ جل شانہ نے اپنے نبی برحق ﷺ پر چالیس آیتیں اول سورۂ براءت کی نازل فرمائیں جن میں اس معاہدے میں ترمیم کرنے کا بیان تھا۔ جو آپ کے اور مشرکین کے درمیان' بیت اللہ کی زیارت سے نہ روکنے کی بابت ہوا تھا۔ جس میں یہ احکام تھے کہ اس سال کے بعد مشرکین مسجد حرام کے قریب نہ جائیں اور بیت اللہ کا طواف برہنہ ہو کر نہ کریں اور جس سے آنحضرت ﷺ نے کوئی عہد کیا ہے' وہ اس کی مدت تک پورا کر دیا جائے اور ان لوگوں کے لئے جن کے ساتھ عہد نہیں کیا گیا یوم النحر (بقر عید سے چار روز بعد) سے چار مہینہ تک کی مدت مقرر ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ایام حج میں ابوبکرؓ صدیق کو امیر مقرر کر کے ان آیات[1] کے ساتھ روانہ کیا' جن کا اوپر ذکر ہو چکا۔ جب یہ ذوالحلیفہ میں پہنچے تو حضرت علیؓ ابن ابی طالب کو آپ نے بھیجا۔ حضرت علیؓ نے حضرت صدیق سے ان آیات کو لے لیا۔

---

[1] سورۂ براءت اور حضرت علیؓ کے متعلق مختلف آراء: ابن خلدون وابن اثیر کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ صدیق کو آیات سورۂ براءت دے کر ایام حج میں بھیجا تھا مگر جس وقت یہ ذوالحلیفہ میں پہنچے۔ تو آپ نے حضرت علیؓ ابن ابی طالب کو بھیجا اور انہوں نے حضرت ابوبکرؓ صدیق سے سورۂ براءت کی آیات لے لیں اور حضرت ابوبکرؓ خائف ہو کر مدینہ واپس آئے پھر وہاں ...

سورۂ براءت اور حضرت علیؓ: ابوبکر اس خیال وخوف سے کہ شاید کوئی آیت ان کی بابت نازل ہوئی ہوگی۔ واپس آئے اور آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا کہ کوئی آیت تمہارے حق میں نازل نہیں ہوئی۔ لیکن ان آیات کو کوئی غیر شخص مشرکین تک نہیں پہنچا سکتا' سوائے میرے یا میرے خاندان والوں کے۔ پس حضرت ابوبکرؓ صدیق حج کرانے پر

☜ سے حسب حکم آنحضرت ﷺ امیرِ حج ہو کر گئے لیکن کتب سیر سے اس کی شہادت کافی نہیں ملتی۔ سیرۃ ابن ہشام میں لکھا ہے کہ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ۹ھ میں حضرت ابوبکرؓ صدیق کو امیر حج مقرر کر کے روانہ فرمایا۔ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ صدیق مسلمانوں کو لے کر مدینہ سے روانہ ہوئے اور سورۂ براءت کی آیات کو اس عہد نامہ میں ترمیم کی بابت نازل ہوئیں جو آنحضرت ﷺ اور مشرکین میں ہوا تھا کہ کوئی شخص بیت اللہ کی زیارت سے نہ روکا جائے۔ یہ کہ شہر حرام میں لڑائی نہ کی جائے یہ کہ مشرکین اور مسلمانوں میں یہ معاہدہ عام سمجھا جائے۔

ابوجعفر محمد بن علی کی روایت اس کے بعد سورۂ براءت کی آیات بالتفصیل لکھتے ہیں کہ ابن اسحاق نے یہ کہا ہے کہ مجھ سے حکیم بن حکیم بن عباد بن حنیف نے ابوجعفر محمد بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب براءت کی آیات آنحضرت ﷺ پر نازل ہوئیں اور اس سے پیشتر حضرت ابوبکرؓ صدیق بغرض ادائے حج امیرِ حج ہو کر روانہ ہو گئے تھے لوگوں نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ حضرت ابوبکرؓ صدیق کی معرفت اس کو آپ نے بھیج دیا ہوتا آپ نے فرمایا اس کو کوئی شخص میرے یا میرے خاندان والوں سے نہیں پہنچا سکتا ہے' یہ کہہ کر آپ نے علیؓ ابن ابی طالب کو بلا کر فرمایا کہ لو ان آیات کو لے کر جاؤ اور جس وقت لوگ یوم النحر منیٰ میں جمع ہوں تو ان آیات کو سنا کر کہہ دینا کہ جنت میں کوئی کافر نہیں داخل ہو سکے گا اور اس سال کے بعد سے کوئی مشرک حج نہ کرنے پائے گا اور بیت اللہ کا طواف برہنہ ہو کر نہ کریں اور جس کا جو عہد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہے وہ اپنی مدت تک پورا کیا جائے گا بعد انقضائے معیاد اللہ ورسول کے عہد سے وہ بری ہے''۔

چنانچہ حضرت علیؓ ابن ابی طالب آنحضرت ﷺ کے ناقہ پر سوار ہو کر روانہ ہوئے یہاں تک کہ حضرت ابوبکرؓ صدیق تک پہنچ گئے۔ حضرت ابوبکرؓ صدیق نے ان کو آتے ہوئے دیکھ کر دریافت کیا تم امیر ہو یا مامور؟ حضرت علیؓ ابن ابی طالب نے کہا مامور اس کے بعد دونوں آدمی ساتھ ساتھ گئے حضرت ابوبکرؓ صدیق نے لوگوں کو حج کرایا اور حضرت علیؓ ابن ابی طالب نے یوم النحر کھڑے ہو کر آیات براءت سنا کر جو پیام آنحضرت ﷺ نے بھیجا تھا علی الاعلان کہہ دیا۔

ابن قیم جوزی: ابن قیم جوزی دمشقی نے زاد المعاد میں لکھا ہے کہ بعد واپسی غزوہ تبوک بقیہ رمضان وشوال' ذیقعد آنحضرت ﷺ مدینہ میں مقیم رہے اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ صدیق کو مسلمانوں کے ہمراہ امیر مقرر کر کے حج کرنے کے لئے روانہ فرمایا' ابن سعد نے کہا کہ ابوبکرؓ صدیق تین سو مسلمانوں اور بیس قربانی کے جانوروں کو لے کر روانہ ہوئے جو آنحضرت ﷺ کی طرف سے تھے اور پانچ انہوں نے اپنی طرف سے لئے ان کی روانگی کے بعد سورۂ براءت کی آیات نازل ہوئیں۔ آنحضرت ﷺ نے ان آیات کو سنانے کے لئے علیؓ ابن ابی طالب کو روانہ کیا' حضرت ابوبکر صدیقؓ جس وقت عرج یا بروایت ابن عائذ کو یا بروایت مشہور ذوالحلیفہ میں تھے حضرت ابن ابی طالب پہنچے حضرت ابوبکرؓ نے ان کو دیکھ کر دریافت فرمایا تم امیر ہو یا ما[illegible] [illegible]رت علیؓ نے جواب دیا مامور ہوں۔ ابن سعد کہتے ہیں کہ اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے دریافت فرمایا (استعملک رسول اللّٰہ علی الحج)) ''تم کو رسول اللہ نے حج کا امیر بنایا ہے''۔ ((قال علی لا ولکن بعثنی اقراہ براءۃ علی الناس و ابنذ الیٰ کل ذی عہد عہدہ)) یعنی ''حضرت علی نے کہا نہیں لیکن آپ نے مجھے لوگوں کو براءت کی آیتیں سنانے کے لئے ہر ایک حلیف کے سامنے اس کے عہد پھینک دینے کے لئے بھیجا ہے''۔ اس کے بعد پھر حضرت ابوبکر وعلی رضی اللہ عنہما مکہ گئے حضرت ابوبکرؓ نے حج کیا اور کرایا اور علی نے یوم النحر کو کھڑے ہو کر سورۂ براءت کی آیات پڑھ کر کہا ''اے لوگو جنت میں کوئی کافر نہیں جائے گا اس سال کے بعد مشرکین حج نہ کرنے پائیں گے اور بیت اللہ کا برہنہ ہو کر کوئی طواف نہ کرنے پائے اور جس کا جو عہد آنحضرت ﷺ کے ساتھ ہے وہ اپنی مدت تک پورا کیا جائے گا۔ اصل واقعہ اس بیان سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکرؓ محض امیر حج ہو کر روانہ ہو گئے تھے اس کے بعد حضرت علیؓ سورۂ براءت کی آیات سنانے اور پیام رسانی کی غرض سے بھیجے گئے اور یہ کہ حضرت علی سے ملنے کے بعد حضرت ابوبکرؓ مدینہ نہیں آئے بلکہ وہیں ان سے جو دریافت کرنا ضروری تھا دریافت کر لیا اور دونوں بزرگ ساتھ ساتھ مکہ گئے اور اپنے اپنے منصبی کاموں کو انجام دیا' مورخین کو اس واقعہ میں ان الفاظ

((ثم اردف النبی صلی اللہ علیہ وسلم ابابکر بعلی بن ابی طالب فامرہ ان یوذن ببراءۃ)) ☞

اور حضرت علیؓ سورۂ براءت کی آیات سنانے پر مامور ہوئے۔ چنانچہ ابو بکر صدیق نے لوگوں کو حج کرایا اور حضرت علیؓ ابن ابی طالب نے قریب عقبہ یوم النحر کھڑے ہو کر سورہ براءت کی آیات پڑھ کر لوگوں کو سنا دیا۔

ضمام بن ثعلبہ کا قبول اسلام: طبری نے لکھا ہے کہ اس سنہ میں آیہ ﴿خذ من اموالهم صدقة تطهرهم و تزكيهم﴾ ''لے ان کے مال سے صدقہ طاہر کر ان کو اور پاک کر ان کو'' نازل ہوئی۔ جس سے مسلمانوں پر صدقات فرض ہوئے اور ثعلبہ بن سعد اور قضاعہ سے سعد ندیم کے وفود آئے اور بنو سعد بن بکر نے ضمام بن ثعلبہ کو وفد مقرر کر کے بھیجا' آنحضرت ﷺ نے ان لوگوں سے اسلام کی بیعت لی اور توحید' صلوٰۃ' زکوٰۃ' حج' صدقہ کی علیحدہ علیحدہ تعلیم فرمائی۔ ضمام بن ثعلبہ نے کہا بے شک میں ان فرائض کو ادا کروں گا اور جس سے آپ نے مجھے منع فرمایا ہے اس سے احتراز کروں گا اور بخدا اس سے زیادہ نہ کروں گا اور نہ اس سے کم کروں گا۔ جب یہ خدمت اقدس سے واپس ہوئے تو فرمایا آپ نے ''کہ اگر اس شخص نے جیسا کہ وعدہ کیا ہے عمل کیا تو سیدھا جنت میں داخل ہوگا''۔ مورخین نے لکھا ہے کہ ضمام بن ثعلبہ جس وقت اپنی قوم میں پہنچے اسی وقت ان کی قوم نے بالاتفاق اسلام قبول کر لیا اور جمہور کا یہ خیال ہے کہ ضمام بن ثعلبہ ۵ھ میں آئے تھے یہ واقعات ۹ھ کو تمام کر دیئے ہیں اور اس کے بعد ۱۰ھ کا دور شروع ہوتا ہے۔

اہل نجران کا قبول اسلام: ۱۰ھ (مطابق ۶۳۱ء) کے ماہ ربیع الثانی یا جمادی الاول میں آنحضرت ﷺ نے خالد بن الولید کو ایک سریے کا سردار مقرر کر کے نجران اور اس کے اطراف و جوانب کی طرف روانہ فرمایا۔ اس سریے میں چار سو صحابی تھے۔ آپ ﷺ نے خالد بن الولید کو سمجھا دیا تھا کہ پہلے بنو حرث بن کعب کو دعوتِ اسلام تین بار دینا اگر وہ اسلام قبول کر لیں تو ان کو دین و مذہب کی تعلیم کرنا ورنہ ان سے لڑنا۔ لیکن جس وقت خالد بن الولید نجران پہنچے اور دعوتِ اسلام دی۔ لوگوں نے فوراً بے چوں و چرا سمعاً و طاعتہً اسلام قبول کر لیا۔ خالد بن الولید نے ایک اطلاعی خط سے اس واقعہ کو آنحضرت ﷺ سے عرض کیا چنانچہ آپ کی تحریر کے موافق بنو حرث بن کعب وفد کے ہمراہ مدینہ آ گئے بنو حرث بن کعب کے وفد میں قیس بن الحصین ذو الغصہ و یزید بن عبد المدان و یزید بن المحجل و عبد اللہ بن قراد الزیادی و شداد بن عبد اللہ الضبابی و عمرو ابن عبد اللہ الضبابی تھے۔

آنحضرت ﷺ نے ان کی نہایت عزت و تعظیم کی اور ان سے دریافت کیا کہ تم لوگ جاہلیت میں اپنے دشمنوں میں کس وجہ سے غالب ہوتے تھے۔ ان لوگوں نے کہا کہ ''ہم لوگ آپس میں جو کام کرتے تھے متفق ہو کر کرتے تھے' نفاق کو

☜ یعنی ''پھر نبی ﷺ نے ابو بکر کے پیچھے علی ابن ابی طالب کو بھیجا اور انہیں لوگوں کو سورہ براءت سنانے کا حکم دیا اور انہوں نے یہ سمجھ لیا کہ پہلے حضرت ابو بکرؓ کو آیات براءت دے کر بھیجا اس کے بعد حضرت علی کو ان کے پیچھے روانہ کیا اور ان کو اس کے سنانے کا حکم دیا حالانکہ یہ واقعہ ایسا نہیں ہے۔ بلکہ مطلب اس کا یہ ہے کہ حضرت ابو بکر کے پیچھے حضرت علی کو اس غرض سے بھیجا کہ وہ لوگوں کو سورہ براءت کی آیات سنا دیں حضرت ابو بکر کے بھیجنے کی غرض اور تھی اور علی ؓ کے بھیجنے کی غرض اور اولاً تو مورخین کی فاش غلطی دوسرے ناسمجھی سے یہ اعتراض کرنا کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت ابو بکر کو پیام رسانی کے قابل نہ سمجھ کر حضرت علی کو مامور کیا بازیچہ اطفال سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ واللہ اعلم

پاس نہ آنے دیتے تھے اور جب مظفر ہوتے تھے تو کسی پر ظلم نہ کرتے تھے''۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا یہ تم سچ کہتے ہو ہمیشہ اتفاق سے کام لینا' نفاق سے احتراز کرنا۔ شروع ماہ ذی قعدہ ۱۰ھ میں جس وقت یہ لوگ مدینہ سے نجران واپس ہوئے آپ نے قیس بن الحصین کو ان کا سردار مقرر فرمایا اور ان کے پیچھے عمرو بن حزم بخاری کو فرائض وسنن کی تعلیم کی غرض سے نجران کا عامل بنا کر روانہ کیا اور ایک فرمان لکھ کر انہیں عنایت فرمایا جس کا اہل سیر نے ذکر کیا ہے اور فقہاء نے اپنے استدلال میں اس پر اعتماد کیا۔ وہو ہذا

فرمان نبوی ﷺ :

((بسم اللہ الرحمن الرحیم هذا کتاب من اللہ و رسولہ یا ایها الذین امنوا اوفوا بالعقود عهد امن محمد النبی ﷺ بعمرو بن حزم حین بعثه الی الیمن امره بتقوی اللہ فی امره کله فان اللہ مع الذین اتقوا و الذین هم محسنون))

''بسم اللہ الرحمن الرحیم یہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا فرمان ہے۔ اے ایمان والو! اپنے عہد کو پورا کرو۔ رحمت عالم کا عمرو بن حزم کو جب کہ انہیں آپ نے یمن کا حاکم مقرر کر کے بھیجا تھا یہ عہد نامہ دیا تھا اس میں آپ نے انہیں حکم دیا تھا اور فرمایا تھا کہ ان کے تمام کاموں میں اللہ سے ڈرنے کا حکم دیا تھا اور فرمایا تھا کہ اللہ ان کے ساتھ ہے جو اللہ سے ڈرتے ہیں اور ان کے ساتھ بھی جو احسان کرنے والے ہیں''۔

عمرو بن حزم کو ارشادات نبویؐ: اس فرمان کے علاوہ آنحضرت ﷺ نے عمرو بن حزم بخاری کو روانگی کے وقت یہ نصیحتیں فرمائی تھیں کہ ہمیشہ حق پر چلنا جیسا کہ اللہ جل شانہ نے حکم دیا ہے اور لوگوں کو نیکی کے کرنے کا حکم دینا اور قرآن کی تعلیم دینا اور اس کے معانی کے سمجھنے کا طریقہ بتلانا اور لوگوں کو منع کرنا کہ کوئی شخص قرآن کو اس وقت تک ہاتھ نہ لگائے جب تک کہ وہ طاہر نہ ہو جائے اور عام طور سے ان کے نفع ونقصان سے مطلع کرتے رہنا' راہ راست پر چلنے کی صورت میں لوگوں سے نرمی کرنا اور کج روی کی حالت میں ان پر سختی کرنا کیونکہ اللہ جل شانہ نے ظلم کو حرام کیا ہے اور ظلم کرنے سے روکا ہے (جیسا کہ اپنے کلام پاک میں ﴿الا لعنة اللہ علی الظالمین﴾ یعنی ''کان کھول کر سن لو ظالموں پر اللہ کی پھٹکار ہے'' اور لوگوں کو جنت کی بشارت دینا اور اس کے ملنے کے اعمال بتلانا اور دوزخ سے ڈرانا۔ نیز اس سے بچنے کی تدبیر سکھانا' لوگوں کو ملائے رکھنا تا کہ اشاعت دین ہو اور لوگ بہ رضا ورغبت دین اسلام قبول کریں۔ حج وعمرہ کے فرائض وسنن اور جس کا اللہ جل شانہ نے حج وعمرہ میں حکم دیا ہے اس کو بتلانا' نماز کی تعلیم کرنا اس طرح پر کہ کوئی شخص ایک کپڑا چھوٹا پشت پر ڈال کر نماز نہ پڑھے' مگر یہ کہ وہ اس قدر بڑا ہو کہ اس کے دونوں کنارے دونوں مونڈھوں کو ڈھانک لیں اور کوئی شخص آسمان کے نیچے اپنی شرم گاہ کو نہ کھولے رکھے اور اپنے سر کے بالوں کو جب کہ وہ بڑھائے جائیں نہ کٹائے اور صرف اللہ جل شانہ سے دعا کی جائے اور اسی سے مدد مانگی جائے کوئی شخص اپنے ہم جنس مخلوقات سے دعا نہ مانگے اور جو شخص اس سے باز نہ آئے اور اللہ جل شانہ کی طرف رجوع نہ کرے تو اس پر سختی کرنی چاہئے' یہاں تک کہ اللہ جل وعلاء ذکرہ سے دعا مانگے اور لوگوں کو وضو پورا کرنے اور وقت پر نماز پڑھنے' رکوع وسجود کو پورے اطمینان سے کرنے کی تعلیم دینا اور ہمیشہ نماز صبح غلس (آخر شب کی اندھیری) میں اور ظہر بعد

زوال آفتاب اور نماز عصر جس وقت سایہ اصلی سایہ سے بڑھ جائے اور مغرب رات کے آتے ہی (اس میں اس قدر تاخیر نہ کی جائے کہ ستارے نکل آئیں) اور عشاء اول ثلث شب میں پڑھنا اور تعلیم دینا اور جمعہ میں بعد اذان کل کاروبار چھوڑ کر مسجد جانے اور غسل کرنے کا حکم دینا۔ مؤمنین سے خمس وصدقہ وزکوۃ لینا جو یہودی یا عیسائی سچے دل سے ایمان لائے اور دین اسلام قبول کرے اس کے حقوق وہی ہوں گے جو اور مسلمانوں کے لئے ہیں اور جو یہودی ونصرانی یا اور کسی مذہب کا پابند ہو مرد ہو یا عورت ہو حر ہو یا غلام اس سے جزیہ ایک دینار یا اس کے عوض کپڑا وغیرہ لینا۔ پس جو شخص اس کے دینے سے انکار کرے گا وہ اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ اور کل مؤمنین کا دشمن ہے۔ انتھی صلوت اللّٰہ علی محمد و اله اصحابه اجمعین

غسان کا وفد: پھر اسی ۱۰ھ کے ماہ رمضان میں غسان کا وفد آیا جس میں تین آدمی تھے۔ ان لوگوں نے بھی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر بطیب خاطر اسلام قبول کیا اور اپنی قوم میں لوٹ کر گئے۔ چونکہ ان کی قوم نے اسلام قبول نہ کیا اس وجہ سے ان لوگوں نے اپنے اسلام کو چھپایا۔ یہاں تک کہ ان میں سے دو بحالتِ اسلام مر گئے اور ایک ابوعبیدہ عامرؓ سے یرموک میں ملے تھے۔ انہوں نے اپنے اسلام سے ان کو مطلع کیا تھا اسی مہینہ میں بنو عامر کا بھی دس آدمیوں کا وفد آیا اور اسلام قبول کیا۔ ضروریات دین سیکھ کر اپنی قوم میں واپس گیا۔

سلامان اور ازد کے وفود: شوال میں سلامان کا سات آدمیوں کا وفد آیا جس میں ان کے سردار حبیب[1] ابن عمرو بھی تھے۔ یہ اسلام لائے اور فرائض وسنن کی تعلیم پا کر واپس بھی گئے انہیں ایام میں ازد کا دس آدمیوں کا وفد آیا جس میں صرد بن عبداللہ ازدی بھی تھے۔ فردہ بن عمرو کے یہاں یہ سب مقیم ہوئے اگلے دن آنحضرت ﷺ کی خدمت بابرکات میں حاضر ہو کر مشرف بالاسلام ہوئے۔ آپ نے ازد کے مسلمانوں کا صرد بن عبداللہ کو امیر بنایا اور ان کے گرد ونواح کے مشرکین پر جہاد کرنے کا حکم دیا۔

جرش کا محاصرہ: چنانچہ واپسی کے بعد صرد بن عبداللہ نے جرش کا محاصرہ کر لیا اس وقت جرش میں کچھ لوگ خثعم اور یمن کے چند قبائل آباد تھے شہر بھی محفوظ تھا۔ علاوہ اس کے اہل یمن بھی مسلمانوں کے حملہ کی خبر سن کر اس کی مدد کو آ گئے۔ ایک مہینہ تک صرد نے جرش کو محاصرہ میں رکھا۔ جب فتح ہوتا نہ دکھائی دیا تو صرد محاصرہ چھوڑ کر پیچھے ہٹے۔ اہل جرش نے صرد کے پیچھے ہٹنے کو پسپائی خیال کر کے ان کا تعاقب کیا۔ جبل شکر میں پہنچ کر صرد نے قدم جما دیئے اور صف آرائی کر کے جنگ پر آمادہ ہو گئے۔ اہل جرش کو اس واقعہ میں شکست ہوئی اس سے پیشتر اہل جرش نے دو افراد کو آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آ کر آپ کے حالات دریافت کرنے اور دیکھنے کی غرض سے روانہ کیا تھا۔ آپ نے ان لوگوں کو واقعہ جبل شکر اسی دن بتلایا جس روز وہ واقعہ ہوا تھا۔ پھر جب وہ لوگ اپنی قوم میں آئے اور آپ کے حالات ان سے سنے تو وہ لوگ بھی مسلمان ہو گئے۔

---

[1] واقدی نے لکھا ہے کہ حبیب بن عمروؓ نے آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا تھا کہ افضل الاعمال کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا وقت پر نماز کا پڑھنا۔ واللہ اعلم

ہمدان کا وفد: اسی سنہ میں ہمدان ایمان لائے۔ ان کے وفود حضرت علیؓ ابن ابی طالب کے ہمراہ حاضر خدمت اقدس ہوئے۔ واقعہ اس کا اس طرح پر ہے کہ پہلے رسول اللہ ﷺ نے خالد بن الولیدؓ کو یمن کی طرف بغرض دعوت اسلام روانہ کیا تھا۔ یہ چھ مہینہ تک وہاں ٹھہرے ہوئے لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتے رہے، لیکن کسی نے قبول نہ کیا۔ تب آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ ابن ابی طالب کو روانہ کیا اور فرمایا کہ خالدؓ بن الولید کو واپس کر دینا۔ حضرت علیؓ نے مقاماتِ یمن میں پہنچ کر لوگوں کو جمع کیا پہلے ان کو اللہ جل شانہ کے عذاب وعتاب سے ڈرایا اس کے بعد آنحضرت ﷺ کا فرمانِ والا شان پڑھ کر سنایا۔ بہ افضالِ الٰہی کل ہمدان نے اسی دن اسلام قبول کیا آپ نے اللہ جل شانہ کی بارگاہِ عالی میں سجدہ شکر ادا کیا اور تین بار السلام علی ہمدان فرمایا اس کے بعد اہل یمن جوق در جوق مسلمان ہونے لگے اور ان کے قبائل کے وفود بھی بکثرت آنے لگے۔

وفد ملوک کندہ: اسی سال فردہ بن مسیک مرادی ان کے ہمراہ مراد کا وفد ملوک کندہ سے علیحدہ ہو کر آیا اور اسلام قبول کر کے سعد بن عبادہؓ کے یہاں بغرض تعلیم قرآن وفرائض اسلام ٹھہرا رہا۔ واپسی کے وقت آپ نے فردہ بن مسیک مرادی کو مرادِ وزبید ومذحج کا عامل مقرر فرمایا اور حضرت خالد بن سعید بن العاص کو ان کے ہمراہ صدقات وصول کرنے بھیجا، چنانچہ خالد آنحضرت ﷺ کی وفات کے وقت تک اسی کام پر مامور رہے۔ اس کے بعد عمرو بن معدیکرب زبیدی نے قیس بن مکشوح مرادی سے آنحضرت ﷺ کے پاس چلنے کے لئے کہا۔ جب قیس نے انکار کیا تو عمرو بن معدیکرب زبید کا وفد ہو کر حاضر ہوا اسلام لا کر اپنی قوم میں واپس گیا لیکن آنحضرت ﷺ کے وصال کے بعد مرتد ہو گیا۔

عبد قیس کا وفد: اسی سنہ میں عبد قیس کا وفد آیا جس میں جارود بن عمرو سردار تھا۔ اس قبیلہ کے کل چھوٹے بڑے عیسائی مذہب رکھتے تھے لیکن واپسی کے بعد قبیلہ جارود بن عمرو سب کے سب مسلمان ہو گئے تھے اور وفات کے بعد رسول اللہ ﷺ کے منذر بن نعمان بن المنذر معروف بہ عرور کے ساتھ مرتد ہو گئے۔ مگر جارود بن عمرو بدستور اپنے اسلام پر ثابت قدم رہے اور نہایت استقلال سے باوجود اپنی قوم کے عداوت کے اوامر (احکام) کی پابندی اور نواہی (وہ باتیں جن کا ذکر شرع میں منع ہے) سے احتراز کرتے رہے، یہاں تک کہ ان کا انتقال عبد قیس کی واپسی سے پہلے ہو گیا۔

علاء بن الحضرمی کی امارت بحرین پر تقرری: فتح مکہ سے پیشتر آنحضرت ﷺ نے علاء بن الحضرمی کو منذر بن ساوی العبدی کی طرف سفیر بنا کر بھیجا تھا۔ منذر انہیں کے ہاتھ پر اسلام لائے تھے اور نہایت خوبی سے اپنی اسلامی زندگی گزاری۔ یہاں تک کہ آپ کی وفات کے بعد قبل ردت اہل بحرین ان کا انتقال ہوا۔ علاء بن الحضرمی آنحضرت ﷺ کی طرف سے بحرین کے امیر مقرر کئے گئے تھے اور ان سے پاس رہتے تھے۔

بنو حنیفہ کا وفد: اسی سنہ میں بنو حنیفہ کا وفد آیا جس میں مسیلمہ بن حبیب کذاب اور رجال بن عنفوہ اور طلق بن علی بن قیس اور سلمان بن حنظلہ ان کا سردار تھا۔ ان لوگوں نے مدینہ میں پہنچ کر اسلام قبول کیا۔ چند روز ٹھہرے ہوئے ابی ابن کعب سے قرآن پڑھتے رہے۔ رجال وطلق وغیرہ اکثر خدمتِ اقدس میں آتے تھے اور مسیلمہ اپنے جائے قیام پر باجازت

آنحضرت ﷺ بغرض حفاظت اسباب رہتا۔ جب یہ سب یمامہ واپس آئے تو مسیلمہ نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ طلق نے اس امر کی شہادت دی کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کو اپنا شریک بنالیا ہے' اکثر آدمی اس فتنہ میں پھنس گئے جو کہ آئندہ بیان کیا جائے گا۔

کندہ کا وفد: اسی سنہ میں تقریباً دس آدمیوں کا کندہ کا وفد جن کا سردار اشعث بن قیس تھا آیا۔ بعض کہتے ہیں کہ کندہ کے وفد میں ساٹھ اور بعض کہتے ہیں اسی آدمی تھے۔ یہ لوگ ریشمی کپڑے پہنے ہوئے تھے اسلام لانے کے بعد آنحضرت ﷺ نے ان کو ریشمی کپڑے پہننے کی ممانعت فرما دی۔ اشعث نے اثناءِ راہ کلام میں آپ سے عرض کیا ((نحن بنو آكل المرار و انت ابن آكل المرار)) یعنی "ہم لوگ آکل المرار کی اولاد ہیں اور تم بھی آکل المرار کے لڑکے ہو یعنی ہم اور تم ایک خاندان کے ہیں" آنحضرت ﷺ نے یہ کلام سن کر ہنس کر فرمایا نہیں! ہم نضر ابن کنانہ کی اولاد ہیں نہ تو ہم اپنی ماں پر تہمت لگاتے ہیں، نہ اپنے باپ سے انکار کرتے ہیں۔ عباس بن عبدالمطلب اور ربیعہ بن الحرث نے اپنے آپ کو اس سے منسوب کیا ہے' یہ دونوں آدمی تجارت پیشہ تھے۔ جب اطراف و جوانب عرب میں جاتے تھے۔ تو اپنے آپ کو بنو آکل المرار بتاتے تھے۔ اس وجہ سے کہ ان کے جد کلاب بن مرہ کی ماں کندہ میں سے تھی" چونکہ بنو آکل المرار کندہ کا شاہی خاندان تھا اس لحاظ سے بنظر تفاخر عباس اور ربیعہ اپنے مادری سلسلہ کے خیال سے آکل المرار کی طرف منسوب کرتے تھے"۔ واللہ اعلم

وائل بن حجر کا وفد: اسی زمانہ میں کنانہ کے وفد کے ساتھ حضرموت کا بھی وفد آیا۔ یہ لوگ ولیعہ کی نسل سے ہیں۔ ان کے سردار جمد و مخوس و مشرح بھی آئے ہوئے تھے۔ سب نے بخوشی خاطر اسلام قبول کیا اور وائل بن حجر بھی انہیں ایام میں حاضر خدمت ہو کر مسلمان ہوئے۔ آنحضرت ﷺ نے ان کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیر کر ان کے لئے دعا فرمائی اور ان کے آنے کی خوشی میں صلوٰۃ جامعۃ کی ندا دلوا کر نماز شکریہ ادا کی۔ معاویہ کو حکم دیا کہ وائل ابن حجر کو قبا میں لے جا کر ٹھہرائیں۔ وائل بن حجر سوار تھے اور معاویہ پیادہ۔

وائل بن حجر اور حضرت معاویہ: معاویہ نے اثناءِ راہ میں کہا کہ تم مجھ کو اپنی جوتیاں دے دو۔ تاکہ زمین کی گرمی سے میرے پاؤں محفوظ رہیں۔ وائل نے کہا میں اس کو تمہیں نہیں پہنانا چاہتا کیونکہ میں اس کو پہن چکا ہوں۔ اس پر معاویہ نے کہا اچھا تم اپنے پیچھے مجھے بٹھا لو۔ وائل نے جواب دیا کہ تم ملوک کے ارادف (پیچھے بیٹھنے والوں میں) سے نہیں ہو' پھر معاویہؓ نے کہا کہ زمین کی تپش نے میرے پاؤں جلا دیئے۔ وائل یہ سن کر بول اٹھے ((امش في ظل ناقتي كفاك به شرفاً)) یعنی "تو میرے ناقہ کے سایہ میں چل تجھے یہی شرف کافی ہے"۔ بیان کیا جاتا ہے کہ زمانہ خلافت معاویہ میں وائل ان کے پاس بھی وفد لے کر گئے تھے انہوں نے بھی ان کی عزت کی تھی۔

مذحج و محارب کے وفود: اسی سنہ میں محارب کے دس آدمیوں کا اور مذحج سے الرہا کے پندرہ آدمیوں کا وفد آیا اور مسلمان ہو کر انہوں نے قرآن پڑھا اور فرائض اسلام کی تعلیم لے کر اپنی قوم میں واپس گیا' پھر اسی قوم کے چند لوگ خدمت اقدس میں آئے اور آپ کے ساتھ انہوں نے حج ادا کیا۔

نجران کا وفد: اسی سنہ میں نصاریٰ نجران کا وفد حضر موت سے آیا جس میں ستر سردار اور ان کا سردار عاقب عبدالمسیح (کندہ سے) اور ان کا اسقف ابو حارثہ (بکر بن وائل) اور سید ایہم تھا ان لوگوں نے مسجد نبوی میں داخل ہو کر دینی امور پر بحث و مباحثہ شروع کیا۔ اسی اثناء میں سورۂ آلِ عمران کے شروع کی آیات اور آیہ مباہلہ نازل ہوئی۔ نصرانیانِ نجران نے مباہلہ کرنے سے گریز کیا۔ آنحضرت ﷺ نے ان کی استدعا کی بموجب ان سے صلح کر لی اور ہزار حلہ صفر اور ہزار رجب میں اور چند زرہیں اور نیزے اور گھوڑے بطور جزیہ ان پر مقرر فرمایا۔ ابوعبیدہؓ بن الجراح کو ان کا عامل مقرر کر کے ان کے ہمراہ روانہ کیا اس کے بعد عاقب وسید آئے اور مسلمان ہوئے۔

وفد حضر موت: اسی سنہ میں صدف کا وفد حضر موت سے آیا جس میں تقریباً دس آدمی تھے ان سب نے بطیب خاطر اسلام قبول کیا فرائض اسلام اور اوقات نماز سیکھ کر واپس گئے یہ واقعہ حجۃ الوداع کا ہے۔

عبس کا وفد: اسی سنہ میں عبس کا وفد آیا ابن کلبی کہتے ہیں کہ ان میں صرف ایک شخص وفد لے کر آیا تھا اور مسلمان ہو کر جس وقت واپس جا رہا تھا۔ اثناء راہ میں انتقال ہو گیا۔ طبری کہتے ہیں کہ عدی بن حاتم بھی اسی سنہ کے ماہِ شعبان میں وفد لے کر آیا تھا۔ واللہ اعلم

خولان کا وفد: اسی سنہ میں خولان کا دس آدمیوں کا وفد آیا۔ سب نے اسلام قبول کیا اور اپنے بت کو توڑ ڈالا اور اس سے پیشتر زمانہ صلح حدیبیہ میں قبل خیبر رفاعہ بن زید ضبیبی قبیلہ جذام سے وفد لے کر آئے اور ایک غلام بطور ہدیہ پیش کیا۔ جب یہ مسلمان ہو کر واپس ہونے لگے تو آپ نے ان کو ایک خط (جس میں دعوت اسلام تھی) دیا۔ جس سے ان کی قوم مسلمان ہو گئی۔

بنو ضلیع کا شب خون: اس عرصہ میں دحیہ بن خلیفہ کلبی آنحضرت ﷺ کے سفیر ہو کر گئے تھے۔ ہرقل کے یہاں سے واپس آ رہے تھے ان کے ساتھ کچھ تجارتی مال بھی تھا۔ بطون جذام سے ہنید بن عوص اور اس کی قوم بنو ضلیع نے غفلت کی حالت میں دحیہ پر شب خون مارا اور جو کچھ مال و اسباب ان کے ہمراہ تھا اس کو لوٹ کر لے گئے۔ اسی واقعہ نے آئندہ جہاد کا دروازہ کھول دیا اور آنحضرت ﷺ کو بنو جذام پر حملہ کرنے کو ابھارا۔ اتفاق سے اس واقعہ کی اطلاع بنوضبیب کے مسلمانوں کو ہو گئی۔ ان لوگوں نے یک جا ہو کر ہنید اور اس کی قوم سے وہ کل مال و اسباب جو انہوں نے لوٹ لیا تھا۔ چھین کر دحیہؓ کے سپرد کر دیا۔

بنو ضلیع کی سرکوبی: جب دحیہؓ مدینہ پہنچے اور آنحضرت ﷺ سے بنو ضلیع کی بدعنوانیوں کا تذکرہ کیا۔ تو آپ نے زیدؓ بن حارثہ کو مسلمانوں کے ایک لشکر کا افسر مقرر کر کے روانہ فرمایا۔ زید بن حارثہ نے بنو ضلیع پر مقام قصقاض میں حرہ رجل کی جانب سے حملہ کیا ہنید اور اس کا لڑکا مع ایک جماعت کے مارا گیا۔ اس واقعہ میں بنو ضلیع کے ساتھ کچھ لوگ بنو ضبیب کے بھی تھے۔ جو بنو ضلیع کے ساتھ شرکت کی وجہ سے مارے اور قید کر لئے گئے۔ رفاعہ بن زید مع ابو زید بن عمرو اور چند لوگ اپنی قوم کو لے کر خدمت اقدس میں آئے اور اس واقعہ سے آپؐ کو مطلع فرمایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں مقتولین کی بابت کیا کروں؟ رفاعہ اور ان کے حامیوں نے کہا ''آپ ہمارے زندوں کو چھوڑ دیجیے''۔ آپ نے حضرت

علیؓ ابن ابی طالب کو اونٹ پر سوار کر کے ان کے ہمراہ روانہ کیا اور حضرت صدیقؓ کے لئے اپنی تلوار مرحمت فرمائی۔ حضرت علیؓ ابن ابی طالب اور زید بن حارثہؓ میں فیفاء فحلیتین میں ملاقات ہوئی اور وہیں بنوضبیب کے قیدی اور ان کا مال و اسباب ان کو واپس کر دیا۔

عامر بن صعصعہ کی گستاخی: اسی سنہ میں عامر بن صعصعہ کا وفد آیا جس میں عامر بن الطفیل بن مالک وائد بن ربیعہ بن مالک تھے۔ عامر نے آنحضرت ﷺ سے کہا کہ "یا محمد ﷺ اپنے بعد حکومت مجھے دے جانا"۔ آپ نے فرمایا "یہ نہ تیرے لئے ہے نہ تیری قوم کے لئے اللہ جس کو چاہے گا دے گا"۔ پھر عامر نے کہا "اچھا تم مجھے جنگل و میدان دے دو اور اپنے لئے آبادی وشہر مخصوص کرلو"۔ آپ ﷺ نے اس کا جواب دیا "یہ بھی نہیں ہوسکتا لیکن میں تجھے گھوڑوں کی گردنیں دیتا ہوں کیونکہ تو ایک مرد شہسوار ہے"۔ عامر نے ترش روئی سے جواب دیا کہ "میں تمہارے اس میدان کو سواروں اور پیادوں سے بھر دوں گا"۔ یہ کہہ کر عامر مع اپنی قوم کے واپس ہوگیا۔ آپ نے فرمایا ((اللھم اکفیھم اللھم اھد عامر او اعن الاسلام عن عامر)) یعنی "اے خدا ان کے لئے کافی ہوجا، اے خدا عامر کو ہدایت حصہ دے اور اسلام کو عامر سے بے پروا کر دے"۔

عامر کا انجام: ابن اسحاق وطبری نے لکھا ہے کہ عامر واربد باہم آنحضرت ﷺ کو قتل کرنے کا مشورہ کر کے آئے تھے (عیاذ باللہ) لیکن یہ دونوں اپنے اس امر پر قادر نہ ہو سکے۔ اہل صحیح نے اس کا ذکر کیا ہے لکھتے ہیں جس وقت بنوعامر اپنے شہر سے واپس جارہے تھے اثناء راہ میں بنوسلول کے قبیلہ میں پہنچ کر عامر بعارضہ طاعون مرگیا۔ بعدہ اس کے بھائی اربد پر بجلی گری جس سے وہ بھی فی النار ہوا۔ اس واقعہ کے بعد علقمہ ابن علاثہ بن عوف اور عوف بن خالد بن ربیعہ مع اپنے لڑکے کے آئے اور مسلمان ہوئے۔

طے کا وفد: اسی سنہ میں طے کا وفد آیا جس میں پندرہ آدمی اور ان کے سردار زید الخیل وقبیصہ بن الاسود (بنونبہان سے) تھے سب نے بخوشی خاطر بے جھجک اسلام قبول کیا۔ آپ ﷺ نے اسلام لانے کے بعد زید الخیل کا نام زید الخیر رکھا اور ان کو کنواں اور زمین بطور جاگیر مرحمت فرمایا لیکن واپسی کے وقت نجد میں پہنچ کر ان کا انتقال ہوگیا۔ ﴿انا للہ و انا الیہ راجعون﴾

مدعی نبوت مسیلمہ کذاب: اسی سنہ میں یمامہ میں مسیلمہ کذاب نے نبوت کا دعویٰ کیا اور یہ ظاہر کیا کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے کاموں میں شریک ہوں، طلق نے اس کی شہادت دی، مسیلمہ نے محض دعوائے نبوت پر اکتفا نہ کیا بلکہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حسب ذیل مضمون کا ایک خط[1] بھیجا ((من مسیلمۃ رسول اللہ الی محمد رسول اللہ سلام علیک فانی قد اشرکت فی الامر معک و ان لنا نصف الارض و لقریش نصف الارض و

[1] مسند ابوداؤد طیالسی میں بروایت ابووائل عبداللہ سے مروی ہے کہ مسیلمہ کذاب کا خط ابن النواحہ وابن اثال لے کر آئے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے ان دونوں آدمیوں سے فرمایا کہ تم لوگ اس امر کی شہادت دو کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ ابن النواحہ وابن اثال نے اس کے جواب میں کہا کہ ہم مسیلمہ کے رسول ہونے کی شہادت دیتے ہیں۔ آپ نے یہ سن کر فرمایا کہ میں اس کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ اگر میں قاصد کو قتل کرنا پسند کرتا تو میں ضرور تمہارے قتل کا حکم دیتا۔ واللہ اعلم

لکن قریش قوم یعتدون)) ''یہ خط مسیلمہ کی طرف سے اللہ کے رسول محمد ﷺ کے نام ہے السلام علیک! دیکھئے میں رسالت میں آپ کا شریک ہوں آدھی زمین ہمارے لئے ہے اور آدھی اہل قریش کے لئے۔ مگر قریشی زیادتی کرتے ہیں''۔

آنحضرت ﷺ نے اس کا حسب ذیل جواب دیا:

((بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم من محمد رسول اللّٰہ ﷺ الی مسیلمة الکذاب سلام علی من اتبع الھدی اما بعدo فان الارض للّٰہِ یورثھا من یشاء من عبادہ و العاقبة للمتقین))

''یہ خط اللہ کے رسول محمد ﷺ کی طرف سے مسیلمہ کذاب کے نام ہے ہدایت کی پیروی کرنے والوں پر سلام ہو' زمین اللہ کی ہے اللہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے اس کا وارث بنا دے اور حسن انجام پرہیزگاروں کا ہے''۔

طبری نے لکھا ہے کہ یہ واقعہ آنحضرت ﷺ کی حجۃ الوداع سے واپسی کے بعد کا ہے جیسا کہ ہم بیان کریں گے۔

باب : ۱۰

حجۃ الوداع اور وفات

حجۃ الوداع: ان واقعات کے بعد ذیقعدہ کا مہینہ آ گیا۔ جب اس کی پانچ راتیں باقی رہ گئیں تو آپ بقصد حج مدینہ سے روانہ ہوئے۔ آپؐ کے ہمراہ مہاجرین وانصار اور رؤسا عرب کا ایک گروہ اور سو اونٹ تھے۔ مکہ میں اتوار کے دن جب کہ چار روز ذی الحجہ کے گزر چکے تھے داخل ہوئے۔ حضرت علیؓ ابن ابی طالب بھی جو نجران میں صدقات جمع کرنے گئے ہوئے تھے مکہ میں آپ کے ساتھ گئے اور آپ کے ساتھ حج کیا۔ آپ نے اس مرتبہ لوگوں کو مناسک حج کی تعلیم دی۔ اس کے سنن بتلائے اور ان کے لئے رحمت کی دعا کی اور عرفات میں ایک طویل خطبہ دیا۔ جس میں حمد وثناء کے بعد یہ ارشاد فرمایا:

((ایها الناس اسمعوا قولی فانی لا ادری لعلی لا القاکم بعد عامی هذا بهذا الموقف ابداً ایها الناس ان دماء کم و اموالکم علیکم حرام الی ان تلقوا ربکم کحرمة یومکم هذا و حرمة شهر کم و ستلقون ربکم فیسألکم من اعمالکم و قد بلغت فمن کان عنده امانة فلیودها الی من ائمنه علیها و ان کان ربا فهو موضوع و لکن لکم رؤس اموالکم لا تظلمون قضی الله انه لا ربا و ان ربا العباس بن عبدالمطلب موضوع کله و ان کل دم کان فی الجاهلیة موضوع کله و ان اول دم یوضع دم ربیعة بن الحرث بن عبدالمطلب و کان مسترضعاً فی بنی لیث فقتله بنو هذیل فهو اول ما ابداء من دم الجاهلیة ایها الناس ان الشیطان قد یئس من ان یعبد بارضکم هذه ابداً و لکنه رضی ان یطاع فیما سوی ذلک مما تحقرون من اعمالکم فاحذروه علی دینکم ایها الناس انما النسئی زیادة فی الکفر یضل به الذین کفروا یحلونه عاما و یحرمونه عاماً لیواطئو اعدة ما حرم الله فیحلوا ما حرم الله و یحرموا ما احل الله الا و ان الزمان قد استدار کهیئة یوم خلق الله السموات و الارض و ان عدة الشهور عندالله اثنا عشر شهر فی کتاب الله یوم خلق السموات و الارض منها اربعة حرم ثلاثة متوالیة ذوالقعدة و ذوالحجة و المحرم و رجب الفرد الذی بین جمادی و شعبان. اما بعد ایها الناس فان لکم علی نسائکم حقا و لهن علیکم حقا لکم علیهن ان لا یوطئن فرشکم احد تکرهونه و علیهن ان لا یاتین بفاحشة مبینة فان فعلن فان الله قد اذن لکم ان تهجروهن فی المضاجع و تضربوهن ضر باغیر

میرح فان انتھین فلھن رزقھن و کسوتھن بالمعروف و استوصوا بالنساء خیرا فانھن عندکم عوان لایملکن لا نفسھن شیئا و انکم انما اخذتموھن بامانة اللّٰہ و استحللتم فروجھن بکلمات اللّٰہ فاعقلوا ایھا الناس و اسمعوا قولی فانی بلغت قولی و ترکت فیکم ما ان استعصمتم بہ فلن تضلوا ابدا کتاب اللّٰہ و سنة نبیہ ایھا الناس اسمعوا قولی و اعلموا ان کل مسلم اخ للمسلم و ان المسلمین اخوة فلا یحل لا مرئ من مال اخیہ الا ما اعطاہ ایاہ من طیب نفس فلا تظلموا انفسکم الاھل بلغت قالوا اللّٰھم نعم فقال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم اللّٰھم اشھد))

''یعنی لوگو! میری باتیں سن لو مجھے کچھ خبر نہیں' شاید میں تم سے اس قیام گاہ میں اس سال کے بعد کبھی ملاقات نہ کر سکوں۔ لوگو! دیکھو تمہارے خون اور تمہارے مال تم پر مرتے دم تک اسی طرح حرام ہیں جس طرح تمہارا یہ دن اور یہ مہینہ حرمت والا ہے۔ تم عنقریب اپنے رب سے جاملو گے اور وہ تم سے تمہارے عملوں کے بارے میں پوچھے گا میں نے تمہیں اللہ کا پیغام پہنچا دیا ہے اگر کسی کے پاس کسی کی امانت ہو تو وہ اسے اس کے مالک کو ادا کر دے اور اگر سود ہو تو وہ موقوف کر دیا گیا ہے ہاں تمہیں تمہارا سرمایہ مل جائے گا نہ تم ظلم کرو نہ تم پر ظلم کیا جائے۔ اللہ نے فیصلہ فرما دیا ہے کہ سود ختم کر دیا گیا۔ عباسؓ کا تمام سود موقوف کر دیا گیا اور جاہلیت کے تمام خون باطل کر دیئے گئے' دیکھو سب سے پہلا خون جو باطل کیا جاتا ہے' وہ ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلبؓ کا ہے۔ ربیعہ بنولیث کے شیر خوار تھے اور انہیں بنو ہذیل نے قتل کر دیا تھا اس لئے میں ان کا خون باطل کر کے جاہلیت کے خونوں کے باطل کرنے کی ابتداء کرتا ہوں۔ لوگو! تمہاری اس سرزمین میں شیطان اپنے پوجے جانے سے ناامید ہو گیا ہے۔ لیکن دیگر معمولی گناہوں میں اپنی اطاعت کئے جانے پر خوش ہے۔ اس لئے اپنا دین اس سے محفوظ رکھو لوگو حرمت والے مہینوں کا ہٹا دینا ماننا کفر میں زیادتی ہے اس سے کافر گمراہ ہو جاتے ہیں کہ ایک ہی مہینہ کو ایک سال میں حلال کر دیتے ہیں اور ایک سال حرام تا کہ حرمت والے مہینوں کی تعداد روند ڈالے اور اللہ کے حرام کو حلال اور حلال کو حرام کر دیں۔ دیکھو زمانہ گھوم گھام کر اپنی اصلی صورت پر آ گیا ہے' جس صورت پر اس دن تھا جب خدا نے زمین و آسمان پیدا کئے تھے اور اللہ کی کتاب میں مہینوں کی تعداد اسی دن سے بارہ ہے جس دن اللہ نے زمین و آسمان پیدا کئے تھے ان میں سے چار حرمت والے ہیں۔ تین (ذی قعدہ' ذی الحجہ اور محرم) تو لگاتار ہیں اور تنہا رجب ہے' جو جمادی الثانی اور شعبان کے درمیان ہے۔ (آپ نے حمد وصلاۃ کے بعد فرمایا) لوگو! عورتوں پر تمہارے بھی حقوق ہیں' ان کا فرض ہے کہ وہ تمہارے بستر پر کسی کو نہ سلائیں اور کھلم کھلا بے حیائی کی مرتکب نہ ہوں اگر وہ ایسا کریں تو اللہ نے تمہیں اجازت دی ہے کہ انہیں ان کے بستروں میں چھوڑ دو اور انہیں اس طرح مارو کہ جسم پر نشان نہ پڑے۔ پھر اگر وہ باز آ جائیں تو انہیں غیر معروف نان ونفقہ دو اور عورتوں سے بھلائی سے پیش آؤ۔ کیونکہ وہ تمہارے حصہ میں شریک ہیں اور ذاتی طور پر کسی چیز کی مالک نہیں۔ تم نے انہیں اللہ کی امانت سے حاصل کیا ہے اور انہیں اپنے لئے اللہ کی آیتوں سے حلال کر لیا ہے۔ لوگو! میری باتیں سنو اور سمجھو میں نے تمہیں شرعی احکام سمجھا دیئے ہیں اور تم میں ایک ایسی چیز چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ اگر تم اسے مضبوط پکڑے رہو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے یعنی اللہ کی کتاب کو اور اس کے

نبی ﷺ کی سنت کو لوگو میری باتیں سنو یقین مانو ہر مسلمان مسلمان کا بھائی ہے اور مسلمان بھائی بھائی ہیں اس لئے کسی شخص کو اپنے بھائی کے مال میں وہی حلال ہے جسے وہ خوشی سے دے دے۔ خبردار اپنے اوپر ظلم نہ کرو (پھر پوچھا) کیا میں نے تبلیغ کر دی؟ صحابہ نے جواب دیا بے شک آپ نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا۔ فرمایا اے اللہ گواہ رہنا''۔

تاسیس حکومت: چونکہ کسریٰ کے گورنر باذان کے ایمان لانے سے اکثر باشندگان یمن بھی مشرف بہ اسلام ہو گئے تھے اس وجہ سے آنحضرت ﷺ نے بدستور یمن کی حکومت پر قائم رکھا تھا اور اس کے ساتھ کسی کو اس کا شریک اور حقدار نہیں فرمایا تھا۔ یہاں تک کہ اس کا انتقال ہو گیا تھا اس کی اطلاع آپ کو حجۃ الوداع سے واپسی کے وقت ہوئی۔ آپ نے اس کے ملک کو اپنے اصحاب میں اس طرح تقسیم فرمایا کہ صنعاء پر اس کے لڑکے شہر بن باذان کو اور مارب پر ابوموسیٰ اشعریؓ کو اور جند پر یعلی بن امیہ کو اور ہمدان پر عامر بن شہر ہمدانی اور عک واشعر بن پر طاہر بن ابی ہالہ کو اور مابین نجران و امع و زبید پر خالد بن سعید بن العاصی کو اور خاص نجران پر عمرو بن حزم کو اور بلاد حضر موت پر زیاد بن لبید بیاضی کو اور سکاسک وسکون پر عکاشہ بن ثور بن اصفر غوثی کو اور معاویہ بن کندہ پر عبداللہ المہاجر بن ابی امیہ کو مقرر فرمایا لیکن عبداللہ المہاجر نے اپنے نہ جانے کا ایک معقول عذر پیش کیا۔ جس سے ان کے اعمال کا بھی زیاد بن لبید انتظام کرتے رہے اور معاذ بن جبل اہل یمن و بلادِ حضر موت کی تعلیم کے لئے روانہ کئے گئے۔

اس واقعہ سے پیشتر عدی بن حاتم بنو طے کے صدقات وصول کرنے کو اور اسد و مالک بن نویرہ صدقات بنو حنظلہ پر اور علاء بن حضرمی بحرین کی طرف اور حضرت علیؓ ابن ابی طالب نجران کی جانب صدقات اور جزیہ (خراج) وصول کرنے کو بھیجے گئے تھے۔ بنو سعد کا صدقہ انہیں میں سے دو شخصوں پر تقسیم کر دیا گیا تھا ان میں سے حضرت علیؓ ابن ابی طالب نجران سے صدقات وصول کر کے حجۃ الوداع میں آ کر شریک ہو گئے تھے جیسا کہ کتب تواریخ میں مذکور ہے۔

اسود عنسی کا خروج: اس کا نام عبہلہ بن کعب اور لقب ذوالحمار تھا۔ شیریں کلامی' شعبدہ بازی اور فال نکالنے میں اپنی نظیر نہ رکھتا تھا اس کی شیریں کلامی اور تالیف قلوب سے لوگ بہت جلد اس سے مانوس ہو جاتے تھے۔ مقام کہف حنار میں پیدا ہوا اور وہیں نشوونما پا کر بڑا ہوا' ہوش سنبھالا آنکھیں کھولیں تو نبوت کا دعویٰ کر بیٹھا۔ مذحج و نجران والوں نے اس کی تحریر کو سمعاً وطاعۃً قبول کر لیا' چنانچہ اہل نجران نے جمع ہو کر عمروؓ بن حزم و خالدؓ بن سعید العاصی کو نکال دیا اور قیس بن عبد یغوثؓ نے دفعتہً حملہ کر کے فردہ بن مسیک کو جلاوطن کر دیا۔ فردہ اس وقت آنحضرت ﷺ کی طرف سے مراد پر حکمران تھے۔ اس کے بعد اسود عنسی سات سو سواروں کو لے کر صنعاء کی طرف بڑھا۔ شہر ابن باذانؓ نے اس کا مقابلہ کیا۔ اسود عنسی نے شہر ابن باذان کو شکست دے کر مار ڈالا اور اس کی بیوی سے نکاح کر لیا۔ صنعاء و حضر موت کے درمیان اعمال طائف تک اور عدن کی طرف سے بحرین تک اپنے قبضہ میں لے لیا۔

اہل یمن کا ارتداد: اس واقعہ سے اکثر اہل یمن مرتد ہو گئے' عمرو بن معدیکرب' خالد بن سعید بن العاصی کے ہمراہ

تھے۔ اس نے اسود عنسی کی طرف میلان ظاہر کیا۔ خالد بن سعیدؓ کو تاب نہ آئی تلوار کھینچ کر آگے بڑھے۔ دونوں آدمیوں میں دو دو ہاتھ چل گئے۔ خالدؓ نے اس کی تلوار سمصامہ توڑ کر اس کے ہاتھ سے چھین لی۔ تب عمرو بن معدیکرب گھوڑے سے اتر کر اسود بن عنسی کی طرف بھاگ گیا۔ اسود نے اس کو مذحج کا سردار بنا دیا اس کے لشکر کا سردار قیس بن عبد یغوث مرادی تھا اور ابنا پر اس کی طرف سے فیروز و دادویہ حکمرانی کر رہے تھے۔ اہل یمن کا یہ رنگ ڈھنگ دیکھ کر معاذ بن جبلؓ نکل کر بھاگے اور مارب میں ابو موسیٰ کی طرف سے گزرے۔ ابو موسیٰؓ بھی ان کے ہمراہ روانہ ہو گئے۔ معاذؓ نے سکون میں قیام کیا لیکن ابو موسیٰ نے سکاسک میں جا کر دم لیا اور طاہر بن ابی ہالہؓ بلاد عک (جہاں صنعاء) میں جا چھپے۔ لیکن عمرو بن حزم و خالد بن سعید نے مدینہ پہنچ کر ان کل واقعات سے آنحضرت ﷺ کو مطلع فرمایا۔

اسود عنسی اور فیروز: اس اثناء میں جب کہ اسود عنسی کو ملک یمن پر ایک مسلم حکومت حاصل ہو گئی اور اس نے شہر ابن باذان کو قتل کے بعد اس کی بیوی آزاد کو اپنے گھر میں ڈال لیا۔ یہ فیروز کی چچا زاد بہن تھی' فیروز کو اسود کی یہ حرکتیں پسند نہ آئیں اس لئے فیروز اسود سے کبیدہ خاطر ہو گیا۔ فیروز کے علاوہ قیس بن عبد یغوث بھی اسود کی نخوت سے دل ہی دل میں پیچ و تاب کھا رہا تھا لیکن کوئی مناسب موقع ہاتھ آنے سے خاموشی وسکوت کی حالت میں اسود کے ہر نرم و گرم احکام کی پابندی کر رہا تھا۔ یہاں تک کہ آنحضرت ﷺ نے اسود کی گوشمالی وسرکوبی کے لئے وبر بن نخیس کی معرفت جس طرح ممکن ہوا ایک خط لکھ کر ابو موسیٰ و معاذؓ و طاہرؓ کی طرف روانہ کیا۔ لیکن ان لوگوں کو جب یہ معلوم ہوا کہ قیس بن عبد یغوث اسود سے کبیدہ خاطر ہے تو انہوں نے اس کو بھی اپنا شریک و راز دار بنا لیا۔ پھر فیروز اپنی چچا زاد بہن آزاد زوجہ اسود کے پاس گیا اس نے اسود کے قتل کرا دینے کا وعدہ کیا' ہنوز کوئی تدبیر مکمل نہ ہونے پائی تھی کہ اسود کو قیس و فیروزؓ کی بددلی کی خبر ہو گئی۔ اس نے ان لوگوں کو عتاب آمیز نگاہوں سے دیکھا کہ ان کی چشم نمائی کرنی چاہیے۔ یہ لوگ بھاگ کر مضافات میں روپوش ہو گئے لیکن اس کی بیوی مسماۃ آزاد سے پوشیدہ خط و کتابت جاری رہی۔

اسود عنسی کا خاتمہ: ایک روز موقع پا کر فیروزؓ اور قیسؓ اسود کے گھر میں نقب کے ذریعہ سے گھس گئے اس کو گرفتار کر کے ذبح کر ڈالا۔ یہاں تک کہ فجر کی نماز کا وقت آ گیا۔ اذان ہوئی' وبر بن نخیسؓ نے نماز پڑھائی فجر کی نماز کے بعد اسود کے قتل کی خبر مشہور ہوئی تو اس کے متبعین نکل پڑے شہر میں ایک ہل چل مچ گئی' مسلمانوں اور اسود کے مقلدین میں تھوڑی دیر تک لڑائی ہوتی رہی آخر کار جو کچھ ان کے ہاتھ میں تھا اس کو بھی وہ چھوڑ کر بھاگ گئے۔ صنعاء و نجران مرتدین مبتدعین سے خالی ہو گیا۔ آنحضرت ﷺ کے عمال حسب سابق اپنے اپنے مضافات کی طرف چلے گئے۔ البتہ صنعاء کی امارت کے سلسلہ میں کسی قدر مناقشہ ہوا لیکن بہت جلد سب لوگوں نے معاذؓ بن جبل کے امیر ہونے پر اتفاق کر لیا اور ان کے پیچھے نماز پڑھی۔

اس واقعہ سے فراغت پا کر ان لوگوں نے ایک قاصد آنحضرت ﷺ کی خدمت میں روانہ کیا لیکن اس کے پہنچنے سے پہلے آپ کو بذریعہ الہام اس کی خبر ہو گئی اور آپ نے فرمایا کہ "شب گزشتہ کو عنسی مارا گیا اس کو ایک مردِ مبارک فیروز نامی نے قتل کیا ہے"۔ لیکن جب قاصد پہنچا تو آنحضرت ﷺ کا وصال ہو چکا تھا۔

جیش اسامہؓ: آخری ذی الحجہ آنحضرت ﷺ حجۃ الوداع[1] سے مدینہ واپس ہوئے۔ ماہِ مذکور ختم کر کے محرم کے مہینہ میں آپ نے بلاد شام پر جہاد کی تیاری کا حکم دیا اور ان مجاہدین پر اسامہؓ بن زید بن حارث کو امیر مقرر فرما کر یہ ارشاد فرمایا کہ ''بلقاء و داروم کی طرف سے اردن تک یا ارضِ فلسطین میں شام کے بلاد میں کفار و مشرکین پر جہاد کرنا یہاں تک کہ وہ اسلام لائیں یا مطیع ہو جائیں''۔ اس لشکر میں مہاجرین اولین اور بڑے بڑے جلیل القدر صحابہؓ کو روانگی کا حکم دیا گیا تھا۔ اسامہؓ بن زید روانگی کی تیاری میں تھے کہ آنحضرت ﷺ علیل ہو گئے۔ یہ وہی علالت تھی جس میں آپ رحمتِ الٰہی سے جا ملے' اسی زمانہ میں اسود و مسیلمہ کے ارتداد کی خبر آئی۔ آپ درد سر کی شدید تکلیف سے سر پر پٹی باندھے ہوئے باہر تشریف لائے اور یہ ارشاد فرمایا کہ میں نے گذشتہ شب کو خواب میں دیکھا ہے کہ میری کلائی میں دو کنگن سونے کے ہیں۔ میں نے ان کو ناپسندیدہ سمجھ کر پھینک دیا۔ اس خواب کی میں نے یہ تعبیر لی ہے کہ یہ دونوں کنگن یہی دونوں کذاب یعنی صاحب یمامہ اور صاحب یمن ہیں۔ مجھے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ لوگوں نے اسامہؓ کی امارت میں کچھ بحث و کلام کیا ہے اور اس سے پہلے اس کے باپ (زید) کی امارت میں بھی لوگوں نے کچھ کہا تھا۔ پس اگر اس کا باپ لائق امارت تھا تو یہ بھی امیر ہونے کے قابل ہے' جاتے جاؤ۔ اسامہ نے یہ سنتے ہی کوچ کا حکم دے دیا اس کے بعد آپ کی علالت بڑھ گئی۔ یہاں تک کہ اسامہؓ کی روانگی سے قبل آپ کا وصال ہو گیا۔

مسیلمہ کذاب و طلیحہ مدعیان نبوت: اسود عنسی کے زمانہ خروج میں حجۃ الوداع کے بعد مسیلمہ یمامہ میں اور طلیحہ بن خویلد بنو اسد میں ظاہر ہوا انہوں نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا۔ آنحضرت ﷺ نے نامہ و پیام سے ان کا مقابلہ کیا اور اپنے ان اعمال کو جو اسلام پر ثابت قدم رہے۔ مسیلمہ و طلیحہ کے خلاف جہاد کرنے کو لکھا۔ اسود کے ساتھ جو کچھ واقعات پیش آئے۔ وہ اس سے پیشتر لکھے جا چکے ہیں باقی رہے مسیلمہ اور طلیحہ ان کی سرکوبی کو ہر طرف سے عرب کا اسلامی لشکر نکل پڑا۔ مسیلمہ کا خط آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آیا جس کا جواب بھی دیا گیا جیسا کہ اس سے پہلے بیان کیا گیا۔ اس کے بعد طلیحہ نے بھی صلح کا پیام بھیجا لیکن آپ کے وصال کے بعد جو کچھ واقعات مسیلمہ و طلیحہ پر گزرے۔ وہ آئندہ بیان کئے جائیں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

علالت: اگرچہ آنحضرت ﷺ پر سب سے پہلے اللہ جل شانہ کے قول ﴿اذا جاء نصر اللّٰہ و الفتح﴾ والی پوری سورۃ میں اپنے وصال کی خبر منکشف ہو گئی تھی۔ اس کے بعد صفر ۱۱ھ (مطابق ۶۳۲ھ) کی دو راتیں باقی تھیں کہ آپ کے درد ہوا آپ اسی درد کی حالت میں ازواج مطہرات کے گھروں میں باری باری پھرتے رہے یہاں تک کہ میمونہؓ کے مکان میں ٹھہرے۔ کل ازواج مطہرات نے زمانہِ علالت حجرہ عائشہؓ میں گزارنے کی اجازت دی۔ آپ وہاں سے عائشہ صدیقہؓ

---

[1] کتب سیر و تواریخ میں لکھا ہے کہ آپ نے اس لڑائی میں چھوٹے بڑے سب صحابہؓ کو روانگی کا حکم دیا تھا۔ حضرت ابوبکر و عباس و عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنہم بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ اسامہؓ بن زید ہی کے ماتحت روانہ کئے گئے تھے لیکن علالت کی وجہ سے آپ نے بہ اجازت اسامہ علی و عباس رضی اللہ عنہما کو تیمارداری کی غرض سے اپنے پاس روک لیا۔ باقی اور جلیل القدر صحابہ حضرت اسامہؓ کے ہمراہ مدینہ سے روانہ ہوئے اسامہ مدینہ سے ایک کوس چل کر جوف میں مقیم ہوئے اور وہاں سے حضرت ابوبکر و عمر وغیرہ رضی اللہ عنہما حضرت اسامہ سے اجازت لے کر آنحضرت ﷺ کو دیکھنے آتے تھے اور واپس چلے جاتے تھے اس مقام سے اسامہ کوچ نہ کرنے پائے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کا وصال ہو گیا۔

کے مکان میں آ گئے' باہر نکل کر لوگوں کو سمجھایا بجھایا۔ شہداء احد پر نماز پڑھی اور ان کے لئے دعاءِ مغفرت کی۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا ''بے شک ایک بندہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں سے دنیا اور اس چیز کا جو اس کے پاس ہے (یعنی آخرت کا) اختیار دیا' پس بندہ نے اس کو اختیار کیا جو اس کے پاس ہے''۔ حضرت ابوبکرؓ اس جلسہ میں حاضر تھے وہ اس فقرہ کو سمجھ کر رو اٹھے اور عرض کیا ''یا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہم آپ کا اپنی جانوں اور بچوں سے فدیہ دیتے ہیں''۔ آپ نے فرمایا خاموش رہو''۔ اس کے بعد آپ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو جمع کیا۔ ان کے حق میں دعائے خیر فرماتے جاتے رہے اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

خطبۂ نبی صلی اللہ علیہ وسلم: اسی سلسلہ کلام میں آپ نے یہ بھی فرمایا:

((اوصیکم بتقوی اللّٰہ و اوصی اللّٰہ بکم و استخلفہ علیکم و اوعدکم الیہ انی لکم نذیر و بشیر الاتعلوا علی اللّٰہ فی بلادہ و عبادہ فانہ قال لی و لکم تلک الدار الاخرۃ نجعلھا للذین لا یریدون علوا فی الارض و لا فسادا و العاقبۃ للمتقین و قال الیس فی جھنم مثوی متکبرین))

''یعنی میں تمہیں تقویٰ کا حکم کرتا ہوں اور اللہ نے بھی تمہیں یہی حکم دیا ہے میں تم پر اللہ کو خلیفہ بناتا ہوں اور تمہیں اس کے سپرد کرتا ہوں' بلاشبہ میں تمہیں جہنم سے ڈرانے والا اور جنت کی بشارت دینے والا ہوں۔ اللہ کے شہروں میں اور اللہ کے بندوں پر برتری حاصل نہ کرو۔ کیونکہ اللہ نے مجھ سے اور تم سے فرمایا ہے کہ ہم نے آخرت کا گھر ان کے لئے بنایا ہے جو دنیا میں برتری اور فساد کا قصد نہیں کرتے اور حسن انجام پرہیز گاروں کے لئے ہے اور فرمایا کہ جہنم میں مغروروں کے سوا کسی کا ٹھکانہ نہیں''۔

اس کے بعد لوگوں نے غسل کی بابت دریافت کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا ''میرے انہیں کپڑوں میں کفنا دینا یا مصری کپڑا ہو یا حلہ یمانیہ ہو''۔ پھر نماز کے بارے میں پوچھا آپ نے فرمایا کہ ''مجھ کو میرے (تخت) پر میری قبر کے کنارے رکھ کر ایک ساعت کے لئے باہر چلے جانا تا کہ ملائکہ نماز پڑھ لیں۔ اس کے بعد گروہ کے گروہ نماز پڑھنا' پہلے میرے خاندان کے مرد نماز پڑھیں ان کے بعد ان کی عورتیں''۔ قبر میں اتارنے کی بابت فرمایا ''کہ میرے خاندان والے مجھے قبر میں رکھیں''۔

واقعۂ قرطاس: یہ کہہ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس[1] دوات اور کاغذ لاؤ۔ میں تم کو کچھ لکھ کر دوں تا کہ اس کے بعد گمراہ

---

[1] یہ قصہ بخاری و مسلم میں بروایت ابن عباسؓ مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات سے چار روز پہلے بروز جمعرات صحابہ رضی اللہ عنہم سے ارشاد فرمایا جس وقت کہ وہ حجرہ مبارک میں حاضر تھے تم لوگ میرے پاس دوات اور کاغذ و قلم لاؤ تا کہ میں تمہارے لئے لکھ دوں۔ جس سے تم لوگ میرے بعد گمراہ نہ ہو لوگوں نے دوات قلم کے لانے میں اور نہ لانے میں اختلاف کیا۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ ہمارے لئے قرآن مجید کافی ہے جو ہمارے پاس ہے اور بے شک اس وقت آپ کے درد زیادہ ہو رہا تھا۔ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے قول عمر کی تائید کی اور بعض نے کہا کہ قلم و دوات لانا چاہئے اسی اثناء میں کسی نے یہ بھی کہہ دیا کہ ان کو اختلاط کلام ہو گیا ہے۔ پھر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کلام کا اعادہ کرنا چاہا تو آپ نے فرمایا کہ میرے پاس سے چلے جاؤ۔ پیغمبروں کے پاس شور و شغب کا کام نہیں ہے۔ اس روایت سے مسلمانوں کے دو فرقوں میں ایک عظیم تفرقہ ڈال رکھا ہے ایک گروہ کہتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے بے جا کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلافت کی بابت ضرور کچھ لکھتے' مسلمانوں کے اختلاف کا کل بار حضرت عمرؓ کی گردن پر ہے۔ دوسرا فریق کہتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے بہت صحیح اور درست کیا' عام قاعدہ ہے کہ لوگ اپنے اعزاء و اقارب کو علالت کی حالت میں تکلیف نہیں دیا کرتے علاوہ اس کے حضرت عمرؓ نے یہی کہا کہ قرآن مجید ہمارے لئے کافی ہے اور یہ بہت درست ہے جو ضروری امور اور ارکان دین ہیں وہ سب قرآن مجید میں مذکورہ ہیں۔ ......

نہ ہو۔ لوگ اس سلسلے میں بحث و مباحثہ کرنے لگے۔ تھوڑی دیر کے بعد جب پھر اس کلام کا اعادہ کرانا چاہا تو آپ نے ارشاد فرمایا: ''کہ تم لوگ مجھے میری حالت پر چھوڑ دو میں جس حالت میں ہوں اس سے اچھا ہوں جس کی طرف تم مجھ کو بلاتے ہو''۔ پھر آپ نے تین امور کی وصیت کی۔ ایک یہ کہ مشرکین جزیرۂ عرب سے نکال دیئے جائیں، دوسرے یہ کہ وفود کو جائزہ دیا جائے جیسا کہ ان کو جائزہ دیا جاتا تھا اور تیسری پر آپ نے خود سکوت کیا یا یہ کہ راوی خود بھول گیا۔ پھر آپ نے انصار کے حق میں وصیت فرمائی کہ یہ لوگ میرے معاون و مددگار ہیں میں اپنی قوم سے بھاگ کر ان میں آ ملا یہیں تم لوگ اپنے کریم و محسن کے ساتھ نیک سلوک کرو اور ان کی غلطی سے درگزر کرو اے گروہ مہاجرین تم لوگ بڑھتے چلے گئے اور انصار نہیں بڑھے ہیں۔

حضرت ابوبکرؓ کا مرتبہ: آپ ﷺ نے مسجد کی طرف کے جتنے دروازے تھے سب کے بند کرنے کا حکم دے دیا اور حضرت ابوبکرؓ کے دروازہ پر ارشاد فرمایا کہ ''میں کسی کو ابوبکرؓ سے اپنی صحبت میں افضل نہیں جانتا اور اگر میں کسی کو اپنا خلیل بناتا تو ابوبکرؓ کو اپنا خلیل بناتا''۔

حضرت ابوبکرؓ کو امامت کا حکم: اس کے بعد پھر درد کی شدت میں اس قدر زیادتی ہوئی کہ آپ ﷺ غافل ہو گئے۔ امہات المومنین اور فاطمہؓ و عباسؓ و علیؓ سب کے سب آپ ﷺ کے گرد آ کر جمع ہو گئے اس عرصہ میں نماز کا وقت آ گیا درد میں کسی قدر کمی معلوم ہوئی۔ غفلت باقی رہی لیکن ضعف کی وجہ سے اٹھ نہ سکتے تھے۔ لیکن آپ نے حاضرین سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا کہ ابوبکرؓ سے نماز پڑھوانے کے لئے کہو۔ ام المومنین حضرت عائشہؓ نے عرض کیا کہ وہ (ابوبکرؓ) ایک ضعیف و رقیق القلب ضعیف الصورت آدمی ہیں۔ آپ کی جگہ پر کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھا سکیں گے۔ حضرت عمرؓ کو اس امر پر مامور فرمایئے آپ نے اس سے انکار کر کے حضرت ابوبکرؓ کو امامت پر مامور فرمایا۔

رسول اکرم ﷺ کا آخری خطبہ: ابوبکرؓ نماز پڑھا رہے تھے کہ آنحضرت ﷺ درد کے خفیف ہو جانے سے باہر تشریف لائے۔ حضرت ابوبکرؓ نے پیچھے ہٹنے کا قصد کیا۔ آپ ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ کا مونڈھا پکڑ کر دبا دیا اور ان کو جگہ سے ہٹنے نہ دیا اور خود ان کے پہلو میں بیٹھ کر نماز پڑھنے لگے۔ یہاں تک کہ حضرت ابوبکرؓ نے نماز تمام کی اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے آپ کی علالت کی حالت میں تیرہ نمازیں پڑھائیں، حالت نزع میں آپ ﷺ کے پاس ایک پیالہ پانی کا بھرا ہوا رکھا تھا۔ بار بار آپ ﷺ دستِ مبارک اس سے تر فرما کر چہرہ انور پر پھیرتے اور فرماتے ((اللھم اعنی علی سکرات الموت)) یعنی ''اے خدا میری مدد کر سکراتِ موت پر''۔ پس جب پیر یعنی وفات کا دن آیا تو صبح کی نماز کے وقت آپ ﷺ سر مبارک پر پٹی باندھے ہوئے باہر تشریف لائے اس وقت حضرت ابوبکرؓ نماز پڑھا رہے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے اس مرتبہ بھی نماز سے پیچھے ہٹنے کا قصد کیا لیکن آپ نے ان کو پھر اپنے ہاتھ سے لوٹا دیا اور دائیں طرف بیٹھ کر نماز ادا کی اس کے بعد لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا (ایھا الناس معرت النار و قبلت الفتن کقطع اللیل المظلم و انی اللہ ما

جیسا کہ اس واقعہ سے تین مہینہ پیشتر آیہ ﴿الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا﴾ سے ظاہر ہوتا ہے کہ بلاشبہ اس سلسلے میں عمرؓ پر کوئی الزام لگانا اپنے مبلغ علم و استعداد کو ظاہر کرنا ہے۔ عجیب بات ہے کہ قرآن مجید میں غیبت کی برائی ہو چھوٹے بڑے قصہ مذکور ہوں اور مذکور نہ ہوتا خلافت کا بیان جو نمازِ ایمان ہے۔

تمسکون علیٰ بشئی انی لم احل الا ما احل القران و لم احرم الا ما حرم القران)) یعنی ''لوگو! آگ بھڑک اٹھی اور اندھیری رات کے ٹکڑے کی طرح فتنہ آ گیا خبردار دین کے خلاف کوئی بات پیدا نہ کرنا۔ میں نے وہی چیز حلال حرام کی ہے جو قرآن میں ہے''۔ جب آپ ﷺ نے اپنا سلسلہ کلام ختم کیا۔ تو حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ ''ہم دیکھتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اللہ کی عنایت سے نہایت خوشی سے صبح کی جیسا کہ ہم چاہتے تھے''۔

وفات ۱۱ھ: ابوبکرؓ یہ کہہ کر اپنے اہل کے پاس سخ چلے گئے اور آنحضرت ﷺ اپنے مکان پر تشریف لائے اور حضرت عائشہؓ کی گود میں سر رکھ کر لیٹ گئے۔ اس اثناء میں عبدالرحمٰن بن ابی بکر ایک تر مسواک ہاتھ میں لئے ہوئے حاضر خدمت ہوئے۔ آپ ﷺ نے اس کی طرف غور سے دیکھا۔ حضرت عائشہ صدیق رضی اللہ عنہا سمجھ گئیں کہ آپ مسواک چاہتے ہیں۔ پس جنابہ موصوفہ نے اپنے بھائی کے ہاتھ سے مسواک لے کر اپنے دانتوں سے خوب چبا کر چلا جب وہ نرم ہوگئی تو آنحضرت ﷺ کو دی آپ نے وہ مسواک لے کر کی۔ پھر اس کو چھوڑ کر اپنے سر مبارک کو عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے سینہ پر رکھ کر پاؤں پھیلا دیئے۔ رہ رہ کر آپ کا چہرہ متغیر ہوتا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ دوپہر کے قریب اس دار فانی سے آپ ﷺ نے انتقال فرمایا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ کا انتقال میرے سینہ و حلق کے درمیان میں ہوا ہے۔ پیر کے دن دوپہر کے وقت جب کہ گیارہ راتیں ربیع الاول کی گزر چکی تھیں اور اگلے دن منگل کو بعد دوپہر مدفون ہوئے۔

حضرت عمرؓ کی وارفتگی: آنحضرت ﷺ کا وصال ہوتے ہی صحابہ رضی اللہ عنہم میں ایک عظیم پریشانی پھیل گئی۔ جو شخص اس واقعہ کو سنتا تھا حیران و ششدر رہ جاتا تھا نہ تو ان کے ہوش و حواس باقی تھے جو اس وقت حجرہ شریفہ اور مسجد اقدس میں موجود تھے اور نہ وہ حیرت و پریشانی سے بری تھے جو یہ خبر سن کر جوق در جوق چلے آ رہے تھے۔ ابوبکرؓ اس وقت اپنے اہل کے پاس سخ گئے ہوئے تھے۔ حضرت عمرؓ بن الخطاب اور اکثر جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم موجود تھے' حضرت عمرؓ بن الخطاب اس حادثہ ناگہانی سے متحیر سے ہو گئے۔ کچھ ہوش و حواس نہ رہے تلوار کھینچ کر کھڑے ہو گئے اور بلند آواز سے کہنے لگے ((ان رجالا من المنافقین زعموا ان رسول اللہ ﷺ مات و انہ لم یمت و انہ ذھب الی ربہ کما ذھب موسی و لیرجعن فیقطعن ایدی رجال و ارجلھم)) ''کچھ منافقوں کا خیال ہے کہ اللہ کے رسول فوت ہو گئے حالانکہ آپ فوت نہیں ہوئے بلکہ موسیٰ کی طرح اپنے رب کے پاس تشریف لے گئے ہیں اور واپس آ کر ان لوگوں کے ہاتھ پاؤں کاٹیں گے''۔ عمرؓ جوش و غضب میں یہ کہے جا رہے تھے لیکن کسی کی مجال نہ تھی کہ کوئی شخص ان سے یہ کہتا تھا کہ تم تلوار نیام میں کر لو۔ آنحضرت ﷺ کا وصال ہو گیا۔

حضرت ابوبکر کا استقلال: اس عرصہ میں یہ واقعہ جاں گداز سن کر حضرت ابوبکرؓ آ پہنچے اور سیدھے حجرہ مبارک میں عائشہؓ کی گود سے سر مبارک لے کر بغور دیکھا۔ کہا میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں بے شک آپ نے موت کا ذائقہ چکھا جس کو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے لکھا تھا اور اب ہرگز اس کے بعد آپ کو موت نہ آئے گی۔ ﴿انا للہ و انا

الیہ راجعون﴾ کہتے ہوئے باہر آئے حضرت عمرؓ بن الخطاب لوگوں سے وہی باتیں کہہ رہے تھے کہ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا چپ رہو۔ حضرت عمرؓ نے کچھ بھی خیال نہ کیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے دوبارہ کہنا نامناسب سمجھ کر علیحدہ کھڑے ہو کر لوگوں سے مخاطب ہوئے جس قدر آدمی عمرؓ کے پاس جمع تھے وہ سب حضرت عمرؓ کو تنہا چھوڑ کر حضرت ابوبکرؓ کے پاس چلے آئے۔

حضرت ابوبکر کا خطبہ: اس وقت انہوں نے حمد وثنا کے بعد خطبہ پڑھا ((ایھا الناس من کان یعبد محمداً فان محمد قد مات و من کان یعبد اللّٰہ فان اللّٰہ حی لا یموت ثم تلاوما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افان مات اوقتل انقلبتم علیٰ اعقابکم و من ینقلب علیٰ عقبیہ فلن یغمر شیئاً و سیجزی اللّٰہ الشاکرین)) یعنی ''جو محمد ﷺ کا پجاری تھا' تو محمد ﷺ فوت ہو گئے اور جو اللہ کا پجاری تھا' تو اللہ زندہ ہے اور اسے کبھی فنا نہیں۔ پھر آپؓ نے یہ آیت پڑھی محمد ﷺ ایک رسول ﷺ ہی تو ہیں آپ سے پہلے بھی تو رسول گزر گئے پھر اگر آپ مر جائیں یا قتل کر دیے جائیں تو کیا تم ایڑیوں کے بل پیچھے ہٹ جاؤ گے اور جو اپنی ایڑیوں پر لوٹ جائے گا وہ اللہ کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکے گا اور اللہ شکرگزاروں کو جزا دینے والا ہے''۔

خطبہ ابوبکر کا اثر: حضرت ابوبکرؓ کی زبان سے ان آیات کا نکلنا تھا کہ دفعۃً لوگوں کے خیالات بدل گئے اور حیرت کا عالم ایسا دور ہو گیا کہ گویا اس سے پہلے وہ تھا ہی نہیں' اس فوری تغیر وتبدل سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ اس آیت کے نزول کا حال ہی نہیں جانتے تھے۔ عمرؓ کہتے ہیں کہ پہلے میں نے حضرت ابوبکرؓ کے کہنے پر مطلق خیال نہیں کیا۔ لیکن جس وقت انہوں نے یہ آیت پڑھی تو مجھے یہ معلوم ہوا کہ یہ آیت ابھی نازل ہوئی ہے' مارے خوف کے میرے پاؤں تھرا گئے اور اس قدر کانپے کہ میں زمین پر گر پڑا اور میں نے یہ سمجھ لیا کہ آپ کا وصال ہو گیا۔

سقیفہ بنی ساعدہ: یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ ایک شخص نے آ کر یہ خبر دی کہ انصار سقیفہ بنو ساعدہ میں جمع ہیں اور وہ سب سعدؓ بن عبادہ کی بیعت کیا چاہتے ہیں اور ان میں سے اکثر یہ بھی کہتے ہیں ((منا امیر و من قریش امیر)) یعنی ''ایک ہمارا امیر ہو اور ایک اہل قریش کا''۔ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ مع ایک گروہ مہاجرین صحابہ رضی اللہ عنہم کے اس شور وغل کی روک تھام کے لئے سقیفہ بنو ساعدہ کی طرف گئے اور حضرت علیؓ و عباسؓ اور ان کے دونوں لڑکے فضل و قثمؓ و اسامہؓ بن زید آنحضرت ﷺ کی تجہیز و تکفین پر متعین ہوئے۔

تجہیز و تکفین: علیؓ آپ ﷺ کی پشت مبارک کو ٹیک لگائے ہوئے غسل دے رہے تھے اور عباسؓ اور ان کے دونوں لڑکے کروٹ دلاتے جاتے اور اسامہؓ و شقرانؓ پانی ڈالتے تھے۔ ان لوگوں نے قبل غسل دینے کے اس امر میں اختلاف کیا تھا کہ آپ کو برہنہ کر کے نہلائیں یا کہ مع کپڑوں کے۔ ناگاہ مکان کے باہر سے یہ آواز آئی ''کپڑے نہ اتارے جائیں آپ کو مع کپڑوں کے نہلاؤ''۔ پس ان لوگوں نے ایسا ہی کیا' غسل دینے کے بعد تین کپڑوں میں کفنایا دو تو سفید تھے اور ایک بردیمانیہ تھی' پھر قبر کھودنے والوں کو بلایا۔ ایک ان میں سے لحد بناتا تھا اور دوسرے بغلی کھودتا تھا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کا اس میں بھی باہم

اختلاف ہوا کوئی کہتا تھا کہ لحد (صندوقی) قبر کھودی جائے اور کسی کی رائے بغلی قبر بنانے کی تھی۔ حضرت عباسؓ نے دو شخصوں کو ان دونوں آدمیوں کو بلانے کو بھیجا اور اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی کہ جو قبر اپنے نبی ﷺ کے لئے پسند کرتا ہو اس کو بھیج۔ پس وہی شخص پہلے آیا جو قبر صندوقی بناتا تھا یعنی ابوطلحہؓ زید بن سہیل یہی اہل مدینہ کی قبر کھودا کرتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے لئے صندوقی قبر بنائی۔ [1]

جب بروز منگل آپ کی تجہیز سے فراغت ہوئی اور آپ کو آپ کے مکان کے (تخت) پر رکھا۔ تو پھر صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ کے مقامِ دفن میں اختلاف کیا۔ بعض کہتے تھے کہ مسجد مبارک میں دفن کئے جائیں اور بعض کہتے تھے کہ اپنے ہی مکان میں۔ حضرت ابوبکرؓ صدیق نے کہا کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا ہے' آپ فرماتے ہیں کہ کسی نبی کی روح نہیں قبض کی گئی مگر وہ وہیں دفن کیا گیا جہاں پر اس کی روح قبض کی گئی ہے۔ لوگوں نے یہ سنتے ہی آپ کے فرش کو (جس پر آپ ﷺ کا انتقال ہوا تھا) اٹھا دیا اور اسی جگہ پر قبر کھود دی گئی۔ اس کے بعد گروہ کے گروہ پہلے مردوں نے' ان کے بعد عورتوں نے' ان کے بعد لڑکوں نے اور پھر غلاموں نے نماز پڑھنی شروع کر دی۔ کوئی کسی کی امامت نہ کرتا تھا۔ پھر آپ نصف شب بدھ کے دن دفن کئے گئے' حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ یہ واقعہ ربیع الاول کی بارہویں شب کا تھا۔ اس حساب سے ہجرت کے دس سال پورے ہو گئے تریسٹھ برس کی عمر میں آپ کا وصال ہوا لیکن بعض پینسٹھ' بعض ساٹھ بھی بتلاتے ہیں۔ واللہ اعلم [2]

اختلافی مسائل (مترجم): یہ واقعہ بھی اسلام کے ان واقعات میں سے ہے' جن سے اسلام میں عظیم تفرقے اور اختلاف رونما ہوئے۔ لیکن اگر دیدہ بصیرت سے تعمق وغور کی عینک لگا کر دیکھا جائے تو یہ اختلاف باقی رہ جاتا ہے اور نہ پھر کسی بحث و کلام کا موقع ملتا ہے۔ اکثر معتبر و مستند کتب تواریخ وسیر کے مقامات کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ چھبیس صفر بروز پیر آنحضرت ﷺ نے لوگوں سے رومیوں کے خلاف جہاد کی تحریک اور تیاری کا حکم دیا اور ۲۷ صفر بروز منگل کو اسامہؓ بن زید امیر لشکر مقرر کئے گئے۔ ۲۸ صفر بروز بدھ باوجود اپنی علالت کے خاص اپنے دستِ مبارک سے ایک نشان درست کر کے اسامہؓ کو دیا اور فرمایا ((غز بسم اللّٰه و فی سبیل اللّٰه و قاتل من کفر باللّٰه)) یعنی' جہاد کر اللہ کے نام پر اور اللہ کی راہ میں اور لڑ اس سے جو اللہ کے ساتھ کفر کرے''۔ اسامہؓ یہ نشان لئے ہوئے باہر آئے اور بریدہ بن الحصیب اسلمی کو دے کر لشکر اسلام کا ان کو علم بردار بنا کر مدینہ سے کوچ کیا۔ بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس جہاد میں شریک ہونے کا حکم دیا تھا۔ منجملہ ان کے حضرت علیؓ' عباسؓ' ابوبکرؓ' عمرؓ' عثمانؓ' سعد بن ابی وقاص' ابوعبیدہ بن الجراح' سعد بن زیدؓ' قتادہ بن النعمان اور سلمہ بن اسلم (رضی اللہ عنہم) شامل تھے۔ لیکن روانگی کے وقت چونکہ آپ ﷺ کی علالت شروع ہو چکی تھی۔ اس لئے

---

[1] علماء سیر و تواریخ نے لکھا ہے کہ پہلے قبر میں حضرت علیؓ اور فضل و قثم پسران عباس وشقران اترے تھے۔ اس کے بعد اوس بن خولی انصاریؓ نے حضرت علیؓ سے کہا خدا تم کو سمجھائے ہمارا بھی حصہ رسول اللہ ﷺ میں ہے حضرت علیؓ نے یہ سن کر اوس بن خولیؓ کو قبر میں اترنے کی اجازت دی بس یہی چار بزرگ تھے جنہوں نے آپ کو قبر میں اتارا۔

آپ ﷺ نے حضرت اسامہؓ کی اجازت سے حضرت علیؓ و عباسؓ کو روک لیا۔ بقیہ جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم حضرت اسامہؓ کے ساتھ مدینہ سے نکل کر جرف میں خیمہ زن ہوئے۔ اس مقام سے کوچ کی نوبت نہ آئی تھی کہ آخر روز بدھ' جمعرات کی درمیانی شب کے اول وقت سے آپ کی علالت زیادہ ہوگئی جس سے ایک تہلکہ عظیم پیدا ہوگیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی دن عشاء کے وقت سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بلا کر نماز پڑھانے پر متعین فرما دیا۔ اس وجہ سے حضرت اسامہؓ نے بھی جرف سے آگے بڑھنے کی جرأت نہ کی اور جو صحابہ رضی اللہ عنہم ان کے ہمراہ تھے۔ وہ ان سے اجازت لے کر آنحضرت ﷺ کے دیکھنے کے لئے آتے رہے' یہاں تک کہ پیر کا دن آ گیا۔ اس دن گزشتہ دنوں کی بہ نسبت مرض کی شدت میں کمی رہی۔ بلکہ بعضوں کو خیال ہوا کہ آپ اچھے ہو گئے۔ اسامہؓ بن زید یہ سن کر بقصدِ کوچ سوار ہو رہے تھے۔ کہ ام ایمنؓ مادر اسامہؓ نے کہلا بھیجا کہ آنحضرت ﷺ حالتِ نزع میں ہیں' اسامہؓ اور کل صحابہ رضی اللہ عنہم اس خبر قیامت کے اثر کے سنتے ہی افتاں وخیزاں جرف سے مدینہ آ گئے۔ بریدہؓ نے نشان لا کر حجرہ کے دروازہ پر کھڑا کر دیا۔

وفاتِ نبوی ﷺ پر صحابہؓ کی وارفتگی: جب دوپہر کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوگیا۔ تو اور زیادہ شور وغل برپا ہوگیا کسی کے ہوش وحواس بجا نہ رہے۔ ایک تہلکہ عظیم برپا ہوگیا۔ حضرت عمرؓ یہ کہہ رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کا وصال نہیں ہوا' حضرت عثمانؓ ایک سکتہ کے عالم میں پشت بدیوار بیٹھے ہوئے تھے نہ کسی سے بولتے تھے نہ کسی کی بات کا جواب دیتے تھے۔ حضرت علیؓ روتے روتے بے ہوش گئے۔ حضرت عباسؓ ادھر ادھر حیران پھر رہے تھے۔ حضرت عائشہؓ سر مبارک اپنے سینہ میں لئے ہوئے بیٹھیں تھیں۔ اس اثناء میں حضرت ابوبکرؓ کو خبر ہوئی اور وہ آ گئے۔ انہوں نے پہلے حضرت عائشہؓ کے سینہ پر سے سر مبارک اٹھا کر روشنی کی طرف دیکھا۔ پیشانی پر بوسہ دے کر کہا ''اچھے زندہ رہے' اچھے مرے'' کہہ کر لٹا کر باہر آئے۔ حضرت عمرؓ برہنہ شمشیر لئے ہوئے بار بار ((ما مات رسول اللہ علی وسلیہ وسلم)) کہہ رہے تھے لوگوں کا ایک ہجوم لگا ہوا تھا۔

حضرت ابوبکرؓ کا غیر معمولی تدبر وفراست: ایسے نازک وقت میں حضرت ابوبکر کا ہی کام تھا کہ انہوں نے نہایت استقلال ودانائی سے حضرت عمرؓ کے جوش اور لوگوں کے شور وغل کو رفع کیا۔ یہ وہ وقت تھا کہ معمولی سی تحریک بڑے سے بڑے فتنہ کا دروازہ کھول سکتی تھی۔ جو پھر تا قیامت نہ بند ہوتا اور نہ کوئی اسلام کا نام جانتا۔ اس شور کے کم ہوتے ہی سقیفہ میں ایک دوسرا ہنگامہ شروع ہوگیا جو اس سے زیادہ خوفناک تھا جس میں انصار ومہاجرین ایک دوسرے سے گتھا چاہتے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے اس موقع پر پھر نہایت سنجیدگی وعقل سے کام لیا اور درحقیقت یہ انہیں کا کام تھا کہ انہوں نے فوراً آنحضرت ﷺ کی وصیت کے مطابق تجہیز وتکفین پر بنو ہاشم کو متعین کیا اور خود حضرت عمرؓ اور جلیل القدر صحابہ کے ساتھ سقیفہ پہنچ کر فتنہ وفساد کے اس دروازے کو بند کر دیا' جس کے کھلنے کے بعد عرب سے دین اسلام کمسنی ہی میں جلا وطن ہو جاتا اور پھر اس کا نام لینے والا دنیا کے صفحہ پر نہ ملتا۔ الا ماشاء اللہ

تجہیز وتکفین کے متعلق غلط فہمی: حضرت ابوبکرؓ ان اہم امور سے جن کو دین کے ساتھ گہرا تعلق تھا۔ فراغت پا کر تجہیز و تکفین میں آ کر شریک ہوئے اور منگل کے دن دوپہر کے بعد دفن کیا۔ جیسا کہ معتبر کتب تواریخ وسیر میں بالفاظ ((دفن من الغد نصف النھار من یوم الثلثاء)) ''اور دفن کئے گئے اگلے دن دوپہر کے وقت بروز منگل'' مرقوم ہیں اور یہی زیادہ صحیح

روایت ہے بعض کہتے ہیں کہ آپ تین دن تک بے گور و کفن رہے۔ دفن نہیں کئے گئے اس طرح پر کہ آپ کا انتقال بروز پیر بوقتِ شب ہوا اور بدھ کی رات کو آدھی رات کے وقت دفن کئے گئے۔ میرے نزدیک اس روایت کی رو سے بھی تین دن نہیں ہوتے کیونکہ پیر کا دن گزر کر رات کے وقت انتقال ہوا جو کہ منگل کی رات تھی' پھر منگل کو دن کے وقت آپ دفن نہیں کئے گئے بلکہ رات کے وقت (جو کہ بدھ کی رات تھی) مدفون ہوئے۔ اس حساب سے تقریباً ایک دن اور رات کے بعد آپ دفن کئے گئے۔ لوگوں نے نافہمی سے ادھر منگل کی رات کے ساتھ دن کو بھی شمار کر لیا' جس دن درحقیقت آپ موجود تھے۔ لیکن علیل و حالتِ نزع میں تھے اور ادھر بدھ کی رات کے ساتھ بدھ کے دن کو بھی شامل کر لیا۔ جس کی رات ہی کو تجہیز و تکفین و تدفین سے فراغت ہو گئی تھی۔ منشاء اس غلطی کا شاید لیلۃ الاربعاء ہے' جس کے معنی بدھ کی رات کے ہیں۔ اہل عرب ہر رات کو اگلے دن میں شمار کرتے ہیں۔ مثلاً لیلۃ الاربعاء اس رات کو کہیں گے جس کے آگے بدھ کا دن آئے گا اور عجمی ہر رات کو موجودہ دن کا تابع جانتے ہیں مثلاً لیلۃ الاربعاء (بدھ کی رات) اس رات کو کہیں گے جو بدھ کے دن کے بعد آئے۔ جو عرب کے نزدیک درحقیقت لیلۃ الخمیس (جمعرات کی رات) ہے۔

قائم مقام کی ضرورت: بعضوں کا خیال ہے کہ بیعت ابوبکرؓ کے بعد تجہیز و تکفین کا کام شروع ہوا تھا۔ اگر یہ روایت بجائے خود صحیح مان لی جائے تو بھی رسماً یہ طریقہ نہایت درست معلوم ہوتا ہے۔ قاعدہ ہے کہ جب کسی جلیل القدر شخص کا انتقال ہو جاتا ہے۔ تو جب تک اس کا کوئی جانشین یا گھر کا پیشوا نہیں بن جاتا اس وقت تک کوئی کام نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس جلیل القدر شخص کے مرنے سے گھر یا خاندان یا ملک و حکومت و شہر بے سردار کے رہ جاتا ہے اور سب کے سب ایک مساوی درجہ میں ہو جاتے ہیں۔ نیز حیرت و سکتہ کی حالت ان پر طاری ہو جاتی ہے۔ لہٰذا دفن کفن سے پہلے ایک ذمہ دار قائم مقام کی ضرورت پوری کرنا مقتضائے فطرت ہے۔ پھر جیسے ہی کوئی شخص قائم مقام ہو گیا یا اس نے اس گھر یا خاندان یا ملک و حکومت یا شہر کا کام سنبھال لیا تو فوراً اس کے حکم سے کل کام ہونے لگیں گے۔

حضرت ابوبکرؓ کے راست اقدام: اگر حضرت ابوبکرؓ ایسے ہنگامہ میں جس وقت نہ کسی کے ہوش و حواس بجا نہ تھے۔ پیش پیش نہ ہو گئے ہوتے تو حضرت عمرؓ کو ان کے پرجوش کلام سے کون روکتا۔ حضرت عائشہؓ کے سینہ پر سے سر مبارک کون اٹھاتا' سقیفہ میں انصارؓ و مہاجرینؓ کے جھگڑے کو کون ختم کرتا' مرتدین کا کون قلع قمع کرتا۔ ان واقعات کے دیکھنے والے بخوبی سمجھ لیں گے کہ یہ امور اہم تھے جنہیں حضرت ابوبکرؓ نے بخیر و خوبی انجام دیا۔ علاوہ بریں آنحضرت ﷺ نے وصیت فرما دی تھی کہ مجھ کو میرے خاندان والے نہلائیں پھر کون سا موقع تھا کہ حضرت ابوبکرؓ وصیت کے خلاف غسل دینے میں مصروف ہو جاتے۔ جب کہ حضور ﷺ کے خاندان والے بموجب وصیت تجہیز و تکفین میں مصروف ہو گئے تھے۔ لہٰذا ایسے نازک وقت میں حضرت ابوبکرؓ صدیق کا حضور ﷺ کے دولت کدے پر صرف حاضری کی خاطر موجود رہنا مناسب تھا یا ان خطرناک ترین جھگڑوں کا رفع جو آنحضرت ﷺ کے وصال کی خبر پر رونما ہوئے تھے۔ جنہیں بے کم و کاست بلا رو رعایت نہایت صحیح و مستند کتابوں سے منتخب کر کے لکھ دیا گیا جس میں کسی کی طرف داری سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

حلیۂ مبارک: آنحضرت ﷺ نہ تو بہت طویل القامت تھے اور نہ بہت زیادہ پستہ قد۔ سر بڑا ابھری ہوئی داڑھی۔ دونوں بازو اور قد پر گوشت' سرخی مائل گندمی رنگ' گول بڑی بڑی سیاہ پر رونق آنکھیں' سر کے بال سیدھے' پیشانی چوڑی تھی۔ انسؓ کا بیان ہے کہ آپ کے بالوں پر پیری کے آثار نمایاں نہیں ہوئے تھے لیکن بعض کہتے ہیں کہ آپ کی ڈاڑھی میں سامنے

تقریباً بیس پچیس سفید بال تھے جن کو آپ نے کبھی کسی چیز سے نہیں رنگا۔ جابر بن سمرةؓ کہتے ہیں کہ آپ کے سر میں بھی چند سفید بال تھے جو تیل لگانے اور کنگھی کرنے سے چھپ جاتے تھے۔ سر کے بال کبھی کاندھوں تک اور کبھی کانوں تک بڑھے رہتے تھے۔ سر میں تیل بکثرت ڈالتے اور آنکھوں میں سرمہ لگاتے تھے' شجاع' خلیق' شیریں کلام' فصیح' خندہ رو' جمیع محاسن ظاہر و باطن سے مزین تھے تبسم کے سوا کبھی کھلکھلا کر آپ نہیں ہنسے۔

حضرت خدیجہؓ: ابن ہشام نے لکھا ہے کہ تیرہ عورتیں آپ کی زوجیت میں آئیں۔ جن میں سے انتقال کے وقت نو موجود تھیں' سب سے پہلے ام المؤمنین حضرت خدیجہ آپ کے عقد میں آئیں۔ یہ خویلد بن اسد کی لڑکی تھیں ان کی پہلی شادی عتیق بن عابد بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم سے ہوئی تھی۔ عتیق کے مرنے کے بعد ابو ہالہ بن زرارہ بن نباش بن عدی سے عقد ثانی ہوا۔ پھر جب ان کا بھی انتقال ہو گیا۔ تو اس کے بعد ان کا تیسرا عقد ان کے باپ خویلد یا بعض روایتوں کے بموجب ان کے بھائی عمرو بن خویلد نے آنحضرت ﷺ سے کر دیا۔ آنحضرت ﷺ نے بیس اونٹ مہر ادا کیا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے آپ کے چار لڑکے قاسم' طیب' طاہر اور عبداللہ پیدا ہوئے اور چار لڑکیاں زینب' رقیہ' ام کلثوم اور فاطمہ پیدا ہوئیں۔ ان اولاد ذکور کا عالم طفلی میں انتقال ہو گیا لیکن چاروں لڑکیاں جوان ہو کر بیاہی گئیں اور صاحب اولاد ہوئیں۔

حضرت عائشہؓ بنت حضرت ابوبکرؓ: حضرت خدیجہ کی حیات میں آپ نے دوسرا نکاح نہیں کیا۔ جب ان کا ہجرت سے تین برس پہلے انتقال ہو گیا۔ تب آپ نے سودہ بنت زمعہ یا عائشہ صدیقہؓ سے عقد کیا۔ عقد کے وقت حضرت عائشہ کی عمر سات برس کی تھی۔ مکہ میں آپ کے والد بزرگوار حضرت ابوبکرؓ نے آپ کے ساتھ عقد کیا اور مدینہ میں پہنچ کر جب کہ ان کا سن نو یا دس برس کا تھا۔ زفاف کیا اور جب اٹھارہ برس کی تھیں کہ آنحضرت ﷺ کا وصال ہو گیا۔ ان کا مہر چار سو درہم مقرر ہوا تھا جس کو آپ نے ادا کر دیا۔ ان کے سوا اور کوئی امہات المؤمنین میں سے باکرہ نہ تھیں انہوں نے ۵۸ھ میں وفات پائی۔ یہ آپ کی محبوب ترین ازواج میں سے ہیں۔

حضرت سودہؓ بنت زمعہ: سودہؓ بنت زمعہ بن قیس بن عبد شمس کی پہلی شادی سکران بن عمرو بن عبد شمس سے ہوئی تھی۔ جب یہ ہجرت کر کے حبشہ چلا گیا اور وہاں نصرانی ہو کر مر گیا تب ان کے باپ زمعہ نے چار سو درہم مہر پر ان کا عقد آنحضرت ﷺ سے کر دیا آپ نے مہر ادا کر دیا۔

حضرت حفصہؓ بنت حضرت عمرؓ حضرت ام سلمہؓ بنت ابی امیہ: پھر آپ نے حضرت حفصہؓ بنت حضرت عمرؓ الخطاب سے عقد کیا۔ یہ پہلے خنیس بن صدافہ کے عقد میں تھیں۔ جب ان کا انتقال ہو گیا تو آپ کے عقد میں آئیں۔ ان کا بھی مہر چار سو درہم تھا' جو ادا کر دیا۔ پھر ام سلمہؓ بنت ابی امیہ بن المغیرہ سے نکاح کیا۔ ان کا نام ہند تھا یہ آپ سے پہلے سلمہ بن ابی سلمہ بن عبد الاسد کے عقد میں تھیں۔ یہ بدری صحابی ہیں جنگ احد میں زخمی ہوئے اور اسی زخم میں ان کا انتقال ہوا۔

حضرت زینبؓ بنت خزیمہ: پھر حضرت زینبؓ بنت خزیمہ سے چار سو درہم مہر پر عقد کیا۔ اس سے پہلے وہ عبیدۃ بن الحرث بن المطلب بن عبد مناف کے اور عبیدۃ سے پیشتر مبہم بن عمرو بن الحرث کی زوجیت میں تھیں۔ یہ طبعاً رحیم اور غریب ترس زیادہ تھیں اسی وجہ سے ان کو ام المساکین بھی کہا کرتے ہیں۔

حضرت جویریہؓ بنت الحرث: پھر عام المریسیع میں جویریہؓ بنت ابی ضرار خزاعی (بنو المصطلق) سے عقد کیا۔ یہ بنو

المصطلق کے قیدیوں میں سے تھیں۔ تقسیم کے وقت ثابت بن قیس بن شماس کے حصہ میں آئیں۔ انہوں نے اپنے کو مکاتبہ ذاتی مال دے کر (آزادی حاصل کرنا) کرلیا تھا۔ آنحضرت ﷺ تشریف لائے اور یہ ارشاد کیا کہ کیا میں تجھ کو اس سے بہتر کوئی بات بتلاؤں۔ جویریہؓ نے عرض کیا کہ وہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا میں تمہاری واجب الادرقم ادا کئے دیتا ہوں۔ تم مجھ سے عقد کرلو' جویریہؓ نے اس کو منظور کرلیا آپ نے اسی وقت وہ رقم ادا کر کے ان کو اپنی زوجیت میں لے لیا۔ یہ پہلے سافع بن صفوان مصطلقی کے نکاح میں تھیں۔

حضرت امّ حبیبہؓ بنت ابی سفیان: پھر ام حبیبہؓ بنت ابی سفیان بن حرث سے عقد کیا۔ ان کا نام رابلہ تھا ان کا عقد خالد بن سعید بن العاصی نے کیا۔ جس زمانہ میں یہ دونوں حبشہ تھے نجاشی نے آپ کی طرف سے ان کا مہر چار سو دینار ادا کیا۔ یہ پہلے عبداللہ بن جحش اسدی کی زوجیت میں تھیں ان کا انتقال زمانہ خلافت معاویہ میں ہوا۔

حضرت زینبؓ بنت جحشؓ: پھر زینب بنت جحش آپ کی زوجیت میں داخل ہوئیں۔ پہلے یہ زید بن حارثؓ آپ کے آزاد کردہ غلام کے عقد میں تھیں۔ ان کا مہر بھی آپ نے چار سو درہم ادا فرمایا۔ انہیں کے قصہ میں ﴿فلما قضی زید منها وطراً زوجنا کها﴾ نازل ہوئی ہے ان کا انتقال زمانہ خلافت حضرت عمرؓ بن الخطاب میں ہوا۔

حضرت صفیہ بنت حی ابن اخطب: پھر ام خیبر میں صفیہ بنت حی ابن اخطب سے نکاح کیا۔ یہ پہلے سلام بن مشکم کی زوجہ تھیں۔ پھر کنانہ بن الربیع ان کے شوہر ہوئے۔ جنگ خیبر میں یہ گرفتار ہو کر آئی تھیں۔ آپ ﷺ نے اپنے لئے ان کو منتخب فرمایا اور بعد نکاح ولیمہ کیا جس میں گوشت وغیرہ نہ تھا۔

حضرت میمونہؓ بنت الحرث: پھر میمونہ بنت الحرث سے نکاح کیا حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب نے آپ کی طرف سے ان کا چار سو درہم مہر ادا کیا۔ یہ اس سے پہلے ابی رہم بن عبدالعزیٰ بن ابی قیس کی زوجہ تھیں۔ یہ حضرت عباسؓ وخالدؓ بن ولید کی خالہ تھیں۔

حضرت اسماءؓ بنت نعمان اور حضرت عمرةؓ بنت یزید کلابیہ: پس یہ گیارہ امہات المؤمنین ہیں۔ جن سے آپ نے مقارنت (تعلق یا قربت) کی۔ ان میں سے دو آپ ﷺ کی حیات طیبہ میں انتقال فرما گئیں (یعنی خدیجہؓ وزینبؓ بنت خزیمہ) ۔ باقی نو امہات المؤمنین کو چھوڑ کر آپ ﷺ نے انتقال فرمایا دو بیویاں ایسی تھیں جن سے نوبت مقارنت نہیں آئی۔ ایک سلمٰہ بنت نعمان کندیہ ان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کیا۔ لیکن سفید داغ ہونے کی وجہ سے آپ نے ان کو ان کے خاندان کی طرف لوٹا دیا۔ دوسری عمرة بنت یزید بن کلابیہ ان کو تھوڑا زمانہ ہوا تھا کہ یہ مسلمان ہوئیں تھیں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لے گئے تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے طلاق کی خواہش ظاہر کی آپ ﷺ نے ان کو ان کے خاندان کی طرف لوٹا دیا۔

ان امہات المؤمنین میں سے چھ خدیجہؓ بنت خویلد بن اسد عائشہؓ بنت ابی بکرؓ بن ابی قحافہ وحفصہؓ بنت عمر بن الخطاب بن نفیل وام حبیبہؓ بنت ابی سفیان بن حرث وام سلمہؓ بنت ابی امیہ بن المغیرہ' سودہؓ بنت زمعہ بن قیس بن عبد شمس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر بن لوئی قرشیات اور باقی عربیات سوائے صفیہؓ بنت حی ابن اخطب کے تھیں۔ واللہ اعلم

موالی: آنحضرت ﷺ کے موالی (آزاد غلام) بھی تھے منجملہ ان کے زید بن حارثؓ اور ان کے لڑکے اسامہ بن

زیدؓ اور ثوبان (ان کی کنیت ابوعبداللہ تھی) سرات کے رہنے والے تھے۔ آپ ﷺ کے انتقال کے بعد یہ حمص چلے گئے اور وہیں ۷۵ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ شقران (یہ حبشہ کے رہنے والے تھے نام ان کا صالح تھا) ابورافع ابراہیم (یہ عباس ابن عبدالمطلب کے مملوک تھے۔ انہوں نے ان کو آنحضرت ﷺ کو ہبہ کر دیا اور آپ نے آزاد کیا) اور سلمان فارسی (ان کی کنیت ابوعبداللہ تھی یہ اصفہان کے رہنے والے تھے۔ بنوکلب میں سے ایک شخص ان کو کسی لڑائی سے گرفتار کر لایا اور ایک یہودی کے ہاتھ میں وادی ام القریٰ میں فروخت کر ڈالا۔ یہودی مالک نے ان کو مکاتیب (وہ غلام جو مالک کی اجازت سے اپنی قیمت آپ محنت مزدوری کر کے مالک کو ادا کر کے آزاد ہو جائے) بنایا۔ آنحضرت ﷺ نے ان کی مدد کی تا آنکہ آزاد ہو گئے) سفینہ (یہ ام سلمہؓ کے غلام تھے ان کو جنابہ موصوفہ نے اس شرط سے آزاد کیا تھا کہ ہمیشہ آنحضرت ﷺ کی خدمت کیا کریں) اور ابوکبشہ سلیم (ان کو آنحضرت ﷺ نے خرید فرما کر آزاد کر دیا تھا۔ یہ کل لڑائیوں میں شریک ہوئے اور ۱۳ھ یوم خلافت حضرت عمر ابن الخطاب میں ان کا انتقال ہوا) اور رویفع ابومہینہ (یہ بھی آپ کے زرخرید اور آزاد کئے ہوئے تھے) اور رباح دسود اور فضالہ اور مدعم (یہ وادی القریٰ میں شہید ہوئے تھے) اور ابوضمیرہ اور یسار رضی اللہ عنہم تھے۔

کاتبین: علماءِ سیر و تواریخ نے لکھا ہے کہ حضرت عثمانؓ ابن عفان و حضرت علیؓ ابن ابی طالب گاہے گاہے آنحضرت ﷺ کے لکھنے والوں میں سے تھے۔ ان کے علاوہ خالدؓ بن سعید و ابان بن سعید و علاء بن الحضرمی بھی لکھا کرتے تھے۔ اول جس کو آپ ﷺ کا شرف حاصل ہوا وہ ابی بن کعب ہیں انہیں کاتبین میں زید بن ثابتؓ، معاویہ بن ابوسفیان اور حنظلہ اسید شمار کئے جاتے ہیں کسی زمانہ میں عبداللہ بن سعد بن ابی سرح بھی لکھا کرتے تھے لیکن کچھ دن بعد مرتد ہو گئے پھر یوم فتح مکہ، اسلام کی طرف رجوع کیا۔

سقیفہ بن ساعدہ کا واقعہ: آنحضرت ﷺ کے انتقال سے آپ کے جانثار صحابہ رضی اللہ عنہم پر جو کیفیت طاری ہوئی وہ قدرتی تھی اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ بعضوں کو یہ خیال پیدا ہو گیا کہ آپ ﷺ کا انتقال ہی نہیں ہوا ان کا یہ کہنا فرطِ محبت کے سبب سے تھا نہ کہ نافہمی سے۔ اسی اثناء میں انصار، سقیفہ بنی ساعدہ میں سعد بن عبادہؓ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لئے جمع ہو گئے۔ ان کا دعویٰ تھا کہ "رسول اللہ ﷺ کے بعد استحقاق خلافت انصارؓ کو حاصل ہے۔ کیونکہ انہوں نے دین کی مدد کی۔ رسول اللہ ﷺ کو اپنے یہاں ٹھہرایا ان کے ساتھ ہو کر اعداءِ دین سے لڑے" لیکن وہ مہاجرین جو سقیفہ بنی ساعدہ اسی وقت پہنچ گئے تھے انہوں نے اس کی مخالفت کی۔ چنانچہ فریقین میں بحث و تکرار ہونے لگی۔ رفتہ رفتہ اس امر کی اطلاع حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کو ہوئی۔ یہ دونوں بزرگ مع ابوعبیدہ بن الجراحؓ سقیفہ روانہ ہوئے۔ اثناءِ راہ حضرت عاصم بن عدیؓ و حضرت عویم بن ساعدہؓ سے ملاقات ہوگئی، عاصم و عویمؓ نے ان کو روکنے کا قصد کیا۔ لیکن وہ لوگ ان کے روکنے سے نہ رکے۔ جس قدر جلد ممکن ہو سکا، سقیفہ میں جہاں پر انصار جمع تھے جا پہنچے اور باہم مباحثہ ہونے لگا۔

مسئلہ خلافت پر بحث و تمحیص: ابوبکرؓ: ہم لوگ سابقین اولین میں ہیں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مکہ میں رہے کفار کے ہاتھوں سے ایذائیں اٹھائیں۔ پھر انہیں کے ہمراہ ہجرت کی۔ تم لوگ اس بارے میں ہم لوگوں سے بحث نہ کرو۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ تم کو حق ونصرت نیز سابق الاسلام ہونے کا شرف حاصل ہے۔ بایں لحاظ ہم لوگ امراء ہیں اور تم وزراء ہو۔

حباب بن المنذر بن الجموع: مناسب یہ ہے کہ ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک تم میں سے یہ کہہ کر انصار کی طرف مخاطب ہو کر کہا'' اے گروہ انصارؓ اگر مہاجرینؓ اس سے انکار کریں تو ان کو تم اپنی تلواروں سے اپنے شہر سے نکل باہر کرو' دین کی اشاعت ہمارے ذریعہ سے ہوئی ہے' ہم لوگ خلافت رسول اللہ ﷺ کے مستحق ہیں۔ لیکن بخیال رفع نزاع ہم کہتے ہیں کہ ان میں سے ایک امیر ہو اور ایک ہم میں سے۔

عمر بن الخطاب: تم کو خوب یاد ہو گا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم کو تمہارے ساتھ حسن سلوک کی وصیت کی ہے اور اگر تم کو استحقاق امارت ہوتا تو آنحضرت ﷺ تم کو وصیت کرتے۔

عمرؓ بن الخطاب اس قدر کہنے پائے تھے کہ حبابؓ بن المنذر اٹھ کر بحث کرنے لگے اور دونوں آدمیوں میں زور زور سے باتیں ہونے لگیں۔ حضرت عبیدہ ان دونوں بزرگوں کو روک رہے تھے اور یہ کہتے جاتے تھے اے گروہ انصارؓ اللہ سے ڈرو تم لوگ وہ ہو جنہوں نے سب سے پہلے آنحضرت ﷺ کی مدد کی۔ پس اب تم سب سے پہلے ان لوگوں میں سے نہ ہو۔ جنہوں نے اپنے طبائع کو متبدل و متغیر کر دیا ہو۔

بشیرؓ: بن سعد بن النعمان بن کعب بن الخزرج نے شدہ رسول اللہ ﷺ قبیلہ قریش سے تھے اور ان کی قوم امارت وخلافت کی زیادہ مستحق ہے اور ہم لوگ اگرچہ انصارؓ دین اور سابق الاسلام ہیں۔ لیکن اس اسلام سے ہمارا مقصود اللہ تعالیٰ کا راضی رکھنا تھا اور اس کی اطاعت مدنظر تھی۔ اس کا معاوضہ ہم دنیا میں نہیں چاہتے اور نہ اس بابت ہم مہاجرین سے جھگڑا کرنا چاہتے ہیں۔

حبابؓ بن المنذر: اے بشیر تو نے واللہ بڑی بزدلی ظاہر کی تو نے' سارا کارخانہ ہی درہم برہم کر دیا۔

بشیرؓ: نہیں' نہیں میں نے بزدلی سے اپنا خیال ظاہر نہیں کیا۔ بلکہ مجھے یہ بات ناگوار معلوم ہوئی کہ میں امارت وخلافت کے لئے ایسی قوم سے نزاع کروں جو اس کی مستحق ہے کیا تو نے نہیں سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ((الایمة من قریش)) ''کل امام قریش سے ہوں گے''۔

اس کلام کے تمام ہوتے ہی دو چار انصارؓ و مہاجرینؓ نے اس حدیث کی تصدیق کر دی' جس سے حبابؓ بن المنذر کا خیال بدل گیا اور دفعتہً وہ شور وغل جو اس مجمع میں امارت کے سلسلے میں برپا تھا۔ بالکلیہ رفع ہو گیا سب کے سب ایک خاموشی کی حالت میں ہو گئے۔ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ و ابوعبیدہ کی طرف بیعت کا اشارہ کیا۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ میں ہرگز بیعت نہ لوں گا جب تک ابوبکرؓ موجود ہیں۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے اس رائے سے اتفاق کیا۔

بیعتِ خلافت: تب بشیرؓ بن سعد نے اٹھ کر سب سے پہلے حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ پھر حضرت عمرؓ و ابوعبیدہؓ نے پھر اوس نے' کیونکہ یہ خزرج کی امارت سے کبیدہ خاطر تھے۔ انہیں لوگوں میں اسیدؓ بن حضیر بھی تھے۔ ان کے بعد بیعت

کرنے والے چاروں طرف سے حضرت ابوبکرؓ کی بیعت پر امنڈے چلے آتے تھے۔ دیکھتے ہی دیکھتے ایسی کثرت ہوگئی کہ تل رکھنے کی جگہ نہ ملتی تھی۔ سعد بن عبادہؓ ایک گوشہ میں بیٹھے ہوئے تھے کسی نے ان کے ہمراہیوں میں سے کہا دیکھو کہیں سعد اس کشمکش میں دب کر نہ مر جائے۔ حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ اس کو اللہ تعالیٰ ہی نے مارا ہے۔ سعدؓ یہ سن کر اٹھ کر ان سے دست بگریباں ہوگئے۔ عمرؓ کو بھی غصہ آ گیا لیکن حضرت ابوبکرؓ کے روکنے سے رک گئے۔ جب سب لوگ بیعت کر چکے تو سعدؓ سے بیعت کرنے کے لئے کہا گیا سعدؓ نے بیعت سے انکار کیا۔ حضرت بشیر نے کہا یہ تن تنہا آدمی ہیں' ان سے درگزر کرو' ان کو ان کی حالت پر رہنے دو۔ پس حضرت سعدؓ بن عبادہ اس واقعہ کے بعد نہ تو ان کے ساتھ نماز میں شریک ہوتے تھے اور نہ ان سے ملتے تھے۔ یہاں تک کہ حضرت ابوبکرؓ کا انتقال ہوگیا۔ علامہ طبری نے لکھا ہے کہ حضرت سعدؓ نے بھی تھوڑی دیر کے بعد اسی دن حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی اور بعضوں نے کہا ہے کہ اس واقعہ کے بعد حضرت سعدؓ بن عبادہ شام کی طرف چلے گئے اور وہیں مقیم رہے یہاں تک کہ انتقال ہوگیا مشہور ہے کہ ان کو جن نے مارا ہے اس روایت کی تائید میں یہ بیتیں پڑھی جاتی ہیں۔

نحن قتلنا سید الخزرج سعد بن عبادہ

فرمیناہ بسہمین فلم نخط فوادہ

''یعنی ہم نے سعد بن عبادہؓ سردار خزرج کو قتل کر دیا۔ ہم نے ان کے دو تیر مارے اور ان کے دل سے خطا نہیں کی''۔

حضرت علیؓ اور حضرت ابوسفیانؓ: یہ بیعت باجماع انصار ومہاجرین (رضی اللہ عنہم) ہوئی۔ اگرچہ ابتداً انصارؓ میں سے سعد بن عبادہؓ اور مہاجرین میں سے حضرت علیؓ و بنو ہاشم و زبیرؓ و طلحہؓ بیعت سے پیچھے رہے۔ لیکن واقعات و حالات قبل و بعد بیعت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان بزرگوں کا ابتداً بیعت سے تخلف (پیچھے رہنا) کرنا تقاضائے بشریت سے تھا نہ کہ کسی اور خیال و وجہ سے۔ جیسا کہ اس روایت سے ثابت ہوتا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کے بعد ایک روز حضرت ابوسفیانؓ مدینہ میں حضرت علیؓ کے پاس یہ کہتے ہوئے آئے کہ ''مدینہ میں میں ایک عجیب شورش دیکھتا ہوں' جس کو سوائے کشت وخون کے اور کوئی چیز نہیں فرو کر سکتی اے آلِ عبد مناف ابوبکرؓ تمہارے ہوتے ہوئے سرداری کا کیسے مستحق ہوسکتا ہے' کہاں ہیں وہ دونوں ضعیف و ذلیل۔ حضرت علیؓ و عباسؓ' یہ عجیب بات ہے کہ حکومت وسلطنت قریش کے نہایت چھوٹے اور حقیر قبیلہ میں چلی جائے'' یہ کہہ کر علیؓ سے مخاطب ہو کر کہا (ابسط یدک ابایعک فواللّٰہ لئن شئت لا ملانھا علیہ خیلا و رجلا) ''ہاتھ بڑھاؤ میں تمہارے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں۔ بخدا اگر تم کہو میں ابوبکرؓ پر یہ میدان تنگ کر دوں اور پلک جھپکنے میں اسے سواروں اور پیادوں سے بھر دوں''۔ علیؓ نے یہ سن کر اس کا جواب نہایت سختی سے دیا اور کہا واللہ تمہاری اس بات میں سوائے فتنہ وفساد کے اور کوئی بات نہیں ہوسکتی۔ بخدا تم نے اسلام میں آتشِ فتنہ روشن کرنے کی کوشش کی ہے۔ جاؤ مجھے تمہاری نصیحت کی ضرورت نہیں۔

حضرت علیؓ کی بیعت: ابوسفیان اس جواب سے اپنے کہے پر پشیمان ہو کر اٹھ گئے اور حضرت علیؓ سیدھے حضرت ابوبکرؓ کے پاس گئے۔ اتفاق سے اس وقت حضرت ابوبکرؓ کے پاس حضرت عمرؓ بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت علیؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا: ''کہ میں آپ سے کچھ گفتگو کرنے آیا ہوں اور تخلیہ چاہتا ہوں''۔ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ کو ہٹا دیا۔ تب حضرت علیؓ نے فرمایا: ''آپ نے سقیفہ میں میری عدم موجودگی میں بیعت کیوں لی؟ آپ نے مجھ سے مشورہ تک نہ لیا۔ آپ مجھ کو بلوا لیتے''۔ حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا: ''کہ میں سقیفہ میں بیعت لینے کی غرض سے نہیں گیا تھا' بلکہ انصار و مہاجرین کا نزاع رفع کرنے گیا تھا۔ انصارؓ کہتے تھے کہ ہم میں سے امیر ہو اور مہاجرین کہتے تھے کہ ہم میں سے ہو' دونوں اس بات پر لڑنے پر تیار ہو رہے تھے میں نے خود اپنی بیعت کی درخواست نہیں کی بلکہ حاضرین نے بالاتفاق خود میرے ہاتھ پر بیعت کی باقی رہا یہ امر کہ میں نے تم کو بلوایا نہیں اور میں نے مشورہ نہیں لیا۔ اس کا انصاف تم خود کر سکتے ہوں کہ تم جب تجہیز و تکفین میں مصروف تھے تو میں تم کو کیسے محض اس کام کے لئے وہاں سے بلواتا اور اس سلسلے میں مشورہ کرتا۔ اگر میں ان لوگوں کے کہنے سے بیعت نہ لیتا تو بہت جلد اس قدر فتنہ و فساد برپا ہو جاتا کہ جس کا فرو کرنا امکان سے باہر تھا''۔ حضرت علیؓ یہ جواب سن کر تھوڑی دیر تک کچھ سوچتے رہے۔ اس کے بعد ہاتھ بڑھا کر حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ علامہ طبری نے لکھا ہے: آنحضرت ﷺ کے انتقال کے چالیس روز بعد حضرت علیؓ نے حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی یہی صحیح ہے۔

خطبہ خلافت: حضرت ابوبکرؓ بیعت سقیفہ کے دوسرے دن منبر میں آئے اور ممبر پر بیٹھ کر لوگوں سے بیعت عامہ لی۔ اس کے بعد کھڑے ہو کر حمد و نعت کے بعد حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا:

((ایھا الناس قد ولیت علیکم وسلت بخیر کم فان احسنت فاعینونی و ان اسات فقومونی الصدق امانۃ و الکذب خیانۃ و الضعیف فیکم قوی عندی حتی اخذلہ حقہ و القویٰ ضعیف عندی حتی اخذ منہ الحق ان شاء اللّٰہ تعالیٰ۔ لا یدع منکم الجھاد فانہ لا یدعہ قوم لا اضربھم اللّٰہ بالذل اطیعونی ما اطعت اللّٰہ ورسولہ فاذا عصیت اللّٰہ و رسولہ فلا طاعۃ لی علیکم قوموا الی صلوٰتکم رحمکم اللّٰہ))

''یعنی لوگو! میں تمہارا حاکم بنا دیا گیا ہوں حالانکہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں۔ اگر میں ٹھیک رہوں تو میری مدد کرو اور اگر بُری راہ اختیار کر لوں تو مجھے سیدھا کر دو۔ سچ امانت ہے اور جھوٹ خیانت ہے اور تم میں جو کمزور ہے' وہ میرے نزدیک قوی ہے۔ جب تک میں اس کا حق اسے نہ دلوا دوں اور قوی میرے نزدیک کمزور ہے جب تک میں اس سے حق واپس نہ لے لوں کوئی شخص جہاد ترک نہ کرے کیونکہ اللہ جہاد چھوڑنے والوں پر ذلت ڈال دیتا ہے۔ تم میری اطاعت کرو جب تک میں اللہ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کرتا رہوں اور جب نافرمانی کرنے لگوں تو میری اطاعت نہ کرو۔ اچھا اب نماز کے لئے کھڑے ہو جاؤ اللہ تم پر رحم فرمائے''۔

من گھڑت اور غلط روایتیں: اس واقعہ کے دوران لوگوں نے خوب خوب قصے اختراع کیے ہیں کوئی کہتا ہے کہ (عیاذ باللہ) حضرت عمرؓ نے حضرت فاطمہؓ بنت رسول اللہ ﷺ کا گھر جلا دیا اس وجہ سے کہ وہاں وہ لوگ جمع ہوتے تھے جنہوں نے بیعت سے تخلف (توقف) کیا تھا اور کوئی کہتا ہے کہ حضرت عمرؓ حضرت علیؓ کی مشکیں باندھ کر بیعت کرنے کو پکڑ لائے تھے اور حضرت فاطمہؓ کے ایک لات ماری تھی جس سے اسقاط حمل ہو گیا ((الی غیر ذلک)) لیکن میرے نزدیک ان روایات کی اس کے سوائے کوئی اصلیت نہیں ہے کہ محبت کے پردے میں بھی لوگوں نے بزرگان دین کی ہر پہلو سے توہین کی ہے۔ ((واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم))

باب: ۱۱

حضرت ابوبکر صدیقؓ

۱۱ھ تا ۱۳ھ

<u>ابتدائی مشکلات</u>: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد سقیفہ میں جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا۔ سوائے سعد بن عبادہؓ کے مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم نے بالاتفاق حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ بشرط صحت روایت کسی نے بیعت سے تخلف نہ کیا۔ پس ان سے شاذ ہونے کی وجہ زیادہ چھیڑ چھاڑ نہیں کی گئی‘ انہیں اپنی حالت پر چھوڑ دیا گیا۔

<u>جیش اُسامہ کی روانگی</u>: حضرت ابوبکرؓ نے اپنی خلافت میں سب سے پہلا کام جو کیا۔ وہ لشکر اسامہؓ کو روانہ کرنا تھا۔ اگرچہ اس وقت تقریباً کل عرب مرتد ہو گیا تھا۔ اکثر قبائل کے قبائل اسلام سے پھر گئے تھے‘ ایسے قبیلے بہت کم تھے‘ جن میں شاذ مرتد ہوئے تھے۔ ہر طرف نفاق کی تاریکی چھا گئی تھی مخالف ہواؤں کے جھونکے چل رہے تھے‘ ارتداد کی سیاہ گھٹائیں امڈی چلی آ رہی تھیں۔ مسلمان غریب ایسی شب تاریک میں اپنی قلت جماعت وکثرت اعداء سے حیران وپریشان ہو رہے تھے۔ لیکن بایں ہمہ نہایت استقلال سے ابوبکرؓ نے لوگوں کو اسامہؓ کے ساتھ روانگی کا حکم دیا۔ اسامہؓ نے اس خیال سے کہ شاید کوئی اہم امر پیش نہ آ جائے۔ حضرت عمرؓ کو ابوبکرؓ کے پاس واپس کیا۔ انصارؓ نے عمر کی زبانی خلیفۃ المسلمین سے یہ کہلا بھیجا کہ ایسی حالت میں لشکر کی روانگی مناسب نہیں بہتر ہو گا یہ امر آئندہ کسی مناسب وقت پر موقوف رکھا جائے اور اگر روانگی لشکر ضروری سمجھی جائے تو اسامہؓ سے زیادہ کسی معمر اور آزمودہ کار کو ہمارا سردار مقرر کیجئے۔ حضرت عمرؓ نے جس وقت انصار کا یہ پیام ابوبکرؓ کے گوش گزار کیا تو حضرت ابوبکرؓ اٹھ کھڑے ہوئے پھر بیٹھ گئے اور کہنے لگے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو نہیں ٹال سکتا۔ اگر مجھے اس امر کا خوف ہوتا کہ مجھے مدینہ میں کوئی درندہ آ کر پھاڑ ڈالے گا یا کوئی مجھے لوٹ لے جائے گا تو بھی میں اسامہؓ کو روانہ کرتا کس کے منہ میں دانت ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے خلاف کرے جس کو وہ مقرر کر جائیں ‘اس کو موقوف کرے۔ میں جب تک اسامہؓ کو نہ روانہ کر لوں ہرگز ایک لحظہ قرار نہ پاؤں گا۔

<u>حضرت ابوبکرؓ کی حضرت اسامہؓ کو ہدایات</u>: یہ کہہ کر حضرت عمرؓ کا ہاتھ پکڑے ہوئے اٹھے اور اسامہؓ کے

ساتھ ساتھ مدینہ سے نکلے۔ اسامہؓ سے اثناء راہ میں حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا:

''میں تم کو ان چند باتوں کی ہدایت کرتا ہوں ان کو تم یاد کر لو۔ یہ کہ خیانت نہ کرنا' جھوٹ نہ بولنا' بدعہدی نہ کرنا' بچوں' بوڑھوں اور عورتوں کو قتل نہ کرنا۔ کسی پھلدار درخت کو نہ اکھیڑنا اور نہ جلانا اور نہ کاٹنا۔ کھانے کے سوا بکری' گائے اور اونٹ کو ظلماً نہ ذبح کرنا۔ کسی قوم کے پاس پہنچ کر ان کو نرمی سے اسلام کی طرف بلانا اور جب کسی سے ملو' تو اس کے حفظِ مراتب کا خیال رکھنا۔ لیکن جو شخص اسلام کی مخالفت کرے' اس کی بے تامل گردن مار دینا اور جب کھانا شروع کرنا' تو اللہ کا نام لے کر کھانا۔ اے اسامہؓ ان کل کاموں کو کرنا جن کا حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم کو دیا ہے۔ اس میں کچھ کمی نہ کرنا اور نہ زیادتی جاؤ اللہ کے نام پر اللہ کی راہ میں کفار سے لڑو''۔

ابوبکرؓ اس قدر باتیں سمجھا کر جرف سے واپس آئے اور اسامہؓ نے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا داروں و بلقار میں پہنچ کر لڑائی چھیڑ دی چالیس دن اور بعض کہتے ہیں کہ ستر دن کے بعد بے شمار لاتعداد مال غنیمت وقیدیوں کو لے کر واپس آئے۔ اسامہؓ کی یہ روانگی اور ان کی لڑائی مسلمانوں کے حق میں بے حد مفید ثابت ہوئی' عربوں کا خیال بدل گیا بہت سی باتیں جن کو وہ کرنے والے تھے اس واقعہ سے ڈر کر خاموش ہو رہے۔

ارتداد کی وبا: اس زمانہ میں جب اسامہؓ رومیوں سے لڑ رہے تھے حضرت ابوبکرؓ بالکل خاموشی کی حالت میں بیٹھے رہے۔ اگرچہ عربوں کے مرتد ہونے کی خبریں وقتاً فوقتاً آتی رہیں آخر ردت کی یہ نوبت پہنچ گئی کہ ادھر سوائے قبیلہ قریش وثقیف کے کل قبائل عرب عام طور سے کل یا بعض مرتد ہو گئے اور ادھر مسیلمہ کذاب کے کاموں میں ایک گونہ استحکام پیدا ہو گیا۔ طلیحہ کے پاس قبائل طے اور اسد کا ایک خاصہ گروہ جمع ہو گیا' غطفان مرتد ہو گئے۔ بنو ہوازن نے ان سے اتفاق کیا صدقہ بند کر دیا۔ سلیم کے خاص خاص لوگ اسلام سے پھر گئے۔ علیٰ ہذا ہر مقام پر اکثر آدمی ارتداد کی بلائے بد میں مبتلا ہو گئے یمن' یمامہ' بنی اسد اور ہر ایک مقام کے امراء ونوابین کے قاصد عرب کے عام طور سے مرتد ہونے کی خبریں لانے لگے' حضرت ابوبکرؓ نہایت استقلال ومضبوطی سے ان کل خبروں کو سن کر خطوط اور نامہ بروں سے محاسبہ کرتے رہے اور ان کی سرکوبی کے لئے اسامہؓ کی واپسی کے منتظر تھے۔

منکرین زکوٰۃ ونماز: قبیلہ عبس وذبیان جوش مردانگی سے ابل پڑے۔ عبس' ابرق اور ذبیان ذی القصہ میں آ اترے۔ ان کے ساتھ کچھ لوگ بنی اسد وبنی کنانہ کے بھی تھے۔ ان لوگوں نے متفق ہو کر چند آدمیوں کو بطور وفد حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں بھیجا۔ چنانچہ انہوں نے بمقابلہ معززین مدینہ نماز کی کمی اور زکوٰۃ کی معافی کی درخواست کی۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا واللہ اگر ایک عقال (جس رسی سے اونٹ کے پاؤں باندھتے ہیں) نہ دیں گے' تو میں ان سے جہاد کروں گا اور پانچ وقت کی نماز میں سے ایک رکعت کی بھی کمی نہ کی جائے گی۔

مدینہ پر حملہ: مرتدین کے وفود یہ خشک جواب سن کر اپنے گروہ میں واپس آئے اور مسلمانوں کی قلیل تعداد سے آگاہ کیا۔ عبس وذبیان اس خبر کے سنتے ہی مارے خوشی کے جامہ سے باہر ہو گئے۔ اسی وقت بلا پس وپیش مدینہ پر حملہ کر دیا۔ لیکن ان

کے حملہ کرنے سے پہلے ابوبکرؓ نے یہ انتظام کر رکھا تھا کہ گشت پر علیؓ و زبیرؓ و طلحہؓ و عبداللہ بن مسعودؓ کو مقرر کیا تھا اور جو لوگ مدینہ میں موجود تھے۔ ان کو مسجد نبوی کے سامنے یک جا کر رکھا تھا۔ جس وقت عبس و ذبیان نے اسلامی گشت پر حملہ کیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے اس واقعہ سے مطلع ہوتے ہی مسلمانانِ مدینہ کو ان کی کمک پر بھیج دیا۔ مرتدین کو شکست ہوئی اسلامی لشکر ذی حشب تک ان کے تعاقب میں گیا۔ اس کے بعد مرتدین دوسرے راستہ سے بانسری و دف بجاتے زمین پر پاؤں پٹکتے طرح طرح کی حرکات و تماشے کرتے ہوئے لوٹے۔ جس سے اسلامی لشکر کے اونٹ بھڑک کر بھاگے۔ مسلمانوں نے اونٹوں کو ہر چند پھیرنا چاہا لیکن اونٹوں نے مدینہ میں پہنچ کر دم لیا۔

دفاعِ مدینہ: ادھر مرتدین نے یہ سمجھ کر کہ مسلمانوں کو شکست ہوگئی۔ اہل ذی قصہ کو مدینہ پر حملہ کے لئے کہلا بھیجا۔ ادھر ابوبکرؓ خود مقابلہ کے قصد سے مسلح ہو کر نکلے۔ میمنہ پر نعمان بن مقرن کو اور میسرہ بن عبداللہ بن مقرن اور ساقہ پر سوید بن مقرن کو مقرر کر کے فجر کی نماز اول وقت پڑھ کر مرتدین پر حملہ آور ہوئے۔ دو پہر نہ ہونے پائی تھی کہ اللہ جل شانہ نے مسلمانوں کو فتح نصیب کی مرتدین میدان جنگ سے بھاگ نکلے۔ بنی اسد سے حبال مارا گیا۔ ظہر کے وقت حضرت نعمان چند مسلمانوں کے ساتھ مال غنیمت لے کر مدینہ واپس ہوئے اور حضرت ابوبکرؓ مرتدین کے تعاقب میں ذی قصہ تک بڑھتے چلے گئے۔ اس اثناء میں بنو ذبیان و عبس نے موقع پر نعمان پر دفعۃً حملہ کر کے مال غنیمت لوٹ لیا اور جس قدر مسلمان سامنے آئے انہیں شہید کر ڈالا۔ ابوبکرؓ جب تعاقب سے واپس آئے اور اس واقعہ کو سنا' تو انہوں نے قسم کھالی کہ جس قدر مرتدین و مشرکین نے مسلمانوں کو مارا ہے۔ اتنے ہی آدمیوں کو میں ان میں سے ماروں گا اور جب تک دشمنان خدا سے اس کا بدلہ نہ لے لوں گا۔ آسائش سے نہ بیٹھوں گا غرض کہ حضرت ابوبکرؓ اسی ارادے میں تھے کہ مدینہ میں اطراف و جوانب ممالک سے صدقات آ گئے اور اسامہ بھی مال غنیمت لئے ہوئے آپہنچے۔

عبس و ذبیان کی سرکوبی: ابوبکرؓ نے اسی وقت اسامہؓ کو مدینہ میں اپنے بجائے مقرر کر کے لشکر اسلام کو مرتب کیا اور چند آدمیوں کو لے کر ذی حشب و ذی قصہ کی طرف پیش قدمی فرمائی۔ ابرق پہنچ کر عبس و ذبیان و بنو بکر (کنانہ) ثعلبہ بن سعد اور ان کے ہمراہیوں سے مقابلہ ہو گیا۔ فریقین نے کشت و خون کا بازار گرم کر دیا۔ انجام کار مرتدین شکست کھا کر بھاگے۔ مسلمانوں نے ان کو شمشیر و نیزہ پر رکھ لیا اور ایک کثیر جماعت ان میں سے ماری گئی۔ اس واقعہ کے بعد ابرق میں حضرت ابوبکرؓ نے چند روز قیام کر کے بنو ذبیان کو ان مقامات سے بالکل بے دخل کر کے مسلمانوں کے قبضہ میں دے دیا اور خود مدینہ واپس آ گئے۔

یمن کے مرتدین: بوقتِ وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ و بنی کنانہ پر عتاب بن اسید اور طائف اور اس کے متعلقات پر عثمان بن ابی العاص اور عجز ہوازن پر عکرمہ بن ابی اور نجران مع اس کے متعلقات پر عمرو بن حزم نماز پڑھانے اور ابوسفیان بن حرب صدقات پر اور مابین زمع و زبید بحران تک پر خالد بن سعید بن العاص اور ہمدان پر عامر بن شہر ہمدانی اور صنعاء پر فیروز دیلمی اور جند پر یعلیٰ بن امیہ اور مارب پر ابوموسیٰ اشعری اور اشعرمین وعک پر طاہر بن ابی ہالہ اور حضر موت پر

زیاد بن لبید بیاضی وعکاشہ بن ثور بن اصغر غوثی اور کندہ پر مہاجرین ابی امیہ (رضی اللہ عنہم) عامل تھے اور معاذ بن جبل کل ملک یمن میں ایک ضلع سے دوسرے ضلع میں دورہ کرتے اور قرآن کی تعلیم دیتے تھے چونکہ مہاجر بن ابی امیہ پر غزوۂ تبوک میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے اگر چہ ام المؤمنین ام سلمہؓ کی سفارش سے وہ ناراضگی رفع ہوگئی تھی اور آپؐ نے ان کو کندہ کا عامل مقرر فرمایا تھا لیکن آپؐ کی علالت وانتقال کی وجہ سے مہاجر بن ابی امیہ کندہ نہ جاسکے اور زیاد بن لبید ان کی قائم مقامی میں کام انجام دیتے رہے۔

قیس بن عبد یغوث کا صنعاء پر قبضہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ حیات میں اہل یمن اسود عنسی کی وجہ سے مرتد ہوگئے تھے جن کی اصلاح آپؐ نے پہلے نامہ وپیام سے فرمائی آخرالامر اسی زمانہ میں اسود مارا گیا اور یمن میں پھر اسلام کا دور دورہ ہوگیا تھا۔ لیکن جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وفات کی خبر اہل یمن کو پہنچی تو وہ بھی دیگر عربوں کی طرح پھر مرتد ہوگئے۔ خالد جو عنسی کے لشکر میں تھا وہ پہلے ہی عنسی کے مارے جانے کے بعد مابین نجران وصنعاء کے مسلمانوں کے خلاف لوگوں کو برانگیختہ کر رہا تھا۔ عمرو بن معدیکرب قیس بن عبد یغوث بن مکشوح وغیرہ کے مرتد ہو جانے سے یمن کی ہوا بالکل بگڑ گئی۔ قیس بن عبد یغوث نے ابناء فیروز وداد ویہ وخشنش کو حیلے سے اس غرض سے ان سب کو قتل کرنے کی کوشش کی کہ ان کے بعد صنعاء پر اس کا تسلط کلی حاصل ہو جائے گا۔ لیکن مصلحتاً کھلم کھلا برسر میدان خود تو نہ آیا فالہ سے کہلا بھیجا کہ موقع مناسب ہے۔ عنسی کا لشکر لے کر ابناءِ فیروز پر حملہ کرکے صنعاء پر قبضہ حاصل کر لینا چاہیے۔ میں بھی تیری مدد کو تیار ہوں' جب فیروز کو فالہ کی تیاری کا حال معلوم ہوا تو اس نے قیس سے مدد چاہی۔ قیس نے اظہار محبت سے اس کو نصیحتیں کیں اور دھوکہ سے قتل کرنے کی غرض سے اس کی دعوت کی۔ اتفاق سے داود یہ پر اس کو کامیابی حاصل ہوگئی اور فیروز وخشنش بخوف جان بھاگ نکلے۔ قیس نے ان کا تعاقب کیا۔ لیکن یہ جبل خولان میں اپنے ماموں کے پاس پناہ گزیں ہوگئے۔ قیس نے لوٹ کر صنعاء پر قبضہ کرلیا اور فالہ بھی عنسی کا لشکر لئے ہوئے اس سے آکر مل گیا۔

قیس بن عبد یغوث کی شکست وفرار: فیروز وخشنش نے اس واقعہ سے حضرت ابوبکرؓ صدیق کو مطلع کیا۔ جناب موصوف نے فیروز کو بدستور ولایت صنعاء پر قائم رکھ کر طاہر بن ابی ہالہ وعکاشہ بن ثور وذی الکلاع سمیفع وذی ظلیم وشب وذی بتان شہر کو اس کی امداد کو لکھا اور اسلامی لشکر ظفر پیکر کے بھیجنے کا وعدہ کیا۔ فیروزؓ کے پاس جب طاہر وعکاشہ وغیرہ کے مل جانے سے ایک معقول جمعیت ہوگئی۔ تو اس وقت وہ قیس کے مقابلہ پر نکلا۔ قیس نے یہ سن کر پہلے یہ انتظام کیا کہ فیروز کے عیال واطفال کے دو گروہ کر کے ایک کو عدن کی طرف بھیجا تا کہ براہِ دریا جلاوطن کر دیئے جائیں اور دوسرے گروہ کو خشکی کی طرف اس غرض سے روانہ کر دیا تا کہ بیابان وصحرا میں آوارہ وپریشان ہو کر جس طرف چاہیں چلے جائیں۔ اس کے بعد عنسی کا لشکر اور قبائل مرتدہ کو لے کر فیروز سے لڑنے کے لئے چلا' فیروز کے لکھنے پر بنی عقیل بن ربیعہ وعک نے لڑکوں کو چھین لیا اور ان کے ساتھ جو قیس کے آدمی تھے ان کو بھی قتل کر کے فیروز سے آملے اور اس کے ہمراہ ہو کر قیس سے لڑے۔ یہ لڑائی صنعا کے باہر ایک کھلے میدان میں ہوئی۔ فریقین میں شبانہ روز لڑائی قائم رہنے کے بعد قیس کو شکست ہوئی۔ وہ بھاگ کر اسی مقام پر چلا

گیا جہاں پر فالہ کے ساتھ تھا۔

عمرو بن معدی کرب: اس کے بعد قیس کے ساتھ عمرو بن معدی کرب بھی آ کر مل گیا۔ یہ اسی زمانہ میں مرتد ہو گیا تھا جس وقت کہ اسود عنسی نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ فردہؓ بن مسیک اور قیس اور یہ تقریباً ایک ہی زمانہ میں مسلمان ہوئے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قیس کو قبل اسلام عمرو بن معدی کرب، صدقاتِ مراد پر متعین فرمایا تھا اور عمرو بن معدی کرب اپنی قوم سعد العشیرہ سے علیحدہ ہو کر زبید کے ساتھ حاضر خدمت اقدس ہو کر ایمان لایا تھا۔ جب اسود نے نبوت کا دعویٰ کر کے بغاوت اختیار کی اور مذحج نے اس کا اتباع کیا۔ تو عمرو بن معدی کرب بھی منجملہ انہیں لوگوں میں سے تھا لیکن فردہؓ مع اپنے ہمراہیوں کے اسلام پر ثابت قدم رہا اور اسی وقت اسود عنسی نے عمرو بن معدی کرب کو اپنا نائب بنا لیا تھا۔

بنی عمرو بن معاویہ کا صدقات دینے سے انکار: اسی زمانہ میں کندہ بھی مرتد ہو کر اسود عنسی کے تابع ہو گئے تھے ان کے مرتد ہونے کی علت یہ ہوئی تھی کہ زیاد کندی (جو ان سے صدقات وصول کرنے پر متعین تھے۔ بن عمرو[1] بن معاویہ (کندہ) میں ایک روز صدقات وصول کرنے کو گئے۔ بنی عمرو بن معاویہ نے باوجود صدقات واجب ہونے کے ان کو دینے سے انکار کیا۔ زیاد نے ان پر حملہ کر کے ان کو شکست دی۔ اس وجہ سے کل بنی عمرو بن معاویہ اس واقعہ سے برہم ہو کر صدقہ دینے سے منکر ہوئے اور مرتد ہو گئے۔ اگرچہ شرحبیل بن اسمط نے اپنی قوم بنی عمرو بن معاویہ کو صدقہ سے انکار اور مرتد ہونے سے بہت روکا۔ لیکن انہوں نے جب ان کی نہ سنی۔ تو شرحبیل مع اپنے لڑکوں کے زیادؓ سے آ ملے اور یہ بیان کیا کہ "بنی عمرو بن معاویہ سے بعض سکاسک وحضرموت واضعہ وجمد ومشرح مخوس اور ان کی بہن عمرہ نے سازش کر لی ہے۔ اگر تم نے ان کو ایک دن کی بھی مہلت دے دی۔ تو پھر ان پر کامیابی حاصل کرنی دشوار ہو جائے گی"۔ زیادؓ نے یہ سن کر اسی وقت ان پر حملہ کر دیا اور ایک خونریز لڑائی کے بعد مرتدین گروہ کو منتشر کر کے مال غنیمت اور قیدیوں کو لے کر واپس ہوئے۔ اثناءِ راہ میں اشعث بن قیس و بنی حرث بن معاویہ سے ملاقات ہو گئی۔ قیدیوں کی عورتوں نے اشعث و بنی حرث سے فریاد کی۔ جس سے اشعث و بنی حرث کی رگ حمیت جوش میں آ گئی اور اس نے غفلت کی حالت میں زیاد پر حملہ کر کے کل قیدیوں کو چھڑا لیا۔ اس کے بعد کل بنی معاویہ اور سکاسک وحضرموت نے ان کے مطیع ہوئے تھے سب کے سب جمع ہو کر ارتداد پر قائم رہے۔

معرکۂ اعلاب: حضرت ابوبکر صدیقؓ پہلے تو اہل ردت سے نامہ و پیام سے محاربہ کرتے رہے۔ مہاجرین وانصارؓ کو ان کی سرکوبی کو نہ بھیجا۔ لیکن جب انہوں نے یہ دیکھا کہ مرتدین کی جمعیت یوماً فیوماً بڑھتی جاتی ہے اور دیگر امور سے ان کو ایک گونہ اطمینان بھی حاصل ہو گیا۔ تب موصوف الصدر نے عتابؓ بن اسید کو مکہ اور عثمانؓ بن ابی العاصؓ کو طائف میں لکھا کہ جس قدر لوگ اسلام پر ثابت قدم ہیں اور وہ بفضلہ تعالیٰ اس وقت تک مرتد نہیں ہوئے ان کو لے کر مرتدین پر حملہ کر دو۔ چنانچہ تہامہ میں جو مرتدین مدلج وخزاعہ کا گروہ جمع ہو رہا تھا۔ ان کو عتابؓ بن اسید نے قتل وغارت کر کے متفرق کر دیا اور جس قدر لوگ ازد وخثعم وبجیلہ کے شنواۃ میں موجود تھے۔ ان کو عثمانؓ[2] بن

---

[1] بنی عمرو بن معاویہ کندہ کا ایک چھوٹا سا قبیلہ تھا اس لڑائی اور ارتداد کا بانی مبانی عداء بن صحر برادر شیطان بن حجر ہے۔ زیادؓ نے اس کا اونٹ بار برداری کے لئے پکڑ لیا تھا جس پر عداء بن حجر نے بے حد شور و غل مچا کر لوگوں کو زیادؓ کی مخالفت پر ابھار دیا اور سب کے سب مرتد ہو گئے۔

[2] عثمانؓ بن العاص نے ازد وخثعم وبجیلہ کی جماعت مرتدہ کے منتشر کرنے اور ان کے زیر کرنے کو ایک سریہ روانہ کیا تھا جس کی افسری عثمانؓ بن ابی ربیعہ کے قبضہ میں تھی اور مرتدین کے گروہ کا سردار حمیضہ ابن النعمان تھا۔

العاص نے ان کے قبائل مرتدہ کی دیکھا دیکھی ایک گروہ عک واشعرین کا بھی مرتد ہو کر اعلاب (راہ ساحل) میں جمع ہوا۔ طاہر بن ابی ہالہ مع مسروقؓ عکی کے یہ سن کر ان کی سرکوبی کو روانہ ہوئے۔ فریقین سے مقام اعلاب میں لڑائی ہوئی۔ میدانِ جنگ طاہر کے ہاتھ رہا۔ عک واشعرین کو شکست ہوئی۔ بے شمار ان کے آدمی مارے گئے طاہر بن ابی ہالہ نے اس واقعہ سے حضرت ابوبکرؓ کو مطلع کیا اور ان کے حکم کے انتظار میں لشکر لئے ہوئے ٹھہرے رہے۔

اہلِ نجران سے معاہدہ کی تجدید: اہل نجران نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کو سن کر چالیس ہزار سواروں سے خروج کیا اور اپنے وفود (جمع ہے وفد کی بمعنی ڈیپوٹیشن) کو حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں بغرض تجدید عہد روانہ کیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے ایک جدید عہد نامہ لکھ کر ان کو دے دیا اور یہ بھی ظاہر کر دیا کہ عرب میں دو دین نہیں رہیں گے۔

حضرت جریر بن عبداللہ کی یمن کو روانگی: ان واقعات کے بعد جریرؓ بن عبداللہ واقرع دوبر بن بخنیس واپس آئے۔ جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسود عنسی کے خروج کے زمانہ میں روانہ کیا تھا۔ پھر ابوبکرؓ نے جریرؓ کو اس غرض سے یمن کی طرف واپس کیا کہ جو لوگ اسلام پر ثابت قدم ہیں۔ ان کو لے کر مرتدین سے لڑیں اور خشعم کو زیر کر کے جمعیت اسلام کی نگہداشت اور حفاظت کی خاطر نجران میں ٹھہرے رہیں۔ جریر یہ حکم پاتے ہی پھر یمن واپس آئے۔ خشعم کے چند آدمیوں نے مقابلہ کیا۔ جن کو وہ قتل وقید کر کے نجران کی طرف چلے گئے عثمان بن ابی العاص والی طائف نے بحکم حضرت ابوبکر بیس آدمیوں کو اپنے بھائی کی سرکردگی میں مخالیف[1] اہل طائف پر اور عتابؓ بن اسید مکہ واعمال مکہ پر اپنے بھائی خالدؓ کی سرکردگی میں پانچ سو آدمیوں کو مقرر کر کے تاحکم ثانی کے منتظر رہے۔ جب یمن کی ابتری عدوت کی حالت حد متجاوز ہوگئی اور کسی طرح اس کی بگڑی ہوئی کیفیت سلجھتی نظر نہ آئی۔ تب مہاجر بن ابی امیہ حضرت ابوبکرؓ کے حکم سے یمن کی بغاوت فرو کرنے کے لئے یمن کی طرف بڑھے۔ مکہ وطائف میں عتابؓ وعثمانؓ سے ملتے ہوئے خالد بن اسید وعبدالرحمٰن بن ابی العاص کو مع ان کے ہمراہیوں کے لیتے ہوئے جریر بن عبداللہ وعکاشہ بن ثور کے پاس پہنچے۔ ان کو بھی اپنے لشکر میں شامل کر کے نجران میں داخل ہوئے فردہ بن مسیک نے ان لوگوں سے ملاقات کی مرتدین کے حالات سے ان کو مطلع کیا۔

نجران کی مہم: نجران میں پہنچنے کے دوسرے دن عمرو بن معدی کرب وقیس بن مکشوح نے ایک گروہ مرتدین کا لے کر مقابلہ کیا۔ لڑائی کا آغاز نہایت خطرناک تھا چاروں طرف سے مرتدین گھیرے ہوئے تھے۔ لیکن اللہ جل شانہٗ کی عنایت سے مرتدین کو مسلمانوں نے میدان سے مار کر بھگا دیا۔ بے شمار مرتدین اس واقعہ میں کام آئے۔ عمرو بن معدی کرب وقیس بن مکسوح گرفتار کر کے مدینہ ابوبکرؓ صدیق کے پاس بھیج دیئے گئے۔ عمرو بن معدی کرب وقیس بن مکسوح نے ردت سے توبہ کی اور دوبارہ اسلام میں داخل ہوئے۔ حضرت ابوبکرؓ صدیق نے ان دونوں آدمیوں کو پھر یمن کی طرف واپس کر دیا۔

مرتدین کندہ کی سرکوبی: مہاجرؓ بن ابی امیہ نجران کی مہم سے فارغ ہو کر صنعاء واپس پہنچ کر قبائل مرتدہ کی سرکوبی اور سرگروہ مرتدین کی گوشمالی میں مصروف رہے۔ جن لوگوں نے توبہ کی ان کو پھر اسلام میں داخل کر لیا اور جنہوں نے ذرا بھی

---

[1] مخالیف جمع ہے مخالف کی۔ اہل عرب مخلاف اس مقام کو کہتے ہیں جہاں تبدیل آب و ہوا کے لئے اہل شہر جاتے ہیں۔

سرتابی کی ان کی فوراً گردن اڑا دی۔ الغرض صنعاء کو بھی مہاجر بن ابی امیہ نے مرتدوں سے صاف کر کے حضرت ابوبکرؓ صدیق کو اس سے آگاہ کیا اس وقت حضرت ابوبکرؓ صدیق نے عکرمہؓ بن ابی جہل کے ساتھ کندہ پر حملہ کرنے کو لکھا۔ عکرمہؓ بن ابی جہل ایک آزمودہ کار تھے ان کے پاس انہیں دونوں اطراف عمان سے ایک گروہ مہرہ واز دو ناجیہ وعبدالقیس اور ان کے ساتھ ساتھ کندہ کی سرکوبی کو روانہ ہوئے۔ یہ مع ان لوگوں کے مہاجر بن ابی امیہ سے آملے اور ان کے ساتھ ساتھ کندہ کی سرکوبی کو روانہ ہوئے۔ مقام مغازہ مابین مارب وحضرموت کے زیاد کندی کا خط ملا جس میں انہوں نے کندہ پر نہایت تیزی سے حملہ کرنے کی تحریک کی تھی۔ مہاجر بن ابی امیہ نے خط ملتے ہی اپنے بجائے عکرمہ کو لشکر کا سردار مقرر کر کے خود کچھ حصہ اسلامی فوج کا لے کر نہایت عجلت سے زیادؓ سے جا ملے اور ان کی ہمراہی میں کندہ کی مقابل ہوئے۔ کندہ کی افسری اشعث بن قیس کر رہا تھا۔ مقام محجر الزبرقان میں صف آرائی ہوئی۔ مسلمانوں نے اللہ اکبر کہہ کر حملہ کیا۔ مرتدین کندہ کے پاؤں اکھڑ گئے۔ ایک دوسرے پر گرتے پڑتے بھاگے۔

قلعہ بخیرہ کا محاصرہ: اشعب کندہ وسکاسک وسکون وحضرموت کے بقیہ السیف کو لے کر قلعہ بخیرہ میں جا چھپا اور ایک پہاڑی ودشوار گزار راستے کے سوا ہر طرف سے قلعہ بندی کر لی۔ اس اثناء میں عکرمہؓ مع بقیہ اسلامی لشکر کے آ گئے اور انہوں نے اس راستہ کو بھی بند کر دیا' جس کو اشعث نے [illegible] رسد کے لئے کھول رکھا تھا۔ چند دنوں کے حصار کے بعد اشعث نے مجبور ہو کر اس شرط سے قلعہ کا دروازہ کھول دینے کا اقرار کیا [illegible] اس کی قوم کے نو آدمیوں کو مع ان کے اہل وعیال ومال کے پناہ دی جائے' مہاجر وزیاد اس شرط پر راضی ہو گئے۔ اشعث نے قلعہ [illegible] دروازہ کھول دیا۔ اسلامی لشکر نے گھس کر دشمنانِ دین کو قتل وقید کرنا شروع کر دیا۔ اس واقعہ میں قیدیوں کی تعداد کا اندازہ اس [illegible] ہو سکتا ہے کہ ایک ہزار صرف عورتیں قید ہوئیں تھیں۔ جب مسلمانوں نے اس سے فراغت پائی تو اس وقت اشعث کا وہ خط کھولا گیا جس میں اس نے مامونین کے نام لکھے تھے' لیکن اتفاق سے نام لکھتے وقت یہ اپنا نام لکھنا بھول گیا۔ لہذا مسلمانوں نے فوراً اس کی [illegible] مشکیں باندھ لیں اور قیدیوں کے ساتھ بغرض صدورِ حکم حضرت ابوبکرؓ صدیق کے پاس مدینہ بھیج دیا گیا۔

اشعث کو امان: ابوبکرؓ صدیق نے اشعث سے کہا کہ تو مرتد ہو گیا۔ مسلمانوں سے لڑا۔ ان کی خونریزی کی اس کی پاداش میں تجھ کو قتل کرنا چاہتا ہوں۔ اشعث نے جواب دیا کہ میں نے بذریعہ خط اپنی قوم کی جان بخشی کرائی ہے' ابوبکرؓ نے کہا بے شک صلح اور امن اسی کے لئے ہے' جس کا نام صحیفہ میں مندرج ہے اور جس کا نام صحیفہ میں نہیں۔ اس کا قول مردود اور وہ قابل گردن زنی ہے۔ اشعث یہ سن کر تھوڑی دیر تک خاموش بیٹھا رہا اس کے بعد ندامت سے اپنی آنکھیں نیچی کر کے کہنے لگا اے خلیفہ رسول اللہ میں توبہ کرتا ہوں۔ میرا اسلام آپ قبول کیجئے اور میری بی بی میرے حوالہ کیجئے۔ حضرت ابوبکرؓ نے اس کی توبہ قبول کر لی اور اس کی بیوی یہ کہہ کر اس کے سپرد کر دی کہ مجھ کو امید ہے کہ آئندہ تجھ سے نیکی کے سوا اور کوئی فعل سرزد نہ ہوگا اور ہمیشہ مجھے تیری نیکی کی خبر ملتی رہے گی۔ اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ صدیق نے مالِ غنیمت کو تقسیم کر دیا اور قیدیاں کندہ سے فدیہ لے کر ان کو بھی آزاد کر دیا۔

خودسر مُرتد امراء کا استیصال: اس سے پیشتر ہم تحریر کر چکے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ صدیق، حضرت اسامہؓ کو شام سے واپسی پر اپنا نائب مقرر کر کے ربذہ کی طرف بڑھے تھے اور بنی عبس وذبیان وکنانہ کو ابرق میں شکست دے کر پھر مدینہ واپس آئے تھے۔ اس اثنا میں لشکر اسامہؓ کی سفر کی تکان دور ہو گئی تھی اور وہ دشمنانِ خدا کے مقابلہ ومقاتلہ پر آمادہ ہو گئے تھے۔ اس وقت حضرت ابوبکرؓ صدیق نے مرتدین ومنحرفین اسلام کی سرکوبی کی غرض سے گیارہ لشکر تیار کر کے ہر ایک کے لئے ایک ایک نشان اور ایک ایک سردار مقرر کیا اور ان کو حکم دیا کہ ہر قبیلہ سے چند مسلمانوں کو ان کی اپنی حفاظت کے لئے چھوڑ کر باقی کو اپنے ہمراہ لے کر اہل ردت سے مقابلہ ومقاتلہ کرو۔ یہاں تک کہ وہ پھر دائرۂ اسلام میں داخل ہو جائیں یا یہ کہ صفحۂ ہستی سے ان کا نام ونشان مٹ جائے۔

گیارہ جیشوں کی روانگی: ان کے علاوہ ایک لواء خالد بن ولیدؓ کے لئے تیار کیا اور ان کو حکم دیا کہ پہلے طلیحہ پر چڑھائی کرو۔ اس کے بعد مالک بن نویرہ پر بطاح میں حملہ کرنا اور ایک لواء عکرمہؓ بن ابی جہل کو دے کر مسیلمہ ویمامہ کی طرف روانگی کا حکم دیا۔ پھر ان کے بعد انہیں دونوں کی طرف شرحبیل بن حسنہؓ کو روانہ کیا اور فرمایا کہ یمامہ سے فراغت حاصل کر کے قضاعہ سے لڑنا۔ پھر کندہ پر حضر موت میں حملہ کرنا اور ایک لواء خالد بن سعید بن العاص کو دیا۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد یمن سے اپنا صوبہ چھوڑ کر مدینہ چلے آئے تھے۔ ان کو ابوبکرؓ صدیق نے مشارف شام کی طرف بڑھنے کو کہا اور ایک لواء عمرو بن العاص کو دے کر مرتدین قضاعہ سے لڑنے کے لئے فرمایا اور ایک لواء حذیفہ بن محصن اور ایک عرفجہ بن ہرثمہ کو دے کر سابق الذکر کو اہل دبا پر اور مؤخر الذکر کو مہرہ پر حملہ کرنے کا حکم دیا اور ایک لواء طریفہ بن عاجز کو دے کر بنی سلیم اور ان کے ہمراہیوں بنی ہوازن کی سرکوبی پر متعین کیا اور ایک لواء سوید بن مقرن کے لئے بنا کر ان کو یمن کی طرف بھیجا اور ایک لواء علاء حضرمی کے لئے تیار کر کے بحرین کی طرف بڑھنے کا حکم دیا۔

امیر لشکر کو خلیفۂ اوّل کا فرمان: الغرض ہر ایک لشکر پر ایک ایک امیر مقرر کر کے ایک ہی عبارت کا ہر ایک امیر کو ایک ایک فرمان لکھ کر دیا جس کی عبارت یہ تھی:

((بسم اللہ الرحمن الرحیم. هذا عهد من ابی بکر خلیفة الرسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم لفلان حسین بعثه فیمن بعثه لقتال من رجع عن الاسلام و عهد الیه ان یتقی اللّٰه ما استطاع فی امره کله سره و جهره و امره بالجهد فی امر اللّٰه و مجاهدة من تولی عنه و رجع عن الاسلام الی امانی الشیطان بعد ان یعذر الیهم فیدعوهم بدعایة الاسلام فان اجابوه امسک عنهم و ان لم یجیبوه شن غارته حتی یقروا له ثم ینبهم علیهم والذی لهم فیاخذ ما علیهم و یعطیهم الذی لهم لا ینظر هم و لا یرد المسلمین عن قتال عدوهم فمن اجاب الی امر اللّٰه عزوجل و اقرله قبل ذلک منه و اعان علیه بالمعروف و انما یقاتل من کفر باللّٰه علی الاقرار ربما جاء من عند اللّٰه فاذا اجاب الدعوة لم یکن علیه سبیل و کان اللّٰه حسیباً بعد فیما استسربه و من لم یجب الی داعیة اللّٰه قتل و قوتل حیث کان و حیث بلغ مراغمة لا یقبل اللّٰه من احد شیئا مما

اعطى الاسلام فمن اجابه اقر قبل منه و اعانه و من ابى قاتله فان اظهره الله عليه عزوجل قتلهم فيه كل قتلةٍ بالسلاح و الميزان ثم قسم ما افاء الله عليه الا الخمس فانه يبلغناه و يمنع اصحابه العجلة و الفساد. و ان لا يدخل فيهم حشواً حتى يعرفهم و يعلم ما هم لئلا يكونوا اعيواناً و لئلايوتى المسلمون من قبلهم و ان يتفقل بالمسلمين و يرفق بهم فى السيروا المنزل ويتفقد هم ولا يعجل بعضهم عن بعض و يستوصى بالمسلمين فى حسن الصحبة و لين القول))

''یعنی شروع اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان اور رحم والا ہے۔ ابوبکرؓ خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فلاں شخص سے جب کہ آپ نے اسے مجاہدوں کا امیر بنا کر مرتد ہونے والوں سے لڑنے کے لئے بھیجا تھا۔ یہ عہد ہے کہ مقدور بھر اپنے تمام کاموں میں خلوت وجلوت میں اللہ سے ڈرتا رہے اور اللہ کے کاموں میں سرگرم عمل رہے اور جو اسلام چھوڑ کر شیطانی آرزوؤں کی طرف لوٹ گئے ان سے جہاد کرے پہلے انہیں اسلام کی دعوت دے۔ اگر مان لیں تو فبہا ورنہ ان پر حملہ کرے۔ جب تک اسلام کا اقرار نہ کرلیں۔ پھر انہیں وہ حقوق بتائے جو ان پر واجب ہیں اور انہیں ان کے حقوق بھی سمجھا دے' دوسروں کے حقوق ان سے لے لے اور ان کے حقوق انہیں دے دے اور انہیں مہلت نہ دے اور مسلمانوں کو جہاد سے نہ روکے۔ پھر جب اللہ کا حکم مان لے اور اس کا اقرار کر لے تو اس سے قبول کر لے اور نیک کاموں میں اس کی مدد کرے جنگ اسی سے کرے' جو اللہ کے پاس سے آئی ہوئی شریعت کا انکار کر دے۔ اگر اسے مان لے تو پھر اس پر کوئی راہ نہیں ہے اور اس کے دل کے حالات سے اللہ واقف ہے اور وہی اس کا محاسب ہے اور جو اللہ کی دعوت نہ مانے اس سے جنگ کی جائے اور جہاں بھی ہو قتل کر دیا جائے۔ اللہ بجز اسلام کے کسی سے کوئی چیز قبول نہیں فرماتا۔ پھر جس نے اسلام قبول کر لیا اس کا اسلام مان لیا جائے گا اور اس پر اس کی مدد کی جائے گی اور جس نے انکار کر دیا اس سے جنگ کی جائے پھر اگر اللہ ان پر غالب کر دے تو ان کا اسلحہ اور آگ سے قتل عام کرے۔ پھر مال غنیمت میں سے پانچواں حصہ نکال کر اسے مجاہدوں میں تقسیم کر دے اور پانچواں حصہ ہمارے پاس بھیج دے اور اپنے ساتھیوں کو جلدی سے اور فساد مچانے سے روک دے اور مجاہدوں میں غیروں کو داخل نہ ہونے دیا جائے۔ جب تک انہیں جان پہچان نہ لے مبادا وہ جاسوس ہوں اور ان سے مسلمانوں کو کچھ اذیت پہنچ جائے اور مسلمانوں کی خیر خبر رکھے۔ راستوں اور پڑاؤ میں ان سے محبت و پیار سے پیش آئے مسلمان کو ایک دوسرے سے جلدی نہ کریں اور امیر ان کے ساتھ حسن معاشرت اور نرم کلامی سے پیش آئے''۔

مرتدین کے لئے فرمانِ ہدایت: یہ فرمان تو وہ تھا جو سرداران لشکر کو روانگی کے وقت دیا گیا تھا۔ لیکن ان لوگوں کے روانہ ہونے سے پیشتر حضرت ابوبکرؓ صدیق نے قطع حجت کے لئے مرتدین کی طرف بھی ایک ایک خط روانہ کیا تھا۔ جن کی سرکوبی وگوشمالی کے لئے جیوش اسلامیہ روانہ ہو رہے تھے یہ کل خطوط بھی ایک ہی مضمون کے تھے۔ جس میں بسم اللہ کے بعد یہ لکھا تھا:

((هذا عهد من ابوبكر خليفة الرسول الله صلى الله عليه وسلم الى من بلغه كتابى هذا من عامةٍ او خاصةٍ اقام على الاسلام اورجع عند سلام على من اتبع الهدى و لم يرجع الى الضلالة و الهوى فانى احمد ليكم الله الذى لا اله الا هو وحده لا شريك له و اشهد ان محمداً اعبده

و رسوله و اومن ما جاء به ا كفر من ابى و اجاهده (اما بعد ثم قرر امر النبوة و وفاة رسول الله صلى الله عليه وسلم و اطيب فى الموعظة) ثم قال و انى قد بعثتُ اليكم فلانا فى جيش المهاجرين و الانصار و التابعين باحسان و امرته الا يقاتل احداً و لا يقتله حتى يدعوه الى داعية الله فمن استجاب له و اقرو كف و عمل صالحاً قبل منه واعانه ومن ابى امرته ان يقاتله على ذلك ثم لا يبقى على احد منهم قدر عليه فمن اتبعه فهو خير له و من تركة فلن يعجز الله و قد امرت رسولى ان يقرء كتابى فى كل مجمع لكم و الداعية الاذن فاذ اذان المسلمون فاذنوا كفوا عنهم و ان لم يوذنوا فاسئا لوهم بما عليهم فان ابوعاجلوهم و ان اقروا قبل منهم و حملهم على ما ينبغى لهم))

''یعنی یہ ابوبکرؓ خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اس شخص کے لئے ہدایت ہے۔ جس کے پاس یہ فرمان پہنچے' خواہ وہ عام ہو یا خاص اور اسلام پر قائم ہو یا نہ ہو۔ اس پر سلام ہو' جس نے ہدایت کی اتباع کی اور گمراہی اور خواہشِ نفس کی طرف نہ لوٹا۔ اس اللہ کی تعریف ہے' جس کے سوا کوئی اور معبود نہیں اور جو اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہ ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور آپ جو دین لے کر آئے ہیں' اس پر ایمان لاتا ہوں اور انکار کرنے والوں کو مردود سمجھتا ہوں اور اس سے جہاد کے لئے تیار ہوں۔ اس کے بعد ابوبکرؓ صدیق نے نبوت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کو عمدہ طریقے سے بیان کیا اور خوب خوب نصیحتیں کیں) پھر لکھا میں فلاں کو مہاجرینؓ و انصارؓ اور تابعین کے لشکر کا سردار بنا کر بھیج رہا ہوں۔ میرا حکم ہے کہ وہ کسی سے نہ لڑے اور نہ کسی کو مارے جب تک اسے اسلام کی دعوت نہ دے دے۔ پھر جس نے کلمہ پڑھ لیا اسلام قبول کر لیا برائیوں سے رک گیا اور نیک عملوں میں لگ گیا۔ اس کا اسلام قابل قبول ہے اور اس کی مدد کی جائے اور جو اسلام سے انکار کرے اس سے لڑنے کی اجازت دی ہے۔ جب تک اس میں کفر کا اثر باقی ہے' پھر جو اسلام لے آئے گا اس کے لئے بہتری ہے اور جو اسلام نہیں لائے گا تو وہ اللہ کو تو عاجز کرنے سے رہا۔ میں نے قاصد کو حکم دے دیا ہے کہ وہ یہ خط مجمع عام میں پڑھ کر سنائے اور تمہاری اذان کے ذریعہ دعوت دے پھر اگر مسلمان کی اذان سن کر لوگ بھی اذان دینے لگیں۔ تو ان سے رک جاؤ اور اگر اذان نہ دیں تو ان سے اذان نہ دینے کی وجہ پوچھو۔ اگر وہ انکار کر دیں تو ان کے بارے میں جلدی کرو اور اگر یہ اقرار و توبہ کر لیں تو توبہ قبول کر لی جائے اور ان کے مناسب احکام جاری کر دیئے جائیں''۔

اسی مضمون کے خطوط متعدد سفراء لے کر لشکر اسلام کی روانگی سے پہلے روانہ ہو گئے۔ اس کے بعد سرداران لشکر اپنا اپنا اسلامی جھنڈا لئے ہوئے مع اس فرمان کے جس کا ذکر اوپر ہو چکا نکل کھڑے ہوئے۔ سب سے پہلے خالدؓ بن الولید نے طلیحہ و بنی اسد پر حملہ کیا۔

طلیحہ اسدی: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں طلیحہ مرتد ہو کر سمیرا میں آ کر مقیم ہو گیا تھا۔ یہ کاہن تھا اس نے دعوئے نبوت کیا تھا اور بنی اسرائیل کے چند فرقے اس کے مطیع ہو گئے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی سرکوبی کو ضرار بن الازور کی سرکردگی میں چند مسلمانوں کو روانہ فرمایا تھا' ہنوز طلیحہ کی سرکوبی نہ ہونے پائی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم کی وفات کی خبر مشہور ہوگئی جس سے اس کے کاموں میں ایک گونہ استحکام پیدا ہوگیا۔ غطفان و ہوازن و طے اس کے حامی ہوگئے۔ ضرار اور ان کے ساتھی اعمال سب کے سب مدینہ چلے آئے اور اس کے بعد غطفان کے وفود ابوبکرؓ صدیق کی خدمت میں معافی و ترک زکوٰۃ کے لئے حاضر ہوئے۔ لیکن ابوبکرؓ صدیق نے اس سے انکار کیا اور ان پر حملہ کے خیال سے پیش قدمی فرما کر ذی القصہ میں ان کے مقابل ہوئے اور ان کو شکست دی۔ جیسا کہ ہم نے اس سے پیشتر بیان کیا شکست کے بعد غطفان اور بنی اسد بزاخہ میں طلیحہ سے آ کر مل گئے اور طے نے بھی ایسا ہی کیا' خالد بن الولیدؓ ان لوگوں کی سرکوبی کے لئے آگے بڑھے اور ان کی روانگی سے پہلے طے کی طرف عدی بن حاتم روانہ کئے گئے تھے۔ جن کی کوششوں اور مدبرانہ حکمت عملیوں کی وجہ سے طے طلیحہ کی ہمراہی سے علیحدہ ہو کر پھر دائرہ اسلام میں داخل ہوگئے۔

معرکہ بزاخہ: اس اثناء میں خالد بن الولیدؓ بھی بزاخہ پہنچ گئے۔ جہاں پر طلیحہ اور عینیہ بن حصن مرتدین کے گروہ کے ساتھ ٹھہرے ہوئے تھے۔ لشکر اسلام سے عکاشہ بن محصن و ثابت بن اقرم انصاریؓ پٹرول کے لئے نکلے۔ اتفاق سے طلیحہ اور اس کے بھائی جبال نے حالت غفلت میں عکاشہ و ثابتؓ کو شہید کر ڈالا۔ مسلمانوں کو اس واقعہ سے سخت صدمہ ہوا۔ خالدؓ بن ولید نے انصارؓ پر ثابت بن قیس کو طے پر عدی بن حاتم کو مقرر کر کے طلیحہ سے مقابلہ کیا۔ لڑائی کا آغاز فریقین کے لئے خطرناک نظر آ رہا تھا۔ عینیہ بن حصن میدان جنگ میں لڑ رہا تھا اور طلیحہ لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے ایک چادر اوڑھے ہوئے وحی کے انتظار میں بیٹھا ہوا تھا۔ جس وقت مرتدین کے پاؤں میدانِ جنگ سے اکھڑتے نظر آئے اس وقت عینیہ لوگوں کو لڑتا ہوا چھوڑ کر طلیحہ کے پاس دوڑ کر آیا اور اس سے دریافت کیا "کیا تمہارے پاس میرے بعد کوئی آیا تھا؟ (عینیہ کا اس سوال سے مقصود یہ تھا کہ کیا تیرے پاس میرے بعد وحی آئی تھی؟)" طلیحہ نے کہا "نہیں"۔ عینیہ یہ سن کر پھر میدان جنگ میں چلا گیا۔ تھوڑی دیر تک لڑ کر دوبارہ طلیحہ کے پاس آیا اور دریافت کر کے پھر میدان جنگ کو لوٹ گیا۔ چند ساعت کے بعد پھر طلیحہ کے پاس بھاگ کر آیا اور دریافت کیا طلیحہ نے کہا "ہاں جبرائیل آئے تھے"۔ عینیہ نے کہا کیا کہا؟ طلیحہ نے جواب دیا وہ مجھ سے کہہ گیا ہے کہ تیرے لئے وہی ہوگا جو تیری قسمت میں لکھا ہے"۔ عینیہ نے یہ سن کر کہا اے بنی فزارہ! یہ شخص کذاب ہے میں تو جاتا ہوں تم بھی لڑائی سے لوٹو۔ عینیہ کی زبان سے ان کلمات کا نکلنا تھا کہ میدانِ جنگ مرتدین سے خالی ہوگیا۔ بہت سے مرتدین مارے گئے کچھ لوگ ایمان لے آئے۔

طلیحہ کا فرار: طلیحہ مع اپنی بیوی کے گھوڑے پر سوار ہو کر شام کی طرف چلا گیا اور قبیلہ قضاعہ بنی کلب میں جا کر مقیم ہوا۔ یہاں تک کہ بنی اسد و غطفان ایمان لائے اور آخر الامر یہ بھی مسلمان ہو کر حضرت عمرؓ بن الخطاب کی خلافت کے زمانہ میں حج کو آیا مدینہ گیا اور ان کے ہاتھ پر بیعت کی لشکر شام کے ساتھ لڑنے کو گیا اور خوب خوب کامیابیاں حاصل کیں۔ اس لڑائی میں جو مقام بزاخہ میں مرتدین اور مسلمانوں کے درمیان ہوئی عیال بنی اسد کو کوئی صدمہ نہیں پہنچنے پایا۔ کیونکہ ان لوگوں نے اس واقعہ سے قبل ہی ان کو محفوظ مقام پر بھیج دیا تھا اور اس کے بعد بخوف آئندہ مسلمان ہوگئے۔

بنی عامر کے مرتدین: اسی زمانہ میں بنی عامر روت و اسلام میں پس و پیش کر رہے تھے اور زیادہ تر ان کو طلیحہ کے کاموں

کے نتائج اور اسد وغطفان کے انجام کا خیال پیش نظر تھا۔ قرۃ بن ہبیرہ کعب میں اور علقمہ بن ثلاثہ کلب میں سرداری کر رہے تھے۔ علقمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں طائف کی فتح کے بعد مرتد ہو کر شام چلا گیا تھا۔ پھر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا۔ تب اپنی قوم میں واپس آیا حضرت ابوبکرؓ صدیق نے یہ خبر پا کر ایک سریہ بسرداری قعقاعؓ ابن عمرو (بن تمیم) روانہ کیا' قعقاعؓ ابن عمرو نے علقمہ پر حملہ کیا اور اس کو مع اس کے اہل وعیال وقوم کے ابوبکرؓ صدیق کے پاس پکڑ لائے ان لوگوں نے مدینہ میں پہنچ کر توبہ کی اور دوبارہ مشرف بہ اسلام ہوئے۔

بنو عامر اور ہوازن کی اطاعت: قرۃ بن ہبیرہ طریہ ماجرا گزار کر بعد وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ بھی مذبذبین بین ذالک سے تھا کہ اتفاق سے حضرت عمروؓ بن العاص (جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع سے واپسی کے وقت عمان کی طرف بھیجا تھا) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد عمان سے واپس ہوتے ہوئے قرۃ کی طرف سے ہو کر گزرے۔ قرۃ نے بڑی عزت سے ان کو ٹھہرایا۔ دھوم دھام سے دعوت کی جب سب لوگ ملاقات کر کے ہٹ گئے اس وقت قرۃ نے عمروؓ بن العاص سے کہا کہ اگر زکوۃ معاف کر دی جائے تو بہت زیادہ مناسب ہوگا کیونکہ عربوں نے تمہارا دین خراج دینے کے لئے قبول نہیں کیا۔ عمروؓ بن العاص نے اس بات پر اس سے ناراضگی ظاہر کی اور اس سے کبیدہ خاطر ہو کر مدینہ چلے آئے اور ابوبکرؓ صدیق کو قرۃ کے حالات سے آگاہ کیا۔ پس جب خالدؓ بن الولید نے بنی اسد وغطفان پر حملہ کر کے ان کو زیر کر لیا اور اس وقت ہوازن وسلیم وعامر جو ان قبائل کے انجام کار دیکھنے کے منتظر تھے۔ خالدؓ بن الولید کے پاس آئے اور اسلام لائے خالدؓ بن الولید نے ان سب لوگوں کا اسلام قبول کر لیا سوائے ان چند اشخاص کے جنہوں نے زمانہ ردت میں مسلمانوں کو شہید وقتل کیا تھا۔ ان کو خالدؓ بن الولید نے چن چن کر گرفتار کرا کے کسی کو قتل اور کسی کو سنگسار کیا۔ جب ان کو بنی عامر کے کاموں سے فراغت حاصل ہوئی۔ تب عینیہ بن حصن وقرۃ بن ہبیرہ کو گرفتار کر کے ابوبکرؓ صدیق کے پاس مدینہ بھیج دیا۔ حضرت ابوبکرؓ صدیق نے عینیہ وقرۃ کو ردت پر قائم نہ رہنے اور دوبارہ اسلام نہ قبول کرنے کی وجہ سے ان دونوں کے قتل کا حکم دے دیا۔

سلمٰی بنت مالک: اس کے بعد قبائل غطفان وسُلیم وغیرہ کے بقیہ لوگ سلمٰی بنت مالک بن حذیفہ بن بدر بن ظفر کے پاس حواب میں جا جمع ہوئے اور اس کو اپنا پیشوا بنا لیا یہ سلمٰی وہی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں قید ہو کر آئی تھی لیکن اتفاقیہ ام المومنین حضرت عائشہؓ کے روبرو پڑ گئی۔ ام المومنین حضرت عائشہ نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہہ کر آزاد کرا دیا تھا۔ پھر جب یہ قوم میں لوٹ کر آئی تو مرتد ہو گئی اور کچھ لوگ غطفان وہوازن وسُلیم وطے واسد کے اس کے پاس آ کر جمع ہو گئے۔ جب اس کی اطلاع خالدؓ بن الولید کو ہوئی تو وہ مرتدین سے مسلمانوں کے خون کا بدلہ لیتے ہوئے سلمٰی سے آ کر مقابل

---

[1] ابن اثیر نے لکھا ہے کہ جس وقت عینیہ پابہ زنجیر مشکیں باندھی ہوئی مدینہ میں آیا تھا اس وقت مدینہ کے لڑکوں کا ایک گروہ اس کے پیچھے تھا اور وہ سب کہہ رہے تھے کہ اے دشمن خدا مومن ہونے کے بعد کافر ہوا اور عینیہ یہ کہتا جاتا تھا بخدا میں ایک لحہ کے لئے بھی ایمان نہیں لایا اور نہ اب لاؤں گا۔ حضرت ابوبکرؓ صدیق نے یہ سن کر اس کے قتل کا حکم دیا۔

ہو گئے۔ سلمیٰ ایک ناقہ پر سوار لوگوں کو لڑا رہی تھی۔ سو آدمی اس کے ناقہ کے پاس مارے گئے جب اس کا ناقہ زخمی ہو کر گرا اور یہ بھی ماری گئی تو اس وقت مرتدین کا گروہ میدانِ جنگ سے بھاگ نکلا' مسلمانوں کو فتح ہوئی۔

مرتدین بنی سلیم: باقی رہے بنی سُلیم' ان میں الفجاءۃ بن عبد یالیل حضرت ابوبکرؓ صدیق کے پاس آیا اور ظاہر کیا کہ ''میں مسلمان ہوں میری آپ مدد کیجئے مجھے لڑائی کا سامان دیجئے میں اہل ردت سے لڑوں گا''۔ حضرت ابوبکرؓ صدیق نے اس کو ہتھیار جنگ دے کر اہل ردت سے لڑنے کا حکم دیا۔ الفجاۃ بن عبد یالیل ہتھیار جنگ لئے ہوئے مدینہ سے نکل کر جون (یا جواء) پہنچا اور مرتد ہو کر بنی شرید سے نجبۃ بن ابی المثنیٰ کو بنی سلیم و ہوازن کے مسلمانوں پر شب خون مارنے کو روانہ کیا۔ حضرت ابوبکرؓ صدیق نے یہ خبر پا کر طریفہؓ بن حاجز کو الفجاۃ و نجبۃ پر حملہ کرنے کے لئے لکھا اور ان کی امداد کے لئے عبداللہ بن قیس الحاشی کو روانہ کیا۔ فریقین نے ایک کھلے میدان میں صف آرائی کی۔ نجبۃ تو میدان جنگ میں مارا گیا اور الفجاۃ بھاگا جس کو طریفہؓ نے تعاقب کر کے گرفتار کر لیا اور اپنے ہمراہ حضرت ابوبکرؓ صدیق کے پاس لائے اور حضرت ابوبکرؓ صدیق نے مصلے مدینہ میں آگ روشن کرا کے الفجاۃ کو اس میں ڈلوا دیا اور ابوشجرہ بن عبدالعزیٰ ابوالخنساء بقیہ بنی سلیم کے ساتھ اسلام میں داخل ہوا یہ بھی منجملہ مرتدین کے تھا۔

بنی تمیم میں تفرقہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بنی تمیم میں آپ کے عمال کی تفصیل یہ تھی کہ رباب وعوف و ابناء میں زبرقان میں بدر قیس بن عاصم مقاعس وبطون میں۔ صفوان بن صفوان وسبرہ بن عمرو بنی عمرو میں وکیع بن مالک بنی مالک میں مالک بن نویرہ حنظلہ میں تھے۔ پس جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وصال کی خبر مشہور ہوئی تو صفوان' صدقات بنی عمرو اور زبرقان' رباب وابناء وعوف کے صدقات لے کر حضرت ابوبکرؓ صدیق کے پاس مدینہ چلے آئے۔ لیکن قیس بن عاصم نے مقاعس وبطون میں ان کی مخالفت کی کیونکہ وہ ایسے وقت کا منتظر تھا۔ ان دونوں بزرگوں کے چلے جانے اور قیس کی مخالفت کی وجہ سے بلاد بنی تمیم میں تفرقہ شروع ہو گیا مسلمانوں اور مرتدوں میں لڑائی جھگڑا شروع ہو گیا۔

سجاح بنت الحرث: اس اثناء میں جب کہ فریقین ایک دوسرے کے ساتھ لڑ جھگڑ رہے تھے۔ سجاح بنت الحرث بن سویدز (یہ بطن غطفان قبیلہ بغلب سے تھی' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا) خروج کیا اور ہذیل بن عمران نے بنی تغلب بن عقبہ ابن ہلال نے نمرین سلیل بن قیس نے شیبان میں اور زیاد بن ہلال نے اس کی اتباع کی ہذیل بن عمران نصرانی تھا۔ لیکن اس نے اپنے دین کو سجاح کے دین کے لئے چھوڑ دیا تھا۔ سجاح بنت الحرث اس گروہ کو لئے ہوئے مدینہ پر حملہ کرنے اور ابوبکرؓ و مسلمانوں سے لڑنے کو چلی۔ بنی تمیم میں اختلاف تو پہلے ہی تھا سجاح کے خروج سے مخالفت اور زیادہ ہو گئی۔ مالک بن نویرہ نے اس سے مصالحت کر لی اور اس کو مدینہ پر فوج کشی کرنے سے روک کر بطون بنی تمیم پر حملہ کرنے کی تحریک کی۔ بنی تمیم اس کے مقابلہ سے بھاگے لیکن وکیع بن مالک اس سے مل گیا رباب ومنبہ نے متحد ہو کر لڑائی کی سجاح کے ہمراہیوں کو شکست ہوئی۔ اس کے متعدد ہمراہی قید کر لئے گئے اس کے بعد بحیثیت کل صلح کر لی اور سجاح مع اپنے ہمراہیوں کے مدینہ کی طرف روانہ ہو کر نباج پہنچی۔ اوس بن خزیمہ ہجیمی نے بنی عمرو کو لے کر اس پر حملہ کر دیا۔

فریقین میں سخت لڑائی ہوئی۔ سجاح کے ہمراہیوں میں سے ہذیل وعقبہ گرفتار کر لئے گئے۔ پھر فریقین کی اس شرط پر صلح ہوئی کہ اوس بن خزیمہ قیدیان سجاح کو چھوڑ دے اور سجاح اوس کے شہروں میں کسی قسم کا تصرف نہ کرے۔

سجاح اور مسیلمہ کذاب کا عقد و اتحاد: اس واقعہ کے بعد مالک بن نویرہ و وکیع بن مالک اس سے علیحدہ ہو کر اپنی قوم میں چلے آئے۔ چنانچہ سجاح کے ہمراہی اپنی کمزوری کی وجہ سے ان کو روک بھی نہ سکے اور ان کی امداد و اعانت سے ناامید ہو کر بنی حنیفہ کی طرف بڑھے۔ مسیلمہ نے یہ خیال کر کے کہ اگر وہ سجاح سے متصادم ہوگا اور اس سے لڑائی میں مصروف ہو جائے گا تو ثمامہ بن اثال یمامہ میں ضرور چھیڑ چھاڑ کرے گا اور شرحبیل بن حسنہ اور اسلامی لشکر بھی شب خون وغارت گری پر آمادہ ہو جائیں گے سجاح کے پاس قیمتی تحائف بھیجے اور اس سے یہ کہلا بھیجا کہ پہلے عرب کے کل بلاد نصف ہمارے تھے اور نصف قریش کے۔ لیکن چونکہ قریش نے بدعہدی کی ہے لہذا وہ نصف میں نے تم کو دے دیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ سجاح خود اس کے پاس آئی اور اس سے امن کی خواستگار ہوئی۔ بہرکیف مسیلمہ اس سے ملنے کو قلعہ سے نکل کر اس خیمہ میں آیا۔ جو ملاقات کے لئے سجایا گیا اور معطر کیا گیا تھا۔ محافظین خیمہ سے باہر نکال دیئے گئے۔ مسیلمہ وسجاح میں تھوڑی دیر تک گفتگو ہوتی رہی۔ جب مسیلمہ نے اپنے مرصع فقرے پڑھے تو سجاح نے اس کی نبوت کا اقرار کر لیا اور خود کو اس کی زوجیت میں دے دیا۔ تین روز تک اس کے پاس خیمہ میں مقیم رہی چوتھے روز جس وقت وہاں سے لوٹ کر اپنی قوم میں آئی۔ تو اس کی قوم بلا ادائے مہر نکاح کرنے پر اس کو لعنت ملامت کرنے لگی۔ مجبور ہو کر سجاح مسیلمہ کے پاس پھر لوٹ آئی اور اس سے مہر کا تقاضا کیا۔ مسیلمہ نے کہا جا اپنے ہمراہیوں سے کہہ دے کہ مسیلمہ رسول اللہ نے دو نمازیں یعنی نماز فجر وعشاء کی معاف کر دیں، جن کو محمد ﷺ نے تم پر فرض کیا تھا۔

سجاح کا فرار: اس کے علاوہ مسیلمہ سے سجاح یمامہ کی نصف پیداوار لے کر اور صلح کر کے جزیرہ کو واپس ہوئی اور ہذیل و عقبہ کو آئندہ سال کی نصف پیداوار لینے کے لئے چھوڑ گئی۔ اتفاق سے اثنائے راہ میں خالدؓ بن الولید کی سرکردگی میں اسلامی لشکر سے سامنا ہو گیا۔ جس سے اس کی جماعت منتشر ہو گئی اور وہ خود بنی تغلب کے جزیرہ میں جا کر مقیم رہی یہاں تک کہ معاویہ نے عام الجماعۃ (قحط سالی) میں اس کو مع بنی غطفان اس کے قبیلہ کے کوفہ میں لا کر ٹھہرایا۔ اسی زمانہ میں سجاح ایمان لائی اور باقی زندگی زمانہ اسلام میں اچھی طرح بسر کی۔

حضرت خالدؓ بن الولید کی بطاح کی جانب روانگی: جس وقت سجاح جزیرہ کو واپس ہوئی اور بنی تمیم نے پھر اسلام قبول کر لیا۔ اس وقت تک مالک بن نویرہ اسی کشمکش و پیچ میں رہا۔ بطاح میں قبیلہ تمیم بنی حنظلہ اس کے پاس جمع ہو گئے۔ لیکن مالک بن نویرہ چونکہ خود اس سے متردد تھا۔ اس نے بنی حنظلہ کا مال واسباب محفوظ مقام پر رکھوا دیا اور ان کو لڑائی کرنے سے منع کر کے اپنے مکان پر لوٹ آیا۔ خالدؓ بن الولید یہ سن کر حنظلہ مالک بن نویرہ کے پاس بطاح میں جمع ہو رہے ہیں لشکر اسلام لے کر ان کی سرکوبی کو بڑھے اگرچہ انصارؓ نے ابتداء خالدؓ بن الولید کی مخالفت کی اور یہ کہا کہ جب تک خلیفہ کا کوئی حکم نہ آئے گا۔ ہم آگے نہ بڑھیں گے لیکن پھر یہ سوچ کر کہ مبادا اگر یہ لوگ ناکام ہوئے تو ہم پر ان کے نہ بچانے کا الزام عائد ہو گا۔ حضرت خالدؓ کے ہمراہ ہو گئے۔ پس خالدؓ بن الولید نے بطاح پہنچتے ہی ایک سریہ روانہ کیا اور اس کو یہ ہدایت کر دی کہ

لوگوں کو اسلام کی طرف بلائیں' جو شخص اس سے انکار کرے اس کو گرفتار کرلائیں تاکہ قتل کیا جائے۔

مالک بن نویرہ: چنانچہ مالک بن نویرہ کو مع چند نفر بنی ثعلبہ بن یربوع کے گرفتار کرلائے۔ لوگوں نے حضرت خالدؓ بن الولید کے پاس پہنچ کر شہادت میں اختلاف کیا۔ بعض نے تو یہ کہا کہ مالک بن نویرہ اور اس کے ہمراہیوں نے اذان دی اور نماز پڑھی منجملہ ان کے ایک ابوقتادہ تھے اور بعضوں نے کہا کہ ان لوگوں نے نہ تو اذان دی اور نہ نماز پڑھی۔ خالدؓ بن الولید اہل سریہ کی اس مختلف شہادت سے کوئی نتیجہ نہ نکال سکے۔ مجبور ہو کر ان لوگوں کو زیر نگرانی ضرر بن الازور قید کر دیا۔ رات میں ان کے منادی نے ادفئوا اسراکم کی ندا دی یہ محاورہ کنانہ میں قتال کے لئے استعمال ہوتا تھا۔ پس اس ندا کے سنتے ہی ضرار نے چونکہ کنانی تھے۔ سب کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ خالدؓ بن الولید شور و غل کی آواز سن کر منع کرنے کی غرض سے باہر نکلے لیکن اس سے پیشتر ضرار ان کے قتل سے فراغت حاصل کر چکے تھے۔ ابوقتادہ و خالد میں اس بات پر قدرے جھگڑا ہوا کہ ابوقتادہ ناراض ہو کر حضرت ابوبکرؓ صدیق کے پاس چلے آئے۔ پھر جب خالدؓ بن الولید حسب طلب حضرت ابوبکرؓ صدیق مدینہ آئے تو حضرت عمرؓ ابن الخطاب نے مالک بن نویرہ کے مقدمہ میں حضرت ابوبکرؓ صدیق سے خالدؓ بن الولید سے قصاص لینے اور ان کے معزول کرنے کا مطالبہ کیا۔ لیکن حضرت ابوبکرؓ صدیق نے صاف الفاظ میں فرما دیا کہ ''میں اس تلوار کو نیام میں نہیں کرنا چاہتا جس کو اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لئے سان پر رکھا ہو'' اس کے بعد مالک اور اس کے ہمراہیوں کا خون بہا بیت المال سے دے دیا اور خالدؓ کو ان کے متعلقات بلاد کی طرف لوٹا دیا۔

مسیلمہ کذاب: جس وقت حضرت ابوبکرؓ صدیق نے گیارہ علم مرتدین عرب کی سرکوبی کے لئے روانہ کئے تھے۔ اس وقت عکرمہؓ بن ابی جہل کو مسیلمہ کذاب سے لڑنے کے لئے یمامہ کی طرف بھیجا تھا پھر ان کے بعد شرحبیل کو انہیں کی امداد کی غرض سے روانہ کیا۔ عکرمہؓ ابن ابی جہل نے عجلت کر کے شرحبیل کے آنے سے پہلے لڑائی چھیڑ دی۔ جس میں خود عکرمہؓ کو شکست ہوئی اس شکست سے جب حضرت ابوبکرؓ صدیق کو مطلع کیا گیا۔ تو انہوں نے عکرمہ کو لکھ بھیجا کہ خود تو تم استادی جانتے ہی نہیں لیکن شاگردوں میں عیب نکالتے ہو بغیر شرحبیلؓ کے آئے ہوئے تم نے حملہ کیوں کر دیا خیر جو کچھ ہوا اچھا ہوا مدینہ کا رخ نہ کرنا۔ حذیفہ و عرفجہ کے پاس جاؤ اور ان کی ماتحتی میں مہرہ اور اہل عمان سے لڑو۔ جب ان کی جنگ سے فراغت حاصل ہو تو تم مع اپنے لشکر کے مہاجر بن ابی امیہ کے پاس یمن و حضرموت میں چلے جاؤ۔ شرحبیل کو لکھا کہ تم خالدؓ بن الولید کے اعمال کی طرف چلے جاؤ۔ پس جب وہاں لڑائی سے کامیابی کے ساتھ فارغ ہو جاؤ تو قضاعہ کی طرف چلے جانا اور عمرو بن العاص کے ہمراہ ہو کر ان لوگوں سے لڑنا جو ان میں سے مرتد ہو گئے ہیں۔ اس اثناء میں جب خالد بن الولیدؓ بطاح سے فارغ ہو کر حضرت ابوبکرؓ صدیق کی طلبی پر ان کے پاس حاضر ہوئے۔ لیکن حضرت خالدؓ بن الولید سے اصلی واقعات سن کر راضی ہو گئے۔ تب انہوں نے خالدؓ بن الولید کو مسیلمہ کی طرف روانہ کیا اور کافی تعداد آدمیوں کی ان کے ہمراہ کر دی۔ مہاجرین پر ابوحذیفہ اور زید تھے انصار پر ثابت بن قیس و براء میں عازب تھے۔

مسیلمہ کذاب کی قوت میں اضافہ: خالدؓ بن الولید روانگی کا حکم پاتے ہی مدینہ سے نکل کر لشکر کے انتظار میں بطاح

میں آ کر ٹھہر گئے۔ جس وقت اسلامی لشکر آ گیا اس وقت یمامہ کی طرف روانہ ہوئے بنی حنیفہ کا اس وقت زور وشور تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ چالیس ہزار جنگ آور سپاہی یمامہ کے قریات اور وادیوں میں پھیلے ہوئے تھے۔ عکرمہ کی طرح شرحبیل نے بھی عجلت کر کے لڑائی شروع کر دی۔ جس میں ان کو بھی ناکامی ہوئی اس کے بعد حضرت خالد پہنچے انہوں نے شرحبیل کو عجلت کرنے پر ملامت کی لڑائی کی نوبت نہیں آئی تھی کہ حضرت ابوبکرؓ صدیق نے ایک اور گروہ کو حضرت خالد کی مدد کے لئے بھیج دیا۔ ایک تو خود مسیلمہ کے پاس جمعیت کثیر تھی دوسرے سجاح کی باقی ماندہ فوج بھی آ کر اس سے مل گئی تھی۔

مسیلمہ کذاب اور رجال: رجال (اس کا نام نہار تھا اور یہ شرفاء بنی حنیفہ سے تھا) بن عنفوۃ نے مسیلمہ کے نبوت کی شہادت دی اور یہ بیان کیا کہ آنحضرت ﷺ نے اس کو حکومت میں شریک کیا ہے۔ رجال کے اس کہنے کا اثر لوگوں پر اس وجہ سے زیادہ ہوا کہ یہ ہجرت کر کے آنحضرت ﷺ کے پاس چلا گیا تھا اور اس نے خدمت اقدس میں مقیم رہ کر قرآن پڑھا دین کی باتیں سیکھی تھیں۔ جب مسیلمہ مرتد ہوا تو آنحضرت ﷺ نے اس کو اہل یمامہ کی تعلیم اور مسیلمہ کے سمجھانے کے لئے بھیجا لیکن اس نے یمامہ پہنچ کر مسیلمہ کی اطاعت واتباع کر لی۔ اس کی اذان دینے لگا اور رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد اس کی رسالت کا اقرار بھی کر لیا تھا۔ مسیلمہ بہت سے فقرہ بنا بنا کر لوگوں کو سناتا اور کہتا تھا کہ یہ قرآن ہے اور چند باتیں خلاف عادات انسانی دکھلا کر اس کو معجزہ بتلاتا تھا۔ یہاں تک کہ اس کو اور بنی حنیفہ کو حضرت خالدؓ بن الولید کے قریب پہنچنے کی خبر معلوم ہوئی اور ان لوگوں نے جنگ کے قصد سے یمامہ سے باہر صف آرائی کی۔

مجاعہ کی گرفتاری: مسیلمہ تک پہنچنے کا ایک روز کا سفر باقی تھا کہ حضرت خالدؓ نے شرحبیل کو مقدمۃ الجیش پر مقرر کر کے خود آگے بڑھنا چاہا۔ لیکن اتفاق سے شب کے وقت مجاعہ سے مڈبھیڑ ہوگئی جو چالیس یا ساٹھ آدمیوں کا گروہ لے کر بلاد بنی عامر و بنی تمیم کی طرف شب خون مارنے گیا تھا شرحبیل نے مجاعہ پر حملہ کر دیا اور لڑ کر مجاعہ بن مرارہ کے علاوہ پورے گروہ کو فرش زمین پر آرام کے ساتھ سلا دیا۔

جنگِ یمامہ: اس واقعہ کے بعد حضرت خالدؓ آ گئے۔ مسیلمہ و بنی حنیفہ نے بڑھ کر تیغ وسنان سے ان کا استقبال کیا۔ مسیلمہ کے ہمراہ اس معرکہ میں چالیس ہزار فوج تھی۔ اس کے مقدمہ پر رجال تھا مسلمانوں کا لشکر تعداد میں تیرہ ہزار تھا۔ جس کی افسری خالدؓ بن الولید کر رہے تھے اور ان کی ماتحتی میں نامی گرامی دلاور لڑنے والے کام کر رہے تھے۔ فریقین نے نہایت سختی سے لڑائی شروع کی بظاہر یہ معلوم ہوتا تھا کہ یہی لڑائی فریقین کی قسمت کا فیصلہ کرنے والی ہوگی دونوں طرف سے لڑنے والے جی توڑ کر لڑ رہے تھے پہلے حملہ میں بنو حنیفہ لڑتے لڑتے حضرت خالد کے اس خیمہ تک پہنچ گئے جہاں پر مجاعہ قید تھا اور اسی خیمہ میں ام متمم یا تمیم زوجہ حضرت خالد بھی تھیں۔ مجاعہ نے باوجود قیدی ہونے کے انتہائی دلیری سے اٹھ کر مرتدین کو خیمہ کے پاس سے علیحدہ کیا اس کے بعد لشکر اسلام اللہ اکبر کہہ کر بنی حنیفہ پر ٹوٹ پڑا جس سے بنی حنیفہ بدحواسی کے عالم میں بھاگ نکلے۔

محکم بن طفیل کا خاتمہ: محکم بن طفیل نے (جو لشکر مسیلمہ کے میسرہ پر تھا) ((ادخلوا الحدیقه[1] یا بنی حنیفه فانی امنع

[1] شہر یمامہ کے دروازہ پر ایک باغ تھا جس کو حدیقۃ الرحمٰن کہتے تھے مسیلمہ نے اپنا خیمہ اسی باغ میں نصب کیا تھا۔

ادبارکم)) ''اے بنی حنیفہ حدیقہ میں چلے جاؤ میں تمہاری حفاظت کروں گا۔ یہ سن کر بنی حنیفہ تو حدیقہ چلے گئے اور محکم بن الطفیل ایک ساعت تک لڑتا رہا۔ یہاں تک کہ عبدالرحمٰن بن ابی بکر نے اس کو قتل کر دیا۔ مسلمانوں نے نہایت سختی سے پاؤں جما کر لڑائی شروع کر دی رایت اسلام ثابت بن قیس کے ہاتھ میں تھا جب یہ لڑ کر شہید ہو گئے تو حضرت زید بن الخطاب نے لیا پھر ابو حذیفہ، پھر سالم مولیٰ ابو حذیفہ نے پھر براءؓ برادر اوس بن مالک نے لے کر مقابلہ کیا۔ اللہ جل شانہ کی عنایت سے مرتدین کو شکست ہوئی۔

مسیلمہ کذاب کا قتل: مسلمانوں نے ان کو مارتے مارتے حدیقہ تک پہنچا دیا جہاں پر مسیلمہ مقیم تھا۔ تھوڑی دیر تک حدیقہ کے دروازے پر لڑائی ہوتی رہی انجام کار اسلامی لشکر حدیقہ کی دیواریں اور دروازہ توڑ کر اندر گھس گیا۔ لوگوں نے مسیلمہ سے کہا کہ ''وہ تیرا وعدہ کہاں ہے جو تیرا خدا تجھ سے کرتا تھا''۔ مسیلمہ نے جواب دیا کہ ہر شخص اپنے اہل و عیال کے لئے لڑے۔ یہ موقع ان باتوں کے دریافت کرنے کا نہیں ہے۔ مسیلمہ نے یہ کہہ کر جب اپنی نجات کی صورت نہیں دیکھی تو زرہ اور خود پہن کر گھوڑے پر سوار ہوا اور ایک گروہ کو ساتھ لے کر لڑتا ہوا باہر نکلا۔ باغ سے جونہی باہر آیا وحشی نے ایک ایسا تیر مارا کہ مسیلمہ اپنی جگہ سے حرکت نہ کر سکا اور حضرت زید بن الخطاب نے رجال بن عنفوہ کو قتل کر ڈالا۔ اس واقعہ سے مرتدین کے رہے سہے ہوش و حواس بھی جاتے رہے۔ سترہ ہزار جنگ آور بنو حنیفہ مارے گئے۔ لڑائی کے ختم ہونے کے بعد حضرت خالدؓ بن الولید مجاعہ کو اپنے ساتھ لئے ہوئے مرتدوں کے مقتولین کی طرف سے گزرے۔ حضرت خالدؓ بن الولید نے محکم کی لاش دیکھ کر دریافت کیا کہ یہ وہی (مسیلمہ) ہے؟ مجاعہ نے کہا واللہ مسیلمہ ان سے اچھا تھا۔ پھر حضرت خالدؓ بن ولید نے مسیلمہ رویحل، ومیم، اخیس کو دکھا کر کہا کہ تیرے سردار یہی تھے اور یہی تجھ پر حکومت کرتے تھے۔ مجاعہ نے کہا مسیلمہ یہی ہے اور یہ لوگ ایسے ہی تھے لیکن تم ان لوگوں کے قتل پر نازاں نہ ہو۔ ان سے زیادہ دلاور اور جنگی قلعہ یمامہ میں موجود ہیں۔ ان کے زیر کرنے کے لئے ایک مدت چاہئے۔ تم مجھ کو چھوڑ دو اور مجھ سے اور میری قوم سے مصالحت کر لو تو میں ان کو تم سے صلح کر لینے پر آمادہ کر دوں گا۔

اہل یمامہ سے مصالحت: خالد بن الولید چونکہ کسی قدر مال غنیمت جمع کرا چکے تھے اور لشکریوں کو کمر کھول دینے کا حکم دے چکے تھے۔ اسی وجہ سے مجاعہ سے کہا میں تجھے قید سے رہا کئے دیتا ہوں تو اپنی قوم میں جا اور ان کو صلح کر لینے پر آمادہ کر میں ے فقط ان کے نفوس کی بابت صلح کروں گا۔ مجاعہ خالدؓ کے پاس سے اٹھ کر اہل یمامہ کے پاس گیا اور عورتوں کو مسلح کر کے پناہ کی فصیل پر کھڑا کر کے خالدؓ کے پاس واپس آیا اور کہا کہ وہ لوگ محض اپنی جانوں پر مصالحت نہ کریں گے۔ خالد نے کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا تو اس کی فصیلیں ہتھیاروں سے چمکتی نظر آئیں اور لشکر اسلام کی یہ کیفیت تھی کہ انصارؓ میں تین سو آدمی اور اسی قدر مہاجرینؓ اور اسی قدر تابعینؓ میں سے شہید ہو چکے تھے۔ جو باقی تھے ان میں زخمیوں کی تعداد تھی۔ ان ت کے پیش نظر حضرت خالدؓ نے مجاعہ سے نصف مال و اسباب و زمین مزروعہ و غیر مزروعہ و باغات و قیدیوں کی بنیاد پر صلح کی تجویز پیش کی۔ لیکن ان لوگوں نے اس سے بھی انکار کیا۔ تو ربع (چوتھائی) مال و اسباب پر صلح کر لی۔ صلح نامہ لکھنے

کے بعد قلعہ کھولا گیا تو سوائے عورتوں اور لڑکوں کے اور کوئی نظر نہ آیا۔ خالدؓ نے مجاعہ سے کہا کہ تو نے میرے ساتھ دغا کی اور فریب سے صلح نامہ لکھوالیا۔ مجاعہ نے عرض کیا اے امیر میری قوم میں کسی قسم کی استطاعت باقی نہ رہ جاتی اگر میں یہ حیلہ نہ کرتا مجھے اب معاف فرمائیے میں نے ان کی رسوائی کے خیال سے یہ سب کچھ کیا۔ خالدؓ بن الولید یہ سن کر خاموش ہو رہے اور اس صلح نامہ کو بحالہ قائم رکھا۔

سلمہ بن عمیر کا انجام: لیکن سلمہ بن عمیر نے کہا کہ ''ہم اس صلح کو قبول نہ کریں گے اور قلعوں کو محفوظ رکھیں گے اور اہل قری کو لڑائی پر آمادہ کریں گے غلہ و رسد کافی ہے موسم سرما بھی آ گیا''۔ مجاعہ نے اس سے اختلاف کیا اور کہا کہ اگر میں حیلہ و فریب نہ کرتا تو خالد بھی اس شرط پر صلح نہ کرتے میں نے نہایت چالاکی سے یہ صلح نامہ لکھوایا ہے۔ مجاعہ کے کہنے پر سات آدمی اس کی قوم سے نکلے اور خالدؓ سے انہوں نے صلح کر کے ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور جس خیال پر وہ اس سے پیشتر تھے اس سے براءت ظاہر کر دی۔ سلمہ بن عمیر کے دل میں خالد کی جانب سے ایک خلش مضمر ہوگئی اور اس نے ان کے ساتھ دغابازی کا قصد کر لیا۔ مگر سلمہ کے ہمراہیوں نے خالد کو اس ناشائستہ حرکت سے مطلع کر دیا جس کی پاداش میں خالد نے اس کو قید کر دیا لیکن یہ قید سے نکل بھاگا۔ لیکن پھر لوگوں نے اس کو گرفتار کر کے مار ڈالا۔

اہل یمامہ کا وفد: حضرت ابوبکرؓ صدیق نے سلمہ بن وقش کو ایک خط دے کر حضرت خالدؓ کے پاس بھیجا۔ جس کا مضمون یہ تھا کہ ''اگر اللہ جل شانہ مرتدین پر تم کو فتح یاب کرے تو بنو حنیفہ سے جو بالغ ہو چکے ہوں، وہ سب کے سب قتل کئے جائیں البتہ نوعمر لڑکے اور عورتیں قید کر لی جائیں''۔ لیکن اس خط کے پہنچنے سے پہلے حضرت خالدؓ صلح کر چکے تھے۔ اس وجہ سے اس خط پر عمل در آمد نہ کیا گیا۔ لہٰذا ان میں سے ایک گروہ کو اپنے خط کے ساتھ وفد کی صورت میں حضرت ابوبکرؓ صدیق کے پاس روانہ کر دیا۔ حضرت خالد نے اپنے خط میں مسیلمہ کے مارے جانے اور اہل یمامہ پر فتح پانے نیز صلح کرنے اور ان لوگوں کے اسلام لانے کا مفصل حال لکھا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ صدیق نے اہل وفد سے بکمال عزت واحترام ملاقات کی اور ان لوگوں سے مسیلمہ کے بنائے ہوئے فقرات کو دریافت فرمایا ان لوگوں نے جو کچھ انہیں یاد تھا پڑھ کر سنایا۔ حضرت ابوبکرؓ صدیق نے فرمایا ''واللہ یہ کلام خدا نہیں ہے پاک ہے وہ اللہ جس کو وہ گمراہ کرے اس کا کوئی ہادی نہیں اور جس کو وہ راہِ راست پر لائے اس کو کوئی گمراہ نہیں کر سکتا جاؤ اپنی قوم میں رہو اور اسلام پر ثابت قدمی دکھاؤ۔ جس سے اللہ اور اس کا رسول ﷺ راضی ہو''۔

اہل بحرین کا ارتداد: خالد بن الولید نے یمامہ سے فارغ ہو کر اس کی وادیوں میں سے ایک وادی کی طرف رخ کیا۔ جہاں پر عبدالقیس و بکر بن وائل وغیرہ بطون ربیعہ جمع ہو رہے تھے۔ یہ لوگ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد مرتد ہو گئے اور اسی طرح منذر بن ساوی بھی رسول اللہ ﷺ کے وصال کے تھوڑے دنوں بعد اسلام چھوڑ بیٹھا تھا۔ یہ جارود بن المعلی وہی ہیں جو وفد کی صورت میں آنحضرت ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے تھے اور وہاں سے اسلام لا کر اپنی قوم میں آئے۔ ان کی تحریک پر وہ لوگ ایمان لائے تھے۔ پس جب عبدالقیس کو آنحضرت ﷺ کے انتقال کی خبر معلوم ہوئی تو وہ لوگ بھی مرتد ہو گئے اور کہنے لگے کہ ''اگر محمد ﷺ نبی ہوتے تو نہ مرتے''۔ جارود بن المعلی نے کہا ''تمہاری عقلوں پر پتھر پڑیں کیا تم نے یہ نہیں سنا اور کیا تم یہ نہیں جانتے ہو کہ اللہ

تعالیٰ نے محمد ﷺ سے پہلے اور انبیاء کرام بھیجے تھے اور وہ لوگ اپنا زمانہ جاہلیت پورا کر کے مر گئے ہیں؟ اسی طرح محمد ﷺ بھی ایک نبی تھے جب ان کا زمانہ وفات آیا تو وہ بھی مر گئے''۔ جارود نے سن کر کلمہ شہادت پڑھا عبدالقیس کے دل پر ان کلمات کا ایسا فوری اثر ہوا کہ وہ لوگ بھی ان کے ساتھ ساتھ کلمہ پڑھنے لگے اور اسلام پر ثابت قدم رہے۔

حطم بن ربیعہ کا ارتداد: ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ صدیق نے علاء بن الحضرمی کو منذر کی طرف مقرر فرمایا اس سے پیشتر آنحضرت ﷺ نے انہیں کو منذر کا حاکم مقرر فرمایا تھا۔ پس جب آپ کا انتقال ہو گیا اور بطون ربیعہ مرتد ہو گئے اور ان لوگوں نے منذر بن النعمان بن المنذر کو (جو کہ مغرور کے نام سے موسوم تھا) اپنا حاکم بنا لیا اور اس کی حکومت کو تسلیم کر لیا۔ جیسا کہ حیرہ میں اس کی قوم نے کیا تھا اور جارود کی وجہ سے عبدالقیس اسلام پر ثابت قدم رہے اور بکر بن وائل نے ردت پر قیام کیا اور حطم بن برادر بنو قیس بن ثعلبہ خروج کر کے غطیف و ہجر کے درمیان قیام پذیر ہوا اور اس نے چند آدمیوں کو دارین کی طرف عبدالقیس کو اسلام سے پھیرنے کے لئے بھیجا لیکن عبدالقیس نے اس سے انکار کیا تو اس نے مغرور بن سوید کو جواثی کی جانب یہ کہہ کر روانہ کیا کہ اگر تو ان پر فتحیاب ہو گیا تو میں تجھ کو بحرین کا ویسا ہی بادشاہ بنا دوں گا جیسا کہ حیرہ کا نعمان ہے۔ پس اس نے جواثی میں پہنچ کر مسلمانوں کا محاصرہ کر لیا اس اثناء میں حضرت علاء بن الحضرمی اہل ردت سے لڑنے کے لئے بحرین آ پہنچے اور جارود بن المعلی سے کہلا بھیجا کہ عبدالقیس کو لے کر حطم اور اس کی قوم پر جو اس کے گرد و نواح میں ہے حملہ کر دو اس خبر کے سنتے ہی کل مسلمان علاء کے پاس آ کر اور اہل دارین کے علاوہ جس قدر مشرکین تھے آ کر جمع ہو گئے اور اپنے اردگرد چاروں طرف سے خندق کھود کر لڑائی شروع کر دی۔ ایک ماہ کامل لڑائی ہوتی رہی یہ نہ ان پر غالب ہوتے تھے اور نہ وہ ان سے لڑائی میں پیچھے ہٹتے تھے۔

حطم بن ربیعہ کا خاتمہ: اتفاق سے ایک روز شب کے وقت کچھ شور وغل کی آواز آنے لگی۔ علاء بن الحضرمیؓ نے کان لگا کر سنا تو علاوہ شور وغل کے گانے بجانے لڑنے فضول بکنے کی آوازیں بھی آ رہی تھیں۔ تھوڑی دیر تک خاموشی کے عالم میں لیٹے ہوئے سنتے رہے۔ جب صبر نہ ہوا تو انہوں نے ایک مخبر کو بھیجا اس نے وہاں سے آ کر اطلاع دی کہ کل فریق مخالف شراب پی کر مست پڑے ہوئے ہیں۔ علاء بن الحضرمی نے اس خبر کے سنتے ہی اسی وقت اسلامی لشکر کو حملہ کرنے کا حکم دے دیا۔ نبرد آزمایان اسلام خندق کو عبور کر کے مرتدین کے سر پر پہنچ گئے۔ مرتدین حالت نشہ میں نہ اپنے کو سنبھال سکے اور نہ گھوڑوں پر سوار ہو کر بھاگ سکے۔ مسلمانوں نے ان میں سے اکثر کو قتل کیا جو باقی رہے ان میں سے بعض قید کر لئے اور بعض کشتیوں میں سوار ہو کر دارین میں جا چھپے اور بعض اپنی قوم میں جا ملے۔ حطم بن ربیعہ (جو مرتدین کا سرگروہ تھا) اپنے کو کچھ سنبھال کر گھوڑے پر چڑھ رہا تھا کہ قیس بن عاصم نے پہنچ کر اس پر ایسا وار کیا کہ کمر سے اس کا ایک پاؤں کٹ کر گر پڑا اتنے میں جابر بن بجیر آ گیا اور اس نے قیس پر حملہ کر دیا قیس نے اس کا وار خالی دے کر ایک ایسا ہاتھ مارا کہ اس کی گردن دوش سے جدا ہو کر علیحدہ جا پڑی۔ پھر قیس نے لپک کر حطم بن ربیعہ کا بھی کام تمام کر دیا۔

معرکہ دارین: عفیف بن منذر نے مغرور بن سوید کو گرفتار کر لیا تمام شب کشت و خون کا بازار گرم رہا۔ صبح ہونے تک جب

میدان مرتدین سے خالی ہو گیا تو علاء نے صبح کی نماز کے بعد مغرور کے قتل کا حکم دے کر مال غنیمت کو تقسیم کر دیا۔ بکر بن وائل میں ان لوگوں کو جو اسلام پر ثابت قدم رہے تھے اور خصفہ تمیمی اور مثنی بن حارث بن حارث کو اہل ردت کے روکنے کو لکھا لیکن اس خط کے پہنچنے سے پہلے اہل ردت دارین میں پہنچ گئے۔ مسلمانانِ بکر بن وائل' علاء کو جب اس سے مطلع کر کے خود دارین کی طرف بڑھے تو علاء بن الحضرمی بھی اس اطلاع پر اسلامی لشکر لئے ہوئے ان کے پیچھے پیچھے دارین کی طرف روانہ ہوئے۔ دریا کے کنارے پر پہنچ کر کشتی نہ ملنے سے لشکر اسلام رک گیا۔ علاء بن الحضرمی نے گھوڑے سے اتر کر جماعت کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھی اور سب کے سب دعا کرنے لگے:

((یا ارحم الراحمین یا کریم یا حلیم یا احد یا صمد یا حی یا محی الموتی یا حی یا قیوم لا اله انت یا ربنا))

دعا ختم کرنے کے بعد علاء نے گھوڑے پر سوار ہو کر ایک ایڑ دیا اور اسلامی لشکر ان کے پیچھے پیچھے روانہ ہو گیا اللہ تعالیٰ کی عنایت سے دریا پایاب ہو گیا اور اسلامی لشکر نے اس کو عبور کر کے دشمنانِ خدا کے سر پر پہنچ کر قتل و غارت کرنا شروع کر دیا اور ایک شب و روز کی لڑائی کے بعد مرتدین کو شکست ہوئی چھ ہزار سوار اور دو ہزار پیادے ان کے مارے گئے باقی جس قدر رہے تھے وہ سب گرفتار و قید کر لئے گئے۔

علاء بن الحضرمی کا بحرین کی امارت پر تقرر: اس خداداد کامیابی کے بعد علاء بن الحضرمی بحرین واپس آئے اور حرانہ میں لشکر اسلام کو ٹھہرنے کا حکم دیا لیکن فتنہ انگیزوں نے یہ غلط خبر مشہور کر دی کہ ابو شیبان و ثعلبہ وحر' شیبانیوں کو ردت پر ابھار کر ان کو مسلمانوں سے لڑائی کے لئے جمع کر رہے تھے۔ حالانکہ وہ علاء کی امداد کے لئے جمع ہو رہے جس وقت علاء ان فتنہ انگیزوں کے کہنے پر اعتماد کر کے ابو شیبان وغیرہ کے مقابل ہوئے۔ اس وقت حقیقت حال کا انکشاف ہوا اور وہ لوٹ کر اپنی قیام گاہ پر آئے اور حضرت ابو بکرؓ صدیق کو ایک خط لکھا۔ جس میں اہل خندق کی شکست اور حطم کے مارے جانے کی مفصل کیفیت درج کی تھی۔ حضرت ابو بکرؓ صدیق اس خط کو پڑھ کر بہت خوش ہوئے اور علاء کو حکومت بحرین پر مقرر کر دیا۔ اس کے بعد ثمامہ بن اثال ایک گروہ کو ہمراہ لے کر نکل کھڑا ہوا۔ اتفاق سے قیس بن ثعلبہ بن بکر بن وائل کے راستہ میں مل گیا' اس کے پاس حطم بن ربیعہ کی سیاہ چادر تھی۔ اہل قافلہ نے کہا اسی نے حطم کو مارا ہے قیس بن ثعلبہ نے ہر چند کہا کہ میں نے اس کو نہیں مارا مجھ کو امیر نے بنا دیا ہے لیکن ان لوگوں نے ان کے کہنے پر مطلق توجہ نہ کی اور ان کو گرفتار کر کے مار ڈالا۔

عمان و مہرہ کے مرتدین: اس سے پیشتر زمانہ جاہلیت میں عمان کی حکومت لقیط بن مالک ازدی کے خاندان میں تھی لیکن انقلاب زمانہ میں اس کے خاندان سے حکومت نکل کر جیفر و عبد پسران جلندی کے قبضہ میں آ گئی تھی۔ آنحضرت ﷺ کے انتقال کے بعد جس وقت اہل عمان و مہرہ مرتد ہو چلے تھے۔ اس وقت لقیط بن مالک نے موقع مناسب دیکھ کر نبوت کا دعویٰ کر کے عمان سے جیفر و عبد کو نکال دیا اور خود عمان پر حکومت کرنے لگا۔ جیفر نے حضرت ابو بکرؓ صدیق کو اس واقعہ سے آگاہ کیا۔ حضرت ابو بکرؓ صدیق نے حذیفہ بن محصن ضمیری کو عمان کی طرف اور عرفجہ بارقی کو مہرہ کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا۔

روانگی کے وقت حذیفہ کو حکم دیا کہ مہم عمان سے فارغ ہو کر مہرہ میں عرفجہ کو مدد دینا اور دونوں آدمی جیفر کی رائے سے کام کرنا'' اگر چہ اس سے پیشتر عکرمہؓ بن ابی جہل کو یمامہ کی طرف مسیلمہ سے لڑنے کو بھیجا تھا۔ لیکن عکرمہؓ کو بوجہ عجلت شکست ہوئی تھی اور حضرت ابوبکرؓ صدیق نے ان کو لکھ کر بھیجا تھا کہ تم حذیفہ و عرفجہ کے ساتھ شریک ہو کر اہل عمان و مہرہ سے لڑنا اور جب مہم عمان و مہرہ سے فارغ ہو جاؤ تو یمن چلے جانا (جیسا کہ ہم لکھ چکے ہیں) اس وجہ سے عکرمہؓ بن ابی جہل۔ حذیفہ و عرفجہ کے پہنچنے سے پہلے عمان پہنچ گئے اس کے بعد جب حذیفہ و عرفجہ بھی آ گئے تو انہوں نے جیفر و عبد کو اپنے آنے سے مطلع کیا۔ جیفر و عبد فوراً اپنی موجودہ فوج لے کر اسلامی لشکر میں آ گئے اور صحرائے عمان میں خیمہ زن ہوئے۔

عُمّان کی فتح: یقیط نے یہ خبر پا کر اپنے لشکر کو جمع کی اور کمال مردانگی سے شہر میں لا کر مقابلہ کی غرض سے ٹھہرایا۔ مقدمۃ الجیش میں عکرمہؓ تھے اور میمنہ پر حذیفہ اور میسرہ پر عرفجہ اور روسا عمان جو ہنوز اسلام پر ثابت قدم تھے۔ مع جیفر و عبد کے قلب میں تھے ادھر یقیط اور اس کے ہمراہی ایک کثیر تعداد میں صف بصف مقابلہ میں کھڑے تھے اور ان کے پیچھے ان کی عورتیں اور لڑکے تھے۔ نماز فجر کے بعد لڑائی شروع ہوئی فریقین نے جی توڑ کر لڑنا شروع کیا لڑائی کا آغاز نہایت خطرناک نظر آ رہا تھا۔ مسلمانوں کا لشکر نشیب میں اور مرتدین کی بلندی پر تھی۔ مگر بایں ہمہ مسلمان ہتھیلی پر سر رکھ کر برابر آگے بڑھتے جاتے تھے۔ یقیط نے یہ رنگ دیکھ کر اپنی فوج کو للکار کر آگے بڑھایا اور خود ایک ہاتھ میں پرچم اور دوسرے میں نیزے لئے ہوئے گھوڑے کو مہمیز کر کے مسلمانوں کی طرف چلا۔ اسلامی لشکر اچانک اور مجموعی حملہ سے گھبرا کر پسپا ہوا چاہتے تھے اور قریب تھا کہ یقیط فتحیاب ہو جاتا لیکن اتفاقاً بنی ناجیہ کا ایک گروہ جس میں حریث بن ارشد اور کچھ لوگ عبدالقیس کے شامل تھے (جس کا سردار سنجار بن صرصار تھا) ان کی مدد کو گیا۔ اسلامی لشکر کا دل اس غیر متوقع امداد سے بڑھ گیا اور انہوں نے اللہ اکبر کہہ کر مجموعی قوت سے حملہ کر دیا۔ دشمنان دین شکست اٹھا کر منہ کے بل گرتے پڑتے بھاگے۔ دس ہزار کے قریب ان میں سے مارے گئے قیدیوں کی تعداد کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ مال غنیمت کی تقسیم کے بعد خمس (پانچواں حصہ) حضرت ابوبکرؓ صدیق کے پاس مدینہ بھیجا گیا تھا اس میں آٹھ سو قیدی تھے لڑائی کے ختم ہونے کے بعد حذیفہ تو عمان میں ٹھہرے رہے اور عکرمہؓ مہرہ کی طرف روانہ ہوئے۔

اہل مہرہ کی اطاعت: مہرہ میں کچھ لوگ عمان اور از دو عبدالقیس و بنی سعید قبائل کے ہاں جا کر شریک ہو گئے اور یہ لوگ دو گروہ ہو کر حکومت و ریاست کے لئے ایک دوسرے سے لڑ رہے تھے۔ عکرمہؓ نے مہرہ میں پہنچ کر دونوں گروہوں کو اسلام کی دعوت دی۔ ایک نے ان میں سے اسلام قبول کر لیا اور دوسرے نے (جس کا سردار مصبح تھا) اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ عکرمہؓ نے گروہ اول کے ساتھ ہو کر حملہ کیا اور دوسرے فریق کو شکست دے کر ان کے سردار کو مار ڈالا بہت سے مال و اسباب پر قبضہ کر لیا۔ مسلمانوں کو اس واقعہ سے بہت مدد پہنچی اس کے بعد اس اطراف و جوانب کے کل رہنے والے نجد روضہ و ساحلی و جزایر و مرولسان و اہل جبرہ و ظہور الشحر و فرات و ذات الخیم و فرہ بالاتفاق مسلمان ہو گئے۔ عکرمہؓ نے اس واقعہ کا ایک اطلاعی خط حضرت ابوبکرؓ صدیق کے پاس بھیج دیا اور خود حسب ہدایت حضرت ابوبکرؓ صدیق براہِ یمن مہاجر بن ابی امیہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

باب: ۱۲

فتوحاتِ عراق وشام

۱۲ھ تا ۱۳ھ

اہلِ حیرہ کی اطاعت: محرم ۱۲ھ (مطابق ۶۳۳ھ) میں حضرت ابوبکرؓ صدیق نے خالد بن الولید کو یمامہ کی مہم سے فارغ ہونے کے بعد عراق میں ایلہ کی جانب سے داخل ہونے کو لکھا (ایلہ منتہائے بحر فارس پر جانب شمال بصرہ کے قریب واقع ہے) نیز یہ بھی لکھا کہ اہل فارس اور ان لوگوں کی تالیف قلوب کرنا۔ جو ان کے ملک میں دیگر مذہب وملت کے آباد ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ حضرت خالد بن الولید یمامہ کی مہم سے فارغ ہو کر مدینہ حضرت ابوبکرؓ صدیق کے پاس آئے اور یہاں سے ان کے حکم سے عراق کی طرف روانہ ہو کر بانقیا دبوسما پہنچے۔ ان کے حکمرانان جابان وصلوبا نے حاضر ہو کر دس ہزار دینار پر مصالحت کر لی۔ حضرت خالدؓ بن الولید اس رقم کو وصول کر کے حیرہ پہنچے۔ اپنے یسر ایاس[1] میں قبیصہ طائی کے ہمراہ حیرہ کے شرفاءِ لشکر اسلام کی آمد کی خبر سن کر خالدؓ بن ولید کے پاس آئے۔ حضرت خالدؓ نے ان لوگوں سے کہا ہم اعلاءِ کلمۃ اللہ کی غرض سے آئے ہیں تم لوگ اسلام قبول کر و یا مطیع اسلام ہو کر جزیہ دو تو ہم تمہاری جان اور مال کے ذمہ دار اور محافظ ہوں گے یا برسر میدان جنگ میں آؤ۔ شرفاءِ حیرہ نے اسلام کی اطاعت قبول کر کے نوے ہزار درہم جزیہ[2] (خراج) پر صلح کر لی۔

بعض کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت خالد کو اسفل عراق میں ایلہ کی جانب سے داخل ہونے کا حکم دیا تھا اور عیاض بن غنم کو لکھا تھا کہ وہ اعلیٰ عراق سے داخل ہو کر مضیخ سے لڑائی شروع کر کے عراق میں خالدؓ سے جا کر مل جائیں اگرچہ اس سے پیشتر مثنیٰؓ بن حارث شیبانی حضرت ابوبکرؓ صدیق سے اجازت حاصل کر کے عراق چلے گئے تھے اور حضرت خالدؓ کے پہنچنے سے پہلے لڑائی چھیڑ دی تھی۔ پس جس وقت حضرت خالدؓ بن ولید عراق پہنچے اس وقت حضرت ابوبکرؓ کے حکم سے مثنیٰ بن حارث وحرملہ ومدعور (یا معذور) وسلمان ایلہ میں حضرت خالدؓ کے لشکر سے آ کر مل گئے۔

---

[1] نعمان بن منذر کے بعد ایاس بن قبیصہ طائی امیر حیرہ بنائے گئے تھے۔

[2] یہ پہلا جزیہ ہے کہ اسلام نے فارس سے لیا۔

جنگِ سلاسل: حضرت خالدؓ کے ہمراہ دس ہزار فوج تھی اور مثنیٰ بن حارث کے ساتھ آٹھ ہزار۔ خالدؓ نے اپنے لشکر کو کل تین حصوں میں منقسم کر کے اگلے حصہ پر مثنیٰ کو اور درمیانی پر عدیؓ بن حاتم کو مقرر کیا اور پچھلے پر خود رہے اور فوج کے تینوں حصوں کو مختلف راستوں سے اس طرح پر روانہ کیا کہ ہر حصہ دوسرے حصہ سے ایک دن کی مسافت پر تھا۔ پہلے دونوں حصوں کو حصیر میں دشمنانِ دین سے مقابلے کی غرض سے جمع ہونے کا حکم دیا۔ شاہِ فارس کی طرف سے اس صوبہ کا گورنر ہرمز نامی ایک شخص نہایت دلیر اور نبرد آزما تھا جو خشکی میں عرب سے اور بحر میں ہند سے لڑتا رہتا تھا۔ ہرمز خالدؓ کی آمد کی سن کر اردشیر کسریٰ کے پاس ایک اطلاعی عرضداشت بھیج کر خود نہایت عجلت سے تیاری کر کے ایک منتظم فوج لئے ہوئے حصیر آ پہنچا۔ اس کے مقدمۃ الجیش پر قباد و انوش جان (اولاد اردشیر اکبر سے) تھے انہوں نے بھاگنے کے خیال سے اپنی فوج کو چاروں طرف سے زنجیروں سے گھیر دیا۔ فریقین نے حصیر کے سامنے ایک میدان میں اپنی اپنی صفوں کو منظم کیا۔ اتفاق سے اسلامی لشکر جوان کے مقابلہ پر تھا وہ ایسے مقام پر خیمے نصب کر رہا تھا جہاں پانی نہ تھا خالدؓ کے ہمراہیوں نے کہا کہ تم یہ کیا کر رہے ہو؟ لشکر بغیر پانی کے مر جائے گا۔ خالدؓ نے جواب دیا ''صبر کرو اللہ تعالیٰ مسبب الاسباب ہے''۔ یہ سن کر لوگ خاموشی کے ساتھ خیمے نصب کرنے اور اسباب اتارنے لگے تھوڑی دیر کے بعد بحکم خدا ایک ابر آیا جس سے ان کے اردگرد کے چشمے بھر گئے۔

ہرمز کا خاتمہ: صفوں کے منتظم ہونے کے بعد خالدؓ اسلامی لشکر کی صفوں سے نکل کر میدان میں گئے اور للکار کر اپنے مقابلہ پر لڑنے والے کو طلب کیا۔ ہرمز اُن کی آواز سن کر میدان میں نکل آیا۔ دونوں لڑنے والے گھوڑوں سے اتر کر پیادہ ہو گئے پہلے خالدؓ نے ہرمز پر وار کیا' ہرمز نے پیچھے ہٹ کر خالد پر حملہ کیا۔ خالدؓ نے اس کی تلوار چھین لی اور لپک کر اس کی کمر پکڑ کر زمین پر پٹک دیا۔ جانثارانِ فوج کا دستہ یہ واقعہ دیکھ کر حضرت خالدؓ کی طرف بڑھا۔ لیکن حضرت خالدؓ کا یہ دلیرانہ حملہ ان کو ہرمز کے قتل سے نہ روک سکا۔ یہ دستہ خالدؓ تک پہنچنے بھی نہ پایا تھا کہ قعقاع بن عمروؓ نے اس دستہ پر حملہ کر کے ایک ایک کو چن چن کے مار ڈالا۔ اس کے بعد بقیہ لشکر فارس میدان جنگ سے بھاگ نکلا۔ تھوڑی دور تک مسلمانوں نے ان کا تعاقب کر کے جس کو پایا اس کو قتل کیا اس لڑائی کا نام واقعہ ذات السلاسل ہے۔ حضرت خالدؓ نے ہرمز کے قتل کے بعد اس کے ہتھیار اور اسباب لے لئے اس کی صرف ایک ٹوپی ایک لاکھ کی تھی۔

حصن المراۃ کی فتح: لڑائی ختم ہونے کے بعد حضرت خالدؓ نے مالِ غنیمت سے خمس اور نوید فتح دے کر قاصد کو حضرت ابوبکرؓ صدیق کے پاس بھیجا اور خود حصیر سے روانہ ہو کر موضع جسرِ اعظم (بصرہ) میں جا اترے۔ حضرت مثنیٰ بن حارث کو دشمنانِ خدا کے پیچھے روانہ کیا۔ چنانچہ مثنیٰ نے حصن المراۃ کا محاصرہ کر کے اس کو فتح کر لیا۔ حاکمِ قلعہ کی بیوی مسلمان ہو گئی۔ اس کو مثنیٰ نے اپنی زوجیت میں لے لیا۔ انہیں ایام میں حضرت خالدؓ بن ولید نے معقل بن مقرن کو ایلہ کی طرف بھیجا تھا لیکن اس کو عتبہؓ بن غزوان نے حضرت عمرؓ کی خلافت کے زمانہ میں ۱۴ھ میں فتح کیا۔

جنگ مذار: کسرائے اردشیر نے ہرمز کی اطلاعی عرضداشت (جس میں اس نے خالد کی آمد کو لکھا تھا) پڑھ کر ہرمز کی مدد پر قارن بن قریانس کو فوج کے ساتھ روانہ کیا تھا۔ لیکن اس کے پہنچنے سے پہلے ہرمز مارا جا چکا تھا اور اس کے ہمراہی میدان جنگ

سے بھاگے ہوئے چلے آ رہے تھے۔ مقام مذار میں قارن اور منہر میں ہرمز کے لشکریوں سے ملاقات ہوئی۔ قارن نے ان لوگوں کو دم دلاسہ دے کر دوبارہ لڑائی پر آمادہ کیا اور اپنے ہمراہ لے کر لشکر اسلام سے مقابلہ کرنے کی غرض سے نہر پر آ کر ٹھہرا۔ حضرت خالدؓ بن ولید یہ سن کر لشکر اسلام کو منظم کر کے قارن کے مقابلے پر آئے۔ فریقین نے مردانگی سے لڑائی شروع کی اثناءِ جنگ میں معقل بن الاعشی بن النباش نے قارن کو اور عاصم نے انوش جان کو اور عدی نے قباد کو ایک ہی حملہ میں مار ڈالا۔ جس کی وجہ سے پھر لشکر فارس کو شکست ہوئی۔ اس معرکہ میں ان لوگوں کے علاوہ جو دار و گیر' وقت نہر میں ڈوب گئے۔ تقریباً تین ہزار فارس کے لشکری مارے گئے۔ جو باقی رہے ان سے جزیہ لے کر اپنی حفاظت میں لے لیا۔ مسلمانوں کو اہل فارس سے بے حد مال و اسباب ملا اور ان کے مقتولین کے لڑکوں اور عورتوں کو قید کر کے لونڈی غلام بنا لیا۔ قارن کی لڑائی کے بعد مسلمانوں نے فارس سے کوئی بڑی لڑائی نہیں لڑی اس لڑائی کا نام ثنی یعنی نہر ہے۔

جنگِ ولجہ: اس شکست کے بعد اردشیر نے سواد کے بہت بڑے شہسوار اندرعز کو روانہ کیا اور اس کے پیچھے ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ بہمن جاذویہ کو بھی بھیجا۔ اندرعز نے اپنی ہمراہی فوج کے علاوہ اردشیر کے حکم کے بموجب حیرہ و کسکو کے درمیان سے عرب ضاحیہ اور دہقانوں کے ایک گروہ کثیر کو اپنے لشکر میں شامل کر کے دلجہ میں صف آرائی کی۔ حضرت خالدؓ بن ولید نہر کو عبور کر کے اس کے مقابلے پر گئے۔ لڑائی سے پہلے حضرت خالدؓ نے اپنی فوج کے ایک حصہ کو کمین گاہ میں چھپا دیا تھا اور بقیہ لشکر کو دو حصوں میں منقسم کر کے مقابل ہوئے تھے۔ اسلامی لشکر حضرت خالدؓ بن ولید کے اشارہ سے لڑتا ہوا آہستہ آہستہ پیچھے ہٹنے لگا۔ جس وقت لشکر فارس کمین گاہ سے آگے بڑھا۔ اہل کمین گاہ نے کمین گاہ سے نکل کر لشکر فارس پر پیچھے سے اور سامنے سے لڑنے والے اسلامی لشکر نے آگے سے اور حضرت خالدؓ نے ایک کوس کا چکر کاٹ کر دائیں بازو سے حملہ کر دیا۔ لشکر فارس اس اچانک حملہ سے گھبرا گیا ایک گروہ کثیر ان کا مارا گیا اور اندرعز لڑتے لڑتے پیاس کی شدت سے مر گیا۔ باقی لشکریوں کو حضرت خالدؓ نے امان دے کر اپنی حفاظت میں لے لیا۔

جنگِ الیس: چونکہ اس لڑائی میں دو عیسائی بنی وائل کا جار بن بجیر' دوسرا عجل کا ابن عبدالاسود مسلمانوں نے گرفتار کر لئے تھے۔ اس وجہ سے بنی وائل کے نصرانی برہم ہو کر مسلمانوں کے خلاف مقام الیس میں جمع ہوئے۔ عبدالاسود عجلی کو اپنا سردار بنایا۔ اردشیر نے شکست کے بعد بہمن جاذویہ کو عرب کے نصرانیوں کے ساتھ مقام الیس میں پہنچ کر مدد دینے اور ان کے ہمراہ ہو کر لڑنے کو لکھا اور لکھا کہ جب تک جابان مرزبان نہ پہنچ لے اس وقت لڑائی نہ چھیڑی جائے۔ بہمن جاذویہ عجل و بنی وائل کے نصرانیوں کے پاس اردشیر کا یہ پیام پہنچا کر اردشیر کے پاس مشورے کی غرض سے واپس آیا۔ لیکن اردشیر کی علالت نے اس کو عجلت کے ساتھ الیس کی طرف لوٹنے نہ دیا۔ اس اثناء میں جابان' نصرانیان عرب بنی عجل و تیم اللات وضبیعہ وعرب الضاحیہ کے پاس الیس میں آ گیا۔ جب ان لوگوں کے اجتماع کی خبر حضرت خالدؓ بن ولید کو پہنچی۔ تو وہ بھی ان کی طرف اسلامی لشکر لے کر روانہ ہوئے۔ ان کو جابان مرزبان کی شرکت کی اطلاع نہ تھی۔ انہوں نے الیس میں پہنچ کر بلا کسی انتظار کے اعلان جنگ کر دیا اور خود میدانِ جنگ میں بڑھ کر لڑنے والوں کو طلب کیا۔ فریق مخالف کی فوج سے مالک بن قیس مقابلہ پر آیا جس

کو حضرت خالدؓ نے دم لینے کی بھی مہلت نہ دی۔ مالک بن قیس کے مارے جانے کے بعد لڑائی کا بازار بے حد گرم ہو گیا' عرب کے نصرانی لڑتے جاتے تھے اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر بہمن جاذویہ کو دیکھ رہے تھے جس سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ اس کا انتظار کر رہے ہیں تھوڑی دیر کے بعد جب ان کی مایوسانہ کوششوں نے جواب دے دیا اور بہمن جاذویہ کے آنے سے قطعاً ناامید ہو گئے تو ایک دوسرے پر منہ کے بل گرتے پڑتے میدان جنگ سے بھاگے مسلمانوں نے ان کو گرفتار کرنا شروع کر دیا۔ ان میں سے ایک گروہ کثیر قید کر لیا گیا۔ جن کو حضرت خالد نے قتل کیا اس قدر کثیر التعداد آدمیوں کے مارے جانے سے خون کی ندی جاری ہو گئی۔ جو نہر الدم کے نام سے موسوم ہوئی۔ اس واقعہ میں مقتولین کی تعداد ستر ہزار بیان کی جاتی ہے۔ مال غنیمت کا کوئی صحیح اندازہ نہیں ہو سکا۔

امغیشیا کی فتح: خالد عجمیوں کے کھانے پر جا کر کھڑے ہو گئے اور دن بھر کی لڑائی سفر میں تھکے ہارے اور بھوکے پیاسے مسلمانوں نے لڑائی ختم ہونے پر کھانا شروع کر دیا۔ یہ واقعہ ماہ صفر میں واقعہ ہوا ہے اس کے بعد خالد اپنا لشکر لئے ہوئے امغیشیا جا پہنچے اور تیزی سے اس پر حملہ کر دیا کہ اہل امغیشیا اپنا مال و اسباب تک دوسرے مقام پر نہ بھیج سکے۔ اسلامی لشکر نے اس واقعہ میں اس قدر مال غنیمت فراہم کیا کہ تا کسی اور واقعہ میں نہیں ملا ہو گا۔

حیرہ کا محاصرہ: متذکرہ بالا واقعہ سے فارغ ہو کر حضرت خالد بن ولیدؓ اسلامی لشکر اسباب کو کشتیوں میں سوار کرا کے حیرہ کی طرف روانہ ہوئے ابن زیان و مرزبان حیرہ نے مع اراکین کے حیرہ سے نکل کر غریین میں پہنچ کر لشکر کو منظم کیا اور اپنے لڑکے کو ایک کثیر التعداد لشکر کے ساتھ حضرت خالدؓ کے مقابلہ پر روانہ کیا تا کہ کشتی سے اسلامی لشکر خشکی پر نہ آنے پائے۔ خالدؓ بن الولید نے اس سے فرات کو بادقلا پر حملہ کیا اور مرزبان کے بیٹے کو اس کے کل ہمراہیوں کے ساتھ قتل کر کے حیرہ کی طرف بڑھے۔ ابن زبان و مرزبان حیرہ اپنے لڑکے کا قتل اور اردشیر کسریٰ کی موت کا واقعہ سن کر بغیر جنگ حیرہ چھوڑ کر بھاگ گیا۔ حضرت خالدؓ نے غریین پہنچ کر قیام فرمایا' مسلمانوں نے قصور حیرہ کا محاصرہ کر لیا اور اثناء محاصرہ میں دیور کو بزور تیغ فتح کیا۔

اہل حیرہ کی اطاعت: جب طول حصار سے محصورین بے آب و دانہ مرنے لگا اور قسیس و رہبانوں نے اہل قصور کو چلا چلا کر سخت وسست کہنا شروع کر دیا۔ تب ایاس بن قبیصہ قصر ابیض سے اور عمرو بن عبدالمسیح بن قیس ابن حیان بن الحرث قصور حیرہ سے نکل کر حضرت خالدؓ کے پاس آئے اور گفتگو شروع کر دی۔ خالدؓ نے حیرہ کی کثرت آبادی سے متعجب ہو کر اس کا حال دریافت کیا۔ عمرو بن عبدالمسیح نے کہا کہ میں نے دمشق و حیرہ کے درمیان ایک دوسرے سے اس قدر متصل قصبات دیکھے ہیں کہ ایک عورت ان دونوں شہروں کے درمیان بغیر اس کے کہ اس کے پاس زاد سفر سوائے چند کھجوروں کے اور کچھ نہ ہو' سفر کر سکتی ہے۔ خالدؓ یہ سن کر ہنس پڑے اور اس کے خادم کے ہاتھ سے تھیلی لے کر کھول کر زہر کو اپنے ہاتھ پر پھیلا لیا اور اس سے دریافت کیا کہ تم اس کو اپنے ہمراہ کیوں لائے ہو؟ عمرو بن عبدالمسیح نے جواب دیا کہ اس کو اپنے ہمراہ اس خیال سے لایا ہوں کہ اگر میں تم کو اپنے خیال کے خلاف پاؤں تو اس صورت مجھے زیادہ عزیز ہو گی۔ اس سے کہ میں اپنی قوم میں کوئی چیز بدل کر جاؤں۔ خالدؓ یہ کہہ کر کہ "جب تک موت نہیں آتی اس وقت کوئی شخص نہیں مر سکتا"۔ ((بسم اللہ لا یضر مع اسمہ شئی))

پڑھ کر اس کو کھا گئے' تھوڑے عرصہ کے عالم بے ہوشی میں پڑے رہے اور اس کے بعد اٹھ کر بیٹھ گئے۔ اچھی طرح سے باتیں کرنے لگے۔ ابن عبدالمسیح نے یہ ماجرا دیکھ کر کہا ''واللہ تم لوگ جو چاہو گے حاصل کر لو گے جب تم میں ایسا ایک شخص موجود رہے گا''۔ اس کے بعد ان لوگوں نے حضرت خالدؓ سے ایک لاکھ نوے ہزار یا دو لاکھ نوے ہزار اور کرامت بنت عبدالمسیح کو دے کر صلح کر لی۔

کرامت بنت عبدالمسیح: صلح کے بعد کرامت شویل کو دے دی گئی کیونکہ اس سے پیشتر ایک وقت میں جبکہ آنحضرت ﷺ بطور پیشین گوئی کے حیرہ پر اپنی امت کی استیلاء کا ذکر فرما رہے تھے۔ اس وقت شویل نے کرامت بنت عبدالمسیح کو آنحضرت ﷺ سے مانگ لیا تھا اور آپ ﷺ نے کرامت کے دینے کا شویل سے وعدہ کر لیا تھا۔ پس جب حیرہ فتح ہوا تو شویلؓ نے خالدؓ کو آنحضرت ﷺ کا وعدہ یاد دلا کر کرامت کو لے لیا اور کرامت نے ایک ہزار درہم اپنی قیمت دے کر اپنے آپ کو آزاد کرا لیا یہ واقعہ ماہ ربیع الاول ۱۲ھ کا ہے۔

حیرہ کے نواحی قبائل کی اطاعت: حیرہ کے گرد و نواح کے دیہات و قصبات اور چھوٹے چھوٹے شہر والے جو حیرہ کے آخری انجام کو دیکھ رہے تھے۔ فتح حیرہ کے بعد خالدؓ کے پاس آئے اور اطراف حیرہ سے مابین فلالیج تک پر دو مرتبہ ہزار ہزار درہم دے کر خالدؓ سے صلح کر لی۔ اس کے بعد حضرت خالدؓ نے ضرار بن الازور و ضرار بن الخطاب و قعقاع بن عمرو و مثنی ابن حارث و عینیہ بن الشماس (رضی اللہ عنہم) امرائے لشکر کو سواد حیرہ کی طرف بھیجا اور یہ حکم دیا کہ ''اگر وہ لوگ اسلام قبول کر لیں یا جزیہ دینا منظور کر لیں تو ان سے کچھ نہ کہنا ورنہ قتل و غارت کا کوئی وقیقہ فروگزاشت نہ کیا جائے۔ پس ان لوگوں نے حسب الحکم حضرت خالدؓ حیرہ سے شط دجلہ تک فتح کر لیا۔

حضرت خالد کا شاہِ فارس کو پیغام: اسی اثناء میں حضرت خالدؓ نے شہنشاہِ فارس کو بعد حمد و نعت کے اس مضمون کا خط لکھا:

((اما بعد فالحمد للہ الذی حل نظامکم ووھن کیدکم و فرق کلمتکم و لو لم نفعل ذلک کان شرا لکم فادخلوا فی امر ناندعکم و ارضکم و نجوزکم الی غیر کم و الا کان ذلک فانتم کارھون علی ایدی قوم یحبون الموت کما تحبون الحیات))

''یعنی حمد و نعت کے بعد تمام ستائش اللہ کے واسطے ہے جس نے تمہارے نظام کو کھول دیا اور تمہارے مکر کو سست کر دیا اور تمہارے گروہ کو متفرق کر دیا اور اگر ہم ایسا نہ کرتے (یعنی حملہ نہ کرتے) تو تمہارے لئے برائی ہوتی۔ پس تم لوگ ہمارے حکم کے مطیع ہو جاؤ ہم تم کو اور تمہارے ملک کو چھوڑ دیں گے اور دوسروں کی طرف چلے جائیں گے (یعنی تم سے متعرض نہ ہوں گے) ورنہ یہ ہو گا کہ تم لوگ ایسے لوگوں کے ہاتھ میں ہو گے جو موت کو دوست رکھتے ہیں جیسا کہ حیات کو تم دوست رکھتے ہو''۔

اور شہنشاہ فارس کے مرزبانوں کے پاس ایک گشتی مراسلہ اس مضمون کا بھیجا:

((اما بعد فالحمدللہ الذی فضل حدتکم و فرق کلمتکم و جفل حرمکم و کسر شوکتکم

فاسلموا تسلموا و الا ناعتقدوا امنی الذمة و ادوا الجزیة و الافقواجئتکم بقوم یحبون الموت کما تحبون شرب الخمر))

''یعنی اللہ کا شکر ہے جس نے تمہاری تیزی توڑ دی' تمہاری جمعیت منتشر کر دی۔ تمہاری عورتیں بھگا دیں اور تمہاری شوکت خاک میں ملا دی لہٰذا اسلام لے آؤ۔ سلامتی سے رہو گے ورنہ میرے ذمہ میں آ جاؤ اور جزیہ ادا کرو اور اگر یہ بھی نہ مانو تو میں تمہارے مقابلہ کے لئے ایسے جانباز لایا ہوں۔ جنہیں موت اسی طرح محبوب ہے جیسے تمہیں شراب محبوب ہے''۔

ایرانیوں میں اختلاف: اگرچہ ان دنوں اہل عجم میں اردشیر کی موت کی وجہ سے آپس میں اختلاف ہو رہا تھا۔ لیکن باوجود طوائف الملوکی کے خالدؓ کے مقابلے کے لئے وہ سب متفق تھے۔ انہوں نے بہمن جاذویہ کو ایک لشکر پر افسر مقرر کر کے مسلمانوں کو لڑنے کو بھیج دیا تھا۔ خالدؓ ایک برس تک شام پر حملہ کرنے سے پہلے حیرہ میں مقیم تھے۔ کبھی حیرہ کے بالائی حصہ کو اور گاہے حیرہ کے تحتانی حصہ کو اپنے قبضہ میں لانے کی فکر کرتے رہے اور اہل فارس کے گروہ کے گروہ اس کے بچانے پر کمربستہ رہے۔ جس پر خالدؓ قبضہ کر لیا کرتے تھے مگر ایسا کوئی شخص ان کی نظر میں نہ آتا تھا۔ جس کی حکومت کو سب اہل فارس تسلیم کر لیتے اور اس کے ساتھ جمع ہو کر خالدؓ کی دست برد سے اپنے ملک کو بچا لیتے۔ کیونکہ سیرین نے ان تمام لوگوں کو قتل کر ڈالا تھا جو بہرام جور کی نسل سے تھے۔ پس جب خالدؓ کا خط مذکورہ بالا پہنچا تو کسریٰ کے خاندان کی عورتوں نے فرخ زاد بن بندوان کو اس امر کے لئے مقرر کیا کہ وہ ایسے شخص کو بادشاہ بنائے جس کے مستحق آل کسریٰ ہو سکتے ہوں۔

حضرت جریرؓ بن عبداللہ کی روانگی: حیرہ کی فتح کے بعد جریرؓ بن عبداللہ البجلی خالدؓ کے پاس آ گئے اس سے پیشتر وہ خالدؓ بن سعید بن العاص کے ساتھ شام میں تھے۔ وہاں سے خالدؓ بن سعید کی اجازت سے حضرت ابوبکرؓ کے پاس اس غرض سے چلے آئے تھے کہ وہ اپنی قوم کے تفرقہ کو دور کر کے سب کو ایک کر دیں جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے خالدؓ بن سعید سے اس کا وعدہ فرمایا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ یہ سن کر خالدؓ بن سعید سے سخت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ تم مجھ سے فضول باتیں کرنے آئے ہو تم دیکھتے ہو کہ اس وقت فارس و روم کے مہم میں ہم مصروف ہیں۔ تم سیدھے خالدؓ کے پاس جاؤ وہ اس وقت پہنچے جب کہ وہ حیرہ فتح کر چکے تھے اور اس سے پہلے عراق میں کارہائے نمایاں انجام دے چکے تھے۔ ان میں یہ شریک نہیں ہو سکے اور نہ انہوں نے اہل ردت کے قتل و جنگ میں خالد کے ساتھ شرکت کی۔

انبار کی فتح: حیرہ پر قبضہ کر لینے کے بعد خالدؓ لشکر کو منظم کر کے انبار کے قصد سے روانہ ہوئے اور مقدمۃ الجیش پر اقرع بن حابس کو مقرر کیا۔ شیر زاد والی ساباط لشکر انبار کا اعلیٰ افسر تھا۔ اس نے لشکر اسلام کے مقابلہ پر اپنے لشکر کو آراستہ اور فصیلوں اور خندقوں کو درست کر کے مسلمانوں کی نقل و حرکت دریافت کرنے کی غرض سے جاسوسوں کو مقرر کیا۔ خالدؓ نے انبار پہنچ کر اس کا محاصرہ کر لیا اور شہر پناہ کی فصیلوں کے مقابلے پر مٹی کے دمدمے باندھ کر تیر باری شروع کر دی۔ جس سے یک لخت ایک ہزار آدمیوں کی آنکھیں پھوٹ[1] گئیں۔ اس کے بعد کمزور ناتواں اونٹوں کو ذبح کر کے خندق کو بھر دیا اس طرح اسلامی خندقوں کو

[1] ابن اثیر نے لکھا ہے کہ اسی وجہ سے اس واقعہ کا نام غزوہ ذات العیون رکھا گیا ہے۔ واللہ اعلم

عبور کر کے انبار کی فصیل تک پہنچ گیا۔ اس مقام پر مسلمانوں اور کفار کے درمیان ایک سخت خطرناک لڑائی ہوئی۔ اہل انبار نے ہر چند اسلامی لشکر کو پسپا کرنے کی کوشش کی۔ لیکن وہ بجائے پیچھے ہٹنے کے آگے بڑھتے گئے۔ ناچار ہو کر شہرزاد نے حضرت خالدؓ کے پاس صلح کا پیام بھیجا۔ حضرت خالدؓ نے شہرزاد سے اس شرط پر صلح کر لی کہ ''شہرزاد بلا اسباب وہتھیار جنگ صرف تین روز کا کھانا اور اپنے مخصوص لوگوں کا کھانا لے کر شہر چھوڑ دے''۔ شہرزاد بموجب صلح انبار چھوڑ کر بہمن جاذویہ کے پاس چلا گیا اور حضرت خالدؓ مظفر و منصور انبار میں داخل ہوئے۔

معرکہ عین التمر: اس کامیابی کے بعد حضرت خالدؓ نے زبرقان بن بدر کو انبار کا حاکم مقرر کر کے عین التمر پر حملہ کیا۔ عین التمر میں مہران بن بہرام چوبین عجمیوں کا ایک گروہ عظیم اور عقبہ بن ابی عقبہ عرب کے کثیر التعداد آدمیوں کو لئے ہوئے موجود تھا۔ ان کے علاوہ اس کے گردونواح میں ایک بہت بڑا گروہ نمر وتغلب و آیاد وغیرہ قبائل عرب کے مسلمانوں کے مقابلہ پر آئے ہوئے تھے۔ عقبہ نے ابن بہرام سے کہا کہ ہم کو اور خالدؓ کو لڑنے دو کیونکہ ہم اور وہ دونوں عرب ہیں اور عرب کی لڑائی عرب خوب سمجھتا ہے۔ ابن بہرام نے کہا ''تم یہ بہت صحیح کہتے ہو بے شک لوہے کو لوہے سے نرم کرنا چاہئے''۔ ابن بہرام نے یہ جواب دے کر عقبہ کو خالد کے مقابلہ پر بھیجا۔ خالدؓ نے تن تنہا عقبہ پر حملہ کر کے گرفتار کر لیا۔ عقبہ کا لشکر بغیر جنگ کئے ہوئے لڑائی کے میدان سے بھاگ نکلا۔ مسلمانوں نے ان میں سے بہت سے آدمیوں کو قید کر لیا ابن بہرام پر اس واقعہ سے ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ وہ میدان جنگ کا کیا ذکر ہے قلعہ چھوڑ کر بھاگ گیا اور عقبہ کے شکست خوردہ ہمراہیوں نے قلعہ میں پہنچ کر دروازہ بند کر لیا۔ حضرت خالدؓ نے چاروں طرف سے قلعہ کا محاصرہ کر کے لشکر کو قیام کا حکم دے دیا۔ محصورین نے چار روز کے بعد فتح نصیب سپہ سالار خالدؓ سے امن کی درخواست کی۔ لیکن حضرت خالدؓ نے مصلحتاً امن دینے سے انکار کیا اور بزور تیغ قلعہ سے باہر نکال کر عقبہ کو مع اس کے لشکریوں کے قتل کر ڈالا۔ جو کچھ مال واسباب قلعہ میں تھا اس پر قبضہ کر لیا اور چالیس نوعمر لڑکوں کو جو اس قلعہ کے کلیسہ میں انجیل سیکھتے اور سکھاتے تھے گرفتار کر کے باہم تقسیم کر لیا۔ جن میں سیر بن ابو محمد و نصیر ابو موسیٰ و حمران مولیٰ عثمانؓ وغیرہ شامل تھے۔ اس واقعہ میں مسلمانوں میں سے عمیر بن رباب سہمی مہاجرین حبشہ میں سے اور بشیر بن سعد انصاری و ابو النعمانؓ شہید ہوئے۔ اس خداداد کامیابی کے بعد خمس و نوید فتح دے کر ایک قاصد حضرت ابو بکرؓ صدیق کے پاس روانہ کیا گیا۔

دومتہ الجندل: فتح عین التمر کے بعد حضرت خالدؓ کے پاس عیاض بن غنم کا خط آیا جو نصرانیوں اور مشرکین عرب بھراء کلب وغسان و تنوخ وضجاعم سے دومتہ الجندل میں لڑ رہے تھے۔ عیاض نے نصرانیوں اور مشرکین عرب سے تنگ ہو کر حضرت خالدؓ سے اعانت کی درخواست کی تھی۔ حضرت خالدؓ کا لشکر اگرچہ شب و روز لڑائی کرتے کرتے تھک گیا تھا۔ لیکن اس کی رگوں میں اسلامی خون کا جوش ویسا ہی موجود تھا جیسا کہ لڑائی سے پہلے تھا۔ حضرت خالدؓ نے خط پاتے ہی لشکر کو تیاری کا حکم دیا اور خود مسلح ہو کر نکل کھڑے ہوئے۔ دومتہ الجندل میں دو رئیس تھے ایک اکیدر بن عبدالملک دوسرا جودی بن ربیعہ یہ دونوں مسلمانوں کے مقابلہ پر تلے ہوئے تھے۔ اکیدر نے حضرت خالدؓ کی آمد کی خبر سن کر اپنے ہمراہیوں سے صلح کرنے کو کہا جب

ان لوگوں نے انکار کیا تو اکیدر ان کا ساتھ چھوڑ کر نکل کھڑا ہوا۔ حضرت خالدؓ نے یہ واقعہ سن کر چند آدمیوں کو اکیدر کو گرفتار کرنے کے لئے بھیج دیا جنہوں نے اس کے ہمراہ جو کچھ تھا اکیدر کو قتل کر کے اس پر قبضہ کر لیا۔

جودی بن ربیعہ کا خاتمہ: باقی رہا جودی اس نے اپنے لشکر کے ایک حصہ کو عیاض کے مقابلہ پر جو دومۃ الجندل کے مشرقی جانب تھے لڑنے کو بھیجا اور خود دوسرے حصہ کو لے کر حضرت خالدؓ کے مقابلہ پر آیا۔ حضرت خالدؓ نے لشکر کی صف سے نکل کر جودی کو للکارا۔ جودی جس وقت میدان میں آیا حضرت خالدؓ نے دوڑ کر گرفتار کر لیا اور مسلمانوں نے دفعۃً حملہ کر کے اس کے ساتھیوں کو اور عیاض نے اپنے فریق مقابل کو شکست دے کر پسپا کر دیا۔ شکست خوردہ گروہ نے دونوں طرف سے شکست کھا کر قلعہ میں داخل ہو کر دروازہ بند کر لیا۔ حضرت خالدؓ نے اہل قلعہ سے دروازہ کھول دینے کے لئے کہا لیکن وہ لوگ مقابلہ سے نہ ہٹے۔ چنانچہ حضرت خالدؓ نے ان کے روبرو جودی کو مار ڈالا۔ اس کے بعد قلعہ پر دھاوا کر کے اس کو بزور تیغ فتح کر لیا۔ قلعہ میں جتنے جوان اور لڑنے والے تھے [1]ان کو قتل کیا لیکن لڑکوں اور عورتوں کو گرفتار کر کے لونڈی غلام بنا لیا۔

معرکہ حصید: اہل فارس نے حضرت خالدؓ کے دومۃ الجندل کی طرف چلے جانے کے بعد حیرہ کو واپس لینے کی ایک آخری کوشش کی انہوں نے حیرہ کو خالدؓ سے خالی پا کر اس پر بزور قبضہ کر لینا ایک آسان امر سمجھ کر اپنے لشکر کو منظم کرنا شروع کر دیا۔ حیرہ کے عربوں نے بھی عقبہ بن عقبہ کے قتل سے برہم ہو کر مسلمانوں کے خلاف ان کو ابھارا۔ چنانچہ دو نامی سپہ سالار زرمہر و روزبہ انبار کی طرف خروج کر کے حصید وخنافس تک پہنچ گئے۔ قعقاع بن عمرو نے (جس کو حضرت خالدؓ نے بطور نائب کے حیرہ میں مقرر کیا تھا) یہ خبر سن کر دو فوجیں حیرہ سے اہل فارس کے مقابلہ پر روانہ کیں۔ جو ان دونوں کے درمیان ردیف میں حائل ہو گئیں۔ اسی اثناء میں حضرت خالدؓ براستہ حیرہ مدائن واپس آ رہے تھے۔ قعقاعؓ بن عمرو و ابو لیلیٰؓ حصید میں حضرت خالدؓ کے آنے سے پہلے اہل فارس سے بھڑ گئے، لیکن عظیم خونریز لڑائی کے بعد ان دونوں سپہ سالاروں کو فتح حاصل ہوئی۔ اس معرکہ میں عجمیوں کے لشکر کے دو حصہ نذر تیغ ہو گئے۔ باقی ایک حصہ خنافس کی طرف بھاگا جہاں پر ان لوگوں کو ایک مشہور و نامور شہسوار بہوذان ایک گروہ کثیر لئے ہوئے ٹھہرا ہوا تھا۔ ابو لیلیٰؓ نے ان کا تعاقب کیا لیکن بہوذان اس شکست خوردہ گروہ کے ساتھ خنافس سے نکل کر مضیح کی طرف بھاگا۔ مضیح میں ہذیل بن عمران و ربیعہ بن بجیر۔ عرب جزیرہ کا ایک بڑا گروہ لئے ہوئے اہل حصید کی امداد کی غرض سے مقیم تھا۔

مضیح کی فتح: خالدؓ نے یہ واقعات سن کر قعقاعؓ و ابو لیلیٰؓ کو ایک معین وقت و یوم پر مضیح کے قریب جمع ہونے کو لکھا۔ پس جس وقت یہ لوگ یوم و وقت مقررہ پر مضیح کے قریب آ گئے اس وقت حضرت خالدؓ نے ہذیل اور ان لوگوں پر جو ان کے ہمراہ تھے تین طرف سے حملہ کر کے ان میں سے بے شمار و بے حد آدمیوں کو تہ تیغ کر ڈالا۔ ہذیل چند آدمیوں کو لے کر بھاگ گیا۔ مضیح میں ہذیل کے ساتھ عبدالعزیز بن ابی رہم (اوس مناۃ سے) اور لبید بن جریر بھی تھے جو مسلمان ہو چکے تھے اور حضرت ابو بکرؓ صدیق

---

[1] ابن اثیر نے لکھا ہے کہ ان قیدیوں میں قبیلہ کلب کے بھی بہت سے آدمی تھے جن کو بنی تمیم نے خالدؓ سے یہ کہہ کر کہ ہم نے ان کو امن دے دیا ہے قتل سے بچا لیا اور یہ لوگ ان کے حلفاء تھے۔

نے ان کے اسلام کی بابت لکھ دیا تھا۔ لیکن اس معرکہ جنگ میں ہذیل کے ہمراہیوں کے ساتھ قتل ہو گئے تھے۔ پس حضرت ابوبکرؓ صدیق نے ان کا خون بہا ادا کیا اور ان کی اولاد کے ساتھ حسن سلوک کی وصیت کی۔ حضرت عمرؓ فاروق حضرت خالدؓ سے متذکرہ دونوں اصحاب اور مالک بن نویرہ کے قتل سے کبیدہ خاطر تھے اور حضرت ابوبکرؓ صدیق سے اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ''جو شخص اہل شرک کے ساتھ رہے گا اس کا یہی نتیجہ ہوگا''۔

ثنی کی مہم: اس واقعہ کے بعد ہذیل تو عتاب بن اسید کے پاس بشر جا پہنچا۔ لیکن خالدؓ' قعقاعؓ اور ابولیلیٰؓ کو دو مختلف راستوں سے ربیعہ بن بجیر تغلبی پر حملہ کرنے کو روانہ کر کے خود ایک جداگانہ راستہ سے روانہ ہوئے اور ایک وقت و یوم مقررہ پر جمع ہونے کی ہدایت کر دی۔ ربیعہ بن بجیر تغلبی ثنی میں (جو رصافہ کے مشرقی جانب ہے) اہل فارس کی کمک کے لئے آ کر ٹھہرا ہوا تھا اس کے ہمراہ بھی عربوں کا ایک بڑا گروہ تھا۔ حضرت خالدؓ نے اپنے ہمراہیوں کو ربیعہ پر تین طرف سے حملہ کرنے کا حکم دیا۔ اس واقعہ میں دشمنان خدا اپنے آپ کو سنبھال بھی نہ سکے۔ سوائے عورتوں اور لڑکوں کے سب کے سب مارے گئے۔ ایک متنفس ان میں سے نہ بچا۔ عورتوں اور لڑکوں کو مسلمانوں نے قید کر لیا۔

عتاب بن اسید کا انجام: خالد بن ولید مہم ثنی سے فارغ ہو کر نہایت تیزی و عجلت سے قبل اس کے کہ ربیعہ کا واقعہ ان کو معلوم ہوا بشر بن عتاب بن اسید کے سر پر جا پہنچے جہاں کہ ہذیل نے جا کر پناہ لی تھی۔ چاروں سے طرف ان کو گھیر کر ایک ایک کو قتل کر ڈالا۔ اس کے بعد حضرت خالدؓ رصافہ کی طرف بڑھے لیکن ان کے پہنچنے سے پہلے ہلال بن عقبہ اور اس کے ہمراہی منتشر و متفرق ہو کر بھاگ گئے تھے۔ لڑائی کی نوبت نہیں آئی۔

جنگ فراض: پھر رصافہ سے رضاب و فراض کی طرف روانہ ہوئے۔ یہ دونوں مقامات شام و عراق و جزیرہ کی سرحد پر واقعہ ہیں۔ یہاں پر فارس و عرب جزیرہ کی امداد کو رومی لشکر اور قبائل تغلب و نمر و ایاد کی ایک بہت بڑی جماعت موجود تھی۔ حضرت خالدؓ نے فراض پہنچ کر مسلسل جنگ میں مصروف رہنے کی وجہ سے رمضان کے روزے قضا کر دیئے۔ رومی لشکر نے فرات کے قریب پہنچ کر حضرت خالدؓ کے پاس کہلا بھیجا کہ ''یا تو تم فرات کو عبور کر کے آؤ یا ہم کو عبور کرنے کی اجازت دے دو''۔ حضرت خالدؓ نے جواب دیا کہ ''تم فرات کو عبور کر کے آؤ''۔ اس پر رومی لشکر نے پیغام بھیجا کہ ''تم ہمارے راستہ سے ذرا ہٹ جاؤ''۔ حضرت خالدؓ نے ان کا یہ مطالبہ رد کر دیا۔ رومی لشکر چار و ناچار فرات کو اسفل کی طرف سے عبور کر کے حضرت خالدؓ کے مقابلہ پر آیا اور لڑائی شروع کر دی۔ لڑائی کا آغاز خطرناک تھا رومی اور ان کے ہمراہی ایک فیصلہ کن لڑائی لڑ رہے تھے۔ اسلامی لشکر اگرچہ شب و روز لڑتے لڑتے تھک گیا تھا لیکن اللہ اکبر کی آواز پر ان کی رگوں میں اس طرح خون جوش کے ساتھ دورہ کر اٹھتا تھا جیسا کہ لڑائی کرنے سے پہلے دورہ کرتا تھا اور وہ لوگ طیش سے جھپٹ جھپٹ کر ایسا وار کرتے تھے کہ بڑے بڑے دلاور نبرد آزما ان کے سامنے جانے کی ہمت نہ کرتے تھے۔ پیہم لڑائی کے بعد میدان جنگ سے لشکر روم بھاگ کھڑا ہوا۔ اس کے بھاگتے ہی اور لوگ بھی بھاگ نکلے اس معرکہ اور تعاقب کے دوران فریق ثانی کے ایک لاکھ آدمی مارے گئے۔

حضرت خالدؓ کی بغرضِ حج روانگی: آخری ماہ ذیقعدہ تک حضرت خالدؓ فراض میں مقیم رہے۔ لیکن اس ماہ کے ختم ہونے سے پانچ راتیں قبل حضرت خالدؓ نے اسلامی لشکر کو حیرہ کی طرف واپس ہونے کا حکم دیا اور ساقہ کے ساتھ شجرۃ بن الاغر کو روانہ کر کے خود فراض سے چند آدمیوں کو لے کر حج کو چلے گئے لیکن حج کر کے اس عجلت سے واپس آئے کہ حیرہ اسلامی لشکر کے ساتھ داخل ہو گئے کسی کو سوائے ان لوگوں کے کہ جن کو پہلے سے معلوم تھا ان کے جانے آنے کا حال نہ معلوم ہوا۔ لیکن جب حضرت ابوبکرؓ صدیق کو یہ حال معلوم ہوا تو انہوں نے حضرت خالدؓ سے ناراض ہو کر عراق سے شام کی طرف بھیج دیا حج سے واپسی کے بعد خالدؓ نے سوق بغداد وقطربل وعقرقوماو مکسن و بادر دبا پر شبخون مار کر ان کے مال و اسباب پر قبضہ کر لیا۔ اسی مہینہ حضرت ابوبکرؓ صدیق بھی حج کے لئے گئے اور اپنے بجائے مدینہ میں عثمانؓ بن عفان کو مقرر کر کے گئے۔

حضرت خالدؓ بن سعید کی شام کو روانگی: اوائل ۱۳ھ (مطابق ۶۳۴ء) میں حج سے واپس ہو کر حضرت ابوبکرؓ صدیق نے خالد بن سعید بن العاص کو ایک لشکر اسلامی کا سردار مقرر کر کے شام کی طرف روانہ کیا۔ لیکن بعض کہتے ہیں کہ موصوف کو حضرت خالدؓ کی عراق کی طرف روانگی کے وقت ساتھ ہی شام کی طرف روانہ کیا تھا لیکن خالدؓ بن سعید کی شام کی طرف روانگی سے قبل حضرت ابوبکرؓ صدیق نے اپنا حکم واپس لے لیا تھا۔ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد خالد بن سعید چند روز تک حضرت ابوبکرؓ صدیق کی بیعت سے پس وپیش کر رہے تھے اور علیؓ وعثمان بن عفانؓ روسائے بنی عبد مناف کے پاس گئے تھے۔ اگرچہ علیؓ نے ان کو بیعت سے پس وپیش کرنے سے منع فرمایا تھا اس کے بعد خالدؓ بن سعید نے حضرت صدیقؓ اکبر سے بیعت کر لی اور جب ان کے بیعت کر لینے کی اطلاع شیخین کو ہوئی تو پھر حضرت ابوبکرؓ صدیق نے خالد بن سعید کو دوبارہ امیر لشکر مقرر کر کے روانہ کیا اور حکم دیا کہ قاصد تا حکم ثانی تیما میں مقیم رہیں۔ مسلمانان عرب کو جہاد پر آمادہ و تیار کریں اور کسی سے سوائے اس کے نہ لڑیں جو ان سے لڑے چنانچہ خالد بن سعید کی تحریک سے عرب کا ایک گروہ کثیر جمع ہو گیا۔

جیش البدل: قیصر روم نے یہ خبریں سن کر شام میں عرب الضاحیہ بھرا و سلیح وکلب وغسان ولخم وجذام کو مسلمانوں کے خلاف ابھار کر لڑائی پر تیار کر دیا۔ خالد بن سعید نے حضرت ابوبکرؓ صدیق کو اس سے مطلع کیا اور وہ حسب حکم ان کے عرب الضاحیہ کی طرف بڑھے جس وقت خالد بن سعید ان کے لشکر گاہ کے قریب پہنچے وہ لوگ گھبرا کر متفرق ہو گئے۔ خالد بن سعید ان کے مورچوں پر قبضہ کر کے بحکم ابوبکرؓ صدیق آگے بڑھے۔ بطریق روم ماہان ثانی ایک لشکر کو لے کر ان کے مقابلہ پر آیا۔ خالد بن سعید نے نہایت سخت لڑائی کے بعد بطریق ماہان کو شکست دے کر اس کے لشکر کے بڑے حصہ کو قتل کر ڈالا۔ ایک خط میں اس معرکہ کا تفصیلی حال لکھ کر حضرت ابوبکرؓ صدیق کے پاس روانہ کیا اور امداد کی درخواست کی۔ اتفاق سے یہ خط اور ذوالکلاع مع حمیر کے یمن سے اور عکرمہؓ بن ابی جہل مع ان لوگوں کے جو ان کے ساتھ تہامہ وشجر وعمان وبحرین سے آئے تھے ایک ساتھ مدینہ پہنچے ابوبکرؓ صدیق نے ان لوگوں کو خالد بن سعید کی طرف بھیج دیا۔ نیز اس وقت شام کی مہم کا اہتمام کرنے لگے۔ کل امراء صدقات کو تبدیل کر کے خالد بن سعید کی مدد کے لئے بھیج دیا اسی اعتبار سے اس لشکر کا نام جیش البدل رکھا گیا۔

حضرت عمرو بن العاص کی روانگی: چنانچہ عمرو بن العاص کو شام کی مہم کے پیش آ جانے سے صدقات سعد ہذیم و بنی عذرہ سے تبدیل کر کے جہاد روم میں خالد بن سعید کے ساتھ شریک ہونے کو لکھا اور فلسطین کی طرف سے حملہ کرنے کا حکم دیا جن کو آنحضرت ﷺ نے عمان کی طرف روانہ کیا تھا اور ان سے آپ نے یہ وعدہ فرمایا تھا کہ عمان سے واپسی پر پھر وہ اپنے

مضافات و اعمال کی طرف بھیج دیئے جائیں گے لیکن جب یہ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد عمان سے واپس آئے تو حضرت ابوبکرؓ صدیق[1] نے بھی آنحضرت ﷺ کے ایفاء وعدہ کے خیال سے صدقات سعد ہذیم و بنی غذرہ کی طرف ان کو بھیجا اور ولید بن عقبہ کو جو کہ صدقات قضاعہ کے متولی تھے اردن کی جانب بڑھنے کے لئے لکھا اور ایک حصہ لشکر پر یزیدؓ بن ابی سفیان کو امیر مقرر کیا جس میں سہیل بن عمرو وغیرہ شامل تھے اور ایک جماعت پر حضرت ابوعبیدہؓ بن الجراح کو افسر مقرر کر کے حمص پر حملہ کرنے کو روانہ کیا اور ان میں سے ہر ایک کو ضروری ہدایتیں[2] کر دیں۔

بطریق ہامان سے جھڑپ: جب خالدؓ بن سعید کو یہ معلوم ہوا کہ ان کی امداد کے لئے مدینہ سے اسلامی عسا کر روانہ کئے گئے ہیں تو انہوں نے رومیوں سے جنگ کرنے میں عجلت سے کام لیا اور امراء لشکر اسلامی کے آنے سے پہلے رومیوں سے متصادم ہو گئے۔ بطریق ہامان ایک کثیر التعداد فوج لے کر ان کے مقابلہ پر آیا اور ایک لڑائی[3] لڑ کر دمشق کی طرف چلا گیا۔

---

[1] ابوبکر صدیق نے جو خط عمروؓ بن العاص کو لکھا تھا اس کے آخری فقرے یہ ہیں ((انی کنت قدر دوتک علی العمل الذی ولاک رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم مرۃ ووعدک بہ اخری انجاز للواعید رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم و قدا حبت ان افرغک لما ھو خیر لک فی الدنیا و الاخرۃ الا انیکون الذی انت فیہ احب الیک)) یعنی میں نے رحمت عالم کا وعدہ پورا کرنے کی غرض سے تمہیں وہ وعدہ دیا ہے جسے تمہیں اللہ کے رسول ﷺ نے ایک بار دیا تھا اور دوبارہ دینے کا وعدہ فرمایا تھا اور مجھے یہ بات محبوب ہے کہ تمہاری توجہ اس طرف پھیر دوں جو دین و دنیا میں تمہارے لئے بہتر رہے ہاں اگر موجودہ حال تمہارے لئے محبوب ہو تو خیر'' عمرو بن العاص نے اس کے جواب میں لکھا۔ ((انی سھم من سھام الاسلام و انت بعد اللّٰہ الرامی بھاد و الجامع لھا فانظر اشدھا و اخشاھا و افضلھا نارم بہ)) ''یعنی میں اسلام کے تیروں میں سے ایک ہوں اور آپ اللہ کے بعد اسے پھینکنے والے اور جمع کرنے والے لہذا آپ جسے خطرناک' سخت اور افضل دیکھیں اسے پھینک دیں''۔

[2] جو ہدایتیں حضرت ابوبکرؓ صدیق نے امراء اسلام کو روانگی کے وقت کی تھیں ان کا خلاصہ و ترجمہ یہ ہے:

''میں نے تم کو مسلمانوں کا افسر مقرر کیا ہے اس غرض سے کہ تمہارا میں امتحان لوں اور تم کو آزماؤں کہ تم مسلمانوں کے ساتھ کیسا برتاؤ کرتے اگر اچھا برتاؤ کرو گے تو تم سے اللہ اور اس کا رسولؐ راضی ہو گا اور دنیا میں تمہارے مضافات بڑھا دوں گا اور آخرت میں تم کو اس کا اجر ملے گا اور اگر تم نے کوئی برائی کی تو میں تم کو معزول کر دوں گا۔ ہر حالت میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا کیونکہ وہ تمہارے باطن کو اس طرح دیکھتا ہے جس طرح تمہارے ظاہر کو۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب اور بہتر وہی شخص ہے جو باعتبار اعمال صالح کے اس سے قریب ہو۔ زمانہ جاہلیت کے عادات و اطوار ترک کر دینا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اس سے اور اس کے کرنے والوں کو برا جانتا ہے۔ لشکر کے ساتھ سفر کرنے میں ہمیشہ ان کی صحبت کا خیال رکھنا اور جب ان کو کچھ سمجھانا ہو تو مختصر کلام میں سمجھانا کیونکہ زیادہ بولنا نقصان پہنچاتا ہے۔ نمازوں کو مقررہ اوقات پر پڑھنا' رکوع اور سجدہ بہ اطمینان کرنا اور جب تمہارے دشمنوں کے قاصد آئیں تو ان کی عزت کرنا اپنے لشکر کی پوری حفاظت کرنا۔ رات کو پہرہ مقرر کرنا' ایسا نہ ہو کہ حالت غفلت میں دشمن تم پر حملہ آور ہو جائیں۔ اپنا ظاہر و باطن یکساں رکھنا۔ جو کام کرو مشورہ سے کرو اور جب نگہبانی میں کسی سے غفلت دیکھو تو اس کو سزا دینا لیکن زیادتی کے ساتھ نہیں مستحق کی عقوبت سے ڈرنا لشکریوں کے افعال و حرکات کی نگرانی کرتے رہنا۔ لڑکوں' بوڑھوں اور عورتوں کو قتل نہ کرنا۔ جو ہتھیار رکھ دے یا اسلام قبول کر لے اس کو بھی نہ مارنا۔ سچائی اور ایفاء وعدہ کے ہمیشہ پابند رہنا یہ احسن وصایا ہیں اُن پر عمل کرنا۔ جاؤ اللہ کے نام پر اور اللہ کی راہ میں لڑو''۔

[3] ابن اثیر کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے ابوعبیدۃ بن الجراح بلقاء کے دروازے پر رومیوں سے لڑے تھے جس میں اہل بلقاء نے زیر ہو کر صلح کر لی تھی۔ یہ پہلی صلح تھی جو شام میں ہوئی۔ پھر رومی عربہ سرزمین فلسطین میں جمع ہوئے جن کے سر کرنے کو یزید بن ابی سفیان نے ابوامامہ باہلی کو روانہ کیا۔ عربہ میں رومیوں اور یزید بن ابی سفیان سے لڑائی ہوئی رومیوں نے بھاگ کر واثن میں جا کر دم لیا۔ ابوامامہ نے ان کو وہاں سے بھی لڑ کر بھگایا ان لڑائیوں کے بعد مرج صفر کا واقعہ پیش آیا جس میں سعید ابن خالدؓ شہید ہوئے۔

خالدؓ شام کو لوٹتے ہوئے مرج الصفر میں جا پہنچے۔ خالدؓ کے ساتھ اس واقعہ میں ذوالکلاعؓ وعکرمہؓ وولیدؓ بن عقبہ بھی تھے۔ جس وقت یہ لوگ دمشق کے قریب مرج الصفر میں داخل ہو گئے۔ ماہان نے چاروں طرف سے ان کا راستہ بند کر کے حملہ کر دیا۔ اتفاقیہ سعید بن خالد سامنے پڑ گئے اور انہیں سے اس کا مقابلہ ہو گیا اس نے ان کو شہید کر ڈالا۔ ان کے باپ خالدؓ نے یہ خبر سن کر مع اپنے چند ہمراہیوں کے شام سے بھاگ کر ذی المروہ (قریب مدینہ) میں آ کر دم لیا۔ ان کے چلے آنے کے بعد عکرمہؓ بقیہ اسلامی لشکر لئے ہوئے شام کے قریب رومیوں کے مقابلہ پر صف آراء رہے۔ اس اثناء میں شرحبیلؓ بن حسنہ عراق سے حضرت ابوبکرؓ صدیق کے پاس حضرت خالدؓ بن ولید کے سفیر ہو کر آئے ہوئے تھے۔ ابوبکرؓ صدیق نے چند آدمیوں کو جمع کر شرحبیل بن حسنہ کے ہمراہ اردن کی طرف روانہ کر دیا اور شرحبیل کی جگہ پر ولید بن عقبہ کو روانہ کیا۔

حضرت شرحبیل اور حضرت معاویہ کی روانگی: شرحبیلؓ بن حسنہ خالدؓ بن سعید سے اثناء راہ میں ملتے ہوئے اور ان کے ہمراہیوں میں سے کچھ لوگوں کو لیتے ہوئے اردن کی طرف روانہ ہوئے اس کے بعد ابوبکرؓ صدیق نے ایک چھوٹا سا لشکر منتظم کر کے معاویہؓ بن ابی سفیان کی سرکردگی میں یزید بن ابی سفیانؓ کی مدد کو روانہ کیا۔ معاویہؓ ذی المروہ سے بقیہ لوگوں کو لے کر یزید بن ابی سفیان کی جانب چلے۔ جب خالد بن سعید ذی المروہ میں تنہا رہ گئے۔ تو ان کو مدینہ میں آنے کی اجازت دی گئی۔

مجاہدین کا یرموک میں اجتماع: پس جب یہ امراء لشکر اپنا اپنا لشکر لئے ہوئے شام پہنچ گئے اور ہرقل کو ان کی آمد کی اطلاع ہوئی تو اس نے پہلے اپنے سرداران لشکر کو جمع کر کے عربوں سے لڑنے کے لئے منع کیا اور یہ رائے ظاہر کی کہ عرب جو چاہتے ہوں ان کو دے کر صلح کر لی جائے۔ لیکن اس کے اراکین لشکر نے اس سے انکار کیا اور عربوں سے لڑنے پر آمادگی ظاہر کی۔ ہرقل نے مجبور ہو کر اپنے امراء لشکر کو اسلامی سپہ سالاروں کے مقابلہ پر اس طرح تقسیم کیا کہ شقیقہ تدارق (اپنے حقیقی بھائی) کو نوے ہزار فوج کے ساتھ عمروؓ بن العاص کے مقابلہ پر بلقاء کی طرف اور درانقص کو بمقابلہ شرحبیلؓ بن حسنہ پچاس ہزار کے ساتھ اردن کی طرف اور قیقلان بن نسطورس کو ساٹھ ہزار فوج دے کر ابوعبیدہ بن الجراح کے مقابلہ پر جابیہ کی طرف روانہ کیا امراء اسلام میں یہ تیاری اور کثرت فوج سن کر صلاح ومشورہ ہونے لگے سب نے باتفاق رائے یہ قرار پایا کہ چونکہ اس قدر کثیر التعداد لشکر سے علیحدہ علیحدہ مقابلہ کرنا مسلمانوں کو معرض زوال میں ڈالنا ہے۔ لہٰذا کل اسلامی لشکر کو یکجا ہو کر لڑنا چاہئے اس اثناء میں حضرت ابوبکرؓ صدیق کا اسی مضمون کا خط آ پہنچا۔ پھر کیا تھا سب کے سب یرموک میں جمع ہو گئے۔

حضرت خالدؓ بن ولید کی شام کو روانگی: مسلمانوں کی تعداد اس وقت اکیس ہزار تھی ہرقل نے بھی اپنے متفرق لشکر کو یرموک میں جمع ہونے کا حکم دیا اور ملحان کے روانہ کرنے کا وعدہ کیا رومیوں کے لشکر کا افسر اعلیٰ شقیقہ تدراق تھا اور اس کے مقدمۃ الجیش پر جرجہ میمنہ پر ماہان میسرہ پر درانقص ساقہ میں قیقلان بن نسطورس تھا۔ مسلمانوں اور رومیوں کے درمیان میں وادی وخندق حائل تھے۔ جس سے نہ رومی لشکر مسلمانوں پر حملہ کر سکتا تھا اور نہ ہی مسلمان آگے بڑھ سکتے تھے۔ مسلمانوں نے طول قیام سے گھبرا کر حضرت ابوبکرؓ صدیق کو لکھا اور ان سے امداد طلب کی۔ حضرت ابوبکرؓ صدیق نے خالد بن ولیدؓ کو لشکر شام

پر امیر مقرر کر کے عراق سے روانہ کیا اور عراق میں ان کے بجائے مثنیٰؓ بن حارث کو امارت پر متعین فرمایا۔

(مترجم) **بنی تغلب کی شکست**: خالد بن ولید حسب حکم حضرت ابوبکرؓ صدیق عراق میں مثنیٰ بن حارث کی سرکردگی میں نصف لشکر عراق میں چھوڑ کر بقیہ نصف اپنے ہمراہ لے کر شام کی طرف روانہ ہوئے۔ جس وقت حدوداء میں پہنچے اہل حدوداء نے راستہ نہ دیا لڑائی پر آمادہ ہوئے خالدؓ بن ولید نے ان کا مقابلہ کیا اور ان کو شکست دیتے ہوئے مضیح میں جا اترے۔ مضیح میں بنی تغلب کا ایک گروہ اسلامی لشکر کے روکنے کے لئے جمع ہو رہا تھا خالدؓ بن ولید کا ان سے بھی مقابلہ ہوا۔ صبح سے دوپہر تک لڑائی ہوتی رہی۔ ظہر کے قریب بنی تغلب میدان سے بھاگ نکلے مسلمانوں نے ان کو قتل و قید کرنا اور ان کے اسباب و خیموں پر قبضہ کر لیا۔ انہیں قیدیوں میں صہباء بنت حبیب ابن بجیر مادر عمر بن حضرت علیؓ بن ابی طالب تھیں۔ اس کے بعد حضرت خالدؓ نے دوسرے روز یہاں سے سفر کر کے قراقر (ماء کلب) میں پہنچ کر قیام فرمایا اور وہاں کے رہنے والوں پر شب خون مار کر نہایت تیزی سے سویٰ (آب بہراء) کی طرف روانگی کے لئے تیاری کی اور رافع بن عمیرہ طائی کو رہبری کے لئے بلایا اور اس سے راستہ کا حال دریافت کیا۔ رافع نے کہا کہ ''تم اس راستہ کو اتنے بڑے لشکر و اسباب کے ساتھ طے نہیں کر سکو گے جب کہ بخدا ایک تنہا سوار بھی اس راستہ کو طے کرتے ہوئے اپنی جان کا خوف کرتا ہے آج سے پانچ دن تک تم کو راستہ میں کسی مقام پر پانی نہ ملے گا''۔

سویٰ کا دشوار گزار راستہ: خالدؓ نے یہ سن کر جواب دیا کہ مجھ کو یہ راستہ طے کرنا ضروری ہے مجھے اس سے زیادہ کیا کام ہو گا کہ میں رومیوں کے مقابلے میں مسلمانوں کی مدد کے لئے جا رہا ہوں۔ تیرا مقصود اس کہنے سے یہ ہے کہ میں ان کی مدد کو نہ جاؤں میں نے اپنی جان اللہ کی راہ میں وقف کر دی ہے۔ رافع یہ جواب سن کر خاموش ہو گیا اور خالدؓ نے اپنے امراء لشکر کو طلب کر کے حکم دیا کہ ''تم لوگ اپنی جماعت سے کہہ دو کہ ہر شخص اپنے لئے پانچ دن کے لئے پانی لے لے اور اونٹوں کو مکرر پانی پلا دے'' لشکریوں نے اس حکم کے سنتے ہی اونٹوں کے کجاووں سے چھاگلوں اور مشکیزوں کو کھول کر پانی بھر لیا اور اونٹوں کو کچھ وقفہ دے کر مکرر پانی پلا دیا اور ان کے پاؤں پر کپڑے لپیٹ دیئے تاکہ روزانہ کے سفر سے پھٹنے سے محفوظ رہیں۔ الغرض جب لشکریوں نے اپنا انتظام کر لیا اس وقت حضرت خالدؓ بن ولید کو اپنے ہمراہ لے کر آگے بڑھے اور اسلامی لشکر ان کے پیچھے روانہ ہوا چار شبانہ روز کی مسافت طے کر کے پانچویں روز علمین کے قریب پہنچے رافع نے لوگوں سے کہا کہ ''تم لوگ غور سے دیکھو کہیں اس گرد و نواح میں عوسج کا درخت دکھائی دیتا ہے'' لوگوں نے جواب دیا ہم کو عوسج نظر نہیں آتا۔ رافع نے یہ سن کر ((انا للہ وانا الیہ راجعون)) پڑھ کر کہا ''افسوس تم بھی ہلاک ہوئے اور مجھ کو بھی ہلاک کیا۔ میں پہلے ہی کہتا تھا کہ یہ راستہ دشوار گزار ہے''۔

سویٰ کا معرکہ: تھوڑی دور چل کر پھر اس نے لوگوں کو عوسج کے ڈھونڈنے کے لئے کہا لوگوں نے دور سے عوسج کو دیکھ کر تکبیر کہی۔ رافع نے کہا اس کی جڑ کے پاس کھودو۔ لوگوں نے اس کے کہنے سے ایک گز بھر کا گڑھا کھود کر چشمہ کا منہ کھول دیا۔ لشکریوں نے سیر ہو کر پانی پیا اور اپنے اونٹوں کو پلا کر چھاگلوں اور مشکیزوں کو بھر لیا۔ تھوڑی دور چلنے کے بعد سویٰ میں پہنچ گئے یہی سویٰ بہراء کے رہنے کا مقام تھا لوگ حالت غفلت میں بیٹھے ہوئے شراب پی رہے تھے اور اس کا مغنی (گویا) گا رہا تھا مسلمانوں نے ان پر چھاپہ مارا ان کے کوے اور ان کے سردار حرقوص بن نعمان بہرانی کو مار کر ان کے مال و اسباب پر قبضہ کر لیا۔

اہل قریتین سے جنگ: پھر یہاں سے روانہ ہو کر اہل ارک و تدمر سے صلح کرتے ہوئے قریتین پہنچے۔ قریتین والوں نے اسلامی لشکر سے مزاحمت کی باہم لڑائی ہوئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں نے اس کو شکست دے کر ان کے مال و اسباب پر قبضہ کر لیا۔

اہل حوارین کی اطاعت: اس کے بعد اسلامی لشکر حوارین میں پہنچا یہاں بھی ایسا ہی واقعہ پیش آیا۔ پھر یہاں سے عصر کے وقت روانہ ہو کر دوسرے روز ظہر کے قریب قصم میں پہنچا۔ یہاں قبیلہ قضاعہ کے بنی مشجعہ رہتے تھے۔ ان لوگوں نے خالدؓ سے صلح کر کے اپنی جان اور جھوٹی عزت بچالی۔

بصرے کی فتح: اس کے بعد خالدؓ اسلامی لشکر لئے ہوئے رافع کے ساتھ مرج رہط پہنچے اور اسی دن غسان پر حملہ کر کے ان کو قتل و قید کیا اور اسی مقام سے ایک سریہ کنیسہ غوطہ کی طرف بھیجا جو ان کے مردوں کو مار کر ان کے لڑکوں اور عورتوں کو گرفتار کر لایا۔ دوسرے روز مرج رہط سے چل کر بصرے میں پہنچے اور اہل بصریٰ سے لڑ کر ان پر کامیابی حاصل کی۔ یہ شام کا پہلا شہر تھا جو خالدؓ و اہل عراق کے ہاتھ پر فتح ہوا۔ خالدؓ نے یہاں کے اور جو اس وقت تک دوسرے مقامات سے مالِ غنیمت حاصل ہو چکا تھا اس کو مسلمانوں پر تقسیم کر کے حسب دستور خمس (پانچواں حصہ) حضرت ابو بکرؓ صدیق کے پاس مدینہ کو روانہ کیا اور خود یہاں سے ماہ ربیع الثانی ۱۳ھ کے آخری دن بروز ہفتہ چل کر غازیان شام کے پاس یرموک میں پہنچ گئے۔

معرکۂ یرموک: اتفاق سے جس روز خالدؓ بن ولید یرموک میں اسلامی لشکر میں پہنچے اسی روز ماہان بطریق بھی مع شماسہ اور قسیسوں اور رہبانوں کے رومی لشکر میں داخل ہوا۔ خالدؓ بن ولید شام ہی سے اپنی فوج کی تنظیم میں مصروف ہو گئے۔ صبح ہوتے ہوتے لشکر کو منظم کر کے ہر ایک امیر کو اس کی جماعت کا ذمہ دار کر کے حضرت خالد نے اپنے مقابل پر اور امراء لشکر نے اپنے اپنے مقابل پر حملہ کیا۔ فریقین جی توڑ کر لڑنے لگے اور اپنی قسمت کے آخری فیصلہ کو دیکھنے کو بڑھ بڑھ کر وار کرتے جاتے تھے۔ اگر رومی لشکر اپنے مذہبی پیشواؤں کے تحریک و وعظ سے ایک قدم بڑھنے کا قصد کرتا تھا' تو اسلامی لشکر خالد بن ولید کے نعرہ اللہ اکبر سے رومیوں کو دس دس قدم پیچھے ہٹا دیتا تھا۔ آخر الامر خالد بن ولید نے سب سے پہلے ماہان کو شکست دے کر میدانِ جنگ سے بھگا دیا۔ اس کے بعد دیگر رومی افسروں کے بھی یکے بعد دیگرے پاؤں اکھڑنے شروع ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد میدان جنگ رومیوں سے خالی ہو گیا۔ دو لاکھ چالیس ہزار رومی لشکر میں سے کثر مارے گئے اور کچھ لوگ واقوصہ دہوے میں ڈوب گئے اور ایک حصہ خندق میں گر کر مر گیا ان کے نامی گرامی سپہ سالار اور مشاہیر اراکین سلطنت قتل کئے گئے۔ منجملہ ان کے تذارق برادر ہرقل بھی تھا۔

حمص اور دمشق کی قلعہ بندی: اس رومی لشکر کا نہایت چھوٹا حصہ شکست کھا کر مرتا کھپتا ہرقل تک پہنچا جو ان دنوں لڑائی کا نتیجہ سننے اور اپنے لشکر کو مدد پہنچانے کی غرض سے حمص میں مقیم تھا اپنے لشکر کی یہ غیر متوقع شکست سن کر اور ان کی بدحواسی دیکھ کر حمص میں نہ ٹھہر سکا اسی وقت حمص سے نکل کر دوسرے شہر چلا گیا اور حمص و دمشق کی قلعہ بندی کا حکم دے دیا۔ اس واقعہ میں اسلام لشکر کی تعداد چھیالیس ہزار بیان کی جاتی ہے۔ ان میں ستائیس ہزار تو ان امراء کے ہمراہ تھے جن کو ابو بکرؓ صدیق نے شام پر حملہ کرنے کے لئے مدینہ سے روانہ کیا تھا اور دس ہزار خالدؓ بن ولید کے ہمراہ عراق سے آئے تھے اور تین ہزار وہ لوگ تھے۔ جو خالدؓ بن سعید کے بھاگ جانے کے بعد باقی رہ گئے تھے اور چھ ہزار عکرمہ بن ابی جہل کے ہمراہ رہ گئے تھے۔ یہ لڑائی ماہ جمادی الاول میں ہوئی اس سے پیشتر نہ ایسی تیاری عربوں نے کبھی کی تھی اور نہ رومیوں نے۔ خالد بن سعید نے پہلے اپنے لشکر کے ایک ہزار آدمیوں کی جماعت علیحدہ کر کے اس پر ایک ایک امیر مقرر کر دیا اور اس کا نام کردوس رکھا تھا کیونکہ رومیوں

نے بھی اپنے لشکر کو اسی طرح پر تقسیم کیا تھا اس لڑائی میں ابی سفیان بن حرب بہت زیادہ نیک نام رہے وہ بڑے مخمصوں میں پڑ گئے تھے۔

جرجہ کا قبول اسلام: ارباب سیر و تواریخ نے لکھا ہے کہ اثناء جنگ میں مدینہ سے ایک قاصد ابوبکرؓ صدیق کے انتقال اور عمر فاروقؓ کی امارت کی خبر لے کر آیا۔ خالدؓ نے اس کو لوگوں سے مخفی رکھا۔ پھر امراء لشکر روم سے جرجہ نکل کر میدان میں آیا اور خالد کو بلا کر اسلام کی حقیقت دریافت کی۔ خالد نے اس کو خوب سمجھایا اور اچھی طرح سے اس کے ذہن نشین کروا دیا کہ جس مذہب پر وہ ہے وہ باطل ہے اور اسلام ایک سچا و پاک وصاف مذہب ہے' نجات ابدی اس کے قبول کرنے سے ملتی ہے' اللہ تعالیٰ نے جرجہ کی چشم بصیرت کھول دی وہ نہایت سچائی سے مسلمان ہو کر اسلام میں آملا۔ رومیوں کو اس واقعہ سے بے حد صدمہ ہوا۔

رومیوں کی شکست: دوسرے دن خالد بن ولید نے لشکر اسلام کی ایک جماعت لے کر حملہ کیا جس میں جرجہ بھی تھے۔ لڑائی کا آغاز نہایت خطرناک تھا رومیوں کی لاش پر لاش گرتی جاتی تھی اور وہ لڑائی سے منہ پھیرتے نظر نہ آتے تھے۔ دوپہر تک یہی کیفیت رہی مسلمانوں نے اشارہ سے ظہر کی نماز ادا کی اور خالدؓ بن ولید نے اللہ اکبر کہہ کر حملہ کر دیا۔ رومی اس دفعۃً حملہ سے گھبرا کر میدان جنگ سے بھاگ نکلے اس لڑائی میں جرجہ' عکرمہ بن ابی جہل اور ان کے لڑکے عمرو وسلمہ بن ہشام وعمر وابان پسران سعید و ہشام بن العاص و ہبار بن سفیان و طفیل بن عمرو وغیرہ (رضی اللہ عنہم) نامی گرامی امراء لشکر اسلام شہید ہو گئے ابوسفیان کی ایک آنکھ تیر لگنے سے جاتی رہی۔

بصرے کی فتح: بعض نے لکھا ہے کہ خالدؓ بن ولید عراق سے شام کو روانہ ہوئے تو اثناء راہ میں بصرے میں مسلمانوں سے اس وقت ملے جس وقت لوگ بصرے کا محاصرہ کئے ہوئے تھے اور انہوں نے سب کے ساتھ مل کر اس کو جزیہ (خراج) پر فتح کیا تھا۔ اس کے بعد اسلامی لشکر فلسطین کی طرف بغرض امداد عمروؓ بن العاص آیا۔ عمروؓ ان دونوں غور میں اور رومی لشکر جلق میں تدارق برادر ہرقل کی ماتحتی میں تھا۔ پھر رومی لشکر جلق سے نکل کر املہ کے قریب اجنادین کی طرف آیا۔ مسلمانوں نے غور سے ان پر حملہ کر کے نہایت مردانگی سے پسپا کر دیا۔ یہ معرکہ نصف ماہ جمادی الاول میں واقع ہوا تدارق تو اس لڑائی میں مارا گیا اور ہرقل یہاں سے لوٹ کر مسلمانوں سے قاقوصہ میں یرموک کے نزدیک مقابل ہوا۔ اس حساب سے واقعہ یرموک رجب میں اجنادین کے بعد ہوا اور مسلمانوں کو ابوبکرؓ صدیق کے انتقال کی خبر اس وقت پہنچی جب کہ جمادی الثانی کے آٹھ دن باقی تھے۔

(مترجم) جنگ اجنادین: ابن اثیر نے لکھا ہے کہ منجملہ چھیالیس ہزار لشکر کے جو اس واقعہ میں خالدؓ کے ہمراہ تھا ایک ہزار مہاجرین و انصارؓ تھے۔ جن کو آنحضرت ﷺ کی صحبت بابرکت نصیب ہوئی تھی اور ان میں ایک سو وہ صحابیؓ تھے جو بدر میں شریک ہوئے تھے ان کے مقابلہ پر رومیوں کا دو لاکھ چالیس ہزار کا لشکر آیا ہوا تھا۔ ہرقل کا بھائی پوری فوج کا افسر اعلیٰ تھا اور اس کی ماتحتی میں نامی گرامی تجربہ کار سپہ سالار کام کر رہے تھے ایک مہینہ پیشتر سے قسیس و رہبان و بطریق لوگوں کو لڑائی کی

ترغیب دیتے اوران کومسلمانوں کے خلاف ابھارتے تھے قلب لشکر میں بطریق اعظم اطلسی غلاف میں انجیل کو لپیٹے ہوئے صلیبی نشان کے نیچے کھڑا ہوا لشکر کولڑائی پر آمادہ کررہا تھا۔

حضرت خالدؓ کی دعا: خالدؓ بن ولید نے اس کے لشکر کا یہ رنگ دیکھ کر پہلے اپنے لشکر کو منظم کیا اور ہر سردار کو موقع موقع سے کھڑا کر کے لشکر کے قاریوں کو سورۂ انفال پڑھنے کا حکم دیا اور خود قلب میں کھڑے ہو کر مہاجرین وانصار (رضی اللہ عنہم) کو سب سے علیحدہ کیا اور آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کرنے لگے ''اے پروردگار عالم یہ وہ تیرے خاص بندے ہیں جنہوں نے تیرے رسول ﷺ کا ساتھ دیا ہے اوران کے مددگار ومعاون رہے ہیں۔ تیری مرضی کے لئے انہوں نے اپنے گھر بار عیال و اطفال کو چھوڑا ہے۔ تو ہماری عزت نہ رکھ بلکہ اپنے سچے دین اور اپنے سچے رسول کی عزت رکھ کر ہماری مدد نہ کر اپنے دین کی مدد کر۔ اے بے کسوں کے چارہ ساز تو ان کے ذریعہ سے ہماری مدد کر اور کفار کے ہاتھ سے ذلیل وخوار نہ کر۔

حضرت خالدؓ کا خطبہ: خالد اس دعا سے فارغ ہو کر لشکریوں کی طرف متوجہ ہوئے اور حمد ونعت کے بعد نہایت فصاحت و بلاغت سے ایک خطبہ پڑھا جس کا ترجمہ یہ ہے کہ: ''اے مسلمانو! یہ دن تمہاری آزمائش وامتحان کا ہے آج کے دن تم کو نہ فخر کرنا چاہئے اور نہ ریا کاری کو دخل دینا چاہئے۔ تم لوگ آج جو کام کرو خاص اللہ تعالیٰ کے لئے کرو اور اپنے نیک اعمال سے اس کو راضی کرو۔ یہ وہ دن ہے کہ اگر تم مارے گئے تو بے شک جنت میں جاؤ گے اور اگر دشمنان خدا پر فتح یاب ہو گئے تو غازی کہلاؤ گے۔ کیا تم نے نہیں سنا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے ''کہ جنت تلوار کے سایہ میں ہے'' پس اگر تم لوگوں کو جنت لینا اور اللہ کو راضی کرنا ہے تو لڑو! لڑو! لڑو! شاید اس کے بعد پھر ایسا موقع تم کو نہ ملے اور تمہاری موت آجائے۔ بستر پر ذلت کی حالت میں مرنے سے بہتر ہے کہ برسر میدان اللہ کی راہ میں مارے جاؤ اور اسی خون آلودہ کپڑے میں دفن کر دیئے جاؤ تاکہ قیامت میں تمہارے فی سبیل اللہ لڑنے اور لڑتے لڑتے جان دے دینے کی وہ شہادت دیں۔ اے بھائیو! یہ وہ دن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آج تمہارے لئے جنت کے دروازے کھول دیئے ہیں کیا تم لوگ جنت میں جانا پسند نہ کرو گے! دیکھو اللہ کی رحمت تم پر نازل ہوا چاہتی ہے تم کو اللہ تعالیٰ اپنی عنایت سے فتح یاب کرے گا۔ نیک نیتی سے اس کی راہ میں کوشش کرو اور اس امر کو بخوبی سمجھ لو کہ اب تم سے دنیا چھوٹتی ہے۔ اللہ اللہ ہر شخص اپنے لئے زاد سفر تیار کرلے اور اگر تم لڑ کر شہید ہوئے یا فتح یاب ہو گئے تو تم سے زیادہ محبوب اللہ کے نزدیک اور کوئی نہ ہوگا اور اگر تم نے لڑنے میں کچھ بھی پس وپیش کیا تو تم سے دنیا تو چھوٹ ہی گئی ہے نہایت بے عزتی سے کفار کے ہاتھ سے مارے جاؤ گے اور قیامت تک تم سے اللہ کی رحمت دور رہے گی پھر تم اللہ کو اور اس کے رسول ﷺ کو اور اس کے خلیفہ کو کیا منہ دکھاؤ گے۔ چلو چلو اپنی مرادیں حاصل کرو دیکھو دشمنان خدا تمہاری طرف بڑھنے کا قصد کرتے ہیں۔ پس تم اس سے پہلے کہ وہ تم پر حملہ کریں تم ان پر ٹوٹ پڑو اگر تم نے ان کو خندق کی طرف لوٹا دیا تو پھر کیا ہے ان کو شکست ہوگی اور اگر خدانخواستہ انہوں نے تم کو شکست دی تو خدا کی قسم ایک قدم بھی پیچھے ہٹنا اپنے کو جہنم میں ڈالنا ہے۔ چلو آگے بڑھو اور تمہارے ایک ایک قدم پر ہزار ہزار نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ آؤ جو کچھ لینا ہے آج ہی لے لو کل پر باقی نہ رکھو''۔

حضرت ابوبکرؓ صدیق کی وفات کی خبر: اسلامی لشکر کا دل اس تقریر سے بھر آیا سب کے سب نے اللہ اکبر اللہ اکبر کہہ کر تلواریں کھینچ لیں۔ خالدؓ نے عکرمہؓ بن ابی جہل وقعقاعؓ بن عمرو کو آگے بڑھ کر لڑائی شروع کر دینے کا حکم دیا۔ رومی لشکر نے اسلامی لشکر کو آگے بڑھتا دیکھ کر تیر اندازی شروع کر دی۔ لیکن جب اسلامی لشکر کی حرکت کو ان کے تیر نہ روک سکے تو اس وقت تلوار ونیزے لے کر جھپٹ پڑے۔ لڑائی نہایت تیزی سے ہو رہی تھی اور ہر فریق دوسرے کے ہٹا دینے کی کوشش کر رہا تھا۔

اس اثناء میں مدینہ سے محمیہؓ بن زنیم آئے اور انہوں نے خالد کو بلا کر چپکے سے حضرت ابوبکرؓ صدیق کے انتقال اور عمرؓ کی امارت کی خبر دی۔ خالدؓ نے مصلحتاً اس خبر کو مشتہر نہ کیا۔ لڑائی جس طرح سے شروع ہوئی تھی اسی طرح جاری رکھی۔

جرجہ کا قبول اسلام: تھوڑی دیر کے بعد رومی لشکر کی صف سے جرجہ نکل کر میدان میں آیا اور خالد بن ولید کو بلوایا۔ فریقین ایک دوسرے کو امن دے کر باہم گفتگو کرنے لگے۔

جرجہؓ: خالدؓ مجھ کو امید ہے کہ جو واقعہ صحیح ہو گا تم وہ مجھ سے بیان کرو گے۔

خالدؓ: بے شک ہمارے مذہب میں جھوٹ بولنا سخت گناہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جھوٹوں پر لعنت فرمائی ہے۔

جرجہؓ: اچھا یہ بتلاؤ کہ کیا تمہارے نبی ﷺ پر آسمان سے کوئی تلوار اتری تھی۔ جس کو تمہارے نبی ﷺ نے تم کو دی ہے اور جس ذریعہ سے تم جس قوم پر حملہ آور ہوتے ہو اور فتحیاب ہوتے ہو۔

خالدؓ: نہیں۔

جرجہؓ: پھر تمہیں سیف اللہ کیوں کہا جاتا ہے اور کیوں ہمیشہ فتح یاب ہوتے ہو؟

خالدؓ: اللہ تعالیٰ نے ہم میں ایک نبی مبعوث کیا ہے میں پہلے اس کو جھٹلاتا تھا اور اس سے لڑتا تھا اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت دی اور میں مسلمان ہو کر اس کا مطیع ہو گیا۔ تب اس نے میرے فتح یاب ہونے کی دعا فرمائی اور کہا کہ تو سیف اللہ ہے تجھ کو اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے لئے بھیجا ہے تو ہمیشہ مظفر و منصور ہو گا۔

جرجہؓ: تم ہم لوگوں سے کیوں لڑنے آئے ہو؟

خالدؓ: تم لوگوں نے خدا کو بھلا دیا ہے اس کے نبی ﷺ کو نہیں مانتے۔ تم لوگ یا تو اسلام قبول کر لو یا ہمارے مطیع ہو جاؤ جزیہ دو اور اگر یہ دونوں باتیں منظور نہ ہوں تو لڑو۔

جرجہؓ: جو شخص تمہاری دعوت قبول کر لیتا ہے وہ کیسا سمجھا جاتا ہے؟

خالدؓ: ہم سب لوگ ایک دوسرے کے بھائی ہیں کسی کو کسی پر کوئی فضیلت نہیں ہے اسلام کی حیثیت سے امیر و غریب سب برابر ہیں۔

جرجہؓ: کیا تمہاری طرح اس کو بھی اجر ملے گا؟

خالدؓ: ہاں اللہ تعالیٰ بخیل نہیں ہے جو شخص نیک نیتی سے ہم میں داخل ہو گا وہ ہم سے افضل ہو گا اور اس کو اللہ تعالیٰ دین و دنیا میں عزت عنایت فرمائے گا۔

جرجہؓ کا دل خالدؓ کے جواب سے بھر آیا اور انہوں نے نہایت سچائی سے اسلام قبول کر لیا۔ خالدؓ نے ان کو نہلا کر دو رکعت نماز پڑھوائی اور اپنے ساتھ لے کر لڑائی کو نکلے۔ پہلے حملہ میں رومیوں نے مسلمانوں کو ان کے اس مورچہ سے ہٹا دیا۔

حضرت عکرمہؓ کی جانثاری: جس طرف عکرمہؓ بن ابی جہل اور ان کے چچا حرثؓ بن ہشام تھے۔ عکرمہؓ نے یہ کہہ کر کہ افسوس کی بات ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تو تمام عمر لڑتے رہے اور آج دشمنان خدا کے روبرو پیچھے قدم پڑ رہے ہیں۔ بلند آواز سے کہا: ((من یبایع الموت)) ''کون شخص مرنے کی بیعت کرتا ہے'' (یعنی کون شخص اس امر پر بیعت کرتا ہے کہ مر کر میدان سے ہٹے یا فتح مند ہو کر) حرثؓ بن ہشام اور ضرار بن الازور نے یہ سن کر چار سو نامی گرامی جنگ آوروں کے ساتھ بیعت کی اور رومیوں کے لشکر میں اللہ اکبر کہہ کر گھس گئے اور نہایت مردانگی سے لڑتے رہے یہاں تک کہ بعض زخمی ہو کر اپاہج ہو گئے اور بعض

شہید ہو گئے۔

رومیوں کو شکست : خالدؓ و جرجہؓ دن ڈھلے تک لڑتے رہے لشکریوں نے ظہر و عصر اشارہ سے پڑھی مغرب کے قریب مسلمانوں نے رومی سواروں کو بھاگنے کے ارادے میں دیکھ کر راستہ دے دیا جس سے سواروں کا زیادہ حصہ جان بچا کر بھاگ گیا۔ البتہ پیادوں میں سب کے سب تہ تیغ کر دیئے گئے بارہ ہزار رومی علاوہ ان لوگوں کے جو عین معرکہ میں کام آئے مارے گئے اور ایک گروہ ان کے سرداروں کا گرفتار کر لیا گیا جن کی دوسرے دن گردن ماری گئی۔ کامیابی کے بعد خالدؓ تدارق کے خیمہ میں داخل ہوئے عکرمہؓ بن ابی جہل اور ان کے لڑکے میدان جنگ سے زخمی حالت میں اٹھا کر لائے گئے۔ حضرت خالدؓ نے عکرمہؓ کا سر اٹھا کر اپنے زانو پر رکھ کر چند قطرے پانی کے ان کے حلق میں ڈالے اور عکرمہ کلمہ شہادت پڑھتے ہوئے راہی جنت ہو گئے اس معرکہ میں عکرمہ اور ان کے لڑکے کے علاوہ تین ہزار مسلمان شہید ہوئے۔ رضی اللہ عنہم ورضوانہ۔

(مترجم) سیرتِ صدیق : ابوبکرؓ صدیق کی وفات بروز منگل بوقت شب ہوئی جب کہ آٹھ راتیں جمادی الثانی ۱۳ھ کی باقی رہ گئیں تھیں صحیح یہ ہے کہ تریسٹھ برس کی عمر پائی۔ بعض کہتے ہیں کہ ایک یہودی نے چاول یا حریرہ میں زہر دیا تھا اور بعض کہتے ہیں کہ ایک روز سردی کے وقت آپ نہائے تھے جس سے بخار آ گیا۔ پندرہ روز تک بخار میں مبتلا رہے گھر سے باہر نہ آ سکتے تھے۔ آپ کے حکم سے حضرت عمرؓ لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے۔ آپ نے دو برس تین مہینہ دس دن خلافت فرمائی اور بعض مورخ ان کے زمانہ خلافت کو دو برس تین مہینے چھبیس دن بیان کرتے ہیں۔ عام الفیل کے تین برس بعد پیدا ہوئے۔

تجہیز و تکفین : آپ کی وصیت کے بموجب اسماء بنت عمیس (آپ کی بیوی) اور عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ نے نہلایا اور تین کپڑوں میں کفنایا۔ ان میں سے دو پرانے تھے جو ان کے استعمال میں تھے اور ایک نیا خرید کر لیا تھا۔ غسل و تکفین کے بعد جس تخت پر آنحضرت ﷺ کو اٹھایا تھا اسی پر حضرت ابوبکرؓ صدیق بھی اٹھائے گئے اور عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ و عمرؓ و عثمان و طلحہؓ نے قبر میں اتارا اور ان کے سر کو آنحضرت ﷺ کے مونڈھوں کے برابر رکھا اور ان کی لحد کو آنحضرت ﷺ کی لحد سے ملا دیا اور ان کی قبر کو آنحضرت ﷺ کی قبر کی طرح مسطح رکھا۔ سب سے آخری کلمے جو حضرت ابوبکرؓ کی زبان سے نکلے وہ ((توفنی مسلماً و الحقنی بالصلحین)) تھے۔

حلیہ و نسب : ابوبکرؓ کا رنگ سفید، رخسار ہلکے، چہرہ پر رگیں نمایاں، نحیف البدن آنکھیں اندر کو گھسی ہوئی تھیں۔ بالوں کو حناء و کتم سے رنگتے تھے۔ نام ان کا عبداللہ کنیت ابوبکرؓ تھی ابوقحافہ عثمان بن عامر قریشی کے لڑکے تھے آنحضرت ﷺ کے ساتھ ساتویں پشت مرہ بن کعب بن شریک ہیں۔ آپ کی والدہ ام الخیر سلمیٰ بنت صخر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم تھیں یہ بھی قدیم الاسلام ہیں اپنے لڑکے ابوبکرؓ کے بعد اسلام لائیں۔

ازواج و اولاد : ابوبکرؓ نے دو نکاح جاہلیت میں کئے ایک قتیلہ بنت عبدالعزیٰ ابن عامری بن لوی کے ساتھ جس سے اسماء و عبداللہؓ پیدا ہوئے۔ اور دوسرا ام رومان دعد بنت عامر بن عمیر کنانیہ کے ساتھ جس سے عبدالرحمٰن و عائشہؓ زوجہ رسول (ﷺ) پیدا ہوئیں۔ دو نکاح اسلام لانے کے بعد کئے ایک اسماء بنت عمیس سے جو ان سے پہلے جعفر بن ابی طالبؓ کے نکاح میں تھیں۔ ان سے محمد بن ابی بکرؓ پیدا ہوئے اور دوسرے حبیبہ بنت خارجہ بن زید انصاری سے جن سے آپ کی وفات کے بعد ام کلثوم پیدا ہوئیں۔

عمال : حضرت ابوبکرؓ صدیق کی کتابت علیؓ ابن ابی طالب و زید بن ثابتؓ و عثمانؓ بن عفان اکثر کرتے تھے علاوہ ان کے وقت

ضرورت جو سامنے آجاتا تھا اس سے لکھا لیتے تھے۔ ان کے عہد خلافت میں حضرت ابوعبیدہؓ بیت المال کے اور عمرؓ ابن الخطاب دارالقضاء کے متولی تھے اور عمال جو اطراف و جوانب بلاد میں ان کی طرف سے حکمرانی کرتے تھے ان کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

مکہ: عتاب بن اسیدؓ ان کا انتقال اتفاق سے اسی دن ہوا ہے جس دن ابوبکرؓ صدیق کی وفات ہوئی۔

طائف: عثمان بن ابی العاصؓ

صنعاء: مہاجر بن ابی امیہؓ

حضرموت: زیاد بن لبید انصاریؓ

خولان: یعلی بن منبہؓ

زبید و زمع: ابوموسیٰؓ

جند: معاذ بن جبلؓ

بحرین: علاء بن الحضرمیؓ

نجران: جریر بن عبداللہ

جرش: عبداللہ بن ثورؓ

دومۃ الجندل: عیاض بن غنمؓ

حضرت ابوعبیدہ و شرحبیلؓ و یزید و عمرؓ ہر ایک علیحدہ علیحدہ ایک ایک لشکر کے افسر تھے اور ان سب کے افسر اعلیٰ خالد بن ولید تھے اور شام میں رومیوں سے لڑ رہے تھے یہی گویا ان کے وزیر صیغہ جنگ یا سپہ سالار کل افواج اسلامیہ تھے۔ حضرت ابوبکرؓ صدیق کی انگوٹھی پر ((نعم القادر اللّٰہ)) کندہ تھا ان کے انتقال کے بعد ابوقحافہ چھ برس اور چند ایام زندہ رہ کر ستانوے برس کی عمر میں رہ گزائے عالم جاودانی ہوئے۔

خیرات و جہاد: آپؓ سابقین اولین میں سے ہیں۔ سب سے پہلے آنحضرت ﷺ پر ایمان لائے۔ آپ ﷺ اکثر فرمایا کرتے تھے ''میں نے کسی کو اسلام کی دعوت نہیں دی مگر یہ کہ اس کے دل میں اولاً اس سے کچھ کشیدگی نہ پیدا ہوئی ہو سوائے ابوبکرؓ کے''۔ آنحضرت ﷺ کے ساتھ انہوں نے ہجرت کی اور شرف صحبت کا فخر انہیں کو حاصل ہوا۔ بدر، احد، احزاب بڑے بڑے مشاہد میں ہمرکاب رہے۔ سات آدمیوں کو خرید کر آزاد کیا منجملہ ان کے بلال و عامر بن فہیرہ و زنیرہ و نہدیہ وغیرہ ہیں۔ چالیس ہزار مع اس کے جو اس سے منفعت ہوئی تھی اللہ کی راہ میں صرف کئے جب یہ خلیفہ ہوئے اور عرب مرتد ہو گیا۔ تب تلوار کھینچے ہوئے ذی القصہ کی طرف نکلے۔ حضرت علیؓ نے پہنچ کر سواری کی لگام پکڑ لی اور کہنے لگے ''اے خلیفہ رسول اللہ ﷺ کہاں جا رہے ہو؟ میں تم سے وہی کہتا ہوں جو آنحضرت ﷺ سے یوم احد میں کہا تھا خدا کے لئے اپنی تلوار کو نیام میں کر لو۔ تم بذاتہ نہ لڑنے جاؤ مبادا کہیں کسی مصیبت میں نہ مبتلا ہو جاؤ اور اگر ایسا ہوا تو نظام اسلام باقی نہ رہ جائے گا''۔

غنائم کی مساوی تقسیم: ابوبکرؓ نے ان کو سمجھا دیا اور لشکر کے ساتھ جا کر مرتدین کو منتشر کر دیا۔ مال غنیمت کو سابقین اولین اور متاخرین اسلام اور حر و عبد و مرد و عورت میں برابر تقسیم کرتے تھے۔ کسی نے ایک مرتبہ اس فعل پر اعتراض کیا آپؓ نے اس کا جواب دیا کہ ''سابقین اولین جو پہلے سے ایمان لائے ہیں تو اس کا اجر اللہ تعالیٰ ان کو آخرت میں دے گا اور یہ تو دنیا ہے اس

میں سب مسلمان برابر ہیں''۔

مساکین و یتامیٰ کی سرپرستی: ایام سرما میں کمبل اور کپڑے خرید کر بیوہ عورتوں اور یتیم بچوں کو دیتے تھے خلافت سے پہلے ان کا مال واسباب سخ میں رہتا تھا۔ عشاء کی نماز پڑھ کر سخ چلے جاتے تھے اور صبح کو اکثر پیادہ اور کبھی سواری پر مسجد نبوی میں آجاتے تھے۔ لیکن بیعت خلافت کے چھ مہینے بعد اپنا سب مال واسباب مدینہ لے آئے۔ ہر روز بازار جا کر مجبور عورتوں اور مردوں کو ضروریات کی اشیاء خرید کر لا دیتے تھے۔ اپنی بکریوں کو اکثر خود اور کبھی دوسرے لوگ چرانے لے جاتے تھے اور ان کا دودھ خود دوھ کر غربا کو تقسیم کر دیتے تھے۔ ایک روز خلافت کے بعد ایک عورت نے کہا ''اب تو تم خلیفہ ہو گئے ہو اب ہمارے گھر میں دودھ کہاں سے آئے گا اور تم کیوں دوہو گے''۔ ابو بکرؓ نے یہ سن کر جواب دیا ''بخدا میں تم لوگوں کے لئے دوہوں گا میں اس خلافت سے اپنی عادت کو نہ بدلوں گا''۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا جب تک زندہ رہے بکریوں کا دودھ خود دوھ کر غربا کو دے آتے تھے۔ خلافت کے بعد تجارت چھوڑ دی تھی رات دن مسلمانوں کی اصلاح میں مصروف رہتے تھے۔ حضرت ابو بکرؓ نے انتقال کے وقت یہ وصیت کی تھی کہ جو کچھ بیت المال سے ان کی ذات خاص پر صرف ہوا ہے۔ اس کے عوض ان کی مملوکہ زمین فروخت کر کے اس کی قیمت بیت المال میں داخل کر دی جائے''۔

خلیفہ اوّل: مسلمانوں میں یہ پہلے خلیفہ ہیں جن کے صرف کے لئے رعیت نے تنخواہ مقرر کی تھی اور یہ پہلے خلیفہ تھے کہ جن کے باپ زندہ تھے اور یہ والی ہوئے اور یہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے مصحف قرآن کو مصحف کے نام سے موسوم کیا اور یہی سب سے پہلے خلیفہ کہلائے۔

حضرت ابو بکرؓ کا حضرت عمرؓ کو خطبہ: عمرؓ ابن الخطاب کو بوقت استخلاف نہایت عمدہ اور کارآمد وصیتیں کیں۔ منجملہ ان کے یہ تھیں ''اے عمرؓ میں نے تم کو اصحاب رسول اللہ ﷺ پر اپنا نائب بنایا ہے اللہ سے ظاہر و باطن ڈرنا۔ اے عمرؓ بے شک اللہ کا ایک حق رات میں ہے جس کو وہ دن میں قبول نہیں کرے گا اور اس کا ایک حق دن میں ہے جس کو وہ رات میں قبول نہیں کرتا اور بے شک اللہ تعالیٰ نوافل کو قبول نہ کرے گا جب تک فرائض ادا نہ کئے جائیں گے۔ اے عمرؓ کیا تم نہیں جانتے کہ جس کے اعمال قیامت میں بھاری ہوں گے وہی گراں ہوں گے اور جن کے اعمال ہلکے ہوں گے وہ سبک ہوں گے اور یہ باتیں حق و باطل کے اتباع سے حاصل ہوں گی۔ اے عمرؓ کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ نرم آیات کے ساتھ شدت کی آیات اور شدت کی آیات کے ساتھ نرم آیات نازل ہوئی ہیں' تا کہ مومن اللہ سے ڈرتا اور اس سے اپنی مغفرت مانگتا رہے۔ اے عمرؓ جب اہل نار کا ذکر آئے گا تو کہنا کہ ''اے اللہ مجھے امید ہے کہ تو مجھے ان میں سے نہ کرے گا'' اور جب اہل جنت کا تذکرہ آئے اور ان کے اعمال صالحہ کا بیان ہو تو اللہ سے دعا کرنا کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو ان میں شامل کرے' اور جب تم میری ان وصیتوں پر عمل کرو گے تو مجھے گویا اپنے پاس بیٹھا ہوا پاؤ گے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اسی طرح کی وصیتیں کر کے شام کے وقت انتقال کیا اور رات ہی کو دفن کئے گئے۔

حضرت ابو بکرؓ کی وفات: جس وقت ابو بکرؓ حالت احتضار میں مبتلا ہوئے اس وقت طلحہ و عثمان و عبدالرحمٰن بن عوف و علی بن ابی طالب وغیرہ (رضی اللہ عنہم) کو طلب کر کے مشورہ[1] کیا اور ان لوگوں سے حضرت عمرؓ کی خلافت کی بابت اپنی رائے

---

[1] ابن اثیر نے لکھا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے مرض الموت میں سب سے پہلے عبدالرحمٰنؓ ابن عوف کو بلا کر حضرت عمرؓ کا حال دریافت کیا۔ عبدالرحمٰنؓ نے جواب دیا کہ ان کی رائے آپ کی رائے سے بہتر ہے مگر ان میں سختی ہے۔ حضرت ابو بکر نے یہ سن کر فرمایا کہ اس کی وجہ ☜

ظاہر فرمائی۔ جب ان لوگوں نے اتفاق رائے کر لیا تب حضرت ابوبکرؓ صدیق گھر سے نکل کر باہر آئے اور لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا کہ ''میں نے عمرؓ کو اپنا خلیفہ بنایا ہے اور اس سے میں نے تمہاری بہتری کا قصد کیا ہے پس تم لوگ جو وہ کہیں گے اس کو سنو اور ان کی اطاعت کرو''۔ یہ کہہ کر حضرت عثمانؓ کو بلایا اور ان سے یہ عہد نامہ لکھوایا۔

حضرت عمرؓ کا تقرر:

((بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم هذا ما عهد به ابوبکرؓ خلیفه محمد رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم عند اخر بالدنیا و اول عهده بالاخرة فی الحال التی یومن فیها الکافرون و یوقن الفاجر انی استعملت علیکم عمر بن الخطاب و لم ال لکم خیرا فان صبروا عدل فذالک علمی به و رائی فیه و ان جار وبدل فلا علم لی بالغیب و الخیر اردت و لکل امرإ ما اکتسب و سیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون))

''یہ وہ عہد نامہ ہے جسے ابوبکر خلیفہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے آخری زمانہ میں دنیا سے جاتے وقت اس حالت میں لکھوایا ہے جس میں کافر بھی ایمان لے آتا ہے اور فاجر کو بھی یقین آ جاتا ہے کہ میں نے تم پر عمرؓ کو خلیفہ بنایا اور میں نے تمہارے لئے خیر خواہی میں کوتاہی نہیں کی ہے پھر اگر عمر صبر کریں اور انصاف سے کام لیں تو مجھے یہی یقین تھا اور ان کے بارے میں یہی رائے ہے اور اگر ظلم کریں اور عہد بدل دیں تو مجھے غیب کا علم نہیں میں نے تو بہتری ہی چاہی ہے۔ ہر شخص کے لئے وہی ہے جو اس نے کمایا ہے ظالموں کو جلد ہی معلوم ہو جائے گا کہ وہ کس کروٹ پر پھیر دیئے جائیں گے''۔

یہ ہے کہ جب وہ مجھے کسی معاملے میں نرمی کرتے دیکھتے ہیں تو وہ سختی کرتے ہیں اگر خلافت ان کے سپرد کر دی جائے تو سختی چھوڑ دیں گے کیونکہ جب وہ مجھے کسی پر غصہ کرتے دیکھتے ہیں تو وہ نرم ہو جاتے ہیں۔ اس کے بعد عثمانؓ کو بلا کر عمرؓ کا حال دریافت فرمایا عثمانؓ نے کہا کہ حضرت عمرؓ کا باطن ظاہر سے اچھا ہے اور ہم میں کوئی ان جیسا نہیں ہے حضرت ابوبکرؓ نے یہ سن کر ان دونوں آدمیوں کو اخفاء راز کو فرمایا۔ اس اثناء میں طلحہؓ بن عبید اللہ آ گئے حضرت ابوبکرؓ نے ان سے فرمایا ''میں نے حضرت عمرؓ کو اپنا خلیفہ بنایا۔ طلحہؓ نے جواب دیا کہ ''عنقریب آپ اللہ تعالیٰ سے ملنے والے ہیں اللہ تعالیٰ آپ سے پوچھے گا کہ تم نے رعیت کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ ابوبکر نے جواب فرمایا کہ مجھ کو اٹھا کر بٹھاؤ جب لوگوں نے ان کو اٹھا کر بٹھایا تو جواب دیا کہ ''جب میں اپنے رب کے سامنے جاؤں گا اور وہ مجھ سے دریافت کرے گا تو میں کہہ دوں گا کہ تیری مخلوق پر میں نے تیری بہترین مخلوق کو مقرر کیا ہے''۔ حضرت طلحہؓ یہ سن کر خاموش ہو گئے اور حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عثمانؓ کو عہد نامہ لکھنے کا حکم دیا۔ حضرت ابوبکرؓ شدت علالت کی وجہ سے رک رک کر بولتے تھے اور حضرت عثمان لکھتے جاتے تھے جب یہ عہد نامہ لکھا گیا تو اس کو لوگوں میں پڑھے جانے کا حکم دیا اور خود باہر آ کر لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا ''کیا تم لوگ اس شخص پر رضامند ہو جس کو میں نے اپنا خلیفہ بنایا ہے؟ بے شک میں نے اپنے کسی عزیز و قریب کو خلیفہ نہیں بنایا میں نے تم پر عمرؓ کو خلیفہ بنایا ہے۔ پس ان کا کہنا سنو اور ان کی اطاعت کرو میں نے یہ محض اپنی رائے سے نہیں کیا بلکہ مشورہ کے بعد کیا ہے لوگوں نے سن کر ((سمعنا و اطعنا)) یک زبان ہو کر کہہ دیا اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ کو چند وصیتیں کیں جو آئندہ بیان کی جائیں گی۔

باب : ۱۳

حضرت عُمرِ فاروقؓ ابنِ خطاب

۱۳ھ تا ۲۴ھ

حضرت خالدؓ کی معزولی: ۲۳ جمادی الثانی ۱۳ھ بروز پیر حضرت ابوبکرؓ صدیق (خلیفہ رسول اللہؐ) کی وفات کے بعد حضرت عمرؓ ابن الخطاب تخت خلافت پر متمکن ہوئے۔ انہوں نے خلیفہ ہونے کے بعد سب سے پہلا کام جو کیا وہ یہ تھا کہ شام میں رومیوں سے برسر جنگ لشکر اسلام کے امیر حضرت خالدؓ بن ولید کو سرداری سے معزول کر کے ان کے بجائے حضرت ابوعبیدہ بن جراح کو امیر لشکر مقرر کیا۔ حضرت عمر فاروقؓ کا یہ فرمان عین اس وقت پہنچا جب مسلمان یرموک میں فریق مخالف سے مصروفِ جنگ تھے۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراح نے مصلحتاً اس خبر کو تا اختتام جنگ پوشیدہ رکھا۔ لیکن جب یرموک فتح ہو گیا اور رومیوں کو شکست ہوئی اس وقت یہ خبر ظاہر کر دی گئی اور اس وقت سے اسلامی لشکر کے سردار حضرت ابوعبیدہؓ قرار پائے۔

دمشق کا محاصرہ: حضرت ابوعبیدہ بن جراح یرموک میں بشیر بن کعب حمیری کو اپنا نائب مقرر کر کے فحل (سرزمین اردن) کی طرف بڑھے۔ اثناء راہ میں معلوم ہوا کہ شکست خوردہ رومی لشکر فحل میں جمع ہو رہا ہے اور یرموک کی لڑائی سے پہلے رومیوں کا جو لشکر دمشق میں پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا۔ وہ ان کی امداد کو پہنچنے والا ہے۔ ہرقل بادشاہ روم بھی حمص میں مقیم ہے۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ نے حضرت عمرؓ فاروق کی اجازت کے بعد اسلامی سواروں کا ایک دستہ فحل کا محاصرہ کرنے کے لئے بھیج دیا‘ بقیہ فوج کے چند حصے کئے ان میں سے ایک حصہ کو حمص و دمشق کے درمیان پڑاؤ کا حکم دیا۔ دوسرے حصے کو دمشق و فلسطین کے درمیان مورچہ بندی کا حکم دے کر خود مع حضرت خالد بن ولید دمشق کی طرف بڑھے۔ دمشق پر پہنچتے ہی مغرب سے حضرت خالدؓ بن ولید نے مشرق کی طرف سے خود حضرت ابوعبیدہؓ بن جراح نے شمال کی جانب سے یزید بن ابی سفیان نے اور جنوب کی طرف سے عمرو بن العاص نے محاصرہ[1] کر لیا۔ دمشق میں ان دنوں رومیوں کا نامی سپہ سالار فسطاس بن نسطورس اور ان کا

---

[1] ۱۶ محرم ۱۴ھ کو اسلامی لشکر مہم مرج صغر سے فارغ ہو کر دمشق کی طرف بڑھا۔ اثناء راہ میں غوطہ اور اس کے گرجا پر بزور شمشیر قبضہ کر لیا۔ اہل دمشق نے یہ سن کر شہر پناہ کے دراوزوں کو بند کر لیا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ اور حضرت ابوعبیدہ کی سرکردگی میں اسلامی لشکر دمشق پر اترا۔ مشرقی باب کی طرف خالد بن ولید نے‘ باب توما کی طرف عمرو بن العاص نے‘ باب فرادیس کی طرف شرحبیل اور باب الجابیہ کی طرف حضرت ابوعبیدہ نے محاصرہ کیا اور یزید بن ابی سفیان باب صغیر سے باب کیسان تک گھیرے ہوئے تھے۔ جس کلیسہ پر حضرت خالدؓ بن ولید آ کر اترے تھے وہ ''خالدؒ'' کے ﷲ

مذہبی پیشوا ہامان بحیثیت ذمہ دار حاکم موجود تھا۔ لیکن اسلامی لشکر کمال ہوشیاری سے ستر راتوں تک اور بعض کے قول کے مطابق چھ مہینے تک اس کا محاصرہ کئے رہا۔ کبھی منجنیقوں سے غنیم پر پتھر برساتا تھا اور کبھی کامیابی حاصل کرنے کے جوش میں تیراندازی کرتا تھا۔ محاصرے کے دران ہرقل نے اہل دمشق کی امداد کے لئے حمص سے کثیر التعداد فوج روانہ کی جس کو ذوالکاع (جو دمشق اور حمص کے درمیان غالباً اسی خطرے کی روک تھام کے لئے متعین تھے) دمشق میں داخل نہ ہونے دیا۔ چنانچہ اہل دمشق ہرقل کی امداد سے ناامید ہو گئے۔ اس مجبوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اسلامی سپہ سالار اور ان کا جری لشکر دمشق کو بہ عجلت فتح کرنے پر تیار ہو گیا۔

فتح دمشق: ایک روز شام کو خالد بن ولید دمشق کے محافظوں کو غافل پا کر کمند کے ذریعہ سے شہر پناہ کی فصیل پر چڑھ گئے اور دو رسیاں لٹکا دیں جن کے ذریعہ معقاع بن عمرو اور مذعور بن عدی بھی شہر پناہ کی فصیل پر چڑھ گئے۔ اتنے میں شہر پناہ کے محافظ بھی چونک اٹھے اور یہ متذکرہ تینوں مسلم سردار محافظوں سے مقابلہ کرتے ہوئے نیچے اترے شہر میں ہلڑ مچ گئی۔ چاروں سے

..... نام سے موسوم ہوا۔ جو اسقف (مذہبی پیشوا) اس کلیسہ کا حاکم تھا اس نے ایک روز شہر پناہ کی فصیل پر چڑھ کر خالد کو بلایا اور تھوڑی دیر گفت وشنید کرنے کے بعد کہنے لگا کہ "اگر تم مجھ سے مصالحت کرلو اور ایک معاہدہ لکھ دو کہ ہمارے گرجا اور جان و مال محفوظ رہیں گے تو میں تم کو یہ شہر حوالہ کر دوں گا اور ایسی تدبیر بتلاؤں گا جس سے تم بہ آسانی فتح حاصل کرلو گے"۔ حضرت خالدؓ نے قلم دوات اور کاغذ منگوایا اور حسب ذیل عہد نامہ لکھ کر دے دیا۔

((بسم اللہ الرحمن الرحیم هذا ما اعطی خالد بن الولید اهل دمشق اذا دخلها اعطاهم امانا علی انفسهم و اموالهم و کنائسهم و سور مدینتهم لا یسکن و لا یهدم شئی من دورهم لهم بذلک عهد اللہ و ذمه رسوله صلی اللہ علیه وسلم و الخلفاء و المومنین لا یعرض لهم الا بخیر اذا اعطوا الجزیة))

یعنی "بسم اللہ الرحمن الرحیم یہ وہ حقوق ہیں جو خالد بن ولید نے بوقت فتح دمشق اہل دمشق کو عطا کئے ہیں۔ اہل دمشق کو ان کی جان و مال کی امان دی جائے گی۔ ان کے کلیسا اور ان کا شہر پناہ محفوظ رکھے جائیں گے ان کے مکانات نہ تو مسمار کئے جائیں گے اور نہ اس میں لشکرِ اسلام کا کوئی شخص سکونت اختیار کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس معاہدے کے ذمہ دار ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین اور کل مسلمان، اہل دمشق سے حسن سلوک سے پیش آئیں گے بشرطیکہ وہ جزیہ ادا کرتے رہیں"۔

اسقف یہ عہد نامہ لے کر اپنے کلیسا میں چلا گیا اور حضرت خالدؓ اپنے لشکر میں چلے آئے ایک روز رات کو اسقف کا ایک فرستادہ حضرت خالد سے آ کر ملا اور بیان کیا کہ "آج اہل دمشق کی عید ہے سب کے سب شراب نوشی میں مصروف اور اپنے کاموں سے غافل ہیں نیز مشرقی دروازہ سنگ باری سے کمزور ہو گیا ہے میں سیڑھیاں مہیا کئے دیتا ہوں تم مسلمانوں کو لے کر قلعہ پر چڑھ جاؤ اور قبضہ کرلو"۔ تھوڑی دیر کے بعد اہل کلیسا میں سے کسی شخص نے دو سیڑھیاں لا کر دیوار سے لگا کر کھڑی کر دیں۔ حضرت خالد مع چند مسلمانوں کے شہر پناہ کے فصیل پر چڑھ گئے اور طلوع آفتاب کے قریب قلعہ کے نگہبانوں کو مار کر قلعہ کے دروازہ کو کھول دیا۔ حضرت ابوعبیدہ نے جو باب الجیاب پر جنگ کر رہے تھے۔ چند مسلمان ان کی طرف سے بذریعہ کمند دیوار شہر پناہ پر چڑھ گئے اور قبضہ کر لیا رومی لشکر لڑائی سے جی چرا کر بھاگ کھڑا ہوا اور حضرت ابوعبیدہ مع اپنے لشکر کے باب الجابیہ کی طرف سے بھی دمشق میں داخل ہو گئے۔ خالدؓ بن ولید سے مقلاط میں ملاقات ہوئی لیکن بعض نے لکھا ہے کہ جس وقت اسقف نے اس امر کا یقین کر لیا کہ حضرت ابوعبیدہ دمشق پر بزور تیغ قبضہ کرلیں گے اس وقت اس نے حضرت خالدؓ سے صلح کر کے مشرقی دروازہ کھول دیا اور حضرت خالد کا عہد نامہ لئے ہوئے باہر نکل آیا بعض سرداران لشکر نے کہا کہ "خالد امیر نہیں ہیں ان کا لکھا ہوا صلح نامہ ناجائز ہے ہم اس کے پابند نہ ہوں گے"۔ لیکن حضرت ابوعبیدہ نے جواب دیا "نہیں اہر مسلمان اس کا مجاز ہے تو خالد بدرجہ اولی مجاز ہیں لہٰذا میں اس کو جائز قرار دیتا ہوں یہ کہہ کر حضرت ابوعبیدہ دمشق میں اس طرح داخل ہوئے جیسے دمشق بذریعہ صلح فتح ہو گیا۔ واللہ اعلم۔ (فتوح البلدان)

لڑائی شروع ہوگئی۔ ہر کس و ناکس حضرت خالد اور ان کے دونوں ساتھیوں پر حملہ آور ہو رہا تھا اور یہ تینوں بزرگ اپنی مدافعت کرتے اور اپنے کو ان کے وار سے بچاتے ہوئے رفتہ رفتہ دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے' دروازے کے قریب پہنچ گئے۔ حضرت خالدؓ نے بڑھ ایک بھرپور وار سے دو دربانوں کو قتل کر دیا اور قعقاع نے دائیں ہاتھ سے اپنے مقابل کو مار کر بائیں ہاتھ سے دروازہ کھول دیا۔ دروازہ کھلتے ہی حضرت خالد اور ان کے ہمراہیوں نے بہ آواز بلند تکبیر کہی جس کی صدا سے کل میدان گونج اٹھا اور ان کے ماتحت فوجیوں نے کامیابی کے جوش مسرت میں تلواریں کھینچ کر حملہ کر دیا۔ اہل دمشق سرداروں نے اس فوری تغیر سے گھبرا کر اپنی طرف کے فریق محاصرہ سے صلح کی درخواست کی ان لوگوں نے صلح کر لی۔ چنانچہ بمصالحت اپنی اپنی سمت سے شہر میں داخل ہوئے اس معرکہ میں چونکہ صرف خالد بن ولید ایسے سردار تھے۔ جو بزور تیغ داخل ہوئے تھے اور باقی دوسرے امراء اسلام بمصالحت داخل ہوئے تھے۔ اس لئے حضرت خالدؓ بن ولید کو فتح بھی بذریعہ جنگ حاصل ہوئی۔

جنگ فحل : سیف نے لکھا ہے کہ جب حضرت عمرؓ فاروق کو اس فتح کی خبر بھیجی گئی تو انہوں نے لشکر عراق کو عراق کی جانب واپس کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ ابوعبیدہ ابن جراح نے لشکر عراق پر ہاشم بن عتبہ کو امیر مقرر کر کے عراق کی طرف روانہ کیا اور دمشق میں یزید بن ابی سفیان کو امیر مقرر کر کے خود فحل کی طرف بڑھے۔ یزید بن ابی سفیان[1] نے وحیہ کلبی کو تدمر کی طرف اور ابوالازہر قشری کو حوارن ومثینہ کی جانب روانہ کیا۔ ان لوگوں نے صلح و امان کے ساتھ ان مقامات پر قبضہ کر لیا' یہی اس کے حاکم مقرر کئے گئے۔

فحل کی مہم میں حضرت ابوعبیدہ نے حضرت خالدؓ کو مقدمۃ الجیش' قلب لشکر پر شرحبیل بن حسنہ کو میمنہ پر' عمرو بن العاص کو سواروں پر' ضرار بن الازور کو اور پیادوں پر عیاض بن غنم کو مقرر کیا اور خود میسرہ میں رہے۔ رومیوں نے آدھی رات کے بعد اسلامی لشکر پر حملہ کیا۔ شرحبیلؓ بن حسنہ مقابل ہوئے۔ لڑائی کا شور و غل سن کر دیگر سرداران لشکر اسلام بھی اپنی اپنی فوجیں لئے ہوئے میدان میں آ گئے۔ کئی روز تک متواتر شب و روز لڑائی ہوتی رہی۔ رومیوں کا نامی سردار سقلا بن مخراق اور کئی نامی گرامی سپہ سالار مع اسی ہزار رومیوں کے مارے گئے۔ بے شمار مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔

بیسان وطبریہ کی اطاعت اس کے بعد اسلامی لشکر بیسان کی طرف بڑھا اور محاصرہ کے بعد لڑائی شروع کر دی۔ لیکن جب بیسان کے محافظ کامیابی کی امید میں بیسان پر اپنی اپنی جانیں فدا کر چکے تو اہل بیسان نے مجبور ہو کر صلح کر لی اور اہل طبریہ سے بھی جن کا ابوالاعور سلمی محاصر کئے ہوئے تھے صلح ہوگئی اس طرح پورا اردن بھی پرامن طریقہ پر فتح ہو گیا اور مسلمانوں نے اردن کے شہروں اور قصبات میں انتظام کی غرض سے اپنا لشکر مقرر کر دیا اور اس فتح یابی سے جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کو حاصل ہوئی۔ حضرت عمرؓ فاروق کو مطلع کیا۔

---

[1] یزید بن ابی سفیان نے اپنے زمانہ حکومت میں دمشق میں اس کے ساحلی مقامات صیدا' عرقہ جبیل اور بیروت کو فتح کیا اور وہاں کے اکثر رہنے والوں کو جلاوطن کر دیا تھا۔ ان کے لشکر کے مقدمۃ الجیش حضرت امیر معاویہ افسر تھے۔ انہوں نے عرقہ اکیلے فتح کیا ہے۔ (ابن اثیر)

واقدی کا خیال ہے کہ جنگ یرموک ۱۵ھ میں ہوئی تھی ہرقل انطاکیہ سے بھاگ کر یرموک پہنچا تھا اور وہاں سے قسطنطنیہ گیا تھا' یرموک آخری لڑائی ہے اوپر ہم نے بروایت سیف لکھا ہے کہ واقعہ یرموک ۱۳ھ میں ہوا تھا اور ابوبکرؓ صدیق کی وفات کی خبر لشکر اسلام میں اس روز پہنچی تھی' جس دن رومی لشکر کو شکست ہوئی تھی۔ واقعہ یرموک کے بعد دمشق کی طرف بڑھا تھا اور اس کو فتح کیا تھا اس کے بعد فحل کا واقعہ اور دیگر لڑائیاں ہرقل کے بھاگنے سے پہلے ہوئی ہے۔

معرکۂ بابل: حج سے واپسی کے بعد خالدؓ بن ولید کو حضرت ابوبکرؓ صدیق اکبر کا اس مضمون کا حکم نامہ ملا کہ ''تم امیر لشکر ہو' نصف آدمیوں کو لے کر شام کی طرف چلے جاؤ اور بقیہ نصف کو عراق میں مثنیٰ بن حارث کے پاس چھوڑ جاؤ''۔ چنانچہ حضرت خالدؓ بن ولید اس حکم کے مطابق شام کی طرف روانہ ہوئے اور مثنیٰ بن حارث حیرہ میں قیام کر کے لشکر کی تہذیب کرنے لگے۔

ادھر اہل فارس نے اپنی سقیم حالت کو درست کیا۔ شہر یزان[1] بن اردشیر بن شہر بن سابور کو ۱۳ھ میں عنان حکومت سپرد کی۔ اس نے تخت حکومت پر بیٹھتے ہی دس ہزار فوجیوں کو ہرمز کی سرکردگی میں مسلمانوں کے مقابلے کے لئے حیرہ کی طرف روانہ کیا۔ لیکن مثنیٰ بن حارث نے حیرہ سے نکل کر بابل میں مورچہ قائم کیا اور فریقین سے گھسان کی لڑائی ہوئی۔ اہل فارس اپنے لشکر میں سب سے آگے ہاتھیوں کی کثیر تعداد رکھتے تھے۔ گویا یہ وہی یا دمدمہ تھا جس کی آڑ سے مسلمانوں پر حملہ کرتے تھے۔ مثنیٰ بن حارث نے لڑائی کا یہ رنگ دیکھ کر لوگوں کو للکارا اور خود تلوار کھینچ کر تکبیر کہتے ہوئے ہاتھیوں کے رخ سے ذرا ہٹ کر لشکر فارس کی طرف بڑھے اور نہایت تیزی سے اس طرح لشکر فارس پر چڑھائی کی کہ ان کو اپنے سنبھلنے اور بچنے تک کی مہلت نہ دی۔ اہل فارس اس اچانک حملہ سے گھبرا کر میدان جنگ سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ اسلامی لشکر ان کو قتل وقید کرتا ہوا ان کے تعاقب میں اطراف مدائن تک چلا گیا۔

ارزمیدخت کی تخت نشینی: اس لڑائی کے بعد دجلہ کے حصے کو چھوڑ کر پورا ملک عراق مسلمانوں کے قبضہ میں آ گیا اس کے بعد شہر یزان کا انتقال ہو گیا۔ اہل فارس میں بادشاہ بنانے کے سوال پر اختلاف ہو گیا۔ لیکن چند روز بعد ارزمیدخت بنت کسریٰ کو بادشاہ بنانے پر اتفاق ہو گیا لیکن رسم تخت نشینی کے بعد ہی تخت سے اتار دی گئی اور سابور بن شہر یزان تخت نشین ہوا۔ فرخ زاد بن بندوان کو قلمدان وزارت حوالہ کیا' ارزمیدخت سے شادی کر لی۔ ارزمیدخت کو یہ فعل ناگوار گزرا۔ فوراً شیاوخش کو لکھ بھیجا اہل فارس کے نامی گرامی سپہ سالاروں میں سے تھا شیاوخش فوجی جمعیت کے ساتھ عین شب عروسی آ پہنچا اور فرخ زاد کو مع اس کے ساتھیوں کے قتل کر ڈالا اور ارزمیدخت کو دوبارہ تخت حکومت پر بٹھایا۔

---

[1] شہر یزان نے قبل روانگی ہرمز' مثنیٰ کو اس مضمون کا خط لکھا ''میں نے تمہاری طرف وحشیان فارس کا ایک لشکر عظیم بھیجا ہے۔ جو در حقیقت مرغیوں اور سور کے چرواہے ہیں۔ میں تمہارے مقابلے میں سوائے ان لوگوں کے اور کسی کو نہیں روانہ کر سکتا''۔ مثنیٰ نے جواب میں لکھا کہ ''تو اپنے اس دعوے میں اگر سچا اور حد سے متجاوز ہے تو یہ تیرے لئے نقصان رساں اور ہمارے لئے بہتر ہے اور اگر تو جھوٹا ہے تو جھوٹوں کی برائی اس سے زیادہ کیا ہو گی کہ وہ اللہ تعالیٰ اور انسانوں کے نزدیک رسوا ہوں گے' ہم کو تیری دھمکی سے ذرا بھی خوف نہیں ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے تیر مکر وفریب کو مرغیوں اور سور کے چرواہوں تک محدود کر دیا ہے''۔ شہر یزان اور اس کے اراکین دولت اس مضمون کو دیکھ کر دنگ ہو گئے جھلا کر ہرمز کو دس ہزار لشکر اور ایک سو ہاتھیوں کے ساتھ مسلمانوں کے مقابلہ پر روانہ کیا۔

حضرت ابوبکرؓ کی وصیت کی تعمیل: آل کسریٰ اس طوائف الملوکی میں مصروف اور باہم برسر پیکار تھے کہ حضرت صدیق اکبر کا وصال ہو گیا اور جب حضرت مثنیٰ کو حضرت صدیق اکبرؓ کا کوئی حال معلوم نہ ہوا تو انہوں نے بشیر بن الخصاصہ کو اپنا نائب مقرر کر کے خود مدینہ کا قصد کیا تا کہ خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اہل فارس کے حال سے آگاہ کر کے ان پر حملہ کرنے کی اجازت اور امداد حاصل کریں لیکن مدینہ میں حضرت مثنیٰ کے پہنچنے سے پہلے حضرت صدیقؓ اکبر نے عنانِ خلافت حضرت عمرؓ کے سپرد کر دی تھی لیکن جب حضرت صدیقؓ اکبر کو اس کی اطلاع دی گئی تو انہوں نے حضرت عمرؓ فاروق کو یہ وصیت[1] فرمائی تھی کہ ''کل کے دن تم سب سے پہلے یہ کام کرنا کہ مجاہدوں کو مثنیٰ کی سرکردگی میں عراق کی طرف روانہ کرنا اور خالد کے لشکر کو شام سے عراق کی طرف واپس جانے کا حکم دینا''۔ صدیق اکبر یہ حکم دے کر اسی رات کو انتقال فرما گئے اور حضرت عمرؓ فاروق نے حسب وصیت خلیفہ اولؓ کے احکام نافذ کر دیئے۔ حضرت عمرؓ فاروق اکثر فرمایا کرتے تھے ''اللہ ابوبکرؓ پر رحم کرے۔ مرحوم نے حضرت خالدؓ کی امارت کی پردہ پوشی کی کیونکہ بوقت وفات مجھ کو خالدؓ کے لشکر کو عراق واپس بھیجنے کا حکم دے گئے اور ان کا کچھ ذکر نہ کیا''۔

حضرت عمرؓ کا خطبۂ جہاد: حضرت عمرؓ فاروق نے بیعت خلافت لینے کے بعد لوگوں کو مثنیٰ بن حارث کی سرکردگی میں عراق کے جہاد پر جانے کی تلقین فرمائی اور مہاجرین وانصار کو جمع کر کے فرمایا ''کہاں ہیں وہ مہاجرین جنہوں نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی اور جن سے اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے۔ اس سرزمین کی طرف قدم بڑھائیں جس کے وارث بنانے کا اللہ تعالیٰ نے اپنی مقدس کتاب میں وعدہ کیا ہے اور یہ ارشاد فرمایا کہ ''بے شک دین اسلام کو کل دینوں پر غالب کرے گا پس اللہ تعالیٰ اپنے دین کو ظاہر کرنے والا اور اس کے مددگار کرنے والوں کو عزت و فتح دینے والا ہے اور مختلف ممالک کا ان کو وارث و مالک بنانے والا ہے''۔ کہاں ہیں اللہ تعالیٰ کے نیک بندے! کہاں ہیں انصار! جنہوں نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے یہاں ٹھہرایا اور ان کی اور ان کے دین کی مدد کی اور ان کے ساتھ رہے اور ان کے ساتھ کفار سے لڑتے رہے۔ اس ملک کی طرف چلیں جس کی فتح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی ہے اور وہ کام کریں جن کی بابت اللہ تعالیٰ نے کتاب قرآن پاک میں ان الفاظ سے خوشنودی ظاہر کرتا ہے۔ ((ان اللہ یحب الذین یقاتلون فی سبیلہ صفا

---

[1] تاریخ از کامل ابن اثیر میں یہ وصیت اس طرح مذکور ہے ((انی لا یرجعوان اموت یومی ھذا فاذا مت فلا تمسین حتی تندب الناس مع المثنی ولا تستغلنکم مصیبۃ عن امر دینکم ووصیۃ ربکم فقدر رائیتنی متوفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و ما صنعت و اما اصیب الخلق بمثلہ و اذا فتح اللہ علی اھل الشام فارد واھل العراق فانھم اھل دولاۃ امرہ و اھل الجراءۃ علیھم)) ''مجھے امید ہے کہ میں آج ہی مر جاؤں گا پس جب میں مر جاؤں گا تو تم کل کا دن نہ گزرنے دینا یہاں تک کہ مثنیٰؓ کے لوگوں کو لڑائی پر نہ بھیج دو۔ دیکھو کوئی مصیبت تم کو تمہارے دینی کام اور تمہارے رب کے حکم سے غافل نہ کر دے بے شک تم نے بوقت وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھا ہے کہ اس وقت میں نے کیا کیا؟ اور کسی شخص کو تکلیف نہیں ہوئی اور جب اہل شام پر فتح نصیب ہو جائے تو اہل عراق کو عراق کی طرف واپس بھیج دینا کیونکہ اہل عراق اس کی سرداری کے اہل اور وہاں کے کاموں کے متولی ہیں اور ان پر ان کو جراءت حاصل ہے''۔ اس وصیت سے بادلے اغور بشرطیکہ انصاف سے ہو ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ صدیق کی خلافت دنیا کی سے غرض نہ تھی ورنہ وہ مرتے وقت اپنی بیوی بچوں کے حق میں وصیت کر جاتے یا اپنے لڑکے کو اپنا ولی عہد خلافت بنا دیتے۔

کانھم بنیان مرصوص)) ''یعنی بے شک اللہ تعالیٰ دوست رکھتا ہے ان لوگوں کو جو اس کی راہ میں صف بہ صف ایسے لڑتے ہیں جیسے وہ گچ کی ہوئی دیوار ہیں اور پھر اس کے ساتھ'' ﴿واخریٰ تحبونھا نصر من اللہ فتح قریب﴾ '' بھی فرمایا ہے چلو! چلو!! اللہ کے نیک بندو چلو!!''۔

عراق کی مہم کے لئے مجاہدین کی روانگی: تین روز تک مہاجرین وانصار کے اجتماع میں حضرت فاروق اعظم اسی طرح سے جہاد عراق کی تلقین کرتے رہے لیکن کسی نے کچھ جواب نہ دیا چوتھے روز ابوعبیدہ بن مسعود ثقفی نے جہاد عراق کا عزم ظاہر کیا۔ ان کے بعد سعد بن عبید انصاری پھر سلیط[1] ابن قیس اور پھر اور بہت سے مجاہدین عراق کے جہاد پر آمادہ ہو گئے''۔

حضرت فاروقؓ اعظم نے اس صلے میں کہ ابوعبیدہ ابن مسعود ثقفی نے عراق کے جہاد کی مہم پر جانے کے لئے سب سے پہلے آمادگی ظاہر کی تھی مجاہدین عراق کا امیر مقرر کیا اور روانگی کے وقت یہ ہدایت فرمائی دیکھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے مشوروں کو غور سے سننا اور ہر کام میں ان کے شکر گزار رہنا خود رائی نہ کرنا کیونکہ یہ لڑائی ہے اور لڑائی کی صلاحیت اس شخص میں ہوتی ہے جو سوچ سمجھ کر کام کرتا ہو۔ مزاج میں عجلت نہ ہو وقت وموقع کو پہچانتا ہو' چنانچہ سلیط کی سرداری میں مجھ کو یہی پس وپیش تھا کہ ان کے مزاج میں عجلت وتیزی ہے اور لڑائی میں عجلت کرنا نقصان کا باعث ہوتا ہے۔ واللہ اگر اس کے مزاج میں عجلت نہ ہوتی تو میں اسی کو امیر لشکر مقرر کرتا''۔ یہ پہلا لشکر تھا جس کو حضرت فاروق اعظمؓ نے ابوعبیدہ بن مسعود ثقفی کی سرکردگی میں جہاد کی غرض سے روانہ کیا۔

اہل نجران کی جلاوطنی کا حکم: ان کے بعد یعلی بن امیہ کو یمن کی طرف بھیجا اور ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کے مطابق اہل نجران کو جلاوطن کر دینے کا حکم دیا اور ان سے فرمایا کہ اہل نجران سے کہہ دینا کہ'' ہم تم کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے حکم سے جلاوطن کرتے ہیں'' اور وہ حکم یہ ہے کہ'' سرزمین عرب میں دو دین نہیں رکھے جائیں گے اور ہم تم کو تمہارے رہنے کے لئے تمہارے ملک کی طرح دوسرا ملک بہ نظر ایفاء ذمہ دیتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے''۔

جنگ نمارق: الغرض ابوعبیدہ ثقفی مثنیٰ بن حارث سعد بن عبید اور سلیط بن قیس کے ہمراہ تھے عراق کی طرف روانہ ہوئے۔ فارس میں فرخ زاد کے قتل کے بعد آرزمیدخت دوبارہ عنان حکومت پر متمکن ہو کر حکمرانی کر رہی تھی۔ بوران نے والی خراسان رستم کو آرزمیدخت پر حملہ کرنے کو لکھا اور رستم کو آرزمیدخت کے خلاف ابھار دیا۔ رستم کثیر فوج کے ساتھ مدائن آ پہنچا اور چند روز کے محاصرے کے بعد مدائن فتح کر لیا شیاوخش کو قتل کر کے آرزمیدخت کی آنکھیں نکلوا لیں اور بجائے اس

[1] سلیط بن قیس ان لوگوں میں سے تھے جو جنگ بدر میں شریک ہوئے تھے۔ کسی نے ابوعبیدہ کی سرداری پر اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ اس لشکر پر ان لوگوں میں سے کسی کو سردار بناؤ جو سابقین اولین میں سے ہو۔ خواہ وہ مہاجرین میں سے ہو یا انصار میں سے۔ فاروقؓ اعظم نے کہا واللہ میں ایسا نہ کروں گا اللہ تعالیٰ نے سابق الاسلام ہونے کی وجہ سے ان کے درجات بلند فرمائے ہیں اور یہ ان کے لئے کافی ہے۔ اگر میں ایسا کروں گا تو اوروں کو شاق گزرے گا۔ میں بے شک اس کو سردار مقرر کروں گا جس نے سب سے پہلے عراق کے جہاد کی تحریک پر لبیک کہا ہے۔ بظاہر اس روایت اور علامہ ابن خلدون کی بیان کردہ روایت میں اختلاف معلوم ہوتا ہے لیکن جس وقت یہ روایت سابقہ روایت کا تتمہ بنا دی جائے گی تو اختلاف باقی نہ رہے گا۔ کما لا یخفی

کے بوران کو تخت حکومت پر بٹھایا۔ مرزبانان فارس اس کی حکومت سے بہت خوش ہوئے اور نہایت خوشی سے اس کی اطاعت کو اپنے لئے فخر وعزت کا ذریعہ سمجھا۔ اگر چہ ابوعبیدہ کے فارس پہنچنے سے پہلے بوران کو مستحکم اور قابل اطمینان حکومت حاصل ہو گئی۔ اس کے باوجود پہلے مثنیٰ اور ایک ماہ خود حضرت ابوعبیدہ اپنا جری لشکر لئے ہوئے حیرہ پہنچ گئے۔ رستم نے سواد کے دہقانوں کو مسلمانوں سے لڑنے کو لکھا اور ہر طرف ایک ایک کارآزمودہ سپہ سالار روانہ کیا۔ چنانچہ فرات کی ایک طرف جابان کو کسکر کی جانب نرسی کو اور کثیر التعداد فوج کو مثنیٰ کے مقابلہ پر بھیجا اور ان سب کو ایک دن اور ایک معین وقت پر نشیبی فرات میں جمع ہونے کا حکم دیا۔ مثنیٰ نے حیرہ سے نکل کر خفان میں قیام کیا۔

ابوعبیدہ مثنیٰ کو سواروں کی فوج پر مقرر کر کے جابان سے بھڑ گئے' جو ایک فوج کثیر لئے ہوئے نمارق میں فروکش تھا۔ اہل فارس کچھ عرصہ تک تو جم کر لڑتے رہے لیکن جب مسلمانوں کے نامی سردار ابوعبیدہؓ نے اللہ اکبر کہہ کر قدم آگے بڑھایا اور مسلمانوں کا جری لشکر بھی اللہ اکبر کہتا ہوا لشکر فارس کی طرف بڑھا اس وقت اہل فارس کا لشکر حواس باختہ ہو کر بھاگ نکلا ان کی فوج تتر بتر ہو گئی۔ ایک دوسرے پر گرتے پڑتے میدانِ جنگ سے بھاگے ایک سخت خونریز جنگ کے بعد جابان کو مطر بن فضہ تیمی اور مردان شاہ کو (جو لشکر فارس کے میمنہ کا افسر تھا) اکتل بن شماخ عکلی نے گرفتار کر لیا۔ اکتل نے تو مردان شاہ کو گرفتار کرتے ہی قتل کر ڈالا۔ لیکن جابان نے مطر کو دھوکہ[1] دیا۔ امان حاصل کر کے نکل کھڑا ہوا لیکن مسلمانوں میں سے پھر کسی شخص اسے گرفتار کر لیا اور حضرت ابوعبیدہؓ کے پاس لایا۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے اس کے قتل کا حکم دے دیا لیکن جب ان کو یہ معلوم ہوا کہ مطر اس کو امن دے چکے ہیں تو یہ کہہ کر چھوڑ دیا کہ ''کل مسلمان مثل ایک جسم کے ہیں پس جب ان میں سے کسی نے ایک بات اختیار کر لی تو سب نے گویا اس کو اختیار کر لیا''۔ جابان رہا ہونے کے بعد اپنے گروہ میں جاملا۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے ان کے تعاقب میں لشکر روانہ کیا یہاں تک کہ اس شکست خوردہ لشکر فارس نے کسکر میں جا کر دم لیا جہاں پر نرسی مقیم تھا۔

جنگِ کسکر: نرسی کسرائے فارس کا خالہ زاد بھائی تھا اس کے ساتھ تیس ہزار فوج تھی۔ میمنہ ومیسرہ پر نفدویہ اور شیرویہ و پسران بسطام کسرائے فارس کے ماموں زاد بھائی تھے۔ جس وقت بوران اور رستم کو جابان کی شکست کی خبر پہنچی اور یہ معلوم ہوا کہ شکست خوردہ گروہ کسکر میں نرسی کے پاس آ گیا ہے۔ اس وقت انہوں نے جالینوس کی سرکردگی میں ایک اور عظیم فوج نرسی کی مدد کو روانہ کی۔ لیکن اسلامی لشکر اور اس کے سردار نے جو نمارق سے جالینوس کے لشکر کا تعاقب کر رہے تھے۔ لشکر کے نشیبی کسکر مقام سقاطیہ میں پہنچنے سے پہلے لڑائی شروع کر دی تھی حضرت ابوعبیدہؓ قلب میں تھے سعد وسلیط میمنہ ومیسرہ اور مقدمۃ الجیش میں مثنیٰ تھے نرسی نے مسلمانوں کے میسرہ پر اور نفدویہ وشیرویہ نے قلب ومیمنہ پر حملہ کر دیا لیکن جری مثنیٰ نے لڑائی کو بڑھتا ہو دیکھ کر چار کوس کا چکر کاٹ کر نرسی پر پیچھے سے حملہ کر دیا۔ نرسی اس غیر متوقع عقبی حملہ کو دیکھ کر گھبرا گیا اور پیچھے مڑ کر اپنی فوج کے ایک حصہ کو مثنیٰ کے مقابلے کے لئے متعین کر دیا لیکن سعدؓ فوراً اللہ اکبر کہہ کر نہایت تیز سے مع ہمراہیوں کے سر پر جا

---

[1] جابان نے گرفتار ہونے کے بعد کہا کہ تم مجھ کو گرفتار کر کے کیا کرو گے تم مجھے چھوڑ دو میں تم کو دو غلام نہایت حسین اور قیمتی دوں گا مطر نے نادانستگی میں اس کو چھوڑ دیا مگر اس کمبخت نے ایفا نہ کیا۔

پہنچے یہاں تک کہ دست بدست لڑائی ہونے لگی اور تلواریں بھی نیام سے نکل آئیں۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے بھی بآواز بلند تکبیر کہی ان کی تکبیر کی آواز سن کر پورا اسلامی لشکر بے ساختہ پرجوش آواز سے اللہ اکبر کہہ اٹھا۔ جس سے میدان جنگ گونج اٹھا اور فریق مخالف کے پاؤں اکھڑ گئے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ غنیم کو یہ پہلے سے معلوم تھا کہ مسلمان اپنی فتح کے وقت اللہ اکبر کا نعرہ بلند کرتے ہیں۔ نرسی بھاگ کھڑا ہوا لیکن اسلامی لشکر نے مثنیٰ و عاصم کی سرکردگی میں اس کا تعاقب کیا اور دسرے حصہ نے غنیم کے لشکریوں کو قتل اور قید و بند کی سزا دی۔ ان کے خیموں اور بازاروں پر قبضہ کر لیا لیکن تھوڑی ہی دیر بعد کسکر اور سقاطیہ اہل فارس سے خالی ہو گیا۔ اسلامی سرداروں نے ان قصبات اور شہروں کو جن کے رہنے والوں نے اسلام لانے یا جزیہ دینے سے انکار کیا' تاخت و تاراج کر ڈالا اور ان کے لڑکوں اور عورتوں کو گرفتار کر لیا اور اہل سواد پر جزیہ مقرر کر دیا۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے فتح کا بشارت نامہ' خمس اور مال غنیمت[1] کے ساتھ حضرت فاروق اعظمؓ کی خدمت میں مدینہ روانہ کیا اور جالینوس سے لڑنے کو بڑھے۔[2]

معرکۂ باقیسیا: یہ تو پہلے لکھا جا چکا ہے کہ جالینوس کو رستم و بوران نے نرسی کی مدد کو روانہ کیا تھا لیکن اس کے پہنچنے سے پہلے ابوعبیدہ نے لڑائی چھیڑ دی تھی جس کا نتیجہ اہل فارس کے خلاف ہوا اور اسلامی لشکر کے حق میں نکلا۔ مسلمانوں کا کامیابی کے ساتھ غنیم کے شہروں' خیموں اور مال و اسباب پر قبضہ ہو گیا اس کے بعد جالینوس پہنچا اور مقام باقیشیا (سرزمین باروسما) میں قیام کیا ابوعبیدہ نے سقاطیہ سے نکل کر باقیشیا میں جالینوس کا مقابلہ کیا اور پہلے ہی حملہ میں اس کو میدان جنگ سے مار بھگایا۔ جالینوس کی شکست کے بعد ابوعبیدہ نے تقریباً کل اطراف سواد پر قبضہ کر لیا اور وہاں کے رہنے والوں پر جزیہ قائم کر کے حیرہ واپس آ گئے۔ حالانکہ حضرت فاروق اعظمؓ نے روانگی کے وقت سمجھا دیا تھا کہ "اے ابوعبیدہ تم مکر و فریب خیانت اور بدباطنی کی ایسی سرزمین پر بھیجے جا رہے ہو جہاں کی پوری قوم شر کرنے پر جری ہو گئی ہے اور نیکی کو بھلا چکی ہے پس تم ان کو نیکی کی تعلیم دینا اور دیکھنا کہ وہ کس انداز پر چلتی ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ اپنی زبان پر قابو رکھنا اور اپنے راز کو چھپانا کیونکہ اہل راز جب تک اپنے راز کو چھپائے رکھے گا ایسے امور سے محفوظ رہے گا جن کو وہ برا جانتا ہے اور جب اس نے افشا کر دیا تو نقصان اٹھائے گا"۔

جنگ جسر: شکست خوردہ جالینوس اپنے شکست خوردہ لشکر کے ساتھ مدائن میں رستم کے پاس پہنچا۔ رستم غصہ سے کانپ اٹھا

---

[1] بعض مورخوں نے لکھا ہے کہ اہل فارس اس قدر حواس باختہ ہو کر بھاگے تھے کہ دستر خوان پر نفیس نفیس کھانے چنے تھے وہ چنے کے چنے رہ گئے اور چولہوں پر ہانڈیاں چڑھی تھیں مسلمانوں نے ان سب پر قبضہ کر لیا۔ منجملہ اور میوہ جات کے نرسی بھی تھا جو ایک اعلیٰ درجہ کی کھجور ہوتی ہے مسلمانوں نے خوب سیر ہو کر کھایا' ابوعبیدہ نے خمس کے ساتھ نرسی کو بھی روانہ کیا اور یہ لکھا کہ "ہم کو اللہ جل شانہ نے وہ عمدہ اور نفیس کھانے کھلوائے ہیں جن کو اکاسرہ اپنی حفاظت میں رکھے ہوئے تھے ہمارا جی چاہا کہ ان کو آپ کی خدمت میں بھی بھیج دیں تا کہ آپ بھی اللہ تعالیٰ کے انعام و افضال کا شکریہ ادا کریں۔

[2] ابن اثیر نے لکھا ہے کہ لڑائی ختم ہونے کے بعد ابوعبیدہ نے مثنیٰ کو باروسما کی طرف اور عاصم کو نہر جور کی طرف اور سلیط کو زوابی اور اہل اندر و غیرہ کی طرف روانہ کیا ان لوگوں نے جو وہاں جمع تھے ان کو بھگا دیا۔ وہاں کے رہنے والوں نے مجبور ہو کر جزیہ دے کر صلح کر لی اور فرخ وفرادنداذ ابوعبیدہ کے پاس آئے نذرانہ میں بیش قیمت اموال و اسباب اور اعلیٰ نفیس میوے پیش کیے۔ غرض کہ اس طرح سے چاروں جانب سے سواد فتح ہو گیا اس کے بعد جنگ جالینوس ہوئی۔

حاضرین سے مخاطب ہو کر بولا ''اہل عجم میں سے کون شخص ہے جو اہل عرب سے لڑ سکتا ہے؟ لوگوں نے جواب دیا ''بہمن جادویہ ذوالحاجب''۔ رستم نے جادویہ کو تیس ہزار فوج اور تین سو ہاتھی کے ساتھ حیرہ کی طرف روانہ کیا اور اس کی کمک پر جالینوس کو مامور کیا اور حکم دیا کہ ''اگر اس مرتبہ جالینوس میدان جنگ سے بھاگے تو ضرور اس کی گردن مار دینا''۔ اس لشکر میں درفش کاویانی (کسریٰ کا علم) بھی تھا جس طول بارہ گز اور عرض آٹھ گز اور نمر[1] کی کھال کا بنا ہوا تھا۔ بہمن جادویہ نے مدائن سے حیرہ تک اثناءراہ میں جتنے قصبات اور شہر پڑے وہاں سے بھی آدمیوں کو بھرتی کرتا ہوا قس ناطف میں آ کر پڑاؤ ڈالا۔ ابوعبیدہ یہ سن کر کسکر سے مروحہ پہنچ گئے لیکن دریائے فرات کے درمیان میں حائل ہونے کی وجہ سے فریقین اس وقت تک لڑائی سے رکے رہے جب تک کہ فریقین کی باہم رضامندی سے فرات پر پل تیار نہ ہو گیا۔ یہ پل ابن صلوبا نے بنایا تھا۔

واقعاتِ جنگ: پل بننے کے بعد بہمن جادویہ نے حضرت ابوعبیدہؓ سے معلوم کرایا ''کہ تم دریا عبور کر کے ہماری طرف آؤ گے یا ہم کو عبور کرنے کی اجازت دو گے'' اس بارے میں حضرت ابوعبیدہ کی رائے تھی کہ لشکر اسلام دریا عبور کر کے فریق مخالف سے نبرد آزما ہو۔ لیکن بعض سرداران لشکر اسلام جن میں سلیط بھی شامل تھے اس رائے کے مخالف تھے۔ لیکن حضرت ابوعبیدہ نے ان لوگوں کی کچھ نہ سنی اور دریائے فرات عبور کر کے اہل فارس کے لشکر پر حملہ آور ہوئے تھوڑے عرصہ میں سرزمین قس ناطف سوار، پیادوں اور لڑنے والوں سے ایسی بھر گئی کہ تل رکھنے کی جگہ نہ ملتی تھی۔ فریقین کی صفوں کی ترتیب کے بعد جنگ شروع ہوئی اہل فارس نے اپنے لشکر کے آگے ہاتھیوں کو رکھا فارس کے تیراندازوں نے تیراندازی شروع کر دی۔ اسلامی سواروں نے حملہ کرنے کا قصد کیا تو ان کے گھوڑے سامنے کالی کالی پہاڑیوں کو نقل و حرکت کرتے ہوئے دیکھ کر بدک کر بھاگ جاتے تھے۔ کیونکہ اس سے پہلے انہوں نے کبھی ہاتھی کی شکل و صورت دیکھی ہی نہ تھی۔ علاوہ اس کے ایرانی لشکر کے ساتھ دف، بانسری اور جھانجھ وغیرہ ساز بھی تھے جن کو وہ جنگ کے وقت بجاتے تھے۔ حضرت ابوعبیدہ نے یہ رنگ دیکھ کر فوج کو پیدل لڑنے کا حکم دیا اور خود پیدل ہو کر تکبیر کہتے ہوئے آگے بڑھے۔ اہل فارس کے تیراندازوں نے ان کو روکنا چاہا لیکن ان کے جوش اسلام اور شوق شہادت نے انہیں نہایت تیزی کے ساتھ غنیم کی صفوں تک پہنچا دیا اور لشکر فارس سے دست بدست لڑنے لگے۔ تھوڑی دیر تک لڑائی کا یہ رنگ قائم رہا لیکن چند ساعت کے بعد جب بہمن نے اپنا گروہ کو منتشر ہوتے دیکھا تو اس نے ہاتھیوں کو بڑھانے کا حکم دیا۔ ہاتھیوں کے آگے بڑھنے سے مسلمانوں کی صفیں ٹوٹ گئیں، پریشان ہو کر ادھر ادھر ہٹنے لگے۔

حضرت ابوعبیدہ کی شہادت: حضرت ابوعبیدہ نے چلا کر کہا ''اے اللہ کے بندو تم لوگ ہاتھیوں پر حملہ کیوں نہیں کرتے؟ چلو بڑھ کر ان کے خرطوم (سونڈ) کو ایک وار سے کاٹ ڈالو کیا تمہاری تلوار میں زنگ لگ گیا ہے؟ کیا تم دشمنان اسلام کو ان ناپاک جانوروں کی وجہ سے چھوڑ دو گے؟ نہیں! نہیں! کیا وہ لوگ آدمی نہیں ہیں جنہوں نے ان کو اپنے قابو میں کر

---

[1] نمر بفتح نون و کسرہ میم یا اسکان میم ایک درندہ ہے جو صورت تاثیر کے مشابہ ہوتا ہے مگر اس سے قد میں چھوٹا ہوتا ہے اور خباثت اور جرأت میں بڑا ہوتا ہے اس کی جلد پر سفید و سیاہ دھبے ہوتے ہیں۔ شاہانِ ایران کا قاعدہ تھا کہ کسی کے جب قتل کا ارادہ کرتے تھے تو مقتول کو نمر کی کھال پہنا دیتے تھے گویا یہ ان کے غضب کا اظہار کا طریقہ تھا۔

رکھا ہے؟ کیا وہ تمہاری طرح آدمی نہیں ہیں جن کے حکم سے یہ جانور چلتا اور حرکت کرتا ہے بڑھو اور بڑھ کر ان کی سونڈوں کو تلوار کے ایک وار سے کاٹ ڈالو''۔ حضرت ابوعبیدہؓ یہ کہہ کر آگے بڑھے اور لپک کر ایک ہاتھی پر تلوار چلائی پہلے ہی وار میں اس کی سونڈ کاٹ ڈالی یہ دیکھ کر ہاتھی بان نے حضرت ابوعبیدہ پر نیزے سے وار کیا لیکن انہوں نے خود کو بچا کر دوسرے وار میں ہاتھی کے اگلے دونوں پاؤں اڑا دیئے ہاتھی زمین پر گر پڑا اور اس کا سوار حضرت ابوعبیدہ کی تلوار کے سایہ میں موت کی نیند سو گیا۔ حضرت ابوعبیدہ کی یہ تیزی اور دلاوری دیکھ کر اسلامی دلاوروں نے بھی تیزی و مردانگی سے لڑائی شروع کر دی اور کئی ہاتھیوں کی سونڈ اور ٹانگیں کاٹ کاٹ کر ان کے سواروں کو خاک وخون کے بچھونے پر سلا دیا لیکن اتفاق سے حضرت ابوعبیدہ ایک ہاتھی کے سامنے پڑ گئے اس نے ان کے پکڑنے کا قصد کیا اور انہوں نے اپنے کو بچا کر اس کی سونڈ پر وار کیا' سونڈ تو کٹ کر زمین پر آ رہی لیکن بچتے بچتے بھی ہاتھی نے ان پر اپنا ایک پاؤں رکھ دیا جس سے وہ دب کر شہید ہو گئے۔

حضرت مثنیٰ کا استقلال: ان کی شہادت کے بعد پے در پے سات آدمیوں نے لواء اسلام سنبھالا اور لڑ کر شہید ہوئے آٹھویں شخص مثنیٰ تھے۔ جنہوں نے لواء اسلام کو لے کر دوبارہ ایک پر جوش لڑائی کا قصد کیا لیکن اسلامی لشکر کی صفیں ٹوٹ گئی تھیں اور لوگوں نے یکے بعد دیگرے سات امیروں کو شہید ہوتے دیکھ کر بھاگنا شروع کر دیا۔ ایک پر جوش دلاور نے یہ رنگ دیکھ کر پل کو توڑ ڈالا اور کہا ''اے لوگو! مرو جس حالت میں تمہارا سردار اور تمہارے بھائی مر چکے ہیں یا فتح مند ہو ذلت سے بھاگ کر جان بچانا گوارا نہ کرو'' بہمن جادویہ نے سختی کے ساتھ حملہ کرنا شروع کر دیا۔ بعض لوگ جو میدان جنگ میں نہ ٹھہر سکے وہ فرات میں ڈوب گئے اور جو لوگ مستقل مزاجی سے میدان جنگ میں سینہ سپر ہو کر لڑے اور لڑتے رہے وہ کمال شوق سے شربت شہادت پی کر آرام کے ساتھ سو گئے۔ مثنیٰ عروہ بن زید انجیل اور ابومحجن ثقفی جیسے وغیرہ چند آدمیوں کے ساتھ میدانِ جنگ سے نہ ہٹے مسلمانوں میں سے جو لوگ فرات عبور کر کے چلے گئے ان سے مثنیٰ نے بہ آواز بلند کہا ''میں تمہارا محافظ ہوں تم لوگ پل کو درست کر دو'' پھر ان لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا جو جان بچانے کے خیال سے خود کو فرات میں ڈبو رہے تھے ''تم لوگوں کو کیا ہو گیا ہے میں تو تمہارے آگے کھڑا ہوا لڑ رہا ہوں تم لوگ کیوں اپنی جانیں ہلاکت میں ڈالتے ہو کچھ خوف نہ کرو اور ڈوب کر اپنی جانیں نہ دو''۔ جب ان لوگوں نے اس پر بھی توجہ نہ کی تو مثنیٰ لڑائی میں مصروف ہو گئے۔

مجاہدین کی مراجعت: عروہ اور ابومحجن نہایت مردانگی سے لڑتے رہے۔ بالآخر مثنیٰ زخمی ہوئے ابوزید طائی نصرانی مارا گیا یہ حیرہ میں کسی ضرورت سے مثنیٰ کے پاس آیا تھا اور ملکی جوش انتقام سے مثنیٰ کے ساتھ ہو کر اہل فارس سے لڑ رہا تھا۔ اس عرصے میں پل دوبارہ درست کر دیا گیا اور مثنیٰ نے بقیہ آدمیوں کے ساتھ لڑتے ہوئے فرات عبور کر لیا۔ آخر میں پل کے پاس سلیط بن قیس شہید ہوئے۔ اس معرکہ میں مسلمانوں کو سابقہ معرکوں کی نسبت بہت زیادہ نقصان اٹھانا پڑا۔ چار ہزار آدمی شہید[1] ہوئے اور ڈوب گئے دو ہزار بھاگ گئے تین ہزار باقی بچے دوسری طرف لشکرِ فارس کے چھ ہزار آدمی کام آئے۔

[1] منجملہ ان مقتولوں کے عقبہ و عبداللہ پسران قبطی بن قیس بھی تھے جو شریک احد تھے لیکن ان کے ساتھ ان کے بھائی عباد بھی شہید ہوئے تھے یہ شریک احد نہیں تھے۔ قیس بن السکن بن قیس ابوزید انصاری بدری اسی معرکہ میں شہید ہوئے تھے ان کے اعقاب باقی نہیں رہے' یزید بن قیس بن الحطیم انصاری بھی شہید ہوئے یہ شریک احد تھے۔ علاوہ ان کے ابوامیہ فرازی صحابی بن مسعود برادر ابوعبیدہ اور ان کے لڑکے حیر بن الحکم بن مسعود بھی شہید ہوئے۔

بہمن کی مدائن کو روانگی: اس معرکہ کے ختم ہونے اور مثنیٰ کے دریائے فرات کو عبور کرنے کے بعد بہمن نے تعاقب کی غرض سے دریائے فرات کو عبور کرنے کا قصد کیا تا کہ دوبارہ جنگ کر کے مسلمانوں کے ضعف سے فائدہ اٹھایا جائے۔ لیکن یہ سن کر مدائن لوٹ گیا کہ اہل فارس کے دو گروہ ہو گئے ہیں۔ ان میں سے ایک نے فرزان کے ساتھ مل کر رستم کے خلاف خروج کر دیا ہے یہ واقعہ ۱۳ھ کا ہے۔

جابان اور مردان شاہ کا قتل: بہمن کی مراجعت کے بعد جابان و مردان شاہ بھی اس کے پیچھے پیچھے روانہ ہوئے۔ مثنیٰ نے یہ خبر پا کر بجائے اپنے عاصم بن عمرو کو مقرر کیا۔ عاصم چند سواروں کو لے کر جابان و مردان شاہ کے مقابل ہوئے۔ ان دونوں نے یہ سمجھ کر کہ یہ ہمارے لشکر کے ہیں۔ ان کے پاس آ گئے انہوں نے ان دونوں کو گرفتار کر لیا۔ اہل لیس اس واقعے سے مطلع ہو کر گرم جوشی کے ساتھ اپنے سرداران کے چھڑانے کو نکلے۔ لیکن مثنیٰ کو مستعد پا کر ٹھنڈے ہوئے اور مثنیٰ سے صلح کر لی لیکن مثنیٰ نے صلح سے پہلے ان کے قیدیوں کو مار ڈالا تھا۔

جنگِ بویب: حضرت فاروق اعظمؓ حضرت ابوعبیدہ ثقفی کی شہادت اور مسلمانوں کی شکست سے باخبر ہو کر مسلمانوں کو مثنیٰ بن حارث کی امداد پر آمادہ کرنے لگے۔ سب سے پہلے بجیلہ نے عراق کی طرف جانے پر مستعدی ظاہر کی۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے مجاہدین بجیلہ پر جریرؓ[1] بن عبداللہ کو امیر مقرر کیا۔ یہ وہی شخص ہیں جنہوں نے مختلف قبائل کو متحد و مجتمع کیا تھا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی سرداری کا وعدہ فرمایا تھا لیکن کچھ ایسا اتفاق پیش آیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکرؓ صدیق بھی مرتدوں کی سرکوبی میں مصروف ہو جانے کی وجہ سے اپنے زمانہ اقتدار میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کیے ہوئے اس وعدے کو انجام نہ دے سکے۔ یہاں تک کہ حضرت فاروق اعظمؓ مسند خلافت پر رونق افروز ہو گئے۔ اب حضرت عمرؓ نے اس وعدے کو پورا کیا اور مثنیٰ کی مدد کو عراق کی طرف روانہ کیا ان کے علاوہ عصمۃ بن عبداللہ الضبی کو ان کے گروہ والوں کے ساتھ مثنیٰ کی کمک پر بھیجا۔ نیز اہل ردت کو بھی مثنیٰ کی مدد کرنے کی ہدایت کی اس طرح رفتہ رفتہ مثنیٰ کے پاس ایک بہت بڑی فوج جمع ہو گئی۔ جس میں قبیلہ نمر کے عیسائی بھی شامل تھے انس بن ہلال اس کے امیر تھے۔ رستم و فیرزان نے یہ اطلاع پا کر مہران ہمدانی کو حیرہ کی طرف روانہ کیا۔ مثنیٰ ان دنوں قادسیہ اور خفان کے درمیان قیام پزیر تھے انہوں نے مہران کی آمد کی خبر سن کر جریر و عصمت اور کل ان لوگوں کو جو ان کی امداد کے لئے آئے تھے بویب میں یکجا ہونے کو لکھا اور خود وہاں سے کوچ کر کے فرات کے کنارے کنارے کوفہ کے قریب بویب میں آ کر اترے۔ ان کے بعد ہی بقیہ عسا کر اسلام بھی آ گئے۔ مہران

---

[1] ابن اثیر نے لکھا ہے کہ جریر نے حضرت عمر فاروق اعظمؓ سے رسول ﷺ کے اس وعدے کے ایفا کا تقاضا کیا جس کا ذکر مؤرخ کتاب ہذا نے کیا ہے اور حضرت عمر فاروقؓ نے اس کے جواب میں اپنے عمال کو لکھا تھا کہ "جتنے لوگ جاہلیت میں بجیلہ کی طرف منسوب ہوتے تھے ان سب کو جریر کے پاس جمع کر دو"۔ پس جب یہ لوگ جمع ہو گئے اور حضرت عمرؓ فاروق نے ان کو عراق جانے کا حکم دیا تو ان لوگوں نے سوائے شام کے اور کسی طرف جانے سے انکار کیا۔ تب حضرت عمرؓ فاروق بہ نفس نفیس عراق جانے پر مستعد ہو گئے لیکن آخر میں طے پایا کہ جریر اور ان کی قوم کو مال غنیمت کے خمس کا چوتھا حصہ دیا جائے۔ چنانچہ جریر اس امر پر راضی ہو گئے اور حضرت عمرؓ فاروق سے رخصت ہو کر عراق روانہ ہوئے۔

ہمدانی ان کی نقل وحرکت سے مطلع ہو کر فرات کے دوسرے کنارے پر ان کے مقابلے کے لئے آن پہنچا اور مثنیٰ سے کہلا بھیجا'' تم خود دریائے فرات عبور کر کے ہماری طرف آؤ یا ہم کو عبور کرنے کی اجازت دو''۔ مثنیٰ نے کہا تم خود عبور کر کے ہماری طرف آؤ۔ چنانچہ مہران اپنی فوج کے ساتھ دریائے فرات عبور کر کے مثنیٰ کے مقابلے پر آیا اس کے میمنہ ومیسرہ پر مردان شاہ ابن آزادیہ اور مرزبان حیرہ تھا۔ اس نے اپنے پورے لشکر کے تین حصے کئے تھے۔ ہر حصہ کے ساتھ ہاتھیوں کا ایک جھنڈا تھا۔ سب سے آگے پیادوں کی فوج تھی ان کے بعد ہاتھیوں کا جھنڈ تھا جن پر بڑے بڑے ہوشیار تیر انداز سوار تھے اور دائیں بائیں سواروں کا رسالہ تھا۔

حضرت مثنیٰ کا خطبہ جہاد: مثنیٰ نے بھی فریق مخالف کی مستعدی دیکھ کر اپنے لشکر کو مرتب کیا۔ میمنہ پر بسیر بن الخاصیہ کو میسرہ پر بشیر بن ابی رہم کو مقدمہ پر اپنے بھائی معنی کو پیادوں پر اپنے دوسرے بھائی مسعود کو اور ساقہ پر ندعور کو مقرر کیا۔ صفوں کی ترتیب کے بعد لشکر اسلام کے پیچھے کھڑے ہو کر لشکر اور سرداران لشکر سے مخاطب ہو کر فرمایا'' مجھ کو امید ہے کہ اس کے بعد پھر ایسا دن نہ آئے گا مجھ کو اس کی خوشی عید کے دن سے زیادہ ہے میرے دل میں اسلامی جوش اس قدر بھرا ہوا ہے کہ اگر میں اکیلا ہوتا تو بھی دشمنان اسلام کے سامنے سے نہ ہٹتا۔ افسوس کی بات ہے کہ تم لوگ عرب ہو کر عجمیوں سے ڈرتے ہو تمہارے انتظار میں رضوان نے جنت کے دروازے کھول دیئے ہیں بڑھو اور بڑھ کر اپنی مرادیں حاصل کرو دیکھو آج کا دن ہاتھ سے جانے نہ پائے۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی حاصل کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ انہیں کو دوست رکھتا ہے جو اس کے راستہ میں صف بہ صف استقلال سے لڑتے ہیں''۔ مثنیٰ اس مختصر سی تقریر کے بعد چند ساعت خاموش کھڑے ہوئے عساکر اسلام کے جوش و مردانگی کو نظر فراست سے دیکھتے رہے بعد ازاں لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا'' تین تین بار تکبیر ہو جائے جب میں چوتھی تکبیر کہوں تو فوراً تم لوگ بھی تکبیر کہتے ہوئے حملہ کر دینا''۔

واقعات جنگ: مثنیٰ کی زبان سے پہلی بار لفظ'' اللہ اکبر'' پورے طور سے نکلنے نہ پایا تھا کہ لشکر فارس نے گھبرا کر اس بے ترتیبی سے حملہ کر دیا کہ فریقین کے سوار و پیادہ ایک دوسرے سے مل گئے۔ گھمسان کا رن پڑا۔ مثنیٰ نے لشکر فارس کے قلب پر حملہ کیا جس میں مہران تھا۔ مہران تاب مقاومت نہ کر سکا۔ ناکامی کے ساتھ پیچھے ہٹا اس کی مدد کو میمنہ بڑھا لیکن لشکر اسلام کے میسرہ نے مدافعت کر کے قلب کی مدد سے ان کو باز رکھا اور ان کو اپنے ساتھ لڑائی میں مصروف کر لیا۔ عساکر اسلام کا میمنہ اہل فارس کے میسرہ پر حملہ کر رہا تھا ہر حملے میں دلیران اسلام کے اللہ اکبر کی آواز سے میدان جنگ گونج اٹھتا تھا اور اہل فارس گھبرا گھبرا کر حملے کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ان کی قوت و دانائی نے ان کی امداد سے اپنا ہاتھ کھینچ لیا اور وہ لوگ جو اس باختہ ہو کر مایوسانہ کوشش کرنے لگے۔ مثنیٰ نے عساکر اسلام کو للکارا'' تم پر اللہ کی رحمت ہو کیا تم لوگ آج پھر مسلمانوں کو رسوا کرو گے؟ جی توڑ کر لڑو دیکھو تمہارے دشمنوں کے پاؤں اکھڑ چکے ہیں ((الله اكبر الله اكبر لا اله الا الله والله اكبر الله اكبر و لله الحمد)) اے معاشر بکر اپنے علموں کو بلند کرو اور اپنی تیز تلواروں کے نرغے میں دشمنوں کو لے لو (داڑھی پر ہاتھ پھیر کر) اے بنی عجل! اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کو زیر کرنے میں عجلت کرو کیا تم کو شرم نہیں آتی کہ تمہارے بھائی خاک وخون پر سو رہے ہیں''۔

مجاہدین کی فتح: عساکر اسلام کا دل اس آواز سے بھر آیا سب کے سب نے پوری قوت سے اللہ اکبر کہہ کر بھرپور حملہ کر دیا جس کی تاب نہ لا کر لشکر فارس میدان جنگ سے بھاگ کھڑا ہوا۔ ان کے سرداروں نے ان کے واپس لانے کی کوششیں کیں جو سب بے سود رہیں۔ مثنیٰ نے لشکر فارس کو روبہ شکست دے کر آگے بڑھ کر پل کا راستہ روک لیا اور فارس کے دوڑتے ہوئے سواروں کو تہ تیغ کرنا شروع کیا۔ لڑائی ختم ہونے کے بعد شمار کرنے سے معلوم ہوا کہ سو[1] آدمی عساکر اسلامیہ کے شہید ہوئے۔ لیکن تقریباً ایک لاکھ آدمی اہل فارس کے مارے گئے۔ باقی جو کسی طرح بچ کر بھاگ نکلے تھے ان کی گرفتاری کے لئے مثنیٰ نے ایک چھوٹا سا لشکر روانہ کیا جو ان کا تعاقب کرتا ہوا ساباط تک گیا۔ آخر اس لشکر نے بھاگنے والوں کے اموال پر قبضہ کر لیا اور اس کے قریب و جوار کے قصبات و دیہات کو تاخت و تاراج کر دیا وہاں کے رہنے والوں کو گرفتار کر لیا دو دن شب و روز لڑائی جاری رہی۔ اس لڑائی کے بعد سواد سے دجلہ تک کا کل علاقہ مسلمانوں کے قبضہ میں آ گیا اور اہل فارس نے بجبوری ماوراء دجلہ ان کے قبضے میں رہنے دیا۔

جنگِ انبار ثانی: اس واقعے کے بعد مثنیٰ حیرہ میں بشیر بن الخصاصیہ کو چھوڑ کر سواد کی طرف بڑھے۔ لیس (انبار کے ایک گاؤں) میں پڑاؤ ڈالا۔ اسی اعتبار سے اس جنگ کو غزوہ انبار ثانی یا غزوہ لیس ثانی کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ اس مقام پر مثنیٰ کو جاسوسوں[2] نے خنافس و سوق بغداد پر حملہ کرنے کی رائے دی اور یہ بتلایا کہ خنافس زیادہ قریب ہے وہاں مدائن اور سواد کے تاجر آتے جاتے رہتے ہیں۔ ربیعہ[3] و قضاعہ ان کی حفاظت کرتے ہیں۔ مثنیٰ یہ سن کر اس دن تو خاموش ہو رہے لیکن موقع پا کر عین بازار کے دن خنافس پر دفعتہً حملہ کر دیا اور وہاں کے کل مال و اسباب پر قبضہ کر کے انبار واپس آ گئے۔ یہاں سے سفر و جنگ کا سامان درست کر کے ایک راہبر کے ساتھ بغداد کی طرف رات ہی کو روانہ ہو گئے۔ صبح ہوتے ہی اس کے

---

1. مجملہ ان سو آدمیوں کے جو اس معرکے میں شہید ہوئے مسعود برادر مثنیٰ اور خالد بن ہلال وغیرہ تھے۔ مثنیٰ نے اختتام جنگ کے بعد شہداء کو جمع کرا کے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور ان کو دفن کرا دیا۔ مسلمانوں نے عجمیوں کی بہت سے بھیڑ بکری اور خوردنی اشیاء پر قبضہ کر لیا تھا۔ اس میں سے کچھ ان لوگوں کے اہل و عیال کے بھی کھانے کو روانہ کیا جو مدینہ سے لڑنے کو آئے تھے اور حسب وعدہ ربع خمس جریر کو دیا گیا اہل فارس کا نامی سردار مہران سپہ سالار افواج فارس بنی تغلب میں سے ایک نصرانی کم عمر لڑکے کے ہاتھ سے مارا گیا۔ لڑکا بعد قتل مہران اس کے گھوڑے پر سوار ہو گیا اور اس کے اسباب پر اپنا قبضہ کر لیا لیکن مثنیٰ نے فیصلہ دیا کہ مہران کا اسباب سردار کا حق ہے لیکن گھوڑا اور ہتھیار لڑکے کا حق ہے۔ فتوح البلدان میں لکھا ہے کہ مہران کو جریر بن عبداللہ اور منذر بن حسن بن ضرار نے مارا تھا مہران کے قتل کے بعد دونوں میں جھگڑا ہو گیا۔ جریر کہتے تھے میں نے مہران کو مارا ہے اور اس کا کل اسباب مجھے ملنا چاہئے اور منذر کا دعویٰ تھا کہ میں نے اس کو مارا ہے میں اس کے مال و اسباب کا مالک ہوں، جب جھگڑا زیادہ بڑھا۔ تو یہ فیصلہ ہوا کہ منذر کو اس کا گھوڑا و اسباب دیا گیا اور جریر کو اس کے ہتھیار حرب ملے۔
2. ان جاسوسوں میں سے ایک انباری تھا جس نے بازار خنافس کی رہبری کی تھی اور دوسرا خیری تھا اس نے بغداد کی رہبری کی تھی۔ مثنیٰ نے ان لوگوں سے دریافت کیا "یہ دونوں مقامات کتنے فاصلے پر ہیں" جاسوسوں نے جواب دیا "ایک دن کی مسافت پر یہ دونوں واقع ہیں"۔ پھر مثنیٰ نے کہا "ان دونوں میں سے کون جلد اور آسانی سے ہاتھ آ جائے گا" انہوں نے کہا "خنافس"۔
3. خنافس ربیعہ و قضاعہ کے ٹھیکے میں تھا۔ ان کے سواروں کے دو دستے یہاں حفاظت کی غرض سے رہتے تھے ربیعہ کے دستہ سواران پر سلیل بن قیس تھا اور قضاعہ کے سواروں پر اوماتس بن ویرہ حاکم تھا۔ عساکر اسلام نے ان پر بھی حملہ کر دیا اور ان کے اثاثے کو ان سے چھین لیا۔

بازار میں پہنچ کر قتل و غارت کا سودا خرید و فروخت کرنے لگے۔ سونا چاندی اور قیمتی سے قیمتی اسباب جس قدر لے سکتے تھے لے کر پھر انبار کی طرف لوٹ آئے اور مضارب عجلی کو رکان (یا کباث) کی طرف روانہ کیا جہاں پر بنی تغلب کی ایک جماعت رہتی تھی لیکن مضارب کے پہنچنے سے پہلے ہی بنی تغلب رکان چھوڑ کر بھاگ رہے تھے یہ دیکھ کر مضارب بھی ان کے پیچھے چل پڑے یہاں تک کہ ان میں سے اکثر کو مار ڈالا لیکن جب یہ لوگ انبار کی جانب لوٹے تو فرات بن جہاں ثعلبی اور عتد بن نہاس قبائل تغلب پر شب خون مارنے کے لئے صفوں کی طرف بڑھے اور پھر ان دونوں کے بعد خود مثنیٰ بھی روانہ ہوئے لیکن صفین میں ان کے پہنچنے سے پہلے ہی بنی تغلب بھاگ گئے تھے۔ اس وجہ سے مثنیٰ فرات عبور کر کے جزیرہ کی طرف چلے گئے۔ جزیرہ پہنچ کر مثنیٰ اور ان کے ساتھیوں کو رسد نہ پہنچنے اور زادراہ کے ختم ہو جانے سے سخت تکلیف ہوئی۔ فاقوں کی یہ نوبت پہنچی کہ ان لوگوں نے سواری کے جانوروں کو ذبح کر کے کھانا شروع کر دیا۔ اتفاق سے اہل خفان کا ایک قافلہ ادھر آ گیا جس پر ان لوگوں نے حملہ کر کے ان کو یرغمال میں لے لیا۔ اس کے محافظوں[1] میں سے ایک نے بنی تغلب کا مقام قیام بتا دیا۔ پس مثنیٰ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ اسی دن بنی تغلب پر حملہ آور ہوئے' جنگ آوروں کو تہ تیغ کیا۔ عورتوں اور بچوں کو قید کر کے مال و اسباب جو کچھ تھا اس کو اپنے قبضے میں لے لیا۔ تغلب کا یہ قبیلہ وادی روبحلہ میں تھا۔ لشکر اسلام کے بنو ربیعہ نے اپنے حصے کے عوض قیدیوں کو خرید کر آزاد کر دیا۔

معرکہ تکریت اور صفین پر غلبہ: جب مثنیٰ کو یہ معلوم ہوا کہ مسلمانوں کے مفتوحہ اور مقبوضہ شہروں میں رہنے والے دجلہ کی طرف جا رہے ہیں۔ تو مثنیٰ نے ان کے تعاقب میں روانہ ہوئے۔ میمنہ پر نعمان بن عوف شیبانی کو میسرہ پر مطر شیبانی کو اور مقدمۃ الجیش پر حذیفہ بن محصن خلفانی کو مقرر کیا تکریت میں مڈ بھیڑ ہوئی۔ لشکر اسلام نے ان پر اور اہل تکریت پر غلبہ پا لیا اور مظفر و منصور انبار واپس آ گیا۔ عتبہ اور فرات جو صفین کی طرف گئے تھے انہوں نے نمر و تغلب پر صفین میں شب خون مارا ان کے آدمیوں کی ایک کثیر تعداد نے پانی میں ڈوب کر جان دے دی جو باقی بچے ان کو عتبہ و فرات نے قتل کر ڈالا یا گرفتار کر لیا۔ ان فتوحات سے اہل فارس کے دلوں پر مسلمانوں کا رعب چھا گیا اور ان کا اقتدار دریائے فرات کو دجلہ کے مابین موجیں مارنے لگا۔ ان کے ہتھیاروں کے عکس فرات و دجلہ کی لہروں میں دکھائی دینے لگے۔

یزدگرد کی تخت نشینی: جس وقت لشکر اسلام سواد میں اہل فارس کو پیہم شکستیں دے رہا تھا۔ اس وقت رستم و فیروزان میں باہم اختلاف تھا۔ دونوں میں صلح کرانے کے لئے سرداران فارس جمع ہو کر ان دونوں کے پاس گئے اور کہا کہ "تم دونوں کے اختلاف سے ہم لوگ ہلاکت میں پڑے ہوئے ہیں تمہاری بدولت ہم لوگ ذلت و خواری میں مبتلا ہو گئے تم دونوں آدمی اگر باہم متفق ہو جاؤ تو بہتر ہے ورنہ ہم پہلے تم سے لڑیں گے بعد ازاں اپنے دشمنوں سے لڑ کر اپنی جانیں دیں گے۔ عرب کی وحشی قومیں کہاں تک بڑھ آتی ہیں بغداد کو لوٹا تکریت پر حملہ کیا اب ان دونوں کے بعد باقی کیا رہ گیا؟ صرف مدائن! وہ بھی ایک نہ

---

[1] محافظین قافلہ میں سے تین آدمی گرفتار کئے گئے تھے۔ مثنیٰ نے ان سے بنی تغلب کا حال دریافت کیا ان میں سے ایک نے کہا کہ ہم تم کو بنی تغلب کا پتہ اس شرط پر بتلاتے ہیں کہ "تم ہم کو مع ہمارے اہل و مال کے امن دو" مثنیٰ نے اس بات کو منظور کر لیا اور اس نے مثنیٰ کو تغلب کا پتہ بتلا دیا۔

ایک دن ان کے حملہ کی نذر ہو جائے گا۔ رستم و فیرزان اس تقریر کو سن کر قائل ہو گئے اور یہ دونوں سرداران فارس کے ساتھ توران کے پاس گئے اور اس سے خاندان کسریٰ کے کسی مرد کو بادشاہ بنانے کی درخواست کی۔ چنانچہ خاندان کسریٰ کی کل عورتیں جمع کی گئیں اور ان سے دھمکی دے کر دریافت کیا جانے لگا۔ ان میں کسی نے بیان کیا'' خاندان کسریٰ میں ایک نوعمر لڑکے یزدگرد کے سوا اور کوئی باقی نہیں رہا۔ یہ لڑکا شہریار بن کسریٰ کی اولاد سے ہے اس کی ماں نے اپنے بھائی کے پاس اس کو روپوش کر دیا ہے یہ اس زمانے سے اس کی حفاظت میں ہے۔ جس وقت کہ شیرویہ نے اپنے بھائیوں کو قتل کرنا شروع کیا تھا۔ رستم و فیرزان نے یہ سن کر اس کی ماں سے دریافت کیا اور یزدگرد کو اس کے ماموں کے پاس سے لائے (اس وقت اس کی عمر اکیس برس کی تھی) اور اس کو فارس کے تخت شاہی پر بٹھایا یزدگرد نے تخت نشین ہونے کے بعد اپنے ملک کے کل مرزبانوں کو طلب کر کے سرزمین ملک اور عوام کی حفاظت کی سخت تاکید کی۔ نامی گرامی آزمودہ کار سپہ سالاروں کو حدود حیرہ' ایلہ اور انبار کی حفاظت کی غرض سے کثیر التعداد فوجوں کے ساتھ روانہ کیا۔

حضرت عمرؓ کا مثنیٰ کو فرمان: مثنیٰ بن حارث نے دارالخلافت میں ان واقعات کی اطلاع دی۔ ہنوز دارالخلافہ اسلام سے کوئی جواب نہیں آیا تھا کہ اہل سواد نے بدعہدی کی۔ مثنیٰ بن حارث نے ان کی سرکوبی کے قصد سے خروج کر کے ذی قار میں قیام کیا اور کل عساکر اسلام طف میں مقیم رہا۔ حضرت فاروق اعظمؓ کے پاس جس وقت مثنیٰ کی اطلاعی عرض داشت مشعر حالات اہل فارس پہنچی تو اس وقت سے' انہوں نے مثنیٰ کی امداد کا انتظام کرنا شروع کر دیا۔ مثنیٰ کو لکھا'' تمہارے پاس جس قدر عراق و عرب کے مسلمان ہیں ان کو لے کر تم لشکر فارس پر حملہ آور ہو شہسواروں میں جنگ آور ربیعہ و مضر کو طوعاً و کرہاً اپنے ہمراہ لو'' مثنیٰ اس فرمان کو پانے کے ساتھ کل قبائل عرب کے جوان کے قریب و جوار میں تھے۔ جمع کر کے حلہ میں قیام پذیر ہوئے۔ پھر یہاں سے کوچ کر کے بانتظار کمک عصی (جبل بصرہ) پر جا کر مقیم ہوئے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے مثنیٰ کے پاس حکم بھیجنے کے بعد اپنے کل اعمال[1] کو ایک گشتی مراسلہ بھیجا اور ان سے سواروں' پیادوں' سواریوں' ہتھیاروں' سپہ سالاروں اور جنگ آوروں کو بغرض جہاد فارس طلب کیا۔ پس جو لوگ مدینہ و عراق کے نصف راستہ پر تھے وہ مدینہ واپس آ گئے اور جو عراق کے قریب تھے وہ مثنیٰ سے جا ملے یہ واقعہ ماہ ذیقعدہ ۱۳ھ کا ہے۔ اسی سنہ کے ماہ ذی الحجہ میں حضرت فاروق اعظمؓ حج کو گئے۔

مشاورت صحابہ کرامؓ: حج سے واپسی کے بعد جس وقت غازیان اسلام اطراف و جوانب سے مدینہ میں آ کر جمع ہو گئے اس وقت حضرت فاروق اعظمؓ نے مدینہ میں علی ابن ابی طالبؓ کو امیر مقرر کر کے ضرار پر جا کر قیام فرمایا۔ مقدمۃ الجیش پر طلحہ' میمنہ' میسرہ پر عبدالرحمٰن و زبیر تھے ان لوگوں کو نہ تو یہ معلوم تھا کہ حضرت فاروق اعظمؓ کس قصد و ارادے سے باہر نکلے ہیں اور نہ ان میں کسی کو پوچھنے کی ہمت و جرأت ہی پڑتی تھی۔ ایک سکوت کا عالم سب پر چھایا ہوا تھا۔ حضرت عثمانؓ بن عفان نے

---

[1] اس سنہ میں حضرت فاروق اعظمؓ کے عمال اس تفصیل سے تھے۔ مکہ میں عتاب بن اسید طائف میں عثمان بن ابی عاص یمن میں یعلیٰ بن بینہ' عمان و یمامہ میں حذیفہ بن محصن' بحرین میں علاء بن حضرمی شام میں ابوعبیدہ بن جراح کوفہ اور جو بلاد اس طرف کے مفتوح ہوئے تھے۔ مثنیٰ بن حارث اور کل ممالک اسلامیہ کے قاضی القضاۃ علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہم اجمعین تھے۔

دریافت فرمایا کہ ''کہاں کا قصد ہے؟'' حضرت فاروق اعظمؓ نے کچھ جواب نہ دیا مسلمانوں کو جمع کر کے عراق کی مہم پر جانے کی بابت مشورہ کیا سب کے سب نے بالاتفاق جانے کی رائے دی۔ اس مشورہ کے بعد اصحاب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) یعنی متوسلین خلیفہ وقت حضرت عثمانؓ و حضرت علیؓ حضرت طلحہ حضرت زبیر حضرت عبدالرحمٰن (رضی اللہ عنہم) کو مشورے کی غرض سے طلب کیا۔ ان بزرگوں نے فرمایا مناسب یہ ہے کہ آپ خود مدینہ میں مقیم رہیں اور لشکر اسلام پر کسی صحابی رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مقرر کر کے عراق کی جانب روانہ کر دیں۔ اگر اس کو کامیابی حاصل ہوگئی تو نور علی نور ورنہ اور کسی صحابیؓ کو امیر لشکر روانہ کیا جائے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ فتح نصیب کرے اور دشمنانِ دین کو ہلاک کرے' اس میں دشمنوں پر زیادہ اثر پڑے گا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص کی روانگی: حضرت فاروق اعظمؓ نے اس رائے کو مستحسن سمجھا اور پسند فرمایا اور مشیروں کے بالاتفاق مشورے سے سعدؓ بن ابی وقاص کو اس کام کے لئے منتخب کیا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص ان دنوں صدقات ہوازن پر متعین تھے۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے طلبی کا خط روانہ کیا اور جنگ عراق کا سپہ سالار اعظم بنا کر روانگی کا حکم دیا۔ روانگی کے وقت چند کلمات بطور نصیحت کے ارشاد فرمائے ''اے سعد بن ابی وقاص تم کو یہ خیال کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماموں اور ان کے صحابی ہو اللہ تعالیٰ سے بے پروانہ کر دے' کیونکہ اللہ تعالیٰ برائی کو برائی سے نہیں معاف کرتا بلکہ برائی کو نیکی سے معاف کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک میں سوائے اطاعت و ریاضت کے نسبت کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہے اس کے نزدیک کل مخلوق برابر ہیں اور مذہب و دین کے اعتبار سے مختلف ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کا پالنے والا ہے اور یہ سب اس کے بندے ہیں' ہاں اعمال صالح سے ایک دوسرے پر فضیلت دی جاتی ہے اور اطاعت کے ذریعہ سے اس کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے۔ پس انہیں امور کو پیش نظر رکھنا جو تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے دیکھے ہیں اور انہیں امور کو لازم سمجھنا جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار فرمایا تھا' تم کو صبر و تحمل اختیار کرنا چاہیے''۔ اس تقریر کے ختم کرنے کے بعد سعد بن ابی وقاص کو چار ہزار غازیان و عساکر اسلام کے ساتھ عراق کی جانب روانہ کیا۔ حمیضہ بن نعمان بن حمیضہ بارق پر' عمر بن معدی کرب و ابو سبرہ بن ابی رہم مذحج' یزید بن الحرث صدائے عذرہ پر' حبیب و مسلمہ اور ثر بن عبداللہ ہلالی قیس عیلان پر اور حصین بن نمیر و معاویہ بن خدیج سکون و کندہ پر افسر بنائے گئے۔ پھر حضرت سعد کی روانگی کے بعد دو ہزار یمنی' دو ہزار نجدی جنگ آوروں کو روانہ کیا۔

حضرت مثنیٰؓ کی وفات: جس وقت حضرت سعد بن ابی وقاص بزورود میں پہنچے اس وقت مثنیٰ بن حارث کی موت کی خبر ان کو معلوم ہوئی اور یہ سنا گیا کہ مثنیٰ نے بوقت انتقال بشیر بن الخصاصیہ کو امیر مقرر کیا ہے ان کے ہمراہ آٹھ ہزار کی جمعیت تھی۔ پھر جب یہاں سے آگے بڑھے تو تین ہزار کی جمعیت سے بنی اسد حزن و بسیطہ کے مابین حضرت سور سے آملے جو حضرت فاروق اعظمؓ کے لکھنے کے مطابق حضرت سعد کے انتظار میں اس مقام پر ٹھہرے ہوئے تھے۔ پھر جب سعد اس مقام سے روانہ ہو کر سیراف پہنچے تو یہاں اشعث بن قیس اپنے قبیلے کے دو ہزار غازیوں کو لے کر حاضر ہوئے یہاں مثنیٰ کے بھائی معنیٰ

بن حارث شیبانی ان سے آ کر ملے اور مثنیٰ کی ضروری ہدایتیں جو انہوں نے انتقال کے وقت کی تھیں حضرت سعد سے بیان فرمائیں۔ یہ سیراف میں ہی ٹھہرے ہوئے تھے کہ حضرت فاروق اعظمؓ نے لشکر کا جائزہ لینے اور لشکر کی صف بندی کا حکم بھیجا۔

لشکرِ اسلام کی ترتیب: حضرت سعد نے لشکر اسلام کا جائزہ لیا تو غازیان اسلام کی تعداد تیس ہزار تک پہنچ گئی تھی انہوں نے ہر دس دس آدمیوں پر ایک ایک کار آزمودہ شخص کو مقرر کیا۔ سرداری کا جھنڈا ان کو عطا کیا جو سابق الاسلام صحابی تھے ہر اول، ساقہ، میمنہ، میسرہ، پیادوں، سواروں پر جدا جدا سردار مقرر کیے۔ جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

حصہ	نام افسر	مختصر کیفیت
مقدمہ یعنی ہراول	زہرہ بن عبداللہ بن قتادہ	ایام جاہلیت میں یہ بحرین کے بادشاہ تھے اور اپنی قوم کی طرف سے وفد لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مشرف بہ اسلام ہو گئے۔
میمنہ (لشکر کا دایاں حصہ)	عبداللہ بن المعتصم	صحابی تھے۔
میسرہ (لشکر کا بایاں حصہ)	شرحبیل بن السمط کندی	ایک دلیر نوجوان تھے اہل ردت کی لڑائی میں انہوں نے بہت نام پیدا کیا تھا۔
ساقہ (لشکر کا پچھلا حصہ)	عاصم بن عمرو	یہ قعقاع بن عمرو کے بھائی ہیں اور صحابی ہیں۔
طلایع (پٹرول)	سواد بن مالک تمیمی	اس جنگ میں یہ پہلے ایک سریہ کے سردار بنائے گئے تھے پھر طلایع پر مامور ہوئے۔
مجرد (بے قاعدہ فوج)	سلمان بن ربیعہ باہلی	یہ فتوح شام میں بھی شریک ہوئے ہیں ۳۰ھ سے پہلے انتقال ہوا۔
پیدل	جمال بن مالک الاسدی	
شتر سوار	عبداللہ بن ذی السہمین	
قاضی و خزانچی	عبدالرحمٰن بن ربیعہ باہلی	مال غنیمت کو جمع کرنا اور تقسیم کرنا بھی ان کے سپرد تھا۔
راید (یعنی رسد وغیرہ کے بندوبست کرنے والے)	سلمان فارسی	مشہور صحابی ہیں جو فارس کے رہنے والے تھے۔
مترجم	ہلال ہجری	
کاتب (سیکرٹری)	زیاد بن ابی سفیان	

فاروق اعظمؓ کا دوسرا فرمان: سعد نے لشکر کی ترتیب سے فراغت حاصل کرنے کے بعد مثنیٰ کے لئے دعائے

مغفرت کی' ان کے بھائی معنیٰ کو ان کی سرداری پر بحال رکھا اور ان کی بیوی سلمٰی سے اپنا عقد کر لیا۔ ہنوز سیراف سے آگے نہ بڑھنے پائے تھے کہ حضرت فاروق اعظمؓ کا ایک دوسرا فرمان آن پہنچا۔ جس میں قادسیہ کی طرف بڑھنے کو لکھا تھا کہ ''قادسیہ میں تم اپنے مورچے ایسے مقام پر بناؤ کہ آگے تمہارے زمین فارس ہو اور پیچھے تمہارے عرب کے پہاڑ ہوں۔ اگر اللہ تعالیٰ تم کو فتح نصیب کرے تو جس قدر چاہو بڑھتے چلے جاؤ اور اگر اس کے برعکس ہو تو پہاڑ پر پناہ لو اور پھر ان کے رنگ ڈھنگ دیکھ کر حملہ کرو''۔ حضرت سعد نے اس ہدایت کے بموجب سیراف سے کوچ کیا اور آہستہ آہستہ قادسیہ کے اطراف وجوانب پر نظر ڈالتے ہوئے آگے بڑھے۔ زہرہ بن عبداللہ ہراول کے سردار تھے۔

سریہ بکر بن عبداللہ: ایک سریہ[1] بکر بن عبداللہ لیثی' حیرہ کی طرف روانہ کیا جس وقت بکر بن عبداللہ لیثی سلحین سے آگے بڑھے کچھ شور وغل اور راگ باجے کی آواز سنائی دی سن کر ٹھہر گئے یہاں تک کہ وہ لوگ قریب آ گئے۔ دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ آزاد مرد بن آزادیہ مرزبان حیرہ کی بہن صاحبہ حنیں کے یہاں عروسی میں جا رہی ہے۔ بکر بن عبداللہ نے موقع پا کر شیر زاد بن آزاد پر حملہ کر دیا اور ایک ایسا وار کیا کہ اس کی کمر ٹوٹ گئی ان کے ہمراہی سواروں نے اور لوگوں پر وار کرنا شروع کر دیا۔ راگ باجے والے اپنی جان بچا کر بھاگ گئے اور شیر زاد نے اسی میدان میں تڑپ کر جان دے دی۔ بکر بن عبداللہ اور ان کے ہمراہیوں نے دلہن حیرہ کی تیس شریف زادیوں اور ایک سو لونڈیوں کو گرفتار کر لیا۔ مال واسباب کی کوئی انتہا نہ تھی نہ اس کی قیمت سادہ دل عرب جان سکتے تھے۔ صبح کو بکر بن عبداللہ مال واسباب کے ساتھ مقبوضہ دلہن' عورتوں اور لونڈیوں کو لے کر عذیب پہنچے حضرت سعد نے مال غنیمت مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔ یہاں سے کوچ کر کے قادسیہ پہنچے اور حیال قنطرہ میں عتیق وخندق کے درمیان اپنے مورچے قائم کیے۔ پس اس مقام سے نشیب میں ایک میل کے فاصلہ پر تھا۔

رستم کی قادسیہ کو روانگی: حضرت سعد بن ابی وقاص قادسیہ میں تقریباً دو مہینہ تک لشکر فارس کے انتظار میں ٹھہرے رہے لیکن کوئی فوج مقابلہ پر نہ آئی اس زمانہ میں جب رسد اور غلے کی ضرورت ہوتی تھی تو مسلمان سپاہی کسکر اور انبار کے درمیانی مواضعات سے اپنی ضرورت کی چیزیں فراہم کرتے تھے۔ گویا قدرتی طور سے یہ مقامات لشکر اسلام کے رسد' غلہ اور بھیڑ بکریوں کی فراہمی کے کیمپ مقرر کیے گئے تھے۔ رفتہ رفتہ اس کی شکایت یزدگرد کو پہنچائی گئی اور اسے بتلایا گیا کہ حیرہ سے فرات تک کا علاقہ لشکر اسلام نے لوٹ لیا ہے اس کے آباد مقامات کو ویران کر دیا ہے ان مقامات کو انہوں نے قتل وغارت گری کی جولاں گاہ بنا رکھا ہے اگر شہنشاہ اس کے انسداد کی طرف توجہ کرتا ہے تو خیر ورنہ ہم لوگ عرب کی اطاعت قبول کر لیں گے''۔ یزدگرد نے رستم اور دیگر اراکین دولت کو طلب کر کے مشورہ کیا رستم نے کہا ''مناسب یہ ہے کہ ایک لشکر عظیم بھیجنے کے بجائے یکے بعد دیگر اہل عرب کی سرکوبی کے لئے پے در پے مختلف سرداروں کی سرکردگی میں لشکر روانہ کیے جائیں۔ دفعتہً عجلت کر کے لشکر عظیم بھیج دینا اور شکست کھانا خلاف مصلحت ہے۔ اس کے مقابلے میں ایک لشکر کی شکست کے بعد دوسرے لشکر کا

---

[1] اس سریہ میں تیس مشہور اور جنگ آزمودہ آدمی تھے۔ دوسرے مورخوں نے لکھا ہے کہ یہ سریہ عذیب سے روانہ کیا گیا تھا اور حضرت سعد نے سیراف سے کوچ کر کے عذیب میں ڈیرے ڈالے تھے جہاں اہل فارس کا میگزین رہتا تھا اور وہ بلا جدال وقتال ان کے مفت ہاتھ آ گیا تھا۔

مقابلہ کرنا نسبتاً آسان ہے''۔ یزدگرد نے جواب دیا ''نہیں''! معرکہ کارزار میں تیرا جانا بہت ضروری ہے تو جہاں دیدہ اور کارآزمودہ ہے عربوں کے ساتھ نبرد آزمائی کے تجھے متعدد مواقع ملے ہیں چھوٹے چھوٹے جیش بھیج کر لڑانا اور ان کی شکست کے بعد دوسری فوجوں کو بھیجنا دولت کا نقصان اور حکومت کی اہانت ہے جب تک قادسیہ کا میدان سواروں اور پیادوں سے نہ بھر دیا جائے ان پر دفعتۂ دندان شکن حملہ نہ کیا جائے اس وقت تک عرب کی لالچی بدو قوم اپنے افعال و حرکات سے باز نہ آئیں گی''۔ رستم با دل ناخواستہ روانگی پر آمادہ ہو گیا اور افواج کی فراہمی کے بعد ساباط میں اپنے لشکر کی صف بندی و ترتیب کرنے لگا۔

اسلامی سفارت: حضرت سعد بن ابی وقاص نے ان واقعات کی اطلاع دربار خلافت میں کی۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے جواباً لکھا کہ ''اہل فارس کی جنگ کی تیاری سے اور کثرت سے تم کو پریشان اور خائف نہ ہونا چاہئے اللہ تعالیٰ سے امداد کے خواستگار رہو اور اسی پر بھروسہ کرو اور قبل از جنگ چند آدمیوں کو جو ذی عقل و فراست اور بحث مباحثہ کا شعور رکھتے ہوں' شاہ فارس کے پاس دعوت اسلام کے لئے بھیج دو۔ اللہ تعالیٰ اس کا وبال بھی انہیں پر ڈالے گا''۔ چنانچہ حضرت سعد نے ایسا ہی کیا اور چند اصحاب کو یزدگرد کے پاس روانہ کیا۔ نعمان بن مقرن' قیس بن زرارہ' اشعث بن قیس' فرات بن حبان' عاصم بن عمرو' عمرو بن معدی کرب' مغیرہ بن شعبہ' مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ عنہم تھے۔ یہ لوگ عربی گھوڑوں پر سوار کوڑے اور نیزے ہاتھوں میں لئے تلوار گلے میں حمائل کئے اور کندھوں پر چادریں ڈالے اپنی لشکر گاہ سے نکل کر رستم کو چھوڑتے ہوئے سیدھے یزدگرد کے دربار شاہی کو روانہ ہوئے۔ اثناء راہ میں جس طرف سے گزرتے تھے ایک بھیڑ لگ جاتی تھی رعب و داب کا یہ حال تھا کہ کوئی شخص انگلی سے اشارہ بھی نہ کر سکتا تھا۔ گھوڑے اگر چہ بے زین تھے لیکن رانوں سے نکلے جاتے تھے۔

اسلامی سفارت یزدگرد کے دربار میں: یزدگرد نے ان لوگوں کے آنے کی خبر سن کر اپنے دربار کو آراستہ کیا امراء وزراء اراکین دولت اور نیز رستم کو جمع کر کے ترجمان کے ذریعہ دریافت کیا ''تم لوگ کس وجہ سے ہمارے شہروں میں آئے اور کس چیز نے تم کو لڑائی پر ابھارا ہے؟ کیا اس کی یہی وجہ ہے کہ ہم تمہاری سرکوبی سے ان دنوں غافل ہو گئے ہیں''۔ نعمان بن مقرن نے اپنے ہمراہیوں سے مخاطب ہو کر کہا ''اگر تم لوگ جواب دے سکتے ہو تو بسم اللہ جواب دو ورنہ مجھے اجازت دو کہ میں ان کو جواب دوں''۔ ہمراہیوں نے کہا ''بہتر ہے تم ہی جواب دو''۔ نعمان نے ترجمان سے مخاطب ہو کر کہا ''بے شک اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان کیا اور ہماری ہدایت کے لئے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا جن کی یہ صفتیں ہیں انہوں نے ہم کو اللہ تعالیٰ کے دین کی طرف بلایا پس بعض لوگوں نے اس کو قبول کر لیا لیکن بعض نے اس کی روگردانی کی۔ انہوں نے ہمیں مخالفین اسلام سے جہاد کرنے کا حکم دیا تھا۔ مخالفین جزیہ دے کر یا اسلام قبول کر کے ہمارے ساتھ ہو گئے۔ رفتہ رفتہ ہماری جمعیت بڑھ گئی اس طرح ہم ان کی بھلائی اور فضیلت سے جان گئے جس کو وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں سے لائے تھے۔ بعد ازاں انہوں نے ہم کو ہمارے ملک عرب کے پڑوسی ممالک کے لوگوں کو دین حق کی طرف بلانے اور اس کے قبول کرنے کا حکم دیا اور بصورت دیگر جنگ کا۔ پس اگر تم ہمارے دین کو قبول کرنے سے انکار کرو گے تو یہ تمہاری ذلت کا سامان ہو گا اور تم کو جزیہ دینا

پڑے گا۔ لیکن اگر اس سے بھی انکار کرو گے تو ہم تم سے جنگ کریں گے''۔ یزدگرد یہ تقریر سن کر برافروختہ ہو گیا لیکن ضبط کر کے ترجمان کے ذریعہ سے کہا ''میرے نزدیک روئے زمین پر کوئی قوم تم سے زیادہ جنگلی' غیر مہذب' وحشی تعداد میں کم' برائیوں میں زیادہ نہیں ہے۔ تمہیں یاد ہو گا کہ جب تم لوگ شرارت وسرکشی پر آمادہ ہوتے تھے تو ہم تمہارے اطراف وجوانب کے قصبات ودیہات کے زمینداروں کو تم پر مامور کر دیتے تھے وہ تمہاری سرکوبی کر دیتے تھے۔ تم لوگ فارس کی طمع نہ کرو۔ البتہ اگر تم کو کچھ ضرورت ہو تو بیان کرو ہم تم کو کھانے کو دیں گے' پہننے کو کپڑے دیں گے اور تم پر ایسے شخص کو حکمران بنا دیں گے جو تمہارے ساتھ نرمی واحسان سے پیش آئے گا'' نعمان اس تقریر کا جواب نہ دینے پائے تھے کہ قیس بن زرارہ بول اٹھے ''یہ رؤساء اور شرفا عرب ہیں' شرفاء عرب ایسی لغو باتوں کا جواب نہیں دیتے حیا مانع ہوتی ہے۔ میں اس کا جواب دیتا ہوں یہ لوگ اس کی تصدیق کرتے جائیں گے۔ تم نے عرب اور اہل عرب کی حالت بیان کی ہے یقیناً اس سے بھی بدر جہا ابتر حالت میں تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنا فضل واحسان کیا اور ان کی ہدایت کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھیجے۔ جس نے انہیں راہ راست کی ہدایت کی اور مخالفین دین مبین کو زیر کیا اور کل روئے زمین پر فتح دینے کا وعدہ کیا ہے۔ پس تمہیں اگر ذلت وخواری قبول ہے تو جزیہ دینا منظور کرو' ورنہ یہ تلوار ہے جو ہمارے اور تمہارے درمیان قطعی فیصلہ کرنے والی ہے یا پھر اسلام قبول کر کے خود کو بچالو''۔

نیک فال: یزدگرد کا غصہ اس تقریر سے بھڑک اٹھا آنکھیں سرخ ہو گئیں چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا۔ تھوڑی دیر تک غضب ناک' سکوت کی حالت میں بیٹھا رہا پھر اپنے ہونٹوں کو چبا کر بولا ''ایزد کی قسم ہے۔ اگر مجھ سے پیشتر کسی نے سفیروں کو قتل کیا ہوتا تو میں اسی وقت تم لوگوں کو مار ڈالتا''۔ پھر یزدگرد نے اپنے خادم سے ایک ٹوکری مٹی منگوا کر کہا ''اس کو ان کے سردار کے سر پر رکھ کر مدائن سے باہر نکال دو''۔ پھر ان کی طرف متوجہ ہو کر بولا ''اس کو اپنے سردار کے پاس لے جاؤ اور اس سے یہ کہہ دو کہ ہمارے ملک سے یہ ملا ہے۔ میں بہت جلد رستم کو تمہاری سرکوبی کو بھیجتا ہوں جو تم سب کو قادسیہ کی خندق میں دفن کر دے گا اس کے بعد وہ تمہارے ملک کو سابور سے زیادہ پامال کرے گا''۔ عاصمؓ یہ سن کر اٹھ کھڑے ہوئے اور مٹی کی ٹوکری اپنے کندھے پر اٹھا کر بولے ''میں اس گروہ کا سردار ہوں'' پھر اپنے ہمراہیوں سے مخاطب ہو کر کہا ''چلو خود کسریٰ فارس نے اپنی زمین ہم کو دے دی عاصم اور ان کے ساتھی مٹی کی ٹوکری لئے ہوئے سیدھے حضرت سعد کے پاس پہنچے کل ماجرا بیان کر کے کہا ''مبارک ہو اللہ تعالیٰ نے ان کے ملک کی مٹی ہم کو مرحمت فرمائی ہے''۔

یزدگرد کے حاضرین دربار امرء کو عرب کے سفیروں کی گفتگو اور مٹی کی ٹوکری کو اٹھا کر خوشی ومسرت سے روانہ ہونا نہایت شاق گزرا۔ اس عمل سے وہ لوگ فکر ورنج کے دریا میں ڈوب گئے۔ رستم ان کی باتوں اور بلند خیالی سے حیران ہو گیا۔ یزدگرد نے تھوڑی دیر کے بعد مہر سکوت توڑ کر کہا ''میں نے عرب میں ان لوگوں سے زیادہ کسی کو احمق نہیں دیکھا۔ ان کو یہ کیسی

---

1 امام ابو العباس احمد بن یحییٰ ابن جابر بلاذری نے فتوح البلدان میں لکھا ہے کہ ''جب یزدگرد نے مٹی کی ٹوکری منگوائی تو عمرو بن معدی کرب نے اٹھ کر اپنی چادر بچھا دی اور مٹی لے کر اٹھ کھڑے ہوئے تھے''۔

عجیب خوش فہمی ہے کہ انہیں کل روئے زمین پر قبضہ مل جائے گا اور زعم باطل میں ان کے سردار نے مٹی کی ٹوکری اپنے کندھے پر رکھ لی''۔ رستم نے جواب دیا ''خداوندیہ لوگ بڑے عالی خیال وذی عقل ہیں ان لوگوں نے اس مٹی سے اپنا حسن تفاؤل اور آپ کی بدفالی مراد لی ہے''۔ یزدگرد نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا اور رستم کو ان لوگوں کے جانے کے فوراً بعد حیرہ کی طرف بڑھنے کا حکم دے دیا۔

فراض پر شبخون: سفیروں کی روانگی کے بعد اشیاء خوردنی کی کمی محسوس ہوئی۔ سواد بن مالک تمیمی فراض پر شب کے وقت چھاپہ مار کر تین سو جانور گرفتار کر لائے جن میں خچر' گدھے' بکریاں گائے اور بیل شامل تھے۔ صبح کے وقت سواد بن مالک ان مویشیوں کو لئے اسلامی لشکر گاہ میں آئے۔ حضرت سعد نے ان کو فوجوں میں تقسیم کر دیا لیکن مزید گوشت کی کمی کی وجہ سے متعدد سریے[1] آدمیوں اور مویشیوں کو پکڑ لانے کے لئے روانہ کئے۔ لشکر میں گوشت کی کمی تھی اور غلہ کی جنس ان کے پاس کافی تھی۔

رستم اور ایک عرب کی گفتگو: رستم طوعاً و کرہاً مدائن سے جنگی ہتھیار جمع کر کے اور ساٹھ ہزار فوج لے کر ساباط کی طرف روانہ ہوا۔ اس فوج کے مقدمہ پر جالینوس تھا جس کے ہمراہ چالیس ہزار کا لشکر تھا۔ ساقہ میں بیس ہزار فوج تھی۔ میمنہ پر ہرمزان' میسرہ پر مہران بن بہرام رازی تیس تیس ہزار کی جمعیت کے ساتھ تھے اور ان کے ہمراہ تین سو ہاتھی بھی تھے۔ ان میں سے ایک سو قلب میں پچھتر پچھتر میمنہ اور میسرہ میں بیس مقدمہ اور تیس ساقہ میں تھے۔ ساباط سے روانہ ہو کر رستم نے کوثا میں پڑاؤ کیا۔ اتفاق سے ایک عرب کو رستم کے پاس پکڑ لائے۔ رستم نے اس سے استعجاباً دریافت کیا ''تم لوگ یہاں کس ضرورت سے آئے ہو اور کیا ڈھونڈتے ہو؟''۔

عرب: ہم اللہ تعالیٰ کے وعدوں کو تمہارے ملک اور تمہارے نوجوانوں میں ڈھونڈتے ہیں۔ اگر تم ایمان نہ لائے۔

رستم: اگر تم اس جستجو میں قتل ہو گئے؟

عرب: جو شخص اس تلاش میں مارا جائے گا جنت میں جائے گا اور جو بچ جائے گا اس سے اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ پورا کرے گا۔

رستم: پھر تم کو اس سے کیا حاصل ہو گا؟

عرب: ہم نہ سہی ہمارے اور بھائی سہی۔ اللہ کا دین تو پھیلے گا ہم کو اس کا یقین محکم ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ پورا کرے گا۔

رستم: تم اس قلیل تعداد کے ساتھ ہمارا کیا بگاڑ سکتے ہو؟

عرب: ہم کیا کرتے جو کچھ کرے گا اللہ تعالیٰ کرے گا تمہاری بداعمالیاں تم کو نیست و نابود کر دیں گی اور تم ہمارے زیر نگین

---

[1] ابن اثیر نے لکھا ہے کہ فراض پر شبخون مارنے کے بعد حضرت سعد نے دوسرا سریہ روانہ کیا جس نے بنی تغلب و نمیر کے اونٹ مع ان کے آدمیوں کے گرفتار کر لئے تھے۔ سعد نے ان کو بھی دوسرے دن ذبح کر کے تقسیم کر دیا پھر عمرو بن الحرث نے نہرین پر شبخون مارا اور بہت سے مویشی پکڑ لائے ان ایام کو ایام اباقر کہتے ہیں اور پہلے واقعہ کو جس میں سواد نے فراض پر چھاپہ مارا یوم الحتان سے موسوم کرتے ہیں۔

آ جاؤ گے۔

رستم: تُو ہمارے غضب سے نہیں ڈرتا ہمارے پاس اس وقت (حاضرین کی طرف اشارہ کر کے) اس قدر جنگ آور موجود ہیں۔

عرب: تُو ان پر کیا ناز کرتا ہے یہ سب قضاء وقدر ہیں جو تجھے گھیر کے لائیں ہیں اور یہ تجھے جان بر نہ ہونے دیں گے۔

رستم کی حیرہ کو روانگی: رستم اس تقریر سے برافروختہ ہو گیا جلاد کو بلا کر اس غریب عرب کی گردن مارنے کا حکم دیا بعد ازاں کوثا سے حیرہ کو روانہ ہوا۔ اثناء راہ میں اس کے فوجیوں نے رعایا کو لوٹنا' ان کی عورتوں کو بے عزت کرنا اور شراب پی کر بدمستی کرنا شروع کیا۔ جب اس کی اطلاع رستم کو ہوئی تو اس نے لشکریوں کو سخت تنبیہ کی' بعض کو سزائے موت دی اور اپنے ہم نشینوں سے مخاطب ہو کر کہا "قسم ہے ایزد اور دادار کی! اس عرب نے جو کہا تھا سچ کہا تھا اور بے شک جو وبال ہم پر آئے گا ہماری بداعمالیوں سے آئے گا"۔ رستم نے حیرہ میں پہنچ کر اہل حیرہ کو جمع کیا' سمجھایا' بجھایا مسلمانوں کے خلاف ابھارا۔ ابن بقیلہ نے کہا "کیا خوب! تم خود مسلمانوں کی مدافعت نہیں کر سکتے اور ہم کو مدافعت نہ کرنے پر ملامت کرتے ہو"۔ رستم یہ سخت جواب سن کر خاموش ہو گیا۔

سواد کی مہم: حضرت سعدؓ نے سواد کی طرف ایک سریہ روانہ کیا۔ رستم نے اس سے باخبر ہو کر ان کی مدافعت کے لئے سواروں کا ایک دستہ روانہ کیا جاسوسوں نے حضرت سعد تک یہ خبر پہنچائی۔ حضرت سعد نے عاصم بن عمرو کی سرکردگی میں چند سواروں کو اہل سریہ کی کمک کے لئے بھیج دیا۔ اتفاق سے عاصم عین چھیڑ چھاڑ کے وقت اللہ اکبر کہہ کر پہنچ گئے۔ سواران فارس عاصم کو دیکھتے ہی بھاگ کھڑے ہوئے۔ اہل سریہ اور عاصم مال غنیمت لئے ہوئے اپنے لشکرگاہ واپس چلے آئے۔ اس کے بعد حضرت سعد نے عمرو بن معدی کرب اور طلیحہ اسدی کو اہل فارس کے رنگ ڈھنگ حالات دیکھنے کو بھیجا۔ تقریباً تین میل اپنے لشکر سے باہر گئے ہوں گے کہ اہل فارس کا ہراول دکھائی دیا۔

حضرت طلیحہؓ کا کارنامہ: عمرو بن معدی کرب تو اس مقام سے واپس آ گئے۔ لیکن طلیحہ رضی اللہ عنہ لباس تبدیل کر کے لشکر فارس میں داخل ہوئے۔ جب رات کا زیادہ حصہ گزر گیا اور پورے فوجیوں پر غفلت کی نیند طاری ہو گئی۔ تب طلیحہ آہستہ آہستہ گھوڑوں کی طرف گئے نگہبانوں کو غافل پا کر خیمے کی رسیاں کاٹ دیں اور ایک گھوڑے پر سوار ہو کر دوسروں کو ہانکتے ہوئے لشکر فارس سے نکل گئے۔ خیموں کے گرنے اور گھوڑوں کے دوڑنے سے جو شور وغل اٹھا تو لوگ جاگ اٹھے۔ چند سواروں نے ان کا تعاقب کیا' جب قریب پہنچے تو طلیحہ رضی اللہ عنہ نے پلٹ کر ایک پر تلوار کا ایسا وار کیا کہ وہ اسی مقام پر ٹھنڈا ہو گیا۔ جب دوسرا آگے بڑھا تو طلیحہؓ نے اس کو بھی ایک ہی وار سے ختم کر دیا۔ تیسرے نے آگے بڑھ کر روکنا چاہا اور طلیحہؓ پر نیزہ چلایا لیکن طلیحہ وار سے بچ گئے۔ البتہ نیزے کی جھونک میں حملہ آور خود جو نہی زمین کی طرف جھکا طلیحہؓ نے فوراً تلوار کا وار اس صفائی سے کیا کہ اس کا سرتن سے جدا ہو کر علیحدہ جا پڑا۔ چوتھا سوار قریب پہنچ کر طلیحہ کی کمر میں ہاتھ ڈال کر کھینچنا چاہتا تھا کہ طلیحہؓ نے اس کا ہاتھ اس زور سے پکڑ لیا کہ وہ لٹکا ہوا طلیحہ کے ساتھ چلا گیا۔ سواران فارس یہ واقعات دیکھ کہ خایب و خاسر واپس چلے آئے۔ طلیحہ گھوڑوں اور اپنے حریف کو قید کئے ہوئے اسلامی لشکر میں داخل ہوئے اور سیدھے حضرت سعد رضی اللہ

عنہ کے پاس پہنچے، گزرے ہوئے کل واقعات بیان کیئے پھر ترجمان کو بلایا گیا اور اس کے ذریعہ اس قیدی سے باتیں ہوتی رہیں جو تھوڑی دیر بعد مسلمان ہو گیا اور معرکہ جنگ میں بڑے بڑے نمایاں کام کیئے۔ اہل فارس کے حالات اور لڑائی کے طریقے بتائے اس سے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو بہت مدد ملی۔ طلیحہ کی مردانگی سے یہ اس درجہ متاثر اور مفتون ہوا کہ اس نے طلیحہ کا ساتھ پھر کبھی نہیں چھوڑا۔

رستم کی حیرہ کو روانگی: اس واقعہ کے بعد رستم نے حیرہ سے کوچ کر کے قادسیہ میں پڑاؤ ڈالا۔ جہاں پر اہل فارس اور مسلمانوں میں ایک قیامت خیز لڑائی ہونے والی تھی۔ اس کو مدائن سے روانہ ہوئے چھ مہینے گزر گئے تھے۔ اس کے دل پر مسلمانوں کا خوف بے حد مستولی ہو گیا تھا۔ اس لیئے لڑائی سے پہلو تہی کرتا تھا لیکن یزدگرد کے حکم سے مجبور تھا۔ وہ بار بار اس کو تاکیداً مسلمانوں سے متصادم ہو جانے کو لکھتا تھا۔ مورخوں نے اس کے خائف ہونے کی یہ وجہ لکھی ہے ''اس نے مدائن سے روانہ ہونے کے بعد ایک شب خواب[1] دیکھا کہ ایک فرشتہ آسمان سے اترا ہے اور اس کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت فاروق اعظمؓ ہیں۔ فرشتہ نے اہل فارس کے جنگی ہتھیار چھین لئے اور ان کو مقفل کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دیئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بجنسہٖ فاروق اعظمؓ کے حوالہ کر دیا۔ اہل فارس نے یہ دیکھ کر غمگین ہو کر سر نیچا کر لیا''۔

رستم و زہرہ کی گفت و شنید: رستم نے قادسیہ پہنچ کر مسلمانوں کے لشکر کے مقابلہ کے لئے عتیق میں اپنا خیمہ نصب کرایا دوسرے دن صبح ہی صبح عتیق سے سوار ہو کر نہر کی طرف جا کر پل سے ایک بلند مقام سے مسلمانوں کے لشکر کو دیکھتا رہا۔ تھوڑی دیر بعد زہرہ سے کہلا بھیجا کہ تم تھوڑی دیر کے لئے میرے مقابل آ کر کھڑے ہو جاؤ کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ زہرہ تن تنہا اپنے خیمہ سے نکل کر رستم کے روبرو ایک مقام پر آ کر کھڑے ہو گئے۔

رستم: تم ہمارے پڑوسی ہو اس لئے ہم تمہارے ساتھ اچھا سلوک کرتے اور تمہاری حفاظت بھی کرتے تھے۔

زہرہ: اس تقریر سے تمہارا کیا مطلب ہے؟

رستم: تم کو یاد ہو گا کہ ہمارے یہاں سے تم لوگوں کے لئے وظائف مقرر تھے تم جب ہمارے یہاں آتے تھے تو تم کو ہم انعام و اکرام دیتے تھے اب بھی اگر تم کو اس کی ضرورت ہو تو ہم تم کو خاطر خواہ انعام دیں گے۔

زہرہ: ہماری یہ غرض ہرگز نہیں ہے ہم تو اپنی آخرت بنانے آئے ہیں اور درحقیقت تم جیسا کہتے ہو ہم ویسے ہی تھے لیکن اللہ

---

[1] اس خواب کی اصلیت کے بارے میں کچھ لکھنا مشکل ہے ممکن ہے کہ رستم نے ایسا خواب دیکھا ہو لیکن سوال یہ ہے کہ رستم نے یہ خواب کس سے بیان کیا اور پھر یہ روایت کس کے ذریعہ سے مؤرخوں تک پہنچی اس کے علاوہ ابن اثیر نے ایک دوسرا واقعہ بھی بیان کیا ہے کہ جس کو باور کرنا مقتضائے عقل ہے اور وہ یہ ہے کہ رستم نے ساباط سے کوچ کرنے کے بعد اپنے بھائی بندوں کو مسلمانوں کے چڑھ آنے اور یزدگرد کے مقابلہ پر بھیجنے کے مفصل واقعات لکھے تھے۔ بندوان نے نجوم کے ذریعہ پیشین گوئی کی کہ پانی کو مچھلی نے گندا کر دیا ہے اور شتر مرغ نے خوبصورتی کا جامہ پہن لیا ہے زہرہ کا نحس جاتا رہا ہے اور میزان اعتدال پر ہے میرے نزدیک قوم عرب تم پر اور تم سے جو ملے ہوئے ممالک ہیں ان پر غالب آ جائے گی۔ لڑنا مصلحت کے خلاف ہے جہاں تک ممکن ہو طرح دینا بہتر ہے''۔ یہ ایک ایسا واقعہ ہے جس پر یہ رائے قائم ہو سکتی ہے کہ رستم کا خیال بندوان کی اس تحریر سے بدل گیا ہو اور وہ اس کی ہدایت کی وجہ سے جنگ کرنے سے جی چراتا رہا ہو۔

جل شانہ نے ہم میں اپنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھیجا اس نے ہم کو دین حق کی طرف بلایا۔ جسے ہم نے قبول کر لیا انہوں نے ہم سے وعدہ کیا ہے جو شخص اس دین کو قبول نہ کرے گا اس پر اللہ تعالیٰ ہم کو مسلط کر دے گا اور ہمارے ذریعہ سے وہ اس سرکشی اور بے دینی کا بدلہ لے گا اس لئے اللہ تعالیٰ ہم کو غلبہ و فتح دے گا۔

رستم: تم لوگ اب بھی اقلیت ہو ہماری اس عظیم الشان فوج کے مقابلہ پر کیا آ سکو گے؟

زہرہ: یہ خیال غلط ہے ہم اپنے دین حق کی برکت سے تم پر یقیناً غالب ہو جائیں گے اور جب تک ہم میں سے ایک شخص بھی زندہ ہے تمہارے مقابلے سے منہ نہ موڑے گا۔

رستم: وہ کون سا دین ہے جس کو تم حق کہتے ہو؟

زہرہ: شہادتین (یعنی اشهد ان لا الہ الا اللہ و اشهد ان محمداً رسول اللہ) کو زبان سے کہنا دل سے اس پر اعتقاد رکھنا۔ یہی دین ہے۔

رستم: یہ تو عقائد ہیں اور عملاً کیا کرنا ہوتا ہے؟

زہرہ: شرک اور بت پرستی کا عالم سے دور کرنا' لوگوں کو خلق کی عبادت سے بچا کر اللہ کی طرف بلانا' مخلوق ہونے کی حیثیت سے ہم تم سب برابر ہیں اور ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔ بشرطیکہ ہمارا اور تمہارا دین ایک ہو ورنہ بھائی ہونے کے بجائے تمہارے جانی دشمن ہیں۔

رستم: اگر ہم تمہاری دعوت قبول کر لیں اور تمہارے دین میں داخل ہو جائیں تو کیا تم بغیر جنگ و جدال لوٹ جاؤ گے؟

زہرہ: (خوشی کے لہجہ میں) واللہ ہم بلا جھگڑے واپس چلے جائیں گے!

حضرت ربعی بن عمر کی سفارت: رستم یہ سن کر اپنے خیمے میں آیا اور سرداران لشکر کو طلب کر کے زہرہ سے جو گفتگو ہوئی تھی اس کا تذکرہ کیا۔ سرداران لشکر رستم کی تقریر سن کر اور اس کا رجحان مسلمانوں کی طرف دیکھ کر برافروختہ ہو گئے۔ ترش رو چیں بچیں ہو کر اٹھ کر چلے گئے مجلس درہم برہم ہو گئی اس کے بعد رستم نے حضرت سعدؓ کے پاس کہلا بھیجا "تم ہمارے یہاں کسی سفیر کو بھیج دو جس سے ہم مصالحت کی گفتگو کریں" چنانچہ سعد نے رستم کے پاس ربعی بن عامر کو روانہ کیا اہل فارس نے ان کو قنطرہ میں ٹھہرا کر رستم کو ربعی کے آنے سے مطلع کیا۔ رستم نے اپنے لئے پر تکلف سونے کا تخت اور اس کے چاروں طرف دور دور تک دیبا و حریر کا فرش بچھوایا۔ فرش پر رومی قالینوں کو بچھوا کر تکیوں کو رکھوایا جن کے غلاف زربفت کے اور جھالر موتیوں کے تھے۔ وجیہہ اور خوب رو امراء کو اپنے گرد و پیش حسب مراتب بٹھا کر ربعی کو داخل ہونے کی اجازت دی۔ ربعی پرانی پھٹی ہوئی نیام میں بند تلوار گلے میں لٹکائے ہوئے گھوڑے پر سوار اور ایک ہاتھ میں نیزہ لئے ہوئے فرش کو گھوڑے کی ٹاپوں سے روندتے ہوئے قالین کے فرش تک پہنچے گھوڑے سے اتر کر ایک قالین میں نیزے سے سوراخ کر کے لگام کو اس میں پھنسا دیا اور نیزے کی نوک سے فرش کو پامال کرتے ہوئے چلے۔

رستم اور ربعی کی گفتگو: اہل فارس ان کی ان حرکات کو حقارت سے خاموشی کی حالت میں دیکھتے رہے جب رستم کے

قریب پہنچے لوگوں نے ربعی سے ہتھیار رکھ دینے کے لئے کہا۔ ربعی نے ترش رو ہو کر کہا ''اگر میں بلا طلب تمہارے پاس آتا تو میں ایسا ہی کرتا تم نے مجھے بلوایا ہے اگر مسلح آنے دو تو میں آؤں ورنہ واپس چلا جاؤں'' رستم نے ربعیؓ کو مسلح آنے کی اجازت دے دی۔ یہ حضرت اپنی نوکدار نیزے سے فرش کو خراب کرتے چیرتے پھاڑتے رستم کے تخت تک پہنچے اور رستم کے برابر تخت پر بیٹھنے کا قصد کیا لیکن حاضرین نے روکا۔ ربعی نے کہا ''میں تمہارے بلانے سے آیا ہوں جہاں میں بیٹھنا چاہتا ہوں بیٹھنے دو ورنہ میں چلا جاؤں مجھ کو تمہارے پاس آنے کی کوئی غرض نہ تھی ہمارے مذہب میں اس کی سخت ممانعت ہے کہ ایک شخص معبود ہو کر بیٹھے اور باقی انسان بندے ہو کر پائیں میں کھڑے یا بیٹھے رہیں''۔ رستم نے حاضرین کو منع کر دیا کہ کوئی شخص اس کے کسی فعل وحرکت پر معترض نہ ہو لیکن خود ربعی کچھ سوچ کر تخت سے اتر آئے اور ایک قالین کو نیزے سے پھاڑ کر زمین پر بیٹھ گئے اور رستم سے مخاطب ہو کر کہا ''ہم تمہارے اس پر تکلف مصنوعی فرش پر نہیں بیٹھتے (زمین کی طرف اشارہ کر کے) اللہ تعالیٰ کا بچھایا ہوا یہ فرش ہمارے لئے کافی ہے''۔ رستم نے ترجمان کے ذریعہ سے دریافت کیا ''تم کس وجہ سے یہاں آئے ہو''۔

ربعی: اللہ جل شانہ نے ہم کو دنیا میں اس غرض سے بھیجا ہے کہ ہم اس پر بسنے والے بندوں کو دنیا کی تنگی سے وسعت اور آخرت کی ہمہ گیری کی طرف متوجہ کریں اور باطل دینوں کے ظلم سے بچا کر عدل اسلام کی جانب لائیں ہم اس کے دین کو خلق کے سامنے پیش کرتے ہیں پس جو شخص اس کو قبول کرے گا ہم اس پر اور اس کے ملک پر معترض نہ ہوں گے۔ لیکن جو شخص اسلام سے انکار کرے گا اس سے ہم اس وقت تک لڑتے رہیں گے جب تک ہم جنت میں نہ پہنچ جائیں یا فتح مند نہ ہو جائیں۔

رستم: کیا تم ہم کو مہلت دے سکتے ہو؟ اور کیا اس کام کو چند دن کے لئے ملتوی کر سکتے ہو؟ تاکہ ہم تمہارے خیالات پر غور کریں''۔

ربعی: ''ہاں ایک دن یا دو دن''۔

رستم: نہیں اتنی مہلت دو کہ ہم اپنے روسا ملک اور ارکین سے اس معاملہ میں خط و کتابت کر سکیں''۔

ربعی: یہ نہیں ہو سکتا ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہم اپنے دشمنوں کو تین دن سے زیادہ مہلت نہ دیا کریں ان تین دن میں غور کر کے یا تو اسلام قبول کر لو تاکہ ہم تم کو اور تمہارے ملک کو چھوڑ کر چلے جائیں یا پھر جزیہ دینا منظور کر لو پس ہم اس کو قبول کر لیں گے اور تم پر معترض نہ ہوں گے اور جب کبھی تم کو ہماری ضرورت ہو گی ہم تمہاری مدد کریں گے اور تمہارے جان و مال کی حفاظت کریں گے لیکن اگر ان دونوں امور میں سے کسی ایک کو بھی قبول نہ کرو گے تو چوتھے روز ہم تم سے لڑیں گے اور ان شاء اللہ تعالیٰ ہم تم کو زیر کریں گے اور یہی ہمارا اور ہمارے کل ساتھیوں کا قول و قرار ہے''۔

رستم: کیا تم مسلمانوں کے سردار ہو؟

ربعی: نہیں لیکن سارے مسلمان ایک جسم کی مثل ہیں ہم میں سے ہر متنفس ہر امر میں مختار و مجاز ہے۔ ہم میں اعلیٰ ادنیٰ کا کوئی امتیاز نہیں۔ ادنیٰ اعلیٰ کی طرف اسے اجازت دے سکتا ہے'' رستم اور اس کے افسران فوج ربعی کی اس تقریر سے دنگ ہو گئے اور ایک سکتہ کی حالت میں تھوڑی دیر تک بیٹھے رہے بعد ازاں رستم نے ربعی کی تلوار دیکھ کر کہا ''اس کی نیام بہت بوسیدہ ہے غالباً تلوار بھی ایسی ہی ہو گی'' ربعی تلوار نیام سے کھینچ کر بولے ''نیام اس کی بوسیدہ ضرور ہے لیکن میں نے اسے سان پر ابھی

رکھوایا ہے''۔ پھر رستم نے ربعی کا نیزہ اٹھالیا اور اس کا پھل دیکھ کر طنزاً بولا ''اس کا پھل بہت چھوٹا ہے لڑائی میں کیا کام دیتا ہوگا''۔ ربعیؓ نے بے پروائی سے جواب دیا پھل اس کا چھوٹا ضرور ہے لیکن سیدھا دشمن کے سینے میں تیر جاتا ہے' کیا تم نے نہیں دیکھا کہ آگ کی ایک چھوٹی چنگاری ایک شہر کو جلا دینے کو کافی ہوتی ہے''۔

حضرت ربعی بن عمر کی واپسی: تھوڑی دیر تک ربعی اور رستم میں اسی قسم کی نوک جھونک ہوتی رہی۔ پھر ربعی اس بے تکلفی سے اٹھ کر نیزے کو ٹیکتے ہوئے اپنے گھوڑے کے پاس آئے اور سوار ہو کر اپنے لشکر گاہ میں پہنچ گئے۔ رستم نے ربعی کے واپس ہونے کے بعد ایک مجلس خاص میں اراکین سلطنت اور افسران فوج کو جمع کر کے کہا: ''تم لوگوں نے دیکھا کہ کس بے باکی سے وہ عربی نژاد شخص باتیں کر رہا تھا''۔ ان میں سے ایک نے کہا ''وہ بہت بد تہذیب' وحشی' غیر تربیت یافتہ تھا پوشاک دیکھی اونٹ کا جھول پہنے ہوئے تھا تمام قالینوں کو خراب کر ڈالا''۔ دوسرے نے جواب دیا ''ارے صاحب اس نے ایک قالین کو درمیان سے پھاڑ کر گھوڑے کی راس اس میں باندھ دی تھی''۔ تیسرا بول اٹھا ''یہ کیا لڑیں گے تلوار کی نیام تک تو درست نہیں نیزے میں صرف دو انگل کا پھل ہے اس سرے سے اس سرے تک صرف ایک بانس کی بدشکل لکڑی ہے۔ رستم کو ان لوگوں کی یہ باتیں پسند نہ آئیں جھلا کر بولا ''تم لوگ صورت وشکل کی طرف دیکھتے ہو' تف ہے تمہاری عقل پر! اس کی رائے اور گفتگو دیکھو۔ اس کے خیالات پر غور کرو کس قدر دوررس اور بے باکی سے باتیں کرتا تھا''۔

حضرت حذیفہ بن محصن کی سفارت: دوسرے دن رستم نے پھر ربعی کو بلوا بھیجا۔ حضرت سعدؓ نے بجائے ان کے حذیفہ بن محصن کو روانہ کیا۔ چنانچہ حذیفہ بن محصن بھی اسی طور طریقہ سے رستم کے پاس گئے۔ جس طرح ربعی گئے تھے لیکن یہ اپنے گھوڑے سے نہ اترے۔ فرش روندتے ہوئے رستم کے قریب پہنچے اور اسی انداز سے گفتگو وکلام کیا جیسا کہ ربعی نے کیا تھا رستم نے دریافت کیا ''کیا سبب ہے کہ آج تم بھیجے گئے ہو کل والے صاحب نہیں آئے''۔ حذیفہ نے جواب دیا ''ہمارا امیر! گرم ونرم آدمیوں کو بھیج کر عدل کرتا ہے کل ان کی باری تھی آج میری ہے'' پھر رستم نے پوچھا' ہم کو مہلت کتنے دنوں کی دے سکتے ہو؟'' حذیفہ نے کہا ''آج سے تین دن کی'' رستم یہ سن کر خاموش ہو گیا۔ حذیفہ نے اپنے گھوڑے کی باگ اٹھائی اور اسلامی لشکر گاہ میں جا پہنچے۔

رستم کو حذیفہ کی تیزی اور حاضر جوابی نے تعجب میں ڈال دیا' تھوڑی دیر تک اس غور وفکر میں رہا کہ ''عرب سے لڑنے کی بابت کیا کرنا چاہیے؟ یزدگرد کا حکم جنگ کرنے کا ہے اور یہ لوگ بھی بغیر لڑے یا جزیہ لئے واپس نہ جائیں گے''۔ جب اس کے دل ودماغ نے کچھ فیصلہ نہ کیا تو اپنے اراکین لشکر سے مخاطب ہو کر کہا ''یہ لڑائی نہایت خطرناک ہے ان میں سے ہر شخص جان دینے پر تیار ہے بہتر ہوگا کہ ان کا دین قبول کر لیا جائے یا جزیہ دینا منظور کیا جائے''۔ حاضرین بولے ''توبہ توبہ! ان احمقوں کا دین اس قابل ہے کہ ہم لوگ قبول کریں؟ اب ان کی یہ شان ہے کہ ہم ان کو خراج دیں؟ جن کو ہم بدترین مخلوق سمجھتے ہیں' آپ مطلق متردد نہ ہوں پہلی ہی جنگ میں ان کا خاتمہ ہو جائے گا۔ قاعدہ ہے کہ جب چیونٹی کی موت کے دن آتے ہیں تو اس کے پر نکل آتے ہیں''۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ کی سفارت: رستم ان کی یہ جہالت آمیز تقریر سن کر خاموش ہو گیا اگلے دن پھر سعد کے لشکر سے ایک آدمی کو صلح کی گفتگو کرنے کے لئے بلوایا۔ اس مرتبہ مغیرہ بن شعبہ گئے اور کمال دلیری سے رستم کے تخت پر چڑھ کر اس کے برابر بیٹھ گئے۔ حاضرین نے ان کو تخت سے اتار دیا مغیرہ نے کہا ''واللہ ہم نے تم سے زیادہ نادان قوم دنیا میں نہیں دیکھی ہم لوگ عرب ہیں ایک دوسرے کی عبادت نہیں کرتے۔ تم لوگ عجیب احمق ہو کہ ایک کو تم نے معبود بنا کر تخت پر بٹھا دیا ہے تم مجھے بتاؤ کہ تم لوگوں میں بعض معبود اور بعض بندے ہیں' تم نے مجھے بلوایا ہے۔ میں تمہارے بلانے پر آیا' تم نے میرے ساتھ یہ برتاؤ کیا کہ تم نے مجھے تخت سے اتار دیا' اس سے میں سمجھتا ہوں کہ تم لوگ ضرور مغلوب ہو گے۔ واللہ کوئی بادشاہ اس نخوت پر بادشاہی نہیں کر سکتا اور نہ ایسی قوم کبھی سرسبز ہو سکتی ہے جو اپنے بادشاہ کو خدا بنائے''۔ مغیرہ کی اس تقریر کو سن کر چھوٹی حیثیت اور کم مرتبہ والے حاضرین نے دل ہی دل میں تصدیق کی۔ لیکن امراء و رؤساء نے حقارت کی نگاہوں سے دیکھ کر کہا ''اللہ اس کو موت دے جو ہماری تحقیر کرتا ہے''۔

دولت کی پیشکش: اس کے بعد رستم نے فارس اور اہل فارس کی عظمت' یزدگرد کی سطوت' حکومت اور اہل عرب کی تنگی معیشت' ناداری اور نیم وحشی ہونے پر طولانی تقریر کرتے ہوئے کہا ''تم لوگ مفلوک الحال تھے اور قحط کے دنوں میں ہم سے مدد چاہتے تھے ہم تم کو کھجوریں اور جو دیتے اور تمہارے امیروں کو کپڑے' خچر' زر و مال دیتے تھے اور تم میں سے جو جس قدر اٹھا کر لے جا سکتا تھا' اس کو اسی قدر کھجوریں اور غلہ لے جانے کی اجازت تھی۔ اس وجہ سے ہماری غیرت و حمیت تمہارے قتل کرنے پر آمادہ نہیں ہوتی۔ اب جو کچھ ہوا سو ہوا اب بہتر یہی ہے کہ تم لوگ لوٹ جاؤ ہم تم کو اور تمہارے امیر کو مویشی' غلہ' کپڑے' روپیہ خاطر خواہ دیں گے۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ کا خطبہ: مغیرہ یہ سن کر اٹھ کھڑے ہوئے اور پہلے انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کی۔ پھر رستم و حاضرین کی طرف مخاطب ہو کر کہا ''تم نے جو اہل عرب کی تنگی معیشت' فاقہ مستی' تہی دستی کا حال بیان کیا وہ سب صحیح اور درست ہے ہم کو یہ سب معلوم ہے اور ہم اس سے انکار نہیں کرتے۔ دنیا کا دستور یہی ہے کہ آج تنگی ہے تو کل فراخی ہو گی آج اگر عشرت ہے تو کل عسرت ہو گی' اگر تم لوگ اس کا شکر ادا کرتے جو تم کو حاصل ہے تو اللہ تعالیٰ تم سے راضی ہو جاتا بلکہ تمہارا یہ شکر اس سے کم ہوتا جو تم کو حاصل ہے لیکن چونکہ تم نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کیا۔ اس لئے کفران نعمت اور ناشکری کا وبال تم پر نازل ہو گا۔ بے شک اللہ جل شانہ نے ہم میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا جس نے ہم کو راہ راست کی ہدایت کی اور کفار اور مشرکین اور بت پرستوں پر جہاد کرنے کا حکم دیا تم کو اختیار ہے چاہے اسلام قبول کر لو تو ہم تم کو اپنا بھائی بنا لیں گے اور تمہارے ملک کو چھوڑ کر دوسری طرف چلے جائیں گے یا جزیہ دینا اختیار کرو اور اگر یہ دونوں باتیں منظور نہ ہوں تو لڑو''۔ پھر کچھ سوچ کر کہا ''بات یہ ہے کہ ہمارے نوجوانوں نے تمہارے یہاں کے کھانوں کا مزہ چکھ لیا ہے اب ان کو تمہارا ملک لئے بغیر صبر نہیں آئے گا''۔ رستم یہ تقریر سن کر ضبط نہ کر سکا بے تاب ہو کر بولا ''اگر تم اسی جستجو و خیال میں مارے جاؤ؟'' مغیرہ نے ہنس کر جواب دیا ''جو شخص ہم میں سے مارا جائے گا جنت میں داخل ہو گا اور جو لوگ ہم میں سے باقی رہ جائیں گے وہ فتح یاب اور غالب ہوں گے''۔ رستم اس جواب سے طیش میں آ گیا اور قسم کھا کر کہنے لگا ''اب میں ہر

گز صلح نہ کروں گا جب تک تم سب کو قتل نہ کرلوں گا'' مغیرہ اپنے لشکر میں واپس آ گئے۔ اس کے بعد رستم نے اہل فارس کو جمع کر کے صلح کی بابت مشورہ کیا اور جنگ کے انجام سے ڈرایا لیکن اہل فارس نے بہ اتفاق رائے لڑائی کو پسند کیا اور اسی رائے پر مصر ہوئے۔

رستم کو دعوت اسلام: اس کے دوسرے دن اتمام حجت کے لئے حضرت سعد نے ایک شخص کو بغرض دعوت اسلام رستم کے پاس بھیجا۔ رستم نے حسب عادت پہلے عربوں پر اپنے احسانات جتائے پھر ان کو مال و زر دینے کا اقرار و وعدہ کیا۔ آخر اس قاصد کے ناکام واپس آنے پر طرفین سے اعلان جنگ ہو گیا۔ رستم نے حضرت سعد کے پاس کہلا بھیجا کہ تم ہماری طرف آ ؤ گے یا ہم تمہاری طرف آ کر حملہ آور ہوں؟ حضرت سعد نے جواب دیا ''تم ہماری طرف آ ؤ''۔ رستم کو یہ جواب شام کے وقت ملا اس نے پل کی طرف رخ کیا لیکن چونکہ حضرت سعد نے اس خطرے کو پہلے ہی تاڑ لیا تھا اس لئے اپنے چند آدمیوں کو پہلے ہی پل کی محافظت پر متعین کر دیا تھا۔ انہوں نے حضرت سعد کو اس سے آگاہ کیا۔ حضرت سعد نے رستم کے پاس پیام بھیجا تم پل کی طرف رخ نہ کرو' ہم نے اس پر قبضہ کر لیا ہے' ہم اس کو خالی نہیں کریں گے''۔ رستم یہ سن کر عتیق میں ٹھہر گیا صبح ہونے تک بانس' مٹی وغیرہ کافی مقدار سے جمع کر کے پل باندھنا شروع کر دیا دوپہر سے قبل ہی پل بندھ کر تیار ہو گیا رستم مع لشکر فارس دریا عبور کر کے تخت زرین پر بیٹھا اور لشکر کی ترتیب میں مصروف ہوا۔ جنگی ہاتھیوں میں سے نصف کو مع سفید ہاتھی' قلب میں اور نصف میں سے ایک نصف کو میمنہ میں دوسرے نصف کو میسرہ میں رکھا۔ جالینوس' رستم' میمنہ کے وسط میں اور فیرزان' میسرہ اور اس کے درمیان میں تھا۔ یزدگرد نے مدائن سے قادسیہ تک تھوڑے تھوڑے فاصلے پر خبر رسانی کی غرض سے ڈاکیوں کو مقرر اور متعین کر دیا تھا تاکہ قادسیہ میں رستم پر جو واقعہ گزرے یا جو کچھ وہ کرے اس کی اطلاع فوراً اور بہ آسانی یزدگرد کو ہو جائے اس زمانے میں یہ خبر رسانی کا یہ آسان طریقہ نکالا گیا تھا۔

حضرت سعد کی علالت: رستم کو ترتیب لشکر میں مصروف دیکھ کر مسلم افواج نے بھی تیاری شروع کر دی۔ حضرت سعد بن ابی وقاص ان دنوں پھوڑوں اور عرق النساء کی بیماریوں میں مبتلا تھے۔ اس وجہ سے گھوڑے پر چڑھنا تو درکنار اٹھ کر بیٹھ بھی نہ سکتے تھے بدرجہ مجبوری قصر پر چڑھ گئے جو قادسیہ میں ان کے پہنچنے سے پہلے بنا ہوا تھا اور ایک بوریئے پر سینہ کے بل بیٹھ گئے بعض لوگوں[1] نے حضرت سعد کی اس خانہ نشینی پر اعتراض شروع کیا۔ حضرت سعد یہ سن کر باہر آئے پھوڑوں اور زخموں کو دکھلایا اس کے بعد

---

[1] طعنہ زنوں میں سے کسی نے یہ دو شعر کہے تھے

نقاتل حتی انزل اللّٰہ نصرہ و سعد بباب القادسیۃ معصم

فابنا و قد امت انساء کثیرہ و نسوۃ سعد لیس فیھن ایم

یعنی ''اللہ کی مدد آنے تک اعدائے دین سے لڑتے رہیں گے۔ حضرت سعد چاہے دروازۂ قادسیہ میں چھپے رہیں لیکن ہم ایسی حالت میں واپس ہوں گے کہ بہت سی عورتیں بیوہ ہو گئی ہوں گی لیکن سعد کی عورتوں میں سے کوئی بیوہ نہ ہو گی''۔ ان اشعار کو سن کر کر حضرت سعد قصر سے باہر آ گئے اور لوگوں کو جمع کر کے اپنے مرض کو بتلایا اور زخموں کو دکھلایا تھا۔ اپنی مجبوری بیان کی۔ مرض کو بتلایا زخموں کو دکھلایا۔

دوسری روایت سے بالتفصیل معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سعد باقاعدہ فوج کو لڑا رہے تھے عساکر سلام کی قیادت حضرت سعد ہی کے ہاتھ میں تھی۔ حسب ضرورت احکام کاغذ پر لکھ کر گولی بنا کر فوج کے افسروں کی طرف پھینکتے تھے۔

لوگوں کی طعنہ زنی بند ہوگئی۔ حضرت سعدؓ نے خالد بن عرفطہ کو اپنا نائب مقرر کیا اور جن لوگوں نے باوجود عذر صحیح ہونے کے اپنی طعنہ زنی بند نہ کی ان کو اپنے قصر میں قید کر دیا ان میں سے ایک ابو محجن ثقفی تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ ان کو شراب نوشی کے جرم میں قید کیا تھا اس کے بعد نہایت فصیح و بلیغ خطبہ دیا اور لوگوں کو جہاد پر ابھارا۔ اللہ تعالیٰ کے انعامات اور وعدوں کو یاد دلایا اور سب کو اس سے مطلع کیا کہ خالد بن عرفطہ کو اپنا قائم مقام بنایا ہے۔ پھر چند اصحاب رائے اور جنگ آزمودہ اشخاص کو لشکر کی صفوں میں گھوم کر جہاد جنگ پر ابھارنے کے لئے بھیجا۔ منجملہ ان کے مغیرہ، حذیفہ، عاصم، طلیحہ، قیس، غالب و عمرو شامل تھے اور شعراء میں شماخ، حطیہ عبدی، عبدة بن الطیب (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) شریک تھے۔ یہ لوگ مسلم افواج کی صفوں میں گشت کر کے مجاہدین اسلام کو جہاد پر ابھارنے لگے۔ قاریوں نے حضرت سعد کے حکم سے سورۂ انفال پڑھنا شروع کی۔ تمام لشکر میں ایک عالمگیر جوش پھیل گیا سب کی آنکھیں طیش سے سرخ ہوگئیں دل میں سکون اور اس کے ساتھ انعام و جنگ کا جوش پیدا ہوگیا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص کا خطبہ: حضرت سعد نے امراء لشکر سے مخاطب ہو کر فرمایا ''اے غازیانِ اسلام اپنے اپنے مورچے اور مقامات پر پہاڑ کی طرح جمے رہنا اور جب متحرک ہو تو دریا کے پر جوش سیلاب کی طرح جنبش کرنا میں نماز ظہر کے بعد پہلی تکبیر کہوں گا تم لوگ بھی تکبیر کہنا اور لشکر کی صفوں کو درست کر کے مستعد ہو جانا اور جب دوسری تکبیر سنو تو تم بھی تکبیر کہنا اور مسلح ہو کر نوک دار نیزوں کو دشمنوں کے سینوں میں پیوست کرنے کے لئے سامنے کر لینا اور شمشیر بکف ہو جانا۔ پھر جب تیسری تکبیر کی آواز تمہارے کانوں تک پہنچے تو اپنے اپنے لشکر کو موقع موقع سے لے جا کر لڑائی پر تل جانا۔ چوتھی تکبیر کو سنتے ہی دفعتہً تکبیر کہتے ہوئے اعدائے دین کی صفوں میں گھس پڑنا اور لاحول ولا قوۃ کہہ کر دست بدست لڑنے لگنا''۔ پس جب سعدؓ نے تیسری تکبیر کہی تو لشکر اسلام سے لڑنے[1] والے نکلے اور ان کے مقابلے پر کار آزمودہ سوار آئے۔ پہلے نیزہ بازی ہوتی رہی پھر تلوار کے ہاتھ چلنے لگے۔ دلاوران عرب رجزیہ اشعار پڑھتے اور لڑنے والوں پر حملہ کرتے تھے۔

ہرمز کی گرفتاری: پہلا جو شخص اس لڑائی میں گرفتار کیا گیا ہے۔ وہ شاہزادگان فارس سے ہرمز نامی ایک شاہزادہ تھا۔ اس کو غالب بن عبداللہ اسدی میدان جنگ سے قید کر کے سعد کے پاس لائے اور پھر لوٹ کر لڑنے چلے گئے۔ اس اثناء میں ایک دوسرے شہسوار لشکر فارس سے نکل کر میدان میں آیا۔ عمرو بن معدی کرب نے صف لشکر سے نکل کر گھوڑے سے اٹھا کر زمین پر

---

[1] ابن اثیر نے لکھا ہے کہ تیسری تکبیر کو سنتے ہی لشکر اسلام سے سب سے پہلے غالب بن عبداللہ اسدی رجز پڑھتے ہوئے نکلے۔ لشکر فارس سے ہرمز آیا یہ زرین تاج پہنے ہوئے تھا۔ فارس کے مشہور ملوک سے تھا اس کو غالب نے آنے کے ساتھ ہی گرفتار کر لیا اور سعد کے پاس پہنچا کر واپس گئے۔ پھر عاصم نے بھی رجز پڑھتے ہوئے میدان میں آ کر لڑنے والے کو طلب کیا اہل فارس سے ایک سوار نکل کر آیا عاصم نے اس پر نیزہ کا وار کیا اس نے ان کے نیزہ کو سپر پر روک لیا عاصم نے دوسرے ہاتھ سے تلوار کھینچ کر حملہ کیا۔ حریف مقابل جان بچا کر میدان جنگ سے بھاگا عاصم نے تعاقب کیا اور صف لشکر فارس سے گرفتار کر لائے۔ یہ لشکر فارس کے باورچی کا مہتمم تھا اس کے پاس کچھ کھانے کی چیزیں تھیں جن کو صرف مورچہ والوں نے جو سامنے تھے کھایا۔ عاصم کی یہ دلیری دیکھ کر فارس سے ایک شخص چاند کا گرز لئے جڑاؤ تاج پہنے گھوڑے کو کداتا ہوا نکلا لشکر اسلام سے عمرو بن معدی کرب مقابلہ پر آئے۔ اس نے ان پر گرز چلایا انہوں نے اس کے وار کو خالی دے کر کمر میں ہاتھ ڈال کر اٹھا لیا اور اپنے آگے گھوڑے پر بٹھا کر لائے اس کے بعد رستم نے ہاتھیوں کو بڑھنے کا حکم دیا اور اسی وقت سے جنگ مغلوبہ شروع ہوگئی۔

پٹک دیا اور اس کے بعد سینہ پر چڑھ کر ذبح کر ڈالا۔ خود زرہ آلات حرب جو کچھ تھا لے لیا۔

واقعات جنگ: رستم نے لڑائی کا عنوان بدلا ہوا دیکھ کر جنگ مغلوبہ شروع کر دی دفعۃً ہاتھیوں کو مسلمانوں کی طرف بڑھایا۔ بجیلہ نے نہایت مردانگی سے ان کا مقابلہ کیا۔ سعد نے بنی اسد کو بجیلہ کی کمک کا حکم دیا۔ طلیحہ بن خولید اور جمال بن مالک نے ہاتھیوں کے بڑھتے ہوئے حملے کے سیلاب کو روک دیا۔ پھر طلیحہ کی طرف ایک نامی سپہ سالار فارس حملہ کرتا ہوا بڑھا طلیحہ نے لپک کر ایک وار سے اسے صاف کر دیا۔ اشعث بن قیس نے بنو اسد کو لڑتے دیکھ کر کندہ سے مخاطب ہو کر کہا ''اے گروہ کندہ کیا ناموری اور مردانگی کا سہرہ بنی اسد کے سر پر باندھا جائے گا؟ اللہ تعالیٰ ان کو اجر دے کیا مردانگی دکھا رہے ہیں! دیکھو اس وقت عرب کی ہر قوم اپنے مورچہ سے حرکت کر چکی ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ تم نے اس وقت تک اپنی جگہ سے جنبش بھی نہیں کی اشعث یہ کہہ کر آگے بڑھے ان کے بڑھنے کے ساتھ ہی کندہ نے بھی حرکت کی اور فارس کے انبوہ کثیر کو جو بجیلہ و بنی اسد کو گھیرے ہوئے لڑ رہا تھا پیچھے ہٹا دیا۔ رستم نے اشارے سے کل لشکر کو مجموعی قوت سے حملہ کرنے کا حکم دیا۔ جس میں ذوالحاجب و جالینوس بھی تھا اس کے بعد سعدؓ نے چوتھی تکبیر کہی جس آواز کے سننے سے کل افواج قاہرہ اسلامیہ نے بھی تکبیر کہتے ہوئے قدم آگے بڑھائے۔ بنی اسد قدم جمائے ہوئے لڑ رہے تھے اور جنگ و جدال کی چکی چل رہی تھی۔ فریقین کی فوجیں ایک دوسرے میں خلط ملط ہو گئی تھیں۔

معرکہ یوم الرماۃ: جنگی ہاتھیوں نے مسلمانوں کے میمنہ و میسرہ پر حملہ کیا اسلامی سواروں کے گھوڑے ان کالے کالے پہاڑوں کو دیکھ کر بدک کر بھاگے عاصم بن عمرو نے سعد کے حکم سے تیر اندازوں کو ہاتھیوں اور ان کے سواروں پر تیر اندازی کا حکم دیا۔ خود عاصم نے نیزہ لے کر ہاتھیوں پر حملہ کیا ان کی دیکھا دیکھی اور لوگوں نے بھی ہاتھیوں کے سونڈوں پر حملہ کیا۔ تیر اندازوں نے ایسے تیر برسائے کہ ان کے سواروں کو جواب دینے کا موقع نہ ملا۔ اکثر ان میں سے منہ کے بل اوندھے گر پڑے جو باقی رہے ان کو مجبوراً پیچھے ہٹنا پڑا شام تک یہ لڑائی اسی انداز میں جاری رہی۔ بالآخر رات نے اپنے سیاہ دامن میں دن کی روشنی کو چھپا لیا۔ فریقین نے اپنی چمکتی ہوئی تلواروں کو نیام میں کر کے میدان جنگ سے اپنے اپنے لشکر گاہ کی طرف مراجعت کی اس لڑائی کا نام یوم الرماۃ ہے۔ محرم ۱۴ھ میں دوشنبہ کے دن یہ لڑائی ہوئی تھی۔

صبح کو بعد نماز فجر حضرت سعد نے شہداء[1] کو دفن کرایا زخمیوں کو عورتوں کے سپرد کر دیا وہ ان کی تیمارداری میں مصروف ہوئیں اور حضرت سعدؓ نے ترتیب لشکر کی طرف توجہ کی اس اثناء میں دور سے ایک گرد نمایاں ہوئی اور گھوڑوں کی ہنہناہٹ سے میدان گونجنے لگا تھوڑی دیر کے بعد جب گرد چھٹی تو لشکر عراق کا نشان دکھائی دیا جو شام میں لڑ رہا تھا اور فاروق اعظمؓ نے بعد فتح دمشق اس کی واپسی کا حکم دیا تھا۔ اس لشکر پر ابوعبیدہ نے ہاشم بن عتبہ کو امیر مقرر کر کے روانہ کیا تھا۔ مقدمۃ الجیش پر قعقاع بن عمرو تھے۔ ان کے ہمراہ ایک ہزار فوج تھی انہوں نے بیس بیس آدمیوں کی ایک ایک ٹکڑی قائم کی تھی اور ہر

---

[1] ابن اثیر نے لکھا ہے کہ لشکر اسلام کے مقتولوں کی تعداد پانچ سو تھی ان شہداء کو سعد نے قادسیہ کے مشرق عذیب اور عین الشمس کے مابین ایک وادی میں دفن کرایا تھا۔

ایک پر جداگانہ افسر مقرر کر کے ایک کو دوسرے سے اس قدر فاصلہ پر رکھا تھا کہ ایک دوسرے کو دیکھ نہ سکتا تھا۔

قعقاع کی آمد: دوسرے دن لڑائی چھڑنے سے پہلے قعقاع کی فوجیں آنی شروع ہو گئیں۔ قعقاع نے حاضر ہو کر سعد کو سلام کیا' شام سے لشکر عراق کے واپس آنے کی خوشخبری سنائی اور اجازت لے کر میدان جنگ میں لڑنے کو نکل گئے۔

ذوالحاجب فیرزان اور بندوان کا خاتمہ: لشکر فارس سے ذوالحاجب مقابلہ پر آیا قعقاع نے پہچان لیا اور شہداء جسر کو یاد کر کے کمال مردانگی سے حملہ کیا تھوڑی دیر تک لڑتے رہے آخر میں قعقاع نے نیزہ چھوڑ کر تلوار کھینچ لی اور اس تیزی سے وار کرنا شروع کیا کہ ذوالحاجب جوابی حملہ نہ کر سکا آخر کار قعقاع نے اس کو قتل کر ڈالا۔ اس کے قتل سے جس قدر لشکر اسلام میں خوشی سے اللہ اکبر کے نعرے بلند ہوئے اس سے بدرجہا زیادہ لشکر فارس میں رنج و غم کا اظہار کیا گیا۔ پھر قعقاع نے جوش مسرت سے ایک چکر لگا کر لڑنے والے کو طلب کیا لشکر فارس سے فیرزان اور بندوان نکل کر آئے قعقاع نے فیرزان کی طرف قدم بڑھایا۔ بندوان نے ان پر پیچھے سے حملہ کرنے کا قصد کیا اتفاقاً حرث بن ظبیان ابن الحرث بن تیم اللات کی نظر پڑ گئی صف لشکر سے جھپٹ کر بندوان کے سر پر پہنچ گئے قعقاع نے فیرزان کو اور بندوان کو حرث نے اسی جگہ پر ڈھیر کر دیا۔

قعقاع کی جنگی چال: قعقاع نے اس لڑائی میں ایک چالاکی کی کہ دس دس اونٹوں کو ایک ایک قطار میں کر کے ان پر جھولیں ڈال دی تھیں اور ان پر بڑے بڑے ہوشیار تیر اندازوں کو بٹھا کر لشکر فارس کے سواروں پر حملہ کرنے کو کہا تھا اور ان کے گرد و پیش سواروں کو رکھا تھا چنانچہ قعقاع کی یہ تدبیر کارگر ہوئی سواران فارس کے گھوڑے ان مصنوعی ہاتھیوں کو دیکھ کر بے قابو ہو کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ سواران فارس نے ان کو پھیرنے کی چند کوشش لیکن بے سود تھی۔ اہل فارس کو ان مصنوعی ہاتھیوں سے اس سے زیادہ نقصان پہنچا جس قدر مسلمانوں کو اصلی ہاتھیوں سے برداشت کرنا پڑا تھا۔ قعقاع نے اس معرکہ میں تیس حملے پیہم کئے اور ہر حملے میں ان کے بڑے بڑے سرداروں کو قتل کیا۔ سب سے آخر میں جو شخص ان کے ہاتھ سے مارا گیا وہ بزرجمہر ہمدانی تھا۔ سیستان کا شہزادہ براز اعور بن قطبہ کے ہاتھ سے مارا گیا دوپہر تک لڑائی کا یہی رنگ رہا۔ لشکر فارس کا کوئی شہسوار باقی نہ رہا کہ جو میدان جنگ میں آیا ہو اور قعقاع نے اس کو قتل نہ کیا ہو۔ دوپہر کے بعد جب اہل فارس قعقاع کے مقابلے پر جانے میں پس و پیش کرنے لگے تو رستم نے مجموعی قوت سے حملہ کرنے کا حکم دیا۔

معرکہ یوم اغواث: ایک طرف سے اہل فارس نے یورش کر کے لشکر اسلام کو محاصرے میں لینے کا قصد کیا۔ دوسری طرف سے افواج قاہرہ اسلامیہ نے اپنی چمکتی ہوئی تلواروں کے جوہر دکھانے شروع کر دیئے۔ نصف شب تک لڑائی نہایت زور و شور سے جاری رہی۔ فارس کے نامی گرامی سردار مارے گئے مسلمانوں کی طرف سے تقریباً ایک ہزار آدمی شہید و مجروح ہوئے اور لشکر فارس کے دس ہزار سپاہی مارے گئے۔ حضرت سعد نے شہداء کو جمع کر کے دفن کرایا زخمیوں کو میدان جنگ سے اٹھا کر علیحدہ خیموں میں لائے جو اس کام کے لئے نصب کئے گئے تھے اور انہیں عورتوں اور لڑکوں کے سپرد کر دیا۔ فارس کے مقتولوں کی لاشیں میدان جنگ میں یوں ہی پڑی رہیں نہ ان پر کوئی نوحہ خوانی کرتا تھا اور نہ ان کی تجہیز و تکفین کی کسی کو پرواہ تھی۔ حالت یہ تھی کہ مردار خور پرند بھی ان ناپاک لاشوں پر نہیں آتے تھے۔ لشکر فارس کی یہ کیفیت تھی کہ سب کے منہ پر

ہوائیاں چھوٹ رہی تھیں لڑائی ختم ہونے پر اپنے اپنے خیموں میں نڈھال پڑے تھے نہ ان میں وہ جوش باقی رہ گیا تھا جو اس سے پیشتر تھا اور نہ ان کو اپنے مقتول سپاہیوں کے انتقال کا کچھ خیال تھا۔ برعکس ان کے اسلامی لشکر کا جوش کا وہی حال تھا۔ ہر فرد بشر کے چہرے پر بشاشت کے آثار نمایاں تھے عورتیں اور لڑکے خوشی سے اپنے زخمیوں کی تیمارداری کر رہے تھے اور جو صحیح وتندرست تھے وہ شوق جنگ میں بے تاب[1] ہوئے جاتے تھے اس دوسرے دن کی لڑائی کو یوم اغواث کہتے ہیں۔

معرکہ یوم عماس: تیسرے معرکہ کا نام یوم عماس ہے قعقاع نے عساکر اسلامی سے رات ہی کو کہہ رکھا تھا کہ چند رسالے مورچے سے باہر شام کی طرف اسی وقت چلے جائیں اور صبح ہوتے ہی سو سوار گھوڑا اڑاتے ہوئے میدان جنگ میں آئیں۔ اس طرح پے در پے ان سواروں کی فوج آتی رہے۔ چنانچہ صبح ہوتے ہی پہلا رسالہ میدان جنگ میں آیا۔ مسلمانوں نے جوش مسرت سے نعرہ اللہ اکبر بلند کیا اور غل پڑ گیا کہ شام سے امدادی فوج آ گئی ان کے پہنچنے کے ساتھ ہی حملہ ہوا۔ حسن اتفاق سے کہ ابھی رسالہ نہ آنے پایا تھا کہ ہاشم بن عتبہ سات سو سواروں کو لیے ہوئے آ پہنچے جن کو ابو عبیدہ نے شام سے امداد کی غرض سے بھیجا تھا انہوں نے اپنے ہمراہی سواروں کو ستر ستر آدمیوں پر تقسیم کر کے یکے بعد دیگرے میدانِ جنگ میں آنے کا حکم دیا۔ صبح سے شام تک تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد سواران اسلام کے رسالے یکے بعد دیگر میدان میں آتے رہے اور ہر ایک کے آنے پر اللہ اکبر کے شور سے سارا میدان گونج اٹھتا تھا اور اہل فارس کی روح فنا ہوئی جاتی تھی۔ پھر عساکر اسلامی نے ان کے قلب پر اس زور سے حملہ کیا کہ صفوں کو پھاڑتے ہوئے عتیق تک نکل گئے اور وہاں سے لوٹ کر ان کے میمنہ پر حملہ کیا' رستم نے

[1] جس وقت یہ لڑائی زور وشور سے جاری تھی اس وقت ابو محجن ثقفی جو بہادر اور شاعر جو شراب پینے کے جرم میں قید تھا قید خانہ کی کھڑکی سے لڑائی کا تماشہ دیکھ رہا تھا جب ضبط نہ ہو سکا بے تاب ہو کر سلمیٰ (سعد کی بیوی) سے کہا "مجھ کو خدا کے لئے چھوڑ دو اگر میں زندہ بچ گیا تو پھر واپس آ کر اپنے ہاتھ سے بیڑیاں پہن لوں گا اور اگر مارا گیا تو مجھے دفن کرا دینا" سلمیٰ نے کچھ خیال نہ کیا ابو محجن افسوس کے لہجے میں اشعار پڑھنے لگا جس کے دو شعر نقل کئے جاتے ہیں

كفى حزنا ان ترتدي الخيل بالقنا ۔۔۔ و اترك مشدودا علي وثاقيا

اس سے بڑھ کر کیا غم ہوگا کہ سوار نیزہ بازی کر رہے ہیں اور میں زنجیروں میں جکڑا پڑا ہوں۔

اذا قمت عناني الحديد و اغلقت ۔۔۔ مصاريع من دوني تصم المناديا

جب میں کھڑا ہونا چاہتا ہوں تو زنجیر اٹھنے نہیں دیتی اور اس طرح دروازے بند کر دیے جاتے ہیں کہ کسی کو پکارو تو وہ سنتا ہی نہیں سلمیٰ کے دل پر ان اشعار کا ایسا اثر پڑا کہ انہوں نے خود آ کر بیڑیاں کاٹ دیں اور خاص سعد کی سواری کا گھوڑا "بلقاء" نامی دیا ابو محجن سوار ہو کر میدان جنگ میں نکلا اور نیزہ بازی کرتے ہوئے اللہ اکبر کہہ کر میمنہ پر حملہ کیا۔ پھر تکبیر کہہ کر میسرہ پر ٹوٹ پڑا اور اس زور وشور سے حملہ کیا کہ جس طرف جاتا تھا صف کی صف الٹا دیتا تھا۔ تمام لشکر اس کے مردانہ وار حملہ سے متحیر تھا کہ یہ کون جری ہے خود سعد بھی حیران تھے اور دل ہی دل میں کہتے تھے کہ "حملے کا انداز تو ابو محجن کا ہے لیکن وہ تو قید ہے اگر وہ قید نہ ہوتا تو میں یہ کہتا کہ ابو محجن ہے اس پر طرفہ تماشہ یہ ہے کہ یہ تو میرا گھوڑا بلقاء ہے جب رات ہوئی تو ابو محجن نے میدان جنگ سے واپس آ کر خود ہی بیڑیاں پہن لیں۔ سلمیٰ نے ان سے اس قید کی وجہ دریافت کی۔ ابو محجن نے جواب دیا کہ مجھ کو اور کسی وجہ سے امیر نے قید نہیں کیا میں جاہلیت میں دائم الخمر تھا اور وہ کم بخت عادت اب بھی نہیں چھٹی اگر پینے کو نہیں ملتی تو زبان ہی سے اشعار میں کہہ کر ذائقہ لیتا ہوں' جب صبح ہوئی اور اس کا تذکرہ سعد کے روبرو ہونے لگا تو سلمیٰ نے یہ تمام حالات بیان کیے سعد نے اسی وقت ان کو رہا کر دیا اور کہا "واللہ مسلمانوں پر جو شخص ایسی جانثاری کرے میں اس کو قید نہیں کر سکتا"۔ ابو محجن نے کہا "واللہ میں بھی آج سے کبھی شراب کو ہاتھ نہ لگاؤں گا"۔ چنانچہ ابو محجن نے پھر شراب نہیں پی۔

لڑائی کا رنگ بدلا ہوا دیکھ کر ہاتھیوں کو آگے بڑھانے کا حکم دیا اور اس کے گرد و پیش سواروں کا رسالہ متعین کیا۔

مجاہدین کی یلغار: اگرچہ اس حملہ میں سواران اسلام کے گھوڑے بدک کر بے قابو نہ ہوئے لیکن ان متحرک سیاہ پہاڑیوں نے عساکر اسلام کو غیر مرتب کر دیا۔ جس طرف یہ نکل جاتے تھے دَل کا دَل پھٹ جاتا تھا۔ سعد نے قعقاع و عاصم کے پاس کہلا بھیجا کہ فیل سفید کو جو تمہارے مقابل ہے مارو اور جمال و شرحبیل کو فریل اجرب کے ہلاک کرنے پر مقرر کیا۔ قعقاع و عاصمؓ نے تو فیل سفید کو لپک کر ایک ہی وار سے ہلاک کر دیا۔ باقی رہا فیل اجرب جس کے مارنے پر جمال و شرحبیل متعین تھے وہ زخمی ہو کر بھاگا۔ اس کو بھاگتا ہوا دیکھ کر اور ہاتھی بھی اس کے پیچھے بھاگ کھڑے ہوئے۔ دم کے دم میں وہ سیاہ بادل بالکل چھٹ گئے لشکر فارس کی صفیں درہم برہم گئیں۔ اسلامی سپاہی بڑھ بڑھ کر حملہ کرنے لگے اور ان کو حوصلہ آزمائی کا موقع مل گیا۔ عمرو بن معدی کرب[1]، قیس بن کشوح نے بڑے بڑے کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ حریف کی صفوں میں بے خوف و خطر گھس جاتے اور نعرہ اللہ اکبر لگاتے' کفار کو مارتے کاٹتے واپس آتے سارا بدن گرد سے اٹا تھا یہ تمام دن خوف و خطر کے اعتبار سے فریقین کے لئے برابر رہا۔ اسلامی لشکر نے میدان جنگ میں اشارے سے نماز ادا کی لڑتے لڑتے شام ہوگئی تھی آفتاب گوشۂ مغرب میں چھپ گیا تھا تھوڑی دیر کے لئے فریقین ایک دوسرے سے گویا بے نتیجہ علیحدہ ہو کر ترتیب صفوں میں مصروف ہوئے۔

معرکہ لیلۃ الہریرہ: فریقین صفوں کو مرتب کرکے میدان جنگ میں پہنچے اور مغرب کے بعد سے تمام رات لڑتے رہے اس لڑائی کا نام لیلۃ الہریرہ ہے' سعد نے لڑائی ہونے سے پہلے طلیحہ اور عمرو بن معدی کرب کو مخاضہ (نشیبی سکر) کی محافظت پر متعین کیا تھا کہ اس سمت سے ایرانی لشکر حملہ نہ کر سکے لیکن طلیحہ اور عمرو بن معدی کرب اپنے سپہ سالار کے حکم پر عامل نہ ہوئے مخاضہ میں پہنچ کر مشورہ کیا طلیحہ فارس کے لشکر کے پیچھے سے تکبیر کہہ کر آ پڑے' کشت و خون کا بازار گرم کر دیا اور عمرو بن معدی کرب نشیبی لشکر پر یلغار کر کے طلیحہ سے آملے اور نہایت تیزی سے لڑائی شروع کر دی سب سے پہلے جس نے امیر لشکر (سعد) کی بلا اجازت لڑائی چھیڑی وہ قعقاع اور ان کی قوم تھی ان کے بعد بنی اسد پھر نخع پھر بجلیہ پھر کندہ نے حملے کئے' سعد ہر قبیلے کے حملے کے وقت ((اللّٰھم اغفرلھم و انصرھم)) ''اے اللہ ان کی مغفرت کر اور ان کی مدد کر'' کہتے جاتے تھے۔ سعد نے حکم دیا تھا کہ تیسری تکبیر پر حملہ کیا جائے لیکن لشکر فارس کی طرف سے پہلی ہی تکبیر پر تیر اندازی شروع ہوگئی۔ اس وجہ سے قعقاع اپنی قوم کو لے کر ٹوٹ پڑے پھر ان کی دیکھا دیکھی اور قبائل بھی لڑنے لگے تمام رات قیامت خیز ہنگامہ برپا رہا سوائے

---

[1] عمرو بن معدی کرب باوجودیکہ برچھیوں کے زخموں سے چور چور تھے تاہم تلوار ہاتھ میں تھی اور برابر وار کر رہے تھے اسی اثناء میں ایک ایرانی سوار ان کے برابر سے نکلا اور اس نے ان پر وار کیا۔ انہوں نے مڑ کر اس کے گھوڑے کی دم پکڑ لی ایرانی نے ہر چند مہمیز کیا لیکن گھوڑے نے جگہ سے حرکت نہ کی۔ آخر سوار اتر کر بھاگا اور یہ گھوڑے کی پیٹھ پر جا بیٹھے اور تھوڑی دیر کے لئے دم لینے کو لشکر سے باہر آئے پھر جوش مردانگی سے حریف کی صفوں میں گھس گئے ایرانیوں نے ان کے حملے سے مجبور ہو کر ہاتھی کو آگے بڑھایا اور اس کے دائیں بائیں پیدل فوجیں رکھیں۔ عمرو بن معدی کرب نے گھوڑا چھوڑ دیا پیادہ ہو کر قدم بڑھایا اور اپنے رفیقوں سے کہا ''میں مقابل کے ہاتھی پر حملہ آور ہوتا ہوں تم میرے پیچھے رہنا ورنہ عمرو بن معدی کرب مارا گیا۔ تو پھر عمرو بن معدی کرب نہ پیدا ہوگا''۔ یہ کہہ کر تلوار نیام سے کھینچ لی اور ہاتھی پر حملہ کر دیا فارس کی پیدل فوجیں جو اس کے دائیں بائیں تھیں وہ ان پر ٹوٹ پڑیں اور اس قدر غبار اٹھا کہ یہ نظر سے غائب ہوگئے ان کے رفقاء نے اللہ اکبر کا نعرہ مارا اور اس بے جگری سے حملہ کیا کہ دشمن کے پاؤں اکھڑ گئے۔

شور وغل کے کچھ اور سنائی نہ دیتا تھا نہ میدان جنگ سے حضرت سعد و رستم تک کوئی خبر جاتی تھی اور نہ ان کے پاس سے کوئی حکم لڑنے والوں تک پہنچ سکتا تھا۔ پھر حضرت سعد جاگتے اور دعا کرتے رہے۔

رستم کا خاتمہ: نصف شب گزر چکی تھی کہ قعقاع کی آواز سنائی دی وہ اپنے ہمراہیوں سے کہہ رہے تھے ''دیکھو سب کے سب سمٹ کر قلب پر حملہ کرو اور رستم کو قتل کر دو حریف پر میدان جنگ تنگ ہوا چاہتا ہے''۔ سب لوگ لڑتے لڑتے اگرچہ تھک گئے تھے ہاتھ پاؤں کام نہ دیتے تھے لیکن قعقاع کی اس آواز نے ان میں ایک تازہ روح پھونک دی قعقاع کا آگے بڑھنا تھا کہ دوسرے قبائل کے سرداروں نے اپنی اپنی قوموں کو للکارا ''بہادرو اللہ تعالیٰ کی راہ میں یہ تم سے آگے بڑھنے نہ پائیں'' میدانِ جنگ میں از سرِ نو لڑائی کی آگ مشتعل ہو گئی سواروں نے گھوڑے چھوڑ دیئے پیادوں نے تلواریں کھینچ لیں اور بے جگری کے ساتھ لڑنے لگے قعقاع اور ان کے رکاب کی فوج صف اعدا کو پھاڑتی ہوئی رستم کے تخت تک پہنچ گئی۔ رستم اس وقت تک عتیق میں تخت پر بیٹھا ہوا اپنی فوج کو لڑا رہا تھا۔ تخت سے اتر کر لڑنے لگا' جب زخموں سے چور ہوا تو بھاگ کھڑا ہوا ہلال نے تعاقب کیا قریب پہنچ کر اس زور سے برچھا مارا کہ رستم کی کمر ٹوٹ گئی۔ رستم گھبرا کر ایک گڑھے میں گر پڑا' ہلال بھی کود پڑے' ٹانگیں پکڑ کر گھسیٹ لائے اور تلوار کھینچ کر اس کا کام تمام کر دیا' پھر تخت پر چڑھ کر پکار اٹھے ((قتلت رستم ورب الکعبۃ)) ''رب کعبہ کی قسم ہے میں نے رستم کو مار ڈالا'' اس آواز کو سنتے ہی اسلامی لشکر نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا لشکرِ فارس کے ہوش و حواس جاتے رہے' میمنہ' میسرہ قلب بھاگ نکلے۔ بعض نے کہا کہ جب ہلال نے رستم کا تعاقب کیا تو اتفاق سے سامنے ایک نہر آ گئی۔ رستم اس میں کود پڑا کہ تیر کر نکل جائے۔ ساتھ ہی ہلال بھی کود پڑے' ٹانگیں پکڑ کر باہر گھسیٹ لائے' تلوار سے کام تمام کر کے لاش کو خچر کے پاؤں میں باندھ دیا اور اس کے تخت پر چڑھ کر جوش مسرت سے بول اٹھے ''میں نے رستم کا کام تمام کر دیا''۔

آہن پوش دستہ: رستم کے قتل ہوتے ہی لشکر فارس میدان جنگ سے بھاگ نکلا۔ جالینوس نے ان کے روکنے اور لڑائی جاری رکھنے کی کوشش لیکن بے سود تھی۔ باقی رہا فارس کا وہ رسالہ جو سر تا پا لوہے میں غرق تھا وہ میدان جنگ میں لڑ رہا تھا۔ قبیلہ حمیضہ نے ان پر حملہ کر دیا لیکن تلواریں زرہوں سے اچٹ اچٹ کر رہ گئیں مجبور ہو کر پیچھے ہٹنے کا ارادہ کیا سردار نے للکارا' نبرد آزماؤں نے جواب دیا تلواریں کام نہیں دیتیں' سردار نے غصے میں آ کر ایک سوار پر اس زور سے برچھے کا وار کیا اس کی کمر ٹوٹ گئی اوندھا منہ کے بل گر پڑا یہ دیکھ کر اوروں کو بھی جرأت ہوئی اور کمال مردانگی سے لڑ کر سب کو خاک و خون پر موت کی نیند سلا دیا تیس ہزار میں بہ مشکل تیس سواروں نے اپنی جان بچائی۔

جالینوس کا قتل: ضرار بن الخطاب نے ایرانیوں کا نشان درفش کاویانی لوٹ لیا جس کے عوض میں انہوں نے تیس ہزار دینار پائے اور وہ درحقیقت دو لاکھ دس ہزار کی مالیت کا تھا۔ جنگ ہائے سابق کے علاوہ اس معرکے میں لشکر فارس کے دس ہزار سپاہی کام آئے اور اسلامی لشکر کے چھ ہزار نے جامِ شہادت نوش کیا اس معرکے سے قبل ڈھائی ہزار مسلمان جنگ سابق میں شہید ہو چکے تھے۔ شہداء جنگ کے دفن کرنے کے بعد مال غنیمت اور آلات حرب اس قدر جمع ہوئے کہ اس سے پیشتر اور نہ اس کے بعد اس قدر جمع ہوئے سعد نے رستم کا سامان ہلال بن علقمہ کو دیا اور قعقاع اور شرحبیل کو تعاقب کے لئے روانہ کیا۔ ان کے پہلے زہرہ بن حیوۃ ایک دستہ لے کر لشکر فارس کے منہزم گروہ کے پیچھے نکل چکے تھے۔ جالینوس مقام حرازہ میں منہزموں

کو جمع کر رہا تھا۔ اس اثناء میں زہرہ نے پہنچ کر حملہ کر دیا۔ سب کو مع جالینوس کے قتل کر ڈالا اور جالینوس کا اسباب لے لیا۔ یہ اسباب بہت قیمتی اور کثیر تھا اس لئے امیر لشکر سعدؓ نے زہرہ کو دینے میں تامل کیا۔ دربار خلافت سے استفسار کیا فاروق اعظمؓ نے لکھ بھیجا ''ابھی لڑائی کا خاتمہ نہیں ہوا زہرہ نے بہت بڑا کام کیا ہے اس کی دل شکنی نہ کی جائے علاوہ جالینوس کے سباب کے اس کو اس کے ہمراہیوں کو پانچ پانچ سو دینار اور دو''۔

ایرانیوں کی پسپائی: ہزیمت کے بعد سلیمان بن ربیعہ باہلی اور عبدالرحمٰن بن ربیعہ' فارس کے ایک دستہ فوج سے جا بھڑے۔ جس نے خاتمہ جنگ پر پسپا ہو کر نہ بھاگنے اور میدان جنگ میں مر جانے کی قسم کھائی تھی۔ چنانچہ عبدالرحمٰن نے وہیں ان سب کو ڈھیر کر دیا۔ ایرانیوں کے لشکر کے فرار ہونے پر ایران کے تیس سردار میدانِ جنگ میں ثابت قدمی سے لڑتے رہے جن کے مقابلے میں اسلامی لشکر سے تیس سوار نکلے اور دم بھر میں ان سب کو قتل کر کے میدان کو مخالفوں سے صاف کر دیا۔ سرداران ایران کے بھاگنے والوں میں ہرمزان' اہوذوزاد بن بھیس' قارن وغیرہ تھے۔ استقلال کے ساتھ میدان جنگ میں ٹھہر کر لڑنے والوں میں شہیر یار بن کہار' قردان اہوازی' خسر وشنوم ہمدانی ابن الہرید وغیرہ تھے ان لوگوں نے بھگڈر مچنے پر بھی نہایت ثابت قدمی سے جم کر مسلمانوں کا مقابلہ کیا اور میدان جنگ میں مردانہ وار جان دی۔

قاصد اور خلیفہ ثانی: حضرت سعدؓ نے فاروق اعظمؓ کو فتح کی خوشخبری لکھی اور شہداء عساکر اسلامیہ نام بنام لکھے۔ عمر فاروقؓ کا یہ حال تھا کہ جس دن سے جنگ قادسیہ شروع ہوئی تھی صبح ہوتے ہی مدینہ سے باہر نکل جاتے تھے اور دوپہر ڈھلے تک قاصد کا انتظار کرتے تھے۔ معمول کے موافق ایک دن مدینہ کے باہر کھڑے ہوئے قاصد کے انتظار میں چشم براہ تھے دور سے ایک شتر سوار نظر آیا۔ فاروق[1] اعظمؓ فرط شوق سے بے تاب ہو کر مفصل حال دریافت کرنے لگے قاصد نے کہنا شروع کیا ''اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح نصیب کی۔ اس قدر مشرکین معرکہ جنگ میں مارے گئے اس قدر مال غنیمت ہاتھ آیا''۔ خاتمہ جنگ[2] کے بعد لشکر اسلام

---

[1] ابن اثیر نے لکھا ہے کہ شتر سوار کی رکاب پکڑے ہوئے عمر فاروقؓ دوڑتے جاتے تھے اور برابر حالات پوچھتے جاتے تھے جب مدینہ میں پہنچے تو شتر سوار نے دیکھا کہ جو لوگ ملتے ہیں وہ ان کو امیر المؤمنین کہہ کر پکارتے ہیں' خوف سے کانپ اٹھا اور کہا ''حضرت نے مجھے اپنا نام کیوں نہ بتایا مجھ سے بہت بڑی گستاخی ہوئی''۔ فاروق اعظمؓ نے کہا ''بھائی کوئی حرج نہیں تم سلسلہ کلام منقطع نہ کرو'' چنانچہ اسی طرح اس کے ساتھ ساتھ مکان تک آئے ایک مجمع عام میں فتح کی خوشخبری سنائی اور ایک نہایت پر اثر تقریر کی جس کا آخری فقرہ یہ تھا ''بھائیوں میں بادشاہ نہیں ہوں کہ تم کو اپنا غلام بناؤں میں خود اللہ تعالیٰ کا غلام ہوں البتہ خلافت کا بار میرے سر پر ہے اگر میں اس طرح پر تمہارا کام کروں کہ تم لوگ آرام سے اپنے مکانوں میں سوؤ تو میری خوش نصیبی ہے اور اگر میری یہ خواہش ہو کہ تم میرے دروازے پر حاضر ہو تو میری بدبختی ہے میں تم کو تعلیم دیتا ہوں۔ قول سے نہیں بلکہ عمل سے''۔

[2] اس معرکہ میں منجملہ اور عورتوں کے خنساء عرب کی مشہور شاعرہ بھی شریک تھی اور اس کے چاروں لڑکے لڑنے کو آئے تھے لڑائی شروع ہونے پر اپنے بیٹوں سے مخاطب ہو کر کہنے لگی ((لم تنب بکم البلاد ولم تفحکم السنة ثم جئتم یا حکم عجوزہ کبیرة تو ضعتموھا بین ایدی اھل فارس و اللّٰہ انکم بنو رجل و احد کما انکم بنو امرة و احدة ما خنت اباکم و لا فضحت فما لکم انطلقوا افاشھدوا اول القتال و آخرہ)) یعنی ''عزیز بیٹو تم اپنے ملک پر بھاری نہ تھے اور نہ تم پر قحط پڑا تھا باوجود اس کے تم نے اپنی بوڑھی ماں کو یہاں لا کر فارس کے آگے ڈال دیا اللہ کی قسم تم ایک باپ کی اولاد ہو جس طرح تم ایک ماں کی اولاد ہو میں نے تمہارے باپ سے بددیانتی نہیں کی اور نہ تمہارے ماموں کو فضیحت کیا جاؤ اخیر تک لڑو۔

یہ سنتے ہی اس کے بیٹوں نے ایک ساتھ باگیں اٹھائیں اور دشمن پر بجلی کی طرح ٹوٹ پڑے جب نظر سے اوجھل ہوئے تو خنساء نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا ''اے اللہ میرے بیٹوں کو بچانا'' کتاب الاغانی میں لکھا ہے کہ خنساء کو اصناف شعر میں سے مرثیہ گوئی میں بہت بڑا کمال تھا بازار عکاظ میں اس کے خیمے کے دروازے پر ایک علم نصب کیا جاتا تھا جس پر لکھا ہوتا مرثی العرب یعنی تمام عرب سے اچھی مرثیہ گو۔

بانتظار صدور احکام دربار خلافت قادسیہ میں ٹھہرا رہا۔ یہاں تک کہ دربار خلافت سے وہیں قیام کرنے کا فرمان صادر ہوا۔ جنگ قادسیہ ۱۴ھ میں، بعض کہتے ہیں کہ ۱۵ھ میں اور ایک روایت کے مطابق ۱۶ھ میں ہوئی۔ واللہ اعلم۔

بابل پر قبضہ: اہل فارس نے قادسیہ سے بھاگ کر بابل میں قیام کیا بابل ایک محفوظ اور مستحکم مقام تھا۔ یہاں پر ان کے نامور سرداروں میں سے تخیر خاں، مہران اہوازی، ہرمزان وغیرہ موجود تھے ان لوگوں نے دوبارہ سامان جنگ مہیا کر کے فیرزان کو لشکر کا سردار مقرر کیا۔ سعدؓ فتح کے بعد دو مہینہ تک قادسیہ میں انتظام کی غرض سے ٹھہرے رہے۔ پھر حسب الحکم فاروق اعظمؓ اہل وعیال کو ایک کثیر التعداد فوج کی حفاظت میں مقام عتیق میں چھوڑ کر مدائن کی طرف روانہ ہوئے۔ مقدمۃ الجیش میں زہرہ بن حیوۃ، شرحبیل بن السمط اور عبداللہ بن المعتمر کو متعین کر کے روانہ کیا۔ مقام رستن (برس) میں بصری سے مڈبھیڑ ہو گئی۔ بصری معرکہ جنگ میں زخم کھا کر بابل کی طرف بھاگا۔ برس کے رئیس (بسطام) نے حاضر ہو کر زہرہ سے صلح کر لی۔ موقع بہ موقع جا بجا پل تیار کرا دیئے جس سے اسلامی لشکر بہ آسانی بابل تک پہنچ گیا۔ فیروزان نے بابل سے نکل کر مقابلہ کیا اور پہلے ہی حملہ میں مع ان لوگوں کے جو بابل میں تھے بھاگ نکلا، سعدؓ نے بابل پر قبضہ کر لیا۔

مدائن کی قلعہ بندی: فارس کی فوجیں بابل سے بھاگنے کے بعد چند گروہ میں منقسم ہو گئیں کچھ تو ہرمزان کے ساتھ اہواز میں جا پہنچیں۔ فوج کا ایک حصہ فیرزان کے ہمراہ نہاوند کی طرف چلا گیا جہاں پر کسریٰ کا خزانہ تھا اور ایک گروہ کو تخر خان و مہران لے کر مدائن کی طرف چلے گئے۔ اثناء راہ میں جتنے پل تھے سب کو توڑ ڈالا اور شہر کی چاروں طرف سے قلعہ بندی کر لی۔

اہل ساباط کی اطاعت: سعدؓ نے بابل سے کوچ کیا اور مقدمۃ الجیش پر زہرہ کو مامور کر کے آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ زہرہ، بکیر بن عبداللہ لیثی اور کثیر بن شہاب سبعی راستہ صاف کرتے ہوئے کوثی[1] پہنچے جہاں کہ شہریار، ایرانیوں کا ایک مشہور رئیس زادہ موجود تھا، شہریار[2] نے کوثی سے نکل کر زہرہ کا مقابلہ کیا۔ اثنائے جنگ میں شہریار مارا گیا اور اس کے ہمراہی میدان جنگ سے بھاگ نکلے۔ اس عرصہ میں سپہ سالار لشکر اسلام بھی آ گئے اور انہوں نے شہریار کے قاتل کو اس کا

---

[1] کوثی ایک مشہور تاریخی مقام ہے۔ نمرود نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو یہیں قید کیا تھا اس وقت قید خانے کی جگہ محفوظ تھی۔ سعدؓ دیکھنے گئے اور درود پڑھ کر یہ آیت پڑھی ﴿تلک الایام نداد لھا بین الناس﴾

[2] جس وقت زہرہ کوثی کے قریب پہنچے اور شہریار کو زہرہ کے آنے کا حال معلوم ہوا تو اس نے کوثی سے نکل کر میدان جنگ میں آ کر پکارا ''جو بہادر تمام لشکر میں منتخب ہو میرے مقابلہ پر آئے'' زہرہ نے جواب دیا ''میں خود تیرے مقابلے پر آنے کو تھا لیکن تیرا یہ دعویٰ ہے تو تیری سرکوبی کو کوئی معمولی شخص جائے گا'' یہ کہہ کر ابونباتہ نائل بن جشعم اعرج کو اشارہ کیا گھوڑا کدا کر میدان میں پہنچے شہریار نے ان کو کمزور خیال کر کے نیزہ ہاتھ سے پھینک دیا۔ ان کی گردن میں ہاتھ ڈال کر زور سے کھینچا اور زمین پر گرا کر سینے پر چڑھ بیٹھا اتفاق سے نائل کے منہ میں شہریار کا انگوٹھا آ گیا نائل نے اس زور سے کاٹا کہ شہریار تلملا گیا۔ نائل پلٹ کر اس کے سینے پر چڑھ بیٹھے اور اس کی کمر سے خنجر نکال کر پیٹ میں بھونک دیا۔ شہریار کے مارے جانے پر ایرانی فوجیں جو اس کے رکاب میں تھیں بھاگ نکلیں۔ نائل نے شہریار کی زرہ اور پوشاک اتار لی۔ اسلحہ لے لئے۔ سعدؓ نے یہ دیکھ کر نائل کو حکم دیا کہ وہی لباس پہن کر اور اسلحہ سجا کر آئیں۔ چنانچہ نائل شہریار کی زرق برق پوشاک اور اسلحہ سے آراستہ ہو کر مجمع عام میں آئے۔ عرب کی سادہ لوح فوج انہیں دیکھ دیکھ کر سوائے اللہ اکبر کے اور کچھ نہ کہتی تھیں۔

اسباب دے دیا اس کے بعد زہرہ ساباط کی طرف بڑھے۔ اہل ساباط نے زہرہ سے جزیہ دے کر صلح کر لی اور زہرہ نے رسالہ کسریٰ کو شکست دی۔

بہرہ شیر کا محاصرہ: کل اسلامی فوجیں مدائن کے قریب بہرہ[1] شیر میں جمع ہوئیں جب مسلمانوں نے ایوان شاہی کو دیکھا تو جوش مسرت سے تکبیر کے نعرے بلند کئے خوش ہو ہو کر ایک دوسرے سے کہنے لگا ((ھذا ابیض کسریٰ ما وعد اللہ)) ''یہ کسریٰ کا محل ابیض ہے یہ وہ ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے''۔ ذی الحجہ ۱۵ھ کو لشکر اسلام نے اس مقام پر پڑاؤ کیا تھا اور تین مہینے کے محاصرے کے بعد اس کو فتح کیا۔ اثناء محاصرے میں اسلامی سواروں نے اطراف و جوانب سے ہزاروں آدمیوں کو گرفتار کر لیا۔ فاروق اعظمؓ نے لکھا تھا کہ جو شخص جزیہ دینا قبول کرے یا ہتھیار ڈال دے یا لڑتے ہوئے بیٹھ جائے تو اس کو امان دے دینا اور جو شخص بھاگے اور اس کو گرفتار کرو تو اس کی بابت تم کو اختیار ہے'' غربی دجلہ کے کل دہقان اور اہل سواد مسلمانوں کی امان میں آ گئے اور ان کی حکومت کو تسلیم کر لیا' باقی رہ گیا بہرہ شیر اس کا محاصرہ کئے رہے موقع موقع سے منجنیقیں نصب کر کے سنگ باری کرتے تھے مختلف مقامات کو ایرانیوں سے چھین لیا تھا۔

زہرہ کی شہادت: ایک روز انہیں میں سے ایک مرزبان جس کا دیو کا سا تن و توش تھا نکل کر میدان میں آیا اور شیر کی طرح دھاڑ کر کہنے لگا ''تم میں سے کوئی ایسا شخص ہے جو میرے مقابلے پر آئے'' زہرہؓ یہ سنتے ہی صف لشکر سے نکل کر میدان میں آئے پہلے دونوں میں نیزہ بازی ہوتی رہی۔ پھر ایرانی مرزبان نے نیزہ پھینک کر تلوار کھینچ لی' زہرہؓ نے بھی اس پر تلوار چلائی تھوڑی دیر تک تلوار چلتی رہی جب اس سے بھی مرزبان عہدہ برآنہ ہوا تو کندھے سے کمان اتار کر تیر برسانے لگا اور زہرہ نے بڑھ بڑھ کر وار کرنے شروع کر دیئے اور انجام لڑتے لڑتے زہرہؓ شہید ہو گئے اور وہ مرزبان بھی اسی مقام پر انہیں کے ہاتھوں

---

[1] بہرہ شیر پایہ تخت مدائن کے قریب ایک مقام تھا جہاں پر ایک شاہی رسالہ رہتا تھا یہ ہر روز صبح کو قسم کھاتا تھا کہ ہمارے جیتے جی سلطنت فارس پر زوال نہ آنے پائے گا'' یہاں ایک شیر پلا ہوا تھا جو کسریٰ سے بے حد مانوس تھا اور عجب نہیں کہ اسی مناسبت سے اس مقام کو بہرہ شیر کہتے ہوں جب اسلامی فوجیں اس کے قریب پہنچیں تو وہ تڑپ کر نکلا۔ ہاشم ابن عتبہ نے جو ہراول کے افسر تھے اس صفائی سے تلوار کا وار کیا کہ وہ وہیں ڈھیر ہو کر رہ گیا۔ سعدؓ نے اس دلاوری پر ان کی پیشانی چوم لی اور ہاشم نے جوش مسرت سے سعدؓ کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔ پھر سعدؓ تین مہینے تک اور بروایت دیگر دو مہینے تک بہرہ شیر کا محاصرہ کئے رہے اہل فارس کبھی کبھی قلعہ سے نکل کر مسلمانوں سے جنگ کرتے تھے اور اسلام لشکران پر منجنیقوں سے پتھر برساتا تھا۔ مسلمانوں نے قلعہ کے فصیلوں کے منہدم کرنے کو بیس منجنیقیں نصب کی تھیں گرد و نواح کے تقریباً کل رئیسوں نے حاضر ہو کر جزیہ دینا قبول کر لیا تھا۔ لیکن شہر پر کسی طرح قبضہ نہ ملتا تھا۔ ایک روز ایرانیوں نے طول حصار سے گھبرا کر مرنے پر قسمیں کھائیں اور سرفروشانہ قلعہ سے تیر برساتے ہوئے نکلے مسلمانوں نے بھی برابر کا جواب دینا شروع کیا۔ زہرہ جو ایک مشہور سوار اور نامی افسر تھے اور اکثر معرکوں میں سب سے آگے رہتے تھے ان کی زرہ بوسیدہ تھی کہیں کہیں سے اس کی کڑیاں ٹوٹ گئی تھیں۔ لوگوں نے کہا ''زرہ تبدیل کر کے دوسری پہن لیجئے'' زہرہ بولے ''میری یہ قسمت کہاں ہے کہ دشمن کا تیر سب کو چھوڑ کر مجھے آ لگے'' اتفاق ایسا ہوا کہ سب سے پہلے مسلمانوں میں انہیں کو تیر لگا لوگوں نے دوڑ کر نکالنے کا قصد کیا تو انہوں نے کہا کہ ''جب تک یہ تیر میرے بدن میں ہے اسی وقت تک میں زندہ ہوں مجھے اسی حالت میں رہنے دو شاید دو ایک دشمن دین کو مار کر مروں''۔ چنانچہ اسی حالت میں حملہ کرتے ہوئے بڑھے اور شہریار اصطخر کے رئیس کو ایک ہی وار سے ختم کر دیا اور خود زمین پر گر کر انتقال کر گئے۔ اس کے بعد ایرانیوں نے تھوڑی دیر تک لڑ کر بھاگنا شروع کر دیا اور شہر والوں نے صلح کا پرچم اڑایا۔

سے مارا گیا۔ بعض کہتے ہیں کہ زہرہؓ کو شبیب خارجی نے زمانہ حجاج بن یوسف میں شہید کیا ہے۔

دجلہ عبور کرنے کا واقعہ: الغرض جب اہل بہرہ شیر کو محاصرے کی شدت وطوالت سے غلہ اور سامان جنگ کی کمی محسوس ہوئی اور ان میں لڑائی اور مقابلے کی قوت باقی نہ رہی تو انہوں نے شہر چھوڑ دیا۔ اسلامی لشکر جب بڑھتا ہوا شہر کے قریب پہنچا تو مسلمانوں میں سے ایک شخص سوار ہو کر شہر پناہ کے دروازے پر گیا۔ دور سے ایک آدمی دکھائی دیا جو اشارے سے کہہ رہا تھا کہ ''شہر میں اب کوئی متنفس باقی نہیں ہے۔ سب کے سب اس شہر کی طرف چلے گئے جہاں ایوان شاہی ہے''۔ سعدؓ مع فوج اسلام بہرہ شیر میں داخل ہوئے۔ بہرہ شیر اور مدائن میں صرف دجلہ حائل تھا۔ سعدؓ نے بہرہ شیر سے آگے بڑھنے کا قصد کیا لیکن دجلہ کو حائل دیکھ کر رک گئے' ایرانیوں نے پہلے سے جہاں جہاں پل بندھے تھے انہیں توڑ کر بیکار کر ڈالا تھا۔ دجلہ کے کنارے دور دور نظر دوڑانے پر بھی کسی کشتی کا پتہ نہ چلتا تھا۔ کچھ وقت سعدؓ دریا عبور کرنے کی فکر میں دجلے کے کنارے پڑاؤ ڈالے پڑے رہے۔ اس عرصہ میں ایک جاسوس نے آ کر کہا کہ ''تم دجلہ کے کنارے ہی پڑے رہو گے تم پر تیسرا دن نہ آئے گا کہ یزدگرد مدائن کا کل مال واسباب اور خزانہ لے کر کسی طرف چلا جائے گا''۔

سعدؓ یہ سن کر اٹھ کھڑے ہوئے اور بعد حمد ونعت کے لوگوں سے مخاطب ہو کر دجلہ کو عبور کرنے کی ترغیب[1] دی اور پکار کر کہا ''کون ایسا بہادر ہے جو عبور کے وقت لشکر کی حفاظت کرے'' عاصم بن عمر نے جواب دیا ''میں ہوں اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کام کے لئے پیدا کیا ہے'' یہ کہہ کر چھ سو تیر اندازوں کو لے کر بلند مقام پر دجلے کے کنارے جا بیٹھے اور سعدؓ نے ((نستعين بالله و نتوكل عليه حسبنا و نعم الوكيل و لا حول ولا قوة الا بالله العلى العظيم)) پڑھ کر گھوڑے کو دریا میں ڈال دیا اور ان کی دیکھا دیکھی اور لوگوں نے بھی مردانگی سے گھوڑے دریا میں ڈال دیئے۔ دریا اگرچہ نہایت زخار و مواج تھا لیکن ان کی ہمت واستقلال کا یہ حال تھا کہ موجیں گھوڑوں سے آ کر ٹکراتی تھیں اور سواران اسلام رکاب سے رکاب ملائے باتیں کرتے ہوئے چلے جاتے تھے۔ ذرہ بھر بھی طبیعتوں میں اضطراب نہ تھا اور یمین ویسار کی ترتیب میں مطلقاً فرق آیا۔ ایرانی یہ حیرت انگیز تماشہ دیکھ کر متحیر تھے۔ جب عساکر اسلامی نصف دریا سے زیادہ عبور کر آیا تو ان سے سپہ سالار خرزاد نے تیر اندازوں کو تیر برسانے کا حکم دیا جس کا ترکی بہ ترکی جواب اس طرف سے عاصم نے دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد جب ایرانی تیر انداز مسلمانوں کے جوش سیلاب کو نہ روک سکے تو پیہم تیر اجل کے نشانے سے بھاگ کھڑے ہوئے۔

مدائن کی فتح: اس اثناء میں سعدؓ مع اپنے ہمراہیوں کے دجلہ کے کنارے پر پہنچ گئے اور ایرانی تیر اندازوں پر حملہ کر دیا۔

---

[1] سعدؓ نے اس وقت جو تقریر کی تھی اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اے بہادرو! تمہارے دشمن نے ہر طرف سے مجبور ہو کر اب دریا کے دامن میں پناہ لی ہے تم جب تک اس کو نہ عبور کرو گے اس وقت تک تم اس پر کامیابی نہ حاصل کر سکو گے۔ اگر یہ مہم بھی سر کر لو تو پھر مطلع صاف ہے کشتیوں کا انتظار کرو گے تو ایک زمانہ گزر جائے گا'' کیا تمہارے جوش نے تم میں اس قدر استقلال نہیں پیدا کیا کہ تم اللہ کا نام لے کر اس دریا کو عبور نہ کر جاؤ۔ ہماری یہ رائے ہے کہ اس سے پہلے کہ دنیا تم کو اپنے گرداب میں لے اپنے دشمنوں سے نپٹ لو۔ میں نے اللہ کے بھروسہ پر اس دریا کو عبور کرنے کا قصد کیا ہے''۔ لوگوں نے یہ تقریر سن کر یک زبان ہو کر کہا ''چلو اللہ کے نام پر اللہ تعالیٰ تمہارے ارادوں میں تم کو کامیاب کرے گا''۔

ایرانی کمال بے سروسامانی سے مدائن چھوڑ کر حلوان کی طرف بھاگے۔ یزدگرد نے اپنی حرم اور خاندان شاہی کو اس سے پہلے ہی جس قدر مال واسباب اٹھا سکتا تھا اٹھا کر روانہ کر دیا تھا۔ جب اس نے یہ خبر سنی تو خود بھی مدائن چھوڑ کر نکل گیا' بایں ہمہ مدائن میں کپڑے' اسباب' قیمتی ظروف اور سامان آرائش اس قدر تھا کہ جس کی قیمت کا صحیح اندازہ نہیں ہو سکتا' خزانہ شاہی میں تین ہزار گائے[1] کی کھالیں دینار سرخ سے بھری ہوئی ملیں۔ جس کو رستم قادسیہ جاتے وقت چھوڑ گیا تھا اور اس قدر مصارف فوج کے لئے اپنے ہمراہ لے گیا تھا۔

قصر ابیض: اسلامی فوجیں جوق در جوق شہر میں داخل ہوئیں اہل شہر نے قصر ابیض میں داخل ہو کر دروازہ بند کر لئے اور اس کے بعد جزیہ دے کر اپنے کو بچا لیا۔ سعدؓ جب قصر ابیض میں داخل ہوئے تو ہر طرف سناٹا تھا دل پر ایک عبرت سی چھا گئی بے اختیار یہ آیتیں زبان سے نکلیں:

﴿کم ترکوا من جناتٍ و عیونٍ و زروعٍ و مقامٍ کریمٍ و نعمۃٍ کانوا فیھا فاکھین کذلک و اورثناھا قوماً اخرین﴾

پھر وہیں ایک سلام سے آٹھ رکعتیں صلوٰۃ الفتح پڑھیں' بجائے تخت ممبر نصب کرایا' نماز جمعہ اسی ایوان میں ادا کی (یہ پہلا جمعہ تھا جو عراق میں پڑھا گیا) ایوان شاہی میں جس قدر تصویریں تھیں ان کو بحالہ قائم رکھا ایک کو بھی ان میں سے نہیں ہٹایا چونکہ قیام کا قصد ہو گیا تھا اس وجہ سے قصر نہیں کیا۔ زہرہ بن حویۃ کو ایرانیوں کے تعاقب میں نہروان کی طرف روانہ کیا۔

مال غنیمت: مال غنیمت کے جمع کرنے پر عمرو بن مقرن اور تقسیم پر سلیمان بن ربیعہ باہلی مامور کئے گئے۔ چنانچہ قصر ابیض اور ایوان شاہی میں جو کچھ تھا وہ اور جو مال واسباب اہل مدائن بھگدڑ[2] میں لوٹے ہوئے لئے جاتے تھے سب کو یک جا مجتمع کیا۔ کسریٰ کا شاہی ملبوس' تاج زرنگار اور زرہ جس کو کسریٰ فخر ومباہات کے وقت پہنتا تھا۔ یہ سب بھگوڑوں سے چھینا گیا تھا۔ ایوان شاہی کے خزانے اور عجائب خانے میں خاقان چین' قیصر روم' داہر یا شاہ ہند' بہرام گور سیاوخش' نعمان بن منذر کے خود اور ان کی زرہیں اور تلواریں تھیں۔ کسریٰ' ہرمز' قباد' فیروز کی تلواریں اور خنجر تھے۔ ان سب نادرات اور یادگار شاہان فارس کو قعقاع نے ڈھونڈ ڈھونڈ کر جمع کیا تھا۔ سعدؓ نے ان کو اجازت دی کہ تلواروں میں سے جس تلوار کو چاہیں لے لیں۔

---

[1] ابن خلدون نے قنطار لکھا ہے۔ قنطار ایک پوست گاؤ پر از زر کو کہتے ہیں۔ معاذ بن جبلؓ کہتے ہیں کہ ایک قنطار ایک ہزار دو سو اوقیہ کا ہوتا ہے اور ایک اوقیہ پونے چار تولہ کا ہوتا ہے بعض نے لکھا ہے کہ ایک سو بیس رطل کا ایک قنطار ہوتا ہے اور ایک رطل ساڑھے سینتیس تولے کا۔

[2] ابن اثیر نے لکھا ہے کہ جس وقت اسلامی لشکر مدائن میں داخل ہوا ایک ہلڑ سا مچ گیا قصر ابیض اور اس کے عجائب خانہ سے جس کے ہاتھ جو چیز لگی اس کو لئے وہ بھاگا جاتا تھا۔ اتفاق سے عصمت بن خالد ضبی ایک غیر معمولی راستے سے ہو کر گزرے دیکھا کہ دو شخص دو گدھوں پر کچھ اسباب بار کئے ہوئے تیزی سے قدم اٹھائے چلے جا رہے تھے۔ عصمت نے لپک کر ایک پر تلوار چلائی تو وہ اسی مقام پر ٹھنڈا ہو گیا۔ دوسرا یہ واقعہ دیکھ کر گدھوں کو چھوڑ کر بھاگ کھڑا ہوا عصمۃ بن خالد ان گدھوں کو عمرو بن مقرن کے پاس لائے جو مال غنیمت کے جمع کرنے پر مامور تھے اسباب اتار گیا تو اس میں قیمتی قیمتی اور عجوبہ چیزیں نکلیں' "سونے کا ایک گھوڑا جس پر چاندی کا زین کسا ہوا تھا یاقوت وزمرد اس کے سینے اور پیشانی پر جڑے ہوئے تھے سوار چاندی کا تھا لیکن جواہرات سے لدا ہوا تھا اور چاندی کی ایک اونٹنی تھی جس پر سونے کی پالان تھی۔ بیش قیمت یاقوت وہیرے اس کی مہاریں تھے اس کا سوار بھی سونے کا تھا اور سر سے پاؤں تک جواہرات سے مرصع تھا۔

قعقاع نے قیصر روم ہرقل کی تلوار اٹھالی اور سعدؓ نے اپنی طرف سے بہرام گور کی زرہ ان کو مرحمت فرمائی۔

مال غنیمت کی تقسیم : مال غنیمت سے حسب دستور خمس نکال کر دربار خلافت بھیجا گیا۔ کسریٰ اور نعمان کی تلواریں' نوشیرواں کا تاج' بادشاہوں کے پہننے کے زرنگار کپڑے' فروش اور قدیم یادگاریں لوگوں کے دیکھنے کو بجنسہ روانہ کر دیں۔ بعد ازاں مال غنیمت ساٹھ ہزار لشکریوں میں تقسیم کیا گیا ہر سوار کو بارہ بارہ ہزار ملے۔ یہ کل فوجیں سواروں کی تھیں پیادہ ان میں کوئی نہ تھا ایوان شاہی کا سامان لوگوں میں تقسیم کر کے اہل وعیال کو عتیق سے بلوا کر اسی ایوان میں ٹھہرایا اور یہیں ان کو مقیم رکھا جب تک جلولا' حلوان' تکریت اور موصل فتح نہ ہولیا۔

نادر اشیاء اور فرش نو بہار : سعدؓ نے علاوہ خمس کے جو چیزیں دربار خلافت میں بھیجی تھیں ان میں ہزار ہا نادرات و عجائبات روزگار اسباب تھے۔ کسریٰ کا فرش جو نو بہار کے نام سے موسوم اور نوے گز لمبا اور ساٹھ گز چوڑا تھا۔ مسلم بھیج دیا گیا پھول پتیاں' درخت' نہریں' تصویریں' غنچے' سونے چاندی کے تار اور جواہرات سے بنائے گئے تھے۔ شاہان فارس ایام گرمی میں جب کہ بہار کا زمانہ منقضی ہو جاتا تھا اس فرش پر بیٹھ کر شراب نوشی کرتے تھے جب یہ چیزیں مدینہ میں پہنچیں اور عامۃ المسلمین کے سامنے لائی گئیں تو دیکھنے والوں کی آنکھیں خیرہ ہوگئیں۔ اسباب کو فاروق اعظمؓ نے لوگوں میں تقسیم کر دیا فرش نو بہار کی نسبت ان کا منشاء تھا کہ تقسیم نہ کیا جائے اور چند لوگوں نے بھی عندالاستفسار یہی رائے ظاہر کی لیکن حضرت علیؓ مرتضیٰ کی رائے اس کی تقسیم کی ہوئی چنانچہ اس کو بھی کاٹ کاٹ کر لوگوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ علی مرتضیٰؓ کے حصہ میں اس کا جو ٹکڑا آیا تھا اس کو انہوں نے تیس ہزار میں فروخت کیا۔ حالانکہ وہ نفیس ٹکڑوں میں سے نہ تھا۔

جنگ جلولا : اس کے بعد فاروق اعظمؓ نے سعد بن ابی وقاصؓ کو ان کے کل مفتوحات پر نماز اور جنگ کا متولی مقرر کیا۔ حذیفہ بن الیمان ساحل فرات کے خراج پر اور عثمان بن حنیف کنارہ دجلہ کے شہروں کے خراج وصول کرنے پر مامور کئے گئے۔ ایرانی مدائن سے بھاگ کر جلولا میں پناہ گزیں ہوئے اور جنگ کی تیاریاں کرنے لگے اور آذربائیجان' باب اور حیال سے مدد طلب کر کے ایک عظیم الشان فوج مرتب کی' مہران رازی کو اپنا سرگروہ بنایا۔ شہر کے چاروں طرف خندقیں کھدوائیں' راستوں اور گزرگاہوں پر لوہے کے گوکھرو بچھوا دیئے۔ یزدگرد ان دنوں حلوان میں تھا۔ سعدؓ کو یہ خبر پہنچی تو انہوں نے فاروق اعظمؓ کو اس سے آگاہ کیا۔ فاروق اعظمؓ نے لکھ بھیجا ''تیس ہزار کی جمعیت ہاشم بن عتبہ کو ایرانیوں کے مقابلہ پر روانہ کرو۔ مقدمۃ الجیش پر قعقاع کو سواد اور حیال کے درمیانی شہروں کی حکومت دو''۔

جلولا کا محاصرہ : ہاشم اپنے لشکر جرار کو مدائن سے لے کر روانہ ہوئے چوتھے دن جلولا پہنچ کر محاصرہ کیا۔ اسی روز تک گھیرے رہے۔ اثناء محاصرہ میں وقتاً فوقتاً ایرانی نکل نکل کر مقابلہ کرتے رہے۔ آخری لڑائی سب لڑائیوں سے زیادہ خطرناک اور لیلۃ الہریرہ سے کہیں بڑھی تھی۔ اللہ تعالیٰ کی عنایت سے اس روز اس زور وشور سے آندھی چلی کہ اندھیرا ہوگیا۔ فارس کا لشکر مجبور ہو کر پیچھے ہٹا لیکن گرد وغبار کی وجہ سے کچھ دکھائی نہیں دیتا تھا ہزاروں سوار خندق میں گر کر مر گئے۔ اہل فارس نے خندق کے مختلف مقامات کو پاٹ پاٹ کر راستہ بنالیا اور اپنے بچاؤ کے لئے خود اپنے قلعہ کو خراب کر ڈالا۔ مسلمانوں کو یہ خبر

ہوئی تو انہوں نے پھر کمریں باندھ لیں۔ دونوں حریف میدان جنگ میں دل توڑ کر لڑتے رہے۔ ایرانی لشکر مسلمانوں کو روک رہا تھا لیکن قعقاع جو مقدمۃ الجیش کے افسر تھے کمال مردانگی سے بڑھے جاتے تھے۔

جلولا کی فتح: چنانچہ قعقاع اسی پٹے ہوئے راستہ سے گزر کر قلعہ کے دروازے تک پہنچ گئے۔ لوگوں میں یہ غل ہوا کہ قعقاع نے خندق پر قبضہ کر لیا۔ اسلامی لشکر نے یہ سنتے ہی اللہ اکبر کا نعرہ لگا کر دفعتہً حملہ کر دیا۔ ایرانی لشکر پسپا ہو کر بھاگا' حالت اضطراب میں ان کے حواس بجا نہ رہے۔ اسی طرف بھاگا جس طرف اہل فارس نے مسلمانوں کے حملے کی تیاری سن کر لوہے کے گوکھرو بچھوا دیئے تھے۔ گھوڑے زخمی ہو گئے چلنے کے قابل نہ رہے۔ پیادہ پا ہوئے اسلامی لشکر نے ان کو تلواروں پر رکھ لیا۔ ایرانیوں میں سے جو لوگ اس معرکہ میں جانبر ہوئے ان کی تعداد بہت کم تھی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک لاکھ ایرانی اس معرکے میں کام آئے۔

حلوان پر قبضہ: قعقاع ان کے تعاقب میں خانقین تک بڑھتے چلے گئے۔ یزدگرد یہ خبر سن کر حلوان کو چھوڑ کر رے کی طرف بھاگ گیا اور حلوان میں حفاظت کی غرض سے خسروشنوم کو چند رسالہ کے ساتھ چھوڑتا گیا۔ قعقاع جب حلوان کے قریب پہنچے تو خسروشنوم نے شہر سے نکل کر مقابلہ کی تیاری کی۔ خسروشنوم کے مقدمۃ الجیش پر زینبی دہقان حلوان مامور تھا۔ یہ پہلے قعقاع کے مقابلے پر آیا قعقاعؓ نے اس کو قتل کر کے مقدمہ پر حملہ کر دیا خسروشنوم یہ صورت دیکھ کر میدان جنگ سے بھاگ نکلا قعقاع نے حلوان پر قبضہ کر لیا۔

مال غنیمت اور حضرت عمرؓ: سعدؓ نے ان کامیابیوں کے بعد مژدہ فتح کے ساتھ مال غنیمت کا پانچواں حصہ مدینہ منورہ روانہ کیا اور آگے بڑھنے کی اجازت طلب کی۔ فاروق اعظمؓ نے لکھ بھیجا چونکہ سواد اور جبل کا درمیان حصہ ایک قدرتی قلعہ سے گھرا ہوا ہے اہل فارس ہم تک نہیں آ سکتے ہیں۔ اس لئے چند روز مسلمانوں کو آرام دینے کے لئے توقف کرو"۔ اس واقعہ میں تین کروڑ کا مال غنیمت ہاتھ آیا۔ جس کو سلیمان بن ربیعہ نے تقسیم کیا۔ ہر سوار کو نو نو ہزار اور نو نو گھوڑے ملے۔ حضرت سعدؓ کا سفیر جس وقت مژدہ فتح اور خمس لے کر مدینہ منورہ میں داخل ہوا شام ہو گئی تھی۔ فاروق اعظمؓ نے قسم کھائی کہ "جب تک میں اس مال غنیمت کو تقسیم نہ کر لوں گا اس وقت تک یہ کسی چھت کے نیچے نہ رکھا جائے گا"۔ اس وجہ سے مال غنیمت صحن مسجد میں رکھ دیا گیا۔ عبدالرحمٰن بن عوف' عبداللہ بن ارقم رات بھر حفاظت کرتے رہے جب صبح ہوئی لوگوں کی آنکھیں جواہرات کے انبار دیکھ کر خیرہ ہو گئیں۔ فاروق اعظمؓ مال غنیمت اور جواہرات کو دیکھ کر رو پڑے۔ عبدالرحمٰن نے کہا امیر المومنین یہ تو مقام شکر تھا آپ رو کیوں پڑے؟ فاروق اعظمؓ نے جواب دیا "جس قوم کو اللہ تعالیٰ دولتِ دنیا دیتا ہے اس میں رشک وحسد آ جاتا ہے اور جب حسد کا مادہ پیدا ہوتا ہے تو قوم میں نفاق اور ناانصافی کی بنیاد پڑ جاتی ہے۔ فاروق اعظمؓ نے سرزمین سواد میں حلوان وقادسیہ کے درمیان زمین کی تقسیم کی ممانعت کر دی تھی۔ جریر نے فرات کے کنارے پر کچھ زمین خرید لی تھی۔ فاروق اعظمؓ نے واپس کرنے کا حکم صادر کیا۔

معرکہ سبدان: ہاشم جلولاء سے مدائن واپس آئے معلوم ہوا کہ اوین بن ہرمزان نے ایک لشکر از سر نو مرتب کر لیا ہے اور بقصد مقابلہ سہل کی طرف آ رہا ہے۔ سعد رضی اللہ عنہ نے ایک لشکر ضرار بن الخطاب کی ماتحتی میں روانہ کیا۔ مقام سبدان میں صف آرائی ہوئی ضرار نے اوین کو گرفتار کر کے قتل کر دیا اور ایرانیوں کے تعاقب میں نہروان تک بڑھتے چلے گئے' سبدان کے مفتوحہ

مقامات اہل سبدان کو واپس کر دیئے اور وہیں مقیم رہے۔ بعض کا خیال ہے کہ سبدان کا واقعہ نہاوند کے واقعہ کے بعد ہوا ہے۔

والیٔ فرات کی گرفتاری: فاروق اعظمؓ نے جس وقت مثنیٰ بن حارث کو حیرہ کی طرف روانہ کیا تھا اسی زمانہ میں قطبہ بن قتادۃ السدوسی کو بصرے کی جانب بھیجا تھا۔ قطبہ نے فاروق اعظمؓ سے امداد طلب کی۔ دارالخلافت سے شریح بن عامر بن سعد بن بکر کو بصرہ جانے کا حکم ملا۔ چنانچہ شریح بن عامر قطبہ بن عامر کو بصرے میں چھوڑ کر اہواز کی طرف بڑھ گئے۔ اثناء راہ میں ایرانیوں سے مقابلہ ہوا کمال دلاوری سے لڑ کر میدان جنگ میں مردانہ وار جان دی‘ فاروق اعظمؓ نے ان اطراف پر عتبہ بن غزوان کو حاکم مقرر کر کے روانہ کیا اور انہیں ملک عرب اور بلاد عجم کے درمیان سرحدی مقام پر قیام کرنے کا حکم دیا۔ علاء بن الحضرمی کو لکھا کہ عرفجہ بن ہرثمہ کو عتبہ بن غزوان کی مدد پر بھیج دو۔ پس جس وقت عتبہ‘ جبال جسر میں پہنچے والی فرات یہ خبر پا کر چار ہزار کی جمعیت سے مقابلے پر آیا اگرچہ عتبہ کی رکاب میں صرف پانچ سو سپاہی تھے لیکن اہل اسلام نے اہل کفر کے چھکے چھڑا دیئے ایک ایک کو چن چن کر قتل کیا۔ آخر میں والیٔ فرات کو قید کر لیا اور ۱۴ھ میں مقام خریبہ پر آ اترے جہاں اب بصرہ آباد ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ واقعہ جلولا کے بعد بصرہ آباد کیا گیا ہے اور سعدؓ نے عتبہ کو فاروق اعظمؓ کے حکم سے بصرے کی طرف روانہ کیا تھا اور یہ ایک مہینہ تک وہاں ٹھہرے رہے۔

ابلہ پر قبضہ: اب اہل ابلہ نے مسلمانوں کی مخالفت پر کمر باندھی اہل ابلہ کے ہمراہ کشتیوں پر چین کا اسباب تھا۔ عتبہ نے پانچ سو سواروں سے مقابلہ کیا اور لڑائی ختم ہونے پر اپنے لشکر گاہ میں واپس آئے۔ اللہ تعالیٰ نے اہل ابلہ کو ایسا مرعوب کر دیا کہ وہ کمال بے سروسامانی سے معمولی معمولی اسباب اٹھا کر شہر خالی کر کے دریا عبور کر گئے۔ اگلے دن اسلامی لشکر شہر میں داخل ہوا جس قدر مال واسباب پایا باہم تقسیم کر لیا اس کے بعد بصرہ کی بنیاد پڑی سب سے پہلے مسجد بنائی گئی‘ مسجد کی چھت کھجور کے پتوں وغیرہ سے بنی[1]۔

مرزبان کی گرفتاری: ایرانی ابلہ شکست کھا کر دشت میان میں پہنچے جہاں مرزبان نے ان لوگوں کی امداد کے لئے ایک

---

[1] فتوح البلدان میں لکھا ہے کہ عتبہ نے خریبہ میں وارد ہو کر فاروق اعظمؓ کو اپنے قیام سے مطلع کیا اور یہ درخواست کی کہ مابین عرب وعراق کوئی ایسا پڑاؤ مناسب مقام پر بنایا جائے جہاں پر فوجیں ایام سرما میں رہیں اور واپسی کے بعد غزوات وہیں آ کر ٹھہرا کریں۔ فاروق اعظمؓ نے عتبہ کی درخواست پر ایسی چھاؤنی قائم کرنے کی اجازت دے دی اور یہ لکھا کہ وہ زمین جس کو تم چھاؤنی بنانا چاہتے ہو عرب کے مذاق کے موافق ہو یعنی وہاں پر پانی اور چراگاہ بکثرت ہو‘ عتبہ نے یہ فرمان پڑھ کر مقام بصرہ کو اس کام کے لئے تجویز کیا اور منظوری کے لئے مقام بصرہ کی کیفیت دربار خلافت کو لکھ بھیجی اور منظوری آ جانے پر بنیاد کی داغ بیل ڈالی۔ مختلف قبائل کو گھاس پھوس وبانس کے مکانات علیحدہ علیحدہ احاطہ کھینچ کر بنوائے اور اپنے ہاتھ سے مسجد کی بنا ڈالی اور اس کو بھی گھاس وپھوس سے تیار کیا۔ مسجد کے قریب دارالامارۃ اور قید خانہ بنوایا جب لڑائی پر جاتے تھے تو ان کو اجاڑ دیتے تھے پھر لڑائی سے واپس ہو کر گھاس و پھوس یکجا کر کے چھپر و چھاؤنی قائم کر کے دارالامارۃ اور قید خانہ بنا لیتے تھے۔ یہی حال ۱۷ھ تک رہا۔ یہاں تک کہ اسی سنہ میں آگ لگی اور بہت سے مکانات جل گئے سعدؓ بن وقاص گورنر کوفہ کی درخواست پر فاروق اعظمؓ نے پختہ مکانات بنانے کا حکم دیا۔ لیکن اس کے ساتھ یہ بھی تاکید کی کہ کوئی شخص ایک مکان میں تین کمروں سے زیادہ نہ بنائے‘ چونکہ بصرہ سے دجلہ دس میل کے فاصلہ پر تھا اس وجہ سے فاروق اعظمؓ کے حکم سے دجلہ سے ایک نہر کاٹ کر بصرہ لائی گئی۔ بصرہ کی وجہ تسمیہ میں اہل لغت یہ لکھتے ہیں کہ عربی میں بصرہ نرم پتھریلی زمین کو کہتے ہیں اور یہاں کی زمین اسی قسم کی تھی۔ لیکن معجم البلدان میں اس کی وجہ تسمیہ میں ایک مجوسی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ اس کے نزدیک یہ لفظ بے راہ تھا جس کے معنی بہت سے راہیں ہر طرف کو نکلتی تھیں اس وجہ سے عجمی اس نام سے موسوم کرتے تھے۔

گروہ کثیر جمع کر رکھا تھا۔ عتبہ کو یہ خبر ملی فوراً پہنچ کر اس گروہ کو اور پیچھے ہٹا دیا۔ مرزبان کو گرفتار کر لیا گیا قتادہ نے اس کا تاج چھین کر فاروق اعظمؓ کے پاس بھیج دیا۔ فاروق اعظمؓ نے تاج مرصع دیکھ کر وہاں کی حالت دریافت کی لوگوں نے بیان کیا کہ دنیا وہاں پھٹی پڑتی ہے۔ سیم وزر ابل پڑتا ہے''۔ لوگوں کو اس خبر سے بصرے کی طرف رغبت ہوئی۔ اکثر آدمی مدینہ سے بصرے میں آ رہے۔ پھر عتبہ نے مجاشع بن مسعود کو لشکر پر اپنی طرف سے امیر مقرر کر کے فرات کی طرف بھیجا اور امامت پر مغیرہ بن شعبہ کو تا واپسی مجاشع مقرر کر کے عتبہ خود فاروق اعظمؓ کے پاس چلے آئے۔

مرغاب کا معرکہ: روانگی کے بعد عتبہ سرداران فارس سے الف بیکان نے مسلمانوں سے جنگ کرنے کی ٹھانی۔ مغیرہ بن شعبہ نے مقام مرغاب میں اس سے مقابلہ کیا۔ اثناء جنگ لڑائی نہایت زور و شور سے جاری تھی اور فریقین جی توڑ کر لڑ رہے تھے۔ عساکر اسلامی کی عورتوں نے دوپٹوں کے پرچم بنائے اور اپنے لشکریوں سے آملیں۔ ایرانیوں نے نشانوں کو دیکھ کر ہاتھ پاؤں ڈھیلے کر دیئے اور یہ سمجھ گئے کہ عساکر اسلامی کی مدد آ پہنچی۔ میدان جنگ سے بھاگ کھڑے ہوئے کامیابی کے بعد مغیرہ نے بشارت نامہ فتح فاروق اعظمؓ کی خدمت میں روانہ کیا۔ فاروق اعظمؓ نے عتبہ کو پھر ان کے مفتوحات کی طرف واپس کیا جو یہ قضائے الٰہی راستے میں انتقال کر گئے۔ بعض کہتے ہیں کہ ۱۵ھ میں عتبہ کو بصرہ کی امارت دی گئی تھی۔ بعض کہتے ہیں کہ ۱۶ھ میں عتبہ امیر بصرہ مقرر کئے گئے تھے اور انہوں نے چند دن حکومت کی۔ اس کے بعد فاروق اعظمؓ نے مغیرہ بن شعبہ کو مقرر کیا۔ دو برس تک یہ حکومت کرتے رہے۔ پھر جب لوگوں نے ان پر الزامات لگائے تو معزول کئے گئے بجائے ان کے ابوموسیٰ مامور ہوئے۔ بعض کہتے ہیں کہ عتبہ کے بعد ابوسیرہ اور ان کے بعد مغیرہ مقرر کئے گئے تھے۔

باب : ۱۴

فتح شام

معرکہ ذوالکلاع: فحل میں رومیوں کو شکست دینے کے بعد ابوعبیدہؓ اور خالد رضی اللہ عنہما نے بقصد حمص[1] روانہ ہو کر ذوالکلاع میں پڑاؤ ڈالا۔ ہرقل شہنشاہ روم نے توذر بطریق کو ان کے مقابلہ پر بھیجا جس نے مرج روم میں پہنچ کر قیام کیا توذر بطریق نے خالد بن الولید کے مقابلہ پر اور شمس بطریق نے ابوعبیدہؓ کے مقابلے پر مورچہ قائم کیا۔ تمام رات فریقین خوف وزجا سے نہ سوئے کسی کو اشتیاقِ جنگ بے چین کیے تھا اور کوئی خوف جان سے کانپ رہا تھا۔ صبح ہوتے ہی توذر نے دمشق کا رخ کیا' خالد بھی اس کے پیچھے پیچھے روانہ ہوئے۔ یزید بن ابی سفیان کو یہ خبر پہنچی تو انہوں نے دمشق سے نکل کر توذر کا راستہ روکا اور لڑائی شروع ہو گئی اس اثناء میں خالد نے پہنچ کر رومیوں پر پیچھے سے حملہ کر دیا۔ دو دو حملوں نے رومیوں پر میدان جنگ تنگ کر دیا اس کثیر التعداد رومی فوج سے جو توذر کے ہمراہ تھی معدودے چند جاں بر ہوئی مال واسباب جو کچھ ان کے ہمراہ تھا اس کو مسلمانوں نے لوٹ لیا۔ یزید تو دمشق کو واپس چلے گئے اور خالد مرج روم کی طرف لوٹے۔

فتح حمص: ابوعبیدہؓ نے خالدؓ کی روانگی کے بعد شمس بطریق سے لڑائی چھیڑ دی تھی۔ ہنوز کوئی فیصلہ نہ ہونے پایا تھا کہ خالدؓ اپنی رکاب کی فوج لئے آ پہنچے۔ اسلامی لشکر جوش مسرت سے اللہ اکبر پکار اٹھا جس سے سارا میدان جنگ گونج گیا۔ رومیوں کے پاؤں اکھڑ گئے اثناء دار و گیر میں شمس بطریق ابوعبیدہؓ کے ہاتھ سے مارا گیا رومیوں نے میدان جنگ سے بھاگ کر حمص میں پناہ لی۔ ہرقل اس ہزیمت کا حال سن کر بطریق حمص کو شہر سپرد کر کے الرہا چلا گیا۔ ابوعبیدہ نے حمص میں پہنچ کر شہر کو چاروں طرف سے گھیر لیا' اہل حمص نے امان طلب کی۔ ابوعبیدہؓ نے مصالحت کر لی۔ زمانہ محاصرہ میں ہرقل نے اہل حمص کی امداد کی غرض سے اہل جزیرہ کو روانہ کیا تھا۔ لیکن چونکہ سعدؓ بن ابی وقاص نے عراق کے عساکر اسلامی سے ایک گروہ کو ہیت و قرقیسا بھیج دیا تھا اس وجہ سے اہل جزیرہ حمص کے چھڑانے کو نہ پہنچ سکے۔ مجبور ہو کر اپنے بلاد کو واپس آئے اور اہل حمص نے امداد سے ناامید ہو کر انہیں شرائط پر صلح کر لی جس پر اہل دمشق نے صلح کی تھی۔

حضرت ابوعبیدہ اور خالد بن ولید کی فتوحات: فتح حمص کے بعد ابوعبیدہؓ نے سمط بن الاسود کو بنو معاویہ قبیلہ کندہ پر' اشعث بن قیس کو سکون' مقداد کو بلی پر اور ان سب پر عبادۃ بن الصامت کو سردار مقرر کر کے حماۃ[2] پر فوج کشی کی۔ اہل حماۃ

---

[1] حمص ایک بڑا ضلع اور قدیم شہر منجملہ ان چھ بڑے ضلعوں کے ہے جو ممالک شام میں مشہور ہیں اس کو انگریزی میں ایما کہتے ہیں۔ یہاں پر ہیکل شمس تھا جس کی زیارت کو دور دراز ملکوں سے لوگ آتے تھے قدیم زمانہ میں حمص کی شہرت اسی وجہ سے ہوئی تھی۔ مواقع جنگ سمجھنے کے لئے ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ شام کا ملک ضلع چھ ضلعوں میں منقسم ہے جن میں سے دمشق' حمص' اردن اور فلسطین زیادہ مشہور ہیں۔

[2] یہ ایک قدیم شہر ہے جو حمص و قنسرین کے درمیان واقعہ ہے۔

نے جزیہ اور خراج دے کر صلح کر لی۔ بعد ازاں اسلامی فوجیں شیرز کی طرف بڑھیں اور شیرز کو بہ صلح فتح کر کے معرہ کا قصد کیا۔ معرہ کو معرۃ النعمان بھی کہتے ہیں اور نعمان بن بشیر انصاری کی طرف اس کو منسوب کرتے ہیں۔ اہل معرہ نے شہر سے نکل کر اہل حماۃ کی طرح صلح کر لی۔ دلاورانِ اسلام لاذقیہ[1] پہنچے اور اس کو بزور تیغ حاصل کر کے سلمیہ[2] کو بھی اسی طرح فتح کیا۔ بعد ازاں ابوعبیدہؓ نے خالد بن الولیدؓ کو قنسرین کی طرف روانہ کیا۔ میناس نے (جس کا رتبہ ہرقل کے بعد سب سے زیادہ تھا) مقابلہ کیا خالد نے اس کو پسپا کر کے قنسرین کا محاصرہ کر لیا۔ کچھ عرصہ بعد شہر فتح ہو گیا لیکن خالدؓ بن ولید نے اس کو ویران کر دیا اور باستقلال تمام اس طرف سے خالدؓ نے دوسری طرف سے عیاض بن غنم نے' کوفہ سے عمر بن مالک نے اور قرقیسا کی جانب سے عبداللہ بن المعتمر نے موصل کا قصد کیا۔ ہرقل یہ خبر پا کر قسطنطنیہ کی طرف چلا گیا۔ جب فاروق اعظمؓ کو ان واقعات کی اطلاع ہوئی تو بے ساختہ بول اٹھے ((امر خالد نفسه یرحم الله ابابکر هو کان اعلم منی بالرجل)) ''میں خالدؓ کو اس کے نفس کا سردار مقرر کرتا ہوں اللہ تعالیٰ ابوبکرؓ پر رحم کرے وہ مجھ سے زیادہ لوگوں کو جاننے والے تھے''۔ خالد اور مثنیٰ بن حارث کو فاروق اعظمؓ نے کسی اور وجہ سے معزول نہیں کیا تھا۔ خیال یہ پیدا ہوا تھا کہ کثرت فتوحات سے کہیں خالد اور مثنیٰ کو غرور نہ آ جائے۔ چنانچہ ابوعبیدہؓ کے بعد مثنیٰ بن حارث کے ثابت قدم رہنے سے فاروق اعظمؓ نے مثنیٰ کو پھر افسر لشکر بنایا اور ایسا ہی بعد واقعہ قنسرین خالد کو دوبارہ عہدہ امارت پر مامور کیا۔

اہل قنسرین کی سرکشی و اطاعت: مہم قنسرین سے فارغ ہو کر ابوعبیدہؓ نے حلب کی طرف کوچ کیا اثناء راہ میں یا حلب کے قریب پہنچ کر یہ خبر آئی کہ ''اہل قنسرین نے عہد شکنی کی اور بلوہ کر دیا''۔ سمط کندہ چند دستہ فوج کے سردار مقرر ہو کر اہل قنسرین کی سرکوبی کو روانہ ہوئے۔ قنسرین پہنچ کر شہر کا محاصرہ کیا دوبارہ بزور تیغ فتح کیا اور بہت سا مال واسباب لوٹ لیا اس عرصے میں ابوعبیدہؓ حلب کے قریب مقام خناصر (یا خاضر) میں جا اترے۔ یہاں پر عرب کے بہت سے قبیلے آباد تھے جنہوں نے جزیہ دے کر صلح کر لی اور چند دنوں کے بعد سب کے سب مسلمان ہو گئے۔

فتح حلب: اہل حلب ابوعبیدہؓ کی آمد کی خبر سن کر قلعہ میں پناہ گزین ہوئے۔ عیاض بن غنمؓ نے جو مقدمۃ الجیش کے افسر

---

[1] لاذقیہ بھی ایک قدیم شہر ہے اس کی مضبوطی اور استواری اس درجہ تھی کہ باوجود شدت حصار کے عساکر اسلامی فتح یاب نہ ہوتے تھے۔ ابوعبیدہؓ نے اس کی فتح کی یہ ایک نئی تدبیر نکالی کہ میدان میں بہت سے غار کھدوائے جس کی رومیوں کو اطلاع نہ ہوئی۔ ایک روز فوج کو کوچ کا حکم دے دیا اور بظاہر حمص کی طرف روانہ ہوئے۔ لیکن جوں ہی رات نے اپنے سیاہ دامن سے دنیا کو ڈھانپ لیا۔ ابوعبیدہ مع اپنی فوج کے لوٹ آئے اور انہیں غاروں میں چھپ رہے۔ صبح ہوتے ہی اہل قلعہ نے مسلمانوں کے چلے جانے کو تائید غیبی خیال کر کے دروازہ کھول دیا اور اپنے کاروبار میں مصروف ہو گئے۔ عساکر اسلامی نے غاروں سے نکل کر دفعتاً حملہ کر کے قلعہ فتح کر لیا پہلے تو عیسائی شہر چھوڑ کر بھاگ گئے تھے لیکن فتح وتسلط کے بعد امان طلب کر کے شہر میں چلے آئے اور جزیہ دے کر آباد ہو گئے۔ عبادۃ بن الصامت نے ایک جامع مسجد بنوائی اور عیسائیوں کے کلیسے ان کو دے دیئے گئے۔

[2] سلمیہ کی وجہ تسمیہ ابن اثیر نے یہ لکھا ہے کہ سلمیہ' شہر موتفکہ کے قریب تھا جو کسی زمانہ میں عذاب الٰہی کی وجہ سے الٹ دیا گیا تھا۔ جن میں سے صرف سو آدمی بچے تھے پھر ان سو آدمیوں نے اپنے لئے سو مکان بنوائے۔ اس کا نام سلم مائۃ رکھا یعنی ''سو آدمی بچے'' کثرت استعمال سے مسلم مائۃ سلمیہ ہو گیا۔ لیکن یہ تاویل اس وقت ہو سکتی ہے جب کہ اہل سلمیہ عربی ہوں اور ان کی زبان عربی رہی ہو اور اگر وہ عجمی تھے جیسا کہ موجودہ نسل کی زبان شہادت دے رہی ہے تو اس تاویل کی گنجائش نہیں۔

تھے۔ شہر کا محاصرہ کر لیا بعد چندے امان دے کر اور مقبوضہ شہروں کی طرح ان شرائط پر صلح کر لی کہ عیسائی رعایا جزیہ دیا کریں اور مسلمان ان کے جان و مال اور گرجوں سے معترض نہ ہوں۔ ابو عبیدہؓ نے اس صلح و امان کو جائز رکھا اور معاہدہ لکھ دیا۔ بعض کہتے ہیں کہ گرجوں اور شاہی عمارت کی تقسیم پر صلح ہوئی تھی اور بعض کہتے ہیں کہ عیسائی حلب چھوڑ کر انطاکیہ چلے گئے تھے یہاں تک کہ انطاکیہ فتح ہو گیا۔ اس وقت عیسائی مصالحت کر کے حلب واپس آئے۔

انطاکیہ کی فتح: ابو عبیدہؓ حلب کو فتح کر کے انطاکیہ کی طرف بڑھے۔ انطاکیہ کی قیصر کے شاہی محلات تھے۔ اکثر اوقات بغرض تبدیل آب و ہوا قیصر یہاں قیام کرتا تھا۔ یہاں پر مختلف مقامات سے عیسائی بھاگ بھاگ کر آئے تھے اور اس کو اپنا مامن و ملجا سمجھ کر مقیم تھے۔ مسلمانوں کی آمد کی خبر سن کر انطاکیہ کے باہر صف آراء ہوئے ابو عبیدہ نے پہلے ہی حملہ میں ان کے حوصلے پست کر دیئے۔ عیسائی فوجیں شکست اٹھا کر شہر میں پہنچیں اور ابو عبیدہؓ نے ان کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ چند روز کے بعد عیسائیوں نے مجبور ہو کر جلاوطنی یا جزیہ دینے پر صلح کر لی جو عیسائی جزیہ نہ دے سکا وہ انطاکیہ چھوڑ کر کسی اور طرف چلا گیا۔ اس کے بعد عیسائیوں نے پھر بدعہدی کی عیاض بن غنم اور حبیب بن مسلمہ نے پھر لڑ کر ان کو زیر کیا اور ان کی درخواست پر حسب شرائط صلح اوّل پھر مصالحت ہو گئی۔ چونکہ عیسائیوں کا بار بار نقض عہد کرنا اور ان کی سرکوبی کا از سر نو انتظام کرنا ایک غیر معمولی واقعہ تھا اس وجہ سے ابو عبیدہؓ نے دربار خلافت کو اس سے مطلع کیا۔ فاروق اعظمؓ کے لکھنے پر شہر کی محافظت کے لئے فوجیں مامور کر کے ان کے وظائف اور تنخواہیں مقرر کر دیں جو اوقات معینہ پر ان کو دی جاتی تھیں۔

معرکہ معرہ مصرین: اس کے بعد رومیوں کا ایک مجمع حلب کے قریب معرہ مصرین میں مسلمانوں کے خلاف جمع ہوا ابو عبیدہؓ نے یہ سن کر لشکر کو کوچ کا حکم دیا اور سر میدان لڑ کر ان کے مجمع کو منتشر کیا۔ عوام الناس کا کوئی شمار نہیں' عیسائیوں کے بہت سے مذہبی پیشوا بھی میدانِ جنگ میں مارے گئے اہل حلب کی طرح صلح کی درخواست کی۔ ابو عبیدہ نے منظور کر لی اور معاہدہ لکھ کر دے دیا۔

عیسائی امراء کی اطاعت: ان واقعات سے عساکر اسلامی کی بہادری' دلآوری' استقلال اور عزم کا لوگوں کے دلوں پر سکہ بیٹھ گیا۔ جس طرف کوئی افسر تھوڑی سی فوج لے کر نکل جاتا تھا عیسائی امراء خود آ کر صلح کر لیتے تھے' ابو عبیدہؓ نے چاروں طرف اسلامی فوجیں پھیلا دیں۔ رفتہ رفتہ عساکر اسلامی نے قنسرین اور انطاکیہ کے کل شہروں پر قبضہ کر لیا۔ پھر حلب کو دوبارہ فتح کر کے قورس کا قصد کیا۔ مقدمۃ الجیش پر عیاض بن غنم تھے۔ بلا کسی جدال و قتال کے شرائط صلح پر اہل قورس نے صلح کر لی۔ تل غراز اور اس کے قریب قریب جتنے شہر تھے بہت آسانی سے اس طرح مفتوح ہو گئے کہ کہیں پر خون کا ایک قطرہ بھی نہ گرا۔ منبج کو سلمان بن ربیعہ باہلی نے مصالحت سے فتح کیا۔ عیاض نے اہل دلوک' ضیاب سے اہل منبج کے شرائط پر مصالحت کر لی۔ مگر یہ ایک شرط اضافہ کر دی کہ ''وقت ضرورت فوجی خدمت بھی انجام دینی ہو گی''۔

بغراس پر قبضہ: ابو عبیدہؓ حسبِ ہدایت فاروق اعظمؓ جن جن شہروں کو فتح کرتے تھے ان پر اپنی طرف سے ایک عامل مقرر کر کے اس کی حفاظت کو ایک لشکر چھوڑتے جاتے تھے اور اس کے سرحدی مقامات پر حفاظت کی غرض سے فوجی گارڈ متعین کرتے

تھے۔ رفتہ رفتہ شام میں جس قدر شہر فرات تک تھے ان پر مسلمانوں نے قبضہ کر لیا بعد ازاں ابو عبیدہؓ نے فلسطین کی طرف مراجعت کی اور ایک لشکر بسرداری میسرہ بن مسروق عیسیٰ بغراس[1] روانہ کیا یہاں عرب کے بہت سے قبائل غسان' تنوخ اور ایاد پہلے سے آباد تھے لیکن مسلمانوں کی آمد سن کر رومیوں کے ساتھ ہرقل کے پاس جانے کی تیاریاں کر رہے تھے۔ میسرہ بن مسروق نے پہنچ کر ان پر حملہ کیا۔ ہزاروں جانیں اس معرکہ میں ضائع ہوئیں' اثناء جنگ ابو عبیدہؓ نے مالک بن اشتر نخعی کو انطاکیہ سے میسرہ کی کمک پر بھیج دیا۔ حریف گھبرا کر میدانِ جنگ سے پسپا ہو کر بھاگا۔ عساکر اسلامی شہر پر قبضہ حاصل کر کے ابو عبیدہؓ کے پاس واپس آئے۔ خالدؓ ایک چھوٹا سا لشکر لے کر مرعش کی طرف بڑھے اور لڑ کر اس شرط پر اس کو مفتوح کیا کہ عیسائی شہر چھوڑ کر نکل جائیں۔ حبیب بن مسلمہؓ نے حصن حرث کو اسی شرط پر فتح کیا۔

قیساریہ کی فتح: انہیں واقعات کے اثناء میں یزید بن ابی سفیانؓ نے اپنے بھائی معاویہ بن ابی سفیان کو بحکم فاروق اعظمؓ قیساریہ کی طرف فوج دے کر روانہ کیا۔ اس وقت علقمہ بن مجزز' غزہ میں قیفاء بطریق روم سے لڑ رہے تھے۔ معاویہ نے قیساریہ کو اپنے محاصرہ میں لے کر لڑائی شروع کر دی۔ چند روز تو اہل قیساریہ نے مقابلہ کیا آخر کار جب کہ ان کے اسی ہزار آدمی معرکہ جنگ میں کام آ چکے تھے۔ میدان جنگ چھوڑ کر بھاگے اور معاویہ نے قیساریہ پر اپنی کامیابی کا جھنڈا گاڑ دیا۔

جنگ اجنادین: مہم مرج روم سے ابو عبیدہؓ و خالدؓ فارغ ہو کر جس وقت حمص میں آئے۔ عمرو و شرحبیل نے بیسان کے مقامات پر حملہ کر کے انہیں فتح کر لیا اہل اردن نے ڈر کر مصالحت کر لی رومیوں کو اس سے سخت برہمی پیدا ہوئی۔ انہوں نے غزہ بیسان کی اطراف سے ایک کثیر التعداد فوج جمع کر کے اجنادین میں قیام کیا۔ بطارقہ روم سے ارطبون نامی و مشہور بطریق سرلشکر تھا۔ عمرو و شرحبیل نے یہ خبر پا کر اردن میں ابوالاعور اسلمی کو چھوڑا اور خود نہایت استقلال و ثابت قدمی سے رومیوں کی طرف بڑھے۔ ارطبون بطریق نے اپنی فوج کے دو حصے علیحدہ کر کے ایک کو رملہ میں دوسرے کو بیت المقدس میں ٹھہرایا تھا اور باقی فوج لئے ہوئے خود اجنادین میں پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا۔ عمرو نے علقمہ بن حکیم فراسی اور مسرور بن العکی کو بیت المقدس پر حملہ کرنے کو روانہ کیا' ابو ایوب المالکی کو اہل رملہ سے جنگ کرنے کو بھیجا اور خود ارطبون کے مقابلہ کو اجنادین کی طرف بڑھے' اجنادین میں بہت سخت لڑائی ہوئی۔ دونوں حریف جنگ یرموک کی طرح جی توڑ کر لڑے۔ آخر میں ارطبون پسپا ہو کر بیت المقدس کی طرف بھاگا۔ عساکر اسلامی نے جو بیت المقدس کا محاصرہ کئے ہوئے تھے راستہ دے دیا چنانچہ ارطبون بیت المقدس چلا گیا اور عمرو اجنادین میں جا اترے۔ اس سے پیشتر ہم اس واقعہ کو ان لوگوں کی روایت کے مطابق جنگ یرموک سے پہلے لکھ آئے ہیں جنہوں نے واقعہ اجنادین کو قبل یرموک بیان کیا ہے اور یہاں پر ان لوگوں کی روایت کے لحاظ سے اس واقعہ کو ہم نے تحریر کیا ہے جو جنگ اجنادین کو واقعہ یرموک کے بعد بیان کرتے ہیں۔

فتح بیت المقدس: بیت المقدس میں ارطبون کے پہنچنے کے بعد عمرو نے غزہ کو فتح کیا۔ بعض کہتے ہیں کہ غزہ خلافت صدیق اکبرؓ میں مفتوح ہوا۔ بہر کیف اس کے بعد عمرو نے سبط پر کامیابی کے ساتھ قبضہ کر لیا (یہاں پر یحییٰ بن زکریا علیہا السلام کی قبر

---

[1] بغراس مضافات انطاکیہ میں ایک مقام تھا جس کی سرحد ایشیائے کوچک سے ملتی تھی۔

ہے) پھر نابلس' لد' عمواس' بیت جبرین' یافا' رفح اور کل بلاد اردن نہایت آسانی سے یکے بعد دیگرے مفتوح ہو گئے۔ صرف بیت المقدس باقی رہ گیا جس کے گرد و نواح کے کل شہروں پر عمرو بن العاص قبضہ حاصل کر کے خود اس کے محاصرہ کو بڑھے۔ عیسائی قلعہ بند ہو کر لڑنے لگے۔ اس وقت ابو عبیدہؓ شام کے آخری ضلع قنسرین کو فتح کر چکے تھے اور بیت المقدس کا رخ کیا تھا۔ عیسائیوں نے ہمت ہار کر مصالحت کی گفتگو پیش کی۔ شرائط صلح میں مزید اطمینان کے لئے ایک شرط کا اضافہ کیا کہ عمر بن الخطابؓ خود آ کر معاہدہ لکھیں۔ مسلمانوں نے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو خط لکھا۔ عمر فاروقؓ مدینہ میں علی ابن ابی طالبؓ کو اپنا قائم مقام بنا کر بیت المقدس کی طرف روانہ ہوئے اور عساکر اسلامی کو اپنی روانگی سے مطلع کیا۔ کوچ و قیام کرتے ہوئے بیت المقدس پہنچے۔

مترجم:

عیسائیوں کی مشروط اطاعت: مورخوں نے لکھا ہے کہ ابو عبیدہ نے خط لکھا تھا کہ "بیت المقدس کی فتح آپ کی تشریف آوری پر موقوف ہے جلد تشریف لائیے" عمر فاروقؓ نے یہ خط پاتے ہی معززین صحابہ کو مشورہ کی غرض سے جمع کیا۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: "عیسائی ہمت ہار چکے ہیں آپ ان کی درخواست منظور نہ کیجئے گا تو ان کو اور بھی ذلت ہوگی اور وہ اب بلا جدال و قتال و بغیر کسی شرط کے ہتھیار ڈال دیں گے" علی ابن ابی طالبؓ نے اس رائے سے اختلاف کیا عمر فاروقؓ نے اس کو پسند کیا علی ابن ابی طالبؓ یا بروایت یعقوبی عثمان بن عفان کو اپنا نائب مقرر کر کے رجب ۱۶ھ کو مدینہ سے بیت المقدس کی طرف روانہ ہوئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیت المقدس کو روانگی: عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ سفر معمولی سفر نہ تھا بلکہ اس سے دشمنوں کے قلوب پر اسلامی ہیبت و جلال کا بٹھانا مقصود تھا لیکن بایں ہمہ روانہ ہوئے تو کس سرو سامان سے کہ نہ تو ان کے ہمراہ نقارہ تھا نہ نوبت تھی نہ خدم و حشم' نہ لاؤ لشکر ڈیرہ' خیمہ کا کیا ذکر ہے معمولی چھولداری بھی نہ تھی سواری میں ایک گھوڑا تھا اور چند مہاجرین و انصار ہم رکاب تھے۔ پھر بھی یہ خبر جہاں پہنچتی تھی کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مدینہ سے بیت المقدس کا قصد کیا ہے زمین کانپ اٹھتی تھی بعض نے لکھا ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ مہاجرین و انصار میں سے کوئی شخص نہیں گیا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ تھے اور آپ رضی اللہ عنہ کا ایک غلام تھا گھوڑا نہ تھا بلکہ اونٹ پر سوار تھے کچھ ستو آپ کے پاس تھے اور ایک لکڑی کا پیالہ۔

صلح نامہ بیت المقدس: طبری نے لکھا ہے کہ معاہدہ صلح یہیں لکھا گیا ہے اور بلاذری واقدی کا بیان ہے کہ صلح نامہ بیت المقدس میں تحریر کیا گیا۔ بہر کیف جو معاہدہ بموجودگی عمر فاروق رضی اللہ عنہ بیت المقدس میں لکھا گیا وہ بتمامہ درج ذیل ہے۔

هذا ما اعطى عبد الله عمر امير المؤمنين اهل ايليا من الامان اعطاهم امانا لانفسهم و اموالهم و كنائسهم و صلبانهم دسقيمها و بريها و سائر ملتها انه لا يسكن كنائسهم و لاينقض منها ولامن غيرها ولامن صلبهم ولا من شئ من اموالهم ولا يكرهون على دينهم ولا يضار احدهم منهم ولا يسكن بايليا معهم احد من اليهود على اهل ايليا ان يعطوا الجزية كما يعطى اهل المدائن و عليهم ان اخرجوا منها الروم و اللصوث فمن خرج منهم فهوا من على نفسه و ماله حتى يبلغوا ما منهم و من اقام منهم فهوا من و عليه مثل اهل ايليا من الجزية و من احب من اهل ايليا ان ليس بنفسه و ماله مع الدوم و يخلى بيعهم و سلبهم فانهم امنون على انفسهم و على بيعهم و صلبهم حتى يبلغوا ما منهم و على ما فى هذا الكتاب عهدالله و ذمة رسوله و ذمة الخلفاء و ذمة المومنين اذا اعطوا الذى عليهم من الجزية شهد على ذلك خالد بن الوليد و عمرو بن العاص و عبدالرحمٰن بن عوف و معاوية بن ابى سفيان و كتب حضر سنة ۱۵ھ

یہ وہ رعایتیں ہیں جو اللہ کے بندہ عمر نے ایلیا والوں کو دیں۔ ان کی جان، مال، گرجے، صلیب، بیمار، تندرست اور ان کے کل مذہب والوں کو امان دی جاتی ہے کسی کو ان کے گرجاؤں میں سکونت اختیار کرنے کا اختیار نہ ہوگا اور نہ وہ گرائے جائیں گے نہ ان کو اور نہ انکے احاطے کو نقصان پہنچایا جائے گا نہ انکی صلیبوں اور نہ ان کے موقوفات میں کچھ کمی کی جائے گی مذہب کی بابت ان پر کچھ جبر نہ کیا جائے گا اور نہ ان میں سے کسی کو ضرر پہنچایا جائے گا اور ایلیا میں ان کے ساتھ یہودی نہ رہنے پائیں گے اور اہل ایلیا پر یہ فرض ہے کہ اور شہر والوں کی طرح جزیہ دیں یونانیوں اور مفسدوں کو نکال دیں۔ پس یونانیوں میں جو شہر سے نکلے گا اس کے جان و مال کو امن ہے جب تک محفوظ مقام پر پہنچ نہ جائے اور جو شخص ان میں سے ایلیا میں رہنا چاہے تو اس کو بھی امن ہے اور اس کو اہل ایلیا کی طرح جزیہ دینا ہوگا اور اہل ایلیا سے جو شخص اپنی جان و مال لے کر ان کے ساتھ جانا چاہے تو ان کو اور ان کے اور ان کے گرجاؤں اور صلیبوں کو امن ہے یہاں تک کہ وہ اپنے محفوظ مقام پر پہنچ جائیں اور جو کچھ اس عہد نامہ میں ہے اس پر اللہ تعالیٰ کا، اللہ کے رسولؐ کا، ان کے جانشینوں کا، مسلمانوں کا ذمہ ہے بشرطیکہ اہل ایلیا جزیہ مقررہ دیئے جائیں اس وثیقہ پر خالدؓ بن ولید، عمرو بن العاص، عبدالرحمٰن بن عوف اور معاویہؓ بن ابی سفیان نے اپنے اپنے دستخط بطور گواہ کے مرقومہ ۱۵ھ۔

اس معاہدے سے یہ چند باتیں ثابت ہوتی ہیں:

(۱) یہ کہ مسلمانوں نے اپنا مذہب بزورِ تلوار نہیں پھیلایا۔

(۲) یہ کہ ان کے عہد حکومت میں دوسرے مذہب والوں کو بہت بڑی مذہبی آزادی حاصل تھی۔

(۳) یہ کہ جبریہ غیر قوموں سے جزیہ نہیں لیا جاتا تھا بلکہ ان کو قیام کرنے اور جزیہ دینے میں اختیار تھا اور ان دونوں صورتوں میں ان کو امن دیا گیا تھا۔

خلیفۂ ثانیؓ کی حیثیت: عمر فاروقؓ کی سواری میں جو گھوڑا تھا اس کے سم روزانہ سفر کی وجہ سے گھس گئے تھے۔ اس وجہ سے وہ رک رک کر قدم رکھتا تھا اور لباس اور سروسامان بھی آپ کا ایک معمولی حیثیت کا تھا جس کو دیکھ کر خود مسلمانوں کو شرم آتی تھی۔ عمر فاروقؓ اس کا احساس کر کے گھوڑے سے اتر پڑے لوگوں نے ترکی نسل کا ایک عمدہ گھوڑا حاضر کیا اور ایک نہایت عمدہ و نفیس پوشاک پیش کی عمر فاروقؓ نے لباس دیکھ کر فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ نے جو عزت ہم کو دی ہے وہ اسلام کی عزت ہے اور وہی ہمارے لئے کافی ہے اس کو واپس لے جاؤ مجھ کو اس کے پہننے کی ضرورت نہیں ہے''۔ باقی رہا گھوڑا اس پر لوگوں کے کہنے سننے سے سوار ہوئے تو وہ شوخی کرنے لگا۔ عمر فاروقؓ نے اس کے منہ پر طمانچہ مار کر فرمایا ''کمبخت یہ غرور کی چال تو نے کہاں سے سیکھی ہے'' یہ کہہ کر اتر پڑے اور پیادہ پا بیت المقدس میں داخل ہو کر سب سے پہلے مسجد اقصیٰ میں گئے۔ محراب داؤد کے پاس پہنچ کر سورۂ

داؤد کی کی آیت پڑھ کر سجدہ ادا کیا اور پھر عیسائیوں کے گرجے میں آئے اور اس کو دیکھتے رہے۔

(مترجم) **دیوان کی ترتیب**: دیوان کی ترتیب محترم ۲۰ھ میں ہوئی دیوان مرتب کرنے سے فاروق اعظمؓ کو مقصود تمام ملک کو فوجی بنانا تھا۔ وہ اس حقیقت کو کہ ہر مسلمان فوج اسلام کا سپاہی ہے عملاً جاری کرنا چاہتے تھے لیکن ابتداء اسلام میں ایسی تعمیم کسی قدر ناممکن الوقوع تھی اس وجہ سے پہلے پہلے قریش وانصار سے شروع کیا۔ مدینہ منورہ میں اس وقت مخزمہ بن نوفل، جبیر بن معطم، عقیل بن ابی طالب بہت بڑے نساب اور حساب و کتاب میں ماہر تھے۔ عمر فاروقؓ نے ان کو طلب کر کے یہ خدمت سپرد کی کہ تمام قریش اور انصار کا ایک رجسٹر تیار کریں جس میں ہر شخص کا نام ونسب تفصیلاً درج ہو۔ ان لوگوں نے نقشہ بنا کر پیش کیا تو اس میں یہ نقص تھا کہ خلافت حکومت کے لحاظ سے ترتیب قائم کی گئی تھی۔ یعنی پہلے بنو ہاشم پھر ابو بکر صدیقؓ کا خاندان پھر عمر فاروقؓ کا قبیلہ لکھا گیا۔ عمر فاروقؓ نے اس کو ناپسند فرمایا ارشاد فرمایا ''یوں نہیں! پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا سے شروع کرو کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ قریب ہیں ان کے بعد درجہ بدرجہ قرب و بعد قرابت کے لحاظ سے ہر قبیلے کو لکھتے چلے آؤ اور جب میرے قبیلے کی نوبت آئے تو مجھ کو بھی لکھو''۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا اعتراض: اس موقع پر یہ یاد رکھنے کی بات ہے کہ جب عمر فاروقؓ نے اسامہ بن زید کی تنخواہ اپنے بیٹے عبداللہ سے زیادہ مقرر کی تو انہوں نے کہا ''واللہ اسامہ مجھ سے کسی موقع پر بڑھنے نہیں پائے'' عمر فاروقؓ نے جواب دیا ''ہاں لیکن اسامہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرب زیادہ ہے اور آنحضرتؐ اسامہؓ کو تجھ سے زیادہ دوست رکھتے تھے''۔ عمر فاروقؓ کی یہ تجویز نہایت قابل قدر اور قابل لحاظ ہے کیونکہ اگر ترتیب سابق باقی رہ جاتی تو خلافت خود غرضی کا ذریعہ بن جاتی الغرض حسب ہدایت رجسٹر تیار ہوا اور ذیل کے نقشے کے موافق تنخواہیں ہوئیں جن بزرگوں کے نام درج رجسٹر ہوئے ان کی بیوی اور بچوں کی بھی تنخواہیں مقرر کی گئیں اور ان کے غلاموں کی وہی تنخواہیں مقرر ہوئیں جو ان کے آقاؤں کی تھیں۔ عام مہاجرین وانصار کی بیویوں کی تنخواہ دوسو درہم تک اور اہل بدر کی اولاد ذکور کی تنخواہ دو ہزار درہم مقرر ہوئی۔

تقسیم مدارج	تعداد تنخواہ
عباسؓ بن عبدالمطلب	۵۰۰۰ ہزار درہم سالانہ
علیؓ ابن ابی طالب	۵۰۰۰ ہزار درہم سالانہ
ازواج مطہرات	۱۰۰۰۰ ہزار درہم سالانہ
عائشہ صدیقہؓ	۱۲۰۰۰ ہزار درہم سالانہ
اصحاب اہلِ بدر (یعنی جو لوگ بدر میں شریک تھے)	۵۰۰۰ ہزار درہم سالانہ
اصحاب بدر کے لڑکوں کو	۲۰۰۰ ہزار درہم سالانہ
شرکاء بدر کے بعد سے صلح حدیبیہ تک کے اصحاب	۴۰۰۰ ہزار درہم سالانہ
انصار	۴۰۰۰ ہزار درہم سالانہ
اسامہؓ بن زید	۴۰۰۰ ہزار درہم سالانہ

تقسیم مدارج	تعداد تنخواہ
مہاجرین قبل فتح مکہ و شرکاء فتح و غزوات تا واقعات قادسیہ	۳۰۰۰ ہزار درہم سالانہ
جو لوگ فتح مکہ میں ایمان لائے یا جنگ قادسیہ یرموک میں شریک ہوئے	۱۰۰۰ ہزار درہم سالانہ
شرکاء جنگ یمامہ	۲۰۰۰ درہم سالانہ
یمن اور قیس والوں کو جو شام میں تھے	۴۰۰۰ دو ہزار تک علیٰ قدر مراتب
قادسیہ اور یرموک کے بعد کے مجاہدین	۱۰۰۰ درہم سالانہ
مثنیٰ کی فوج ردیف	۵۰۰ درہم سالانہ
لیث اور ان کے بعد کی فوج	۳۰۰ درہم سالانہ
ربیع کی فوج ردیف	۲۵۰ درہم سالانہ
اہل بدر کی بیویوں کو	۵۰۰ درہم سالانہ
ازواج اہل بدر کے بعد شرکاء صلح حدیبیہ تک کی بیویوں کو	۴۰۰ درہم سالانہ
صلح حدیبیہ کے بعد کی بیویوں کے اس عہد تک کی بیویوں کو	۲۰۰ درہم سالانہ

حسنؓ، حسینؓ، ابوذر اور سلمان فارسی (رضی اللہ عنہم) کو باستثناء اپنے اہل کے اہل بدر میں شریک کر کے پانچ پانچ ہزار درہم تنخواہیں تھیں۔ انتہیٰ

حضرت عمرؓ کا استقبال: یزید بن ابی سفیان پھر ابوعبیدہ بن الجراح بعد ازاں سواروں کا رسالہ لئے ہوئے خالدؓ بن ولید استقبال کو آئے۔ یہ سب دیبا و حریر کی قبائیں اور حلّے پہنے ہوئے تھے۔ فاروق اعظمؓ تکلف کا لباس دیکھ کر برہم ہو گئے۔ گھوڑے سے کود ے، کنکریاں اٹھا اٹھا کر ان لوگوں کو ماریں اور کمال طیش سے کہا" تم لوگوں کو کیا ہو گیا ہے؟ تم لوگ میرے استقبال کو اس زیب و زینت سے آئے ہو اور دو ہی برس میں اپنی حالت تبدیل کر دی۔ عجمیوں کی عادت اختیار کر لی"۔ ان لوگوں نے عرض کیا" ان قباؤں کے نیچے ہتھیار جنگ ہیں"۔ یعنی ہم نے فن سپہ گری نہیں چھوڑا ہے"۔ فاروق اعظمؓ نے کہا: "تب کچھ مضائقہ نہیں ہے"۔ پھر آپ جابیہ میں داخل ہوئے ارا کین بیت المقدس ملنے کو آئے۔ ارطبون مصر کی طرف بھاگ گیا۔ اہل بیت المقدس نے جزیہ دے کر مصالحت کر لی اور دروازے کھول دیئے اور اہل رملہ نے بھی ایسا ہی کیا۔

صوبہ فلسطین کی تقسیم: فتح کے بعد بیت المقدس صوبہ فلسطین کے دو حصے کر دیئے گئے۔ ایک پر علقمہ بن حکیم عامل مقرر کئے گئے اور ان کو رملہ میں قیام کرنے کا حکم دیا گیا۔ دوسرے پر علقمہ بن محرز مامور ہوئے اور بیت المقدس میں ٹھہرائے گئے۔ جابیہ میں فاروق اعظمؓ نے چندے قیام کیا۔ یہیں پر بڑے بڑے افسروں اور رؤساء شہر نے آ کر ملاقات کی۔ فاروق اعظمؓ سوار ہو کر بیت المقدس گئے صخرہ کو صاف کرا کے مسجد بنانے کا حکم دیا۔ یہ واقعات ۱۵ھ کے ہیں بعض کہتے ہیں ۱۶ھ کے ہیں۔

رومیوں میں سے جو شخص اس صلح کا مخالف تھا وہ ارطبون کے ہمراہ مصر چلا گیا۔ ارطبون نے زمانہ فتح مصر میں وفات پائی۔ بعض کہتے ہیں کہ ارطبون مصر نہیں گیا بلکہ روم چلا یا گیا اور وہیں کسی صوبہ میں پیوند خاک ہوا۔

فوجی نظام: اسی ۱۵ھ میں فاروق اعظمؓ نے فوجی نظام درست کیا اور تمام عرب کے جدا جدا وظائف اور تنخواہیں مقرر کیں اور جب وہ دفتر یا رجسٹر مکمل و مرتب ہو گیا تو اس کا نام دیوان رکھا۔ صفوان بن امیہ، حرث بن ہشام اور سہیل بن عمرو کی تنخواہیں جب اوروں سے کم مقرر کی گئیں تو ان لوگوں نے احتجاجاً کہا ''واللہ ہم اپنے سے کسی کو افضل نہیں دیکھتے، ہماری تنخواہیں اور لوگوں سے کیوں کم مقرر کی گئیں''۔ فاروق اعظمؓ نے جواب دیا ''میں نے سابق الاسلام ہونے کے لحاظ سے تنخواہیں مقرر کی ہیں نہ کہ افضلیت و اولیت کے خیال سے''۔ صفوان نے کہا ''ہاں یہ بات البتہ قابل پذیرائی ہے'' اور مقررہ وظیفہ قبول کر کے یہ سب کے سب ملک شام چلے گئے اور برابر جہاد کرتے رہے۔ یہاں تک کہ وہیں کسی لڑائی میں شہید ہوئے۔ دیوان مرتب ہونے کے وقت علیؓ ابن ابی طالب اور عبدالرحمٰن بن عوف نے کہا ''تم اپنی ذات سے شروع کرو''۔ فاروق اعظمؓ نے کہا ''نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا سے شروع کرو اور درجہ بدرجہ جس قدر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے باعتبار قرابت دور ہوتا جائے۔ اس کو بہ ترتیب لکھتے جاؤ یہاں تک کہ جب نوبت آئے تو مجھ کو بھی لکھ دو''۔ یہ واضح رہے کہ خلفائے راشدین میں سے آپ کا نسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے آخر میں جا کر ملتا ہے۔

تنخواہیں بلحاظ درجات: الغرض اس ہدایت کے موافق جب رجسٹر تیار ہو گیا تو فاروق اعظمؓ نے کسی کی پانچ ہزار اور کسی کی چار ہزار کسی کی تین ہزار، کسی کی اڑھائی ہزار، کسی کی دو ہزار، ہزار، پانچ سو، تین سو، اڑھائی سو، دو سو علی قدر مراتب تنخواہیں مقرر کیں۔ ازواج مطہرات (رضی اللہ عنہن) کی تنخواہیں دس دس ہزار مقرر کی گئیں اور عائشہؓ صدیقہ کو علاوہ مقررہ تنخواہ کے دو ہزار زائد دیئے گئے اور عورتوں میں بھی مراتب کے لحاظ سے وظائف مقرر کیے گئے۔ اہل بدر کے لئے پانچ ہزار درہم، پھر چار ہزار، پھر تین ہزار، پھر دو سو اور لڑکوں کو سو سو اور مساکین کو دو دو جریب ماہوار تنخواہیں تجویز ہو کر دی گئیں اور بیت المال میں کچھ بھی باقی نہ رکھا گیا۔

حضرت عمرؓ کے ذاتی مصارف: بعض نے بیت المال میں کسی قدر باقی رکھنے کی درخواست کی۔ عمر فاروقؓ نے جواب دیا ''میرے بعد یہی بناء فساد ہوگا''۔ پھر صحابہ سے فاروق اعظمؓ نے بیت المال سے اپنا نفقہ مقرر کرنے کی بابت دریافت کیا۔ صحابہ نے بقدر حاجت بیت المال سے روپیہ لینے کی اجازت دی۔ بعد چندے جب فاروق اعظمؓ کی ضروریات بڑھ گئیں اور اب وہ روپیہ ان کے مصارف کو کافی نہ ہوتا تو صحابہ نے ام المومنین حفصہ (عمرؓ فاروق کی بیٹی) کے ذریعے سے زیادتی تنخواہ کی تحریک کی۔ فاروق اعظمؓ بہت برہم ہوئے، ام المومنین حفصہؓ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معاشرت، لباس، بچھونے کو پوچھا کیسا تھا اور آپ کی بسر اوقات کیونکر ہوتی تھی۔ ام المومنین نے بتلایا ''اس مقررہ روپیہ سے کم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گذر ہو جاتی تھی''۔ فاروق اعظمؓ نے جواب دیا ''واللہ میں فضول خرچی کو پسند نہ کروں گا اور نہ دنیاوی امیدوں کو آخرت پر ترجیح دوں گا میری اور میرے دونوں دوستوں کی بعینہ یہ مثال ہے کہ تین شخصوں نے سفر کیا پہلا تو اپنا زادِ سفر لے کر گزر گیا اور منزل تک پہنچ گیا۔ پھر اس کے بعد دوسرے نے اس کی پیروی کی اور وہ بھی اس سے جا ملا اب دونوں صاحبوں

کے بعد تیسرے کی باری آئی پس اگر اس نے انہیں دونوں کا راستہ اختیار کیا اور اسی قسم کا زادِ راہ لیا جیسا کہ ان دونوں صاحبوں نے لیا تھا تو یہ بھی منزل مقصود پر ان سے جا ملے گا اور اگر کوئی دوسرا راستہ اختیار کیا تو ان سے ہرگز نہیں مل سکتا اور نہ منزل مقصود تک پہنچ سکتا ہے۔

تکریت کا محاصرہ: اسی سنہ کے جمادی الاولیٰ کے آخر یا اوائل جمادی الثانی میں تکریت مفتوح ہوا۔ مرزبان تکریت نے فتح مدائن سے متنبہ ہو کر مسلمانوں کے مقابلہ میں اور سرزمین جزیرہ کو لشکر اسلام کی یلغار سے بچانے کی غرض سے جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں تھیں۔ رومیوں کو بھی اپنے درد کا شریک بنا لیا تھا' عرب کے چند قبائل ایاد' تغلب نمر اور مشارجہ بھی شریک جنگ ہو گئے تھے۔ سعدؓ بن ابی وقاص کو اس کی خبر لگی دربار خلافت میں اطلاعی عرض داشت بھیجی حکم صادر ہوا کہ '' عبداللہ بن المعتم کو سرلشکر' ربعی بن الافکل کو افسر مقدمۃ الجیش' عرفجہ بن ہرثمہ کو سواروں پر' حارث بن حسان کو میمنہ پر' فرات بن حیان کو میسرہ پر اور ہانی بن قیس کو ساقہ پر مامور کر کے پانچ ہزار کی جمعیت سے تکریت کی طرف لشکر اسلام روانہ کرو' چنانچہ عبداللہ بن المعتم تکریت کا چالیس روز تک محاصرہ کیے رہے۔ چوبیس حملے کیے' اثناء محاصرہ میں عبداللہ بن المعتم نے قبائل عرب کو ملا لیا جس سے روزانہ مرزبان تکریت کے حالات معلوم ہوتے رہے' اخیر میں رومیوں نے اپنی کامیابی سے ناامید ہو کر کشتیوں پر مال واسباب بار کر کے براہ دجلہ بھاگ جانے کا قصد کیا۔

فتح تکریت: تکریت میں جو قبائل عرب تھے انہوں نے عبداللہ بن المعتم کو اس واقعہ سے آگاہ کر دیا اور یہ کہلا بھیجا کہ اگر تم ہم کو امان دو تو ہم عین معرکہ کے وقت ان سے علیحدہ ہو کر تم سے آملیں گے' عبداللہ بن المعتم نے پیام دیا کہ '' اگر تم اپنے اس قول میں سچے ہو تو مسلمان ہو جاؤ''۔ ان سب نے اس پیام کے پہنچتے ہی اسلام قبول کر لیا اور باہم یہ طے ہو گیا کہ جب عساکر اسلام کی تکبیر سننا تو تم بھی تکبیر کہہ کر دریا کا ناکہ روک دینا''۔ عبداللہ بن المعتم نے یہ بندوبست کر کے وقت اور تاریخ مقررہ پر دھاوا کیا۔ عربوں نے عساکر اسلامی کی تکبیر سنتے ہی اللہ اکبر کا نعرہ مارا اور دریا کا ناکہ روک لیا' رومی اور عجمی دریا کی طرف سے تکبیر کی آواز سن کر یہ سمجھے کہ عساکر اسلام نے دریا کی جانب بھی محاصرہ کر لیا اس خیال سے اسی سمت بھاگے جس طرف مسلمانوں کی فوجیں تھیں مسلمانوں نے جی توڑ کر حملہ کیا۔ اہل تکریت پیچھے ہٹے تو تکریت کے عربوں نے مارنا شروع کیا۔ سب کے سب پامال ہو گئے قبائل ربیعہ سے بنو تغلب' نمر اور ایاد دائرۂ اسلام میں داخل ہو گئے اور لوٹ مار سے محفوظ رہے۔ مال غنیمت تقسیم کیا گیا سواروں کے حصہ میں تین تین ہزار درہم اور پیادوں کو ایک ایک ہزار ملے۔

فتح موصل: بیان کیا جاتا ہے کہ عبداللہ بن المعتم نے عہد خلافت فاروقی میں ربعی بن الافکل کو بسرکردگی قبائل تغلب' ایاد اور نمر' موصل اور نینوا کی طرف روانہ کیا تھا۔ چنانچہ ربعی نے ان مقامات کو بہ صلح وامان فتح کیا۔ یہ دونوں قلعے دجلہ کے کنارے (ایک شرقی جانب دوسرے غربی سمت) پر نہایت مستحکم بنے ہوئے تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ عتبہ بن فرقد نے ۲۰ھ میں نینوا پر (جو دجلہ کے شرقی جانب ہے) بزور تیغ قبضہ حاصل کیا تھا اور اہل موصل نے (جو دجلہ کے غرب میں ہے) جزیہ دے کر صلح کر لی تھی اسی زمانہ میں جبل اکراد وکل بلاد موصل مفتوح ہوئے۔ بعض مؤرخ کہتے ہیں کہ عتبہ بن فرقد نے فتح کے بعد جزیرہ عیاض بن غنم کو موصل کی طرف روانہ کیا تھا جیسا کہ ہم آئندہ بیان کریں گے۔

ہیئت اور قرقیسا کی اطاعت: قبل واقعات متذکرہ بالا جزیرہ والوں نے ہرقل کو لکھا تھا کہ آپ شام کی طرف توجہ فرمائیے اور حمص پر دوبارہ فوج کشی کیجئے ہم مدد دینے کو تیار ہیں۔ چنانچہ اظہار مستعدی کی غرض سے جزیرہ والوں نے ایک بڑی فوج مرتب کر کے ہیئت روانہ کی جس کی سرحد عراق سے ملتی تھی۔ سعد نے یہ خبر پا کر عمر بن مالک ابن جبیر بن مطعم کو سر لشکر مقرر کر کے بڑھنے کا حکم دیا ان کے مقدمۃ الجیش پر حرث بن زید مامور تھے۔ عمر بن مالک نے ہیت پر پہنچ کر محاصرہ کیا لیکن اہل ہیئت نے شہر کی فصیلوں کو پہلے سے مضبوط کر لیا تھا اس کے اردگرد خندقیں کھود لی تھیں جس سے مسلمانوں کے حملے کا اثر ان تک نہ پہنچتا تھا۔ عمر بن مالک نے مجبور ہو کر نصف لشکر کو حرث بن زید عامری کے پاس ہیت کے محاصرے پر چھوڑا اور نصف لے کر قرقیسا پہنچا اور اس کے فتح کرنے میں مصروف ہوئے۔ اہل قرقیسا نے مجبور ہو کر جزیہ دے کر مصالحت کر لی۔ بعد ازاں عمر بن مالک نے حرث بن زید کو لکھا کہ اگر اہل ہیت اسلام یا جزیہ دینا قبول کر لیں تو محاصرہ اٹھا لو ورنہ تم بھی خندق کے مقابلہ پر خندق تیار کر کے لڑائی جاری رکھو یہاں تک کہ اسلام لائیں یا جزیہ دیں' حرث بن زید نے رومیوں سے بعینہ یہی پیام کہلا بھیجا۔ رومیوں نے جزیہ دینا قبول کیا حرث ان سے مصالحت کر کے عمر بن مالک سے آملے۔

معرکہ حمص: اہل جزیرہ کی تحریک پر ہرقل نے فوج کثیر کے ساتھ حمص کا قصد کیا۔ ابو عبیدہؓ کو یہ خبر لگی تو انہوں نے بھی اپنی فوجیں جمع کر کے حمص کے باہر صف آرائی کی۔ اس اثناء میں خالد بن ولید قنسرین سے آپہنچے دونوں نے متفق ہو کر فاروق اعظمؓ کو کل حالات لکھ بھیجے۔ فاروق اعظمؓ نے فوراً چاروں طرف قاصد دوڑائے سعد کو لکھا کہ آج ہی قعقاع بن عمرو کو (جو کوفہ میں ہیں) چار ہزار سوار دے کر حمص بھیج دو۔ ہرقل نے پھر جنگ پر کمر باندھی ہے اور ابو عبیدہؓ نے حمص کے باہر صفیں جما رکھی ہیں۔ سہیل بن عدی کو حکم بھیجا کہ 'رقہ کی طرف بڑھ کر جزیرہ والوں کو حمص کی طرف بڑھنے سے روکو' عبداللہ بن عتبان کو نصیبین ہوتے ہوئے حران والرہا کی طرف بڑھنے کا حکم دیا۔ ولید بن عقبہ کو عرب کے قبائل ربیعہ وتنوع کی روک تھام پر جو جزیرہ میں آباد تھے مامور کیا اور جنگ ہونے کی صورت میں ان سب سرداروں پر عیاض بن غنم کو سردار مقرر فرمایا۔ فاروق اعظمؓ نے اس انتظام پر بھی قناعت نہ کی خود مدینہ منورہ سے روانہ ہو کر بقصد حمص کی کمک کو جابیہ میں آٹھہرے۔ جب جزیرہ والوں نے یہ سنا کہ خود ان کے شہروں میں اسلامی لشکر اتر آیا ہے۔ تو ہرقل سے علیحدہ ہو کر جزیرہ چلے گئے۔ ابو عبیدہؓ نے رومیوں[1] پر حملہ کر کے ان کو

---

[1] اس حملے کی مفصل کیفیت اور کتابوں میں یہ لکھی ہے کہ جب حمص کے محاصرہ میں تنہا رومی اور قبائل عرب جو ان کی امداد کو آئے تھے باقی رہ گئے تو ایک دن ان لوگوں نے خالد کو پوشیدہ طور سے کہلا بھیجا "اگر تم کہو تو ہم اسی وقت یا عین معرکے میں عیسائیوں سے علیحدہ ہو جائیں"۔ خالد نے کہلا بھیجا کہ تمہارے ٹھہرنے اور چلے جانے کا مطلق فکر نہیں ہے میرے نزدیک تمہارا عدم اور وجود دونوں برابر ہیں۔ افسوس اس کا ہے کہ میں خود مختار نہیں ہوں بلکہ دوسرے شخص (ابو عبیدہ) کے ہاتھ میں ہوں اور وہ حملہ کرنا پسند نہیں کرتا ہے۔ ابو عبیدہ نے خالد سے حملہ کرنے کی بابت پوچھا خالد نے کہا "میری رائے جو ہے تم کو معلوم ہے اب عیسائیوں سے کس بات کا اندیشہ ہے وہ کثرت فوج کے بل پر لڑتے ہیں اور اب تو کثرت بھی نہیں ہے"۔ ابو عبیدہؓ یہ سن کر خاموش ہو رہے تھوڑی دیر کے بعد تمام لشکر کو جمع کر کے ایک پرزور اور موثر تقریر کی جس سے کل لشکریوں نے جوش میں آکر ہتھیار سنبھال لئے۔ ابو عبیدہؓ نے قلب فوج اور خالد وعباس نے میمنہ' میسرہ کو لے کر حملہ کیا۔ قبائل عرب (جیسا کہ خالد سے اقرار ہو چکا تھا) ابتری کے ساتھ پیچھے کو ہٹے ان کے ہٹنے سے رومیوں کا بازو ٹوٹ گیا۔ بدحواسی سے تھوڑی دیر لڑ کر میدان جنگ سے بھاگ نکلے۔ یہ آخری جنگ تھی جس کے محرک خود عیسائی ہوئے تھے۔ پھر اس کے بعد ان کو پیش قدمی کی ہمت نہیں ہوئی۔

پسپا کیا۔ معرکے کے تیسرے دن عراق سے قعقاع پہنچے۔ ابوعبیدہؓ نے فاروق اعظمؓ کو مژدہ فتح کے ساتھ قعقاع کے آنے کی بھی اطلاع کردی۔ فاروق اعظمؓ نے حکم بھیجا کہ ''مال غنیمت میں قعقاع کو بھی شامل کرو''۔

بنو ایاد کی روم کو روانگی: عیاض بن غنم نے جزیرہ میں پہنچ کر سہیل بن عدی کو رقہ کی طرف روانہ کیا۔ اہل رقہ نے محاصرہ ہونے کے ساتھ ہی جزیہ دے کر صلح کر لی پھر عیاض نے حران کا رخ کیا جزیرہ میں جس قدر قبائل عرب تھے سب نے مسلمانوں کا ساتھ دیا۔ البتہ ایادو بن نزار رومیوں کے ساتھ روم چلے گئے۔ حران والوں نے بھی جزیہ دینا قبول کر لیا۔ اس کے بعد سہیل اور عبداللہ کو الرہا کی طرف بھیجا۔ محاصرہ کی بھی نوبت نہ آئی تھی کہ اہل الرہا نے صلح کی درخواست کی جزیہ دینا منظور کیا۔ غرض نہایت کم مدت میں رفتہ رفتہ تمام جزیرہ اس سرے سے اس سرے تک خفیف[1] خفیف لڑائیاں لڑ کر مفتوح ہو گیا۔ ابوعبیدہؓ نے فاروق اعظمؓ کو جس وقت جابیہ سے واپس ہو رہے تھے فتح جزیرہ کے حالات لکھے اور یہ درخواست کی کہ ''اگر خالد کو آپ اپنے ہمراہ مدینہ لے جائیں تو ان کے بجائے میرے پاس عیاض بن غنم کو چھوڑتے جایئے''۔ فاروق اعظمؓ نے درخواست منظور کر لی اور حبیب بن مسلمہ کو عراق عجم اور اس کی لڑائی پر اور ولید بن عقبہ کو وہاں کے عرب پر مامور کیا۔

بنو ایاد کی اطاعت: فاروق اعظمؓ کو جب یہ معلوم ہوا کہ قبیلہ ایاد بادشاہ روم کے ملک میں جا کر آباد ہو گیا ہے تو آپ نے ہرقل کو خط لکھ کر بھیجا ''مجھ کو یہ خبر لگی ہے کہ قبائل عرب کا ایک قبیلہ ہمارا ملک چھوڑ کر تمہارے ملک میں جا آباد ہوا ہے قسم ہے اللہ تعالیٰ کی اگر تم ان کو اپنے ملک سے نکال نہ دو گے تو ہم عیسائیوں کو جو ہمارے ملک میں آباد ہیں نکال کر تمہارے پاس بھیج دیں گے''۔ ہرقل نے قبیلہ ایاد کو اپنے ملک سے نکال دیا چنانچہ قبیلہ ایاد کے چار ہزار آدمی شام اور جزیرہ میں آ کر آباد ہو گئے۔ ولید بن عقبہ نے اسلام لانے پر مجبور کیا اور فاروق اعظمؓ کو اس امر کی اطلاع دی۔ فاروق اعظمؓ نے لکھا کہ ''ان لوگوں کو اسلام لانے پر مجبور نہ کرو اگر وہ جزیہ دینا منظور کر لیں تو قبول کر لو یہ امر کہ اسلام کے سوا کوئی غیر مسلموں کی درخواست منظور نہ کی جائے گی جزیرۃ العرب (مابین مکہ مدینہ اور یمن) کے لئے مخصوص ہے۔ ہاں اس شرط[2] کا ان کو ضرور پابند کرو کہ وہ اپنے لڑکوں کو اصطباغ نہ دیں اور کسی کو مسلمان ہونے سے نہ روکیں''۔ چند دنوں کے بعد بنو ایاد نے ایک وفد دارالخلافت کو روانہ

---

[1] جزیرہ کے جن جن مقامات پر لڑائیاں ہوئی تھیں ان کے نام یہ ہیں۔ رقہ' حران' نصیبین' میافارقین' سیمساط و سروج' قرقیسا' زوران اور عین الوردۃ

[2] علامہ طبری نے جہاں بنو تغلب (ایاد) کا واقعہ ذکر کیا ہے وہاں پر شرائط صلح میں یہ الفاظ لکھے ہیں ((علی ان لا ینبصروا ولیداً ممن اسلم اباء ھم)) یعنی ''ان کو اس پر پابند کرو کہ وہ ان لڑکوں کو اصطباغ نہ دیں جن کے باپ مسلمان ہو چکے ہیں'' اور دوسرے مقام پر یہ الفاظ ہیں ((ان لا ینصروا اولادھم اذا اسلم اباھم)) یعنی ''جن لوگوں کے باپ مسلمان ہو گئے ہیں ان کی اولاد کو عیسائی نہ بنا دیں''۔ متاخرین علماء تاریخ ابن الاثیر وغیرہ نے روایت کرتے ہوئے ان خصوصیتوں کو شاید خفیف سمجھ کر نظر انداز کر دیا ہے جس سے یہ نتیجہ اور اعتراض پیدا ہوا کہ عمر فاروقؓ کو عام طور سے اس رسم مذہبی کو روکنے کا کیا حق تھا اور انہوں نے اس رسم کو کیوں روکا؟ لیکن جس نے متقدمین کی تصانیف کی سیر کی ہے وہ انصاف سے کہہ سکتا ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ حکم دینا کہ ''نو مسلم عیسائیوں کی اولاد کو اصطباغ نہ دیں'' تعصب مذہبی نہ تھا اور عامہ خلائق کے امن قائم رکھنے کے لئے یہ حکم دینا اس تصریح کے ساتھ نہایت ضروری تھا۔ علامہ طبری نے صاف طور سے یہ لکھا ہے کہ معاہدہ میں یہ شرط بڑھائی ہوئی انہیں لوگوں کی ہے جو بنی تغلب (ایاد) سے اسلام لا چکے تھے۔

کیا اور حضرت عمرؓ سے یہ درخواست کی کہ ''جزیہ کے نام سے ان سے کوئی رقم نہ وصول کی جائے''۔ فاروق اعظمؓ نے درخواست منظور کر لی اور اس رقم کو صدقہ کے نام سے موسوم کر کے دو چند وصول کرنے کا حکم بھیج دیا۔ چونکہ بنوایاد کو ولید بن عقبہ سے بہ وجود چند بر ہمی پیدا ہو گئی تھی اس وجہ سے ان کو معزول کر کے فرات بن حیان اور ہند بن عمر الجلی کو مقرر کیا۔

جزیرہ کی فتح: ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ ۱۹ھ میں سعد نے عیاض بن غنم کو امیر لشکر مقرر کر کے جزیرہ کی طرف روانہ کیا اسی لشکر میں سعد کے لڑکے عمرو بھی تھے۔ چنانچہ اسی سنہ میں جزیرہ مفتوح ہوا۔ اس کے بعد عمرو نے عیاض کے ساتھ الرہا کو فتح کیا۔ اہل حران نے جزیہ دے کر صلح کر لی۔ ابوموسیٰ نے نصیبین مفتوح کیا' اسی زمانہ میں سعد نے عثمان بن ابی العاص کو ارمینیہ پر بھیجا تھا۔ ارمینیہ والوں نے بھی جزیہ دے کر مصالحت کر لی' اس کے بعد صوبہ فلسطین سے قیساریہ مفتوح ہوا۔ اس روایت کے لحاظ سے جزیرہ' فتوحات میں داخل کیا جاتا ہے اور یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ابوعبیدہؓ نے عیاض بن غنم کو اپنا جانشین بنایا تھا۔ چنانچہ ابوعبیدہؓ کے انتقال کے بعد فاروق اعظمؓ نے بھی عیاض کو حمص' قنسرین اور جزیرہ کی حکومت پر مامور کیا۔

عیاض بن غنم کی فتوحات: اس کے بعد شعبان ۱۸ھ میں پانچ ہزار کی جمعیت سے عیاض بن غنم جزیرہ کے سر کرنے پر تیار ہوئے' ہیرہ بن مسروق نے (ہراول کے ہراول کے افسر تھے) رقہ پر پہنچ کر چھ روز کے محاصرے کے بعد جزیہ لے کر مصالحت کر لی۔ رقہ کے اطراف و جوانب کے گاؤں والوں پر خراج مقرر کر کے حران کی طرف بڑھے اتنے میں عیاض بھی آ پہنچے اور ایک فوج بسر کردگی صفوان بن معطل اور حبیب بن اوس اس کے محاصرے پر چھوڑ کر الرہا کی طرف چلے گئے۔ اہل الرہا نے شہر سے نکل کر مقابلہ کیا تھوڑی دیر تک بدحواسی کے ساتھ میدان جنگ سے بھاگ کر قلعہ بند ہو گئے۔ مسلمانوں نے چاروں طرف سے گھیر کر لڑائی شروع کر دی۔ آخر کار اہل الرہا نے امان طلب کی عیاض جزیہ لے کر بمصالحت پھر حران کی طرف واپس آئے۔ اس وقت صفوان اور حبیب نے اہل حران سے صلح کر لی تھی اور حران کے گردونواح کے کل قلعات اور دیہات پر قبضہ کر لیا تھا اس کے بعد سمیاط' سروج' راس کیفا' بخ' آمد' میافارقین' کفرتوثا' نصیبین' ماردین' موصل کا ایک قلعہ' اردن' روم تدلیس' خلاط اور منتہائے ارمینیہ بصلح و امان مفتوح ہوا۔ عیاض بن غنم فتح مندی کا جھنڈا لہراتے ہوئے رقہ واپس ہوئے۔ حمص میں پہنچ کر ۲۰ھ میں انتقال کر گئے۔

راس عین کی فتح: فاروق اعظم نے عیاض کی جگہ پر عمیر بن سعد انصاری کو مامور کیا انہوں نے رأس عین کو فتح کیا۔ بعض کا یہ بیان ہے کہ عیاض نے ان کو راس عین کے سر کرنے کے کو بھیجا تھا اور ایک قول یہ ہے کہ عیاض کی وفات کے بعد حضرت عمرؓ نے ابوموسیٰ اشعری کو راس عین کے فتح پر مامور کیا تھا۔ بعض مؤرخوں کا یہ بھی خیال ہے کہ فتح جزیرہ میں خالد بن ولید' عیاض کے ہمراہ تھے اور آمد کے حمام میں نہانے گئے تھے کسی تیل سے مالش کرائی تھی جس میں شراب بھی تھی لیکن بعض مورخوں کا یہ خیال ہے کہ ابوعبیدہ کے بعد خالد کسی سردار کے ماتحت نہیں رہے۔

ملطیہ کی فتح: غرض عیاض نے سمیاط کے مفتوح ہونے کے بعد حبیب بن مسلمہ کو ملطیہ پر فوج کشی کرنے کا حکم دیا۔ حبیب نے ملطیہ فتح کیا اور وہاں پر ایک چھاؤنی[1] قائم کر کے ایک شخص کو افسر بنایا۔ جس وقت عیاض بن غنم نے جابیہ سے کفار کے ملک

---

[1] ابن اثیر نے لکھا ہے کہ حبیب بن مسلمہ نے ملطیہ میں پہلی مرتبہ چھاؤنی نہیں قائم کی تھی بلکہ دوسری بار جب اہل ملطیہ نے بغاوت کی ......

میں دلیرانہ قدم بڑھایا تھا۔ فاروق اعظمؓ نے ۱۷ھ میں مدینہ منورہ کی طرف مراجعت کی۔ ان دنوں شام میں حسب ذیل عمال تھے۔ حمص میں ابوعبیدہ اور ان کی ماتحتی میں قنسرین میں خالد بن ولید' دمشق میں یزید بن ابی سفیان' اردن میں معاویہ' فلسطین پر علقمہ بن محرز اور سواحل پر عبداللہ بن قیس (رضی اللہ عنہم)

حضرت خالد بن ولید کی معزولی: فتح کے بعد جزیرہ میں یہ بات مشہور ہوئی کہ خالد بن ولید' عیاض بن غنم کے ساتھ مہم جزیرہ سے بے حد مال لائے ہیں اور اپنی مدح کے صلہ میں اشعث بن قیس کو دس ہزار درہم دیئے ہیں۔ فاروق اعظمؓ کو پرچہ نویسوں[1] نے اس واقعہ کی نیز حمام آمد میں شراب سے بدن ملوانے کی اطلاع دی۔ فاروق اعظمؓ نے ابوعبیدہ کو خط لکھا ''مجلس عام میں خالد کی ٹوپی سر سے اتار لی جائے اور اسی کے عمامہ سے اس کی مشکیں باندھی جائیں اور یہ دریافت کیا جائے کہ اشعث کو تم نے انعام اگر اپنی جیب خاص سے دیا ہے تو اسراف کیا ہے اور بیت المال سے دیا ہے تو خیانت کی ہے۔ بہرکیف دونوں صورتوں میں معزولی[2] کے قابل ہو'' اور خالد کے مقبوضہ شہروں کو اپنی حکومت میں ملحق کر لو' چنانچہ ابوعبیدہ نے خالد بن ولید کو مجمع عام میں بلایا۔ قاصد نے پوچھا ''یہ انعام تم نے کہاں سے دیا''۔ خالد نے جواب نہ دیا خاموش رہے' بلال نے اٹھ کر فاروق اعظمؓ کے حکم کی تعمیل میں دوبارہ دریافت کیا' خالد نے جواب دیا ''میں نے اپنی جیب سے اشعث کو دیا ہے''۔ قاصد نے یہ سنتے ہی مشکیں کھول دیں ٹوپی اور عمامہ واپس کر دیا اس کے بعد فاروق اعظمؓ نے خالد کو جواب دہی کی غرض سے مدینہ بلا بھیجا۔ وہ حاضر ہوئے تو فاروق اعظمؓ نے پوچھا ''تمہارے پاس اتنی دولت کہاں سے آئی اور اس قدر

٭ اور عہد شکنی کی اور امیر معاویہ کا دور حکومت آیا تو انہوں نے حبیب بن سلمہ کو دوبارہ ملطیہ پر فوج دے کر روانہ کیا جسکو انہوں نے پھر فتح کیا اور چھاؤنی قائم کر کے ایک شخص کو اس کا حاکم بنا دیا۔

[1] فاروق اعظمؓ نے جہاں اور انتظامات مدبرانہ کئے تھے وہاں ایک یہ انتظام نہایت دانائی سے کیا تھا کہ ہر فوج کے ساتھ پرچہ نویس مقرر کر دیئے گئے جو فوج کی ایک ایک بات کی اطلاع دیتے رہتے تھے۔ طبری نے لکھا ہے کہ ''عمرؓ کے جاسوس ہر لشکر کے ساتھ رہتے تھے جو ہر واقعہ فوراً لکھ بھیجتے تھے''۔ دوسرے مقام پر لکھا ہے کہ ''عمرؓ سے کوئی امر پوشیدہ نہیں رہتا''۔

[2] واقعہ معزولی کو عام مورخین لکھتے ہیں کہ ''فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عنان حکومت ہاتھ میں لیتے ہی معزول کیا تھا۔ چنانچہ ابن اثیر وغیرہ نے ایسا ہی لکھا ہے اور اسی فاضل نے ۱۳ھ میں خالد کے معزول ہونے کے واقعات لکھے ہیں''۔ پھر انہیں واقعات کو ۱۷ھ میں ایک الگ عنوان قائم کر کے تحریر کیا ہے' ترجمہ کی پابندی کی وجہ سے ہم اوپر فتح دمشق کے عنوان میں لکھ آئے ہیں کہ فاروق اعظمؓ نے خلیفہ ہونے کے بعد جو پہلا کام کیا تھا یہ تھا کہ خالد کو عساکر اسلامی کی سرداری سے معزول کر کے بجائے ان کے ابوعبیدہ کو مقرر کیا اور پھر اس مقام پر فتح جزیرہ کے بعد اس واقعہ کو دوبارہ لکھتے ہی میرے نزدیک ان دونوں اقوال میں کوئی تناقص نہیں ہے واقعہ یہ ہے کہ خالد بن ولید زمانہ خلافت ابوبکرؓ صدیق سے بعض اس قسم کی بے اعتدالیاں کرتے تھے کہ فوجی مصارف کا حساب و کتاب نہ بھیجتے تھے۔ شاعروں کو مدحیہ قصائد کے صلے میں بڑی بڑی رقمیں دے دیا کرتے تھے فاروق اعظمؓ کو یہ بات ناگوار گزر رہی تھی۔ پس جب خلیفہ ہوئے تو خالد بن ولید کی یہ خود مختاری گراں گزری لکھ بھیجا کہ ''تم اس شرط پر سپہ سالار رہ سکتے ہو کہ عساکر اسلامی کے مصارف کا حساب بھیجتے رہو'' خالد نے جواب میں لکھا کہ ''میں زمانہ خلافت ابوبکرؓ صدیق سے ایسا ہی کرتا آیا ہوں۔ اب اس کے خلاف نہیں کر سکتا'' فاروق اعظمؓ اس بناء پر ان کو بنظر چشم نمائی سپہ سالاری سے معزول کر کے ابوعبیدہ کا ماتحت کر دیا۔ سپہ سالار اعظم نہ رہے سپہ سالار رہے بعد ازاں ۱۷ھ میں یہ واقعہ پیش آیا جیسا کہ ہم نے بیان کیا۔

انعام تم نے کہاں سے دیا؟'' خالد نے جواب دیا ''مال غنیمت سے اور اپنے دو ہرے حصہ سے اگر ساٹھ ہزار سے زیادہ نکلے تو وہ تمہارا ہے'' جانچنے سے بیس ہزار زیادہ نکلے' بیت المال میں داخل کر دیئے گئے اس کے بعد دونوں میں صفائی ہو گئی۔

مسجدِ حرام کی توسیع: ۱۷ھ میں عمر فاروقؓ حج کو تشریف لے گئے۔ صحن مسجد کو وسیع کیا بیس راتیں مکہ میں مقیم رہے حرم کے گرد و پیش کے مکانات خرید کر ڈھا دیئے اور ان کی زمین صحن حرم میں شامل کر دی' جس شخص نے خریداری کے بعد اپنا قبضہ اٹھانے سے انکار کیا اس کا مکان جبراً ڈھا دیا گیا۔ یہ تعمیر رجب سنہ مذکور میں شروع ہوئی واقف کاری کی وجہ سے اس خدمت پر مخرمہ بن نوفل' ازہر بن عبدعوف' حویطب بن عبدالعزیٰ اور سعید بن یربوع مامور کئے گئے۔ مسافروں کی آسائش کے لحاظ سے مابین مکہ و مدینہ جابجا مکانات اور کنوئیں بنائے جانے کا حکم دیا گیا۔

ایران پر فوج کشی: زمانہ خلافت صدیق اکبرؓ میں علاء بن الحضرمی' بحرین کے گورنر تھے۔ فاروق اعظمؓ نے ان کو معزول کر کے قدامت بن مظعون کو مامور کیا۔ بعد چندے (۱۷ھ میں) پھر علاء بن الحضرمی کو بحرین کی گورنری پر بحال کیا۔ علاء بن الحضرمی بڑے ہمت اور حوصلے کے آدمی تھے۔ ہمیشہ ہر میدان میں سعد بن ابی وقاص سے بڑھ کر قدم مارنا چاہتے تھے۔ جب ان کو اہل ردت کے مقابلہ میں کامیابی حاصل ہوئی اور سعد قادسیہ کی لڑائی میں فتح یاب ہوئے تو علاء کو سخت رشک پیدا ہوا فارس پر حملہ کرنے کے ارادہ سے فوجیں تیار کیں۔ خلید بن منذر کو سرلشکر مقرر کر کے ان کی ماتحتی میں الگ الگ فوجوں پر جارود بن معلّیٰ اور سوار بن ہمام کو مامور کر کے بلا اجازت فاروق اعظمؓ براہ دریا فارس پر فوج کشی کر دی۔

معرکہ اصطخر: فاروق اعظمؓ اور ان سے پیشتر صدیق اکبرؓ بھی دریا کے سفر سے بے حد احتراز کرتے تھے۔ فاروق اعظمؓ بعد فتح مدائن اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ''ہمارے اور فارس کے درمیان آتشیں پہاڑ حائل ہو جاتے تو اچھا ہوتا نہ وہ ہم تک آ سکتے اور نہ ہم ان تک پہنچ سکتے''۔ لیکن اتفاقی طور سے یہ لڑائی چھڑی' اسلامی فوجیں اصطخر میں پہنچ کر جہاز سے ساحل پر اتریں وہاں کا حاکم ہربذ نامی فوج کثیر لے کر مقابلے پر آیا۔ دریا کو دوسری طرف سے عبور کر کے جہاز اور عساکر اسلامی کے بیچ میں صف آرائی کی اگرچہ مسلمانوں کی فوجیں ہربذ کے لشکر سے کم تھیں اور گویا جہاز پر بھی مخالف کا قبضہ ہو گیا تھا لیکن نہ سپاہیوں میں کچھ ہراس پیدا ہوا اور نہ سپہ سالار فوج (خلید) کی ثابت قدمی و استقلال میں کچھ فرق آیا۔ خلید نے بڑے جوش کے ساتھ بعد نماز ظہر صفیں قائم کیں اور فوج سے مخاطب ہو کر کہا ''مسلمانو! بے دل نہ ہونا انہوں نے تم کو لڑائی کے لئے نہیں بلایا بلکہ تم خود ان سے لڑنے کو آئے ہو۔ اگرچہ انہوں نے ہمارے جہازوں پر ایک گونہ قبضہ کر لیا ہے لیکن اللہ پر بھروسہ کر کے حملہ کرو ان شاء اللہ تعالیٰ جہاز کے ساتھ ان کا ملک بھی ہمارے قبضے میں آ جائے گا۔

مجاہدین کی پسپائی: خلید و جارود بڑی مردانگی سے رجز پڑھتے ہوئے بڑھے دونوں لشکروں کا مقام طاؤس میں مقابلہ ہوا۔ جارود سینکڑوں کو تہ تیغ کر کے شہید ہو گئے۔ خلید نے اپنی فوج کو پیادہ ہو کر لڑنے کا حکم دیا۔ معرکہ نہایت سخت تھا ہزاروں ایرانیوں نے خاک و خون پر تڑپ کر جانیں دیں۔ عساکر اسلامی کا بھی زیادہ حصہ کام آ گیا جس کے سبب آگے نہ بڑھ سکے پیچھے ہٹے تو جہاز دریا میں نہ پایا دشمنوں نے اسے پہلے ہی غرق کر دیا تھا۔ مجبور ہو کر براہ خشکی بصرہ کی طرف روانہ ہوئے۔

بدقسمتی سے ادھر بھی نہ جا سکے ایرانیوں نے اس طرف کی بھی راہیں بند کردی تھیں ہر طرف سے ناکے روک رکھے تھے۔ مقابلے کی غرض سے ایرانی فوجیں مسلح کھڑی تھیں۔

مجاہدین کی کمک: فاروق اعظمؓ کو اس کی اطلاع ہوئی بہت برہم ہوئے بصرہ میں عتبہ بن غزوان کو لکھ بھیجا کہ ایک جری فوج تیار کرکے مسلمانوں کے بچانے کو فارس کی طرف روانہ کرو' علاء کو بھی تہدید آمیز خط لکھا جس میں یہ حکم دیا تھا کہ تمہارے پاس جس قدر فوجیں ہوں ان کو لے بحرین سے سعد کے پاس چلے آؤ۔ عتبہ نے بارہ ہزار فوج جس میں عاصم بن عمرو' عرفجہ بن ہرثمہ' احنف بن قیس جیسے دلاور و جری تھے ابوسبرۃ اپنی فوج لئے ہوئے خلید تک پہنچ گئے ادھر ایرانیوں نے ہر طرف سے فوجیں جمع کر رکھی تھیں جن کا سردار شہرک تھا دونوں حریفوں نے استقلال و ثابت قدمی کے ساتھ لڑائی شروع کی اور جی توڑ کر لڑے۔ بالآخر مسلمان فتح یاب ہوئے ایرانی لشکر میدان جنگ سے بھاگ نکلا۔ بے انتہا ایرانی مارے گئے مسلمانوں نے جی کھول کر لوٹا لیکن چونکہ آگے بڑھنے کا حکم نہ تھا بصرہ واپس آئے۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ کی معزولی: اس واقعہ کے بعد عتبہ نے حج کی اجازت طلب کی حج سے فارغ ہو کر استعفا پیش کیا۔ فاروق اعظمؓ نے نامنظور کرکے ان کو پھر ان کی گورنری پر بھیج دیا۔ اثناء راہ مقام بطن نخلہ میں پہنچ کر عتبہ کا انتقال ہو گیا بجائے ان کے تا اختتام سال ابوسبرۃ بن ابی رہم گورنری کرتے رہے عتبہ نے ان کو اپنا قائم مقام کیا تھا۔ فاروق اعظمؓ نے یہ تقرری برائے چند قائم رکھی۔ بعد ازاں مغیرہ بن شعبہ مامور کیا مغیرہ اور ابوبکرہ میں رنجش پہلے سے تھی ایک دوسرے کو دیکھ نہ سکتے تھے۔ کہتے ہیں کہ زیاد بن ابیہ' ابوبکرہ کا اخیافی بھائی تھا ایک روز ان دونوں نے مغیرہ کو حالت غیر میں دیکھ لیا ابوبکرہ نے مغیرہ کو امامت سے روک دیا اور فاروق اعظمؓ کو یہ واقعہ لکھ کر بھیجا۔ فاروق اعظمؓ نے اسی وقت ابوموسیٰ کو امیر مقرر کرکے انتیس صحابیوں کے ساتھ جن میں انس بن مالک' عمران بن حصین اور ہشام بن عامر (رضی اللہ عنہم) تھے مع ایک فرمان کے مغیرہ کے پاس روانہ کیا اور مدعی اور مدعی علیہ کو مع گواہان ثبوت طلب فرمالیا۔ مضمون یہ تھا:

((اما بعد فقد بلغنی عنک بناءٌ عظیم و بعثت ابا موسیٰ امیراً فسلم الیہ ما فی یدک و العجل))

''اما بعد۔ مجھ کو تمہاری نسبت ایک بہت بڑی خبر پہنچی ہے اور میں ابوموسیٰ کو امیر مقرر کرکے بھیجتا ہوں جو تمہارے قبضے میں ہو اس کو ان کے سپرد کرکے فوراً چلے آؤ''۔

جب مغیرہ اور ابوبکرہ مع گواہوں کے دربار خلافت میں حاضر ہوئے۔ فاروق اعظمؓ لوگوں کی شہادت لینے لگے گواہوں نے شہادت میں اختلاف کیا۔ زیاد پوری شہادت نہ دے سکا۔ فاروق اعظمؓ نے اس کو تیں کوڑے مارے' مغیرہ نے کچھ کہنے کا قصد کیا فاروق اعظمؓ نے فرمایا ''چپ رہ واللہ اگر شہادت کا تکملہ ہو جاتا تو میں تجھ کو بھی سزا دیتا''۔

کوفہ کی چھاؤنی کی تعمیر: ۱۴ھ میں فاروق اعظمؓ کو اس امر کا احساس ہوا کہ عرب کو اور ملکوں کی ہوا مخالف ہے اس وجہ سے ان کے چہروں میں تغیر پیدا ہو گیا۔ ہوا یہ کہ کسی مقام سے وفود آئے تھے آپ نے ان کے چہروں کے رنگ متغیر ہونے کی

وجہ دریافت فرمائی۔ وفود نے عرض کی ''ہمارے چہروں کے رنگ کو دوسرے ملکوں کی آب وہوا نے متغیر کر دیا ہے''۔ بعض نے لکھا ہے کہ حذیفہ نے جو کہ سعد کے ہمراہ تھے فاروق اعظمؓ کو لکھا کہ ''عرب کو دوسرے سرزمین کی آب وہوا موافق نہیں آتی اور ان کی صحت اچھی نہیں رہتی''۔ فاروق اعظمؓ نے سعد سے دریافت کیا سعد نے حذیفہ کے بیان کی تائید کی فاروق اعظمؓ نے سعد کو لکھ بھیجا ''سلمان وحذیفہ کو اس کام پر مامور کرو کہ وہ دونوں آدمی عرب کے مذاق کے موافق کوئی مقام تجویز کریں''۔

چنانچہ دونوں نے مقام کوفہ کو پسند کیا اور وہیں چھاؤنی قائم کرنے کی تجویز کی۔ بعدازاں سعد کے پاس آئے اور ان کو اپنی تجویز سے آگاہ کیا' سعد نے دربار خلافت میں اس کی اطلاع کی اور قعقاع اور عبداللہ بن المعتم کو لکھ بھیجا کہ ''اپنے لشکروں میں کسی شخص کو نائب مقرر کر کے ہمارے پاس چلے آؤ''۔ پس جب یہ دونوں بزرگ سعد کے پاس آ گئے تو سعد مدائن سے روانہ ہو کر محرم ۱۷ھ میں' جنگ قادسیہ کے دو برس دو مہینہ بعد اور جب کہ تین برس آٹھ مہینے فاروق اعظمؓ کی خلافت کے گزر چکے تھے۔ مقام کوفہ پہنچے' کوفہ کی سرزمین کو خوب دیکھ بھال کر فاروق اعظمؓ کو اس مضمون کا دوبارہ خط لکھا:

''میں نے چھاؤنی قائم کرنے کے لئے کوفہ[1] کو پسند کیا ہے یہ مقام حیرہ اور فرات کے درمیان واقع ہے۔ اس میں بری وبحری دونوں حیثیتیں موجود ہیں اور اہل عرب کے مذاق کے مطابق ہے میں نے عساکر اسلام کو یہیں لا کر ٹھہرایا ہے اہل عرب کے لئے یہ مقام نہایت مناسب ہے اور جن لوگوں نے مدائن میں رہنا پسند کیا ہے میں نے ان کو وہیں چھوڑ دیا ہے میرا قصد ہے کہ میں[2] اس کو چھاؤنی بناؤں لڑائی کے زمانہ میں لشکر باہر چلا جایا کرے گا اور بعد اختتام جنگ واپس آیا کرے گا''۔

کوفہ[2] میں قیام کرنے کے بعد عام لوگوں پر اس کی خوبی ظاہر ہوگئی جو قوت وتوانائی کی حالت ان کی پہلے تھی وہ پھر لوٹ آئی۔

بصرہ کی چھاؤنی کی تعمیر: اسی زمانہ میں اہل بصرہ[3] بھی تیسری بار اپنے اپنے مکانوں میں آ اترے۔ ان دونوں مقامات کے مکانات باجازت فاروق اعظمؓ پھوس' گھاس' بانس سے بنائے گئے۔ تھوڑے دنوں کے بعد کوفہ اور بصرے میں

---

[1] اس کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ یہاں کی زمین ریتلی اور کنکریلی تھی اس وجہ سے اس کا نام کوفہ رکھا گیا۔ نعمان بن منذر جو عراق عرب کا قبل از اسلام حکمران تھا اور اس کا دارالسلطنت اسی مقام پر تھا اس کا منظر نہایت خوشنما دلچسپ اور دریائے فرات سے صرف ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر تھا۔

[2] اس کی وضع وساخت کے متعلق عمر فاروق نے تحریری حکم بھیجا تھا چنانچہ اسی کے مطابق عرب کے جدا جدا قبیلے علیحدہ علیحدہ محلوں میں آباد کئے گئے۔ سڑکیں اور شارع ہائے عام چالیس چالیس اور اس سے گھٹ کر تیس تیس اور بیس بیس ہاتھ چوڑی رکھی گئیں اور گلیاں سات سات ہاتھ چوڑی بنائی گئیں۔ جامع مسجد کی عمارت اور عمارتوں سے ممتاز اور اس قدر وسیع تیار کی گئی تھی کہ اس میں چالیس ہزار آدمی آ سکتے تھے اور اس کے آگے ایک وسیع سائبان دو ہاتھ لمبا سنگ رخام کے ستونوں پر قائم کر کے بنایا گیا جو کسریٰ فارس کی عمارتوں سے نکال کر لائے گئے تھے اُس کی قیمت رعایا ایران کو دی گئی تھی مسجد سے دو سو ہاتھ کے فاصلے پر ایوان حکومت بنایا گیا جس میں بیت المال کی بھی عمارت تھی اور اسی کے قریب ایک مہمان خانہ تعمیر کیا گیا تھا جو مسافر بیرونجات سے آتے تھے وہ یہیں قیام کرتے تھے اور بیت المال سے ان کو کھانا ملتا تھا۔ بعد چند دنوں کے جب بیت المال میں چوری ہوگئی تو ایوان حکومت کی عمارت مسجد سے ملا دی گئی۔ جامع مسجد کے سوا ہر قبیلے کے لئے جدا جدا مسجدیں تعمیر ہوئی تھیں۔

[3] اس کی وجہ تسمیہ اور آباد کئے جانے کی کیفیت اسی جلد میں ہم بحوالہ فتوح البلدان لکھ آئے ہیں اس شہر کی وضع ساخت بعینہٖ کوفہ کی سی تھی۔

آتش زدگی ہوئی کل مکانات جل گئے۔ سعد نے فاروق اعظمؓ سے اینٹ اور گارے کی عمارتیں بنانے کی اجازت طلب کی فاروق اعظمؓ نے اجازت دی لیکن یہ شرط لگا دی کہ کوئی شخص تین کمروں سے زیادہ نہ بنائے اور مکانات زیادہ مرتفع اور طول و طویل نہ ہوں۔ ((الزموا السنة فلزمكم الدولة)) ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کو پکڑے رہو دولت تمہارا ساتھ نہ چھوڑے گی''۔ کوفہ کے بسانے اور بنانے پر ابو ہیاج بن مالک اور بصرہ کی تعمیر پر ابو الحراب عاصم ابن الدف مامور تھے۔ کوفہ کے حدود اربعہ کے ایک جانب حلوان تھا جس کی حکومت قعقاع کے قبضۂ اقتدار میں تھی۔ دوسری طرف ماسبذان تھا جس پر ضرار بن الخطاب عامل تھے۔ تیسری جانب قرقیسا تھا۔ عمر بن مالک یہاں کے گورنر تھے چوتھی طرف موصل تھا جس کی ولایت پر عبداللہ بن المعتم مامور تھے۔

خوزستان کی فتح: فارس کا نامی سردار ہرمزان جنگ قادسیہ سے بھاگ کر خوزستان چلا آیا تھا (جو اہواز کا دار الحکومت تھا) خوزستان اور اس کے ارد گرد شہروں پر قابض ہو کر میسان، دشت عیسان، حدود بصرہ، مناذر اور نہر تیری حدود اہواز تک اپنے تصرف و قبضہ کو بڑھا لیا تھا۔ چونکہ خوزستان کی سرحد بصرہ سے ملی ہوئی تھی بغیر اس کے فتح کیے ہوئے بصرے میں پورے طور سے امن قائم نہیں رہ سکتا تھا اس وجہ سے عتبہ بن غزوان نے سعد سے امداد طلب کی۔ چنانچہ نعیم بن مقرن اور نعیم بن مسعود عتبہ کی کمک پر بصرہ اور اہواز کے حدود پر بھیج دیئے گئے۔ عتبہ نے (بنو عدویہ بن حنظلہ سے) سلمٰی بن القین اور حرملہ بن مریط کو بصرہ کی دوسری سرحد میسان کی طرف بھیج دیا۔ سلمٰی اور حرملہ نے بنو عمر بن مالک کو جو خوزستان میں رہتے تھے ملکی اور قومی جوش و غیرت دلا کر بلایا۔ غالب وائلی اور کلیب بن وائل کلبی سردار ان بنو عم بن مالک اس تحریک سے متاثر ہو کر ملنے کو آئے اور یہ وعدہ کر گئے کہ جس وقت تم لوگ مناذر اور نہر تیری پر حملہ کرو گے ہم بھی شہر کے اندر سے حملہ آور ہو جائیں گے۔

ہرمزان سے جزیہ پر مصالحت: جس دن اور جس وقت حملہ کرنے کا باہم عہد و پیمان ہوا تھا ٹھیک اسی دن اور اسی وقت ایک طرف سے سلمٰی اور حرملہ نے حملہ کیا دوسری طرف سے نعیم بڑھے۔ سلمٰی عساکر بصرہ پر تھے اور نعیم افواج کوفہ کے سردار تھے۔ دونوں سپہ سالاروں نے دونوں طرف سے ہرمزان پر حملہ کیا، لڑائی شروع ہو گئی شہر کے اندر سے غالب اور کلیب حسب قرارداد حملہ آور ہوئے مناذر اور نہر تیری پر قبضہ کر لیا ہرمزان اس اچانک واقعہ سے گھبرا گیا۔ اس کی فوج کی ترتیب جاتی رہی مجبور ہو کر میدان جنگ سے جان بچا کر بھاگا عساکر اسلامی نے تعاقب کیا ہزاروں ایرانی اس دار و گیر میں مارے گئے دریائے دجیل پر پہنچ کر اسلامی لشکر ٹھہر گیا اور ہرمزان سوق اہواز کے پل سے عبور کر کے نکل گیا لیکن اس نے اپنے کو مسلمانوں کے مقابلہ میں کمزور پا کر دوسرے ہی دن صلح کا پیام بھیجا۔ مسلمانوں نے مناذر، نہر تیری اور اہواز کے ان مقامات کے علاوہ جن پر اثنائے جنگ میں ان کا قبضہ ہو گیا تھا باقی اہواز پر جزیہ لے کر صلح کر لی۔

ہرمزان کی بدعہدی: افواج اسلامی کا ایک ایک دستہ نہر تیری اور مناذر میں ٹھہرا دیا گیا غالب اور کلیب کو ان کی سرداری دی گئی۔ بعد چندے غالب، کلیب اور ہرمزان میں سرحد قائم کرنے میں اختلاف ہوا۔ سلمٰی اور حرملہ نے غالب اور کلیب کی رائے سے اتفاق کیا، ہرمزان بگڑ گیا۔ بدعہدی پر کمربستہ ہو کر کردوں کو جمع کر کے مخالفت و جنگ پر اٹھ کھڑا ہوا۔ عتبہ بن غزوان نے حرقوص بن زہیر سعدی کو اس کے مقابلہ پر روانہ کیا مقام سواق اہواز میں معرکہ ہوا۔ ہرمزان کو شکست ہوئی بھاگ

کر رام ہرمز چلا گیا۔ حرقوص نے سوق اہواز پر قبضہ کر کے جزیہ مقرر کیا اور اپنے دائرہ حکومت کو تشتر تک بڑھا لیا۔ فاروق اعظمؓ کو فتح کا مژدہ لکھ بھیجا اور ہرمزان کے تعاقب میں جزبن معاویہ کو روانہ کیا جو قریہ شغر اور دورق تک بڑھتے چلے گئے۔ ہرمزان نے مجبور ہو کر پھر صلح کی درخواست کی' فاروق اعظم کی درخواست سے اس شرط پر مصالحت ہوئی کہ ''جتنے شہروں پر مسلمانوں نے قبضہ کر لیا ہے اس پر وہ قابض رہیں باقی شہروں پر ہرمزان کا قبضہ رہے بشرطیکہ وہ جزیہ مقررہ ادا کرتا جائے''۔ اس مصالحت کے بعد حرقوص نے جبل اہواز پر ڈیرے ڈال دیئے اور ویران شدہ شہروں کے آباد کرنے میں مصروف ہوئے۔

مجاہدین کا رام ہرمز پر قبضہ: ان واقعات کے اثناء میں یزدگرد اہل فارس کو مسلمانوں کے خلاف ابھار رہا تھا اور رعایا اہواز سے اہل اسلام کے خلاف عہد و اقرار لے رہا تھا۔ رفتہ رفتہ ایک بہت بڑی عظیم فوج جمع ہو گئی۔ مسلمانوں نے کل حالات دربار خلافت میں لکھ بھیجے فاروق اعظمؓ نے سعد کو لکھا کہ ''ایک عظیم فوج نعمان بن مقرن کی ماتحتی میں ہرمزان کے مقابلہ پر روانہ کرو تا کہ وہ بڑھنے نہ پائے'' ابو موسیٰ کو حکم دیا کہ سعد بن عدی برادر سہیل کے ساتھ ایک فوج اہواز کی طرف بھیج دو جس کے میمنہ و میسرہ اور مقدمہ پر براء بن مالک' مجزاۃ بن ثور اور عرفجہ بن ہرثمہ (رضی اللہ عنہم) پر افسر ہوں اور ان دونوں لشکروں کا سپہ سالار اعظم ابو سبرہ بن ابی رہم مقرر کیے جائیں۔ ہرمزان کو اس کی خبر لگی فوج کو مرتب کر کے نعمان کا راستہ روکا قریب رام ہرمز دونوں فریق صف آرا ہوئے لیکن پہلے ہی حملہ میں ہرمزان شکست کھا کر بھاگ نکلا' نعمان نے رام ہرمز پہنچ کر قبضہ کر لیا۔

تشتر کا محاصرہ: اتنے میں بصرہ کی اسلامی فوجیں آ پہنچیں اور یہ معلوم کر کے کہ رام ہرمز پر نعمان کا قبضہ ہو گیا ہے اور ہرمزان تشتر میں پہنچ کر مسلمانوں کے خلاف فوجیں مرتب کر رہا ہے تشتر کی طرف سیلاب کی طرح بڑھیں۔ تشتر میں اس وقت ایرانیوں کا بہت بڑا مجمع تھا۔ جبال و اہواز کی ایرانی فوجیں میدان جنگ سے بھاگ بھاگ کر یہیں آ کر جمع ہو رہی تھیں۔ ہرمزان نے قلعہ کی مرمت کرا لی تھی چاروں طرف سے خندق اور برجوں سے مستحکم کر لیا تھا۔ فاروق اعظمؓ نے ان واقعات سے مطلع ہو کر ابو موسیٰ کو بصرے سے مسلمانوں کی مدد پر روانہ کیا اور ان کو افواج اسلامی بصرے کا سپہ سالار مقرر کیا۔ قصہ مختصر مسلمانوں نے تشتر پر پہنچ کر محاصرہ کر لیا مہینوں گھیرے پڑے رہے ایرانیوں نے متعدد حملے ایک سے بڑھ کر ایک کئے بہت سی لڑائیاں ہوئیں آخری جنگ میں[1] ایرانیوں کو شکست ہوئی۔ میدان جنگ مسلمانوں کے ہاتھ رہا لیکن ہرمزان نے شہر میں محصور ہو کر لڑائی جاری رکھی۔

تشتر پر قبضہ: ایک دن[2] ایک شخص نے اندرون شہر سے تیر میں ایک خط باندھ کر ابو موسیٰ کی طرف پھینکا جس کا مضمون یہ تھا

[1] ابو موسیٰ نے اس آخری معرکہ میں نہایت دانائی سے صف آرائی کی تھی میمنہ پر براء بن مالک تھے میسرہ براء بن عادت انصاری کو دیا تھا۔ انس بن مالک کی رکاب میں سواروں کا رسالہ تھا۔ دونوں فوجیں ایک آخری فیصلہ کرنے والی لڑائی لڑیں براء بن مالک جو میمنہ کے سردار تھے مارتے اور صفوف اعداء کو چیرتے ہوئے خندق کو عبور کر کے شہر پناہ کے دروازے تک پہنچ گئے ہرمزان نے عین دروازے پر براء کا مقابلہ کیا جب براء لڑ کر شہید ہو گئے تو مجزاۃ بن ثور نے بڑھ کر ہرمزان پر وار کیا لیکن ہرمزان کے ہاتھ سے یہ بھی شہید ہو گئے۔ اس کے بعد مسلمانوں نے مجموعی قوت سے نعرہ اللہ اکبر مار کر حملہ کیا۔ ہرمزان نے پیچھے ہٹ کر پھاٹک بند کر لیا اور محصور ہو کر لڑائی جاری رکھی۔

[2] دیگر مؤرخوں نے لکھا ہے کہ اثناء محاصرہ میں ایک باشندہ شہر چھپ کر ابو موسیٰ کے پاس آیا۔ یہ درخواست کی کہ ''اگر مجھے جان و مال و اولاد کی امان دی جائے تو میں ایسا پوشیدہ راستہ بتا دوں جس کے ذریعہ سے شہر پر بہ آسانی قبضہ ہو جائے''۔ ابو موسیٰ نے یہ شرط منظور کر لی اور ایک عرب اسرش نامی کو اس کے ہمراہ کر دیا وہ شخص اسرش کو اپنے ہمراہ لئے ہوئے نہر جیل سے جو دجلہ کی ایک شاخ تشتر کے نیچے جاری تھی عبور کر کے ایک سرنگ کی راہ سے شہر میں داخل ہوا اور اسرش سے کہہ دیا کہ تم اپنا منہ کپڑے سے چھپا کر میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ۔ چنانچہ دونوں گلی کوچوں سے گزرتے ہرمزان کے محل کی طرف [illegible] گئے۔

کہ ''مجھ کو اور میرے خاندان والوں کو آپ امان دیں تو میں ایک راستہ بتادوں جس سے شہر پر آپ کا قبضہ ہو جائے گا''۔ ابوموسیٰ نے نہایت مسرت سے اس شرط کو منظور کیا۔ وہ شخص ابوموسیٰ کے پاس آیا اور چند مسلمانوں کو ہمراہ لیا نہر وجیل کو عبور کر کے سرنگ کی راہ شہر میں داخل ہوا۔ مسلمانوں نے شہر پناہ کے پھاٹک کے قریب پہنچ کر پہرہ والوں سے لڑائی شروع کر دی اور مارتے کاٹتے پھاٹک تک پہنچ گئے اور اللہ اکبر کا نعرہ مار کر پھاٹک کھول دیا۔ اسلامی فوجیں پہلے ہی سے مسلح و تیار تھیں۔ تکبیر کہتی ہوئی شہر میں گھس پڑیں تمام شہر میں ہل چل پڑ گئی ہرمزان نے بھاگ کر قلعہ میں پناہ لی اور یہ شرطیں پیش کیں: ''میرا معاملہ امیر المؤمنین فاروق اعظمؓ کے روبرو پیش کیا جائے وہ جو کچھ فیصلہ دیں گے مجھے منظور ہو گا تم لوگ مجھ سے معترض نہ ہو مجھے مدینہ پہنچا دو''۔ ابوموسیٰ نے یہ شرط منظور کر لی۔ ہرمزان نے قلعے کا دروازہ کھول دیا۔ مال غنیمت لشکریوں پر تقسیم کیا گیا۔ سواروں کے حصے میں تین تین ہزار اور پیادوں کو ایک ایک ہزار ملے۔ اسی آخری معرکے میں براء بن مالک، مجزاۃ بن ثور ہرمزان کے ہاتھ سے شہید ہوئے تھے۔ فتح یابی کے بعد ابوسبرہ، نعمان اور ابوموسیٰ ایک فوج لے کر ایرانیوں کے تعاقب میں پہنچے، سوس میں پہنچ کر ڈیرے ڈالے اور زر بن عبداللہ فقیمی نے جندیسابور کو جا کر گھیر لیا اس کے بعد فاروق اعظمؓ کا فرمان پہنچا کہ ''ابوموسیٰ اشعری بصرہ واپس آئیں بجائے ان کے اسود بن ربیعہ بن مالک صحابی موسوم بہ مقترب مقرر کئے جائیں''۔

ہرمزان دربار خلافت میں: ابوسبرہ نے ہرمزان کو ایک سفارت کے ساتھ جس میں انس بن مالک اور احنف بن قیس بھی تھے مدینہ منورہ روانہ کیا۔ مدینہ کے قریب پہنچ کر ہرمزان نے مرصع تاج (جس میں یاقوت و ہیرے لگے ہوئے تھے) سر پر رکھا، دیبا کی قبا زیب بدن کی، ملوک عجم کے دستور کے موافق جڑاؤ زیوارت پہنے اور کمر سے مرصع تلوار لگائی۔ غرض ہمہ تن شان و شوکت کی تصویر بن کر دارالخلافت میں داخل ہوا۔ تمام مدینہ اس کی زرق برق قیمتی پوشاک کا تماشائی بنا ہوا تھا۔ فاروق اعظمؓ اس وقت مسجد نبوی میں تشریف رکھتے تھے۔ ہرمزان اس ٹھاٹھ سے حاضر ہوا تو آپ نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ اسلام کے ذریعہ سے ایسوں کو اس نے زیر کیا ہے۔

حضرت عمرؓ اور ہرمزان کی گفتگو: بعد ازاں ہرمزان سے مخاطب ہو کر فرمایا ''تم نے بدعہدی کا نتیجہ اور اللہ تعالیٰ کا آخری حکم دیکھا'' ہرمزان نے جواب دیا ''امیر المؤمنین زمانۂ جاہلیت میں اللہ تعالیٰ نے ہم لوگوں کو آزاد چھوڑ دیا تھا۔ چونکہ ہم میں قوت زیادہ تھی ہم تم پر غالب آتے تھے اور اب اللہ تعالیٰ تمہارا ساتھ دے رہا ہے پس تم ہم پر غالب آ گئے ہو''۔ فاروق اعظمؓ بولے ''اچھا تم نے کئی بار بدعہدی کی ہے اس کی سزا میں تم کو کیا عذر ہے اور اب تمہارا کون سا حیلہ باقی ہے''۔ ہرمزان نے جواب دیا۔ مجھے خوف ہے کہ یہ بات بتانے سے پہلے تم مجھے قتل کر ڈالو گے'' فاروق اعظمؓ نے فرمایا ''نہیں! تم خوف نہ

ہرمزان روساشہر اور ارکین دولت بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے۔ دونوں رفیق شہر کے نشیب و فراز کے مواقع دیکھ کر اسی سرنگ کے راستے سے ابوموسیٰ کے پاس آئے۔ اشرش نے عرض کی ''اے امیر اگر مجھے دو سو جانباز سپاہی دیئے جائیں تو میں فوراً اس شہر پر قبضہ کرتا ہوں'' ابوموسیٰ نے عساکر اسلامی کی طرف دیکھا دو سو سپاہیوں نے بڑھ کر کہا کہ ''اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہماری جانیں حاضر ہیں''۔ اشرش مع سپاہیوں کے اسی سرنگ کے راستے سے شہر میں پہنچے شہر پناہ کے پہرے والوں کو مار کر دروازے کھول دیئے ابوموسیٰ پہلے ہی سے فوج کو آراستہ کئے منتظر کھڑے تھے دروازے کے کھلنے کے ساتھ ہی فوراً اللہ اکبر کا نعرہ لگا کر گھس پڑے۔

کرو''۔ پھر ہرمزان نے پانی مانگا جب پانی سامنے آیا تو ہاتھ میں پانی کا پیالہ لے کر بولا ''میرے دل میں یہ خطرہ گزرتا ہے کہ پانی پینے کی حالت میں تم مجھے قتل نہ کر ڈالو''۔ فاروق اعظمؓ نے ارشاد کیا ''تم مطلق خوف نہ کرو جب تک پانی نہ پی لو گے کسی قسم کے خطرے میں نہ ڈالے جاؤ گے'' ہرمزان نے پیالہ ہاتھ سے رکھ کر کہا ''اب میں پانی نہیں پیوں گا اس شرط کے مطابق تم مجھے قتل بھی نہیں کر سکتے' تم نے مجھے امان دی ہے''۔

ہرمزان کا قبول اسلام: فاروق اعظمؓ اس مغالطے پر حیران ہو کر بولے ''تو جھوٹ کہتا ہے''۔ ہرمزان کچھ بولنے نہ پایا تھا کہ انسؓ بول اٹھے ''امیر المومنین یہ سچ کہتا ہے آپ نے فرمایا جب تک پورا حال نہ کہہ لو گے کسی قسم کا خوف نہ کرو اور جب تک پانی نہ پی لو گے کسی خطرے میں نہ ڈالے جاؤ گے''۔ انسؓ کی اس تقریر کو سن کر حاضرین جلسہ نے بھی ان کے قول کی تائید کی۔ فاروق اعظمؓ نے ہرمزان سے کہا ''تو نے مجھے دھوکا دیا لیکن میں تجھے دھوکا نہ دوں گا مناسب ہے کہ مسلمان ہو جا''۔ ہرمزان نے مسکرا کر جواب دیا ''میں تو پہلے ہی سے ایمان لا چکا تھا''۔ یہ کہہ کر ہرمزان نے کلمہ توحید پڑھا۔ فاروق اعظمؓ بہت خوش ہوئے' مدینہ میں قیام کی اجازت دی ایک مکان دیا اور ساتھ ہی دو ہزار سالانہ تنخواہ بھی مقرر کر دی۔ مہم فارس میں اکثر اس سے مشورہ لیتے تھے۔

حضرت عمرؓ کی اہل سفارت سے جواب طلبی: اس کے بعد فاروق اعظمؓ نے اہل سفارت کی طرف متوجہ ہو کر ارشاد کیا شاید تم لوگ ذمیوں کے ساتھ اچھا برتاؤ نہیں کرتے ہو اس وجہ سے وہ لوگ ہمیشہ نقض عہد کیا کرتے ہیں۔ اہل سفارت نے عرض کی ''ہم لوگ ہمیشہ اپنے عہد و پیمان کا خیال رکھتے ہیں اور وعدے کا ایفا کرتے ہیں''۔ فاروق اعظمؓ اس کا کچھ جواب نہ دینے پائے تھے کہ احنف بن قیس نے عرض کیا ''امیر المومنین آپ نے ہم کو بلاد فارس سے آگے بڑھنے کی ممانعت کر دی ہے لیکن جب تک ان کا بادشاہ (یزدگرد) زندہ رہے گا اس وقت تک اہل فارس برابر لڑتے رہیں گے۔ یہ قومی جوش ہے یزدگرد کی حیات تک فرو نہیں ہو سکتا''۔ فاروق اعظمؓ احنف کی تقریر سے قائل ہو گئے اور بلاد فارس میں آگے بڑھنے کی اجازت دے دی۔

اہل سوس کی اطاعت: ہم اوپر لکھ آئے ہیں کہ ابو سبرہ مع مقترب بن ربیعہ' عساکر اسلامی بصرے کو لئے ہوئے ایرانیوں کے تعاقب میں سوس تک پہنچ گئے اور سوس کے قریب پڑاؤ ڈالا تھا۔ سوس میں اس وقت شہریار برادر ہرمزان موجود تھا ابو سبرہ نے محاصرہ کر کے رسد و غلہ کی آمد و رفت بند کر دی مجبور ہو کر اہل سوس نے صلح کر لی[1]۔

ایک غلام کی امان: ان واقعات کے اثناء میں نعمان بن مقرن کوفہ کی اسلامی فوجوں کو لے کر نہاوند کی طرف بڑھے' مقترب' ذر بن عبداللہ کے پاس پہنچے۔ جو جندیسابور کا محاصرہ کئے ہوئے تھے۔ ایک روز جندیسابور والوں نے خود شہر پناہ کا

---

[1] سوس کے رئیس نے اس شرط پر صلح کی تھی کہ اس کے خاندان کے سو آدمیوں کو جان و مال کی امان دی جائے۔ ابو سبرہ نے اس کو منظور کر لیا تھا۔ چنانچہ اس بناء پر شہر پناہ کا دروازہ کھولا گیا۔ رئیس ایک ایک آدمی کو نامزد کرتا جاتا تھا ابو سبرہ اس کے امن دیتے تھے اتفاق یہ ہے کہ خود رئیس شہر نے اپنا نام نہ لیا اور سو آدمیوں کی تعداد پوری ہوئی ابو سبرہ نے فوراً اس کو گرفتار کر کے قتل کا حکم دے دیا کیونکہ وہ سو کے شمار سے باہر تھا۔

دروازہ کھول دیا اور کمال اطمینان سے اپنے کاروبار میں مصروف رہے مسلمانوں کو سخت تعجب ہوا اہل جندیسابور سے دریافت کیا کیا معاملہ ہے؟ جواب ملا کہ ''تم نے جزیہ پر مصالحت کر لی ہے' اب ہمارے اور تمہارے درمیان مناقشہ کیا رہا''، تحقیق سے معلوم ہوا کہ ایک غلام (جو سوس کا رہنے والا تھا) اس نے امان نامہ بشرط ادائے جزیہ لکھ کر تیر میں باندھ کر پھینکا تھا۔ مسلمانوں نے حجت کی کہ ایک غلام کے امان دینے سے تم امان نہیں پا سکتے۔ اہل شہر نے کہا ''ہم آزاد اور غلام نہیں جانتے'' فریقین میں جب بحث مباحثہ سے کچھ طے نہ ہو سکا تو دربار خلافت میں قضیہ پیش ہوا۔ فاروق اعظمؓ نے غلام کے امان دینے کو جائز[1] رکھا۔

سیاہ کی اطاعت: بعض نے فتح سوس کا واقعہ اس طرح تحریر کیا ہے کہ واقعہ جلولاء کے بعد یزدگرد نے اصطخر میں جا کر قیام اختیار کیا۔ خاندان شاہی کے کل اراکین اور سیاہ' ستر ہزار سواروں کو اپنے رکاب میں لئے اس کے ساتھ تھا' یزدگرد نے سیاہ کو سوس کی طرف اور ہرمزان کو تستر کی جانب روانہ کیا۔ سیاہ نے اصطخر سے نکل کر کلبانیہ میں پڑاؤ کیا۔ اہل سوس کو جب تسخیر جلولاء کی خبر ملی اور یہ معلوم ہوا کہ یزدگرد بھاگ کر اصطخر میں چلا گیا ہے تو ان لوگوں نے ابوموسیٰ سے جو سوس کا محاصرہ کئے ہوئے تھے جزیہ دے کر مصالحت کر لی۔ اس کے بعد ابوموسیٰ رام ہرمز گئے اور وہاں سے نکل کر تستر کو جا گھیرا جہاں سیاہ' رام ہرمز اور تستر کے درمیان ڈیرے ڈالے پڑا تھا اس نے اپنے ہمراہیوں کو ابوموسیٰ سے صلح کرنے اور اس شرط پر اسلام قبول کرنے پر آمادہ کیا کہ ''وہ لوگ ایرانیوں سے لشکر اسلام کے ساتھ ہو کر جنگ کریں گے اور اگر عرب برسر جنگ آئے گا تو یہ اس کو روکیں گے اور امیر المومنین فاروق اعظمؓ اعزاز کے ساتھ ان لوگوں کی تنخواہیں مقرر کریں''۔ ان شرائط کے مطابق سب کے سب مسلمان ہو گئے فاروق اعظمؓ نے ان کے بڑے بڑے عطیے مقرر کر دیئے اور وہ لوگ تستر کی فتح و جنگ میں شریک ہوئے۔ سیاہ' ایرانیوں کے ایک قلعہ میں عجمیوں کے لباس میں گھس گیا اور قلعہ کو فتح کر کے مسلمانوں کو دے دیا تستر اور اس کے بعد مفتوحہ بلاد ۱۶ھ میں' اور بعض کہتے ہیں کہ ۱۷ھ میں مفتوح ہوئے۔

عام لشکر کشی کا حکم: احنف بن قیس اور ہرمزان' فاروق اعظمؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ جب تک اہل فارس کا بادشاہ یزدگرد رہے گا اس وقت تک ایرانی برابر لڑتے جائیں گے اور آئے دن کی بغاوت ولڑائی فرو نہ ہو گی۔ اگر آپ ہم کو ممالک ایران پر عام لشکر کشی کی اجازت دیجئے تو ہم ان کے بادشاہ کو ایران سے نکال دیں اس وقت البتہ ان کی امیدیں منقطع ہو جائیں گی اور یہ فتنہ وفساد فرو ہو جائے گا''۔ فاروق اعظمؓ نے ان کے مشورہ کو غور سے سنا اور ابوموسیٰ کو لکھا کہ ''بصریٰ سے نکل کر تھوڑے فاصلہ پر پڑاؤ ڈال دو اور تاصدور حکم ثانی وہیں قیام پذیر رہو''۔ بعد ازاں متعدد پھریرے بنائے اور مشہور مشہور افسروں کو نامزد کر کے جدا جدا ممالک پر ان کو مامور کیا اور ان پھریروں کو سہیل بن عدی کی معرفت ابوموسیٰ کے پاس بھیج دیا۔ خراسان کا علم احنف بن قیس کو اردشیر اور سابور کا مجاشع بن مسعود سلمیٰ کو' اصطخر کا عثمان بن ابی العاص کو فسا اور

---

[1] اور یہ لکھا کہ مسلمانوں کا غلام بھی مسلمان ہے اس نے جس کو امان دے دی ہے اسے تمام مسلمانوں نے امان دے دی۔

دارالجبر کا ساریہ بن زنیم کنانی کو۔ کرمان کا سہیل بن عدی کو۔ سجستان کا عاصم بن عمرو کو اور مکران کا حکم بن عمیر تغلبی کو عنایت کیا۔ لیکن ۱۸ھ اور بعض کہتے ہیں کہ ۲۱ھ یا ۲۲ھ تک ان لوگوں کو روانہ نہیں کیا۔ اس کے بعد سپہ سالاران لشکر اسلام حسب حکم فاروق اعظمؓ ان شہروں کی طرف روانہ ہوئے۔ جن کے سر کرنے کی خدمت ان کو سپرد کی گئی تھی۔ چنانچہ انہوں نے کامیابی کے ساتھ ان شہروں کو فتح کیا جیسا کہ ہم آئندہ علیحدہ علیحدہ بیان کریں گے۔

قحط: ۱۸ھ میں سرزمین عرب میں بہت بڑا قحط پڑا' پرندے تک بھوک سے پریشان ہو کر آدمیوں کے پاس بے دھڑک چلے آتے تھے۔ غلہ کی گرانی سے عام پریشانی پھیل گئی ساتھ ہی اس کے عمواس میں طاعون شروع ہو گیا۔ زمانہ قحط میں فاروق اعظمؓ نے عجیب وغریب سرگرمی ظاہر کی۔ تا زمانہ قحط دودھ' گھی کھانے کی قسم کھالی۔ تمام ممالک اسلامیہ کے صوبہ جات کے افسروں کو لکھ بھیجا کہ ہر جگہ سے اہل مدینہ کے لئے غلہ روانہ کریں۔ چنانچہ ابوعبیدہؓ نے چار ہزار اونٹ غلے کے بھیجے۔ عمرو بن العاص نے براہ دریائے قلزم مصر سے بہت سا غلہ[1] روانہ کیا۔ خود فاروق اعظمؓ اہل مدینہ کو لے کر نماز استسقاء پڑھنے گئے نماز کے بعد ایک نہایت پراثر خطبہ پڑھا عباس بن عبدالمطلب کا ہاتھ پکڑ کر ان کے وسیلے سے گھٹنوں کے بل کھڑے ہو کر دعا مانگی دعا ختم نہ ہوئی تھی کہ اللہ جل شانہ نے پانی برسایا جس سے قحط کی شکایت جاتی رہی۔

عمواس میں طاعون کی وباء: اسی زمانہ میں جب کہ عرب میں قحط پڑا ہوا تھا عمواس میں طاعون پھوٹ نکلا۔ بڑے بڑے صحابی جلیل القدر' عالی مرتبہ انتقال کر گئے۔ ابوعبیدہ' معاذ بن جبل' یزید بن ابی سفیان' حرث بن ہشام' سہیل بن عمر' عتبہ بن سہیل اور عامر بن غیلان رضی اللہ عنہم اسی مرض میں مبتلا ہو کر راہی عالم آخرت ہوئے۔ فاروق اعظمؓ کو اس کی اطلاع ہوئی۔ آپ نے ابوعبیدہ کو لکھ بھیجا ''عساکر اسلامی کو طاعونی مقام سے نکال کر کسی دوسرے مقام پر قیام کرلو''۔ ابوموسیٰ کو یہ حکم دیا کہ کوئی مقام جس کی آب وہوا عمدہ ہو تلاش کرو اور خود بقصد شام روانہ ہوئے۔ مقام سرغ میں پہنچے افسران فوج نے آ کر ملاقات کی اور شدت وبا کی اطلاع دی۔ اکثر لوگوں نے فاروق اعظمؓ کو عمواس میں جانے سے روکا۔ ان میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف بھی تھے انہوں نے عرض کیا کہ '' وبا کی بابت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنا ہے کہ جہاں پر وباء ہو وہاں نہ جاؤ اور اگر اس مقام پر وباء پھیل جائے تو جہاں پر تم ہو تو وہاں سے نہ بھاگو''۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ یہ سن کر واپس ہوئے۔ بجائے یزید بن ابی سفیان کے دمشق میں ان کے بھائی معاویہ بن ابی سفیان اور اردن پر شرحبیل بن حسنہ کو مامور کیا۔

---

[1] مؤرخوں نے لکھا ہے کہ بیس جہاز غلے سے بھرے ہوئے بحر قلزم کی راہ سے عمرو بن العاص نے روانہ کئے۔ ہر ایک میں تین تین ہزار اروب غلہ تھا۔ اروب تقریباً دو من یا اس سے کچھ زیادہ کا ہوتا ہے۔ جب ان جہازوں کے آنے کی خبر عمر فاروقؓ کو ہوئی تو وہ خود ان کے ملاحظہ کو بندرگاہ تک تشریف لائے جو مدینہ سے تین منزل کے فاصلے پر ہے اور بندرگاہ میں دو بڑے بڑے مکان بنوائے اور قحط زدوں کا مفصل نقشہ بقید نام وسکونت ومقدار غلہ بنانے پر زید بن ثابت کو مامور کیا جب یہ نقشہ تیار ہو گیا تو ہر شخص کو چک دی گئی جس پر عمر فاروقؓ کی مہر ثبت تھی۔ اسی چک کے مطابق سب کو غلہ ملتا تھا۔ اس کے علاوہ ہر روز بیس اونٹ ذبح کرتے تھے اور اپنے اہتمام سے کھانا پکوا کر قحط زدوں کو کھلاتے تھے

حضرت عمرؓ کی شام کو روانگی: اب اس طاعون میں کثرت سے لوگوں کا انتقال ہو گیا اور سرزمین شام میں بڑے بڑے عالی حوصلہ اور بلند خیال بزرگ آغوش لحد میں سو گئے اور ایک گونہ اس بلائے بد کا زور کم ہو گیا۔ اس وقت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے امراء لشکر کو متوفیوں کے متروکہ کو جمع کرنے کا حکم دیا اور بصلاح و شوریٰ ارباب حل و عقد پھر شام کو روانہ ہوئے۔ متوفیوں کے متروکہ کو حسب حصص شرعی ان کے ورثاء پر تقسیم کیا اور ممالک اسلامیہ کی حدود پر فوجیں متعین کیں۔ مختلف شہروں میں دورہ کرتے رہے ۱۸ھ میں شریح بن حرث کندی کو قضاء کوفہ پر اور کعب بن سوار ازدی کو قضاء بصرے پر مامور فرمایا' اسی سنہ میں حج کرنے کو گئے۔ بعض کہتے ہیں کہ جلولاء اور مدائن اسی سنہ میں مفتوح ہوئے ہیں۔ جس کو ہم اوپر بیان کر آئے ہیں اور ایسا ہی اسی سنہ میں قیساریہ کا معاویہ کے ہاتھ سے فتح ہونا بیان کیا جاتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ قیساریہ ۲۰ھ میں مفتوح ہوا۔

باب : ۱۵

فتح مصر

مصر پر فوج کشی کی اجازت: جس وقت عمر فاروقؓ بیت المقدس تشریف لے گئے تھے اسی زمانہ میں عمرو بن العاص نے آپ سے ملک مصر پر فوج کشی کی اجازت لے لی تھی۔ چنانچہ فاروق اعظمؓ نے مدینہ واپس آ کر زبیر بن العوامؓ کو عمرو بن العاص کی کمک پر روانہ کیا (چار ہزار) اسلامی فوجیں ۲۰ھ یا ۲۱ھ یا ۲۲ھ یا ۲۵ھ میں مصر[1] کی طرف روانہ ہوئیں اور باب الیون پر قبضہ کر کے براہ ریف مصر کی جانب بڑھیں۔ ابو مریم جاثلیق اور اسقف جس کو مقوقس نے مسلمانوں کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو روکنے کی غرض سے روانہ کیا تھا لشکر اسلام میں آیا' عمرو بن العاص نے حسب ہدایت عمر فاروقؓ تین شرطیں (۱) اسلام قبول کرنا (۲) جزیہ دینا (۳) یا لڑنا پیش کیں جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی تھی اور غور و فکر کے لئے تین دن کی مہلت دی۔

عین شمس کی فتح: ابو مریم اور اسقف' مقوقس کے پاس گیا ارطبون امیر لشکر نے پہلی دو شرطوں میں سے ایک کو بھی قبول نہ کیا اور اپنے لشکر کو مرتب کر کے مقابلہ پر آیا لیکن پہلے ہی حملے میں شکست کھا کر بھاگا ہزاروں رومی اس معرکے میں کام آ گئے۔ مسلمانوں نے بڑھ کر عین شمس کا محاصرہ کیا اور یہیں سے ابرہہ بن صباح کو فرما کے حصار پر اور اسکندریہ کے محاصرے کے لئے عوف بن مالک کو روانہ کیا۔ فرماء[2] اور اسکندریہ والے عین شمس کے آخری نتیجہ کے دیکھنے کی غرض سے لڑتے رہے یہاں تک کہ ایک مدت کے محاصرے کے بعد عمرو بن العاص اور زبیر بن العوامؓ نے اہل عین شمس سے جزیہ لے کر صلح کر لی اور اس سے پیشتر اثناء جنگ میں جن کو گرفتار کر لیا تھا ان کو مال غنیمت کے ساتھ مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔ اہل مصر نے شرائط صلح میں اس

---

[1] جس طرح مصر پر فوج کشی کے بارے میں مورخین نے اختلاف کیا ہے اسی طرح اس کے مفتوح ہونے کی بابت بھی ان میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ عمرو بن العاص نے مصر و اسکندریہ ۲۵ھ میں اور بعض کہتے ہیں کہ ۱۶ھ میں فتح کیا ہے۔ لیکن میرے نزدیک جیسا کہ ابن اثیر نے لکھا ہے کہ مصر کو قبل عام الرماۃ (یعنی زمانہ قحط) مفتوح ہو جانا چاہئے کیونکہ عمرو بن العاص نے مصر سے براہ بحر قلزم غلہ کے جہازات روانہ کئے تھے اور قحط ۱۸ھ میں پڑا تھا اس بناء پر ۱۶ھ کی روایت صحیح و قرین قیاس معلوم ہوتی ہے۔

[2] فرما ایک شہر ہے جو بحر روم کے کنارے پر واقعہ ہے اور کسی زمانہ میں آباد تھا جالینوس کی رصدگاہ ہونے کی وجہ سے ممتاز شہروں میں شمار کیا جاتا تھا۔ سرکاری فوجیں یہیں رہتیں تھیں۔

امر کا اور اضافہ کرنا چاہا کہ کل قیدی ان کو واپس دے دیئے جائیں۔ عمرو بن العاص اس کے خلاف تھے لیکن فاروق اعظمؓ کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے اہل مصر کی اس شرط کو بھی منظور فرما کر قیدیوں کی واپسی کا حکم دے دیا۔

صلح نامہ: عمرو بن العاص نے جو صلح نامہ لکھا تھا اس کی عبارت یہ تھی:

((بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم. ھذا ما اعطی عمرو بن العاص اھل مصر من الامان علی انفسھم و مھم و اموالھم و کافتھم و صاعھم و مدھم وعدھم لا یزید شئی فی ذلک و لا ینقص ولا یساکنھم النوب و علی اھل مصر ان یعطوا الجزیة اذا اجتمعوا علی ھذا الصلح و انتھت زیادة نھر ھم خمسین الف الف و علیه ممن جبی نصرتھم فان ابی احد منھم ان یجیب رفع عنھم من الجزی بقدر ذلک و من دخل فی صلحھم من الدوم و النوب فله ما لھم و علیه ما علیھم و من ابی و اختار الذھاب فھوا من حتی یبلغ ما منه و یخرج من سلطاننا و علیھم ما علیھم اثلاثاً فی کل ثلث جبایة ثلث ما علیھم علی ما فی ھذا الکتاب عھد اللّٰہ و ذمتهٔ و ذمة رسوله و ذمة الخلیفه امیر المومنین و ذمه المومنین و علی النوبة الذین استجابوا ان یعینوا ھکذا و کذا راسا و کذا و کذا فرسا ان لا یغزوا و لا یمنعوا من تجارة صادرة و لا واردة شھد الزبیر و عبداللّٰہ و محمد ابناه و کتب وردان و حضر. ھذا نص الکتاب منقولا من الطبری))

اس صلح میں کل اہل مصر شامل تھے اور انہوں نے اس کو قبول کر لیا تھا۔

فتح اسکندریہ: اس کے بعد عمرو بن العاص نے فسطاط[1] کا رخ کیا اور اس کو فتح کر کے اسکندریہ کی طرف بڑھے۔ فسطاط اور اسکندریہ کے درمیان میں رومیوں اور قبطیوں کی جو آبادیاں تھیں انہوں نے روکنا چاہا فریقین کا مقام کریوں میں مقابلہ ہوا۔ بالآخر رومیوں اور قبطیوں کو شکست دے کر مسلمانوں نے اسکندریہ کا محاصرہ کر لیا۔ مقوقس بادشاہ مصر یہیں موجود تھا اس نے میعادی عارضی صلح کی درخواست کی۔ عمرو بن العاص نے نامنظور کر کے محاصرہ جاری رکھا۔ تین مہینے کے شدید محاصرے کے بعد اسکندریہ بزور تیغ مفتوح ہوا۔ غازیان اسلام نے مال و اسباب لوٹ لیا اور اہل اسکندریہ کو ذمیوں کے حقوق دیئے۔

[1] فسطاط میں ان دنوں کوئی آبادی نہ تھی صرف وہاں زراعت ہوتی تھی یا چراگاہ سی تھی۔ لیکن چونکہ یہ قطعہ زمین دریائے نیل اور جبل مقطعم کے درمیان میں واقع تھا۔ اس وجہ سے یہاں پر ایک قلعہ بنا ہوا تھا جس میں رومی سلطنت کے حکام جو مصر کے گورنر ہو کر آتے تھے رہا کرتے تھے عمرو بن العاص نے اپنی طرف سے بہ لحاظ رتبہ زبیر بن العوام کو اس مہم میں سرلشکر بنایا سات مہینے تک برابر لڑائی ہوتی رہی شکست و فتح کا کوئی فیصلہ نہ ہوتا تھا ایک روز زبیرؓ بن العوام مع چند صحابہؓ کے سیڑھی لگا کر قلعے کی فصیل پر چڑھ گئے فصیل پر پہنچ کر پہرہ دینے والوں کو تہ تیغ کر کے تکبیر کے نعرے لگائے اسلامی فوج نے بھی مسرت کے ساتھ تکبیر کے نعرے بلند کئے۔ محصورین نے یہ سمجھ کر کہ مسلمان قلعے میں آ پہنچے بدحواسی سے بھاگنا شروع کر دیا۔ زبیرؓ نے موقع پا کر فصیل سے اتر کر قلعہ کا دروازہ کھول دیا۔ عساکر اسلامی گھس پڑا والی قلعہ نے یہ رنگ دیکھ کر صلح کی درخواست کی جو فوراً منظور کر لی گئی اور سب کو امان دے دی گئی۔

بعض مؤرخوں نے لکھا ہے کہ مقوقس اس لڑائی میں شریک اور قلعہ فسطاط میں محصور تھا اور اسی کی درخواست پر معاہدہ صلح لکھا گیا تھا لیکن ہرقل کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے برہم ہو کر لکھا کہ قبطی عربوں کے مقابلہ میں سستی کرتے ہیں ان سے لڑائی نہیں لڑ سکتے تھے تو رومیوں کی تعداد کچھ کم نہ تھی اور اسی وقت ایک عظیم الشان فوج مرتب کر کے اسکندریہ کی طرف روانہ کی کہ وہاں پہنچ کر مسلمانوں کا مقابلہ کرے اور بڑھتے ہوئے سیلاب کو روکے۔

بعض نے لکھا ہے کہ مقوقس نے عمرو بن العاصؓ سے بارہ ہزار دینار پر اس شرط سے مصالحت کر لی تھی کہ ''جو شخص چاہے اسکندریہ چھوڑ کر چلا جائے اور جس کا جی چاہے ٹھہرا رہے''۔ فتح اسکندریہ کے بعد عمرو بن العاص نے اپنے کل لشکریوں کو اسی مقام پر ٹھہرایا اور جب ان کو مصر و اسکندریہ کی فتح سے اطمینان حاصل ہو گیا تو انہوں نے لشکر کو مرتب کر کے نوبہ کا رخ کیا لیکن اس فوج کشی میں ان کو کامیابی نہیں ہوئی تھی۔

معرکۂ نہاوند: اہواز کے فتح ہونے کے بعد یزدگرد مرو میں جا کر مقیم ہوا۔ مرو کے قرب[1] و جوار کے امراء نے مسلمانوں کی دست درازی کا حال لکھ کر یزدگرد سے مدد طلب کی یزدگرد[2] نے ملوک باب' حلوان' طبرستان' جرجان' سند' خراسان' اصفہان اور ہمدان کو خطوط لکھے۔ مسلمانوں کے خلاف امداد طلب کی۔ چاروں طرف سے دفعتۂ قومی جوش پھیل گیا اور ڈیڑھ لاکھ کا ٹڈی دل لشکر بسرگروہی فیروزان نہاوند میں جمع ہو گیا۔

حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کی جواب طلبی: اس واقعہ سے تھوڑے دنوں پیشتر لشکر اسلام کے چند سپاہی سعد بن ابی وقاص سے کشیدہ خاطر ہو کر مدینہ چلے آئے تھے' فاروق اعظمؓ سے ان کی شکایت کی تھی' فاروق اعظمؓ نے تفتیش کی خدمت محمد بن مسلمہ کو سپرد کی اور درپردہ خود بھی مختلف موقعوں پر لوگوں سے سعد کے حالات دریافت کرتے رہے۔ دریافت اور تفتیش سے معلوم ہوا کہ صرف بنو عبس شکایت کر رہے ہیں اور کسی کو کوئی شکایت نہیں ہے' اتنے میں سعد بہ ہمراہی محمد بن مسلمہ دارالخلافت مدینہ آئے اور فاروق اعظمؓ نے سعد سے پوچھا ''اے سعد تم کس طرح نماز پڑھتے ہو''۔ سعد نے عرض کی ''پہلی دو رکعتوں میں طوال مفصل اور آخری دو میں قصار'' فاروق اعظمؓ نے کہا ''میرا خیال ہے تمہاری بابت ایسا ہی تھا''۔ پھر پوچھا ''کوفہ میں تمہارا کون نائب ہے''۔ سعد نے عرض کی ''عبداللہ بن عبداللہ بن عتبان! فاروق اعظمؓ نے اس قدر دریافت کرنے کے بعد ان کو ان کے عہدے پر بحال رکھا۔ اس کے بعد عجمیوں کے حالات دریافت کرنے لگے۔

حضرت عمرؓ کی صحابہ کبار سے مشاورت: فاروق اعظمؓ نے اس رائے کو پسند کر کے نعمان بن مقرن کو سرلشکری کے لئے انتخاب کیا۔ جو محاصرہ سوس سے واپسی کے بعد کوفہ میں گورنر مقرر کئے گئے تھے اور ان کو یہ حکم دیا کہ ''کوفہ سے نکل کر کسی چشمہ پر بانتظار افواج اسلامیہ قیام کریں عبداللہ بن عبداللہ بن عتبان کو یہ فرمان بھیجا کہ لوگوں کو نعمان کے ہمراہ روانہ کرو''۔ چنانچہ عبداللہ نے حذیفہ بن الیمان اور نعیم بن مقرن کے ہمراہ ایک فوج مرتب کر کے روانہ کی' تقرب حرملہ اور ان لوگوں کو جو

---

[1] عراق کے مغربی حصے کو عراق عرب اور مشرقی حصے کو عراق عجم کہتے ہیں۔ عراق عجم کے شمال میں طبرستان' جنوب میں شیراز' مشرق میں خوزستان مغرب میں شہر مراغہ ہے اس زمانے میں اس کے بڑے شہر اصفہان' ہمدان اور رے شمار کئے جاتے تھے اور ان دنوں رے ویران ہو گیا ہے اور اس کے قریب طہران جو شاہان قاچار کا دارالسلطنت ہے' آباد کیا گیا ہے۔

[2] یزدگرد فتح جلولاء کے بعد رے بھاگ گیا تھا لیکن یہاں کے رئیس کی بے وفائی سے اصفہان و کرمان ہوتا ہوا خراسان پہنچ کر مقام مرو میں قیام کیا اور ایک آتش کدہ بنوا کر اطمینان کے ساتھ رہنے لگا اور اس کو یہ خیال ہوا کہ عرب کی فتوحات کا سلسلہ سرحدی مقامات تک پہنچ کر رک جائے گا لیکن جب اس کو یہ خبر پہنچی کہ عراق کے ساتھ خوزستان بھی ہاتھ سے جاتا رہا اور ہرمزان جو سلطنت کا ایک رکن تھا زندہ گرفتار ہو گیا تو طیش میں آ کر پھر لشکر کی فراہمی میں مصروف ہوا۔

اہواز میں تھے اور جنہوں نے سوس اور جندیسا پور کو فتح کیا تھا یہ لکھ بھیجا کہ "اصفہان اور فارس کی ناکہ بندی کر لو تا کہ ایرانی نہاوند کی طرف بڑھنے نہ پائیں اور نہ ان کو مدد پہنچا سکیں۔

مجاہدین کا اسپ وہاں میں قیام: الغرض جب نعمان کے پاس فوجیں اکٹھی ہو گئیں تو انہوں نے طلیحہ اور عمرو بن معدی کرب کو جاسوسی پر متعین کیا۔ عمرو بن معدی کرب اثناء راہ سے لوٹ آئے لیکن طلیحہ راستے کو دیکھتے بھالتے نہاوند تک چلے گئے اور وہاں سے واپس آ کر نعمان کو مطلع کیا کہ نہاوند تک راستہ صاف ہے۔ نعمان نے یہ سن کر لشکر کو آراستہ و مرتب کیا اس لشکر میں بڑے بڑے جلیل القدر صحابی شامل تھے۔ حذیفہ بن الیمان، عبداللہ بن عمرؓ، جریر بجلی، مغیرہ بن شعبہ اور عمرو بن معدی کرب اور طلیحہ زیادہ قابل ذکر ہیں۔ نعمان نے مقدمۃ الجیش پر نعیم بن مقرن کو مامور کیا، میمنہ پر حذیفہ بن الیمان کو، میسرہ پر موید بن مقرن کو سردار بنایا۔ پیادہ فوج کی افسری قعقاع کو دی اور ساقہ پر مجاشع بن مسعود کو مامور کر کے تیس ہزار کی جمعیت سے کوفہ سے روانہ ہوئے کوچ و قیام کرتے ہوئے نہاوند پہنچے۔ نہاوند سے نو میل کے فاصلہ پر مقام اسپ وہاں میں پڑاؤ ڈالا۔

فیروزان ایرانی لشکر کا سپہ سالار تھا اس کے ساتھ ہی شاہی رسالہ اور درفش کاویانی تھا جس کو ایرانی فتح و ظفر کی نیک فال سمجھتے تھے۔ اس کے لشکر کے میمنہ پر زردق اور میسرہ پر بہمن جادویہ بجائے ذوالحاجب کے تھا اس معرکے میں ایرانیوں کے وہ سردار بھی شریک تھے جو جنگ قادسیہ سے بھاگ کر ادھر ادھر جان بچاتے پھرتے تھے۔

واقعاتِ جنگ: مسلمانوں نے ان کی یہ تیاریاں اور سازوسامان دیکھ کر تکبیر کے نعرے بلند کیے۔ سرداران لشکر اسلام حذیفہ بن الیمان، مغیرہ بن شعبہ، عقبہ بن عمروؓ، جریر بن عبداللہ، حنظلہ کاتب، بشیر بن الخصاصیہ، اشعث بن قیس، وائل بن حجر، سعید بن قیس ہمدانی اور عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہم) یہ سب نعمان بن مقرن کے خیمہ میں مشورے کی غرض سے حاضر ہوئے۔ یہ طے پایا کہ چہارشنبہ کی صبح سے جنگ چھیڑ دی جائے۔ چنانچہ چہارشنبہ سے جنگ چھڑ گئی، پنج شنبہ تک برابر لڑائی ہوتی رہی لیکن کسی کی قسمت کا آخری فیصلہ نہ ہوا۔ جمعہ کے دن لڑائی تو نہ ہوئی، مسلمان کئی روز تک ایرانیوں کا ان کی خندقوں میں محاصرہ کیے رہے۔ ایرانیوں نے جنگ چھیڑنے سے پہلے میدان جنگ میں لوہے کے گوکھرو بچھا دیئے تھے جس سے لشکر اسلام آگے بڑھ نہ سکتا تھا۔ نعمان نے سرداران لشکر اسلام کو اپنے خیمے میں مشورے کے لئے بلایا۔ ہر ایک سے علیحدہ علیحدہ رائے طلب کی۔ طلیحہ بن خالد کی رائے کے مطابق فوجیں مرتب و مسلح ہو کر شہر سے چھ سات میل کے فاصلہ پر ٹھہرائی گئیں۔ قعقاع نے تھوڑی سی فوج دے کر شہر والوں پر حملہ کرنے کو بھیجا۔ ایرانی بڑے جوش و استقلال کے ساتھ مقابلہ کو نکلے اور اس بندوبست و استقلال کے لئے کہ کوئی شخص پیچھے نہ ہٹے اور نہ میدان جنگ سے بھاگ سکے۔ اپنے لشکر کو چاروں طرف سے لوہے کی زنجیروں سے باندھ دیا۔ جس قدر آگے بڑھتے تھے گوکھرو بچھاتے آتے تھے۔ قعقاع نے تھوڑی دیر لڑ کر اپنی رکاب کی فوج کو سنبھالتے ہوئے آہستہ آہستہ پیچھے ہٹنا شروع کیا ایرانی کامیابی کے جوش میں بڑھتے چلے آئے یہاں تک کہ اپنی خندقوں سے نکل آئے۔ نعمان کی فوج نے ایرانیوں کو زد پر پا کر حملہ کرنا چاہا نعمان نے روک دیا۔ عساکر اسلامی کمال صبر و تحمل سے

ایرانیوں کے تیر کا نشانہ بنتے جاتے تھے مسلمان سپاہی برابر کام آ رہے تھے لیکن افسر کی یہ اطاعت تھی کہ کسی کے ہاتھ کو حملہ کی نیت سے ذرا بھی حرکت نہ ہوتی تھی۔

حضرت نعمانؓ کی شہادت: اس اثناء میں آفتاب سمت الراس سے گزر گیا اور دو پہر ڈھلی نعمان نے کھڑے ہو کر عساکر اسلامی کے سامنے ایک پُر اثر تقریر کی۔ غازیان اسلام کو مشرکوں کی لڑائی پر ابھارا۔ اپنے لئے شہادت کی دعا کی اور لشکریوں سے مخاطب ہو کر کہا ''میری پہلی تکبیر پر تم لوگ مسلح اور جنگ پر آمادہ ہو جانا دوسری تکبیر پر تلواریں نیام سے نکال کر حملے پر تل جانا اور جب میں تیسری تکبیر کا نعرہ بلند کروں تو تم لوگ بھی تکبیر کے نعرے بلند کر کے حملہ کر دینا''۔ چنانچہ اس ہدایت کے موافق زوال کے بعد آفتاب دو پہر ڈھلے نعمان کی تیسری تکبیر پر لشکر اسلام نے تکبیر کے نعرے بلند کر کے دفعۃً حملہ کر دیا اور اس بے جگری سے لڑے کہ عجمی لشکر شکست کھا کر میدان جنگ سے بھاگ نکلا۔ کشتوں کے پشتے لگ گئے سوائے آہ وزاری یا بہادرانِ اسلام کی تلواروں کی جھنکار کے اور کوئی آواز نہ سنائی دیتی تھی یا کسی کسی وقت کانوں میں اللہ اکبر کی صدا آ جاتی تھی جس سے سارا میدان جنگ گونج اٹھتا تھا۔ میدانِ جنگ میں اس قدر خون بہا کہ چلنے والوں کے پاؤں پھسل جاتے تھے نعمان[1] کا گھوڑا بھی پھسل کر گرا ساتھ ہی خود بھی گرے وہ زخموں سے چور چور تھے۔ بعض کہتے تھے کہ نعمان تیر کھا کر گرے تھے۔

فتح نہاوند: بہر کیف نعمان کے گرتے ہی ان کے بھائی نعیم نے جھپٹ کر علم لیا اور ان کے کپڑے پہن کر لڑنے لگے۔ اس تدبیر سے نعمان کے شہید ہونے کا حال عام طور پر معلوم نہ ہوا لڑائی بدستور جاری رہی' اس عرصہ میں رات ہو گئی جو ایرانی دلاوری سے جان پر کھیل کر لڑ رہے تھے وہ بھی اب ایسے گھبرا کر بھاگے کہ راستہ بھول گئے۔ گھوکھرو سے زخمی ہو کر سینکڑوں ہزاروں مر گئے ایک لاکھ سے زیادہ ایرانی اس لڑائی میں کام آئے۔ تیس ہزار اس معرکے میں مارے گئے۔ فیرزان ہمدان کی طرف بھاگا نعیم بن مقرن نے تعاقب کیا قریب درہ پہنچ کر فیرزان پیادہ پا ہو کر پہاڑ پر چڑھ گیا لیکن چونکہ نعیم بن مقرن سے پیشتر قعقاع ایرانی لشکر کے تعاقب میں روانہ ہو چکے تھے اور نعیم سے پہلے درہ میں پہنچ گئے تھے۔ ایک چھوٹا سا معرکہ ایرانیوں سے اس مقام پر ہوا مسلمانوں کی قتل وغارت سے جو لوگ بچے وہ ہمدان میں جان بچا کر داخل ہو گئے جہاں کہ خسر وشنوم مقیم تھا۔ اسلامی لشکر نے بہ ہمراہی نعیم اور قعقاع ہمدان کا محاصرہ کر لیا۔

---

[1] نعمانؓ بہت بڑے ضبط اور استقلال کے آدمی تھے۔ جس وقت یہ زخمی ہو کر گرے پکارے کر کہہ دیا کہ ''اگر میں اسی حالت میں مر جاؤں تو بھی کوئی شخص لڑائی چھوڑ کر مجھے اٹھانے کو نہ آئے۔ اتفاق سے ایک سپاہی ان کی طرف آ نکلا۔ نعمان کو زخمی' خاک وخون میں تڑپتا ہوا دیکھ کر گھوڑے سے اتر پڑا پاس بیٹھنا چاہتا تھا کہ ان کا حکم یاد آ گیا ان کو اسی حالت میں چھوڑ کر فوراً چلا گیا۔ لڑائی ختم ہونے اور فتح یاب ہونے کے بعد ایک دوسرا سپاہی ان کے پاس سے ہو کر گزرا دیکھا کہ نعمان دم توڑ رہے ہیں۔ سرہانے آ کر بیٹھ گیا اور ان کے سر کو زانو پر رکھ لیا۔ نعمان نے آنکھیں کھولیں اور نہایت مضمحل آواز سے پوچھا ''نتیجہ کیا ہوا'' اس نے عرض کی ''اللہ نے مسلمانوں کو فتح نصیب کی'' نعمان نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر کے کہا ''فاروق اعظمؓ کو فوراً اطلاع دو''۔ اللہ اکبر کس قدر ضبط واستقلال اور صبر اس مبارک زمانہ کے لوگوں میں بھرا ہوا تھا۔

مال غنیمت: حذیفہ بن الیمان جو نعمان کے بعد سر لشکر مقرر ہوئے تھے نہاوند پہنچ کر مقیم ہوئے مال غنیمت چاروں طرف سے سائب بن الاقرع کے پاس جمع کیا جانے لگا۔ یہاں ایک مشہور و عظیم الشان آتش کدہ تھا۔ ہربذ (متولی آتش کدہ) نے حذیفہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی ''اگر مجھے امان دی جائے تو میں ایک متاع بیش بہا حاضر کروں'' چنانچہ اسے امن دے دیا گیا اور اس نے دو تھیلے جواہرات سے بھرے ہوئے جو کسریٰ پرویز کے رکھے ہوئے تھے لا کر پیش کیے۔ مسلمانوں نے ان کو خمس کے ساتھ سائب کی معرفت فاروق اعظمؓ کی خدمت میں روانہ کیا' فاروق اعظمؓ کو ہفتوں سے لڑائی کی کچھ خبر معلوم نہ ہوئی تھی سائب نے فتح کی خوشخبری سنائی۔ خمس اور جواہرات کے تھیلے پیش کیے فاروق اعظمؓ شہداء نہاوند پر روئے فتح پر خوش ہوئے۔ جواہرات کو بیت المال میں داخل کرنے کا حکم دیا اور سائب کو لشکر میں واپس چلے جانے کو فرمایا۔

خمس کی مجاہدین میں تقسیم: سائب کہتے ہیں کہ مجھ کو کوفہ سے فاروق اعظمؓ کا قاصد آ کر لوٹا لے گیا۔ فاروق اعظمؓ نے مجھے دیکھ کر فرمایا ''میں شب گزشتہ میں سویا تو معلوم ہوا کہ فرشتے مجھے ان جواہرات کے رکھ لینے پر چشم نمائی کرتے ہیں اور آگ کو مشتعل کر کے داغ دینے کی دھمکی دیتے ہیں۔ لہٰذا میں اس کو بیت المال میں نہ رکھوں گا یہ مجاہدین کا حق ہے تم اس کو لے جاؤ اور فروخت کر کے لشکر اسلام میں تقسیم کر دو''۔ سائب اس کو کوفہ لائے اور عمرو بن حریث مخزومی کے ہاتھ دو لاکھ درہم پر فروخت کیا۔ زرثمن کو مسلمانوں پر تقسیم کر دیا۔ عمرو بن حریث نے فارس جا کر اس کو دوچند قیمت پر فروخت کیا۔

اہل دینور کی اطاعت: واقعہ نہاوند میں سواروں کو چھ چھ ہزار اور پیادوں کو دو دو ہزار درہم ملے تھے اس لڑائی کے بعد پھر ایرانیوں کو پیش قدمی کی جرأت نہیں ہوئی۔ آتش جوش انتقام ایسی بجھ گئی کہ دوبارہ مشتعل نہ ہو سکی۔ ابولولؤ فاروق اعظمؓ کا قاتل نہاوند کا تھا اسی لڑائی میں گرفتار کیا گیا تھا مدینہ میں جب نہاوند کے کسی قیدی کو دیکھتا تھا تو رو کر کہتا ((اکل عمر کبدی)) ابوموسیٰ اشعری واقعہ نہاوند میں شریک تھے اور اہل بصرہ کے سردار تھے نہاوند سے واپس ہوتے ہوئے دینور کا محاصرہ کیا۔ پانچ روز کے محاصرے کے بعد جزیہ لے کر صلح کر لی۔ پھر شیروان کی طرف گئے اہل شیروان نے بھی اہل دینور کی طرح مصالحت کر لی۔

اہل ہمدان کی مصالحت: سائب بن الاقرع صیمرہ سر کرنے کو بھیجے گئے چنانچہ سائب نے بہ مصالحت صیمرہ کو فتح کیا۔ ہمدان کا نعیم اور قعقاع محاصرہ کیے ہوئے تھے اہل ہمدان شدت محاصرہ سے گھبرا گئے۔ خسروشنوم نے صلح کا پیام بھیجا اور جزیہ دے کر مصالحت کر لی باقی رہے اہل ماہین انہوں نے بھی اہل ہمدان کی تقلید کی۔ جو امراء اور ملوک یزدگرد اور اہل ہمدان کی امداد کو آئے تھے انہوں نے بھی مجبور ہو کر حذیفہ امیر لشکر کی خدمت میں نیاز نامہ بھیجا اور مصالحت کر لی۔

امراء کی تبدیلیاں و تقررات: اس کے بعد فاروق اعظمؓ نے ایران کی عام تسخیر کا حکم دیا۔ عبداللہ بن عبداللہ بن عتبان کو کوفہ سے تبدیل کر کے دوسری طرف بھیج دیا۔ بجائے ان کے ابن حنظلہ حلیف بنی عبد قصی کو مامور کیا لیکن انہوں نے استعفا دے دیا۔ تب عمار بن یاسر مقرر کیے گئے۔ ابن مسعود کو حمص سے طلب کر کے تعلیم دینے کی غرض سے کوفہ روانہ کیا۔ ابوموسیٰ کو ان کی امداد پر اور اہل بصرہ کی امداد پر بجائے ان کے عبداللہ بن عبداللہ کو مامور کیا چند دنوں بعد ان کو اصفہان بجائے حذیفہ

کے بھیج دیا اور بصرے کی حکومت پر عمرو بن سراقہ کو متعین کیا۔

اہل ہمدان کی سرکشی اور اطاعت: اسی اثناء میں اہل ہمدان کی بغاوت کی خبر پہنچی۔ فاروق اعظمؓ نے نعیم بن مقرن کو بغاوت فرو کرنے پر مامور کیا۔ نعیم نے (بارہ ہزار کی جمعیت سے) ہمدان کا محاصرہ کیا۔ جب ہمدان کے فتح ہونے میں دیر لگی تو تمام اضلاع میں اسلامی فوجیں پھیلا دیں۔ جنہوں نے نہایت کم مدت میں باستثناء ہمدان باقی تمام مقامات فتح کر لئے۔ یہ حالت دیکھ کر ہمدان کے محصورین نے ہمت ہار دی اور طوعاً و کرہاً صلح کر لی۔

اصفہان کی فتح: نعیم بن مقرن ہمدان کے بعد خراسان کی طرف گئے۔ عتبہ بن فرقد اور بکر بن عبداللہ کو آذربائیجان کی جانب بڑھنے کا حکم دیا اور یہ ہدایت کی کہ ایک آدمی حلوان کی طرف سے اور دوسرا شخص موصل کی جانب سے داخل ہو جس وقت عبداللہ بن عبداللہ بن عتبان اصفہان کی سرحد پر پہنچے (یہ بنی حبلی کے حلیف اور نامی گرامی انصار میں سے تھے)۔ فاروق اعظمؓ نے ابو موسیٰ کو ان کی مدد پر متعین کیا ان کے لشکر کے میمنہ اور میسرہ پر عبداللہ بن ورقاء ریاحی اور عصمۃ بن عبداللہ تھے۔ ایرانی فوج کا افسر اعلیٰ اسپ بیدان اور اس کے مقدمۃ الجیش پر شہر یار بن جادویہ اصفہان کے نامی گرامی جنگ آزمودہ سواروں کو لئے ہوئے موجود تھا۔ اسلامی اور ایرانی فوجوں کا اصفہان کے باہر مقام رستاق میں مقابلہ ہوا۔ لڑائی کا عنوان بظاہر مسلمانوں کے لئے خطرناک نظر آ رہا تھا لیکن دوپہر کے بعد مسلمانوں کے حملوں نے ایرانیوں کے چھکے چھڑا دیئے۔ عبداللہ بن ورقاء نے گھوڑا بڑھا کر شہر یار پر حملہ کیا اور پہلے ہی وار میں اس کو قتل کر ڈالا۔

مصالحت اور معاہدہ: ایرانی لشکر اس واقعہ سے گھبرا کر میدان جنگ سے بھاگ نکلا اسپیدان نے رستاق دے کر صلح کر لی۔ اس کے بعد عساکر اسلامی نے خاص اصفہان کا محاصرہ کیا یہاں کے رئیس فادوسفان نے صلح کا[1] پیام بھیجا۔ بالآخر اس امر پر مصالحت ہو گئی کہ باشندوں میں سے جس کا جی چاہے اصفہان چھوڑ کر نکل جائے اور جو رہنا چاہے وہ جزیہ دے کر رہے۔ جو شخص اصفہان چھوڑ کر چلا جائے گا اس کی زمین کے مالک مسلمان ہوں گے''۔ اس صلح و معاہدے کے پیشتر ابو موسیٰ اہواز کی طرف سے عبداللہ بن عبداللہ کے پاس آ گئے تھے اور ان کے ہمراہ اصفہان میں مظفر و منصور داخل ہوئے تھے۔ فاروق اعظمؓ کو اصفہان کے فتح کی بشارت لکھی۔ فاروق اعظمؓ نے عبداللہ کو لکھا کہ اصفہان میں کسی کو اپنا نائب مقرر کر کے سہیل بن عدی کی کمک کو کرمان روانہ ہو جاؤ۔ چنانچہ عبداللہ بن عبداللہ نے اصفہان میں سائب بن اقرع کو اپنا نائب بنایا اور کوچ و قیام کرتے ہوئے سہیل کے پاس پہنچ گئے۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ کی معزولی: بعض نے لکھا ہے کہ نعمان بن مقرن فتح اصفہان میں شریک ہوئے تھے۔ فاروق اعظمؓ نے مدینہ سے ان کو اہل کوفہ کا سردار مقرر کر کے روانہ کیا تھا۔ چنانچہ جنگ اصفہان میں شہید ہوئے لیکن صحیح یہ ہے کہ نعمان

---

[1] دیگر مؤرخوں نے لکھا ہے کہ فادوسفان نے قبل پیام صلح یہ پیام بھیجا تھا کہ دوسروں کی جان کیوں ناحق ضائع کی جائے آؤ ہم اور تم لڑ کر خود فیصلہ کر لیں عبداللہ نے اس کو منظور کر لیا۔ دونوں حریف میدان میں آئے۔ فادوسفان نے تلوار چلائی عبداللہ نے مردانگی سے اس کے حملے کو روکا کہ فادوسفان حیران ہو کر رہ گیا اور بے اختیار بول اٹھا ''میں تم سے اب نہ لڑوں گا'' اس واقعے کے بعد فادوسفان نے صلح کا پیام دیا تھا۔

جنگ نہاوند میں شہید ہوئے تھے اور ابوموسیٰ نے قم وقاشان کو فتح کیا تھا۔ اس کے بعد فاروق اعظمؓ نے ۲۱ھ میں مغیرہ بن شعبہ کو حکومت کوفہ سے معزول کیا اور عمار کو متعین کیا۔

اہل ہمدان کی بغاوت و اطاعت: آپ اوپر پڑھ آئے ہیں کہ ہمدان میں خسروشنوم نے قعقاع اور نعیم سے صلح کر لی تھی اور اطاعت وفرمانبرداری کی ضمانت دی تھی لیکن زیادہ زمانہ نہ گزرنے پایا تھا کہ بدعہدی شروع کر دی۔ فاروق اعظمؓ نے نعیم کو ہمدان کی بغاوت فرو کرنے کو لکھ بھیجا۔ نعیم نے حذیفہ کو اپنا نائب مقرر کر کے ہمدان کا رخ کیا اور جب ہمدان کے محاصرے میں دیر لگی تو تمام صوبہ میں فوجیں پھیلا دیں کل صوبہ فتح ہو گیا۔ مجبور ہو کر اہل ہمدان نے جزیہ دے کر مصالحت کر لی۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ فتوحات ۲۴ھ میں ہوئی ہیں۔

وادی رود کا معرکہ: اس اثناء میں کہ نعیم ہمدان اور اس کے اطراف وجوانب کے انتظام میں مصروف تھے' یہ خبر پہنچی کہ ویلم اور اسفندیار برادر رستم نے اہل آذربائیجان کو فراہم کر کے بغاوت کا جھنڈا بلند کیا ہے۔ نعیم نے ہمدان میں یزید بن قیس ہمدانی کو اپنا نائب بنایا اور فوجیں مرتب کر کے اسفندیار کے مقابلے کو بڑھے۔ وادی رود میں دونوں حریفوں کا مقابلہ ہوا۔ لڑائی اس تیزی اور شدت سے جاری ہوئی کہ لوگ واقعہ نہاوند کو بھول گئے۔ بالآخر ایرانی لشکر شکست کھا کر میدان جنگ سے بھاگا۔ نعیم نے فتح کی بشارت دربارِ خلافت میں بھیجی۔ فاروق اعظمؓ نے لکھا کہ رے کو سر کر کے وہیں قیام اختیار کرو''۔

اہل قزوین کی اطاعت: بعض نے لکھا ہے کہ مغیرہ بن شعبہ نے کوفہ سے جریر بن عبداللہ کو ہمدان کے سر کرنے کو بھیجا تھا۔ چنانچہ انہوں نے ہمدان کو بہ صلح فتح کیا اور اس کے کل بلاد پر قبضہ حاصل کیا۔ بعض کہتے ہیں کہ مغیرہ خود اس مہم کے سر کرنے کو گئے تھے۔ جریر ان کے لشکر کے مقدمۃ الجیش پر تھے۔ قصہ مختصر مغیرہ نے جب ہمدان کو فتح کیا تو براء بن عازب کو قزوین کی طرف روانہ کیا۔ اہل قزوین نے ویلم سے سازش کر لی۔ ویلم نے ان کی امداد کا وعدہ کیا لیکن لڑائی کے وقت صرف اہلِ قزوین کو مسلمانوں کا مقابلہ کرنا پڑا۔ ویلم پہاڑ پر سے کھڑا تماشا دیکھتا رہا۔ بجبوری اہل قزوین نے اس کی امداد سے ناامید ہو کر صلح کی درخواست کی۔ معاہدہ صلح لکھا گیا فریقین میں مصالحت ہو گئی اس کے بعد براء نے ویلم اور جیلان پر جہاد کی غرض سے فوج کشی کی۔

رے کی فتح: نعیم ہمدان کی مہم سے فارغ ہو کر حسب حکم حضرت فاروق اعظمؓ رے کی طرف بڑھے ابوالفرحان نے اہل رے کی طرف سے صلح کی درخواست کی لیکن سیاوخش بن مہران بن بہرام چوبین بادشاہ رے نے اس سے مخالفت کی اور دیناوند' طبرستان' قومس اور جرجان والوں سے امداد طلب کی ایک عظیم فوج جمع ہو گئی۔ خم ٹھونک کر نعیم کے مقابلے پر آیا اس سے ابوالفرحان اور سیاوخش میں شکر رنجی ہو گئی۔ ابوالفرحان نے مسلمانوں سے سازش کر لی۔ ایک روز منذر بن عمرو کو اپنے ہمراہ لئے ہوئے شب کے وقت خفیہ شہر میں داخل ہوئے صبح کو لشکر اسلام نے شہر پر حملہ کیا حملے کے ساتھ شہر فتح ہو گیا۔ بے حد و بے شمار مال غنیمت ہاتھ آیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے مدائن میں مسلمانوں کو عنایت کیا تھا۔ کامیابی کے بعد نعیم نے ابوالفرحان سے بلاد رے پر مصالحت کر لی اور اس کی حکومت اس کو دی (چنانچہ رے کی ریاست ابوالفرحان کے خاندان میں قائم رہی)

اور پرانے شہر کو برباد کر کے جدید شہر آباد کرنے کا حکم دیا۔ فتح اور کامیابی کی خبر دربار خلافت میں بھیجی۔

جرجان اور طبرستان کی فتح: رے کی فتح کے بعد اہل نہاوند نے جزیہ دے کر مصالحت کر لی۔ نعیم نے عمر فاروقؓ کے حکم کے مطابق اپنے بھائی سوید کو قومس پر بھیجا ان کے ہمراہ ہند بن عمرو الجملی بھی تھے۔ سوید نے قومس پر بغیر کسی جنگ کے قبضہ کر لیا یہ ایک وسیع صوبہ تھا یہاں سے جرجان و طبرستان بالکل قریب ہیں۔ سوید اور اہل طبرستان سے نامہ و پیام ہونے کے بعد جزیہ دینے پر صلح ہوگئی۔ بعدہ سوید نے جرجان کا رخ کیا جو طبرستان کا مشہور ضلع ہے۔ وہاں کے حاکم نے بھی جزیہ دے کر صلح کر لی۔

ان واقعات کے تحریر کے وقت ہم نے فتح طبرستان کو جرجان سے پہلے بیان کیا ہے لیکن واقعہ اصل یہ ہے کہ سوید نے پہلے جرجان کے حاکم سے نامہ و پیام کیا اور اس سے مصالحت کی۔ پھر یہ خبر سن کر طبرستان کے رئیس نے بھی جو سپہدار کہلاتا تھا پانچ لاکھ درہم جزیہ دے کر صلح کر لی اور خود سوید سے ملنے کو آیا اور طبرستان کے سرحدی مقامات اور ان کے استحکام کو دکھلایا۔

بعض کہتے ہیں کہ طبرستان ۳۰ھ زمانہ خلافت عثمانؓ بن عفان میں فتح ہوا تھا۔ معاہدہ صلح میں جو حاکم جرجان کے مقابلہ میں لکھا گیا تھا یہ تصریح لکھا ہوا تھا کہ "اہل ان جرجان اور دہستان کے امن کے ذمہ دار ہیں اور یہاں کے رہنے والوں میں سے جو لوگ بیرونی حملوں کے روکنے میں مسلمانوں کا ساتھ دیں گے وہ جزیہ سے بری رہیں گے"۔

آذربائیجان کی فتح: جس وقت نعیم رے کو فتح کر چکے فاروق اعظمؓ کا فرمان پہنچا کہ "سماک بن خرشہ انصاری کو بکیر بن عبداللہ کی مدد پر آذربائیجان روانہ کرو"۔ آذربائیجان کا علم جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں عتبہ بن فرقد اور بکیر کو مرحمت ہوا تھا اور ان کے بڑھنے کی سمتیں بھی متعین کر دی گئی تھیں۔ بکیر آذربائیجان کی طرف بڑھے تو جبر میدان میں جبال کے قریب اسفیدیار بن فرخ زاد سے مڈبھیڑ ہوگئی۔ اسفیدیار کو ہمدان نے شکست دے کر مارج رود میں نعیم سے شکست ہوئی تھی کمال بے سروسامانی سے بھاگا ہوا آ رہا تھا۔ بکیر نے شکست دے کر گرفتار کر لیا۔ اسفیدیار نے بخوف جان بکیر سے کہا: "تم مجھے قتل نہ کرو اپنے پاس قید رکھو، میں آسانی سے تمہیں کل ملک پر قبضہ دلا دوں گا"۔ بکیر نے اس کی درخواست کو منظور کر لیا، دوسری طرف اسفندیار کا بھائی بہرام، عتبہ کا سدراہ ہوا عتبہ نے اس کو نیچا دکھا کر کل شہر پر باستثناء قلعہ قبضہ کر لیا، اس اثناء میں سماک آ پہنچے انہوں نے آذربائیجان کے اطراف و جوانب میں پھر کر جو شہر و قصبات باقی رہ گئے تھے ان کو بھی فتح کر لیا۔ اسفیدیار نے اپنے بھائی کے بھاگنے اور بلاد آذربائیجان کے فتح ہونے کی خبر سن کر کہا "اب لڑائی کی مشتعل آگ بجھ گئی اور میں تم سے جزیہ پر صلح کرتا ہوں"۔ چونکہ آذربائیجان انہیں دونوں سرداروں کے قبضہ میں تھا۔ بکیر اور عتبہ نے معاہدہ لکھ کر اس شرط پر اسفیدیار کو رہا کر دیا کہ وہ آذربائیجان پر بشرط ادائے جزیہ حکومت کرے۔

حضرت عتبہؓ کی آذربائیجان کی امارت پر تقرری: آذربائیجان کے فتح ہونے کے بعد بکیر نے خمس اور فتح کی بشارت دربار خلافت میں بھیجی اور بہ اجازت فاروق اعظمؓ عتبہ کو مفتوحات آذربائیجان میں چھوڑ کر اسلامی لشکر لئے ہوئے

باب کی طرف بڑھے۔ بکیر کی روانگی کے بعد عتبہ نے موجودہ فوج لے کر شہرزور اور صامغان پر چڑھائی کی اور ان شہروں کو لڑ کر جزیہ وخراج پر فتح کیا۔ ایک گروہ کثیر کردوں کا اس مقام کی لڑائی میں مارا گیا اس کے بعد فاروق اعظمؓ کو اپنی فتوحات کا حال لکھ بھیجا۔ انہوں نے ان کو آذربائیجان کا والی مقرر کیا اور ہرثمہ بن عرفجہ کو موصل کی حکومت دی۔

فتح باب: بکیر بن عبداللہ آذربائیجان کی فتح کے بعد باب کے قریب پہنچنے نہ پائے تھے کہ فاروق اعظمؓ نے ایک نئی فوج تیار کر کے بہ ہمراہی سراقہ ان کی مدد کو بصرہ بھیجی اور ہر فوج کے حصہ پر جدا جدا افسر مقرر فرمایا۔ مقدمۃ الجیش پر عبدالرحمٰن بن ربیعہ کو مامور کیا' میمنہ' ابن اسید غفاری کو دیا اور میسرہ پر سراقہ بن عمرو کو رہنے کا حکم دیا۔ مال غنیمت کی تقسیم پر سلمان بن ربیعہ متعین ہوئے اور ابوموسیٰ اشعری کو بجائے سراقہ کے بصرے کا حاکم بنایا۔ سراقہ کی روانگی کے بعد حبیب بن مسلمہ کو جزیرہ سے ان کی کمک پر بھیجا اور بجائے ان کے زیاد بن حنظلہ کو مامور کیا۔

شہریار والی باب کی اطاعت: باب کا حاکم ان دنوں شہریار (شہریار کی اولاد سے) تھا جس نے بنی اسرائیل کو پامال کیا تھا اور ملک شام کو ان کے قبضے سے نکال لیا تھا' سلطنت ایران کا ماتحت سمجھا جاتا تھا۔ اس نے مسلمانوں کی آمد کی خبر سن کر صلح کا پیام بھیجا۔ عبدالرحمٰن نے (جو مقدمۃ الجیش کے افسر تھے) لکھا ''تم کو امان دی جاتی ہے جو کہنا ہو خود حاضر ہو کر کہو''۔ چنانچہ شہریار نے حاضر ہو کر درخواست کی ''مجھ سے بعوض جزیہ کے فوجی خدمت لی جائے میں ہر وقت مسلمانوں کا مطیع رہوں گا''۔ عبدالرحمٰن نے اس کو سراقہ کے پاس بھیج دیا چونکہ جزیہ درحقیقت محافظت کا معاوضہ ہے اس لئے یہ شرط منظور کر لی گئی اور ایک اطلاعی عرض داشت فاروق اعظمؓ کی خدمت میں منظوری کی غرض سے روانہ کی آپ نے بھی منظور فرمالیا۔

حضرت سراقہؓ کی وفات: باب کی مہم سے فارغ ہو کر سراقہ نے امراء لشکر کو ارمینیہ کے پہاڑی شہروں پر فوج کشی کرنے کا حکم دیا۔ بکیر بن عبداللہ کو موقان کی جانب' حبیب بن مسلمہ کو تفلیس کی طرف' حذیفہ بن الیمان کو جبال اللان کی سمت اور سلمان بن ربیعہ کو ایک دوسری جانب روانہ کیا اور اطلاعی عرض داشت دربار خلافت میں بھیج دی یہ مہم تمام نہ ہونے پائی تھی کہ سراقہ کا پیمانہ عمر لبریز ہو گیا عبدالرحمٰن بن ربیعہ کو اپنا نائب مقرر کر کے انتقال کر گئے۔ فاروق اعظمؓ کو یہ خبر معلوم ہوئی تو انہوں نے عبدالرحمٰن بن ربیعہ کو حکومت پر بحال رکھا اور ترکوں پر حملہ کرنے کا فرمان بھیجا۔ ان امراء میں سے بکیر بن عبداللہ نے موقان کو جہاں سے ایران کی سرحد شروع ہوتی ہے فتح کر کے دائرہ حکومت اسلام میں لے لیا۔ بقیہ امراء لشکر نے فتح یابی میں کوئی حصہ نہیں لیا۔

بلنجر کا معرکہ: عبدالرحمٰن بن ربیعہ کو ترکوں پر فوج کشی کا حملہ پہنچا تو انہوں نے باب سے نکل کر بلنجر کا رخ کیا۔ بلنجر میں ترکوں کا پایہ تخت تھا۔ شہریار ان کے ہمراہ تھا اس نے تعجب سے پوچھا کہاں کا قصد ہے؟ ہم لوگ یہی غنیمت سمجھتے تھے کہ وہ ہم سے چھیڑ چھاڑ نہ کریں۔ عبدالرحمٰن نے جواب دیا جب تک میرا نیزہ ترکوں کے سینے میں نہ گھس جائے گا مجھے صبر نہ آئے گا۔ الغرض بلنجر کے قریب پہنچ کر ترکوں سے معرکہ آرائی کی' ترک شہر چھوڑ کر بھاگ گئے۔ عساکر اسلامی مظفر و منصور مال غنیمت لئے ہوئے واپس آئے اور برابر عہد خلافت عثمانؓ تک ان پر فوج کشی کرتے رہے یہاں تک کہ ان کے قوئ

مضمحل ہو گئے۔

مجاہدین کی جرجان کو مراجعت: ترکوں کا یہ اعتقاد تھا کہ مسلمانوں کو کوئی قتل نہیں کر سکتا کیونکہ ان کے ساتھ ملائکہ رہتے ہیں۔ اتفاق سے انہیں لڑائیوں میں ایک مسلمان کو گرفتار کر لیا گیا جس کو ان لوگوں لے جا کر نے شہید کر ڈالا۔ پھر کیا تھا ترکوں کی جراءت اور دلیری بڑھ گئی ان ہی لڑائیوں میں عبدالرحمٰن لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ تو ان کے بھائی سلمان نے علم کو سنبھالا ان کے ہمراہ ابو ہریرہ دوسی بھی تھے ان دونوں بزرگوں نے نہایت مردانگی سے ترکوں کا مقابلہ کیا اور براہ جیلان جرجان واپس ہوئے۔

خراسان کی فتح: یزدگرد فتح جلولاء کے بعد رے چلا گیا تھا وہاں کے مرزبان آبان جادویہ نے بے وفائی کی' برداشتہ خاطر ہو کر رے سے اصفہان گیا۔ جب وہاں بھی فتوحات اسلامی نے اس کو چین سے نہ بیٹھنے دیا تو کرمان کی طرف آیا اور پھر وہاں سے واپس ہو کر مرو (سرزمین خراسان) میں آ کر قیام پذیر ہوا اور یہ خیال کر کے کہ عرب کی فتوحات کا سیلاب سرحدی مقامات تک پہنچ کر ختم ہو جائے گا آتش کدہ بنوا کر آرام سے زندگی بسر کرنے لگا طبیعت من چلی تھی چین سے نہ بیٹھا گیا حکومت اسلامی درہم برہم کرنے کی غرض سے ہرمزان' اہل اہواز' فیرزان اور اہل جبال کو مسلمانوں کے خلاف بغاوت کرنے کی ترغیب دینے لگا۔ چنانچہ ان سب نے عہد شکنی کی اور اس کا ذائقہ اللہ جل شانہ نے ان کو چکھایا۔

عام لشکر کشی کا حکم: فاروق اعظمؓ نے ان واقعات سے مطلع ہو کر ملک فارس پر عام لشکر کشی کا حکم دیا اور ہاتھ سے متعدد علم تیار کر کے نامی گرامی افسروں کو مرحمت فرمائے۔ احنف بن قیس کو خراسان کا علم عنایت کیا تھا۔ احنف نے ۱۸ھ یا ۲۲ھ میں خراسان کا رخ کیا۔ طبسیں ہو کر ہرات پہنچے اور اس کو لڑ کر فتح کیا۔ صحار بن فلاں العبدی کو نائب بنا کر مروشاہ جان کی طرف بھیجا۔ نیشا پور پر مطرف بن عبداللہ کو اور سرخس کی جانب حرث بن حسان کو روانہ کیا۔ یزدگرد شہنشاہ فارس' مروشاہ جان میں مقیم تھا مسلمانوں کی آمد کی خبر سن کر مرو روز چلا گیا۔ احنف نے مروشاہجہان کا رخ کیا اور کوفہ کی فوج کو مقدمۃ الجیش میں رکھا۔ یزدگرد مقابلہ سے جی چرا کر یہاں سے بھی بھاگا اور سیدھا بلخ پہنچا۔ احنف نے مرو روز پر قبضہ کر لیا کوفہ کی امدادی فوجیں آ گئیں احنف نے مروشاہجان میں حارثہ بن نعمان باہلی کو چھوڑ کر مرو روز پر قبضہ حاصل کر کے بلخ پر حملہ کر دیا۔ یزدگرد شکست کھا کر دریا عبور کر کے خاقان چین کے پاس چلا گیا احنف نے میدان خالی پا کر ہر طرف اپنی فوجیں بھیج دیں خراسان کو نیشا پور سے طخارستان تک فتح کر کے مرو روز کو صدر مقام قرار دیا اور طخارستان کی حکومت ربعی بن عامر کو دی۔ فاروق اعظمؓ کی خدمت میں نامہ بشارت فتح بھیجا۔ فاروق اعظمؓ نے جواب میں لکھا "جہاں تک تم پہنچ چکے ہو اب اسی پر اکتفا کرو۔ دریا سے آگے نہ بڑھو"۔

خاقان چین کی مراجعت: یزدگرد خاقان چین کے پاس گیا تو اس نے بڑی عزت و توقیر کی' فوج کثیر لے کر بغرض امداد اس کے ہمراہ خراسان کی طرف روانہ ہوا۔ احنف ان دنوں بلخ میں مقیم تھے خاقان کی آمد کی خبر سن کر عساکر اسلامی کو لئے ہوئے مرو روز میں پہنچ کر قیام کیا۔ خاقان' بلخ ہوتا ہوا مرو روز پہنچا اور یزدگرد اس سے علیحدہ ہو مروشاہجہان کی طرف بڑھا۔

احنف نے کھلے میدان جنگ کرنا مناسب نہ سمجھ کر نہر عبور کر کے ایک میدان میں جس کی پشت پر پہاڑ تھا صف آرائی کی کوفہ اور بصرہ کی بیس ہزار فوجیں ان کے رکاب میں تھیں۔ مسلمانوں نے ضرورت کے مطابق خندقیں بنالیں اور مورچے قائم کر لئے ایک مدت تک دونوں فوجیں بالمقابل صفیں جمائے پڑی رہیں۔ ایک روز صبح کو احنف میدان جنگ گئے ادھر سے دستور[1] کے مطابق ایک ترک طبل علم لئے نکلا احنف نے اس پر حملہ کیا۔ تھوڑی دیر کے ردوبدل کے بعد احنف نے اس پر نیزے کا ایسا وار کیا کہ وہ زمین پر گر کر مر گیا۔ اس کے بعد قاعدے کے موافق دو بہادر میدان میں آئے احنف نے ان کو بھی اسی جگہ ڈھیر کر دیا۔ اب خود خاقان میدان میں آیا تو وہ اپنے بہادروں کو مقتول دیکھ کر اس درجہ خائف ہوا کہ اسی وقت اس نے فوج کو واپسی کا حکم دے دیا۔

یزدگرد کا فرار: یزدگرد کو یہ خبر مروشاہجہان میں ملی جس وقت وہ حارث بن نعمان کا مروشاہجہان میں محاصرہ کئے ہوئے تھا۔ فتح سے ناامید ہو کر محاصرے سے دست کشی کر لی۔ خزانہ و جواہرات جمع کر کے خاقان کے پاس جانے کا قصد کیا امراء دربار نے اس سے مخالفت کی اور مسلمانوں سے صلح کر لینے پر مصر ہوئے کیونکہ مسلمان ایفائے وعدہ اور پابندئ عہد میں ترکوں سے بدرجہا اچھے تھے۔ یزدگرد نے جب ان کا کہنا نہ مانا تو ان لوگوں نے بلوہ کر دیا اور سارا سامان واسباب چھین لیا۔ یزدگرد بے سروسامانی کے ساتھ نہر عبور کر کے خاقان چین کے پاس چلا گیا اور فاروق اعظمؓ کے اخیر عہد خلافت تک ترکوں کے دارالسلطنت فرغانہ میں مقیم رہا یہاں تک کہ زمانہ خلافت عثمان بن عفانؓ میں اہل خراساں نے بغاوت کی اور یہ اس وقت وہاں سے واپس آیا۔

یزدگرد کے امراء کی اطاعت: یزدگرد کے چلے جانے کے بعد اس کے اراکین دولت احنف کی خدمت میں باریاب ہوئے۔ کل جواہرات واسباب و مال دے کر مصالحت کر لی۔ احنف نے یہ جواہرات وغیرہ دوسرے مال غنیمت کے ساتھ لشکر میں تقسیم کر دیا۔ مال غنیمت میں سواروں کو اسی قدر حصہ ملا جس قدر قادسیہ میں ملا تھا۔ اس کے بعد احنف بلخ میں آئے اور لشکریوں کو اس کی حدود میں ٹھہرا کر خود مروروز میں قیام اختیار کیا۔ فاروق اعظمؓ کو فتح کا بشارت نامہ لکھا۔

فاروق اعظم کا خطبہ: فاروق اعظمؓ نے اہل مدینہ کو جمع کر کے مژدۂ فتح سنایا اور ایک پر اثر تقریر کی جس سے سامعین کے دل دہل گئے۔ آخر میں آپؓ نے فرمایا:

((الاوان ملک المجوسیة قال ذهب فلیسوا یملکون من بلادهم سبر ایضه بمسلم الاوان الله قد اورثکم ارضهم و دیارهم و اموالهم و ابنائهم لینظر کیف یعلمون فلا تبدلوا فیستبدل الله بکم غیر کم فانی لا اخاف علی هذا الامانة ان توتی الا من قبلکم))

"یعنی آگاہ ہو جاؤ بے شک آج مجوسیوں کی حکومت جاتی رہی۔ پس وہ اپنے ملک میں ایک بالشت زمین کے

---

[1] پہلے ترکوں کا عام دستور تھا کہ لڑائی شروع ہونے سے پہلے تین بہادر یکے بعد دیگرے طبل و علم لے کر میدان جنگ میں جاتے تھے اس کے بعد سارا لشکر جنبش میں آتا تھا اور گھمسان کی لڑائی شروع ہوتی تھی۔

بھی مالک نہ رہے جس سے مسلمانوں کو ضرر پہنچا سکیں۔ آ گاہ رہو کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو ان کی زمین' ان کے ملک ان کے اموال اور ان کے لڑکوں کا وارث و مالک تمہارے اعمال جانچنے کی غرض سے بنایا ہے۔ پس تم لوگ اپنی حالت نہ تبدیل کرنا ورنہ اللہ تعالیٰ تم سے حکومت چھین کر دوسروں کو دے دے گا مجھ کو خوف اس امت پر اسی کا ہے کہ مبادا ان پر وہی حالت نہ طاری ہو جو ان سے پیشتر والوں کا حشر ہوا ہے''۔

معرکہ توج: جس وقت امراء اسلام نے بقصد جہاد عام لشکر کشی کے ارادے سے بصرے سے فارس کا رخ کیا اور ہر امیر اپنی فوج رکاب میں لئے ہوئے اپنے مقررہ و متعینہ جہت کی طرف بڑھا اہل فارس میں کھلبلی پڑ گئی' ایرانیوں کا جتھا منتشر ہو گیا۔ اپنے اپنے شہر کو بچانے کی غرض سے متفرق ہو گئے اسی سے ان کی شکست کی بنیاد پڑتی ہے اور یہی باعث تفریق ہوا۔ مجاشع بن مسعود' اردشیر اور سابور کی طرف روانہ ہوئے۔ ایرانیوں نے ان کو توج میں روکا۔ فریقین نے لڑائی شروع کر دی۔ بالآخر مجاشع نے کمال مردانگی سے توج کو بزور تیغ فتح کیا۔ وہاں کے رہنے والوں نے جزیہ دے کر مصالحت کر لی۔ مجاشع نے بشارت نامہ فتح اور خمس دربار خلافت میں روانہ کیا۔

اصطخر کی فتح: اصطخر میں فتح پر عثمان بن ابی العاص مامور تھے۔ انہوں نے جب اصطخر کا رخ کیا تو ایرانیوں نے بہت بڑے سامان سے لشکر اسلام کو جور میں روکا لیکن مسلمانوں کی فتح کا سیلاب' ان کے روکے نہ رک سکا۔ شکست کھا کر میدان جنگ سے بھاگے حاکم اصطخر ہربذ نے جزیہ پر صلح کی درخواست کی جس کو سپہ سالار لشکر اسلام نے منظور کر لیا۔ جو لوگ اثناء جنگ میں مکانات چھوڑ کر بھاگ گئے تھے وہ بھی صلح کے بعد واپس آ گئے۔ عثمان نے خمس اور فتح بشارت نامہ فاروق اعظمؓ کی خدمت میں روانہ کیا اس کے بعد عثمان بن عاص نے گازرون و نوبند جان کو فتح کر کے اس کے گرد و نواح پر قبضہ کر لیا۔

اہل شیراز و ارجان کی اطاعت: اس عرصہ میں ابو موسیٰ آ گئے اور ان کے ہمراہ ہو کر شیراز و ارجان کو بھی جزیہ و خراج پر فتح کیا۔ پھر عثمان بن عاص نے جنابہ کا قصد کیا۔ ایرانیوں نے اطراف جہرم میں مقابلہ کیا۔ عثمانؓ نے ان کو شکست دے کر جہرم کو بھی فتح کر لیا اس کے بعد شہرک نے شروع زمانہ خلافت عثمانؓ میں بغاوت کی۔ عثمان بن ابی العاص نے اپنے لڑکے اور بھائی حکم کو جمعیت کثیرہ کے ساتھ اس مہم پر روانہ کیا۔ بصرے سے ان کی کمک پر عبیداللہ بن معمر اور شبل بن معبد اسلامی فوجیں لے کر آئے سرزمین فارس میں دونوں حریفوں کا مقابلہ ہوا۔ لڑائی ہوتی رہی بالآخر ایرانیوں کو شکست ہوئی۔ حکم بن العاص کے ہاتھ سے شہرک عین معرکے میں مارا گیا۔ بعض کہتے ہیں کہ سوار بن ہمام عبدی پر شہرک نے حملہ کیا تھا انہوں نے وار خالی دے کر اس کو قتل کر ڈالا۔ اس مہم کی نسبت بعض کا خیال یہ ہے کہ ۲۸ھ میں اور بعض کہتے ہیں کہ ۲۹ھ میں سر ہوئی۔

شہرک مرزبان کی بغاوت: بعض اس واقعہ کو یوں بیان کرتے ہیں کہ جب ۲۳ھ آخری زمانہ خلافت فاروق اعظمؓ میں عثمان بن ابی العاص بحرین کے عامل مقرر ہوئے تو شہرک مرزبان فارس نے بغاوت کی۔ تمام فتوحات اسلامیہ قبضہ سے نکل گئے اس وقت عثمان نے اپنے بھائی حکم کو دو ہزار کی جمعیت سے فارس روانہ کیا۔ میمنہ اور میسرہ پر جارود اور ابو صفرہ (مہلب کے باپ) تھے ادھر سے کسریٰ نے شہرک کی مدد پر بہت بڑی فوج بھیجی۔ دونوں فوجوں کا توج میں مقابلہ ہوا' حکم

نے نہایت مردانگی سے شکست دے کر توج پر قبضہ کر لیا اور ایرانی لشکر نے بھاگ کر سابور میں دم لیا۔ حکم نے تعاقب کر کے شہرک کو مار ڈالا جو باقی رہے ان کو سابور میں گھیر لیا۔ یہاں تک کہ اہل سابور نے جزیہ دے کر صلح کی۔ حکم نے مہم سابور سے فراغت پا کر اصطخر کا رخ کیا۔ اہل سابور سے اعانت کے خواہاں ہوئے اس اثناء میں فاروق اعظمؓ شہید ہو گئے اور عثمان ابن عفانؓ خلیفہ سوم نے عبیداللہ بن معمر کو بجائے عثمان بن ابی العاص کے روانہ کیا انہوں نے اصطخر کا محاصرہ بدستور قائم رکھا۔ سابور کے حاکم نے بغاوت اور بدعہدی کا قصد کیا لیکن پھر کچھ سوچ کر خاموش رہ گیا۔ زمانہ محاصرے میں عبیداللہ پر منجنیق سے ایک پتھر گرا جس کے صدمہ سے وہ شہید ہوئے اس کے بعد شہر سابور فتح ہوا۔ ایک گروہ کثیر ایرانیوں کا اس واقعہ میں کام آیا۔

پسا و دوارابجرد کی فتح: ساریہ بن زنیم کنانی نے زمانہ عام لشکر کشی میں پسا و دوارابجرد پر فوج کشی کی پسا و دارابجرد والوں نے اکراد فارس کو جمع کر کے ایک لشکر مرتب کیا شہر سے نکل کر صف آرائی کی۔ میدان میں جس وقت یہ دونوں فوجیں دست بدست لڑ رہی تھیں۔ فاروق اعظمؓ جو مدینہ میں ممبر پر کھڑے خطبہ پڑھ رہے تھے بے ساختہ بول اٹھے ((یا ساریة الجبل الجبل)) ''اے ساریہ پہاڑ پر چڑھ جاؤ! پہاڑ پر چڑھ جاؤ''۔ اس وقت ساریہ کا لشکر کمزور پڑ رہا تھا قریب تھا کہ ایرانی لشکر غالب ہو جاتا۔ ساریہ نے یہ آواز سنی اور پہاڑ پر چڑھ گئے پھر لوٹ کر حملہ کیا تو ایرانیوں کو شکست ہوئی۔ بے شمار مال غنیمت ہاتھ آیا جس میں جواہرات کا ایک تھیلا تھا۔ ساریہ نے اس کو لشکریوں کی اجازت سے خمس کے ساتھ فاروق اعظمؓ کی خدمت میں بھیج دیا۔ فاروق اعظمؓ بہت خوش ہوئے ایک ایک واقعہ دریافت کیا اور جواہرات کا تھیلا واپس کر دیا کہ اس کو بھی لشکریوں پر تقسیم کر دو۔ چنانچہ ساریہ نے اس کو فروخت کر کے تقسیم کر دیا۔

کرمان کی فتح: کرمان کی فوج کشی کا علم سہیل بن عدی کو دیا گیا تھا۔ چنانچہ ۲۳ھ میں ایک فوج لے کر جس کا ہراول بشیر بن عمر العجلی کی افسری میں تھا کرمان پر حملہ آور ہوئے۔ پیچھے سے عبداللہ بن عبداللہ بن عتبان بھی کمک پر پہنچ گئے۔ کرمان والوں نے قفص وغیرہ سے مدد طلب کر کے مقابلہ کیا۔ مسلمانوں نے چاروں طرف سے گھیر کر لڑائی چھیڑ دی اثناء کارزار میں کرمان کا مرزبان بشیر کے ہاتھ سے مارا گیا۔ فریق مخالف کی فوج میں بھگدڑ مچ گئی۔ میدان جنگ مسلمانوں کے ہاتھ رہا۔ عبداللہ اور بشیر جیرفت و سیرزاد تک فوجیں لئے بڑھتے چلے گئے۔ بے شمار اونٹ اور بکریاں غنیمت میں ہاتھ آئیں بعض نے لکھا ہے کہ عبداللہ بن ورقاء خزاعی نے کرمان کو فتح کیا ہے اور فتح کرمان کے بعد سے طبین ہوتے ہوئے فاروق اعظمؓ کے پاس مدینہ آئے تھے۔

زرنج اور سجستان کی فتح: سجستان کو سیستان بھی کہتے ہیں۔ ملک عاصم بن عمرو کے ہاتھ سے فتح ہوا۔ لڑائی شروع ہونے سے پہلے عبداللہ بن عمیر آ گئے تھے۔ یہاں کے رہنے والے سیستان سے باہر نکل کر ایک خفیف لڑائی لڑ کر بھاگے۔ عاصم برابر بڑھتے چلے گئے اور زرنج پہنچ کر محاصرہ کر لیا (جو سجستان کا دوسرا مقام ہے) چند دنوں کے بعد محاصرہ کے محصورین نے صلح کی درخواست کی۔ چنانچہ ان کی درخواست کے مطابق صلح کر لی گئی۔ یہ ملک خراسان سے بڑا تھا اس کے حدود دور دور تک پھیلے ہوئے تھے۔ اس ملک پر قبضہ کرنے سے قندھار ممالک ترک اور دوسری قوموں کے ملک کی فتح کی کنجی ہاتھ آ گئی اور وقتاً فوقتاً

ان پر حملہ ہوتا رہا۔ عہد حکومت معاویہ بن ابی سفیان میں شاہ اپنے بھائی زنبیل بادشاہ ترک سے رنجیدہ ہو کر بجستان کے ایک شہر آمل نامی میں آیا۔ سلم بن زیاد بن ابی سفیان والی بجستان سے عہد و پیمان کر کے امیر معاویہؓ کو مطلع کیا۔ امیر معاویہؓ نے اس کو منظور کر لیا لیکن ساتھ ہی یہ لکھا کہ ''یہ لوگ بڑے غدار اور فریبی ہیں ان کے عہد و پیمان کا کوئی اعتبار نہیں ہے یہ جب موقع پائیں گے بلاد آمل پر قابض ہونے کی کوشش کریں گے''۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ انتقال کے بعد امیر معاویہ کے شاہ نے غداری کی اور کل بلاد آمل پر قبضہ کر لیا۔ زنبیل نے آمل کا یہ رنگ دیکھ کر زرنج کا محاصرہ کر لیا اور اس عرصہ میں بصرے سے مدد آ گئی اور ترکوں کو بھاگنا پڑا۔

مکران کی فتح: امراء عام لشکر کشی سے (۲۳ھ میں) حکم بن عمرو تغلبی نے مکران کا قصد کیا۔ ان کے بعد شہاب بن مخارق' سہیل بن عدی اور عبداللہ بن عبداللہ بن عتبان بھی روانہ ہوئے سب نے دو ین پہنچ کر اسلامی فوج کو مرتب کیا۔ والی مکران (راسل) نے نہر مکران کے کنارے نہایت اہتمام سے صف آرائی کی اور اہل سندھ کی امدادی فوج لے کر مسلمانوں کے مقابلے پر آیا' اسلامی بہادروں نے ایک بہت بڑی جنگ کے بعد راسل کو شکست دے کر مکران پر قبضہ کر لیا۔ حکم نے صحار عبدی کی معرفت نامہ بشارت فتح اور خمس دربار خلافت کو روانہ کیا۔

سندھ کے متعلق صحار عبدی کی رائے: فاروق اعظمؓ نے مکران کا حال دریافت کیا صحار عبدی نے عرض کی:

((ارض سهلها جبل و مائوها و شل و شرها و عددها بطل و خيرها قليل و شرها طويل و الكثير بها قليل))

فاروق اعظمؓ نے سہیل اور عاصم کو لکھ بھیجا کہ فوجیں جہاں تک پہنچ گئیں ہیں وہیں رک جائیں اور جو بلاد اس وقت تک فتح ہو چکے ہیں انہیں پر اکتفا کیا جائے۔

بیروذ کا معرکہ: فاروق اعظمؓ نے جس وقت امراء اسلام کو عام لشکر کشی کا ایک ایک علم مرحمت فرما کر مقررہ سمتوں کی طرف روانگی کا حکم دیا تو یہ لوگ حکم پاتے ہی بلاد ایران کی طرف بڑھے۔ اسی زمانہ میں حفاظت کی غرض سے یہ انتظام کر دیا تھا کہ ابوموسیٰ اشعری کو فوج کثیر کا سردار بنا کر حدود بصرہ پر قیام کرنے کا حکم دیا تھا۔ نہر تیری اور مناور کے مابین مقام بیروذ میں اہل اہواز کی مشہور قوم کرد اسلامی فتوحات کے سیلاب کی روک تھام کی غرض سے جمع ہوئی۔ ابوموسیٰ کو اس کی خبر لگی انہوں نے بیروذ پر حملہ کر دیا دونوں نے جی توڑ کر مقابلہ کیا۔ مہاجر بن زیاد اس واقعہ میں شہید ہوئے۔ ایک بہت بڑی خونریز جنگ کے بعد مسلمانوں نے کامیابی حاصل کی۔ مشرکوں نے بھاگ کر قلعہ میں پناہ لی' اور قلعہ بند ہو کر لڑائی جاری رکھی اس کے بعد ابوموسیٰ اپنے لشکر پر اپنے بھائی ربیع بن زیاد کو مقرر کر کے چند دستہ فوج لے کر اصفہان کے محاصرہ کو چلے گئے جب وہ فتح ہو گیا تو بصرہ واپس آئے اور اس عرصہ میں ربیع بن زیاد نے بیروذ کو فتح کر لیا تھا اور جو کچھ اس میں تھا اس کو لوٹ لیا تھا۔ فتح کا بشارت نامہ اور خمس دربار خلافت کو روانہ کیا۔

حضرت ابوموسیٰ سے جواب طلبی: ضبہ بن محصن عنزی نے وفد کے ساتھ جانے کا قصد کیا ابوموسیٰ نے اجازت نہ دی

اس پر ضبہ ناراض ہو کر فاروق اعظمؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے ابوموسیٰ کی شکایت کی کہ '' دہقانوں کے ساٹھ لڑکوں کو اپنی غلامی کے لئے منتخب کیا ہے' زیاد بن ابی سفیان کو بصرہ کا اپنی طرف سے والی کیا ہے' حطبہ کو ایک ہزار انعام دیا ہے۔ فاروق اعظمؓ نے ابوموسیٰ سے جواب طلب کیا اور ابوموسیٰ کے معقول جوابات کو قبول کیا۔

سلمہ بن قیس کا کردوں سے مقابلہ: انہیں ایام میں فاروق اعظمؓ کے پاس مسلمانوں کا ایک گروہ بغرض جہاد جمع ہو گیا۔ جس پر انہوں نے سلمہ بن قیس اشجعی کو امیر مقرر کر کے حسب دستور کفار پر جہاد کرنے کو روانہ کیا اور قدیم دستور کے مطابق وصیتیں کیں۔ اتفاق سے ان لوگوں کا کردوں سے سامنا ہو گیا۔ سلمہ نے ان کو اسلام کی دعوت دی۔ انہوں نے انکار کیا جزیہ ادا کرنے کو کہا اس پر بھی وہ راضی نہ ہوئے۔ تو تلوار نیام سے کھینچ کر بھڑ گئے۔ ظہر سے مغرب تک لڑائی ہوتی رہی۔ مسلمانوں نے اشارے سے نماز پڑھی اور اللہ اکبر کا نعرہ لگا کر مجموعی قوت سے حملہ کر دیا۔ کردوں کے پاؤں میدان جنگ سے اکھڑ گئے۔ شکست کھا کر بھاگے۔ مجاہدوں نے ان کو قتل و غارت کیا اور جو کچھ مال غنیمت ہاتھ آیا اس کو باہم تقسیم کر لیا۔ مالِ غنیمت میں یاقوت کا ایک ٹکڑا نکل آیا سلمہ نے اس کو بہ اجازت اور مسلمانوں کے خمس کے ساتھ فاروق اعظمؓ کے پاس بھیج دیا۔ فاروق اعظمؓ نے قاصد سے لوگوں کی حالت اور ان کے حصوں کی تفصیل و کیفیت دریافت کی۔ فاروق اعظمؓ یہ سن کر کہ اور لوگوں کو اس میں سے کچھ حصہ نہیں دیا گیا بہت ناراض ہوئے اور اس کو فوراً واپس لے جانے کا حکم دیا چنانچہ سلمہ نے اس کو فروخت کر کے مجاہدوں میں تقسیم کر دیا۔

باب : ۱۶

نظام حکومت

فاروق اعظمؓ کی شہادت: مدینہ منورہ میں مغیرہ بن شعبہ کا ایک مجوسی غلام فیروز نامی رہتا تھا جس کی کنیت ابولوءلوء تھی اس نے بازار میں ایک دن فاروق اعظمؓ سے شکایت کی کہ میرا آقا مغیرہ بن شعبہ مجھ سے بہت زیادہ رقم لیتا ہے آپ کم کرا دیجئے۔ فاروق اعظمؓ نے رقم دریافت فرمائی اس نے بتلایا کہ دو درہم روزانہ (قریباً سات آنے ہوتے ہیں) پھر فاروق اعظمؓ نے استفسار فرمایا کہ تو کام کیا کرتا ہے؟ اس نے عرض کی ''آہن گری' نقاشی' نجاری''۔ فرمایا ان صنعتوں کے مقابلہ میں یہ رقم زیادہ نہیں ہے۔ پھر مخاطب ہو کر کہا ''میں نے سنا ہے کہ تو ایک قسم کی چکی بناتا ہے جو ہوا کے زور سے چلتی ہے۔ مدینہ میں آٹے کی تکلیف رہتی ہے تو مجھے اس قسم کی ایک چکی بنا دے!'' اس نے عرض ''بہت خوب! میں ایسی چکی بنا دوں گا جس کی آواز اہل مشرق بھی سنیں گے''۔ ابولوءلوء اس قدر باتیں کر کے دل ہی دل میں ناراض ہو کر چلا گیا اور فاروق اعظمؓ اس کے تیور تاڑ گئے۔ فرمایا ''یہ مجھ کو قتل کی دھمکی دیتا ہے''۔

حضرت عمرؓ فاروق پر حملہ: دوسرے دن صبح کے وقت فاروق اعظمؓ نماز پڑھانے مسجد میں آئے ابولوءلوء بھی خنجر لے کر داخل ہوا۔ خنجر دو دھارا تھا۔ درمیان میں ایک نوک نکلی ہوئی تھی۔ جوں ہی صفیں درست ہوئیں فاروق اعظمؓ نے نماز شروع کی۔ ابولوءلوء نے درمیان صف سے نکل کر چھ وار کئے ایک ان میں سے ناف کے نیچے پڑا فاروق اعظمؓ نے فوراً عبدالرحمٰن بن عوف کو کھینچ کر اپنی جگہ پر کر دیا اور خود صدمۂ زخم سے بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ عبدالرحمٰن بن عوف نے اس حالت میں نماز پڑھائی کہ فاروق اعظمؓ فرش مسجد پر تڑپ رہے تھے اور عبدالرحمٰن بن عوف نماز پڑھاتے رہے۔ ابولوءلوء نے مسجد سے نکل کر کئی آدمیوں کو زخمی اور کلیب ابن ابی بکر لیثی کو شہید کیا بالآخر وہ گرفتار کیا گیا اور اس نے خودکشی کر لی۔

انتخابی مجلس کا تقرر: نماز ختم ہونے کے بعد فاروق اعظمؓ کو لوگ گھر پر اٹھا لائے۔ آپ نے عبدالرحمٰنؓ کو بلا کر فرمایا ''میں تم سے کچھ عہد لینا چاہتا ہوں''۔ عبدالرحمٰن نے کہا کیا آپ مجھ سے کچھ عہد کریں گے؟ فرمایا نہیں! واللہ میں ایسا نہ کروں گا! میں ان لوگوں کی نسبت عہد و پیمان کروں گا جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راضی و خوشی تشریف لے گئے ہیں۔ یہ کہہ کر آپ نے علیؓ عثمانؓ زبیرؓ اور عبدالرحمٰنؓ بن عوف کو بلایا اور ان لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا ''تین روز تک تم لوگ طلحہ کا انتظار کرنا اگر وہ

آ جائیں تو فبہا ورنہ تم لوگ مشورہ کر کے کسی کو اپنے میں سے امیر بنا لینا''۔

خلیفہؓ ثانی کی وصیت: یہ کہہ کر کچھ دیر تک آپ خاموش رہے پھر ان لوگوں سے مخاطب کو کہا ''جو شخص خلافت کے لئے منتخب ہو میں اس کو وصیت کرتا ہوں کہ وہ انصار کے حقوق کا بہت لحاظ رکھے' کیونکہ یہ وہی ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کی' اپنے گھر میں ٹھہرایا۔ یہ تمہارے محسن ہیں ان کے ساتھ سلوک واحسان کرنا اور ان کی لغزش وخطا سے درگزر کرنا اور مہاجرین کا بہت بہت پاس کرنا کیونکہ یہی لوگ مادۂ اسلام ہیں اور ذمیوں کا پورا پورا خیال کیا جائے۔ اللہ کی ذمہ داری اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذمہ داری کو ملحوظ رکھنا یعنی ان سے جو اقرار کیا جائے وہ پورا کیا جائے''۔ اس کے بعد آپ نے ہاتھ اٹھا کر کہا:

((اللّٰھم قد بلغت لقد ترکت الخلیفه من بعدی علی انقی من الراحة))

پھر ابوطلحہ انصاری اور مقداد بن الاسود کو طلب کر کے حکم دیا کہ جب یہ لوگ تقرر خلیفہ کے مشورے کی غرض سے جمع ہوں تو تم دروازے پر کھڑے رہنا کسی کو ان کے پاس جانے نہ دینا جب تک وہ باہم مشورہ نہ کر لیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں دفن ہونے کی اجازت: بعد ازاں اپنے لڑکے عبداللہ کو بلا کر پوچھا معلوم کرو میرا قاتل کون ہے؟ عبداللہ بن عمر نے عرض کی ابولولوء غلام مغیرہ فرمایا: الحمد للہ مجھے ایسے شخص نے نہیں مارا جس نے ایک سجدہ بھی اللہ تعالیٰ کو کیا ہو۔ پھر عبداللہ کو عائشہؓ صدیقہ کی خدمت میں بھیج کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیقؓ کے پہلو میں دفن کئے جانے کی اجازت طلب کی۔ عائشہؓ صدیقہ نے اجازت دی۔ فاروق اعظمؓ یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور عبداللہ سے مخاطب ہو کر فرمایا ''اگر لوگ انتخاب خلیفہ میں مختلف ہوں تو تم کثرت رائے سے موافقت کرنا اور اگر فریقین برابر ہوں تو تم اس گروہ کی رائے سے اتفاق کرنا جس میں عبدالرحمٰن بن عوف ہوں''۔

مدینہ منورہ میں جب فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زخمی ہونے کی خبر مشہور ہوئی تو لوگوں نے آپ کو دیکھنے کی اجازت چاہی۔ مہاجرین وانصار آپ کے دیکھنے کو آئے۔ علی رضی اللہ عنہ وابن عباس رضی اللہ عنہم آپ کے سرہانے بیٹھے ہوئے تھے لوگوں کا یہ خیال تھا کہ زخم کاری نہیں لگا شفا ہو جائے گی طبیب آیا اس نے فاروق اعظمؓ کو نبیذ پلائی بجنسہ زخم کی راہ سے نکل گئی۔ پھر دودھ پلایا وہ بھی یوں ہی نکل گیا اس وقت لوگوں کو یقین ہو گیا کہ اس زخم سے جانبر نہیں ہو سکتے۔ طبیب نے فاروق اعظمؓ سے کہا ''آپ کسی کو اپنا ولی عہد منتخب کر دیجئے'' جواب دیا ''میں کر چکا''۔ زخمی ہونے کے بعد برابر ذکر اللہ کرتے رہے یہاں تک کہ شب چہارشنبہ ۲۷ ذی الحجہ ۲۳ھ کو اپنی خلافت کے دس برس چھ مہینے بعد جان بحق تسلیم ہوئے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون) صہیب نے نماز جنازہ پڑھائی۔ عثمانؓ علیؓ زبیرؓ عبدالرحمٰنؓ بن عوف' سعد اور عبداللہ بن عمر نے قبر میں اتارا۔

عہدِ فاروقی میں وسعت سلطنت: (مترجم) فاروق اعظمؓ کا کل زمانہ خلافت دس برس چھ مہینے چار دن رہا۔ اس مدت میں جو جو ملک فتح ہوئے ان کی تفصیل آپ اوپر پڑھ آئے ہیں۔ فتوحات فاروقی کی وسعت اور اس کے حدود اربعہ کا اندازہ اس سے بخوبی ہو سکتا ہے کہ مکہ معظمہ سے شمال کی جانب ۱۰۳۶ میل' مشرق کی جانب ۱۰۸۷ میل' جنوب ۴۸۳ میل' اور

مغرب کی جانب جدہ تھا۔ اس میں شام‘ مصر‘ عراق عرب‘ جزیرہ‘ خوزستان‘ عراق عجم‘ آرمینیہ‘ آذربائیجان‘ فارس‘ کرمان‘ خراسان اور مکران جس میں کچھ حصہ بلوچستان کا بھی شامل تھا۔

دو اہم معرکے: ان تمام لڑائیوں میں جو دس برس اور کچھ زائد زمانے میں ہوئیں فاروق اعظمؓ بنفس نفیس کسی میں شریک نہیں ہوئے‘ فوجیں ہر جگہ کام کر رہی تھیں اور سرداران لشکر ہر موقع پر ان کو لڑا رہے تھے لیکن ان کی عنان حکومت فاروق اعظمؓ کے ہاتھ میں تھی ان سب لڑائیوں میں دو مواقع نہایت خطرناک تھے‘ حمص کا واقعہ جب اس پر قیصر روم نے دوبارہ اہل جزیرہ کی اعانت سے چڑھائی کی تھی۔ دوسرا نہاوند کا معرکہ جب کسریٰ فارس نے تمام ملک ایران میں نقیب دوڑا کر ایک قومی جوش پیدا کر دیا تھا۔ ان دونوں موقعوں پر فاروق اعظمؓ ہی کا کام تھا کہ انہوں نے مخالفین کے اٹھتے ہوئے سیلاب کو صرف روکا ہی نہیں بلکہ ان کو ہبآءً منثوراً کر دیا۔

نظام حکومت: حضرت فاروق اعظمؓ نے اپنے نظام حکومت کو قائم رکھنے کی غرض سے اپنے مقبوضہ ملکوں کو مختلف صوبوں پر تقسیم کر دیا تھا۔ اسلام میں جس نے سب کے پہلے اس کی ابتداء کی اور حسب اقتضاء مصلحت وقت اس کی حدود قائم کیں وہ فاروق اعظمؓ تھے۔ انہوں نے اسلامی مقبوضات کو آٹھ صوبوں پر تقسیم کیا۔ مکہ‘ مدینہ‘ شام قائم ہوئے جزیرہ‘ بصرہ‘ کوفہ‘ مصر‘ فلسطین کے جو مقامات قبل فتح ہونے کے صوبے یا ضلعے تھے ان کو بحالہ اسی طرح رہنے دیا‘ فلسطین کو معاہدہ امن لکھے جانے کے بعد دو حصوں پر تقسیم کر دیا تھا ایک کا صدر مقام ایلیا اور دوسرے کا رملہ قرار دیا تھا اور شاید اسی وجہ سے مورخوں نے ان صوبہ جات اور اضلاع کی تصریح نہیں کی۔

مصر کا نظام حکومت: مصر کو بھی آپ نے دو حصوں پر تقسیم کر دیا تھا ایک مصر کا بالائی حصہ جس کو صعید کہتے ہیں۔ اس کے متعلق ۲۸ ضلعے تھے اور دوسرا مصر کا نشیبی حصہ جس میں پندرہ ضلعے تھے۔ فارس‘ خراسان اور آذربائیجان کے انتظامات اور تقسیم کو جیسا عہد سلاطین کیانیہ میں تھا بدستور قائم رکھا۔ فارس میں اصطخر‘ شیراز‘ نوبند جان‘ جور‘ گازرون‘ فسا‘ دارابجرد‘ اردشیر‘ سابور‘ اہواز‘ جندیسابور‘ سوس‘ نہرتیری‘ مناذر‘ تشتر اور رام ہرمز‘ خراسان میں نیشاپور‘ ہرات‘ مرو‘ مرو دوذ‘ فاریاب‘ طالقان‘ بلخ‘ بخارا‘ بادغیس‘ باورد‘ غرشتان‘ طوس‘ خرخس اور جرجان‘ آذربائیجان میں طبرستان رے‘ قزوین‘ زنجان‘ قم‘ اصفہان‘ ہمدان‘ نہاوند‘ دینور‘ حلوان‘ ماسبذان‘ مہرجان‘ شہرزور اور صامعان وغیرہ وغیرہ اضلاع شامل تھے۔

صوبہ کا نظم و نسق: اکثر صوبوں میں یہ چھ بڑے بڑے عہدہ دار جو ملک و انتظام کے ذمہ دار تھے رہتے تھے۔ والی (گورنر) جو کل صوبہ کا حاکم ہوتا تھا‘ کاتب (حاکم صوبہ کا میرمنشی) کاتب دیوان (فوجی دفتر کا میرمنشی) صاحب الخراج (افسر صیغہ یا بورڈ آف ریونیو) صاحب احداث (پولیس کا افسر اعلیٰ) صاحب بیت المال (افسر خزانہ) قاضی (جو فصل مقدمات کرتا تھا) جس کو صدر الصدور یا منصف یا جج سے تعبیر کیجئے۔ صوبوں کے علاوہ اضلاع میں بھی حسب ضرورت عامل (لفٹیننٹ گورنر)‘ افسر خزانہ قاضی ہوتے تھے۔ لیکن یہ سب والی صوبہ کے ماتحت اور اس کے زیر نگرانی کام کرتے تھے۔ جو لوگ صوبوں کے خدمات انتظامیہ پر مامور ہوتے تھے ان کو دربار خلافت سے تنخواہ دی جاتی تھی اور یہ کام بھی فاروق اعظمؓ کا ایجاد کیا ہوا ہے۔ عرب میں اس سے پہلے دستور یہ تھا کہ لوگ ملکی خدمت کے معاوضے میں تنخواہ لینا پسند نہیں کرتے تھے لیکن فاروق اعظمؓ نے ان کو خلاف اصول تمدن و انتظام سمجھ کر بڑی کوشش سے اصلاح کی اور ان کی دیانت و راست بازی قائم رکھنے کی غرض سے بڑی بڑی تنخواہیں مقرر کیں۔ چنانچہ اس زمانہ کی معاشرت کے لحاظ سے صوبہ داروں کی تنخواہیں پانچ پانچ ہزار تک ہوتی تھیں اور مال غنیمت کی تقسیم سے جو ملتا تھا وہ اس کے علاوہ تھا۔

عمال کے فرائض: عمال سے تقرری کے وقت یہ عہد ضرور لیا جاتا تھا:

(۱) ترکی گھوڑے پر سوار نہ ہونا (۲) باریک کپڑے نہ پہننا (۳) چھنا ہوا آٹا نہ کھانا (۴) دروازے پر دربان نہ رکھنا (۵) اہل حاجت کے لئے ہمیشہ دروازے کو کھلا رکھنا اس کے علاوہ ان کے اور فرائض اکثر پروانہ تقرری میں درج ہوتے تھے اور اس امر کا سختی سے انتظام کیا جاتا تھا کہ عمال اپنے فرائض سے بالتفصیل واقف ہوں۔ اکثر آپ ان کے فرائض اپنے خطبوں میں بیان فرمادیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ نے عاملوں کو مخاطب کر کے ایک خطبہ میں فرمایا تھا:

((الاوانی لم ابعثکم امراء و لا جبارین و لکن بعثتکم ائمة الهدیٰ و یهتدی بکم فاروا علی المسلمین حقوقهم و لا تضربو هم فتذلوهم و لا تحمد وهم فتفتنوهم و لا تغلقوا الابواب دونهم فیاکل قویهم ضعیفهم و لا تستاثروا علیهم فتظلموهم))

''یعنی آگاہ ہو جاؤ کہ میں نے تم کو امیر اور سخت گیر مقرر کر کے نہیں بھیجا ہے بلکہ امام بنا کر بھیجا ہے کہ لوگ تم سے ہدایت پائیں (تقلید کریں) تم لوگ مسلمانوں کے حقوق ادا کرو اور ان کو زدوکوب نہ کرو کہ وہ ذلیل ہوں اور نہ ان کی بے جا تعریف کرو کہ غلطی میں پڑیں اور نہ ان کے لئے اپنے دروازوں کو بند رکھو کہ زبردست کمزور کو ستائیں اور نہ ان سے کسی بات میں اپنے کو ترجیح دو کہ یہ ان پر ظلم کرنا ہے''۔

عمال کی ایام حج میں حاضری: ممالک مقبوضہ میں جتنے عمال تھے سب کو ایام حج میں حاضر ہونے کا حکم تھا۔ کیونکہ زمانہ حج میں تمام اطراف کے لوگ موجود ہوتے تھے۔ فاروق اعظمؓ بالاعلان کھڑے ہو کر فرماتے تھے جس عامل سے کسی شخص کو کچھ شکایت ہو وہ پیش کرے' میں نے ان کو تم پر اس لئے عامل کر کے نہیں بھیجا ہے کہ وہ تم کو ستائیں یا تمہارا مال و اسباب چھین لیں بلکہ اس لئے میں بھیجتا ہوں کہ تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ سکھائیں۔ پس اگر کسی عامل نے اس کے خلاف کیا ہو تو مجھے بتاؤ میں اس کا انتقام لینے کو موجود ہوں۔

عمال کی تقرری کا طریقہ کار: عمال کی تقرری کے دو طریقے تھے' ایک یہ کہ جن کو ملکی انتظامی خدمتیں سپرد کی جاتی تھیں ان کے انتخاب کے وقت مہاجرین اور انصار کا ایک جلسہ ہوتا تھا اس عام اجلاس میں ارکین مجلس شوریٰ جس کا انتخاب کرتے تھے وہی اس خدمت پر مامور ہوتا تھا۔ دوسرا دستور یہ تھا کہ صوبے یا ضلع کے باشندوں کو انتخاب کا حکم بھیج دیتے تھے جس کو وہ لوگ منتخب کرتے اس کو انتظامی و ملکی خدمت سپرد کی جاتی تھی۔ چنانچہ عثمان بن حنیف کی تقرری پہلے قاعدے کے موافق ہوئی اور عثمان بن فرقد و معن بن یزید کی دوسرے طریقہ پر۔

عمال کی فہرست: عمال جو عہد خلافت فاروق اعظمؓ میں ممالک اسلامیہ کے نظم و نسق پر مامور اور ایک ذمہ داری کے عہدے پر تھے ان کی اجمالی فہرست یہ ہے اس سے ناظرین کو معلوم ہو جائے گا کہ فاروق اعظمؓ نے کس ضبط و نظم سے ملک کا انتظام چلایا تھا اور ان کی حکومت کی کل کن پرزوں سے بنائی گئی تھی۔

ضلع یا صوبہ	عہدہ	نام مع مزید حالات
شام	والی	ابو عبیدہؓ یہ مشہور صحابی ہیں اور عشرہ مبشرہ میں داخل ہیں۔
شام	والی	یزید بن ابی سفیان بنو امیہ میں ان سے بڑھ کر کوئی شخص مدبر نہ تھا۔
شام	والی	امیر معاویہ سیاست و تدبیر میں ان کو خاص ملکہ تھا۔

مصر	والی	عمرو بن العاص انہوں نے مصر کو فتح کیا تھا ملک داری کا مادہ ان میں اچھا تھا۔ ان کی ماتحتی میں عبداللہ بن سعد بن ابی سرح بالائی مصر میں تھے جس کو صعید کہتے ہیں اور نشیبی حصہ مصر میں ایک دوسرا حاکم تھا لیکن وہ بھی عمرو بن العاص کے ماتحت تھا
کوفہ	والی	سعد بن ابی وقاص، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماموں اور عشرہ مبشرہ میں تھے۔ جنگ قادسیہ کے فاتح ہیں۔
بصرہ	والی	عتبہ بن غزوان، نامی صحابی اور مہاجرین میں سے ہیں بصرہ انہیں کا آباد کیا ہوا ہے۔
بصرہ	والی	ابوموسیٰ اشعری نامی اور مشہور جلیل القدر صحابی ہیں۔
مکہ معظمہ	والی	نافع بن عبدالحارث۔
مکہ معظمہ	والی	خالد بن العاص، یہ ابوجہل کے بھتیجے اور معزز شخص تھے۔
طائف	والی	عثمان بن ابی العاص، یہ ابوبکر صدیقؓ کے زمانہ خلافت سے یہاں کے والی تھے۔
یمن	والی	یعلیٰ بن امیہ، یہ عہد خلافت صدیقی میں خولان کے والی تھے علاء بن الحضرمی یہ عہد خلافت صدیقی میں بحرین کے عامل تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یمن پر مامور فرمایا تھا۔
مدائن	صاحب الخراج	نعمان۔
مدائن	والی	حذیفہ بن الیمان۔
جزیرہ	والی	عیاض بن غنم، یہ جزیرہ کے فاتح ہیں۔
حمص	والی	عمرو بن سعید۔
اصفہان	صاحب بیت المال	خالد بن حرث وہمانی۔
سوق الاہواز	″	سمرہ بن جندب۔
میسان	″	نعمان بن عدی، صحابہؓ میں سب سے پہلے انہیں کو ورثت کا مال ملا تھا۔
ایلیا	والی	علقمہ بن حکیم۔
رملہ	والی	علقمہ بن مجزز۔
بحرین	صاحب الخراج	قدامۃ بن مظعون، یہ یہاں کے صاحب الاحداث (پولیس کے افسر اعلیٰ) بھی تھے۔

عمال کے خلاف تحقیقات: اسد الغابہ فی احوال الصحابہ میں بضمن تذکرہ، محمد بن مسلمہ نے لکھا ہے کہ فاروق اعظمؓ کے عہد خلافت میں یہ عمال کی تحقیقات پر مامور تھے۔ جب کبھی کسی عامل کی شکایت پیش ہوئی تو اس کی تحقیقات پر یہی مامور کئے جاتے تھے۔ انتہیٰ یہ نہایت جلیل القدر صحابی ہیں تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم رکاب رہے۔ ایک مرتبہ ۲۱ھ میں سعد بن وقاص کی شکایت گذری۔ جنہوں نے قادسیہ فتح کیا تھا اور کوفہ کے گورنر تھے۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ ایرانیوں نے دوبارہ بڑی تیاری سے پیش قدمی کی تھی اور نہاوند کے قریب آ پہنچے تھے۔ فاروق اعظمؓ نے باوجودیکہ وقت اور زمانہ نہایت تنگ ہو رہا تھا۔ محمد بن مسلمہ کو کوفہ روانہ کیا۔ چنانچہ انہوں نے کوفہ کی ایک ایک مسجد میں جا کر عوام الناس کے بیانات لئے اور سعد بن وقاص کو ہمراہ لئے ہوئے مدینہ میں آئے۔ پھر یہاں فاروق اعظمؓ نے خود بھی ان کا بیان لیا اور کبھی ایسا بھی ہوتا کہ حضرت عمر محمد بن مسلمہ کو تحقیقات پر مامور نہ فرماتے تھے۔ بلکہ عامل صوبہ کو براہ راست مدینہ میں طلب فرما لیتے تھے اور خود اس کا بیان قلم بند

کرتے اور وہاں کے باشندوں سے بطور خفیہ اس کے حالات دریافت کرتے تھے یہ اکثر اس وقت ہوتا تھا کہ جب کہ صوبہ کا حاکم صاحب اثر ہوتا تھا۔ چنانچہ امیر معاویہ کے ساتھ یہی عمل درآمد ہوا تھا۔ جو شام کے والی تھے اور ابو موسیٰ کی جس وقت شکایت گزری تھی تو فاروق اعظمؓ نے مستغیث کا بیان خود اپنے ہاتھ سے قلم بند کیا تھا اور ابو موسیٰ کو مدینہ میں طلب کر کے اس کی تحقیقات کی تھی' گاہے گاہے عمال کی تحقیقات پر چند آدمیوں کو بطور کمیشن کے مامور کرتے تھے۔ جو کتب تواریخ کے دیکھنے والوں پر مخفی نہیں۔

خراج: سرزمین عرب میں اسلام سے پہلے خراج کا کوئی منظم قاعدہ نہ تھا اور نہ اسلام ہی میں عہد خلافت فاروقی سے پیشتر کوئی دستور مقرر کیا گیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ میں جس وقت خیبر فتح ہوا تھا تو وہاں کے یہودیوں سے بٹائی پر معاملہ طے ہوا تھا یعنی زمین انہیں کے قبضے میں چھوڑ دی گئی تھی اور سالانہ پیداوار سے کچھ بطور خراج لے لیا جاتا تھا۔ ابو بکرؓ صدیق کے عہد خلافت میں بھی کوئی قاعدہ خراج کا نہیں بنایا گیا تھا جس مقام کے کل باشندے مسلمان ہو گئے تھے۔ ان سے عشر (وہ یک جو پیداوار کی زکوٰۃ ہے) لیا جاتا تھا اور غیر مذہب والوں سے بلا حساب برائے نام سرسری طور سے کچھ رقوم لے لی جاتی تھیں۔

مردم شماری اور زمین کی پیمائش: لیکن فاروق اعظمؓ کو جب ۱۶ھ میں مہمات جنگ سے ایک گونہ فراغت حاصل ہوئی اور عراق عرب پر پورا پورا قبضہ ہو گیا اور جنگ یرموک سے رومیوں کے حوصلے پست ہو گئے تو انہوں نے خراج قائم کرنے کی غرض سے عراق کی مردم شماری اور زمین کی پیمائش کرائی۔ سعد بن ابی وقاص نے نہایت جانچ اور احتیاط سے مردم شماری کے کاغذات مرتب کئے۔ عثمان بن حنیف اور حذیفہ بن الیمان جو اکابر صحابہ میں سے تھے پیمائش پر مامور ہوئے تھے۔ چنانچہ عثمان اور حذیفہ نے مدتوں کے بعد بڑے اہتمام سے کاغذات کی ترتیب دی۔ مزروعہ زمین تین کروڑ ساٹھ لاکھ جریب ٹھہری۔ فاروق اعظمؓ نے ان تمام زمینوں کو مالکان سابق کے قبضہ میں دے دیا اور ان پر حسب ذیل لگان مقرر کیا۔

جو	فی جریب	ایک یا دو درہم سال۔ ایک درہم تقریباً ۳۔ کا ہوتا ہے۔
نیشکر	فی جریب	۶ درہم سال
روئی	فی جریب	۵ درہم سال
انگور	فی جریب	۱۰ درہم سال
نخلستان	فی جریب	۱۰ درہم سال
تل	فی جریب	۸ درہم سال
ترکاری	فی جریب	۳ درہم سال
گیہوں	فی جریب	۴ درہم سال
زمین افتادہ		
قابل زراعت	دو جریب پر	ایک درہم سال

سال بندوبست میں عراق کا کل خراج ۸ کروڑ ساٹھ لاکھ درہم سالانہ ہوا تھا اور اس کے دوسرے سال لگان کی شرح کم ہونے کی وجہ سے بہت سی افتادہ زمینیں مزروعہ بنالی گئیں جس سے مقدار خراج آٹھ کروڑ سے دس کروڑ بیس ہزار درہم تک پہنچ گئی۔

خراج کی وصولی کا طریقہ: عراق کے سوا مصر وغیرہ کا جو بندوبست اور خراج وصول کرنے کا طریقہ تھا۔ اس کو بدستور جاری رکھا البتہ جہاں جو کچھ جبر و تعدی کا اثر تھا اس کو زائل کر دیا۔ چنانچہ رومیوں کے زمانے میں مصر سے علاوہ خراج کے کثیر مقدار میں غلہ قسطنطنیہ جاتا تھا اور ہر جگہ کی فوج کے رسد کے لئے یہیں سے غلہ دیا جاتا تھا جو خراج میں مجرا نہیں کیا جاتا تھا۔

فاروق اعظمؓ نے ان دونوں قاعدوں کو موقف کر دیا اور وہاں کے دفاتر جن جن زبانوں میں تھے اسی طرح اسلام میں بھی رہنے دیا۔ عراق و ایران کا دفتر فارسی میں' شام کا رومی میں' مصر کا قبطی میں جیسا پہلے تھا ویسا ہی فتح کے بعد رہا اور جو لوگ اس محکمے میں پہلے سے کام کرتے تھے وہی بدستور ملازم رہے۔

حضرت فاروق اعظمؓ کے عہد خلافت میں عراق' شام اور مصر تین بہت بڑے بڑے ملک تھے۔ ان ملکوں کا خراج جو کچھ عہد خلافت فاروقی میں وصول ہوتا تھا وہ اس تفصیل سے تھا۔ شام سے ایک کروڑ ۴۰ لاکھ دینار یعنی ۵ کروڑ ۸۰ لاکھ روپے۔ عراق سے دس کروڑ بیس ہزار درہم' مصر سے ایک کروڑ ۲۰ لاکھ دینار یعنی پانچ کروڑ چھ لاکھ روپیہ یا اس سے کچھ کم یا زیادہ۔

عشر: اس کے علاوہ اور جو زمینیں مسلمانوں کے قبضہ میں تھیں ان سے عشر لیا جاتا تھا۔ یعنی پیداوار کا دسواں حصہ یہ خراج نہ تھا بلکہ زکوٰۃ کی ایک قسم تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ شرح مقرر فرمائی تھی اور وہی فاروق اعظمؓ کے زمانے میں بھی قائم رہی لیکن ایران وغیرہ کی جو زمینیں مسلمانوں کے قبضہ میں آئیں اور ذمیوں کے قدیم نہروں اور کنوؤں سے ان کی آبپاشی کرتے تھے تو اس پر رعایۃً عشر مقرر کیا جاتا تھا۔

زکوٰۃ: علاوہ ان آمدنیوں کے جن کا ذکر اوپر کیا گیا جس قاعدے کو حضرت فاروق اعظمؓ نے گویا ایجاد کیا یا ان کے عہد خلافت میں اس کا اضافہ ہوا۔ یہ تھا کہ تجارتی گھوڑوں پر زکوٰۃ نہ تھی کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں گھوڑوں کی تجارت کا وجود نہ تھا۔ پس قرینہ حال سے معلوم ہوتا ہے کہ زکوٰۃ سے سواری کے گھوڑے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مستثنیٰ فرمائے تھے جس کے مفہوم کو فاروق اعظمؓ نے قائم رکھ کر اس کے دوسرے افراد پر زکوٰۃ قائم کر دی اور انہیں کے زمانہ میں زکوٰۃ کی حد میں ایک اس نئی آمدنی کا اضافہ ہوا۔

عشور: عشور' یہ بھی ایک نئی آمدنی تھی جس کو حضرت فاروق اعظمؓ نے ایجاد کیا۔ مورخین لکھتے ہیں کہ جب مسلمانوں کے تعلقات غیر ملکوں سے بڑھے اور وہ لوگ تجارت کی غرض سے قریب و بعید ممالک غیر میں آنے جانے لگے تو وہاں کے دستور کے مطابق تجارتی اسباب پر دس فی صدی محصول درآمد لیا جانے لگا۔ رفتہ رفتہ اس کی خبر حضرت فاروق اعظمؓ کو ہوئی آپ نے حکم دیا کہ غیر ملکوں کے تاجر جو ممالک اسلامیہ میں آئیں ان سے بھی محصول اسی قدر لیا جائے۔ چند دنوں کے بعد جب اس صیغہ کی ترقی ہوتی ہوئی نظر آئی تو حضرت فاروق اعظمؓ نے اپنے تمام ممالک مقبوضہ میں یہ قاعدہ جاری کر دیا۔ دس فی صد حربیوں سے پانچ فی صد ذمیوں سے اور ڈھائی فیصد مسلمانوں سے لیا جاتا تھا اور جس مال کی قیمت دو سو درہم سے کم ہوتی تھی اس کا محصول معاف تھا۔ محصول صرف تجارتی اسباب اور کھلی ہوئی چیزوں پر لیا جاتا تھا کسی کے اسباب کی تلاشی کا حکم نہ تھا۔

بیت المال کا قیام: اسلام میں فاروق اعظمؓ کے پیشتر نہ تو اس قدر کثیر رقم آئی کہ جس کے رکھنے کے لئے بیت المال یا خزانہ بنایا جاتا اور نہ اس کی ایجاد ہوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جو رقمیں آتی تھیں وہ کل ایک ہی جلسہ میں تقسیم کر دی جاتی تھیں۔ ابوبکرؓ صدیق کے زمانے میں بھی اس کا کوئی انتظام نہیں کیا گیا جو آیا اس کو اسی وقت لوگوں میں تقسیم کر دیا۔ ۱۵ھ یا اس کے قریب میں بیت المال کی ایجاد یوں ہوئی کہ بحرین سے سال تمام کا خراج پانچ لاکھ آیا۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے اس کثیر رقم کی بابت لوگوں سے مشورہ کیا۔ علی ابن ابی طالبؓ نے کہا کہ جو رقم آئے وہ سال کے اندر تقسیم کر دی جائے۔ خزانہ میں رکھنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ عثمان بن عفانؓ نے اس کی مخالفت کی۔ ولید بن ہشام نے بیان کیا کہ میں نے سلاطین شام کے یہاں خزانہ اور دفتر کا جدا جدا محکمہ دیکھا ہے۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے اس رائے کو استحسان کی نظر سے دیکھ کر بیت المال کی بنا ڈالی اور سب سے پہلے مدینہ میں بیت المال قائم کیا اور اس کی نگرانی و حساب کتاب کے لئے عبداللہ بن ارقم کو منتخب کیا۔ جو ایک معزز صحابی تھے اور حساب کتاب میں کمال رکھتے تھے۔ اس کے علاوہ اور صوبوں اور صدر مقاموں میں بیت المال قائم کئے

اور اس کے افسر جداگانہ زیر نگرانی حکام اعلیٰ مقرر فرمائے۔

مرکزی بیت المال: مدینہ کے سوا اور صوبہ جات اور اضلاع کے حکام کو یہ ہدایت تھی کہ وہاں کے ضروری مصارف کے لئے رقم نکال کر بقیہ جس قدر ہو سال تمام ہونے پر مدینہ منورہ کے بیت المال میں بھیج دیا کریں۔ چنانچہ عمرو بن العاص والی مصر کو ایک فرمان لکھا جس کے یہ الفاظ تھے:

((فاذا حصل الیک وجمعه اخرجت منه عطاء المسلمین و ما یحتاج الیه مما لابد منه ثم انظر فما فضل بعد ذلک فاحمله الی))

''یعنی پس جب تجھ کو کل مالیہ وصول ہو جائے اور تو اس کو جمع کر لے اور اس میں سے مسلمانوں کے وظائف اور ضروری مصارف نکال لے۔ اس کے بعد جو کچھ پس انداز ہو اس کو میرے پاس بھیج دے''۔

بیت المال میں جو کچھ آمدنیاں آتی تھیں ان کا حساب و کتاب نہایت صحیح طور سے مرتب کیا جاتا تھا۔ اکثر اوقات خود فاروق اعظمؓ زکوٰۃ اور صدقہ کے مویشیوں کو شمار کرتے اور ان کا رنگ' حلیہ' عمر دیکھ کر لکھاتے تھے۔ منافع عبسی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ صدقے کے اونٹ آئے تھے۔ حضرت فاروق اعظمؓ مع علی بن ابی طالبؓ اور عثمانؓ بن عفان ان کے دیکھنے کو گئے۔ عثمانؓ سائے میں بیٹھ کر لکھ رہے تھے' علی بن ابی طالبؓ عثمان بن عفان کے پاس کھڑے جو کچھ فاروق اعظمؓ کہتے تھے حضرت عثمان کو بتاتے اور لکھاتے جاتے تھے اور خود فاروق اعظمؓ دوپہر کے وقت دھوپ میں کھڑے ہوئے ایک سیاہ چادر پہنے اور دوسری چادر سر پر ڈالے ہوئے صدقہ کے اونٹوں کو شمار کرتے اور رنگ' عمر' حلیہ بتاتے جاتے تھے۔

سنہ ہجری: عرب اور نیز اسلام میں فاروق اعظمؓ سے پہلے سنہ لکھنے کا دستور نہ تھا۔ عام واقعات کے یاد رکھنے کے لئے جاہلیت میں بعض بعض مشہور واقعات سنہ کا حساب شمار کر لیتے تھے۔ مدتوں کعب بن لوئی کے انتقال سے سال شمار ہوتا رہا' پھر عام الفیل جاری ہوا' اس کی ابتداء اس سال سے ہوئی جب کہ ابراہۃ الاشرم کعبہ کو ڈھانے کو ہاتھی لے کر آیا تھا اور اسی مناسبت سے اس کو عام الفیل سے تعبیر کیا۔ پھر عام الفجار کا رواج ہوا پھر اس کے بعد اور مختلف سنین چلے لیکن فاروق اعظمؓ نے جو سنہ چلایا وہ آج تک جاری ہے اور تا قیام قیامت اسلام کے ہر فرقہ میں یہی جاری رہے گا۔ ۱۶ھ میں حضرت فاروق اعظمؓ کے سامنے دو فرمان پیش کئے گئے جن پر صرف شعبان لکھا ہوا تھا اور جو ایک دوسرے سے مخالف تھا۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے کہا میں نے اس حکم کی رو سے ممانعت کی تھی۔ عامل نے عرض کی' نہیں آپ نے اس فرمان کی اجازت دی تھی۔ حضرت فاروق اعظمؓ یہ سن کر خاموش ہو رہے اور اسی وقت ارباب شوریٰ کو جمع کر کے ایک مجلس منعقد کی بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ جمع ہوئے اور یہ مسئلہ پیش ہوا۔ کسی نے رائے دی کہ سنہ کا شمار (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے کیا جائے) حضرت فاروق اعظمؓ نے کہا اس میں عیسائیوں سے مشابہت پائی جاتی ہے کیونکہ ان کا سنہ بھی میلادی ہے۔ کسی نے کہا سال کا حساب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے ہو۔ کوئی بولا کہ اس میں فارسیوں کی تقلید کی جائے۔ فاروق اعظمؓ نے ان دونوں راویوں سے اختلاف کر کے ارشاد فرمایا بہتر ہو گا کہ سنہ کا شمار ہجرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا جائے۔ کیونکہ اسلام میں یہ بہت بڑا واقعہ گزرا ہے اور اسی کے بعد سے اسلام کی اشاعت ہوئی ہے لوگوں نے اس رائے کو پسند کیا اور اسی پر سب کا اتفاق ہو گیا۔ پھر بحث یہ پیدا ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ربیع الاول میں ہجرت فرمائی تھی۔ اس حساب سے شروع سال ربیع الاول سے ہو یا کہ عرب کے قدیم دستور کے لحاظ سے محرم کے مہینے سے ہو؟ لیکن چونکہ عرب میں سال محرم سے شروع ہوتا تھا اس لئے فاروق اعظمؓ نے دو مہینے کچھ دن ہٹ کر محرم کو سال کا پہلا مہینہ مقرر کیا۔

امیر المومنین کا لقب: فاروق اعظمؓ کے پیشتر ابوبکر صدیقؓ' خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لقب سے یاد کئے جاتے

تھے۔ پھر جب فاروق اعظمؓ خلیفہ ہوئے تو ان کو لوگوں نے خلیفہ خلیفۂ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کہنا شروع کیا۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے کہا اس طور سے رفتہ رفتہ کلام طویل ہو جائے گا۔ کیونکہ جب تیسرا خلیفہ ہوگا تو اس کو خلیفہ خلیفہ خلیفہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کہو گے مناسب یہ ہے کہ تم لوگ مومنین ہو اور میں تمہارا امیر ہوں تم لوگ مجھے آج سے امیر المومنین کہا کرو'' چنانچہ اسی وقت سے یہ امیر المومنین کے لقب سے پکارے جانے لگے اور سب سے پہلے اس لقب کو انہوں نے ہی ایجاد کیا۔

بعض نے اس کی ابتداء یوں بیان کی ہے کہ ایک دفعہ لبید بن ربیعہ اور عدی بن حاتم کوفہ سے مدینہ میں آئے اور فاروق اعظمؓ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہا۔ چونکہ کوفہ میں رہنے سے ان لوگوں کی زبان پر امیر المومنین کا لفظ چڑھا ہوا تھا۔ اطلاع کرنے کے وقت یہ کہا کہ امیر المومنین کو ہمارے آنے کی اطلاع کر دو''۔ عمرو بن العاص نے انہی الفاظ سے اطلاع کر دی۔ فاروق اعظمؓ نے اس خطاب کی وجہ دریافت فرمائی عمرو بن العاص نے واقعہ بیان کر دیا۔ عمر فاروقؓ نے بھی اس لقب کو پسند کیا اور اسی تاریخ سے شہرت عام ہوگئی۔

رفاہ عام: حضرت فاروق اعظمؓ کے حالات زندگی دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو رفاہ عام کا بہت بڑا خیال تھا اور اس امر کا حتی الامکان بہت سخت اہتمام تھا کہ کوئی شخص بھوکا نہ رہے۔ غربا اور مساکین کے لئے بلا لحاظ مذہب بیت المال سے روزینے مقرر کر دیتے تھے ملک میں جس قدر بچ' ضعیف' از کار رفتہ اور لنگڑے ہوتے تھے سب کی تنخواہوں کا بیت المال ذمہ دار تھا۔ اکثر شہروں میں مہمان خانہ تعمیر کرا دیئے تھے جو مسافر آتا تھا اس کو بیت المال سے کھانا ملتا تھا مدینہ منورہ میں جو لنگر خانہ تھا اس کا اہتمام خود فاروق اعظمؓ کے ہاتھ میں تھا۔

یتیموں کی پرورش: لاوارث بچوں کی پرورش کا بھی پورا خیال تھا۔ ۱۸ھ میں یہ انتظام کیا کہ جب کوئی لاوارث بچہ مل جاتا اس کو خاص اہتمام سے کسی دودھ پلانے والی کے سپرد کرتے اور اس کی تربیت و پرورش کے مصارف بیت المال سے دیئے جاتے۔ یتیموں کی پرورش اور ان کی جائیداد کا انتظام نہایت سرگرمی سے کرتے ایک حبہ بھی اس میں سے ضائع نہ ہونے دیتے۔ ایک دفعہ دس ہزار کی رقم حکم بن ابی العاص کو دی اور یہ کہا کہ یتیموں کا مال ہے زکوٰۃ نکالنے میں روز بروز کم ہوتا جاتا ہے تم اس کو تجارت میں لگاؤ۔ جو نفع ہو اس کو واپس دینا چنانچہ وہ رقم بڑھتے بڑھتے ایک لاکھ درہم تک پہنچ گئی۔

قافلہ کی نگہبانی: بکر بن عبداللہ کہتے ہیں کہ ایک روز فاروق اعظمؓ عبدالرحمٰن بن عوف کے پاس آئے۔ عبدالرحمٰن اس وقت نماز پڑھ رہے تھے۔ نماز سے فارغ ہوئے تو حضرت عمرؓ سے آنے کی وجہ دریافت کی۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے کہا مدینہ کے باہر ایک قافلہ آیا ہے۔ آؤ ہم اور تم چل کر اس کی نگرانی کریں ایسا نہ ہو کہ گرد و نواح کے چور آ کر انہیں کچھ نقصان پہنچائیں'' عبدالرحمٰن یہ سن کر حضرت فاروق اعظمؓ کے ساتھ ہو لئے اور قافلہ کے قریب پہنچ کر رات بھر گشت کرتے رہے۔

شیر خوار بچوں کا وظیفہ: ایک دفعہ مدینہ منورہ میں ایک قافلہ آیا اور شہر کے باہر اترا اس مرتبہ آپ اکیلے اس کی خبر گیری اور نگہبانی کے لئے تشریف لے گئے۔ پہرہ دے رہے تھے کہ ناگاہ ایک طرف سے رونے کی آواز آئی۔ فاروق اعظمؓ اس طرف متوجہ ہوئے تو دیکھا کہ ایک بچہ شیر خوار عورت کی گود میں رو رہا ہے آپ نے اس کو بہلانے اور چپ کرانے کی تاکید کی۔ کچھ عرصہ کے بعد بچے کے رونے کی آواز سن کر پھر اس کے پاس گئے اور غصے سے فرمایا ''تو بہت بے رحم ماں ہے اس کو کیوں چپ نہیں کراتی''۔ عورت نے کہا تم مجھے بار بار کیوں دق کرتے ہو۔ اصل واقعہ یہ ہے کہ یہ بھوکا ہے اور میں اس کا دودھ چھڑانا چاہتی ہو کیونکہ جب تک بچے دودھ نہیں چھوڑتے عمرؓ ان کے وظیفہ نہیں مقرر کرتے''۔ فاروق اعظمؓ یہ سن کر رو دیئے اور صبح ہوتے ہی یہ حکم دیا کہ پیدا ہونے کے ساتھ ہی بچوں کا وظیفہ مقرر کر دیا جایا کرے۔

حضرت عمرؓ کا احساسِ ذمہ داری: اسلم (فاروق اعظمؓ کے غلام) کا بیان ہے کہ ایک روز فاروق اعظمؓ رات کے وقت مدینہ سے حرہ کی طرف گشت کرنے کو نکلے۔ مقام ضرار میں پہنچ کر دیکھا کہ آگ روشن ہے۔ مجھ سے فرمایا آؤ جس طرف آگ روشن ہے اس طرف چلیں۔ جب ہم لوگ قریب گئے تو دیکھا کہ ایک عورت آگ پر ہانڈی چڑھائے بیٹھی ہے اور اس کے پاس دو تین بچے رو رہے ہیں۔ فاروق اعظمؓ نے کہا السلام علیک یا اصحاب الضوء عورت نے جواب دیا علیک السلام پھر فاروق اعظمؓ نے قریب آنے کی اجازت طلب کی۔ اس نے اجازت دی آپ قریب جا کر بیٹھ گئے۔ حال دریافت کیا۔ عورت نے کہا اندھیری رات ہے۔ سردی زور کی پڑ رہی ہے اور یہ لڑکے بھوک سے رو رہے ہیں میں نے ان کی تسکین کو خالی ہانڈی آگ پر چڑھا دی ہے روتے روتے یہ سو جائیں گے تو کچھ انتظام کروں گی''۔ فاروق اعظمؓ نے کہا کیا عمرؓ تمہاری خبر گیری نہیں کرتا؟ عورت نے کہا ''وہ ہمارا امیر تو ہے لیکن ہم سے غافل ہے''۔ فاروق اعظمؓ یہ سن کر اٹھے اور مدینہ میں پہنچ کر بیت المال کو کھول کر آٹا' گوشت' کھجوریں' گھی نکالا اور اسلم سے کہا کہ میری پیٹھ پر رکھ دے۔ اسلم نے بار بار کہا کہ لایئے میں پہنچا آؤں' فرمایا ہاں قیامت میں تو میرا بار نہ اٹھا سکے گا۔ غرض سب چیزیں آپ لاد کر لائے اور عورت کے سامنے رکھ دیں' عورت نے آٹا گوندھنا شروع کیا اور آپ چولہا پھونکنے لگے یہاں تک کہ کھانا تیار ہوا۔ لڑکوں نے پیٹ بھر کر کھایا' اچھلنے کودنے لگے۔ عورت نے کہا ''اللہ تمہیں جزائے خیر دے تم امیر المومنین ہونے کے سزاوار ہو نہ کہ عمرؓ''۔

فرائض منصبی: فاروق اعظمؓ جس طرح رفاہ عام اور ممالک اسلام کے انتظام و انصرام میں سرگرم رہتے تھے اسی طرح اپنے فرائض منصبی امامت و خلافت کو پوری مستعدی سے ادا کرتے تھے۔ احکام و عقائد مذہبی کی پابندی اس درجہ تھی کہ ذرا ذرا سی باتوں پر ٹوک دیتے تھے۔ جہاں کہیں لوگوں کو کسی غلطی میں مبتلا دیکھتے تو فوراً تنبیہ کرتے ایک دفعہ حج کرنے کو گئے طواف کیا اور حجر اسود کو بوسہ دے کر سامنے کھڑے ہو کر کہنے لگے ''میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے نہ فائدہ پہنچا سکتا ہے اور نہ نقصان لیکن چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے تجھے استلام (چومتے) کرتے ہوئے دیکھا ہے اس وجہ سے میں بھی کرتا ہوں''۔ محدثین نے اس خیال سے فاروق اعظمؓ کے دامن جلالت پر اس قول سے بدنما دھبہ لگ جائے گا کہ انہوں نے شعائر اللہ کی اہانت کی۔ جہاں فاروق اعظمؓ کا یہ قول نقل کیا ہے وہاں اس قدر اور اضافہ کر دیا ہے کہ علی ابن ابی طالب نے ان کو اس کے کہنے سے روکا تھا اور یہ ثابت کر دیا تھا کہ ''حجر اسود نفع و نقصان پہنچا سکتا ہے کیونکہ قیامت میں شہادت دے گا''، لیکن ناقدین فن حدیث نے اس اضافہ کو غلط اور بے بنیاد ٹھہرایا ہے۔

شرک کا استیصال: فتح مکہ سے پیشتر جس درخت کے نیچے بیٹھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے جہاد کی بیعت لی تھی اور زمانہ خلافت فاروق اعظمؓ میں لوگ متبرک سمجھ کر اس کی زیارت کو آنے لگے۔ فاروق اعظمؓ نے اس کو کٹوا دیا اس خیال سے کہ آئندہ اس کی پرستش نہ ہونے لگے اور رفتہ رفتہ اس کے ذریعہ سے اسلام میں شرک کا دخل نہ ہو جائے۔ اصل یہ ہے کہ اسلام انہیں غلطیوں کے مٹانے اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی خالص عبادت سکھانے کو آیا ہے۔ آج کل کا زمانہ ہوتا تو بیچارے فاروق اعظمؓ پر اللہ جانے کیا فتویٰ لگایا جاتا۔

برائیوں کا انسداد: فاروق اعظمؓ نے عرب کے اخلاق ذمائم کی اصلاح بھی پوری پوری کی' زمانہ جاہلیت میں دستور تھا کہ لوگ اپنے انساب پر فخر و غرور اور عام لوگوں کی حقارت' ہجو اور بدگوئی کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے مساوات کا اس درجہ خیال رکھا کہ آقا و خادم کی تمیز اٹھا دی۔ ہجو کو حرام قرار دے دیا۔ شعر و شاعری کو روک دیا۔ کیونکہ عشق و ہوا پرستی کا یہ بہت بڑا ذریعہ تھا۔ شعراء کو تشبیب (عورتوں کی نسبت عشقیہ اشعار) لکھنے کی ممانعت کر دی۔ روک تھام کی غرض سے شراب خوری کی سزا بڑھا دی۔ پہلے شراب خور کو ۴۰ درے مارے جاتے تھے انہوں نے اسی درے مارے جانے کا حکم دے دیا۔ الغرض فاروق اعظمؓ نے

اسلام کو اسی حیثیت سے چلایا' جس پاک اور مقدس طریقہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بنیاد ڈالی تھی اور ان سب باتوں سے یہ اثر پیدا ہوا کہ باوجود ثروت' دولت اور وسعت کے اس زمانے میں لوگوں نے عیش وعشرت میں مبتلا ہو کر اللہ تعالیٰ کو نہ بھلایا۔

اوّلیات فاروقیؓ: اکثر مؤرخوں نے ان کی ایجاد کی ہوئی باتوں کو یکجا کر کے لکھا ہے اور ان کو اولیات سے تعبیر کیا ہے جس کی تفصیل کے لئے ایک علیحدہ کتاب لکھنے کی ضرورت پڑے گی لیکن ہم ان میں سے بعض بعض کو علی سبیل الاختصار درج ذیل کرتے ہیں:

(۱) بیت المال قائم کیا (۲) عدالتیں قائم کیں' قاضی مقرر کئے (۳) تاریخ وسنہ ایجاد کیا (۴) امیر المومنین کا لقب اختیار کیا (۵) زمین کی پیائش کرائی (۶) نہر کھدوائی (۷) شہر آباد کئے (۸) ممالک مفتوحہ کو صوبوں پر تقسیم کیا (۹) عشور' یعنی مال تجارت پر محصول درآمد دیکے مقرر کیا (۱۰) حربی تاجروں کو ممالک اسلامیہ میں آنے اور تجارت کرنے کی اجازت دی (۱۱) راتوں کو گشت کر کے رعایا کا احوال دریافت کرنا اپنا معمول بنایا (۱۲) مکہ معظمہ سے مدینہ تک مسافروں کے لئے مکانات اور کنوئیں بنوائے۔ (۱۳) مختلف شہروں میں مہمانوں کے لئے مہمان خانے تعمیر کرائے (۱۴) نماز تراویح کو جماعت سے پڑھنے کا حکم دیا (۱۵) شراب کی سزا ۸۰ درے مقرر کئے (۱۶) تجارت کے گھوڑوں پر زکوٰۃ مقرر کی (۱۷) نماز جنازہ میں چار تکبیروں پر اجماع کرایا (۱۸) مساجد میں وعظ کا طریق قائم کیا (۱۹) اماموں و موذنوں اور ملکی خدمت پر لوگوں کی تنخواہیں مقرر کیں (۲۰) ہجو کہنے پر تعزیر مقرر کی (۲۱) اشعار تشبیب لکھنے کی ممانعت کی (۲۲) امہات ولد کے بیع سے منع کیا۔

ان کے سوا فاروق اعظمؓ کی اور بہت سی اولیات ہیں جو طوالت کلام کے خیال سے قلم انداز کی جاتی ہیں۔

نسب و نام و ولادت: فاروق اعظمؓ نسباً قرشی عدوی ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آٹھویں پشت میں ملتے ہیں۔ ان کا سلسلہ نسب یہ ہے۔ عمر بن خطاب بن نفیل بن عبد العزیٰ بن ریاح بن عبد اللہ بن زراح بن عدی بن کعب بن لوئی کعب کے دو بیٹے تھے ایک عدی دوسرا مرہ۔ مرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اجداد میں ہیں اور عدی کی اولاد سے فاروق اعظمؓ ہیں۔ نام ان کا عمر تھا' کنیت ابوحفص اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فاروق کے لقب سے ملقب فرمایا تھا۔ ہجرت نبوی سے تقریباً ۴۰ برس اور یوم الفجار سے ۴ برس پہلے پیدا ہوئے۔ ان کی ماں کا ختمہ تھا' ہشام بن مغیرہ بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم کی بیٹی ابوجہل کے چچا کی لڑکی تھیں۔

ان کے لڑکپن کے حالات کتابوں میں تلاش کرنے سے بھی کم ملیں گے۔ لیکن جس قدر تفحص سے ملے' یہ ہیں کہ خطاب نے سن شعور پر پہنچنے کے بعد عمر کو اونٹوں کے چرانے کی خدمت سپرد کی تھی جو عرب میں ایک قومی شعار سمجھا جاتا تھا۔ جب جوان ہوئے تو عرب کے دستور کے موافق نسب دانی' سپہ گری' پہلوانی کی تعلیم پائی۔ بازار عکاظ میں جہاں سالانہ اہل فن کا میلہ لگتا تھا یہ اکثر کشتی لڑتے تھے شہسواری میں یہ کمال حاصل تھا کہ گھوڑے پر اچھل کر سوار ہوتے تھے اور ایسا جم کر بیٹھتے تھے کہ بدن کو مطلق حرکت نہ ہوتی تھی اس زمانے کی ضرورت کے موافق لکھنا پڑھنا بھی جانتے تھے۔ فتوح البلدان میں لکھا ہے کہ وقت بعثت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قریش میں صرف ۱۷ آدمی لکھے پڑھے تھے ان میں سے ایک عمر بن الخطاب تھے۔

ازواج: حضرت عمرؓ کے قبول اسلام ہجرت اور ان کی فتوحات کی تفصیل ہم اوپر لکھ آئے ہیں جس کو آپ پڑھ چکے ہیں ان کا پہلا نکاح جاہلیت میں زینب بن مظعون سے بن حبیب بن وہب بن حذافہ بن جمح سے ہوا جس کے بطن سے عبد اللہؓ

عبدالرحمٰن اکبر اور حضرت حفصہ پیدا ہوئیں۔ زینب مکہ میں ایمان لائیں اور وہیں انتقال کیا۔ یہ عثمان بن مظعون کی بہن تھیں۔ جو سابقین اسلام میں سے تھے اور جن کا اسلام لانے والوں میں چودھواں نمبر تھا۔ دوسرا نکاح جاہلیت ہی میں ملیکہ بنت بزدل خزاعی سے کیا جس سے عبیداللہ پیدا ہوئے۔ چونکہ یہ اسلام نہیں لائیں اس وجہ سے ۶ھ میں ان کو طلاق دے دی۔ تیسری بیوی قریبہ بنت ابی مخزومی تھیں جن سے جاہلیت میں نکاح کیا اور ۶ھ میں بعد صلح حدیبیہ اسلام نہ لانے کی وجہ سے طلاق دی۔ پھر چوتھا نکاح اسلام میں ام حکیم بنت الحرث بن ہشام مخزومی سے کیا جس سے فاطمہ پیدا ہوئیں ان کی بابت اختلاف کیا گیا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ طلاق دی تھی اور بعض کہتے ہیں کہ طلاق نہیں دی' مدینہ میں آنے کے بعد ۷ھ میں جمیلہ بنت عاصم بن ثابت بن افلح اوسی انصاری سے نکاح کیا۔ جن سے عاصم پیدا ہوئے۔ لیکن ان کو کسی وجہ سے طلاق نہ دی ان کا نام پہلے عاصیہ تھا۔ جب ایمان لائیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمیلہ نام رکھا پھر ان نکاحوں کے بعد اخیر عمر میں ام کلثوم بنت علی ابن ابی طالبؓ سے چالیس ہزار مہر پر نکاح کیا ان کے بطن سے رقیہ و زید پیدا ہوئے۔

حضرت عمر کا ام کلثوم سے نکاح: ام کلثوم بنت علی بن ابی طالبؓ کے واقعہ تزویج کو بڑے بڑے معتمد و معتبر مورخین طبری' ابن حبان' ابن قتیبہ اور ابن اثیر نے اپنی اپنی کتابوں میں تصریح کے ساتھ لکھا ہے کہ فاروق اعظمؓ نے ام کلثوم بنت فاطمہ بنت رسول اللہ سے نکاح کیا اور وہ ان کی بیوی تھیں۔ کتاب الثقاۃ میں ابن حبان ۱۷ھ کے واقعات میں لکھتا ہے:

ثم تزوج عمر ام كلثوم بنت على ابن ابى طالب و هى من فاطمة و دخل بهافى شهر ذى القعده))

''یعنی عمرؓ نے ام کلثومؓ بنت علی ابن ابی طالب سے جو فاطمہ کے بطن سے تھیں' عقد کیا اور ماہ ذیقعدہ میں عروسی کی''۔

ابن اثیر تاریخ کامل میں تحریر کرتا ہے:

((ثم تزوج ام كلثوم بنت على ابن ابى طالب و امها فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم و اصدقها اربعين الفاً))

''عمرؓ نے ام کلثوم بنت علی ابن ابی طالبؓ سے عقد کیا ام کلثوم کی ماں فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھیں چالیس ہزار مہر ادا کیا''۔

ابن قتیبہ نے معارف میں ذکر اولاد عمرؓ میں لکھا ہے:

((و فاطمة زيد و امها ام كلثوم بنت على ابن ابى طالب من فاطمه بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم))

''اور فاطمہ اور زید ان کی ماں ام کلثوم ہیں جو علی بن ابی طالبؓ کی لڑکی فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بطن سے تھیں''۔

اسد الغابہ فی احوال الصحابہؓ میں ابن اثیر نے تفصیل کے ساتھ واقعہ تزویج کو لکھا ہے اور طبری نے جابجا اس کی تصریح کی ہے۔ بخاری شریف باب الجہاد میں بھی ضمناً اس کا بیان آ گیا ہے کہ ایک دفعہ فاروق اعظمؓ نے عورتوں کو چادریں تقسیم کیں۔ ایک بچ رہی اس کی نسبت تردد ہوا کہ کس کو دی جائے۔ حاضرین میں سے ایک نے فاروق اعظمؓ کو مخاطب کر کے کہا امیر المومنین ((اعط هذا بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم اللتى عندك يريدون ام كلثوم)) یعنی ''اے امیر المومنین اس چادر کو بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دیجئے جو آپ کے عقد میں ہیں۔ ان لوگوں نے اشارۃً بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا تھا''۔ اس سے زیادہ اور کیا تصریح ہو سکتی ہے۔ ہاں فاروق اعظمؓ کی ایک اور بیوی ام کلثوم نامی تھیں جن کی تصریح مورخوں

نے کر دی ہے۔ ابن اثیر نے لکھا ہے کہ ام کلثوم نے فاروق اعظمؓ کے ساتھ عقد کرنے سے انکار کر دیا تھا تب انہوں نے ام کلثوم بنت فاطمہ وعلی کے لئے علی ابن ابی طالبؓ سے درخواست کی اور جناب امیر نے فاروق اعظمؓ سے ان کا عقد کر دیا۔

فکیہتہ' یمینتہ اور عاتکہ بنت زید بن عمرو بن نفیل بھی فاروق اعظمؓ کی بیویوں میں تھیں۔ فکیہتہ' یمینتہ کی نسبت بعض کہتے ہیں کہ یہ ام الولد تھیں۔ لیکن یہ امر پایہ ثبوت کو نہیں پہنچا ان کے بطن سے عبدالرحمٰن اوسط پیدا ہوئے اور عاتکہ بنت زید ابن عمرو بن نفیل چچیری بہن تھیں ان کا نکاح پہلے عبداللہ بن ابوبکر صدیق سے ہوا تھا۔ جب یہ غزوہ طائف میں شہید ہو گئے تو فاروق اعظمؓ نے ۱۲ھ میں ان سے نکاح کیا۔

اولاد: فاروق اعظمؓ کثیر الاولاد تھے۔ ام المومنین حفصہؓ انہیں کی صاحبزادی تھیں جو ازواج مطہرات میں داخل ہیں اور اسی وجہ سے بہ نسبت اوروں کے یہ ممتاز ومشہور ہیں یہ پہلے خنیس بن حذافہ کے عقد میں تھیں جو مہاجرین صحابہ سے تھے جب غزوہ احد میں خنیس شہید ہو گئے تو ۲ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے عقد کر لیا۔ اولاد مذکور میں سے عبداللہ زیادہ نامور ہیں کیونکہ یہ سابق الایمان اور فقہ وحدیث کے بڑے رکن تسلیم کئے جاتے ہیں۔ کتب احادیث میں ان کے مسائل اور روایتیں کثرت سے پائی جاتی ہیں۔ تقریباً کل غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے' علاوہ ان کے عبیداللہ' عاصم' ابوشحمہ' عبدالرحمٰن' زید مجبر بھی فاروق اعظمؓ کی اولاد سے ہیں' معارف ابن قتیبہ' اسد الغابہ' ابن افلکان اور کامل ابن اثیر وغیرہ میں ان لوگوں کے حالات تفصیل کے ساتھ لکھے ہیں لیکن ہم بہ نظر اختصار اس سے اعراض کرتے ہیں۔

غذا ولباس: ان کے دستر خوان پر معمولی روٹی اور روغن زیتون کے سوا اور چیزیں کم ہوتی تھیں آٹا کبھی گیہوں کا ہوتا اور کبھی جو کا لیکن چھنا ہوا نہ ہوتا۔ اس کے سوا گاہے گاہے ترکاری' سرکہ' دودھ' گوشت بھی ہوتا تھا لباس میں کسی قسم کا تکلف نہ تھا' ہمیشہ موٹے کپڑے پہنتے تھے اور اکثر کپڑوں میں پیوند ہوتے تھے۔ حسنؒ کہتے ہیں کہ فاروق اعظمؓ ایک روز خطبہ پڑھ رہے تھے ان کی ازار (تہ بند) میں بارہ پیوند لگے ہوئے تھے ان میں سے ایک چمڑے کا تھا۔ ابوعثمان کا بیان ہے کہ میں نے فاروق اعظمؓ کو جمرہ میں رمی کرتے ہوئے دیکھا تھا ان کی ازار (تہ بند) میں ایک پیوند جراب کا لگا ہوا تھا۔ فتح بیت المقدس کے وقت جب آپ تشریف لے گئے تھے تو آپ کی قمیص میں ستر پیوند تھے' جن میں ایک چمڑے کا تھا۔

مزاج میں سادگی اور بے تکلفی بے حد تھی اور اسی سادگی اور بے تکلفی سے اندر وباہر رہتے تھے۔ ایک مرتبہ زمانہ خلافت میں عیدگاہ' نماز عید پڑھانے جا رہے تھے اور پاؤں میں جوتا نہ تھا' ایک دفعہ اتفاق سے گھر میں دیر تک رہے باہر تشریف لائے تو معلوم ہوا کہ پہننے کو کپڑے نہ تھے۔ انہیں کپڑوں کو دھو کر سکھا رہے تھے۔

معاش: جاہلیت اور اسلام میں خلافت سے پہلے تجارت کرتے تھے اور وہی ان کا ذریعہ معاش تھا جب خلیفہ ہوئے اور دربار خلافت سے فرصت کم ملنے لگی تو صحابہؓ کو جمع کر کے ان کی خدمت میں روزینہ مقرر کئے جانے کی درخواست کی۔ علی ابن ابی طالبؓ نے رائے دی کہ بیت المال سے اس قدر تنخواہ لے لیا کریں جو معمولی خوراک ولباس کے لئے کافی ہو' پھر جب ۱۵ھ میں تمام عرب کے وظائف مقرر کئے گئے تو اکابر صحابہ کے ساتھ ان کے پانچ ہزار درہم سالانہ مقرر ہوئے۔

حلیہ وعمر: رنگت سفید تھی لیکن سرخی اس پر غالب تھی۔ قد نہایت لمبا تھا پیادہ پا چلنے میں معلوم ہوتا تھا کہ سوار جا رہے ہیں' رخسارے کم گوشت' داڑھی گھنی' مونچھیں بڑی' بال سر کے سامنے سے اڑ گئے تھے۔ عمر چپن یا ترپن برس کی پائی اور بعض ساٹھ بتلاتے ہیں۔ ابن اثیر نے لکھا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ ترسیٹھ برس اور چھ مہینے کی عمر ہوئی۔ واللہ اعلم

باب : ۱۷

حضرت عثمانؓ بن عفان

۲۴ھ تا ۳۵ھ

خلیفہ کا انتخاب: فاروق اعظمؓ نے زخمی ہونے کے بعد ابوطلحہ انصاری اور مقداد بن الاسود کو ہدایت کی علی، عثمان، زبیر، سعد، عبدالرحمٰن اور طلحہ کو ایک مکان میں جمع کرنا۔ کسی کو ان کے پاس آنے جانے نہ دینا۔ تین روز کے اندر باتفاق رائے سے اپنے میں سے کسی کو خلیفہ بنالیں اور اگر اختلاف آراء ہو تو کثرت رائے سے عمل کیا جائے۔ درصورت مساوات عبداللہ بن عمر حاکم بنائے جائیں اور عبداللہ بن عمر اس فریق سے اتفاق رائے کریں جس میں عبدالرحمٰن بن عوف ہوں، اس زمانہ میں صہیب امامت کریں اور نماز پڑھائیں اور اگر اس تین دن کے اندر طلحہ آجائیں تو وہ بھی شوریٰ میں شریک کر لئے جائیں۔ ورنہ ان کا انتظار نہ کیا جائے۔ چنانچہ اس حکم کے مطابق ابوطلحہ اور مقداد نے مسور بن مخرمہ نے بعض کہتے ہیں کہ ام المومنین عائشہؓ صدیقہ کے مکان میں ان لوگوں کو جمع کیا۔ اتنے میں عمرو بن العاص اور مغیرہ بن شعبہ دروازے پر آکر بیٹھ گئے۔ سعد آئے اور یہ کہہ کر ان کو اٹھا دیا کہ ''تم لوگ اس دروازے پر اس ارادے سے آکر بیٹھے ہو کہ کل کو کہو گے ہم بھی اہل شوریٰ میں سے تھے''۔ عمرو بن العاص اور مغیرہ چلے گئے۔ ارباب شوریٰ میں انتخاب خلیفہ کی بابت بحث ومباحثہ ہونے لگا۔

حضرت عبدالرحمٰن کی دست برداری: عبدالرحمٰن بن عوف نے کہا ''تم میں ایسا کوئی شخص ہے جو اپنے کو ان لوگوں سے علیحدہ کرلے جو خلافت کے لئے نامزد کئے گئے ہیں تاکہ وہ تم میں سے جو افضل اور لائق ہو اس کو خلیفہ بنائے''۔ کسی نے کچھ جواب نہ دیا عبدالرحمٰن نے کہا ''میں اپنے کو اس جماعت سے علیحدہ کرتا ہوں، میں اس خدمت کو انجام دوں گا''۔ ارباب حل وعقد اس پر راضی ہو گئے۔ لیکن علی ابن ابی طالب نے لاو نعم کچھ جواب نہ دیا خاموش بیٹھے رہے۔ عبدالرحمٰن نے ان سے مخاطب ہو کر کہا ((ما تقول ابوالحسن)) ''اے ابوالحسن تم کیا کہتے ہو'' علی ابن ابی طالب بولے میں بھی راضی ہوں بشرطیکہ تم اقرار کرو کہ حق کرو گے، اپنے ہوائے نفسانی کی پیروی نہ کرو گے۔ نہ کسی رشتہ داری کا پاس ولحاظ کرو گے۔ حق کہنے میں کسی کی

ملامت اور نصیحت کا خیال نہ کرو گے"۔ عبدالرحمٰن بن عوف نے اس شرط کو تسلیم کر کے کہا "اچھا آپ بھی اقرار کیجئے کہ آپ ہمارا ساتھ دیں گے جو ہماری رائے سے اختلاف کرے گا اس سے آپ بھی اختلاف کریں اور جس کو ہم خلافت کے لئے منتخب کریں گے اسے آپ بھی پسند کریں گے"۔

حضرت عبدالرحمٰن کی حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ سے گفتگو: عبدالرحمٰن بن عوف، علی ابن ابی طالب اور حاضرین جلسہ میں باہم عہد و پیمان ہوا۔ عبدالرحمٰن بن عوف نے کہا "تم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے قرابت دار ہو، سابق الاسلام ہو، تم نے دینی خدمت بے حد کی ہے اس وجہ سے خلافت کے زیادہ مستحق ہو؟ جواب دیا اور عثمان بن عفانؓ پھر عثمان کو تخلیہ میں لے جا کر ان سے بھی ایسا ہی کہا۔ انہوں نے کہا علی؟ اس قدر گفتگو ہونے کے بعد جلسہ ختم ہو گیا۔ عبدالرحمٰن بن عوف، صحابہ کبار اور لوگوں سے جو اس وقت مدینہ میں موجود تھے ملتے اور خلافت کی بابت چوتھے روز صبح تک دریافت کرتے رہے۔ بعد اس کے مسور بن مخرمہ کے مکان پر آئے، زبیر اور سعد کو بلا کر کہا "صحابہ کا اتفاق علیؓ و عثمانؓ کی خلافت پر ہوتا ہے تم لوگ کیا کہتے ہو؟" دونوں بزرگوں نے کہا "ہم بھی اس سے متفق ہیں"۔ سعد نے عبدالرحمٰن سے کہا بہتر ہوتا کہ تم ہم سے اپنی بیعت لے لیتے اور ہم کو ان جھگڑوں سے آزاد کر دیتے! جواب دیا "یہ نہیں ہو سکتا! میں نے اپنے کو ان سے مستثنیٰ کر لیا ہے جو خلافت کے لئے نامزد کئے گئے ہیں محض اس لئے کہ ان میں سے کسی کو منتخب کر لوں"۔ اس کے بعد عبدالرحمٰن، علی اور عثمان کو بلا کر باتیں کرتے رہے۔ اتنے میں صبح کا وقت آ گیا کسی کو یہ معلوم نہ ہوا کہ کیا باتیں ہوئیں اور ارباب شوریٰ میں کیا طے پایا؟

حضرت عمارؓ اور حضرت ابن ابی سرح کی تلخ کلامی: نماز فجر کے بعد مہاجرین، انصار اور امراء لشکر طلب کئے گئے۔ تھوڑی دیر میں ساری مسجد پُر ہو گئی اور تل رکھنے کی جگہ باقی نہ تھی۔ عبدالرحمٰن نے حاضرین سے کہا جس کو تم لوگ خلافت کے لئے منتخب کیا چاہتے ہو اس کی طرف اشارہ کرو! عمار نے علی کی طرف اشارہ کیا۔ ابن ابی سرح نے کہا اگر قریش کے اختلاف کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں عثمان کی خلافت پر بیعت کرتا! عبداللہ بن ربیعہ نے اس رائے سے اتفاق کیا، عمار اور ابن ابی سرح میں گفتگو بڑھ گئی سخت کلامی کی نوبت آ گئی۔ سعد نے اٹھ کر کہا اے عبدالرحمٰن اس سے پیشتر کہ لوگوں میں فتنہ برپا ہو جائے تم جس کو چاہو خلیفہ منتخب کر لو!

حضرت عثمانؓ کا انتخاب: عبدالرحمٰن نے جواب دیا میں نے اپنے ذہن میں خلیفہ منتخب کر لیا ہے اور رائے قائم کر لی ہے۔ اے لوگو! ذرا دم بھر خاموش ہو جاؤ۔ پھر علیؓ کی طرف مخاطب ہو کر کہا "تم کو اللہ تعالیٰ کی قسم ہے اور وہ درمیان میں ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی کتاب، سنت رسول اللہ اور دونوں خلفاء (ابوبکر و عمر) کی سیرت کی تعلیم دینا۔ اس شرط پر خلافت کی بیعت تمہارے ہاتھ پر کی جاتی ہے۔ علیؓ نے جواب دیا "میں امید کرتا ہوں کہ اس کی کوشش کروں گا اور اپنے مبالغ علم و طاقت کے موافق عمل پیرا ہوں گا"۔ یہ جواب پا کر عبدالرحمٰن نے عثمان سے مخاطب ہو کر یہی کلمات کہے۔ عثمانؓ نے کہا "ہاں میں ایسا ہی کروں گا ان شاء اللہ تعالیٰ"۔

بیعتِ خلافت: عبدالرحمٰن نے یہ سنتے ہی سقف مسجد کی طرف سر اٹھایا اور اپنا ہاتھ حضرت عثمانؓ کے ہاتھ میں دے کر یہ

پڑھنے لگے ((اللھم اشھد انی قد جعلت ما فی عنقی من ذلک فی عنق عثمان)) ''اے اللہ! تو گواہ رہنا کہ بیعت خلافت کا بار جو میری گردن پر تھا اس کو میں نے عثمان کی گردن پر ڈال دیا''۔ اس کے بعد حاضرین بیعت کرنے لگے اور بیعت عام ہوگئی۔ بیعت عامہ کے دن طلحہ آئے۔ عثمان طلحہ کے پاس گئے عثمان نے کہا ''تم کو اختیار ہے اگر تم میری بیعت سے انکار کرو تو میں خلع خلافت کر دوں''۔ طلحہ بولے کیا سب نے بیعت کر لی! عثمان نے کہا ہاں! طلحہ نے کہا میں اس سے اختلاف نہیں کرنا چاہتا جس پر سب نے اتفاق کر لیا ہے میں تمہاری خلافت سے راضی ہوں۔

پہلا مقدمہ: حضرت فاروق اعظمؓ کی شہادت کے دوسرے دن عبدالرحمٰن بن ابی ابکر نے عبیداللہ بن عمر سے کہا میں نے قبل واقعہ شہادت ہرمزان اور ابولولو اور جفینہ عیسائی باشندہ حیرہ کو ایک جگہ مشورہ کرتے دیکھا ہے اور یہ خنجر جس سے فاروق اعظم شہید کئے گئے ہرمزان کے ہاتھ میں تھا مجھے دیکھ کر یہ لوگ خاموش ہو گئے اور خنجر ہرمزان کے ہاتھ سے گر پڑا تھا۔ عبیداللہ بن عمر کے دل میں ان لوگوں کی عداوت پیدا ہوگئی۔ چنانچہ عبیداللہ نے ہرمزان کو مار ڈالا۔ سعد بن ابی وقاص نے دوڑ کر عبیداللہ کو گرفتار کر لیا۔ اگلے دن دربار خلافت میں مقدمہ پیش ہوا۔ علیؓ نے عبیداللہ کے قتل کی رائے دی۔ عمرو بن العاص نے مخالفت کی اور کہا ''یہ مناسب نہیں ہے کل اس کا باپ مارا گیا ہے آج لڑکا مارا جائے''۔ عثمانؓ ذی النورین نے کہا ''میں عبیداللہ کا ولی ہوں اپنے پاس سے ہرمزان کا خون بہا ادا کرتا ہوں''۔ یہ کہہ کر اپنے مال سے خون بہا ادا کر دیا اور منبر پر چڑھ کر ایک پُر اثر خطبہ دیا۔ کل حاضرین نے بیعت کی۔

حضرت مغیرہ کی معزولی: اس کے بعد سعد بن ابی وقاص کوفہ کے گورنر مقرر کئے گئے۔ مغیرہ کو حسب وصیت فاروق اعظمؓ معزول کیا۔ معزولی کی وجہ ذوالنورین نے بیان کی' میں نے مغیرہ کو کسی خیانت یا جرم میں معزول نہیں کیا بلکہ فاروق اعظمؓ کی وصیت سے یہ تقرری اور معزولی عمل میں آئی ہے۔

اسکندریہ کی بغاوت: بعض نے روایت کی ہے کہ جس وقت شام کو خیر باد کہہ کر ہرقل قسطنطنیہ چلا گیا۔ مسلمانوں نے اسکندریہ پر بھی قبضہ کر لیا تھا لیکن رومیوں کو یہ امر شاق گزرا اور در پردہ وہ اپنے کو ہرقل ہی کا ماتحت سمجھتے اور اس سے خط و کتابت کرتے رہے۔ ۲۵ھ میں ہرقل نے اہل سکندریہ کے لکھنے پر ایک لشکر بسرداری منویل خصی' اسکندریہ روانہ کیا۔ ساحل اسکندریہ پر ہرقل کا جنگی جہاز لنگر انداز ہوا۔ اسکندریہ کے رومی باشندے ہرقل کی فوج سے مل گئے تھے مگر مقوقس اپنے معاہدہ پر قائم رہا۔ منویل خصی کو اسکندریہ میں داخل نہ ہونے دیا۔ اس سبب سے ہرقلی لشکر نے مصر کا رخ کیا۔ عمرو بن العاص کو اس کی خبر لگی۔ اسلامی لشکر لے کر مقابلہ پر آئے اور نہایت سختی سے شکست دے کر اسکندریہ تک تعاقب کرتے چلے گئے۔ اسکندریہ میں پہنچ کر بہت بڑا معرکہ پیش آیا۔ لیکن میدان جنگ مسلمانوں کے ہاتھ رہا۔ رومیوں کے بے شمار سپاہی معرکہ میں کام آئے ان کا سپہ سالار منویل خصی مارا گیا۔

لڑائی ختم ہونے کے بعد اہل اسکندریہ نے درخواست پیش کی کہ منویل خصی نے مصر کی روانگی کے وقت ہم لوگوں کے مال و اسباب چھین لئے تھے اور ہم لوگ آپ کے عہد و ذمہ میں تھے۔ عمر بن العاص نے ان لوگوں سے شہادتیں لیں جس

جس نے اپنے مال و اسباب کو پہچانا اور شہادت سے ان کو ثابت کر دیا۔ عمرو بن العاص نے اس کو فوراً واپس کر دیا اور شہر پناہ منہدم کر کے مصر کو واپس آئے۔

حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کی معزولی: ۳۵ھ میں عثمان ذوالنورین نے سعد بن ابی وقاص کو کوفہ کی گورنری سے معزول کیا۔ باعث یہ ہوا کہ سعد بن ابی وقاص نے عبداللہ بن مسعود کے ذریعے سے بیت المال سے کچھ قرض لیا تھا۔ تھوڑے دنوں بعد عبداللہ بن مسعود نے تقاضا کیا سعد اس کو ادا نہ کر سکے عثمان ذوالنورین کو یہ خبر پہنچی سعد کو معزول کر کے ولید بن عقبہ بن ابی معیط کو مامور کیا۔ اس کے بعد عتبہ بن فرقد کو آذربائیجان کی حکومت سے معزول کیا ان کا معزول ہونا تھا کہ اہل آذربائیجان باغی ہو گئے۔ ولید بن عقبہ نے ان پر فوج کشی کی مقدمۃ الجیش پر عبداللہ بن سبیل محمصی تھے۔

آذربائیجان اور آرمینیہ کی مصالحت: اسلامی لشکر نے اہل موقان' برزند اور طیلسان پر دھاوا کیا اور بزور تیغ اس کو فتح کر کے لڑنے والوں کو قید کر لیا۔ اہل آذربائیجان نے یہ رنگ دیکھ کر صلح کی درخواست کی۔ چنانچہ حذیفہ نے آٹھ سو درہم سالانہ خراج پر صلح کر کے اسی وقت یہ رقم وصول کی۔ اس کے بعد متعدد سرایا اطراف و جوانب کی طرف روانہ کئے۔ سلمان بن ربیعہ باہلی بارہ ہزار فوج لے کر آرمینیہ کی طرف بڑھے اور وہاں سے مظفر و منصور ولید کی طرف آئے اور ولید کوفہ کی طرف لوٹے۔

قالیقلا کی فتح: اثناء راہ میں جس وقت موصل پہنچے عثمان ذوالنورین کا فرمان ملا۔ لکھا تھا "معاویہ نے مجھے اطلاع دی ہے کہ رومیوں نے ایک فوج کثیر سے مسلمانانِ شام پر خروج کیا ہے لہٰذا جس مقام پر میرا یہ فرمان تم کو ملے اسی مقام سے دس ہزار فوج مسلمانوں کی مدد پر بھیج دینا"۔ ولید نے اس خط کو امراء لشکر کے روبرو پڑھ کر سنایا اور سلمان بن ربیعہ کو آٹھ ہزار فوج کے ساتھ مسلمانان شام کی کمک پر روانہ کیا۔ قتل و غارت کرتے ہوئے شام کی طرف بڑھے اور حبیب بن مسلمہ کے ساتھ سرزمین روم میں داخل ہوئے۔ بعض مورخوں کا بیان ہے کہ حبیب بن مسلمہ نے معاویہ والی شام سے امداد طلب کی تھی۔ معاویہ نے دربار خلافت میں اطلاع دی کہ "حبیب بن مسلمہ آرمینیہ پہنچ گئے۔ قالیقلا کو محاصرے کے بعد فتح کر لیا ہے۔ اکثر رومی جزیہ دے کر ٹھہر گئے۔ بعض جلا وطن ہو کر چلے گئے' حبیب بن مسلمہ اس کامیابی کے بعد قالیقلا میں ٹھہرے ہیں' بطریق آرمیناقس' بلاد ملطیہ' سیواس اور قونیہ سے اسی ہزار فوج جمع کر کے براہ خلیج قسطنطنیہ حبیب پر چڑھ آیا ہے"۔

حبیب بن مسلمہ کی فتوحات: چنانچہ امیر المومنین عثمانؓ نے سعید بن العاص کو حبیب کی امداد کا حکم دیا اور سعید بن العاص نے سلمان کو چھ ہزار یا آٹھ ہزار کی جمعیت سے حبیب کی امداد پر روانہ کیا' حبیب اور سلمان نے رومیوں کا جی توڑ کر مقابلہ کیا۔ رومیوں کو شکست ہوئی کامیابی کے بعد حبیب قالیقلا کی طرف لوٹے راہ میں بطریق خلاط' عیاض بن غنم کا امان نامہ لئے ہوئے ملا۔ اور اس نے حسب اقرار خراج ادا کیا۔ خلاط سے نکل کر سیر جان پہنچے۔ اس کے والی نے پھر والی اردستان نے صلح کر لی اور اس کے بعد دبیل کا محاصرہ کیا۔ ایک ہفتہ کے بعد اہل دبیل پھر کل اہل بلاد سیر جان نے مصالحت کر لی' اہل شمشاط مقابلے پر آئے لڑائی ہوئی اسلامی لشکر نے ان کو شکست دے کر ان کے قلعے چھین لئے۔ بعدہ بطریق حرازن نے صلح

کی درخواست کی جزیہ مقرر کر کے اس سے بھی مصالحت کر لی۔ تفلیس کا قصد کیا تفلیس اور اس کے قرب و جوار کے متعدد قلعے اور شہر بہ صلح و امان فتح ہو گئے۔

سلمان بن ربیعہ کی فتوحات: سلمان بن ربیعہ باہلی نے اران پر چڑھائی کی اہل بلیقان' بروعہ اور اس کے کل نواح والوں نے جزیہ دے کر صلح کی۔ اکراد بوشنجان برسرِ مقابلہ آئے عساکر اسلامیہ نے ان پر بھی فتح یابی حاصل کی۔ بعض نے جزیہ دے کر وہیں سکونت اختیار کی اور بعض جلاوطن ہو کر نکل گئے۔ پھر شہر شمکور (جس کا نام بعد میں متوکلیہ ہوا) کو فتح کر کے قلیہ کی طرف گئے اور اس پر قبضہ حاصل کر کے کسکر کا رخ کیا۔ والی کسکر نے خود کو مقاومت سے معذور سمجھ کر جزیہ پر صلح کر لی۔ غرض مسلمان شروان اور کل بلاد جبال پر باب تک نہایت آسانی سے قبضہ حاصل کر کے واپس ہوئے۔

حضرت معاویہؓ کی پیش قدمی: ان واقعات کے بعد معاویہ نے روم پر فوج کشی کی اور عموریہ تک بڑھتے چلے گئے رومی لشکر خائف ہو کر انطاکیہ اور طرسوس کے درمیانی قلعے خالی چھوڑ کر بھاگ گیا۔ معاویہ نے اپنے لشکریوں کو انہیں قلعہ جات میں قیام کرنے کا حکم دیا اور ان میں سے بعض کو ویران و مسمار کر دیا۔

افریقہ پر فوج کشی کا حکم: ۲۶ھ میں امیر المومنین حضرت عثمانؓ نے عمرو بن العاص کو مصر کے محکمۂ مال کی خدمت سے معزول کر کے عبداللہ بن ابی سرح کو مامور کیا چند دنوں بعد عبداللہ بن ابی سرح نے عمرو بن العاص کی شکایت لکھی۔ امیر المومنین عثمانؓ نے عمرو بن العاص کو بلا لیا اور عبداللہ بن ابی سرح کو والی و جنگی صیغوں کی حکومت دے کر افریقہ کی فوج کشی کا حکم دیا۔

طرابلس کی تسخیر: اس سے پیشتر ۲۱ھ میں عمرو بن العاص نے مصر سے برقہ کا رخ کیا تھا اور وہاں کے رہنے والوں نے تیرہ ہزار دینار جزیہ دے کر صلح کر لی تھی۔ پھر عمرو بن العاص نے طرابلس پر چڑھائی کی تھی کئی مہینے تک محاصرہ کئے رہے۔ طرابلس کا شہر پناہ تین طرف سے پختہ بنا ہوا تھا' دریا کی جانب شہر پناہ کی دیوار نہ تھی۔ اثناء جنگ میں مسلمانوں نے یہ امر معلوم کر کے ایک روز حملہ کر دیا اور بزور تیغ شہر میں داخل ہو گئے رومیوں کو سوائے کشتیوں کے کہیں پناہ نہ ملی جتنے رومی شہر میں تھے ان میں سے معدودے چند جان بر ہوئے۔ عساکر اسلامیہ نے جی کھول کر لوٹا رومی کشتیوں پر سوار ہو کر شہر صبرہ کی طرف چلے گئے۔ مسلمانوں نے صبح ہوتے ہی صبرہ پر دھاوا کر دیا اور اس کو بھی بزور تیغ فتح کر کے طرابلس کی فتح کی تکمیل کر لی۔

زناتہ و مغلیہ قبائل کی اطاعت: برقہ میں زناتہ یعنی بربر رہتے تھے بیان کیا جاتا ہے کہ بربر اپنے بادشاہ جالوت کے قتل کے بعد مغرب کی طرف چلے گئے تھے اور لوبیہ و مراقبہ میں پہنچ کر منتشر ہو گئے تھے۔ پس زناتہ و مغلیہ (بربر کے دونوں قبیلے) ملک مغرب بلاد جبل میں اور لواتہ' برقہ میں سکونت پذیر ہوئے تھے۔ یہ مقامات زمانہ قدیم میں اطابلس کے نام سے مشہور تھے۔ پھر بربر قیام مغرب کے بعد اطراف و جوانب میں منتشر ہو کر سوس تک پہنچ گئے اور ہوازہ شہر لبدہ میں اور نفوسہ شہر صبرہ میں جا کر مقیم ہوئے۔ رومی وہاں سے جلاوطن ہو کر نکل گئے۔ ایک زمانہ تک یہ خود مختار رہے پھر رومیوں کے ماتحت ہو کر خراج ادا کرتے رہے۔ یہاں تک کہ عمرو بن العاص نے ان پر چڑھائی کی۔ اہل مغرب نے تیرہ ہزار جزیہ دے کر صلح کر لی۔

حضرت عثمانؓ کی صحابہ کبار سے مشاورت: ۲۵ھ میں عثمان ذوالنورین نے عبداللہ بن ابی سرح کو فتح افریقہ پر

اس شرط سے مامور کیا ''اگر اللہ تعالیٰ کامیابی و فتح یابی عنایت فرمائے گا تو مال غنیمت کے خمس کا خمس (یعنی پانچویں حصہ کا پانچواں حصہ) حسن خدمت کے صلہ میں دیا جائے گا۔ لشکر کے ایک حصہ کا عتبہ بن نافع بن عبدالقیس کو دوسرے حصہ کا عبداللہ بن نافع بن حرث کو سردار مقرر کیا۔ دس ہزار کی جمعیت سے سرداران عساکر اسلامی نے افریقہ کا رخ کیا۔ سرحد افریقہ پر پہنچ کر لڑائی کا نیزہ گاڑ دیا باشندگان سرحد نے جزیہ دے کر صلح کر لی۔ اس کے بعد عبداللہ بن ابی سرح نے افریقہ کے اندرونی حصہ میں داخل ہونے کی دربار خلافت سے اجازت طلب کی۔ عثمان ذوالنورین نے ارباب حل وعقد اور سربرآوردہ صحابہ سے مشورہ طلب کر کے مدینہ منورہ سے ایک لشکر روانہ کیا۔ جس میں عبداللہ بن عباس' عبداللہ بن عمر' عمرو بن العاص' ابن جعفر' حسن' حسین اور ابن الزبیر (رضی اللہ عنہم) تھے۔

جرجیر کو دعوت اسلام: ۲۶ھ میں یہ حضرات عبداللہ بن ابی سرح کے ساتھ افریقہ پہنچے۔ برقہ میں عقبہ بن نافع مع عساکر اسلامی آملے اور بالاتفاق طرابلس کی طرف بڑھے۔ رومیوں نے طرابلس سے نکل کر مقابلہ کیا۔ میدان مسلمانوں کے ہاتھ رہا رومی طرابلس چھوڑ کر بھاگ گئے۔ عساکر اسلامی نے قبضہ کر کے افریقہ کا رخ کیا اور متعدد فوجیں افریقہ کے شہروں کے سر کرنے کو روانہ کیں۔ افریقہ کا بادشاہ جرجیر نامی طرابلس اور طنجہ کے درمیانی شہروں پر حکمرانی کر رہا تھا۔ ہرقل کا باجگزار سمجھا جاتا تھا۔ پس جب اس کو خبر پہنچی تو اس نے ایک لاکھ بیس ہزار فوج جمع کر کے شہر سبیطلہ (جو افریقہ کا دارالسلطنت تھا) سے شبانہ روز کی مسافت پر پہنچ کر مورچہ قائم کیا۔ عبداللہ بن ابی سرح نے جرجیر کو دعوت اسلام دی' جرجیر نے انکار کیا۔ جزیہ دینے کو کہا اس کو بھی منظور نہ کیا۔ مسلمانوں نے صف آرائی کی اور نہایت تیزی سے لڑائی شروع کر دی۔

فریقین کی جانب سے انعامات کا اعلان: اس اثناء میں ایک مدت گزر گئی بُعد مسافت کی وجہ سے کوئی خبر نہ معلوم ہوئی۔ عثمان ذوالنورین نے گھبرا کر عبدالرحمٰن بن زبیر کو ایک دستہ فوج کے ساتھ بطور کمک کے روانہ کیا۔ عساکر اسلامی نے ان کے پہنچنے سے فرط مسرت سے تکبیر کے نعرے بلند کئے جرجیر نے تکبیر کی آواز سن کر دریافت کیا۔ معلوم ہوا کہ ایک تازہ دم فوج مسلمانوں کی مدد کو مدینہ منورہ سے آئی ہے۔ جرجیر اس سے فکر مند ہو گیا۔ اگلے دن عبدالرحمٰن بن زبیر میدان جنگ میں گئے عبداللہ بن ابی سرح کو نہ پایا دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ جرجیر نے منادی کرا دی ہے کہ جو شخص ابن ابی سرح کا سر کاٹ لائے گا اس کو صلہ میں ایک لاکھ دینار دوں گا اور اس سے اپنی بیٹی کا عقد کر دوں گا''۔ اس وجہ سے ابن ابی سرح میدان جنگ میں نہیں آئے۔ ابن زبیر نے یہ سن کر عبداللہ بن ابی سرح سے کہا تم بھی اپنے لشکر میں منادی کرا دو ''جو شخص جرجیر کا سر لائے گا میں اس کو مال غنیمت سے ایک لاکھ دینار دوں گا اور جرجیر کی لڑکی سے اس کا نکاح کر دوں گا اور اس کے بعد ملک کا حاکم بنا دوں گا''۔ جرجیر یہ خبر سن کر بے حد گھبرایا لیکن چارہ کار کچھ نہ تھا۔

سبیطلہ کی فتح: عبداللہ بن زبیر نے ابن ابی سرح کو یہ رائے دی کہ کار آزمودہ مسلمانوں میں سے ایک گروہ کو خیمے میں رہنے دو اور باقی فوج کو لے کر مقابلے پر جاؤ۔ رومیوں سے جی کھول کر لڑو یہاں تک کہ رومی تھک کر اپنے کیمپ کی طرف واپس ہوں اور اسلامی فوجیں بھی اپنی فرودگاہ کی جانب لوٹیں اس وقت وہ کار آزمودہ جو خیموں میں ہیں شمشیر بکف ہو کر

رومیوں پر ٹوٹ پڑیں شاید اللہ جل شانہٗ رومیوں پر فتح عنایت فرمائے ورنہ اس صورت سے جیسا کہ تم لڑتے ہوئے یہ لڑائی ختم ہوتی نظر نہیں آتی''۔ اکابر صحابہ نے اس رائے کو پسند فرمایا اور اگلے دن ایسا ہی انتظام کیا۔ صبح سے زوال تک ایک گروہ لڑتا رہا فریقین تھک کر ایک دوسرے سے علیحدہ ہوئے ابن زبیر نے جو اسی وقت و موقع کے منتظر تھے اس دستہ فوج کو لے کر جو پہلے سے خیموں میں ٹھہرا دیا گیا تھا حملہ کر دیا۔ رومیوں نے بھاگ کر اپنے خیموں میں پناہ لی لیکن خیموں نے بھی ان کو پناہ نہ دی مسلمانوں نے قتل وقید کرنا شروع کر دیا۔ ابن زبیر نے بڑھ کر جرجیر کو تلوار کا ایک ایسا جچا تلا ہاتھ مارا کہ وہ ڈھیر ہو گیا۔ لڑائی ختم ہونے پر جرجیر کی لڑکی گرفتار ہو گئی ابن زبیر نے حسب اعلان اس کو لے لیا۔ کامیابی کے بعد عبداللہ بن ابی سرح نے شہر سبیطلہ کا محاصرہ کیا۔ تھوڑے دنوں کے بعد فتح ہو گیا بے حد و بے شمار مالِ غنیمت ہاتھ آیا۔ سواروں کو تین تین ہزار اور پیادوں کو ہزار ہزار ملے۔

مالِ غنیمت: عساکر اسلامی نے فتح کرتے ہوئے قفصہ کی سرحد تک پہنچ کر قلعہ اجم کا محاصرہ کیا جس کو اہل افریقہ نے فوج و آلات حرب سے مستحکم کر رکھا تھا اور اس کو امان کے ساتھ فتح کیا۔ بعدہ اہل افریقہ نے دس لاکھ پانچ سو دینار جزیہ دے کر مصالحت کر لی۔ ابن زبیرؓ فتح کی بشارت اور خمس لے کر مدینہ منورہ آئے۔ جس کو مروان ابن الحکم نے پانچ لاکھ دے کر خرید لیا۔ بعض کہتے ہیں کہ افریقہ کا خمس ابن کو دیا گیا لیکن یہ صحیح نہیں بلکہ ابن ابی سرح کو افریقہ کی پہلی لڑائی کا خمس الخمس دیا گیا تھا۔

قمونیہ کا تاراج: ایک برس تین مہینے کے بعد عبداللہ بن ابی سرح' افریقہ سے مصر واپس آئے۔ ہرقل نے یہ سن کر کہ اہل افریقہ نے وہ خراج جو اس کو دیتے تھے مسلمانوں کو دے کر صلح کر لی ایک بطریق خراج مقررہ وصول کرنے کے لئے افریقہ روانہ کیا۔ بطریق نے قرطاجنہ میں پہنچ کر اہل افریقہ سے خراج موعودہ طلب کیا اہل افریقہ نے انکار کیا اور یہ عذر کیا کہ ''تم نے ہماری اس وقت کچھ مدد نہیں کی جس وقت ہم پر اسلامی لشکر آ پڑا تھا لہٰذا ہم خراج نہ دیں گے۔ بطریق نے ان کے عذر کو قبول نہ کیا۔ باہم لڑائی ہوئی بالآخر بطریق نے ان کو شکست دی۔ اہل افریقہ نے جرجیر کے بعد جس شخص کو اپنا بادشاہ بنایا تھا وہ بھاگ کر شام چلا آیا اور یہ وہ زمانہ تھا کہ علی ابن ابی طالب کے بعد لوگوں نے حضرت معاویہ امیر شام کی بیعت کر لی تھی۔ پس انہوں نے ایک لشکر بسرداری معاویہ خدیج سکونی افریقہ روانہ کیا۔ اسلامی لشکر اسکندریہ پہنچ گیا تھا کہ رومی بادشاہ کا انتقال ہو گیا۔ معاویہ خدیج منزل بمنزل کوچ کرتے ہوئے افریقہ میں داخل ہوئے اور قمونیہ میں پڑاؤ ڈالا۔ بطریق نے تیس ہزار فوج کو مقابلے پر بھیجا۔ معاویہ نے شکست دے کر قلعہ جلولاء کا محاصرہ کر لیا۔ چاروں طرف منجنیقیں نصب کر کے سنگ باری کرنے لگے۔ یہاں تک کہ ایک طرف کی فصیل گر پڑی اسلامی لشکر نے اللہ اکبر کے نعرے بلند کئے اور شمشیر بکف قلعہ میں گھس پڑا جس قدر مال و اسباب تھا لوٹ لیا اور قرب و جوار کے قلعہ جات کو متعدد سرایا بھیج کر فتح کر لیا۔ جب کل افریقہ نے اطاعت قبول کر لی تو یہ لشکر مصر واپس ہوا۔

قسطنطین کا اسکندریہ پر حملہ و پسپائی: جس وقت ابن ابی سرح افریقہ سے جو کچھ حاصل کرنا تھا حاصل کر کے مصر

واپس آئے قسطنطین بن ہرقل چھ سو کشتیاں لے کر اسکندریہ پر چڑھ آیا۔ چنانچہ ایک طرف اسلامی فوجیں براہ دریا ابن ابی سرح کے ساتھ اور دوسری طرف سے معاویہ بن ابی سفیان شامی لشکر کو لے کر مقابلے پر آئے۔ انہوں نے رات جوں توں امید وبیم میں گزاری صبح ہوتے ہی عساکر اسلامی نے صف آرائی کی۔ قسطنطین نے فوج کو کشتیوں سے خشکی میں اتار کر حملے کی غرض سے آگے بڑھایا۔ صبح سے ظہر تک لڑائی ہوتی رہی بالآخر قسطنطین زخمی ہو کر معدودے چند رومیوں کو لے کر شکست خوردہ صقلیہ چلا گیا اور ان لوگوں کو اپنی حالت سے آگاہ کیا اہل صقلیہ نے اس کی شکست سے برہم ہو کر اس کو حمام میں قتل کر ڈالا۔ یہ لڑائی ۳۱ھ اور بعض کہتے ہیں کہ ۳۴ھ میں ہوئی تھی۔ واللہ اعلم

امیر معاویہ کی شام کی امارت پر تقرری: ابوعبیدہ نے حالت احتضار میں اپنے صوبجات مفوضہ پر عیاض بن غنم کو اپنا نائب مقرر کیا تھا۔ یہ ان کے چچازاد اور خالہ زاد بھائی ہوتے تھے اور بعض نے لکھا ہے کہ ابوعبیدہ نے معاذ بن جبل کو اپنا خلیفہ مقرر کیا تھا۔ بہرکیف انتقال کے بعد ابوعبیدہ عیاض بن غنم نے سعد بن خدریج جمحی کو اپنا جانشین کیا۔ جب یہ انتقال کر گئے تو امیر المومنین فاروق اعظمؓ نے عمیر بن سعد انصاری کو اور بعد وفات یزید بن ابی سفیان دمشق پر معاویہ ابن ابی سفیان کو مامور کیا۔ پس معاویہؓ دمشق اور اردن کے عامل رہے۔ یہاں تک کہ فاروق اعظمؓ شہید ہو گئے اور یہ انتظام ایسا ہی رہا اور عمیر حمص اور قنسرین کے گورنر رہے۔ پھر زمانہ خلافت عثمانؓ بن عفان میں عمیر نے استعفاء داخل کیا تو حمص اور قنسرین بھی معاویہ کے دائرہ حکومت میں شامل کر دیا گیا اور بعد وفات عبدالرحمٰن بن ابی علقمہ عثمان ذوالنورین نے فلسطین کو بھی معاویہ کے سپرد کر دیا۔ پس رفتہ رفتہ خلافت عثمانؓ بن عفان کے دوسرے برس تک معاویہ کل اضلاع شام کے حاکم ہو گئے۔

قبرص کی فتح: معاویہ نے عہد خلافتِ فاروقی میں حمص سے قنسرین پر فوج کشی کی اجازت طلب کی تھی لکھا تھا کہ حمص سے قنسرین اس قدر قریب ہے کہ اہل حمص، قبرص کے کتوں کا بھونکنا اور مرغوں کا بولنا سنتے ہیں۔ فاروق اعظمؓ نے عمرو بن العاص سے قبرص کی کیفیت اور سفر دریا کی حالت دریافت فرمائی۔ عمرو بن العاص نے لکھا:

((انی وایت خلقاً کبیراً یرکبه خلق صغیر لیس الا السماء و الماء ان و دبکدن فلق القلوب و ان تحرک ازاغ العقول یزاد فیه الیقین قلة و الشک کثیرة و راکبه دود علی عودان مال غرق دان نجابرق))

''میں نے دیکھا ہے کہ معدودے چند آدمی ایک گروہِ کثیر کو سوار کر کے لے جاتے ہیں سوائے آسمان اور پانی کے کوئی چیز نہیں دکھائی دیتی۔ اگر دریا روانی سے ٹھہر گیا تو پریشانی بڑھ گئی اور موج زن ہو گیا تو اوسالی جاتے رہے۔ کامیابی کی امید کم خطرے کا اندیشہ زیادہ اس کا سفر کرنے والا ایسا ہے جیسا کہ کیڑا ایک لکڑی پر بیٹھا ہوا لکڑی ذرا جھکی، کیڑا ڈوب گیا اور اگر صحیح وسلامت بچ گئی تو چمک اٹھا''۔

فاروق اعظمؓ نے اس مضمون سے مطلع ہو کر معاویہ کو لکھا:

((و الذی بعث محمد صلی الله علیه وسلم بالحق الاحمل فیه مسلماً ابداً و قد بلغنی ان بحر الشام یشرف علی اطول شئی من الارض فیشائون الله کل یوم و لیلة فی ان یغرق الارض

فیکف احمل الجنود علی ھذا الکافر و باللّٰہ المسلم و احد احب الی مماجرت الردم فایاک ان تعرض لی فی ذالک فقد علمت مالقی العلاء منی))

''اس ذات کی قسم ہے جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سچائی کے ساتھ بھیجا ہے۔ میں لشکر اسلام کو ہرگز سفر دریا کی اجازت نہ دوں گا۔ میں نے سنا ہے کہ دریا شام زمین کے زیادہ حصہ کو دبائے ہوئے ہے ہر روز اللہ تعالیٰ سے زمین کو ڈبو دینے کی اجازت طلب کرتا ہے ایسی حالت میں لشکر اسلام کو میں اس کافر کے سفر کی کس طرح اجازت دوں' واللہ ایک مسلم سارے ملک روم سے مجھے زیادہ محبوب ہے خبردار ایسی جرأت نہ کرنا تم کو معلوم ہے جو میں نے علاء کے ساتھ کیا تھا''

اس بناء پر قبرص کا جہاد ملتوی ہو گیا۔

اہل قبرص سے مشروط مصالحت: فاروق اعظمؓ شہید ہو گئے اور عثمان ذوالنورین مسند خلافت پر متمکن ہوئے تب پھر معاویہ نے براہ دریا جہاد کرنے کی اجازت چاہی۔ عثمان ذوالنورین نے اجازت دی لیکن اس شرط سے کہ جس کا جی چاہے وہ اس جہاد میں شریک ہو کوئی شخص مجبور نہ کیا جائے۔ چنانچہ صحابہ (رضی اللہ عنہم) میں سے ایک گروہ جانے پر راضی ہوا۔ از انجملہ ابوذرا' ابوالدرداء' شداد بن اوس' عبادۃ بن الصامت اور ان کی بیوی ام حرام بنت لمحان رضی اللہ عنہم تھے۔ عبداللہ بن قیس (حلیف بنوفرازہ) ان مجاہدوں کے سردار مقرر کئے گئے۔ چنانچہ لشکر اسلام ملک شام سے اللہ کا نام لے کر قبرص کی طرف روانہ ہوا۔ مصر سے عبداللہ بن ابی سرح بھی ان لوگوں سے آملے۔ اہل قبرص نے سات ہزار دینار سالانہ خراج پر مصالحت کر لی۔ لیکن اس کی اجازت لے لی کہ اہل قبرص اسی قدر رومی بادشاہ کو بھی دیا کریں گے۔ مسلمان اس سے معترض نہ ہوں اور مسلمان ان کے سوا جس کا قصد کریں گے۔ اہل قبرص مانع نہ ہوں گے اور نیز اہل قبرص دشمنان اسلام (رومیوں) کی جاسوسی کریں گے اور مسلمانوں کو اپنے ملک سے دشمنان اسلام کی طرف جانے کا راستہ دے دیں گے۔ یہ فوج کشی ۲۸ھ میں اور بعض کہتے ہیں کہ ۲۹ھ اور بروایت بعض ۳۳ھ میں ہوئی تھی ام حرام کا انتقال اسی واقعہ میں ہوا۔ جس وقت دریا سے خشکی پر ام حرام اتریں گھوڑا بدک کر بھاگا گر پڑیں گردن ٹوٹ گئی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشین گوئی کی تھی۔

مرقا کا معرکہ: فتح قبرص کے بعد عبداللہ بن قیس نے براہ دریا پچاس لڑائیاں لڑیں۔ جس میں ایک مسلمان بھی شہید نہ ہوا۔ ایک روز ساحل مرقا (سرزمین روم) پر اتر پڑے۔ کفار ٹوٹ پڑے' شہید کر ڈالا ملاح بھاگ کر اسلامی لشکر میں آیا سفیان بن عوف ازدی نے جس کو عبداللہ بن قیس نے امیر البحر مقرر کیا تھا اہل مرقا پر فوج کشی کی لڑائی ہوئی ہزاروں سے زیادہ اہل مرقا اور ایک گروہ مسلمانوں کا بھی اس لڑائی میں کام آیا۔ اسی لڑائی میں عوف خود بھی شہید ہو گئے۔

حضرت ابوموسیٰ کی معزولی: مسند خلافت پر متمکن ہوئے امیر المومنین عثمانؓ کو تین برس ہو چکے تھے کہ اہل آمد اور کردوں نے بغاوت کا جھنڈا بلند کیا۔ ابوموسیٰ یہ خبر پا کر بصرہ سے اس بغاوت کو فرو کرنے کی غرض سے نکلے اپنے اسباب کو چالیس خچروں پر بار کر کے قصر سے نکالا حالانکہ اہل لشکر پیادہ پا جہاد کرنے پر آمادہ تھے اور عساکر اسلامی نے اس کو بطیب خاطر منظور کیا تھا لشکریوں نے خچروں کو دیکھ کر اعتراض کیا۔ ابوموسیٰ نے ترش روئی سے جواب دیا معترضین سیدھے امیر

المومنین عثمانؓ کے پاس گئے۔ ابوموسیٰ کی شکایت کی (شکایت کرنے والوں اور مخالفوں کا سردار غیلان بن خرشہ تھا) چنانچہ امیر المومنین نے تحقیق حال کے بعد ابوموسیٰ کو معزول کر کے عبداللہ بن عامر بن کریز بن ربیعہ بن حبیب بن عبد شمس کو حکومت بصرہ پر مامور کیا۔

عمال کی تقرری: عبداللہ بن عامر' امیر المومنین کا ماموں زاد بھائی تھا۔ اس وقت اس کی عمر تقریباً پچیس برس کی ہوگی۔ ابوموسیٰ کے لشکر کی اور عثمان بن ابی العاص ثقفی والیٔ عمان و بحرین کے لشکر کی سرداری اس کو دی گئی اور انتظاماً عبیداللہ بن معمر کو خراسان سے فارس کی گورنری پر تبدیل کیا۔ اور خراسان کی حکومت پر عمیر بن عثمان بن سعد کو متعین کیا۔ چنانچہ عمیر نے نہایت تیزی اور سختی سے فرغانہ تک دبالیا۔ کسی شہر قریہ کو بغیر اصلاح کے باقی نہ چھوڑا۔ بعد ازاں اوائل ۳۰ھ خلافت میں امیر بن احمر لشکری خراسان کی گورنری پر' عبدالرحمٰن بن عبس کرمان کی حکومت پر مامور ہوا۔ آخر ۳۰ھ خلافت میں سجستان کی گورنری عمران بن الفضیل برجمی کو اور کرمان کی حکومت عاصم بن عمرو کو دی گئی۔

فارس پر قبضہ: اہل فارس' ان تبدیلیوں کو اپنی بہتری کا ذریعہ سمجھ کر باہم سازش کر کے بغاوت پر آمادہ ہو گئے۔ لشکر کو مرتب و آراستہ کر کے مقابلہ پر آئے۔ عبیداللہ بن معمر نے اصطخر کے دروازے پر صف آرائی کی۔ اتفاق یہ کہ عبیداللہ بن معمر شہید ہو گئے اور ان کا لشکر میدان جنگ سے بھاگ نکلا۔ عبداللہ بن عامر یہ خبر پا کر لشکر بصرہ کو لے کر اہل فارس کی سرکوبی کو بڑھے۔ ان کے مقدمۃ الجیش پر عثمان بن ابی العاص میمنہ اور میسرہ پر ابو برزۃ الاسلمی اور معقل بن یسار' سواروں پر عمران بن حصین تھے۔ اصطخر میں مقابلہ کی نوبت آئی۔ ایک بہت بڑی خونریز و خوفناک لڑائی کے بعد اہل فارس شکست کھا کر بھاگ گئے۔ ہزاروں ایرانی مارے گئے۔ مسلمانوں نے اصطخر کو فتح کر کے دارالجبرد کا رخ کیا اور وہاں سے کامیاب ہو کر شہر جور (یعنی اردشیر) کی طرف بڑھے جس کا ہرم بن حیان محاصرہ کیے ہوئے تھے۔ عبداللہ بن عامر کے آتے ہی[1] جور فتح ہو گیا لیکن اہل اصطخر میں پھر بغاوت پھوٹ پڑی۔ عبداللہ بن عامر مجبور ہو کر اصطخر کی طرف لوٹے اور ایک طویل محاصرے کے بعد بزور تیغ اصطخر کو فتح کیا۔ ایران کے خاندانی امراء اور نامی گرامی سواران فارس کو قتل کر ڈالا کیونکہ ان لوگوں نے اس کو اپنا ملجاء بنا رکھا تھا اور ایرانیوں کو اس درجہ پامال کیا کہ اس کے بعد ان کو ذلت کے سوا عزت حاصل نہ ہوئی۔

عمال کی تقرری: امیر المومنین عثمانؓ کو فتح کی بشارت لکھی۔ دارالخلافت مدینہ سے حکم صادر ہوا بلاد فارس پر ہرم بن حیان

---

[1] جور کا محاصرہ کیے ہوئے ایک مدت گزر چکی تھی لیکن فتح نہ ہوتا تھا۔ اکثر ایسا بھی ہوتا تھا کہ کچھ لوگ محاصرے پر رہ جاتے اور کچھ حصہ لشکر کا اصطخر کے اطراف میں بغاوت دور کرنے کو چلا جاتا اور بغاوت فرو کرنے کے بعد جور لوٹ آتا۔ امیر لشکر ہرم بن حیان دن بھر روزہ رکھے دشمنوں سے لڑتے تھے اور شام کو افطار کر کے نماز میں مصروف ہو جاتے تھے۔ ایک ہفتے تک روزے پر روزہ رکھ کر لڑتے رہے۔ ہفتہ کے بعد جب ضعف زیادہ پیدا ہو گیا تو خادم سے کہا تجھ کو کیا ہو گیا کہ میں پانی سے افطار کر کے روزے پر روزہ رکھتا ہوں اور تو کھانا نہیں دیتا۔ خادم نے کہا میرے امیر میں برابر آپ کے کہنے کے مطابق کھانا رکھ جاتا ہوں کبھی میں نے ناغہ نہیں کیا۔ ہرم کو یہ سن کر سخت تعجب ہوا۔ اگلے روز خادم کھانا رکھ کر علیحدہ چھپ کر جا بیٹھا دیکھتا کیا ہے کہ ایک کتا شہر کی طرف سے آیا اور کھانا اٹھا کر چلا۔ خادم پیچھے ہولیا۔ رفتہ رفتہ کتا ایک نابدان سے شہر میں گھس گیا۔ خادم نے لوٹ کر ہرم کو اس راستے سے آگاہ کیا۔ عساکر اسلامی اس کو غیبی امداد سمجھ کر عین جنگ کے وقت اس نابدان سے شہر میں گھس پڑے اور بزور تیغ فتح کر لیا۔

یشکری ہرم بن حیان عبسی' حرث بن راشد اور ان کے بھائی منجاب بن راشد (از بنی سامہ) اور یرحمان ہجمی کو مامور کرو۔ اضلاع خراسان میں احنف بن قیس' مرو پر حبیب بن قرہ یربوعی' بلخ پر خالد بن عبداللہ بن زبیر' ہرات پر امیر بن احمر یشکری' طوس پر قیس بن ہبیرہ سلمی نیشاپور پر متعین و مامور کئے جائیں پھر بعد چندے کل خراساں کا قیس بن ہبیرہ کو اور سجستان کا امیر بن احمر یشکری کو گورنر مقرر کیا اور قیس کے بعد عبدالرحمٰن بن سمرہ کو (یہ ابن عامر بن کریز کے عزیز تھے) مامور کیا۔ چنانچہ تا شہادت عثمانؓ یہ اسی عہدے پر مامور ہوئے۔ کرمان کی گورنری پر عمران' فارس کی گورنری پر عمیر بن عثمان بن مسعود اور مکران کی حکومت پر ابن کریز قشیری مامور ہوئے۔ شہادت کے بعد امیر المومنین عثمان کے بن ہبیرہ اور ان کے چچا عبداللہ بن حازم سے لڑائی چھڑ گئی جیسا کہ آئندہ ہم بیان کریں گے۔

خراسان و کرمان کی بغاوت: مہم فارس سے فارغ ہونے کے بعد لوگوں نے ابن عامر کو خراسان کی طرف بڑھنے کی رائے دی اس وجہ سے کہ اس اطراف میں بھی بغاوت پھوٹ پڑی تھی۔ چنانچہ ابن عامر خراسان کی طرف گئے اور بعض کہتے ہیں بصرہ لوٹ آئے تھے۔ روانگی کے وقت فارس پر شریک بن الاعور حارثی کو اپنا نائب مقرر کیا تھا۔ انہوں نے مسجد بنوائی الغرض بصرہ پہنچے تو احنف بن قیس' حبیب بن اوس نے خراسان پر فوج کشی کی رائے دی ابن عامر نے زیاد بن عامر کو اپنا نائب بنایا اور ایک فوج جرار لے کر کرمان کی طرف روانہ ہوئے۔ کرمان والوں نے بھی بغاوت کی تھی ان کی سرکوبی کو مجاشع بن مسعود سلمی کو اور سجستان والوں کو زیر کرنے کو ربیع ابن زیاد حارثی کو روانہ کیا اور خود نیشاپور کا رخ کیا۔ ان کے مقدمۃ الجیش پر احنف بن قیس تھے انہوں نے طبسین کے دونوں قلعوں کو جو خراسان کے دروازے تھے۔ بہ صلح و امان فتح کر لیا۔ کوہستان پہنچ کر محاصرہ کر کے سنگ باری شروع کر دی اسی اثناء میں ابن عامر آ گئے چھ لاکھ درہم سالانہ خراج پر صلح ہو گئی اور بعض کہتے ہیں کہ کوہستان کی مہم کے سردار امیر بن احمر یشکری تھے۔

نیشاپور کی فتح: اس کامیابی کے بعد ابن عامر نے صوبہ نیشاپور پر متعدد فوجیں بھیجیں۔ چنانچہ رستاق رام ہرمز اور جیرفت وغیرہ کو بزور تیغ فتح کیا' اسود بن کلثوم (قبیلہ عدی رباب کے تھے) نے بیہق (صوبہ نیشاپور) پر حملہ کیا اتفاق سے شہر پناہ کی دیوار میں سوراخ ہو گیا اسود اسی راہ سے مع ایک گروہ کے شہر میں داخل ہوئے۔ دشمنانِ اسلام سوراخ پر آ کر کھڑے ہو گئے خوب گھمسان کی لڑائی ہوئی اسود شہید ہوئے لشکر اسلام کا علم ان کے بھائی ادہم بن کلثوم نے سنبھالا اور نہایت مردانگی سے لڑ کر بیہق کو فتح کر کے نیشاپور کا رخ کیا۔ ایک مہینہ کامل محاصرہ کئے رہے۔ نیشاپور میں فارس کے چار مرزبان رہتے تھے۔ ان میں سے ایک نے شب کو دروازہ کھول دینے کا اس شرط پر اقرار کیا کہ اس کو امان دی جائے ابن عامر نے یہ شرط منظور کر لی اسلامی فوجیں رات کے وقت شہر میں داخل ہو گئیں۔ مرزبان اکبر گھبرا کر مع چند سپاہیوں کے قلعہ بند ہو گیا عساکر اسلامی نے قلعے پر دھاوا کیا مرزبان اکبر نے مجبور ہو کر دس لاکھ درہم سالانہ پر صلح کر لی۔

ابن عامر اور احنف کی فتوحات: کامیابی کے بعد ابن عامر نے نیشاپور پر قیس بن ہشیم سلمی کو مامور کیا۔ ایک لشکر نسا اور ابیورد اور دوسرا سرخس پر بھیجا اہل نسا و ابیورد نے لشکر اسلام کے پہنچتے ہی جزیہ دے کر مصالحت کر لی۔ باقی رہا سرخس اس

کے مرزبان نے دو چار لڑائیوں کے بعد سو آدمیوں کو امان دینے کی شرط پر شہر سپرد کرنے کا اقرار کیا۔ اتفاق یہ ہے کہ شمار کے وقت اپنے کو شمار کرنا بھول گیا سردار لشکر اسلام نے اس کو قتل کر کے شہر پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد طوس کا مرزبان آیا اور اس نے چھ لاکھ درہم جزیہ دے کر مصالحت کر لی۔ ہرات کی طرف عبداللہ بن حازم گئے ہوئے تھے۔ وہاں کے مرزبان نے دس لاکھ سالانہ پر اور مرو کے مرزبان نے دو کروڑ دس لاکھ درہم پر صلح کر لی۔ پھر ابن عامر نے حاتم بن نعمان باہلی کے بعد احنف بن قیس کو طخارستان کی طرف روانہ کیا۔ اثناء راہ میں حاکم دارالجبرد نے تین کروڑ درہم پر صلح کی درخواست پیش کی۔ احنف نے یہ شرط لگائی ہمارے زمانہ قیام تک دارالجبرد مین کوئی مسلمان جا کر اذان دیتا رہے اور صلوٰۃ ادا کرتا ہے۔ دارالجبرد کے حاکم نے اس کو منظور کر لیا۔ اس کے بعد احنف مرد الروذ پر پہنچے۔ اہل مرد الروذ مقابلے پر آئے' لڑائی ہوئی احنف نے ان کو شکست دے کر مرو الروذ کا محاصرہ کر لیا۔ مرزبان مرد الروذ والئ یمن بازان کا عزیز تھا۔ اس نے احنف سے بتوسل باذان صلح کی درخواست کی۔ چھ لاکھ سالانہ پر مصالحت کر لی گئی۔ اس کے بعد اہل جرجان طالقان اور فاریاب نے جمع ہو کر احنف کا مقابلہ کیا۔ ایک سخت خون ریز لڑائی کے بعد وہ لوگ پسپا ہو کر بھاگے۔ احنف نے مروالروذ پر پہنچ کر اقرع بن حابس کو ان لوگوں کے تعاقب میں روانہ کیا۔ وہ لوگ میدان جنگ سے بھاگ کر جرجان میں جا چھپ تھے۔ اقرع نے جرجان کو بزور تیغ اور احنف نے طالقان اور فاریاب کو بہ صلح فتح کیا۔ بعض کہتے ہیں کہ فاریاب کو امیر بن احمر نے فتح کیا ہے۔

بلخ پر فوج کشی: اس کے بعد احنف نے بلخ پر فوج کشی کی۔ یہ طخارستان کا ایک مشہور شہر ہے۔ اہل بلخ نے چار لاکھ اور بعض کہتے ہیں کہ سات لاکھ پر مصالحت کر لی۔ احنف نے بلخ پر اسید بن المتشمس کو مقرر کیا اور خود خوارزم کی طرف بڑھے۔ چونکہ اہل خوارزم نے دریائے جیحون کا پل توڑ ڈالا اور کشتیاں ہٹا دی تھیں اس وجہ سے احنف مجبور ہو کر بلخ واپس آئے۔ اسید نے صلح و اقرار کے مطابق مال جمع کر رکھا تھا جس کی اطلاع بذریعہ خط ابن عامر کو دی گئی۔

کرمان پر قبضہ: مجاشع بن مسعود اہل کرمان کی بغاوت فرو کرنے پر مامور ہوئے تھے۔ انہوں نے اثناء راہ میں ہمید کو لڑ کر فتح کیا اور ایک قصر بنوایا جو ان کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ پھر سیرجان پر پہنچے اور اس کو بھی نہایت مردانگی سے لڑ کر فتح کیا۔ وہاں کے اکثر رہنے والوں کو جلاوطن کر دیا اور جنہوں نے جزیہ دینا منظور کیا ان کو امان دے کر رہنے دیا۔ اس کے بعد بزور تیغ جیرفت پر قبضہ حاصل کر کے اطراف و جوانب کرمان کو پامال کرتے ہوئے قفص پہنچے' یہاں پر ایرانیوں کا بہت بڑا مجمع تھا۔ ان میں سے اکثر وہ لوگ تھے جو اطراف و جوانب بلاد سے جلاوطن کر دیئے گئے تھے۔ عساکر اسلامی نے کمال دلیری سے حملہ کیا۔ ایرانیوں نے جہاں تک انکی قوت نے یاری کی حملے کو روکا بالآخر شکست اٹھا کر میدان جنگ سے بھاگے۔ اکثر ایرانی کشتیوں پر سوار ہو کر کرمان اور سجستان چلے گئے ہزار اثناء دار و گیر میں مارے گئے مسلمانوں نے انکے مکانات اور ارضیات پر قبضہ کر لیا۔

سجستان کی فتح: ربیع بن زیاد حارثی کو ابن عامر نے سجستان کی لڑائی پر مامور کیا تھا جیسا کہ آپ اوپر پڑھ آئے ہیں۔ پس انہوں نے نہایت تیزی سے قطع منازل کر کے قلعہ زالق پر پہنچ کر حملہ کیا اور اس کے دہقان کو گرفتار کر لیا۔ اس نے فدیہ دے کر اپنے کو چھڑایا اور اہل فارس کی طرح مصالحت کر لی۔ پھر ربیع وکر کویہ کو فتح کرتے ہوئے زرنج کی طرف بڑھے ایرانیوں نے

مقابلہ کیا۔ ربیع نے پہلی ہی لڑائی میں ان کو شکست دے کر ناشرد ذہشر واذ کو فتح کر کے زرنج کو گھیر لیا۔ اہل زرنج نے بہت بڑے اہتمام سے مقابلہ کیا۔ بالآخر مسلمانوں نے ان کو بھی شکست دے کر پیچھے ہٹایا۔ مرزبان زرنج نے صلح کی درخواست کی اور صلح کی گفتگو کرنے کے لئے اپنی امان حاصل کر کے حاضر ہوا۔ ربیع نے مقتولین میں سے ایک کی لاش پر بیٹھ کر دوسری لاش پر تکیہ لگایا اور اسی طرح ان کے اور ساتھیوں نے بھی کیا مرزبان زرنج یہ رنگ دیکھ کر رعب میں آ گیا۔ ایک ہزار جام طلائی جن کو ایک ہزار لونڈیاں لئے ہوئے تھیں پیش کر کے مصالحت کر لی۔ اسلامی لشکر اگلے دن وادیٔ سنار کی طرف روانہ ہوا اثناء راہ میں وہ قریہ ملا جہاں رستم پہلوان اپنا گھوڑا باندھتا تھا۔ اہل قریہ نے تعرض کیا لڑائی ہوئی اللہ جل شانہ نے مسلمانوں کو فتح عنایت فرمائی۔ پھر ربیع لوٹ کر زرنج میں آئے اور ایک برس کے قیام کے بعد ایک شخص کو اپنا نائب مقرر کر کے ابن عامر کے پاس چلے گئے جس کو اہل زرنج نے نکال دیا اور خراج مقررہ نہ دیا تھا۔ ربیع ڈیڑھ برس تک عامل رہے اس اثناء میں چالیس ہزار مشرکوں کو قید کیا حسن بصری ان کے کاتب تھے۔

زرنج اور جبل زور کی تسخیر: اس کے بعد ابن عامر نے سجستان پر عبدالرحمٰن بن سمرہ کو مقرر کر کے روانہ کیا۔ اہل زرنج نے طویل محاصرے کے بعد مجبور ہو کر دو لاکھ درہم اور دو لاکھ لونڈیاں دے کر مصالحت کر لی۔ عبدالرحمٰن نے آہستہ آہستہ زرنج اور کش (سرحد ہند) کے درمیانی شہروں اور کش سے داوین اطراف رخج تک پر کہیں بزور تیغ اور کہیں بہ صلح و امان قبضہ کر لیا۔ خاص شہر داوین میں پہنچ کر جبل زور میں کفار کا محاصرہ کیا کفار نے تنگ ہو کر صلح کی درخواست کی عبدالرحمٰن نے مصالحت کر لی۔ زور کے بت خانہ میں داخل ہوئے زور ایک بت کا نام تھا جس کا جسم سونے اور آنکھیں یاقوت کی تھیں، عبدالرحمٰن نے آنکھیں نکال لیں اور ہاتھ کاٹ کر مرزبان سے مخاطب ہو کر بولے ''مجھ کو اس سونے چاندی اور جواہرات سے کوئی غرض نہیں ہے۔ یہ تو لے لے میں نے یہ فعل محض اس لئے کیا ہے کہ تجھ پر یہ امر ظاہر ہو جائے کہ یہ نہ نقصان پہنچا سکتا ہے اور نہ نفع''۔

کابل و زابلستان کی فتح: اس مہم سے فارغ ہو کر عبدالرحمٰن نے بلادِ غزنی پر چڑھائی کی۔ کابل[1] زابلستان بہ صلح و امان

[1] جنگ کابل میں اسلامی لشکر کے افسر اعلیٰ عبدالرحمٰن بن سمرہ تھے۔ مقدمۃ الجیش عباد بن الحصین کی ماتحتی میں تھا۔ مدتوں محاصرہ کئے ہوئے منجنیقوں سے سنگ باری کرتے رہے۔ لیکن کابل کسی طرح فتح نہ ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ کثرت سنگ باری سے ایک بہت بڑا راستہ ہو گیا عباد بن الحصین رات بھر لڑتے رہے دشمنانِ اسلام اس راستہ کو بند نہ کر سکے۔ صبح کے وقت اہل شہر ہاتھیوں کا جھنڈ لئے ہوئے بقصد مقابلہ نکلے۔ عبداللہ بن حازم سلمی نے مردانہ وار بڑھ کر ہاتھی پر حملہ کیا۔ ہاتھی نے ان کو اپنی سونڈ میں لے لیا عبداللہ بن حازم نے ایسی تلوار چلائی کہ سونڈ بدن سے علیحدہ ہو کر جا گری۔ فیل سواروں نے نیزہ چلا دیا۔ عبداللہ بن حازم نے وار خالی دیا سوار نیچے آ رہے۔ عبداللہ بن حازم نے تکبیر کا نعرہ بلند کیا جس کو عساکر اسلامی نے سن کر دہرا دیا۔ فریق مخالف میں ہل چل پڑ گئی۔ بدحواسی کے عالم میں ایسے بھاگے کہ راستہ نہ بند کر سکے۔ لشکر اسلامی قتل غارت گری کرتا ہوا شہر میں داخل ہو گیا۔ ابومخنف کہتے ہیں کہ ہاتھی کو مہلب نے مارا تھا۔ حسن بصری کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ ایک شخص ہزار آدمی کا مقابلہ نہیں کر سکتا لیکن میں نے دیکھا کہ عباد بن الحصین ایسے ہی ہیں'' الغرض عبدالرحمٰن کابل فتح کر کے خشک کی طرف بڑھے۔ اہل خشک نے ڈر کر صلح کا پیغام دیا۔ عبدالرحمٰن نے مصالحت کر کے رخج کا رخ کیا اور ایک خون ریز لڑائی کے بعد رخج بھی فتح کر کے زابلستان کی طرف گئے اور اس کو بھی لڑ کر فتح کر لیا۔ اس اثناء میں اہل کابل نے بدعہدی کی۔ عبدالرحمٰن نے پہنچ کر ان کو پھر زیر کیا۔

فتح ہو گئے۔ پھر (زرنج واپس ہوئے) اور وہیں ٹھہرے رہے یہاں تک کہ امیر المومنین عثمانؓ کی خلافت میں تزلزل پیدا ہوا۔ انہیں دنوں عبدالرحمٰن زرنج پر عمیر بن احمر کو اپنا نائب بنا کر مدینہ منورہ چلے گئے۔ عبدالرحمٰن کے واپس ہوتے ہی اہل زرنج نے عہد شکنی کی اور عُمیر بن احمر کو شہر سے نکال دیا۔

ابن عامر کی حج کے لئے روانگی: چونکہ ابن عامر کے ہاتھوں فارس خراسان' کرمان اور بجستان وغیرہ کی فتح کی تکمیل ہوئی تھی۔ اس وجہ سے لوگوں نے کہا جس قدر فتوحات تمہارے زور بازو سے ظہور میں آئے اس قدر اور کسی کو فتح نصیب نہیں ہوئی''۔ ابن عامر نے جواب دیا'' بے شک اللہ کا شکر ہے کہ اس نے مجھ جیسے ناچیز بندے کے ہاتھ سے اس قدر شہروں کو فتح کیا میں اس شکریئے میں اسی مقام سے عمرہ کا احرام باندھ کر روانہ ہوں گا''۔ چنانچہ خراسان پر قیس بن الھیثم کو مامور کر کے نیشاپور سے احرام باندھ کر امیر المومنین عثمانؓ کے پاس آئے اور حج کیا۔ قیس بن الھیثم روانگی کے بعد ابن عامر طخارستان کی طرف گئے اور اس کے شہروں کو بلا کسی روک ٹوک کے اپنے قبضے میں کر لیا۔ البتہ بخارہ والوں نے مقابلہ کیا۔ لڑائی ہوئی قیس نے بزور تیغ اس کو بھی فتح کر لیا۔

ولید بن عقبہ کا مقدمہ: امیر المومنین عثمانؓ نے اپنے ابتداء زمانہ خلافت میں ولید بن عقبہ کو بنی تغلب اور جزیرے کی حکومت سے تبدیل کر کے کوفہ کی گورنری دی تھی اور اسی زمانہ میں ابوزبید شاعر بھی مع اپنے اعزوا قارب بنو تغلب سے قطع تعلق کر کے ولید کے ساتھ کوفہ چلا آیا تھا۔ ابوزبید عیسائی مذہب کا پابند تھا انہیں کے ہاتھ پر اسلام لایا۔ انہیں کے ساتھ رہا لیکن باوجود مسلمان ہونے کے شراب خوری کی عادت نہ گئی۔ بعض الزام الناس اس کی صحبت کی وجہ سے ولید پر بھی شراب خوری کا الزام لگاتے ہیں۔ اسی اثناء میں قبیلہ ازد کے چند نوجوانوں نے خزاعہ کے ایک شخص کو رات کے وقت اس کے گھر میں عداوتاً قتل کر ڈالا۔ ابوشریح خزاعی نے موقع کی شہادت دی۔ ولید نے قاتلوں کو دارالامارت کے دروازے پر سزائے موت دی۔ اس واقعہ سے براہِ نفسانیت قاتلوں کے ورثاء ولید سے عداوت رکھنے لگے اور یہ لوگ بھی ان لوگوں میں شریک ہو گئے جو ولید کو شراب خوری سے متہم کرتے تھے۔ ایک روز ولید کے مخالفین جمع ہو کر ابن مسعود کے پاس گئے اور ان سے اس واقعہ کو بیان کیا ابن مسعود نے کہا'' ہم اس شخص کی عیب جوئی نہیں کرتے جو ہم سے چھپ کر کوئی کام کرتا ہے''۔ ولید کو اس گفتگو پر غصہ آ گیا۔ ابن مسعود بھی ولید کے اس بے جا غصے سے برہم ہو گئے۔

چند دنوں کے بعد انہیں لوگوں میں سے ایک شخص نے اس شاعر کو مار ڈالا جس کو ولید لے آئے تھے ابن مسعود سے استفتا کیا گیا ابن مسعود نے قاتل کے قتل کا فتویٰ دیا۔ ولید نے قاتل کو قید خانہ میں ڈال دیا چند دنوں کے بعد رہا کر دیا۔ اس واقعہ سے ولید کے مخالفوں کو موقع مل گیا۔ مدینہ منورہ میں امیر المومنین عثمانؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر ولید کی شکایت کی اور شراب خواری کا الزام لگایا۔ امیر المومنین عثمانؓ نے ولید کو جواب دہی کی غرض سے دربار خلافت طلب کیا۔ شکایت کرنے والوں سے دریافت کیا'' کیا تم نے ولید کو شراب پیتے ہوئے دیکھا ہے؟'' جواب ملا نہیں۔ لیکن ہم نے اس کو شراب کی قے کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ امیر المومنین عثمانؓ نے مقدمے میں ثبوت کافی پا کر سعید بن العاص کو درے لگانے کا حکم دیا۔ علیؓ

بن ابی طالب موجود تھے فرمایا ''چادر اتار کر درے لگاؤ'' بعض کہتے ہیں کہ علی ابن ابی طالب نے اپنے لڑکے حسنؓ کو درے لگانے کا حکم دیا تھا۔ لیکن جب انہوں نے عذر کیا تو عبداللہ بن جعفر نے درے لگائے جب چالیس درے پر پہنچے تو علیؓ ابن ابی طالب نے کہا بس اب نہ لگاؤ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیقؓ نے چالیس درے مارنے کا حکم دیا تھا اور عمرؓ اسی درے شراب خور کو مارتے تھے اور یہ سب سنت ہے لیکن وہ مجھے زیادہ محبوب ہے۔

ولید بن عتبہ کی معزولی: اس واقعہ کے بعد امیر المومنین عثمانؓ نے ولید کو کوفہ کی گورنری سے معزول کر کے سعید بن العاص بن سعید بن العاص بن امیہ کو مامور کیا۔ سعید اول کافر تھا اور حالت کفر ہی میں مرا ابواحیحہ اس کی کنیت تھی۔ اس کا بیٹا خالد (سعید ثانی کا چچا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کاتب تھا۔ اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صفاء کا والی مقرر کیا تھا۔ جنگ مرج الصفر میں شہید ہوا۔ سعید ثانی نے امیر المومنین عثمانؓ کی گود میں پرورش پائی جب شام فتح ہوا تو تعلیم کی غرض سے معاویہ کے ساتھ رہا۔

پھر امیر المومنین عثمانؓ نے بلا کر عقد کر دیا۔ ایک زمانہ تک آپ کی خدمت میں رہا۔ قریش کے نامی افراد میں سے تھا ۳۰ھ میں امیر المومنین عثمانؓ نے کوفہ کی گورنری پر مامور کیا۔

عراق کی املاک کی فروختگی: سعید کوفہ آنے لگے تو اشتر' ابوخشتہ الغفاری' جعب بن عبداللہ اور صعب بن جثامہ بھی کوفے واپس آئے۔ یہ لوگ ولید کے موافق شہادت دینے کو گئے تھے۔ لیکن بعد کو ان کے مخالف ہو گئے۔ الغرض سعید نے کوفہ پہنچ کر لوگوں کو جمع کیا۔ خطبہ دیا ہر ایک کی حالت کو غور سے دیکھ کر امیر المومنین عثمانؓ کو اطلاعی رپورٹ بھیجی' اہل کوفہ کا انتظام بالکل ناقابل اطمینان ہے۔ ان کا کارخانہ درہم برہم ہے اہل شرف وسابقین اسلام مغلوب ہو گئے ہیں۔ اہل روادف وتابعہ کا دور دورہ ہے۔ امیر المومنین عثمانؓ نے جواباً لکھا اہل شرف وسابقین اسلام کو ہر طرح فضیلت دی جائے ان کے بعد جو لوگ اسلام میں داخل ہوئے ہیں ان کا رتبہ قائم کیا جائے اور ان کا حق دیا جائے۔ سعید نے اس خط کو ایک مجمع عام میں پڑھا اور لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا ''تم لوگوں کی جو رائے ہو ظاہر کرو''۔ اہل کوفہ اس امر پر راضی نہ ہوئے اور وہ مجلس یوں ہی ناتمام برخاست ہو گئی۔ سعید نے اس واقعہ کو امیر المومنین عثمانؓ کو مطلع کیا۔ امیر المومنین عثمانؓ نے صحابہ (رضی اللہ عنہم) سے مشورہ کیا۔ صحابہ نے کہا ''اہل کوفہ سے ایسی باتوں کی امید نہ رکھیں۔ جس کی صلاحیت ان میں نہیں ہے اگر ایسا کریں گے تو فساد برپا ہو جائے گا''۔ امیر المومنین عثمانؓ نے کہا ''اہل مدینہ! میں دیکھتا ہوں کہ فتنہ تمہاری طرف چلا آ رہا ہے میں مناسب یہ سمجھتا ہوں کہ میں تمہارا حق پورا پورا کر دوں اور تمہارے حقوق کو عراق کی طرف منتقل کر دوں''۔ صحابہ نے کہا ''یہ کیسے ہو سکتا ہے''۔ امیر المومنین عثمانؓ نے کہا ''تم لوگ اپنی املاک کو جو عراق میں ہے بعوض حجاز اور یمن کے جس کے ہاتھ چاہو فروخت کر ڈالو''۔ صحاب نے اس رائے کے مطابق عراق کی جائیدادیں فروخت کر کے خیبر' مکہ اور طائف میں جائیدادیں خرید لیں۔ طلحہ' مروان' اشعث بن قیس اور بہت سے قبائل کے لوگوں نے ایسا ہی کیا۔

طبرستان کی فتح: اسی ۳۰ھ میں سعید بن العاص نے طبرستان پر فوج کشی کی۔ اس سے پیشتر مسلمانوں میں سے کسی نے

اس پر حملہ نہیں کیا تھا اور آپ پڑھ آئے ہیں کہ اصبہذ نے سوید بن مقرن سے زمانہ خلافت فاروق اعظمؓ میں کچھ مال دے کر صلح کر لی تھی۔ لیکن اس بیان کے مطابق سب کے پہلے سعید بن العاص نے طبرستان کا رخ کیا ان کے ہمراہ اصحاب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ایک گروہ تھا۔ ازانجملہ حسنؓ، حسینؓ، ابن عباسؓ، ابن عمرؓ، ابن عمروؓ، ابن زبیر حذیفہ بن الیمان (رضی اللہ عنہم اجمعین) تھے۔

۱۹ھ میں مرزبان طوس نے سعید بن العاص اور عبداللہ کو (جس زمانے میں یہ بصرہ میں تھے) لکھا تھا کہ تم میں سے جو قدرت وغلبہ رکھتا ہو خراسان پر آ کر قبضہ کر لے''۔ چنانچہ ابن عامر بصرے سے اور سعید کوفہ سے روانہ ہوئے۔ لیکن ابن عامر سعید کے پہلے نیشاپور پہنچ گئے اس وجہ سے سعید نے طبرستان پر فوج کشی کی قوس پہنچے۔ اہل قوس سے حذیفہ نے فتح کے بعد نہاوند کے صلح کر لی تھی۔ سعید نے جرجان کا رخ کیا مرزبان جرجان نے دولاکھ پر مصالحت کر لی تب سعید نے طمیہ کی طرف فوج کو بڑھایا۔ طمیہ دریا کے کنارے سرحد جرجان پر طبرستان کا ایک شہر آباد تھا۔ اہل طمیہ نے مقابلہ کیا لڑائی کی نوبت آئی۔ سعید نے والی طمیہ پر تلوار کا ایک ایسا وار کیا کہ وہ کاٹ کر بغل کے نیچے ہو کر نکل گئی۔ لشکر مخالف میدان جنگ سے بھاگ کر قلعہ بند ہو گیا۔ سعید نے محاصرہ کر لیا اور منجنیقیں نصب کر کے سنگ باری کا حکم دیا۔ یہاں تک کہ طویل محاصرے کے بعد اہل طمیہ نے شہر پناہ کا دروازہ کھول دیا۔ سعید نے شہر پر قبضہ کر لیا اور سوائے ایک شخص کے سب کو قتل کرا دیا۔ طمیہ سے فارغ ہو کر سعید نے نامنہ کو فتح کیا۔ نامنہ شہر نہ تھا بلکہ صحرا تھا۔ یہاں ہی ان کے ساتھ محمد بن الحکم بن ابی عقیل (جد یوسف بن عمرو) کا انتقال ہوا۔

جرجان کی اطاعت: اہل جرجان کبھی ایک لاکھ کبھی دو لاکھ کبھی تین لاکھ خراج دیتے تھے اور اکثر اوقات خراج بند بھی کر دیتے تھے۔ بعد چندے خراج دینا بالکل موقوف کر کے خودسر و باغی ہو گئے اس وجہ سے خراسان کا راستہ قومس تک خطرناک ہو گیا۔ قافلے فارس سے کرمان اور کرمان سے خراسان کو جانے لگے۔ جیسا کہ قبل فتح قومس تھا۔ یہاں تک کہ قتیبہ بن مسلم خراسان کے والی ہوئے اور انہوں نے یزید بن مہلب کو قومس کے سر کرنے کو روانہ کیا۔ چنانچہ مرزبان قومس و اہل جرجان نے حسب شرائط صلح سعید بن العاص پھر مصالحت کر لی اور انہوں نے بحیرہ دہستان کو فتح کر لیا۔

قرآن مجید کی قرأت میں اختلاف: اسی ۳۰ھ میں حذیفہ جنگ رے سے باب کی لڑائی پر عبدالرحمٰن بن ربیعہ کی کمک کو گئے۔ سعید بن العاص آذربائیجان میں حذیفہ کی آمد کے انتظار میں ٹھہرے رہے یہاں تک کہ عبدالرحمٰن کی وفات کے بعد حذیفہ واپس آئے جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں حذیفہ نے باب سے واپس ہو کر سعید بن العاص سے بیان کیا کہ میں نے سفر میں عجیب ماجرا دیکھا ہے کہ ایک شہر والے دوسرے شہر والوں سے قرآن کی قرأت میں اختلاف کرتے ہیں۔ اہل حمص کہتے ہیں کہ ہم قرآن مجید کو بہ نسبت اور شہر والوں کے زیادہ صحیح وتجوید سے پڑھتے ہیں ہم نے قرآن کی تعلیم مقدادؓ سے حاصل کی ہے۔ اہل دمشق کا بھی اسی قسم کا دعویٰ ہے۔ اہل بصرہ کہتے ہیں کہ ہم نے قرآن کی تعلیم ابن مسعودؓ سے پائی ہے۔ ہماری قرأت زیادہ صحیح ہے۔ میرے نزدیک قرآن مجید ایک قرأت وصورت پر جمع کر دیا جائے ورنہ اگر یہی حالت قائم رہی تو سخت

اختلاف واقع ہو جائے گا۔ صحابہ اور تابعین نے جو اس وقت وہاں موجود تھے حذیفہ کی اس رائے سے اتفاق کیا لیکن ابن مسعود کے مقلدوں نے اختلاف کیا۔ نزاع بڑھی تو ابن مسعود سختی سے پیش آئے۔ سعید نے درشتی سے جواب دیا سارا جلسہ درہم برہم ہو گیا۔

عہدِ صدیقی میں قرآن مجید کی کتابی صورت: حذیفہ اس مجلس سے نکل کر سیدھے مدینہ منورہ روانہ ہوئے۔ امیر المومنین عثمانؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر کل واقعہ عرض کیا۔ امیر المومنین عثمانؓ نے صحابہ سے مشورہ کیا (صحابہ رضی اللہ عنہم) نے حذیفہ کی رائے پسند کی۔ امیر المومنین عثمانؓ نے ام المومنین حضرت حفصہؓ سے وہ قرآن منگوا بھیجا جو زمانہ خلافت ابوبکر صدیقؓ میں جمع اور مرتب کیا گیا تھا۔ زمانہ خلافت میں جب کہ یمامہ کی لڑائی ہو رہی تھی۔ اس جنگ میں ایک دن میں کئی حفاظ صحابہ شہید ہو گئے تھے۔ اس وقت تک قرآن صرف صحابہ کے سینہ بے کینہ میں تھا' فاروق اعظمؓ نے صدیق اکبرؓ کو رائے دی کہ قرآن کا کتابی صورت میں جمع کرا لینا ضروری ہے۔ ایسا نہ ہو کہ حفاظ کے فنا ہونے سے قرآن مجید فنا ہو جائے۔ صدیق اکبر نے اس رائے سے اختلاف کیا اور یہ فرمایا کہ ''جس کام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا' میں کیسے کروں''۔ لیکن جب اس امر پر غور کیا تو حضرت ابوبکرؓ نے اپنی پہلی رائے سے رجوع کر کے فاروق اعظمؓ کی رائے سے متفق ہو گئے اور زید بن ثابت کو اس خدمت پر مامور کیا۔ چنانچہ زید بن ثابت نے کاغذ کے پرزوں' درخت کے تنوں چھالوں اور لوگوں کے سینوں سے قرآن کو جمع کر کے بصورت موجودہ کتابی صورت میں مرتب کیا۔

مصحفِ صدیقی کی اشاعت: اس زمانہ سے یہ مصحف کریم صدیق اکبرؓ کے پاس رہا۔ پھر فاروق اعظمؓ کے قبضے میں آیا۔ جب آپ شہید ہو گئے تو ام المومنین حضرت حفصہؓ نے لے لیا۔ حضرت ذوالنورینؓ کے عہد خلافت میں واقعہ مذکورہ پیش آیا تو جناب موصوف نے اس قرآن کو ام المومنین حضرت حفصہؓ سے منگوایا اور اس کی نقل پر زید بن ثابت' عبداللہ بن زبیر' سعید بن عاص اور عبدالرحمٰن بن الحرث بن ہشام کو مامور کیا اور یہ ارشاد کیا کہ اگر تم کو کسی لفظ میں اختلاف ہو تو محاورہ قریش کے مطابق لکھنا' کیونکہ قرآن انہیں کی زبان میں نازل ہوا ہے پس ان لوگوں نے قرآن مجید کے متعدد نسخے لکھے۔ امیر المومنین عثمانؓ نے یہی نسخے تمام بلاد اسلامیہ میں بھیج دیے اور حکم دیا کہ اسی پر اعتماد اور بھروسہ کیا جائے اس کے سوا اور جو نسخے تھے وہ جلا دیئے گئے۔ کوفے میں جب یہ قرآن پہنچا تو صحابہ رضی اللہ عنہم بے حد خوش ہوئے لیکن عبداللہ بن مسعود نے اس قرآن کو لینے سے انکار کیا اور اپنے مقلدوں کو اپنی ہی قرأت[1] رکھا۔

یزدگرد کا فرار: ابن عامر نے بصرے سے نکل کر فارس کا قصد کیا اور اس کو فتح کر لیا۔ یزدگرد ۳۰ھ میں جور سے بھاگ

---

[1] ایک مدت کے بعد جب علی ابن ابی طالبؓ خلیفہ ہوئے اور کوفہ تشریف لائے۔ لوگوں میں مصحف عثمان کا رواج دیا تو ایک شخص نے مجمع عام میں کھڑے ہو کر امیر المومنین عثمانؓ پر قرآن شریف کی بابت حرف گیری کی امیر علیہ السلام بہت برہم ہوئے اور ڈانٹ کر فرمایا چپ رہ عثمان نے کام بہت اچھا کیا ہے اگر میں اس وقت امیر ہوتا تو میں بھی عثمان کی راہ اختیار کرتا۔

کر اردشیر خیرہ پہنچا۔ ابن عامر نے اس کے تعاقب میں مجاشع بن مسعود کو اور بعض کہتے ہیں کہ ہرم بن حبان یشکری یا عبسی کو روانہ کیا۔ وہ کرمان تک تعاقب کرتے چلے گئے۔ یزدگرد گھبرا کر کرمان سے خراسان چلا گیا۔ اثناءِ راہ میں سیرجان سے چھ سات کوس کے فاصلے پر برف باری ہوئی۔ مجاشع کے کل ہمراہی مارے گئے صرف مجاشع بچ کر لشکرِ اسلام میں آئے۔ یزدگرد نے جب اسلامی فتوحات کے سیلاب کو رکتے ہوئے نہ دیکھا تو خراسان سے مرو آیا اس کے ہمراہ خرزاد (رستم کا بھائی) بھی تھا۔ لیکن ماہویہ مرزبان مرو کے مشورے سے خرزاد عراق کی طرف لوٹ آیا۔

یزدگرد کا قتل: بعد اس کے یزدگرد نے ترکستان کا ارادہ کیا ماہویہ نے کہا کہ مال و اسباب یہیں چھوڑ جایئے۔ یزدگرد نے اس پر توجہ نہ کی تب ماہویہ نے بخوف غازیان اسلامی ترکوں سے سازش کر لی اور ان کو خفیہ طور سے مرو میں بلا لیا۔ رات کو جب سب سو گئے تو ترکوں نے اٹھ کر یزدگرد کے ہمراہیوں کو ختم کر دیا۔ یزدگرد پیادہ پا دریائے مرغاب کی طرف بھاگا۔ شام کے وقت ایک گاؤں میں پہنچ کر ایک چکی چلانے والے کے گھر میں چھپ رہا۔ دن بھر کا تھکا ماندہ تھا لیٹتے ہی سو گیا۔ چکی چلانے والے نے اس کی زرق برق پوشاک دیکھ کر قتل کر کے دریا میں ڈال دیا۔ بعض کہتے ہیں کہ ماہویہ نے ترکوں سے سازش نہیں کی تھی بلکہ جب اس کے ہمراہیوں اور اہل مرو سے ان بن ہوگئی اور باہم لڑائی شروع ہوگئی تو یزدگرد بھاگ کر ایک چکی چلانے والے کے مکان میں پناہ گزیں ہوا اس نے اس کو مار کر دریا میں ڈال دیا۔ اہل مرو کو اس کی خبر لگ گئی تلاش کرتے ہوئے چکی چلانے والے کے مکان پر آئے اور اس کو گرفتار کر کے تشدد کرنے لگے، چکی چلانے والے نے یزدگرد کے قتل کا اعتراف کر لیا۔ تب ان لوگوں نے اس کو اور اس کے اہل وعیال کو قتل کر ڈالا اور یزدگرد کی لاش کو دریا سے نکال کر تابوت میں رکھ کر اصطخر لائے اور فارس (دخنہ) میں جو وہاں پر تھا دفن کر دیا۔

یزدگرد کے قتل کی مختلف روایتیں: بعض مورخوں نے یزدگرد کے واقعہ قتل کو یوں بیان کیا ہے کہ معرکہ نہاوند کے بعد یزدگرد بھاگ کر اصفہان پہنچا۔ اصفہان میں ایک رئیس نے حاضر ہونے کی اجازت چاہی۔ یزدگرد کے دربان نے اس کو جھڑک دیا۔ رئیس نے اس کو پکڑ کر خوب مارا، دربان روتا ہوا یزدگرد کے پاس آیا، یزدگرد کو یہ امر ناگوار گزرا۔ اصفہان سے رے چلا آیا والی طبرستان نے حاضر ہو کر گزارش کی "میرا ملک موجود ہے آپ شوق سے حکمرانی اور جہاں بانی کیجئے" یزدگرد نے منظور نہ کیا برداشتہ خاطر ہو کر سجستان کی طرف چل کھڑا ہوا اور وہاں سے ایک ہزار سواروں کے ہمراہ مرو پہنچا۔ بعض کہتے ہیں کہ چار برس تک فارس میں ٹھہرا رہا پھر وہاں سے نکل کر کرمان آیا۔ دو برس تک وہاں ٹھہرا رہا۔ کرمان کے دہقان سے کچھ روپیہ طلب کیا جب اس نے دینے سے انکار کیا اور اپنے ملک سے نکال دیا تو سجستان چلا آیا اور پانچ برس وہاں ٹھہرا رہا بعدہ خراسان آیا۔ خراسان سے اس قصد سے کہ لشکر جمع کر کے مسلمانوں سے مقابلہ کرے مرو کی طرف روانہ ہوا۔ اس سفر میں فرخ زاد اور مملکت فارس کے دہقانوں کے لڑکے بھی یزدگرد کی رکاب میں تھے۔ یزدگرد نے ملوک چین، فرغانہ، خزر اور کابل سے مدد طلب کی۔ کوچ و قیام کرتا ہوا مرو کے قریب پہنچا۔ مرو کے مرزبان کے لڑکے نے یزدگرد کو مرو میں داخل ہونے سے

روک دیا۔

یزدگرد کے سلسلے میں مزید روایات: بعض مورخ کہتے ہیں کہ یزدگرد نے مرو کی حکومت ماہویہ سے چھین کر اپنے برادرزادہ کو دینے کا قصد کیا تھا۔ اتفاق یہ کہ ماہویہ مرزبان مرو اس سے مطلع ہو گیا۔ نیزک طرخان کو ایک ہزار درہم یومیہ پر یزدگرد کے قتل اور مسلمانوں سے مصالحت کرنے پر متعین کیا۔ نیزک طرخان نے یزدگرد کو لکھا مجھ کو تم سے عرب کی بابت کچھ باتیں کرنی ہیں تم مجھ سے تن تنہا لشکر و فرخ زاد سے علیحدہ ہو کر ملنے کو آؤ۔ یزدگرد نے اپنے ہمراہیوں سے مشورہ کیا فرخ زاد نے تن تنہا ملنے سے روکا۔ یزدگرد نے کچھ خیال نہ کیا اکیلا نیزک کے پاس چلا گیا نیزک بظاہر کمال عزت سے استقبال کر کے اپنے لشکر میں لے گیا۔ اثنائے کلام میں یزدگرد سے کہا کہ اگر تم اپنی لڑکی سے میرا بیاہ کر دو تو میں تمہاری پوری مدد کروں۔ یزدگرد یہ سن کر برہم ہوا اور طیش میں آ کر گالی دے بیٹھا۔ نیزک نے یزدگرد کے سر پر ایک گرز مارا۔ یزدگرد وار خالی دے کر بھاگا اور ایک چکی چلانے والے کے گھر میں جا کر چھپا تین روز تک بے آب و دانا پڑا رہا' چوتھے روز چکی والے نے کھانا پیش کیا۔ یزدگرد نے کہا ''میں بغیر باجے کے کھانا نہیں کھاتا ہوں'' چکی چلانے والا ایک باجا بجانے والا پکڑ لایا جب اس نے باجا بجایا تو یزدگرد نے کھانا کھایا۔ کسی مخبر نے جا کر یہ خبر دی۔ نیزک نے چکی چلانے والے کے گھر پر چند آدمیوں کو بھیجا کہ اس کو مار کر دریا میں ڈال دیں۔ چکی چلانے والے سے دریافت کیا گیا چکی چلانے والے نے یزدگرد کا پتہ نہ بتلایا۔ لوگ ڈھونڈ کر واپس جا رہے تھے کہ مشک کی خوشبو سے یزدگرد کو پہچان لیا۔ چنانچہ اس کے پاس جو کچھ تھا وہ لے لیا اور اس کا گلا گھونٹ کر دریا میں ڈال دیا۔ اسقف مرو نے دریا سے نکال کر تابوت میں رکھ کر دفن کر دیا۔

بعض مورخ کہتے ہیں کہ یزدگرد عرب کے پہنچنے سے پہلے کرمان سے مرو کی طرف روانہ ہوا تھا اور چار ہزار کی جمعیت سے طبسین و قوہستان کی طرف بڑھا تھا۔ مرو کے پہنچنے سے پیشتر دو سپہ سالار فارس کے ملے جو آپس میں ایک دوسرے کے مخالف تھے۔ ایک نے یزدگرد سے دوسرے کی شکایت کی یزدگرد اس سے دم پٹی میں آ گیا اور دوسرے کے قتل کی فکر میں ہوا۔ اتفاق سے یہ خبر اس کو پہنچ گئی۔ اس نے یزدگرد کی عداوت پر کمر باندھ لی۔ یزدگرد کو جب یہ معلوم ہوا کہ تو بخوف جان بھاگ کر مرو سے دو فرسخ کے فاصلے پر ایک چکی چلانے والے کے گھر پر جا چھپا۔ چکی چلانے والے نے اس سے چار درہم طلب کئے۔ یزدگرد نے کہا ''میرے پاس روپیہ پیسہ نہیں ہے لیکن یہ میری پیٹی لے لے'' چکی چلانے والے نے کہا ''مجھے درہم کی ضرورت ہے اور تم مجھے پیٹی دیتے ہو'' چکی چلانے والے نے اس کے ظاہری لباس سے اسے جھوٹا سمجھ کر مار ڈالا اور لاش کو اسی کے پاجامے میں باندھ کر دریا میں ڈال دیا۔ عیسائیان مرو نے یہ سن کر ایک جلسہ کیا اور اس کے حقوق سابقہ کے لحاظ سے دریا سے نکال کر تابوت میں رکھ کر تاؤس (دخمہ) میں دفن کر دیا۔

ساسانی حکومت کا خاتمہ: یزدگرد کی حکومت بیس برس رہی۔ از انجملہ سولہ برس عرب کی لڑائیوں میں مصروف رہا۔ ملوک ساسانیہ کی حکومت کا سلسلہ اس کے مرنے سے منقطع ہو گیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ قتیبہ نے فتح صغد کے وقت دو عورتیں گرفتار کی تھیں جو مخدج بن یزدگرد کی اولاد سے تھیں مخدج کی ماں سے یزدگرد نے زمانہ قیام مرو میں تعلق قائم کر لیا تھا۔ پس

اس کے بطن سے بعد موت یزدگرد ذاہب الشق پیدا ہوا۔ چونکہ قتل کے بعد یزدگرد پیدا ہوا تھا اسی وجہ سے مخدج کے نام سے موسوم ہوا۔ پھر اس کی اولاد خراسان میں پیدا ہوئی۔ قتیبہ نے ان دونوں عورتوں کو جو اس کی نسل سے تھیں حجاج کے پاس بھیجا اور حجاج نے دونوں یا ان میں سے ایک کو ولید کے پاس بھیج دیا جس کے بطن سے یزید ناقص بن ولید پیدا ہوا۔

ترکوں کی یورش: ترک اور خزر کا یہ اعتقاد تھا کہ مسلمانوں کو کوئی شخص نہیں مار سکتا اور یہ اعتقاد اس وجہ سے پیدا ہوا تھا کہ اس سے پیشتر جن لڑائیوں میں مسلمانوں کا ان سے مقابلہ ہوا تھا۔ ان میں مسلمانوں میں سے ایک شخص بھی معرکہ جنگ میں نہیں مارا گیا تھا۔ ترکوں میں اس کی بابت مشورہ ہوا اور بہ خیال تجربہ کمین گاہ میں چھپ کر بیٹھے اتفاق سے یہ تدبیر ان کی کارگر ہوئی دو ایک مسلمان اس حکمت عملی سے مارے گئے۔ ترکوں کو اس سے ایک جوش پیدا ہو گیا گئی ہوئی قوت پھر عود کر آئی۔ مسلمانوں کے مقابلے ومقاتلے پر جری ہو گئے ان دنوں عبدالرحمٰن بن ربیعہ حدود دارمینیہ پر باب تک حکمرانی کر رہا تھا اس نے اپنی طرف سے بہ منظوری دارالخلافت سراقہ بن عمرو کو مقرر کیا تھا۔ بلاخزر پر یہ اکثر فوج کشی کرتے تھے‘ چنانچہ زمانہ خلافت عثمان بن عفانؓ ۳۲ھ میں بھی حسب دستور سابق بلنجر پر چڑھائی کی۔ امیر المومنین عثمان نے ان کو اس فوج کشی سے روکا لیکن وہ جوشِ مردانگی میں بڑھتے چلے گئے واپس نہ ہوئے۔ ترکوں میں واقعہ گزشتہ سے گونہ دلیری پیدا ہو گئی تھی۔ نہایت تیزی اور سختی سے لڑائی شروع ہوئی۔ عبدالرحمٰن بن ربیعہ شہید ہو گئے جیسا کہ آئندہ بیان کیا جائے گا۔

کوفیوں اور شامیوں میں تکرار: شہادت کے بعد عبدالرحمٰن بن ربیعہ کے اسلامی لشکر دو گروہوں پر منقسم ہو گیا۔ ایک گروہ باب کی جانب گیا۔ اثناء راہ میں سلمان بن ربیعہ پر ملاقات ہو گئی جس کی وجہ سے یہ بچ گیا ان کو سعید بن العاص نے حسب الحکم امیر المومنین عثمانؓ کوفہ سے مسلمانوں کی امداد پر روانہ کیا تھا دوسرے گروہ نے جیلان وجرجان کا راستہ اختیار کیا اس گروہ میں سلمان فارسی اور ابو ہریرہ بھی تھے۔ اس کے بعد سعید بن العاص نے سلمان بن ربیعہ کو بجائے اس کے بھائی کے‘ باب کا والی مقرر کیا اور ان کے ہمراہ ایک لشکر اہل کوفہ کا روانہ کیا۔ جس کے سردار حذیفہ بن الیمان تھے۔ ان کی کمک پر امیر المومنین عثمانؓ نے شام کا لشکر بسر کردگی حبیب بن مسلمہ روانہ فرمایا۔ سلمان بن ربیعہ کل عساکر اسلامی کے سردار مقرر کئے گئے جس وقت یہ دونوں لشکر یکجا ہوئے کوفیوں اور شامیوں میں جھگڑا ہو گیا۔ حبیب بن سلمان کی امارت سے انکار کیا گیا۔ یہ پہلی مخالفت تھی جو لشکر کوفہ وشام میں واقع ہوئی۔ اس واقعہ کے بعد حذیفہ متواتر تین لڑائیاں لڑے۔ آخری لڑائی زمانہ شہادت امیر المومنین عثمانؓ میں ہوئی۔

قارن کا خروج: ۳۲ھ کے آخر میں خراسان پر ترکوں نے پھر یورش کی۔ اہل بادغیس‘ ہرات اور قوہستان نے ان کا ساتھ دیا۔ چالیس ہزار کی جمعیت سے قارن بادشاہ ترک خراسان کی طرف بڑھا۔ خراسان میں ان دنوں قیس بن الہثیم سلمی عہدہ گورنری پر تھے ان کو ابن عامر نے اس زمانہ میں مقرر کیا تھا جب کہ وہ حج کو جا رہے تھے۔ ان کے ہمراہ قیس کے چچازاد بھائی عبداللہ بن حازم بھی تھے۔ انہوں نے ابن عامر سے درخواست کی کہ ”مجھ کو یہ لکھ دو کہ جب خراسان سے قیس علیحدہ ہوں تو میں اس کا گورنر ہوں“۔ ابن عامر نے اس کی درخواست کے مطابق یہ عہد نامہ لکھ دیا۔ پس جب ترکی فوجیں اطراف

خراسان میں آ گئیں تو قیس نے عبداللہ بن حازم سے کہا تمہاری کیا رائے ہے؟ جواب دیا ''میرے نزدیک آپ خراسان سے سبک دوش ہو کر چلے جایئے کیونکہ میں اس کا امیر ہوں''۔ ابن عامر نے اس کی امارت کی سند مجھے عطا کی ہے''۔ عبداللہ بن حازم نے یہ کہہ کر ابن عامر کا لکھا ہوا پروانہ دکھایا۔ قیس خاموش ہو کر ابن عامر کے پاس چلے آئے۔ بعض مؤرخ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن حازم نے مشورہ دیا تھا کہ ترکوں کا لشکر زیادہ ہے اور ہم لوگ تھوڑے ہیں بہتر ہو گا کہ تم خود ابن عامر کے پاس بغرض استعداد چلے آؤ۔ جب قیس روانہ ہوئے تو عبداللہ بن حازم نے اپنی سند دکھلائی جس میں لکھا تھا کہ بحالت غیر موجودگی قیس، عبداللہ بن حازم امیر خراسان سمجھے جائیں۔

قارن کی شکست و خاتمہ: عبداللہ بن حازم نے چار ہزار فوج لے کر ترکوں کا مقابلہ کیا۔ جب دونوں لشکروں کی ایک کھلے میدان میں مڈبھیڑ ہوئی تو عبداللہ بن حازم نے کچھ سوچتے ہوئے آدمیوں کا ایک سریہ مرتب کر کے ترکوں پر شب کے وقت حملہ کا ارادہ کیا اور بقیہ لشکر کو حکم دیا کہ نیزوں پر کپڑا لپیٹ کر تیل سے تر کر کے روشن کر لیں۔ ترکوں نے چاروں طرف مشعلیں روشن دیکھ کر ہمت ہار دی۔ ابن حازم نے ان کو ہر طرف سے گھیر کر لڑائی شروع کر دی۔ قارن بادشاہ ترک مارا گیا۔ ترکی فوجیں میدان جنگ سے بھاگ کھڑی ہوئیں۔ عساکر اسلامی نے تعاقب کیا۔ سینکڑوں، ہزاروں کو قتل و قید کیا۔ فتح یابی کے بعد ابن حازم نے ابن عامر کے پاس مژدۂ فتح بھیجا۔ ابن عامر خوش ہو گئے اور خراسان کی حکومت پر ابن حازم کو بحال رکھا یہاں تک کہ واقعہ جمل پیش آیا۔ اس زمانہ میں ابن حازم بصرہ چلے آئے اور اہل بصرہ ابن حازم کی لڑائی کے بعد بلادِ خراسان میں اپنے مخالفوں سے برابر جنگ و جدال کرتے رہے اور بغاوت کے فرو کرنے کو اپنا مذہبی شعار سمجھتے رہے۔

باب : ۱۸

فتنہ اور بغاوت

سابقین اوّلین اور متاخرین مسلمان: جس وقت اللہ جل شانہ نے مسلمانوں کو کامل فتح عنایت فرمائی اور ملت اسلامیہ کے قبضہ میں اکثر ممالک آ گئے۔ اس وقت اہل عرب نے ان لوگوں میں جو بصرہ' کوفہ' شام اور مصر میں رہتے تھے بود و باش اختیار کر لی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شرف صحبت سے ممتاز اور ان کے پورے پورے مقلد اور مسلمانوں کے ہادی' مہاجرین' انصار' قریش اور اہل حجاز تھے۔ یہی لوگ اس دولت عظمیٰ سے سرفراز ہوئے تھے۔ باقی عرب بنی بکر بن وائل' عبدالقیس' ربیعہ' ازد' کندہ' تمیم' اور قضاعہ وغیرہ اس عزت و شرف سے ممتاز نہ تھے' ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس صحبت نصیب نہیں ہوئی تھی اور اگر کسی کو ان میں سے کچھ صحبت نصیب بھی ہوئی تھی تو نہایت مختصر۔ مگر فتوحات میں انہیں کا زیادہ حصہ تھا۔ اسی وجہ سے وہ اپنے کو سابقین صحابہ کرام سے افضل اور اپنے حقوق کو فائق سمجھتے تھے۔

صحابہ کبار کی برتری کا احساس: عام لشکر کشی کے زمانے میں انہیں اس کا چنداں احساس نہ ہوا۔ لیکن فتوحات و کامیابی حاصل ہونے کے بعد جب مصلحتاً سلسلہ فتوحات کو روکنا پڑا تو وہ اس امر کو محسوس کر کے کہ ان پر مہاجرین' انصار' قریش اور ان کے علاوہ اور قبائل کے لوگ حکومت کر رہے ہیں دل ہی دل میں کشیدہ ہونے لگے۔ اتنے میں امیر المومنین عثمانؓ کا آخری زمانۂ خلافت آ گیا۔ پس ان لوگوں نے زبان طعن و تشنیع والیان ممالک اسلامیہ پر کھول دی۔ امیر المومنین عثمانؓ کے تعمیل احکام میں سستی کرنے لگے اور ان کے انتظامات پر حرف گیری کرنے لگے۔ کبھی کسی گورنر کی تبدیلی کی درخواست کرتے اور کبھی کسی عامل کی معزولی کی التجا کرتے غرض ہر طرح سے امیر المومنین عثمانؓ کی رائے کی مخالفت پر تل گئے۔

تحقیقاتی کمیشن: ان سرگوشیوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ ذوالنورینؓ کے متعین کی طرف سے بددلی پیدا ہوگئی۔ گورنران کے صوبہ جات پر ظلم اور بے جا کارروائیوں کے الزامات قائم ہونے لگے زیادہ زمانہ گزرنے نہ پایا تھا کہ مدینہ میں صحابہ کے کانوں تک بھی یہ باتیں پہنچ گئیں جس سے وہ لوگ بھی مشکوک و مشتبہ ہو گئے اور اکثر در پردہ اور کبھی کسی وقت علانیہ امیر المومنین حضرت عثمانؓ کے امراء کی معزولیت کی نسبت گفتگو کرنے لگے۔ صحابہ نے حضرت عثمانؓ کو اس امر پر مجبور کیا کہ مختلف ممالک کے امراء کے پاس آدمیوں کو بھیج کر ان کے صحیح حالات دریافت کرائیں۔ چنانچہ محمد بن مسلمہ کوفہ کی طرف' اسامہؓ بن زید بصرہ کی طرف'

عبداللہ بن عمرؓ شام کی طرف، عمار بن یاسر مصر کی طرف روانہ ہو گئے۔ علاوہ ان کے اور لوگ بھی دریافت حال کی غرض سے مختلف شہروں میں بھیجے گئے۔ سب نے واپس ہو کر بیان کیا کہ ہم نے نہ تو کوئی کاروائی خلاف شرع اعمال کی دیکھی ہے اور نہ عوام الناس میں کسی قسم کا چرچا سنا لیکن عمار بن یاسر کو بعض مفسدہ پرداز گروہ نے اپنی طرف مائل کر لیا اور بحکمتِ عملی اپنا ہم نوا بنا لیا۔

عبداللہ بن سبا کا ظہور: مفسدہ پردازوں میں نمایاں عبداللہ بن سبا معروف بہ ابن السوداء تھا۔ جو اس سے پیشتر یہودی مذہب رکھتا تھا اور زمانہ خلافت امیر المومنین عثمانؓ میں مدینہ آ کر بطمع مال و زر ایمان لایا مگر سچا و پکا دین دار نہ ہوا۔ اہل بیت کی محبت کی آڑ میں لوگوں کو امیر المومنین عثمانؓ اور شیخین رضی اللہ عنہم کے خلافت اکساتا اور ان حضرات کے خلاف بہتان تراشتا رہا۔ اہل بصرہ اس خباثت سے مطلع ہوئے تو انہوں نے عبداللہ کو نکال باہر کیا۔ کوفہ پہنچا جب وہاں سے بھی شہر بدر کیا گیا۔ شام آیا اور شام سے شہر بدر ہو کر مصر پہنچا۔ امیر المومنین حضرت عثمانؓ پر اکثر طعن و تشنیع کرتا اور خفیہ طور سے اہل بیت کی دعوت دیتا اور کہتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پھر واپس آئیں گے۔ جیسا کہ عیسیٰ ابن مریم واپس آئیں گے اور علیؓ ابن ابی طالب وصی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ عثمانؓ اور ان کے پہلے ابوبکرؓ اور عمرؓ نے جبراً و غصباً بغیر کسی استحقاق کے خلافت حاصل کی۔ غرض لوگوں کو اسی قسم کی تعلیم دیتا اور امیر المومنین حضرت عثمانؓ اور ان کے اعمال کے خلاف برانگیختہ کرتا یہاں تک کہ بعض بعض شہروں میں اکثر عوام الناس ان باتوں کی طرف مائل ہو گئے اور باہم اس کی بابت خط و کتابت ہونے لگی اسی گروہ کے ساتھ خالد بن ملجم، سودان بن حمران اور کنانہ بن بشر تھے پس ان لوگوں نے عمار کو مدینہ جانے سے روک دیا۔

حضرت ابوذرؓ اور عبداللہ بن سبا: منجملہ ان امور کے جن سے لوگوں کو امیر المومنین حضرت عثمانؓ سے کشیدگی پیدا ہوئی۔ ابوذر کا[1] شام سے اور پھر مدینہ سے زبدہ کی طرف شہر بدر کرنا تھا۔ ابوذرؓ ورع و تقویٰ اعتدال سے زیادہ تھا لوگوں سے دینی اور دنیاوی امور میں سختی سے پیش آتے تھے۔ ان کا قول تھا کہ کسی شخص کے پاس ایک دن سے زیادہ کھانا نہ ہونا چاہئے اور جو شخص اس سے زیادہ مال اپنے پاس رکھے گا وہ قیامت کے دن حسب وعید قرآن مجید: ﴿الذین یکنزون الذھب وَ الفضۃَ وَلاَ ینفقونھا فی سبیل اللّٰہ فبشرھُم بعذاب علیم﴾[2] عذاب الٰہی میں گرفتار ہو گا۔ اس اثناء میں ابن سبا شام میں آ گیا اور ابوذرؓ کا یہ رنگ دیکھ کر ان پر یہ روغن قاز ملا کہ ''معاویہ مسلمانوں کے مال و اسباب سے اپنا گھر بھر رہے ہیں اور جو مال مسلمانوں کا بیت المقدس میں ہے اس کو اللہ کا مال بتلاتے ہیں اس سے مقصود ان کا یہ ہے کہ مسلمانوں کا حق اس مال پر سے

---

[1] ابوذر کا اخراج شام و مدینہ سے زبدہ کی طرف ۳۰ھ میں ہوا تھا۔ لوگوں کا یہ خیال کرنا کہ معاویہ نے شام سے اور امیر المومنین عثمانؓ نے مدینہ سے ابوذرؓ کو بلا کسی سبب سے نکال دیا تھا محض بے اصل و بے بنیاد ہے اولاً کتب تواریخ و نقل ثقافت اس کی شہادت نہیں دیتیں ثانیاً بفرض تقدیر اگر یہ واقعہ صحیح مان بھی لیا جائے تو عثمانؓ بن عفان مسلمانوں کے امیر و امام تھے ان کو یہ حق حاصل تھا کہ مسلمانوں کو ادب سکھاتے تو ایسے واقعات کو امام کے حق میں طعن و تشنیع کا سبب ٹھہرا لینا نہایت نازیبا ہے۔

[2] جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اس کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ہیں تو (اے رسولؐ) ان کو دردناک عذاب کی بشارت دے دیجئے۔

ختم کر دیں تا کہ بے فکری کے ساتھ اس کو اپنے تصرف میں لائیں''۔ ابوذرؓ یہ سبق حاصل کر کے معاویہ کے پاس آئے اور یہ اعتراض پیش کیا۔ معاویہ نے کہا آئندہ میں مال المسلمین ہی کہوں گا لیکن بایں ہمہ ابوذر' ابن سبا کے فریب میں آ کر امیر معاویہ کے خلاف لب کشائی کرتے رہے۔ پھر ابن سباء ابوالدرداء اور عبادۃ بن الصامت کے پاس آیا اور ان سے بھی وہی گفتگو کی۔ ابوالدرداء نے ڈانٹ کو اپنے پاس سے نکال دیا۔ عبادۃ بن الصامت اس کو پکڑے ہوئے معاویہ کے پاس لائے اور کہا ''واللہ اسی شخص نے ابوذرؓ کو تمہاری مخالفت پر آمادہ کیا ہے اور ان کو تمہارے پاس بھیجا ہے''۔

حضرت ابوذرؓ کی طلبی: رفتہ رفتہ جب لوگوں نے ابوذر کی شکایتیں کرنا شروع کیں تو معاویہ نے امیر المومنین عثمانؓ کی خدمت میں ان کی شکایت لکھ بھیجی۔ امیر المومنین عثمانؓ نے ان کو طلب کر کے اہل شام کی شکایت کی وجہ دریافت فرمائی۔ ابوذر نے واقعات بتلائے۔ فرمایا ''اے ابوذر! یہ بالکل ناممکن ہے کہ عوام الناس کو زہد و ورع کا اس سختی کے ساتھ پابند کیا جائے ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ شریعت عزا کے خلاف وہ کوئی کام نہ کرنے پائیں اور میں ان کو حتی الامکان صراط مستقیم پر چلنے کی ہدایت کروں گا''۔ ابوذرؓ نے کہا واللہ میں امراء اور دولت مندوں سے اس وقت تک راضی نہ ہوں گا' جب تک وہ اپنے مال و اسباب کو اپنے پڑوسیوں' اعزہ' اقارب دوستوں پر وقف نہ کر دیں''۔ کعب احبار بول اٹھے ''جس نے اپنے فرائض ادا کر دیئے اس نے گویا کل حقوق اللہ کے ادا کر دیئے''۔ ابوذر نے لپک کر کعب کو مارا اور سخت وسست کلمات سے مخاطب کر کے کہا ''اے یہودی کے بچے تو اور اس مسئلہ میں گفتگو کرتا ہے؟'' امیر المومنین عثمانؓ کو ابوذر کی یہ زیادتی سخت ناگوار گزری۔ لیکن علم وحیا سے کچھ نہ بولے کعب احبار نے امیر المومنین عثمان کو خجل دیکھ کر ابوذر کی حرکات سے درگزر کیا۔

حضرت ابوذرؓ کو زبدہ جانے کی اجازت: اس کے بعد ابوذر نے امیر المومنین عثمانؓ سے مدینہ سے چلنے جانے کی اجازت طلب کی اور یہ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس وقت مدینہ سے چلے جانے کا حکم دیا ہے جس وقت تعمیر مکانات سلع تک پہنچ جائے امیر المومنین حضرت عثمانؓ نے اجازت دے دی اور ساتھ ہی اس کے ایک اونٹ اور دو خدمت گار مرحمت فرمائے اور وظیفہ مقرر کر دیا۔ ابوذر نے زبدہ میں پہنچ کر ایک مسجد بنائی اور وہیں رہنے لگے۔

افریقہ کے خمس کا واقعہ: امیر المومنین عثمانؓ کے مخالفوں نے ایک یہ الزام بھی قائم کیا تھا کہ آپ نے مروان کو افریقہ کا خمس دے دیا ہے اور صحیح یہ ہے کہ مروان نے اس کو پانچ لاکھ کی قیمت دے کر خرید لیا تھا اور امیر المومنین عثمانؓ نے قیمت وصول کر کے بیت المال میں جمع کرا دی تھی۔

منیٰ میں زائد رکعت پڑھنے کا الزام: منجملہ ان امور کے جن سے مخالفوں کو موقع عہد شکنی اور مخالفت کا ملا یہ بھی تھا کہ امیر المومنین عثمانؓ نے ایک اذان[1] جمعہ میں زیادہ کر دی تھی اور منیٰ و عرفہ میں[2] پوری نماز پڑھی تھی۔ حالانکہ رسول اللہ صلی

---

[1] یہ واقعہ ۳۰ھ کا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور شیخین کے عہد خلافت میں خطبے کے وقت ایک ہی اذان ہوتی تھی۔ حضرت عثمان نے اپنے عہد خلافت میں آدمیوں کی کثرت کی وجہ سے قبل خطبہ کے مقام زوراء میں ایک اذان کا اضافہ کر دیا۔

[2] یہ واقعہ ۲۹ھ کا ہے۔ اس سنہ میں امیر المومنین حضرت عثمانؓ حج کو گئے اور مقام منیٰ میں خیمہ نصب کرایا یہ پہلا خیمہ تھا جو اسلام میں مقام منیٰ میں نصب کیا گیا۔ اس واقعہ سے لوگوں نے کھلم کھلا امیر المومنین عثمانؓ پر حرف گیری کرنی شروع کی۔

اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک اور عہد شیخین (رضی اللہ عنہما) کے دورِ خلافت میں نماز قصر کی جاتی تھی۔ عبدالرحمٰن بن عوف نے اعتراض کیا اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور شیخین کے فعلوں کو بطور حجت پیش کیا۔ امیر المومنین حضرت عثمان نے جواب دیا یمن کے بعض حاجیوں کو میرے دو رکعت نماز پڑھنے سے غلط فہمی پیدا ہو گئی ہے وہ یہ سمجھتے ہیں کہ مقیم کی نماز بھی یہاں پر دو ہی رکعتیں ہیں اس وجہ سے میں نے چار رکعتیں پڑھی ہیں۔ علاوہ برایں مکہ میں میرے اہل و عیال اور طائف میں میرا مال ہے میں مقیم کے حکم میں ہوں۔ عبدالرحمٰن نے کہا یہ عذر قابل پذیرائی نہیں ہے تمہاری بیوی مکہ میں ہے وہ تمہارے قیام سے مقیم نہیں ہوئی اور اگر سفر کرو گے تو وہ سفر کرے گی اور جو تمہارا مال طائف میں ہے یہاں سے طائف تین شبوں کی مسافت پر ہے اور جس مسافت پر قصر لازم آتا ہے اس سے یہ زیادہ ہے۔ باقی رہی حجاج یمن کی حجت، پس انہوں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ اور آپ کے بعد شیخین کے دورِ خلافت میں یہاں پر قصر کیا ہے اور اسلام کی تکمیل اسی زمانہ میں ہو چکی ہے۔ امیر المومنین عثمان نے کہا میری یہی رائے ہے اور میرے نزدیک یہی مناسب ہے۔ پس صحابہ کرام میں سے بعض بزرگوں نے امیر المومنین عثمانؓ کی اتباع کی اور بعض نے مخالفت[1] کی۔

رسول اکرمؐ کی انگشتری: منجملہ ان امور کے جن سے لوگوں کے قلوب پر خاش پر مائل ہوئے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی انگشتری[2] کا امیر المومنین عثمانؓ کے ہاتھ سے چاہ اریس میں جو مدینہ سے دو میل کے فاصلہ پر تھا گر جانا تھا بہت تلاش کیا گیا لیکن انگوٹھی نہ ملی۔

کوفہ میں حضرت عثمان کی مخالفت: وہ حوادث جو امیر المومنین عثمانؓ کے دورِ خلافت میں واقع ہوئے۔ ان میں سے اک ولید بن عقبہ کا واقعہ تھا جس کو آپ اوپر پڑھ آئے ہیں کہ ان کو بہ جرم شراب خواری معزول کر کے بجائے ان کے سعید بن العاص کو مامور فرمایا۔ دوسرا واقعہ یہ پیش آیا کہ سعید نے کوفہ میں پہنچ کر رؤسا شہر اور اہل قادسیہ سے بے حد مراسم بڑھائے۔ سعید نے یہاں مالک بن کعب ارجی، اسود بن یزید، علقمہ بن قیس نخعی، ثابت بن قیس ہمدانی، جنب ابن زہیر غامدی، حنب بن

---

[1] عبدالرحمٰن بن عوف یہ جواب پا کر "میری رائے یہی ہے اور میں یہی مناسب سمجھتا ہوں"۔ امیر المومنین عثمانؓ کے پاس سے باہر آئے اتفاق سے ابن مسعود مل گئے۔ دریافت کیا عبدالرحمٰن نے جواب دیا "جو تم جانتے ہو اور جو دیکھا ہے اس پر عمل کرو" یعنی دو رکعتیں پڑھو۔ ابن مسعود نے کہا "امیر کی رائے کے خلاف کرنا شر ہے میں نے تو اپنے ہمراہیوں کے ساتھ چار رکعتیں پڑھی ہیں۔ عبدالرحمٰن یہ سن کر بولے میں نے تو دو ہی رکعتیں پڑھی تھیں لیکن اب چار پڑھوں گا"۔

[2] جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملوک عجم کو دعوت اسلام کا خط لکھنے لگے تو لوگوں نے سفارش کی کہ ملوک عجم کسی خط کو جب تک اس پر مہر نہ ہو قبول نہیں کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوہے کی انگوٹھی بنوا کر انگلی میں پہن لی، جبرائیل امین آئے اور لوہے کی انگوٹھی پہننے سے منع کیا۔ تب آپ نے تانبے کی انگوٹھی بنوائی اس کے ساتھ بھی یہی معاملہ پیش آیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی۔ اس کا نقش تین سطروں میں تھا پہلی سطر میں محمدؐ لکھا ہوا تھا۔ دوسری سطر میں رسول اور تیسری سطر میں اللہ لکھا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تا زمانۂ وفات اسی سے مہر کرتے رہے۔ آپ کے بعد ابوبکر صدیق پھر عمر فاروق مہر کرتے رہے یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ بعدہ عثمان بن عفان کے ہاتھ میں یہ انگوٹھی آئی اور چھ برس تک ان کے ہاتھ میں رہی اور یہ اس سے مہر کرتے رہے۔ ۳۰ھ میں چاہ اریس جب کھودا جا رہا تھا اس کے کنارے پر کھڑے ہوئے عثمانؓ بن عفان انگوٹھی انگلی سے نکال اور پہن رہے تھے کہ اتفاق سے چھٹ کر کنویں میں گر پڑی۔

کعب ازدی عروہ بن الجعد' عمرو بن الحمق خزاعی' صعصعہ وزید پسران صوحان' ابن الکوا' کمیل بن زیاد' عمیر بن ضابی اور طلیحہ بن خویلد وغیرہ کی آمد و شد شروع ہوئی۔ رات کو صحبت گرم ہوا کرتی ہنسی مذاق اور لطیفہ گوئی ہوتی۔ کبھی عرب کے انساب اور اسلام کی ترقی وعروج کے تذکرے ہوتے' گاہ گاہ مذاق' مذاق میں نوبت طعن و تشنیع اور سخت کلامی کی پہنچ جاتی تھی۔ ایک روز سعید نے کہا: ھذا السواد بستان قریش. اشتر نے جواب دیا: ''جس سواد کو اللہ تعالیٰ نے ہماری تلواروں کے زور سے فتح کیا ہے تم اس کو اپنا اور اپنی قوم کا بستان خیال کرتے ہو'' اشتر کے اس' جواب سے حاضرین برافروختہ ہو گئے۔ شور وغل بڑھا' عبدالرحمٰن اسدی (سعید بن العاص کا افسر اعلیٰ پولیس) نے لوگوں کو شور وغل مچانے اور لاحاصل تقریرین کرنے سے منع کیا لوگ اس پر ٹوٹ پڑے اور اس قدر مارا کہ وہ بے ہوش ہو گیا۔ اس واقعہ کے بعد سعید نے دربان مقرر کیا اور رات کی قصہ وحکایات کی صحبت برخاست کر دی۔

مخالف گروہ کا کوفہ سے اخراج: لوگوں میں دربان مقرر کرنے اور تفریحی صحبت برخاست کرنے کی وجہ سے ناراضگی پیدا ہوئی۔ جہاں کہیں دو چار آدمی یک جا ہوتے امیر المومنین عثمانؓ اور سعید کی برائیاں اور عیب جوئی کرتے۔ بازاریوں اور عوام کا ایک گروہ ان کے پاس جمع ہو جایا کرتا۔ سعید اور اکثر اہل کوفہ نے اس گروہ کے اخراج (شہر بدر) کرنے کی بابت امیر المومنین عثمانؓ کو لکھا حکم آیا ''ان لوگوں کو معاویہ کے پاس شام بھیج دو'' اور معاویہؓ کو لکھا ''چند لوگ جو فتنہ وفساد کے لئے مخلوق ہوئے ہیں تمہارے پاس بھیجے جاتے ہیں تم ان کی نگرانی اور اصلاح کرو پس اگر وہ اصلاح پذیر ہو جائیں تو بہتر ہے ان کو اپنے پاس رکھ لو اور اگر وہ تم کو عاجز کر دیں تو ان کو میرے پاس بھیج دینا''۔

امیر معاویہ اور صعصعہ میں تلخ کلامی: معاویہ نے ان لوگوں کو عزت واحترام کے ساتھ ٹھہرایا۔ جو وظائف اور تنخواہیں ان کو عراق میں ملتی تھیں وہی بدستور جاری رکھیں اپنے ساتھ دسترخوان پر کھانا کھلانے لگے ایک روز تذکرۃً معاویہ نے ان لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا ''تم لوگ شرفاء عرب ہو اور سمجھ دار و ذی ہوش ہو۔ اسلام کی وجہ سے تم کو شرافت حاصل ہوئی' بڑے بڑے گردن کشوں پر تم غالب آئے ان کے ملکوں پر قابض ہوئے میں نے سنا ہے کہ تم لوگ قریش پر الزام لگاتے ہو؟ اگر قریش نہ ہوتے تو تم لوگ ذلیل وخوار رہتے یاد رکھو تمہارے آئمہ تمہارے سپر ہیں پس اپنے سپر کو توڑنے کی فکر نہ کرو اور بے شک تمہارے آئمہ تمہاری زیادتیوں کو برداشت اور تمہارے حقوق کو ادا کرتے ہیں واللہ اگر تم ان سے منحرف ہو جاؤ گے تو تم کو اللہ تعالیٰ ضرور کسی بلا میں مبتلا کر دے گا جس کو تم برداشت نہ کر سکو گے تم حالت حیات اور بعد وفات میں بھی ان کے شریک وسہیم ہو''۔ صعصعہ نے جواب دیا ''اے امیر! تم نے قریش کا جو ذکر کیا ہے تو وہ کسی زمانے میں بہ لحاظ مردم شاری ہم سے زیادہ نہ تھے اور نہ جاہلیت میں ان کا کوئی قابل لحاظ رعب وداب تھا جس سے تم ہم کو ڈراتے ہو اور جو تم نے یہ کہا کہ وہ تمہارے سپر ہیں تو جب سپر ٹوٹ جائے گی تو ہم خود سینہ سپر ہو جائیں گے''۔ معاویہ نے کہا ''اب میں نے تم کو پہچانا اور میں نے سمجھ لیا کہ تمہاری کم عقلی نے تم کو اس امر پر مغرور کیا ہے''۔

معاویہ اس قدر کہہ کر خاموش ہو رہے۔ لیکن صعصعہ ان کے تیور چڑھے دیکھ کر پھر بولے ''تو ان کا خطیب و پیشوا ہے' میں تجھ میں بھی عقل کا مادہ نہیں پاتا اور نہ تجھ میں اسلام کی محبت دیکھتا ہوں تو مجھے بتلا کہ تیری قوم کی شان کو کس نے بڑھایا؟ یہ تجھ کو معلوم نہ ہو گا لے تجھے میں بتلاتا ہوں کہ اسلام وجاہلیت میں دونوں زمانوں میں قریش کو عزت اللہ تعالیٰ نے دی تھی اور

یہ عزت کثرت اور قوت کی وجہ سے نہیں ہے۔ اللہ جل شانہ نے ان کو عزت وحرمت عنایت فرمائی' ان کو با مروت' صحیح النسب' ذی شعور پیدا کیا اور ان کو اپنے گھر کا مجاور اور اپنے حرم کا محافظ بنایا۔ پس کیا تمہارے ملک وقوم میں کوئی عربی' عجمی' سیاہ' سرخ ایسا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے یہ عزت مرحمت فرمائی ہو۔ جب تمام دنیا میں کفر والحاد پھیل گیا تو اللہ تعالیٰ نے قریش میں ایک نبیؐ معبوث کیا جس نے کفر و بت پرستی کی سیاہی دور کر کے توحید وحق پرستی کے نور سے دنیا کو روشن کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس پاک ومقدس نبیؐ کے لئے اصحاب جو منتخب فرمائے وہ بھی قریش ہی ہیں جس سے اسلام کی بنا مضبوط ہوئی اور بعد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے منصب خلافت سے وہ سرفراز ہوئے اور بے شک وہ اسی کے سزاوار اور لائق تھے تم لوگ بالکل بے عقل و بے شعور ہو۔

مخالف گروہ کی دمشق سے روانگی: معاویہ تقریر فرما کر خاموش ہو رہے۔ صعصعہ اور اس کے ہمراہی چلے آئے آمد و رفت بند کر دی۔ چند دنوں کے بعد معاویہؓ نے ان لوگوں کو بلایا اور سمجھایا جب راستی پر آتے نظر نہ آتے تو جھلا کر کہا تمہارا جہاں جی چاہے تم چلے جاؤ تمہاری ذات سے اللہ تعالیٰ نہ کسی کو نفع پہنچائے گا نہ نقصان اور اگر تم نجات کے خواہاں ہو تو جماعت کو نہ چھوڑو اور کفران نعمت نہ کرو میں تمہاری بابت امیر المومنین عثمانؓ کی خدمت میں یہ لکھوں گا۔ وہ لوگ یہ سن کر خاموش ہو رہے اور معاویہ نے امیر المومنین کی خدمت میں یہ رپورٹ بھیجی ''میرے پاس چند ایسے لوگ آئے ہیں جن میں نہ عقل ہے نہ ان کو دین کا پاس ہے۔ انصاف وحق سے ان کو کوئی سروکار نہیں ہے البتہ فتنہ پردازی اور حسد و بغض نے ان کو رنج میں ڈال رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو کسی بلا میں مبتلا کرنا چاہتا ہے سوائے فتنہ وفساد کے ان کا کوئی کام نہیں ہے ان سے نیکی کی امید کم اور برائی کا اندیشہ زیادہ ہے''۔

عبدالرحمٰن بن خالد کی سرزنش: یہ گروہ دمشق سے نکل کر بہ قصد جزیرہ روانہ ہوا۔ اثناء راہ میں حمص پڑتا تھا۔ عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید وہاں کے گورنر تھے انہوں نے ان کو اپنی مجلس میں بلایا اور ڈانٹ کر بولے ''اے شیطانی گروہ! تم کو چین و آرام کی صورت دیکھنا نصیب نہ ہو' شیطان تو خائب وخاسر ہو گیا ہے لیکن تم لوگ اس وقت اسی خواب وخیال میں ہو''۔ عبدالرحمٰن کا برا ہو اگر اس نے تمہاری سرکوبی نہ کی میں نہیں جانتا کہ تم عرب ہو یا عجم؟ ان لوگوں نے اس کا جواب کچھ نہ دیا۔ عبدالرحمٰن نے ان کو اپنے پاس ٹھہرایا اور ایسا سختی کا برتاؤ کیا کہ یہ لوگ مرعوب ہو کر کہنے لگے ہم اپنے افعال سے رجوع کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سامنے توبہ کرتے ہیں۔ اشتر امیر المومنین عثمانؓ کی خدمت میں تائب ہو کر حاضر ہوا۔ آپ نے دریافت کیا کہاں جانا چاہتے ہو؟ عرض کیا عبدالرحمٰن بن خالد کے پاس! حکم ہوا اچھا جاؤ۔ چنانچہ اشتر اس گروہ کی طرف پھر واپس آیا۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ گروہ پھر معاویہ کے پاس واپس آیا تھا معاویہ سے اور اس گروہ سے بحث ومباحثہ ہوا تھا۔ سخت کلامی ہوئی تھی۔ معاویہ نے ان کی شکایت لکھ بھیجی دار الخلافت سے حکم آیا ان لوگوں کو سعید کے پاس واپس کر دو۔ سعید بھی جب ان کے طعن وتشنیع سے تنگ اور ان کے مرعوب کرنے سے عاجز رہے تو امیر المومنین عثمانؓ سے شکایت کی آپ نے لکھ بھیجا کہ ان کو عبدالرحمٰن کے پاس بھیج دو پس عبدالرحمٰن نے ان کو زیر کیا جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں۔

بصرے کے واقعات: اسی زمانے میں بصرے[1] میں بھی اسی قسم کے طعن وتشنیع کا بازار گرم ہوا۔ عبداللہ بن سباء معروف

[1] بصرے میں شیعیت کی ابتداء عبداللہ بن سبا کے آنے سے ہوئی ابن اثیر نے لکھا ہے کہ عبداللہ بن سبا عبداللہ بن عامر کی امارت کے تیسرے برس بصرہ آیا تھا۔

یہ ابن السوداء (جس کا مختصر تذکرہ اوپر ہو چکا ہے اور جس نے بطمع مال و متاع یہودیت چھوڑ کر اسلام قبول کیا تھا) بصرے میں پہنچ کر حکیم بن جبلہ عبدی کے مکان پر مقیم ہوا۔ اہل بیت کی محبت کے پردے میں امیر المومنین عثمانؓ پر طعن و تشنیع کی تبلیغ شروع کی۔ جب حکیم بن جبلہ کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے عبداللہ بن سبا کو اپنے مکان سے نکال دیا۔ عبداللہ بن سبا بصرے سے نکل کر کوفہ آیا۔ اہل کوفہ نے بھی نکال دیا مصر کا راستہ لیا۔ مصر میں پہنچ کر اپنے احباب سے جو بصرہ و کوفہ میں تھے خط و کتابت کا سلسلہ شروع کیا اور اس طرح پوشیدہ پوشیدہ امراء و عمال امیر المومنین عثمانؓ پر طعن و تشنیع کو عام کرنے لگا۔

حمران بن ابان کی مخالفت: حمران بن ابان بھی امیر المومنین عثمانؓ پر زبان طعن و تشنیع کرتا تھا وجہ یہ تھی کہ حمران نے ایک عورت سے عدت میں نکاح کر لیا تھا۔ امیر المومنین عثمانؓ نے اس کے درے لگوائے اور بصرے کی طرف جلاوطن کر دیا۔ حمران نے بصرے میں پہنچ کر ابن عامر کی صحبت اختیار کی۔ ان دنوں بصرے میں عامر بن عبد قیس نامی ایک شخص زاہد تارک الدنیا رہتے تھے۔ حمران نے ابن عامر سے عامر زاہد کی شکایت کی لیکن کچھ پیش نہ گئی۔ بعد چندے امیر المومنین عثمانؓ نے حمران کو مدینہ میں آنے کی اجازت دے دی۔ چنانچہ یہ ایک گروہ کو اپنے ہمراہ لئے ہوئے مدینہ پہنچا اور دربار خلافت میں خواہ مخواہ عامر بن عبد قیس کی شکایت کرنے لگا کہ وہ نکاح کرنے کو ناجائز کہتا ہے۔ گوشت نہیں کھاتا' جمعہ میں نہیں آتا۔ امیر المومنین عثمانؓ نے عامر زاہد کو معاویہ کے پاس شام بھیج دیا۔ معاویہ نے عامر کو اپنے پاس ٹھہرایا یہاں تک کہ انہیں عامر کے پختہ خیالات اور عقائد معلوم ہو گئے اور دین داری ظاہر ہو گئی۔ معاویہ نے عامر کو بصرہ واپس جانے کی اجازت دے دی۔ عامر نے جانے سے انکار کر کے کہا ((لا ارجع الی بلد استحل اهله منی ما استحلوا)) اس کے بعد عامر نے سواد شام میں قیام اختیار کیا اور وہیں زمانہ وفات تک عبادت و ذکر الٰہی میں مصروف رہے۔

عمال و امرا کی مدینہ سے روانگی: جب چاروں طرف سے لوگوں نے امراء و عمال اور نیز امیر المومنین عثمان پر طعن و تشنیع کی زبان دراز ہونے لگی۔ تو ۳۴ھ میں سعید بن العاص اپنے متعلقہ صوبے کا انتظام کر کے امیر المومنین عثمان کی خدمت میں حاضری کے قصد سے مدینہ منورہ کو روانہ ہوئے۔ روانگی سے پہلے اشعث بن قیس کو آذربائیجان' سعید بن قیس کو رے کا' نسیر عجلی کو ہمدان کا' سایب بن اقرع کو اصفہان کا' مالک بن حبیب کو ماہ کا' حکیم بن سلامہ کو موصل کا' جریر بن عبداللہ کو قرقیسا کا سلمان بن ربیعہ کو باب کا اور عتبہ بن نہاش کو حلوان کا والی مقرر کیا۔ صیغۂ جنگ کے اختیارات قعقاع بن عمرو کو مرحمت کئے اس انتظام کے بعد یہ لوگ تو اپنے اپنے صوبہ کی طرف روانہ ہوئے اور سعید بن العاص نے کوفہ میں عمرو بن حرث کو اپنا نائب مقرر کر کے مدینہ منورہ کا راستہ لیا۔

یزید بن قیس کا خروج: جب کوفہ ان بزرگوں سے خالی ہو گیا۔ طعنہ زنوں اور حرف گیروں کی زبان طعن اور دراز ہو گئی۔ امیر المومنین عثمان اور ان کے گورنروں کو علانیہ سخت و سست کلمات کہنے لگے۔ یزید بن قیس نے بقصد خلع خلافت امیر المومنین عثمان خروج کیا اس کے ہمراہ ایک گروہ ان لوگوں کا تھا جو ابن سبا کا مقلد تھا اور خفیہ اس سے خط و کتابت کرتا تھا۔ قعقاع نے جلد پہنچ کر اس اٹھتے ہوئے طوفان کو فروغ کیا اور یزید کو گرفتار کر لیا۔ یزید نے معذرت کی ''میں نے کسی اور قصد

سے خروج نہیں کیا نہ میرا اور کچھ مقصد ہے مجھ کو اور میرے ہمراہیوں کو سعید سے کچھ شکایتیں پیدا ہو گئی ہیں''۔ قعقاع نے یہ سن کر چھوڑ دیا اس کے بعد یزید نے اس گروہ کو خط و کتابت کر کے بلا بھیجا۔ جو حمص میں عبدالرحمٰن بن خالد کے پاس تھا۔

اشتر کی فتنہ انگیزی: چنانچہ اشتر ان لوگوں کے ساتھ حمص سے کوفہ روانہ ہوا۔ کوفہ کے قریب پہنچ کر اپنے ہمراہیوں سے بظاہر علیحدہ ہو گیا اور ان سے پیشتر کوفہ میں داخل ہو کر جمعہ کے دن دروازۂ مسجد پر کھڑے ہو کر کہنے لگا ((جعتکم من عندامیر المومنین عثمان و ترکت سعیدا یرید علی نقصان نسائکم علی مائة درهم و ردوا ولی البلاء منکم الی الفین یزعم ان فیکم بستان قریش)) حاضرین مسجد اشتر کے اس فعل سے برہم ہو گئے بے عزتی سے پیش آئے۔ مسجد میں جو ذی ہوش اور صائب الرائے تھے انہوں نے اشتر کو تقریر کرنے سے روکا لیکن لا حاصل تھا۔ یزید نے باہر نکل کر پکار کر کہا ''جس کا جی چاہے سعید کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے کو یزید کے ساتھ اتفاق کرے'' اس آواز کو سنتے ہی عوام الناس کا ایک گروہ یزید کے ساتھ ہو گیا۔ سرداران کوفہ اور اہل الرائے نے ہر چند سمجھایا' وعظ و پند کیا لیکن ان میں سے ایک نے بھی سماعت نہ کی۔ سب کے سب یزید کے ہمراہ نکل کھڑے ہوئے۔ عمرو بن حریث منبر پر چڑھ گئے۔ حمد و نعت کے بعد لوگوں کو واپس آنے اور امیر کی اطاعت کرنے کی ہدایت کی۔ قعقاع نے کہا ''تم سیلاب کو جوش کی حالت میں روکنا چاہتے ہو' صبر کرو' یہ لوگ بغیر فساد کئے نہ رکیں گے''۔ عمرو بن حریث یہ سن کر اتر آئے بس اتنے عرصے میں جامع مسجد لوگوں سے خالی ہو گئی سوائے شرفاء و رؤسا کوفہ کے اور کوئی شخص عمرو بن حریث کے پاس نہ رہ گیا۔

واقعہ جرعہ: یزید بن قیس مع اپنے ہمراہیوں کے کوفہ سے روانہ ہو کر قادسیہ کے قریب مقام جرعہ میں سعید کو روکنے کی غرض سے آ ٹھہرا' سعید آ پہنچے یزید کے ہمراہیوں نے کہا ''لوٹ جاؤ' ہم کو تمہاری حاجت نہیں ہے''۔ سعید نے جواب دیا ''اس سخت کلامی کی کوئی ضرورت نہ تھی اس قدر کافی تھا کہ تم لوگ ایک آدمی امیر المومنین عثمانؓ کی خدمت میں اور ایک میرے پاس بھیج دیتے''۔ سعید کا غلام بول اٹھا ''یہ ممکن نہیں ہے کہ سعید واپس جائیں''۔ اشتر نے پاؤں پکڑ کر اونٹ پر سے اس کو کھینچ لیا اور ایک وار سے اس کا کام تمام کر کے کہا جاؤ عثمان سے کہہ دو کہ ابو موسیٰ کو بھیج دے۔ سعید الٹے پاؤں مدینہ منورہ واپس آئے اور امیر المومنین عثمانؓ نے اس وقت ابو موسیٰ اشعریؓ کو کوفہ کا والی مقرر کر کے روانہ کیا اور اہل کوفہ کو لکھا ''تم لوگ جس کو چاہتے تھے میں نے اسی کو تمہارا امیر مقرر کیا ہے تم لوگ سعید سے کشیدہ خاطر تھے اس کی امارت کو پسند نہیں کرتے تھے اس وجہ سے میں نے بجائے اس کے ابو موسیٰ اشعری کو روانہ کیا ہے۔ واللہ میں اپنے فرائض کو نہایت خوبی سے ادا کروں گا تمہاری زیادتیوں کو برداشت کرتا ہوا تمہاری اصلاح کی کوشش کروں گا''۔

حضرت ابو موسیٰ کا امارت کوفہ پر تقرر: ابو موسیٰ نے کوفہ میں پہنچ کر جمعہ کے دن منبر پر چڑھ کر خطبہ دیا ''جس میں مسلمانوں کو جماعت سے علیحدہ نہ ہونے اور امیر المومنین عثمان کی اطاعت کی تاکید کی''۔ لوگوں نے بسر و چشم قبول کیا۔ کوفہ کے قرب و جوار کے امراء واپس بلائے گئے اور ابو موسیٰ اشعریؓ امارت پر قائم رہے۔ بعض نے بیان کیا ہے کہ اہل کوفہ نے بالاتفاق یہ رائے قائم کی تھی کہ کسی شخص کو امیر المومنین عثمانؓ کے پاس بھیج کر ان کے عمال کی زیادتیوں کو ظاہر کرنا چاہیے۔

چنانچہ عامر بن عبداللہ تمیمی عنبری کو مدینہ منورہ روانہ کیا گیا۔ اس نے مسجد نبوی میں پہنچ کر امیر المومنین عثمانؓ کو مخاطب کر کے کہا'' اے عثمان! لوگوں نے تمہارے افعال پر حرف گیری شروع کی ہے تم نے بڑے ناجائز کام کئے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور توبہ کرو! امیر المومنین حضرت عثمان نے حاضرین کو مخاطب کر کے کہا تم لوگ اس کی غیر مہذب باتیں سنتے ہو؟ لوگ اس کو مہذب اور متشرع سمجھتے ہیں اور مجھ سے ایسی نا ملائم باتیں کہہ رہا ہے''۔ واللہ یہ اللہ تعالیٰ کو نہیں پہچانتا؟'' عامر بولا'' میں اللہ تعالیٰ کو پہچانتا ہوں بے شک اللہ تعالیٰ ظالموں پر قابو پانے والا ہے''۔

حضرت عثمانؓ کی عمال مشاورت: اس واقعہ کے بعد امیر المومنین عثمانؓ نے معاویہ' عبداللہ بن ابی سرح' سعید بن العاص' عبداللہ بن عامر' عمرو بن العاص کو مشورے کی غرض سے دارالخلافہ میں طلب کیا اور ان لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا تم لوگ میرے وزیر' میرے ناصح اور میرے معتمد علیہ ہو تم پر مجھے اطمینان ہے کہ تم لوگ نیک نیتی سے رائے دو گے؟ تم دیکھتے ہو لوگ طرح طرح کے الزامات مجھ پر قائم کرتے ہیں میرے گورنروں کی معزولی چاہتے ہیں اور جس امر کو وہ دوست رکھتے ہیں مجھے اس کا پابند اور اس پر مجبور کرتے ہیں۔ غور کر کے بتلاؤ کیا کیا جائے جس سے یہ یورش فرو ہو جائے''۔ ابن عامر نے کہا میرے نزدیک ان لوگوں کو جہاد میں مصروف کر دیجئے اگر یہ لوگ فارغ بیٹھیں گے تو طرح طرح کے خیالات پیدا کر کے آئے دن ایک نہ ایک فتنہ اٹھاتے رہیں گے'' سعید بولے'' مناسب یہ ہے کہ ان کے سرداروں کی موقع بہ موقع معقول گرفت کی جائے جب ان کے رؤسا متفرق ہو جائیں گے تو یہ لوگ بھی منتشر ہو جائیں گے''۔ امیر المومنین حضرت عثمان نے فرمایا'' یہ رائے ضرور مناسب ہے لیکن عمل درآمد مشکل ہے'' معاویہ بولے'' امیر المومنین! اس کام کو ہم لوگوں کے سپرد کر دیجئے شام کو ان لوگوں سے صاف کر دوں گا' آپ مدینہ کو سنبھالئے اور امراء اپنے اپنے مفوضہ صوبہ کو صاف کریں۔ عبداللہ نے کہا یہ لوگ طامع ہیں ان کو مال و زر دے کر اپنا بنا لیجئے اس سے زیادہ تالیف قلوب اور کسی صورت سے ممکن نہیں ہے''۔

عمال کی واپسی: امیر المومنین حضرت عثمانؓ نے ان لوگوں سے رائے لینے کے بعد سب کو واپس جانے کا حکم دیا اور ہدایت کی کہ'' لوگوں کو جہاد پر روانہ کرو تا کہ اس کی مصروفیت ان کو اور خیالات سے روک دے غرض سعید کوفہ کی طرف روانہ ہوئے۔ اہل کوفہ ان کی آمد سن کر روکنے کی غرض سے مقام جرعہ میں آ ٹھہرے۔ جب سعید اس مقام پر پہنچے تو اہل کوفہ نے ان کو مدینہ منورہ کی طرف واپس کر دیا۔ جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں۔ پس امیر المومنین عثمانؓ نے ابوموسیٰ کو کوفہ کا والی مقرر کیا اور حذیفہ کو باب پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔

عبداللہ بن سبا کے مقلدین: اس اثناء میں عبداللہ بن سبا کے مقلدین کل ممالک اسلامیہ میں منتشر ہو گئے۔ چاروں طرف علانیہ طعن و تشنیع کا بازار گرم ہو گیا۔ روزانہ اس کی خبریں مدینہ میں پہنچنے لگیں۔ مدینہ میں بھی سرگوشیاں شروع ہو گئیں۔ امیر المومنین حضرت عثمانؓ اور ان کے عمال پر زبان طعن و تشنیع دراز ہو گئی صحابہ کرام سے زید بن ثابت' ابواسد ساعدی' کعب بن مالک اور حسان بن ثابت (رضی اللہ عنہم) لوگوں کو طعن و تشنیع سے روکتے تھے لیکن اس سے کوئی فائدہ نہ تھا۔

حضرت علی کی تقریر: واقعہ جرعہ کے بعد ۳۴ھ میں علیؓ ابن ابی طالب مفسدہ پردازوں کے کہنے سے امیر المومنین عثمان کے

پاس گئے اور یہ تقریر کی:

((الناس ورائی و قد کلمونی فیک واللّٰہ ما ادری ما اقول لک و لا اعرف شیئاً تجهله و لا ادلک علی امر لا تعرفه انک لتعلم ما اعلم ما سبقناک الی شئی فنخبرک عنه و لا خلونا بشئی فنبلغکه و ما خصصنا بامر دونک و قد رایت و صحبت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم و سمعت منه ونیلت صهره و ما ابن قحافة باولی بالعمل منک بالحق و لا ابن الخطاب باولیٰ بشئی من الخیر منک و انت اقرب الیٰ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم و حما و لقد نلت من رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم نیالاه و ما سبقاک الیٰ شئی فاللّٰہ اللّٰہ فی نفسک فانک واللّٰہ ما تبصر من عمی و لا تعلم من جهالة و ان الطریق لواضح بین و ان اعلام الدین لقائمة اعلم یا عثمان ان افضل عباد اللّٰہ امام عادل هدی و اهدی فاقام سنة معلومة و امات بدعة متروکه فواللّٰہ ان کلا لبین و ان السنن لقائمة لها اعلام و ان شر الناس عنداللّٰہ امام جائر ضل و اضل فامات سنة معلومة و احیا بدعة متروکه و انی احذرک اللّٰہ و سطواته و نقماته فان عذابه شدید الیم و احذرک ان یکون امام هذه الامة الذی یقتل فیفتح علیها القتل و القتال الی یوم القیامة و یلبس امورها علیهما و یترکها شیعاً لا یبصرون الحق لعلوا الباطل یموجون فیها موجا و یمرجون فیها مرجاً))

''لوگ میرے پاس آئے اور تمہاری بابت انہوں نے مجھ سے گفتگو کی ہے۔ واللہ میں نہیں سمجھتا کہ تم سے کیا کہوں میں کسی ایسے امر کو نہیں جانتا جس کو تم نہ جانتے ہو اور نہ میں کسی ایسے امر کی تم کو ہدایت کر سکتا ہوں جس کو تم نہ سمجھتے ہو بے شک تم بھی وہ جانتے ہو جو میں جانتا ہوں۔ مجھ کو کسی امر میں تم سے سبقت حاصل نہیں ہوئی جس سے میں تم کو آگاہ کروں اور نہ کوئی چیز مجھ کو تنہا معلوم ہوئی ہے جس کو میں تم کو بتلاؤں اور نہ کوئی بات مجھ کو خاص طور پر بتلائی گئی ہے جو تم کو نہ بتلائی گئی ہو۔ تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے اور تم کو ان کی صحبت نصیب ہوئی ہے اور تم نے ان سے احادیث کی سماعت کی ہے اور تم کو ان کی دامادی کی عزت حاصل ہوئی ہے۔ ابن قحافہ تم سے عملاً اولیٰ نہ تھے اور نہ ابن الخطاب بھی تم سے نیکی میں بہتر نہ تھے اور تم از روئے قرابت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت قریب ہو اور تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو رشتہ داری نصیب ہوئی ہے وہ ان دونوں کو حاصل نہیں ہوئی اور نہ وہ دونوں کسی امر میں تم سے سبقت لے گئے ہیں اللہ کے واسطے تم اس معاملہ میں غور کرو واللہ تم بے بصیرت نہیں ہو اور نہ نا سمجھ و نادان ہو اور بے شک راستہ صاف واضح ظاہر ہے اور بے شک دین کی نشانیاں قائم ہیں۔ اے عثمان سمجھو! بے شک اللہ کے بندوں میں افضل امام عادل ہے جس نے خود ہدایت پائی اور دوسروں کو ہدایت دی۔ پس اس نے سنت معلومہ کو قائم اور بدعت متروکہ کو مردہ کیا۔ واللہ یہ دونوں امر کھلے ہوئے ہیں اور بے شک سنتیں قائم ہیں ان کے لئے نشانیاں ہیں اور بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک شریر آدمیوں سے امام ظالم ہے گمراہ ہوا اور گمراہ کیا پس مردہ کیا اس نے سنت معلوم کو اور زندہ کیا بدعت متروکہ کو اور میں تم کو اللہ تعالیٰ کی سطوت اور انتقام سے ڈراتا ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا عذاب نہایت شدید و دردناک ہے اور میں تم کو اس سے ڈراتا ہوں کہ تم اس امت کے امام مقتول ہو کہ تمہارے قتل سے اس پر قتل و

قتال کا دروازہ قیامت تک کے لئے کھل جائے گا اور اس پر اس کے واقعات ملتے ومشتبہ ہو جائیں گے اور ایک گروہ چھوڑ دیئے جائیں گے۔ جو حق کو بوجہ علو باطل نہ دیکھ سکیں گے اور اس مباحث میں خلط وملط بے حد ہوگا' اضطراب واختلاف اس میں پیدا ہوں گے۔

حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کی گفتگو: امیر المومنین عثمانؓ نے جواب دیا میں جانتا ہوں بے شک وہ لوگ یہی کہتے ہیں جو تم کہتے ہو واللہ اگر تم میری جگہ پر ہوتے تو میں تم کو قرابت داروں کے پاس ولحاظ کرنے پر کچھ بھی نہ کہتا۔ تمہیں بالتفصیل بتاتا ہوں اے علی! تم جانتے ہوں کہ مغیرہ کو عمر بن الخطاب نے مامور کیا تھا۔ علی نے جواب دیا ہاں! امیر المومنین حضرت عثمانؓ بولے پھر تم مجھے ابن عامر کے مامور کرنے پر کیوں ملامت کرتے ہو۔ علی ابن ابی طالبؓ نے کہا بے شک تم حق بجانب ہو لیکن عمر بن الخطاب اپنے عمال کے ساتھ بہت سختی کا برتاؤ کرتے تھے۔ ادنیٰ ادنیٰ غلطیوں پر سخت گوشمالی دیتے تھے اور تم نے اس قدر چشم پوشی کی ہے کہ تمہارے کام وقت پر انجام پذیر نہیں ہوتے۔ تم اپنے اعزا واقارب کے ساتھ نرمی کرتے ہو۔ امیر المومنین حضرت عثمانؓ نے کہا وہ لوگ میرے ہی عزیز واقارب نہیں ہیں تمہارے بھی عزیز ہیں۔ دیکھو معاویہ کو عمر بن الخطاب نے والی کیا تھا اگر میں نے اس کو بحال رکھا تو کیا جرم کیا؟ علی ابن ابی طالب نے جواب دیا اللہ تعالیٰ تم کو سمجھائے معاویہ عمر بن الخطاب سے اس قدر ڈرتا تھا کہ ان کا غلام یرقا بھی اس قدر نہ ڈرتا تھا اور تمہارے ساتھ جو معاویہ کا برتاؤ ہے تم پر خوب روشن ہے۔ امیر المومنین عثمان نے اس کو تسلیم کیا۔ پھر علی ابن ابی طالب بولے "معاویہ تمہاری بغیر اجازت جو چاہتا ہے کرتا ہے اور اس کو تمہاری طرف منسوب کر دیتا ہے اور تم سن کر خاموش رہ جاتے ہو۔ اس قدر گفتگو ہونے کے بعد امیر المومنین عثمان خاموش رہے علی ابن ابی طالب اٹھ کر چلے گئے۔ اس کے بعد ہی امیر المومنین عثمانؓ باہر تشریف لائے اور لوگوں کو مسجد میں جمع کر کے منبر پر چڑھ کر خطبہ دیا۔

(مترجم): میرے نزدیک اوپر کی طویل تقریر کے الفاظ جو علی ابن ابی طالب کی طرف منسوب کئے گئے ہیں ان کی زبان کے نہیں ہیں یا ایسے ہی بعض فقرات اس تقریر کے ایسے ہیں جس سے یہ خیال ہوتا ہے علی ابن طالب نے غالباً یہ نہیں فرمایا ہوگا کہ ابن قحافہ کو علی ابن طالب اور کل صحابہ کرام رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بعد سب سے افضل سمجھتے تھے اور ابن الخطاب کی بھی عزت وتوقیر سب لوگ کرتے تھے ان دونوں بزرگوں کی بوجہ عدم صہریت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مفضول علیہ ٹھہرانا اور یہ کہنا کہ وہ دونوں تم سے کسی بات میں نہیں بڑھے تھے۔ ایک ایسا مضمون ہے جس کو عقل سلیم علی ابن ابی طالب کی طرف ہرگز منسوب نہیں کر سکتی کوئی مسلمان علی وعثمان کی عزت یا افضلیت اس وجہ سے نہیں تسلیم کرتا کہ یہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد تھے بلکہ سابق الاسلام ہونے اور اعمال خیر کرنے اور جملہ مشاہد خیر میں حاضر ہونے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت جنت دینے کی وجہ سے عزت کرتے ہیں میرے خیال میں ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد ہونے کی وجہ سے افضل کہنا ان کی بے قدری اور کسر شان کرنا ہے۔

حضرت علیؓ کا مشورہ: بلوائیوں کا ایک گروہ علی ابن ابی طالب کے پاس گیا۔ امیر المومنین عثمانؓ کی شکایتیں کی۔ علی ابن ابی طالب ان لوگوں کی درخواست پر امیر المومنین عثمانؓ کے پاس گئے اور ان کے خیالات' شکایات اور اسباب مخالفت بیان کرتے ہوئے فاروق اعظمؓ کے طرزِ عمل اور سیاست ملکی اور عمال کے ساتھ سخت گیری ونرمی کے برتاؤں کو بتلایا۔ اس شورش

کے انجام اور آئندہ خطرات سے مطلع کیا امیر المومنین عثمانؓ نے جواب دیا ''مغیرہ بن شعبہ کو فاروق اعظمؓ نے والی بنایا تھا ہم نے بھی اس کو والی بنایا اور معاویہ کو بھی فاروق اعظم نے مامور کیا تھا ہم نے بھی ان کو بحال رکھا رہا ابن عامر! اس کا حال عزیز داری وقرابت کا تم جانتے ہو'' علی ابن ابی طالب نے کہا بے شک فاروق اعظمؓ نے ان لوگوں کو مامور کیا تھا لیکن فاروق اعظمؓ جس کو مقرر کرتے تھے اس کی تنبیہ وتادیب پر ہر وقت آمادہ رہتے تھے ذرا ذرا سی لغزش پر نہایت سختی کا برتاؤ کرتے تھے اور تم نرمی کا برتاؤ کرتے ہو۔ فاروق اعظمؓ کے عمال ان سے ان کے غلام یرقا سے زیادہ ڈرتے تھے اور معاویہ بلا تمہارے مشورے بلا اجازت جو چاہتا ہے کرتا ہے اور لطف یہ ہے کہ ان کاموں کو تمہاری طرف منسوب کرتا ہے اور تم اس کا کچھ خیال نہیں کرتے ہو'' تھوڑی دیر تک اسی قسم کی باتیں کر کے علی ابن ابی طالب اٹھ کر چلے آئے۔

حضرت عثمانؓ کا خطبہ: اس کے بعد ہی امیر المومنین عثمان بن عفان مسجد میں تشریف لائے اور لوگوں کو جمع کر کے خطبہ دیا جس میں مخالفین کے طعن وتشنیع کے جوابات دیئے اور یہ بھی فرمایا کہ تم لوگ میری نرمی اور ملاطفت کی وجہ سے جری ہو گئے ہو ایسی جرأت تم کو ابن الخطاب کے زمانہ خلافت میں نہیں ہوئی تھی تم کو مناسب ہے کہ تم لوگ اپنے خیالات کو تبدیل کرو اور اپنی رائے سے رجوع کر لو اور اپنے کاموں کو اپنے داروں پر چھوڑ دو جن کو میں نے مامور کیا ہے۔

تحقیقاتی کمیشن: جس وقت اطراف وجوانب ممالک میں امیر المومنین عثمان اور ان کے عمال پر طعن وتشنیع کا بازار گرم ہوا اور اس سلسلے میں مخالفین باہم خط وکتابت کرنے لگے اور ان واقعات کی پیہم خبریں دار الخلافت میں پہنچنے لگیں اس وقت اہل مدینہ جمع ہو کر امیر المومنین عثمان کے پاس آئے اور ان کو واقعات سے مطلع کیا لیکن ان کو اس سے ناواقف پایا۔ امیر المومنین عثمان نے کہا تم لوگ مسلمانوں کے رئیس اور باب شوریٰ ہو۔ تمہاری کیا رائے ہے؟ صحابہؓ نے کہا ''چند معتبر ومعتمد آدمیوں کو ممالک محروسہ اسلامیہ کی خبر لانے کے لئے روانہ کرو''۔ چنانچہ محمد بن مسلمہ کوفہ کی طرف' اسامہ بن زید بصرے کی طرف' عبداللہ بن عمرؓ شام کی طرف اور علاوہ ان کے اور لوگ بھی مختلف صوبوں کی طرف روانہ کئے گئے ان لوگوں نے واپس ہو کر بیان کیا کہ ہم نے نہ تو عمال ووالیان ملک کی کوئی برائی دیکھی اور نہ عوام وخواص کو ان کی شکایت کرتے ہوئے پایا۔ عمار بن یاسر جو مصر کی جانب روانہ ہوئے تھے دیر میں واپس ہوئے ان کو ابن سباء اور اس کے ہمراہیوں خالد بن ملجم' سودان بن حمران کنانہ بن بشر نے دم دے کر اپنی طرف مائل کر کے اپنا ہم صفیر بنا لیا تھا جیسا کہ آپ اوپر پڑھ آئے ہیں۔

اعلان عام: اس کے بعد امیر المومنین عثمان نے دو گشتی فرمان تمام ممالک محروسہ میں روانہ کئے ایک عام رعایا کے نام مضمون کا ''مجھے یہ اطلاع ہوئی ہے کہ میرے عمال سے عام رعایا کو کچھ نقصان پہنچا ہے۔ اس وجہ سے میں نے حکم دیا ہے کہ میرے کل عمال موسم حج میں آئیں پس جس شخص کو میرے عمال سے کچھ نقصان پہنچا ہو یا کسی کا کچھ حق کسی عامل پر ہو اس کو چاہئے کہ اس موقع پر آ کر اپنے حق کو مجھ سے یا میرے عمال سے لے۔ لیکن اس کی تصدیق کرائے' ثبوت دے ((فان اللہ یجزی المتصدقین)) اس خط کے پڑھنے سے لوگ رو پڑے اور امیر المومنین عثمانؓ کے حق میں دعا کرنے لگے۔

عمال کی طلبی: دوسرا فرمان عمال کے نام تھا ان لوگوں کو موسم حج میں طلب کیا تھا چنانچہ آئندہ موسم میں عبداللہ بن عامرؓ

عبداللہ بن ابی سرح‘ معاویہ بن ابی سفیان‘ سعید بن العاص اور عمرو بن العاص شریک حج ہوئے۔ امیر المومنین عثمان نے فرمایا ''افسوس ہے کہ تم لوگوں کی شکایتیں اور ایذا رسانی کی خبریں مجھ کو پہنچیں۔ واللہ مجھے اس امر کا خیال ہے کہ کہیں وہ لوگ سچے نہ نکل جائیں''۔ ان لوگوں نے عرض کی ''کیا آپ نے لوگوں کو اس امر کے دریافت کرنے کو نہیں بھیجا تھا؟ کیا ان لوگوں نے آپ سے کچھ ظاہر نہیں کیا؟ کیا آپ کے خبر رسانوں نے یہ نہیں بتایا کہ ہم نے عمال کی کوئی برائی نہیں دیکھی ہم لوگوں کی اس شکایت کی اطلاع تک نہیں ہے اور نہ اس کی کچھ اصلیت اور نہ آپ کو اس کا کچھ خیال کرنا چاہئے''۔ حاضرین اس شر و فساد کے فرو کرنے کی بابت مشورہ کرنے لگے اور ایک دوسرے کی مخالفت کرنے لگے۔ امیر المومنین عثمانؓ نے فرمایا یہ فتنہ ضرور ہونے والا ہے اور اس کا دروازہ عنقریب کھلا چاہتا ہے میں یہ نہیں چاہتا کہ مجھ پر کوئی الزام اس فتنے کی بابت باقی رہ جائے اللہ تعالیٰ اس کو خوب جانتا ہے کہ میں نے سوائے خیر کے لوگوں کے ساتھ کچھ نہیں کیا''۔ حاضرین یہ سن کر خاموش رہے کسی نے ذرہ بھر بھی کسی کی شکایت نہ پیش کی۔

صحابہ کبار کی مشاورت: حج سے فارغ ہو کر مدینہ میں آئے‘ علی‘ طلحہ اور زبیر کو بلوایا۔ معاویہ اس وقت موجود تھے۔ معاویہ نے کھڑے ہو کر حمد و نعت کے بعد کہا ''تم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اور ارباب حل و عقد ہو اور اس امت کے والی اور سرپرست ہو تم نے اپنے دوست (یعنی عثمان) کو بلا رو رعایت اس کام کے لئے منتخب کیا اور اب وہ بڈھا ہو گیا اور اس پر طرح طرح کے الزامات لگائے جاتے ہیں لوگوں نے اس کا اگر کچھ فیصلہ کر لیا ہے تو ظاہر کرو میں جواب دینے کے لئے موجود ہوں‘ باقی رہا یہ امر کہ اگر کوئی شخص خلافت و امارت کی طمع کرے تو واللہ تم لوگ سوائے پیٹھ پھیر کے بھاگنے کے اس سے اور کچھ نہ دیکھو گے''۔ اس فقرہ پر علی ابن ابی طالب نے معاویہ کو جھڑک دیا۔ امیر المومنین عثمان بولے ''مجھ سے پیشتر جو دو بزرگ (یعنی ابوبکر و عمر) تھے ان لوگوں نے بہ نظر احتساب اپنے اعزہ واقارب کو نہ پوچھا۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے قرابت دار کا لحاظ فرماتے اور ان کو مدد دیتے تھے میرے اعزہ واقارب غریب اور کم مایہ ہیں میں نے اپنا ہاتھ ان کے لئے کھول دیا پس اگر اس میں تم لوگ میری غلطی دیکھتے ہو تو میں اس سے باز آؤں۔ کسی نے کہا تم نے عبداللہ بن خالد بن اسید کو پچاس اور مروان کو پندرہ ہزار دے دیئے! امیر المومنین عثمانؓ نے جواب دیا ''میں ان دونوں آدمیوں سے یہ رقمیں واپس لینے والا ہوں''۔ لوگ یہ سن کر راضی ہو گئے اور بخوشی خاطر اٹھ کر چلے آئے۔

حضرت عثمانؓ کا شام جانے سے انکار: اصحاب کبار کے چلے جانے کے بعد معاویہ نے عرض کی۔ امیر المومنین اس سے پہلے کہ آپ پر حملہ ہو جس کا آپ تحمل نہ کر سکیں مناسب ہو گا آپ میرے ساتھ شام چلے چلیں۔ کیونکہ اہل شام میرے مطیع ہیں''۔ امیر المومنین عثمان نے جواب دیا ''کسی قیمت پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جوار نہیں چھوڑ سکتا''۔ پھر معاویہ نے گزارش کی ''اچھا میں ایک لشکر جرار آپ کی محافظت کو بھیجے دیتا ہوں جو آپ کے پاس ٹھہرا رہے''۔ جواب دیا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوسیوں کو تنگ نہیں کروں گا۔ معاویہ بولے ''واللہ آپ دھوکا اٹھائیں گے یا نزع خلافت کریں گے''۔ امیر المومنین ((حسبی اللہ نعم الوکیل)) کہہ کر خاموش ہو گئے اور معاویہ آپ کی خدمت سے اٹھ کر علی‘ طلحہ اور زبیر کے پاس

گئے اور ان لوگوں سے بوقت ضرورت امیر المومنین عثمانؓ کی اعانت وامداد کرنے کو کہا اور رخصت ہو کر شام کا راستہ لیا۔

مفسدین کی ریشہ دوانیاں: مفسدین و بلوائیوں نے یہ عہد و پیمان کیا تھا کہ جس وقت امیر المومنین عثمان کے سرداران لشکر اور گورنران صوبہ جات میں چلے جائیں اس وقت امیر المومنین عثمان پر دفعۃً حملہ کیا جائے' لیکن اتفاق سے جب امراء و عمال کی روانگی کے بعد امیر المومنین پر حملہ نہ کر سکے تو دوبارہ نقض بیعت امیر المومنین عثمانؓ کی ریشہ دوانی کرنے لگے اور مراسلات کے ذریعے طے کیا کہ فلاں روز آئندہ موسم حج میں مدینہ منورہ میں آ جانا چاہئے۔ چنانچہ سب سے پہلے مصر کے بلوائیوں کا سردار عبدالرحمٰن بن عدیس بلوہی تھا مدینہ کی طرف خروج کیا۔ بعض کہتے ہیں کہ بلوائیان مصر کی تعداد ایک ہزار تھی۔ کنانہ بن بشیر لیثی' سودان بن حمران سکونی اور میسرہ یا قتیسرہ بن فلاں سکونی کی بسر کردگی غافقی بن حرب علی اس جماعت میں شریک تھا۔ بلوائیاں کوفہ بھی ایک ہزار کی جمعیت سے زید بن صفوان عبدی' اشتر نخعی' زیاد بن النصر حارثی اور عبداللہ بن الاصم عامری کے ہمراہ آئے ہوئے تھے۔ بصرے کے بلوائیوں کی تعداد بھی ایک ہزار تھی حکیم بن جبلہ عبدی' ذریح بن عباد' بشیر بن شریح قیسی' ابن المحرش نے بسر کروہ حرقوبن زہیر سعدی خروج کیا تھا۔

مفسدین کی مدینہ کو روانگی: یہ لوگ اپنے اپنے شہروں سے حج کا ارادہ ظاہر کر کے شوال میں مدینہ منورہ کو روانہ ہوئے۔ جب مدینہ تین منزل رہ گیا تو اہل بصرہ کے چند لوگ آگے بڑھ کر ذوخشب میں آ ٹھہرے ان لوگوں کی طبیعتیں طلحہ کی طرف مائل تھیں اور کچھ بلوائیاں کوفہ اپنے گروہ سے نکل کر اعوص میں آ کر مقیم ہوئے۔ ان لوگوں کا رجحان زبیر بن العوام کی جانب تھا اسی گروہ کے ساتھ کچھ لوگ مصر کے بھی تھے اور باقی بلوائی ذوالمروہ میں ٹھہرے رہے۔ مصریوں کی طبیعت علی ابن ابی طالب کی جانب مائل تھی زیاد بن النصر اور عبداللہ بن الاصم نے بلوائیوں سے مخاطب ہو کر کہا "تم لوگ عجلت نہ کرو جب تک ہم مدینہ میں نہ داخل ہو لیں ہم کو یہ خبر پہنچی ہے کہ اہل مدینہ نے بھی لشکر آرائی کی ہے بخدائے لایزال اگر یہ خبر صحیح ہے تو ہم کچھ نہ کر سکیں گے"۔ بلوائی یہ سن کر خاموش ہو گئے اور ان دونوں نے مدینہ کا راستہ لیا۔

حضرت علیؓ کی بلوائیوں کو سرزنش: زیاد و عبداللہ مدینہ پہنچ کر علی' طلحہ' زبیر اور امہات المومنین (رضی اللہ عنہم) سے ملے اور یہ ظاہر کیا کہ ہم لوگ بہ ارادہ حج آئے ہیں اور عثمانی گورنروں کی شکایت لائے ہیں' ان بزرگوں نے زیاد و عبداللہ کو اس ارادے سے روکا دونوں آدمی لوٹ کر اپنے گروہ میں آئے اور سرداران و بلوائیاں کوفہ' بصرا اور مصر کو جمع کر کے مشورہ کر کے یہ طے کیا کہ ہر فریق جدا جدا طلحہ' زبیر اور علی ابن ابی طالب کے پاس جائے اور ان کو جس طرح ممکن ہو اپنا ہم آہنگ بنائے۔ چنانچہ چند مصری بلوائی علی ابن ابی طالب کی خدمت میں حاضر ہوئے یہ اس وقت لشکر میں بہ مقام حجاز الزیت رونق افروز تھے اور اپنے لڑکے حسنؓ کو بلوائیوں کو منتشر کرنے کی غرض سے امیر المومنین عثمانؓ کے پاس بھیج دیا تھا۔ مصریوں نے علی بن ابی طالب سے کہا "ہم عثمان کی امارت سے بیزار ہیں آپ ہم سے بیعت لے لیجئے ابھی ہم لوگ واپس جاتے ہیں" علی ابن ابی طالب غصے سے کانپ اٹھے چلا کر فرمایا بے شک لشکر ذومروذوخشب واعوض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق ملعون ہے اور اس حدیث کو صلحاء مومنین جانتے ہیں تم لوگ میرے سامنے سے دور ہو آئندہ اس قسم کی گفتگو میرے

روبرو نہ کرنا' بصریوں اور کوفیوں کی جماعتیں جو طلحہ وزبیر کے پاس گئی ہوئی تھیں۔ ان لوگوں نے بھی طلحہ وزبیر سے بھی ایسا ہی کہا۔ طلحہ وزبیر نے بھی ایسا ہی سختی سے جواب دیا جب اس کیادی وحیلہ سازی میں بھی ان کو کامیابی نہ ہوئی تو ان مقامات سے متفرق ہو کر اپنے اپنے لشکر گاہ میں چلے آئے۔

حضرت عثمانؓ کے مکان کا محاصرہ: اہل مدینہ بھی ان کی مراجعت سے اپنے اپنے گھروں میں لوٹ گئے۔ رات کے وقت کسی حادثہ کی اطلاع نہ ہوئی۔ لیکن تکبیر کی آواز اطراف مدینہ میں گونج رہی تھی۔ صبح ہوئی تو امیر المومنین عثمانؓ کا مکان محاصرہ میں تھا۔ بلوائیوں نے چاروں طرف سے مکان کو گھیر لیا تھا اور منادی کرادی تھی کہ جو شخص مقابلہ پر نہ آئے گا اس کو امن دیا جائے گا چند دنوں امیر المومنین حضرت عثمانؓ امامت کرتے رہے۔ اہل مدینہ اپنے اپنے مکانوں میں خاموش بیٹھے رہے بلوائیوں نے بھی امیر المومنین حضرت عثمان سے ملنے جلنے بات کرنے سے کسی کو نہیں روکا۔

محاصرے کی صبح کو علی ابن ابی طالب نے بلوائیوں سے فرمایا تم کو کس چیز نے چلے جانے کے بعد واپس بلایا؟ بلوائیوں نے کہا ''ہم نے ایک خط ایک قاصد کے ہاتھ سے پایا جس میں ہمارے قتل کا حکم تھا۔ اسی طرح بصریوں نے طلحہ سے اور زبیر سے کہا بلوائیوں میں سے ہر شخص کہہ رہا تھا کہ ہم اپنے بھائیوں کی مدد کرنے کو آئے ہیں علی ابن ابی طالب نے کہا ''تم کو کیسے معلوم ہوا کہ اہل مصر کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا ہے کیونکہ تم ان سے منزلوں کی مسافت پر تھے تم لوگ ایک ہی وقت معین پر کیسے واپس ہوئے واللہ یہ امر روز روشن سے زیادہ ظاہر ہے کہ تمہاری طبیعتیں صاف نہیں ہیں''۔ بلوائیوں نے جواب دیا ''آپ جو چاہیں خیال کریں ہم کو اس شخص (یعنی عثمان) کو معزول کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے''۔

عمال کے نام فرامین: اس وقت تک بلوائیان مصر' کوفہ اور بصرہ امیر المومنین حضرت عثمانؓ کے پیچھے نماز پڑھتے تھے لیکن اس واقعہ کے بعد انہوں نے لوگوں کو امیر المومنین عثمان کے پاس جانے سے روک دیا اور ان کے پیچھے نماز پڑھنے سے روکنا شروع کر دیا۔ امیر المومنین عثمانؓ نے ممالک اسلامیہ کے گورنروں کے پاس فرامین بھیجے اور ان کو ان واقعات سے مطلع کیا۔ معاویہ نے حبیب بن مسلمہ فہری کو اور عبداللہ بن ابی سرح نے معاویہ بن خدیج کو روانہ کیا۔ کوفہ سے قعقاع بن عمرو روانہ ہوئے۔ کوفہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم سے عقبہ بن عامر' عبداللہ بن ابی اوفیٰ' حنظلہ کاتب وحی اور تابعین سے مسروق' اسود' شریح' عبداللہ بن حکیم' بصرے میں صحابہ میں سے عمران بن حصین' انس بن مالک' ہشام بن عامر اور تابعین سے کعب بن سور ہرم بن حیان۔ اسی طرح شام اور مصر میں بھی صحابہ اور تابعین مسلمانوں کو اہل مدینہ کی اعانت پر ابھارنے لگے۔

حضرت عثمانؓ پر حملہ: بلوائیوں کے آنے کے بعد جمعہ آیا اس میں امیر المومنین عثمانؓ نے نماز پڑھائی۔ خطبہ دینے کو منبر پر چڑھ کر فرمایا[1]

((یا هولاء اللّٰه اللّٰه فو الله ان اهل مدینة لیعلمون انکم ملعونون علی لسان محمد نامحو

---

[1] اللہ کی قسم ہے اہل مدینہ کو خوب معلوم ہے کہ یہ لوگ حسب ارشاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملعون ہیں پس لوگوں کو مناسب ہے کہ نیکی کی لغزشوں کو فنا کر دیں۔

الخطايا بالصواب))

محمد بن سلمہ نے اٹھ کر کہا((ان اشھد بذلک)) ''میں اس کی گواہی دیتا ہوں''۔ حکیم بن جبلہ نے ان کو بٹھالیا پھر زید بن ثابت اٹھے ان کو محمد بن ابی قتیسرہ نے بٹھالیا۔ اس کے بعد بلوائیوں نے ہلہ کر کے منبر کا قصد کیا۔ لوگوں نے مار کر مسجد سے نکال دیا۔ بلوائی بیرون مسجد سے امیر المومنین پر پتھر مارنے لگے۔ آپ چوٹ سے بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ سعد بن ابی وقاص، حسین بن علیؓ زید بن ثابت اور ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہم) بلوائیوں سے لڑنے لگے۔ امیر المومنین عثمانؓ کو گھر پر اٹھا لائے تھوڑی دیر کے بعد ہوش ہوا تو ان کو لڑائی سے روک کر واپس بلا بھیجا۔ علی، طلحہ اور زبیر عیادت کو آئے اس وقت چند بنی امیہ بیٹھے ہوئے تھے جن میں مروان بھی تھا ان لوگوں نے علی ابن ابی طالب سے مخاطب ہو کر کہا'' تم نے ہم کو ہلاک کر ڈالا تمہاری یہ ساری کاروائیاں ہیں، واللہ اگر تم اپنے مقصد کو پہنچ گئے تو تم دنیا کو مطیع کر لو گے''۔ علی ابن ابی طالب نے اس کا کچھ جواب نہ دیا غصے میں اٹھ کر چلے آئے طلحہ اور زبیر بھی اپنے اپنے مکان واپس آئے۔

زمانہ محاصرہ میں امامت: محاصرے کی حالت میں تین یوم تک امیر المومنین عثمان نماز پڑھاتے رہے بعد ازاں بلوائیوں نے مسجد میں آنے اور امامت کرنے سے روک دیا۔ غافقی بن حرب عکی بلوائیوں کا سردار نماز پڑھانے لگا۔ اہل مدینہ اپنے اپنے مکانات اور باغات میں معتزلت گزیں ہو گئے یہ محاصرہ چالیس روز تک قائم رہا۔ بعض کہتے ہیں کہ زمانہ محاصرے میں امیر المومنین عثمانؓ نے ابو ایوب انصاریؓ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا تھا۔ چنانچہ چند روز تک انہوں نے نماز پڑھائی پھر ان کے بعد علی ابن ابی طالب پڑھاتے رہے بعض کا بیان ہے کہ حالت محاصرہ میں علی ابن ابی طالب نے سہیل بن حنیف کو نماز پڑھانے پر مامور کیا تھا۔ چنانچہ عشر ذلحجہ تک امامت کرتے رہے پھر عید کی نماز پڑھائی اور چند نمازوں میں امامت کی یہاں تک کہ امیر المومنین عثمانؓ شہید ہو گئے۔

بلوائیوں کی روانگی کی اطلاع: بعض مؤرخوں نے لکھا ہے کہ زمانہ محاصرۂ امیر المومنین عثمان میں، محمد بن ابی بکر، اور محمد بن ابی حذیفہ مصر میں لوگوں کو امیر المومنین عثمان کے برخلاف ابھار رہے تھے۔ پس جب ماہِ رجب میں بلوائیان مصر نے باظہار حج بقصد قتل یا خلع خلافت عثمان بسر گروہی عبدالرحمٰن بن عدیس خروج کیا تو محمد بن ابی بکر بھی ان کے ہمراہ روانہ تھے ان کی روانگی کے بعد ہی عبداللہ بن سعد نے ایک قاصد دربارِ خلافت کی طرف بلوائیوں کی روانگی کی خبر کرنے کو روانہ کیا۔ باقی رہے محمد بن حذیفہ وہ مصر میں ٹھہرے رہے۔ پس جب عبداللہ بن سعدؓ بقصد مدینہ رملہ پہنچے تو یہ خبر گوش گزار ہوئی کہ مصریوں نے واپس ہو کر امیر المومنین عثمانؓ کا محاصرہ کر لیا ہے اور محمد بن ابی حذیفہ مصر پر مسلط ہو گیا ہے اس خبر کے سنتے ہی عبداللہ ابن ابی سرح مصر کی طرف لوٹے فلسطین میں پہنچ کر قیام کیا اتنے میں امیر المومنین عثمانؓ شہید ہو گئے۔

حضرت علیؓ اور مہاجرین وانصار کا وفد: یہ واقعات جملہ معترضہ تھے جس سے آپ کا ذہن منتشر ہو گیا ہو گا اب اصل واقعہ کی طرف ہم پھر رجوع کرتے ہیں۔ آپ کو یاد ہو گا کہ بلوائیان مصر نے مدینہ کے قریب پہنچ کر ذوخشب میں قیام کیا تھا طے یہ ہوا تھا کہ امیر المومنین عثمانؓ خلافت کو چھوڑ دیں یا اپنے گورنروں کو یک قلم موقوف کر دیں اور ان دونوں باتوں سے ایک

کو بھی منظور نہ کریں تو قتل کر ڈالے جائیں امیر المومنین عثمان کو اس سے آگاہی ہوئی' آپ علی ابن ابی طالب کے مکان پر تشریف لے گئے۔ اپنی قرابت اور حقوق کو ظاہر کر کے کہا کہ "تم بلوائیوں کے پاس جاؤ ان کو جس طرح ممکن ہو سمجھا بجھا کر واپس کر دو' علی ابن ابی طالب نے جواب دیا" میں نے تم سے پہلے ہی کہا تھا لیکن تم نے میرا کہا نہ مانا اپنے ہم نشینوں (مروان' معاویہ' بن عامر' ابن ابی اسرح اور سعید) کے کہنے پر عمل کرتے رہے اب میں کس طرح اور کس بناء پر ان کو واپس کروں گا۔ امیر المؤمنین عثمان بولے اب تم جیسا کہو گے ویسا ہی کروں گا آئندہ سے ان لوگوں کے کہنے پر ہرگز عمل نہیں کروں گا۔ چنانچہ علی ابن ابی طالب اور تیس مہاجرین وانصار سوار ہو کر بلوائیوں کے پاس گئے اس وفد میں سعید بن زید' ابوجہم عدوی' جبیر بن مطعم' حکیم بن حزام' مروان بن الحکم' سعید بن العاص' عبدالرحمٰن بن عتاب' ابواسید ساعدی' ابوحمید' زید بن ثابت' حسان بن ثابت' کعب بن مالک اور نیاز بن مکرز وغیرہ رضی اللہ عنہم تھے۔

مفسدین مصر کی واپسی: علی ابن ابی طالب اور محمد بن مسلمہ نے بلوائیان مصر کو نشیب وفراز سمجھایا بلوائیان مصر مصر کی طرف لوٹے۔ ابن عدیس بلوی نے محمد بن مسلمہ سے کہا" میں تم سے کچھ کہنے کو واپس ہونا چاہتا ہوں"۔ جواب دیا" اللہ سے ڈر! کیا تو اپنے اقرار سے منحرف ہونا چاہتا ہے؟ تو نے ابھی واپس نہ ہونے کا وعدہ کیا ہے" ابن عدیس یہ سن کر اپنے گروہ میں چلا گیا اور اہل مدینہ مدینہ واپس آئے علی ابن ابی طالب نے امیر المومنین عثمانؓ کے پاس جا کر مصریوں کے واپس جانے کی اطلاع دی۔

حضرت عثمانؓ اور مروان: اس واقعہ کے دوسرے روز مروان نے حاضر ہو کر عرض کی: "امیر المومنین! اس سے پہلے کہ بلادِ قریبہ وبعیدہ سے مسلمان آئیں اور ایسے واقعات آپ پر پیش آئیں جس کو آپ برداشت نہ کر سکیں آپ مسلمانوں کو جمع کر کے خطبہ دیں اس میں یہ بیان فرمائیں کہ اہل مصر واپس گئے اور ان کو جو خبریں پہنچی تھیں سب بے اصل تھیں" امیر المومنین عثمانؓ مروان کے کہنے سے خطبہ دینے کو کھڑے ہوئے جوں ہی چند الفاظ منہ سے نکلے تھے کہ چاروں طرف سے آواز آنے لگے ((اتق اللّٰہ یا عثمان و تب الی اللّٰہ)) "اے عثمان! اللہ سے ڈر اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر" سب سے پہلے اس فقرے کو عمرو بن العاص نے کہا تھا پس امیر المومنین عثمانؓ نے ہاتھ اٹھا کر کہا ((اللّٰھم انی تائب)) "اے اللہ میں توبہ کرتا ہوں" اس کے بعد عمرو بن العاص فلسطین چلے گئے اور اپنے محل میں مقیم رہے اس کے چند دنوں بعد امیر المومنین عثمانؓ کے محاصرہ وشہادت کا واقعہ پیش آیا۔

حضرت عثمانؓ کا خطبہ: بعض نے لکھا ہے کہ حضرت علیؓ نے مصریوں کے پاس سے واپس ہو کر امیر المومنین عثمانؓ سے کہا تھا" تم باہر نکل کر لوگوں کو اپنے خیالات سے مطلع کر دو تاکہ تمہارے حالات ان کو معلوم ہو جائیں گے اور فتنہ انگیز اشرار کا گروہ دوسرے شہروں سے نہ آنے پائے" اس بناء پر امیر المومنین عثمانؓ باہر آئے اور خطبہ دیا' حمد ونعت کے بعد ارشاد کیا:

((انا اول من اتعظ استغفر اللّٰہ مما فعلت و اتوب الیہ فلیات اشرافکم یرونی رائھم فو اللّٰہ و ان وأنی الحق عبد الاسنن بسنۃ العبدو لاذلن ذل العبد و ما عن اللّٰہ مذھب لا الیہ فو اللّٰہ لا

عطینکم الرضی و لا احتجب عنکم))

''میں وہ پہلا شخص ہوں جس نے نصیحت قبول کی' میں اللہ تعالیٰ سے معافی چاہتا ہوں اس سے جو میں نے کیا ہے اور اس کی طرف رجوع کرتا ہوں پس مناسب ہے کہ تمہارے شرفا آئیں اور مجھ کو مشورہ دیں واللہ اگر مجھے کوئی غلام بھی حق کی راہ نمائی کرے گا تو میں اسی کا راستہ اختیار کروں گا اور غلاموں کی طرح اس کی اطاعت کروں گا اور اللہ کے سوا اور کوئی حامی نہیں ہے اللہ کی قسم میں تم کو راضی رکھوں گا اور تم سے کچھ پوشیدہ نہ رکھوں گا''۔

یہ کہہ کر امیر المومنین عثمان خود بھی روئے اور حاضرین بھی رو پڑے۔

مروان کی تلخ کلامی: خطبہ دے کر مکان پر آئے تو چند بنی امیہ جو اس وقت حاضر نہ تھے حاضر ہوئے اور اس خطبہ دینے پر نصیحت کرنے لگے۔ آپ کی بیوی نائلہ بنت الفراضہ نے ان لوگوں کو جھڑکا لیکن انہوں نے نائلہ کے جھڑکنے پر خیال نہ کیا۔ برابر امیر المومنین عثمان کو توبہ کرنے اور خطبہ دینے پر ملامت کرتے رہے اتنے میں دروازے پر کچھ لوگ جمع ہو گئے۔ امیر المومنین عثمانؓ نے مروان سے فرمایا ''تو جا ان لوگوں سے ہم کلام ہو اور گفتگو کرنے میں درشتی سے کام لے'' چنانچہ مروان نے نکل کر کہا ''تم لوگوں کو کیا ہو گیا ہے تمہاری کیا حالت ہے تم لوگ ہمارے قبضے سے ہمارے ملک کو چھیننے کو آئے ہو واللہ تم نے کسی قسم کا قصد کیا تو ہم تم پر ایسا بوجھ ڈال دیں گے کہ تم جس کو اٹھا نہ سکو گے جاؤ اپنے اپنے مکانات کی طرف لوٹ جاؤ' واللہ جو ہمارے قبضے میں ہے ہم تم سے مغلوب نہیں ہیں'' مروان کے اس کلام سے مجمع منتشر ہو گیا۔

حضرت علیؓ کی ناراضگی: علی ابن ابی طالب تک یہ خبر پہنچی تو آپ سخت ناراض ہوئے۔ عبدالرحمٰن اسود بن یغوث سے مخاطب ہو کر فرمایا ''کیا تم نے کل عثمان کا خطبہ اور آج مروان کا کلام سنا ہے میں جب گھر میں بیٹھا رہا تو عثمان نے مجھ سے کہا تم نے مجھے چھوڑ دیا ہے تم نے میری قرابت وحق کا پاس نہ کیا اور جب میں نے دخل دیا اور لوگوں کو سمجھا بجھا کے واپس کیا تو مروان کے کہنے سے لڑکوں کے کھیل کی طرح اس کو الٹ پلٹ دیا۔ افسوس ہے کہ عثمان باوجود سن اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے مشرف ہونے کے مروان کے قبضے میں ہیں جس طرف وہ چاہتا ہے اس طرف پھیر دیتا ہے''۔ علی ابن ابی طالب یہ کہہ کر طیش میں آ کر اٹھے امیر المومنین عثمانؓ کے پاس گئے۔ مروان کے کہنے پر عمل درآمد کرنے پر نصیحت کی اور یہ فرمایا کہ آج سے اب میں تمہارے پاس نہ آؤں گا مروان تمہاری رائے پر مسلط ہو گیا ہے وہ تمہارا شرف زائل کرنا چاہتا ہے''۔ علی ابن ابی طالب کے چلے جانے کے بعد نائلہ آئیں اور وہ یہ گفتگو سن رہی تھیں انہوں نے بھی مروان کی موافقت پر نصیحت کی اور علی ابن ابی طالب سے صلاح و مشورہ لینے کی رائے دی۔ امیر المومنین عثمانؓ نے علی ابن ابی طالب کو بلوا بھیجا۔ وہ نہ آئے تو خود شب کے وقت علی ابن ابی طالب کے مکان پر گئے۔ علی ابن ابی طالب نے کہا بڑے افسوس کا مقام ہے کہ کل تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر منبر پر چڑھ کر کیا کہا تھا اس کے بعد مروان نے تمہارے دروازے پر کھڑے ہو کر لوگوں کو سخت و سست کہا ایذا پہنچائی۔ امیر المومنین عثمانؓ نے معذرت کی' اقرار کیا کہ آئندہ میں تمہاری رائے پر عمل کروں گا۔ واقعی میں اس درجہ خفیف ہوا اور لوگوں کو مجھ پر جرأت ہوئی۔ علی ابن ابی طالب بولے ''واللہ میں لوگوں کو نہایت آسانی سے دور کر

دوں گا لیکن جب میں تم کو سمجھاتا ہوں تو اس پر عامل ہوتے ہو لیکن جب مروان آ جاتا ہے تو اور وہ مخالفت کرتا ہے تو تم اس کے کہنے پر عمل کرنے لگتے ہو اور میری رائے کو بھول جاتے ہو''۔

حضرت علیؓ سے امداد طلبی: بعض نے لکھا ہے کہ علی ابن ابی طالب وقت محاصرہ امیر المومنین عثمانؓ خیبر میں تھے مدینہ منورہ آئے تو لوگوں کو طلحہ کے پاس جمع پایا۔ امیر المومنین عثمانؓ علی ابن ابی طالب کے مکان پر گئے اور کہا ''اے علی میرے حقوق تم پر بہت ہیں' بھائی ہونے کا حق ہے قرابت داری کا حق ہے' ہم زلف ہونے کا حق ہے بفرض تقدیر اگر جاہلیت کا ہی زمانہ ہوتا تو بھی بنی عبد مناف کے لئے یہ امر باعث ننگ تھا کہ بنو تمیم ان کے قبضے سے حکومت چھینیں''۔

علی ابن ابی طالبؓ یہ گفتگو سن کر طلحہ کے پاس گئے دریافت کیا ((ما هذا)) ''یہ کیا معاملہ ہے''۔ جواب دیا[1] ((ابعد ماس الخرام الطبيين يا ابا حسن)) علی ابن طالب لوٹ کر بیت المال آئے لوگوں کو جو کچھ مناسب تھا دیا لوگ طلحہ کے پاس سے اٹھ کر چلے گئے صرف طلحہ رہ گئے امیر المومنین عثمانؓ کو اس سے مسرت ہوئی اس کے بعد طلحہ امیر المومنین عثمانؓ کے پاس آئے۔ آپ نے فرمایا میں تائب نہیں ہوا بلکہ مغلوب ہوا ہوں اے طلحہ اللہ تعالیٰ تمہیں سمجھے۔

مروان کا جعلی خط: بعض کا بیان ہے کہ جس وقت بلوائیان مصر' دوبارہ مدینہ منورہ کی طرف لوٹے محمد بن مسلمہ واپسی کا سبب دریافت کرنے کو آئے بلوائیوں نے خط دکھلا کر کہا ''یہ خط عثمان کے غلام کے قبضے سے مقام بویب میں برآمد ہوا ہے جو صدقہ کے اونٹ پر سوار جا رہا تھا اس خط میں عبدالرحمٰن بن عدیس' عمرو بن الحمق' عمرو بن البباع پر درے لگانے اور قید کرنے اور سر و داڑھیاں مونڈنے اور بعض کو سولی دینے کو لکھا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ خط ابوالاعور الاسلمی کے پاس سے برآمد ہوا تھا۔ غرض اس خط کے ملتے ہی بلوائیانِ مصر لوٹے اور ان کے ساتھ ہی کوفہ اور بصرہ کے بلوائی بھی واپس ہوئے۔

مصریوں کی یورش: محمد بن مسلمہ نے ان لوگوں سے واپسی کا سبب دریافت کیا انہوں نے کہا ''ہم لوگوں نے علی ابن ابی طالب' سعد بن ابی وقاص اور سعید ابن زید سے اس معاملہ میں گفتگو کی ہے۔ ان لوگوں نے ہم سے مدد کا وعدہ کیا ہے کہ اس معاملہ کو باحسن وجوہ سمجھا دیں گے۔ لہٰذا علی ہمارے ساتھ عثمان کے پاس چلیں'' اس قدر گفتگو کرنے کے بعد بلوائیانِ مصر سے چند لوگ اٹھے اور علی ابن ابی طالبؓ و محمد بن مسلمہ کو ہمراہ لئے ہوئے امیر المومنین عثمانؓ کے مکان پر گئے۔ ان دونوں بزرگوں نے بلوائیوں کی شکایت پیش کیں۔ امیر المومنین عثمانؓ نے قسم کھا کر کہا مجھے اس خط سے آگاہی نہیں ہے اور نہ میں نے لکھا ہے محمد بن مسلمہ بولے بے شک یہ صحیح ہے یہ کام مروان کا ہے اس عرصہ میں مصر کے بلوائیوں کا ایک گروہ آ گیا ابن عدیس نے ابن ابی سرح کی شکایت شروع کی مصر میں جو نئی نئی باتیں ایجاد کی تھیں بیان کیا اور یہ بھی کہا کہ جب کبھی ابن ابی سرح پر کوئی

---

[1] عرب کا یہ ایک محاورہ ہے جب کوئی کام حد سے متجاوز ہو جاتا ہے یا اس کی نزاکت بڑھ جاتی ہے تو اس وقت اہل عرب استعارۃً یہ فقرہ بولتے ہیں۔ خرام تنگ کو کہتے ہیں اور طبیین اونٹنی یا گھوڑی کے حلمۃ الثدی (چھاتیوں کی بھٹنیوں) کو کہتے ہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ جب تنگ چھاتیوں تک پہنچ جائے گا تو زین یا چار جامہ اونٹنی یا گھوڑی کے پشت پر نہیں ٹھہر سکتا اور نہ سوار اس وقت تک ٹھہر سکتا ہے اردو میں بجائے اس کے کہتے ہیں جب نو نیزے پانی چڑھ گیا تو کیا ہو سکتا ہے۔

اعتراض کیا جاتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ امیر المومنین عثمانؓ نے ایسا ہی لکھا ہے ہم لوگ درحقیقت تم کو قتل کرنے کے قصد سے آئے تھے۔ علی ابن ابی طالب اور محمد بن مسلمہ نے سمجھا بجھا کر واپس کیا اور ہم سے وعدہ کیا کہ ان شکایتوں کو ہم رفع کرا دیں گے اتفاق سے تمہارا ایک خط ہمارے ہاتھ لگ گیا جس میں تم نے ابن ابی سرح کو لکھا ہے کہ ''ہم لوگوں کو درے لگائے ہماری تشہیر کرے ایک زمانہ دراز تک قید میں رکھے یہ خط تمہارے غلام کے ہاتھ سے ملا ہے اس پر تمہاری مہر ہے امیر المومنین عثمان نے قسم کھا کر کہا نہ میں نے اس خط کو لکھا ہے اور نہ مجھ کو اس کی اطلاع ہے۔ علی ابن ابی طالبؓ اور محمد بن مسلمہ نے اس کی تصدیق کی۔

خلافت سے دستبرداری کا مطالبہ: بلوائی بولے ''تعجب کا مقام ہے کہ اس قسم کے خطوط تمہاری مہر سے لکھے جائیں اور تمہارا غلام لے کر جائے اور تم کو اس کی اطلاع نہ ہو پس تم جھوٹے ہو یا سچے۔ بہر تقدیر تم کو معزول کرنا مناسب ہے کیونکہ جھوٹے کو مسلمان کا والی بنانا جائز نہیں ہے اور اگر سچے ہو تو تم اس قدر کمزور اور طبعاً ضعیف ہو گئے ہو کہ بلا اجازت و اطلاع جس کا جو جی چاہتا ہے کرتا ہے لہٰذا بہتری یہی ہے کہ تم خود خلافت چھوڑ دو''۔ امیر المومنین عثمانؓ نے فرمایا میں اس لباس کو نہیں اتارنا چاہتا جس کو اللہ تعالیٰ نے مجھے پہنایا ہے یعنی میں خود منصب خلافت ترک نہیں کروں گا۔ ہاں یہ ہوگا کہ اگر مجھ سے غلطی ہوگئی تو میں توبہ کروں گا'' اور اپنی غلط رائے سے رجوع کروں گا ابن عدیس بولا ''ہم بارہا دیکھ چکے ہیں کہ تم توبہ کرتے ہو اور پھر وہی کام کرتے ہو اب ہم پر فرض ہے کہ ہم تم سے خلافت چھین لیں یا تم کو قتل کر ڈالیں اور اگر تمہارے دوستوں میں سے کوئی مزاحمت کرے تو اس سے بھی لڑیں جب تک ہم رہیں لڑتے جائیں گے کامیاب ہوں گے یا مر جائیں گے۔ امیر المومنین عثمان نے ارشاد کیا ''تم مطمئن ہو کہ کوئی شخص تم سے مزاحم نہ ہوگا اگر مجھے اس کا خیال ہوتا تو میں ممالک اسلامیہ سے مسلمانوں کو طلب کر کے ایک لشکر مرتب کر لیتا'' اس فقرے کے تمام ہوتے ہی چاروں طرف سے شور و غل کی آواز آنے لگی جس کے جو جی میں آتا تھا کہہ رہا تھا علی ابن ابی طالب اٹھے اور بلوائیوں کو امیر المومنین عثمان کے پاس سے نکال کر اپنے مکان پر چلے آئے۔ علی ابن ابی طالب کے واپس ہوتے ہی مصریوں نے امیر المومنین عثمانؓ کے مکان کا دوبارہ محاصرہ کر لیا۔

دوبارہ محاصر: دوبارہ محاصرہ کرنے کے بعد امیر المومنین عثمانؓ نے معاویہ اور ابن عامر کو امداد کے لئے لکھا۔ زید بن اسد قشری اہل شام کا ایک گروہ لے کر روانہ ہوئے۔ وادی القریٰ میں پہنچے تو معلوم ہوا کہ امیر المومنین عثمانؓ شہید ہو گئے یہ سنتے ہی زید بن اسد شام لوٹ گئے۔ بعض کہتے ہیں کہ شام سے حبیب بن مسلمہ بصرہ سے مجاشع بن مسعود روانہ ہوئے تھے اور مقام ربذہ میں پہنچ کر شہادت کا حال سن کر واپس آ گئے تھے۔

اقرار نامہ حضرت عثمانؓ: دوبارہ محاصرہ ہونے پر امیر المومنین عثمانؓ کے مشیروں نے رائے دی کہ علی ابن ابی طالب کو بلوا کر بلوائیوں کی روک تھام کے لئے بھیجو کہ وہ ان کو سمجھا بجھا کر واپس کریں کہ ان کی مرضی کے موافق گورنروں کی بحالی اور معزولی کی جائے گی۔ چنانچہ علی ابن ابی طالبؓ بلوائیوں کے پاس گئے اونچا نیچا سمجھایا۔ ان کی درخواستوں کے موافق عمل درآمد کرنے کا وعدہ کیا۔ بلوائیوں نے کہا آپ ایک میعاد مقرر کیجئے'' علی ابن ابی طالبؓ لوٹ کر امیر المومنین عثمانؓ کے پاس آئے اور امیر المومنین عثمانؓ نے تین دن کی مدت مقرر فرمائی۔ علی ابن ابی طالب نے ایک اقرار نامہ لکھ کر بلوائیوں کو دیا۔ جس میں تین دن کے اندر ان کی مرضی کے موافق

عمال کی تقرری و معزولی اور ان کی شکایت رفع کرنے کو لکھا تھا۔ بلوائی اس اقرار نامہ کے مطابق تین یوم تک جنگ و جدال سے رکے رہے۔ امیر المومنین عثمانؓ نے ان کی خواہش کے مطابق کوئی اصلاح نہ کی۔

حضرت عثمان کا خطبہ: بعد انقضاء میعاد بلوائیانِ مصر ذی خشب سے مدینہ میں ایفاء وعدہ کی غرض سے آئے امیر المومنین عثمان نے ایفاء وعدہ سے انکار کیا۔ بلوائیوں نے برہم ہو کر چاروں طرف سے محاصرہ کر لیا۔ محاصرے کے بعد امیر المومنین عثمانؓ نے علی، زبیر اور طلحہ کو بلوا بھیجا جب یہ لوگ اور ان کے ہمراہ اہل مدینہ بھی آئے دروازہ پر ایک بہت بڑا ہجوم تھا۔ عثمان نے گھر سے نکل کر کہا بیٹھ جاؤ بلوائی اور غیر بلوائی سب بیٹھ گئے آپ نے اہل مدینہ سے مخاطب ہو کر کہا اے اہل مدینہ میں تم کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں اور اس سے دعا کرتا ہوں کہ میرے بعد تم پر کسی اچھے کو خلیفہ بنائے۔ یہ کہہ کر تھوڑی دیر تک خاموش رہے پھر سر اٹھا کر بولے:

((انشدکم باللّٰہ تعالیٰ هل تعلمون انکم دعوتکم اللّٰہ عند مصاب عمر ان یختار لکم و یجمعکم علی خیر کم اتقولون ان اللّٰہ لم یتل من ولی هذا الدین ام تقولون ان الامۃ و لو امکابرۃ و عن غیر مشورۃ و کلهم الی امرهم اولم یعلم عاقبۃ امری ثم انشدکم اللّٰہ هل تعلمون لی من السوابق ما یحب حقه فمهلاً فلا یحل الا قتل ثلاثۃ زان بعد احصان و کافر بعد ایمان و قاتل بغیر حق ثم اذا اقتلمتونی وضعتم السیف علی و قاتلکم ثم لا یرفع اللّٰہ عنکم الاختلاف))

''میں تم کو اللہ تعالیٰ کی قسم دلاتا ہوں کہ کیا تم کو یہ معلوم نہیں ہے کہ عمر کے زخمی ہونے کے وقت تم نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ اللہ تعالیٰ تمہاری امارت کے لئے کسی کو منتخب کر دے اور کسی بہترین ہستی کو تمہارا امیر بنائے کیا تم یہ کہو گے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ دعا قبول نہیں کی یا یہ کہو گے کہ اللہ تعالیٰ نے جس کو اس دین کا والی بنایا اس کو آزمائش میں نہیں ڈالا یا کہو گے کہ امت نے دھاندلی سے یا بغیر مشورہ کے والی مقرر کیا اور اس نے اپنے کام کو بغیر انجام بینی سے اس کے سپرد کیا ہے۔ پھر میں تم کو اللہ کی قسم دلاتا ہوں تم لوگ میرے سابق الاسلام ہونے کو جانتے ہو جانے دو درگزر کرو کیونکہ تین آدمیوں کے سوا اور کسی کا قتل کرنا جائز نہیں ہے۔ ایک زانی محصن کا دوسرے مرتد کا تیسرے قاتل بغیر حق کا۔ پھر جب مجھے تم قتل کر ڈالو گے تو تلوار تم اپنی گردنوں پر رکھ لو گے پھر اللہ تعالیٰ تم سے اختلاف کو نہ اٹھائے گا''۔

مفسدین کی دریدہ دہنی: بلوائیوں نے جواب دیا کہ تم نے جو فاروق اعظمؓ کے بعد استخارے کی نسبت کہا ہے تو اصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ کیا اچھا کیا لیکن درحقیقت اللہ تعالیٰ نے تم کو ایک فتنہ بنایا ہے۔ جس میں اس نے اپنے بندوں کو مبتلا کیا ہے حقوق سابق الاسلام تمہارے ہیں اور تم ضرور اس کے مستحق تھے لیکن تم نے بہت سی باتیں ایسی کی ہیں جس سے تم کو ہم حق قائم کرنے کیلئے بھی نہیں چھوڑ سکتے۔ اس خیال سے کہ مبادا سال آئندہ اور فتنہ و فساد برپا نہ ہو باقی رہا تمہارا یہ کہنا کہ تین ہی آدمیوں کو قتل کرنا چاہئے اس کی نسبت ہم یہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کی کتاب میں سوائے ان تینوں کے اور لوگوں کا قتل کرنا بھی جائز دیکھتے ہیں۔ ازانجملہ ان آدمیوں کا قتل کرنا ہے جو دنیا میں باعث فساد ہوں یا باغی ہوں یا حق و راستی کے کرنے کے مانع اور مخالف اور بلا شبہ تم نے امارت کا ذرا دباؤ ہم پر ڈالا اور بے شک جو لوگ ہم سے لڑے اور لڑنے کو آتے ہیں وہ تمہاری

امارت کی وجہ سے لڑتے ہیں۔ پس اگر تم خلافت چھوڑ دو تو وہ لوگ برسرِ مقابلہ نہ آئیں گے۔ امیر المومنین عثمانؓ یہ سن کر خاموش ہو کر اندر چلے گئے پھر اس کے بعد گھر سے نہ نکلے۔ اہل مدینہ اور اصحاب کبار کو واپس جانے کی قسم دے کر واپس کیا سوائے حسن بن علیؓ محمد بن طلحہ عبداللہ بن زبیر (رضی اللہ عنہم) کے سب لوگ اپنے اپنے گھروں کو لوٹ گئے۔

امّ المومنین حضرت ام حبیبہؓ سے نازیبا سلوک: بلوائیانِ مصر کوفہ اور بصرہ چالیس روز تک محاصرہ کئے رہے اٹھارویں روز یہ خبر مشہور ہوئی کہ اسلامی فوجیں ممالک اسلامیہ سے آ رہی ہیں۔ بلوائیوں نے محاصرے میں سختی شروع کی لوگوں کو امیر المومنین عثمانؓ کے پاس جانے سے روک دیا۔ پانی کھانا بند کر دیا۔ امیر المومنین عثمانؓ نے علیؓ طلحہ اور زبیر اور امہات المومنین (رضی اللہ عنہم) کے پاس کہلا بھیجا کہ بلوائیوں نے میرا پانی بند کر دیا ہے اگر تم لوگ مجھ کو پانی پہنچا سکتے ہو تو پانی بھیج دو''۔ علی ابن ابی طالب یہ دردناک خبر سنتے ہی علی الصبح سوار ہو کر بلوائیوں کے پاس گئے اور فرمایا اے لوگو! تمہارا یہ فعل نہ مسلمانوں سے مشابہ ہے اور نہ کافروں سے۔ تم لوگ اس شخص (یعنی عثمان) کا کھانا پینا بند نہ کرو۔ بلاشبہ رومی اور ایرانی بھی اپنے قیدیوں کو کھلاتے پلاتے ہیں۔ بلوائیوں نے جواب دیا ''نہیں واللہ ایسا کبھی نہیں ہوگا''۔ علی ابن ابی طالب یہ سن کر لوٹ آئے اس کے بعد ام المومنین ام حبیبہؓ کچھ کھانے کی چیزیں لے کر اپنے خچر پر سوار ہو کر آئیں بلوائیوں نے روکا آپ نے ارشاد کیا میں اس شخص (یعنی عثمان) کے پاس جاتی ہوں اس غرض سے کہ بنی امیہ کی امانتیں اس کے پاس ہیں ایسا نہ ہو کہ بیوہ اور یتیموں کا مال ضائع ہو جائے''۔ بلوائی بولے ''تم کو عثمان کے پاس ہم نہیں جانے دیں گے''۔ ام حبیبہؓ گرتے گرتے بچیں اہل مدینہ نے دوڑ کر پکڑ لیا اور آہستہ آہستہ آپ کو آپ کے گھر واپس لائے۔

حضرت ابن عباس کی بحیثیت امیر حج مکہ معظمہ کو روانگی: اس کے بعد امیر المومنین عثمانؓ نے اپنے مکان کی چھت[1] پر کھڑے ہو کر اپنے حقوق اور سابق الاسلام ہونے کا اظہار کیا۔ بعض نے کہا ''جانے دو اب عثمانؓ سے درگزر کرو''۔ اس اثناء میں اشتر آ گیا لوگوں کو پھر جمع کر کے ورغلایا اور دوبارہ مخالفت پر ابھارا بعد اس کے ام المومنین عائشہ صدیقہؓ نے حج کا قصد کیا اور اپنے بھائی محمد کو اپنے ہمراہ لے جانے کی غرض سے بلایا۔ محمد بلوائیوں کے ہم نوالہ ہم پیالہ ہو رہے تھے ساتھ

---

[1] تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ایک روز امیر المومنین عثمانؓ نے بلوائیوں کو جمع کیا اور چھت پر چڑھ کر السلام علیکم کہا بلوائیوں نے کچھ جواب نہ دیا امیر المومنین عثمان ان لوگوں سے مخاطب ہو کر بولے میں تم کو اللہ تعالیٰ کی قسم دلاتا ہوں۔ سچ سچ کہنا کیا تم جانتے ہو کہ مدینہ میں صرف ایک ہی کنواں رومہ نامی تھا جس کو میں نے خرید کر وقف کیا تاکہ مسلمانوں کو پانی کی تکلیف نہ ہو میں نے اس کو اپنی ملک قرار نہ دی مثل اور مسلمانوں کے میں بھی اس کا پانی پیتا رہا۔ بلوائیوں نے جواب دیا ہاں یہ سچ ہے۔ امیر المومنین نے کہا پھر کیوں تم لوگ مجھے پانی نہیں دیتے بمجبوری تالاب کے پانی سے روزہ افطار کرتا ہوں بلوائیوں نے اس کا بھی کچھ جواب نہ دیا۔ پھر آپ نے فرمایا میں تم کو اللہ تعالیٰ کی قسم دلاتا ہوں کیا تم لوگ جانتے ہو کہ مسجد تنگ اور چھوٹی تھی۔ لوگوں کی گنجائش نہیں ہوتی تھی میں نے زمین خرید کر صحن مسجد بڑھایا۔ بلوائی بولے ہاں یہ سچ ہے آپ نے فرمایا کیا تم بتلا سکتے ہو مجھ سے پہلے کبھی کوئی اور شخص بھی اس میں نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہو؟ بلوائیوں نے جواب دیا نہیں۔ آپ نے ارشاد کیا پھر تم مجھے مسجد میں نماز پڑھنے سے کیوں روکتے ہوئے؟ بلوائی خاموش رہے۔ کچھ جواب نہ دیا۔ پھر آپ نے کہا ''تم کو اللہ تعالیٰ کی قسم ہے سچ کہنا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے حق میں ایسا ایسا نہیں فرمایا۔ بلوائیوں کے دل پر اس کلام سے ایک اثر پیدا ہوا جس سے وہ لوگ امیر المومنین عثمانؓ کی ایذا رسانی کے خیال سے درگزر کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ اس عرصہ میں اشتر آ گیا اور اس نے لوگوں کو دوبارہ امیر المومنین عثمانؓ کے برخلاف ابھار دیا۔

جانے سے انکار کیا۔ حنظلہ کاتب وحی بولے تم کو ام المومنین اپنی ہمراہی کے لئے بلاتی ہیں۔ تم ان کے ساتھ نہیں جاتے ہو اور آبرو باختہ اوباشوں کی اتباع کرتے ہو جو تمہارے شایان شان نہیں ہے۔ بفرض محال اگر اس کا آخری نتیجہ یہ ہوا کہ امیر المومنین عثمانؓ مغلوب ہو گئے تو تم پر بنو عبد مناف و متولی مسلط ہو جائیں گے''۔ محمد بن ابی بکر نے کچھ جواب نہ دیا حنظلہ کوفہ چلے گئے۔ طلحہؓ زبیر اور تمام کل صحابائے کبار نے بلوائیوں کی زیادتیوں کی داستانیں سن سن کر اپنے دروازے بند کر لئے تھے نہ کسی سے ملتے تھے اور نہ باہر آتے تھے۔ آل حرام تھوڑے دنوں تک خفیہ طور سے امیر المومنین عثمانؓ کے گھر میں پانی پہنچاتے رہے۔ ابن عباس دروازے پر بلوائیوں کی مدافعت کی غرض سے بیٹھے ہوئے تھے امیر المومنین عثمانؓ نے ان کو امیر حج مقرر کر کے مکہ معظمہ روانہ ہونے کا حکم دیا۔ ابن عباسؓ بولے مجھے ان بلوائیوں سے جہاد کرنا حج کرنے سے زیادہ محبوب ہے لیکن امیر المومنین عثمانؓ نے ان کو قسم دے کر مجبور کیا چنانچہ ابن عباس امیر حج ہو کر مکہ معظم روانہ ہو گئے۔

<u>بلوائیوں کی یورش</u>: بلوائیوں نے جب یہ دیکھا کہ حجاج امیر المومنین عثمانؓ ہی کی طرف مائل ہو رہے ہیں اور ان کے مقرر کئے ہوئے امیر کے ساتھ حج کو جاتے ہیں' اطراف و جوانب سے جو لوگ آتے ہیں وہ بھی انہیں کا دم بھرتے آتے ہیں تو سب کے سب امیر المومنین کے شہید کرنے پر تل گئے اور ان کی شہادت کو اپنی گلوخلاصی کا ذریعہ سمجھ کر سب نے یورش کر کے دروازہ کھولنے کا قصد کیا۔ حسن بن علی' ابن زبیر محمد بن طلحہ' مروان سعید بن العاص اور جو صحابہ کبار کے لڑکے ان کے ہمراہ تھے۔ بلوائیوں کو دروازہ کھولنے سے روکا۔ لڑے اور لڑ کر ان کو پیچھے ہٹایا امیر المومنین عثمانؓ کے کانوں تک یہ خبر پہنچی لوگوں کو لڑنے سے منع فرمایا اور قسم دے کر جدال و قتال سے روک کر اندر چلے آنے کا حکم دیا۔ بلوائیوں نے دروازے میں آگ لگا دی۔ دروازہ جل گیا' اندر گھسے۔ امیر المومنین عثمان جو اس وقت نماز پڑھ رہے تھے اور سورۃ طٰہٰ شروع کی تھی چونکہ حاضرین مکان شریک نماز تھے کسی نے بھی بلوائیوں کو کسی بھی فعل سے نہ روکا نماز سے فارغ ہوئے تو وہ لوگ چلے گئے اور امیر المومنین عثمانؓ قرآن پڑھنے لگے جس وقت یہ آیہ:

﴿الـذيـن قال لهم الناس ان الناس قد جمعوا لكم فاخشوهم فزادهم ايمانا و قالوا حسبنا الله و نعم الوكيل﴾

پر پہنچے حاضرین سے مخاطب ہو کر کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ایک اقرار لیا تھا اور میں اس پر قائم ہوں یہ کہہ کر صحابہ کرام کے فرزندان کو لڑنے سے روکا۔ حسنؓ بن علی سے کہا تم اپنے باپ کے پاس چلے جاؤ اس پر بھی حسنؓ بن علی بلوائیوں سے لڑے' مغیرہ بن الاخنس ابن شریق بھی چند لوگوں کو لے کر بلوائیوں کے مقابلہ پر آئے لڑائی ہوئی مغیرہ شہید ہو گئے۔ پھر ابو ہریرہؓ یہ کہتے ہوئے آئے:

((يا قوم مالي ادعوكم الى النجاة و تدعونني الى النار))

''اے لوگو! مجھے کیا ہو گیا ہے کہ میں تم کو نجات کی طرف بلاتا ہوں اور تم لوگ مجھے دوزخ کی طرف بلاتے ہو اور لڑنے لگے''۔

باب: ۱۹

حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) کی شہادت

شہادت: امیر المؤمنین عثمان نے ان کو بھی لڑائی سے روکا۔ اس کے بعد بلوائی مکان کے عقب سے جس جانب عمرو بن الحرام کا مکان تھا سیڑھی لگا کر گھس آئے ان لوگوں کو اس کی اطلاع تک نہ ہوئی حفاظت کی غرض سے دروازے پر تھے۔ ایک بلوائی امیر المومنین عثمانؓ کے پاس گیا اور خلع خلافت کی بابت بحث کرنے لگا۔ آپ نے انکار کیا یہ شخص واپس آیا پھر دوسرا پھر تیسرا آگیا اور ہر ایک خلع خلافت کی بابت گفتگو کرتا اور واپس آتا تھا اس اثناء میں عبداللہ بن سلام آئے انہوں نے بلوائیوں کو سمجھانا شروع کیا بلوائی لڑنے اور مارنے پر آمادہ ہوئے۔ اس کے بعد محمد بن ابی بکر امیر المومنین عثمانؓ کے پاس گئے اور دیر تک گفتگو کرتے رہے[1] جس کے ذکر کی حاجت نہیں ہے پھر شرما کر چلے آئے۔ بعد ازاں کمینوں کا ایک گروہ پہنچا ان میں سے ایک نے آپ پر تلوار چلائی۔ نائلہ بنت الفراضہ (آپ کی بیوی نے) ہاتھ سے روکا۔ انگلیاں کٹ گئیں۔ دوسرے نے وار کیا خون[2] کا قطرہ مصحف کریم پر گرا آپ شہید ہو گئے۔

حضرت عثمانؓ کی نعش کی بے حرمتی: امیر المومنین حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد آپ کے غلاموں نے بلوائیوں سے مقابلہ کیا اور چند غلام کام آئے۔ بلوائیوں نے گھر میں جو کچھ پایا لوٹ لیا۔ عورتوں کے کپڑے اور زیوارت تک چھین لئے، بیت المال کی طرف گئے اور اس کو تاراج کیا۔ بلوائیوں میں سے ایک نے امیر المومنین کا سر اتارنے کا قصد کیا۔ عورتوں

---

[1] ابن اثیر نے لکھا ہے کہ واپس آئے ہوئے بلوائیوں میں سے سب کے بعد محمد بن ابی بکر امیر المومنین عثمانؓ کے مکان میں داخل ہوئے۔ امیر المومنین عثمان نے کہا افسوس ہے تم اللہ تعالیٰ پر غصہ ظاہر کرتے ہو کیا میں نے تمہارا کوئی حق لے لیا ہے جو تم مجھ سے اس کو لینے کو آئے ہو"۔ محمد بن ابی بکر نے کچھ جواب نہ دیا لپک کر آپ کی ڈاڑھی پکڑ کر کہا "اے نعثل تجھے تجھے اللہ رسوا کرے" امیر المومنین عثمانؓ بولے "میں نعثل نہیں ہوں بلکہ عثمان ہوں اور امیر المومنین ہوں"۔ محمد نے کہا "کیوں تم کو معاویہ اور فلاں فلاں شخصوں نے نہ بچایا۔ اس بڑھاپے میں بھی تم کو خلافت کی ہوس باقی ہے"۔ امیر المومنین عثمانؓ نے فرمایا "اگر تمہارے باپ ہوتے تو وہ میرے بڑھاپے کی قدر کرتے اور وہ اس ڈاڑھی کو نہ پکڑتے"۔ محمد نے کہا "بے شک اگر میرا باپ تم کو ایسے کام کرتے دیکھتا تو وہ ان کاموں کو پسند نہ کرتا اور مجھ سے زیادہ سختی سے تمہاری ڈاڑھی کو پکڑتا"۔ امیر المومنین عثمانؓ نے کہا میں اللہ تعالیٰ سے تمہارے مقابلے پر مدد چاہتا ہوں اور اسی سے اعانت کا خواستگار ہوں۔ محمد بن ابی بکر شرما گئے ڈاڑھی چھوڑ کر چلے آئے۔

[2] خون کا قطرہ مصحف کریم کے آیہ ((فسکفیکهم الله و هو السميع العليم)) پر گرا تھا۔ یہ قرآن مسجد نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے کتب خانے میں تھا۔ اس کو مصحف امام سے تعبیر کرتے ہیں۔ سنتے ہیں کہ زمانہ جنگ عظیم یورپ میں لندن کے میوزیم میں پہنچ گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

نے شور مچایا ابن عدیس نے کہا جانے دو اس کے سر سے ہم کو کوئی سروکار نہیں ہے۔

بیان کیا[1] جاتا ہے کہ جس نے امیر المومنین عثمان کے قتل کا بیڑہ اٹھایا تھا وہ کنانہ بن بشیر تجیبی تھا۔ اسی نے تلوار چلائی تھی۔ عمرو بن حمق نے نیزہ کے چند زخم پہنچائے تھے۔ عمیر بن ضابی نے ٹھوکریں ماری تھیں۔ جس سے چند پسلیاں ٹوٹ گئی تھیں۔ ٹھوکریں لگانے کے وقت یہ کہتا جاتا تھا کہ کیوں تم ہی نے میرے باپ کو قید کیا تھا جو بے چارہ قید ہی کی حالت میں مر گیا۔

تجہیز و تکفین: امیر المومنین حضرت عثمانؓ کی شہادت اٹھارویں ذی الحجہ ۳۵ھ یوم جمعہ کو ہوئی تین دن تک بے گور و کفن پڑے رہے۔ حکیم بن حرام اور جبیر بن معطم، علی ابن ابی طالب کے پاس گئے۔ آپ نے دفن کرنے کی اجازت دی، شب کے وقت مابین مغرب و عشاء جنازہ لے کر نکلے، جنازے کے ساتھ زبیر، حسن ابوجہم بن حذیفہ، مروان تھے۔ جنت البقیع کے باہر حس کوکب میں دفن کیا۔ جبیر بن معطم نے نماز پڑھائی لیکن بعض مورخوں کا خیال ہے کہ مروان نے اور بعض کہتے ہیں کہ حکیم نے پڑھائی تھی۔ روایت کی جاتی ہے کہ بلوائیوں میں سے چند لوگوں نے دفن کرنے اور نماز جنازہ پڑھنے سے بھی تعرض کیا تھا۔ لیکن علی ابن ابی طالب نے ان کو ڈانٹا اور سختی سے روکا بعض کا خیال ہے کہ علی، طلحہ، زید بن ثابت، کعب بن مالک بھی شریک جنازہ تھے اور بغیر غسل کے انہیں کپڑوں میں دفن کیا جو پہنے ہوئے تھے۔

عہدِ عثمانیؓ کے عمال: بوقت شہادت ممالک اسلامیہ میں عمال اس تفصیل سے تھے۔ مکہ میں عبداللہ بن الحضرمی، طائف میں قاسم بن ربیعہ ثقفی، صنعاء میں یعلی بن منبہ، جند میں عبداللہ بن ربیعہ، بصرے میں عبداللہ بن عامر، شام میں معاویہ بن ابی سفیان، حمص میں عبدالرحمن بن خالد، قنسرین میں حبیب بن مسلمہ، اردن میں ابوالاعور سلمی اور بحرین میں عبداللہ بن قیس فرازی عامل تھے۔ فلسطین صوبہ شام میں شامل تھا اس کی حکومت پر معاویہ کی جانب سے علقمہ بن حکیم کندی مامور تھا۔ عہدہ قضاء پر ابوالدرداء تھے کوفہ میں امامت ابوموسیٰ اشعری کرتے تھے میدان جنگ کی افسری قعقاع بن عمرو کے قبضہ میں تھی۔ سواد کے صیغہ مال پر جابر مزنی اور سماک انصاری مامور تھے۔ قرقیسا میں جریر بن عبداللہ، آذربائیجان میں اشعث بن قیس حلوان میں عتبہ بن نہاش، اصفہان میں سائب بن اقرع اور سبدان میں خنیس گورنر تھے۔ مدینہ منورہ میں بیت المال کے افسر

---

[1] محمد بن ابی بکر کے واپس آنے کے بعد قیسرہ، سودان بن عمران اور غافقی، امیر المومنین عثمانؓ کے پاس گئے غافقی نے لوہے سے مارا قرآن شریف کو ایک لات ماری آپ کی گود سے گر گیا۔ پھر سودان نے تلوار چلائی۔ نائلہ نے ہاتھ سے روکا انگلیاں کٹ گئیں اس کے بعد کنانہ نے وار کیا جس سے آپ شہید ہوئے۔ اس کے بعد امیر المومنین عثمان کے چند غلام آئے ان میں سے ایک نے سودان پر حملہ کر کے قتل کر ڈالا۔ قیسرہ نے اس غلام کو مار ڈالا جب گھر کی طرف واپس ہوئے تو دوسرے غلام نے قیسرہ کو مار ڈالا۔ پھر بلوائیوں کا ہجوم ہو گیا مال و اسباب لوٹنے لگے۔ کلثوم تجیبی نے نائلہ زوجہ امیر المومنین کی تلوار چھین لی۔ ایک غلام نے پہنچ کر کلثوم کو ایک وار سے شہید کر دیا مال و اسباب لوٹ لینے کے بعد عمر بن الحمق نے حضرت عثمان کے سینہ پر نو نیزے مار کر کہا ان میں سے تین نیزے تو میں نے اللہ تعالیٰ کے واسطے مارے ہیں اور چھ اس وجہ سے مارے ہیں کہ یہ میرے دل میں اس کی طرف سے غبار تھا۔ پھر بلوائیوں میں سے کسی نے سر کاٹنے کا قصد کیا۔ نائلہ اور ام المومنین چلا کر لاش پر گر پڑیں۔ ابن عدیس نے کہا جانے دو سر نہ کاٹو اس کے سر سے ہمیں کوئی سروکار نہیں ہے۔

عقبہ بن عمرو اور قضاء پر زید بن ثابت تھے۔

(۱) عہدِ عثمانی کی فتوحات کا اجمالی جائزہ (مترجم): امیر المومنین عثمان بن عفان کا دور خلافت بارہ دن کم بارہ برس تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ آٹھ دن کم بارہ برس رہا۔ اس زمانہ میں جس قدر فتوحات حاصل ہوئیں دو قسم کی ہیں ایک یہ ہے کہ شہادت کے بعد فاروق اعظمؓ بعض بعض شہروں میں بغاوت پھوٹ نکلی تھی۔ ذوالنورین نے اس کے فرو کرنے اور دوبارہ اس کو مقبوضات اسلامیہ میں داخل کرنے کی کوشش کی جیسا کہ وفات رسول اللہ علیہ التحیۃ والصلوۃ' صدیق اکبر کے دورِ خلافت میں مرتدین کے ساتھ معرکہ آرائی ہوئی تھی۔

ہمدان نے بدعہدی کی جس کو دوبارہ مغیرہ بن شعبہ نے فتح کیا' اہل رے بغاوت پر کمربستہ ہوئے ابوموسیٰ اشعری اور براء بن عازب نے اس بغاوت کو فرو کیا۔ اسکندریہ والوں نے علم بغاوت بلند کیا جس کو عمرو بن العاص کی کوششوں نے سرنگوں کیا۔ آذربائیجان کو ولید بن عقبہ نے دوبارہ زیر اور صلح کرنے پر مجبور کیا۔ انہیں واقعات کے اثناء میں آذربائیجان کے قرب و جوار کے اور مقامات بھی فتح ہوئے۔ ولید بن عقبہ اور سلمان بن ربیعہ نے بلاد آرمینیہ پر فوج کشی کی بے شمار مال غنیمت ہاتھ آیا۔ عثمان بن ابی العاص کو شہر کازرون پر حملہ کرنے کو روانہ کیا۔ عثمان بن ابی العاص نے شہر کو بصلح و امان فتح کیا اور اسی مقام سے انہوں نے ہرم بن حیان کو درسفید کی جانب روانہ کیا جو بہت جلد بآسانی تمام فتح ہو گیا۔ دوسری وہ فتوحات ملکی ہیں جو امیر المومنین عثمانؓ کے زمان خلافت میں حاصل ہوئیں اس سے پیشتر وہ ممالک اسلامیہ حکومت کے دائرہ میں نہ تھے۔ ازانجملہ افریقہ ہے جو عبداللہ بن سعید بن ابی سرح کے ہاتھ سے فتح ہوا۔ امیر المومنین عثمان نے اسی وجہ سے عبداللہ بن سعد کو مصر کا گورنر مقرر کیا تھا اور مال غنیمت کا خمس الخمس مرحمت فرمایا تھا۔ اس زمانہ میں افریقہ کا حاکم قیصر روم کی جانب سے جریر نامی ایک شخص تھا جس کی حکومت طرابلس سے حدود طنجہ تک پھیلی ہوئی تھی۔ چالیس لڑائیوں کے بعد عبداللہ نے اس کو سر کیا۔ افریقہ کی فتح کے بعد عبداللہ بن نافع بن حصین اور عبداللہ بن نافع بن عبدالقیس کو مغرب کی طرف روانہ کیا۔ کفار سے لڑائی ہوئی بالآخر مسلمانوں کی فتح ہوئی اور امیر المومنین عثمان نے اندلس کی حکومت عبداللہ بن نافع بن الحصین کو مرحمت فرمائی۔ اسی وقت سے سرزمین مغرب میں اسلام کا جھنڈا بلند ہوا۔ جزیرہ قبرص اور جزیرہ ذودوس انہیں کے عہد خلافت میں پچاس لڑائیوں کے بعد معاویہ بن سفیان کی حسن سعی سے فتح ہوا۔ فارس و خراسان کا زور انہیں کے زمانہ میں ٹوٹا۔ یزدگرد کی زندگی کا خاتمہ انہیں کے دورِ خلافت میں ہوا۔ کابل' زابلستان' ہرات' طالقان' فاریاب' طبرستان کے میناروں پر انہیں کے زمانہ خلافت میں اسلامی پھریرا اڑایا گیا۔

ان کے ابتداء دورِ خلافت میں ایسے خطرناک واقعات پیش آئے تھے جس سے ان کی ثابت قدمی اور انتظام کا کافی ثبوت ملتا ہے اور اس کو ان کی حکمت عملی و تدبیر نے کامیابی کے ساتھ رفع دفع کر دیا۔ ازانجملہ ایک واقعہ یہ ہے کہ ۳۲ھ خلافت میں امراء فارس کی تبدیلی سے ایرانیوں نے سازش کر کے مقام اصطخر میں فوج کثیر جمع کی اور عبیداللہ بن عامر گورنر کو قتل ڈالا تھا۔ لشکرِ اسلام شکست پا کر میدان جنگ سے بھاگ آیا۔ امیر المومنین عثمان نے عبداللہ بن عامر کو بسر کردگی لشکرِ بصرا اور عمان روانہ کیا جنہوں نے کمال مردانگی سے ایرانیوں کو ایسا پامال کیا کہ پھر ان کو سر اٹھانے کا حوصلہ نہ ہوا۔ دوسرا واقعہ یہ ہے کہ جس وقت مسلمانوں نے افریقہ کو فتح کیا قسطنطین قیصر روم کی غیرت وحمیت جوش پر آ گئی۔ لشکرِ عظیم ترتیب دے کر براہ دریا بقصد مقابلہ لشکرِ اسلام کوچ کیا۔ امیر المومنین عثمانؓ نے معاویہ کو شام سے اور عبداللہ بن سعد کو مصر سے مقابلے پر روانہ کیا۔ خطرناک اور سخت خوں ریز لڑائیوں کے بعد قسطنطین کو شکست ہوئی۔ رومی لشکر کا زیادہ حصہ لڑائی میں کام آ گیا اس کے بعد رومیوں میں نزاع پیدا ہو گئی۔ قسطنطین مار ڈالا گیا اور وعدہ ((هلک قیصر فلا قیصر جده)) ظہور پذیر ہوا۔

تذکرۂ عثمانؓ: امیر المومنین عثمانؓ ذی النورین' قریش میں اعلیٰ درجہ کا نسب رکھتے تھے۔ ماں باپ دونوں قرشی تھے۔ ان کے باپ کا نام عفان تھا۔ عفان لڑکا تھا ابوالعاص کا' ابوالعاص امیہ اکبر کا' امیہ اکبر عبدشمس کا عبدشمس عبدمناف بن قصی کا' عبدمناف بن قصی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا عبدالمطلب کا دادا تھا۔ ان کی ماں کا نام اروی بنت کریز بن ربیعہ بن حبیب بن عبدشمس بن عبدمناف تھا۔ یہ لڑکی تھیں بیضاء ام حکیم بنت عبدالمطلب کی (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی پھوپھی) کی باپ کی طرف سے چوتھی پشت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتے ہیں اور برادرزادہ بھتیجے ہوتے ہیں اور ماں کی طرف سے دوسری پشت میں ملتے ہیں اور ہمشیرہ زاد (بھانجے) ہوتے ہیں۔

زمانۂ جاہلیت میں ان کی کنیت ابوعمرو تھی۔ جب اللہ جل شانہ نے ان کو مشرف بہ اسلام کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی لڑکی رقیہ سے عقد کر دیا اور ان کے بطن سے عبداللہ بن عثمان پیدا ہوئے۔ تب انہوں نے اپنی کنیت ابوعبداللہ کر دی۔ اسلام لانے کے بعد اکثر لوگ ان کو ابوعبداللہ کہا کرتے تھے اور ایسے بہت کم لوگ تھے جو ان کو ابوعمرو کی کنیت سے یاد کرتے رہے ہوں۔

قد نہ بہت طویل تھا اور نہ بہت چھوٹا' میانہ قامت' خوش رو' چہرے پر کسی قدر چیچک کے آثار' چوڑے بازو' پنڈلیاں گوشت سے بھری' ڈاڑھی بڑی' بدن میں بال زیادہ' رنگ گندمی تھا۔ بالوں کو کبھی کبھی حنا سے رنگ لیتے تھے۔

حضرت عثمانؓ کے ابتدائی حالات: یوں تو ان کے زمانہ پیدائش میں مورخوں نے اختلاف کیا ہے۔ لیکن صحیح روایت یہ ہے کہ عام الفیل کے چھٹے برس پیدا ہوئے سن شعور کو پہنچ کر اس زمانے کی ضرورت کے مطابق لکھنا پڑھنا سیکھا۔ کچھ دنوں تک اونٹ چرانے کی خدمت بھی انجام دی جو عرب کا قومی شعار سمجھا جاتا تھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو ابوبکر صدیقؓ کی ترغیب سے خدمت اقدس میں حاضر ہوئے' ایمان لائے' سابقین اسلام سے ہیں۔ ابوعبیدہ بن الجراح اور عبدالرحمٰن بن عوف سے ایک روز پہلے اور علی ابن ابی طالب وصدیق اکبر و ام المومنین خدیجہؓ کے بعد مسلمان ہوئے۔ ابن اثیر نے لکھا ہے کہ یہ قدیم الاسلام دارارقم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانے سے پیشتر اسلام لائے۔ آپ خود اکثر فرمایا کرتے تھے' میں اسلام کا چوتھا شخص ہوں میری ذات سے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی چوتھی عدد پوری فرمائی۔

حضرت عثمانؓ کی ہجرت میں افضلیت: حضرت عثمانؓ نے دو ہجرتیں کیں ایک بجانب حبشہ' حضرت ابراہیم اور لوط علیہما السلام کے بعد یہی پہلے شخص ہیں جنہوں نے مع اپنے اہل کے ہجرت کی' ریاض میں بروایت انس لکھا ہے:

((قال اول من هاجرا الى الارض الحبشة عثمان و خرج معه بابنة رسول الله صلى الله عليه وسلم' فابطاء على رسول الله صلى الله عليه وسلم خيرهما فجعل يتوكف الخبر فقدمت امراة من قريش من ارض الحبشة فالها فقالت رايتهما على اى حال رايتهما قالت رايتهما و قل حملها على حمار من هذه الدواب و هو يسوقها فقال النبى صلى الله عليه وسلم صحبهما الله ان كان عثمان لاول من هاجر الى الله عزوجل بعد لوط))

''حضرت انس نے کہا ہے کہ پہلے جس نے ارض حبشہ کی طرف ہجرت کی' وہ عثمان ہیں اور ان کے ہمراہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لڑکی بھی تھیں۔ ہجرت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی خبر کچھ عرصے تک معلوم نہ ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انتظار فرما رہے تھے کہ قریش کی ایک عورت حبشہ سے آئی' آپ نے اس سے عثمان کو دریافت کیا' عورت نے کہا میں نے ان دونوں کو دیکھا ہے۔ فرمایا کس میں حالت میں تو نے ان کو

دیکھا جواب دیا میں نے دیکھا ہے کہ عثمان کی بیوی ایک جانور پر سوار تھیں اور عثمان اس کو ہانکتے جاتے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ ان دونوں کا ساتھی ہو۔ عثمان پہلا شخص ہے جس نے لوط کے بعد اللہ عزوجل کے لئے ہجرت کی''۔

حاکم نے بروایت عبدالرحمٰن بن اسحاق عن ابی عن سعد نے اس قصہ کو یوں بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا یا ابابکر انهما الاول من هاجرا بعد لوط و ابراهيم " اے ابوبکر سب کے پہلے انہیں دو نے لوط وابراہیم کے بعد ہجرت کی ہے اور دوسری ہجرت مدینہ منورہ کی جانب جب رسول اللہ ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے اس کے بعد ہی ذی النورین بھی مدینہ میں ہجرت کر آئے۔

ذی النورین کا لقب: ابن اثیر کا بیان ہے کہ امیر المومنین حضرت عثمان کو ذی النورین اس وجہ سے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں رقیہ وکلثوم (رضی اللہ عنہما) یکے بعد دیگرے آپ کے عقد میں آئی تھیں:

((اخرج الحاكم ان ابی هريره ان رسول الله صلى الله عليه وسلم لقى عثمان و هو مغموم فقال ما خالك يا عثمان فقال بابى انت و امى هل دخل على احد من الناس ما دخل على توفيت بنتِ رسول الله صلى الله عليه وسلم و انقطع الصهر فى ما بينى و بينك و الى ابد فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم و اتقول ذالك يا عثمان و هذا جبريل يا مرنى من امر الله عزوجل ان ازوجك اختها كلثوم على مثل صدقها و على مثل عدتها تزوجه النبى صلى الله عليه وسلم عليها))

''حاکم نے ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عثمانؓ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ملاقات کی اور عثمان مغموم تھے۔ آپؐ نے فرمایا اے عثمان کیا حال ہے۔ عثمان نے عرض کی میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں کیا کسی پر ایسا صدمہ اور بھی گزرا ہے جو مجھ پر گزرا ہے صاحبزادی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انتقال کر گئیں اور رشتہ سسرالی قرابت کا ہمیشہ کے لئے میرے اور آپؐ کے منقطع ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عثمان تم یہ کیا کہتے ہو جبرئیل نے مجھ کو اللہ تعالیٰ کا یہ پیام پہنچایا ہے کہ میں رقیہ کی بہن کلثوم کا نکاح اسی مہر اور اسی طرح تمہارے ساتھ کر دوں۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد رقیہ کے کلثوم کا عقد عثمان سے کر دیا''۔

پھر جب کلثومؓ کا بھی انتقال ہو گیا تو آپ نے فرمایا اگر میرے اور لڑکی ہوتی تو میں اس کا نکاح بھی عثمان سے کر دیتا۔ ریاض میں علی ابن ابی طالب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اگر میرے چالیس لڑکیاں بھی ہوتی تو میں یکے بعد دیگرے عثمان سے عقد کرتا جاتا۔ یہاں تک کہ ایک بھی باقی نہ رہتی۔ یہ ایک ایسی شرافت وعظمت ہے جو سوائے ان کے اور کسی کو نصیب نہیں ہوئی ازالۃ الخفاء میں حوالہ ریاض لکھا ہے ((قيل فى وجه التسميه بذى النورين كان له سخا ان سخاء قبل الاسلام و سخاء بعده)) ''یعنی بیان کیا گیا ہے عثمان کو ذی النورین اس وجہ سے کہتے ہیں کہ عثمان ذوالنورین کی دو سخاوتیں تھیں ایک سخاوت قبل اسلام اور ایک سخاوت بعد از اسلام اس کو صاحب ازالہ نے قیل کر کے بیان کیا ہے جو ضعف قول پر دلالت کرتا ہے صحیح وہی ہے جو ہم اوپر لکھ آئے ہیں۔

حضرت عثمانؓ کی سیرت و کردار: قدرتی طور پر آپ کی فطرت سلیمہ ایسی واقع ہوئی تھی کہ جس کی وجہ سے قبل از اسلام آپ اکثر امور جاہلیت سے محترز رہے از انجملہ یہ ہے کہ آپ نے اسلام لانے سے پہلے شراب اپنے اوپر حرام کر لی تھی زنا کبھی نہیں کیا۔ ((فى الاستعياب فى ترجم ابى بكر رضى الله عنه انه كان قد حرم الخمر فى الجاهلية هو و عثمان))

''استیعاب میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حال میں لکھا ہے کہ بے شک زمانہ جاہلیت میں انہوں نے اور عثمان نے شراب حرام کر لی تھی''۔((و فی الریاض عن انه قال ما زینت فی الجاهلیة و الاسلام و لا سوقت)) ''اور ریاض میں ان سے روایت کی گئی ہے کہ بے شک انہوں نے کہا ہے کہ میں نے جاہلیت اور اسلام میں زنا نہیں کیا اور نہ چوری کی ہے''۔ یہ امر قومی روایت سے بھی ثابت ہو گیا ہے کیونکہ زمانہ محاصرے میں امیر المومنین عثمانؓ نے ایک تقریر کی تھی جس کا آخری فقرہ یہ تھا ((و ما زینت فی الجاهلیة و الاسلام قط)) ''اور نہ میں نے جاہلیت میں اور نہ اسلام میں کبھی زنا کیا ہے'' اور بلوائیوں میں سے بھی کسی نے اختلاف نہیں کیا تھا۔

سخاوت: زمانہ جاہلیت میں اسلام اور امیر المومنین عثمان کی ثروت قریش میں ایسی تھی کہ جس سے بلا امتیاز ہر صغیر و کبیر، غنی و فقیر مستفیض ہوا۔ زمانہ جاہلیت کی ان فیاضیاں یا صدقات و خیرات کا لکھنا فضول ہے اور تجسس سے بہ وقت اس کا پتہ چلے گا لیکن اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ جو فیاضی اور سیر چشمی کی وہ ان کی سخاوت و ثروت و دریا دلی کی ایک بے مثل نظیر ہے۔ طبری نے لکھا ہے کہ عثمان ذوالنورین اپنے زمانہ خلافت میں ہر سال حج کو جاتے تھے۔ اور مقام منیٰ میں اپنا خیمہ نصب کراتے جب تک حجاج کو کھانا نہ کھلا لیتے لوٹ کر اپنے خیمے میں نہ آتے تھے بیت المال سے اس کو کچھ تعلق نہ تھا۔ اپنے جیب خاص سے خرچ کرتے تھے۔

اسلام کی خدمات: جیش العسرہ میں (جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری غزوہ ہے) امیر المومنین عثمانؓ نے بڑی اولوالعزمی اور دریا دلی سے کام لیا تھا تقریباً کل لشکر کے لئے سروسامان مہیا کیا تھا۔ اس کو خود ذی النورین نے محاصرے کے زمانے میں اپنے خطبہ میں بیان کیا تھا جس کو حاضرین نے تسلیم کیا تھا۔

((ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم نظر فی وجوه القوم فقال من یجهز هولاء غفرله یعنی جیش العسرة فجهزتهم حتی لم یفقد و اعقالا و لا حطاما قالوا نعم))

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کی طرف دیکھ کر فرمایا کون شخص ان مجاہدوں کا سروسامان مہیا کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت کرے گا (یعنی جیش العسرۃ کا) پس میں نے کل سامان مہیا کر دیا ایک چھدان اور مہار کی بھی ضرورت نہ ہوئی۔ بلوائیوں نے کہا ہاں''۔

عبدالرحمٰن بن خباب نے اس واقعے میں اس قدر اور بیان کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر سے اترتے ہوئے دیکھا ہے۔ فرما رہے تھے ((ما علی عثمان ما فعل بعد هذه ما علی عثمان ما فعل بعد هذه)) ''اس کے بعد عثمان جو کریں گے وہ سب معاف ہے'' ترمذی نے اس کی روایت کی ہے اور عبدالرحمٰن بن سمرہ نے اس واقعہ میں بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا ((مافر عثمان ما عمل بعد الیوم مرتین)) ''آج کے بعد عثمان کو کوئی عمل کچھ نقصان نہ پہنچائے گا'' دو مرتبہ فرمایا تھا۔

غزوہ تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سخت مخمصے میں مبتلا ہو گئے تھے ذی النورین نے اپنی عالی ہمتی اور بے مثل فیاضی سے اس کو رفع کیا۔ سالم بن عبداللہ بن عمر نے ایک طویل حدیث میں روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک میں تشریف لے گئے تھے جو تنگی اور پانی و کھانے کی تکلیف اس میں ہوئی اس سے پیشتر اور کسی غزوہ میں نہیں ہوئی تھی۔ ذی النورین کو جب یہ معلوم ہوا تو وہ اس قدر غلہ، روٹیاں اور اشیاء خوردنی خرید کر اونٹوں پر بار کر کے لائے جو مجاہدین غزوۂ تبوک کو کافی ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دور سے دیکھ کر فرمایا ((هذا قد جائکم بغیر)) ذی النوری نے کھانا لا

کر سامنے رکھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کبار نے آسودہ ہو کر تناول فرمایا اور آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر ارشاد کیا ((اللّٰھم انی قد رضیت عن عثمان فارض عنہ (ثلث مرات)) ''اے اللہ میں عثمان سے خوش ہو گیا ہوں تو بھی اس سے راضی ہو جا۔ تین مرتبہ فرمایا''۔ پھر صحابہ کی طرف مخاطب ہو کر کہا ((ایھا الناس ادعوا العثمان فدعا لہ الناس جمیعا مجتھدین و بینھم صلی اللّٰہ علیہ وسلم))

اہلِ بیت کی خدمات ذی النورین کے منجملہ اوصاف حمیدہ کے یہ بھی تھا کہ جب کبھی اہل بیت رسالت کو کسی قسم کی ضرورت پیش آ جاتی اور اس کی اطلاع ذی النورین کو ہو جاتی تو اس کے رفع کرنے میں سعی بلیغ کرتے تھے۔ ایک مرتبہ چار دن تک اہل بیت رسول اللہ کو کھانا میسر نہ آیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور ام المومنین عائشہ صدیقہؓ سے دریافت فرمایا کہ تم کو کچھ کھانے کو ملا۔ ام المومنین عائشہؓ نے عرض کی ''کہاں سے ملتا اللہ تعالیٰ آپ ہی کے ہاتھوں ہم کو مرحمت فرماتا ہے''۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے وضو کیا مسجد میں نفل پڑھنے لگے آپ تھوڑی تھوڑی دیر بعد نماز کی جگہ تبدیل کرتے جاتے تھے اتنے میں عثمان آ گئے اور اجازت طلب کی۔ عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے چاہا عثمانؓ کو آنے کی اجازت نہ دوں پھر یہ خیال کر کے کہ مالداران صحابہ میں سے ہیں۔ شاید اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعہ سے ہم تک نیکی پہنچانے کا قصد کیا ہو میں نے اجازت دے دی۔ عثمانؓ نے مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حال دریافت کیا میں نے جواب دیا اے صاحبزادے چار یوم سے اہل بیت رسالت نے کچھ نہیں کھایا۔ عثمان بن عفان نے رو کر کہا کہ تف ہے دنیا پر۔ پھر کہا اے ام المومنین تم کو یہ مناسب نہ تھا کہ تم پر ایسے حادثات گزریں اور تم نہ مجھ سے ذکر کرو اور نہ عبدالرحمن بن عوفؓ اور نہ ثابت بن قیس جیسے مالداروں سے۔ ذی النورین یہ کہہ کر واپس گئے اور کئی اونٹ آٹا' گیہوں' کھجوریں اور مسلم بکرا مع دو سو درہم کے لا کر پیش کیا۔ پھر کہا یہ بہ دیر تیار ہو گا میں پکا ہوا کھانا لاتا ہوں چنانچہ روٹیاں اور بھنا ہوا گوشت لائے اور کہا کھاؤ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی رکھ دو۔ پھر ام المومنین عائشہ صدیقہؓ کو قسم دی کہ آئندہ جب کبھی ایسا واقعہ پیش آئے تو مجھے ضرور مطلع کرنا۔ عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ عثمان کے چلے جانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ دریافت کیا ((عائشہ ھل اصبتم بعد شیئاً)) ''اے عائشہ میرے بعد تم کو کچھ ملا؟'' میں نے عرض کیا اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے کو گئے تھے اور آپ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کی دعا کبھی رد نہیں کرتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے استفسار کیا' کیا ملا؟ میں نے عرض کی اس قدر آٹا' اس قدر گیہوں اور اس قدر کھجوریں اونٹوں پر لدی ہوئی اور تین سو درہم کی ایک تھیلی اور ایک مسلم بکرا اور روٹی اور بہت سا بھنا ہوا گوشت۔ آپ نے دریافت کیا کس نے دیا؟ گزارش کی عثمان بن عفان نے! وہ مجھے قسم دلا گئے ہیں کہ آئندہ جب ایسا موقع پیش آئے تو مجھے اطلاع دینا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر بیٹھے نہیں' مسجد چلے گئے اور ہاتھ اٹھا کر فرمایا ((اللّٰھم قد رضیت عن عثمان فارض عنہ اللّٰھم انی قد رضیت عن عثمان فارض عنہ)) ''اے اللہ تعالیٰ میں عثمان سے راضی ہو گیا۔ تو بھی راضی ہو جا'' علاوہ ان اوقات کے اور وقتوں میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان کے حق میں بکثرت دعائیں کی ہیں۔ ریاض میں بروایت ابوسعید خدری لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اول شب سے تا طلوع فجر عثمان بن عفان کے حق میں دعا فرما رہے تھے۔ ((اللّٰھم انی رضیت عن عثمان فارضی عنہ)) جابر بن عطیہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ خطبہ میں فرمایا تھا:

((غفر اللّٰہ لک یا عثمان ما قدمت و ما اخرت و ما اسررت و ما اعلنت و ما اخفیت و ما ابدیت و ما ھو کائن الیٰ یوم القیامۃ اخرج البغوی فی معجمہ))

''اے عثمان اللہ نے تیرے گناہ بخش دیئے جو تو نے پہلے کئے تھے اور جو تو بعد کو کرے گا اور جو تو نے چھپا کر کیا اور جو تو نے ظاہر کیا اور جو تو نے چھپایا اور جو تو نے ظاہر کیا اور جو گناہ قیامت تک ہونے والا ہے بغوی نے اپنے معجم میں اس قدر روایت کی ہے''۔

مسجدِ نبوی کی توسیع: مسجد نبوی کے بڑھانے اور اس کے مسقّف کرنے والے بھی ذی النورینؓ ہیں' مدینہ منورہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری پر ایک چھوٹی سی مسجد بنائی گئی تھی۔ جو تھوڑے ہی دنوں میں مسلمانوں کی کثرت سے ادائے نماز کے لئے ناکافی ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز خطبہ دیا۔ بیان فرمایا ''کہ جو شخص فلاں فلاں اشخاص کے مکانات خرید کر کے ہماری مسجد میں شامل کر دے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں مکان بنائے گا اور اس کے گناہوں کو معاف کر دے گا''۔ ذی النورین نے اجازت حاصل کر کے ان مکانات کو بیس ہزار یا پچیس ہزار اشرفی میں خرید کر مسجد میں شامل کر دیا۔

مسجدِ نبوی کی مرمت: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک سے فاروق اعظمؓ کے زمانہ خلافت تک مسجد نبویؐ کی چھت کھجور کے پتوں اور لکڑیوں سے بنی ہوئی تھی اور صحن خام تھا ایام بارش میں جب مدینہ میں پانی برستا تھا تو بارش موقوف ہو جانے پر مسجد نبویؐ میں دو ایک دن تک چھت سے پانی ٹپکتا رہتا تھا۔ نمازیوں کو سخت تکلیف ہوتی عہدِ خلافت فاروقی میں ذی النورین نے فاروق اعظمؓ سے سقف و صحن مسجد کو پختہ کرنے کی تحریک کی۔ فاروق اعظمؓ نے جواب دیا بیت المال' مجاہدین اور غازیان اسلام کے خرچ کے لئے ہے نہ کہ مسجد کو مسقّف کرنے اور صحن کو پختہ بنانے کے لئے جس حالت میں مسجد نبوی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے بعد ابوبکرؓ کے زمانہ میں تھی اس کو اسی حالت میں رکھوں گا اگر تم کو نمازیوں کی تکلیف کا زیادہ خیال ہے تو اپنے صرف سے بنا دو۔ ذی النورین پاس ادب سے خاموش ہو رہے جب ان کا دورِ خلافت آیا تو اپنے خاص مصرف سے مسجد نبوی کی چھت اور صحن اور دیواروں کو پختہ کرایا۔

بیئر رومہ کا وقف: رسول اللہ کے عہدِ فیض مہد میں مدینہ منورہ میں مسجد قبلتین کی جانب شمال میٹھے پانی کا صرف ایک کنواں تھا جس کو بیئر رومہ کہتے تھے۔ ایک یہودی اس کا مالک تھا۔ مسلمانوں کو پانی کی سخت تکلیف ہوتی تھی جو مستطیع تھے وہ میٹھا پانی استعمال کرتے تھے اور جو نادار صحابہؓ تھے ان کا گزران کھاری پانی پر ہوتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز خطبہ دیا ذی النورین نے پینتیس ہزار میں خرید کر وقف کر دیا۔

((قال عثمان فی خطبة یوم الدار اذکر کم باللّٰه تعالی هل تعلمون ان رومة لم یکن یشرب منها احد الا بثمن فابتعها فجعلها للغنی و الفقیر و ابن السبیل قالو اللّٰهم نعم و روی ذلک عنه الاخف قیس و ابوسلمة و ابوعبدالرحمن و غیرهم))

''عثمان نے یوم الدار (محاصرہ کے دن) اپنے خطبہ میں کہا میں تم کو اللہ تعالیٰ کی قسم دلاتا ہوں کیا تم نہیں جانتے ہو کہ رومہ سے کوئی شخص بلا قیمت پانی نہیں پی سکتا تھا۔ میں نے اس کو خرید کر کے غنی' فقیر اور مسافروں کے لئے وقف کر دیا۔ ان لوگوں نے کہا ہاں اور روایت کی ہے اس کی ان سے احنف بن قیس اور ابوسلمہ و ابوعبدالرحمن وغیرہ نے''۔

صدقہ: ان فیاضیوں اور سیر چشمیوں کے علاوہ جس کو ہم اوپر مشتے نمونہ از خروارے تحریر کر آئے ہیں صدقات میں بھی ذی

النورین کا ہاتھ کھلا ہوا تھا۔ کتب سیر و رجال کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ذی النورین کو جو مرتب عالیہ صدقہ میں حاصل ہوا تھا کسی کو کم نصیب ہوا ہوگا۔

((عن ابن عباس قال قحط الناس في زمان ابی بکر فقال ابوبکر لا تمسون حتي يفرج الله منكم فلما كان عن الغد جاء البشير اليه قال قدمت لعثمان الف راحلة برا و طعاما قال فغد التجار علی عثمان فقرعو اليه الباب فخرج اليهم و عليه ملأة و قد خالف بين طرفيها علی عاتقه فقال لهم ما تريدون قالوا قد بلغنا انه قدم لک الف راحلة بر او طعاما بعنا حتي توسع به علی فقراء المدينة فقال لهم عثمان اذا خلو فدخلوا فاذا الف و قر قد صب في دار عثمان فقال لم كم تربحوني علی شرائ من الشام فقال العشرة اثنی عشر قال زادوني قالوا العشرة اربعة عشر قال زادوني قالوا العشرة خمسة عشر قال زادوني قالوا من زادک و نحن تجار المدينة قال زادوني بكل درهم عشرة عندكم زيادة قالوا لا قال عندكم زيادة قالوا لا قال فاشهد كم معشر التجار انما صدقة علی فقراء المدينة))

''ابن عباس سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا ہے کہ زمانہ ابوبکرؓ میں قحط آیا ابوبکر نے کہا تم لوگ شام نہ کرنے پاؤ گے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری تنگی دور کر دے گا۔ جب کل ہوا تو ایک قاصد آپ کے پاس آیا اس نے کہا عثمان کا ایک ہزار اونٹ گیہوں اور کھانا آیا ہے صبح کو غلے کے تاجر عثمان کے پاس گئے اور دستک دی عثمان ایک چادر اوڑھے ہوئے نکلے۔ جس کے دونوں کنارے مونڈھوں پر پڑے ہوئے تھے۔ تاجروں سے کہا تمہارا کیا ارادہ ہے تاجروں نے کہا ہم کو یہ خبر ملی ہے کہ ایک ہزار اونٹ گیہوں اور کھانا تمہارا آیا ہے تم اس کو ہمارے ہاتھ فروخت کرو تا کہ فقراء مدینہ کی تنگی رفع ہو۔ عثمان نے ان لوگوں کو اندر بلایا جب وہ لوگ اندر گئے تو عثمان کے مکان میں غلے کا ایک بڑا ڈھیر رکھا ہوا تھا۔ حضرت عثمانؓ نے کہا تم مجھ کو شام کی خریداری پر کس قدر نفع دو گے ان لوگوں نے کہا دس کے بارہ' عثمانؓ نے کہا اور زیادہ دو ان لوگوں نے کہا دس کے چودہ'' عثمان نے کہا اور زیادہ دو ان لوگوں نے کہا ''دس کے پندرہ''۔ عثمان نے کہا اور زیادہ دو ان لوگوں نے کہا'' ہم لوگ تجار مدینہ ہیں اس سے زیادہ کوئی تم کو نہ دے گا''۔ عثمانؓ نے کہا'' تم مجھ کو ایک درہم پر دس نفع دو گے'' ان لوگوں نے کہا ''نہیں''۔ عثمانؓ نے کہا'' اے گروہ تجار تم لوگ گواہ رہنا کہ میں نے فقراء مدینہ کو کل غلہ دے دیا''۔

عبداللہ بن عباس کا بیان ہے کہ اس شب میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک گھوڑے میں سوار ہو کر کلہ نوری پہنے ہوئے عجلت میں تشریف لئے جا رہے ہیں۔ میں نے بڑھ کر گزارش کی میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں مجھے آپ کی زیارت کا بے حد اشتیاق تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے جانے کی عجلت ہے کیونکہ عثمان نے ایک ہزار اونٹ غلہ صدقہ کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کو قبول فرما لیا ہے اس کے عوض میں اللہ تعالیٰ نے جنت میں ایک عروس کے ساتھ ان کا عقد کیا ہے میں عثمان کے عقد میں جا رہا ہوں''۔ اللہ اکبر کیا شان تھی۔ اللہ تعالیٰ نے جیسا ذی النورینؓ کو مال دار بنایا ویسا ہی ان کو فیاض' سیر چشم اور دریا دل بھی کیا تھا۔ قحط اور اس قدر فیاضی کہ تجار مدینہ دس کے پندرہ دیں اور ذی النورین اس نفع کو قبول نہ کریں اور فقراء مدینہ کو دے دیں۔

غلاموں کو آزادی: ذی النورینؓ کی عتاق کی یہ کیفیت تھی کہ جب سے اسلام لائے تھے۔ ہر جمعہ کو ایک غلام آزاد کیا کرتے

تھے اور اگر اتفاق سے کسی جمعہ کو غلام آزاد کرنے کی نوبت نہ آتی تھی تو دوسرے جمعہ کو دو غلام آزاد کر دیتے تھے۔

((فی الریاض عن عثمان قال ما انت جمعة الا ولنا عتق رقبة منذا اسلمت الا ان لا اجد تلک الجمعة فا جمعها فی الجمعة الثانية))

''ریاض میں بروایت عثمان آیا ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ جب سے میں مسلمان ہوا کوئی ایسا جمعہ نہیں آیا کہ میں نے ایک غلام آزاد نہ کیا ہو اور اگر اس جمعہ میں اتفاق آزاد کرنے کا نہ ہوا تو میں دوسرے جمعہ میں دو غلام آزاد کرتا تھا''۔

زمانہ محاصرہ میں بھی ذی النورینؓ نے بہت سے غلام آزاد کئے تھے جو شام سے آئے ہوئے تھے۔

سادگی و تواضع: ذی النورینؓ کے مزاج میں باوجود ثروت و دولت کے سادگی تھی۔ شرجیل بن مسلم کا بیان ہے کہ عثمان ذی النورینؓ اپنے مہمانوں کو نفیس کھانا کھلایا کرتے تھے اور خود شہد اور زیتون کا تیل اکثر کھایا کرتے تھے۔ کبھی کبھی محض بھنے ہوئے گوشت اور سرکے پر اکتفا کر لیا کرتے تھے۔ عبداللہ بن شداد کہتے ہیں کہ میں نے امیر المومنین عثمانؓ کو جمعہ کے دن خود ان کے زمانہ خلافت میں خطبہ پڑھتے ہوئے دیکھا ہے اور ان کا کپڑا چار درہم حد پانچ درہم کی قیمت کا تھا۔ (درم تقریباً ۳۰؍ کا ہوتا ہے)۔

ایک مرتبہ حسن بن علی سے کسی نے پوچھا کہ عثمان کی چادر کیسی تھی؟ جواب دیا فطری تھی'' استفسار کیا اس کی قیمت کیا تھی بولے آٹھ درہم۔ پھر دریافت کیا قمیص کیسی تھی؟ فرمایا سہلانی۔ پھر کہا قیمت کیا تھی ارشاد کیا آٹھ درہم پھر فرمایا ان کی جوتیاں وسط سے کٹی ہوئی باریک تسمہ دار تھی ریاض بن بروایت حسنؓ لکھا ہے کہ امیر المومنین عثمانؓ مسجد نبویؐ میں سرہانے ایک چادر رکھے ہوئے سو رہے تھے' لوگ یکے بعد دیگرے آتے تھے اور وہ اٹھ کر بیٹھ جاتے تھے۔ جب وہ چلے جاتے تھے تو پھر لیٹ جاتے تھے۔ جب پھر کوئی آجاتا تھا تو اٹھ کر بیٹھ جاتے تھے اور اس کو اپنے برابر بٹھا لیتے تھے۔ ریاض ہی میں یہ روایت بھی آئی ہے کہ امیر المومنین عثمانؓ اپنے زمانہ خلافت میں اکثر دوپہر کو کھانا کھا کر مسجد نبویؐ میں قیلولہ کیا کرتے تھے۔ جب اٹھتے تھے تو شانے پر سنگریزوں کے نشان نمایاں رہتے تھے۔ ابی الفرات کہتے ہیں کہ عثمان کا ایک غلام تھا اس سے آپ کہہ رہے تھے کہ میں نے ایک روز تیری گوشمالی کی تھی تو مجھ سے اس کا قصاص لے لے' غلام نے ذی النورینؓ کے کہنے کے مطابق کان پکڑ لئے۔ پھر عثمان نے کہا ((اشدد یا حبذا قصاص فی الدنیا لا قصاص فی الاخرة)) ''زور سے کان پکڑ دنیا کا قصاص اچھا ہے نہ کہ قصاص آخرت کا''۔

مصحف صدیقی کی اشاعت: ذی النورینؓ کے احیاء العلوم کی اس سے بڑھ اور کیا شہادت ہو سکتی ہے کہ انہوں نے قرآن شریف کو جمع کر کے تمام ممالک اسلامیہ میں شائع اور امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک مصحف پر متفق کیا۔ قرآن شریف کے جمع کرنے کی نسبت لوگوں کے خیالات مختلف ہیں کوئی کہتا ہے کہ دور خلافت اولیٰ میں فاروق اعظمؓ کی رائے سے جمع کیا گیا تھا کوئی یہ کہتا ہے کہ فاروق اعظمؓ نے اپنے عہد خلافت میں جمع کرا کے بعض بعض ممالک اسلامیہ میں بھجوایا۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ عثمان ذی النورینؓ نے قرآن شریف کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے زمانہ مبارک میں جمع اور حفظ کر لیا تھا۔ ((فی الریاض من حدیث ابی ثورا الفهمی عن عثمان و قلد جمعت القران علی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم)) ''ریاض میں ابو ثور فہمی کی حدیث میں بروایت عثمان لکھا ہے کہ بے شک میں نے قرآن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جمع کر لیا تھا وہی قرآن دور خلافت اولیٰ و ثانیہ میں نقل ہو ہو کر اطراف و جوانب ممالک اسلامیہ میں بھیجا گیا۔ لیکن اس میں اہتمام و کثرت سے نہیں نقل کرایا گیا کہ دوسرے مصاحف کا وجود نہ رہ جاتا لوگوں کے غیر مرتب قرآن بھی زمانہ خلافت فاروق اعظمؓ تک باقی رہ گیا تھا جس کو اپنی سمجھ کے مطابق لوگوں نے باضافہ تفسیر و فوائد مرتب کر رکھا تھا۔ پھر جب ذی النورینؓ کا دور خلافت

آیا تو انہوں نے کمال سعی واہتمام سے قرآن کو نقل کرا کے ترتیب دیا اور اس کو ام المومنین حفصہؓ کے قرآن مجید سے مقابلہ کرا کے تمام بلادِ اسلامیہ میں بھجوایا تا کہ اسی مجمع و متفق علیہ قرآن پر مسلمانوں کا عمل درآمد ہو اور اس طریقہ سے امت مرحومہ کا تفرقہ جو آئندہ ہونے والا تھا زائل کر دیا۔ اگر ذی النورین قرآن کے جمع کرنے کا ایسا اہتمام بلیغ نہ کرتے تو امم سابقہ کی طرح مسلمانوں میں بھی کتاب اللہ میں اختلاف پیدا ہو جاتا جو قیامت تک زائل نہ ہوسکتا۔ اسلام اور اسلامیوں پر ذی النورینؓ کا یہ بہت بڑا احسان ہے جس کا اعتراف نہ کرنا اللہ تعالیٰ کی ناسپاسی کرنا ہے۔

((اخرج البخاری عن انس بن مالک ان حذیفة بن الیمان قدم علی عثمان و کان یغازی اهل الشام فی فتح ارمینیة و اذربائیجان مع اهل العراق فافزع حذیفة اختلافهم فی القرأة فقال حذیفة لعثمان یا امیر المومنین ادرک هذا الامة قبل ان یختلفوا فی الکتاب اختلاف الیهود و النصاریٰ فارسل عثمان رضی اللّٰه عنه حذیفة الی حفصة ان ارسلی الینا بالمصحف ننسخها فی المصاحف ثم نردها الیک فارسلت بها حفصة الی عثمان فامر زید بن ثابت و عبداللّٰه بن الزبیر و سعید بن العاص و عبدالرحمن بن الحارث بن هشام فنسهوها فی المصاحف و قال عثمان لرهط القرشین الثلثة اذا اختلفتم انتم و زید بن ثابت فی شئی من القران فاکتبوه بلسان قریش فانما نزل بلسانهم ففعلوا حتی اذا نسخوا المصحف فی المصاحف رد عثمان المصحف الی حفصة و ارسل الی کل افق مما نسخوا او امر بسواه من القران فی کل صحیفه او مصحف ان یحرق))

''بخاری نے انس بن مالک سے روایت کی ہے کہ حذیفہ بن الیمان' عثمانؓ کے پاس آئے اور یہ اہل شام کے ساتھ فتح ارمینیہ اور آذربائیجان میں اہل عراق کے ساتھ جہاد کر رہے تھے۔ حذیفہ نے اختلاف قرأت سے پریشان ہو کر عثمان سے کہا کہ اے امیر المومنین اس امت کی خبر لیجئے۔ قبل اس کے کہ مسلمان کتاب اللہ میں یہود اور نصاریٰ کی طرح اختلاف کریں۔ پس عثمان رضی اللہ عنہ نے حذیفہ کو ام المومنین حفصہؓ کے پاس بھیجا کہ تم مصحف کو ہمارے پاس بھیج دو ہم اُس کی نقل کرا کے پھر تمہارے پاس واپس کر دیں گے۔ پس حفصہؓ نے اپنا مصحف عثمان کے پاس بھیج دیا۔ عثمان نے زید بن ثابت' عبداللہ بن الزبیر' سعید بن العاص اور عبدالرحمٰن بن الحارث بن ہشام کو نقل کرنے پر متعین کیا ان لوگوں نے اس کی نقل اور عثمان نے تینوں قرشیوں سے کہا تھا کہ جب تم اور زید بن ثابت قرآن کی کسی قرأت میں اختلاف کرنا تو اس کو محاورہ قریش کے مطابق لکھنا کیوں کہ قرآن انہیں کے محاورے میں اترا ہے پس ان لوگوں نے ایسا ہی کیا یہاں تک کہ قرآن کے متعدد نسخے لکھے اور نقل کئے گئے عثمان نے اس مصحف کو حفصہؓ کے پاس واپس کر دیا اور مصحف منقول کو تمام ممالک اسلامیہ میں بھیج دیا اور سوائے اس نسخے کے اور صحیفہ اور مصحف کے جلا دینے کا حکم دے دیا''۔

حضرت عثمان کی قرأت: اس کے علاوہ خود ذی النورینؓ لوگوں کو اسلام کی تعلیم دیتے تھے۔ چنانچہ قراء تابعین کا ایک گروہ آپ سے فیضیاب ہوا جن کا سلسلہ قرأت اس وقت تک باقی ہے نماز میں بڑی بڑی سورتیں اس وجہ سے پڑھا کرتے تھے کہ لوگوں کو قرآن کی قرأت کا صحیح اندازہ معلوم ہو جائے۔ مالک روایت کرتے ہیں کہ قرافصہ بن عمیر الحنفی کہتے ہیں کہ سورہ یوسف کی قرأت میں نے عثمان بن عفانؓ سے سیکھی ہے جس کو وہ اکثر صبح کی نماز میں پڑھتے تھے۔ عثمان ذی النورینؓ ان لوگوں میں ہیں جو نزول قرآن کے وقت اس کی کتابت پر مامور تھے اس کے بعد جو شخص ہوا اس نے ان پر اعتماد کیا۔ سورۃ اور آیات قرآنی

کے نزول اور اس کی تفسیر سے بھی آپ بخوبی واقف تھے۔

امور سیاسی میں مہارت: کتب سیر کے دیکھنے اور اوراق گردانی سے معلوم ہوتا ہے کہ ذی النورین کو امور سیاسی میں بھی ملکہ حاصل تھا لیکن چونکہ زمانہ ابتلاء میں مخالفوں کی نکتہ چینی اور زبان درازی شائع ہوگئی تھی اور ہر شخص بلالحاظ مراتب اعتراض کرنے کو مستعد تھا اسی وجہ سے ان کے انتظامات اور امور مصالح مستتر و مخفی رہ گئے۔

وظائف کی تقسیم: انہوں نے اپنے زمانہ خلافت میں روزینہ کپڑے گھی و شہید کی تقسیم کرنے کے دن مقرر کر رکھے تھے۔ حسن بن علی کہتے ہیں کہ میں نے عثمان کے منادی کو دیکھا۔ وہ کہہ رہا تھا ''اے لوگو! صبح کو اپنے اپنے وظائف لینے کو آؤ'' پس صبح کو لوگ جوق در جوق جاتے اور وظائف لاتے تھے پھر ان کا منادی شام کے لئے یہ آواز بلند کہتا تھا تو شام کو گروہ کے گروہ جاتے اور پورے طور سے روزینے لاتے تھے پھر بے شک میں نے آپ کے منادی کو سنا ہے وہ کہہ رہا تھا صبح کو کپڑے لینے کو آنا چنانچہ صبح ہوتے ہی لوگ کپڑے لاتے تھے اسی طرح شہد اور گھی بھی دوسری صبح کو جا کر لاتے تھے''۔

حضرت عبیداللہ بن عمر کا خون بہا: پہلا حادثہ جو ان کے دور خلافت میں پیش آیا یہ تھا کہ عبیداللہ بن عمر نے ہرمزان اور جفینہ وغیرہ کو اس شبہ میں قتل کر ڈالا کہ یہ لوگ فاروق اعظمؓ کی شہادت میں شریک تھے۔ ذی النورین کے سامنے جب یہ مقدمہ پیش ہوا اور ہر طرف سے لے دے شروع ہوئی تو آپ نے ایک رقم کثیر اپنی جیب خاص سے فاروق اعظمؓ کے ورثاء کی طرف سے بطور خون بہا ہرمزان کے ورثاء کو عطا کیا اور اس خصومت و فتنے کو مسلمانوں سے رفع دفع کیا۔ عقل سلیم اس سے زیادہ بہتر اور کوئی فیصلہ نہیں کر سکتی۔

جب ذی النورین نے فتح افریقہ کا قصد کیا تو منظر مصالح امور سیاسی عمرو بن العاص کو معزول کر کے عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو مصر کا والی مقرر کیا۔ مال غنیمت کا خمس الخمس دینے کا وعدہ کر کے افریقہ کی طرف روانہ کیا۔ لوگوں نے اس عزل و نصب کو محل بحث قرار دے کر نکتہ چینی کی ہے لیکن میرے نزدیک جب اس عزل و نصب سے افریقہ و اندلس فتح ہو گیا تو آپ کے رشد میں شبہ کرنا اور ذی النورین کی سیاست پر حرف گیری کرنا اپنی سخافت رائے کو ظاہر کرتا ہے۔

اذان ثانی کی وجہ: منجملہ ذی النورینؓ کے امور سیاسی وملی سے یہ تھا کہ روز جمعہ مع تکبیر اذان ثانی مقرر کی۔ بیہقی نے سائب بن یزید سے روایت کی ہے کہ زمانہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر اور عمرؓ میں جمعہ کے دن اذان اس وقت ہوتی تھی جس وقت امام منبر پر جاتا تھا۔ پس جب عثمانؓ کا دور خلافت آیا اور لوگوں کی کثرت ہوئی تو عثمان نے اس سے پہلے زوراء پر ایک اور اذان دینے کا حکم دیا۔ چنانچہ اسی وقت تک یہ اذان دی جاتی ہے۔

علامات حرم کی تجدید انہوں نے ہی کی۔ جدہ کو ساحل بحر مقرر کیا۔ امت محمدیہ کو ایک مصحف پر متفق کیا۔ مسجد نبوی کو پختہ بنوایا غرض ذی النورینؓ نے سیاست ملکی وملی میں ایسے ایسے امور اختراع کئے کہ جس کی نظیر تجسس سے بھی بدقت ملے گی۔ ان کی فتاویٰ اور احکام جو ان کے زمانہ خلافت میں صادر ہوئے یا کئے ان کا بالتفصیل کیا بلکہ بالاجمال بھی لکھنا بوجہ طول کلام مشکل معلوم ہوتا ہے۔ لہٰذا ہم اس سے قطع نظر کرتے ہیں۔

ازواج واولاد: ذی النورین رضی اللہ عنہ نے زمانہ جاہلیت اور اسلام میں آٹھ بیویاں کیں ان میں سے دو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لڑکیاں تھیں۔ ایک رقیہ دوسری کلثوم تیسری بیوی کا نام فاختہ بنت غزوان (ان کے بطن سے عبداللہ اصغر پیدا ہوئے لیکن عالم طفلی ہی میں وفات پائی) چوتھی بی بی ام عمرو بنت جندب بن عمرو بن حمۃ الروسیہ تھیں (ان کے بطن سے چار اولادیں خالد ابان عمرو مریم پیدا ہوئیں) فاطمہ بنت ولید بن مغیرہ مخزومیہ پانچویں بی بی کا نام تھا (جس سے ولید ام سعید اور سعید پیدا ہوئے)

چھٹی بیوی ام البنین بنت عینیہ بن حصن فزاویہ تھیں۔ (ان سے عبدالملک پیدا ہوئے اور لڑکپن ہی میں ان کا انتقال ہو گیا) ساتواں عقد رملہ بنت شیبہ بن ربیعہ سے کیا (ان سے تین لڑکیاں عائشہ' ام ابان' ام عمرو پیدا ہوئیں) نائلہ بنت الفرافصہ کلبیہ آٹھویں بیوی تھیں۔ بعض کا خیال ہے کہ مریم بنت عثمان ان کے بطن سے پیدا ہوئی تھیں۔ وقتِ محاصرہ ان میں سے چار بیویاں رملہ' نائلہ' ام البنین اور فاختہ موجود تھیں۔ لیکن بعض مورخوں کا یہ بیان ہے کہ ام البنین کو زمانہ محاصرہ میں طلاق دے دی تھی۔ انتہا کلام المترجم

باب : ۲۰

حضرت علیؓ بن ابی طالب

۳۵ھ تا ۴۰ھ

بیعتِ خلافت: بعد شہادتِ عثمان بن عفان، طلحہ، زبیر اور مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم کا ایک گروہ علی ابن ابی طالبؓ کے پاس بیعت کرنے کو گیا علی نے کہا: ((اکون وزیر الکم خیر من ان اکون امیر و اخترتم رضیتم)) "یعنی امیر ہونے سے میں وزیر ہونے کو بہتر سمجھتا ہوں تم جس کو منتخب کرو گے میں بھی اس کو منتخب کروں گا"۔ ان لوگوں نے منت وسماجت سے کہا "ہم تم سے زیادہ کسی کو امارت کا مستحق نہیں پاتے اور نہ تمہارے سوا اور کسی کو منتخب کر سکتے ہیں۔

حضرت طلحہ اور حضرت زبیر کی مشروط بیعت: علی ابن ابی طالبؓ ان لوگوں کے اصرار سے مسجد میں تشریف لائے اور صحابہ کرام کے مواجبہ میں طلحہ اور زبیر سے کہا "میں تمہیں اختیار دیتا ہوں اگر تم پسند کرتے ہو تو میں تمہارے ہاتھ پر بیعت کروں اور تم راضی ہو تو میرے ہاتھ پر بیعت کرو"۔ انہوں نے کہا نہیں! ہم تمہارے ہاتھ پر بیعت کریں گے یہ کہہ کر طلحہ اور پھر زبیر نے بیعت کی، بعض کا یہ خیال ہے کہ بیعت کے بعد طلحہ اور زبیر نے کہا تھا کہ ہم نے بخوف جان اور یہ خیال کر کے کہ علی ہمارے ہاتھ پر بیعت نہ کریں گے، بیعت کی ہے اور چار مہینہ کے بعد مکہ چلے گئے تھے۔

صحابہ کبار کا بیعت کرنے سے انکار: طلحہ اور زبیر کے بعد حاضرین جلسہ نے بیعت کی اس کے بعد سعد بن ابی وقاص لائے گئے اور بیعت کرنے کو کہا گیا۔ سعد نے جواب دیا "اور لوگوں کو بیعت کر لینے دو تو میں بیعت کروں"۔ علی نے کہا "رہنے دو" پھر ابن عمر لائے گئے۔ ابن عمر نے بھی ایسا ہی کہا۔ لوگوں نے کہا کوئی ضامن لاؤ۔ ابن عمر بولے میں ضامن نہیں دے سکتا۔ اشتر نے کہا "مجھے اجازت دیجئے میں اس کو قتل کر ڈالوں" علی ابن ابی طالبؓ نے فرمایا "چھوڑو میں اس کا ضامن ہوں"۔ اس کے بعد انصار نے بیعت کی مگر چند لوگوں نے بیعت سے تخلف کیا انصار سے حسان بن ثابت، کعب بن مالک، مسلمہ بن مخلد، ابوسعید خدری، محمد بن مسلمہ، نعمان بن بشیر، زید بن ثابت، رافع بن خدیج، فضالۃ بن عبید، کعب بن عجرہ اور سلمہ بن سلامہ بن وقش نے اور مہاجرین سے عبداللہ بن سلام، صہیب بن سنان، اسامہ بن زید، قدامہ بن مظعون اور مغیرہ بن شعبہ

نے بیعت نہیں کی۔ نعمان بن بشیر، نائلہ زوجہ عثمان کی انگلیاں اور حضرت عثمان کا قمیض خون آلودہ لے کر شام چلے گئے۔

انتخاب خلیفہ کا مسئلہ: بعض نے کہا کہ شہادت عثمان ذی النورین کے پانچ یوم تک نافقی بن حرب مدینہ منورہ کا امیر رہا۔ بعدازاں مصر کے بلوائی جمع ہو کر علی ابن ابی طالبؓ کے پاس آئے۔ کوفہ والے زبیر کے پاس، بصرہ والے طلحہ کے پاس گئے اور متفق ہو کر سعد اور ابن عمر کو منصب خلافت پر متمکن کرنا چاہا انہوں نے بھی انکار کیا۔ بلوائیوں کو سخت تردد دامن گیر ہوا۔ کوئی شخص امارت وخلافت قبول نہ کرتا تھا۔

مفسدین کی اہل مدینہ کو دھمکی: پھر ان میں جو ذرا عقل و ہوش رکھتے تھے۔ انہوں نے یہ خیال کر کے ان عوام کالانعام کا بغیر نصب امام واپس جانا فتنہ وفساد برپا کرنا ہے۔ اہل مدینہ کو جمع کیا اور یہ کہا کہ تم لوگ اہل شوریٰ ہو تمہارا حکم تمام امت محمدیہؐ پر جائز ونافذ ہے۔ امام مقرر کرو ہم تمہارے مطیع ہیں اور اس کام کو انجام دو۔ دو دن کی مہلت ہم دیتے ہیں۔ اگر مدت مقررہ میں تم نے امام نصب نہ کیا تو ہم فلاں[1] فلاں اشخاص کو مار ڈالیں گے۔ اہل مدینہ یہ سن کر علی ابن ابی طالب کے پاس گئے انہوں نے خلافت سے انکار کیا۔ ان لوگوں نے کہا کہ اگر آپ خلافت کا عہدہ قبول نہیں کرتے تو فتنے کا دروازہ کھل جائے گا۔ علیؓ نے مجبور ہو کر اگلے دن کا وعدہ کیا۔ صبح ہوتے ہی وہ لوگ پھر آ پہنچے۔ حکیم بن جبلہ مصریوں کے ساتھ، اشتر کوفیوں کے ہمراہ حاضر ہوا۔ حکیم بن جبلہ نے زبیر کو، اشتر نے طلحہ کو بجبر لا کر پیش کیا ان لوگوں نے علی ابن ابی طالبؓ کے ہاتھ پر بیعت[2] کی۔

خطبۂ خلافت: علی ابن ابی طالب مسجد میں آئے اور منبر پر چڑھ کر فرمایا ''اے لوگو! مجھ پر کسی کا کوئی حق سوائے اس کے نہیں ہے کہ مجھ کو تم نے امارت کے لئے منتخب کیا ہے کل تم لوگ میرے پاس پریشان ہو کر آئے تھے اور میں خلافت وامارت سے گریز کر رہا تھا لیکن تم لوگ اس پر مصر ہوئے کہ میں تمہارا امیر بنوں اور تمہاری قسمت کا فیصلہ میرے ہاتھ میں ہو''۔ حاضرین نے کہا ''ہاں ہم لوگ اب تک اپنے اسی خیال پر قائم ہیں''۔ علی ابن ابی طالبؓ بولے ((اللّٰھم اشھد)) ''اے اللہ تو گواہ رہنا'' اس کے بعد وہ لوگ لائے گئے جنہوں نے بیعت سے تخلف کیا تھا۔ پس انہوں نے بھی کتاب اللہ وسنت رسول اللہ واقامۃ الحدود پر بیعت کی۔ پھر عوام کے بیعت کرنے کے بعد علی ابن ابی طالبؓ نے خطبہ دیا۔ یہ واقعہ یوم جمعہ کا ہے جب کہ پانچ راتیں ذی الحجہ ۳۵ھ کی باقی رہ گئی تھیں۔

قصاص کا مطالبہ: علی ابن ابی طالبؓ خطبہ دے کر اپنے مکان پر واپس آئے طلحہ اور زبیر آئے اور کہا چونکہ ہم نے بیعت اس شرط پر کی ہے کہ حدود وقصاص جاری وقائم کرو گے لہٰذا تم اس شخص (عثمانؓ) کے قاتلوں کا قصاص لو، علی ابن ابی طالبؓ نے جواب دیا ''جب تک لوگ راہ راست پر نہ آلیں اور کل امور منظم نہ ہو جائیں اس وقت تک میں تمہاری رائے پر عمل نہیں

---

[1] ابن اثیر نے بجائے فلاں فلاں کے، علی، طلحہ، زبیر رضوان اللہ عنہم کے اسمائے گرامی لکھے ہیں۔

[2] سب کے پہلے طلحہ نے بیعت کی اس شرط پر کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مطابق حکم دیں گے اور حدود شرعی قائم کریں گے یعنی قاتلین عثمان سے قصاص لیں گے پھر زبیر نے اسی شرط سے بیعت کی۔

کر سکتا مجھ میں ایسی قدرت نہیں ہے حالانکہ مجھ کو خود عثمان کے حقوق اور قصاص کی فکر ہے۔ طلحہ اور زبیر یہ سن کر چلے آئے قاتلین عثمانؓ کے قصاص کی بابت سرگوشیاں ہونے لگیں۔

حضرت علیؓ کا قتلِ عثمانؓ سے براءت کا اظہار: علی ابن ابی طالبؓ کو اس کی خبر لگی مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں گئے خطبہ دیا۔ "عہدۂ خلافت کی ذمہ داریوں اور موجودہ ضرورتوں اور قتل عثمانؓ سے اپنی برأت کا اظہار کیا" اس کے بعد مروان اور چند بنی امیہ شام روانہ ہو گئے۔ علی ابن ابی طالبؓ روک نہ سکے۔ تیسرے دن عربوں کو واپس جانے کا حکم دیا ان لوگوں نے بھی تعمیل حکم سے انکار کیا۔ ساتھ ہی اس کے فرق سبیہ نے فتنہ وفساد پر آمادگی ظاہر کی۔

حضرت مغیرہ کا مشورہ: اس اثناء میں طلحہ اور زبیر آ گئے اور لوگوں سے تبادلۂ خیالات کی غرض سے کوفہ اور بصرہ جانے کی اجازت حضرت علیؓ سے طلب کی۔ ابن ابی طالبؓ نے کسی مصلحت سے اجازت نہ دی۔ اس کے بعد مغیرہ آئے رائے دی کہ جب تک حکومت وخلافت کو استقلال حاصل نہ ہو اس وقت تک عمال عثمان کو برقرار رکھئے۔ استقلال واستقرار حکومت کے بعد جس کو چاہئے گا معزول وتبدیل کر دیجئے گا۔ جواب دیا "یہ مجھ سے نہ ہو گا"۔ پھر دوسرے دن مغیرہ نے آ کر کہا "جہاں تک جلد ممکن ہو عمال عثمان کو معزول وتبدیل کر دیں"۔ ابن عباس نے یہ سن کر بولے "مغیرہ نے کل تم کو نصیحت کی تھی اور آج تم کو دھوکا دیا۔ علی ابن ابی طالبؓ بولے پھر کیا رائے ہے؟

ابن عباس: مناسب تو یہ تھا کہ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے وقت تم مکہ چلے جاتے۔ لیکن اب بہتر یہ ہے کہ عمال عثمان مثلاً معاویہ وغیرہ کو بحال رکھو یہاں تک کہ حکومت وخلافت کو استقلال حاصل ہو جائے۔ ورنہ بنی امیہ لوگوں کو یہ دھوکا دیں گے کہ ہم قاتلین عثمان سے قصاص طلب کرتے ہیں۔ جیسا کہ اہل مدینہ کر رہے ہیں اور اس ذریعہ سے تمہاری خلافت کو درہم برہم کر دیں گے اور تم ان کو روک نہ سکو گے"۔

حضرت علیؓ اور حضرت ابن عباسؓ کی گفتگو: علی ابن ابی طالب: ((واللّٰہ لا اعطیه الا السیف)) "واللہ ہم معاویہ کو سوائے تلوار کے اور کچھ نہ دیں گے"۔

ابن عباسؓ: تم شجاع ضرور ہو لیکن لڑائی میں صائب الرائے نہیں ہو کیا تم نے یہ نہیں سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علی وسلم فرماتے تھے ((الحرب خدمة))

علیؓ ابن ابی طالب: ہاں یہ سچ ہے۔

ابن عباس: واللہ اگر تم میرے کہنے پر عمل کرو تو میں تم کو ایسے راستہ پر چلاؤں کہ وہ انجام کار پر غور ہی کرتے رہ جائیں اور پیش یا افتادہ امور بھی ان کو نہ سوجھیں اس میں نہ تمہارا کچھ نقصان ہے اور نہ کچھ گناہ ہے۔

علی: مجھ میں تمہاری خصلتیں ہیں اور نہ معاویہ کی۔

ابن عباس: اچھا تم اپنا مال واسباب لے کر ینبوع چلے جاؤ اور اپنے اوپر اپنا دروازہ بند کر لو اس سے عرب خوب سرگرداں و پریشان ہوں گے لیکن تمہارے سوا کسی کو لائق امارت نہ پائیں گے اور اگر تم ان لوگوں کے ساتھ اٹھو گے تو کل ہی تم پر خون

عثمان کا الزام لگایا جائے گا۔

علیؓ: نہیں! میں جو کہوں تم اس پر عمل کرو۔

ابن عباسؓ: بے شک یہی مناسب ہے اور میرے حق میں یہی بہتر ہے۔

علی: میں نے تم کو شام کا والی مقرر کیا۔ تم سامان سفر درست کر کے شام کو روانہ ہو جاؤ۔

ابن عباس: یہ رائے مناسب نہیں ہے معاویہ عثمان کا ایک جدی بھائی اور ان کا عامل ہے اور مجھ کو تمہارے ساتھ تعلق قرابت ہے وہ مجھ کو وہاں پہنچنے کے ساتھ بعوض خون عثمان قتل کر ڈالے گا یا قید کر دے گا۔ بہتر یہ ہے کہ معاویہ کے ساتھ خط و کتابت کرو اور اس سے کسی طرح بیعت لے لو۔ علی ابن ابی طالبؓ نے انکاری جواب دیا۔ عبداللہ بن عباس خاموش ہو گئے۔ مغیرہ بن شعبہ جو امیر المومنین علیؓ کے پاس گئے تھے اور عمال کے معزولی اور بحالی کی بابت کچھ عروض و معروض کیا تھا جس کو امیر المومنین نے قبول نہ فرمایا اس بناء پر وہ ناراض ہو کر مکہ چلے گئے۔

عمال کی تقرری: امیر المومنین علیؓ نے اپنی خلافت کے پہلے سال اور ہجرت کے ۳۶ھ میں بصرے پر عثمان بن حنیف کو کوفہ پر عمارہ بن شہاب کو یمن پر عبداللہ بن عباس کو مصر پر قیس بن سعد کو اور شام پر سہیل بن حنیف کو والی مقرر کر کے روانہ کیا۔ عثمان بن حنیف بصرہ پہنچے بعض لوگوں نے ان کی امارت تسلیم کر کے اطاعت قبول کر لی اور بعض نے کہا کہ بالفعل ہم سکوت کرتے ہیں آئندہ جو اہل مدینہ کریں گے۔ اس کی ہم اتباع کریں گے۔ کوفہ کی طرف عمارہ بن شہاب روانہ کئے گئے تھے۔ مقام زبالہ میں پہنچے تھے کہ طلیحہ بن خویلد سے ملاقات ہوئی صاحب سلامت ہونے کے بعد طلیحہ کو معلوم ہوا کہ یہ امیر کوفہ ہو کر جا رہے ہیں طلیحہ نے کہا ''بہتر یہ ہے کہ تم واپس جاؤ کیونکہ اہل کوفہ اپنے امیر ابو موسیٰ اشعری کو تبدیل نہیں کرنا چاہتے اور اگر تم میرا نہ کہنا مانو گے تو میں تمہاری گردن ابھی اڑا دوں گا'' یہ سن کر عمارہ آگے نہ بڑھے واپس آئے' عبداللہ بن عباس کے یمن میں داخل ہونے سے پیشتر یعلی بن منیہ مال و اسباب فراہم کر کے مکہ روانہ ہو گیا تھا' اس وجہ سے عبداللہ بن عباس باطمینان تمام یمن میں داخل ہوئے۔

قیس بن سعد کی مصر کو روانگی: قیس بن سعد مصر جا رہے تھے ایلہ میں سے سواروں کے ایک دستے سے ملاقات ہوئی جو مصر سے آ رہا تھا سواروں نے دریافت کیا ''تم کون ہو؟'' جواب دیا میں قیس بن سعد ہوں عثمان کا ہوا خواہ ہوں اس شخص کو ڈھونڈتا ہوں جو فتنہ و حوادث کے زمانہ میں امن کے ساتھ پناہ گزیں ہو' میں اس کی مدد کرنے پر تیار ہوں قیس یہ کہہ کر آگے بڑھے رفتہ رفتہ مصر پہنچے۔ امیر المومنین علیؓ کا فرمان دکھلایا مصریوں کے چند گروہ ہو گئے بعض نے قیس کا ساتھ دیا' اطاعت قبول کی اور چند لوگوں نے بہ انتظار قصاص قاتلین عثمان سکوت اختیار کیا اور بعض نے یہ کہا کہ جب تک ہمارے بھائی مدینہ سے واپس نہ آئیں گے۔ اس وقت تک ہم کچھ نہ کریں گے نہ کسی کی اطاعت قبول کریں گے اور نہ کسی کی امارت سے منکر ہوں گے۔

سہیل بن حنیف کی واپسی: سہیل بن حنیف جو امیر شام ہو کر جا رہے تھے تبوک پہنچے۔ چند سواروں سے ملاقات ہوئی سواروں نے دریافت کیا تم کون ہو؟ سہیل نے جواب دیا ''میں امیر شام ہوں'' سواروں نے کہا تم کو اگر عثمان کے سوا اور کسی

نے امیر مقرر کر کے روانہ کیا ہوتو لوٹ جاؤ' سہیل یہ سن کر مدینہ کی جانب لوٹے ان کے پہنچنے کے بعد ہی اور عمال کی بھی اسی قسم کی خبریں آئیں' امیر المؤمنین علیؓ نے زبیر اور طلحہ کو بلا کر کہا ''افسوس! میں جس امر سے تم کو ڈراتا تھا وہی پیش آیا طلحہ اور زبیر نے یہ سن کر مدینہ سے چلے جانے کی اجازت طلب کی پھر امیر المؤمنین علیؓ نے ایک خط لکھ کر معبد اسلمی کی معرفت ابوموسیٰ کی طرف روانہ کیا۔ ابوموسیٰ نے جواب لکھا'' اہل کوفہ نے میرے ہاتھ پر آپ کی بیعت کی ہے اکثر نے بہ رضا و رغبت اور بعضوں نے باکراہ'' اسی زمانہ میں دوسرا خط سبرہ جہنی کے ہاتھ معاویہ کے پاس بھیجا گیا۔ معاویہ نے شہادتِ عثمانؓ کے بعد تین مہینے تک کچھ جواب نہ دیا بعدازاں قبیصہ عبسی کو ایک خط سربہ مہر دیا جس کا عنوان یہ تھا ((من معاویه الیٰ علی)) علاوہ اس کے کچھ زبانی پیام کہہ کر قاصد کے ہمراہ مدینہ روانہ کیا۔ سبرہ اور قبیصہ ربیع الاول ۳۶ھ میں داخل مدینہ ہوا اور جس طرح معاویہ نے کہا تھا۔

امیر معاویہ کا قاصد: اسی طرح قبیصہ نے پیام ادا کر کے خط دیا مہر توڑی گئی لفافہ کھولا گیا تو اس میں سوائے عنوان خط کے اور کچھ تحریر نہیں کیا تھا۔ امیر المؤمنین علیؓ تیوری چڑھا کر بولے ''یہ کیا معاملہ ہے؟'' قبیصہ نے عرض کی ''میں قاصد ہوں مجھے امن ہے'' آپ نے فرمایا ہاں۔ قبیصہ نے گزارش کی کہ میں شام میں ایسے لوگوں کو چھوڑ کر آیا ہوں جو کسی طرح آپ سے راضی نہ ہوں گے میں نے ساٹھ ہزار شیوخ کو دیکھا ہے کہ وہ لوگ عثمان کی قمیص خون آلودہ پر روتے ہیں اور یہ قمیص لوگوں میں جوش پیدا کرنے کی غرض سے جامع دمشق کے منبر پر رکھا ہے''۔ امیر المؤمنین علیؓ نے کہا ''کیا وہ لوگ مجھ سے عثمان کے خون کا بدلہ طلب کرتے ہیں؟ اے اللہ میں خونِ عثمان سے بری ہوں قاتلین عثمان سے اللہ سمجھے''۔ یہ کہہ کر قبیصہ کو معاویہ کی طرف واپس کیا فرقہ سبیہ نے چلا کر کہا ''اس کتے کو مارو! بتوں کی طرف سے آیا ہوں''۔ قبیصہ نے آواز بلند سے کہا'' اے آل مصر! اے آل قیس! میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں اگر میرا بال بیکا ہوا تو میں چار ہزار آدمیوں کو میدان میں لاؤں گا۔ اس وقت تم دیکھو گے کتنے پیادے اور کتنے سوار ہیں۔ دوڑو اور مدد کرو! چنانچہ آل مضر نے قاصد کو فرقہ سبیہ کی تکلیف وایذا رسانی سے بچالیا۔

حضرت علی کی شام پر فوج کشی اور امیر معاویہ سے جنگ کا فیصلہ: اس کے بعد اہل مدینہ نے زید بن حنظلہ تمیمی کو امیر المؤمنین علیؓ کی خدمت میں جنگ معاویہ کی بابت ان کے خیالات دریافت کرنے بھیجا۔ یہ ایک مدت سے آپ کے پاس نہیں گیا تھا۔ امیر المؤمنین علیؓ نے تھوڑی دیر تک اسے بٹھائے رکھا۔ پھر مخاطب ہو کر کہا ''آمادہ ہو جاؤ'' زیاد نے دریافت کیا کس کام کے لئے؟ ارشاد کیا شام کی لڑائی پر! عرض کی نرمی اور ملاطفت مناسب ہے کیا آپ نے اے امیر المؤمنینؓ یہ نہیں سنا؟

و من لم یصانع فی امور کثیرہ	یفرس بانیاب و یوطا بمنسم

امیر المؤمنین علیؓ نے جواب دیا:

متی یجمع القلب الزکی و صارما	و انفا حمیا تجتنبک و المظالم

زیاد سمجھ گیا کہ امیر المؤمنین علیؓ طرح دینے والے نہیں ہیں۔ معاویہ سے ضرور معرکہ آرائی کریں گے۔ اٹھ کر اہل مدینہ کے پاس آیا جناب موصوف کی رائے سے مطلع کیا۔

جنگ کی تیاریاں: اس کے بعد طلحہ اور زبیر' عمرہ کی اجازت لے کر مکہ روانہ ہو گئے اور امیر المؤمنین علیؓ نے شام پر فوج کشی کا قصد مصمم کر کے اہل مدینہ کو جنگ شام کی ترغیب دی۔ سامان سفر و جنگ مہیا کرنے کا حکم دیا۔ محمد بن حنفیہ کو سر لشکر مقرر کیا۔ میمنہ پر عبداللہ بن عباس' میسرہ پر عمرو بن ابی سلمہ کو' بعض کہتے ہیں کہ عمرو بن سفیان بن عبدالاسد کو اور ابولیلیٰ بن عمرو الجراح برادر امین الامۃ ابوعبید کو مقدمۃ الجیش پر متعین کیا۔ اس لشکر کے کسی حصے پر ان لوگوں کو سردار نہیں مقرر کیا جنہوں نے عثمان بن عفان پر خروج کیا تھا۔ مدینہ کو قثم بن عباس کے سپرد فرمایا' قیس بن سعد کو مصر میں' عثمان بن حنیف کو بصرہ میں' ابوموسیٰ کو کوفہ میں لشکر کے فراہم کرنے اور کمک بھیجنے کو لکھ بھیجا۔ ہنوز شام پر فوج کشی کی تیاری ہو رہی تھی کہ اہل مکہ کی مخالفت کی خبر گوش گزار ہوئی امیر المؤمنین علیؓ نے شام کی عزیمت فسخ کر دی۔

اہل مکہ کی مخالفت: جس وقت اہل مکہ کی خبر امیر المؤمنین کو پہنچی لوگوں کو جمع کر کے بیان کیا ''بے شک طلحہ' زبیر اور عائشہ بظاہر لوگوں کو اصلاح کی طرف بلاتے ہیں لیکن در پردہ میری خلافت کو درہم برہم کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن میں اس وقت تک برداشت کروں گا جب تک تمہاری جماعت پر مجھے کسی امر کا اندیشہ نہ ہو گا اور میں رکا رہوں گا اگر وہ لوگ رکے رہے امیر المؤمنین حضرت علیؓ نے یہ کہہ کر مکہ کا قصد کیا۔ اہل مدینہ کو تیاری کا حکم دیا لیکن ان لوگوں کو یہ امر شاق گزرا۔ پھر آپ نے کمیل نخعی کے ذریعہ عبداللہ بن عمر کو بلا بھیجا' ہمراہ چلنے کو کہا عبداللہ بن عمر نے جواب دیا'' ہم اہل مدینہ ہیں جو اہل مدینہ کریں گے وہی ہم کریں گے''۔ ابن عمر یہ کہہ کر واللہ ایسا نہ ہو گا اپنے گھر واپس آئے۔

حضرت عبداللہ بن عمر کی روانگی: اس کے بعد ام کلثوم بنت امیر المؤمنین علیؓ زوجہ فاروق اعظمؓ نے حاضر ہو کر اہل مدینہ کی جو خبریں ملتی تھیں گوش گزار کیں۔ اس کے بعد دوسرے دن یہ غلط خبر مشہور ہوئی کہ ابن عمر شام کو روانہ ہو گئے۔ علی ابن ابی طالبؓ نے ناکہ بندی کر لی' شام کے راستوں پر آدمیوں کو پھیلا دیا' ام کلثوم یہ سن کر حاضر ہوئیں اس وقت جناب موصوف بازار مدینہ میں کھڑے لوگوں کو ابن عمر کی گرفتاری پر روانہ کر رہے تھے۔ ام کلثوم نے کہا اے بزرگ باپ! ابن عمر عمرہ کی غرض سے مکہ جاتے ہیں نہ کہ تمہاری مخالفت کو! وہ تمہارے مطیع ہیں۔ علی ابن ابی طالبؓ کو یقین ہو گیا خیالات تبدیل ہو گئے۔ پھر اہل مدینہ کو مخاطب کر کے اہل مکہ کی طرف انہیں خروج پر آمادہ کیا۔ اہل مدینہ تیار و آمادہ ہو گئے۔ سب سے پہلے جس نے مستعدی ظاہر کی وہ ابوالہیثم بن التیہان بدری اور خزیمہ بن ثابت تھے' زیاد بن حنظلہ نے یہ دیکھ کر کہ اہل مدینہ علی ابن ابی طالب کے ہمراہ بجبر روانہ ہو رہے ہیں خود آمادگی ظاہر کی اور بمواجہہ عام بہ آواز بلند علی ابن ابی طالبؓ سے مخاطب ہو کر کہا کہ جو شخص تمہارے ساتھ چلنے سے گریز کرے گا میں اس سے سمجھ لوں گا اور تمہارے مخالفوں سے لڑوں گا۔

حضرت عائشہ کا قصاص عثمانؓ کا مطالبہ: ام المؤمنین عائشہ صدیقہؓ زمانہ محاصرہ عثمانؓ ابن عفان میں بقصد حج مکہ گئی ہوئی تھیں اور بعد ادائے مناسک حج مدینہ کو واپس آ رہی تھیں۔ اثناء راہ میں مقام سرف میں بنی لیث کے ایک شخص عبیداللہ بن

ابی سلمہ سے ملاقات ہوگئی دریافت کیا مدینہ کا کیا حال ہے؟ جواب دیا عثمانؓ شہید ہوگئے مسلمانوں نے علیؓ کی خلافت کی بیعت کر لی' ام المؤمنین عائشہؓ نے ارشاد کیا'' واللہ عثمان مظلوم مارے گئے' میں ان کے خون کا بدلہ لوں گی'' کسی نے کہا'' آپ یہ کیا کہہ رہی ہیں اور اس سے پیشتر آپ کیا کہتی تھیں'' جواب دیا بے شک ان لوگوں نے پہلے عثمانؓ سے توبہ کرائی پھر ان کو شہید کیا' غرض ام المؤمنین عائشہ صدیقہؓ اس مقام سے لوٹ کر مکہ واپس آئیں لوگوں کا ایک مجمع ہوگیا آپ نے فرمایا'' افسوس ہے کہ اطراف وجوانب کے شہروں اور جنگلوں اور مدینہ کے غلاموں نے جمع ہو کر بلوہ کیا اور اس شخص مقتول (عثمان) سے مخالفت کی اس وجہ سے کہ اس نے نوعمروں کو عامل مقرر کیا تھا۔ پس جب ان لوگوں نے اپنے دعویٰ پر کوئی دلیل نہ قائم کی تو اس کی عداوت پر کمر بستہ ہو گئے۔ بدعہدی کی جس خون کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا تھا اس کو بہایا جس شہر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت گاہ بنایا تھا وہاں پر خون ریزی کی جس مہینہ میں خون ریزی ممنوع تھی اس میں کشت وخون کیا۔ جس مال کا لینا جائز نہ تھا اس کو لوٹ لیا۔ واللہ عثمانؓ کی ایک انگلی بلوائیوں جیسے تمام عالم سے افضل ہے اور بے شک جس وجہ سے عثمانؓ کی عداوت پر کمر بستہ ہوئے تھے۔ اس سے عثمان پاک وصاف ہو گیا تھا۔ جیسا کہ سونا کیٹ سے اور میل کپڑا اسے صاف ہو جاتا ہے۔ عبداللہ بن حضرمی (عثمان کی طرف سے مکہ کے عامل تھے) بولے'' سب کے پہلے خون عثمان کا بدلہ لینے والا میں ہوں''۔ اس کلام کے تمام ہوتے ہی بنی امیہ نے جو شہادت عثمانؓ کے بعد مکہ چلے آئے)۔ سمعاً وطاعۃً آمادگی ظاہر کی از انجملہ سعید بن العاص' ولید بن عقبہ وغیرہ تھے۔

حضرت عائشہ کا بصرہ جانے کا فیصلہ: اس عرصہ میں عبداللہ بن عامر' بصرہ سے یعلی بن منیہ یمن سے چھ سو اونٹ اور چھ لاکھ دینار لے کر مکہ آئے۔ طلحہ وزبیر بھی مدینہ سے مکہ آ گئے۔ ام المؤمنین عائشہؓ نے دریافت کیا'' تم لوگ کیسے آئے؟'' جواب دیا'' بلوائیوں کے خوف سے وہ لوگ اخیار اور شرفاء مدینہ پر مستولی ہو گئے ہیں۔ حق کو باطل سے ممتاز نہیں کرتے'' ام المؤمنین عائشہؓ نے کہا ((انھفوا بنا الیھم)) '' ہمارے ساتھ ان کی طرف خروج کرو''۔ بعض نے شام جانے کی رائے دی ابن عامر بولے شام میں معاویہؓ ہیں وہ بلوائیوں کے روک تھام کو کافی ہیں' بصرے کی طرف چلو میری بات وہاں بنی ہوئی ہے اور لوگوں کا رجحان طلحہ کی جانب ہے حاضرین بولے'' یہی مناسب ہے کیونکہ جس قدر ہمارے ہمراہی ہیں وہ ان لوگوں کا حملہ برداشت نہ کر سکیں گے۔ جو مدینہ میں ہیں اور جب ہم بصرے پر قبضہ کر لیں گے۔ تو اہل بصرہ کو بھی قصاص عثمانؓ پر آمادہ وتیار کر لیں گے جیسا کہ اہل مکہ کو آمادہ ومستعد کر لیا ہے اس وقت بہ آسانی قاتلین عثمانؓ سے ہم لڑ سکیں گے۔ سب نے اس رائے سے اتفاق کر کے عبداللہ بن عمرؓ کو بلوایا اور قاتلین عثمانؓ پر خروج کرنے کو کہا عبداللہ بن عمرؓ نے انکار کیا اور یہ کہا کہ ہم مدینہ والوں کے ساتھ ہیں' جو وہ کریں گے' وہی ہم کریں گے۔ امہات المؤمنین جو ام المؤمنین عائشہؓ کے ہمراہ مکہ سے مدینہ جانے والی تھیں۔ بصرہ کا قصد سن کر ٹھہر گئیں' ام المؤمنین حفصہؓ نے ہمراہی کا قصد کیا لیکن اپنے بھائی عبداللہ بن عمرؓ کے کہنے سے رک گئیں۔

حضرت عائشہؓ کی بصرہ کو روانگی: غرض ابن عمر اور یعلی بن منیہ نے اپنے مال واسباب سے قافلہ کی روانگی کا سروسامان درست کیا اور یہ منادی کرائی کہ ام المؤمنین عائشہؓ طلحہ اور زبیر (رضی اللہ عنہم) بصرہ جا رہے ہیں جس شخص کو اسلام

سے ہمدردی اور خون عثمان کا بدلہ لینا منظور ہو اور اس کے پاس سواری نہ ہو وہ آئے اس کو سواری دی جائے گی۔ چنانچہ چھ سو آدمی چھ سو اونٹوں پر سوار ہو کر مکہ و مدینہ کے ایک ہزار آدمیوں کے ہمراہ بصرہ روانہ ہوئے۔ آگے چل کر اطراف و جوانب کے اور آدمی آ ملے جس سے تین ہزار کی جمعیت ہو گئی۔ ام فضل بنت الحرث مادر عبداللہ بن عباس نے قبیلہ جہنیہ کے ظفر نامی ایک شخص کو اجرت دے کر ایک خط امیر المؤمنین علیؓ کے پاس مدینہ روانہ کیا۔ مکہ سے نکلے نماز کا وقت آ گیا' مروان نے اذان دی اور طلحہ اور زبیر کے پاس جا کر کہا کہ تم دونوں میں سے کون شخص امامت کرے گا' ابن زبیر نے کہا ''میرا باپ'' ابن طلحہ نے کہا ''میرا باپ'' ام المؤمنین عائشہؓ کے کانوں تک یہ آواز پہنچی مروان کے پاس کہلا بھیجا۔ کیا تم ہمارے کام کو درہم و برہم کیا چاہتے ہو امامت میرا ابن اخت (بھانجا) عبداللہ زبیر کرے گا۔

سعید بن العاص کا مطالبہ: دیگر امہات المؤمنینؓ عائشہ صدیقہؓ کے ہمراہ ذات عراق تک آئیں اور اس مقام سے رو کر رخصت ہوئیں۔ اس کے بعد سعید بن العاص' مروان بن الحکم اور اس کے ہمراہی ام المؤمنین عائشہؓ اور طلحہ و زبیر کے پاس گئے۔ خون عثمان کا بدلہ لینے کو کہا' ان لوگوں نے جواب دیا ''ہم نے اسی غرض سے خروج کیا ہے کہ قاتلین عثمان سے ہم قصاص لیں''۔ پھر طلحہ و زبیر سے مخاطب ہو کر کہا ((لـمـن يجعلان الامر ان ظفر تما)) ''اگر تم فتح مند ہو گئے تو خلیفہ کس کو بناؤ گے''۔ جواب دیا ہم دونوں میں سے جس کو منتخب کریں گے۔ سعید نے کہا نہیں! عثمان کے لڑکے کو حکومت دینا کیونکہ تم لوگ خون عثمانؓ کا معاوضہ لینے کو نکلے ہو''۔ جواب دیا ''یہ نہیں ممکن ہے کہ اکابر و شیوخ مہاجرین کو چھوڑ کر نو عمر لڑکوں کو حاکم بنائیں''۔ سعید بولے ''میں خیال کرتا ہوں کہ ایسی حالت میں کوشش نہ کر سکوں گا جب کہ تم بنی عبد مناف کو حکومت سے نکالنے کی کوشش کرو گے''۔ طلحہ و زبیر نے کچھ جواب نہ دیا سعید واپس ہو گئے۔

چشمہ خواب کا واقعہ: ان کے لوٹتے ہی عبداللہ بن خالد بن اسید' مغیرہ بن شعبہ اور جو لوگ اس کے ہمراہ قبیلہ ثقیف کے تھے واپس ہو گئے طلحہ اور زبیر مع باقی ماندہ لوگوں کے آگے بڑھے ان کے ہمراہ ابان اور ولید پسران عثمان بھی تھے۔ یعلی بن منیہ نے ام المؤمنین عائشہؓ کو ایک اونٹ پر سوار کرایا جس کا نام عسکر تھا اور جس کو انہوں نے سو دینار اور بعض کہتے ہیں کہ اسی دینار میں خرید کیا تھا۔ بعض کا یہ خیال ہے کہ وہ اونٹ قبیلہ عرینہ میں سے ایک شخص کا تھا چار سو درہم اور ایک اونٹ دے کر اس کو خرید کیا تھا اور اس شخص کو رہبری پر مقرر کیا تھا۔ رفتہ رفتہ چشمہ خواب پر پہنچے اور کتوں نے بھونکنا شروع کیا۔ دریافت سے معلوم ہوا کہ یہ چشمہ خواب ہے۔ ام المؤمنین عائشہؓ نے سنتے ہی ارشاد کیا ''مجھ کو لوٹاؤ! لوٹاؤ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے جس وقت آپ کے پاس آپ کی بیویاں بیٹھی ہوئی تھیں' کاش مجھے معلوم ہو جاتا کہ تم میں سے کس کو دیکھ کر خواب کے کتے بھونکیں گے یہ کہہ کر آپ نے اونٹ کی گردن پر ہاتھ پھیر کر بٹھا دیا اونٹ سے اتر پڑیں ایک شبانہ روز مع اہل قافلہ کے قیام پذیر رہیں اتنے میں یہ غل اٹھا ((النجاء النجاء قد ادرككم علی)) ''جلدی کرو جلدی کرو بے شک علی پہنچ گئے''۔ پس قافلے نے نہایت تیزی سے بصریٰ کا رخ کیا اور نواح بصریٰ میں پہنچا۔

اہل بصرہ سے مراسلت: عمیر بن عبداللہ تمیمی نے کہا اے ام المؤمنین! میں تم کو اللہ تعالیٰ کی قسم دلاتا ہوں کہ آپ ہرگز

ایسی قوم میں نہ جایئے جس سے آپ نے کوئی مراسلت نہ کی ہو حالات دریافت کرنے کی غرض سے عبداللہ بن عامر کو بصرہ بھیجئے' ان کے وہاں قدیمی تعلقات ہیں۔ ام المومنین عائشہؓ نے اس رائے کو پسند کیا اور عبداللہ بن عامر کو روانہ کیا ساتھ ہی اس کے رؤسائے بصرہ اور نیز احنف بن قیس اور صبرہ بن شیمان وغیرہ جیسے عمائدین شہر کے پاس خطوط روانہ کئے۔ خود جواب کے انتظار میں حفین میں ٹھہری رہیں' بصرہ سے عثمان بن حنیف نے عمران بن حصین کو جو ایک معمولی آدمی تھا اور ابوالاسود دوئلی کو جو معزز ممتاز شخص تھا ام المومنین عائشہؓ کے پاس ان کے آنے کا سبب دریافت کرنے کو بھیجا۔

ام المومنین عائشہؓ نے فرمایا ''بلوائیوں اور فتنہ پرداز ان قبائل نے ایسا ایسا کیا ہے پس میں مسلمانوں کو لے کر اس غرض سے نکلی ہوں کہ مسلمانوں کو اصلی واقعات سے مطلع کروں اور ان کی اصلاح کروں اس خروج سے میرا مقصود مسلمانوں کی اصلاح کرنا ہے''۔ یہ کہہ کر آپ نے قرآنی آیات ﴿لا خیر فی کثیر من نجواهم﴾ تا آخر تلاوت کی پھر وہ دونوں آدمی طلحہ کے پاس آئے' آنے کا سبب دریافت کیا' جواب دیا بغرض معاوضہ خون عثمانؓ پھر انہوں نے کہا'' کیا تم نے علیؓ ابن ابی طالب کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی؟'' جواب دیا ہاں لیکن اس شرط اور اس حالت سے کہ قاتلین عثمان سے قصاص لیں گے اور تلوار ہمارے سر پر تھی (یعنی بمجبوری واکراہ ہم نے بیعت کی) لیکن علیؓ نے قاتلین عثمان کا کچھ فیصلہ نہ کیا۔

عثمان بن حنیف کی مخالفت: ابوالاسود اور عمران زبیر کے پاس گئے انہوں نے بھی یہی جواب دیا۔ دونوں لوٹ کر عثمان بن حنیف کے پاس آئے عثمان نے ﴿انا للہ وانا الیه راجعون﴾ پڑھ کر کہا رب کعبہ اسلام کی چکی چلی'' دیکھئے اس کا کیا نتیجہ ہوتا ہے۔ پھر ان لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا تمہاری کیا رائے ہے؟ عمران بولے'' خاموشی اختیار کرو'' عثمان نے کہا نہیں! میں ان کو امیر المومنین علیؓ کے آنے تک روکوں گا' عمران یہ سن کر اٹھے اور اپنے مکان پر چلے آئے اتنے میں ہشام بن عامر آ گئے اور یہ رائے دی کہ نرمی و ملاطفت سے اس وقت تک چشم پوشی کیجئے جب تک امیر المومنین علیؓ کا حکم نہ آئے عثمان نے اس سے انکار کیا اور لوگوں کو مسلح ہونے اور لشکر مرتب کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ سب لوگ مسجد میں جمع ہوئے عثمان نے ایک شخص کو جو کوفہ کا رہنے والا قیس نامی تھا تقریر کرنے کو کھڑا کیا۔ اس شخص نے لوگوں کو مخاطب ہو کر کہا'' اے لوگو! اگر طلحہ اور زبیر اور ان کے ہمراہی مکہ سے جان کے خوف سے آئے ہیں تو یہ بات خلاف قیاس ہے کیونکہ ایسا مقام ہے کہ جہاں پر چڑیوں تک کو امن ہے کوئی ذرہ بھر کسی کو نہیں ستا سکتا اور خون عثمان کا بدلہ لینے کو آئے ہیں تو ہم لوگ عثمان کے قاتل نہیں ہیں۔ پس تم لوگ میری بات سنو میرے کہنے پر عمل کرو ان لوگوں کو جہاں سے آئے ہیں فوراً اسی طرف لوٹا دو''۔ اسود بن سریع سعدی نے جواب دیا'' تمہارا یہ خیال ہے کہ وہ لوگ ہم کو قاتلین عثمان سمجھ کر آئے ہیں؟ نہیں ان کا ایسا خیال نہیں ہے بلکہ ہم سے اور ہمارے سوا اور لوگوں سے قاتلین عثمان کے مقابلہ پر امداد لینے کو آئے ہیں۔ لوگوں نے قیس کو کنکریوں سے مارا جلسہ درہم برہم ہو گیا۔ عثمان کو اس خیال سے کہ طلحہ اور زبیر کے معاون اور ہمدرد بصرہ میں موجود ہیں بے حد صدمہ ہوا۔

حضرت عائشہ کا خطبہ: اس کے بعد ام المومنین عائشہ مع ہمراہیوں کے مربد پہنچیں۔ عثمان نے بصرہ سے نکل کر صف آرائی کی اہل بصرہ جو ام المومنین عائشہؓ کا ساتھ دینا چاہتے تھے۔ وہ بھی شہر سے نکل کر اسی مقام پر آ کر جمع ہو گئے طلحہ میمنہ پر

تھے میان صف سے نکل کر پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی بعد ازاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھ کر عثمانؓ بن عفان کے فضائل ومناقب بیان کئے اور ان کے خون کا بدلہ لینے کی لوگوں کو ترغیب دی۔ طلحہ کے تقریر ختم پر زبیر نے میسرہ سے نکل کر ایسا ہی بیان کیا عثمان بن حنیف کے میمنہ نے طلحہ اور زبیر کی تصدیق کی اس پر میسرہ والے بولے بایعتم عليا ثم جئتم تقولون كذا كذا ''تم لوگوں نے علیؓ کی بیعت کی پھر یہ کہنے آئے ہو''۔ ان تقریروں کے بعد ام المؤمنین عائشہؓ نے اللہ تعالیٰ کی حمد کے بعد بیان عوام الناس عثمانؓ بن عفان کو برا کہتے ہیں۔ ان کے مقرر کئے ہوئے عمال پر حرف گیری کرتے تھے۔ پھر ہمارے پاس مدینہ میں آتے تھے ہم ان کو جھوٹا' مکار' دغاباز پاتے تھے اور عثمان کو نیک پرہیزگار' عادل' وہ لوگ جو ان کے دل میں تھا اس کے خلاف ظاہر کرتے اس پر بھی ان کو صبر نہ آیا ان کے مکان کا محاصرہ کیا۔ ان کو نہایت سخت تکالیف سے بے آب ودانہ شہید کیا۔ محرمات کو بلاکسی خیال کے حلال کیا تم کو اور سوا تمہارے کسی اور کو یہ جائز نہیں کہ عثمان کے قاتلوں سے بدلہ نہ لے اور کتاب اللہ پر عمل نہ کرے۔ ام المؤمنین عائشہؓ نے اس قدر کہہ کر ﴿الم ترا الى الذين اوتوا نصيبا من الكتاب يدعون الى كتاب الله ليحكم بينهم﴾ آخر آیت تک پڑھی۔ عثمان بن حنیف کے ہمراہیوں میں اس تقریر سے پھوٹ پڑ گئی۔ اکثر ام المؤمنین عائشہؓ کی طرف مائل ہو گئے پھر آپس میں ایک دوسرے کو ڈھیلے اور پتھر مارنے لگے۔

حکیم بن جبلہ کا حملہ: ام المؤمنین حضرت عائشہؓ اپنے خیمہ میں واپس آئیں لشکر اور طلحہ وزبیر بھی مربد سے مقام دباغین چلے آئے مگر عثمان بن حنیف مقابلہ پر تلا کھڑا رہا۔ اتنے میں جاریہ بن قدامہ آیا وہ عرض کرنے لگا'' اے ام المؤمنین! واللہ عثمان کا قتل ہونا زیادہ پسندیدہ تھا' بہ نسبت اس کے تم اس ملعون اونٹ پر سوار ہو کر لڑائی کے لئے مکان سے نکلیں تمہارے لئے اللہ تعالیٰ نے پردہ وحرمت مقرر کیا تھا۔ تم نے پردہ کی ہتک کی اور حرمت کو مباح کیا اور بے شک جو شخص تم سے لڑنا چاہتا ہو اس کا قتل کرنا مباح ہے پس اگر تم اپنی رضامندی سے آئی ہو تو بہتر ہے کہ مدینہ منورہ واپس جاؤ اور اگر بجبر واکراہ آئی ہو تو اللہ تعالیٰ سے استعانت چاہو اور لوگوں سے واپس چلنے کو کہو''۔ ہنوز یہ تقریر ختم نہ ہونے پائی تھی کہ حکیم بن جبلہ سواروں کا رسالہ لئے آ پہنچا۔ پہنچتے ہی سر راہ لڑائی چھیڑ دی پہلے تو ہمراہیان ام المؤمنین عائشہؓ نے مدافعت کی غرض سے تیراندازی شروع کی پھر یہ خیال کر کے کہ شاید تیراندازی بند کر دینے سے حکیم بن جبلہ رک جائے گا۔ تھوڑی دیر تک رکے رہے لیکن جب حکیم بن جبلہ نے اپنے رکاب کے سواروں کو حملہ کرنے سے نہ روکا تو مجبور ہو کر ہمراہیان ام المؤمنینؓ بھی حملے کا جواب دینے لگے۔ رات کی تاریکی نے فریقین کو لڑائی سے باز رکھا۔ عثمان بن حنیف لوٹ کر قصر امارت میں آیا' ام المؤمنین مع اپنے ہمراہیوں کے دار الرزق کی طرف واپس ہوئیں تمام رات امید وبیم میں گزری۔

دار الرزق کا معرکہ اور اقرار نامہ: فریقین میں جو جس کو پاتا تھا گرفتار کر لے جاتا تھا۔ اللہ اللہ کر کے سپیدیٔ صبح نمایاں ہوئی۔ فجر ہوتے ہی دار الرزق کے میدان میں حکیم بن جبلہ صف آرائی کرتا نظر آیا۔ بنی عبد القیس میں سے ایک شخص نے[1]

---

[1] حکیم بن جبلہ صف آرائی کے وقت ایک نیزہ لئے ہوئے میان صف میں پھر رہا تھا اور ام المؤمنین کو سخت وسست کہتا جاتا تھا عبد القیس میں سے ایک شخص نے دریافت کیا۔ کس کو سخت وسست کہہ رہا ہے۔ جواب دیا عائشہ صدیقہ کو! پھر اس شخص نے کہا اے ابن خبیثہ کیا ''ام المؤمنین کو یہ کہہ رہا ہے''، حکیم نے یہ سنتے ہی ایک نیزہ مارا جس سے وہ بیچارہ مر گیا' یہی واقعہ بعینہ اس عورت کے پاس پیش آیا جس کو اس شخص کے بعد حکیم بن جبلہ نے قتل کیا ہے۔

تعرض کیا حکیم نے اس کو مار ڈالا۔ پھر اور ایک عورت کو اسی الزام میں قتل کیا۔ بعد ازاں لڑائی شروع ہو گئی۔ دن ڈھلنے تک بڑے زور و شور سے لڑائی جاری رہی۔ عثمان بن حنیف کے ہمراہیوں میں بہت آدمی کام آئے۔ فریقین بہتیرے زخمی ہوئے جب لڑائی نے دونوں حریفوں کو تھکا دیا تو مجبور ہو کر صلح کی طرف مائل ہوئے یہ طے پایا کہ ایک معتبر شخص جس پر فریقین کو اعتماد ہو مدینہ جائے اور اہل مدینہ سے دریافت کرے کہ طلحہ و زبیر نے بکراہت بیعت کی ہے یا بہ رضا؟ اگر بہ کراہت بیعت کی ہے تو عثمان بن حنیف بصرہ کو خالی کر دے۔ ورنہ طلحہ اور زبیر بصرہ سے لوٹ جائیں''۔

حضرت اسامہ بن زید پر حملہ: اقرار نامہ لکھے جانے کے بعد کعب بن سور قاضی' بصرہ سے مدینہ کو روانہ ہوئے جمعہ کے دن پہنچے۔ لوگوں کو جمع کر کے دریافت کیا' کسی نے کچھ جواب نہ دیا۔ اسامہ بن زید نے کھڑے ہو کر کہا'' بے شک طلحہ اور زبیر نے بہ کراہت بیعت کی ہے''۔ اس فقرے کے تمام ہوتے ہی لوگ اسامہ بن زید پر ٹوٹ پڑے اور ان کو مارنے لگے۔ قریب تھا کہ وہ مار ڈالے جاتے' صہیب ابو ایوب اور محمد بن مسلمہ نے ان کی جان بچائی۔ اپنے گھر اٹھا لائے' کعب بصرہ واپس ہوئے۔ اس واقعہ کی خبر امیر المومنین علیؓ تک پہنچی آپ نے عثمان بن حنف کو ملامتانہ خط لکھا کہ واللہ وہ دونوں (طلحہ اور زبیر) اگر ہم کو خلافت سے معزول کرنا چاہتے ہوں تو ان کے لئے کسی حیلہ کی ضرورت نہیں ہے اور اگر کسی اور بات پر متمنی ہوں تو ہم ان سے اور وہ ہم سے نپٹ لیں گے۔

عثمان بن حنیف کی گرفتاری: کعب کی واپسی پر طلحہ و زبیر نے عثمان بن حنیف کو مصالحت کی گفتگو کرنے کو بلایا اور اقرار نامہ کی شرط کے مطابق بصرہ خالی کر دینے کا پیام دیا' عثمان بن حنیف نے امیر المؤمنین کا فرمان پا کر آنے اور بصرہ خالی کرنے سے انکار کر دیا۔ طلحہ اور زبیر نے لوگوں کو جمع کیا اور نماز عشاء کے بعد مسجد کی طرف بڑھے۔ عبدالرحمٰن بن عتاب نے بڑھ کر حملہ کیا' تلواروں کی جھنکار مسجد میں گونج اٹھی۔ تقریباً چالیس آدمی اس وقت مسجد میں موجود تھے' لڑائی ہوئی' مارے گئے عثمان بن حنیف کو گھر میں گھس کر گرفتار کر لائے طلحہ اور زبیر کے روبرو پیش کیا۔ لوگوں نے عثمان کے چہرے کے تمام بال نوچ ڈالے تھے۔ طلحہ اور زبیر نے ام المؤمنین کو اس سے مطلع کیا آپ نے چھوڑنے کا حکم دیا' بعض کہتے ہیں کہ شہر بدر کرنے اور مارنے کا حکم دیا تھا۔ بہر کیف جو شخص عثمان بن حنیف کو شہر بدر کرنے اور مارنے پر مامور ہوا تھا وہ مجاشع بن مسعود تھا' بعض نے لکھا ہے کہ فریقین میں اقرار نہیں ہوا تھا۔ لڑائی سے تھک کر دونوں فریقوں نے امیر المؤمنین علیؓ ابن ابی طالب کو لکھا تھا عثمان بن حنیف نماز پڑھا رہے تھے۔ فریق مخالف نے حالت نماز میں حملہ کیا اور پکڑ لائے پھر ان کو انصار ہونے کی وجہ سے مار پیٹ کر قید کر دیا۔

حضرت طلحہ اور زبیر کا اہل بصرہ سے خطاب: بصرہ میں داخل ہو کر طلحہ و زبیر نے اہل بصرہ کو جمع کر کے خطبہ دیا:

''اے اہل بصرہ! توبہ گناہ گار کی سپر ہے ہم چاہتے تھے کہ امیر المؤمنین عثمانؓ کے بلوائیوں کے مطالبات پر غور کرنے سے راضی کر لیں اس اثناء میں کمینوں بلوائیوں نے بلوہ کر کے ان کو شہید کر ڈالا' حاضرین طلحہ کو مخاطب ہو کر بولے'' ہمارے پاس تو تمہارے خطوط اس کے خلاف آتے تھے'' زبیر نے جواب دیا ہم نے ہرگز ایسے خطوط نہیں لکھے' زبیر نے اس فقرے کو ختم کر

کے عثمان بن ذی النورینؓ کی شہادت کا واقعہ بیان کیا اور امیر المؤمنین علیؓ پر ان کی شہادت کا الزام لگانے لگے' قبیلہ عبدالقیس سے ایک شخص نے اٹھ کر کہا ''اے گروہ مہاجرین! تم وہ لوگ ہو جنہوں نے سب سے اسلام کی دعوت قبول کی اور اس سے تم کو فضیلت حاصل ہوئی۔ بعدہ اور لوگ تمہاری طرح اسلام قبول کرتے گئے۔ یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقال فرمایا تم نے یکے بعد دیگرے دو شخصوں کے ہاتھ پر بیعت کی اور ان کو خلیفہ بنایا ہم اس پر راضی ہو گئے اور ان کو ہم نے اپنا امیر مان لیا بعد ازاں تم نے اپنے مشورے سے تیسرے شخص کو امیر بنایا اور اسی طرح اس کو بغیر ہمارے مشورے کے مار ڈالا۔ پھر تم نے علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کی' تم نے اس میں بھی ہم سے مشورہ نہ کیا اور اب ان کی مخالفت پر ہم کو ابھارنے آئے ہو صاف صاف بتلاؤ تم کو کس چیز نے انتقام لینے پر آمادہ کیا ہے۔ جس کی وجہ سے ہم تمہارا ساتھ دے کر اس سے لڑیں' ابھی کل کا ذکر ہے کہ عثمان بن حنیف پر تم لوگوں نے حملہ کیا اور قریب قریب ستر آدمیوں کو مار ڈالا''۔

حکیم بن جبلہ کا حملہ اور خاتمہ: جب عثمان بن حنیف کے ماجرے کی اطلاع حکیم بن جبلہ کو ہوئی تو وہ عثمان بن حنیف کی مدد پر اٹھ کھڑا ہوا۔ عبدالقیس اور ربیعہ کو جمع کر کے دار الرزق کی طرف بڑھا اتفاقاً عبداللہ بن زبیر سے ملاقات ہو گئی' دریافت کیا کس قصد سے آئے ہو؟ حکیم نے جواب دیا عثمان بن حنیف کو چھوڑ دو اور امیر المؤمنین علیؓ کی تشریف آوری تک اس عہد پر قائم رہو جو ہم میں اور تم میں قرار پایا ہے بڑے افسوس کی بات ہے کہ جو خون حرام تھا اس کو تم نے حلال کیا۔ اس پر طرہ یہ ہے کہ تمہارا زعم یہ ہے کہ ہم عثمان بن عفان کے خون کا بدلہ لیتے ہیں۔ حالانکہ ان لوگوں نے ان کو قتل نہیں کیا۔ قصہ مختصر باتوں باتوں میں لڑائی شروع ہو گئی۔ حکیم بن جبلہ نے چار سرداروں کو جنگ کا ذمہ دار بنایا خود طلحہ کے مقابلہ پر رہا۔ ذریح کو زبیر کے مقابلے پر' ابن المحترش کو عبدالرحمٰن بن عتاب سے مقابلہ پر اور حرقوص بن زبیر کو عبدالرحمٰن بن الحرث بن ہشام کے مقابلے پر متعین کیا۔ لڑائی نہایت تیزی سے شروع ہوئی اور اس سختی سے برابر جاری رہی اہل بصرہ کے بہت سے آدمی مارے گئے۔

حرقوص کا فرار: حکیم اور ذریح میدانِ جنگ میں کام آئے حرقوص چند آدمیوں کو لے کر اپنی قوم قبیلہ سعد میں چلا گیا۔ عبدالرحمٰن بن حرث نے تعاقب کیا لیکن بنی سعد کی سفارش سے حرقوص کی جان بچ گئی۔ قبیلہ عبدالقیس اور بکر بن وائل کو اس فتح سے صدمہ ہوا۔ خاتمہ جنگ پر طلحہ اور زبیرؓ نے اپنے ہمراہیوں کو بیت المال سے کچھ روپیہ دلوایا۔ قبیلہ عبدقیس اور بکر بن وائل نے بیت المال کا قصد کیا۔ ہمراہیان طلحہ اور زبیر نے لڑ کر ان کو بے نیل ومرام واپس کیا۔ اس کے بعد ام المؤمنینؓ عائشہؓ نے اہل کوفہ کے اس واقعہ سے آگاہ کیا۔ خونِ عثمانؓ کے معاوضہ لینے کو بلایا اور اسی مضمون کے خطوط اہل یمامہ و مدینہ کے پاس روانہ کیے۔ (یہ واقعہ ۲۵ ربیع الاول کا ہے)

حضرت علیؓ کی بصرہ کو روانگی: آپ اوپر پڑھ آئے ہیں کہ جس وقت امیر المؤمنین علیؓ ابن ابی طالب کو طلحہ و زبیر اور ام المؤمنین عائشہ (رضی اللہ عنہم) کے حالات سے آگاہی ہوئی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ لوگ بصرہ جا رہے ہیں اس وقت آپ نے اہل مدینہ سے امداد طلب کی خطبہ دیا ابتداً لوگوں کو طلحہ زبیر اور ام المؤمنین عائشہؓ کے خلاف خروج کرنا شاق گزرا۔ لیکن اولاً جب زیاد بن حنظلہ' ابوالہیثم[1]

---

[1] ابوالہیثم بدری ہیں اور خزیمہ ذوالشہادتین نہیں ہیں۔ شعبی کا بیان ہے کہ اس فتنہ میں چھ بدریوں کے سوا ساتواں کوئی شخص نہیں شریک ہوا۔ واللہ اعلم۔

خزیمہ بن ثابت اور ابوقتادہ نے آمادگی ظاہر کی تو بقیہ اہل مدینہ بھی تیار و مستعد ہو گئے۔ ام المومنین ام سلمہ نے اپنے چچازاد بھائی کو امیر المومنین علیؓ کے ہمراہ بھیجا۔ لیکن یہ قبل روانگی لشکر' طلحہ اور زبیر کو واپس لانے کی غرض سے بصرہ روانہ ہو گئے تھے' اخیر ماہ ربیع الثانی ۳۶ھ میں امیر المومنین علیؓ مدینہ پر ابن عباس کو اور بعض کہتے ہیں کہ سہیل بن حنیف کو اور مکہ پر قثم بن عباس کو اپنا نائب مقرر کر کے بصرہ روانہ ہوئے کوفہ اور مصر کے نو سو آدمیوں نے بھی آپ کا ساتھ دیا۔

حضرت علیؓ اور عبداللہ بن سلام: اثناء راہ میں عبداللہ بن سلام مل گئے' گھوڑے کی عنان پکڑ کر بولے ''امیر المومنین! آپ مدینہ سے تشریف نہ لے جایئے۔ واللہ اگر آپ یہاں سے نکل جائیں گے تو مسلمانوں کا امیر یہاں پھر لوٹ کر نہ آئے گا''۔ لوگ عبداللہ بن سلام کی طرف گالیاں دیتے ہوئے دوڑ پڑے آپ نے فرمایا ''اس سے درگزر کرو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابی ہے' اچھا آدمی ہے اور آگے بڑھے' ربذہ پہنچے اس مقام پر یہ خبر لگی کہ طلحہ اور زبیر بصرہ پر قابض ہو گئے ہیں آپ نے اس مقام پر قیام کیا' متعدد اور مختلف احکام صادر فرمائے۔

امام حسنؓ کے حضرت علیؓ پر اعتراضات: اس اثناء میں آپ کے لڑکے حسنؓ آ گئے' مدینہ سے بصرہ جانے اور ان کا مشورہ نہ ماننے کی بابت عرض و معروض کرنے لگے۔ امیر المومنین علیؓ نے جواب دیا تم نے کس امر کی بابت مجھے مشورہ دیا جو میں نے نہیں مانا۔ حسن بولے ''میں نے آپ کو زمانہ محاصرہ عثمان میں یہ رائے دی تھی کہ مدینہ سے چلے جایئے عثمانؓ کے قتل کے وقت مدینہ میں نہ رہئے اور قتل کے بعد میں نے گزارش کی کہ جب تک عرب کے وفود نہ آلیں اور حکمرانان بلاد اسلامیہ آپ کی خلافت کی بیعت نہ کر لیں اس وقت اہل مدینہ سے بیعت نہ لیجئے۔ پھر میں نے اس گروہ کے خروج کے وقت کہا تھا کہ آپ گھر میں خاموشی کے ساتھ بیٹھے رہئے یہاں تک کہ فتنہ و فساد فرو ہو جائے آپ نے ان میں سے ایک کا بھی خیال نہ فرمایا۔

حضرت علیؓ کا امام حسن کو جواب: امیر المومنین علیؓ نے جواب دیا ''اے صاحبزادے! تم نے مدینہ سے خروج کی بابت جو کہا تو سوائے خروج کے مجھے کوئی چارہ نہیں تھا اور بے شک ان لوگوں نے مجھے بھی گھیر لیا جیسا کہ عثمان کو گھیر لیا تھا اور بیعت کا یہ جواب ہے کہ میں نے یہ خیال کر کے اگر میں بیعت نہیں لیتا ہوں اس سے خلافت اور اسلام کو سخت صدمہ پہنچتا ہے اور ارباب حل وعقد اہل مدینہ ہیں نہ کہ تمام عرب اور بلاد اسلامیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال پر ارباب حل وعقد نے ابوبکر کی بیعت کی۔ میں نے بھی بیعت کر لی۔ پھر جب ابوبکرؓ نے اللہ تعالیٰ کی رحمت کی طرف انتقال کیا تو لوگوں نے عمر کو خلیفہ بنایا۔ میں نے ان کی اتباع کی' بعد ازاں عمر بھی رحمت الٰہی سے جا ملے' میں بھی ارباب شوریٰ سے تھا۔ لوگوں کے مشورے سے عثمان کے ہاتھ پر بیعت کی گئی' میں نے بھی بیعت کی بعدہ عوام نے بلوہ کر کے عثمان کو شہید کر ڈالا اور بخوشی و رغبت میری بیعت کی۔ پس میں اس شخص سے ضرور لڑوں گا جو میری مخالفت کرے گا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کوئی فیصلہ صادر کرے ((وهو خير الحاكمين)) اور تمہارا یہ کہنا کہ طلحہ و زبیر کی نسبت میں سکوت اختیار کروں' بیٹھ رہوں' خروج نہ کروں اس کا جواب یہ ہے کہ اگر میں اپنے فرائض ادا نہ کروں گا تو کون شخص اس کو ادا کرے گا۔ حسنؓ یہ سن کر خاموش ہو رہے۔ امیر المومنین علیؓ نے محمد بن ابی بکر اور محمد بن جعفر کو لوگوں کے جمع کرنے کو کوفہ روانہ کیا۔ خود ربذہ میں ٹھہرے ہوئے لوگوں کو جنگ کی ترغیب دیتے رہے۔

بعد چندے مدینہ سے اپنا گھوڑا اور ہتھیار منگوائے۔ آپ کے بعض ہمراہیوں نے کہا ان لوگوں کی بابت ہم آپ کے قصد کو تاڑ گئے۔ آپ نے جواب دیا ''میں ان کی اصلاح کروں گا اگر وہ قبول کریں گے ورنہ ان کی بابت غور کروں گا اگر انہوں نے پیش قدمی کی تو میں ان کو روکوں گا۔

قبائل رسد و طے کی پیش کش: ربذہ سے ہنوز روانہ نہ ہوئے تھے کہ طے کی ایک جماعت ہمراہی کی غرض سے آئی آپ نے ان کی تعریف کی اور ساتھ لیا۔ ربذہ سے روانہ ہوئے مقدمۃ الجیش پر عمرو بن جراح تھے۔ فید پہنچے' قبیلہ اسد اور طے نے حاضر ہو کر رکاب میں چلنے کی درخواست کی آپ نے فرمایا ''اپنے اقرار پر تم لوگ ثابت و قائم رہو مہاجرین کافی ہیں''۔ اسی مقام پر ایک شخص شیبانی کوفہ سے آیا آپ نے اس سے ابوموسیٰ کا حال دریافت فرمایا' جواب دیا ((ان اردت الصلح فھو صاحبک و ان اردت القتال فلیس بصاحبک)) ''اگر تم صلح کا قصد رکھتے ہو تو وہ تمہارا ساتھی ہے اور اگر قصد جنگ ہے تو تمہارا وجہ شریک نہیں ہے''۔ آپ نے فرمایا واللہ صلح کے سوا ہمارا کوئی قصد نہیں ہے بشرطیکہ ہم پر کوئی حادثہ نہ ہو فید سے روانہ ہو کر ثعلبہ وابا میں قیام کیا۔

عثمان بن حنیف کی حضرت علیؓ سے ملاقات: عثمان بن حنیف' حکیم بن جبلہ پر جو واقعات گزر رہے تھے گوش گزار ہوئے۔ پھر وہاں سے کوچ کر کے ذیقار پہنچے عثمان بن حنیف آ کر ملے اپنے چہرے کو دیکھا عرض کی ''اے امیر المؤمنین! آپ نے مجھے ڈاڑھی کے ساتھ بھیجا تھا اور اب میں بے ڈاڑھی کے آیا ہوں''۔ آپ نے فرمایا ''تم کو اس کا اجر ملے گا مجھ سے پیشتر دو شخصوں کو لوگوں نے خلیفہ بنایا تھا۔ انہوں نے کتاب اللہ پر عمل کیا' پھر تیسرے کو متولی کیا اس کی نسبت لوگوں نے جو کچھ کہنا چاہا کہا اور اس کے ساتھ جس طرح پیش آئے وہ تم کو معلوم ہے بعد سب نے میرے ہاتھ پر بیعت کی انہیں بیعت کرنے والوں میں طلحہ و زبیر بھی ہیں۔ انہوں نے بدعہدی کی اور میری مخالفت کرتے ہیں واللہ وہ لوگ جانتے ہیں کہ میں ان سے جدا نہیں ہوں یہ کہہ کر آپ طلحہ و زبیر کے حق میں بددعا کرنے لگے اسی مقام پر قیام تھا کہ قبیلہ بکر بن وائل نے حاضر ہو کر گزارش کی ''ہم لوگ جان نثاری کو تیار ہیں'' آپ نے ان کو بھی وہی جواب دیا جو قبائل طے اور راسد کو جواب دیا تھا۔ اتنے میں یہ خبر آئی کہ قبیلہ عبدالقیس نے طلحہؓ اور زبیر کا مقابلہ کیا ہے آپ نے ان کی تعریف و ثناء کی۔

حضرت ابوموسیٰ کا طرزِ عمل: محمد بن ابی بکر اور محمد بن جعفر جو کوفہ گئے ہوئے تھے انہوں نے کوفہ پہنچ کر ابوموسیٰ کو امیر المؤمنین علیؓ کا خط دیا اور اہل کوفہ کو ان کے حکم کے مطابق جنگ کی ترغیب دینے لگے۔ جب کسی نے آمادگی ظاہر نہ کی تو ابوموسیٰ سے امیر المؤمنین علیؓ کے ساتھ خروج کرنے کی بابت مشورہ کرنے لگے۔ ابوموسیٰ نے کہا لڑائی کے لئے نکلنا دنیا کی راہ ہے اور بیٹھ رہنا آخرت کی' لوگ یہ سن کر بیٹھ رہے' محمد بن ابی بکر اور محمد بن جعفر کو غصہ آ گیا۔ ابوموسیٰ سے بہ تشدد پیش آئے۔ ابوموسیٰ نے کہا واللہ عثمان کی بیعت میری گردن پر ہے اور علی کی گردن میں بھی ہے اگر لڑائی ضروری ہے تو عثمان کے قاتلوں سے جہاں کہیں ہوں لڑنا چاہئے۔ دونوں یہ خبر لے کر ذی وقار میں امیر المؤمنین علیؓ کے پاس آئے۔ امیر المؤمنین علیؓ نے اشتر کی طرف مخاطب ہو کر کہا ''تم ابوموسیٰ کے معاملہ میں میرے قائم مقام ہو ابن عباس کو لے جاؤ اور بگڑی ہوئی حالت کی اصلاح

کرو''۔ چنانچہ اشتر اور ابن عباس' ابوموسیٰ کے پاس گئے۔ ہر چند ان سے فوجی مدد طلب کی لیکن وہ اخیر تک یہی جواب دیتے رہے کہ میں سکوت اختیار کرتا ہوں یہاں تک کہ فتنہ فرو ہو جائے اور اختلاف لوگوں میں ختم ہو جائے۔ اشتر اور ابن عباس مجبور ہو کر لوٹ آئے۔

عمار بن یاسر کی حضرت ابوموسیٰ سے تلخ کلامی: اب امیر المؤمنین علیؓ نے اپنے لڑکے حسنؓ اور عمار بن یاسر کو بھیجا۔ ابوموسیٰ ان لوگوں کے آنے کی خبر سن کر مسجد میں آئے' حسنؓ بن علیؓ سے معانقہ کیا۔ عمار بن یاسر سے مخاطب ہو کر کہا اے ابوالیقظان تم نے امیر المؤمنین عثمانؓ کی مخالفت کی اور ان کے مخالفوں کے ساتھ ہو گئے اور فاجروں کی رفاقت کو جائز رکھا' عمار بولے میں نے ایسا نہیں کیا حسنؓ بن علی نے قطع کلام کر کے کہا ''لوگوں نے ہم سے کچھ اس معاملے میں مشورہ نہیں کیا اور اصلاح کے سوا ہمارا کوئی اور مقصود نہیں ہے اور امیر المؤمنین اصلاح امت کے بارے میں کسی سے ڈرتے نہیں' ابوموسیٰ نے کہا'' میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ نے سچ کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرماتے تھے عنقریب فتنہ ہونے والا ہے اس وقت بیٹھا ہوا شخص کھڑے ہوئے سے بہتر ہو گا۔ کھڑا ہوا شخص' پیادہ چلنے والے سے بہتر ہو گا پیادہ چلنے والا سوار سے بہتر ہو گا اور کل مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں ان کا خون اور مال حرام ہے' عمار کو اس تقریر سے ایسی برافروختگی ہوئی کہ ابوموسیٰ کو گالی دے بیٹھے ابوموسیٰ تو سن کر خاموش رہے' مگر حاضرین میں سے کسی شخص نے جواب ترکی بہ ترکی دے دیا بات بڑھ گئی لوگ عمار پر ٹوٹ پڑے لیکن ابوموسیٰ نے بچا لیا۔

حضرت ابوموسیٰ کا خطبہ: اس کے بعد زید بن صوحان' ام المؤمنین عائشہ صدیقہ کا ایک خط[1] اپنے نام کا اور ایک بنام اہل کوفہ لئے ہوئے مسجد میں آئے اور علی سبیل الانکار پڑھنا شروع کیا شبث بن ربعی گالی دے بیٹھے۔ حاضرین ضبط نہ کر سکے علانیہ ام المؤمنین کی طرفداری کا اظہار کرنے لگے۔ ابوموسیٰ روکتے جاتے تھے اور فتنہ فرو ہونے تک مکان میں بیٹھ رہنے کا حکم دے رہے تھے اور کہتے جاتے تھے۔ میری اطاعت کرو عرب کے ٹیلوں میں سے ایک ٹیلہ بن جاؤ تاکہ مظلوم تمہارے سائے میں آ کر پناہ گزیں ہو' خائف تم میں آ کر امن پائے' جب فتنہ و فساد اٹھ کھڑا ہوتا ہے تو حق و باطل مشتبہ ہو جاتا ہے اور جب فرو ہو جاتا ہے تو حق و باطل ظاہر ہوتا ہے' بے شک یہ فساد مثل بیماری کے اٹھ کھڑا ہوا ہے۔ تم لوگ اپنی تلواروں کو نیام میں کر لو' اپنے نیزوں کی نوکوں کو نیچے کر لو' اپنے سواریوں کے تنگ کو کاٹ دو' اپنے گھروں میں بیٹھ رہو اگر قریش دار الہجرۃ (مدینہ) کو چھوڑ کر نکلنے اور اہل علم کی جدائی پر آمادہ ہو جائیں تو ان کا ساتھ نہ دو۔ یہاں تک کہ آتش فتنہ فرو ہو جائے اور اصل واقعہ انکشاف ہو جائے۔ زید بن صوحان نے اٹھ کر کہا'' اے عبداللہ بن قیس! فرات کو لوٹا دو جس طرف سے بڑھ کر آیا ہے اور امیر المؤمنین سید المسلمین علیؓ کی مدد کو چلو' قعقاع بن عمرو نے اس کی تائید کی اور کہا'' امیر نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ سب درست و صحیح ہے لیکن میں تم لوگوں کو نصیحتاً کہتا ہوں اور سوائے حق کے اور کچھ نہیں کہتا ہوں کہ امیر المؤمنین علیؓ کی مدد کر و حق تک پہنچ جاؤ گے''۔

---

[1] ہر دو خطوط کا مضمون یہ تھا کہ اس زمانہ میں تم لوگ کسی کی مدد نہ کرو اپنے اپنے مکان میں بیٹھ رہو یا ہماری نصرت پر آمادہ ہو ہم خون عثمان کا بدلہ لینے آئے ہیں۔

حضرت علی کو اہل کوفہ کی امداد: عبد خیر نے بھی اسی قسم کی تقریر کی اور ابو موسیٰ سے مخاطب ہو کر کہا ''تم جانتے ہو کہ طلحہ اور زبیر نے امیر المؤمنین علیؓ کی بیعت کی تھی؟ جواب دیا ہاں! پھر دریافت کیا کیا علیؓ نے کوئی ایسا کام کیا ہے جس سے ان کی بیعت توڑ دی جائے؟ ابو موسیٰ بولے ''میں اس معاملے کو نہیں جانتا''۔ عبد خیر نے سخت و تند لہجے میں کہا اگر تم یہ نہیں جانتے ہو تو ہم تم سے علیحدگی اختیار کرتے ہیں یہاں تک کہ تم جان جاؤ اے لوگو! تم کو امیر المؤمنین نے بلایا ہے تاکہ جو معاملات ان میں اور ان کے دونوں رفیقوں (طلحہ و زبیر) میں پیش آ گئے ان کو دیکھو امر المؤمنین علیؓ فقیہ و حکیم امت ہیں جو شخص ان کی مدد کو جائے گا میں اس کے ہمراہ چلنے کو تیار ہوں' عمار بولے علیؓ نے تم لوگوں کو حق کے دیکھنے کو بلایا ہے چلو اور ان کے ہمراہ ہو کر لڑو' حسنؓ ابن علیؓ نے کہا تم لوگ ہماری دعوت قبول کرو اور ہماری اطاعت کرو اور جس مصیبت میں تم اور ہم مبتلا ہو گئے ہیں اس میں ہماری مدد کرو اور بے شک امیر المؤمنین کہتے ہیں کہ ہم اگر مظلوم ہیں تو ہماری مدد کرو اور اگر ہم ظالم ہیں تو ہمارا ساتھ نہ دو اور ہم سے لڑو۔ واللہ طلحہ و زبیر نے سب سے پہلے بیعت کی اور سب سے پہلے مجھ سے بدعہدی کی'' لوگوں کے دلوں پر اس تقریر سے ایک قوی اثر پیدا ہوا سب نے آمادگی ظاہر کر دی' عدی بن حاتم اور حجر بن عدی نے اپنی اپنی قوم کو جنگ پر ابھارا چنانچہ حسنؓ بن علیؓ کوفہ سے نو ہزار کی جمعیت لے کر روانہ ہوئے چھ ہزار تو خشکی کے راستے سے چلے اور باقی براہ دریا۔

حضرت ابو موسیٰ کا کوفہ سے اخراج: حسن اور عمار کو روانگی کے بعد امیر المؤمنین حضرت علیؓ نے اشتر کو بھی روانہ کیا تھا یہ اس وقت داخل کوفہ ہوا جس وقت حسن اور عمار ابو موسیٰ سے مسجد میں ایک مجمع عام میں امیر المؤمنین کے ساتھ دینے پر بحث و مباحثہ کر رہے تھے۔ اشتر جس قبیلہ پر ہو کر گزرتا تھا ان کو قصر کی طرف بلاتا جاتا تھا۔ ایک گروہ کثیر لئے ہوئے قصر امارت تک پہنچا۔ ابو موسیٰ کھڑے ہوئے مسجد میں خطبہ دے رہے تھے لوگوں کو خانہ نشینی کی ہدایت کر رہے تھے حسن کہتے جاتے تھے ((اعتزل عملنا و اترک منبرنا)) ''تم ہمارے مقرر کردہ عامل ہو ہمارے منبر کو چھوڑ دو'' اشتر نے قصر میں داخل ہو کر ابو موسیٰ کے غلاموں کو نکالنے کا حکم دیا اتنے میں ابو موسیٰ آ گئے اشتر نے چلا کر کہا ((لا ام لک اخرج اللہ نفسک)) ''تیری ماں مر جائے خدا تجھ کو یہاں سے نکالے'' اور شام تک نکل جانے کی میعاد مقرر کی۔ لوگ ابو موسیٰ کے اسباب لوٹنے کو ٹوٹ پڑے اشتر نے کچھ سوچ کر منع کر دیا۔

اہل کوفہ کی حضرت علیؓ سے ذی قار میں ملاقات: حسنؓ بن علی نے کوفیوں بطور فوج مرتب کیا اور کنانہ' اسد' تمیم' رباب اور مزنیہ پر معقل بن یسار ریاحی کو' قبائل قیس پر سعد بن مسعود ثقفی عم مختار کو' بکر' تغلب اور عتلہ پر مخدوج زہلی کو مذحج اور اشعرین پر حجر بن عدی کو بجیلہ' انمار خثعم اور ازد پر مخنف بن سلیم کو سرداری عنایت کی اور خاص کوفہ والوں پر قعقاع بن عمرو سعد بن مالک' ہند بن عمرو' ہثیم بن شہاب کو مقرر کیا' جنگ کی ترغیب دینے والے زید بن صوحان اشتر' عدی بن حاتم' مسیب بن بخبد اور یزید بن قیس جیسے لوگ تھے۔ الغرض اہل کوفہ امیر المؤمنین حضرت علیؓ کی خدمت میں بہ مقام ذی قار حاضر ہوئے آپ نے استقبال کیا مرحبا کہا اور یہ ارشاد فرمایا ''اے اہل کوفہ ہم نے تم کو اس غرض سے بلایا ہے کہ ہمارے ساتھ ہو کر اپنے بھائیوں (اہل بصرہ) سے مقابل ہو اگر وہ لوگ اپنی رائے سے رجوع کر لیں تو فہو المراد اور اگر اپنے خیال پر اصرار

کریں تو ان کا علاج ہم نرمی کے ساتھ کریں گے تاکہ ہماری طرف سے ظلم کی ابتداء نہ ہو اور ہم کسی کام کو جس میں ذرہ برابر فساد ہوگا بغیر اصلاح کے نہ چھوڑیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ'' اہل کوفہ نے امیر المؤمنین کے پاس ذی قار میں قیام کیا' قبیلہ عبدالقیس جن کی تعداد ہزاروں سے متجاوز تھی بصرہ اور امیر المؤمنین کے درمیانی میدان میں ٹھہرے اور اس کے دوسرے دن امیر المؤمنین علیؓ نے قعقاع بن عمرو کو طلحہ اور زبیر کے پاس سمجھانے کو بصرہ روانہ کیا۔

فریقین کی مصالحانہ کوشش: قعقاع کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شرف صحبت نصیب ہوئی تھی روانگی کے وقت آپ نے ان سے دریافت فرمایا ''تم ایسی حالت میں کیا کرو گے جب وہ کوئی ایسا امر پیش کریں جس کی نسبت تم کو کوئی ہدایت نہیں کی گئی؟ عرض کی اگر وہ باتیں اس قسم کی ہیں جن کی آپ نے ہدایت کی ہے تو ہم ان کا وہی جواب دیں گے اور اگر اس کے سوا کوئی نئی بات پیش کریں گے تو ہم اپنی رائے سے اور اپنے اجتہاد سے جواب دیں گے جیسا کہ دیکھتے سنتے ہیں' امیر المؤمنین علیؓ نے فرمایا بے شک تم اس کے سزاوار ہو' غرض قعقاع بصرہ پہنچ کر ام المؤمنین عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے عرض کی اے ام المؤمنین آپ کو کس چیز نے خروج پر آمادہ کیا ہے؟ فرمایا لوگوں کا اختلاف اور ان کی اصلاح! قعقاع نے کہا طلحہ اور زبیر کو بلوایئے آپ کے روبرو ان سے کچھ باتیں کرنی چاہتا ہوں۔ ام المؤمنین عائشہؓ نے طلحہ اور زبیر کو بلوا بھیجا۔ دونوں آئے اور باتیں ہونے لگیں۔

قعقاع: میں نے ام المؤمنین عائشہؓ سے دریافت کیا تھا کہ آپ کو کس چیز نے خروج پر آمادہ کیا ہے؟ ام المؤمنینؓ نے اس کے جواب میں فرمایا اختلاف امۃ اور ان کی اصلاح! تم لوگ اس معاملہ میں کیا کیا کہتے ہو' انہوں نے بھی یہی جواب دیا

قعقاع: اس اصلاح کی وجہ کیا ہے اور تم کو اس کا کیا حق حاصل ہے؟

طلحہ وزبیر: قاتلین عثمان سے قصاص لینا! اگر وہ لوگ قصاص سے بری کر دیئے جائیں گے تو عمل بالقرآن ترک ہو جائے گا۔

قعقاع: تم نے قاتلین عثمان کے شبہ میں اہل بصرہ کے چھ سو آدمیوں کو قتل کر ڈالا جس سے چھ ہزار آدمیوں کو برافروختگی ہوئی۔ تم نے حرقوص بن زبیر کا تعاقب کیا لیکن ان چھ ہزار نے اس کو بچالیا۔ پس اگر تم ان لوگوں سے لڑو گے تو بہت بڑا فساد برپا ہوگا کل مضر اور ربیعہ تمہارے خلاف لڑائی پر متفق ہو جائیں گے ایسی صورت میں اصلاح کہاں رہ گئی۔

ام المؤمنین عائشہؓ (قعقاع سے مخاطب ہو کر) پھر تمہاری کیا رائے ہے؟

قعقاع: اس امر کا علاج بالفعل فتنہ فرو کرنا ہے اور مصالحت سے کام لینا ہے اس کے بعد قصاص لینا تاکہ مسلمانوں کو عافیت حاصل ہو آپ لوگ خیر و برکت کی کلید ہیں ہم کو بلا میں نہ ڈالیں ورنہ آپ بھی آزمائش میں پڑ جائیں گے اس سے ہم کو اور آپ کو بھی نقصان پہنچے گا'' اس تقریر کا ام المؤمنین اور طلحہ اور زبیر کے دل پر بڑا اثر پڑا اور ان لوگوں نے متفق ہو کر کہا ''بے شک تمہاری رائے صائب ہے تم علیؓ کے پاس جاؤ وہ تمہاری رائے سے اتفاق کریں تو ابھی صلح ہوئی جاتی ہے قعقاع لوٹ کر امیر المؤمنین کے پاس آئے اور کل حالات عرض کئے امیر المؤمنین علیؓ کو اس سے تعجب اور خوشی ہوئی۔

فریقین کی مصالحت پر آمادگی: اس واقعہ کے قبل اہل بصرہ کے وفود امیر المؤمنین کی خدمت میں اہل کوفہ کی رائے

معلوم کرنے کو آئے ہوئے تھے۔ان سب نے بھی صلح پر اتفاق رائے ظاہر کیا تھا۔لیکن انہیں لوگوں میں بعض لوگ ایسے بھی تھے جن کو مصالحت ناگوار گزر رہی تھی۔ القصہ امیر المؤمنین نے لشکریوں کو جمع کر کے خطبہ دیا اور اگلے دن کوچ کرنے کا حکم صادر فرمایا اور ان لوگوں کی نسبت جو محاصرہ عثمان میں شریک تھے یہ حکم دیا کہ وہ ہمارے گروہ سے نکل جائیں ہمارے ساتھ نہ چلیں۔

سبائیوں کی فتنہ انگیزی: اہل مصر کو یہ مصالحت ناگوار گزری ابن السودا' خالد بن ملجم' اشتر مع ان لوگوں کے جنہوں نے عثمان بن عفانؓ کی مخالفت کا بیڑا اٹھایا تھا اور بغاوت کی تھی ایک مقام پر جمع ہوئے۔علباء بن الہیثم' عدی بن حاتم' سالم بن ثعلبہ اور شریح بن اوفی وغیرہ جو سرداران بلوائیوں کے تھے شریک جلسہ تھے آپس میں مشورہ کرنے لگے اس وقت تک طلحہ اور زبیر کی رائے قصاص لینے کی تھی لیکن اب تو امیر المؤمنین کی رائے بھی قصاص لینے کی ہوگئی اور وہ کتاب اللہ سے خوب واقف ہیں۔امیر المؤمنین نے جو فرمایا ہے وہ سن چکے ہو پس اگر مصالحت کر لیں گے اور باہم متفق ہو جائیں گے تو ہمارے ساتھ کیا کچھ نہ کریں گے۔ اشتر نے کہا'' واللہ ان سب کی رائے ہماری بابت ایک ہی ہے اگر مصالحت کریں گے تو ہمارے خون پر مصالحت کریں گے پس مناسب سمجھتے ہیں کہ ہم علی اور طلحہ پر حملہ کر کے انہیں بھی عثمان کے پاس بھیج دیں۔اس کے بعد خود بخود سکون ہو جائے گا''۔ابن السودا نے جواب دیا تم نے ذی قار میں ہزاروں کی جمعیت دیکھی ہے اور طلحہ کے ہمراہی بھی پانچ ہزار کے قریب ہیں تم صرف ڈھائی ہزار کی جمعیت سے تم اپنا خیال ہرگز پورا نہیں کر سکتے''۔

فریقین پر حملہ کا منصوبہ: علبا بولا'' بہتر یہ ہے کہ فریقین کو چھوڑ دو یہاں تک کہ کوئی ان میں سے تمہارا حاکم بن جائے''۔ابن السوداء نے کہا یہ رائے صائب نہیں ہے اگر تم ان دونوں فریقوں سے علیحدہ ہو جاؤ گے تو تم کو یہ ایک ایک کر کے چن لیں گے۔عدی نے جواب دیا'' ہم نہ اس صلح سے راضی ہیں اور نہ اس سے کشیدہ خاطر' اگر اتفاقاً جو واقعہ ہونے والا ہے وہ واقع ہو گیا اور لوگ اس مقام پر اتر پڑے (یعنی لڑائی ہوگئی) تو ہمارے پاس سوار بھی ہیں' آلات حرب بھی ہیں' اگر ہماری طرف بڑھیں گے تو ہم بھی بڑھیں گے اور ہم پر حملہ کریں گے تو ہم بھی حملہ کریں گے۔سالم اور شریح نے رائے دی کہ تا انفصال ہمیں چلا جانا چاہئے ابن السوداء نے کہا'' اے بھائیو تمہاری عزت اسی میں ہے کہ لوگوں میں مل جل کر انہیں لڑا دو میرے نزدیک بہتر ہوگا کہ کل جب فریقین جمع ہوں تو جس طرح ممکن ہو کسی حکمت سے لڑائی چھیڑ دو۔لڑائی شروع ہو جانے پر تم سے وہ لوگ غافل ہو جائیں گے اور تم لوگ جس کو مکروہ جانتے ہو اس سے محفوظ رہو گے۔الغرض حاضرین نے ابن السوداء کی رائے پسند کی اور اسی اتفاق پر علیحدہ ہوئے۔

حضرت علیؓ کی مراجعت: صبح ہوتے ہی امیر المؤمنین علیؓ نے کوچ کیا' قبیلہ عبدالقیس کے فرودگاہ پر پہنچے' وہ بھی ساتھ ہو گئے پھر یہاں سے روانہ ہو کر زاویہ میں قیام پذیر ہوئے۔ پھر زاویہ سے بصرہ روانہ ہوئے۔طلحہؓ' زبیر' ام المؤمنین عائشہؓ نے بھی فرضہ سے کوچ کیا۔نصف جمادی الثانی ۳۶ھ کو مقام قصر عبید اللہ بن زیاد میں فریقین ملے۔بکر بن وائل اور عبدالقیس خط و کتابت کر کے امیر المؤمنین حضرت علیؓ کے لشکر میں آ گئے۔تین روز تک بلا جدال و قتال ٹھہرے رہے۔زبیرؓ کے بعض

ہمراہیوں نے لڑائی چھیڑنے کی رائے دی۔ لیکن انہوں نے معذرت کی قعقاع کی معرفت صلح کی گفتگو ہو رہی ہے۔ ہم سے غداری نہ ہوگی ایسا ہی امیر المؤمنین سے بھی بعض لوگوں نے کہا تھا انہوں نے بھی یہی جواب دیا۔[1] پھر آپ سے دریافت کیا گیا کہ اگر کل لڑائی ہوگئی تو فریقین کے مقتولین کا کیا حال ہوگا؟ فرمایا "میں امید کرتا ہوں کہ ہمارا اور ان کا کوئی شخص قتل نہ کیا جائے گا' اللہ تعالیٰ نے ہم لوگوں کے دلوں کو صاف کر دیا ہے اور اگر کوئی مقتول ہوگیا تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرمائے گا بعد ازاں اپنے لشکریوں کو لڑائی سے منع کر دیا اور حکم بن سلام' مالک بن حبیب کو طلحہؓ زبیر کے پاس پیام دے کر بھیجا کہ اگر تم لوگ اس اقرار پر قائم ہو جس کی قعقاع نے خبر دی ہے تو لڑائی سے رکے رہو یہاں تک کہ کوئی امر طے پا جائے۔

احنف بن قیس کی کنارہ کشی: اس کے بعد احنف بن قیس امیر المؤمنین حضرت علیؓ کے پاس آئے۔ یہ اس گروہ سے علیحدہ و کنارکش ہو گئے' شہادت کے بعد امیر المؤمنین عثمانؓ کے حج سے واپس ہو کر امیر المؤمنین علیؓ کی بیعت کی تھی۔ احنف کہتے ہیں کہ جس زمانے میں امیر المؤمنین عثمان محاصرے میں تھے میں حج کو جا رہا تھا میں نے طلحہ و زبیر اور ام المؤمنین عائشہؓ سے کہا تھا کہ عثمان ضرور شہید کئے جائیں گے تو ان کے بعد کس کے ہاتھ پر بیعت کی جائے گی تو ان لوگوں نے کہا تھا علی کے ہاتھ پر۔ جب میں حج کر کے واپس ہوا تو عثمان بن عفانؓ شہید ہو چکے تھے۔ میں نے علی کے ہاتھ پر بیعت کی اور اپنے اہل و عیال میں چلا آیا۔ اس کے بعد طلحہؓ زبیر ام المؤمنین بصرہ پہنچے اور مجھے امیر المؤمنین علیؓ کی مخالفت کی غرض سے طلب کیا مجھے سخت تشویش ہوئی ایک طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ دوسری طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چچازاد بھائی اور داماد۔ پھر کچھ سوچ سمجھ کر میں نے ان لوگوں سے کہا "تم لوگوں نے مجھے بیعت کرنے کی اجازت نہ دی تھی؟" جواب دیا ہاں دی تھی! لیکن علی نے شرط بیعت پوری نہ کی۔ میں نے کہا "واللہ نہ تو میں نقض بیعت کروں گا اور نہ ام المؤمنین سے لڑوں گا بلکہ سب سے علیحدہ ہو کر گوشہ نشین ہو جاؤں گا"۔ اس گفتگو کے بعد احنف چھ ہزار آدمیوں کو لے کر بصرے سے تین کوس کے مقام پر مقام جلجاء میں مقیم ہو گئے پھر جب امیر المؤمنین علیؓ آئے' احنف آپ کے پاس حاضر ہوئے آپ نے فرمایا تم کو اختیار ہے چاہو تو ہمارے ساتھ ہو کر لڑو اور چاہو تو سکوت اختیار کرو۔ احنف نے سکوت پسند کیا۔ چنانچہ احنف قبیلہ تمیم اور بنو سعد کو لے کر دونوں فریق سے علیحدہ ہو گئے پھر جب امیر المؤمنین علیؓ کامیاب ہوئے تو احنف حاضر خدمت ہوئے اور

---

1 یہ سوال ابو سلامہ دولانی نے کیا تھا پورا واقعہ یہ ہے کہ جب فتنہ پردازوں نے طرفین کو ابھارنا شروع کیا تو امیر المؤمنین نے ایک روز خطبہ دیا۔ اثناء خطبہ میں اعور بن بنان منقری نے کھڑے ہو کر بصرہ آنے کی وجہ دریافت کی آپ نے فرمایا بغرض اصلاح و اطفاء آتش فتنہ آیا ہوں۔ شاید اللہ تعالیٰ میرے ذریعے سے امت محمدیہ کو متفق کر دے اور ان سے لڑائی کو اٹھا دے پھر اعور نے عرض کی "اگر وہ لوگ آپ کے کہنے پر عمل نہ کریں ارشاد ہوا ہم ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیں گے۔ اعور نے کہا اگر وہ ہم کو نہ چھوڑیں۔ جواب دیا ہم مدافعت کریں گے اتنے میں ابو سلامہ دولانی بول اٹھا کیا آپ کے نزدیک ان کے پاس کوئی ایسی دلیل اس خون کے معاوضہ لینے کی ہے اگر وہ اللہ تعالیٰ کے لئے یہ فعل کرتے ہیں"۔ آپ نے جواب دیا ہاں پھر ابو سلامہ نے کہا کیا آپ کے پاس بھی کوئی دلیل خون کے معاوضہ لینے میں تاخیر کرنے کی ہے؟ ارشاد ہوا ہاں بے شک جب کوئی امر مشتبہ ہو جائے اور اس کا دریافت کرنا دشوار ہو تو ان میں نہایت احتیاط سے فیصلہ کرنا چاہیے جلدی سے نقصان ہوتا ہے اس پر ابو سلامہ نے کہا اگر کل اتفاقاً بھیڑ ہوگئی تو ہمارا اور ان کا کیا حال ہوگا آپ نے فرمایا ہمارے اور ان کے مقتول جنت میں ہوں گے"۔

پوری پوری اتباع کی۔

حضرت زبیر کی علیحدگی: جس وقت دونوں حریف مقابل ہوئے طلحہ اور زبیر صف لشکر سے نکلے امیر المومنین علیؓ بھی اپنے لشکر سے باہر آئے دونوں فریق اس قدر قریب ہو گئے کہ ان لوگوں کی سواریوں کی گردنیں پھر گئیں (یعنی ایک دوسرے سے مل گئے) امیر المومنین نے کہا ''تم لوگوں نے آلات حرب' سواروں پیادوں کو جمع کر کے میرے ساتھ عداوت کی کیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس عداوت کی کوئی وجہ ہے؟ کیا میں تمہارا دینی بھائی نہیں ہوں؟ تم پر میرا خون اور تمہارا خون مجھ پر حرام نہیں ہے؟ کیا کوئی ایسا امر بتا سکو گے جس سے میرا خون تم کو مباح ہو؟ طلحہ نے جواب دیا ''کیا تم نے عثمان کے قتل میں سازش نہیں کی؟ بولے اللہ تعالیٰ اپنے دین کو پورا کرے گا اور قاتلین عثمان پر لعنت بھیجے گا اے طلحہ کیا تم نے میری بیعت نہیں کی؟ جواب دیا ہاں لیکن میری گردن پر تلوار تھی (یعنی بہ مجبوری بیعت کی تھی) اس کے بعد امیر المومنین نے زبیر کی طرف مخاطب ہو کر کہا کیا تم کو وہ دن یاد ہے جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم سے فرمایا تھا کہ بے شک تم ایسے ایک شخص سے لڑو گے جس پر تم ہی ظلم کرنے والے ہو گے؟ جواب دیا ہاں مجھے یاد آ گیا۔ اگر تم میری روانگی سے پیشتر مجھے اس بات کو یاد دلا دیتے تو میں ہرگز خروج نہ کرتا اور اب واللہ میں تم سے ہرگز نہ لڑوں گا۔ اس قدر گفتگو کے بعد ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔ امیر المومنین علیؓ نے اپنے لشکر میں واپس ہو کر ہمراہیوں سے فرمایا ''زبیر تو اب ہم سے نہ لڑیں گے''۔

زبیرؓ ام المومنینؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عرض کی جب سے میں نے ہوش سنبھالا سوائے آج کے اس موقع کے ہمیشہ اپنا انجام کار جانتا تھا ام المومنین نے کہا ''تمہارا کیا قصد ہے تم کیا چاہتے ہو؟'' جواب دیا ''میرا یہ قصد ہے کہ میں ان سب کو چھوڑ کر چلا جاؤں''۔ ام المومنین جواب نہ دینے پائی تھی کہ عبداللہ بن زبیر بول اٹھے ''ہاں جب دونوں کو صف آرا کر لیا اور ایک کو دوسری کی عداوت پر ابھار دیا تو اب چلے جانے کا قصد کرتے ہیں' اصل یہ ہے کہ آپ ابن ابی طالب کے پھریروں سے ڈر گئے اور آپ نے یہ سمجھ لیا ہے کہ اسی کے اٹھانے والے جوان مرد جنگجو ہیں اور اس کے نیچے چمکتی ہوئی تلواریں ہیں اس سے آپ میں بزدلی آ گئی ہے''۔ زبیر نے کہا ''میں نے قسم کھا لی ہے جواب دیا اپنی قسم کا کفارہ دیں اپنے غلام مکحول کو آزاد کر دیں''۔ بعض کا بیان ہے کہ زبیر نے اسی وقت واپسی کا قصد کیا تھا۔ جب کہ عمار بن یاسر کو علی ابن ابی طالبؓ کے ہمراہ دیکھا تھا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا ''عمار کو باغی گروہ قتل کرے گا''۔

اہل بصرہ کے تین گروہ: اہل بصرہ کے تین گروہ ہوئے تھے کچھ لوگ طلحہ و زبیر کے ہمراہ تھے اور کچھ لوگ امیر المومنین علیؓ کے ساتھ دینے پر تلے ہوئے تھے اور تیسرا گروہ وہ تھا جو سکوت میں تھا نہ ان کے ہمراہ تھا اور نہ ان کا ساتھ دیتا تھا احنف بن قیس اور عمر بن حصین وغیرہ اسی گروہ میں تھے۔

فریقین میں مصالحت: ام المومنینؓ نے ازد میں قیام فرمایا ان دونوں کا سردار صبرۃ بن شیمان تھا کعب بن سور نے سکوت کرنے کو کہا لیکن اس نے انکار کیا۔ اس کے ہمراہ قبائل مضر' رباب بسر کردگی منجانب بن راشد' بنو عمرو بن تمیم بسرداری

ابوالحرباء بنو حنظلہ بسر کردگی ہلال بن وکیع' سلیم بسر کردگی مجاشع بن مسعود' بنو عامر' غطفان بسر کردگی زفر بن الحرث' ازد بسر کردگی صبرۃ بن شیمان بکر بسر کردگی مالک بن مشمع اور بنو ناجیہ بسرداری حریث بن راشد تھے ان سب کی مجموعی تعداد تیس ہزار کے قریب تھی۔ امیر المؤمنین علیؓ کے ہمراہ بیس ہزار آدمی تھے اور یہ سب ایک دوسرے کے مقابل اترے ہوئے تھے مضر' مضر کے مقابلے پر ربیعہ' ربیعہ کے روبرو تھے دونوں فریق کے آدمیوں میں میل جول تھا صلح کے سوا اور کوئی گفتگو نہ کرتے تھے۔ حکیم و مالک طلحہ و زبیر کے پاس گئے تھے یہ خبر لے کر واپس ہوئے کہ ہم لوگ اسی عہد و قرار پر ہیں جس پر قعقاع ہمیں چھوڑ کر گئے ہیں پھر شام کے وقت ابن عباسؓ طلحہ و زبیر کے پاس اور محمد بن طلحہ امیر المؤمنین علیؓ کی خدمت میں صلح کی گفتگو کرنے آئے۔ شرائط طے ہو گئیں۔ صبح کے وقت صلح نامہ اور معاہدہ لکھے جانے کی رائے قرار پا گئی۔

مخالفین صلح کا اچانک حملہ: اس سے ان لوگوں کی پریشانی بڑھ گئی جنہوں نے امیر المؤمنین عثمانؓ کے خلاف بلوہ اور ان پر خروج کیا تھا۔ تمام رات مشورہ کرتے رہے کہ صبح ہوتے ہی جس طرح ممکن ہو لڑائی چھیڑ دی جائے جہاں تک ممکن ہو صلح نہ ہونے پائے۔ چنانچہ علی الصباح فریقین کی لاعلمی میں فتنہ پردازوں نے لڑائی کا رنگ جما دیا بلوائیان مضر نے مضر پر فتنہ پردازان ربیعہ نے ربیعہ پر اور باغیان یمن نے یمن پر' اہل بصرہ نے اہل بصرہ پر غرض ہر قبیلہ اپنے اپنے قبیلے پر حملہ آور ہوا ادھر طلحہ اور زبیر نے لڑائی کا شور و غل سن کر عبدالرحمٰن بن حرث کو میمنہ پر عبدالرحمٰن بن عتاب کو میسرہ پر متعین کیا خود قلب لشکر میں رہے لوگوں نے لڑائی چھڑنے اور شور و غوغہ کی وجہ دریافت کی معلوم ہوا کہ اہل کوفہ نے پو پھٹتے ہی تیر اندازی شروع کر دی۔ طلحہ و زبیر نے کہا افسوس علیؓ خون ریزی کیے بغیر نہ مانیں گے یہ کہہ کر حملہ آور گروہ کی مدافعت کرنے لگے ادھر امیر المؤمنین علیؓ شور و غل سن کر خیمے سے باہر تشریف لائے حال دریافت کیا فرمایا ''فرقہ سبیہ کے ایک شخص نے فتنہ پردازوں نے پہلے ہی سکھا رکھا تھا'' جواب دیا ہم کو سوائے اس کے کچھ معلوم نہیں ہے کہ ہم رات کو بے خوف ہو کر سوئے تھے صبح نہ ہونے پائی تھی کہ اہل بصرہ نے حملہ کر دیا'' ٹڈی دل گروہ تیر برساتا ہوا اٹھ آیا۔ پس ہمارے ہمراہی بھی سوار ہو گئے اور لوگوں نے لڑائی چھیڑ دی امیر المؤمنین علیؓ یہ سن کر سوار ہوئے افسران لشکر کو میمنہ و میسرہ پر مامور کرتے ہوئے افسوس کرتے ہوئے فرمایا ''بے شک طلحہ و زبیر بغیر خوں ریزی کیے ہوئے نہ مانیں گے''۔ قصہ مختصر دونوں فریق کو غلط فہمی ہوئی ایک نے دوسرے کو مجرم سمجھا اور اصل حال کسی پر منکشف نہ ہوا۔

جنگ جمل: امیر المؤمنین علیؓ اور طلحہ و زبیرؓ نے اپنے اپنے لشکروں میں منادی کرا دی کہ کوئی شخص اس معرکہ سے بھاگنے والوں کا تعاقب نہ کرے اور اس سے نہ لڑے' نہ کسی زخمی پر حملہ کرے اور نہ کسی کا مال و اسباب چھینے۔ لڑائی شروع ہونے پر کعب بن مسور ام المؤمنین کے پاس آئے۔ عرض کی ''اے ام المؤمنین لوگوں نے لڑائی شروع کر دی ہے' آپ موقع جنگ پر تشریف لے چلئے شاید اللہ تعالیٰ آپ کی وجہ سے مصالحت کرا دے''۔ ام المؤمنین چلنے پر آمادہ ہوئیں لوگوں نے آپ کو اونٹ پر سوار کرایا اور ہودج (عماری) کو زرہیں پہنائی اور اونٹ کو ایسے موقع پر لا کر کھڑا کیا جہاں سے لڑائی کا منظر بخوبی دکھلائی دیتا

تھا تھوڑی دیر تک لڑائی جاری رہنے سے اصحاب جمل کے پاؤں میدان جنگ سے اکھڑ گئے۔

حضرت طلحہ اور حضرت زبیرؓ کی شہادت: طلحہ[1] کے پاؤں میں ایک تیر لگا جس کے صدمہ زخم سے مجبور ہو کر بصرہ چلے گئے۔ خون کسی طرح نہ رکا اور اسی حالت میں وفات پا گئے۔ زبیر[2] وادی اسباع کی جانب چلے گئے کیونکہ امیر المومنین علیؓ نے ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کی تھی۔ راستہ میں احنف کا لشکر مل گیا۔ عمر بن الجرموز نے لشکر سے نکل کر تعاقب کیا قریب پہنچ کر مسئلہ پوچھنے لگا جب نماز کا وقت آیا اور زبیر نماز پڑھنے لگے تو عمرو بن الجرموز نے ان کو شہید کر ڈالا اور گھوڑا ہتھیار انگوٹھی لے کر احنف کے پاس آیا' احنف نے کہا' "واللہ میں نہیں جانتا کہ تو نے یہ کام اچھا کیا یا برا؟" ابن جرموز یہ سن کر امیر المومنین علیؓ کے خیمے کی طرف آیا دربان سے کہا "امیر المومنین سے کہہ دو کہ قاتل زبیر حاضری کی اجازت طلب کرتا ہے" آپ نے فرمایا اجازت دے دو اور جہنم میں جانے کی بشارت دے دو۔

حضرت کعب کی شہادت: اس وقت لڑائی تقریباً ختم ہو چکی تھی منہزم گروہ بصرے کے قریب پہنچ گیا تھا چونکہ امیر المومنین کے لشکر کے سواروں نے ام المومنین کے ناقہ کو چاروں طرف سے گھیر لیا تھا اس سے اصحاب جمل ام المومنینؓ کے بچانے کو جوش میں آ کر پھر لوٹے اور لڑائی اسی زور و شور سے پھر شروع ہو گئی جیسا کہ اس سے پیشتر تیزی کے ساتھ ہو رہی تھی ام المومنین نے لڑائی روکنے کی غرض سے کعب بن سور سے فرمایا "تم ناقہ کو چھوڑ دو اور قرآن لے کر صف لشکر سے نکل کر میدان میں جاؤ اور اس کے محاکمہ کی طرف لوگوں کو بلاؤ"۔ چنانچہ کعب قرآن شریف لے کر صف لشکر سے نکلے' امیر المومنین علیؓ کا لشکر آگے بڑھا' فرقہ سبیہ نے جو سب سے آگے تھا کعب پر تیر برسائے' کعب شہید ہو گئے۔

حضرت عائشہ کی عماری پر تیروں کی بوچھاڑ: ان لوگوں نے ام المومنینؓ کے عماری پر تیر برسانے شروع کئے۔ ام المومنینؓ نے بلند آواز سے اپنے ہمراہیوں کو امداد کے لئے بلایا۔ پھر قاتلین عثمان کے حق میں بددعا کرنے لگیں اہل لشکر بھی آپ کے ہمراہ بددعا کر رہے تھے ایک طرف لڑائی کا شور برپا تھا۔ نیزہ اور تلواروں کی آواز سے کانوں کے پردے پھٹے جاتے تھے دوسری طرف سے بددعا کی آواز آتی تھی جس سے میدان جنگ گونج رہا تھا۔ امیر المومنین علیؓ نے اس شور کو سن کر دریافت کیا معلوم ہوا کہ ام المومنین عائشہؓ قاتلین عثمان کو دعائے بد دے رہی ہیں آپ نے فرمایا ((اللّٰھم العن قتلۃ عثمان)) "اے خدا قاتلین عثمان پر لعنت بھیج"۔

---

[1] طلحہ کے پاؤں میں تیر لگنے پر قعقاع بن عمرو نے کہا کہ "اے ابو محمد تم اپنے مقصد کے حاصل کرنے سے معذور ہو موقع جنگ سے بصرہ جا کر کسی مکان میں قیام کرو"۔ طلحہ نے اس رائے کو پسند کیا۔ بصرہ چلے گئے خون اس کثرت سے جاری تھا کہ موزہ خون سے بھر گیا بصرہ پہنچ کر ان کے غلام نے دار خربہ میں اتارا بے ہوش تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد انتقال کر گئے اور وہیں مدفون ہوئے۔

[2] زبیر لڑائی شروع ہوتے ہی موقع جنگ سے نکل کھڑے ہوئے تھے ابن اثیر نے لکھا ہے کہ ان پر عمار بن یاسر نیزہ سے وار کرتے جاتے تھے اور زبیر صرف حملہ کو روک رہے تھے حملہ نہ کرتے تھے اس وجہ سے کہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ((تقتل عمارا الفئۃ الباغیۃ)) یاد دلائی گئی تھی ورنہ زبیر کو عمار کے لئے کافی تھے غرض زبیر لڑائی سے کسی طرح اپنی جان بچا کر بھاگے۔ ابن جرموز نے تعاقب کیا۔ وادی السباع میں پہنچ کر نماز میں شہید کیا۔ آپ کے غلام عطیہ نے وہیں دفن کیا۔

ناقۂ ام المؤمنین پر یورش: جب اس تدبیر سے لڑائی نہ رکی تو ام المؤمنین نے سرداران میمنہ ومیسرہ (عبدالرحمٰن بن عتاب اور عبدالرحمٰن بن حرث بن ہشام) کے پاس کہلا بھیجا ''تم لوگ نہایت ثابت قدمی سے لڑتے رہو میں تمہاری مدد کو آدمی بھیجتی ہوں''۔ پھر اپنے لشکریوں کو ایک پر جوش تقریر سے لڑائی پر ابھارا اور وہ لوگ بھی یہ دیکھ کر کہ فریق ثانی چاروں طرف سے سمٹ کر ناقہ ہی پر حملہ کر رہے ہیں۔ ایک تازہ جوش سے حملہ کرنے لگے۔ کوفہ و بصرہ کے قبیلہ مضر نے ہلہ کر کے ناقہ کے آگے کا میدان حملہ آور حریف سے خالی کر کے تیراندازی شروع کر دی۔ فریقین ایک دوسرے کے حملے کا جواب تیروں سے دے رہے تھے زید بن صوعان اور ان کے بھائی سیحان مارے گئے۔ لڑائی کا عنوان تھوڑی دیر کے لئے پھر خطرناک ہو گیا دونوں حریف جوش مردانگی میں آ کر ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑے۔ کوفہ' یمن اور ربیعہ کا گروہ لڑائی میں ابتداً پیچھے تھا۔ لیکن پھر مستعد ہو کر لڑنے لگا ان کے علم کے نیچے دس آدمی مارے گئے پھر اس کو یزید بن قیس نے سنبھالا اور ربیعہ کے علم کے نیچے زید' عبیداللہ بن رقیہ اور ابوعبیدہ بن راشد بن سلمی کام آئے۔ لڑائی لحظہ بہ لحظہ تیز ہوتی جاتی تھی۔ صف کی ترتیب جاتی رہی تھی کوفیوں کا گروہ جو میمنہ میں تھا اپنے قلب سے اور اہل بصرہ کا میسرہ اپنے قلب سے مل جل گیا۔ اس فریق کے میمنہ نے اس فریق کے میسرہ کا اور اس کے میسرہ نے اس کے میمنہ کا راستہ روکا۔ دلاوران مضر جانبین سے رجز پڑھ پڑھ کر حملہ کرنے لگے زیادہ تر فریقین کے جنگ آزما اپنے مدمقابل کے ہاتھ پاؤں پر حملہ کرتے اور انہیں بیکار کر دیتے تھے۔ چنانچہ عبدالرحمٰن بن عبد مناۃ نے عتاب کا ہاتھ شہید ہونے سے قبل کٹ گیا تھا ام المؤمنین کے ناقہ کے پاس ازدھ پھر بنوضبہ پھر اپنے اپنے حریف کا مقابلہ کیا اور اس سے ہم نبرد ہوئے کثرت سے لوگ مارے گئے ہزاروں کے ہاتھ پاؤں کٹ گئے۔ میمنہ ومیسرہ کا امتیاز باقی نہ رہا۔ قلب لشکر سے آ کر مل گیا۔ گروہ کے گروہ حملہ کر کے ناقہ پر آتے تھے اور وہیں لڑ کر مارتے اور مر جاتے تھے یہاں تک کہ ناقہ کی مہار پر چالیس یا ستر آدمی کام آئے اور یہ سب قبیلہ قریش کے تھے عبداللہ بن زبیر زخمی ہوئے عبدالرحمٰن بن عتاب' جندب زہیر عامری اور عبداللہ بن حکیم بن حرام مارے گئے ان کے ساتھ قریش کا علم تھا ان کو اشتر نے مارا اور مارنے میں عدی بن حاتم نے مدد دی۔ اسود بن ابی البختری بھی مارے گئے یہ ناقہ کی مہار پکڑے ہوئے تھے۔ ان کے بعد عمرو بن الاشرف ازدی اور ان کے تیرہ آدمی کام آئے۔ مروان بن الحکم اور عبداللہ بن زبیر کے بدن پر بہتر زخم تیر و نیزہ کے لگے۔

ناقہ پر حملہ: اس پر بھی ہمراہیان ام المؤمنین کا جوش فرو نہ ہوتا تھا تب امیر المؤمنین علیؓ نے بلند آواز سے پکار کر کہا ناقے پر حملہ کرو۔ یہ لوگ آپ ہی متفرق و منتشر ہو جائیں گے۔ چنانچہ ایک شخص نے بڑھ کر ناقے کو مارا ناقہ چلا کر گر پڑا۔ کوفیان ازد کا علم مخنف بن سلیم کے ہاتھ میں تھا۔ ان کے مارے جانے پر ان کے بھائی صقعب نے لیا جب یہ بھی مارے گئے تب ان کے بھائی عبداللہ نے سنبھالا ان کے ساتھ بھی یہی واقعہ پیش آیا تو علاء بن عروہ نے علم لیا علم انہیں کے ہاتھ میں تھا کہ فتح حاصل ہو گئی۔ کوفیان عبدالقیس کا علم قاسم بن سلم لئے ہوئے تھے جب یہ مع زید و سیحان پسران صوحان مارے گئے تو اور چند لوگوں نے علم کو سنبھالا۔ پس ان لوگوں میں سے عبداللہ بن رقیہ پھر منقذ بن نعمان نے علم لیا۔ جب یہ بھی کام آئے تو ان کے لڑکے مرہ نے دوڑ کر علم سنبھالا۔ علم انہیں کے ہاتھ میں تھا کہ فتح کا ڈنکا بجا۔ بکر بن وائل کا علم بنی ذہل میں حرث بن حسان کے ہاتھ

میں تھا یہ مع پانچ آدمیوں کے جوان کے خاندان سے تھے اور تیس آدمی بنی مخدوج کے اور ذہل کے کام آئے تھے کہ کامیابی کا غل ہوا۔

اختتام جنگ: بعض نے ناقے کے مارے جانے کا واقعہ یوں بیان کیا ہے کہ قعقاع نے اشتر سے واپسی کی وجہ دریافت کی جب کہ وہ ناقے کے پاس سے لڑ کر آ رہا تھا اس نے کچھ جواب نہ دیا قعقاع نے بڑھ کر حملہ کیا اس وقت ناقہ کا مہار زفر بن الحرث کے ہاتھ میں تھا' چند شیوخ بنی عامر کے مارے گئے قعقاع نے بجیر بن ولجہ (بنی ضبہ) سے کہا (یہ امیر المؤمنین علیؓ کے ہمراہیوں میں سے تھا) تم اپنی قوم سے سازش کر کے ناقے کو مار کر گرا دو قبل اس کے کہ امیر المؤمنین یا ام المؤمنین کو کوئی صدمہ پہنچے"۔ چنانچہ بجیر اپنی قوم سے امن طلب کر کے ناقے کے پاس گیا اور اس کے پاؤں پر ایک تلوار ماردی اور اس دوسرے پاؤں پر خود گر پڑا' قعقاع نے جو شخص ان کے نزدیک کھڑا تھا اسے امن دے کر زفر کے ساتھ عماری کی رسیاں کاٹ دیں اور عماری اتار لی۔ اصحاب جمل ناقے کے گرتے ہی بھاگ کھڑے ہوئے آتش جنگ فرو ہوگئی امیر المؤمنین علیؓ نے منادی کرادی کہ کوئی شخص کسی مفرور کا تعاقب نہ کرے' کسی زخمی کا اسباب نہ چھینا جائے کسی کے گھر کوئی نہ گھسے۔ محمد بن ابی بکر کو حکم دیا کہ مقتولوں کے درمیان سے عماری علیحدہ کریں اور پردہ کی وجہ سے اس پر قبہ بنا دیا۔ اس کے بعد امیر المؤمنین علیؓ نے محمد بن ابی بکر کے ذریعہ سے ام المؤمنین عائشہؓ کی خیریت دریافت کرائی۔

حضرت عائشہؓ اور حضرت علیؓ کی ملاقات: بعض نے کہا ہے کہ جس وقت ناقہ گرا تھا محمد بن ابی بکر مع عمار بن یاسر ناقہ کے پاس گئے اور عماری کو اٹھا کر ایسے مقام پر لے جا کر رکھا جہاں پر کوئی شخص نہ تھا امیر المؤمنین علیؓ عماری کے قریب تشریف لے گئے دریافت کیا: ((کیف انت یا امہ)) "اے ماں تم کیسی ہو؟"۔ جواب دیا الحمد للہ خیریت سے ہوں پھر امیر المؤمنین نے کہا: ((یغفر اللہ لک)) "اللہ تعالیٰ تم سے درگزر کرے"۔ ارشاد کیا: ((ذلک ایضا)) "اور تم سے بھی اللہ تعالیٰ درگزر کرے"۔ اس کے بعد سرداران لشکر اور رؤسا شہر ام المؤمنینؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے از انجملہ قعقاع تھے قعقاع نے سلام کیا۔ ام المؤمنین نے جواب دینے کے بعد فرمایا مجھے یہ منظور و محبوب تھا کہ میں آج کے واقعہ سے بیس برس پہلے مر جاتی" قعقاع نے واپس ہو کر امیر المؤمنین علیؓ سے اس قول کو بیان کیا امیر المؤمنین علیؓ نے بھی ایسا ہی فرمایا۔

صحابہ کبار کی شہادت: پس جب رات نے اپنے سیاہ دامن سے آفتاب کے رُخِ روشن کو چھپا لیا تو ام المؤمنین کے بھائی محمد بن ابی بکر نے ام المؤمنین کے بصرے میں لے جا کر عبداللہ بن خلف خزاعی کے مکان میں صفیہ بنت الحرث بن ابی طلحہ (عبدالداری) مادر طلحۃ الطلحات بن عبداللہ کے پاس ٹھہرایا اور فریقین کے زخمی مقتولوں سے علیحدہ کر کے شہر میں لائے گئے مقتولوں کے ملاحظہ کو خود امیر المؤمنین میدانِ جنگ میں تشریف لے گئے' کعب بن سور' عبدالرحمٰن بن عتاب اور طلحہ بن عبیداللہ کی لاشوں کو دیکھ کر فرمایا افسوس! لوگ یہ سمجھتے تھے کہ ہم پر فقط عوام الناس نے خروج کیا حالانکہ ان میں سے ایسے لوگ بھی موجود ہیں"۔ پھر آپ نے دونوں فریق کے مقتولوں کو جمع کر کے نماز پڑھی۔ دفن کرایا اور ہاتھوں کو یکجا کر کے ایک دوسری بڑی قبر میں مدفون کئے جانے کا حکم دیا۔ لشکر گاہ میں جو کچھ مال و اسباب تھا جمع کر کے جامع مسجد میں لائے اور یہ

منادی کرادی کہ جو شخص چاہے اپنے مال و اسباب کی شناخت کر کے لے جائے البتہ وہ آلات حرب بیت المال میں رکھ لئے جائیں گے جن پر نشان حکومت بنا ہوا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس معرکے میں دونوں فریقوں کے دس ہزار آدمی کام آئے۔ از انجملہ ایک ہزار صرف بنوضبہ کے تھے۔

احنف بن قیس کا اظہار اطاعت: اختتام جنگ کے بعد احنف بن قیس' بنی سعد کو لے کر حاضر ہوئے' امیر المؤمنین علیؓ نے فرمایا ''تم انتظار کر چکے؟'' عرض کی ''میں نے اسی میں بھلائی دیکھی تھی۔ آپ ہی کے حکم سے ہوا جو کچھ ہوا نرمی اختیار کیجئے آپ نے جو راستہ اختیار کیا ہے وہ بعید و دراز ہے اور آپ کو بہ نسبت کل کے آج ہماری زیادہ ضرورت ہے آپ مجھ ایسے شخص سے ایسی باتیں نہ کریں کیونکہ میں آپ کا ہمیشہ ہمدرد و ناصح رہوں گا''۔ دوشنبہ کے دن امیر المؤمنین شہر بصرہ میں داخل ہوئے لوگوں نے ان کے علموں کے نیچے بیعت کی یہاں تک کہ زخمی اور مستامن بھی شریک بیعت ہوئے۔ جس وقت بیعت کے لئے عبدالرحمٰن بن ابی بکر پیش کئے گئے اور انہوں نے بھی بیعت کی۔ آپ نے ان سے دریافت کیا ''تمہارے چچا زیاد کا کیا حال ہے اس کا زمانہ انتظار تمام ہوا یا نہیں؟'' عرض کی واللہ وہ بیمار ہے ورنہ ضرور حاضر ہوتا امیر المؤمنین یہ سنتے ہی عبدالرحمٰن کو لے کر زیاد کے پاس گئے۔ بیمار پایا ان کی معذرت قبول کی اور ان سے حکومت بصرہ قبول کرنے کو کہا زیاد نے انکار کر کے کہا بہتر ہوگا کہ آپ اپنے خاندان میں سے کسی شخص کو مقرر فرمائیے میں وقتاً فوقتاً نیک مشورہ دیتا رہوں گا''۔

حضرت ابن عباس کا بصرہ کی امارت پر تقرر: چنانچہ امیر المؤمنین نے ابن عباس کو حاکم بصرہ اور زیاد کو خراج اور بیت المال پر مامور کیا اور ابن عباس کو زیاد سے ہر کام میں مشورہ لینے اور اس کی اتفاق رائے سے کام کرنے کی ہدایت کی۔ پھر امیر المؤمنین علیؓ ام المؤمنین کے پاس ابن خلف کے مکان پر گئے جنگ اس واقعہ میں عبداللہ بن خلف کام آ گئے تھے ان کی ماں اور نیز اور عورتوں نے امیر المؤمنین علیؓ کو سخت و سست کہا آپ نے کچھ توجہ نہ کی۔ بعض ہمراہیوں نے آپ کو ابھارنا چاہا آپ نے فرمایا عورتیں ناقص العقل ضعیف البیان ہوتی ہیں قابل التفات نہیں ہیں؟ ہم تو مشرکہ عورتوں سے تعرض کرنے کو منع کرتے تھے چہ جائیکہ مسلمان عورتوں سے معترض ہوں۔ امیر المؤمنین علیؓ ام المؤمنینؓ کے پاس سے باہر آئے تو معلوم ہوا کہ بعض عوام اور بلوائی' ام المؤمنینؓ کو سخت و نا ملائم الفاظ سے یاد کرتے ہیں آپ نے ان میں سے بعض لوگوں کو گرفتار کرا کے درے لگوائے۔

حضرت عائشہؓ کی مکہ معظمہ کو روانگی: غرہ رجب ۳۶ھ کو امیر المؤمنین علیؓ نے سامان سفر درست کر کے ام المؤمنینؓ عائشہ صدیقہ کو رؤسا بصرہ کی چالیس عورتوں اور محمد بن ابی بکر کے ہمراہ بصرے سے روانہ کیا' مشایعت کی غرض سے چند میل خود آئے اور آپ کے بڑے لڑکے حسن ابن علی ایک دن کی مسافت تک پہنچانے کو گئے۔ ام المؤمنین عائشہؓ پہلے مکہ تشریف لے گئیں حج ادا کیا واپس ہو کر مدینہ منورہ گئیں۔ بنو امیہ کا وہ گروہ جو معرکہ جنگ سے بچ گیا شام چلا گیا۔ عتبہ بن ابی سفیان' عبدالرحمٰن' یحییٰ برادران مروان نے عصمۃ بن زبیر تیمی کے پاس پناہ لی جب زخم اچھا ہو گیا تو عصمۃ بن زبیر تیمی نے ان کو شام بھیج دیا۔ عبداللہ بن عامر بنی حرقوص کے امن میں اور مروان بن الحکم' مالک بن مسمع کے امن میں شام روانہ ہوا۔ بعض نے لکھا

ہے کہ ابن عامرؓ ام المؤمنین عائشہ کی رکاب میں تھا پس جب آپ مکہ روانہ ہوئیں تو ابن عامر ان سے علیحدہ ہو کر شام چلا گیا۔ ابن زبیر ایک شخص از دی کے مکان میں روپوش ہوا تھا ام المؤمنین کو اطلاع دی آپ نے اپنے بھائی محمد کو بھیج کر بلوایا۔

ام المؤمنین عائشہؓ کی روانگی کے بعد امیر المؤمنین علیؓ نے بیت المال کو کھولا چھ ہزار سے زائد نقد موجود تھا آپ نے شرکاءِ جنگ پر تقسیم کر دیا ہر شخص کو پانچ پانچ سو ملے۔ وقت تقسیم آپ نے حاضرین سے مخاطب ہو کر کہا اگر تم لوگ ملک شام پر فتح یاب ہو گئے تو وظائف مقررہ کے علاوہ اسی قدر اور دیا جائے گا۔ فرقہ سبیہ نے آپ پر بھی در پردہ طعن و تشنیع کی زبان کھولی اور اس سے پیشتر بھی جب آپ نے مال و اسباب کو لوٹنے سے منع فرمایا تھا۔ لوگوں نے زبان طعن دراز کی تھی پھر فرقہ سبیہ نے عجلت کے ساتھ بصرہ سے کوچ کیا۔ امیر المؤمنین علیؓ بھی ان کے بعد ہی روانہ ہوئے۔ غرض یہ تھی کہ اگر وہ لوگ کسی امر کا قصد رکھتے ہوں تو اس کی روک تھام کی جائے۔

واقعۂ جمل کی دوسری روایت: بعض نے واقعہ جمل کو یوں بھی بیان کیا ہے کہ جس وقت امیر المؤمنین علیؓ نے محمد بن ابی بکر کو ابو موسیٰ کے پاس اس غرض سے روانہ کیا کہ کوفہ سے فوج جمع و مرتب کر کے لائیں اور محمد بن ابی بکر اس فعل سے روکے گئے ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص نے ربذہ میں امیر المؤمنین علیؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس واقعے سے مطلع کیا۔ آپ نے انہیں کی معرفت ابو موسیٰ کو یہ پیام بھیجا کہ میں نے تم کو گورنری اس غرض سے دی ہے کہ تم حق باتوں میں میرے مددگار و معاون ہو۔ ابو موسیٰ نے اس پر بھی توجہ نہ کی تب ہاشم نے محل بن خلیفہ طائی کو ایک خط دے کر امیر المؤمنین کے پاس روانہ کیا امیر المؤمنین نے اپنے لڑکے حسن اور عمار بن یاسر کو فوجیں فراہم کرنے کی غرض سے کوفہ روانہ کیا جیسا کہ اس سے پیشتر لکھا گیا اور قرظہ بن کعب انصاری کو امیر کوفہ مقرر کر کے بھیجا اور یہ لکھا کہ میں نے حسن اور عمار بن یاسر کو لوگوں کو جنگ پر آمادہ کرنے کو روانہ کیا ہے اور قرظہ بن کعب انصاری کو کوفہ کا امیر بنایا ہے پس تم کوفہ کو خواری اور ذلت کے ساتھ چھوڑ دو اور اگر ایسا تم نہ کرو گے تو میں نے قرظہ بن کعب کو حکم دیا ہے کہ تم سے وہ نپٹ لے گا اور اگر تم زیر ہو گئے تو تم کو سخت سزا دی جائے گی' ادھر یہ خط کوفہ روانہ کیا گیا اور ادھر فریقین لڑائی پر تل گئے۔ امیر المؤمنین نے کہا کہ قرآن مجید میدانِ جنگ میں لے جاؤ اور اس کے فیصلے کی طرف بلاؤ اگر اس سے انکار کریں گے تو صف آرائی کی جائے گی چنانچہ ایک شخص قرآن مجید لے کر گیا ادھر میمنہ نے ان کے میسرہ پر حملہ کر دیا لڑائی تیزی سے چھڑ گئی ام المؤمنین عائشہؓ کے ناقے کو بچانے کے لئے لشکری دوڑ پڑے جو زیادہ تر ضبہ اور از د کے تھے۔ تقریباً عصر کے وقت اصحاب جمل یعنی ہمراہیان ام المؤمنین عائشہ کو شکست ہوئی از د میں قتل کا بازار گرم ہو گیا عمارؓ زبیر پر حملہ کر رہے تھے زبیر طرح دے رہے تھے یہاں تک کہ عمار نے حملے سے ہاتھ روک لیا عبداللہ بن زبیر زخمی ہو کر گرے ادھر ناقۂ عائشہ کا پاؤں کٹ گیا ام المؤمنین کی عماری گر پڑی محمد بن ابی بکر نے دوڑ کر سنبھالا اور آپ پر ایک چادر تان دی۔ امیر المؤمنین علیؓ آئے حال دریافت کیا ام المؤمنین نے کہا مجھ سے غلطی ہوئی معاف کیجئے امیر المؤمنین نے جواب دیا ''ہاں تمہاری قوم نے تم کو آزمائش میں ڈال دیا جیسا کہ میرے ساتھ میری قوم نے کیا''۔ بعد ازاں چند عورتوں اور مردوں کے ساتھ سامان سفر مہیا کر کے ام المؤمنین کو مدینہ کی جانب روانہ کیا: ((هذا امر الجمل ملخص من كتاب

ابی جعفر الطبری اعتمل ناہ للوثوق بہ و السلامۃ من الاھواء الموجودۃ فی کتب ابن قتیبۃ وغیرہ من المورخین))

''یہ واقعات جنگ جمل کے ہیں جس کو ہم نے کتاب ابو جعفر طبری سے خلاصہ کر کے لکھا ہے ہم کو اس کتاب کے معتبر ہونے پر اعتماد ہے اور یہ کتاب ان افتراؤں سے مبرا ہے جو اور موجودہ کتب تواریخ ابن قتیبہ وغیرہ میں پائے جاتے ہیں''۔

شہدائے جنگِ جمل : واقعہ جمل میں مشاہیر ہمراہیان ام المؤمنینؓ سے عبدالرحمٰن برادر طلحہ (صحابی تھے) محرز بن حارثہ العبشمی (ان کو فاروق اعظمؓ نے امیر مکہ مقرر کیا تھا) مجاشع اور مجالد پسران مسعود اور امیر المؤمنین علیؓ کے مشہور ہمراہیوں سے عبداللہ بن حکیم بن حزام' ہند ابی ہالہ (یہ ام المؤمنین خدیجہ کے لڑکے تھے) کام آئے۔

جبلہ وعمران کا خروج: اس جنگ سے فراغت پائے زیادہ دن نہ گزرے تھے کہ جبلہ بن عتاب حبطی اور عمران بن الفضل البرجمی نے عرب کے عوام الناس کا ایک گروہ جمع کر کے بجستان کا قصد کیا' امیر المؤمنین علیؓ نے عبدالرحمٰن بن حبر والطائی کو روک تھام کی غرض سے روانہ کیا۔ باغیوں نے ان کو قتل کر ڈالا تب امیر المؤمنین علیؓ نے عبداللہ بن عباس کو لکھ بھیجا کہ کسی کو بجستان کا والی مقرر کر کے روانہ کرو چنانچہ ربیع بن کاس عنبری کو چار ہزار کی جمعیت سے روانہ کیا گیا ان کے ہمراہ حصین بن ابی الحر بھی تھے۔ پس جبلہ عین معرکے میں ان کے ہاتھ سے مارا گیا اس کے ہمراہی بھاگ گئے ربعی نے بجستان پر قبضہ کر لیا۔

❁❁❁

باب : ۲۱

جنگِ صفین

محمد بن ابی حذیفہ: جنگ یمامہ میں ابوحذیفہ کی شہادت کے بعد ان کا لڑکا محمد' امیر المؤمنین حضرت عثمان کے سایہ عاطفت میں پرورش پانے لگا۔ یہاں تک کہ سن شعور کو پہنچ گیا۔ اتفاق سے ایک دن اس نے شراب پی امیر المؤمنین عثمانؓ نے دُرّے لگوائے اس نے توبہ کی۔ ورع تقویٰ اور عبادت کی طرف مائل ہوا اور امیر المؤمنین عثمانؓ سے کسی شہر کی حکومت کی درخواست کی۔ امیر المؤمنین عثمانؓ نے نااہل سمجھ کر امارت نہ دی اس وقت اس نے براہ دریا جہاد کرنے کی غرض سے مصر جانے کی اجازت طلب کی۔ امیر المؤمنین عثمانؓ نے سامان سفر درست کر کے روانہ کیا عوام الناس اس کی عبادت وتقویٰ دیکھ کر بہ تعظیم پیش آنے لگے۔ پھر اس نے بہ ہمراہی ابن ابی سرح غزوہ صواری میں جہاد کیا جیسا کہ بیان کیا گیا۔

محمد بن ابی حذیفہ کی مخالفت: بوجوہات مذکورہ محمد بن ابی حذیفہ' ابن ابی سرح اور امیر المؤمنین عثمان پر طعن وتشنیع کیا کرتا اور محمد بن ابی بکر اس معاملے میں اس کا ساتھ دیتے تھے ابن ابی سرح نے امیر المؤمنین عثمان کو ان کی شکایت لکھی امیر المؤمنین نے لکھا کہ محمد بن ابی بکر ام المؤمنین عائشہؓ صدیقہ کا بھائی ہے اور محمد بن ابی حذیفہ کی میں نے پرورش کی ہے تم ان دونوں کی حرکات سے چشم پوشی کرو امیر المؤمنین عثمانؓ نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ تالیف قلوب کے خیال سے تیس ہزار درہم اور ایک گراں بہا خلعت روانہ کیا محمد بن ابوحذیفہ نے اس عطیہ کو مسجد میں رکھ کر کہا ''اے گروہ مسلمانان تم لوگ دیکھتے ہو عثمان مجھے حیلہ وفریب میں پھنسایا چاہتے ہیں میں کیسے رشوت لوں''۔ اس سے مصریوں کا میلان خاطر اس کی طرف اور بڑھ گیا اور اس کے ہاتھ پر بیعت کی اور اس کے ساتھ ہو کر حضرت عثمان پر طعن وتشنیع کرنے لگے۔ امیر المؤمنین حضرت عثمانؓ نے محمد بن ابی حذیفہ کو لکھا جس میں اپنے حقوق واحسانات تحریر کیے۔

محمد بن ابی حذیفہ کا مصر پر قبضہ: محمد بن ابی حذیفہ نے کچھ جواب نہ دیا برابر لوگوں کو امیر المؤمنین عثمانؓ کے خلاف ابھارتا رہا۔ یہاں تک کہ مصریوں نے امیر المؤمنین عثمانؓ کی مخالفت پر کمر باندھ لی اور علم بغاوت بلند کیا اور محاصرے کی غرض سے نکل کھڑے ہوئے (محمد بن ابی حذیفہ) مصر میں ٹھہرا رہا۔ جب مصریوں کی روانگی کے بعد ابن ابی سرح بھی امیر المؤمنین عثمانؓ کی خدمت میں حاضر ہونے کو مدینہ منورہ روانہ ہوئے تو ابن ابی حذیفہ نے مصر پر قبضہ کر لیا۔ یہاں تک کہ امیر المؤمنین

عثمانؓ شہید ہو گئے اور امیر المؤمنین علیؓ کی بیعت لی گئی۔

محمد بن ابی حذیفہ کا قتل: عمرو بن العاص' معاویہ کی امارت کی بیعت لینے قیس بن سعد کے پہنچنے سے پہلے مصر پہنچا۔ محمد بن ابی حذیفہ نے مزاحمت کی عمرو بن العاص نے محمد بن ابی حذیفہ کو بحکمت عملی مصر سے عریش بلایا محمد بن ابی حذیفہ ایک ہزار آدمی لے کر عریش آیا عمرو بن العاص نے گھیر لیا اور محمد کو حکمت عملی سے گرفتار کر کے قتل کر ڈالا۔ میرے نزدیک اس روایت میں صحت کا ذرہ بھر بھی وجود نہیں ہے صحیح یہ ہے کہ عمرو بن العاص نے مصر پر صفین کے واقعہ کے بعد قبضہ حاصل کیا تھا اور امیر المؤمنین علیؓ نے قیس کو بیعت خلافت لیتے ہی مصر کا والی مقرر کر کے قبل واقعہ صفین مصر بھیجا تھا۔

بعض نے بیان کیا ہے کہ جس وقت امیر المؤمنین عثمان کا مدینہ منورہ میں مصریوں نے محاصرہ کیا تو ابن ابی حذیفہ نے ابن ابی سرح کو مصر سے بے دخل کر کے اس پر آسانی قبضہ کر لیا اور ابن ابی سرح فلسطین جا کر ٹھہر گئے یہاں تک کہ امیر المؤمنین عثمان کی شہادت اور امیر المؤمنین علیؓ کی بیعت اور قیس بن سعد کے والی مصر ہونے کی خبر آئی پس ابن ابی سرح نے معاویہ کے پاس جا کر قیام کیا بعض نے روایت کی ہے کہ عمرو بن العاص نے صفین کے واقعہ کے بعد مصر پر چڑھائی کی تھی اور ابن ابی حذیفہ مقابلے پر لشکر لے کر نکلا تھا عمرو بن العاص نے کہلا بھیجا کہ میں امیر المؤمنین علیؓ کی بیعت کرنے پر تیار ہوں' میں معاویہ سے بعض وجوہ سے ناراض ہوں تم تنہا عریش میں فلاں روز آ جاؤ محمد بن ابی حذیفہ فریب میں آ گیا اور اس کو منظور کر لیا عمرو بن العاص وقت مقررہ پر عریش میں آئے موقع سے لشکر چھپا دیا ابن ابی حذیفہ کو عریش میں پہنچنے کے بعد اس کا پتہ چلا مجبور ہو کر قصر عریش میں قلعہ بند ہو گیا۔ عمرو بن العاص نے چاروں طرف سے گھیر لیا عمرو بن العاص کے کہنے سے قصر سے نکلا عمرو بن العاص نے گرفتار کر کے معاویہ کے پاس بھیج دیا معاویہ نے قید کر دیا بعد چندے قید خانے سے بھاگ نکلا اور اثناء راہ میں مارا گیا۔ بعض مورخین نے یہ لکھا ہے کہ عمرو بن العاص نے محمد بن ابی حذیفہ کو وقت قتل محمد بن ابی بکر گرفتار کر کے معاویہ کے پاس بھیجا تھا حالانکہ اس سے پہلے عمرو بن العاص نے اس کو امن دیا تھا اور جب وہ امن حاصل کر کے آ گیا تو اس کو گرفتار کر کے معاویہ کے پاس بھیج دیا چنانچہ معاویہ نے فلسطین میں قید کر دیا۔

قیس بن سعد کا مصر کا امارت پر تقرر: ماہ صفر ۳۶ھ میں بیعت خلافت کے لیتے ہی امیر المؤمنین علیؓ نے قیس بن سعد کو امیر مصر مقرر کر کے روانہ کیا تھا اور لشکر کو ہمراہ لے جانے کی اجازت دی تھی فرمایا تم اپنے ہمراہی کے لئے جس پر تم کو اعتماد ہو اس کو منتخب کر و اور مدینہ سے لشکر مرتب کر کے لے جاؤ' قیس نے گزارش کی کہ اگر بغیر اس لشکر کے جس کو میں مدینہ سے مرتب کر کے لے جاؤں گا میرا داخلہ ناممکن ہے تو یاد رکھئے کہ مصر میں میرا داخلہ محال ہو گا میں اس لشکر کو آپ ہی کے لئے چھوڑتا ہوں اور صرف سات آدمیوں کو لے کر مصر جاتا ہوں۔ چنانچہ قیس سات آدمیوں کی ایک جماعت اپنے ہمراہ لئے مصر میں داخل ہوئے اور مصریوں کو امیر المؤمنین علیؓ کا فرمان پڑھ کر سنایا ان کی بیعت امارت اور واجب الاطاعت ہونے کا اعلان کیا پھر منبر پر چڑھ کر خطبہ دیا۔ جس میں حمد کے بعد بیان کیا کہ اے لوگو! ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس کی بیعت کی ہے جس کو ہم افضل جانتے تھے پس اے لوگو! تم بھی اس کتاب وسنت رسول اللہ پر بیعت کرو"۔ حاضرین نے اس فقرے

کے تمام ہوتے ہی بیعت کر لی اور اس صورت سے پورے مصر پر قیس کا قبضہ ہو گیا۔

قیس نے بیعت لینے کے بعد مصر کے تمام نواح میں اپنے عمال روانہ کئے صرف ان مقامات کو چھوڑ دیا جہاں وہ گروہ تھا جو خون عثمان کا بدلہ طلب کر رہا تھا۔ مثلاً یزید بن الحرث' مسلمہ بن مخلد وغیرہ۔ ان لوگوں سے ایک میعادی مصالحت کر لی گئی۔ کسی نے کسی سے کچھ تعرض نہ کیا۔ یہاں تک کہ جنگ جمل ختم ہو گئی اور وہ مصر ہی میں تھے۔

امیر معاویہ کی قیس بن سعد کو پیش کش: قیس کی گورنری مصر اور واقعہ جمل میں امیر المؤمنین علی کی کامیابی سے معاویہ کو یہ خطرہ و خیال دامن گیر ہوا کہ مبادا ایک طرف سے علی اہل عراق کو لے کر اور دوسری طرف سے قیس اہل مصر کے ساتھ شام پر حملہ کر دیں معاویہ کا یہ خیال ایک حد تک صحیح بھی تھا۔ پس معاویہ نے بہ نظر حفظ ما تقدم قیس کو ایک خط لکھا جس میں امیر المؤمنین عثمانؓ کی شہادت کی اہمیت اور امیر المؤمنین حضرت علیؓ کی شرکت کا اظہار کر کے اپنی متابعت کی ترغیب دی تھی اور یہ لالچ دیا تھا کہ فتح یابی کی صورت میں تم کو عراقین کی حکومت دی جائے گی اور تمہارے خاندان میں سے جس کو تم پسند کرو گے اس کو حجاز کی ولایت سپرد کی جائے گی علاوہ اس کے مزید جو چاہو گے وہ دیا جائے گا قیس نے اپنے خاندان والوں سے معاویہ کی موافقت اور مخالفت کی بابت مشورہ کر کے جواب دیا۔ حمد و نعت کے بعد واضح ہو کہ جو تم نے عثمان کی شہادت کے بارے میں لکھا ہے اس سے مجھے آگاہی ہوئی ہے لیکن یہ ایک ایسا واقعہ ہے جس سے مجھ کو تعلق نہ تھا اور نہ مجھ کو اپنے دوست علی کی شرکت اس میں محسوس ہوئی ہے تمہاری متابعت اور موافقت کی بابت غور کرتا ہوں یہ کام عجلت کا نہیں ہے حالانکہ میں تمہارے لئے کافی ہوں تاہم میری طرف سے انشاء اللہ تعالیٰ بلا سمجھے ہوئے ایسا کوئی امر واقع نہ ہوگا جو تمہیں ناگوار و شاق گزرے''۔

قیس بن سعد کا انکار: معاویہ نے جواب میں لکھا میں نے تمہارا خط پڑھا اس میں کوئی امر صاف اور واضح نہیں ہے میں تم کو صلح و مصالحت کے لئے بلاتا ہوں تم اس سے دور نہ بھاگو میں لڑائی سے تمہیں بچاتا ہوں میرا ایسا شخص فریب و مکر میں نہیں آ سکتا اور نہ کسی حیلے میں گرفتار ہو سکتا ہے اس وقت میرے پاس پیادوں اور سواروں کی ایک تعداد کثیر موجود ہے۔ والسلام۔

قیس نے اس سے سمجھ لیا کہ اب حیلہ و حوالہ سے کام نہ چلے گا اور نہ یہ مدافعت کچھ کام دے گی اس وجہ سے جو ان کے دل میں تھا اس کو نہایت صفائی سے ظاہر کر دیا اور بکمال سختی' طعن و تشنیع سے لبریز خط معاویہ کے خط کے جواب میں لکھا جس میں بالتصریح امیر المؤمنین علیؓ کی افضلیت پر اصرار کیا اور معاویہ کو لڑائی کی دھمکی دی تھی۔

جواب کا خلاصہ نفس ترجمہ میں آپ پڑھ آئے ہیں لیکن بہ نظر دلچسپی اس موقع پر ہم اصل جواب کو تاریخ کامل ابن اثیر سے نقل کرتے ہیں وھو ہذا:

> اما بعد فالعجب من اغترارک بی و طمعک فی و استسقائک ایای تسومنی الخروج عن طاعة اولی الناس بالامارة و اقولهم بالحق و اهداهم سبیلا و اقربهم من رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم وسیلة و تامرنی بالدخول فی طاعتک طاعة ابعد الناس من هذا الامر و اقولهم بالزور و اضلهم سبیلا و ابعدهم من رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم وسیلة و لد ضالین مضلین

طاغوت من طواغیت ابلیس و اماقولک انی امالی علیک مصر خلیلاً و رجالا فو اللہ ان لم اشغلک بنفسک حتی تکون اھم الیک لذوحد و السلام۔

''یعنی مجھے تعجب ہے کہ تو مجھے فریب دینا چاہتا ہے اور تو مجھ سے یہ امید رکھتا ہے کہ میں تیرے دام وتزویر میں آ جاؤں گا اور تو مجھے اپنی کوششوں سے شکست دے دے گا۔ کیا تو مجھ سے امید رکھتا ہے کہ میں اس شخص کی اطاعت سے نکل جاؤں گا جو امارت کے لئے بہترین آدمیوں میں سے ہے اور زیادہ سچ کہنے والا ہے اور راہ حق کا بہت بڑا ہادی ہے اور از روئے تعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ قریب ہے اور مجھ کو اپنی اطاعت میں داخل ہونے کا حکم دیتا ہے کس کی اطاعت؟ جو اس امر میں لوگوں سے بعید تر ہے اور بہت بڑا مکار اور بہت بڑا گمراہ ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے از روئے قرابت و تعلق کے بہت بعید ہے گمراہ اور گمراہ کرنے والے کا ایک لڑکا ایک طاغوت طواغیت ابلیس سے ہے اور تیرا یہ کہنا کہ میں تیری امداد پر مصر کو پیادوں اور سواروں سے بھرنے والا ہوں پس واللہ اگر میں نے تجھے ایسا مصروف نہ کر دیا کہ تجھے جان کے لالے نہ پڑ جائیں تو یہ سمجھنا کہ تو بڑا خوش نصیب ہے والسلام''۔

امیر معاویہ کی حکمت عملی: معاویہ کو اس خط سے نا امیدی ہو گئی اور انہوں نے قیس کو امیر المؤمنین علیؓ کا ہمدرد و مطیع سمجھ لیا مگر اس موقع پر اس امر کا اظہار نامناسب خیال کر کے یہ کہنا شروع کیا کہ قیس ہمارے ساتھی ہیں۔ ان کے خطوط اور قاصد ہمارے پاس آتے ہیں وقتاً فوقتاً اہم امور میں ہمیں رائے لکھ بھیجتے ہیں تم لوگ یہ خیال نہیں کرتے کہ ہم تمہارے ان بھائیوں کے ساتھ جو خون عثمانؓ کے طالب ہیں کیا برتاؤ کرتے ہیں۔ ان کو وظائف اور ان کی تنخواہیں برابر دیئے جاتے ہیں اور عزت سے رکھتے ہیں۔

قیس بن سعد کی معزولی: محمد بن ابی بکر، محمد بن جعفر اور ان لوگوں نے جو مخبری کی غرض سے شام میں تھے واپس ہو کر امیر المؤمنین علی کو مطلع کیا آپ نے اپنے دونوں بیٹوں حسن اور حسین اور عبداللہ بن جعفر کو ان حالات سے مطلع کیا۔ عبداللہ بن جعفر نے کہا اے امیر المؤمنین جو امر آپ کو پریشانی میں ڈالتا ہو اس کو چھوڑ دیجئے اور جس میں آپ کو اطمینان ہو اس پر عمل کیجئے۔ مصلحت یہ ہے کہ قیس بن سعد کو حکومت مصر سے معزول کر دیجئے''۔ امیر المؤمنین علیؓ نے جواب دیا مجھ کو قیس کی صداقت پر شبہ ہے عبداللہ بن جعفر بولے آپ اس کو معزول کر دیجئے اگر یہ واقعہ صحیح ہو گا تو وہ آپ ہی پشیمان ہو گا۔ یہ مشورہ ہو ہی رہا تھا کہ قیس کی عرضداشت آ پہنچی جس میں غیر جانبدار اور آزاد رہنے والوں کے حالات لکھے تھے اور ان سے جنگ نہ کرنے کا مشورہ دیا تھا۔ ابن جعفر نے کہا'' آپ اس کو ان سے لڑنے کا حکم دیجئے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ مبادا یہ لوگ خطرناک ہو جائیں''۔ چنانچہ امیر المؤمنین علیؓ نے قیس کو غیر جانبدار اور آزاد رہنے والوں سے جنگ کرنے کو لکھ بھیجا۔ قیس بن سعد نے اس کی مخالفت کی جواب میں لکھا کہ فی الحال وہ لوگ غیر جانبدار ہیں لیکن اگر وہ ہم سے اعلانِ جنگ کر دیں گے تو وہ آپ کے دشمنوں کے ساتھ ہو کر مقابلہ کریں گے مناسب یہ ہے کہ وہ لوگ اپنے حال پر چھوڑ دیئے جائیں ابن جعفر نے خط پڑھ کر کہا آپ قیس کو معزول کرنے میں تاخیر نہ کیجئے محمد بن ابی بکر کو والی مصر مقرر کر کے خود فرمایئے۔ (محمد بن ابی بکر، عبداللہ بن جعفر کے اخیانی بھائی تھے) چنانچہ امیر المؤمنین علیؓ نے محمد بن ابی بکر کو والی مصر مقرر کر کے روانہ کیا بعض کہتے ہیں کہ ان کی روانگی کے پیشتر اشتر

نخعی کو امیر مصر مقرر کر کے بھیجا تھا۔ جب اثناء راہ اشتر نخعی مر گیا تو محمد بن ابی بکر کو روانہ کیا۔

قیس بن سعد کی کوفہ کو روانگی: محمد نے مصر میں پہنچ کر امیر المؤمنین علی کا فرمان قیس بن سعد کو دکھلایا قیس بن سعد ملول خاطر ہو کر مصر سے مدینہ روانہ ہو گئے۔ مدینہ میں مروان بن الحکم تھا اس نے قیس کو دھمکایا اور سہیل بن حنیف مدینہ سے امیر المؤمنین علیؓ کی خدمت میں کوفہ چلے آئے مروان بن الحکم کو معاویہ نے عتاب آموز خط لکھا جس کا ایک فقرہ یہ تھا: لو امددت علیا بمائة الف مقاتل کان ایسر علی من قیس بن سعد ''یعنی اگر تو علی کی مدد ایک لاکھ جنگ آوروں سے کرتا تو مجھے گوارہ تھا اس سے کہ قیس بن سعد، علی کے پاس چلے گئے''۔ الغرض قیس نے امیر المؤمنین علی کے پاس پہنچ کر کل واقعات بیان کیے امیر المؤمنین نے ان کے عذرات اور دلائل غور سے سنے اور آئندہ ہر کام میں ان سے مشورہ لینے لگے۔

محمد بن ابی بکر کا مصر کی امارت پر تقرر: محمد بن ابی بکر نے امیر المؤمنین علیؓ کا خط مصریوں کو پڑھ کر سنایا۔ رؤسا شہر کو جمع کر کے خطبہ دیا بعد ازاں اس گروہ سے کہلا بھیجا (جو بیعت کی بابت سکوت اختیار کیے ہوئے تھے اور جن کو قیس نے مہلت دے رکھی تھی) کہ تم لوگ ہماری اطاعت قبول کر لو اور امیر المؤمنین علیؓ کی بیعت میں داخل ہو یا ہمارا ملک چھوڑ دو۔ ان لوگوں نے جواب دیا کہ ''ہمارے ساتھ جنگ کرنے میں عجلت نہ کرو بالفعل ہم کو چند دنوں کی مہلت دو ہم انجام کار پر غور کر لیں تو تمہاری اطاعت قبول کریں''۔ محمد بن بکر نے ان کو مہلت نہ دی ان لوگوں نے بھی اپنی حفاظت کا انتظام معقول کر لیا۔ پس جب واقعہ صفین ختم ہو گیا اور فریقین کی طرف سے ثالث مقرر کیے گئے تو ان لوگوں نے علم بغاوت بلند کیا اور محمد بن ابی بکر کی طرف بڑھے۔ محمد بن ابی بکر نے ایک لشکر بسرداری حرث بن جمہان ان کے مقابلے پر روانہ کیا۔ یزید بن حرث کنانی نے (فریق ثانی کا سردار تھا) حرث کو شکست دی اثنائے دار و گیر میں حرث مارا گیا محمد بن ابی بکر نے دوسرا لشکر بسر کردگی ابن مضاہم کلبی روانہ کیا ان لوگوں نے ابن مضاہم کو بھی قتل کر ڈالا اور لشکر مصر میدان جنگ سے بھاگ نکلا۔

امیر معاویہؓ اور عمرو بن العاصؓ: چونکہ عمرو بن العاص کو بلوائیان مصر کی کامیابی اور امیر المؤمنین عثمانؓ کی شہادت کا یقین ہو گیا تھا اس وجہ سے مع اپنے دونوں لڑکوں عبداللہ اور محمد کے مدینہ سے فلسطین چلے گئے پس جب امیر المؤمنین عثمان شہید ہو گئے۔ بے حال و پریشان روتے عورتوں کی طرح بین کرتے دمشق پہنچے۔ امیر المؤمنین علیؓ کی بیعت کا حال سنا اور زیادہ رنجیدہ ہوئے تھوڑے دنوں تک اس انتظار میں رہے کہ عوام الناس کیا کرتے ہیں پھر ام المؤمنین عائشہؓ اور طلحہ و زبیر (رضی اللہ عنہم) کی روانگی سے مطلع ہوئے اس سے ایک گونہ طبیعت کو شگفتگی پیدا ہوئی اس کے بعد ہی واقعہ جمل کی خبر سنائی دی اس سے ان کے حالات میں تذبذب پیدا ہوا۔ اتنے میں یہ سنا گیا کہ معاویہ گورنر شام، امیر المؤمنین علیؓ کی بیعت کے مخالف ہیں اور ان کو امیر المؤمنین عثمانؓ کا شہید ہونا شاق گزرا ہے۔ عمرو بن العاص یہ سن کر اچھل پڑے۔ لڑکوں سے معاویہ کے پاس جانے کا مشورہ کیا عبداللہ بولا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقال فرمایا اور ان کے بعد شیخین نے دنیا سے کوچ کیا اور یہ سب تم سے راضی و خوشی گئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تم اپنا دامن بچائے ہوئے گھر میں بیٹھے رہو۔ یہاں تک کہ مسلمانوں کا کسی ایک شخص پر اتفاق و اجتماع ہو۔ محمد بولا ''تم عرب کے ممتاز او رعمائدین سے ہو یہ امیر کیسے متفق علیہ ہو سکتا ہے جب تک تم اس

میں دخل نہ دو گے''۔ عمرو بن العاص نے اپنے دونوں لڑکوں کی تقریریں سن کر کہا اے عبداللہ تم نے مجھے ایسے امر کی ہدایت کی ہے جس سے میرے دین کی بھلائی ہے اور اے محمد تم نے وہ رائے دی ہے جس سے دنیا کی بہتری اور آخرت کی برائی ہے یہ کہہ کر مع اپنے دونوں لڑکوں کے معاویہ کے پاس چلے گئے اہل شام اور معاویہ خون کا بدلہ لینے پر تلے ہوئے تھے۔ عمرو بن العاص دل ہی دل میں خوش ہوئے اور معاویہ کو مخاطب کر کے بولے تم لوگ حق پر ہو خلیفہ مظلوم کے خون کا بدلہ لینا فرض ہے۔ معاویہ نے مصلحتاً چند دنوں تک عمرو بن العاص سے ربط ضبط نہ بڑھایا پھر غور وفکر کر کے مل جل گئے اور اپنی حکومت کا ایک رکن بنالیا۔

جریر کی سفارت: امیر المؤمنین حضرت علیؓ جنگ جمل سے فارغ ہو کر بقصد شام کوفہ واپس آئے۔ جریر بن عبداللہ البجلی گورنر ہمدان اور اشعث بن قیس گورنر آذربائیجان کو (یہ دونوں امیر المؤمنین عثمانؓ کے مقرر کیے ہوئے تھے) لکھا تم مسلمانوں سے ہماری امارت کی بیعت لے کر ہمارے پاس چلے آؤ۔ پس جریر اور اشعث حاضر خدمت ہوئے تو آپ نے جریر کو ایک خط دے کر معاویہ کے پاس بھیجا جس میں اپنی خلافت اور طلحہ و زبیر کی عہد شکنی کا حال لکھا تھا اور معاویہ کو بیعت خلافت کرنے کا حکم دیا تھا۔ جریر یہ خط لے کر معاویہ کے پاس پہنچے معاویہ نے جواب دینے میں تاخیر کی ایک مدت تک کچھ جواب نہ دیا مقصود یہ تھا کہ جریر اپنی آنکھوں سے اہل شام کی مستعدی' خون عثمان کے معاوضہ لینے کا جوش دیکھیں اور اپنے کانوں سے خون عثمان کا اتہام علی پر اہل شام کی زبان سے سنیں۔

حضرت علیؓ کے خلاف پروپیگنڈہ: اہل شام کی یہ کیفیت تھی کہ جس وقت نعمان بن بشیر' امیر المؤمنین عثمان کا خون آلودہ قمیص اور ان کی بیوی نائلہ کی انگلیاں لے کر ملک شام پہنچے اور معاویہ نے لوگوں کو ابھارنے کی غرض سے قمیص کو منبر پر رکھا اور اس کے اوپر انگلیاں رکھیں۔ مسلمانان شام یہ دیکھ کر رو پڑے اور انہوں نے متفق ہو کر قسمیں کھائیں کہ جب تک خون عثمان کا معاوضہ نہ لیں گے اس وقت ٹھنڈا پانی نہ پئیں گے سوائے غسل جنابت کے پانی کو ہاتھ نہ لگائیں گے' نرم بچھونے پر نہ سوئیں گے اور جو شخص اس معاوضہ لینے میں سد راہ ہو گا اس کو قتل کریں گے۔

جریر کی واپسی: جریر یہ ماجرا دیکھ کر واپس ہوئے امیر المؤمنین علیؓ سے کل حالات بیان کیے اشتر[1] نے امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ کو جریر کے بھیجنے پر نصیحت کی اور یہ کہا کہ جریر نے زیادہ دنوں تک شام میں اس غرض سے قیام کیا کہ اہل شام اپنا انتظام کر لیں جریر اس تقریر سے کشیدہ خاطر ہو کر قرقیسا اور معاویہ کی طلبی پر شام کو چلے گئے بعض مؤرخوں نے لکھا ہے کہ شرجیل بن السمط الکندی کی تحریک سے معاویہ نے جریر کو طلب کیا تھا عہد خلافت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے ان دونوں میں اتحاد کے مراسم تھے۔

---

[1] اشتر نے جریر کی روانگی کے وقت کہا تھا ''مجھے بھیجئے'' جریر آپ کا ہوا خواہ نہیں ہے لیکن امیر المؤمنین حضرت علیؓ نے کچھ خیال نہ کیا پس جب جریر شام سے واپس آیا تو اشتر نے کہا اگر آپ مجھے بھیجتے تو میں معاویہ کو راضی کر کے بیعت لے لیتا۔ میں نے پہلے ہی منع کیا تھا کہ جریر کو نہ بھیجئے یہ مل جائے گا۔ اس کے جانے سے ایسا دروازہ کھل گیا جس کے کھلنے کی امید نہ تھی جریر نے جواب دیا اگر تم جاتے تو تم کو معاویہ قتل کر ڈالتے کیونکہ تم کو وہ قاتلین عثمانؓ میں شمار کرتا ہیں۔ اشتر بولا اگر مجھے امیر المؤمنین اجازت دیتے تو میں تم جیسے آدمیوں کو قید کر دیتا۔ یہاں تک کہ یہ معاملہ طے ہو جاتا جریر اس تقریر سے رنجیدہ ہو کر قرقیسا چلے گئے اور معاویہ کو کل حالات لکھ بھیجے معاویہ نے ان کو اپنے پاس بلا لیا۔

امیر معاویہ کا قصاصِ عثمان پر اصرار: عہد خلافت فاروقی میں شرجیل عراق میں سعد کے پاس بھیجے گئے سعد نے ان کی خاطر و مدارت کی اور اپنا ہم نشین و مقرب بنالیا۔ اشعث بن قیس کو شرجیل کا رسوخ ناگوار گزرا' کشیدگی پیدا ہوئی جب جریر عراق سے مدینہ آنے لگے تو اشعث نے جریر سے شرجیل کی شکایت کرنے کی ہدایت کی لیکن انہوں نے بوجہ مراسم اتحاد شرجیل کی شکایت نہ کی پس جب جریر امیر المؤمنین علیؓ کا خط لے کر معاویہ کے پاس گئے تو شرجیل کی رائے سے معاویہ نے جواب تحریر کرنے میں تاخیر کی اور خون عثمانؓ کے معاوضہ لینے کا انتظام کرنے لگے۔ بعد چندے جب پھر مدینہ سے جریر کے قرقیسا آنے کی خبر معلوم ہوئی تو شرجیل کی تحریک سے معاویہ نے جریر کو اپنے پاس بلایا۔

جنگِ صفین کی تیاریاں: امیر المؤمنین علیؓ کوفہ میں ابو مسعود انصاری کو بجائے اپنے مقرر کر کے نخیلہ تشریف لے گئے اور ترتیب لشکر میں مصروف ہوئے عبداللہ بن عباس اہل بصرہ کو لے کر حاضر خدمت ہوئے۔ معاویہ کو اس کی خبر لگی وہ بھی آراستگی لشکر کی طرف متوجہ ہوئے۔ عمرو بن العاص نے معاویہ کو خط لکھا کہ اہل عراق میں اختلاف پیدا ہو گیا ہے ان کی اجتماعی صورت باقی نہیں ہے چونکہ واقعہ جمل میں اہل بصرہ کے نامی گرامی سردار مارے گئے ہیں اس وجہ سے حضرت علیؓ کی مخالفت پر تل گئے ہیں علیؓ ایک قلیل گروہ لے کر نکلے ہیں۔ معاویہ نے ایک علم عمرو بن العاص کے لئے اور ایک ایک ان کے لڑکوں عبداللہ اور محمد اور ان کے غلام وردان کے لئے روانہ کیا اور سامان جنگ کے مہیا کرنے میں مصروف ہوئے۔

حضرت علیؓ کی بغرض جنگ روانگی: امیر المؤمنین حضرت علیؓ نے آٹھ ہزار کی جمعیت سے زیاد بن نضر حارثی کو بطور مقدمۃ الجیش معاویہ کی طرف بڑھنے کا حکم دیا اس کے بعد چار ہزار کی جمعیت سے شریح بن ہانی کو بھیجا اور خود نخیلہ سے کوچ کر کے مدائن آئے یہاں سعد بن مسعود ثقفی (عم مختار) کو اپنا نائب مقرر کیا اور معقل بن قیس کو بسر کردگی تین ہزار لشکر آگے بڑھنے کا حکم دے کر یہ ہدایت کی کہ موصل ہوتے ہوئے رقہ میں مجھ سے مل جانا۔ ان لوگوں کی روانگی کے بعد امیر المؤمنین علیؓ مدائن سے روانہ ہو کر رقہ پہنچے اہل رقہ نے پل بنا دیا آپ مع لشکر عبور فرما گئے فرات پر پہنچے تو زیاد اور شریح سے ملے ان کے پیچھے رہ جانے کا سبب یہ ہوا کہ انہوں نے معاویہ کی خبر سن کر اس خیال سے کہ معاویہ سے ایسی حالت میں مقابلہ نہ ہو جائے کہ معاویہ اور علیؓ میں دریا حائل ہو' ہیت کی طرف لوٹ گئے اور وہاں سے دریائے فرات عبور کر کے امیر المؤمنین علی سے آ کر ملے امیر المؤمنین حضرت علیؓ نے ان کو پھر آگے بڑھنے کا حکم دیا جب یہ لوگ حدود روم میں پہنچے ابو الاعور السلمی امیر لشکر ملا اور شریح نے امیر المؤمنین علیؓ کو مطلع کیا۔ آپ نے اشتر کو روانگی کا حکم دیا اور یہ فرمایا کہ "جس وقت تم زیاد اور شریح کے پاس پہنچ جاؤ تو زیاد و شریح کو میمنہ و میسرہ پر مامور کرنا اور تم خود پورے لشکر کی افسری کرنا لیکن خبردار جنگ کرنے میں تم پہل پیش دستی نہ کرنا جب تک فریق مقابل حملہ نہ کرے ہرگز نہ لڑنا"۔ اشتر کے پہنچنے پر زیاد و شریح اشتر کے حکم سے میمنہ و میسرہ کے سردار ہوئے۔

واقعات جنگ: دونوں لشکر ایک دوسرے کے مقابل پڑے رہے دن بھر کسی نے چھیڑ چھاڑ نہ کی شام کے وقت ابو الاعور نے حملہ کر دیا۔ تھوڑی دیر تک لڑائی لڑ کر علیحدہ ہو گئے۔ دوسرے دن صبح ہوتے ہی اشتر کی جانب سے ہاشم بن عتبہ المرقال اور لشکر شام سے ابو الاعور میدان میں آئے تمام دن لڑائی ہوتی رہی شام کے قریب فریقین واپس ہو رہے تھے کہ اشتر نے پھر حملہ کیا

ابوالاعور نے بھی مراجعت کر کے جنگ کا بازار گرم کر دیا۔ اشتر نے سنان بن مالک نخعی کو ابوالاعور کے پاس بھیجا اگر تم کو دعوائے مردانگی ہو تو قلب لشکر سے نکل کر میدان میں ہمارے مقابلے پر آ ؤ۔ ابوالاعور نے جواب نہ دیا لڑائی جس صورت سے جاری ہوئی تھی اسی کیفیت سے جاری رہی رات ہوگئی دونوں حریف کشت وخون سے رک گئے۔ اگلے دن امیر المؤمنین حضرت علیؓ بھی آ گئے اور اشتر کو معاویہ کی طرف بڑھنے کا حکم دیا لیکن ان کے پہنچنے سے پہلے دریائے فرات پر معاویہ پہنچ گئے اور قبضہ کر لیا تھا۔

امیر المؤمنین علیؓ کے لشکریوں نے پانی کی شکایت کی آپ نے صعصعہ بن صوحان کی معرفت معاویہ سے کہلا بھیجا کہ ''ہم تم سے اس وقت تک نہ لڑتے جب تک تمہارے عذرات نہ سن لیتے مگر تمہارے لشکریوں نے پہنچتے ہی لڑائی چھیڑ دی پھر بھی ہم مناسب یہ سمجھتے ہیں کہ ہم تم کو راہ حق کی دعوت دیں۔ جب تک قطع حجت نہ کر لیں ہرگز لڑائی شروع نہ کریں تم نے فرات پر قبضہ کر کے پانی روک دیا ہے۔ لوگوں کا پیاس سے برا حال ہو رہا ہے۔ تم اپنے ہمراہیوں کو حکم دے دو کہ جب تک امور متنازعہ کا فیصلہ نہ ہو اس وقت تک پانی لینے سے ہم کو نہ روکیں اور اگر تمہارا یہ مطلب ہو کہ جس غرض سے ہم آئے ہیں اس کو چھوڑ کر پانی ہی پر لڑیں اور جو شخص غالب ہو وہ پانی اپنے صرف میں لائے تو ہم اس پر بھی تیار ہیں''۔ معاویہ نے اپنے رفیقوں سے رائے طلب کی۔ عمرو بن العاص نے پانی سے قبضہ اٹھا لینے کی رائے دی' ابن ابی سرح اور ولید بن عقبہ بولے پانی سے قبضہ نہ اٹھایا جائے اور ان کو پانی نہ دیا جائے جس طرح ان لوگوں نے امیر المؤمنین عثمانؓ کو پانی نہیں دیا اور حالت تشنگی میں شہید کیا ہے ویسا ہی ان لوگوں کو بھی پیاسا مارنا چاہئے صعصعہ اور ولید وابن ابی سرح میں سختی کے ساتھ گفتگو ہونے لگی۔ رفتہ رفتہ سب وشتم کی نوبت آ گئی بالآخر صعصعہ نے واپس ہو کر اوّل سے کل ماجرا بیان کیا اور امیر المؤمنین علیؓ کو اس سے مطلع کیا۔ ادھر معاویہ نے ابوالاعور السلمی کو حکم دیا کہ امیر المؤمنین علیؓ کی فوج پانی نہ لینے پائے۔

حضرت علیؓ کا فرات پر قبضہ: اشعث بن قیس چند سواروں کو لے کر پانی لینے گئے لڑائی ہونے لگی معاویہ نے ابوالاعور کی مدد پر یزید بن اسد قسری (جد خالد بن عبداللہ) کو اور ان کے بعد عمرو بن العاص کو روانہ کیا۔ امیر المؤمنین علیؓ نے اشعث کی کمک پر شیث بن ربعی کو بعدہ اشتر کو بھیجا فریقین میں جنگ ہونے لگی تھوڑی دیر تک دونوں طرف سے تیراندازی ہوتی رہی۔ جب ترکش تیر سے خالی ہو گئے تو جنگ آوروں نے ایک جھپٹ جھپٹ کر نیزے کے وار شروع کر دیئے جب نیزوں نے بھی جواب دے دیا تو فریقین ایک دوسرے سے گتھ گئے تلواریں چلنے لگیں ہمراہیان امیر المؤمنین نے اس تیزی سے حملے شروع کیے کہ لشکر شام کے پاؤں اکھڑ گئے دریائے فرات سے ان کا قبضہ اٹھ گیا اشتر اور ان کے ہمراہی پانی پر قابض ہو گئے ان لوگوں کا بھی قصد ہوا کہ ہمراہیان معاویہ کو پانی نہ لینے دیں لیکن امیر المؤمنین علیؓ نے اس فعل سے باز رکھا۔

امیر معاویہ کو بیعت کی دعوت: دو دن تک بلا جدال وقتال فریقین ایک دوسرے کے مقابلے پر پڑے رہے تیسرے روز (یکم ذی الحجہ ۳۶ھ) کو امیر المؤمنین حضرت علیؓ نے ابوعمر' بشیر بن عمرو بن محصن انصاری' سعید بن قیس ہمدانی اور شبث بن ربعی تمیمی کو معاویہ کے پاس بیعت واطاعت کا پیام دے کر بھیجا۔ بشیر بن عمرو نے بعد حمد وثناء کے نصیحتیں کیں اور خدا کی قسم دلا کر کہا کہ تفریق جماعت نہ کرو خوں ریزی سے باز آ ؤ' معاویہ نے قطع کلام کر کے کہا کیا تم نے اپنے دوست (امیر المؤمنین

علیؓ) کو بھی اس کی ہدایت کی ہے؟

بشیر: وہ تمہاری طرح نہیں ہے۔ وہ بوجہ سابق الاسلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب ہونے کے امارت کا حق دار ہے۔

معاویہ: پھر تمہاری کیا رائے ہے؟

بشیر: جس راہ حق کی طرف تم کو وہ بلاتے ہیں اس کو قبول کرو۔

معاویہ: اور کیا ہم خونِ عثمان کا مطالبہ نہ کریں؟ واللہ ایسا ہرگز نہ ہوگا۔

شبث: اے معاویہ! تم خونِ عثمانؓ کو چند کمینوں، اوباش طبیعتوں کے ذریعہ سے طلب کرتے ہو ہم تمہارے مطلب کو خوب سمجھتے ہیں ہم کو معلوم ہے تم نے عثمانؓ کی امداد میں اسی امر کے حاصل کرنے کے خیال سے تاخیر کی تھی۔ اللہ کا خوف کرو، جس خیال سے تمہارا دل پابند ہے اس کو چھوڑ دو اور اس شخص سے جو امارت کا مستحق ہے جھگڑا نہ کرو۔

معاویہ: ہم کو تیری شرافت کا حال معلوم ہے اے عرب کے کمینے، ہمارے پاس سے ابھی چلا جا ہمارے اور تیرے درمیان تلوار ہے۔

شبث: کیا تو ہم کو تلوار سے ڈراتا ہے، اللہ کی قسم ہم بہت جلد تمہارے بدبخت سروں پر چمکتی ہوئی تلواریں برسا دیں گے۔

دوبارہ آغازِ جنگ: معاویہ اس کا کچھ جواب نہ دینے پائے تھے کہ شبث مع اپنے ہمراہیوں کے اٹھ کر چلے آئے اور امیر المؤمنین علیؓ کو کل حالات سے آگاہ کیا فریقین میں پھر لڑائی چھڑ گئی ذی الحجہ کا پورا مہینہ لڑائیوں میں صرف ہو گیا ایک ایک دستہ فوج دونوں لشکروں سے نکل کر لڑتا تھا جنگ مغلوبہ کسی طرف سے شروع نہیں ہوئی خیال یہ تھا کہ اگر کل اہلِ عراق، اہل شام کے پورے لشکر سے لڑیں گے تو نتیجہ یہ ہوگا کہ دونوں فوجوں کا تقریباً کل حصہ تلف ہو جائے گا۔ ماہ محرم ۳۷ھ کے آ جانے سے بہ امید صلح لڑائی بند ہو گئی مگر یہ زمانہ بھی منقضی ہو گیا اور صلح نہ ہوئی۔

مصالحت کی کوشش: امیر المؤمنین علیؓ نے دوبارہ عدی بن حاتمؓ، زید بن قیس الارجبی، شبث بن ربعی، زیاد ابن حفصہ کو معاویہ کے پاس بھیجا، عدی نے بعد حمد و ثناء کے کہا ''اے معاویہ امیر المؤمنین کی اطاعت قبول کر لو شاید اللہ تعالیٰ تمہاری بیعت سے مسلمانوں میں اتفاق پیدا کر دے اور واقعی تمہارے سوا کسی شخص نے بیعت سے انکار نہیں کیا۔ اے معاویہ ایسا نہ ہو کہ تمہارے سامنے وہی واقعہ پیش آئے جو اصحابِ جمل کے آگے آیا تھا''۔ معاویہ نے قطع کلام کر کے غصے کے لہجے میں کہا ''اے عدی تو ایسی باتیں کرتا ہے کہ گویا تو لڑنے کو آیا ہے نہ کہ صلح کو۔ اے عدی تو نہیں جانتا میں حرب کا بیٹا اور صخر کا پوتا ہوں واللہ مجھے لڑائی سے مطلق ہراس نہیں ہے اور میں جانتا ہوں کہ تو عثمانؓ کے قاتلوں میں سے ہے۔ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے بھی قتل کرائے گا''۔

یزید بن قیس: ہم لوگ سفیر ہو کر آئے ہیں سوائے اس کے ہم کو اور کچھ حق حاصل نہیں ہے کہ جو پیام ہم لے کر آئے ہیں تم سے کہہ دیں اور جو تم جواب دو اس کو امیر المؤمنین علیؓ تک پہنچا دیں ہم تم سے بحث و مباحثہ کرنے نہیں آئے لیکن اس امر کی

ضرور کوشش کریں گے کہ تفریق جماعت نہ ہونے پائے، آپس میں ربط و اتحاد بڑھے (اس قدر کہہ کر) امیر المؤمنین علیؓ کی فضیلت، تقویٰ اور زہد کی وجہ سے خلافت کا مستحق ہونا بیان کیا۔

معاویہ: (حمد و ثناء کے بعد) جماعت کی بابت تم کیا کہتے ہو اور تم ہم کو اس کی طرف کیوں بلاتے ہو۔ جماعت ہمارے ساتھ بھی ہے باقی رہا تمہارا کہنا کہ ہم تمہارے دوست کی اطاعت قبول کر لیں اس کا جواب یہ ہے کہ ہم ان کو اس کا مستحق نہیں سمجھتے کیونکہ انہوں نے ہمارے خلیفہ کو قتل کیا اور اس کے قاتلوں کو پناہ دی باوجود اس کے تم ہم کو ان کی اطاعت اور جماعت کی طرف بلاتے ہو، صلح اس وقت ہو سکتی ہے جبکہ وہ عثمانؓ کے قاتلوں کو ہمارے حوالے کر دیں''۔

شبث بن ربعی: معاویہ! اللہ تجھے ہدایت دے کیا تو عمار کو قتل کرے گا۔

معاویہ: مجھ کو کون چیز اس کے قتل سے منع کرے گی۔ واللہ اگر مجھے موقع ملا تو میں عثمانؓ کے غلاموں کے بدلے اس کو مار ڈالوں گا۔

شبث: قسم ہے اس اللہ کی جس کے قبضے میں میری جان ہے تو اس امر پر اس وقت تک قادر نہیں ہو گا جب تک زمین تجھ پر تنگ نہ ہو گی۔

معاویہ: اگر ایسا موقع آیا تو اللہ تعالیٰ اس میں ضرور مبتلا کرے گا۔ شبث اور اس کے ہمراہی اس خشونت آمیز تقریر سے برانگیختہ ہو کر اٹھ کر چلے آئے۔

امیر معاویہ کی زیاد بن حفصہ کو پیش کش: اس کے بعد معاویہ نے زیاد بن حفصہ کو تنہائی میں لے جا کر امیر المؤمنین علیؓ کی شکایت کی اور ان کے قبیلے سے مدد طلب کی اور یہ کہا کہ کوفہ اور بصرہ دونوں شہروں میں جس کو پسند کرو گے اس کا تم کو والی مقرر کر دوں گا۔ زیاد نے کہا ''میں موید من اللہ ہوں، میں گنہگاروں کا معین نہیں ہو سکتا اور نہ مجھے حکومت کی پرواہ ہے'' اور اٹھ کر چلے آئے معاویہ نے عمرو بن العاص سے کہا ''میں حضرت علیؓ کے ہمراہیوں میں جس سے کچھ بات کہتا ہوں وہ ایک ہی جواب دیتا ہے گویا ان سب کا دل ایک ہی ہے۔

امیر معاویہ کی سفارت: پھر معاویہ نے حبیب بن مسلمہ، شرجیل بن السمط، معن بن یزید بن الاخنس کو امیر المؤمنین حضرت علیؓ کے پاس بھیجا۔ حبیب نے حمد و ثناء کے بعد بیان کیا کہ عثمانؓ خلیفہ برحق تھے کتاب اللہ پر عمل کرتے تھے اور اس کے موافق حکم دیتے تھے ان کی زندگی تم کو ناگوار گزری اور اس کی موت کو تم نے جلد بلا لیا پس تم نے اس کو قتل کر ڈالا اگر تمہارا یہ دعویٰ ہے کہ تم نے اس کو قتل نہیں کیا ہے تو اس کے قاتلوں کو ہمارے حوالے کر دو اور مسلمانوں کی امارت چھوڑ دو وہ جس کو چاہیں گے متفق ہو کر امیر بنا لیں گے''۔ امیر المؤمنین حضرت علیؓ نے برہم ہو کر جواب دیا تو کون ہے؟ اور تجھ کو امارت کی بابت ایسے کلام کرنے کا کیا حق ہے؟ خاموش ہو جا تو ایسی تقریر کرنے کا مستحق نہیں ہے'' جواب دیا ''واللہ تم مجھے عنقریب ایسی حالت میں دیکھو گے جو تم کو ناگوار گزرے گا''۔ امیر المؤمنین حضرت علیؓ نے ارشاد کیا اللہ اللہ تیرا یہ دماغ اللہ تجھے اس دن کے لئے زندہ نہ رکھے جا! جو تیرے امکان میں ہو کر گزر''۔

حضرت علی کا خطبہ: امیر المومنین حضرت علیؓ نے منبر پر چڑھ کر حمد و ثناء کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے اور خلافت شیخین اور ان کے خصائل پسندیدہ کو بیان کر کے فرمایا چونکہ ہم نے ان دونوں (یعنی ابوبکر و عمر) کو خلافت کے فرائض منصبی عمدگی سے ادا کرتے ہوئے دیکھا اگرچہ ہم ان کی بہ نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب تر تھے لیکن ہم نے ان کی امارت میں کچھ دست اندازی نہیں کی۔ پھر لوگوں نے ان دونوں کے بعد عثمانؓ کو خلیفہ کیا عوام الناس کو ان سے کشیدگی پیدا ہوئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عوام نے بلوہ کر کے قتل کر ڈالا۔ اس کے بعد لوگوں نے بہ خیال تفرقہ میرے ہاتھ پر بیعت کی درخواست کی میں نے قبول کر لیا۔ بیعت کے بعد دو شخصوں (زبیر، طلحہ) نے عہد شکنی کی اور تمہارے رفیق (معاویہؓ) نے میری مخالفت کی حالانکہ اس کو میری طرح اسلام کی سبقت نصیب نہیں ہوئی مجھے تعجب ہے کہ تم لوگ مجھے چھوڑ کر اس کے کیسے مطیع ہو گئے تم کو یہ سزاوار نہ تھا میں تم کو کتاب و سنت اور ارکان دین اور باطل کو دبانے اور حق کو زندہ کرنے کی طرف بلاتا ہوں''۔ معاویہؓ کے سفیروں نے کہا ''کیا تم اس کی شہادت دیتے ہو کہ عثمانؓ مظلوم نہیں مارے گئے؟ امیر المومنین حضرت علیؓ نے جواب دیا ''میں نہ ان کو مظلوم کہتا ہوں اور نہ ظالم''۔ اس پر وہ لوگ یہ کہہ کر کہ جو شخص عثمانؓ کو مظلوم نہیں کہتا ہم اس سے بیزار ہیں'' اٹھے اور اپنے لشکر گاہ میں واپس آئے امیر المومنین حضرت علیؓ نے ان کے واپس ہونے پر یہ آیہ کریمہ: ﴿انک لا تسمع الموتی فھم مسلمون﴾ تک پڑھ کر اپنے ہمراہیوں سے مخاطب ہو کر فرمایا یہ لوگ گمراہی میں اسی قدر برابر کوشش کرتے رہیں گے۔ جس قدر تم لوگ طلب حق اور اطاعت رب میں سعی کرو گے۔

عدی بن حاتم کی طے اور بنو حرمز کی سرداری: عدی بن حاتم قبیلہ طے کے ساتھ اور عامر بن قیس حرمزی بنو حرمز کے ساتھ امیر المومنین حضرت علیؓ کے ہمراہ صفین میں تھے عدی اور عامر میں سرداری کی بابت جھگڑا ہو گیا۔ بنو حرمز نسبتاً قبیلہ طے سے زیادہ تھے عبداللہ بن خلیفہ نے کہا ''حقیقت یہ ہے کہ ہم لوگوں میں سے کوئی شخص نہ عدی سے افضل ہے اور نہ اس کے باپ حاتم سے عدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں وفد کے ساتھ گیا تھا۔ نخیلہ قادسیہ، مدائن، جلولا، نہاوند اور تستر میں اہل طے کا سردار تھا''۔ امیر المومنین حضرت علیؓ نے یہ سن کر دریافت کیا۔ لوگوں نے عدی کے قول کی تصدیق کی پس جناب موصوف نے طے اور حرمز کی سرداری عدی بن حاتم کو مرحمت فرمائی۔

حضرت علیؓ کی ہدایات: ماہ محرم ۳۷ھ کے ختم ہونے پر امیر المومنین حضرت علیؓ نے اعلان جنگ کیا رسالوں کو تیاری کا حکم دیا' عام طور سے ہدایت کی کہ جب تک حریف تم سے نہ لڑے تم لوگ ہرگز حملہ نہ کرنا اور جب ان کو شکست ہو تو بھاگنے والوں کا تعاقب اور قتل نہ کرنا۔ زخمیوں کا اسباب نہ چھیننا کسی کا ستر نہ کھولنا اور نہ مثلہ کرنا اور نہ کسی کے مال و اسباب کو لوٹنا اور نہ کسی عورت پر دست درازی کرنا اگرچہ وہ تم کو گالیاں دیں کیونکہ وہ ضعیف النفس اور القویٰ ہیں اس کے بعد لشکریوں کو جنگ کی ترغیب دی ان کے حق میں فتحیابی کی دعا کی' اشتر کو سواران کوفہ پر' سہیل بن حنیف کو سواران بصرہ پر' قیس بن سعد کو پیادہ فوج بصرہ پر' عمار بن یاسر کو فوج کوفہ پر متعین فرمایا ہاشم بن عتبہ کو پورے لشکر کا علم دیا اور مسعر بن فدکی کو قاریوں پر مامور کیا۔ معاویہ نے بھی اپنے لشکر کو مرتب کیا میمنہ پر ذوالکلاع حمیری کو' میسرہ پر حبیب بن مسلمہ کو' مقدمہ پر ابوالاعور کو' سواران دمشق پر

عمرو بن العاص کو پیدل فوج پر مسلم بن عقب المری کو مامور کیا اور پورے لشکر کی افسری ضحاک بن قیس کو دی۔ لشکر شام کے سپاہیوں نے مرجانے اور نہ بھاگنے پر بیعت کی اور اپنے کو عماموں سے باندھ کر جنگ کرنے کو نکلے ان کی پانچ صفیں تھیں۔

واقعاتِ جنگ: یکم صفر ۳۷ھ سے لڑائی شروع ہوئی اس لڑائی میں لشکر کوفہ کی سرداری کا علم اشتر کے ہاتھ میں تھا اور اہل شام حبیب بن مسلمہ کے علم کے نیچے تھا تمام دن لڑائی ہوتی رہی کوئی نتیجہ خیز فیصلہ نہ ہوا دوسرے دن ہاشم بن عتبہ سواروں اور پیادوں کو لے کر نکلا۔ اہل شام کی طرف سے ابوالاعور السلمی نے صفِ لشکر سے نکل کر مقابلہ کیا تم دن کشت و خون کا بازار گرم رہا۔ عصر کے قریب دونوں فریق میدان سے واپس ہوئے۔ تیسرے روز عمار بن یاسر کا عمرو بن العاص سے مقابلہ ہوا یہ لڑائی بہ نسبت جنگ ہائے سابقہ نہایت سخت و خون ریز تھی آخر میں عمار نے ایسا سخت حملہ کیا کہ عمرو بن العاص کو مجبوراً پیچھے ہٹنا پڑا۔ چوتھی لڑائی میں محمد بن الحنیفہ اور عبیداللہ بن فاروق اعظم کا سامنا ہوا دونوں حریف کے جنگ آور جی توڑ کر لڑ رہے تھے شام ہوتے ہوتے عبیداللہ بن عمر نے صف لشکر سے نکل کر محمد بن الحنیفہ کو للکارا ''مردانگی کا دعویٰ ہو تو مقابلہ میں آؤ''۔ محمد بن الحنیفہ جوش میں آ کر نکلے لیکن امیر المؤمنین حضرت علیؓ نے گھوڑا دوڑا کر واپس بلا لیا ان کے واپس ہوتے ہی عبیداللہ بن عمر بھی لشکرِ شام لے کر لوٹ گئے۔

علوی لشکر کی شب بیداری: پانچویں روز عبداللہ بن عباس اور ولید بن عقبہ سے لڑائی ٹھنی تمام دن سختی سے لڑائی جاری رہی آفتاب غروب ہونے کے قریب فریقین اپنے اپنے لشکر گاہ کو واپس ہوئے۔ چھٹے روز اشتر اور حبیب اپنے اپنے رکاب کی فوج لے کر میدانِ جنگ میں آئے شام تک لڑتے رہے آخر کار رات نے دونوں فریقوں کو جنگ سے روک کر ہر ایک کو ان کے لشکر گاہ کی طرف واپس کر دیا۔ اسی شب امیر المؤمنین حضرت علیؓ نے تمام لشکر کو جمع کر کے خطبہ دیا' صبح ہوتے ہی مجموعی قوت سے حملہ کرنے اور تمام رات اللہ جل شانہ کی عبادت اور دعا کرنے اور قرآن شریف پڑھنے کی ہدایت کی تمام رات لشکر میں تلاوت و عبادت ہوتی رہی فجر کی نماز پڑھ کر لشکریوں نے آلاتِ حرب سنبھالے۔ زرہ' خود جس کے پاس جو سامان تھا زیب تن کیا امیر المؤمنین حضرت علیؓ نے بعد ترتیب لشکر ہر قبیلہ کو حکم دیا کہ وہ اہل شام کے لشکر کے اسی دستہ فوج پر حملہ کرے جو اس کے قبیلے والے ہوں اور اگر اتفاق سے اس قبیلے والے لشکر شام میں نہ ہوں تو وہ عراقیوں پر (جو اس کے مقابل ہوں) حملہ آور ہوں مثلاً نخیلہ کو لخم پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔

امیر معاویہ کا حملہ: چہار شنبہ کو صبح ہوتے ہی معاویہؓ نے لشکر شام لے کر حملہ کیا۔ تمام دن لڑائی ہوتی رہی شام ہونے کے بعد فریقین اپنے اپنے کیمپ میں واپس آئے۔ پنج شنبہ کو اول وقت نماز فجر پڑھ کر امیر المؤمنین علیؓ نے لشکر مرتب کر کے لشکر شام پر حملہ کیا۔ میمنہ پر عبداللہ بن بدیل ابن ورقاء خزاعی' میسرہ پر عبداللہ بن عباس مامور تھے' قاریوں کا گروہ عمار' قیس بن سعد اور عبداللہ بن یزید کے ہمراہ تھا۔ ہر قبیلہ کا لشکر اپنے اپنے پرچموں اور مورچوں پر مستعدی کے ساتھ موجود تھا۔ امیر المؤمنین حضرت علیؓ قلب لشکر میں مع سرداران کوفہ و بصرہ اور مدینہ رونق افروز تھے۔ مدنی فوج میں اکثر انصار اور کچھ لوگ خزاعہ و کنانہ کے بھی تھے۔

معاویہؓ نے ایک پر تکلف خیمہ استادہ کرایا تھا اور اس میں بیٹھ کر لوگوں سے مر جانے کی بیعت لے رہے تھے امیر المؤمنین حضرت علیؓ کی طرف سے عبداللہ بن بدیل نے اپنے رکاب کی فوج کو بڑھا کر حبیب بن مسلمہ پر جو لشکر شام کے میسرہ کے افسر تھے حملہ کیا دو پہر تک نہایت سرگرمی سے لڑتے رہے بعد ظہر عبداللہ بن بدیل نے اپنے ہمراہیوں کو جنگ پر ابھار کر مجموعی قوت سے حملہ کیا حبیب بن مسلمہ کے قدم اکھڑ گئے مجبور ہو کر معاویہ کے خیمہ کی طرف پسپا ہو کر لوٹے۔ معاویہ نے ان لوگوں کو حبیب بن مسلمہ کی کمک پر روانہ کیا جنہوں نے موت پر بیعت کی تھی۔ پس اس گروہ نے حبیب کے ساتھ ہو کر اس شدت کا حملہ کیا کہ میمنہ اہل عراق و ہمراہیان عبداللہ بن بدیل کی ترتیب جاتی رہی۔ عبداللہ بن بدیل کے رکاب میں صرف دو سو یا تین سو سپاہی باقی رہ گئے۔ باقی شکست کھا کر امیر المؤمنین حضرت علیؓ کے پاس جا پہنچے آپ نے سہیل بن حنیف کو اہل مدینہ کا سرگروہ مقرر فرما کر عبداللہ بن بدیل کی مدد کو بھیجا۔ اہل شام کے لشکر سے ایک جم غفیر نے صف لشکر سے نکل کر سہیل بن حنیف کا راستہ روکا اور ان کو عبداللہ تک نہ پہنچنے دیا لڑائی کا عنوان فریقین کے لئے خطرناک نظر آ رہا تھا تھوڑی دیر کے بعد مضر کو جو امیر المؤمنین کے لشکر کے میسرہ میں تھے شکست ہوئی۔

احمر و کیسان کا مقابلہ: ربیعہ کمال استقلال سے لڑتے رہے حسنؓ حسین اور محمد پسر امیر المؤمنین حضرت علیؓ اپنے بزرگ باپ کے ہمراہ تھے آپ نے میسرہ کی کمک کے خیال سے قدم بڑھایا احمر (خادم ابوسفیان) آپ کو تنہا بڑھتے ہوئے دیکھ کر تیزی سے جھپٹا۔ لیکن کیسان نے (امیر المؤمنین حضرت علیؓ کا خادم) بڑھ کر اس پر وار کیا دونوں میں تلواریں چلنے لگیں احمر نے کیسان کا کام تمام کر دیا امیر المؤمنین حضرت علیؓ نے لپک کر احمر کی زرہ پکڑ لی اور سر سے بلند کر کے زمین پر اس زور سے پٹکا کہ ہاتھ اور بازو بیکار ہو گئے لشکر شام نے امیر المؤمنین حضرت علیؓ کو مصروف جنگ دیکھ کر تیزی سے حرکت کی لیکن قبیلہ ربیعہ نے بڑھ کر روک لیا اس دار و گیر میں میدان جنگ سے اس قدر غبار اٹھا کہ کسی کا علم پہچانا نہیں جاتا تھا امیر المؤمنین حضرت علیؓ نے دریافت فرمایا کہ کون قبیلہ لڑ رہا ہے اور کس کا علم ہے؟ کسی نے جواب دیا ربیعہ کا علم ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ ان کا علم ہے جن کا آج اللہ تعالیٰ حافظ و ناصر ہے'' پھر آپ نے لشکریوں کو مخاطب کر کے استقلال و جوانمردی سے لڑنے کی ہدایت کی سردار قبیلہ ربیعہ نے للکار کر کہا '' دیکھنا دشمنوں کا زور زیادہ ہے اگر امیر المؤمنین علیؓ کو کوئی صدمہ پہنچ گیا اور تم میں سے ایک شخص بھی زندہ رہا تو تم سے زیادہ عرب میں کوئی بے عزت نہ ہوگا۔ لڑو لڑو! آگے بڑھو قدم پیچھے نہ پڑیں''۔ اتنے میں اشتر اہل میمنہ کی شکست سے برداشتہ خاطر ہو کر آہستہ آہستہ دکھائی دیا۔

اشتر کا حملہ: امیر المؤمنین حضرت علیؓ نے بلا کر کہا '' جاؤ منہزم گروہ سے میرا یہ پیام کہو کہ تم لوگ اس صورت سے کہاں بھاگے جاتے ہو جس کو تم حیات کے ذریعہ سے مجبور ہو کر عاجز نہ کر سکو گے اور یہ حیات تمہاری ہمیشہ باقی نہ رہے گی'' اشتر نے یہ پیام بہ آواز بلند ادا کیا اور جوش میں آ کر چلا اٹھا: انا الا شتر انا الا شتر فاقبلوا الی '' میں اشتر ہوں میں اشتر ہوں میرے پاس آ جاؤ'' چنانچہ بعض سپاہی اشتر کے پاس لوٹ آئے پھر اشتر نے مذحج کو جنگ کے لئے پکارا مذحج نے بڑھ کر لشکر شام کے سب سے بڑے گروہ پر حملہ کیا ہمدان کے نو سو جوان جو میمنہ میں تھے اور جس کے ایک سو آٹھ آدمی اور گیارہ نامی

گرامی سردار معرکہ میں کام آ گئے تھے میمنہ کی شکست سے برداشتہ خاطر ہو کر میدان جنگ سے یہ کہتے ہوئے واپس جا رہے تھے ''کاش عرب میں ہمارا کوئی ایسا ساتھی ہوتا جو موت پر بیعت کرتا اور مر کر یا فتحیاب ہو کر میدان جنگ سے واپس ہونے کا حلف لیتا' اشتر نے جواب دیا تم لوگ برداشتہ خاطر نہ ہو ہم حلف اٹھاتے ہیں کہ جب تک فتح نہ حاصل کر لیں گے میدان جنگ سے نہ لوٹیں گے''۔ اہل ہمدان اشتر کے ہمراہ ہو لئے اشتر نے میمنہ اہل شام پر حملہ کیا اشتر کے حملہ کرتے ہی اور لوگوں نے بھی حملے شروع کر دیئے لڑائی کا زور جو چند لمحے کے لئے سرد ہو گیا تھا از سر نو پہلے سے زیادہ گرم ہو گیا مابین عصر و مغرب لشکر شام غیر مرتب ہو کر میدان سے بھاگ نکلا اشتر کے شکست یافتوں کو مار دھاڑ کرتے معاویہ تک پہنچا دیا اور ابن بدیل کے پاس لڑتے بھڑتے جا پہنچے جو مع دو سو سپاہیوں کے اہل شام کے محاصرے میں تھے۔

شامیوں کی پسپائی: جس وقت لشکر شام سامنے سے ہٹ گیا اور ان لوگوں نے اپنے بھائیوں کو دیکھا تو فرط مسرت سے تکبیر کہہ اٹھے امیر المؤمنین حضرت علیؓ نے دریافت کیا۔ جواب دیا گیا کہ اس وقت میسرہ میں ہیں اور جنگ کر رہے ہیں ابن بدیل نے آگے بڑھنے کا قصد کیا اشتر نے مخالفت کی لیکن ابن بدیل اشتر کی مخالفت کا کچھ خیال نہ کر کے اپنے ہمراہیوں کو لئے لڑتے بھڑتے معاویہ کی طرف بڑھے لشکر شام راستہ روکنے کو بڑھا۔ ابن بدیل ان کی صفوں کو پھاڑتے معاویہ کے قریب پہنچ گئے شامیوں نے چاروں طرف سے گھیر کر ابن بدیل اور ان کے ہمراہیوں میں سے اکثر آدمیوں کو مار ڈالا۔ باقی زخمی ہو کر لوٹے اہل شام نے تعاقب کیا اشتر نے ان کو بچانے اور بحفاظت امیر المؤمنین حضرت علیؓ کے لشکر میں لانے کی غرض سے حرث بن جمہان جعفی کو بھیجا۔ چنانچہ بقیۃ السیف بحفاظت حضرت علیؓ کے لشکر میں آ گئے اس کے بعد اشتر نے قبیلہ ہمدان اور دوسرے قبائل سے منتخب سپاہیوں کو لے کر اہل شام پر اس شدت کا حملہ کیا کہ اہل شام مجبور ہو کر پیچھے ہٹ گئے یہاں تک کہ ان کی اس جماعت سے مل گئے جنہوں نے موت پر بیعت کی تھی اور عماموں سے معاویہ کے اردگرد اپنے کو باندھ رکھا تھا اشتر نے دوبارہ حملہ کر کے ان کی چار صفیں کاٹ ڈالیں۔

معاویہ نے گھبرا کر اپنا گھوڑا منگوایا اور سوار ہوئے عبداللہ بن ابی الحصین ازدی (جو عمار بن یاسر کے ہمراہیوں میں سے تھے) صف لشکر سے نکل کر رجز پڑھتے ہوئے میدان جنگ میں آئے عقبہ بن حدید نمیری نے مع اپنے بھائیوں کے آگے بڑھ کر مقابلہ کیا تھوڑی دیر تک لڑائی ہوتی رہی جب یہ سارے مارے گئے تو شمر بن ذی الجوشن شیر کی طرح دھاڑتا ہوا میدان جنگ میں آیا۔ ادوم بن محرز باہلی نے تلوار چلائی شمر بن ذی الجوشن نے وار خالی دے کر ادوم پر ایسا ہاتھ مارا کہ وہ اس سے جانبر نہ ہوا۔ قیس بن مکشوح کے ہاتھ میں بجیلہ کا علم تھا جب لڑتے لڑتے یہ بھی کام آ گئے تو عبداللہ بن قلع احمسی نے علم سنبھالا اور لڑتے لڑتے یہ بھی مارے گئے۔ تب عفیف بن ایاس نے علم اپنے ہاتھ میں لیا اور اختتام جنگ تک علم انہیں کے ہاتھ میں رہا۔ امیر المؤمنین علیؓ نے یہ دیکھ کر کہ اہل میمنہ لڑتے بھڑتے پھر اپنے مورچہ پر آ گئے اور اپنے مقابلے سے دشمنوں کو پسپا کر دیا ان کی طرف تشریف لائے اور ان لوگوں کو مخاطب کر کے پہلے بھاگنے پر ملامت و نصیحت کی اور پھر لوٹ کر کمال مردانگی سے مقابلہ کرنے پر تعریف و توصیف فرمائی اور دوبارہ کمر ہمت باندھ کر جنگ کرنے کی ترغیب دی۔ لڑائی کا زور تھوڑی دیر کے لئے سرد

ہو گیا تھا اور میدان کارزار میں چاروں طرف خموشی کا عالم چھایا ہوا تھا۔ پھر گرم ہو گیا تلواروں اور نیزوں کی آوازوں اور بار بار تکبیر کی دل ہلا دینے والی صداؤں سے میدانِ جنگ گونجنے لگا۔ فریقین سے دلاوران نبرد آزما شوق جنگ میں بڑھ بڑھ کر حملے کرنے لگے۔

حضرت عبیداللہ بن عمر کی شہادت: قبیلے طے اور نخع امیر المؤمنین حضرت علیؓ کے لشکر سے نکل کے شامیوں کی طرف بڑھا' اہل شام کے میمنہ سے حمیر نے جن کا سردار ذوالکلاع تھا اور جس میں عبیداللہ بن عمر بن خطاب بھی تھے۔ ربیعہ پر جو میسرہ اہل عراق میں بسر گروہی ابن عباس تھے حملہ کیا ربیعہ نے ایسی مردانگی سے مقابلہ کیا کہ لشکر شام کو مجبوراً پیچھے ہٹنا پڑا۔ عبیداللہ بن عمر نے للکارا ''اے اہل شام انہیں لوگوں نے امیر المؤمنین حضرت عثمانؓ کو قتل کیا ہے ذرا اللہ کا خیال کرو اس مردانگی پر امیر المؤمنین حضرت عثمانؓ کا بدلہ لینے آئے ہیں''۔ لشکرِ شام کا دل ان پرجوش فقروں سے بھر آیا اور انہوں نے مجموعی قوت سے حملہ کیا۔ خالد بن معمر مع چند لوگوں کے بھاگ نکلا لیکن ربیعہ کا علم بردار اور حفاظ نہایت استقلال سے لڑتے رہے پھر منہزموں کو ربیعہ کے کسی شخص نے للکارا اور جنگ کی ترغیب دے کر میدان کی طرف واپس کیا اس عرصہ میں قبیلہ عبدالقیس نے پہنچ کر قبیلہ ربیعہ کی گئی ہوئی قوت کو سنبھال دیا۔ اور ان جنگ جو اس سے پیشتر ان کے حق میں نقصان رساں محسوس ہو رہا تھا موافق ہو گیا قبیلہ حمیر کو جان کے لالے پڑ گئے ذوالکلاع اور عبیداللہ بن عمر عین معرکہ میں محرز بن الصحیح کے ہاتھوں مارے گئے محرز نے ذوالکلاع کی تلوار ذوالوشاح لے لی تھی جو فاروق اعظمؓ کی دی ہوئی تھی پھر جب معاویہ کو عراق کی حکومت بھی مسلم ہو گئی تو اس تلوار کو محرز سے لے لیا۔

حضرت عمار بن یاسر کی جانثاری: اس جنگ کے بعد عمارؓ بن یاسر صف لشکر سے یہ کہتے ہوئے نکلے ''اے اللہ! تو خوب جانتا ہے کہ اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ تیری مرضی اسی میں ہے کہ میں اپنے کو دریا میں پھینک دوں میں تو بے شک ایسا ہی کرتا اے اللہ! تجھے یہ معلوم ہے کہ اگر میں جانتا کہ تیری خوشنودی اس میں ہے کہ تلوار کی دھار اپنے پیٹ پر رکھ لوں اور اس کو اس زور سے دباؤں کہ پشت سے نکل آئے تو میں بلاشبہ ایسا ہی کرتا اے اللہ! آج میں ایسا کام کرنا چاہتا ہوں کہ تو ان فاسقوں کی جنگ سے زیادہ اس سے راضی ہو گا'' پھر لوگوں سے مخاطب کو کر آواز بلند کر کے کہا ''کوئی شخص ایسا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہو اور جو شخص اس کی خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش کرے اس کو چاہیے کہ وہ مال و اولاد کی طرف واپس جانے کی امید نہ رکھے'' عمار کی زبان سے یہ فقرے تمام ہونے کو ہی تھے کہ ایک گروہ نے سینہ سپر ہو کر کہا: اقصد و بنا هولاء الذين يطلبون بدم عثمان يخدعون بذلک عمانی نفوسهم من الباطل ''ہمارے ساتھ ہو کر ان لوگوں پر حملہ کرو جو خون عثمان کے طالب ہیں اور اس ذریعہ سے اپنے دلی خواہشات باطلہ کے مکر کو پھیلاتے ہیں''۔ چنانچہ عمار اس گروہ کو لے کر لشکر شام کی طرف چلے صفین کی وادیوں میں سے جس وادی پر گزرتے جاتے تھے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ ہوتے جاتے تھے رفتہ رفتہ ہاشم بن عتبہ تک پہنچے (جن کے ہاتھ میں امیر المؤمنین علیؓ کے لشکر کا علم تھا) ان کو بھی ترغیب جنگ دی وہ مستعد ہو گئے اور عمار کے ہمراہ ہو کر حملہ کرتے ہوئے عمرو بن العاص تک پہنچ گئے۔

حضرت عمارؓ کی شہادت: عمار نے پکار کر کہا "اے عمرو! تف ہو تجھ پر تو نے اپنے دین کو مصر کے عوض فروخت کر ڈالا" عمرو بن العاص نے جواب دیا "نہیں! بلکہ میں خونِ عثمان کا معاوضہ طلب کرتا ہوں"۔ عمار بولے "میں علم و یقین سے شہادت دیتا ہوں کہ تو اپنے ان فعلوں سے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی نہیں چاہتا ہے' مرنے کے بعد تجھ کو اس کا حال ظاہر ہوگا تو نے آج ہی اس لشکر کے علم بردار سے نبرد آزمائی نہیں کی تین بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس علم بردار سے لڑ چکا ہے اور آج یہ چوتھا واقعہ ہے کیا تجھے یہ یاد نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "عمار کو باغی گروہ مارے گا" عمرو بن العاص نے کچھ جواب نہ دیا۔ عمار لڑتے لڑتے شہید ہو گئے امیر المؤمنین علیؓ اور ان کے ساتھ قبائل ربیعہ' مضر اور ہمدان نے متفق ہو کر حملہ کیا۔ جس سے لشکر شام کی صف الٹ گئی کشتوں کے پشتے لگ گئے امیر المؤمنین حضرت علیؓ لشکر شام کو قتل کرتے اور ان کی جماعت کو منتشر کرتے' معاویہ کے قریب پہنچ گئے اور جوش میں آ کر للکارا اٹھے اے معاویہ! ناحق لوگوں کی خوں ریزی سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔ آؤ ہم تم نپٹ ہی لیں جو اپنے مقابل کو مار لے وہی صاحب الامر (یعنی امیر) ہو"۔ عمرو بن العاص نے معاویہ سے خطاب کر کے کہا یہ فیصلہ تو اچھا ہے' معاویہؓ نے جواب دیا "تم کیوں اس فیصلہ کو اپنے لئے ناپسند کرتے ہو' کیا تم کو یہ معلوم نہیں ہے کہ علیؓ کے مقابلہ پر جو جاتا ہے وہ جانبر نہیں ہوتا"۔ دورانِ جنگ میں امیر المؤمنین علیؓ کے لشکر کا ایک گروہ گرفتار ہو گیا معاویہ نے ان کو رہا کر دیا۔ ایسا ہی امیر المؤمنین حضرت علیؓ نے معاویہ کے قیدیوں کے ساتھ سلوک کیا۔

حضرت عبداللہ بن کعب کی شہادت: امیر المؤمنین علیؓ لڑتے لڑتے اہل شام کے ایک رسالے کی طرف گزرے دیکھا کہ وہ نہایت مردانگی اور ثابت قدمی سے لڑ رہا ہے آپ نے بلند آواز سے ارشاد کیا "کہاں ہیں مردانِ خدا جو آخرت کی خواہش میں اپنی جانوں کا خیال نہیں کرتے"۔ مسلمانوں کا ایک گروہ لبیک کہہ کر حاضر ہو گیا۔ آپ نے اپنے لڑکے محمد بن الحنیفہ کو ان پر افسر مقرر کر کے روانہ کیا محمد بن الحنیفہ نے لڑ کر رسالہ کو پیچھے ہٹا دیا اور مورچے پر قابض ہو گئے۔ اس واقعہ میں بہت سے آدمی فریقین کے کام آ گئے از انجملہ عبداللہ بن کعبؓ مرادی تھے۔ اتفاق سے اسود بن قیس ان کی طرف ہو کر گزرا دیکھا کہ عبداللہ بن کعبؓ خاک و خون پر لوٹ رہے ہیں گھوڑے سے اتر کر پاس آیا۔ عبداللہ نے آنکھیں کھولیں' صاحب سلامتؓ ہوئی دریافت کیا "امیر المؤمنین علیؓ کہاں ہیں؟" اسود نے جواب دیا لڑ رہے ہیں! عبداللہ نے کہا "میں تم کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے اور امیر المؤمنین علیؓ کے ہمراہ ہو کر لڑنے کی وصیت کرتا ہوں" یہ کہہ کر بے ہوش ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہوش آیا تو بولے "امیر المؤمنین علیؓ کو میرا سلام پہنچانا اور میری طرف سے کہہ دینا: قاتل علی المعركة حتى تجعلها خلف ظهرك فانه من اصبح غدا والمعركة خلف ظهره فانه العالى یعنی "میدان جنگ میں اس قدر لڑو کہ میدانِ جنگ پس پشت ہو جائے۔ پس بے شک جس شخص کی صبح اس حال سے ہوئی کہ میدانِ جنگ اس کے پسِ پشت پر رہا تو وہی فتح مند ہو گا" عبداللہ یہ کہہ کر انتقال کر گئے۔

لیلۃ الہریر کا معرکہ: اسود نے یہ پیام امیر المؤمنین علیؓ تک پہنچایا۔ آپ نے سن کر ارشاد کیا اللہ تعالیٰ اس پر رحم کرے زندگی میں ہمارے مخالفین سے لڑتا رہا اور مرنے کے بعد وصیت کر گیا۔ غرض تمام رات لڑائی ہوتی رہی۔ یہ رات جمعہ کی تھی

اس کو لیلۃ الہریر کہتے ہیں۔ تمام شب امیر المؤمنین علیؓ صفوف لشکر میں چکر لگاتے اور سواروں پیادوں کو آگے بڑھنے کی ترغیب دیتے رہے یہاں تک کہ صبح ہوگئی اور لڑائی جس عنوان سے جاری ہوئی تھی اسی طرح جاری رہی۔ اشتر بدستور میمنہ میں اور ابن عباس میسرہ میں تھے اور پورا لشکر چاروں طرف سے سمٹ کر مجموعی قوت سے جنگ کر رہا تھا اور یہ دن جمعہ کا تھا۔ دوپہر دن ڈھلے اشتر نے علم حیان بن ہوذہ نخعی کو سپرد کیا اور گھوڑے پر سوار ہو کر سواروں کی طرف گیا۔ اہل شام پر حملہ کرنے کی ترغیب دی۔ ایک گروہ کثیر جان دینے اور لینے پر مستعد ہو گیا۔ چنانچہ اشتر ان کو لئے ہوئے اپنے مورچے پر آیا اور نعرہ تکبیر مار کر ایک قوی حملہ کیا جس سے لشکرِ شام کے پاؤں اکھڑ گئے۔ اشتر مع اپنی رکاب کی فوج کے لڑتا ہوا شامیوں کی لشکر گاہ تک پہنچ گیا۔ ان کے علم بردار کو مار ڈالا۔ امیر المؤمنین علیؓ نے اشتر کو فتح یاب ہوتے ہوئے دیکھ کر پیہم مدد بھیجنا شروع کیا۔

عمرو بن العاصؓ کی حکمت عملی: عمرو بن العاصؓ کو اشتر کے حملے سے اضطراب پیدا ہوا اور اپنے ہمراہیوں کے کشت و خون سے ڈر کر معاویہ سے کہا ”کیا دیکھتے ہوئے تمہارے ہاتھ میدان نہ آئے گا لوگوں کو حکم دو کہ قرآن شریف کو نیزوں پر اٹھائیں اور بلند آواز سے کہیں: ھذا کتاب اللّٰہ بیننا و بینکم ”ہمارے اور تمہارے درمیان میں یہ قرآن شریف ہے“۔ اگر اس کو وہ لوگ منظور کر لیں گے تو سر دست لڑائی بند ہو جائے گی۔ کشت و خون سے نجات مل جائے گی اور اگر اس سے اختلاف کیا تو ان کے اختلاف سے بھی ہم کو فائدہ پہنچے گا۔ چنانچہ مصاحف نیزوں پر اٹھائے گئے امیر المؤمنین کے ہمراہی بولے ہم کتاب اللہ کے فیصلہ کو منظور کرتے ہیں۔

حضرت علیؓ کا جنگ جاری رکھنے پر اصرار: امیر المؤمنین علیؓ نے للکارا اے اللہ کے بندو! اپنے حق کو حاصل کرنے کو بڑھو اور دشمنوں سے جنگ کرنے میں تامل نہ کرو کیونکہ معاویہ ابن ابی معیط حبیب ابن ابی سرح اور ضحاک نہ دین دار ہیں اور نہ عامل بالقرآن اور نہ صاحب ایمان ہم ان کی حالت سے بخوبی واقف ہیں ہم اور یہ لڑکپن سے بڑے ہونے کے بعد تک ایک ہی صحبت میں رہے ہیں۔ لڑکپن میں یہ لوگ نہایت شریر لڑکوں سے تھے اور سن شعور پر پہنچ کر بھی بے حد شریر آدمیوں سے ہوئے افسوس ہے لوگ اس کو کیوں نہیں سمجھتے کہ یہ لوگ قرآن شریف کو براہ مکر و فریب درمیان میں لاتے ہیں۔ لوگوں نے کہا ”یہ ناممکن ہے کہ ہم کتاب اللہ کی طرف بلائے جائیں اور اس کو منظور نہ کریں“۔ امیر المؤمنین علیؓ نے ارشاد کیا ”ہم ان لوگوں سے اسی لئے لڑتے ہیں کہ کتاب اللہ پر عمل کریں کیونکہ انہوں نے اس کو پس پشت ڈال دیا ہے“۔

علوی فوج میں اختلاف: مسعر بن فدک تمیمی اور زید بن حصین الطائی مع ان لوگوں کے جو بعد کو فرقہ خارجی میں داخل ہو گیا تھا بولا ”اے علیؓ! کتاب اللہ کو قبول و منظور کرو ورنہ ہم تم کو چھوڑ دیں گے اور تمہارے ساتھ وہی برتاؤ کریں گے جو ابن عفانؓ کے ساتھ ہم نے کیا تھا“۔ امیر المؤمنین علیؓ نے فرمایا ”اگر تم میرے مطیع ہو تو برابر لڑتے رہو اور اگر باغی ہوا چاہتے ہو تو جو تمہاری سمجھ میں آئے کرو“۔ مسعر وغیرہ نے جواب دیا ”آپ اشتر کو بلوایئے اور اس کو لڑائی سے روک دیجئے“۔ امیر المؤمنین علیؓ نے یزید بن ہانی کو اشتر کے بلانے کو بھیجا اشتر نے کہلا بھیجا ”یہ وقت میری طلبی کا نہیں ہے اور نہ یہ مناسب ہے کہ میں موقع جنگ سے ہٹایا جاؤں مجھے قوی امید ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے فتح و نصرت عنایت فرمائے گا“۔ یزید نے یوں ہی یہ پیام

پہنچایا مسعر کے ہمراہیوں نے شور وغل مچانا شروع کیا اور کہنے لگے کہ بے شک تم ہی نے اشتر کو جنگ کا حکم دیا ہے بہتر ہے کہ اس کو جلدی بلاؤ ورنہ ہم تم کو معزول کر دیں گے"۔

اشتر کی میدانِ جنگ سے واپسی: امیر المومنین حضرت علیؓ نے یزید کو جھڑک دیا "جا اشتر سے کہہ دے کہ جہاں تک جلد ممکن ہو میرے پاس آ جائے کیونکہ فساد کا دروازہ کھلا چاہتا ہے"۔ اشتر نے دریافت کیا' کیا قرآن شریف کے اٹھانے سے؟ یزید نے جواب دیا ہاں۔ اشتر بولا مجھے اس کا خیال پہلے ہی ہوا تھا کہ لوگوں میں اختلاف پڑ جائے گا اور اتفاق واتحاد کا خاتمہ ہو جائے گا۔ میں کس طرح جنگ چھوڑ کر واپس چلوں اللہ تعالیٰ کی عنایت سے فتح حاصل ہوا چاہتی ہے"۔ یزید نے کہا کیا تم یہ دوست رکھتے ہو کہ فتح یاب ہو اور امیر المؤمنین دشمنوں کے حوالے ہو جائیں یا شہید کر ڈالے جائیں۔ اشتر یہ سنتے ہی مسعر وغیرہ کی پاس چلے آئے اور ان سے مخاطب ہو کر کہا "اے اہل عراق! بڑے افسوس کا مقام ہے کہ جس وقت اللہ تعالیٰ نے تم کو ان لوگوں پر غالب کر دیا اس وقت تم لوگ اہل شام کے فریب میں آ گئے تم لوگ مجھے دو چار گھنٹوں کی مہلت دو مجھے اپنی کامیابی کا یقین کامل ہے۔ ان لوگوں نے مہلت نہ دی' اشتر نے دوبارہ مہلت طلب کی اس پر ان لوگوں نے جھلا کر کہا "اے اشتر کیا تو اپنے ساتھ ہم کو جنگ کرنے کو بلاتا ہے؟" اشتر نے جواب دیا "افسوس تم کو ان لوگوں نے فریب دیا ہے اور تم ان کے دام مکر میں آ گئے۔ اس فقرے سے لوگوں میں ایک شورش پیدا ہو گئی ایک دوسرے کو سخت وسست کلمات کہنے لگے۔ رفتہ رفتہ سب وشتم کی نوبت آ گئی عجب نہ تھا کہ باہم جنگ چھڑ جاتی لیکن امیر المؤمنین کے ڈانٹنے سے شور وغل فرو ہو گیا۔

تحکیم کی تجویز: اب اس وقت لڑائی بند ہو گئی تھی چاروں طرف سکوت کا عالم چھایا ہوا تھا سوائے آہ وزاری کے نہ تو ہتھیاروں کے چلنے کی آواز آتی تھی اور نہ للکارنے اور رجز کی صدا کانوں تک پہنچتی تھی۔ اتنے میں اشعث بن قیس نے بڑھ کر عرض کی "امیر المؤمنین! لوگ اس امر پر راضی ہو گئے جس کی طرف بلائے گئے (یعنی قرآن کو انہوں نے حکم مان لیا) اگر آپ اجازت دیجئے تو میں معاویہ کے پاس جاؤں اور ان سے ان کے منشاء دلی کو دریافت کروں"۔ آپ نے اجازت دی اشعث معاویہ کے پاس پہنچے۔ دریافت کیا تم نے کس غرض سے قرآن شریف کو اٹھایا؟ معاویہؓ نے جواب دیا تاکہ ہم اور تم اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف رجوع کریں تم اپنی طرف سے ایک شخص کو منتخب کرو اور ہم اپنی طرف سے اور ان دونوں آدمیوں سے حلف لیا جائے کہ کتاب اللہ کے موافق وہ فیصلہ کریں گے بعد ازاں جو وہ فیصلہ کریں گے اس پر ہم اور تم راضی ہو جائیں اشعث معاویہ کے پاس سے اٹھے۔

حکم کے انتخاب میں خارجیوں کا انتخاب: امیر المؤمنین علیؓ کی خدمت میں آئے اور معاویہ کا پیام پہنچایا۔ حاضرین نے کہا ہم بھی اس امر پر راضی ہیں اور اس فیصلے کو قبول کرتے ہیں۔ اہل شام نے اپنی طرف سے عمرو بن العاص کو منتخب کیا۔ اشعث اور ان لوگوں نے جو بعد کو خارجی ہو گئے تھے۔ ابوموسیٰ اشعری کا انتخاب کیا۔ امیر المؤمنین علیؓ نے ارشاد کیا "میں اس انتخاب سے راضی نہیں ہوں۔ اشعث' یزید بن الحصین' مسعر بن فدک متفق الکلمہ ہو کر بولے "ہم تو انہیں کو انتخاب کرتے ہیں۔ دوسرے کو اپنی طرف سے ہم حکم نہ بنائیں گے امیر المؤمنین علیؓ نے جواب دیا میں اس کو ثقہ نہیں سمجھتا اس نے

میری رفاقت ترک کر دی لوگوں کو میرے ساتھ واقعہ جمل میں جانے سے روکا مجھ سے متنفر ہوگا۔ پھر بھی میں نے ایک ماہ کے بعد اسے امن دی میں اس کو ہرگز حکم نہ بناؤں گا البتہ ابن عباس کو میں اپنی طرف سے منتخب کر سکتا ہوں۔ اشعث اور اس کے ہمراہی کہنے لگے ابن عباس تمہارے عزیز ہیں ہم ان کو حکم نہ بنائیں گے ہم ایسے شخص کو حکم مقرر کرنا چاہتے ہیں جس کا تعلق تمہارے اور معاویہ کے ساتھ یکساں ہو۔ امیر المؤمنین بولے اچھا تو اشتر میرا عزیز نہیں ہے اشعث نے کہا کیا اشتر کے سوا روئے زمین پر اور کوئی شخص نہیں ملتا۔ امیر المؤمنین نے جواب دیا پھر کیا سوائے ابوموسیٰ کے اور کسی کو حکم نہ بناؤ گے۔ اشعث اور اس کے ہمراہی کہنے لگے نہیں! اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت نصیب ہوئی اور اشتر اس سے محروم ہے۔

حکم کا انتخاب: امیر المؤمنین علیؓ ان مباحث سے تنگ ہو گئے۔ مجبور ہو کر ارشاد فرمایا اچھا جو چاہو اور جو تمہاری سمجھ میں آئے کرو الغرض حاضرین نے ابوموسیٰ کو بلوایا ابوموسیٰ نے اس وقت لڑائی موقوف کر دی تھی۔ لوگوں نے ان سے کہا کہ فریقین میں مصالحت ہوگئی۔ ابوموسیٰ بولے الحمدللہ پھر کہا گیا کہ تم حکم مقرر کیے گئے۔ اس پر ابوموسیٰ نے اناللہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور لشکر کی طرف آئے۔ احنف بن قیس نے امیر المؤمنین سے یہ خواہش ظاہر کی کہ مجھ کو بھی ابوموسیٰ کے ساتھ حکم بنائیے۔ لیکن لوگوں نے اس کی مخالفت کی۔

تحکیم کا عہد نامہ: امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب کے لشکر میں یہ قصہ پیش تھا کہ عمرو بن العاص امیر المؤمنین حضرت علیؓ کے پاس اقرار نامہ لکھنے کو حاضر ہوئے۔ کاتب نے بسم اللہ کے بعد لکھا: ھذا ما تقضیٰ علیه امیر المؤمنین عمرو بن العاص نے جھٹ قلم پکڑ لیا۔ کہنے لگے یہ ہمارے امیر نہیں ہیں تمہارے امیر ہوں تو ہوں۔

احنف: اس لفظ کو محو نہ کرو مجھے اس کے محو کرنے سے بدفالی کا خیال پیدا ہوتا ہے۔

اشعث: امیر المؤمنین کا لفظ ضرور محو کرو۔

امیر المؤمنین: اللہ اکبر صلح حدیبیہ کے وقت بھی ایسا ہی واقعہ پیش آیا تھا کفار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک کے ساتھ رسول اللہ نہیں لکھنے دیا تھا۔ کیوں عمرو بن العاص اس واقعہ میں تم بھی ایسا چاہتے ہو۔

عمرو بن العاص: سبحان اللہ آپ کفار سے ہماری تشبیہ کیوں دیتے ہیں حالانکہ ہم لوگ مومن ہیں۔

امیر المؤمنین: اے ابن النابغہ تو کب فاسقین کا ولی اور مومنین کا دشمن نہ تھا۔

عمرو بن العاص: خدا کرے آج کے بعد پھر تمہاری صورت دیکھنے کی نوبت نہ آئے۔

امیر المؤمنین: میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری مجلس تجھ سے اور تجھ ایسے لوگوں سے ہمیشہ پاک رکھے۔ عمرو بن العاص یہ سن کر خاموش ہو گئے اور کاتب نے لکھنا شروع کیا:

ھذا ما تقاضی علی ابن ابی طالب و معاویة بن ابی سفیان قاضی علی علی اھل الکوفة و من معھم و معاویه علی شام و من معھم اننا تنزل عند حکم اللّٰہ و کتابه و ان لا یجمع بیننا غیره و ان کتاب اللّٰہ بیننا من فاتحة الی خاتمة نحی ما احیاء و نمیت ما امات فما وجد الحکمان فی

كتاب الله و هما ابو موسى عبدالله قيس و عمرو بن العاص عملا به و ما لم يجداه فى كتاب الله فالسنة العادلة الجامعة غير المعرفة.

''یہ وہ تحریر ہے جس کو علی ابن ابی طالب اور معاویہ بن ابی سفیان نے باہم بطور اقرار نامہ کے لکھا ہے۔ علی نے اہل کوفہ اور ان لوگوں کی جانب سے جو ان کے ہمراہ تھے حکم مقرر کیا ہے اور معاویہ نے اہل شام اور ان لوگوں کی جانب سے جو ان کے ہمراہ ہیں حکم مقرر کیا بے شک ہم لوگ اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی کتاب کو منحصر علیہ قرار دیتے ہیں اور اس امر کا اقرار کرتے ہیں کہ سوائے اس کے دوسرے کو کوئی دخل نہ ہوگا اور قرآن مجید شروع سے اخیر تک ہمارے درمیان میں ہے ہم زندہ کریں گے۔ اس کو جس کو اس نے زندہ کیا ہے اور ماریں گے۔ اس کو جس کو اس نے مارا ہے پس جو کچھ حکمتیں کتاب اللہ میں پائیں اس پر عمل کریں اور وہ حکم ابوموسیٰ' عبداللہ بن قیس اور عمرو بن العاص ہیں اور جو کتاب اللہ میں نہ پائیں تو سنت عادلہ جامعہ غیر مختلف فیہا پر عمل کریں''۔

معاہدہ پر دستخط: حکمین نے بعد تحریر اقرار نامہ امیر المؤمنین علیؓ امیر معاویہ بن ابی سفیان اور ان کے لشکریوں سے اس امر کا عہد و پیمان لیا کہ حکمین کو ان کی جانوں اور اہل و عیال کو امن دیا جائے اور امت مرحومہ پر یہ فرض ہے کہ جو فیصلہ کریں اس کے نفاذ پر اعانت و مدد کرے اور حکمین پر یہ واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر سمجھ کر صحیح صحیح کتاب اللہ کے موجب فیصلہ کریں اور امت مرحومہ کو لڑائی و فساد اور تفرقہ میں نہ ڈالیں اگر چہ میعاد فیصلہ کی رمضان تک ہے لیکن حکمین کو اختیار ہے کہ اس کے بعد جب چاہیں فیصلہ کریں اور مقام فیصلہ ایسا ہو جو مابین اہل کوفہ و اہل شام کے نصف پر واقع ہو۔

ان شرائط کے طے ہو جانے پر اہل عراق اور اہل شام کے سر برآوردہ لوگوں نے دستخط[1] کیے۔ لیکن اشتر نے دستخط کرنے سے انکار کر دیا۔ اشعث مصر ہوئے اشتر نے سختی سے جواب دینا شروع کیا دونوں آدمیوں میں سخت وسست گفتگو ہونے لگی۔ یہ وثیقہ تیرہ صفر ۳۷ھ کو لکھا گیا اور یہ رائے قرار پائی کہ امیر المؤمنین علیؓ مقام دومۃ الجندل یا اذرح میں حکمین کے پاس وقت فیصلہ ماہ رمضان میں موجود رہیں۔

حضرت علیؓ کی مراجعت: اس وثیقہ کی تحریر کے بعد چند لوگ امیر المؤمنین علیؓ کے پاس آئے اور ان کو جنگ کرنے کی رائے دی۔ آپ نے فرمایا صلح کے بعد جنگ کرنا اور اقرار کرنے کے بعد پھر جانا مناسب نہیں ہے۔ لوگ یہ جواب سن کر خاموش ہو گئے فریقین صفین سے واپسی کی تیاریاں کرنے لگے۔ امیر المؤمنین علی صفین سے مع اپنے لشکر کے کوفہ کو روانہ ہوئے۔ حروریہ نے واپسی سے اختلاف کیا۔ تقرر حکمین سے بیزاری ظاہر کی اور امیر المؤمنین علیؓ سے علیحدہ ہو کر دوسری راہ کو اختیار کیا۔ اثناء راہ میں امیر المؤمنین علیؓ کی خباب بن الارت کی قبر پر نظر پڑی آپ نے دریافت فرمایا یہ کس کی قبر ہے؟ کسی نے جواب دیا خباب بن الارت کی قبر ہے جن کا آپ کی روانگی کے بعد انتقال ہوا۔ امیر المؤمنین یہ سن کر ٹھہر گئے اور ان کے

---

[1] امیر المؤمنین علیؓ کی طرف سے اشعث بن قیس' سعد بن قیس ہمدانی' ورقاء بن سمی البجلی' عبداللہ بن فحل العجلی' حجر بن عدی کندی' عبداللہ بن الطفیل عامری' عقبہ بن زیاد حضرمی' یزید بن حجیہ تمیمی' مالک بن کعب ہمدانی اور معاویہ کی طرف سے ابوالاعور' حبیب بن سلمہ' زمل بن عمرو عذری' حمزہ بن مالک ہمدانی' عبدالرحمٰن بن خالد مخزومی' سبیع بن یزید انصاری' عتبہ بن ابی سفیان اور یزید بن الحر عبسی نے اقرار نامہ پر دستخط کیے تھے۔

حق میں دعا کی۔ بعد ازاں روانہ ہو کر کوفہ میں داخل ہوئے۔ ایک مکان سے رونے کی آواز سنائی دی۔ استفسار سے معلوم ہوا کہ مقتولین کے ورثاء رو رہے ہیں آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر رحم کرے۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ جو لوگ میرے ساتھ گئے صفین میں کام آئے شہید ہوئے۔ غرض لوگوں کو تسلی و تشفی دیتے ہوئے قصر خلافت میں داخل ہوئے۔

خوارج کی علیحدگی: خوارج آپ سے علیحدہ ہو کر حروراء کی طرف آئے جیسا کہ آپ اوپر پڑھ آئے ہیں اور وہیں بارہ ہزار کی جمعیت سے قیام کیا۔ امیر جنگ شبت بن عمر التیمی اور عبداللہ بن الکوا یشکری کو امام نماز مقرر کیا گیا۔ پھر منادی نے ندا کی کہ بیعت اللہ عزوجل کی ہے نیک کاموں کا حکم کرنا برے کاموں سے بچانا ہمارا فرض ہے۔ فتح کے بعد شوریٰ سے کل کام انجام دیا جائے گا۔ شیعان امیر المؤمنین علیؓ نے کہا کہ ہماری گردنوں پر امیر المؤمنین حضرت علیؓ کی بیعت ہے جس کے وہ دوست ہوں گے ہم بھی اس کے دوست ہیں جس کے وہ مخالف ہوں گے ہم بھی اس کی مخالفت کریں گے۔ خوارج بولے ”کیا خوب! تم لوگوں نے علیؓ کی بیعت کی جس سے تم پر فرض یہ ہو گیا کہ جس کے وہ دوست ہوں تم بھی اس کے دوست ہو اور جس کے وہ دشمن ہوں تم بھی اس کی دشمنی کرو؟ اور اہل شام نے جس کو دوست رکھا اس کی بیعت کی اور علیؓ کی بیعت کو مکروہ جانا۔ پس ہمارے نزدیک تم دونوں حق سے منزلوں دور ہو۔ زیاد بن النصر نے جواب دیا واللہ ہم نے علیؓ کی بیعت کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کی ہے۔ لیکن جب تم لوگوں نے ان کی مخالفت کی تو شیعیان امیر المؤمنین علیؓ نے کہنا شروع کیا۔ جس کے وہ دوست ہیں ہم بھی اس کے دوست ہیں اور جس کے وہ مخالف ہیں ہم بھی اس کے مخالف ہیں اور درحقیقت ہمارا اعتقاد یہی ہے اور یہ حق و راست ہے اور جو اس کا مخالف ہے وہ خود گمراہ اور گمراہ کرنے والا ہے۔

خوارج کو اتحاد کی دعوت: اس کے بعد امیر المؤمنین علیؓ نے عبداللہ بن عباس کو خوارج کے پاس بھیجا اور یہ ہدایت کر دی کہ جب تک میں نہ آؤں اس وقت تک اعتراضات کے جوابات دینے میں عجلت نہ کرنا۔ لیکن عبداللہ بن عباس جس وقت خوارج کے پاس پہنچے اور خوارج نے اپنے خیالات ظاہر کرنا شروع کیے۔ عبداللہ بن عباس سے صبر نہ ہو سکا بول پڑے تم لوگ تقرر حکم پر کیوں حرف گیری کرتے ہو اللہ جل شانہ نے جب کہ تقرر حکم کا زوجین (میاں اور بیوی) میں بحالت منازعت حکم دیا ہے تو امت مرحومہ کے نزاعات میں حکم مقرر کرنا بہت زیادہ مناسب ہے۔ خوارج نے جواب دیا جس چیز میں اللہ جل شانہ نے اپنے بندوں کو چون و چرا کرنے کا مطلق اختیار نہیں ہے اور نہ اس میں قیاس و رائے کو کچھ دخل ہے۔ مسئلہ مبحوث عنہ میں رائے و قیاس کو کچھ دخل نہیں ہے کیونکہ اللہ جل شانہ نے حکم دیا ہے جیسا کہ زانی اور چور کی سزائیں مقرر کر دی ہیں اس میں کمی کو کمی بیشی کا اختیار نہیں ہے۔ ابن عباس بولے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿یحکم به ذو العدل منکم﴾ تم میں سے جو صاحب عدل ہوں وہ حکم بنائے جائیں خوارج نے جواباً کہا کیا خوب! یہ حکم تو صید و زوجین کا ہے مسلمانوں کا خون اس میں داخل نہیں ہے ابھی کل کا ذکر ہے کہ عمرو بن العاص سے ہم لوگ ڈر رہے تھے۔ پس اگر وہ عادل ہے تو اس سے لڑائی کیوں کی گئی اور اگر عادل نہیں ہے تو اس کا حکم بنانا کیا معنی اور اس کا فیصلہ کیسے حق پر مبنی ہو سکتا ہے تم نے معاویہ اور ان کے ہمراہیوں کی بابت آدمیوں کو حکم مقرر کیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کی بابت حکم صادر فرمایا ہے کہ اس سے لڑو یہاں تک کہ وہ اپنی رائے سے رجوع

کرے تم نے اس سے عہد و پیاں کر لیا اور لطف یہ ہے کہ اس لکھا پڑھی بھی ہوگئی اور اللہ جل شانہ نے مسلمانوں اور اہل حرب سے بعد نزول سورۂ برات اس سلسلے میں منقطع کر دیا ہے۔ یہ باتیں ہنوز تمام نہ ہوئی تھیں کہ امیر المؤمنین علیؓ نے یہ معلوم کر کے کہ خوارج پر یزید بن قیس کا زیادہ اثر ہے اس کے خیمے میں آئے دو رکعت نماز پڑھی۔ بعد ازاں یزید بن قیس کو اصفہان درے کی حکومت سپرد کر کے اس جلسہ کی طرف تشریف لائے جہاں پر خوارج اور ابن عباس سے بحث و مناظرہ ہو رہا تھا۔

خوارج کی اطاعت: آپ نے خوارج سے خطاب کر کے ارشاد کیا: تمہارا مشیر اور سردار کون ہے؟ خوارج نے جواب دیا ابن الکواء۔ آپ نے فرمایا بیعت کر کے پھر اس سے خروج کرنے کا کیا سبب ہے۔ خوارج نے کہا جنگ میں تمہارے بے جا تحکم کی وجہ سے۔ آپ نے کہا کہ میں تم کو اللہ تعالیٰ کی قسم دلا کر کہتا ہوں کیا تم نہیں جانتے کہ وہ میری رائے نہ تھی بلکہ تمہاری رائے تھی۔ بایں ہمہ میں نے حکمین سے یہ عہد کر لیا ہے کہ قرآن شریف کے مطابق فیصلہ کریں گے پس اگر ان لوگوں نے ایسا ہی کیا تو کوئی نقصان نہیں ہے اور اگر مخالفت کی تو ہم اس کے پابند نہ ہوں گے اور ہم ان کے فیصلے سے بری اور بیزار ہیں خوارج بولے کیوں صاحب مسلمانوں کی خونریزی میں حکم مقرر کرنے کے کیا معنی اور اس میں حکم مقرر کرنا عدل ہے۔ امیر المؤمنین نے جواب دیا ہم نے آدمیوں کو حکم نہیں بنایا بلکہ قرآن شریف کو حکم بنایا ہے مگر یہ کہ وہ بولتا نہیں ہے بولنے والے آدمی ہی ہیں اس پر خوارج نے مدت مقرر کرنے کا اعتراض پیش کیا۔ امیر المؤمنین نے ارشاد کیا اس وجہ سے کہ شاید اللہ تعالیٰ زمانہ صلح میں امت مرحومہ کا اختلاف باہمی رفع کر دے۔ خوارج کے دل کو اس تقریر سے ایک گونہ تسکین ہوگئی اور انہوں نے امیر المؤمنین علی کی رائے سردست پسند کر لی۔ آپ نے پھر ان لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا چلو شہر میں قیام کرو۔ چھ مہینے تک ٹھہرے رہنا جب مال و اسباب جمع ہو جائے گا تو پھر اپنے دشمنوں کی طرف خروج کریں گے۔ چنانچہ سب کے سب امیر المؤمنین علیؓ کے ساتھ شہر میں داخل ہو گئے۔

حضرت علی کا حضرت عمرو بن العاص کو پیغام: جس وقت میعاد مقررہ کا وقت قریب اختتام کو پہنچی اور حکمین کے جمع ہونے کا وقت آیا۔ تو امیر المؤمنین علیؓ نے ابو موسیٰ اشعری کو چار سو آدمیوں کے ہمراہ روانہ کیا۔ شریح بن ہانی الحارثی کو ان کی سرداری پر اور عبداللہ بن عباس کو امامت پر مامور فرمایا۔ روانگی کے وقت شریح بن ہانی سے ارشاد کیا کہ عمرو بن العاص سے میری طرف سے کہہ دینا کہ راستی اختیار کرو ایک دن تم کو مرنا ہے اور احکم الحاکمین کے روبرو جانا ہے۔ پس جب شریح نے عمرو بن العاص کو امیر المؤمنین کا پیام پہنچایا تو عمرو بن العاص غصہ سے سرخ ہو کر بولے تم کو مجھے مشورہ دینے کا کیا حق ہے۔ شریح نے جواب دیا تجھ کو کون امر سید المرسلین امیر المؤمنین کی نصیحت قبول کرنے سے روک رہا ہے۔ عمرو بن العاص نے اس کا جواب درشتی سے دیا اور ان کی نصیحتوں پر مطلق توجہ نہ کی اور اپنی رائے پر عمل کیا۔ معاویہ نے چار سو شامیوں کی جمعیت سے عمرو بن العاص کو روانہ کیا تھا۔

حکمین کا اجتماع: حکمین نے مع اپنے ہمراہیوں کے مقام اذرج (مضافات دومۃ الجندل) میں قیام اختیار کیا۔ عمرو بن العاص کے ہمراہی ہمراہیان ابن عباس سے زیادہ مطیع اور فرمانبردار تھے۔ جب کبھی معاویہ کا کوئی خط آتا تھا تو عمرو بن العاص سے اس کے مضامین کو دریافت نہ کرتے تھے۔ لیکن اہل عراق ابن عباس سے امیر المؤمنین علیؓ کے خطوط کے مضامین کو

پوچھتے اور بایں ہمہ ان کو اخفائے مضامین کے ساتھ متہم بھی کرتے تھے۔ حکمین کے ساتھ مجلس میں عبداللہ بن عمرؓ عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ عبداللہ بن زبیرؓ عبدالرحمٰن بن الحرث' ہشام بن عبدالرحمٰن عبدیغوث زہری' ابوجہم بن حذیفہ عدوی' مغیرہ بن شعبہ' سعد بن ابی وقاص[1] موجود تھے۔

حکمین کی گفتگو: عمرو بن العاص نے کہا ''اے ابوموسیٰ تم جانتے ہو کہ عثمان ظلماً شہید کئے گئے ہیں اور معاویہ ان کے ایک جدی ولی اور وارث ہیں۔ ابوموسیٰ نے کہا ہاں پھر عمرو بن العاص بولے ''پس کون سا امر تم کو ان کی خلافت سے روکتا ہے حالانکہ وہ قبیلہ قریش سے ہیں جیسا کہ تم جانتے ہو اگرچہ سابق الاسلام نہیں ہیں۔ لیکن ان میں سیاست اور ملک داری کا مادہ بہت زیادہ ہے اور وہ ام المومنین ام حبیبہؓ زوجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھائی ہیں۔ اس سے زیادہ قریب قرابت اور کیا ہوسکتی ہے۔ اور مدتوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب رہے ہیں اور شرف صحبت سے بھی ممتاز ہوئے ہیں۔ سلسلہ گفتگو میں کہا اگر تم میری رائے سے موافقت کرو گے اور معاویہ کو امارت کی کرسی پر متمکن کرو گے تو جس شہر کی حکومت تم پسند کرو گے فوراً دی جائے گی۔

ابوموسیٰ اے عمرو! اللہ سے ڈرو اور یہ جان رکھو کہ امارت اور خلافت' سیاست و ملک داری کی وجہ سے نہیں دی جاتی۔ اگر ایسا ہوتا تو آل ابراہہ بن الصباح زیادہ اس کے مستحق تھے' بلکہ دین داری' تقویٰ' ایمانداری کے لحاظ سے امیر و خلیفہ مقرر کیا جاتا ہے اور اگر شرافت قریش کا پاس کیا جائے تو بھی علی ابن ابی طالبؓ اس کے زیادہ مستحق ہیں باقی رہا تمہارا یہ کہنا کہ چونکہ معاویہؓ خون عثمانؓ کے طالب ہیں اس وجہ سے ان کو امارت دی جائے تو میں اس کو بھی ناپسند کرتا کہ مہاجرین سابقین اسلام کو چھوڑ کر امارت معاویہ کو دی جائے اور تمہارا یہ کہنا کہ اگر معاویہؓ کو امیر بناؤ گے تو تم کو حکومت دی جائے گی تو اس کی نسبت میں یہ کہتا ہوں کہ واللہ اگر معاویہ مجھ کو اپنی کل حکومت و سلطنت دینے کو بھی کہیں تو میں ہرگز اس کو امیر خلیفہ نہ بناؤں گا اور میں اللہ تعالیٰ کے کاموں میں رشوت نہیں لیتا' بہتر ہوگا کہ عبداللہ بن عمرؓ کو حاکم بناؤ۔

عمرو بن العاص: تم کو میرے لڑکے کے والی مقرر کرنے میں کیا عذر ہے؟ تم اس کی حالت وصلاحیت وفضیلت سے بخوبی واقف ہو۔

ابوموسیٰ: تمہارا لڑکا نیک اور سچا تھا۔ لیکن تم نے اس کو بھی تو اس فتنہ میں مبتلا کر رکھا ہے۔

عمرو بن العاص: یہ کام ایسے شخص کو سپرد کرنا چاہئے کہ جس کے دانت نہ ہوں جس سے وہ کھاتا پیتا ہو''۔

ابوموسیٰ اور عمرو بن العاص میں اسی قسم کی گفتگو ہو رہی تھی' عبداللہ بن عمر خاموش' سکوت کے عالم میں آنکھیں بند کئے بیٹھے تھے عبداللہ بن زبیر ان کے سامنے بیٹھے تھے۔ ابن الزبیر منشاء گفتگو سمجھ گئے۔ عبداللہ بن عمرو کو ذرا چونکا دیا' ابن عمر چلا اٹھے واللہ میں اس معاملے میں رشوت ہرگز نہ لوں گا۔ ابوموسیٰ نے کہا ''اے ابن العاص عرب نے بعد جدال وقتال اپنی قسمت کا فیصلہ تمہارے ہاتھ میں دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لئے اس کو پھر فتنے میں نہ ڈالو۔ عمرو بن العاص: ''تم پہلے اپنی رائے ظاہر کرو تمہارا کیا مقصد ہے؟''۔

فیصلہ کا اعلان: ابوموسیٰ: ۔ میرے نزدیک مناسب یہ ہے کہ ان دونوں شخصوں کو ہم لوگ معزول کر دیں اور اس کام کو عام

---

[1] مؤرخین نے سعد بن ابی وقاص کی حاضری میں اختلاف کیا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ سعد بن ابی وقاص مجلس حکم میں آئے تھے اور یہیں سے احرام باندھ کر چلے گئے تھے۔ منہ رحمۃ اللہ علیہ۔

مسلمانوں کے سپرد کر دیں جس کو وہ چاہیں مشورہ کر کے امیر مقرر کریں۔

حضرت عمرو بن العاص: عمرو بن العاص یہ سن کر اچھل پڑے بہت خوشی سے اس رائے کو پسند کیا۔ دونوں آدمی ایک ساتھ باہر آئے ایک جم غفیر فیصلہ سننے کو موجود تھا۔ عمرو بن العاص نے ابوموسیٰ سے کہا چونکہ آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت نصیب ہوئی ہے اور مجھ سے آپ سن رسیدہ ہیں مناسب ہوگا کہ آپ پہلے کھڑے ہو کر اس امر کو بیان فرما دیجئے جس پر ہم نے اور آپ نے اتفاق کیا ہے''۔ ابوموسیٰ بیچارے دنیا کے داؤ پیچ سے واقف نہ تھے۔ سادگی کے ساتھ اٹھے اور لوگوں کو مخاطب کر کے کہا'' ہم لوگ ایسے امر پر متفق ہوئے ہیں عجب نہیں کہ اللہ جل شانہ اس کے ذریعہ سے امت مرحومہ میں صلح کرا دے۔ ابوموسیٰ اس قدر کہنے پائے تھے کہ ابن عباس نے قطع کلام کر کے کہا'' واللہ مجھے شبہ ہوتا ہے کہ تمہیں دھوکا دیا جائے گا اگر فی الواقع تم لوگوں نے کسی امر پر اتفاق کر لیا ہے تو اسی کو (یعنی عمرو بن العاص کو) پہلے تقریر کرنے دو''۔ ابوموسیٰ نے کچھ توجہ نہ کی' ابن عباس خاموش ہو گئے۔ پھر ابوموسیٰ بولے اے لوگو! ہم لوگوں نے بہت کچھ غور وخوض کیا لیکن سوائے اس کے جس پر ہم نے اتفاق کیا ہے اور کچھ سمجھ میں نہ آیا کہ ہم اور عمرو بن العاص دونوں علیؓ اور معاویہ کو معزول کر دیں اور مسلمانوں کو اختیار دیں کہ جس کو وہ چاہیں متفق ہو کر خلیفہ بنائیں۔ چنانچہ میں نے علیؓ اور معاویہ کو معزول کر دیا پس تم جس کو لائق سمجھو اس کو خلیفہ بناؤ''۔ اس تقریر کے ختم ہوتے ہی عمرو بن العاص نے کھڑے ہو کر کہا'' حاضرین جلسہ تم لوگ گواہ رہنا (ابوموسیٰ کی طرف اشارہ کر کے) کہ اس شخص نے اپنے رفیق (علیؓ) کو معزول کر دیا ہے اور بے شک میں بھی اس کو معزول کرتا ہوں جیسا کہ اس نے معزول کیا ہے اور معاویہ کو معزول نہیں کرتا' اسی کو امیر المسلمین تسلیم کرتا ہوں کیونکہ وہ عثمان ابن عفان مظلوم کا ولی ہے اور وہ اس کا قائم مقام ہونے کا مستحق ہے۔

حکمین میں تلخ کلامی: ابن عباس اور سعد' ابوموسیٰ کو ملامت کرنے لگے۔ ابوموسیٰ نے معذرت پیش کی میں کیا کروں مجھے عمرو بن العاص نے دھوکا دیا۔ اقرار کر کے مکر گیا''۔ پھر عمرو بن العاص سے مخاطب ہو کر کہا'' اللہ تجھے ہدایت دے تو نے مجھ سے اقرار کر کے بدعہدی کی۔ تیری مثال بعینہ اس کتے کی ہے جو ایک بار کسی چیز کو پکڑ لیتا ہے پھر دوبارہ اس کو چھوڑ دیتا ہے''۔ عمرو بن العاص نے جواب دیا'' تو مثل گدھے کے ہے جو بار برداری کرتا ہے''۔ شریح بن ہانی نے عمرو بن العاص پر تلوار چلائی عمرو بن العاص نے جواب ترکی بہ ترکی دیا لوگ درمیان میں پڑ گئے قصہ طول نہ کھینچنے پایا رفع دفع ہو گیا۔

سب وشتم کا آغاز: ابوموسیٰ مجلس حکم سے نکل کر مکہ چلے گئے اور عمرو بن العاص مع اہل شام شام کی طرف واپس ہوئے اور معاویہ سے کل ماجرا بیان کیا۔ امیر المؤمنین نماز میں قنوت پڑھنے اور بددعا[1] کرنے لگے: اللّٰھم العن معاویة و عمروًا و حبیبا و عبدالرحمن بن مخلد و الضحاک قیس و الولید و ابا الاعور. معاویہ کو جب اس کی خبر لگی تو وہ بھی حضرت علیؓ و ابن عباس وحسن وحسین اور اشتر پر لعن کرنے لگے۔

---

[1] ابن کثیر نے اپنی تاریخ میں اس واقعہ کی تردید کی ہے اور صاف صاف لکھا ہے۔ ان ھذا لم یصح اور علامہ نصر نے لکھا ہے کہ اگر یہ دعا ایک حد تک صحیح مان بھی لی جائے تو غالباً بغیر لعن کی تھی۔ حقیقت میں یہ امر خلاف شان ہے جناب امیر علیہ السلام معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کی طرح سے بیٹھے ہوئے حریف کو کوسا کریں۔ کہیں ارفع ہے۔ میرے خیال میں جہاں تک مجھے تفحص سے معلوم ہوا ہے یہ ہے کہ نہ تو امیر المؤمنین علیؓ نے معاویہؓ پر لعن کیا اور نہ معاویہ نے جناب موصوف پر' یہ لوگوں کا حاشیہ ہے۔ واللہ اعلم

باب : ۲۲

خوارج اور جنگِ نہروان

خوارج کا گستاخانہ رویہ: امیر المومنین علیؓ جس وقت ابوموسیٰ کو حکم بنا کر روانہ کرنے لگے زرعہ ابن البرج الطائی اور حرقوص بن زہیر سعدی خوارج کی طرف سے آپ کی خدمت میں آئے اور کہا ''اے علیؓ! تم اپنے گناہ سے توبہ کرو اور اپنے قول و اقرار سے جو تم نے معاویہؓ کے ساتھ کیا ہے پھر جاؤ اور ہمارے ساتھ ہمارے دشمنوں کی طرف لڑنے کو چلو' جب تک ہماری جان باقی ہے ہم ان سے جنگ کریں گے۔

امیر المومنین: میرا یہی قصد تھا لیکن تم نے اس کی مخالفت کی اور اب تو ہم اقرار نامہ لکھ چکے ہیں اس کے خلاف نہیں کر سکتے۔

حرقوص: یہی تو گناہ جس کی بابت ہم توبہ کرنے کو کہتے ہیں۔

امیر المومنین: یہ گناہ نہیں ہے۔ یہ رائے لغزش ہے۔

زرعہ: اے علیؓ اگر تم آدمیوں کے حکم کو نہ چھوڑو گے اور توبہ نہ کرو گے تو ہم تم سے محض اللہ کی مرضی حاصل کرنے کو لڑیں گے۔

امیر المومنین: تف ہے تجھ پر۔ کیا تو نے مجھے مردہ سمجھ لیا ہے کہ مجھ پر تو جس قدر چاہے گا دباؤ ڈالے گا۔ جا میں اپنے قول سے نہیں پھر سکتا اگرچہ ایسا ہی ہو' اور زرعہ اٹھے اور: لاحکما لا اللہ لا حکم الا اللہ. چلاتے ہوئے اپنے فرودگاہ پر چلے آئے۔

اس واقعہ کے بعد ایک روز امیر المومنین علیؓ! مسجد میں خطبہ پڑھ رہے تھے۔ خوارج نے مسجد کے ایک گوشہ سے چلا کر کہا: لا حکم الا اللّٰہ. آپ نے فرمایا اللہ اکبر کلمہ حق سے اظہار باطل کا کرتے ہیں پھر دوبارہ خطبہ دینے لگے تو خوارج نے پھر ایسا ہی کہا۔ آپ نے فرمایا یہ تیسرا موقع ہے تم ہمارے ساتھ یہی برتاؤ کر رہے ہو نہ ہم تم کو مساجد میں آنے سے روکتے ہیں کہ وہاں آ کر اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کرو اور نہ ہم نے تم کو مال غنیمت سے روکا جب تک ہمارے ساتھ تھے برابر دیتے رہے اور نہ اب تم سے اس وقت تک ہم لڑیں گے جب تک تم ہم سے مخالفت نہ کرو گے اور نہ تمہارا معاملہ میں اللہ تعالیٰ کے حکم کو دیکھیں گے کہ کیا فیصلہ کرتا ہے۔

خوارج کی سرکشی: امیر المومنین علیؓ یہ کہہ کر قصر امارت میں چلے آئے اور خوارج مسجد سے نکل کر عبداللہ وہب رابسی کے

خیمہ میں گئے اس نے ان کو سمجھایا بجھایا اور بعض پہاڑیوں کی طرف نکل جانے کی رائے دی اس سبب سے کہ امیر المومنین علیؓ ان شہروں کے حاکم تھے۔ حرقوص بن زہیر نے اس سے اتفاق کیا۔ حمزہ بن سنان اسدی نے کہا۔ تمہاری جو رائے ہے وہ نہایت موزوں ہے لیکن یہ ضروری امر ہے کہ تم اپنا امیر بنالو اور اس کے ہاتھ میں علم دو۔ خوارج نے زید بن حصن الطائی کو پھر حرقوص زہیر اور شریح بن اوفی عنسی کو یکے بعد دیگرے امارت کے لئے نام زد کیا۔ لیکن ان لوگوں نے انکار کیا تب عبداللہ بن وہب سے کہا گیا اس نے قبول کرلیا۔ چنانچہ ۱۰ شوال ۳۸ھ کو خوارج نے اس کے ہاتھ پر بیعت کی۔ بعد ازاں شریح کے پاس مشورے کی غرض سے جمع ہوئے۔ عبداللہ بن وہب نے کہا تم لوگ ہمارے ساتھ ایسے شہر چلو جہاں پر ہم اللہ کے حکم کو جاری کرسکیں کیونکہ ہم لوگ اہل حق ہیں۔ شریح بولا مدائن چلو ہم اس پر بآسانی قبضہ کرلیں گے اور وہاں کے رہنے والوں کو دم بھر میں نکال دیں گے اور وہاں سے اپنے بھائیوں کو خط و کتابت کر کے بلالیں گے جو بصرے میں ہیں۔ زید بن حصن نے رائے دی کہ اگر تم لوگ جمع ہو کر نکلو گے تو عجب نہیں ہے کہ تمہارا تعاقب کیا جائے مناسب ہے کہ متفرق طور پر نکلو اور مدائن نہ جاؤ بلکہ نہروان کے پل کی جانب چلو اور وہاں سے اپنے بھائیوں کو خط کے ذریعے سے بلالو۔ عبداللہ بن وہب نے اس رائے سے اتفاق کیا اور اسی پر عمل درآمد ہوا۔

خوارج کی روانگی: اس کارروائی کے بعد خوارج نے روانگی کا عزم کیا شب جمعہ اور جمعہ کو پورے دن عبادت میں مصروف رہے۔ شنبہ کے روز ایک ایک' دو دو' پانچ پانچ' دس دس' بیس بیس روانہ ہوئے۔ انہیں لوگوں کے ہمراہ طرفہ بن عدی بن حاتم بھی روانہ ہوا۔ اس کا بیچارہ بڑھا باپ عدی بن حاتم مدائن تک پیچھا کرتا گیا۔ لیکن واپس نہ لا سکا واپسی کے وقت عبداللہ بن وہب مقام ساباط میں بیس سواروں کی جمعیت سے ملا اور عدی غریب کے قتل کا قصد کیا۔ قبیلہ طے کے بعض آدمیوں نے جو اس کے ہمراہ تھے اس فعل سے باز رکھا۔

کرخ کی لڑائی: خوارج کی روانگی کے بعد امیر المومنین علیؓ نے سعد بن مسعود گورنر مدائن کو ان کی روک تھام کو لکھا چنانچہ سعد بن مسعود نے اپنے برادر زادہ کو اپنا نائب مقرر کر کے پانچ سو سواروں سے خوارج کا راستہ روکا۔ خوارج نے اس راستہ کو چھوڑ کر بغداد کا رخ کیا۔ سعد بن مسعود یہ سن کر ان کے تعاقب میں روانہ ہوئے اور نہایت تیزی سے مسافت طے کر کے شام کے وقت مقام کرخ میں خوارج کو پکڑ لیا' اتنے میں عبداللہ بن وہب بیس سواروں کی جمعیت سے پہنچ گیا۔ لڑائی شروع ہو گئی۔ سعد بن مسعود کے ہمراہیوں نے کہا جب تک امیر المومنین علیؓ کا کوئی حکم جنگ کی بابت نہ آئے جنگ نہ کرنا۔ سعد نے اس پر توجہ نہ کی برابر لڑتے رہے۔ یہاں تک کہ رات ہوگئی فریقین نے مجبور ہو کر لڑائی بند کردی۔ عبداللہ بن وہب دریائے دجلہ عبور کر کے اپنے رفیقوں سے جا ملا اور ان کے ہمراہ نہروان کی طرف روانہ ہوا۔

خوارج کا بصرہ سے خروج: خوارج بصرہ نے پانچ سو کی جمعیت سے بسر گروہی مشعر بن فدکی تمیمی بصرہ سے خروج کیا۔ ابن عباس کے حکم سے ابوالاسود الدولی نے تعاقب کیا۔ دجلہ کے پل پر مقابلہ ہوا عصر کے بعد سے عشاء کے وقت تک لڑائی ہوتی رہی جب رات کی تاریکی نے حملہ آوروں کی نظر سے ایک دوسرے کو چھپا دیا تو لڑائی خود بخود بند ہوگئی اور مشعر بن فدکی

مع اپنے ہمراہیوں کے دجلہ عبور کر کے نہروان میں عبداللہ بن وہب سے جاملا۔

حضرت علی کا شام پر فوج کشی کا فیصلہ: امیر المومنین حضرت علیؓ کو ان واقعات کی اطلاع ہوئی تو آپ نے اپنے لشکریوں سے خوارج کی جنگ پر دوبارہ بیعت لی۔ پھر حکمین کے فیصلے کا خیال آ گیا جو شاق اور ناگوار گزر رہا تھا۔ آپ نے ایک خطبہ دیا جس میں بعد حمد و درود اور نصائح و پند کے بیان فرمایا ''اے لوگو! آگاہ ہو کہ حکمین نے قرآن کے حکم کو چھوڑ کر اپنی خواہش کی اتباع کی اور دونوں نے فیصلہ کرنے میں اختلاف کیا اور دونوں راہ راست سے علیحدہ رہے۔ پس اس حکم و فیصلے سے اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور صلحاء امت بری ہیں لہٰذا تم لوگ شام پر حملہ کرنے کی تیاری کرو''۔

خوارج کو دعوتِ اتحاد: خطبہ دینے کے بعد خوارج کے پاس نہروان میں ایک فرمان بھیجا جس میں اس خطبہ کا مضمون تھا اور ان کو اہل شام پر حملہ کرنے کو ابھارا تھا اور صاف الفاظ میں یہ لکھ دیا تھا: نحن علی الامر الاول الذی کنا علیه. ''ہم اسی پہلی رائے پر ہیں جس پر اس سے پیشتر تھے'' یعنی اہل شام سے جنگ کریں گے خوارج نے جواب لکھا تم نے بوقت تقرریر حکمین اللہ تعالیٰ کا پاس نہ کیا اور اب اپنے نفس کی اتباع سے لڑنے کو کہتے ہیں۔ پس اگر تم اپنے کافر ہونے کا اقرار کرو اور توبہ کرو تو ہم تمہارے ساتھ ہیں ورنہ ہم تم سے لڑنے کو تیار ہیں۔

شام پر حملہ کی تیاری: امیر المومنین علیؓ کو اس خط کے پڑھنے سے ناامیدی ہو گئی لیکن ان کو زیادہ خطرناک تصور نہ کر کے شام پر حملہ کرنے کا قصد کیا' لوگوں کو برابر جنگ کی ترغیب دیتے رہے' ابن عباس کو لشکر گاہ نخیلہ سے فوج مرتب و مہیا کرنے کو لکھا۔ انہوں نے ایک ہزار پانچ سو جنگ آور بسر گروہی احنف بن قیس جمع و مرتب کیا پھر دوبارہ ابن عباس نے لوگوں کو جمع کر امیر المومنین علیؓ کا فرمان پڑھا اور یہ بیان کیا کہ بڑے افسوس کا مقام ہے کہ تم لوگ ساٹھ ہزار ہو جس میں سے صرف ایک ہزار پانچ سو آدمیوں نے جنگ پر آمادگی ظاہر کی ہے۔ اس قلیل تعداد کو میں کیا بھیجوں''۔ اس فقرے کے تمام ہوتے ہی ایک ہزار چھ سو آدمیوں نے سینہ سپر ہو کر کہا ہم جنگ پر جانے کو تیار ہیں۔ پس ابن عباس نے ان کو حارثہ بن قدامہ سعدی کے ساتھ روانہ کیا۔ چنانچہ احنف و حارثہ تین ہزار ایک سو کی جمعیت سے امیر المومنین علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ امیر المومنین علیؓ نے اہل کوفہ کو جمع کر کے خطبہ دیا جس میں اہل بصرہ کی امداد کا حال بیان کیا بعد ازاں نہایت نرم الفاظ میں پند و نصیحت کر کے ارشاد کیا ''تم لوگ میرے معاون و مددگار رہو مناسب ہے کہ ہر سردار اپنے گروہ اور قبیلہ کی ایک فہرست تیار کر کے پیش کرے کہ ان میں کس قدر جنگ آور ہیں''۔ سعد بن قیس ہمدانی' معقل بن قیس' عدی بن حاتم' زیاد بن حفصہ' حجر بن عدی اور بڑے بڑے سرداروں' رئیسوں نے بسر و چشم اس حکم کی تعمیل کی اور کسی متنفس کو جو قابل جنگ تھا باقی نہ چھوڑا' فہرست تیار ہونے پر معلوم ہوا کہ چالیس ہزار نبرد آزما تجربہ کار' سترہ ہزار نوعمر' آٹھ ہزار غلام میدان جنگ میں جا سکتے ہیں۔ علاوہ ان کے تین ہزار ایک سو سپاہی بصرے کے تھے۔

حضرت عبداللہ بن خبابؓ کی شہادت: اس کے بعد امیر المومنین علیؓ نے یہ خبر پا کر کہ لوگ جنگ خوارج کو مقدم سمجھتے ہیں ارشاد کیا ''اہل شام پر فوج کشی زیادہ ضروری ہے کیونکہ انہوں نے تم سے مقابلہ کیا برابر لڑتے رہے اور ان کا مقصود یہ ہے

کہ وہ بزور و جبر بادشاہ بن جائیں اور اللہ تعالیٰ کے بندوں کو اپنا غلام بنالیں''۔ لوگوں نے اس رائے کو پسند کیا اور متفق ہو کر بولے ہم آپ کے ہمراہ ہیں جہاں اور جس طرف مناسب سمجھئے رخ کیجئے۔ ہنوز امیر المومنین علیؓ اہل شام کی طرف روانہ نہ ہوئے تھے کہ یہ خبر پہنچی کہ خوارج بصرہ اور عبداللہ بن خباب صحابی سے نہروان کے قریب اتفاقاً ملاقات ہوگئی۔ صاحب سلامت کے بعد جب خوارج کو معلوم ہوا کہ یہ بزرگ عبداللہ بن خباب ہیں تو انہوں نے ابوبکر و عمر کی نسبت سوال کیا'' کیسے تھے؟'' عبداللہ بن خباب نے کہا وہ دونوں بہت اچھے تھے پھر اول اور آخر زمانہ خلافت عثمان بن عفان کی بابت دریافت کیا۔ جواب دیا از اول تا آخر حق جو حق پسند تھے۔ علیؓ کی بابت حکم مقرر کرنے کے قبل اور بعد دریافت کیا جواب دیا وہ تم لوگوں سے زیادہ اللہ کے حکم کو سمجھنے اور جاننے والے اور دین حق پر چلنے والے ہیں' خوارج جھلا کر بولے'' تم شخصیت کی پرستش کرتے ہو اور ان کے کارناموں کی وجہ سے ان کو اچھا کہتے ہو''۔ یہ کہہ کر ان کو ذبح کر ڈالا۔ ان کی بیوی اور تین عورتوں کا جو قبیلہ طے کی تھیں پیٹ پھاڑ ڈالا۔ امیر المومنین علیؓ کو اس سے سخت صدمہ ہوا۔ آپ نے اسی وقت بغرض تحقیق حال حرث بن مرۃ العبدی کو روانہ کیا خوارج نے ان کو بھی مار ڈالا۔ تب لشکریوں نے متفق ہو کر گزارش کی' ہم کیسے ان خوارج کو چھوڑ کر اہل شام کی طرف بڑھیں اور ان کے مکر و فریب سے اپنے مال و اسباب اور اہل و عیال سے کیسے بے خوف و بے فکر ہو جائیں ان کی لڑائی ہم اہل شام کی لڑائی پر مقدم کرنا چاہتے ہیں''۔ اشعث بن قیس نے اس قول کی تائید کی۔

خوارج سے اتمام حجت: پس امیر المومنین حضرت علیؓ نے اس رائے کو پسند فرمایا اور جنگ شام ملتوی کر کے خوارج کی طرف بڑھے۔ خوارج کے لشکر کے قریب پہنچ کر کہلا بھیجا کہ ہمارے بھائیوں کے قاتلوں کو ہمارے حوالے کر دو۔ ہم قصاص لے کر اور تم کو چھوڑ کر اہل مغرب (شام) پر حملہ آور ہوں گے اور تم سے اس وقت تک جنگ نہ کریں گے جب تک ہم شام کی جنگ سے واپس نہ آئیں گے۔ شاید اللہ تعالیٰ اس اثناء میں تم کو راہ راست کی ہدایت کر دے''۔ خوارج نے جواب دیا'' ہم سب نے مل کر ان کو مارا ہے اور ہم سب تمہارے خون اور ان کے خون کو مباح سمجھتے ہیں''۔ اس کے بعد قیس بن سعد بن عبادۃ اور ابو ایوب انصاری نے یکے بعد دیگرے ان لوگوں کو وعظ و پند کیا۔ پھر خود امیر المومنین علیؓ نے خشونت آمیز الفاظ میں ان لوگوں کو سمجھایا ان کی رائے کی غلطی ظاہر کی اور حکمین کی نسبت فرمایا کہ چونکہ انہوں نے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف حکم دیا ہے اس وجہ سے ہم نے ان کے فیصلے کو منظور نہیں کیا اور ہم اپنے اسی خیال پر ہیں جو اس سے پیشتر تھا علاوہ بریں حکم کے مقرر کرنے پر تو تم ہی لوگوں نے زیادہ زور دیا تھا خیر جو کچھ ہوا سو ہوا اب تم لوگ ہمارے ساتھ چلو اور دشمنوں سے لڑو''۔ خوارج نے کہا بے شک ہم لوگوں نے حکم کے مقرر کرنے میں غلطی کی اللہ و رسول کے حکم کے خلاف کیا۔ کافر ہوئے لیکن توبہ کر کے پھر مسلمان ہو گئے۔ پس اگر تم بھی توبہ کرو تو ہم تمہارے ساتھ ہیں اور اگر اس سے انکار کرو گے تو ہم تمہاری مخالفت کریں گے۔ امیر المومنین حضرت علیؓ نے ارشاد کیا میں کیسے اپنے کو کافر کہوں حالانکہ میں مومن ہوں' ہجرت کی خدا کی راہ میں جہاد کیا۔ خوارج نے جب اس کا کچھ جواب نہ دیا تو امیر المومنین حضرت علیؓ واپس آئے۔

جنگ نہروان: بعض کہتے ہیں کہ جب امیر المومنین علیؓ نے خوارج کو خشونت آمیز لہجے میں سمجھایا ان کو ان غریبوں کے قتل

کرنے پر ملامت کی تو خوارج نے چلا کر اپنی جماعت سے کہا اس سے (علی) سے باتیں نہ کرو اللہ سے ملنے کو دوڑو (یعنی جنگ کرو) امیر المومنین علیؓ یہ سن کر واپس آئے۔ پھر خوارج نے پل عبور کرنے کا قصد کیا امیر المومنین حضرت علیؓ آ پہنچے میمنہ پر حجر بن عدی، میسرہ پر شبث بن ربعی، سواروں پر معقل بن قیس، پیادوں پر ابوایوب اور اہل مدینہ پر ابوقتادہ تھے۔ جن کی تعداد سات سو یا آٹھ سو تھی، قیس بن سعد بن عبادۃ بھی اسی جماعت میں تھے خوارج کے لشکر پر اس تفصیل سے سردار تھے۔ میمنہ پر زید بن حصین الطائی، میسرہ پر شریح بن اوفی العبسی، سواروں پر حمزہ بن سنان اسدی، پیادوں پر ہرقوص بن زہیر۔ امیر المومنین علیؓ نے امان کا علم ابوایوب کو مرحمت فرمایا۔ ابوایوب نے آپ کے ارشاد کے مطابق پکار کر کہا جو شخص بلا جنگ کئے آئے گا اس کو امان دی جائے گی اور جو شخص معترض نہ ہوگا اس کو بھی امان دی جائے گی اور جو شخص کوفہ یا مدائن کی طرف لوٹ جائے گا وہ بھی مامون ہوگا۔ فروۃ بن نوفل اشجعی یہ سنتے ہی پانچ سو سواروں کو لے کر خوارج سے علیحدہ ہو گیا۔ وسکرہ میں جا کر قیام پذیر ہوا اور کچھ لوگ کوفہ چلے گئے اور کچھ لوگ امیر المومنین علیؓ کے لشکر میں آ گئے ان سب کی تعداد تقریباً چار ہزار تھی ان لوگوں کے علیحدہ ہونے سے خوارج کے گروہ میں صرف ایک ہزار آٹھ سو آدمی باقی رہ گئے۔

خوارج کی شکست: امیر المومنین علیؓ نے ان پر حملہ کیا ان کی جماعت منتشر ہو گئی۔ میمنہ اور میسرہ کی ترتیب جاتی رہی پریشان ہو کر ادھر ادھر بھاگنے لگے۔ تیر اندازوں نے تیر باری شروع کر دی۔ سواروں نے دونوں بازوؤں میمنہ و میسرہ سے گھیر کر بھاگنے نہ دیا۔ پیادوں نے تلواریں نیام سے کھینچ لیں اور ایک ساعت میں سب کو ڈھیر کر دیا اس طرح پر کہ گویا ان سے کہہ دیا کہ تم لوگ مر جاؤ اور وہ لوگ مر گئے۔ عبداللہ بن وہب، زید بن حصن، حرقوص بن زہیر، عبداللہ بن شجرہ، شریح بن اوفی نامی گرامی سردار مارے گئے، مال و اسباب سامان جنگ اور مویشیاں لوٹ لئے گئے اور مسلمانوں میں تقسیم کر دیئے گئے۔ البتہ خوارج کے غلاموں اور عورتوں کو واپس کر دیا۔ عدی بن حاتم نے اپنے لڑکے طرفہ اور چند آدمیوں کو دفن کرنے کا قصد کیا۔ امیر المومنین علیؓ نے منع فرمایا اور کامیابی کے بعد اس مقام سے کوچ کر گئے۔ آپؓ کے ہمراہیوں میں سے صرف سات آدمی کام آئے۔

حضرت علیؓ کی کوفہ کو مراجعت: جنگ نہروان سے فارغ ہونے کے بعد امیر المومنین علیؓ نے جنگ شام کی تیاری شروع کی اشعث بن قیس نے حاضر ہو کر گزارش کی ''فوج تھک جانے اور زخموں کی وجہ سے کوفہ واپس چلنے کی درخواست کرتی ہے تاکہ تھوڑے دنوں آرام کر کے کمال مردانگی و مستعدی سے دشمنوں پر حملہ کریں اور شاید اس اثناء میں ہماری تعداد بھی بڑھ جائے۔ امیر المومنین علیؓ نے یہ درخواست منظور نہ کی لیکن شام کی طرف بھی نہ روانہ ہوئے بلکہ کوفہ کی طرف مراجعت کی مقام نخیلہ میں پہنچ کر قیام کیا اور حکم صادر فرمایا کہ کوئی شخص اپنے مکان پر نہ جائے جب تک دشمنوں کی طرف خروج کر کے فتح یاب نہ ہو جائے اس حکم کی تعمیل پورے طور سے نہ کی گئی۔ بہتیرے لشکر گاہ چھوڑ کر اپنے مکان پر چلے گئے۔ امیر المومنین علیؓ ان لوگوں کے پاس کوفہ آئے دوبارہ لڑائی کی ترغیب دی۔ معدودے چند آدمیوں نے مستعدی ظاہر کی پھر چند روز ٹھہر کر ان کے سرداروں اور رئیسوں کو طلب کر کے ان کی رائے دریافت کی اور تاخیر کرنے کی وجہ استفسار کی۔ ان لوگوں میں سے نہایت کم

آدمیوں نے شام پر فوج کشی پر آمادگی ظاہر کی۔ امیر المومنین علیؓ کا چہرہ اس سے سرخ ہو گیا۔ ملول خاطر اٹھے خطبہ دیا پرزور تقریر کی۔ ان کے فرائض سے ان کو مطلع کیا۔ نصیحت و فصیحت بہت کچھ کی لیکن کسی کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔ بت کی طرح خاموش بیٹھے رہے۔

مصر پر عمرو بن العاص کا قبضہ اشتر کی وفات: اس سے پیشتر ہم لکھ آئے ہیں کہ اطراف مصر میں ہوا خواہان امیر المومنین عثمانؓ بن عفان معاویہ بن خدیج سکونی کے پاس جمع ہو گئے تھے۔ محمد بن ابی بکر گورنر مصر نے فسطاط سے ایک لشکر بسر کردگی ابن مضاہم مجمع منتشر کرنے کو روانہ کیا۔ معاویہ بن خدیج نے شکست دی اور اس کے سردار ابن مضاہم کو مار ڈالا۔ اس چھیڑ چھاڑ سے مصر میں شورش پیدا ہو گئی۔ لوگ چاروں طرف سے محمد بن ابی بکر پر ٹوٹ پڑے امیر المومنین علیؓ کو یہ خبر معلوم ہوئی آپ نے صفین کے واقعہ کے بعد اشتر کو لکھ بھیجا تھا کہ جزیرہ میں کسی کو اپنا نائب مقرر کر کے مصر فوراً چلے جاؤ۔ تمہارے سوا کوئی شخص مصر کی اصلاح کی قابلیت نہیں رکھتا۔ معاویہ کو اس خبر سے مصر کے قبضے کی ناامیدی ہو گئی کیونکہ اشتر کی چالوں سے معاویہ کو واقفیت تھی۔ اتفاق پیش آیا کہ اشتر کوچ اور قیام کرتا' جونہی قلزم کے افسر مال کے پاس پہنچا اشتر کا انتقال ہو گیا۔ کہا جاتا ہے کہ معاویہ کی سازش سے حاکم خراج قلزم نے اشتر کو زہر دیا تھا۔ طمع یہ دلائی گئی تھی کہ خراج معاف کر دیا جائے گا لیکن یہ دراز قیاس اور خلاف واقعہ روایت ہے۔

محمد بن بکر کا اظہار اطاعت: محمد بن ابی بکر کو بھی اشتر کا حاکم مصر ہو کر آنا شاق گزرا تھا اور اس وجہ سے ذرا کشیدہ ہو گئے تھے جب اشتر کے انتقال کی خبر امیر المومنین علیؓ کو پہنچی تو آپ نے انا للہ پڑھ کر اس کے حق میں دعائے مغفرت کی اور محمد بن ابی بکر کو معذرت کا خط لکھا کہ میں نے اشتر کو حاکم مصر اس وجہ سے نہیں مقرر کیا تھا کہ تمہاری طرف سے مجھے کچھ بدظنی تھی بلکہ اس کی سیاست دانی اور کارآزمودہ ہونے کی وجہ سے میں نے مصر کی گورنری دی تھی لیکن اتفاق سے اس نے سفر آخرت اختیار کیا۔ ہم اس سے بے حد خوش تھے اللہ تعالیٰ بھی اس سے راضی ہو اور اس کو ثواب دو چند عطا کرے تم کو لازم ہے کہ تم دشمنوں کے مقابلہ پر صبر و تحمل سے کام لو اور ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف حکمت و نصیحت نیک سے بلاؤ اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کرو اور اس سے مدد کے خواہاں رہو۔ وہ تمہارے اہم امور میں مددگار اور جس کا ہم نے تم کو والی بنایا ہے اس کا معین ہو گا۔ محمد بن ابی بکر نے جواب لکھا کہ میں آپ کے حکم کا مطیع اور آپ کی رائے کا پابند ہوں اور جو شخص آپ کا مخالف ہو گا اس سے جنگ کرنے کو تیار ہوں۔

مصر فتح کرنے کا منصوبہ: قصہ مختصر جب حکمین نے فیصلہ کر دیا اہل عراق امیر المومنین حضرت علیؓ کے مخالف ہو گئے اور اہل شام نے خلافت معاویہ کی بیعت کر لی تو معاویہ نے مصر کو اس کی زرخیزی اور سرسبزی کی وجہ سے اپنے ممالک محروسہ میں داخل کرنے کا قصد کیا۔ مشورہ کی غرض سے ابوالاعور السلمی' حبیب بن سلمہ' بشر ابن ضحاک بن قیس' عبدالرحمٰن بن خالد بن الولید اور شرجیل بن السمط کو بلایا عمرو بن العاص نے کہا کہ کسی کارآزمودہ شخص کو مصر پر فوج کشی کا حکم دے دو۔ معاویہ بولے'' مناسب یہ ہے کہ فوج کشی سے پہلے ہم خواہان عثمان بن عفان سے خط و کتابت کر کے اپنا ہم آہنگ بنائیں اور دشمنوں سے صلح

کا نامہ و پیام کریں لڑائی سے ڈرائیں۔ بعد ازاں میدان کارزار میں برسر جنگ آئیں''۔ پھر عمرو بن العاص سے مخاطب ہو کر کہا ''اے ابن العاص! تمہاری عجلت میں اللہ تعالیٰ برکت دیتا ہے بہتر ہوگا کہ تم مصر کا رخ کرو''۔ عمرو بن العاص نے جواب دیا ''تمہارے نزدیک جو مناسب ہو کرو لیکن میرا خیال ہے کہ مصر پر بغیر جنگ قبضہ حاصل نہ ہوگا۔

عمرو بن العاصؓ کی روانگی: جلسہ برخاست ہونے کے بعد معاویہ نے معاویہ بن خدیج اور مسلمہ بن مخلد کو خط لکھا امیر المومنین علیؓ کی مخالفت کرنے پر شکر گزاری ظاہر کی۔ ان کو امیر المومنین کی مخالفت پر ابھارا اور امیر المومنین عثمانؓ بن عفان کے معاوضہ خون طلب کرنے پر قائم رہنے کی تاکید کی' معاویہ اور مسلمہ خط پا کر بہت خوش ہوئے معاویہ سے مدد طلب کی۔ معاویہ نے اپنے ارباب شوریٰ کو جمع کیا۔ لوگوں نے عمرو بن العاص کی طرف اشارہ کیا چنانچہ معاویہ نے عمرو بن العاصؓ کو چھ ہزار کی جمعیت سے مصر روانہ کیا اور روانگی کے وقت ترک عجلت اور آسانی اختیار کرنے کی ہدایت کی۔

جنگ کا آغاز: عمرو بن العاص لشکر شام لئے ہوئے مصر کے قریب پہنچ کر ایک میدان میں مقیم ہوئے۔ ہوا خواہان عثمانؓ آ کر جمع ہو گئے۔ عمرو بن العاص نے اپنا خط معاویہ کے ساتھ محمد بن ابی بکر کے پاس بھیجا اپنے آنے اور سخت جنگ کی دھمکی دی۔ محمد بن ابی بکر نے ایک عرض داشت کے ساتھ ان دونوں خطوں کو دربار خلافت میں بھیج دیا۔ امیر المومنین علیؓ نے لشکر و امداد بھیجنے کا وعدہ کیا اور نہایت استقلال وصبر سے لڑائی شروع کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ محمد بن ابی بکر نے میدان لیا۔ دو ہزار کی جمعیت کنانہ بن بشر کو حملہ کرنے کا حکم دیا۔ معاویہ بن خدیج نے عمرو بن خدیج کو بسر افسری سواران شام کنانہ کے روک تھام کو بھیجا۔

کنانہ اور محمد بن ابی بکر کا انجام: سواران شام نے کنانہ کو چاروں طرف سے گھیر لیا جنگ شروع ہو گئی۔ کنانہ گھبرا کر پیادہ پا ہو کر لڑنے لگا اور لڑتے لڑتے کام آ گیا یہ خبر محمد بن ابی بکر تک پہنچی ان کے ہمراہی لشکر شام کے خوف سے علیحدہ ہو گئے۔ محمد بن ابی بکر میدان جنگ سے بھاگ کر ایک ویران کھنڈر میں جا چھپے۔ ابن خدیج نے پہنچ کر گرفتار کر لیا اور پابہ زنجیر فسطاط لائے۔ عبدالرحمٰن بن ابی بکر نے اپنے بھائی کی سفارش کی لیکن عمرو بن العاص نے سماعت نہ کی۔ محمد بن ابی بکر نے پانی مانگا۔ ابن خدیج نے اس بدلے میں کہ امیر المومنین عثمانؓ کو محمد اور ان کے ہمراہیوں نے پانی نہیں دیا تھا ان کو بھی پانی نہ دیا اور ایک مردار گدھے کی کھال میں بھر کر جلا دیا۔ بعض کا بیان ہے کہ جس وقت محمد بن ابی بکر کو شکست ہوئی اور حبلہ بن مسروق کے مکان میں جا چھپے۔ معاویہ بن خدیج نے مع اپنے ہمراہیوں کے پہنچ کر محاصرہ کر لیا۔ محمد بن ابی بکر جوش مردانگی میں مکان سے نکل کر میدان میں آئے اور لڑ کر راہ آخرت اختیار کی۔

مالک بن کعب کی شام کو روانگی اور واپسی: آپ اوپر پڑھ آئے ہیں کہ امیر المومنین علیؓ نے محمد بن ابی بکر کو جنگ کرنے کو لکھا تھا اور امداد بھیجنے کا وعدہ کیا تھا۔ چنانچہ جناب موصوف نے لوگوں کو جمع کر کے خطبہ دیا۔ لوگوں کو اہل شام کی جنگ پر ابھارا اور یہ ارشاد کیا کہ ہم کل صبح جرعہ کی طرف روانہ ہوں گے تم لوگ بھی وہیں آ جانا۔ چنانچہ آپ کوفہ سے صبح کو جرعہ روانہ ہوئے دوپہر کے وقت پہنچے قیام کیا۔ شام تک انتظار کرتے رہے مگر ایک شخص بھی نہ آیا۔ بعد غروب آفتاب واپس آئے۔

شرفاء کو جمع کر کے نصیحت و فصیحت کی۔ معاویہ کی لڑائی پر دوبارہ ابھارا۔ مالک بن کعب الارجبی نے دو ہزار آدمیوں کو تیار کر کے کہا ''ہم آپ کے دشمنوں سے لڑنے کو تیار ہیں'' امیر المومنین علی نے فرمایا اچھا جاؤ۔ لیکن مجھے امید نہیں کہ تم محمد بن ابی بکر کی مدد پر پہنچ سکو گے۔ مالک بن کعب نے تھوڑا ہی راستہ طے کیا ہوگا کہ حجاج بن عرفہ انصاری سے ملاقات ہوگئی (یہ مصر سے آ رہے تھے) انہوں نے محمد کے مارے جانے کا واقعہ بتلایا۔ اس کے بعد عبدالرحمٰن ابن شبت فزاری جناب امیر کی خدمت میں حاضر ہوئے جو شام کی مخبری کی خدمت پر مامور تھے انہوں نے محمد کے قتل اور عمرو بن العاص کے مصر پر قبضہ کرنے کے مفصل واقعات بتلائے۔ امیر المومنین علیؓ کو سخت صدمہ ہوا اور آپ نے اسی وقت مالک بن کعب کو مع لشکر جو مصر کو جا رہا تھا واپس بلا لیا۔ بعد ازاں لوگوں کو جمع کر کے خطبہ دیا مصر کی سرگزشت بیان کی اور ان کو سستی و غفلت پر ملامت کرتے ہوئے ارشاد کیا کہ یہ تمہاری غفلت و کاہلی کا نتیجہ تھا کہ مصر ہاتھ سے جاتا رہا (یہ واقعہ ۳۸ھ کا ہے)۔

ابن حضرمی کی بصرہ میں آمد: فتح مصر کے بعد معاویہ نے عبداللہ بن الحضرمی کو بصرہ روانہ کیا اور یہ ہدایت کی کہ ازدکی تالیف قلوب کرنا۔ ربیعہ سے علیحدہ رہنا اس وجہ سے کہ وہ علی ابن ابی طالبؓ کے طرفدار و ہوا خواہ ہیں اہل بصرہ بوجہ واقعہ جمل امیر المومنین علیؓ سے کشیدہ خاطر تھے اور وہ بھی معاویہ کی طرح عثمان بن عفانؓ کے خون کا معاوضہ طلب کر رہے تھے۔ ابن حضرمی معاویہ سے رخصت ہو کر بصرہ پہنچے بنی تمیم میں فروکش ہوئے ان دنوں ابن عباس بصرہ کی گورنری پر تھے۔ لیکن زیاد کو اپنا نائب بنا کر کسی ضرورت سے امیر المومنین علیؓ کے پاس چلے گئے تھے ابن حضرمی کے آنے کی خبر سن کر کل ہوا خواہان عثمان بن عفان آ کر جمع ہو گئے۔ ابن حضرمی نے بعد حمد و نعت کے لوگوں کو خون عثمان کا معاوضہ طلب کرنے پر ابھارنے لگے۔ ضحاک بن قیس ہلالی نے قطع کلام کر کے کہا ''اللہ تجھ سے سمجھے! تو یہ کیا کہہ رہا ہے کیا تو ہم کو اتفاق کے بعد تفریق جماعت اور موت کی طرف بلاتا ہے تا کہ معاویہ امیر ہو''۔ عبداللہ بن حازم اسلمی نے ترش رو ہو کر ضحاک سے کہا چپ ہو جا! تو اس کے کہنے کے لائق نہیں ہے۔ پھر ابن الحضرمی سے مخاطب ہو کر کہا ''ہم تمہارے معین و مددگار ہیں تمہارا قول قابل قبول و عمل ہے تم بے خوف و خطر معاویہ کا خط پڑھو''۔ اس پر ابن الحضرمی نے معاویہ کا خط نکال کر پڑھنا شروع کیا۔ جس میں عثمان بن عفان کے فضائل اور ان کے انتظامات کی خوبیاں لکھی تھیں اور اہل بصرہ کو خون عثمان کے معاوضہ طلب کرنے پر ابھارا تھا اور ان کو وظائف بڑھانے کی لالچ دی تھی''۔ ابن الحضرمی جب خط پڑھ چکے تو احنف بن قیس نے کھڑے ہو کر کہا ''میں اس رائے سے اختلاف کرتا ہوں''۔ عمرو بن مرحوم چلا اٹھے ''اے لوگو! جماعت سے علیحدہ نہ ہو امیر المومنین علیؓ کی بیعت نہ توڑو۔ عباس بن حجر بولے میں ابن الحضرمی کا معین و مددگار رہوں۔ مثنی بن مخرمہ نے ابن الحضرمی کو مخاطب کر کے کہا تم ابن حجر کی پشت پناہی پر نازاں نہ ہو' بہتر ہے جہاں سے آئے ہو واپس جاؤ' ابن الحضرمی نے صبرہ بن ازدی سے خطاب کر کے کہا'' کیا تم میری مدد نہ کرو گے جواب دیا اگر تم میرے یہاں نزدیک آ جاؤ گے تو میں ضرور مدد کروں گا۔

ابن حضرمی کا انجام: زیاد نے (جو ابن عباس کی نیابت میں امیر بصرہ تھا) یہ رنگ ڈھنگ دیکھ کر فتنہ ہونے سے ڈرایا حصین بن المنذر' مالک بن مسمع اور سرداران بکر بن وائل کو بلا کر ابن الحضرمی کے آنے اور جلسہ عام کرنے کا ماجرا بیان کیا اور

ابن الحضرمی کو تاصدورِ حکم امیر المومنین اس فعل سے باز رکھنے کو کہا۔ حصین نے اس امر کو منظور کر لیا لیکن مالک بن مسمع نے حیلہ و حوالہ سے ٹالنا چاہا اس وجہ سے کہ اس کا میلان طبع بنی امیہ کی طرف تھا۔ زیاد نے گھبرا کر صبرہ بن شیمان کے پاس کہلا بھیجا کہ مجھ کو اور بیت المال کو اپنے امان میں لے لو۔ صبرہ نے کہا ''بہتر! بشرطیکہ تم اس کو میرے گھر اٹھا لاؤ'' زیاد نے بیت المال اور منبر صبرہ کے گھر لے جا کر رکھا اور اسی کی قوم کی مسجد میں جمعہ پڑھنے لگے اور تالیف قلوب کر کے انہیں لوگوں سے ایک لشکر مرتب کر لیا اور اس کی اطلاع امیر المومنین علیؓ کو بھیج دی۔ آپ نے اعین بن صبیعہ کو یہ ہدایت کر کے روانہ کیا کہ جس طرح ممکن ہو تمیم اور ابن الحضرمی میں نفاق ڈال دو اور جو شخص اس کی مخالفت کرے اس سے بے تامل لڑو غرض اعین بن صبیعہ نے بصرہ پہنچ کر تمیم کو ابن الحضرمی سے علیحدہ کرنے کی کوشش کی ابن الحضرمی کے ہمراہی مخالف ہو گئے ایک دن یا دو دن لڑائی ہوتی رہی ابن الحضرمی کو شکست ہوئی بعض لوگوں نے مکروفریب سے بلا کر مار ڈالا بیان کیا جاتا ہے کہ ابن الحضرمی کو خوارج نے قتل کیا تھا۔

زیاد کا فارس کی امامت پر تقرر: جس وقت ابن الحضرمی بصرہ میں مارے گئے اور امیر المومنین کی بابت لوگوں میں اختلاف بدستور قائم رہا تو اہل عجم نے (۳۹ھ) میں اپنے گورنر سہیل بن حنیف کو نکال دیا۔ امیر المومنین علیؓ نے لوگوں سے مشورہ کیا جاریہ بن قدامہ نے گزارش کی ''زیاد کو فارس کا عامل بنا کر بھیجئے''۔ آپ نے اس سے اتفاق کر کے ابن عباس کو حکم دیا کہ بسرکردگی ایک لشکر عظیم زیاد کو فارس کی طرف روانہ کرو۔ چنانچہ زیاد ایک لشکر جرار لے کر فارس کی طرف بڑھا۔ ایرانیوں میں سے بعض نے مقابلہ کیا کچھ لوگ مارے گئے کچھ بھاگ گئے جو باقی رہے انہوں نے اطاعت قبول کر لی بعد ازاں زیاد نے کرمان کا قصد کیا اور اس کو بھی بزور تیغ مطیع کیا اور ایرانیوں کے جوش کو جو دودھ کے ابال کی طرح اٹھا تھا اپنی آبدار تیغ سے بجھا کر اصطخر میں آ کر قلعہ موسومہ زیاد میں قیام پذیر ہوا۔

حضرت علیؓ سے حضرت ابن عباس کی علیحدگی: ۴۰ھ میں عبداللہ بن عباسؓ امیر المومنین علیؓ سے ناراض ہو گئے۔ علیحدہ ہو کر مکہ چلے گئے یہ ناگوار واقعہ اس طرح پیش آیا کہ ایک روز عبداللہ بن عباس ابوالاسود کی طرف سے ہو کر گزرے اور کسی امر پر ناراض ہو کر جھڑک دیا۔ ابوالاسود نے امیر المومنین علیؓ کو شکایت لکھی کہ عبداللہ بن عباسؓ نے جو مال ان کے قبضہ میں تھا بلا اطلاع و اجازت دربار خلافت صرف کر ڈالا ہے۔ امیر المومنین علیؓ نے ابوالاسود کو شکریہ کا خط لکھا اور ابن عباس کو لکھا ''مجھ سے شکایت کی گئی ہے کہ تم نے بیت المال کا روپیہ خرچ کر ڈالا ہے میں نے شکایت کنندہ کا نام بخوف فتنہ ابھی ظاہر نہیں کیا تم یہ دیکھو کہ یہ واقعہ کہاں تک صحیح ہے''۔ ابن عباس نے جواب لکھا کہ ''جو خبر آپ کو پہنچی ہے وہ محض غلط اور بے بنیاد ہے میں نے جس مال کو صرف کیا ہے اس کا میں مالک و محافظ ہوں''۔ امیر المومنین علیؓ نے دوبارہ لکھا کہ اچھا تم یہ بتاؤ کہ تم نے کیا پایا اور کیسے پایا اور کہاں سے پایا اور کہاں رکھا ہے''۔ ابن عباس نے جواب بھیجا ''میں آپ کے مطلب کو سمجھ گیا میں ایسی گورنری نہیں کرنا چاہتا جس کو آپ مناسب سمجھئے بھیج دیجئے اور یہ مال جو میں نے صرف کیا ہے وہ میرا ہے اور مجھے اس کے خرچ کرنے کا حق حاصل ہے''۔ ابن عباس یہ جواب لکھ کر مع مال و اسباب مکہ روانہ ہو گئے اہل بصرہ نے مال چھیننے کی غرض سے تعاقب کیا' قیس نے للکار کر کہا ''ابن عباس تک کوئی نہ پہنچ سکے گا جب تک ہم میں ایک آنکھ بھی دیکھنے والی باقی رہے گی' صبرہ

بن شیمان نے اپنی قوم سے کہا کہ قیس ہمارے بھائی ہی اور ان کا پاس ولحاظ مال کے لینے سے بہتر ہے۔ آؤ ہم لوگ بصرہ لوٹ چلیں، صبرہ و شیمان کے واپس ہوتے ہی بکر اور عبدالقیس بھی واپس ہوئے بنو تمیم کے چند لوگوں نے تعرض کیا دو دو چار چار ہاتھ چلے۔ لیکن احنف نے درمیان میں پڑ کر لڑائی بند کرادی اور ان کو ہمراہ بصرہ واپس لایا۔

حضرت علیؓ کی شہادت ۴۰ھ: میں ۱۷ یا ۱۱ رمضان المبارک یا ربیع الثانی میں امیر المومنین علیؓ شہید کر دیئے گئے۔ روایت اول بہ نسبت پچھلی روایتوں کے صحیح ہے امیر المومنین حضرت علیؓ کے شہید کئے جانے کا سبب یہ ہوا کہ جنگ نہروان کے بقیۃ السیف خوارج عبداللہ بن ملجم مرادی، برک بن عبداللہ تمیمی (اس کو حجاج بھی کہتے تھے) اور عمرو بن اکر تمیمی سعدی حجاز میں ایک مقام پر اکٹھا ہو کر عظماء اور امراء اسلام کے معایب بیان کرنے لگے، نہروان کے مقتولوں پر افسوس ظاہر کیا۔ بہت دیر تک خاموش اور مغموم بیٹھے رہے پھر ان میں سے ایک نے مہر سکوت توڑ کر کہا ''کاش ہم لوگ اپنی جانوں پر کھیل کا آئمۃ الضلال (سرداران گمراہی) کو مار ڈالتے تو بہت اچھا ہوتا۔ مسلمان ان کے ظلم کے ہاتھوں سے نجات پا جاتے'' ابن ملجم (یہ مصر کا رہنے والا تھا) بولا ''میں علیؓ کے لئے کافی ہوں'' برک نے کہا ''میں معاویہ کا کام تمام کروں گا'' عمرو بن بکر تمیمی نے عمرو بن العاص کے قتل کا بیڑا اٹھایا اس کے بعد سب نے یہ عہد و پیمان کیا کہ جب تک ہر شخص آئمۃ الضلال کو نہ مار لے واپس نہ آئے یا وہیں مر جائے اور یہ کام ۱۷ تاریخ رمضان المبارک کو نماز فجر کے وقت انجام دیا جائے۔

ابن ملجم اور شبیب بن شجرہ: چنانچہ اس اقرار و عہد کے مطابق ابن ملجم کوفہ آیا اپنے دوستوں سے ملا۔ لیکن اپنے راز کو کسی پر ظاہر نہ کیا پھر شبیب بن شجرہ اشجعی کے پاس گیا اپنے قصد سے واقف کیا۔ اعانت کی درخواست کی۔ شبیب نے کہا ''تیری ماں مر جائے! تو کیسے ان کو شہید کرنے پر قادر ہوگا''۔ ابن ملجم نے جواب دیا نماز فجر کے قبل میں مسجد میں چھپ کر بیٹھ جاؤں گا جس وقت وہ (امیر المومنین علیؓ) مسجد میں آئیں گے میں فوراً حملہ کر دوں گا پس اگر میں نے ان کو مار ڈالا اور بچ کر نکل گیا تو فبہا ورنہ شہادت نصیب ہوگی۔ لوگ ان کے ظلم سے نجات پا جائیں گے شبیب نے کہا تف ہو تجھ پر تو ایسے شخص کو مارنے آیا ہے جو سابق الاسلام اور سب لوگوں سے افضل ہے ابن ملجم نے جواب دیا کیا خوب! انہوں نے جنگ نہروان میں نیک بندوں کو قتل نہیں کیا؟ شبیب نے کہا ''ہاں'' پھر ابن ملجم نے کہا ہم اس کو انہیں مقتولوں کے عوض قتل کیا چاہتے ہیں۔ شبیب ان فقروں میں آ گیا اور اس کا ہم آہنگ بن گیا۔

اس واقعہ کے بعد ابن ملجم کی نظر ایک حسین عورت پر پڑی۔ جو قبیلہ تیم رباب کی تھی جس کے باپ بھائی جنگ نہروان میں مارے گئے تھے۔ ابن ملجم اس کو دیکھ کر فریفتہ ہو گیا۔ نکاح کا پیام دیا عورت نے اس شرط سے منظور کیا کہ ایک غلام اور ایک لونڈی مہر میں دو اور امیر المومنین علیؓ کو شہید کر ڈالو۔ ابن ملجم نے کہا ''علیؓ کا قتل کرنا تو کچھ مشکل نہیں ہے میں اسی غرض سے آیا ہوں البتہ پہلی دو شرطوں میں مجھے کلام ہے اور وہ شاید مجھ سے ادا نہ ہو سکیں۔ عورت نے کہا بہتر! تم اسی شرط کو پورا کرو اگر تم اس میں کامیاب ہو گئے تو کافی ہے اور میں تمہارے ساتھ ایسے شخص کو مقرر کرتی ہوں جو تمہاری مدد کرے گا یہ کہہ کر اس نے اپنے قبیلہ سے ایک شخص وردان نامی کو ابن ملجم کے ہمراہ متعین کیا جب وہ شب آئی جس میں ابن ملجم نے اپنے

ہمراہیوں سے امیر المومنین علیؓ کے شہید کرنے کا اقرار کیا تھا اور یہ رات جمعے کی تھی تو ابن ملجم مع شبیب اور دردان مسجد میں آیا۔ دروازے کے قریب چھپ کر بیٹھا جس طرف سے امیر المومنین علیؓ مسجد میں آتے تھے۔

حضرت علیؓ پر حملہ: تھوڑی دیر کے بعد امیر المومنین علیؓ تشریف لائے' بلند آواز سے فرمایا: ایھا الناس الصلوۃ الصلوۃ. شبیب نے لپک کر تلوار چلائی آپ آگے بڑھ گئے تھے دروازے پر پڑی۔ ابن ملجم نے بڑھ کر پیشانی پر تلوار کا وار کیا اور چلا کر کہا: الحکم للہ لا لک یا علی و لا صحابک. دردان بھاگ کر اپنے مکان میں آیا اور اپنے بعض احباب سے اس واقعہ کو بیان کیا انہوں نے اس کو مار ڈالا۔ شبیب اسی تاریکی میں بھاگا ہوا چلا جاتا تھا لوگوں نے دوڑو' پکڑو چلانا شروع کیا ایک حضری شخص نے پہنچ کر شبیب کی تلوار چھین لی اور اس کو گرفتار کر لیا۔ پھر لوگوں کو آتے ہوئے دیکھ کر اس خوف سے کہ مجھ ہی کو قاتل نہ سمجھ لیں چھوڑ دیا۔ شبیب موقع پا کر بھاگ گیا اور لوگوں نے ابن ملجم کو گرفتار کر لیا۔

حضرت علیؓ کی وصیت: امیر المومنین علیؓ نے زخمی ہونے کے بعد جعدہ بن ہبیرہ (اپنی ہمشیرہ ام ہانی کے لڑکے) کو نماز پڑھانے پر مامور کیا جعدہ نے نماز پڑھائی۔ آپؓ کو گھر اٹھا کر لائے اب اس وقت آفتاب نکل آیا تھا ابن ملجم مشکیں بندھی ہوئی پیش کیا گیا۔ آپ نے ارشاد کیا ''اے اللہ کے دشمن! تجھ کو کس چیز نے میرے قتل پر آمادہ کیا؟'' ابن ملجم نے عرض کی میں نے اس تلوار کو چالیس روز تک تیز کیا تھا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ اس سے وہ شخص مارا جائے جو شر خلق ہے۔ آپ نے فرمایا میں دیکھتا ہوں کہ تو بھی اسی سے مارا جائے گا۔ پھر حاضرین سے مخاطب ہو کر کہا اگر میں اس زخم سے مر جاؤں تو تم بھی اس کو مار ڈالنا جیسا کہ اس نے مجھے مارا ہے اور اگر میں بچ گیا تو میں جیسا مناسب سمجھوں گا کروں گا۔ اے بنی عبد المطلب! مسلمانوں کی خونریزی کی ترغیب لوگوں کو نہ دینا اور یہ حیلہ نہ اٹھانا کہ امیر المومنین مارے گئے ہیں بلکہ سوائے قاتل کے اور کسی کو نہ مارنا' اے حسنؓ اگر میں اس زخم سے مر جاؤں تو تم بھی اسی کی تلوار سے ایسا ہی ایک ہی وار مارنا' مثلہ ہرگز نہ کرنا کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے: ایاکم و المثلۃ. ام کلثوم بنت امیر المومنین حضرت علیؓ نے ابن ملجم سے خطاب کر کے کہا ''اے عدو اللہ! میرے باپ کو تو نے شہید کیا ہے ان کا کوئی نقصان نہیں ہے اللہ تعالیٰ تجھے قیامت میں رسوا کرے گا۔ ابن ملجم نے جواب دیا ''پھر کیوں روتی ہو واللہ میں نے یہ تلوار ایک ہزار میں خریدی تھی اور چالیس روز تک برابر سان رکھتا رہا ہوں اگر اہل شہر پر یہ وار پڑ جاتا تو ان میں سے ایک بھی باقی نہ رہتا۔

حضرت امام حسنؓ کی خلافت کا مسئلہ: اس عرصہ میں جندب بن عبد اللہ آ گئے اور انہوں نے امیر المومنین علیؓ سے دریافت کیا ''اگر آپ ہم سے جدا ہو جائیں تو کیا ہم حسنؓ کی بیعت کریں گے؟ ارشاد کیا نہ میں یہ حکم دیتا ہوں اور نہ اس کو منع کرتا ہوں تم خود سمجھ دار ہو پھر حسنؓ و حسینؓ کو طلب کر کے فرمایا ''میں تم کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں تم لوگ دنیا میں مبتلا نہ ہونا' گو وہ تم کو مبتلا کرنا چاہے اور دنیا کی کسی چیز کے حاصل نہ ہونے پر افسوس نہ کرنا' ہمیشہ حق کہنا' یتیم پر رحم کرنا بیکسوں کی مدد کرنا' ظالم کے دشمن رہنا اور مظلوم کے معین و مددگار' کتاب اللہ پر عمل کرنا اور اللہ تعالیٰ کے حکموں میں ملامت کرنے والوں کی ملامت سے نہ ڈرنا''۔ پھر محمد بن الحنیفہ سے مخاطب ہوئے ''میں تم کو بھی انہیں باتوں کی وصیت کرتا ہوں

اور ان دونوں بھائیوں کی تعظیم کرنے کی ہدایت کرتا ہوں ان کا حق تم پر زیادہ ہے کوئی امر ان کے خلاف مرضی نہ کرنا'' اس کے بعد حسنؓ و حسینؓ کو ابن الحنفیہ کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی وصیت کی پھر حسنؓ کو تھوڑی دیر سمجھاتے رہے۔ جب وقت وفات قریب آیا تو ایک عام وصیت تحریر کی اور پھر سوائے لا الہ الا اللہ کے دوسرا کلمہ زبان سے نہ نکلا یہاں تک کہ انتقال فرمایا انا للّٰہ و انا الیہ راجعون.

ابن ملجم کا قتل: امیر المومنین حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد ابن ملجم حسنؓ ابن علی کے روبرو پیش کیا گیا' عرض کی آپ کا کوئی حرج ہے اگر مجھے تھوڑے دنوں تک زندہ رکھیں؟ میں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا تھا کہ معاویہؓ اور علیؓ کو مار ڈالوں گا چنانچہ علیؓ کا میں نے کام تمام کر دیا۔ اب معاویہ باقی رہ گیا ہے' تم مجھے اتنی مہلت دو کہ میں اپنا وعدہ پورا کر لوں پس اگر میں نے اس کو مار ڈالا اور زندہ بچ گیا تو میں اللہ تعالیٰ کو شاہد کر کے کہتا ہوں کہ تمہارے پاس چلا آؤں گا۔ حسن نے کہا نہیں واللہ تو اب دوزخ کی سیر کرے گا یہ کہہ کر آپ نے اس کو آگے بڑھایا اور ایک ہی وار سے کام تمام کر دیا۔

امیر معاویہؓ پر حملہ: ابن ملجم کا دوسرا ساتھی برک بن عبداللہ تھا جو معاویہؓ کے قتل کا بیڑا اٹھا کر شام گیا تھا۔ اس نے اسی شب کو فجر کے وقت معاویہ پر حملہ کیا۔ لیکن اتفاق سے زخم کاری نہ پڑا۔ زیریں جسم پر معمولی سا زخم آیا پلٹ کر برک کو گرفتار کر لیا۔ برک نے خوفزدہ ہو کر کہا میں تم کو ایک خوشخبری سنانا چاہتا ہوں اگر تم اس کے عوض مجھ کو کچھ فائدہ پہنچاؤ (مطلب یہ تھا کہ رہا کر دو) اور وہ یہ ہے کہ آج ہی شب کو میرے ایک بھائی نے علیؓ کو مار ڈالا' معاویہؓ نے متعجب ہو کر کہا شاید وہ اس امر پر قادر نہ ہو گا۔ برک نے جواب دیا یہ غیر ممکن ہے' علیؓ کے ساتھ کوئی محافظ نہیں رہتا۔

برک بن عبداللہ کا انجام: اس سلسلہ کلام کے تمام ہوتے ہی معاویہ کے حکم سے برک قتل کر دیا گیا۔ بعض کا یہ بیان ہے کہ معاویہ نے برک کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالے تھے اور یہ زیاد کے زمانے تک زندہ رہا تھا اور زیاد نے اس کو بصرے میں قتل کیا ہے غرض معالجے کے لئے طبیب حاضر ہوا۔ اس نے زخم کی صورت دیکھ کر کہا ''اس کا علاج دو ہی صورت سے ہو سکتا ہے یا تو داغ دیا جائے یا دوا پینا اختیار کیجئے۔ مگر آئندہ اس سے سلسلہ توالد و تناسل منقطع ہو جائے گا''۔ معاویہ نے کہا ''میری آنکھیں یزید اور عبداللہ کو دیکھ کر ٹھنڈی ہو جائیں گی۔ لیکن آگ کا داغ برداشت نہ ہو گا تم مجھے دوا دو۔ اس واقعہ کے بعد معاویہ نے دربان رکھے' باڈی گارڈ مقرر کیا' پولیس کا پہرہ نماز کی حالت میں رہنے لگا۔ یوں بھی بیان کیا جاتا ہے کہ ایک یمانی شخص نے کسی وجہ سے مروان بن الحکم کو نیزہ مارا تھا۔ اس وجہ سے سب سے پہلے مروان نے ۴۴ھ میں دربان اور باڈی گارڈ مقرر کیا تھا۔

عمرو بن بکر کا قتل: تیسرا رفیق ابن ملجم کا عمرو بن بکر تھا اسی شب میں یہ بھی عمرو بن العاص کے قتل کرنے کو چھپ کر بیٹھا' اتفاق یہ کہ اس رات کو علالت کی وجہ سے عمرو بن العاص نماز پڑھنے مسجد میں نہ آئے اپنے ایک فوجی افسر خارجہ بن ابی حبیبہ بن لوی کو نماز پڑھانے کے لئے بھیج دیا۔ عمرو بن بکر نے اس غریب پر عمرو بن العاص کے شبہ میں تلوار چلائی اور ایک ہی وار میں کام تمام کر دیا۔ لوگ اس کو عمرو بن العاص کے پاس گرفتار کر کے لائے دریافت کیا کون مارا گیا؟ لوگوں نے کہا ''خارجہ!''

اس پر عمرو بن بکر چونک کر بولا ''افسوس میں نے تمہارے شبہ میں اس کو مارا'' عمرو بن العاص نے کہا ''تو نے عمرو کے مارنے کا قصد کیا اور اللہ تعالیٰ نے خارجہ کے قتل کا کہہ کر اس کے قتل کا حکم دے دیا۔

عمال: امیر المومنین علیؓ کی شہادت کے وقت آپ کے عمال اس تفصیل سے تھے بصرے میں عبداللہ بن عباس (ان کی علیحدگی کے بعد دوسرے کی تقرری کی نوبت نہیں آئی تھی) اور یان کے عہدہ قضاء پر ابوالاسد الدولی' فارس میں زیاد بن سمیہ' یمن بن عبیداللہ بن عباس (جب تک بصرین ارطا کا واقعہ پیش نہیں آیا) طائف میں قثم بن عباس' مدینہ میں ابوایوب انصاری یا سہیل بن حنیف رضی اللہ عنہم۔

تذکرہ حضرت علیؓ: حلیہ ونسب' گندمی رنگ' چھوٹا قد' آنکھیں بڑی' ہنس مکھ' خوبصورت تھے' سینہ پر بکثرت بال' گھنی ڈاڑھی' بازو اور پنڈلیاں پر گوشت' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے علی مرتضیٰ نسبتاً نہایت تھے اور ان سے زیادہ خلفاء راشدین میں سے کوئی قریب نہیں تھا دوسری ہی پشت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتے ہیں۔ یہ بیٹے ہیں ابو طالب کے جن کا نام عبد مناف تھا اور عبد مناف' عبدالمطلب بن ہاشم کے بیٹے تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا تھے۔ جیسا کہ علی مرتضیٰ باپ کی جانب سے ہاشمی تھے ویسے ہی ماں کی طرف سے بھی ان کا نام فاطمہ تھا۔ یہ بیٹی تھیں اسد بن ہاشم کی۔ یہ پہلے خلیفہ ہیں جن کے ماں اور باپ دونوں ہاشمی تھے۔ آپ سابقین الاسلام سے ہیں' جیسا بوڑھوں میں سب سے پہلے ابوبکر صدیقؓ ایمان لائے' عورتوں میں ام المومنین خدیجہؓ ویسا ہی تو عمروں میں آپ' شب ہجرت میں آپ ہی خواب گاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بجائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوئے تھے' مشرکین مکہ کو سورہ برائت کے سنانے پر آپ ہی مامور ہوئے تھے' زیور علم سے آراستہ تھے اور لباس تقویٰ سے پیراستہ' سخاوت وشجاعت کا مادہ گھٹی میں پڑا ہوا تھا' اگر اندرونی خمصات نہ پیش آ جاتے تو آپ ایک عالم کو علیٰ منہاج النبوت[1] چلاتے۔

عہد خلافت: مؤرخوں کا بیان ہے کہ امیر المومنین علیؓ کا زمانہ خلافت تین مہینے کم پانچ برس رہا اور یہ کل زمانہ خانہ جنگیوں اور اندرونی نزاعات اور فسادات کے رفع وفرو کرنے میں صرف ہو گیا۔ ترسٹھ برس کی عمر پائی بعض کا قول ہے کہ آپ نے انسٹھ مراحل عمر کے طے فرمائے' کوئی کہتا ہے کہ اٹھاون برس کی عمر میں آپؓ شہید کئے گئے۔ علاوہ اس کے لوگوں نے مختلف روایتیں کی ہیں' لیکن روایت اول صحیح ہے۔ شہید ہونے کے بعد حسنؓ حسین اور عبداللہ بن جعفر (رضی اللہ عنہم) نے نہلایا۔ تین کپڑوں میں کفنایا اور آپ کے خلف اکبر امام حسنؓ نے نماز پڑھائی۔ مسجد کے قریب دفن کئے گئے اور بعض کا بیان ہے کہ قصر میں مدفون کئے گئے۔

ازواج واولاد: سب سے پہلے جس سے آپ نے نکاح کیا وہ فاطمہؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھیں ان کے بطن سے چار اولادیں ہوئیں' دو لڑکے حسنؓ وحسینؓ اور دو لڑکیاں زینب الکبریٰ اور ام کلثوم' فاطمہ زہرہؓ کی وفات کے بعد ام البنین بنت حرام کلابیہ سے عقد کیا جس سے چار لڑکے' عباس' جعفر' عبداللہ اور عثمان پیدا ہوئے جو معرکہ کربلا میں اپنے بھائی حسینؓ کے ساتھ شہید ہوئے۔ تیسری بیوی آپ کی لیلیٰ بنت مسعود بن خالد نہشلیہ تمیمہ تھیں دو لڑکے عبیداللہ اور ابوبکر ان کے بطن سے پیدا

[1] از تاریخ کامل ابن اثیر ص ۲۰۱' جلد سوم مطبوعہ مصر۔

ہوئے تھے۔ انہوں نے بھی معرکہ کربلا میں اپنے بھائی حسینؓ کے ساتھ شربت شہادت نوش کیا' چوتھی شادی آپ نے اسماء بنت عمیس خثعمیہ سے کی جس سے محمد ن الاصغر اور یحییٰ وجود میں آئے اور معرکہ کربلا میں شہید ہوئے۔ بعض نے کہا کہ انہیں کے بطن سے آپ کے لڑکے عون بھی پیدا ہوئے۔ واللہ اعلم۔ پانچواں عقد امامہ بنت ابی العاص بن الربیع بن عبدالعزیٰ بن عبدشمس سے کیا۔ ان کی ماں زینب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دختر تھیں ان سے محمد ن الاوسط پیدا ہوئے اور محمد ن الاکبر علی جن کو ابن الحنفیہ کہتے ہیں ان کی ماں کا نام خولہ بنت جعفر یہ قبیلہ حنیفہ سے تھیں اور صہبا بنت ربیعہ تغلبیہ سے حضرت علیؓ کے فرزند عمر اور دختر رقیہ پیدا ہوئیں۔ آپ کی آٹھویں بیوی کا نام سعد بنت عروہ بن مسعود ثقفیہ ہے جس سے ام الحسن' رملۃ الکبریٰ اور ام کلثوم پیدا ہوئی۔ نواں عقد آپ کا مخبۃ بنت امراء القیس بن عدی کلبیہ سے ہوا ان کے بطن سے صرف ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا لڑکپن میں انتقال ہو گیا تھا۔ علاوہ ان لڑکیوں کے اور بھی لڑکیاں تھیں جن کا نام نہیں بیان کیا گیا۔ غرض آپ کے کل چودہ لڑکے اور سترہ لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ لیکن نسلی سلسلہ میں صرف حسن' حسین محمد بن الحنفیہ' عباس بن کلابیہ اور عمرو بن التغلبیہ سے چلا۔ باقی کے اعقاب باقی نہ رہے یعنی ان سے سلسلہ نسل نہیں چلا۔

خلافت حسن ابن علی (رضی اللہ عنہما)

امام حسنؓ کی بیعت: امیر المومنین علیؓ کی شہادت کے بعد آپ کے ہوا خواہوں نے بالاتفاق حضرت حسنؓ ابن علی کے ہاتھ پر بیعت[1] کی' سب سے پہلے قیس ابن سعد نے بیعت کے لئے ہاتھ بڑھا کر کہا: ابسط یدک علی کتاب اللّٰہ و سنۃ رسولہ و قتال للمحدین۔ حسنؓ بن علی نے جواب دیا: علی کتاب اللّٰہ و سنۃ رسولہ و باتیان علی کل شرط۔ اس کے بعد اور لوگ بیعت کرنے لگے آپ فرماتے جاتے تھے تم لوگ میرے کہنے کو سنتے رہنا اور میری اطاعت کرنا' جس سے میں صلح کروں اس سے تم بھی صلح کرو اور جس سے میں جنگ کروں تم بھی اس سے لڑنا' ان فقروں سے لوگوں کو شبہ پیدا ہو گیا سرگوشیاں کرنے اور کہنے لگے یہ تمہارا امیر نہیں ہے اور نہ یہ جنگ کا قصد رکھتا ہے۔

امیر المومنین علیؓ کی شہادت کا حال امیر معاویہؓ کو معلوم ہوا تو انہوں نے اپنی خلافت کی بیعت اہل شام سے لی اور اسی روز امیر المومنین کا خطاب اختیار کیا۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ معاویہؓ نے بعد فیصلہ حکمین اپنی خلافت کی بیعت لی تھی شہادت کے چالیسویں روز اشعث بن قیس کندی بھی جو امیر المومنین علی کے رفیق تھے انتقال کر گئے اور ان کے بعد ہمراہیان معاویہؓ سے شرجیل بن السمط الکندی نے بھی وفات پائی۔

عراقی فوج کی غداری: شہادت سے چند روز پیشتر امیر المومنین علیؓ نے بقصد شام ایک لشکر مسلمانوں کا مرتب کیا تھا اور چالیس ہزار آدمیوں سے جنگ و موت کی بیعت لی تھی۔ لیکن اتفاق وقت سے لشکر کشی کی نوبت نہ آئی تھی کہ شہید ہو گئے پس جب لوگوں نے حسنؓ بن علی کے ہاتھ پر بیعت کی تو امیر معاویہ اہل شام کو لے کر کوفہ کی طرف بڑھے[2]۔ امام حسن بھی بقصد

---

[1] امام حسن مسند خلافت پر ۴۰ھ میں متمکن ہوئے از ابن اثیر

[2] یہ واقعہ ۴۱ھ کا ہے ابن اثیر

جلوگری کوفے سے نکلے ان کے مقدمۃ الجیش پر بارہ ہزار کی جمعیت سے قیس بن سعد اور بقول بعض مورخین عبداللہ بن عباس تھے اور ساقہ پر قیس مدائن پہنچے اور قیام کرنے کے ساتھ ہی مشہور ہو گیا کہ قیس بن سعد مارے گئے اس خبر کا مشہور ہونا تھا کہ لشکر میں ہیجانی کیفیت پیدا ہو گئی۔ ایک دوسرے سے الجھ گیا لوگ امام حسن کے خیمے کی طرف جھپٹے جو کچھ پایا لوٹ لیا۔ اندر گھسے تو اس بساط (بچھونا) اور چادر کو بھی چھین لیا جس پر آپ بیٹھے اور جس کو آپ اوڑھے ہوئے تھے۔ بعض نے ناعاقبت اندیشی سے آپ کی ران میں نیزہ بھی مارا۔ ربیعہ اور ہمدان آپ کی حمایت پر اٹھے اوباشوں کا مجمع منتشر ہو گیا آپ کو تخت پر اٹھا کر مدائن لائے قصر ابیض میں قیام کیا۔

خلافت سے دستبرداری: شوروغل فروع ہونے کے بعد امام حسنؓ نے لوگوں کی خودرائی اور نفاق کی وجہ سے امیر معاویہ کو لکھ بھیجا کہ میں خلافت وحکومت سے دست کش ہونا چاہتا ہوں بشرطیکہ مجھ کو جو کچھ کوفے کے بیت المال میں ہے دے دو (اس وقت بیت المال میں پانچ لاکھ دینار موجود تھے) اور دارالجبرو (مضافات فارس) کا خراج مجھے دیا جائے اور میرے پدر بزرگ کو میرے سامنے سخت و ناملائم کلمات سے یاد نہ کیا جائے خط روانہ کرنے کے بعد اپنے بھائی حسین اور عبداللہ بن جعفر سے اس کا تذکرہ کیا ان لوگوں نے سمجھایا بجھایا لیکن حسنؓ اپنی رائے پر قائم رہے۔ اس خط کے پہنچنے سے چند دن پیشتر معاویہؓ ایک سادہ کاغذ پر دستخط و مہر کر کے عبداللہ بن عامر اور عبداللہ بن سمرہ کی معرفت امام حسن کی خدمت میں بھیج چکے تھے اور علیحدہ یہ تحریر کیا تھا کہ آپ کو جو شرط منظور ہو اس سادہ کاغذ پر لکھ دیجئے ہم اس کو منظور کر لیں گے۔ امام حسنؓ نے اس سادہ کاغذ پر جس کے نیچے امیر معاویہ کے دستخط اور مہر تھی پہلی شرطوں سے دو چند شرائط لکھے۔ پس جب امام حسنؓ بعد تفویض امارت ان پچھلی شرائط کے ایفاء کے خواستگار ہوئے تو امیر معاویہ نے پہلے خط کی شرائط پر عمل کیا اور کہا کہ یہ وہی ہے جو تم طلب کرتے تھے۔

امیر معاویہؓ کی بیعت خلافت: بعد تفویض امارت' اہل بصرہ نے خراج دارالجبرد امام حسنؓ کو دینے سے انکار کر دیا اور یہ عذر پیش کیا کہ وہ تو ہمارا مال غنیمت ہے ہم اس کو نہیں دے سکتے۔ آپ نے اہل عراق کو جمع کر کے خطبہ دیا۔ بعد حمد و ثنا کے بیان فرمایا:[1] **یا اهل العراق سخي انفسي عنكم ثلاث قتل ابي و طعني و انتهاب بيتي.** پھر فرمایا:[2] **الا وقد اصبحتم بين قيتلين قتيل بصفين تبكون له و قتيل بالنهروان تطلبون بثاره و اما الباقي فخاذل و اما الباكي فثائر وان معاوية و عانا الى امر ليس فيه عزو لا نصفة فان اردتم الموت رددناه عليه و حاكمناه الى الله انطبا عالسيوف و ان اردتم الحيوة قبلنا و اخذنا لكم الرضى.** لوگوں نے ہر طرف سے چلا کر کہا کہ صلح قائم رکھئے امام حسنؓ نے اپنی خلافت کے چھٹے

---

[1] اہل عراق میں نے تین بار تم سے درگذر کیا۔ تم نے میرے باپ کو مارا مجھے نیزہ میرا گھر لوٹا۔

[2] آگاہ رہو کہ تم نے دو مقتولوں کے درمیان صبح کی ایک مقتول صفین کے جس کے لئے تم رو رہے ہو اور ایک مقتول نہروان کے جس کا معاوضہ طلب کر رہے ہو اور باقی جو ہیں وہ خاذل ہے اور رونے والے بدلہ لینے والے ہیں اور معاویہ نے ایک امر پیش کیا ہے جس میں نہ تو عزت ہے اور نہ انصاف بس اگر تم اپنی موت پر راضی ہو تو ہم اس امر کو قبول نہ کریں اور ان سے اللہ تعالیٰ کے بھروسہ پر تلواروں سے فیصلہ کریں اور اگر زندگی کو دوست رکھتے ہو تو ہم اس کو قبول کر لیں اور تمہاری خوشنودی حاصل کریں۔

مہینے امیر معاویہؓ کی بیعت کی اس کے بعد امیر معاویہ کوفہ آئے اور لوگ بھی شریک بیعت ہوئے امام حسن نے قیس بن سعد کو (جو مقدمۃ الجیش کے افسر تھے) امیر معاویہ کی اطاعت قبول کرنے اور ان کی بیعت کرنے کو لکھ بھیجا۔ قیس نے اپنے ہمراہیوں کو جمع کر کے اس خط کو پڑھا اور بہ طلب مشورہ ان کو مخاطب کر کے کہا "ہم لوگوں کا بغیر امام کے لڑنا مناسب ہے یا کہ امام گمراہ کی اطاعت کرنا"۔ جواب ملا "امام گمراہ کی اطاعت" قیس بن سعد یہ سن کر واپس آئے اور بیعت کے بعد عمرو بن العاص کے کہنے سے امام معاویہ نے امام حسنؓ کو خطبہ دینے کے لئے کھڑا کیا تا کہ لوگوں پر وہی اپنی معذوری ظاہر کریں۔

امام حسنؓ کا خطبہ: امام حسنؓ نے کھڑے ہو کر حمد و ثناء و درود کے بعد کہا: ایھا الناس ان اللّٰہ ھل کم باولنا و حقن دماء کم باخرنا و ان لھذا الاھم رمدۃ و الدنیا دول واللّٰہ عزوجل یتھول لنبیہ و ان ادری لعلہ فتنۃ لکم و متاع الی حین.
جب اس فقرے پر پہنچے تو امیر معاویہ نے آپ کو بٹھا لیا کیونکہ انہوں نے ان کے خلاف اظہار خیال فرمایا تھا۔

امام حسنؓ کی مدینہ کو روانگی: اس واقعہ کے بعد امام حسنؓ مع اپنے اہل بیت اور جملہ متعلقین کے مدینہ منورہ روانہ ہوئے۔ اہل کوفہ تھوڑی دیر تک روتے ہوئے پہنچانے آئے۔ جناب موصوف تا حیات مدینہ ہی میں مقیم رہے حتیٰ کہ ۴۹ھ میں اور بروایت ابوالفرج اصفہانی ۵۱ھ میں انتقال فرما گئے اور جو یہ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کی بیوی جعدہ بنت الاشعث نے بہ سازش امیر معاویہ زہر دے دیا تھا۔ یہ شیعوں کی روایت ہے جس کی کوئی اصلیت کہیں سے نہیں پائی جاتی۔ امیر معاویہ ان افتراؤں سے بالکل بری ہیں۔

قیس بن سعد کی مشروط بیعت: قیس بن سعد چند دنوں تک امیر معاویہ کی بیعت سے رکے رہے اور عبیداللہ بن عباس بھی اس رائے سے متفق تھے۔ لیکن جب امیر معاویہ نے عبداللہ بن عامر کو بسر کردگی لشکر جرار' عبیداللہ بن عباس کی طرف روانہ کیا تو عبیداللہ بن عباس نے خط و کتابت کر کے امان حاصل کر لی۔ شب کے وقت تن تنہا اپنے لشکر سے نکل کر عبداللہ بن عامر کے خیمے میں آئے اور ان کے ہمراہ امیر معاویہ کے پاس چلے گئے۔ عبداللہ بن عباسؓ کی روانگی کے بعد قیس بن سعد امیر لشکر ہوئے۔ قیس بن سعد نے کل لشکر کو جمع کر کے کہا کہ جب تک امیر معاویہ امیر المومنین علیؓ کے گروہ کو ان کے جان و مال کا امن نہ دیں اور جنگ ہائے گزشتہ میں جو کچھ ان سے سرزد ہوا ہے اس سے درگزر نہ کریں اس وقت تک تم لوگ میرے ساتھ ہو کر معاویہ کے مقابلہ میں صف آراء ہونا۔ لشکریوں نے بسر و چشم اس شرط کو قبول کیا اور جنگ معاویہ پر بشرط مذکور بیعت کی۔
رفتہ رفتہ امیر معاویہ تک یہ خبر پہنچی عمرو بن العاص نے جنگ کرنے کی رائے دی امیر معاویہ نے کہا اس میں بہتری نہیں ہے جنگ کرنے میں انہیں لوگوں کے برابر اہل شام بھی کام آئیں گے پھر ایک قاصد کو بلا کر سادہ کاغذ پر مہر و دستخط کر کے قیس بن سعد کے پاس بھیجا کہ جو شرط تم کو منظور ہو لکھ دو۔ قیس نے اپنے اور اپنے کل ہمراہیوں کے لئے امان طلب کی۔ مال وغیرہ کچھ نہیں مانگا۔ امیر معاویہ نے ان کو امان دی چنانچہ قیس نے مع اپنے کل ہمراہیوں کے بیعت کر لی۔

سنہ عام الجماعت: اس کے بعد سعد بن ابی وقاص آئے اور انہوں نے بھی بیعت کی۔ غرض اس صورت سے امیر معاویہ کی حکومت کامل و مستقل ہوگئی اور کافہ مسلمین نے ان کی خلافت پر بیعت کی یہ واقعہ نصف ۴۱ھ کا ہے۔ اس وجہ سے یہ سنہ عام

الجماعت کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد خوارج نے چاروں طرف سے خروج کیا امیر معاویہ نے ان سے صف آرائی کی۔ زیر وزبر کیا جس کو ہم آئندہ ان کے حالات کے سلسلہ میں بیان کریں گے۔ کیونکہ ہم نے اپنی کتاب میں یہ طریقہ اختیار کیا ہے کہ ہر گروہ اور خاندان کے حالات علیحدہ علیحدہ لکھیں گے۔

خلافت اسلامیہ کے عہد میں جو کچھ فتوحات اور لڑائیاں ہوئی تھیں اور پھر اتفاق واجتماع ہوا تھا اس کا یہ آخری کلام ہے میں نے جو کلی وجزئی حالات لکھے ہیں وہ اکثر تاریخ کبیر تالیف محمد بن جریر طبری کا خلاصہ ہے کیونکہ فن تاریخ میں جس قدر کتابیں میں نے دیکھی ہیں ان سے اسی کو قابل کو اعتماد پایا ہے اور کبار واخبارات عدول وصحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین کے مطاعن سے اس کو دور دیکھتا ہوں۔ اکثر مورخوں کے کلام میں ایسے واقعات دیکھے جاتے ہیں جس سے [illegible] سنوں اور ان بزرگوں کی حق میں شبہ وبدظنی پیدا ہوتی ہے اسی وجہ سے وہ اس قابل نہیں ہیں کہ کتابوں میں ان کی روایات نقل کی جاتیں۔ میں نے جزئی حالات کو طبری کے علاوہ اور لوگوں کی کتابوں سے بھی حتی الامکان صحیح کر کے اخذ کیا ہے اور جب میں نے کسی کا قول نقل کیا ہے تو اس کو اس کے قائل کی طرف منسوب کر دیا ہے۔

امیر معاویہ کی خلافت: مناسب تو یہ تھا کہ امیر معاویہؓ کے حالات بھی خلفاء سابقین کے حالات کے ساتھ ہی بیان کر دیئے جاتے کیونکہ فضیلت عدالت اور صحبت میں یہ ان کے تابع تھے اور حدیث الخلافۃ میں بعدی ثلاثون سنۃ کی طرف توجہ کرنا چاہئے کیونکہ اس کی صحت پایہ ثبوت کو نہیں پہنچی اور حق یہ ہے کہ معاویہ کا شمار خلفاء میں ہے اور مورخوں نے اپنے تالیفات میں دو وجہ سے علیحدہ کر کے لکھا ہے۔ اول یہ کہ خلافت زمانہ معاویہ میں بوجہ غلبہ اور عصبیت قائم ہوئی تھی جو اتفاق سے اس زمانہ میں پیدا ہو گئی تھی اور اس کے پیشتر انتخاب واجتماع سے خلافت قائم کی جاتی تھی پس مورخوں نے دونوں حالتوں کو ایک دوسرے سے ممتاز کیا۔

معاویہ پہلے خلیفہ ہیں جو بزور غلبہ اور عصبیت مسند خلافت پر متمکن ہوئے جن کو ہوا پرست ملوک سے تعبیر کرتے ہیں اور بعض کو بعض سے تشبیہ دیتے ہیں حاشا اللہ معاویہ اپنے بعد کے خلفاء سے تشبیہ نہیں دیئے جا سکتے۔ یہ خلفائے راشدین سے ہیں اور ان کو خلفاء مروانیہ سے تشبیہ دینا جو ان کے بعد ہوئے اور ان سے مرتبہ اور دین میں کم ہیں نہایت غلطی ہے اور ایسا ہی خلفاء بنی عباس جو ان کے بعد ہوئے ہیں ان سے تشبیہ دینا غیر مناسب ہے اور یہ نہیں کہا جا سکتا کہ بادشاہت رتبہ خلافت سے کم ہے پس کیسے خلیفہ بادشاہ ہو سکتا ہے سمجھ رکھو کہ جو بادشاہت مخالف بلکہ منافی خلافت کی ہے وہ جبروتیت ہے جو کسرویہ سے تعبیر کی جاتی ہے جس سے عمر فاروقؓ نے معاویہؓ کا ظاہری حال دیکھ کر نفرت ظاہر کی تھی باقی رہی وہ بادشاہت جو غلبہ عصبیت اور شوکت سے حاصل ہوتی ہے۔ وہ خلافت اور نبوت کے منافی نہیں ہے سلیمان اور داؤد علیہما السلام دونوں نبی بھی تھے اور بادشاہ بھی تھے اور نہایت درجہ دنیا کے کاموں میں چست اور اطاعت الٰہی کے پابند تھے معاویہؓ نے طمع دنیا ودولت کی وجہ سے حکومت کی خواہش نہیں کی بلکہ ان کو اس امر پر ایک فطری اور طبعی خیال نے ابھارا تھا۔ جبکہ مسلمانوں نے کل سلطنتوں پر طمع حاصل کر لی تھی اور یہ ان کے خلیفہ تھے پس انہوں نے ان کو اپنی طرف مائل کر لیا جیسا کہ بادشاہ اپنی قوم کو طبعاً بوجہ عصبیت

اپنی جانب مائل کر لیتا ہے اور ایسا ہی حال ان خلفاء دین کا ہے جو ان کے بعد ہوئے ہیں کہ جس وقت استقلال حکومت اور نفاذ احکام کی ضرورت داعی ہوئی اس وقت انہوں نے گروہ بندی کے لحاظ سے بزور جبر حکومت قائم کر لی اور قاعدہ کلیہ خلیفہ اور بادشاہ جبروتیہ کے شناخت کا یہ ہے کہ ان کے افعال کو صحیح طور سے دیکھو واہیات خرافات کے پیچھے نہ پڑو۔ پس جن کے افعال مطابق کتاب وسنت کے ہوں تو وہ خلیفہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور جن کے افعال اس مقیاس سے خارج ہوں وہ ملوک دنیا ہیں اور خلیفہ ان کو مجازاً کہا جائے گا۔

دوسرا سبب معاویہؓ کے خلفاء بنی امیہ کے ساتھ ذکر کرنے اور خلفاء اربعہ سے علیحدہ کرنے کا یہ ہے کہ خلفاء بنی امیہ ایک ہی نسب اور ایک ہی خاندان کے تھے ان میں سے معاویہؓ عظیم الشان تھے پس یہ اپنے خاندان والوں کے ساتھ ذکر کئے گئے اور خلفاء سابقین مختلف خاندانوں کے تھے ان کو ایک ساتھ بیان کیا' عثمان بن عفان باوجودیکہ اموی تھے ان کے ساتھ اس وجہ سے ملحق کر دیئے گئے کہ فضیلت دین میں ان سے قریب تھے۔

واللہ یحشرنا فی زمرتھم و یرحمنا باقتدائھم۔

حصّہ دوم

خلافت معاویہؓ وآلِ مروان

۴۱ھ میں حضرت حسنؓ کی صلح اور حضرت معاویہؓ کی خلافت عامہ سے لے کر ۱۳۲ھ تک کے مکمل حالات
اسلامی تاریخ کے سب سے درخشاں دور حکمرانی وکشور کا پورا نقشہ

تصنیف: رئیس المؤرخین علامہ عبدالرحمٰن ابنِ خلدونؒ (۷۳۲-۸۰۸)

● ترجمہ: حکیم احمد حسین الہ آبادی ● ترتیب وتبویب: شبیر حسین قریشی ایم اے

نفیس اکیڈمی
اردو بازار کراچی

کتاب العبد ودیوان المبتداء والخبر
من احوال العرب والعجم والبربر ومن عاصرهم من
ملوك التتريعنی علامہ ابن خلدون کی کتاب التواریخ

نام کتاب: ــــــــــ تاریخ ابن خلدون

مصنف: ــــــــــ رئیس المورخین علامہ عبدالرحمن بن خلدون

ناشر: ــــــــــ نفیس اکیڈمی اردو بازار کراچی

طبع: ــــــــــ جدید کمپیوٹر ایڈیشن جنوری ۲۰۰۳ء

ایڈیشن: ــــــــــ آفسٹ

نفیس اکیڈمی
اردو بازار کراچی

تاریخ ابنِ خلدون (جلد دوم)

خلافتِ معاویہ

از : چوہدری محمد اقبال سلیم گاہندری

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ آج ہم آپ کی خدمت میں علامہ ابن خلدون کی مشہور و معروف تاریخ کتاب العبر کے اس حصہ کا ترجمہ پیش کر رہے ہیں جو مسلمانوں کی تاریخ کا سب سے بہترین دور کہا جاتا ہے۔

ہز ہائی نس سر آغا خاں سوم نے جو اپنی دانشمندی اور وسعت مطالعہ کے لئے اتنے ہی مشہور تھے جتنا کہ قومی خدمات اور رفاہی امور کے لئے' ایک بار اپنی تحریر میں انہوں نے کہا تھا اور بالکل سچ کہا تھا کہ مسلمانوں کا سب سے زیادہ درخشاں دور بنو امیہ کی حکومت کا دور ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کا دو سالہ دور داخلی فتنوں کے دبانے اور وحدتِ اسلامی کو پارہ پارہ ہونے سے بچانے میں صرف ہوا۔ حیرت کی بات ہے کہ صحابہ کرامؓ نے اتنی تھوڑی سی مدت میں پورے عرب میں ایک ساتھ اٹھنے والے فتنوں کو دبا دینے میں کیسے کامیابی حاصل کی' اسے نبی کا معجزہ کہئے یا حضرت صدیقؓ اکبر کی بے مثال کرامت کہ صرف دو سال میں صدیق اکبرؓ نے تمام داخلی فتنوں پر قابو پا لیا اور مسلمان فوجیں دنیا کی بڑی حکومتوں روم اور فارس کی سرحدوں پر پہنچ گئیں۔ خدا جانے کیا جادو بھر دیا تھا نبوت کی نظر نے اور کیسا مطمئن اور حساس قلب صدیق اکبر کو دیا تھا کہ صرف دو اڑھائی سال میں یہ سب ہو گیا۔

اس کے بعد حضرت فاروق اعظمؓ پھر حضرت عثمانؓ ذی النورین کا زمانہ اسلامی تاریخ میں فاتحانہ یلغار' وسعت اور پھیلاؤ کا زمانہ ہے' نئے تمدن کے پیدا ہونے کا وقت اب آنے والا تھا' حضرت علیؓ کا چار سالہ دورِ خلافت محض دورِ فتن ہے' کام کیا ہوتا۔ خود حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو اس چار سال میں ایک بار بھی اتنی فرصت اور مامونیت نہ مل سکی کہ حج کے موقع پر مکہ میں پہنچ کر اہل ایمان کی قیادت کرتے۔

اس کے بعد حضرت معاویہؓ کا دور آتا ہے۔ صحابہ میں سے یہ آخری شخص ہیں جن کے ہاتھوں میں اقتدار رہا ان کے بعد پھر کوئی صحابی حکمران نہیں ہوئے۔

یہ حصہ تاریخ حضرت معاویہؓ کے ہاتھ پر بیعت عامہ (۴۱ھ) سے شروع ہو کر ابوالعباس سفاح کے ہاتھ پر بیعت (۱۳۲ھ) کے حالات پر مشتمل ہے۔ لیکن اس فرق کو دیکھ کر عبرت ہوتی ہے کہ حضرت معاویہؓ کے ہاتھ پر جب بیعت عامہ ہوئی تھی تو مسلمانوں کی پنج سالہ خانہ جنگی اس سے ختم ہوئی تھی اور خوشی منائی گئی تھی کہ اب دنیا کا ہر مسلمان ایک خدا، ایک رسول، ایک قرآن، ایک کعبہ اور ایک خلیفہ سے وابستہ ہے۔ مگر ۱۳۲ھ میں جب ابوالعباس کے ہاتھ پر بیعت ہوئی تو انتشار در انتشار پھیلتا رہا اور ایک دن کے لئے بھی پھر سارا عالمِ اسلامی ایک جھنڈے کے نیچے مجتمع نہ ہو سکا۔

حضرت معاویہؓ کے ہاتھ پر بیعت ہوئی تھی تو سوڈان سے مکران تک سب جگہ لوگ خوش ہوئے تھے کہ اب امن ہی امن رہے گا، نہ قتل نہ لوٹ، نہ بدنظمی، نہ ظلم، نہ تعدی اور جب ابوالعباس پہلے عباسی خلیفہ کے ہاتھ پر بیعت ہوئی تو خود اس نے اتنی خون ریزی کی کہ اس کا لقب ہی ''السفاح'' (بڑا ہی خون ریز) ہو گیا۔

تاریخ ابن خلدون کی دوسری جلد جو آپ کے سامنے پیش ہے اس کو ابتداء سے انتہاء تک پڑھئے، یہ ۹۱ سال کی تاریخ اہم ترین اور بے مثال سنہرے دور کی تاریخ ہے۔

نفیس اکیڈمی نے جیسا کہ آپ نے حصہ اول پر میرے نوٹ میں پڑھ لیا ہے۔ یہ عزم کیا ہے کہ تاریخ ابن خلدون کو مکمل سات حصوں میں اردو میں شائع کر دیا جائے۔ یہ میرا دوسرا حصہ پیش خدمت ہے، پہلا حصہ شائع ہو چکا ہے اور باقی زیر طباعت ہے۔

دعا ہے کہ اللہ اسے مفید بنائے اور ہمیں نیک توفیق عطا کرے۔ **علیه التکلان**

الحمدللہ تاریخ ابن خلدون عربی سے اردو زبان میں مکمل سولہ جلدوں میں شائع ہو گئی ہے (ادارہ)

پیش لفظ

از

علامہ سید عبدالقدوس ہاشمی

حامداً للّٰہ سبحانہٗ و تعالیٰ مصلّیًا علیٰ انبیائہ الکرام

یہ کتاب جو ''خلافت معاویہ وآل مروان'' کے نام سے شائع ہو رہی ہے۔ رئیس المورخین علامہ عبدالرحمٰن بن خلدون الحضرمی المغربی المتولد ۷۳۲ھ والمتوفی ۸۰۸ھ کی عظیم الشان تاریخ ''کتاب العبر ودیوان المبتداء والخبر من احوال العرب والعجم والبربر ومن عاصرہم من ملوک التتر'' کے اس حصہ کا اردو ترجمہ ہے جس میں ۴۱ھ میں سے ۱۳۲ھ تک کے حالات' حوادث وقایع اوران کے اسباب ونتائج پر بحث کی گئی ہے۔

تاریخ اسلام کا یہ حصہ خاص طور پر بہت ہی اہم حصہ ہے اس حصے کو تاریخ اسلام پر قلم فرسائی فرمانے والوں نے عہد بنی امیہ کے نام سے تعبیر کیا ہے۔ یہ تعبیر ایک خاص قسم کے ذہن کی یادگار ہے۔ ورنہ ابتداً یہ تقسیم یوں تھی۔

۱۱ھ وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ۳۵ھ شہادت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ۔ خلافت راشدہ۔

آخر ۳۵ھ سے ۴۱ھ تک خلافت طالبین (حضرت علی اور حضرت حسن رضی اللہ عنہما کی خلافت)

۴۱ھ سے ۶۴ھ تک خلافت سفیانین (حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور یزید بن معاویہؓ کی خلافت)

۶۴ھ سے ۱۳۲ھ تک خلافت مروانین (مروان اول سے مروان ثانی تک)

۱۳۲ھ سے ۶۵۶ھ تک خلافت عباسیہ' بغداد

۶۵۸ھ سے ۹۲۳ھ خلافت عباسیہ' مصر

۹۲۳ھ سے ۱۳۴۴ھ تک خلافت عثمانیہ

لیکن بعض لوگوں نے خلافت طالبین کو خلافت راشدہ میں ضم کر کے سفیانین اور خلافت مروانین کو ملا کر اس کا نام خلافت بنی امیہ رکھ دیا۔ حالانکہ مورث اعلیٰ امیہ بن عبدشمس کی طرف نسبت دے کر اس کا نام بنی امیہ رکھا جائے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی تو اسی امیہ کے پوتے تھے ان کو کیوں خارج کر دیا جائے؟ اور اگر جد اعلیٰ کی طرف نسبت ہی ضروری شمار کی جائے تو ۱۱ھ سے ۹۲۳ھ تک سب کو خلافتِ آل غالب کا نام کیوں نہ دے دیا جائے۔

بہر حال بات چل پڑنے کی ہے جب ایک بات کسی وجہ سے چل پڑتی ہے تو اس کے خلاف ہر بات اجنبی اور ناشنا سا معلوم ہوتی ہے چاہے وہ کتنی ہی سچی اور ثابت شدہ ہو۔ دنیا کا یہی چلن ہے۔

جب ایک حکومت ختم ہوتی ہے تو دوسری قائم ہوتی ہے تو عام طور پر یہی ہوتا ہے کہ ''اترا شحنہ مردوک نام'' مٹنے والی حکومت اور اس کے ارکان میں چن چن کر کیڑے نکالے جاتے ہیں اور آنے والی حکومت اپنی سر بلندی کی بنیادیں مٹنے والی حکومت کے عیوب وقبائح پر قائم کرتی ہے۔ اپنے زمانے میں بھی آپ اس کی مثالیں دیکھ سکتے ہیں اور تاریخ کے اوراق میں بھی' برصغیر پاک و ہند پر مسلمانوں نے چھ سو سال سے بھی زیادہ حکومت کی' ان میں اچھے برے سب ہی دور آئے' اس کے بعد یہاں انگریزوں کی حکومت قائم ہوگئی۔ اب اس کے بعد جو تاریخیں لکھی اور لکھوائی گئیں تو ایسی کہ انہیں دیکھ کر یہ یقین کرنا پڑتا ہے کہ کسی طرح کوئی خوبی مسلمان بادشاہوں میں تھی ہی نہیں۔ بس نرے عیب ہی عیب کے یہ پتلے تھے۔ اس طرح کی تاریخیں لکھنے والے ڈفالی ہر حکومت کو ہر زمانے میں مل ہی جاتے ہیں جو مٹنے والی حکومتوں میں طرح طرح کے عیب بتاتے ہیں اور جدید قائم شدہ حکومتوں میں خوبیاں ہی خوبیاں دکھاتے ہیں۔

تاریخ اسلام کی متداول کتابیں عہد بنی عباس میں لکھی گئی ہیں' عباسیوں نے اپنی خلافت کی مسند آل مروان کی لاشوں پر بچھائی تھی' اب کامیابی کے بعد جو تاریخی کتابیں دورِ عباسی میں لکھی گئیں وہ تقریباً اسی انداز میں لکھی گئیں جیسی کہ عبدالقادر خان کی وقائع عبدالقادر خانی ہے۔ مشہور کتاب فتوح البلدان مصنفہ علامہ بلاذری کو دیکھئے جہاں ذکر حکومت عباسیہ کا آتا ہے یہ اسے دولتِ مبارکہ کہتا ہے لیکن اس سے پہلے والوں کے لئے ایک کلمۂ خیر بھی نہیں لکھتا ان کے عیوب ضرور گنوا دیتا ہے۔

یہ ہے سبب جس کی وجہ سے ۴۱ھ سے ۱۳۲ھ تک ۹۱ سال کا زمانہ پوری طرح اجاگر ہو کر اپنے صحیح خدوخال کے ساتھ سامنے نہیں آتا۔ ورنہ بطور واقعہ وحقیقت یہ زمانہ ہماری تاریخ کا اہم ترین اور نہایت ہی درخشاں دور ہے' یہ زمانہ کشور کشائی اور تمدن آفرینی کے اعتبار سے بہترین زمانہ ہے۔ خصوصاً ۴۱ھ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت سے لے کر خلیفہ ولید بن عبدالملک کی ۹۶ھ میں وفات تک اس وقت سرحد فرانس سے لے کر سندھ' ملتان اور بلوچستان کی آخری حد تک اور وچی سنکیانگ سے آرمینیہ تک اور وہاں سے زمبیا (افریقہ) تک سارے ممالک ایک مرکز حکومت کے ماتحت خوش حالی اور فارغ البالی کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ انصاف' مراعات' سادگی' ترویج علم وفن ہر اعتبار سے یہ زمانہ نہ صرف تاریخ اسلامی کا درخشاں ترین زمانہ ہے بلکہ دنیا کی جس قدر تاریخ آج تک معلوم ہوئی ہے اس میں کوئی مثال اس وسعتِ حکمرانی اور اس بیدار مغزی وسادگی کی نہیں ملتی' دنیا میں کسی ایک مرکزی حکومت کے تحت اتنا بڑا علاقہ کبھی نہیں آیا۔ آج اس علاقے میں ۳۰ سے زیادہ آزاد و خود مختار ممالک واقع ہیں۔

اسی زمانے میں طبیہ کالج قائم ہوئے' دنیا میں پہلی بار اقامتی ہسپتال بنے' کیمیاوی تجربات کے لئے تجربہ خانے بنے' پارچہ بافی اور کاغذ سازی کے کارخانے قائم ہوئے' ڈاکخانوں کا نظام وجود میں آیا' زرعی ترقی کے لئے نہریں کھودی

گئیں، دوسری زبانوں سے عربی میں کتابوں کے ترجمے شائع ہوئے، بحری دستہ فوج قائم ہوا۔ فتوحات کے اعتبار سے دیکھئے تو اندلس فتح ہوا، سندھ اور ایبن فتح ہوئے۔ کاشغر، ختنین اور وادی اوی غز تک سارے علاقے فتح ہو گئے اور بقول مرحوم اقبال ؒ

دیں اذانیں کبھی یورپ کے کلیساؤں میں
کبھی افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں میں

اتنی بڑی حکومت کا فرمانروائے اعظم اس شان سے دِمشق میں زندگی بسر کرتا ہے کہ پانچوں وقت مسجد میں آ کر نمازیں پڑھاتا ہے۔ مسجد کی سیڑھیوں پر بیٹھ کر لوگوں سے باتیں کرتا ہے۔ روزانہ سڑک پر پیدل چلتا پھرتا نظر آتا ہے۔ بلکہ ہر وقت ہر خاص وعام سے ملنے کو آمادہ رہتا ہے۔ سب کے دکھ درد کی فکر کرتا ہے۔ عدالتی حکام کا اپنے آپ کو اسی طرح پابند سمجھتا ہے جیسا کہ ایک معمولی دہقان۔ نہ شاہانہ تزک واحتشام، نہ سجدۂ تعظیمی اور جلوہ گاہ سے فرشی سلام نہ الہام ووحی کا دعویٰ کرتا ہے اور نہ امامت وپیشوائی کا روپ بھرتا ہے۔ ایک خادم انسانیت ہے کہ امیر المومنین ہے اور ایک بہادر مجاہد ہے کہ دنیا کو اپنی سر پرستی میں لے کر امن، عدل ومساوات کی نعمتیں بخشتا ہے۔

کتاب کی ابتداء اس وقت سے ہوتی ہے جب حضرت السبط رضی اللہ عنہ کی دانشمندی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وسعت صدر نے امت مسلمہ کو پانچ سال کی خانہ جنگی اور تفرقہ کے بعد پھر سے مجتمع کر دیا۔ حضرت معاویہؓ کے ہاتھ پر حضرت حسنؓ نے بیعت کر لی اور حضرت معاویہؓ نے حضرت حسنؓ نے جو کچھ طلب کیا سب کچھ انہیں دے دیا۔ سارے مسلمان ایک خلیفہ اور ایک مرکز کے تحت پھر مجتمع ہو گئے، اسی لئے اس سال کو عام طور پر عام الجماعۃ (یعنی جماعت واتفاق باہمی کا سال) کہتے ہیں مسلمانوں میں عام طور پر اس کی بڑی خوشی منائی گئی۔ ان منافقوں اور تفرقہ پردازوں کی امیدوں پر اوس پڑ گئی جو چاہتے تھے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو نام کا خلیفہ بنا کر اقتدار ودولت اپنے ہاتھوں میں رکھیں اور اس طرح مسلمانوں میں اتحاد کبھی نہ پیدا ہونے دیں۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے مصر فتح کیا، بڑا کارنامہ انجام دیا لیکن حق یہ ہے کہ مصر سے بھی بڑا کارنامہ ان بزرگ نے میدانِ صفین میں قرآن مجید نیزے پر اٹھا کر اور جنگ بند کر کے انجام دیا۔ یہ ان کا اتنا بڑا کارنامہ ہے کہ جس کی افادیت کا پورا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔ جزاہ اللہ عنہ و عن سائر المسلمین

ذرا سوچئے ۳۶ھ میں مسلمانوں کی آبادی ہی کیا تھی، ان کے بہترین سپاہی اور اعلیٰ ترین نوجوان دس ہزار جنگ جمل میں مر چکے تھے اور نوے ہزار صفین کے میدان میں کھیت رہے اور ابھی گھمسان کی جنگ جاری تھی۔ ادھر اسلامی سرحدوں پر رومی فوجیں مسلمانوں سے انتقام لینے کے لئے تیار کھڑی تھیں اور صفین کے چند ہی مہینوں کے اندر انہوں نے مصر کی طرف پیش قدمی بھی شروع کر دی تھی، اب اگر خدانخواستہ حضرت عمرو بن العاص کی مخلصانہ کوششیں بار آور نہ ہوتیں اور جنگ جاری رہتی تو چند گھنٹوں کے بعد مسلمانوں میں اتنی قوت باقی رہ جاتی کہ رومیوں کی انتقامی کارروائی کو روکتے، حضرت

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید نیزے پر بلند کرتے ہوئے جو آواز دی تھی وہ یہی تو تھی

ہم ایک دوسرے کو کاٹ کر ختم کئے دیتے ہیں تو بتاؤ سرحدوں کی حفاظت کون کرے گا اور مدینے کی گلیاں رومیوں کے گھوڑوں سے روندنہ دی جائیں گی۔

صفین میں فتح کس کی ہوتی اور کون شکست کھا جاتا اس کی ذرہ برابر اہمیت نہیں ہے' امت کے لئے شامیوں کی فتح میں بھی تباہی تھی اور عراقیوں کی فتح میں بھی بربادی ہی مقدر تھی۔ اس کے بعد پھر مسلمانوں میں باقاعدہ میدان داری نہیں ہوئی۔ ۴۰ھ کے رمضان میں خارجیوں نے حضرت علیؓ حضرت معاویہؓ اور حضرت عمرو بن العاصؓ تینوں کو قتل کر دینے کا لائحہ عمل بنا کر ایک ہی تاریخ میں صبح کی نماز کے وقت تینوں پر قاتلانہ حملے کر دیئے۔ عمرو بن العاصؓ بیمار تھے ان کے دھوکے میں ایک دوسرے شخص شہید ہو گئے۔ معاویہؓ ایسے زخمی ہوئے کہ بے ہوش ہو گئے کئی ماہ تک علاج معالجہ کے بعد چونکہ حیات باقی تھی تندرست ہو گئے۔ حضرت علیؓ ایسے زخمی ہوئے کہ تین دن کے بعد ہی ان زخموں سے مرتبۂ شہادت پر فائز ہو گئے۔

فتنہ پروروں نے حضرت حسنؓ کو خلیفہ بنا کر پھر ایک صفین بپا کرنے کی سوچی اور فوجیں روانہ ہو گئیں۔ مگر حضرت حسنؓ کو اپنے ساتھیوں پر اعتماد نہ تھا اور کہتے ہیں کہ یہ لوگ اعتماد کے قابل ہی نہ تھے۔ جلد ہی حضرت حسنؓ پر ان کی سازش اور ان کے اصلی مقاصد کھل گئے اور آپ نے حضرت معاویہؓ کو صلح کے لئے خط لکھ دیا' حضرت معاویہؓ پہلے ایک خط میں صلح کی دعوت دے چکے تھے' صلح ہو گئی اور حضرت معاویہؓ باتفاق آراء خلیفہ ہو گئے۔ اتفاق و اتحاد پیدا کرنے کے لئے اس وقت حضرت معاویہؓ کا عمل یقیناً قابل ستائش ہے مگر حضرت حسنؓ کا کارنامہ لائق صد آفرین ہے۔ اگر وہ ذرا سی خود پسندی اور جاہ پرستی کو راہ دیتے تو مسلمان آپس ہی میں لڑتے لڑتے کٹ پٹ کر ختم ہو جاتے' انہوں نے بہت ہی صحیح بات سوچی کہ خلیفہ ہاشمی ہو یا اموی' عربی ہو یا عجمی' گورا ہو یا کالا۔ اس کو کوئی اہمیت حاصل نہیں' اصل تو امن کا قیام اور دعوت نبوی کو عام کرنا ہے۔ یہ کوئی ضروری بات نہیں ہے کہ سربراہِ حکومت کسی خاص قبیلے کا خاص خاندان کا ہو' ایسی بات تو ایک کمینہ ہی کہہ سکتا ہے۔ اسلام ساری دنیا کے لئے آیا ہے۔ ساری دنیا کا مذہب ہے تو اس میں خلافت کا عہدہ کسی ایک گھرانے یا ایک ملک کے ساتھ کیسے مخصوص ہو سکتا ہے؟

۴۱ھ میں زمامِ خلافت اپنے ہاتھوں میں لینے کے بعد سے رجب ۶۰ھ تک حضرت معاویہؓ حکمران رہے۔ انہوں نے کس شان کی حکمرانی کی' یہ کتاب میں دیکھئے۔ حضرت معاویہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتہائی معتمد علیہ سیکرٹری اور وحی الٰہی کے کاتبوں میں سے تھے' یہ حضرت ام المومنین بی بی حبیبہ کے حقیقی بھائی ہیں۔ یہ میدانِ جنگ میں بہترین فوجی' میدانِ سیاست میں شہسوار' دانش و تدبیر' انتظام حکومت میں بے مثال منتظم اور سب سے بڑھ کر وہ ایک بہترین مسلمان ہیں۔ وہ آخری صحابی حکمران' وہ ضرب المثل حلیم شخص تھے۔ ان کا دماغ تمدن ساز' ان کا ذہن جدت آفرین اور ان کا دل خشیتِ الٰہی سے بھرا ہوا ایک مسلمان کا دردمند دل تھا وہ خدمت سے کبھی نہیں تھکتے تھے۔ وہ مصائب سے کبھی نہیں گھبراتے تھے۔ انہوں نے اپنی زبان سے زندگی بھر میں کسی کو کبھی برا نہیں کہا ان کی قوتِ برداشت آج تک عربی زبان میں احلم من معاویة کی

مثل سے ظاہر ہے۔

وہ اس وقت حکمران ہوئے جب دورِ کشور کشائی دوسرے مرحلے میں داخل ہو رہا تھا۔ اسلامی تمدن حضرت معاویہؓ کے اعمال و افکار کے مجموعہ کا نام ہے ان کے کارناموں اور اولیات پر بڑی بڑی ضخیم کتابیں مابعد آنے والے مورخوں نے لکھی ہیں اور آئندہ بھی ہمیشہ لکھی جائیں گی۔

یہ ہیں چند سطور جو صرف اس غرض سے لکھے گئے ہیں کہ آپ علامہ ابن خلدون کی تاریخ کا جو حصہ مطالعہ کریں گے' اس عہد کی بعض خصوصیات کا مطالعہ سے پہلے ہی ذہن نشین ہو جائیں تو اچھا ہے۔

والسلام!

عبدالقدوس ہاشمی

فہرست

حصہ دوم

باب : ۱۵

باب : ۱

امیر معاویہؓ بن ابی سفیان

۴۱ھ تا ۶۰ھ

بنو امیہ: قبیلہ قریش میں بنی عبد مناف کا ایک ایسا گروہ تھا جس کا کثرت نفوس اور شرافت میں قریش کا کوئی خاندان مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ عبد مناف کے دو بڑے نامور خاندان بنو امیہ اور بنو ہاشم تھے جن کا نسبی سلسلہ عبد مناف تک پہنچتا تھا اور اسی کی طرف منسوب کئے جاتے تھے۔ قبیلہ قریش امیہ اور ہاشم کی امارت و سیاست کو تسلیم کرتا تھا۔ مگر امیہ بہ نسبت بنو ہاشم کے بلحاظ کثرت نفوس زیادہ تھے اور عزت کثرت ہی سے ہوتی ہے جیسا کہ شاعر کہتا ہے: انما العزة الکاثر چنانچہ بنو امیہ کو قبل از اسلام ایک مشہور اعزاز حاصل تھا جو حرب امیہ تک پہنچا اور یہ ان کا حرب الفجار[1] میں سردار تھا۔

بنو امیہ اور بنو ہاشم: مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ ایک روز قریش گٹھ گئے اور حرب، کعبہ پر تکیہ لگائے بیٹھا تھا، چند نوعمر لڑکے چلاتے ہوئے آئے: یا عم ادرک قومک یا عم ادرک قومک[2] حرب یہ سن کر اٹھا اور اپنے دامن سمیٹتا ہوا چلا جب ان لوگوں کے پاس پہنچا تو ایک اونچے مقام پر کھڑے ہو کر رومال کے اشارہ سے بلایا، فریقین اس کے پاس آئے، اس سے پہلے گھمسان کی لڑائی ہو چکی تھی وہ لڑائی سے رک گئے۔ پھر جب اسلام کا زمانہ آیا اور دفعۃً بوجہ نبوت و وحی، نزول ملائکہ و صدور خوارق عادات لوگوں کا کایا پلٹ ہوا کیا مسلمان اور کیا کافر سب نے نفسیت اور بے جا ضد کا خیال بھلا دیا مسلمانوں نے تو اس وجہ سے کہ اسلام نے امور جاہلیت سے ان کو روک دیا جیسا کہ حدیث میں آیا ہے:[3] ((ان اللّٰہ اذھب عنکم عیبة الجاھلیة و فخرھا لنا لا و انتم بنو ادم و ادم من تراب)) باقی رہے مشرکین ان کو اس امر عظیم نے نفسانیت اور بے جا حمیت قومی سے غافل کر دیا اور ایک زمانہ تک وہ اس کو بھولے رہے اور اسی وجہ سے جبکہ بنو امیہ اور بنو ہاشم میں اسلام کے سبب

---

1. حرب الفجار عرب کی ایک مشہور لڑائی ہے جو بازار عکاظ میں ہوئی تھی۔ اس میں انہوں نے بہت سے ممنوع امور کو جائز کر لیا تھا۔
2. اے چچا اپنی قوم کی خبر لیجئے، اے چچا اپنی قوم کی خبر لیجئے
3. بے شک اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں سے جاہلیت کا افتخار آبائی اور اس کا فخر دور کر دیا ہے کیونکہ ہم اور تم آدم کے لڑکے ہیں اور آدم مٹی سے ہیں۔

سے نفاق پیدا ہوا (اور یہ نفاق بنو ہاشم کے متعدد قبائل میں پھیل جانے کی وجہ سے پیدا ہوا) تو کوئی فتنہ نہیں برپا ہوا کیونکہ اسلام نے عصبیت اور خودداری کو بالکل بھلا دیا تھا۔ یہاں تک کہ ہجرت ہوئی' جہاد شروع ہوا اور ان لوگوں نے سوائے فطری جوش و حمیت کے کہ جو کبھی انسان سے جدا نہیں ہوسکتا اور کچھ باقی نہ رہا اور یہ ایک جبلی امر ہے جو ہر انسان میں اپنے بھائی کی عزت اور اپنے ہمسایہ کے قتل کے ناروا اور اس پر ظلم ہونے سے پیدا ہو جاتا ہے۔ اس کو کوئی چیز کسی طرح سے دور نہیں کر سکتی اور یہ جذبہ خطرناک نہیں بلکہ یہی مطلوب ہے' جہاد میں اس سے نفع پہنچتا ہے اور دین کی طرف بلانے میں معین ہے' کیا آپ نے صفوان بن امیہ کا قول نہیں پڑھا؟ جب کہ جنگ حنین میں ابتداً مسلمانوں کو شکست ہوئی تھی (صفوان اس وقت تک مشرک تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اسلام لانے کی مہلت دی تھی' اس کے بھائی نے اس سے کہا تھا: الا بطل السحر الیوم[1] اس نے جواب دیا: اسکت فض اللّٰہ فاک لان یربنی رجل من قریش احب الی عن ان یربنی رجل من ھوازن[2]۔

ابوسفیان: بنی عبد مناف کا شرف و اعزاز ہمیشہ بنو عبد شمس اور بنو ہاشم میں محدود رہا لیکن ابو طالب کے انتقال کے بعد اس کے لڑکے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ ہجرت کر آئے اور ایسا ہی حضرت حمزہؓ بعد ازاں حضرت عباس اور اکثر بنو عبد المطلب اور تقریباً کل بنو ہاشم مکہ چھوڑ کر مدینہ میں آ گئے۔ اس وقت تنہا بنی امیہ مکہ میں ریاست و اعزاز کی کرسی پر متمکن ہو گئے۔ مشائخین قریش نے بنو امیہ کو بدر میں اعزاز و افتخار کا تمغہ دیا' اس واقعہ میں عتبہ' ربیعہ' ولید' عقبہ بن ابی معیط وغیرہ سرداران بنی عبد شمس کے مارے جانے سے ابوسفیان کو بنی امیہ کی سرداری مستقلاً مل گئی اور قریش میں ان کو سربر آوردہ ہونے کا اعزاز حاصل ہو گیا' چنانچہ جنگ احد میں بنو امیہ ہی قریش کے سردار تھے اور نیز غزوہ احزاب اور اس کے بعد کی لڑائیوں میں بھی یہی سپہ سالار رہے' زمانہ فتح مکہ میں ابوسفیان کے اسلام لانے کے بعد عباسؓ بن عبد المطلب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا (جیسا کہ مشہور ہے ابوسفیان اور حضرت عباسؓ میں دوستی تھی[3]) یا رسول اللّٰہ ان ابا سفیان رجل یحب الفخر فاجعل لہ ذکراً۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:[4] ((من دخل دار ابی سفیان فھو امن)) پھر فتح کے بعد آپ نے قریش سے فرمایا تم لوگ آزاد ہو جاؤ مسلمان ہو جاؤ۔

خلافت راشدہ اور بنو امیہ: اس کے بعد دور خلافت اول میں رؤسا قریش نے حضرت ابوبکرؓ صدیق سے اس امر کی شکایت کی کہ مہاجرین اولین کے برابر وہ نہیں سمجھے جاتے اور حضرت عمر بن خطابؓ کے ذریعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ رؤسا قریش کو شریک شوریٰ نہ کرنے کی بھی شکایت ہے تو حضرت ابوبکرؓ صدیق نے عذر خواہی کر کے کہا اپنے بھائیوں کی طرح جہاد کرو' اسلام کو مخالفین کی ایذا رسانی سے مستغنی بناؤ۔ مرتدین عرب کی سرکوبی کرو جس سے اسلام اور مسلمانوں کی قوت میں

---

1. آہا آج سحر باطل ہو گیا' مسلمانوں کی شکست سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر طعن کیا ہے۔
2. چپ رہ تیرے منہ میں خاک یہ محبوب ہے کہ کوئی قریشی شخص میرا سردار ہو اس سے کہ ہوازن کا کوئی شخص میرا مربی ہو۔
3. اے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ابوسفیان ایسا شخص ہے جو فخر کو عزیز رکھتا ہے پس آپ اس کے لئے کوئی امتیاز مقرر فرمایئے۔
4. جو شخص ابوسفیان کے گھر میں چلا جائے گا اس کو امن ہے۔

اضافہ ہو۔ مرتدین و کفار عرب کا استیصال کرو تا کہ تمہاری بھی ویسی ہی عزت کی جائے' چنانچہ آپ نے جنگ مرتدین پر ان کا لشکر مرتب کر کے روانہ کیا۔ پھر حضرت عمرؓ فاروق کا زمانہ آیا تو انہوں نے روم کی جنگ پر روانہ کیا۔ قریش کو شام پر فوج کشی کی ترغیب دی اور یزید بن ابی سفیان کو مامور فرمایا اور حضرت عثمانؓ بن عفان نے بعد حضرت فاروق کے ان کو بحال رکھا اس وجہ سے بنو امیہ کی ریاست و سرداری قریش پر زمانہ اسلام میں اس رعایت سے مل گئی جو فتح مکہ سے کچھ دنوں پہلے ان کو حاصل تھی۔ جس کا رنگ زمانہ نے نہ بدلا تھا' جس کے عہد کو لوگوں نے اس وقت نہ بھلایا تھا جس وقت بنو ہاشم امر نبوت میں مصروف تھے اور دنیا کو چھوڑ کر بعوض اس کے شرف قبولیت الٰہی حاصل کر رہے تھے۔ اس زمانہ میں لوگ برابر بنو امیہ کی سرداری کے معترف رہے مثلاً حنظلہ بن زیاد کاتب نے محمد بن ابی بکر سے یہ کہا تھا کہ اگر یہ کام (خلافت و امارت) اس شور و غل سے انجام کو پہنچ گیا تو تم پر بنو عبد مناف غالب آ جائیں گے۔

امام حسنؓ کی دست برداری: حضرت عثمانؓ بن عفان کی شہادت کے بعد جب لوگوں نے حضرت علیؓ ابن ابی طالب کی امارت کی مخالفت کی تو لشکر کا زیادہ حصہ بوجہ فضیلت صحبت و سابق الاسلام ہونے کے ان ہی کے ساتھ رہا مگر اکثر یہ لوگ قبائل ربیعہ و یمن وغیرہ کے تھے اور امیر معاویہؓ کا لشکر جو در حقیقت شام کا لشکر تھا۔ اس میں قریش و مضر بھرے ہوئے تھے۔ جو زمانہ فتح سے حدود شام میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ پس ان کا قومی جوش اور حمیت و شوکت بڑھی ہوئی تھی۔ پھر اس پر طرہ یہ ہوا کہ حضرت علیؓ ابن ابی طالب کے ہوا خواہوں میں سے ایک گروہ علیحدہ ہو گیا جو خوارج کے نام سے موسوم ہوا اور آپ کو انہوں نے مصروف جنگ کر لیا۔ اس اثناء میں امیر معاویہ نے اکثر شہروں کو دبا لیا اور حضرت علیؓ ابن ابی طالب شہید ہو گئے۔ امام حسنؓ بن علیؓ تخت خلافت پر بیٹھتے ہی خلافت سے دستبردار ہو گئے اور تمام مسلمانوں نے ۴۱ھ کے نصف میں امیر معاویہؓ کے ہاتھ پر بالاتفاق بیعت کی' یہ وہ زمانہ تھا کہ لوگ شان نبوت اور خوارق عادات کو بھلا کر قومی حمیت اور غلبہ پر آ رہے تھے اور غلبہ کل عرب اور مضر پر بنو امیہ کو حاصل تھا اور ان میں سب سے زیادہ عظیم الشان امیر معاویہؓ تھے۔ نہ انہوں نے خود خلافت کو تقسیم کیا اور نہ کوئی غیر شخص ان کا سہیم ہوا۔ جس سے ان کے قدم میدان حکومت میں جم گئے ان کی شان بڑھ گئی ان کی ریاست سرزمین مصر و شام میں مستحکم ہو گئی۔ بیس برس تک حکمرانی کی اور اس دریا دلی سے لوگوں کو اپنے انعامات سے مستفید کیا کہ اس زمانہ میں کوئی شخص ان کی قوم کا ان سے زیادہ فیاض نہ تھا۔ رؤسا عرب اور سرداران مضر کے ساتھ کریمانہ برتاؤ رکھتے تھے۔ ان کی سخت و نا ملائم باتوں کو برداشت کرتے' ان کے ساتھ اخلاق سے پیش آتے' ان کے تحمل و بردباری کی کوئی حد نہ تھی۔ یہی سبب تھا کہ ان کی حکومت و ریاست کو کسی قسم کی لغزش نہ ہوئی بلکہ بتدریج استقلال ہوتا گیا۔

امیر معاویہ اور عدی بن حاتم: مؤرخین بیان کرتے ہیں کہ ایک روز عدی بن حاتم' امیر معاویہؓ کی صحبت میں بیٹھے ہوئے تھے۔ امیر معاویہؓ نے از راہ مذاق امیر المومنین حضرت علیؓ کی مصاحبت پر طنز کیا' عدی نے ترش رو ہو کر کہا ''واللہ! وہ قلوب جس سے ہم نے تم سے عداوت کی تھی' ہمارے سینوں میں ہیں اور بے شک وہ تلواریں جن سے ہم تم سے لڑے تھے ہمارے قبضہ میں ہیں اگر تم ایک بالشت بھی بدعہدی سے ہماری طرف بڑھو گے تو ہم برائی سے تمہاری طرف پانچ ہاتھ بڑھیں

گے اور بلاشبہ موت کا خوف اور حالتِ نزع کی تکلیف ہمارے لئے آسان ہے بہ نسبت اس کے کہ ہم حضرت علیؓ ابن ابی طالب کے حق میں کوئی کلمہ نالائم سنیں۔ اے معاویہؓ! تلور کی بو سے تلوار اٹھائی جاتی ہے''۔ امیر معاویہؓ نے یہ سن کر حاضرین سے خطاب کر کے کہا یہ باتیں نہایت صحیح ہیں ان کو لکھ لو۔ پھر عدی کی طرف متوجہ ہوئے اور نہایت نرمی و ملاطفت سے گفتگو کرتے رہے اس کے علاوہ امیر معاویہؓ کے حلم و تواضع کی بہت سی روایتیں مشہور ہیں۔

عمال کی تقرری: جس وقت عوام الناس میں امیر معاویہؓ مستقل طور پر خلیفہ مان لئے گئے تو انہوں نے مختلف شہروں کی طرف عمال روانہ کئے' کوفہ کی گورنری مغیرہ بن شعبہ کو دی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ابتداً کوفہ کی گورنری پر عبداللہ بن عمرو بن العاص کو مامور کیا تھا۔ مغیرہ یہ سن کر حاضر خدمت ہوئے' سمجھایا کہ مصر میں عمرو بن العاص ہے اور کوفہ میں ان کا لڑکا مقرر کیا گیا ہے۔ گویا آپ شیر کے دو دانتوں کے درمیان میں ہیں۔ امیر معاویہؓ نے عبداللہ کو معزول کر کے ان کی بجائے مغیرہ کو مامور کیا اس کی خبر عمرو بن العاص کو پہنچی تو انہوں نے امیر معاویہؓ سے عرض کی' تم نے ایسے شخص کو کوفہ کا حاکم بنایا ہے جو مال کو ہڑپ کر جائے گا اور تم اس سے کچھ وصول نہ کر سکو گے۔ مناسب یہ ہے کہ ایسے شخص کو تم اس کے ساتھ مامور کرو' جس سے یہ خائف رہے' چنانچہ امیر معاویہؓ نے مغیرہ کو نماز پڑھانے پر متعین کیا اور صیغہ مال کسی اور کے سپرد فرمایا اور قضا پر شریح مامور ہوئے۔ اسی زمانہ میں کثیر بن شہاب کو رے کی حکومت دی۔ بعد اس کے زیاد نے اس کو بحال رکھا اور دیلم پر فوج کشی کی اور اسی ۱ ۴ھ میں تمام الجماعت میں بصرہ پر بشر ابن ارطاۃ کو متعین کیا اور اس سے پیشتر زمانہ مصالحت امام حسنؓ و امیر معاویہؓ میں حمران بن ابان نے اس پر قبضہ حاصل کر لیا تھا۔ بشر بن ارطاۃ نے لوگوں کو جمع کر کے خطبہ دیا' اثناء خطبہ میں امیر المومنین حضرت علیؓ ابن ابی طالب کی شان میں کلمات نالائم کہہ کر حاضرین سے مخاطب ہو کر کہا ''میں تم لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ تم لوگ جو کچھ جانتے ہو بتلاؤ! اگر سچا ہوں تو میری تصدیق کرو' ورنہ تکذیب''۔ ابوبکرہ نے اٹھ کر کہا ''اللہ شاہد ہے کہ ہم تجھ کو سوائے جھوٹے ہونے کے اور کچھ نہیں جانتے''۔ بشر بن ارطاۃ نے طیش میں آ کر ایک شخص کی طرف اشارہ کیا اس نے اٹھ کر ابوبکرہ کا گلا دبایا' ابولولوۃ الضبی یہ ماجرا دیکھ کر درمیان میں جا پڑا اور بعد خرابی بسیار ابوبکرہ کو پنجۂ اجل سے چھڑایا۔

زیاد بن ابی سفیان: فارس پر (جو کہ مضافات و متعلقات بصرہ سے تھا) زیاد ابن پدر معاویہ (یعنی ابوسفیان) کو جو زمانہ خلافت حضرت امیر المومنین علیؓ سے مامور تھا' امیر معاویہؓ نے لکھ بھیجا کہ جو کچھ تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کا مال ہو بھیج دو''۔ زیاد نے جواب لکھا ''میرے پاس اب کچھ باقی نہیں ہے' کسی قدر میں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں صرف کیا ہے اور کچھ حصہ اس کا آئندہ ضرورتوں کے لئے رکھ چھوڑا ہے اور جو کچھ اس سے زیادہ تھا اس کو میں نے امیر المومنین حضرت علیؓ کے پاس بھیج دیا تھا''۔ اس پر امیر معاویہؓ نے زیاد کو حساب کتاب دیکھنے کی غرض سے طلب کیا مگر زیاد نے حاضری سے انکار کیا بشر بن ارطاۃ کو یہ خبر لگی انہوں نے اس کی اولاد کو گرفتار کر لیا۔ از ان جملہ عبدالرحمٰن' عبداللہ' عباد اللہ بڑے بڑے تھے اور یہ دھمکی دی کہ اگر تم امیر المومنین معاویہؓ کے پاس فوراً آ کر حاضر نہ ہوئے تو ہم تمہارے لڑکوں کو مار ڈالیں گے''۔ زیاد نے اس پر بھی کچھ خیال نہ کیا تو بشر بن ارطاۃ اس کے لڑکوں کے قتل پر تل گئے۔ ابوبکرہ نے کہا (یہ زیاد کے مادری بھائی تھے) تو نے ان کو بغیر کسی جرم

کے گرفتار کر لیا ہے' حالانکہ امام حسنؓ ابن علیؓ نے امیر معاویہؓ سے مع ہمراہیان حضرت علیؓ کے جس حیثیت سے صلح کر لی ہے' تجھ کو انہیں نہ ان کے باپ کو گرفتار کرنے کا کوئی حق حاصل ہے''۔ بشر نے جواب دیا اچھا میں امیر معاویہؓ کے خط آنے تک کی مہلت دیتا ہوں' ابوبکرہ یہ سنتے ہی سوار ہو کر امیر معاویہؓ کے پاس گئے (یہ ان دنوں کوفہ میں تھے) کہا کہ ''لوگوں نے تمہارے ہاتھ پر لڑکوں کے قتل کرنے کی بیعت نہیں کی؟'' امیر معاویہؓ بولے ''معاملہ کیا ہے؟'' عرض کیا ''بشر' زیاد کی اولاد کو بلا جرم قتل کیا چاہتا ہے''۔

امیر معاویہؓ نے اسی وقت ایک فرمان اولاد زیاد کے رہا کر دینے کا لکھ کر ابوبکرہ کو دیا۔ جس کو یہ اس وقت لے کر بشر کے پاس پہنچے جب کہ میعاد مقررہ ختم ہونے کو صرف ایک گھنٹہ باقی رہ گیا تھا اور لوگ ابوبکرہ کے آنے اور اولاد زیاد اپنے قتل کی منتظر تھی' ابوبکرہ نے پہنچ کر فرمان دکھایا بشر بن ارطاۃ نے ان کو آزاد کر دیا۔

ابن عامر: کچھ عرصے بعد امیر معاویہؓ نے بشر بن ارطاۃ کو حکومت بصرہ سے معزول کر کے عتبہ بن ابی سفیان کو مامور کرنے کا قصد کیا۔ ابن عامر نے درخواست پیش کر دی کہ ''مجھے بصرہ کی حکومت مرحمت فرمایئے وہاں پر میرا بہت سا مال ہے اور صدہا امانتیں ہیں' اگر مجھے آپ وہاں نہ مامور فرمائیں گے تو وہ سب تلف ہو جائے گا''۔ امیر معاویہؓ نے درخواست منظور کر لی ساتھ ہی اس کے خراسان وسجستان کی بھی امارت بصرہ کے ساتھ ملحق کر کے ۴۱ھ میں ابن عامر کو بصرہ کی طرف روانہ کیا۔ ابن عامر نے اپنی طرف سے قیس بن الہیثم السلمی کو خراسان کا والی بنایا۔ انہیں دنوں اہل بلخ[1] بادغیس' ہرات اور بوشلنج نے عہد شکنی کی۔ قیس نے فوج کشی کی بلخ کا محاصرہ کیا' اہل بلخ نے مجبور ہو کر صلح کی درخواست پیش کی۔ اطاعت قبول کرنے پر مصالحت ہو گئی۔ بعض کا بیان ہے کہ ربیع بن زیاد نے ۵۱ھ میں ان لوگوں سے مصالحت کی تھی جیسا کہ آئندہ بیان کیا جائے گا۔ الغرض قیس اہل بلخ سے مصالحت کر کے ابن عامر کے پاس چلے آئے۔ ابن عامر نے قیس کے کوڑے لگوائے' قید کر دیا اور اس کی جگہ عبداللہ بن خازم کو والی مقرر کر کے خراسان کی طرف روانہ کیا۔ اہل ہرات بادغیس اور بوشلنج نے لڑائی سے تنگ ہو کر صلح کی درخواست کی' امان طلب کی۔ عبداللہ بن خازم نے فوراً منظور کر لی اور مصالحت کے بعد بہت سا مال واسباب اونٹوں پر لدوا کر ابن عامر کے پاس بھیج دیا۔

مروان بن الحکم کی بحالی: اس کے بعد ۴۲ھ میں امیر معاویہؓ نے مدینہ کا مروان بن الحکم کو' مکہ کا خالد بن العاص بن ہشام کو والی مقرر کیا۔ مروان نے عہد قضا عبداللہ بن الحرث بن نوفل کے سپرد کیا۔ پھر (ماہ ربیع الاول) ۴۹ھ میں اپنی حکومت کے آٹھویں برس مروان گورنری مدینہ سے معزول کیا گیا۔ بجائے اس کے (ربیع الثانی ۴۹ھ میں) سعید بن العاص مامور کئے گئے۔ انہوں نے اپنے عہد ولایت میں بجائے عبداللہ بن الحرث کے (ابوسلمہ)[2] ابن عبدالرحمٰن کو مدینہ منورہ کا قاضی

---

[1] بلخ وغیرہ عہد خلافت حضرت عثمانؓ میں فتح ہوا ہے۔ پھر خلافت اسلامیہ میں ردوبدل واقع ہوئے' اہل بلخ نے موقع پا کر بغاوت کی جس کے فرو کرنے کو قیس متعین کئے گئے۔ چنانچہ سرکرنے کے بعد اس مرتبہ پارسیوں کا آتش کدہ نوبہار عطاء بن صائب کے ہاتھوں مسمار کر دیا گیا جس کا بلحاظ شہرت وعظمت دنیا کے آتش کدوں میں چوتھا نمبر تھا (تاریخ مسعودی حالات بیوت النیران وکامل ابن اثیر ذکر ولایت قیس بن الہیثم)

[2] اس مقام پر اصل کتاب میں جگہ چھوٹی ہوئی تھی لیکن چونکہ کامل ابن اثیر میں ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن کا نام لکھا ہوا تھا اس وجہ سے ہم نے بھی مابین خطوط ہلالی ابوسلمہ لکھ دیا۔ کامل ابن اثیر ذکر عزل مروان وولایت سعید

مقرر کیا' پھر ۵۴ھ میں سعید گورنری مدینہ سے معزول کئے گئے اور مروان کو مدینہ کی گورنری پر بحال کیا گیا۔

زیاد کی اطاعت: آپ اوپر پڑھ آئے ہیں کہ زیاد شہادت کے بعد امیر المؤمنین حضرت علیؓ کے فارس میں اقامت پذیر ہوا تھا اور امیر معاویہؓ کی طلبی پر نہیں آیا تھا۔ اس نے اپنے بھائی عبدالرحمٰن بن ابوبکرہ کے پاس کچھ مال امانتاً رکھا تھا اور عبدالرحمٰن ابوبکرہ نے اس کو بصرہ کے قریب لا کر رکھا تھا۔ رفتہ رفتہ اس کی خبر امیر معاویہؓ کو پہنچی' امیر کوفہ مغیرہ بن شعبہ کو لکھ بھیجا کہ اس کے مال پر قبضہ کر لو۔ چنانچہ عبدالرحمٰن طلب کئے گئے' مغیرہ نے عبدالرحمٰن سے کہا اگرچہ تمہارے باپ نے میرے ساتھ برائی کی تھی لیکن تمہارے چچا نے میرے ساتھ سلوک کیا ہے' جاؤ میں تم سے کچھ معترض نہیں ہوتا۔ یہ کہہ کر عبدالرحمٰن کو لوٹا دیا اور امیر معاویہؓ کے پاس ایک خط معذرت کا لکھ بھیجا۔ اس کے بعد خود حاضر ہو کر سمجھانے اور معذرت کرنے لگے' امیر معاویہ نے کہا'' جب سے فارس میں زیاد نے قیام کیا ہے اور میری طلبی پر نہیں آیا ہے اس وقت سے شب کو جب یہ خیال آتا ہے تو مجھے نیند نہیں آتی''۔ مغیرہ نے عرض کی زیاد کی حقیقت کیا ہے؟ امیر معاویہؓ بولے'' یہ نہ کہو' وہ عرب کا ایک بڑا شخص ہے اس کے پاس فارس کا مال ہے۔ حیلہ سازی اور چالبازی میں اس کو بہت بڑا ملکہ حاصل ہے' ایسا نہ ہو کہ اہل بیت میں سے کسی کی وہ بیعت کرلے اور لڑائی پھر از سر چھڑ جائے''۔ مغیرہ نے زیاد کے حاضر کرنے کی اجازت چاہی' امیر معاویہؓ نے بخوشی اس کو قبول کرلیا۔ مغیرہ نے زیاد کے پاس پہنچ کر قیام کیا اور یہ بیان کیا کہ'' امیر معاویہؓ نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے یہ تو تم کو معلوم ہی ہے کہ امام حسنؓ بن علیؓ نے ان کی بیعت کر لی ہے حالانکہ یہی ایک شخص ایسے تھے کہ جو امیر معاویہؓ کی مخالفت کر سکتے تھے۔ پس میرے نزدیک تم اپنی فکر کر لو' اس سے پیشتر کہ امیر معاویہؓ کو تمہاری پروا باقی نہ رہے''۔ زیاد بولا'' تم مجھے کچھ رائے دو کیونکہ المستشار موتمن ایک مشہور قول ہے''۔ مغیرہ نے جواب دیا'' میرے نزدیک تم امیر معاویہؓ کے پاس چلے جاؤ اور مناسب یہ ہے کہ تم اپنے کو ان کی ذات سے وابستہ کر کے واپس آ جاؤ''۔ زیاد نے اس کو قبول کرلیا' مغیرہ لوٹ کر امیر معاویہؓ کے پاس آئے اور کل حالات سے آگاہ کیا۔

امیر معاویہؓ نے امان نامہ لکھ کر بھیج دیا۔ زیاد فارس سے امیر معاویہؓ کی طرف روانہ ہوا اس کے ہمراہ منجاب بن راشد الضبی' حارثہ بن بدر الغدانی بھی تھے' اثناء راہ میں عبداللہ بن حازم مع ایک گروہ کے ملے۔ جس کو ابن عامر نے زیاد کی گرفتاری پر مامور کیا تھا لیکن امیر معاویہؓ کا امان نامہ دیکھ کر خاموش ہو رہے۔ غرض زیاد امیر معاویہؓ کی خدمت میں باریاب ہوا۔ فارس کے مال کی بابت دریافت کیا' جواب دیا کہ اس قدر خرچ ہوا اور اس قدر امیر المؤمنین حضرت علیؓ کے پاس بھیجا گیا۔ باقی اس قدر رہا' وہ بیت المال میں مسلمانوں کی آئندہ ضرورت کے لئے رکھا ہوا ہے۔ امیر معاویہؓ نے زیاد کے قول کو تسلیم کر کے موجودہ مال پر قبضہ کر لیا' بعض کا یہ بیان ہے کہ امیر معاویہؓ نے زیاد کا بیان سن کر کہا تھا کہ'' اندیشہ ہے کہ تو مجھے فریب دیتا ہے لہٰذا تو مجھ سے صلح کر لے''۔ چنانچہ زیاد نے ایک لاکھ درہم پر مصالحت کر لی تھی اور اجازت حاصل کر کے کوفہ میں آ ٹھہرا' مغیرہ بن شعبہ زیاد کی کمال عزت و احترام کرتا تھا' پھر امیر معاویہؓ نے (بہ نظر دور اندیشی) مغیرہ کو لکھ بھیجا کہ زیاد' حجر بن عدی' سلیمان بن صرد' سیف بن ربعی' ابن لکوا اور ابن الحمق کو بالالتزام نماز جماعت میں شریک[1] کیا کرو۔ پس یہ لوگ

[1] ابن اثیر نے لکھا ہے کہ امیر معاویہؓ نے ان لوگوں کو شریک جماعت کرنے کو اس وجہ سے لکھا تھا کہ یہ لوگ شیعان امیر المؤمنین حضرت علیؓ سے تھے ذکر قدوم زیاد علیؓ و معاویہؓ۔

مغیرہ کے ساتھ نماز جماعت میں شریک ہونے لگے۔

کابل کی فتح: ابن عامر نے ۴۳ھ میں اپنی طرف سے عبدالرحمٰن بن سمرہ کو بحستان کا والی مقرر کر روانہ کیا اور پولیس کی افسری عباد بن الحصین کو دی اور عمر بن عبیداللہ بن معمر جیسے اشراف کو ان کے ہمراہ کر دیا اس اطراف میں چونکہ بغاوت پھوٹ نکلی تھی' عبدالرحمٰن وعباد فتح کرتے ہوئے داخل ہوئے' اکثر شہروں کو فتح کر لیا' رفتہ رفتہ کابل تک پہنچے' مہینوں محاصرہ کئے رہے' منجنیقیں نصب کیں' سنگباری کرتے رہے۔ متعدد لڑائیاں ہوئیں' شہر پناہ کی فصیل کا ایک حصہ ٹوٹ گیا۔ مشرکین اس کو بنا نہ سکے تمام رات عباد بن الحصین مع اپنی رکاب کی فوج کے پہرہ دیتے رہے۔ صبح ہوتے مشرکین نے شہر سے نکل کر مقابلہ کیا۔ مسلمانوں نے پہلے ہی حملہ میں پسپا کر کے شہر پر بزور تیغ قبضہ حاصل کر لیا۔ بعد ازاں نسف کی طرف بڑھے اور اس پر بھی لڑ کر قبضہ کرتے ہوئے خشک پر جا پہنچے۔ اہل خشک نے مصالحت کر لی' پھر مسلمانوں نے رخج پر جا کر لڑائی کا نیزہ گاڑا لڑائی ہوئی بالآخر اس کو بھی فتح کر لیا۔ اس سے فارغ ہو کر زابلستان کا رخ کیا (جس کو غزنی کہتے ہیں) چنانچہ اس کو اور اس کے مضافات کو بھی فتح کر کے کابل کی طرف لوٹے۔ کابل میں اس وقت بغاوت ہو چکی تھی۔ چنانچہ عبدالرحمٰن نے ان کی پر جوش بغاوت کو فرو کر کے دوبارہ فتح کیا۔

قیقان پر فوج کشی: ہند کی سرحد پر ابن عامر نے عبدالرحمٰن بن سوار عبدی کو مامور کیا تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ خود امیر معاویہؓ نے ان کو متعین فرمایا تھا۔ بہر کیف انہوں نے میعان (قیقان) پر فوج کشی کی' بہت سامال غنیمت ہاتھ آیا اور خود ہی وفد ہو کر امیر معاویہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ قیقانی گھوڑے نذر میں پیش کئے' پھر رخصت ہو کر قیقان کی طرف گئے۔ اہل قیقان نے ترکوں سے مدد حاصل کر کے اپنی قوت سنبھال لی تھی۔ بہت سخت لڑائی ہوئی۔ آخر الامر اسی لڑائی میں مارے گئے۔ یہ نہایت کریم اور بے حد سخی تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ان سے زیادہ کوئی شخص اپنے لشکر میں آگ[1] نہ روشن کرتا تھا۔ ایک روز شب کے وقت آگ روشن دیکھ کر استفسار کیا' بتلایا گیا کہ ایک عورت کے لئے خبیص[2] بنایا جاتا ہے یہ سنتے ہی عبداللہ بن سوار نے حکم دے دیا کہ تین روز تک پورے لشکر کو خبیص پکا کر کھلایا جائے۔

ابن حازم: (اسی ۴۳ھ میں) ابن عامر نے قیس بن الہیثم کو اپنے فرائض منصبی سے غفلت اور سالانہ خراج کی عدم ادائیگی کے الزام پر گورنری خراسان سے معزول کر کے عبداللہ بن حاتم کو مامور کیا۔ لیکن یہ قیس سے ڈر کر واپس آ گئے۔ ابن عامر کو سرحد چھوڑ کر چلے آنے سے سخت برافروختگی ہوئی۔ اسی وقت ایک شخص کو قبیلہ لشکر سے اور بعض کہتے ہیں اسلم بن زرعہ کلابی کو متعین کیا (انتہی) بعد اس کے عبداللہ بن حازم کو گورنری دی اور بعض کا یہ بیان ہے کہ ابن حازم نے ابن عامر سے کہا تھا کہ قیس ایک کمزور طبیعت کا آدمی ہے۔ مجھے خوف اس امر کا ہے کہ کہیں خراسان میں بغاوت نہ ہو جائے اور قیس پسپا ہو کر نہ بھاگ آئے۔ مناسب یہ ہے کہ وہاں کی گورنری مجھے عنایت کیجئے۔ اگر وہ کسی وقت دشمنوں کی مقاومت ومقابلہ سے عاجز و

---

[1] عرب کا دستور تھا کہ جن میں فیاضی اور سخاوت ہوتی تھی وہ بغرض اظہار اپنے دروازہ پر آگ روشن کرتے تھے۔

[2] خبیص ایک قسم کا حلوہ ہوتا ہے۔

مجبور ہوگا تو میں اس کا قائم مقام ہو جاؤں گا۔ ابن عامر نے سند حکومت لکھ دی چنانچہ ابن حازم خراسان پہنچے اتفاق سے چند لوگ طغارستان کے جمع ہو کر مسلمانوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔ قیس نے ابن حازم سے مشورہ طلب کیا' ابن حازم نے رائے دی کہ آپ لڑائی کو اس وقت تک ٹالتے رہیے کہ لشکر مرتب ومجتمع ہو جائے اور ادھر ادھر سے جا کر مسلمانوں کو یکجا کیجئے۔ قیس یہ سن کر نکلے' تھوڑے ہی فاصلے پر گئے ہوں گے کہ ابن حازم نے ابن عامر کا فرمان نکال کر لشکریوں کو دکھلا کے افسر بن بیٹھے اور دشمنوں کے مقابلے پر صف آرائی کی اور ان کو مار کر بھگا دیا' اس کی خبر خراسان کے اور شہروں میں پہنچی۔ قیس کے ہمراہی بہت برہم ہوئے' ابن حازم پر فریب کا الزام لگایا۔ امیر معاویہؓ سے اس کی شکایت کی' امیر معاویہؓ نے بلا بھیجا۔ ابن حازم حاضر ہوئے اور معذرت کی' امیر معاویہؓ نے اس کو قبول کیا اور یہ کہا کہ کل لوگوں کے روبرو اس معذرت کو پیش کرنا۔ چنانچہ ابن حازم نے ایسا ہی کیا۔

۴۳ھ میں عمرو بن العاص کا مصر میں انتقال ہو گیا بجائے ان کے امیر معاویہؓ نے ان کے لڑکے عبداللہ بن عمرو بن العاص کو مامور کیا۔

ابن عامر کی معزولی: ۴۴ھ میں امیر معاویہؓ نے ابن عامر کو معزول کر دیا چونکہ ان میں حلم کا مادہ زیادہ تھا۔ طبیعت نرم تھی۔ اس وجہ سے بصرے میں فتنہ وفساد شروع ہو گیا تھا۔ زیاد نے رائے دی کہ ''نیام سے تلوار کھینچ لو'' ابن عامر نے کہا ''میں اپنے نفس کو خراب کر کے لوگوں کی اصلاح نہ کروں گا'' یہ کہہ کر چند لوگوں کو بصرے سے بطور وفد کے امیر معاویہؓ کی خدمت میں روانہ کیا۔ اتفاق سے انہیں کے ساتھ کوفہ کا وفد بھی حاضر ہوا۔ جن میں ابن الکواء (یعنی عبداللہ بن ابی اوفی یشکری) بھی تھا۔ امیر معاویہؓ نے ان لوگوں سے عراق اور علی الخصوص بصرے کا حال دریافت کیا۔ ابن الکواء نے کہا ''امیر المومنین! اہل بصرہ کو ان کے کمینوں نے کھا لیا اور ان کو دبانے سے ان کا گورنر مجبور ہے' اس میں یہ قوت ہی نہیں کہ ان کی اصلاح کر سکے''۔ امیر معاویہؓ بولے ''تعجب ہے کہ تم یہ باتیں اہل بصرہ کے روبرو کہہ رہے ہو'' ابن الکواء نے عرض کیا ''بے شک میرا یہ بیان نہایت صحیح ودرست ہے''۔ جب اہل بصرہ کا وفد بصرے میں لوٹ کر آیا انہوں نے یہ واقعہ ابن عامر سے بیان کیا۔ ابن عامر نے برافروختہ ہو کر ابن الکواء کے مخالفین میں سے عبداللہ بن ابی یشکری یا طفیل بن عوف کو خراسان کا والی مقرر کیا۔ یہ خبر ابن الکواء تک پہنچی تو اس نے از راہ تمسخر کہا ''واللہ! یہ عداوت اچھی ہے کہ میری مخالفت کی وجہ سے ہمیشہ وہ یشکری ہی کو والی بنایا کرے''۔

اس واقعہ کے بعد معاویہ نے ابن عامر کو بلا بھیجا حاضر ہوئے۔ ایک مدت تک قیام پذیر رہے۔ رخصتی کے وقت امیر معاویہؓ نے کہا ''میں تم سے تین چیزیں مانگتا ہوں تم یہ کہہ دو کہ میں نے وہ تم کو دے دیں''۔ ابن عامر بولے ''اچھا میں نے دے دیں''۔ امیر معاویہؓ نے کہا (۱) تم گورنری سے دست کش ہو جاؤ شرط یہ کہ ناراض نہ ہو (۲) تم اپنا مال جو عرفہ میں ہے اور اپنا مکان جو مکہ میں ہے مجھے ہبہ کر دو (۳) رشتہ داری اور محبت ترک نہ کرنا''۔ ابن عامر نے کہا ''یہ سب میں نے منظور کر لیا' لیکن اے امیر المومنین! آپ بھی تین چیزیں جو میں آپ سے طلب کروں مرحمت فرمائیے''۔ امیر معاویہؓ نے کہا

''میں بخوشی اس کو منظور کرتا ہوں''۔ ابن عامر نے عرض کیا'' (۱) یہ کہ میرا مال جو آپ نے ضبط کر لیا ہے اس کو واپس کیجئے (۲) یہ کہ میرے کسی عامل سے کچھ حساب و کتاب نہ لیجئے اور نہ میری برائی کی جستجو کیجئے (۳) یہ کہ آپ اپنی لڑکی ہند سے میرا نکاح کر دیجئے''۔ امیر معاویہؓ نے کہا ''میں نے یہ سب منظور کر لیا'' اور بعض کا یہ بیان ہے کہ امیر معاویہؓ نے ابن عامر سے کہا تھا کہ ان امور میں سے جو چاہو اختیار کر لو ایک یہ کہ تم اپنے مفوضہ ملک پر جاؤ اور میں تم سے اس کا حساب و کتاب لوں۔ دوسرے یہ کہ تم اپنے عہدے سے دست کشی کر لو اور میں اس جگہ کا کوئی اور انتظام کر دوں۔ ابن عامر نے پچھلی بات اختیار کی۔ پس امیر معاویہؓ نے بجائے ان کے حرث بن عبداللہ ازدی کو بصرے کا والی مقرر کیا۔

زیاد کا نسب: سمیہ[1] مادر زیاد' حرث بن کندہ طبیب کی لونڈی تھی جس زمانہ میں سمیہ حرث کے پاس تھی' انہیں دنوں اس کے بطن سے ابوبکرہ پیدا ہوئے تھے۔ اس کے بعد حرث نے سمیہ کا عقد اپنے ایک غلام سے کر دیا جس کے گھر میں زیاد پیدا ہوا۔ ابوسفیان زمانہ جاہلیت میں طائف گئے ہوئے تھے۔ واپسی کے وقت کسی طرح حسب رسم جاہلیت سمیہ کے ساتھ ہمبستر ہوئے۔ حمل رہ گیا اور اس سے یہ زیاد وجود میں آیا۔ اس وجہ سے یہ نسباً ابوسفیان کی طرف منسوب کیا گیا۔ چنانچہ ابوسفیان نے ایک موقع پر چھپے الفاظ میں اس کا اقرار کیا تھا۔ جب زیاد جوان ہوا اور اس سے ہونہار ہونے کے آثار نمایاں ہوئے تو ابوموسیٰ اشعری نے اپنے زمانہ حکومت میں بصرے میں اس کو منشی کا عہدہ دیا۔ پھر حضرت عمر فاروقؓ نے بھی ایک خدمت سپرد کی۔ جس کو زیاد نے نہایت کفایت شعاری اور امانت و دیانت سے انجام دیا اور حاضر ہو کر نہایت فصاحت و بلاغت سے جو کچھ عرض و معروض کرنا تھا اس کو بیان کیا' عمرو بن العاصؓ بیٹھے ہوئے تھے زیاد کی برجستہ گوئی دیکھ کر بولے ''واللہ! اس لڑکے کا باپ اگر قریشی ہوتا تو تمام عرب کو ایک لکڑی سے ہانکتا'' ابوسفیان بولے (اور حضرت علیؓ ابن ابی طالب قریب بیٹھے ہوئے تھے) ''واللہ! میں اس کے باپ کو جانتا ہوں''۔ حضرت علیؓ ابن ابی طالب نے کہا' چپ رہو اگر حضرت عمر بن الخطاب سن لیں گے تو آٹے دال کا بھاؤ معلوم ہو جائے گا۔

حضرت علیؓ اور زیاد: جب حضرت علیؓ بن ابی طالب کا زمانہ خلافت آیا تو آپ نے اسے فارس کی حکومت سپرد کی۔ زیاد نے نہایت مستعدی سے انتظام کیا' امیر معاویہؓ نے تہدید کا خط لکھا اور اس کو ابوسفیان کا لڑکا ہونے سے انکار کیا۔ زیاد نے خط

---

[1] ابن اثیر نے لکھا ہے کہ سمیہ مادر زیاد' دہقان زندورد کسکر کی لونڈی تھی۔ ایک مرتبہ دہقان علیل ہوا۔ علاج کے لئے حرث بن کندہ ثقفی طبیب عرب بلایا گیا۔ اچھے ہونے کے بعد دہقان نے حرث بن کندہ کی خدمت میں بطور نذر سمیہ کو پیش کیا۔ پس اس سے ابوبکرہ پیدا ہوا بعد ازاں حرث نے رنگ دیکھ کر اس کی ابنیت سے انکار کر دیا کیونکہ لوگوں نے اس سے کہا تھا کہ تیری لونڈی آوارہ ہو گئی ہے' بہرکیف جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف کا محاصرہ کیا اور آپ کے منادی نے یہ اعلان کیا کہ جو شخص چلا آئے گا وہ آزاد ہے اور اس کا آقا اللہ تعالیٰ اور رسول ہے تو ابوبکرہ طائف سے نکل کر حاضر خدمت ہوئے' اسلام لائے حرث نے یہ دیکھ کر نافع سے کہا تو تو میرا لڑکا ہے ابوبکرہ کی طرح نہ کرنا پس اس وجہ سے نافع حرث کی طرف نسباً منسوب کیا جاتا ہے۔ حرث بن کندہ طبیب نے ولادت نافع سمیہ کا عقد اپنے ایک غلام رومی عبید نامی سے کر دیا اتفاق سے ابوسفیان اسی زمانہ میں طائف گئے تھے' یہ زمانہ ان کی جاہلیت کا تھا واپسی کے وقت ایک خمار کے پاس گئے جس نام ابومریم السلولی تھا اور اس سے کہا کہ مجھے ایک عورت کی خواہش ہے۔ اس نے دریافت کیا' کیا سمیہ کو تو پسند کر سکتا ہے؟ ابوسفیان نے کہا اسی کو لاؤ گو اس کی ڈھلی ہوئی چھاتیاں اور نکلا ہوا پیٹ ہے۔ ابومریم نے لا کر پیش کیا ابوسفیان ہم بستر ہوئے نطفہ ٹھہر گیا بعد انقضاء مدت حمل لے اھ میں زیاد عبید کے گھر پیدا ہوا (ابن اثیر ذکر استلحاق معاویہ' زیاد و عقید الفرید اخبار زیاد)

پڑھ کر لوگوں کو جمع کر کے خطبہ دیا جس میں امیر معاویہؓ کی دھمکی سے تعجب ظاہر کرتے ہوئے کہا تھا کہ معاویہؓ مجھے ڈرانا چاہتا ہے حالانکہ میرے اور اس کے درمیان میں ابن عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مع مہاجرین وانصار کے ہیں' امیر المومنین حضرت علیؓ ابن ابی طالب کو جب اس سے آگاہی ہوئی تو لکھ بھیجا میں نے تم کو والی مقرر کیا ہے اور میرے نزدیک تم اس کے سزاوار ہو اور ابوسفیان میں خباثتِ نفس اور ایک جہالت تھی جس کی میراث تم کو نہ ملنا چاہئے اور نہ تمہارا نسب اس سے ملحق ہونا مناسب ہے اور معاویہؓ انسان کے آگے پیچھے' دائیں بائیں سے آتا ہے۔ پس اس سے احتراز کرو' پھر احتراز کرو۔ والسلام

امیر معاویہؓ اور زیاد میں مصالحت: امیر المومنین حضرت علیؓ بن ابی طالب کے شہید ہونے کے بعد زیاد نے امیر معاویہؓ سے مصالحت کر لی۔ مصقلہ ابن ہبیرہ شیبانی نے امیر معاویہؓ سے سفارش کی کہ زیاد کو نسباً ابوسفیان کی طرف منسوب کر لو۔ چنانچہ امیر معاویہؓ نے تالیفِ قلوب کے خیال سے زیاد کو ابوسفیان کا بیٹا لکھنے لگے اور اس امر کے ثبوت کی غرض سے جو لوگ ابوسفیان وسمیہ کے تعلقات اور زیاد کی پیدائش سے واقف تھے' بلائے گئے اور ان سے شہادت لی گئی لیکن شیعانِ علی ابن ابی طالبؓ اس نسب سے انکار کرتے رہے۔ حتیٰ کہ اس کے ایک بھائی ابوبکرہ بھی منکر تھے۔ اس کے بعد زیاد نے کسی وقت ام المومنین حضرت عائشہؓ کو ایک خط لکھا جس کا عنوان یہ تھا ''من زیاد بن ابی سفیان'' مقصود اس تحریر سے یہ تھا کہ ام المومنین حضرت عائشہؓ بھی ابوسفیان کا لڑکا کہیں تا کہ ثبوت نسب میں کافی شہادت حاصل ہو جائے۔ مگر ام المومنین نے جواب میں یہ عنوان اختیار کیا ''من عائشۃ ام المومنین الی ابنہا زیاد''۔

ابن عامر اور زیاد: عبداللہ بن عامر اور زیاد میں کسی وجہ سے مخالفت پیدا ہو گئی۔ ایک روز عبداللہ بن عامر نے اپنے کسی مصاحب سے کہا کہ عبدالقیس بن سمیہ کون ہے جو میرے درپے ہے اور میرے عمال سے معترض ہوتا ہے' میں نے اس کی کوشش کی ہے کہ قریش اس بات کا اقرار کر لیں کہ ابوسفیان نے سمیہ کو دیکھا ہی نہیں۔ لوگوں نے اس کی خبر زیاد تک پہنچا دی اور زیاد نے امیر معاویہؓ تک۔ امیر معاویہؓ نے عبداللہ بن عامر کو بلا بھیجا۔ یزید اپنے ہمراہ لئے ہوئے آیا۔ امیر معاویہؓ ان کو دیکھ کر دربار سے اٹھے مکان میں گئے' بہت دیر تک باتیں کرتے رہے۔ اثنائے کلام میں کہا کہ میں زیاد سے بوجہ کمزوری نہیں ملتا اور نہ اس کی عزت میں اپنی ذلت سے کرتا ہوں اصل یہ ہے کہ میں نے جو حق اللہ سمجھا اس کو میں نے پورا کر دیا۔ ابن عامر یہ سن کر باہر آئے زیاد کو راضی کیا۔ اسی وجہ سے امیر معاویہؓ بھی راضی ہو گئے۔

امارت بصرہ پر زیاد کا تقرر: زیاد نے صلح کے بعد معاویہؓ اور استلحاق نسب' کوفہ میں قیام کیا تھا اور اس کی گورنری کا متمنی تھا۔ لیکن مغیرہ کو یہ شاق گزر رہا تھا۔ انہوں نے گھبرا کر امیر معاویہؓ کی خدمت میں استعفاء پیش کیا۔ امیر معاویہؓ نے نامنظور کر دیا۔ بعد ازاں حرث بن عبداللہ ازدی کو گورنری بصرے سے معزول کر کے ۴۵ھ میں زیاد کو مقرر کیا اور ساتھ ہی اس کے خراسان اور سجستان کا صوبہ بھی اس کی گورنری میں شامل کر دیا۔ کچھ عرصہ بعد سندھ و بحرین وعمان کے صوبجات بھی ملحق کر دیئے گئے۔ زیاد نے بصرہ میں پہنچ کر خطبہ دیا۔ جو خطبہ بترا کے نام سے موسوم ومعروف ہوا (بترا کے نام سے یہ خطبہ اس وجہ سے موسوم ہوا کہ زیاد نے حمد وثناء ترک کر دیا تھا) حاضرین کو فسق وفجور اور ہوا و نفس پرستی' ذلت وگمراہی اور حرام کاری سے

نہایت شدت کے ساتھ منع کیا اور بہت زور سے گناہوں کو ترک کرنے اور ائمہ کی اطاعت کی تاکید کی اور یہ کہا کہ میں تین امور کو نہایت پابندی سے بجالاؤں گا۔ ایک یہ کہ میں کسی حاجت مند سے نہ چھپوں گا۔ گو وہ میرے پاس شب کو آئے' دوسرے یہ کہ الزام سے کسی کا وظیفہ اور تنخواہ نہ موقوف کروں گا۔ تیسرے یہ کہ تم لوگوں میں آتش جنگ نہ مشتعل کروں گا۔ زیاد خطبہ سے فارغ ہوا تو عبداللہ بن الاہم نے کہا: اشهد انک اوتیت الحکمة و فضل الخطاب زیاد نے استہزاء سمجھ کر جواب دیا: کذبت ذاک نبی الله داؤد

زیاد کا نظم ونسق: زیاد نے پولیس کی افسری عبداللہ بن حصین کو دی اور یہ ہدایت دی کہ لوگوں کو شب میں عشاء کے بعد نکلنے کی ممانعت کر دی جائے اور اس کی نسبت خطبہ میں بھی کہا تھا کہ جو شخص رات کو اپنے گھر سے نکلے گا اور وہ میرے سامنے پیش کیا جائے گا' میں اس کو قتل کر ڈالوں گا۔ چنانچہ اس پابندی کی غرض سے نماز عشاء میں سورۂ بقرہ پڑھواتا تھا اور اس وقت تک انتظار کرتا کہ لوگ گھروں کو پہنچ جائیں بعد ازاں اس کے حکم سے پولیس کا افسر گشت کو نکلتا تھا جس کو پاتا تھا قتل کر ڈالتا تھا۔ سب سے پہلے جس نے احکام شاہی کا انتہائی تشدد سے برتاؤ وعمل درآمد کیا وہ زیاد ہی تھا۔ اس نے محض بدگمانی پر لوگوں کو ماخوذ کیا' شک وشبہ پر سزائیں دیں اور اس درجہ سختی کا انتظام کیا کہ کمینہ اور راہزن اور اٹھائی گیرے ڈر کر بیٹھ رہے۔ لوگ بے فکری اور بے پروائی سے کھلے دروازے سونے لگے امن وامان اس حد تک پہنچ گیا کہ جہاں کہیں کسی کی کوئی چیز گر جاتی تھی تو اس کو کوئی اٹھاتا نہ تھا۔ وہیں پڑی رہتی تھی۔ یہاں تک کہ اس کا مالک آتا اور اٹھا کر لے جاتا۔ داد ودہش میں اس نے فراخ حوصلگی دکھائی۔ پولیس کی اس قدر زیادتی کی کہ چار ہزار تک ان کی تعداد پہنچ گئی' لوگوں نے مسافروں اور شاہراہوں کی درستی کے لئے کہا تو اس نے جواب دیا کہ جب تک شہر کی اصلاح اور اس کا انتظام نہ کرلوں گا' کسی طرف متوجہ نہ ہوں گا۔ چنانچہ شہر کے انتظام درست کرنے کے بعد اطراف وجوانب اور راستوں کی بھی اصلاح شروع کی اور انتظامی امور واصلاح وشوریٰ میں انس بن مالک' عبدالرحمٰن بن سمرہ' سمرہ بن جندب جیسے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد لیتا تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اسلام میں ابتداء زیاد ہی نے یہ طریقہ اختیار کیا تھا کہ اس کے آگے آگے لوگ آلاتِ حرب لے کر چلتے تھے۔ اس نے حفاظتی دستہ (فوج جاں نثاراں) مقرر کیا۔ پانچ سو آدمی کسی وقت دروازۂ مسجد سے نہ ہٹتے تھے۔

نافع کی معزولی: صوبہ خراسان کو چار حصوں پر تقسیم کیا۔ مرو پر امین بن احمد یشکری کو' نیشاپور پر خلید بن عبداللہ حنفی کو' مرورود' فاریاب' طالقان پر قیس بن الہیثم کو' ہرات اور بازغیس و پوشنج پر نافع بن خالد الطاحی کو مامور کیا۔ پھر نافع اس وجہ سے معزول کر دیئے گئے کہ نافع نے خوان بادزہر (جس کو انہوں نے کہیں سے بطور غنیمت حاصل کیا تھا) جس کے پائے جواہرات کے تھے۔ زیاد کے پاس روانہ کیا' لیکن ایک پایہ اس کا نکال کر بجائے اس کے سونے کا لگا دیا۔ زیاد کو یہ معلوم ہو گیا اس الزام سے اس نے نافع کو معزول کر کے قید کر دیا اور ایک لاکھ جرمانہ کیا۔ بعض کا بیان ہے کہ آٹھ لاکھ تاوان لئے۔ اس کے بعد از دمیں سے کسی کی سفارش کرنے سے نافع قید سے رہا کر دیئے گئے' بجائے اس کے حکم[1] بن عمرو الغفاری کو ہرات وغیرہ کی گورنری دی

[1] حکیم بن عبدالغفاری کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت نصیب ہوئی تھی۔ ان کا شمار صحابہ میں ہے زیاد کا حاجب ان کو غلطی سے بلالے گیا تھا' اس نے حکم بن العاص کے بلانے کو بھیجا تھا۔ زیاد نے ان کو دیکھ کر کہا میں نے تمہارے مقرر کرنے کا قصد نہیں کیا تھا' لیکن اللہ تعالیٰ نے تمہاری تقرری منظور کی' اب تم ہی خراسان کی طرف جاؤ (کامل ابن اثیر ذکر عمال زیاد)

اور صیغہ مال اسلمبن زرعہ کلابی کے سپرد کیا۔ حکم نے طخارستان پر فوج کشی کی' بے شمار مال غنیمت ہاتھ آیا۔ پھر ۴۷ھ میں بغاوت کی وجہ سے جبال غور پر چڑھائی کی' بہت سا مال غنیمت ہاتھ آیا۔ سینکڑوں کو گرفتار کر کے لونڈی غلام بنا لیا۔ پھر حکم نے اپنے مقبوضہ ملک میں ایک نہر کھدوائی اور جنگ جبال غور سے واپسی کے وقت مقام مرو میں انس بن ابی اناس بن ابین کو نائب مقرر کر کے انتقال کر گئے۔ زیاد نے انس کی قائم مقامی منظور نہ کی۔ معزول کر کے پہلے خلید بن عبداللہ الحنفی کو اس کے انتظام کرنے کو لکھا پھر ربیع بن زیاد محاربی کو پچاس ہزار کی جمعیت سے لشکر بصرہ و کوفہ سے روانہ کیا۔

بیرونی مہمات: ابتداً مسلمانوں نے ۴۲ھ میں عہد خلافت امیر معاویہؓ میں بلاد روم پر فوج کشی کی اور رومیوں کو شکست فاش دی اور ایک گروہ بطریقوں کا معرکہ کارزار میں کام آیا اس کے بعد ۴۳ھ میں بسر بن ارطاۃ نے بلاد روم پر جہاد کیا اور وہیں موسم سرما میں رہے۔ واقدی کا بیان ہے کہ بسر بن ارطاۃ لڑتے ہوئے قسطنطنیہ تک پہنچ گئے تھے' بعد ازاں عبدالرحمٰن بن خالد (یہ حمص کے والی تھے) جہاد کرتے ہوئے بلاد روم میں داخل ہوئے۔ موسم سرما وہیں گزارا اور بسر نے اس سنہ میں براہ دریا رومیوں پر حملہ کیا۔ پھر ۴۶ھ میں عبدالرحمٰن بن خالد بن الولید دوبارہ بلاد روم پر حملہ آور ہوئے۔ موسم سرما کے دوران وہیں رہے اور عبدالرحمٰن بن سبیعی انطاکیہ میں پھر ۴۶ھ میں اسلامی فوجیں بلاد روم میں داخل ہوئیں۔ عبدالرحمٰن بن خالد نے انطاکیہ پر' عبداللہ بن قیس فزاری صائفہ پر' مالک بن ہبیرہ یشکری اور عقبہ بن عامر الجہنی اہل مصر و اہل مدینہ کے ساتھ براہ دریا رومیوں پر حملہ آور ہوئے اس کے بعد ۴۹ھ میں مالک بن ہبیرہ نے پھر بلاد روم پر جہاد کیا۔ موسم سرما وہیں گزارا اور عبداللہ بن کریز الجبلی صائفہ کی طرف بڑھے اور یزید بن شمرہ الرہاوی نے اسی سنہ میں اہل شام کو لے کر براہ دریا روم پر حملہ کیا اور اہل مصر کو ہمراہ لے کر عقبہ بن نافع نے بھی ایسا ہی کیا۔[1]

قسطنطنیہ پر فوج کشی: پھر امیر معاویہؓ نے ۵۰ھ میں ایک بہت بڑا لشکر بسر افسری سفیان بن عوف بلاد روم کی طرف روانہ کیا اور اپنے لڑکے یزید کو بھی ان کے ہمراہ جانے کا حکم دیا' لیکن یزید نے جانا پسند نہ کیا اور معذرت کی' اس پر امیر معاویہؓ نے اس کی روانگی ملتوی کر دی۔ اتفاق سے مجاہدین کو اس لڑائی میں اکثر مصائب کا سامنا ہوا غلہ کی کمی' مرض کی زیادتی سے بہت لوگ مر گئے' یزید کو اس کی اطلاع ہوئی تو وہ بے ساختہ اشعار ذیل پڑھنے لگا۔

ما ان ابالی بما لاقت ما جموعهم
بالفرقد ونته من حمی و من شوم
اذا تکات علی الانماط مرتفعاً
بدیر مران عندی ام کلثوم[2]

"مجھ کو اس کی مطلق پرواہ نہیں ہے کہ ان کے لشکر کو فرقدونہ میں سختی اور بدکلامی کا سامنا ہوا جبکہ میں نے بلند ہو کر

[1] ابن اثیر نے اس واقعہ کو ۴۳ھ کے واقعات کے ذیل میں لکھا ہے۔
[2] ام کلثوم عبداللہ بن عامر کی لڑکی اور یزید کی بیوی تھی۔

رنگ برنگ قالینوں پر تکیہ لگایا' دیر مردان میں اور میرے پاس ام کلثوم ہے''۔

امیر معاویہؓ کے کانوں تک ان اشعار کی آواز پہنچی یزید کے بھیجنے کی قسم کھالی۔ چنانچہ یزید کو ایک جمعیت کثیرہ کے ساتھ جس میں ابن عباسؓ ابن عامر' ابن زبیر' ابوایوب انصار رضی اللہ عنہم بھی تھے روانہ کیا۔ ان لوگوں نے میدان جنگ میں پہنچ کر نہایت تیزی اور سختی سے لڑائی شروع کی۔ لڑتے بھڑتے قسطنطنیہ تک پہنچے۔ رومیوں نے قسطنطنیہ کی دیوار کے نیچے معرکہ آرائی کی۔ انہیں معرکوں میں حضرت ابوایوب انصاریؓ شہید ہو گئے اور قسطنطنیہ کی شہر پناہ کی دیوار کے نیچے دفن کر دیئے گئے۔ یزید اور شامی فوجیں شام کو لوٹ آئیں۔ پھر فضالہ بن عبید نے ۵۱ھ میں ایام سرما میں بلاد روم پر حملہ کیا اور بشر بن ارطاۃ نے صائفہ پر۔

امارت کوفہ پر زیاد کا تقرر: مغیرہ بن شعبہ گورنر کوفہ کا ۵۰ھ میں بعارضہ طاعون اور بعض روایت کرتے ہیں کہ ۴۹ھ میں اور ایک روایت کے اعتبار سے ۵۱ھ میں انتقال ہو گیا۔ امیر معاویہؓ نے اس صوبہ کو بھی زیاد کے سپرد کر دیا۔ پس زیاد بصرہ میں سمرہ بن جندب کو اپنا نائب مقرر کر کے کوفہ پہنچا اور جامع مسجد میں لوگوں کو جمع کر کے خطبہ دیا۔ اثناء خطبہ میں حاضرین نے اس پر کنکریاں پھینکیں' زیاد نے منبر سے اتر کر کرسی منگوائی اور مسجد کے دروازے پر رکھ کر بیٹھا۔ اس کے ہمراہیوں نے مسجد کے دروازوں کو گھیر لیا اس کے بعد لوگ پیش کیے جانے لگے جو شخص کنکریوں کے نہ پھینکنے کی قسم کھاتا تھا' چھوڑ دیا جاتا تھا ورنہ قید کر لیا جاتا تھا' تقریباً اسی آدمی قید کیے گئے۔ پھر اوفی بن حصین کی شکایت اس کے کان تک پہنچی' اس نے گرفتاری کا حکم دیا۔ اوفی بن حصین بھاگ کھڑے ہوئے' کچھ عرصہ بعد گرفتار کر پیش کیے گئے زیاد نے ان کو قتل کر ڈالا۔ ایک روز عمارہ بن عقبہ بن ابی معیط نے عمرو بن الحمق کی چغلی کی کہ اس کے پاس شیعان علیؓ کا مجمع ہوتا ہے۔ زیاد نے عمرو بن الحمق کو اس مجمع کرنے سے منع کیا اور اس سے مخاطب ہو کر کہا ''میں کسی کا خون کو مباح نہ کروں گا جب تک وہ مجھ سے مخالفت نہ کرے گا''۔ سمرہ بن جندب جس کو بصرہ میں اس نے اپنا نائب بنایا تھا اس کی غیر حاضری میں خون ریزی پر کمربستہ ہو گیا' بے شمار عورتوں کو بیوہ اور لڑکوں کو یتیم کر دیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ آٹھ ہزار آدمی اس کے ظلم کے ہاتھ موت کے گھاٹ اتارے گئے' زیاد کو سمرہ کا یہ ظلم وستم ناگوار گزرا مگر کوئی سزا نہ دی۔

قیروان کی تعمیر: عمرو بن العاص عامل مصر نے اپنی وفات سے پیشتر عقبہ بن عامر بن عبد قیس کو افریقہ کا والی مقرر کیا تھا۔ یہ ان کے خالہ زاد بھائی تھے۔ چنانچہ عقبہ لواتہ و مراتہ تک فتح کرتے ہوئے پہنچ گئے۔ اہل افریقہ نے اطاعت قبول کر لی۔ پھر کچھ عرصہ بعد انہوں نے عہد شکنی کی' عقبہ نے دوبارہ فوج کشی کی' سینکڑوں کو قتل اور ہزاروں کو قید کر لیا اس کے بعد ۴۳ھ میں غدامس اور آئندہ سنہ میں ودان اور سودان کے ایک دو مقام کو بزور تیغ فتح کیا۔ تھوڑے دنوں کے بعد جب یہ پھر باغی ہو گئے تو امیر معاویہؓ نے ۵۰ھ میں دس ہزار کی جمعیت سے ان کو افریقہ کی طرف روانہ کیا اور پیچھے سے مسلمانان بربر کو بھی ان کے ساتھ شامل کر دیا۔ جس سے عقبہ کی فوجی طاقت بڑھ گئی۔ افریقہ پہنچ کر عقبہ نے مارشل لاء جاری کر دیا۔ چاروں طرف کشت و خون کا بازار گرم کر دیا۔ اس وجہ سے کہ اہل افریقہ نے یہ وطیرہ اختیار کر لیا تھا کہ جب اسلامی لشکر ان کی سرکوبی کو آجاتا فوراً

مطیع ہو جاتے اور جہاں وہ کوچ کر جاتا باغی وخود مختار ہو جاتے تھے۔ اس کامیابی کے بعد یہ رائے قرار پائی کہ اسلامی لشکر کے لئے کوئی کیمپ بنایا جائے تاکہ اہل افریقہ کی آئے دن کی بغاوت اور سرکشی سے نجات ملے اور عساکر اسلامی اہل افریقہ کے شر وفساد سے محفوظ و مامون رہیں۔ چنانچہ مقام قیروان کو منتخب کر کے خس وخاشاک سے صاف کیا' اونچی نیچی زمین کو ہموار بنایا۔ جامع مسجد بنوائی' لشکریوں کے رہنے کے لئے مکانات تیار کرائے ہر قبیلہ کی علیحدہ علیحدہ مسجدیں بنائی گئیں' جامع مسجد کا طول تین ہزار ذراع[1] اور عرض چھ سو ذراع کا تھا۔ پانچ برس میں اس شہر کی تعمیر پوری ہوئی اثنائے تعمیر میں برابر جہاد کرتے رہے اور متواتر سرایا بھیجتے رہے۔

انہیں ایام میں اکثر بربر دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے۔ جس سے مسلمانوں کی تعداد بڑھ گئی دین کو قوت حاصل ہو گئی۔ اسلامی لشکر کے بازو مضبوط ہو گئے جو قیروان میں مقیم تھا۔ ان واقعات کے بعد امیر معاویہؓ نے مصر و افریقہ کی حکومت مسلمہ بن مخلد انصاری کے قبضہ میں دی' انہوں نے اپنی طرف سے افریقہ پر اپنے ایک غلام ابوالمہاجر نامی کو مامور کیا۔ اس نے افریقہ میں پہنچ کر بہت بری طرح سے عقبہ کی معزولی کو ظاہر کیا جس سے عقبہ کی بے حد سبکی ہوئی۔ عقبہ بیچارے افریقہ کو خیرباد کہہ کر شام میں امیر معاویہؓ کے پاس چلے آئے اور ابوالمہاجر کی شکایت کی۔ امیر معاویہؓ نے معذرت کی اور افریقہ کی حکومت دینے کا وعدہ کیا۔ لیکن اس کی نوبت نہ آئی امروز فردا میں امیر معاویہؓ کا دورِ خلافت تمام ہو گیا۔ پھر یزید نے ۶۲ھ میں اپنے زمانہ حکومت میں عقبہ کو افریقہ کی گورنری دی' واقدی نے لکھا ہے کہ عقبہ ۴۶ھ میں افریقہ کے والی ہوئے اور اسی زمانہ میں قیروان کو آباد کیا۔ پھر یزید نے ۶۲ھ میں ابوالمہاجر کو بھیج کر عقبہ کو ولایت افریقہ سے معزول کیا۔ ابوالمہاجر نے عقبہ کے ساتھ اس درجہ سختی کا برتاؤ کیا کہ اس ناکردہ گناہ کو گرفتار کر کے قید کر دیا۔ یزید کو جب یہ معلوم ہوا تو اس نے ابوالمہاجر کو عقبہ کے رہا کر دینے اور شام بھیج دینے کو لکھا۔ جب عقبہ افریقہ سے واپس ہو کر شام آئے تو یزید نے دوبارہ ان کو والی افریقہ مقرر کر کے روانہ کیا۔ پس انہوں نے بھی ابوالمہاجر کو گرفتار کر کے قید کر دیا۔ یہاں تک کہ اہل بربر سے کسلہ شاہ برانس نے فوج کشی ان سب کو قتل کیا جیسا کہ ہم آئندہ بیان کریں گے۔

حجر بن عدی: مغیرہ بن شعبہ نے یہ عادت اختیار کر لی تھی کہ اپنے زمانہ گورنری میں اکثر مجالس اور خطبوں میں امیر المومنین حضرت علیؓ پر اعتراضات اور امیر المومنین حضرت عثمانؓ کی تعریف کیا کرتا تھا۔ حجر بن عدی کو یہ امر شاق گزرتا تھا۔ بسا اوقات' کھڑے ہو کر یہ کہہ اٹھتے تھے ''اللہ تعالیٰ تم سے سمجھے تمہاری ہی ذات سے یہ سب کچھ ہوا' میں شہادت دیتا ہوں کہ جس کی تم مذمت کر رہے ہو وہ افضلیت کا مستحق ہے اور جس کی تم بڑائی بیان کرتے ہو وہ مذمت کا مستحق ہے''۔ مغیرہ یہ جواب دیتے ''اے حجر! سلطان کے غضب سے ڈر' کیونکہ تجھ ایسوں کو وہ ہلاک کر ڈالتا ہے''۔ حجر و مغیرہ میں اس قسم کی نوک جھونک کی باتیں اکثر ہوتی تھیں' اتفاق سے مغیرہ اپنے آخری زمانہ حکومت میں حسبِ عادت قدیم منبر پر کھڑے ہوئے وہی کلمات کہہ رہے تھے' حجر نے اس طرح ڈانٹ کر کہا کل مسجد والوں نے سنا ''اے شخص! ہمارے روزینے دے دے تو نے اس کو کیوں روک رکھا ہے' اس سے تجھ کو کچھ فائدہ نہ ہو گا بڑے افسوس کی بات ہے کہ تو نے امیر المومنین کی سختی سے مذمت کرتے ہوئے

---

[1] ذراع اس مقدار کو کہتے ہیں جو دونوں ہاتھوں کے پھیلانے سے پیدا ہوتا ہے گویا اس حساب سے پانچ ہاتھ ہوتا ہے۔

صبح کی'' لوگوں نے بھی چاروں طرف سے چلا کر کہا'' یہ سچ کہتا ہے ہمارے روزینے دے دے' تو جس خیال میں ہے اس سے ہم کو کچھ نفع نہیں''۔ مغیرہ یہ رنگ دیکھ کر مسجد سے نکل کر دارالامارت میں آئے مصاحبوں نے حجر کی سخت کلامی و بے باکی اور مغیرہ کے حلم و برداشت پر نفرین کر کے کہا'' اگر تم حجر سے درگزر کرو گے تو دلوں سے خوف اٹھ جائے گا اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ امیر المؤمنین معاویہؓ کے عتاب میں تم گرفتار ہو جاؤ گے'' مغیرہ نے جواب دیا'' میرا زمانۂ وفات قریب آ گیا ہے میں کسی کو قتل نہ کروں گا' اگر حجر کی یہی عادت رہی تو جو شخص میرے بعد آئے گا وہ اس سے سمجھ لے گا''۔

حجر بن عدی اور زیاد: الغرض مغیرہ کچھ عرصہ بعد مر گئے اور ان کی جگہ زیاد گورنر ہو کر کوفہ آیا۔ اثناء خطبہ میں امیر المؤمنین حضرت عثمانؓ کی تعریف بیان کی اور ان کے قاتلین پر لعن کیا۔ حجر نے حسبِ عادت قدیم جو کہتے تھے کہا۔ زیاد خاموش ہو گیا اور بجائے اپنے عمرو بن حریث کو مقرر کر کے واپس بصرہ آیا' کچھ عرصہ بعد یہ خبر پہنچی کہ حجر کے پاس شیعانِ علیؓ کا مجمع ہوتا ہے اور وہ لوگ علانیہ امیر معاویہؓ پر لعن وطعن کرتے ہیں اور نیز ان لوگوں نے عمرو بن حریث کو کنکریاں ماری ہیں۔ زیاد یہ سنتے ہی کوفہ کو روانہ ہوا۔ مسجد میں پہنچ کر خطبہ دیا حجر بھی موجود تھے۔ زیاد نے نہایت سختی سے ان کو مخاطب کر کے کہا: لست بشیءٍ ان لم امنع الکوفة من حجر و ادعده نکالا لمن بعدہٗ اس کے بعد حجر کو بلایا' حجر نے انکار کیا۔ زیاد نے شداد بن الہیثم ہلالی افسر پولیس کو اشارہ کیا کہ حجر کو پکڑ لاؤ' حجر اور ان کے ہمراہیوں نے گالیاں دیں زیاد اس وقت تو خاموش ہو گیا۔ اگلے دن اہل کوفہ کو جمع کر کے دھمکایا ڈرایا۔ لوگوں نے حجر سے علیحدگی و برأت ظاہر کی۔ زیاد نے کہا یوں نہیں' تم لوگوں کے جو اعزہ و اقارب حجر کے پاس جمع ہوں' ان کو تم لوگ بلا لو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ حجر کے پاس سوائے اس کی قوم کے اور کوئی نہ رہ گیا۔ اس وقت زیاد نے شداد بن الہیثم کو حکم دیا کہ حجر کے پاس جاؤ اور اس کو طوعاً وکرہاً جس طرح ممکن ہو حاضر کر لاؤ' شداد گیا۔ حجر نے انکار کیا۔ بحث بڑھی حجر نے تلوار چلائی۔ ابوالعمرطہ کندی نے حجر سے کہا'' تمہاری حمایت کو سوائے میری تلوار کے اور کوئی تلوار نہیں ہے اور میری تلوار تم کو ان لوگوں سے نہ بچا سکے گی۔ بہتر ہے کہ تم کندہ میں جا کر پناہ گزیں ہو جاؤ''۔ لیکن شداد کے ہمراہیوں نے حجر کو کندہ کی طرف جانے نہ دیا' زیاد حجر کا انتظار کر رہا تھا اور حجر کو زیاد کے طرف دار گھیرے ہوئے لڑ رہے تھے۔

ابن عدی کی گرفتاری: ان میں سے ایک شخص نے عمرو بن الحمق پر وار کیا' عمرو بن الحمق چوٹ کھا کر گرا اور پھر سنبھل کر ازد میں جا چھپا اور حجر ابواب کندہ سے نکل کر سوار ہوا اور اس کے ہمراہ ابوالعمرطہ بھی تھا۔ بہزار خرابی جان بچا کر اپنی قوم کے محلے میں جا چھپا۔ اکثر لوگ آ کر جمع ہو گئے لیکن قبیلہ کندہ سے جو اس مجمع میں شریک ہوئے وہ نہایت کم تھے۔ اس کے بعد زیاد نے مذحج اور ہمدان کو حجر اور اس کے ہمراہیوں کو گرفتار کرلانے کے لئے روانہ کیا۔ حجر کو یہ معلوم ہوا تو وہ اپنے مکان سے نکل کر نخع میں جا پہنچا اور برادر اشتر کے مکان میں پناہ گزیں ہوا۔ پھر یہ خبر پا کر کہ پولیس نخع میں متلاشی ہے نخع سے نکل کر ازد پہنچا اور ربیعہ بن ناجد کے مکان پر جا چھپا۔ لوگ ڈھونڈتے ڈھونڈتے تھک گئے۔ حجر نے گھبرا کر محمد بن اشعث کے پاس کہلا بھیجا کہ زیاد سے میرے لئے امان لے لو کہ میں امیر معاویہؓ کی خدمت میں بھیج دیا جاؤں۔ چنانچہ محمد بن اشعث مع جریر بن عبداللہ و حجر

بن زید و عبداللہ بن الحرث برادر اشتر کے حاضر ہوئے اور حجر کے امان کی درخواست کی۔ زیاد نے منظور کر لیا۔ اس کے بعد ان لوگوں نے حجر کو لا کر پیش کیا۔ زیاد نے بجائے امان دینے کے اس کو قید کر کے اس کے ہمراہیوں کی جستجو شروع کر دی، عمر بن الحمق مع زواعہ بن شداد کے موصل کی طرف بھاگ گیا اور ایک پہاڑ میں جا کر چھپ رہا۔ ان دونوں کا مقدمہ عامل موصل (عبدالرحمٰن عثمان ثقفی ہمشیرزادہ امیر معاویہ معروف بہ ابن الحکم) کے پاس بھیج دیا گیا۔ عبدالرحمٰن ان کی تلاش میں نکلا زواعہ و ہاتھ نہ آیا لیکن عمرو بن الحمق کو گرفتار کر کے امیر معاویہؓ کو اطلاع دی۔ امیر معاویہؓ نے لکھا کہ چونکہ اس نے امیر المؤمنین عثمانؓ کو سات نیزے مارے تھے پس اسی قدر نیزے اس کو بھی مارے جائیں۔ غرض اول یا دوسرے نیزہ میں عمرو بن الحمق مر گیا۔ پھر زیاد نے ہمراہیان حجر کی جستجو نہایت سرگرمی سے شروع کر دی۔ چنانچہ قبیصہ بن ضبعہ عبسی امان حاصل کر کے حاضر ہوا۔ زیاد نے اس کو بھی قید کر دیا اور قیس بن عباد الشبلی اپنی قوم کے ایک شخص کے ہمراہ آیا۔ زیاد نے اس سے امیر المؤمنین حضرت علیؓ کی بابت دریافت کیا۔ قیس نے تعریف و توصیف کی زیاد نے اس کو پٹوا کر قید کر دیا۔ (قیس بن عباد اس وقت تک زندہ رہا کہ ابن الاشعث کے ہمراہ ہو کر لڑا، پھر کوفہ میں آیا لوگوں نے اس کی خبر حجاج سے کر دی۔ حجاج نے گرفتار کر کے قتل کر دیا) اس کے بعد زیاد نے عبداللہ بن خلیفۃ الطائی کو بلا بھیجا۔ یہ بھی حجر کے ہمراہیوں میں سے تھا عبداللہ چھپ گیا۔ زیاد نے اس کی گرفتاری پر پولیس کو متعین کیا۔ عبداللہ بن بہن پولیس کو آتے دیکھ کر الفرار الفرار چلا اٹھی عبداللہ روپوش ہو گیا۔

عدی بن حاتم کی گرفتاری اور رہائی: زیاد نے عدی بن حاتم کو جو مسجد میں تھے، گرفتار کر لیا اور یہ دباؤ ڈالا کہ عبداللہ بن خلیفہ کو حاضر کر دو یا اس کا پتہ بتلاؤ۔ عدی بن حاتم نے جواب دیا کہ میں اپنے چچا کے لڑکے کو حاضر کروں کہ تو اس کو قتل کر ڈالے، واللہ! اگر وہ میرے قدموں کے نیچے ہوتا تو میں اپنے قدموں کو ہرگز نہ اٹھاتا۔ زیاد نے جھلا کر ان کو بھی قید کر دیا لوگوں کو اس سے ناراضی پیدا ہوئی، آپس میں صلاح و مشورہ کر کے زیاد کے پاس پہنچے اور اس سے کہا کہ بڑے غضب کی بات ہے کہ تو یہ فعل اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سردار طے کے ساتھ کرتا ہے؟ زیاد نے عوام کی ناراضی کے پیش نظر یہ کہہ کر چھوڑ دیا کہ اچھا میں عدی کو چھوڑے دیتا ہوں لیکن اس شرط پر کہ یہ اپنے چچا زاد بھائی کو کوفہ سے نکال دے۔ چنانچہ عدی قید سے آزاد کر دیئے گئے اور اپنے بھائی عبداللہ کو جبال طے کی طرف چلے جانے کی رائے دی۔ پس عبداللہ تا زمانہ انتقال وہیں مقیم رہے۔ پھر حجر کے ہمراہیوں میں سے کریم بن عفیف خثعمی پیش کیے گئے۔

حجر بن عدی کا مقدمہ: قصہ مختصر جب زیاد نے رفتہ رفتہ حجر کے ہمراہیوں میں سے بارہ آدمیوں کو قید کر لیا۔ تو سرداران ارباع عمرو بن حریث (یہ ربع مدینہ پر تھے) خالد بن عرفطہ (یہ ربع تمیم و ہمدان پر تھے) قیس بن الولید (یہ ربع ربیعہ و کندہ پر تھے) ابو بردہ بن ابی موسیٰ (یہ ربع مذحج و اسد پر تھے) کو بلایا اور ہمراہیان حجر و حجر کا مقدمہ پیش کیا۔ ان لوگوں نے شہادت دی کہ حجر نے لشکر جمع کیا اور امیر المؤمنین معاویہؓ کو گالیاں دیں۔ لوگوں کو ان کے خلاف جنگ کرنے پر ابھارا اور یہ زعم کیا کہ خلافت آل ابی طالب میں ہونا چاہیے۔ نیز شہر میں بلوہ کر کے امیر المؤمنین کے گورنر کو نکال دیا اور حضرت علیؓ بن ابی طالب کی ہوا خواہی اور محبت ظاہر کرتے ہوئے ان کے مخالفین سے تبرا کیا اور یہ لوگ جو اس کے ساتھ ہیں اس کے لشکر کے سردار اور مشیر

ہیں۔ زیاد نے ان شہادتوں کے لینے کے بعد اور شہادتیں طلب کیں' چنانچہ اسحق و موسیٰ پسران طلحہ بن عبیداللہ' منذر بن الزبیر' عمارح بن عقبہ بن ابی معیط' عمر بن سعد بن ابی وقاص وغیرہ نے شہادتیں دیں۔ ان ہی شاہدوں میں شریح بن الحرث وشریح ابن ہانی کے نام بھی تھے۔ زیاد نے ایک عرضداشت میں ان گواہوں کے نام لکھے اور وائل بن حجر الحضرمی و کثیر بن شہاب کو بلا کر حجر اور اس کے ہمراہیوں کو مع عرضداشت کے امیر معاویہؓ کی خدمت میں لے جانے کے لئے سپرد کیا۔ حجر بن عدی کے ہمراہیوں کے نام یہ تھے: (ارقم بن عبداللہ کندی' شریک بن شداد حضرمی' صیفی بن فضیل شیبانی' قبیصہ بن ضبیعہ عبسی' کریم بن عفیف خثعمی' عاصم بن عوف البجلی' ورقا بن سمع البجلی' کرام بن حبان الغزی' عبدالرحمٰن بن حسان الغزی' محرز بن شہاب تمیمی اور عبداللہ بن حوتیہ السعدی)۔

شریح بن ہانی کی گواہی: پھر زیاد نے ان گیارہ آدمیوں کے بعد سعد بن بکر سے عتبہ بن الاخنس اور سعد بن غوات ہمدانی کو گرفتار کرا کے امیر معاویہؓ کے پاس روانہ کیا' تھوڑی مسافت طے کی ہوگی کہ شریح بن ہانی آ پہنچے اور ایک بند لفافے میں امیر معاویہؓ کے نام کا ایک وائل بن حجر کو دے کر واپس آئے' جس وقت یہ لوگ مرج عذرا (قریب دمشق) پہنچے' وائل و کثیر نے آگے بڑھ کر امیر معاویہؓ سے ملاقات کی' واقعات بتلائے اور شریح کا خط دیا' امیر معاویہؓ نے کھولا' لکھا ہوا تھا کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ زیاد نے میری شہادت حجر کے مقدمے میں لکھ دی ہے' میں گواہی دیتا ہوں کہ حجر ان لوگوں میں سے ہے جو نماز پڑھتے ہیں' زکوٰۃ دیتے ہیں' عمرہ و حج ہمیشہ کرتے ہیں' امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور خون حرام و مال حرام سے احتراز کرتے ہیں۔ پس اگر آپ چاہیں تو ان کو قتل کر ڈالیں اور اگر مناسب سمجھیں تو رہا کر دیں۔ امیر معاویہؓ نے خط پڑھ کر وائل سے خطاب کر کے فرمایا ''میں یہ کیا دیکھتا ہوں اس نے (یعنی شریح بن ہانی) نے اپنے کو شہادت سے علیحدہ کیا ہے؟'' وائل نے اس کا کچھ جواب نہ دیا۔ امیر معاویہؓ نے ان لوگوں کو مرج عذراء میں قید کر دیا۔ اس عرصہ میں عتبہ بن الاخنس وسعد بن غوات بھی پابہ زنجیر آ پہنچے۔ عامر بن الاسود العجیلی نے امیر معاویہؓ کو اس سے مطلع کیا' یزید بن اسد البجلی نے عاصم ورقاء (اپنے عم زادوں) کی سفارش کی اور اس سے پیشتر جریر بن عبداللہ البجلی نے ان دونوں آدمیوں کی جرأت و بے جرمی کا لکھ بھیجا تھا۔ چنانچہ امیر معاویہؓ نے عاصم ورقاء کو رہا کر دیا اور وائل بن حجر نے ارقم کو اور ابوالاعور السلمی نے عتبہ بن الاخنس کو اور حبیب بن مسلمہ نے عبداللہ بن حوبہ کو سفارش کر کے آزاد کرایا۔ ان کی دیکھا دیکھی مالک بن ہبیرہ سکونی نے اٹھ کر عرض کیا میرے ابن عم حجر کو بھی میری سفارش سے رہا کر دیجئے۔ امیر معاویہؓ نے جواب دیا وہ سردار ہے اگر میں اس کو چھوڑ دوں گا تو آئندہ خوف فساد کا ہے۔ مالک بن ہبیرہ نے یہ جواب سن کر جھلا کر اٹھ گیا اور اپنے گھر بیٹھ رہا۔

حجر بن عدی کا قتل: اس کے بعد امیر معاویہؓ نے ہدبہ بن فیاض قضاعی' حسین بن عبداللہ کلابی اور ابوشریف البدری کو حجر اور اس کے ہمراہیوں کے قتل پر مامور کیا۔ پس یہ لوگ حجر کے پاس شام کے وقت آئے اور کہا تم لوگ اگر علیؓ سے بیزار کا اظہار کرو اور ان کو طعن و تشنیع سے یاد کرو تو ہم تم کو رہا کر دیں گے ورنہ قتل کر ڈالیں گے' حجر اور اس کے ہمراہیوں نے اس سے انکار کیا' تمام رات نمازیں پڑھنے' مغفرت کی دعا مانگتے رہے' صبح ہوتے ہی فیاض وغیرہ قتل کے لئے آگے بڑھے' حجر نے وضو کیا'

نماز پڑھی' پھران لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا'' واللہ میں نے کبھی کوئی نماز اس سے چھوٹی نہیں پڑھی' اگر مجھے یہ شبہ نہ ہوتا کہ تم لوگ یہ سمجھو گے کہ میں موت سے ڈر رہا ہوں تو میں دیر تک نماز پڑھتا رہتا: اللّٰھم انا نستعدیک علی امتنا فان اھل الکوفۃ یشھدوا علینا و ان اھل الشام یقتلوننا حجر کی زبان سے اس قدر کلمات نکلنے پائے تھے کہ فیاض تلوار کھینچ کر حجر کی طرف چلا' حجر سہم گئے' فیاض کے ہمراہیوں نے کہا'' کیوں؟ تم تو یہ کہتے تھے کہ ہم موت سے نہیں ڈرتے' بہتر ہے کہ اپنے دوست حضرت علیؓ سے بیزاری ظاہر کرو ہم چھوڑ دیں گے''۔ حجر بولے کہ'' میں موت سے نہیں ڈرتا درآنحالیکہ میں مابین قبر و کفن وتلوار کے ہوں اور بغرض اگر موت سے ڈروں بھی تو وہ کلمہ کبھی اپنی زبان سے نہ کہوں گا جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو''۔ فیاض نے لپک کر حجر پر تلوار چلائی اور اس کے ہمراہیوں نے اوروں پر وار کیا' حجر کے ساتھ جو اس واقعہ میں راہیٔ ملک بقاء ہوئے' ان کے نام یہ تھے:

عبدالرحمٰن بن حسان کا انجام: شریک بن شداد' صیفی بن فضیل' قبیصہ بن ضبیعہ' محرز بن شہاب' کرام بن حبان ان لوگوں کو قتل کرنے کے بعد فیاض نے انہیں دفن کرایا اور عبدالرحمٰن بن حسان عزی اور کریم بن عفیف خثعمی کو امیر معاویہؓ کے پاس لائے (اس وجہ سے کہ ان دونوں آدمیوں نے کہا تھا کہ ہمیں امیر معاویہؓ کے پاس لے چلو جو وہ کہیں گے ہم بھی وہی کہیں گے)۔ پہلے کریم پیش کئے گئے ان سے کہا گیا کہ تم امیرالمؤمنین حضرت علیؓ سے علیحدگی ظاہر کرو۔ کریم نے اس کا کچھ جواب نہ دیا۔ سمرہ بن عبداللہ خثعمی نے کھڑے ہو کر ان کی سفارش کی امیر معاویہؓ نے اس شرط سے کہ منظور کر لیا کہ آئندہ یہ کوفہ نہ جائیں۔ غرض کریم رہا ہو کر موصل میں جا کر مقیم ہوئے۔ باقی رہے عبدالرحمٰن بن حسان' ان سے دریافت کیا گیا'' تم علیؓ کی بابت کیا کہتے ہو؟'' جواب دیا'' میں ان کو بہت اچھا اور نہایت افضل سمجھتا ہوں''۔ پھر استفسار کیا'' حضرت عثمانؓ کیسے تھے؟'' جواب دیا'' سب سے پہلے جس نے ظلم کا دروازہ کھولا اور حق کا دروازہ بند کیا وہی تھے (عیاذاً باللہ) امیر معاویہؓ نے اس کو زیاد کے پاس لوٹا دیا اور یہ لکھ بھیجا کہ اس کو نہایت اذیت سے قتل کرنا۔ پس زیاد نے اس کو زندہ دفن کرا دیا۔ یہ ساتواں شخص تھا جو اس واقعہ میں مارا گیا۔

مالک بن ہبیرہ سکونی: مالک بن ہبیرہ سکونی نے جس کی سفارش حجر کے حق میں قبول نہیں کی گئی تھی۔ مکان پر پہنچ کر اپنی قوم کو جمع کیا اور حجر کے چھڑانے کو چلا۔ اثناء راہ میں قاتلین (یعنی فیاض وغیرہ) سے ملاقات ہوگئی' حجر کا حال دریافت کیا جواب دیا کہ وہ سب کے سب فرش خاک پر موت کی گہری نیند میں ہیں۔ مالک کو اس کا یقین نہ ہوا۔ عذراء میں داخل ہوا تو وہ علم درجہ یقین کو پہنچا۔ فوراً چند سواروں کو قاتلین کے تعاقب میں روانہ کیا لیکن یہ ان کی گرد کو بھی نہ پہنچے۔ مجبور ہو کر مالک اپنے گھر چلا آیا۔ امیر معاویہؓ کے پاس نہ گیا۔ فیاض نے امیر معاویہؓ کو اس واقعہ سے آگاہ کیا' امیر معاویہؓ نے کہا'' یہ ایک جوش تھا جو اس کے دل میں بھرا ہوا تھا' مجھے امید ہے کہ اب وہ سرد ہو گیا ہوگا''۔ رات ہوئی تو ایک ہزار درہم مالک کے پاس بھیجے اور یہ کہلا بھیجا کہ میں نے تمہاری سفارش اس وقت اس وجہ سے نہیں منظور کی تھی کہ مجھے خوف تھا کہ پھر از سر نو آتش جنگ نہ مشتعل ہو جائے اور یہ امر مسلمانوں کے حق میں قتل حجر سے زیادہ اہم تھا۔ مالک یہ سن کر خوش ہو گیا' درہم لے کر گھر میں رکھ لئے۔

حضرت عائشہؓ کی سفارش: ام المومنین حضرت عائشہؓ کو جب یہ معلوم ہوا کہ حجر مع چند لوگوں کے گرفتار ہو کر شام بھیجے گئے ہیں تو جنابہ موصوفہ نے عبدالرحمٰن بن الحرث کو امیر معاویہؓ کے پاس سفارش کی غرض سے روانہ کیا۔ لیکن یہ لوگ اس وقت دمشق میں پہنچے جب کہ حجر مع اپنے ہمراہیوں کے قتل ہو چکے تھے۔ عبدالرحمٰن نے امیر معاویہؓ سے کہا "کیوں معاویہؓ حجر کے قتل کے وقت ابوسفیان کا حلم کہاں غائب ہو گیا تھا؟" امیر معاویہؓ نے جواب دیا "جہاں تم جیسے قوم کے حلیم غائب ہو گئے تھے اور مجھ کو اس امر پر ابن سمیہ (زیاد) نے آمادہ کیا تھا۔ اس وجہ سے میں حجر کے قتل پر تل گیا"۔ ام المومنین حضرت عائشہؓ کو حجر کے قتل کا مدتوں افسوس رہا۔

لوگوں نے حجر کے قتل کے اسباب بیان کرتے ہوئے یوں بھی بیان کیا کہ ایک مرتبہ زیاد نے جمعہ کے دن بہت بڑا خطبہ پڑھا۔ جس سے نماز اول کا وقت جاتا رہا' حجر کو یہ فعل ناگوار گذرا۔ چلا کر بولے: الصلوۃ الصلوۃ زیاد کچھ متوجہ نہ ہوا۔ تب انہوں نے نماز کے بے وقت ہونے کے ڈر سے ایک مٹھی کنکریاں اٹھا کر زیاد کی طرف پھینکیں اور نماز کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے' ساتھ ہی حاضرین بھی اٹھے' زیاد نے یہ دیکھ کر منبر سے اتر کر نماز پڑھی اور امیر معاویہؓ کو حجر کی بہت شد و مد سے شکایت لکھ بھیجی۔ امیر معاویہؓ نے حکم بھیجا کہ حجر کو پابہ زنجیر گرفتار کر کے بھیج دو۔ پس زیاد نے سپاہیوں کو حجر کے گرفتار کرنے کو بھیجا۔ گرفتاری میں جو واقعات پیش آئے اس کو تم اوپر پڑھ آئے ہو بالآخر حجر مع ان لوگوں کے جنہوں نے حجر کی ہمدردی و اعانت کی۔ گرفتار کر کے امیر معاویہؓ کے پاس بھیج دیئے گئے۔ امیر معاویہؓ نے حجر کے قتل کا حکم دیا۔ حجر نے دو رکعت نماز پڑھی اور حاضرین کو یہ وصیت کی کہ میری بیڑیاں اور ہتھکڑی نہ اتارنا نہ میرے خون کو دھونا میں کل قیامت میں معاویہؓ سے اسی حالت میں ملوں گا"۔ اس کے بعد امیر معاویہؓ سے ام المومنین حضرت عائشہؓ نے بوقت ملاقات ارشاد کیا: این حلمک عن حجر امیر معاویہ نے عرض کیا: لم یحضر بی رشیداً انتہی۔

ربیع بن زیاد حارثی: ۵۱ھ میں حسن بن عمرو الغفاری کے بعد ولایت خراسان پر زیاد نے ربیع بن زیاد حارثی کو مامور کیا اور لشکر کوفہ و بصرہ سے پچاس ہزار فوج کے ساتھ روانہ کیا۔ جس میں حضرت بریدہ بن الحصیب' حضرت ابوبرزۃ الاسلمی صحابی بھی تھے' ربیع نے خراسان میں پہنچ کر بلخ کا رخ کیا (کیونکہ اہل بلخ نے احنف بن قیس کی مصالحت کے بعد پھر عہد شکنی کی تھی اور اس کو فتح کر کے قہستان (کوہستان) پر جا پہنچا اور اس کو بھی بزور تیغ کمال مردانگی سے فتح کیا اس کے گرد و نواح میں جس قدر ترک تھے سب کو قتل کر ڈالا۔ ان میں سوائے قزل طرخان کے کوئی جانبر نہ ہوا جو قتیبہ بن مسلم کے زمانہ حکومت میں انہیں کے ہاتھوں سے مارا گیا۔

ربیع بن زیاد کی وفات: ربیع[1] کو جس وقت خراسان میں حجر کے مارے جانے کا حال معلوم ہوا انہیں سکتہ سا ہو گیا۔ تھوڑی دیر تک ایک ٹھنڈی سانس بھر کر بولے "عرب ہمیشہ حجر کے بعد سے یوں ہی قتل کئے جائیں گے' اگر وہ لوگ حجر کے قتل

---

[1] یہ واقعہ ۵۳ھ کا ہے۔ (ابن اثیر ذکر وفات ربیع)

سے رک جاتے تو اپنے آپ کو قتل عام سے بچا لیتے' لیکن انہوں نے ایسا نہ کیا اور ذلیل ہو گئے''۔ پھر اس کے بعد جب جمعہ کا دن آیا تو لوگوں کو مخاطب کر کے کہا ''میری عمر کا پیمانہ لبریز ہو گیا ہے۔ میں کچھ دعا کروں گا' تم لوگ آمین کہنا''۔ پس بعد نماز جمعہ ہاتھ اٹھا کر دعا کی: اللّٰھم ان کان لی عندک خیر فاقبضنی الیک عاجلاً ''اے اللہ! اگر میری بھلائی تیرے پاس ہو تو مجھے بہت جلد اپنے پاس بلا لے''۔ لوگوں نے ہدایت کے مطابق آمین کیا' دعا کر کے مسجد سے باہر نکلے' گھر تک نہ پہنچنے پائے تھے کہ گر گئے' حاضرین اٹھا کر مکان پر لائے' ہوش آیا تو اپنے لڑکے عبداللہ کو اپنا نائب کیا اور اسی دن راہیٔ ملک بقاء ہوئے۔ پھر اس کے دو مہینے بعد عبداللہ بن ربیع بھی خلید بن عبداللہ الحنفی کو نائب مقرر کر کے انتقال کر گئے زیاد نے اس تقرری کو منظور کر لیا۔

زیاد کی وفات: ماہ رمضان ۵۳ھ میں زیاد کے دائیں ہاتھ کی انگلی میں ایک دانہ نکل آیا جس کے صدمہ سے مر گیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب کی بددعا سے یہ واقعہ اس طرح ہوا کہ زیاد نے امیر معاویہؓ کو لکھا تھا کہ ''میں نے عراق کو دائیں بائیں معقول طور سے زیر کر لیا ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ مجھے حجاز پر متعین کر دیں''۔ چنانچہ امیر معاویہؓ نے حجاز کی گورنری کا فرمان بنام زیاد لکھ بھیجا' اہل حجاز اس کے ظلم و ستم سے ڈر کر حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی خدمت میں ائے۔ عرض حال کیا' دعا کے خواست گار ہوئے۔ عبداللہ بن عمرؓ قبلہ رو ہو کر بیٹھے' دعا کرنے لگے' حاضرین بھی دعا کر رہے تھے۔ منجملہ ان کی دعاؤں میں ایک فقرہ یہ بھی تھا: اللّٰھم اکفنا شر زیاد ''اے اللہ! شر زیاد سے ہم کو بچا''۔ اس کے بعد ہی اس کے دائیں ہاتھ کی انگلی میں ایک دانہ نکل آیا اور اس کا زہر پھیلنے لگا' شدت تکلیف سے لوگوں نے ہاتھ کٹا ڈالنے کی رائے دی' زیاد نے شریح قاضی کو بلا کر ہاتھ کاٹنے کی بابت مشورہ کیا[1] (شریح نے کہا ''تیرا رزق معین ہے اور موت کا دن مقرر ہے' مجھے یہ پسند نہیں کیونکہ شاید تیری زندگی کا حصہ ابھی باقی ہو اور کٹے ہوئے ہاتھ سے زندگی کے ایام پورے کرے اور اگر تیرا زمانۂ موت قریب آ گیا ہے تو کٹا ہوا ہاتھ اللہ تعالیٰ کے روبرو جائے گا۔ پس جب اللہ تعالیٰ تجھ سے سوال کرے گا کہ تو نے ہاتھ کیوں کٹوایا تو جواب دے دینا تیرے سامنے آنے سے کتراتا اور تیری مرضی سے بھاگتا تھا''۔ زیاد نے شریح کے کہنے کا کچھ خیال نہ کیا' ہاتھ کٹوانے کا مصمم ارادہ کر لیا' جس وقت آگ اور آلہ قطع پر نظر پڑی' ڈر کر ہاتھ کٹانے سے رک گیا۔ بعض کہتے ہیں کہ شریح کے کہنے سے رک گیا تھا' شریح باہر آئے تو لوگ ملامت کرنے لگے۔ شریح نے کہا مجھ سے اس نے مشورہ طلب کیا تھا میں کیسے اس کے ہاتھ کٹوانے کی رائے دیتا کیونکہ المستشار موتمن ایک مشہور قول ہے جس وقت زیاد کی موت کا وقت قریب آیا۔ اس کے لڑکے نے کہا میں نے تیرے لئے ساٹھ جوڑے کپڑے نفیس بنوائے ہیں۔ جواب دیا اے صاحبزادے تیرے باپ کے لئے ان کپڑوں سے عمدہ کپڑے پہننے کا وقت آ گیا ہے۔ یہ کہہ کر کوفہ پر عبداللہ بن خالد بن اسید کو' عبداللہ بن عمر بن غیلان کو بصرے پر اپنا نائب مقرر کیا اور مر گیا۔ کوفہ کے قریب مقام توسہ میں دفن کر دیا گیا۔ وہ اکثر ایسی قمیص پہنتا تھا جس میں پیوند لگے ہوتے تھے۔ اس کے بعد عبداللہ بن خالد کو معزول کر دیا گیا اور کوفہ کی گورنری ضحاک بن قیس

---

[1] اس مقام پر اصل کتاب میں خالی جگہ چھوٹی ہوئی ہے مضمون مابین خطوط ہلالی مروج الذہب سے لیا گیا ہے۔

کو دے دی گئی۔

عبیداللہ بن زیاد کی گورنری: زیاد کے مرنے پر اس کا لڑکا عبیداللہ امیر معاویہؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت اس کی عمر پچیس برس کی تھی' دریافت کیا تیرا باپ دونوں شہروں (یعنی کوفہ وبصرہ) پر کس کو مامور کر گیا؟ عبیداللہ نے جو معلوم تھا' عرض کیا فرمایا ''اگر تجھے تیرا باپ مامور کر جاتا تو میں بھی تجھے بحال رکھتا'' عرض کیا میں آپ کو اللہ کی قسم دلاتا ہوں' مبادا آپ کے بعد کوئی یہ کہے کہ اگر تیرا باپ اور تیرا چچا (یعنی امیر معاویہؓ) تجھے گورنری دے جاتے تو میں بھی تجھے بحال رکھتا''۔ امیر معاویہؓ یہ سن کر ہنس پڑے اور اس کو خراسان کا والی مقرر کر دیا۔ روانگی کے وقت چند وصیتیں کیں ''اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا اور اس کے خوف پر کسی چیز کو غالب نہ کرنا کیونکہ اس سے ڈرنے میں منافع کثیر ہے اور اپنی عزت بچائے رکھنا' کہیں اس کو خراب نہ کر ڈالنا' اگر کسی سے کوئی عہد و پیمان کیا ہے تو اسے پورا کرنا' تھوڑی چیز (یعنی دنیا) کے عوض بڑی چیز (یعنی آخرت) کو فروخت نہ کرنا جب تک کسی امر کا قصد مصمم نہ کر لینا زبان سے اظہار نہ کرنا' کیونکہ جب تم کسی بات کو زبان سے نکال چکے۔ تو اس کو واپس نہ لے سکو گے اور جب دشمنوں سے صف آرائی کی نوبت آئے تو جو لوگ تم سے بڑے ہوں ان کو ذمہ دار بنانا اور کتاب اللہ پر بیعت لینا۔ غیر مستحق اور نا اہل کو کسی امر کی امید نہ دلانا اور حق دار کو اس کے حق سے ناامید نہ کرنا''۔

ترکوں سے معرکہ آرائی: عبیداللہ بن زیاد امیر معاویہؓ سے رخصت ہو کر اوائل ۵۴ھ میں خراسان کی طرف روانہ ہوا۔ نہر عبور کر کے جبال بخارا کی جانب لشکر لئے ہوئے بڑھا۔ راہ میں نسف' بیکند کو بزور تیغ فتح کیا۔ ترکوں سے معرکہ آرائی کی۔ متعدد لڑائیوں کے بعد میدان جنگ سے ترک بھاگ کھڑے ہوئے۔ ترکوں کے بادشاہ کے ساتھ اس کی ملکہ خاتون بھی تھی ایک پاؤں میں جوتی پہننے پائی تھی کہ مسلمانوں نے پہنچ کر گرفتار کر لیا اور دو لاکھ درہم میں فروخت کر ڈالا۔ عبیداللہ اس لڑائی میں بذاتِ خود شریک تھا' ایک ہاتھ میں نیزہ تھا اور دوسرے میں پھریرہ' لڑتے لڑتے لوگوں کی نظروں سے غائب ہو جاتا پھر یکا یک اپنے پرچم کو بلند کرتا تھا' جس سے خون ٹپکتا تھا' یہ لڑائی خراسان کی مشہور لڑائیوں میں شمار کی جاتی ہے۔

عبداللہ بن عمر بن غیلان کی معزولی: عبیداللہ بن زیاد کامیابی کے بعد دو برس تک خراسان کی گورنری پر رہا۔ بعد ازاں ۵۵ھ میں امیر معاویہؓ نے حکومت بصرہ بھی اسی کے سپرد کر دی' اس وجہ سے کہ ایک روز عبداللہ بن عمر بن غیلان امیر بصرہ منبر پر کھڑے ہوئے خطبہ پڑھ رہے تھے' بنوضبہ میں سے کسی نے کنکریاں ماریں' عبداللہ بن عمر بن غیلان نے اس کا ہاتھ کٹوا دیا۔ بنوضبہ جمع ہو کر عبداللہ کے پاس آئے اور یہ کہا کہ ہمارے بھائی سے جو خطا ہونے والی تھی ہو گئی اور تم نے اس کی سزا بھی دے دی ایسا نہ ہو کہ اس کی اطلاع امیر معاویہؓ کو ہو جائے اور وہ برہم ہو کر کوئی عام سزا نہ تجویز کر دیں۔ لہٰذا تم ایک خط لکھ دو کہ میں نے محض شبہ وظن پر ہاتھ کٹوا دیا ہے۔ ہم میں سے کوئی شخص یہ خط لے کر امیر المؤمنین معاویہؓ کے پاس چلا جائے گا تاکہ آئندہ کی شاہی عقوبت سے ہم لوگ محفوظ ہو جائیں''۔ عبداللہ اس فریب میں آ گئے اور ان لوگوں کو ایک خط بہ مضمون بالا لکھ کر دے دیا جب یہ سال ختم ہو گیا تو شروع سال ہوتے ہی عبداللہ بن عمر بن غیلان امیر معاویہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے بنوضبہ بھی ان کے ساتھ ہی جا پہنچے اور عبداللہ بن عمر بن غیلان پر دعویٰ کر دیا کہ اس نے براہ ظلم ہمارے بھائی کے ہاتھ

کٹا ڈالے ہیں۔ شہادت میں خود اس کا لکھا ہوا خط پیش کر دیا۔ امیر معاویہؓ نے پڑھ کر کہا ''یہ تو ہو نہیں سکتا کہ میرے عمال سے اس کا بدلہ لیا جائے لیکن تمہارے بھائی کی دیت بیت المال سے دے دی جائے گی''۔ اس واقعہ کے بعد حکومت بصرہ سے عبداللہ بن عمر بن غیلان معزول کر دیئے گئے۔ اس کے بجائے عبیداللہ ابن زیاد مامور ہوا' اس نے اپنی طرف سے خراسان کا والی اسلم بن زرعہ کلابی کو بنایا اور خود راہی بصرہ ہوا۔ عبیداللہ کے بعد اسلم نے نہ کوئی جہاد کیا اور نہ کسی ملک کو فتح کیا۔

یزید کی ولی عہدی: طبری نے بہ سند لکھا ہے کہ مغیرہ بن شعبہ امیر معاویہؓ کی خدمت میں آئے ضعف کی شکایت کی' معذوری کی وجہ سے استعفا داخل کیا۔ منظور ہو گیا مغیرہ کی علیحدگی پر امیر معاویہؓ نے سعد بن العاص کو کوفہ کی حکومت پر مامور کرنے کا قصد کیا۔ مغیرہ کے شناسا کہنے لگے ''تم کو امیر معاویہؓ نے نکال دیا ہے''۔ مغیرہ بولے ''اس تزکرہ کو چھوڑو میں نے خود علیحدگی اختیار کی ہے''۔ جواب دینے کو تو یہ جواب دیا لیکن دل پر ایک چوٹ سی لگی۔ اسی وقت سے بحالی کی فکر ہو گئی۔ اسی غور و فکر میں ایک روز یزید کے پاس جا پہنچے اور اس سے کہنے لگے ''تم امیر معاویہؓ سے اپنی ولی عہدی کی بیعت لینے کو کیوں نہیں کہتے؟ کیونکہ بزرگ صحابہ اور سرداران و بزرگانِ قریش انتقال کر چکے ہیں' اب ان کی اولادیں باقی ہیں اور تم ان لوگوں سے رائے وسیاست میں افضل ہو' میرے نزدیک امیر المومنین کو تمہاری ولی عہدی کی بیعت لینے میں کوئی امر مانع نہ ہوگا''۔ یزید نے اس مضمون کو اپنے باپ سے جا کر اعادہ کیا' امیر معاویہؓ نے مغیرہ کو بلا بھیجا اور اس بات کی رائے طلب کی' مغیرہ نے عرض کیا ''امیر المومنین! آپ نے ملاحظہ فرمایا ہے کہ امیر المومنین حضرت عثمانؓ کے بعد کس قدر خون ریزیاں اور اختلافات ہوئے ہیں اور یزید تو آپ کا لڑکا ہے' آپ اس کی ولی عہدی کی بیعت لوگوں سے لیجئے' آپ کے بعد مسلمانوں کا یہ ماوا و ملجا ہو گا اور اس میں نہ کوئی فتنہ ہو گا اور نہ فساد' میں اس کام کی انجام دہی کے لئے کوفہ میں کافی ہوں گا اور زیاد بصرے میں اور ان دونوں شہروں کے بعد پھر کوئی ایسا شہر نہیں ہے جو آپ کے حکم کی مخالفت کرے''۔ امیر معاویہؓ نے اس تقریر کو غور سے سن کر مغیرہ کو بحالی کی سند دی اور دوبارہ کوفہ کی طرف واپس کیا اور یزید کی ولی عہدی کی کارروائی کرنے کا حکم دیا۔

مغیرہ نے کوفہ میں پہنچ کر ہوا خواہان دولت بنی امیہ سے اس کا ذکر کیا' ان لوگوں نے بہ کمال خوشی منظور کر لیا' مغیرہ نے ان لوگوں میں سے ایک گروہ کو بطور وفد اپنے لڑکے موسیٰ کے ساتھ دارالخلافت دمشق کو روانہ کیا۔ اہل وفد نے حاضر ہو کر یزید کی ولی عہدی کی درخواست پیش کی' امیر معاویہؓ نے دریافت کیا ''کیا تم لوگ اس سے راضی ہو؟'' عرض کیا ''ہم سب اور ہمارے سوا اور جتنے آدمی ہیں سب اس سے راضی ہیں''۔ امیر معاویہؓ نے فرمایا اچھا جو تم نے درخواست پیش کی ہے اس پر ہم غور کریں گے۔ دیکھئے اللہ تعالیٰ کیا حکم دیتا ہے۔ سوچ کر کام کرنا بہتر ہے' عجلت کرنے سے''۔ اس کے بعد زیاد کو یہ کل حالات لکھ بھیجے اور اس سے مشورہ طلب کیا۔[1]

زیاد کی حکمت عملی: زیاد نے عبید بن کعب نمیری کو بلا کر کہا ہر مشورہ طلب کرنے والے کا ایک معتمد ہوتا ہے اور ہر راز کا ایک امانت دار' لوگوں میں دو خصلتیں رکھی گئی ہیں' ایک راز افشا کر دینا' دوسرے غیر اہل کو نصیحت کرنا اور ہمراز ہونے کے دو

---

[1] اصل کتاب میں اس مقام پر جگہ چھوٹی ہوئی ہے مارجین کی عبارت' تاریخ کامل ابن اثیر جلد سوم صفحہ ۲۵۲ سے لی گئی ہے۔

ہی شخص اہل ہو سکتے ہیں' ایک وہ شخص جس کے مدنظر آخرت ہو' دوسرا جس کو فی نفسہ دنیاوی شرف' ظاہری وجاہت' عقل سلیم ہو اور تم میں یہ سب باتیں موجود ہیں' میں نے ایک راز سربستہ میں مشورہ لینے کو بلایا ہے اور وہ یہ ہے کہ امیر المومنین نے مجھے یہ خط لکھا ہے یزید کی ولی عہدی کی بابت مشورہ طلب کیا ہے کیونکہ لوگوں کے تنفر سے وہ خائف ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ لوگ اس امر میں ان کی اطاعت کریں' لیکن مسلمانوں کا اس امر پر راضی ہونا ایک امر اہم ہے' یزید میں آوارگی' بیہودگی' بددیانتی اور نااہلی ہے' میرے نزدیک تم امیر المومنین سے جا کر ملو اور یزید کے افعال سے مطلع کرو اور صاف صاف کہہ دو کہ یہ کام ہونا دشوار ہے اور اگر آپ اس کو انجام دینا ہی چاہتے ہیں تو عجلت نہ کیجئے' کسی کام میں تاخیر ہونا بہتر ہے' بہ نسبت اس کے کہ عجلت میں وہ فوت ہو جائے''۔ عبید بن کعب بولا'' کیا اس کے سوا تم اور کوئی رائے نہیں دے سکتے؟'' زیاد نے کہا'' اور کیا کہوں'' عبید نے جواب دیا'' مناسب یہ ہے کہ امیر معاویہؓ کی رائے سے مخالفت نہ کرو اور نہ اس کے لڑکے کو بدخواہ بناؤ' میں جا کر یزید سے ملتا ہوں اور اس کو آگاہ کرتا ہوں کہ امیر المومنین نے زیاد کو اس مضمون کا خط لکھ کر مشورہ طلب کیا ہے' لیکن زیاد لوگوں کی مخالفت کی وجہ سے ڈر رہا ہے کیونکہ عوام تمہارے افعال و کردار سے ناراض ہیں۔ اگر مناسب سمجھو تو تم ان افعال و حرکات کو چھوڑ دو تا کہ لوگوں کو قایل معقول کرنے کا زیاد کو موقع مل جائے اور جو تم چاہتے ہو وہ امر حاصل ہو جائے'' زیاد نے یہ رائے پسند کی۔ عبید رخصت ہو کر یزید کے پاس پہنچا اور اس کو سمجھایا ادھر زیاد نے لکھ بھیجا کہ'' بالفعل عجلت نہ کیجئے ورنہ لوگ بھڑک اٹھیں گے اور یہ کام فوت ہو جائے گا''۔ امیر معاویہ خاموش ہو رہے۔

عبداللہ بن عمرؓ کا انکار: تھوڑے دنوں کے بعد جب زیاد مر گیا تو امیر معاویہؓ نے یزید کی ولی عہدی کی بیعت لینے کا مصمم قصد کر کے کارروائی شروع کر دی۔ پہلے عبداللہ بن عمرؓ کے پاس ایک ہزار درہم بطور نذر کے بھیجے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اس کو قبول کر لیا' اس کے بعد ولی عہدی یزید کی بیعت کا تذکرہ کیا' حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ارشاد کیا'' میں اپنے دین کو دنیا کے عوض فروخت نہ کروں گا' کیا معاویہؓ نے ایک ہزار درہم پر میرے دین کو خریدنے کا قصد کیا ہے؟'' یہ کہہ کر درہم واپس کر دیئے اور ولی عہدی یزید کی بیعت سے انکار کر دیا۔

اہل مدینہ کا ردعمل: پھر امیر معاویہؓ نے مروان بن الحکم کو لکھا'' میرا سن زیادہ ہو گیا ہے۔ میری ہڈیاں کمزور ہو گئی ہیں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ میرے بعد امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں اختلاف پڑ جائے گا اس وجہ سے میں چاہتا ہوں کہ کسی کو اپنا ولی عہد بنا لوں' لیکن بغیر مشورے تمہارے اور ان لوگوں کے جو تمہارے پاس ہیں اس کام کو نہیں کر سکتا' تم میری طرف سے اس امر کو اہل مدینہ کے سامنے پیش کرو اور جو خیال وہ ظاہر کریں اس سے مجھے مطلع کرو''۔ مروان نے لوگوں کو مطلع کر کے امیر معاویہؓ کے مضمون خط سے آگاہ کیا۔ لوگوں نے متفق ہو کر کہا'' بہتر ہے امیر المومنین کسی کو ہمارے لئے منتخب کر جائیں''۔ مروان نے اس سے امیر معاویہؓ کو مطلع کیا۔ امیر معاویہؓ نے جواب میں لکھا'' یزید کو میں اپنے بعد ولی عہد کرتا ہوں''۔ مروان نے اہل مدینہ کو اکٹھا کر کے خط کا مضمون سنا دیا۔ عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ نے اٹھ کر کہا'' واللہ! اے مروان تو جھوٹا ہے' امیر معاویہؓ بھی جھوٹ بولتا ہے' تم دونوں نے امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کیا بہتری تلاش کی ہے؟ بلکہ تم خلافت کو حکومت ہرقلیہ بنانا

چاہتے ہو کہ ایک ہرقل جب مر جائے تو اس کی جگہ پر دوسرا ہرقل قائم ہو' امام حسینؓ بن علیؓ حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضرت ابن زبیرؓ نے اس کلام کی تائید کی' جلسہ درہم برہم ہو گیا۔ مروان نے کل واقعات امیر معاویہؓ کے پاس لکھ بھیجے۔

وفود کی طلبی: اس وقت امیر معاویہؓ نے اپنے عمال و گورنروں کو لکھ بھیجا کہ تم لوگ یزید کی ثنا و صفت لوگوں میں بیان کرو اور اطراف و جوانب بلاد اسلامیہ سے ولید کی ولی عہدی کی درخواست پیش کرنے کی غرض سے وفود بھیجو' چنانچہ منجملہ ان وفود کے جو امیر معاویہؓ کے پاس حاضر ہوئے محمد بن عمرو بن حزم مدینہ سے اور احنف بن قیس اہل بصرہ کا وفد لے کر گئے۔ وفود کے جمع ہونے پر امیر معاویہؓ نے ضحاک بن قیس فہری سے کہا کہ ''میں تمہیداً کچھ بیان کروں گا' جس وقت میں تقریر کر کے خاموش ہو جاؤ' اس وقت تم اٹھ کر ولی عہدی یزید کی بیعت کی تقریر کرنا اور لوگوں کو اس امر پر آمادہ کرنا'' چنانچہ پہلے امیر معاویہؓ کھڑے ہو کر اسلام کے فضائل' خلافت کے فرائض و حقوق مسلمانوں کے اتفاق و اطاعت خلافت کو اجمالاً بیان کر کے بیٹھ گئے۔ ضحاک اٹھا' حمد و ثنا کے بعد کہنے لگا ''اے امیر المومنین! آپ کے بعد لوگوں کو ایک امیر کی ضرورت ہو گی اگر آپ کی موجودگی میں ہم کسی کو آپ کا ولی عہد نہ بنائیں گے تو بڑے بڑے مصائب میں گرفتار ہوں گے' خون ریزیاں ہوں گی' امن کے راستے بند ہو جائیں گے۔ یوماً فیوماً ابتری کا زمانہ آتا جائے گا' اچھے آدمی کمیاب ہوتے جائیں گے' ہمارے نزدیک یزید بن امیر المومنینؓ نہایت راست گو' راست باز' خوش خو اور داری کے آئین سے واقف ہے' جیسا کہ لوگ اور آپ جانتے ہیں کہ وہ ہم سے علم و حلم و رائے میں افضل ہے' پس آپ اسی کو اپنا ولی عہد بنایئے اور اپنے بعد اس کو ہمارا پیشوا مقرر کیجئے' جس کے سایۂ امن میں ہم پناہ گزین ہوں''۔ عمرو بن سعید الاشدق نے اس کی تائید کی اور یزید بن المقنع عذری نے امیر معاویہؓ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ''یہ امیر المومنین ہیں اور جو شخص اس سے اختلاف کرے گا تو (تلواروں کی طرف اشارہ کر کے) تو یہ ہے''۔ امیر المومنینؓ نے یزید بن المقنع سے کہا ''بیٹھ جاؤ' تم خطیبوں (لیکچررز) کے سردار ہو''۔ اس کے بعد وفود عرض و معروض کرنے لگے۔

احنف بن قیس کا مشورہ: احنف بن قیس خاموش بیٹھے ہوئے تھے۔ امیر معاویہؓ نے کہا ''تمہاری کیا رائے ہے؟'' عرض کیا ''مجھے خوف ہے کہ میں جو کہوں گا اس کی تم تصدیق کرو گے اور اللہ تعالیٰ کا خوف یہ ہے کہ وہ تکذیب کرے گا۔ اے امیر المومنینؓ تم یزید کے روزمرہ کے حالات سے بخوبی واقف ہو' اس کے ظاہر و باطن' آمد و رفت سے کماحقہ آگاہ ہو' اگر تم جانتے ہو کہ اس میں اللہ تعالیٰ اور امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بہتری ہے تو کسی سے مشورہ نہ کرو اور اگر تم اس کے خلاف جانتے ہو تو دنیا کی زیادہ فکر نہ کرو' سفر آخرت قریب ہے' باقی رہے ہم' ہمارا فرض یہ ہے کہ آپ جو کہیں اس کو بسر و چشم منظور کر لیں''۔ قیس کی اس تقریر کے ختم ہوتے ہی ایک شامی شخص نے کھڑے ہو کر کہا ''ہم کچھ نہیں کہہ سکتے کہ یہ معدیہ عراقیہ کیا بک رہا ہے؟ ہم تو امیر المومنین کے احکام کی بسر و چشم تعمیل کریں گے اور یہ تلوار ہمارے پاس ہے جو اس کے خلاف کرے گا اس سے ہم نپٹ لیں گے'' اس شامی کے کھڑے ہوتے ہی جلسہ برخاست ہو گیا لوگ منتشر ہو گئے' احنف کی تقریر کا چرچا ہونے لگا اور بظاہر یہ معلوم ہوا کہ اب یہ کام نہ ہو گا لیکن امیر معاویہؓ برابر اپنی کوشش میں لگے رہے۔ ہر شخص سے مدارات و سلوک کرتے

رہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑے ہی دنوں کے بعد اہل عراق و شام کے اکثر آدمیوں نے ولی عہدی یزید کی بیعت کر لی۔

امیر معاویہؓ کی مدینہ میں آمد: اہل عراق و شام سے ولی عہدی یزید کی بیعت لینے کے بعد امیر معاویہؓ ایک ہزار سواروں کی جمعیت سے مدینہ منورہ پہنچے۔ حضرت حسین بن علیؓ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اس خیال سے کہ امیر معاویہؓ ہمارے کہنے پر عمل نہ کریں گے‘ مکہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ امیر معاویہؓ نے لوگوں کو جمع کر کے خطبہ دیا‘ یزید کی تعریف کی اور یہ بیان کیا کہ کوئی شخص اس سے زیادہ مستحق خلافت نہیں ہے‘ یہ سب سے عقل میں‘ فضل میں‘ سیاست میں افضل ہے۔ میرا خیال ہے کہ کوئی شخص ان امور میں اس کو نہیں پہنچ سکتا‘‘ کسی نے اس تقریر کا کچھ جواب دیا‘ امیر معاویہؓ منبر سے اتر کر ام المومنین عائشہؓ کی خدمت میں گئے اور اس سے پیشتر ان کو یہ معلوم ہو چکا تھا کہ امام حسین بن علیؓ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما وغیرہ بخوف بیعت ولی عہدی یزید مکہ چلے گئے تھے۔ حضرت عائشہؓ نے ارشاد فرمایا ’’میں نے سنا ہے کہ تم نے ان لوگوں کو قتل کی دھمکی دی ہے؟‘‘ جواب دیا ’’اے ام المومنین! وہ لوگ مجھے یزید سے زیادہ عزیز ہیں‘ لیکن کیسے ہو سکتا ہے کہ میں اس بیعت کو ناقص کروں‘ جو ولی عہدی یزید پر میں نے لے لی ہے اور پوری ہو گئی ہے؟‘‘ اس پر ام المومنین حضرت عائشہؓ خاموش ہو رہیں۔

امیر معاویہؓ کی مکہ کو روانگی: امیر معاویہؓ تھوڑے دن مدینہ میں ٹھہر کر مکہ کو روانہ ہوئے امیر معاویہؓ کی خبر سن کر اہل مکہ ملنے کو آئے‘ امام حسین اور ابن عمرؓ وغیرہ بھی یہ خیال کر کے کہ شاید امیر معاویہؓ اپنے فعل سے نادم ہو کر آئے ہیں ملنے کو گئے۔ بطن مر میں ملاقات ہوئی‘ امیر معاویہؓ نے بڑے تپاک سے استقبال کیا‘ ان کو سواریاں دیں اور ان کے ساتھ ساتھ مکہ میں داخل ہوئے‘ روزانہ بلا کسی ذکر و مذکورہ بنظر تالیف قلوب انعام و صلہ دینے لگے آپس میں ایک روز ان میں سے ایک شخص نے کہا ’’امیر معاویہؓ جو کچھ ہم لوگوں کے ساتھ سلوک کر رہے ہیں اس کو یہ نہ سمجھنا کہ از راہ صلہ رحم کر رہے ہیں بلکہ اس خیال سے یہ سلوک کرتے ہیں کہ ہم ان کے مقصود و مطلوب میں رخنہ انداز نہ ہوں۔ مناسب ہو گا کہ کچھ جواب سوچ رکھو‘‘۔ سب نے اس رائے پر صاد کیا اور باتفاق ابن زبیرؓ کو جواب دینے کے لئے آمادہ کیا۔ اس کے بعد امیر معاویہؓ نے ان سب بزرگوں کو جمع کر کے کہا ’’تم لوگ میری عادت سے واقف ہو میرے برتاؤ جو تمہارے ساتھ ہیں اس کو بھی تم بخوبی جانتے ہو میں تمہارے ساتھ عزیزانہ رسم و راہ رکھتا ہوں اور یزید تمہارا بھائی اور تمہارے چچا کا لڑکا ہے۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ تم اس کو میرے بعد خلافت کے لئے نامزد کر دو‘ چہ جائیکہ تم ہی لوگ اس کو معزول کرتے ہو‘ جو چاہتے ہو حکم کرتے ہو‘ مال و دولت کو عزیز رکھتے ہو اور اس کو خود ہی تقسیم کرتے ہو اور یزید غریب تم سے کچھ معترض نہیں ہوتا اس فقرہ کو امیر معاویہؓ نے دوبارہ ارشاد کر کے عبداللہ بن زبیرؓ کی طرف خطاب کیا: هات لعمری انک خطیبهم ’’آؤ اپنی قسم تم ان کے خطیب ہو‘‘۔

ابن زبیرؓ کی شرائط: ابن زبیرؓ نے اٹھ کر کہا ’’ہم تم کو ان تین امور میں سے ایک کے اختیار کرنے کی اجازت دیتے ہیں‘ ایک امر یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ وسلم نے انتقال فرمایا اور کسی کو آپ نے اپنا خلیفہ نہیں مقرر کیا تھا۔ لوگ حضرت ابوبکرؓ سے راضی ہو گئے اور ان کو اپنا امیر بنا لیا‘‘۔ امیر معاویہؓ بولے ’’تم میں کوئی شخص ابوبکرؓ جیسا نہیں ہے اور مجھے اختلاف امت کا

اندیشہ ہے''۔ جواب دیا ''سچ کہتے ہو اچھا دوسرا امر یہ ہے کہ جیسا ابوبکرؓ نے کیا تھا ویسا تم کرو انہوں نے ایک شخص کو قریش سے جو ان سے نسبتاً بعید تھا اور ان کے خاندان سے نہ تھا اس کو اپنے بعد خلیفہ بنایا'' اس پر امیر معاویہؓ خاموش رہے۔ ''تیسرا امر یہ ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب کی پیروی کرو انہوں نے اپنے بعد چھ آدمیوں کو اہلِ شوریٰ قرار دے کر انہیں کو انتخاب خلیفہ کا اختیار دے دیا اور ان چھ میں نہ کوئی ان کا لڑکا تھا اور نہ کوئی ان کے خاندان سے''۔ امیر معاویہؓ نے کہا ''کیا اس کے سوا اور کچھ کہو گے؟'' جواب دیا ''کچھ نہیں''۔ پھر امیر معاویہؓ نے کہا ''تم لوگ بھی کہتے جاؤ لیکن میں یزید کو ولی عہد ضرور بناؤں گا' اللہ کی قسم اگر کسی نے میری بات نہ مانی تو خیر نہ ہو گی''۔ یہ کہہ کر اپنے صاحب[1] شرطہ کو بلا کر حکم دیا کہ جو شخص میرے بیان کی تکذیب کرے اس کی گردن فوراً اڑا دینا ابن علی' ابن عمر' ابن زبیر اور ابن ابی بکر (رضی اللہ عنہم) اٹھ کر چلے گئے۔

اہلِ مکہ و مدینہ کی بیعت: امیر معاویہؓ منبر پر چڑھ گئے۔ حمد و ثناء کے بعد کہا ''صاحبو! ابن علی' ابن عمر' ابن ابو بکر اور ابن زبیر وغیرہ مسلمانوں کے روحانی پیشوا اور بہترین امت ہیں' کوئی کام ان کے بغیر مشورہ انجام کو نہیں پہنچ سکتا یہ لوگ ولی عہدی یزید پر راضی ہو گئے ہیں اور بیعت کر لی ہے آؤ تم لوگ بھی اللہ کا نام لے کر بیعت کر لو''۔ اہلِ مکہ چونکہ ان ہی لوگوں کی بیعت کا انتظار کر رہے تھے یہ سنتے ہی بیعت پر آمادہ ہو گئے۔ اہلِ مکہ سے بیعت لے کر امیر معاویہؓ مع ان بزرگو (حسین بن علی' عبداللہ بن زبیر' عبداللہ' عبداللہ بن عمر وغیرہ رضی اللہ عنہم) کے مدینہ پہنچے۔ اہلِ مدینہ ان لوگوں سے ملنے کو آئے' بر سبیل تذکرہ کہا ''تم لوگ تو بیعت ہی کے خوف سے مکہ بھاگ گئے تھے' کیا معاملہ پیش آیا کہ یزید کی بیعت پر راضی ہو گئے؟'' ان لوگوں نے کہا ''واللہ ہم نے بیعت نہیں کی''۔ پھر اہلِ مدینہ نے کہا ''تم نے معاویہؓ کو اس سے کیوں نہ روکا؟'' سب نے جواب دیا مسلمانوں کی خونریزی کے خیال سے' اس کے بعد امیر معاویہؓ اہلِ مدینہ سے بھی بیعت عملی بیعت لے کر شام کو روانہ ہو گئے۔

یہ واقعہ ۵۶ھ کا ہے اور ۵۰ھ میں اس کی بنا پڑی تھی۔ صاحب تاریخ الخلفاء[2] نے لکھا ہے کہ ولی عہدیٔ یزید کی بیعت ۵۱ھ میں لی گئی تھی' لیکن یہ صحیح نہیں معلوم ہوتا کیونکہ یزید کی ولی عہدی کی بیعت زیاد کے انتقال کے بعد لی گئی ہے اور زیاد نے ۵۳ھ میں انتقال کیا ہے۔ واللہ اعلم

سعید بن العاص کی معزولی: ۵۴ھ میں سعید بن العاص مدینہ کی گورنری سے معزول کر دیئے گئے۔ ان کی بجائے مروان مقرر کیا گیا' اس وجہ سے کہ امیر معاویہؓ نے سعید بن العاص کو مروان کے مکان منہدم کرا دینے اور اس کا مال ضبط کر لینے اور فدک چھین لینے کو لکھا تھا' لیکن سعید بن لعاص نے مروان کی سفارش لکھی اور اس حکم کی بجا آوری سے انکار کیا' پھر دوبارہ امیر معاویہؓ نے یہی حکم صادر کیا' لیکن سعید بجا آوریٔ حکم پر آمادہ نہ ہوئے۔ دونوں خطوط کو گھر میں رکھ لیا۔ اس پر امیر معاویہؓ نے سعید کو معزول کر کے مروان کو مقرر کیا اور سعید کے مکان کو منہدم کرا دینے اور اس کے مال و اسباب کو ضبط کر لینے کا حکم صادر کیا۔ مروان بیلداروں کو لے کر سعید کے مکان پر پہنچا۔ سعید نے کہا ''کیوں ابو عبدالملک! تم میرا مکان منہدم کرا دو

---

[1] یعنی افسر پولیس

[2] تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۳۳ مطبوعہ مطبع محمدی لاہور

گے؟'' جواب دیا ''ہاں! اگر امیر المؤمنین میرے مکان منہدم کر دینے کا حکم دیتے تو میں ضرور تعمیل کرتا''۔ سعید بولے ''میں نے تو ایسا نہیں کیا'' یہ کہہ کر اپنے غلام سے امیر معاویہؓ کے دونوں خط منگوا کر مروان کو دکھائے۔ مروان کو اس سے سکتہ سا ہو گیا' پھر سعید نے کہا ''امیر المؤمنین کا مقصود یہی ہے کہ ہم لوگ آپس میں لڑیں' خانہ جنگیاں کر کے تباہ و خراب ہوں''۔ (انتھی ملخصاً من ابنِ اثیر)

غرض مروان بھی سعید کے مکان کھدوانے سے رک گیا۔ اس کے بعد سعید نے ایک طول طویل خط میں اپنے اعزہ و اقارب میں نفاق و مخالفت پیدا کرنے کی نصیحتیں لکھیں اور یہ بھی لکھا کہ اگر آپ اور ہم یک جدی نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ ہم کو خلیفہ مظلوم کے انتقام لینے کو جمع نہ کرتا' امیر المؤمنین کو لازم ہے کہ آئندہ ان امور کا لحاظ رکھیں''۔ امیر معاویہؓ نے اپنی غلطی کا اعتراف کیا عذر خواہی کی' کچھ عرصہ بعد سعید امیر معاویہؓ کے پاس چلے گئے۔ امیر معاویہؓ نے مروان کا حال دریافت کیا۔ سعید نے اس کی تعریف کی' پھر جب ۵۷ھ یا بروایت بعض ۵۸ھ کا دور آیا تو مروان کو معزول کر کے ولید بن عتبہ بن ابی سفیان کو مدینہ کی گورنری پر مامور کیا۔

ابنِ ام الحکم کی تقرری و معزولی: ۵۸ھ میں امیر معاویہؓ نے کوفہ کی گورنری سے ضحاک بن قیس کو معزول کر کے عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن عثمان ثقفی کو مامور کیا اس کو ابنِ ام الحکم بھی کہتے ہیں۔ یہ امیر معاویہؓ کا بھانجا تھا' کوفہ کی گورنری کا ردوبدل ہونا اور مغیرہ کا مرنا تھا کہ خوارج جیل سے نکل پڑے جنہیں مغیرہ بن شعبہ نے بالزام بیعت مستورد بن علقمہ قید کر دیا تھا۔ پس یہ لوگ حیان بن ضبیان السلمی' معاذ بن جریر الطائی کے پاس جا کر جمع[1] ہوئے۔ عبدالرحمٰن نے کوفہ سے ایک لشکر ان کی سرکوبی کو روانہ کیا۔ جس نے ان سب کو قتل کر ڈالا جیسا کہ آئندہ خوارج کے حالات میں بیان کیا جائے گا۔ اس کے بعد اہل کوفہ نے عبدالرحمٰن کی بدمزاجی سے تنگ ہو کر امیر معاویہؓ کو لکھا' امیر معاویہؓ نے اس کو معزول کر کے نعمان بن بشیر کو گورنری کی سند عطا کی اور عبدالرحمٰن سے یہ کہہ کر کہ ''میں تم کو کوفہ سے زیادہ اچھے شہر کا عامل مقرر کرتا ہوں'' مصر کی گورنری پر متعین کر کے روانہ کیا' ان دنوں مصر کی گورنری پر معاویہ ابنِ خدیج تھا۔ جب دو منزل باقی رہ گیا تو معاویہ بن خدیج نے آ کر عبدالرحمٰن سے ملاقات کی اور ڈانٹ کر کہا ''اپنے ماموں کے پاس لوٹ جاؤ' ہم تمہارے ہتھکنڈوں سے خوب واقف ہیں' ہم میں تمہاری وہ چالیں نہ چلیں گی جو کوفی سپاہیوں میں چلتی تھیں''۔ عبدالرحمٰن سے کچھ بن نہ پڑا لوٹ آیا اور معاویہ بن خدیج بدستور اپنی گورنری پر مامور رہے۔

عبدالرحمٰن بن زیاد کی گورنری: ۵۹ھ[2] میں عبدالرحمٰن بن زیاد وفد ہو کر امیر معاویہؓ کی خدمت میں حاضر ہوا' عرض کیا

---

[1] حیان و معاذ نے خطبے دیئے اور ان لوگوں کو جنگ کرنے پر آمادہ کیا ان لوگوں نے متفق ہو کر حیان کے ہاتھ پر بیعت کی اور بانقیا کی طرف خروج کیا۔ تب عبدالرحمٰن نے کوفہ سے لشکر روانہ کیا۔ (ابنِ اثیر جلد سوم صفحہ ۴۲۶)

[2] اسی سنہ میں قیس بن الہیثم آئے۔ اسلم بن زرعہ نے گرفتار کر کے قید کر دیا اور تین لاکھ درہم اس سے وصول کیا (ابنِ اثیر جلد سوم صفحہ ۴۳۰ و ابن خلدون جلد سوم صفحہ ۱۷)

کیا میرا آپ پر کوئی حق نہیں ہے؟'' جواب دیا ''ہاں ہے' لیکن تم کیا چاہتے ہو''۔ عرض کی ''سند گورنری مرحمت فرمائیے'' امیر معاویہؓ بولے ''کوفہ میں نعمان بن بشیر ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں' بصرہ و خراسان میں تمہارا بھائی عبیداللہ ہے اور سجستان میں تمہارا بھائی عباد میرے نزدیک مناسب یہی معلوم ہوتا ہے کہ میں تم کو خراسان کی گورنری میں عبیداللہ کا شریک کروں کیونکہ خراسان کا صوبہ وسیع ہے اور وہاں پر دو گورنروں کا رہنا مناسب ہے۔ یہ کہہ کر عبدالرحمٰن کو سند گورنری دے کر رخصت کر دیا۔

عبدالرحمٰن نہایت کمزور طبیعت کا آدمی تھا اس نے ایک جہاد بھی نہیں کیا۔ یزید کے پاس زمانہ شہادت حسین بن علی رضی اللہ عنہ میں آیا تھا۔ اس کے بعد قیس بن الہیثم کو خراسان کی گورنری دی گئی۔ یزید نے دریافت کیا ''تیرے پاس خراسان کا کس قدر مال ہے؟'' عبدالرحمٰن نے جواب دیا ''بیس کروڑ درہم'' یزید نے کہا ''اگر تو گورنری پر جانا منظور کرتا ہو تو میں تجھ سے حساب و کتاب لوں' بعدہ تجھے سند گورنری دے کر خراسان کی طرف واپس کر دوں اور اگر تو معزولی پسند کرتا ہو تو تجھے تین خراسان کا مال جو تو ہمراہ لایا ہے دیتا ہوں لیکن شرط یہ ہے کہ اس میں عبداللہ بن جعفر کو پانچ لاکھ دینا پڑے گا''۔ عبدالرحمٰن نے پچھلی صورت اختیار کی پانچ لاکھ عبداللہ بن جعفر کے پاس بھیج دیئے اور یہ کہلا بھیجا کہ اس میں نصف یزید کی طرف سے ہے اور نصف میری طرف سے۔

عبیداللہ بن زیاد کی معزولی اور بحالی: اسی ۵۵ھ میں اہل بصرہ کا وفد عبیداللہ بن زیاد کے ساتھ امیر معاویہؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ امیر معاویہؓ نے عزت و احترام سے علی قدر مراتب ہر شخص کو بٹھایا آخر میں احنف داخل ہوئے' امیر معاویہؓ نے ان کو اپنے برابر تخت پر بٹھا لیا۔ پھر وفود سے مخاطب ہوئے۔ وفود عبیداللہ بن زیاد کی ثنا و صفت کرنے لگے۔ احنف خاموش بیٹھے رہے۔ امیر معاویہؓ نے کہا ''اے ابو بحر! تم کیوں خاموش ہو تم بھی تو کچھ بولو'' احنف بولے ''مجھے خوف اس امر کا ہے کہ کہیں یہ لوگ میرے بیان کی تکذیب نہ کر دیں''۔ اس پر امیر معاویہؓ نے وفود سے ارشاد کیا ''جاؤ میں نے حکومت بصرہ سے عبیداللہ کو معزول کر دیا۔ تم لوگ اپنے خواہش کے مطابق ایک دوسرا عامل منتخب کرو''۔ اہل وفد دربار سے اٹھ کر علیحدہ جا بیٹھے اور انتخاب کرنے لگے اور احنف خاموش اپنی جگہ پر بیٹھے رہے' کبھی کوئی شخص کسی کو بنی امیہ سے اور کبھی کوئی شرفاء شام سے ایک کو منتخب کر رہا تھا اتنے میں امیر معاویہؓ نے ان لوگوں کو بلا بھیجا اور دریافت کیا ''تم لوگوں نے کس کو منتخب کیا؟'' ہر فریق نے ایک ایک شخص کو نامزد کیا مگر احنف کچھ نہ بولے۔ امیر معاویہؓ نے کہا ''تم بھی کچھ کہو''۔ احنف بولے ''اگر میں کسی شخص کو تمہارے خاندان (یعنی بنی امیہ) سے منتخب کرتا ہوں تو کوئی وجہ ترجیح نہیں ہے اور عبیداللہ کے مقابلے میں انصاف بھی نہ ہوگا اور اگر کسی شخص غیر کو میں نے انتخاب کیا تو اس کی بابت تمہاری رائے مقدم ہوگی''۔ امیر معاویہؓ نے اس تذبذب رائے سے مجبور ہو کر کہا ''اچھا میں نے پھر عبیداللہ کو بصرے کی گورنری پر بحال کیا اور احنف سے رائے لینے اور اس کے ساتھ سلوک کرنے کی عبیداللہ کو ہدایت کی۔ مگر اس بارے میں ان سے غلطی ہو گئی پھر جب آتش فتنہ مشتعل ہوئی تو کسی شخص نے سوائے احنف کے اس کو معزول نہ کیا' پھر اس کے بعد امیر معاویہؓ نے اہل وفد سے ولی عہدی یزید کی بیعت لی اور ان کو رخصت کیا۔

بیرونی مہمات: ۵۲ھ میں بشر بن ارطاۃ سرزمین روم میں بغرض اعلاء کلمۃ اللہ جہاد کرتے ہوئے داخل ہوئے۔ ایام سرما وہیں گزارے۔ بعضوں کا بیان ہے کہ واپس آئے تھے ان ہی دنوں وہاں پر سفیان بن عوف ازدی بھی اترے ہوئے تھے اور انہوں نے بھی ایام سرما اسی سرزمین میں گزارے اور یہیں انتقال بھی کیا اور بسر کردگی لشکر صائفہ[1] محمد بن عبداللہ ثقفی نے بلاد روم پر فوج کشی کی۔ اس کے بعد ۵۳ھ میں عبدالرحمٰن بن ام الحکم سرزمین روم میں جہاد کرتے ہوئے داخل ہوئے۔ اسی سنہ میں جنادہ بن ابی امیہ ازدی نے جزیرہ رودس کو بزور تیغ فتح کر کے وہیں ڈیرے ڈال دیئے' رومیوں کو سخت صدمہ ہوا۔ آئے دن یہ ان کی کشتیاں گرفتار کر لیتے تھے اور امیر معاویہؓ ان کو اس پر انعام واکرام دیتے تھے۔ رفتہ رفتہ مسلمانوں سے رومی ڈرنے لگے۔ جب امیر معاویہؓ کا انتقال ہو گیا تو یزید نے ان کو جزیرہ رودس سے بلا لیا۔ پھر ۵۴ھ میں محمد بن مالک مملکت روم میں داخل ہوئے اور صائفہ پر (معن)[2] ابن یزید سلمی مامور ہوئے۔ اسلامی لشکر نے بسرافسری جنادۃ بن ابی امیہ ازدی' جزیرہ ازدی (یا ارواد) متصل قسطنطنیہ فتح کیا۔ سات برس تک اس پر قابض رہے اس کے بعد یزید نے اپنے زمانہ حکومت میں ان لوگوں کو واپس بلا لیا۔ ۵۵ھ کے دور میں سفیان بن عوف ازدی اور بعض کہتے ہیں عمر بن محرز' کوئی کہتا ہے کہ عبداللہ بن قیس اور ۵۶ھ میں جنادۃ بن ابی امیہ اور بروایت بعض مؤرخین عبدالرحمٰن بن مسعود اور بعض کا خیال یہ ہے کہ براہ دریا یزید ابن ابی سمرہ اور خشکی میں عیاض بن الحرث نے جہاد کیا اور ۵۷ھ میں عبداللہ بن قیس ارض روم پر مالک بن عبداللہ خثعمی نے خشکی پر عمر بن یزید الجہنی نے براہ دریا معرکہ آرائی کی پھر ۵۸ھ میں عمر بن مرۃ الجہنی سرزمین روم کی طرف بڑھے اور جنادۃ بن ابی امیہ نے براہ دریا رومیوں پر حملہ کیا۔ اسی سنہ میں اسلامی فوجوں نے بسرگروہی عمیر بن الحباب السلمی قلعہ کخ (بلاد روم) پر دھاوا کیا' عمیر بن الحباب تن تنہا اس کی فصیل پر چڑھ گئے پہرے والوں سے لڑ کر دروازہ قلعہ کا کھول دیا۔ لشکر اسلامی نے پہنچ کر فوراً قبضہ کر لیا۔ ۶۰ھ میں مالک بن عبداللہ نے سویہ پر چڑھائی کی اور جنادۃ بن ابی امیہ نے جزیرہ رودس پر قبضہ کر کے اس کے شہر کو ویران کر دیا۔

امیر معاویہؓ کی وصیت: ۶۰ھ میں امیر معاویہؓ کا انتقال ہوا' اپنی موت سے تھوڑے دنوں پہلے ایک خطبہ دیا جس کے چند جملے یہ تھے:

انی کزرع مستحصد و قد طالت امادتی علیکم حتی مللتکم و مللتمونی و تمنیت فراقکم و تمنیتم فراقی و لن یاتیکم بعد الامن انا خیر منه کما ان من کان قبلی خیر منی و قد قیل من احب لقاء اللّٰه احب اللّٰه لقاءهٗ اللّٰهم انی قد احببتُ لقاءکَ فاحبّ لقائی و بارک لی

''میری مثال ایک پکے ہوئے کھیت کی ہے اور تم پر میری امارت اس درجہ طویل ہوئی کہ میں نے تم کو ملال پہنچایا اور تم نے مجھ کو اور میں نے تمہاری جدائی کی تمنا کی اور تم نے میری جدائی کی اور جو میرے بعد تمہارا حکمران ہو گا اس سے میں بہتر ہوں جیسا کہ پہلے والے مجھ سے بہتر تھے' کسی کا مقولہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملنا چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کا ملنا دوست رکھتا ہے' اللہ تعالیٰ میں تیری حضوری چاہتا ہوں تو بھی مجھے اپنی حضوری میں

---

[1] صائفہ اس لشکر کو کہتے ہیں جو موسم گرما میں لڑنے کے لئے جائے۔

[2] اس مقام پر اصل نسخہ میں جگہ چھوٹی ہوئی تھی۔ میں نے یہ نام تاریخ کامل سے نقل کیا ہے۔ (کامل ابن اثیر جلد سوم صفحہ ۲۱۳)

طلب کر لے اور یہ مجھے مبارک کر''۔

اس خطبہ کو زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ بیمار ہو گئے اور مرض میں یوماً فیوماً زیادتی پیدا ہونے لگی اپنے لڑکے یزید کو بلا کر فرمایا' میرے بیٹے! میں نے کُل امور متنازعہ کو طے کر کے تمہارے لئے کافی سرمایہ مہیا کر دیا ہے' تمہارے دشمنوں کو ذلیل کر کے عرب کی گردنیں تمہارے سامنے جھکا دیں اور میں نے تمہارے لئے اسباب سطوت اس قدر فراہم کر دیئے ہیں کہ کسی نے آج تک نہیں جمع کیا' مجھے اندیشہ ہے کہ اس میں اگر نزاع و مخالفت کریں گے تو قریش کے یہی چار شخص ہیں حسین بن علیؓ عبداللہ بن عمرؓ عبداللہ بن زبیر' عبدالرحمٰن بن ابی بکر (رضی اللہ عنہم) ہیں لیکن ابن عمرؓ ایک ایسے شخص ہیں جن کا سوائے عبادت کے کوئی کام نہیں ہے۔ جب کوئی شخص سوائے ان کے بیعت کرنے کو باقی نہ رہے گا تو وہ بھی تمہاری بیعت کر لیں گے اور حسینؓ بن علی ایک سیدھی سادی طبیعت کے آدمی ہیں مگر اہل عراق ان کو خروج کرنے پر ضرور تیار کر لیں گے۔ پس اگر یہ تم پر خروج کریں اور تم کو ان پر کامیابی حاصل ہو تو درگزر کرنا' ان کا بہت بڑا حق ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ نواسے ہیں اور ابن ابی بکرؓ کی ذاتی کوئی رائے نہیں ہے جو ان کے احباب و ہم نشین کریں گے وہی وہ بھی کریں گے اور ان میں کوئی ہمت ہے تو وہ عورتوں میں منحصر ہے ہاں جو شخص تم پر شیر کی طرح حملہ کرے گا اور مثل لومڑی کے بحیلہ و مکر پیش آئے گا اور جب کبھی اس کو موقع ملے گا ضرور حملہ آور ہوگا' وہ ابن زبیر ہے پس اگر وہ ایسا کرے اور تم کو اس پر غلبہ حاصل ہو جائے تو اس کو بے دست و پا کر دینا۔

امیر معاویہ کا انتقال: طبری نے بروایت ہاشم ایسا ہی بیان کیا ہے اور طبری نے ہاشم ہی سے اس طرح بھی روایت کی ہے کہ ۶۰ھ میں امیر معاویہؓ کا زمانہ وفات قریب آ گیا اور اس وقت یزید موجود نہ تھا تو امیر معاویہؓ نے ضحاک بن قیس فہری (اپنے افسر پولیس) اور مسلم بن عتبہ المزنی کو بلا کر کہا'' میری یہ وصیت یزید تک پہنچا دینا' اہل حجاز کے ساتھ بہ شفقت و الطاف پیش آنا کیونکہ وہ تمہارے ماوا و ملجا ہیں پس جو ان میں سے تمہارے پاس آئے اس کی عزت کرنا اور جو غائب ہو اس سے ایفاء عہد کرنا اور اہل عراق کے ساتھ یہ برتاؤ کرنا کہ اگر وہ ہر روز عامل کی معزولی چاہیں تو روزانہ عامل کو معزول کرتے جانا کیونکہ یہ آسان ہے بہ نسبت اس کے کہ تم پر ایک لاکھ تلواریں نیام سے نکل آئیں اور اہل شام کو ہمیشہ اپنا معین و مددگار سمجھ کر حسن سلوک سے پیش آنا' اگر کوئی خدشہ تمہیں دشمنوں کی جانب سے پیدا ہو جائے تو ان سے مدد لینا اور جب اس پر کامیاب ہو جانا تو اہل شام کو ان کے شہروں کی طرف واپس کر دینا' دوسرے شہروں میں قیام کرنے سے ان کے اخلاق خراب ہو جائیں گے' عادتیں بگڑ جائیں گی۔ مجھے قریش سے کوئی اندیشہ سوائے ان تین شخصوں کے نہیں ہے'' (اس روایت میں عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ کا ذکر نہیں کیا ہے)[1] ابن عمرؓ کی بابت کہا'' ان کو عبادت نے اس قدر گھلا دیا ہے کہ وہ کسی مد کے نہیں رہے اور نہ تجھ سے کسی امر کے خواہاں ہوں گے'' اور حسینؓ بن علیؓ کے بارے میں کہا'' اگر ان سے کسی کے ابھارنے سے غلطی ہو تو درگزر کرنا' مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے ان لوگوں کی وجہ سے کافی ہوگا' جنہوں نے ان کے باپ کو شہید کیا ہے اور ان کے بھائی کو نقصان پہنچایا ہے'' اور ابن زبیرؓ کے حق میں ارشاد فرمایا'' اگر یہ کچھ اپنے ہاتھ پاؤں کو حرکت دیں تو جہاں تک امکان

---

[1] اور یہی صحیح ہے کیونکہ عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ امیر معاویہؓ سے پیشتر ۵۳ھ میں انتقال کر چکے تھے۔ (ابن اثیر جلد سوم صفحہ ۲۱۲ و جلد چہارم صفحہ ۳)

میں ہو جنگ کرنے سے باز نہ آنا اور اس قدر مستعدی سے لڑنا کہ مجبور ہو کر یہ خود صلح کے خواستگار ہوں اور جب صلح کی درخواست پیش کریں تو فوراً منظور کر لینا۔ غرض اس قسم کی چند وصیتیں کر کے وسط رجب ۶۰ھ میں انتقال کر گئے اور بعض کا بیان ہے کہ ماہ جمادی الثانی میں اپنی حکومت کے انیس برس چند مہینے بعد وفات پائی ہے۔

دیوان خاتم: امیر معاویہؓ کے خانہ کے محافظ منصرم عبداللہ بن محصن تھے اور انہیں کی سپردگی میں ان کی مہر تھی' سب سے پہلے انہوں نے ہی اس محکمہ کو قائم کیا۔ اس کے قائم کرنے کا یہ سبب ہوا کہ ایک مرتبہ عمر بن الزبیر کو ایک لاکھ[1] درہم دینے کا فرمان بنام زیاد عراق میں لکھا' عمر بن الزبیر نے خط کھول کر لاکھ کا دو لاکھ بنا کر زیاد سے وصول کر لیا۔ جب عراق سے سالانہ حساب آیا تو امیر معاویہؓ نے عمر بن الزبیر کو گرفتار کرا کے قید کر دیا۔ عمر بن الزبیر کے بھائی عبداللہ کو اطلاع ہوئی تو انہوں نے لاکھ درہم دے کر عمر کو رہا کرایا۔ اس کے بعد ہی امیر معاویہؓ نے ایک نیا محکمہ قائم کیا اور اس کا نام دیوانِ خاتم رکھا۔ خطوط و فرامین کو ملفوف ومختوم کرنے لگے اور اس سے پیشتر نہ تو لفافے میں خطوط بند کیے جاتے تھے اور نہ ان پر مہر ہوتی تھی۔ ان کا صاحب شرطہ[2] پہلے قیس بن ہمزہ ہمدانی تھا بعد ازاں اس کو معزول کر کے زمل بن عمرو العدوی کو مقرر کیا۔ دستہ فوج جاں نثاراں پر ان کا آزاد غلام مختار اور بعض نے کہا ہے کہ ابو المخارق مالک (حمیر کا غلام آزاد) تھا۔ اولاً جس نے دستہ فوج جاں نثاراں مقرر کیا وہ امیر معاویہؓ ہی تھے۔ اور حجاب[3] کی افسری ان کے آزاد غلام سعد کے ہاتھ میں تھی اور میر منشی وسیکرٹری سرجون بن منصور رومی تھا۔ عہدۂ قضا پر فضالہ بن عبداللہ انصاری اور ان کے انتقال کے بعد ابو ادریس عائذ بن عبداللہ خولانی تھے۔

امیر معاویہ کا نسب' کنیت' ازواج' اولاد: امیر معاویہ[4] ابوسفیان (ان کا نام صخر تھا) بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ کے لڑکے تھے' ماں کا نام ہند بنت عتبہ بن ربیعہ تھا کنیت ان کی ابو عبدالرحمٰن تھی۔ بیویاں چار تھیں (۱) میسون بنت مجدل بن انیف مادر یزید (۲) فاختہ بنت عبد عمرو بن نوفل بن عبد مناف جس سے عبدالرحمٰن و عبداللہ دو لڑکے پیدا ہوئے۔ (۳) نائلہ بنت عمارہ کلابیہ (اس کو نکاح کے تھوڑے دنوں کے بعد طلاق دے دیا تھا) (۴) کتوہ بنت قرظہ۔

عبدالرحمٰن بن معاویہؓ کا نسبی سلسلہ نہیں چلا اور عبداللہ بن معاویہؓ کے بھی اولاد ذکور باقی نہ رہی۔ ایک لڑکی عاتکہ تھی جس سے یزید بن عبدالملک نے عقد کیا۔

امیر معاویہؓ فتح مکہ سے چند دنوں پیشتر اسلام لائے۔ جنگ حنین میں شریک ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتابت کی خدمت سپرد کی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جس وقت شام پر اسلامی فوجیں روانہ کی تھیں' امیر معاویہؓ بھی اپنے بھائی یزید

---

[1] زبان عربی میں لاکھ کو مائۃ الف (سو ہزار) کہتے ہیں۔ عمر بن الزبیر نے اس میں یہ کارروائی کی کہ مائۃ الف کو مائتین الف بنا دیا جس سے لاکھ کے دو لاکھ ہو گئے۔

[2] یعنی افسر پولیس

[3] حجاب حاجب کی جمع ہے۔ ترکی میں یہ عہدہ رئیس التشریفات کے نام سے موسوم ہے اور انگریزی میں لارڈ چیمبرلین کہلاتا ہے۔ اس کا کام یہ ہے کہ جو شخص دربار شاہی میں داخل ہوتا ہے اس کی یہ تقریب کرتا ہے۔

[4] معارف ابن قتیبہ صفحہ ۱۱۹ و تاریخ الخلفاء علامہ سیوطی صفحہ ۱۳۱' ۱۳۲ و تاریخ کامل ابن اثیر جلد سوم و چہارم سے ملخصاً ترجمہ کیا گیا ہے۔

بن ابی سفیان کے ساتھ گئے تھے۔ یزید کے انتقال پر دمشق کی حکومت امیر معاویہؓ کے سپرد کی گئی۔ حضرت عمرؓ فاروق کے دورِ خلافت میں صرف دمشق کے گورنر رہے اور حضرت عثمانؓ ذی النورینؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں کل شام انہیں کے سپرد کر دیا۔ بیس برس تک گورنر رہے ۴۰ھ میں باسٹھ برس کی عمر میں خلیفہ ہوئے' تقریباً بیس برس تک خلافت کر کے دمشق میں بیاسی برس کی عمر میں انتقال کر گئے اور مابین باب الجابیہ و باب الصغیر مدفون ہوئے۔

صفوان بن عمرو کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ عبدالملک' امیر معاویہؓ کی قبر کی طرف ہو کر نکلا۔ کھڑا ہو گیا' دعائے مغفرت کرتا رہا' کسی نے دریافت کیا یہ کس کی قبر ہے؟ جواب دیا "یہ اس شخص کی قبر ہے جس کو جیسا کہ میں جانتا ہوں اپنے علم سے بولتا' بوجہ حلم کے سکوت کر جاتا' جب کسی کو کچھ دیتا تو اس کو مالدار کر دیتا اور جب کسی سے لڑتا تو اس کو فنا کر دیتا تھا۔ افسوس ہے کہ موت کے فرشتے نے اس کو جلد پیامِ مرگ سنا دیا۔ کاش اس کے دوسرے کو موت آ جاتی۔ یہ قبر ابو عبدالرحمٰن معاویہؓ کی ہے اور معاویہؓ پہلے خلیفہ ہے جس نے اسلام میں اپنے لڑکے کی بیعت لی۔ سب سے پہلے اس نے ہرکارے ڈاک کے مقرر کیے۔ غالیہ کو جو خوشبو کی چیز ہے انہوں نے ہی غالیہ کے نام سے موسوم کیا۔ مسجد میں پہلے انہوں ہی نے حجرہ بنایا اور بروایت اولاً معاویہؓ ہی نے بیٹھ کر خطبہ دیا۔

اسمائے متوفین اعلامِ اسلام: ان کے زمانہ خلافت میں مشاہیر اسلام و اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جن بزرگوں نے وفات پائی ان کے اسمائے گرامی مع حالات مندرجہ ذیل ہیں:

اسماء	سنہ وفات	مزید حالات
حسان بن ثابت	۴۰ھ	یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شاعر تھے
ابو رافع	۴۰ھ	یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام تھے۔
لبید بن ربیعہ	۴۱ھ	یہ مشاہیر شعراء عرب سے تھے۔ ان کا بھی قصیدہ خانہ کعبہ پر لٹکا ہوا تھا' ایک سو چالیس برس کی عمر پائی' بعد فتح مکہ اسلام لائے' مسلمان ہوتے ہی شاعری چھوڑ دی تھی' دن رات قرآن شریف پڑھا کرتے تھے۔
حبیب بن مسلمہ فہری	۴۲ھ	امیر معاویہ کی طرف سے ارمینیہ کے گورنر تھے۔
عثمان بن طلحہ	۴۲ھ	اور وہیں وفات پائی۔
صفوان بن امیہ بن خلف	۴۲ھ	
ہانی بن نیار بن عمرو	۴۲ھ	انصاری ہیں براء بن عازب انصاری کے ماموں تھے اور شریک بدر و عقبہ ہوئے تھے۔
عبداللہ بن سلام	۴۳ھ	مشہور صحابی اور کتب سماوی کے بہت بڑے عالم متبحر تھے۔
ام المومنین ام حبیبہؓ	۴۴ھ	یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی' ابوسفیان بن حرب کی بیٹی اور امیر معاویہ کی بہن تھیں۔
زید بن ثابت انصاری	۴۵ھ	
عاصم بن عدی بدری انصاری	۴۵ھ	بدری صحابی ہیں۔
سلمہ بن سلامہ انصاری	۴۵ھ	اصحاب بدر و عقبہ سے ہیں ستر برس کی عمر میں وفات پائی۔

اسماء	سنہ وفات	مزید حالات
ثابت بن ضحاک بن خلیفہ الکلابی	۴۵ھ	اصحاب الشجرہ سے ہیں۔
حسن بن علیؓ	۴۹ھ	کہا جاتا ہے کہ آپ کو آپ کی بیوی جعدہ بنت الاشعث کندی نے زہر دے دیا تھا' آپ نے وقت وفات وصیت کی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دفن کرنا ور اگر کوئی فتنہ برپا ہو تو مقابر مسلمین میں۔ پس بعد انتقال حسینؓ بن علی نے ام المومنین عائشہؓ سے اس کی اجازت حاصل کی اور وہیں دفن کرنے کا قصد کیا' سعید بن العاص جو امیر مدینہ تھا کچھ تعرض نہ کیا لیکن مروان بن الحکم نے اپنے اعزہ واقارب کو جمع کر کے مخالف بن بیٹھا۔ حسینؓ ابن علی نے جبراً دفن کرنے کا قصد کیا۔ لوگوں نے سمجھایا کہ آپ کے بھائیؓ نے یہ وصیت کی تھی کہ اگر کوئی اندیشہ فساد نہ ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دفن کرنا ورنہ مقابر مسلمین میں' لہذا مناسب یہ ہے کہ مروان ابن الحکم آمادہ فساد ہے مقابر مسلمین میں دفن کیجئے' چنانچہ حسین بن علیؓ خاموش ہو گئے اور حسن بن علیؓ مقابر مسلمین میں مدفون ہوئے۔ سعید بن العاص نے جنازے کی نماز پڑھائی حسین بن علیؓ نے فرمایا اگر یہ مسنون نہ ہوتا تو میں تم کو نماز نہ پڑھانے دیتا۔
	۵۰ھ	
ام المومنین صفیہ بنت حیی	۵۰ھ	
عثمان بن العاص ثقفی	۵۰ھ	
عبدالرحمٰن بن سمرہ بن حبیب بن عبدشمس	۵۰ھ	
ابوموسیٰ اشعری		صحابی ہیں۔
زید بن خالد الجہنی	۵۰ھ	
مدلاج بن عمرو السلمی	۵۰ھ	یہ کل مشاہد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ رکاب رہے ہیں۔
سعد بن ابی وقاص	۵۰ھ	عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ عقیق میں انتقال فرمایا۔ مدینہ میں لا کر دفن کئے گئے۔ چوہتر یا تراسی برس کی عمر پائی۔
سعید بن زید	۵۱ھ	عشرہ مبشرہ سے ہیں۔ مدینہ میں مدفون ہوئے
جریر بن عبداللہ البجلی	۵۱ھ	جس سنہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقال فرمایا ہے اسی سال یہ اسلام لائے تھے۔
ابوبکرہ نفیع بن الحرث طبیب عرب	۵۱ھ	یہ زیاد کے اخیافی بھائی تھے' زمانہ حصار طائف میں ایمان لائے۔
ام المومنین میمونہ بنت الحرث	۵۱ھ	مقام سرف میں وفات پائی۔
عمران بن الحصین خزاعی	۵۲ھ	
کعب بن عجرہ	۵۲ھ	
ابوایوب انصاریؓ	۵۲ھ	ان کا نام خالد بن زید تھا۔ بیعت عقبہ میں موجود تھے اصحاب بدر سے ہیں۔ صاحب کامل نے ان کے انتقال کو حوادث ۵۲ھ میں لکھا ہے لیکن اس سے پیشتر لکھا گیا ہے کہ زمانہ حصار قسطنطنیہ ۴۹ھ میں انتقال کیا تھا اور اس کے شہر پناہ کی دیوار کے نیچے مدفون ہوئے ہیں۔ واللہ اعلم

اسماء	سنہ وفات	مزید حالات
عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ	۵۳ھ	مشہور صحابی ہیں' اثناء راہ مکہ میں سوئے تو سوتے ہی رہ گئے۔
فیروز الدیلمی	۵۳ھ	ان کا بھی شمار صحابہ میں ہے امیر معاویہؓ نے ان کو صنعاء کا عامل مقرر کیا تھا۔
عمرو بن حزم انصاریؓ	۵۳ھ	
فضالہ بن عبید انصاریؓ	۵۳ھ	دمشق میں انتقال کیا۔ امیر معاویہؓ کی طرف سے عہدۂ قضا پر مامور تھے۔ احد اور اس کے بعد کے غزوات میں شریک ہوئے تھے۔
ابو قتادہ انصاریؓ	۵۴ھ	اصحاب بدر سے ہیں' بعض کا بیان ہے کہ ۴۰ھ میں انتقال ہوا تھا۔ علیؓ بن ابی طالب نے نماز جنازہ پڑھائی اور سات تکبیریں کہی تھیں' کل لڑائیوں میں یہ ان کے ہمراہ تھے۔
ثوبانؓ	۵۴ھ	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد غلام تھے۔
اسامہ بن زیدؓ	۵۴ھ	مشہور شخص ہیں۔
سعید بن یربوع بن عنکشہ	۵۴ھ	
مخرمہ بن نوفل	۵۴ھ	وقت فتح مکہ ایمان لائے تھے' ایک سو پندرہ برس کی عمر پائی۔
عبداللہ بن انیس الجہنی	۵۴ھ	
زید بن شجرۃ الرہاوی	۵۴ھ	
ارقم بن ارقم مخزومی	۵۵ھ	یہ وہی ہیں جن کے مکان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبل ہجرت مکہ میں روپوش ہوئے تھے۔
ابو الیسر بن عمرو انصاری	۵۵ھ	اصحاب بدر سے ہیں' علیؓ بن ابی طالب کے ساتھ جنگ صفین میں موجود تھے۔
عبداللہ بن عامر	۵۷ھ	
عبداللہ بن قدامہ سعدی	۵۷ھ	صحابہ سے ہیں۔
عثمان بن شیبہ بن ابی طلحہ	۵۷ھ	یہ بنی شیبہ کے اجداد میں ہیں جس کے ہاتھ میں خانہ کعبہ کی مفتاح رہتی تھی فتح مکہ میں ایمان لائے۔
جبیر بن مطعم بن نوفل قرشی	۵۷ھ	مشہور صحابی ہیں۔
ام المومنین ام سلمہؓ	۵۷ھ	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مشہور بیوی ہیں' بعض کا بیان ہے کہ زمانہ شہادت امام حسینؓ بن علیؓ تک زندہ رہی تھیں لیکن یہ غلط ہے۔
عقبہ بن عامر الجہنی	۵۸ھ	صحابی ہیں امیر معاویہؓ کے ساتھ شریک جنگ صفین تھے۔
سمرۃ بن جندب	۵۸ھ	
مالک بن عبادہ غافقی	۵۸ھ	
عمیر بن یثربی	۵۸ھ	بصرے کے قاضی تھے۔
ام المومنین عائشہؓ	۵۸ھ	آپ کو مروان اور اس کے خاندان والوں نے شہید کیا تھا اس وجہ سے کہ اس کی مخالفت کرتی تھیں۔ اس نے دعوت کے بہانے سے اپنے گھر بلایا اور پہلے ایک گڑھا

اسماء	سنہ وفات	مزید حالات
		عمیق کھود کر نیزے، تلواریں، چھریاں وغیرہ رکھ دی تھیں اوپر سے ایک فرش بچھا دیا تھا۔ ام المؤمنین جب تشریف لائیں تو ان کو وہیں بٹھایا، بیٹھنا تھا کہ نیچے گر پڑیں، معمر اور کمزور تھیں، ایسی چوٹ آئی کہ پھر اس سے جانبر نہ ہوئیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب ترین ازواج میں سے ہیں، آپ پیار سے ان کو حمیرا فرمایا کرتے تھے۔
قیس بن سعد بن عبادہ انصاری	۵۹ھ	
سعید بن العاص	۵۰ھ	اھ میں پیدا ہوا تھا اس کا باپ جنگ بدر میں بحالت کفر مارا گیا تھا۔
مرہ بن کعب بہری سلمی	۵۹ھ	صحابی ہیں۔
ابو محذورۃ الجمحی	۵۹ھ	مکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موذن تھے اور وہیں تا زمانہ انتقال اذان دیتے رہے۔
عبداللہ بن عامر بن کریز	۵۹ھ	مکہ میں انتقال کیا، عرفات میں مدفون ہوئے۔
ابو ہریرہؓ	۵۹ھ	مشہور صحابی ہیں

علاوہ ان لوگوں کے جن کا اوپر ذکر ہو چکا، قثم و عبداللہ پسران عباسؓ عم رسول صلی اللہ علیہ وسلم و امہات المؤمنین حفصہ، میمونہ، سودہ، جویریہ رضی اللہ عنہن نے بھی زمانہ خلافت امیر معاویہ میں انتقال کیا تھا۔

امیر معاویہ کے عہد خلافت کے فتوحات کو مؤرخین نے اجمالاً بیان کیا ہے۔ ایسے مؤرخ کم ہیں جنہوں نے تفصیلی واقعات لکھے ہوں۔ لہٰذا ہم بھی بہ نظر ایجاز و اختصار اسی ذکر اجمالی پر اکتفا کرتے ہیں۔ (انتہی)

باب : ۲

''یزید اوّل بن معاویہ''

۶۰ھ تا ۶۴ھ

بیعتِ خلافت : امیر معاویہ کے انتقال کے بعد بیعت خلافت یزید کے ہاتھ پر کی گئی اس وقت مدینہ میں ولید بن عتبہ بن ابی سفیان' مکہ میں عمرو بن سعید بن العاص' بصرے میں عبیداللہ بن زیاد' کوفہ میں نعمان بن بشیر گورنر تھا۔ اس کی پوری توجہ اس طرف تھی کہ ان لوگوں سے بیعت لینی چاہئے جنہوں نے اس کی ولی عہدی کی بیعت سے امیر معاویہؓ کے زمانے میں انکار کیا تھا۔ چنانچہ اس نے ولید بن عتبہ کو امیر معاویہؓ کے انتقال کا حال لکھا اور یہ تحریر کیا کہ بلا تاخیر حسینؓ بن علیؓ عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن الزبیرؓ سے بیعت لے لو' مروان بن الحکم نے خط کھولا' امیر معاویہؓ کی خبر موت دیکھ کر انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھا۔ ولید نے ان لوگوں سے بیعت لینے کی بابت اس سے مشورہ کیا۔ مروان نے رائے دی کہ اسی وقت وہ لوگ بلائے جائیں' اگر یزید کی بیعت کر لیں تو بہتر ورنہ اس سے پیشتر کہ وہ امیر معاویہؓ کے انتقال سے واقف ہوں' قتل کر دیئے جائیں' کیونکہ انتقال امیر معاویہؓ سے واقف ہو جانے پر ان میں سے ہر شخص مدعیٔ خلافت ہو جائے گا۔ ہاں ابن عمرؓ ایک ایسے شخص ہیں جو لڑائی جھگڑے سے بھاگتے ہیں اور خلافت کو پسند نہیں کرتے' اس کے علاوہ کہ کُل مسلمان متفق ہو کر ان کو خلیفہ بنائیں۔

امام حسینؓ و ابن الزبیرؓ کی طلبی : چنانچہ ولید نے اسی وقت عبداللہ بن عمرو بن عثمان ایک نوعمر لڑکے کو ان لوگوں کے بلانے کو بھیجا' وہ حسینؓ و ابن زبیرؓ کے پاس مسجد میں اس وقت پہنچا جس وقت کہ ولید مسجد سے اٹھ کر اپنے مکان پر چلا گیا تھا اور ان دونوں بزرگوں سے کہا ''چلئے آپ کو امیر طلب کر رہے ہیں''۔ حسینؓ و عبداللہ بن زبیرؓ نے کہا ''تم جاؤ! ہم آتے ہیں''۔ عبداللہ بن عمر کے چلے جانے کے بعد دونوں بزرگ بے وقت طلب کرنے پر باتیں کرنے لگے' لیکن کوئی عقدہ حل نہ ہوا۔ بالآخر امام حسینؓ نے اپنے خادموں اور خاندان کے کل ممبروں کو جمع کیا اور ان کو اپنے ہمراہ لے جا کر دروازے پر بٹھایا اور یہ سمجھا دیا کہ اگر میں تم کو بلاؤں اور یا با آواز بلند گفتگو کروں تو فوراً سب لوگ اندر چلے آنا' بعد ازاں اندر تشریف لے گئے۔

مروان بھی بیٹھا ہوا تھا' صاحب سلامت ہوئی آپ نے ولید و مروان کے بعد قطع مراسم و دوبارہ راہ ورسم اتحاد پیدا کرنے پر شکر یہ ادا کرتے ہوئے ارشاد کیا ''صلح فساد سے بہتر ہے''۔ ولید نے یزید کا خط دیا' آپ نے پڑھا امیر معاویہؓ کی موت کی خبر پڑھ کر انا للہ و انا الیہ راجعون کہہ کر فرمایا ''خدا مغفرت کرے' باقی رہی بیعت اس کی بابت میرے نزدیک یہ مناسب نہیں کہ مجھ ایسا شخص خفیہ طور سے بیعت کر لے اور یہ کچھ موزوں و کافی نہ ہوگا بلکہ جب میں یہاں سے اٹھ کر لوگوں میں جاؤں اور تم ان سب کو بیعت کے لئے بلاؤ گے اور میں بھی ان لوگوں میں ہوں گا تو سب سے پہلے میں ہی جواب دینے والا ہوں گا''۔

ولید کے مزاج میں صلاحیت تھی اس نے اس کو پسند کر کے کہا ''بہتر ہے' تشریف لے جایئے''۔ مروان بولا ''ان کو بغیر بیعت کئے ہوئے نہ جانے دو' ورنہ ان سے بیعت نہ لے سکو گے۔ جب تک تم میں اور ان میں خون کا دریا نہ رواں ہوگا اور اگر تم ایسا نہ کر سکو گے تو میں لپک کر ان کی گردن اڑا دوں گا''۔ اس فقرے کے تمام ہوتے ہی امام حسینؓ بن علیؓ نے ڈانٹ کر کہا ''تو یا وہ مجھے قتل کرے گا واللہ! تو جھوٹا ہے''۔ مروان یہ سن کر دب گیا' آپ لوٹ کر اپنے مکان پر تشریف لائے' مروان ولید کو ملامت کرنے لگا' ولید نے کہا ''اے مروان! واللہ مجھے یہ گوارا نہ تھا کہ میں حسینؓ کو بیعت نہ کرنے پر قتل کرتا' اگرچہ مجھے تمام عالم کا مال مل جاتا یا میں اس کا مالک بن بیٹھتا''۔

<u>ابن زبیر کا فرار</u>: باقی رہے عبداللہ بن زبیرؓ وہ اپنے اعزہ واقارب کو جمع کر کے اپنے مکان میں چھپ رہے۔ ولید آدمی پر آدمی بلانے کے لئے بھیجنے لگا' آخر کار اپنے غلاموں کو ابن زبیرؓ کے گرفتار کر لانے پر متعین کیا۔ غلاموں نے سخت سست کہا' چاروں طرف سے مکان کو گھیر لیا۔ ابن زبیرؓ نے مجبور ہو کر اپنے بھائی جعفر کے ذریعہ سے ولید کے پاس کہلا بھیجا ''تمہارے غلاموں نے میری بے عزتی میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ تم ذرا صبر کرو' میں کل آؤں گا تم اپنے غلاموں اور آدمیوں کو بلا لو''۔ ولید نے اپنے غلاموں کو واپس بلا لیا اور ابن زبیرؓ صرف اپنے بھائی کو لے کر رات کے وقت براہ فرع مکہ کی طرف نکل کھڑے ہوئے۔ ولید کو اس کی اطلاع صبح ہوئی' فوراً چند آدمیوں کو ان کے تعاقب میں روانہ کیا۔ لیکن ان کو نہ پایا مجبور ہو کر واپس آئے۔

<u>امام حسینؓ کی روانگی</u>: تمام دن یہ لوگ امام حسینؓ بن علیؓ کو تنگ کرتے رہے۔ ولید بار بار آپ کو کہلا بھیجتا تھا اور آپ نہ جاتے تھے' پھر آپ نے آخر میں یہ کہلا بھیجا ''رات کا وقت ہے اس وقت تم صبر کرو' صبح ہونے دو دیکھا جائے گا''۔ ولید خاموش ہو گیا۔

جونہی رات ہوئی آپ مع اپنے لڑکوں' بھائیوں' بھتیجوں کے ابن زبیرؓ کی روانگی کی دوسری شب میں مدینہ سے مکہ معظمہ کی جانب نکل کھڑے ہوئے۔ صرف محمد بن حنفیہ باقی رہ گئے۔ مکہ معظمہ جانے کی رائے محمد بن حنفیہ ہی نے دی تھی اور یہ بھی کہا تھا کہ تم یزید کی بیعت سے اعراض کر کے کسی دوسرے شہر میں چلے جاؤ اور وہاں سے اپنے دعاۃ (ایلچیوں) کو اطراف و جوانب بلاد اسلامیہ میں روانہ کرو' اگر وہ لوگ تمہاری بیعت منظور کر لیں تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا اور اگر تمہارے سوا انہوں نے متفق ہو کر کسی دوسرے کو امیر بنا لیا تو تم کو اس سے کوئی نقصان نہ ہوگا' تمہارے دین یا تمہاری عقل کو مضرت نہیں اور نہ ہی اس میں تمہاری آبروریزی ہوگی۔ مجھے اندیشہ اس کا ہے کہ کہیں تم ایسے شہر یا ایسی قوم میں نہ چلے جاؤ جس

میں سے کچھ لوگ تمہارے ساتھ اور کچھ لوگ تمہارے مخالف ہوں اور جس سے بدی کی ابتدا تم ہی سے ہو''۔ امام حسینؓ بن علیؓ نے دریافت کیا ''اچھا ہم کہاں جائیں؟'' جواب دیا ''مکہ جاؤ' اگر تم کو وہاں اطمینان کے ساتھ یہ باتیں حاصل ہو جائیں تو فبہا ورنہ ریگستان اور پہاڑوں کی گھاٹیوں میں چلے جانا اور ایک شہر سے دوسرے شہر کا رخ کرنا یہاں تک کہ کوئی امر لوگوں کے اجتماع واتفاق سے طے ہو جائے''۔ امام حسینؓ بن علیؓ نے اس رائے کو پسند کیا بھائی سے رخصت ہو کر نہایت تیزی کے ساتھ مکہ آ پہنچے۔

عبداللہ بن عمرؓ: اب باقی رہ گئے عبداللہ بن عمرؓ ولید نے ان کو بیعت کے لئے بلا بھیجا۔ آپ نے فرمایا ''جلدی کیا ہے جس کے ہاتھ پر سب مسلمان بیعت کر لیں گے خواہ وہ حبشی ہی کیوں نہ ہو میں بھی بیعت کر لوں گا'' اور بعض کا یہ بیان ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ اور عبداللہ بن عباسؓ امیر معاویہؓ کی وفات کے وقت مکہ میں تھے اور وہاں سے یہ دونوں بزرگ واپس آ رہے تھے' اثناء راہ میں امام حسینؓ وابنِ زبیرؓ سے ملاقات ہوگئی۔ ان دونوں صاحبوں نے امیر معاویہؓ کے مرنے کی خبر اور بیعتِ یزید کا حال بتلایا' ابنِ عمرؓ نے فرمایا ((لا تفرقا جماعة المسلمين)) ''مسلمانوں کی جماعت کو متفرق نہ کرتے جاؤ''۔ امام حسینؓ وابنِ زبیر مکہ کو روانہ ہو گئے اور عبداللہ بن عمرؓ اور عبداللہ بن عباسؓ مدینہ آ پہنچے اور بیعت عامہ کے بعد ان دونوں بزرگوں نے بھی بیعت کر لی۔

غرض ابنِ زبیرؓ یہ کہتے ہوئے کہ میں بیت اللہ میں پناہ گزین ہوتا ہوں' مکہ میں داخل ہوئے ان دنوں مکہ کا عامل عامر بن سعید تھا۔ اس کے ساتھ نہ تو وہ نماز پڑھتے تھے اور نہ اس کے ساتھ طواف کرتے تھے یہ اور ان کے ہمراہی علیحدہ کھڑے رہتے۔

ولید بن عتبہ کی معزولی: ان واقعات کی اطلاع یزید کو ہوئی تو اس نے ولید بن عتبہ کو مدینہ منورہ کی حکومت سے معزول کر کے عمر بن سعید الاشرق کو مامور کیا۔ چنانچہ عمر بن سعید ماہ رمضان المبارک ۶۰ھ میں داخل مدینہ منورہ ہوا۔ اس نے پولیس کی افسری عمر بن زبیر کو دی۔ اس وجہ سے کہ ان میں اور ان کے بھائی عبداللہ بن زبیر میں کسی وجہ سے ناچاقی وکشیدگی تھی۔ چنانچہ اس نے اسی وجہ سے مدینہ منورہ کے چند لوگوں کو جو عبداللہ بن زبیر کے ہوا خواہ تھے' گرفتار کرا کے چالیس سے لے کر ساٹھ دروں تک پٹوایا۔ جن میں منذر بن زبیر اور ان کا لڑکا محمد اور عبدالرحمٰن بن الاسود ابنِ عبد یغوث' عثمان بن عبداللہ بن حکیم بن حزام' محمد بن عمار بن یاسر وغیرہ تھے۔ اس کے بعد عمر بن سعید نے سات سو یا اس سے زیادہ آدمیوں کو مکہ کی طرف روانہ کرنے کو مسلح ومرتب کیا' عمر بن زبیر سے ان کی افسری کی بابت مشورہ لیا۔ عمر بن زبیر نے جواب دیا ''مجھ سے زیادہ کوئی شخص اس کام کے لئے موزوں نہ ہوگا''۔

مکہ معظمہ پر فوج کشی: پس عمر بن سعید نے عمر بن زبیر کو بسر افسری سات سو جنگ آوروں کے جس میں ابنِ عمیر الاسلمی بھی تھا مکہ معظمہ کی طرف روانہ کیا۔ اتنے میں مروان ابنِ الحکم آ گیا۔ مکہ معظمہ پر فوج کشی کرنے پر ملامت کر کے کہنے لگے ''اللہ تعالیٰ سے ڈرو' بیت اللہ کی حرمت کو حلال نہ کرو' عبداللہ بن زبیرؓ کو نظر انداز کر دو اس کی عمر ساٹھ برس ہو گئی' اب وہ اس کی کیا مخالفت کرے گا؟'' عمر بن زبیر بولا ''میں اس سے خانہ کعبہ میں لڑوں گا''۔ یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ ابوشریح خزاعی

آ گئے اور عمر بن سعید کو مخاطب کر کے کہ ''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے' آپ فرماتے تھے' مجھے ایک دن صرف ایک ساعت کے لئے مکہ معظّمہ میں جنگ کرنے کی اجازت ہوئی بعد ازاں اس کی حرمت ویسی ہی ہوگئی جیسی کہ تھی''۔ عمر بن زبیر نے ترش رو ہو کر کہا ''اے بڈھے! ہم تجھ سے زیادہ مکہ کی حرمت کو جانتے ہیں''۔ بعض کا بیان ہے کہ یزید نے عمر بن سعید کو لکھا تھا کہ عمر بن زبیر کو ایک لشکر جرار کے ساتھ اس کے بھائی کی طرف روانہ کرو' پس اس نے بسرداری دو ہزار جنگ آوروں کے روانہ کیا۔ مقدمۃ الجیش پر انیس تھا۔ مکہ معظّمہ کے قریب پہنچ کر انیس نے ذی طویٰ میں عمر بن زبیر نے ابطح میں ڈیرے ڈالے اور اپنے بھائی سے کہلا بھیجا کہ ''یزید نے قسم کھائی ہے کہ تمہاری بیعت نہ قبول کی جائے گی' جب تک تم خود حاضر نہ ہو گے' آؤ میں تمہارے گلے میں ایک زریں طوق ڈال دوں جو کسی کو دکھائی نہ دے گا تم ایک مقدس شہر میں ہو خون ریزی سے کوئی فائدہ نہیں''۔

عمر بن زبیر کا انجام: عبداللہ بن زبیر نے اس کے جواب میں عبداللہ بن صفوان کو بسر گروہی ان لوگوں کے جو اہل مکہ سے ان کے پاس جمع ہو گئے تھے' مقابلہ کے لئے روانہ کیا۔ لڑائی ہوئی۔ میدان جنگ عبداللہ بن صفوان کے ہاتھ رہا' انیس شکست کھا کر بھاگا۔ اس بھگدڑ میں انیس مارا گیا۔ اس کے بعد عمر بن زبیر سے مڈبھیڑ ہوئی۔ اس کے ہمراہیوں کے قدم استقامت میدانِ جنگ سے اکھڑ گئے۔ نہایت ابتری کے ساتھ بے تحاشا بھاگے۔ عمر بن زبیر گھبرا کر ابنِ علقمہ کے گھر میں جا چھپا۔ عبیدہ ابنِ زبیر نے پناہ دی اور اپنے بھائی عبداللہ بن زبیر سے سفارش کی کہ ''میں نے اس کو پناہ دے دی ہے'' لیکن عبداللہ بن زبیرؓ نے منظور نہ کیا' بعض کہتے ہیں کہ عبداللہ بن صفوان نے عبداللہ بن زبیرؓ سے کہا تھا ''تم اپنے بھائی کے حملہ سے مجھے بچانا میں انیس بن عمر سے نپٹ لوں گا'' پس اس نے انیس سے مڈبھیڑ کی اور اس کو شکست دے کر مار ڈالا۔ مصعب بن عبدالرحمٰن ایک گروہ کے ساتھ عمر بن زبیر کے مقابلہ پر گئے ہوئے تھے۔ عمر بن زبیر کے ہمراہی میدان چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے تب اس کو اس کے بھائی عبیدہ بن زبیر نے پناہ دی لیکن عبداللہ بن زبیر نے اس امان دہی کو جائز نہ سمجھتے ہوئے عمر بن زبیر کو گرفتار کرا کے قید خانہ عارم میں قید کر دیا اس کے بعد ان لوگوں کے قصاص میں جن کو اس نے مدینہ منورہ میں پٹوایا تھا درے لگوائے جس کی وجہ سے وہ مر گیا۔

امام حسین کی مکہ میں آمد: جس وقت امام حسینؓ بن علی مدینہ منورہ سے مکہ کو آ رہے تھے' اثناء راہ میں عبداللہ بن مطیع سے ملاقات ہوگئی۔ عرض کیا آپ کہاں جا رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا ''فی الحال تو مکہ جاتا ہوں بعد ازاں اللہ تعالیٰ کی جہاں مرضی ہو''۔ عبداللہ بن مطیع نے نصیحت کی ''آپ ہرگز ہرگز کوفہ کا قصد نہ کیجئے گا' ان ہی لوگوں نے آپ کے والد کو شہید کیا ہے' آپ کے بھائی کو ذلیل کیا ہے یہ لوگ بڑے بدعہد و پیمان شکن ہیں' آپ مکہ ہی میں قیام کیجئے۔ بیت اللہ سے باہر بھول کر بھی قدم نہ نکالئے گا۔ آپ عرب کے سردار ہیں جن کو آپ کی ہوا خواہی منظور ہوگی وہ یہیں آئیں گے' جب تک حجاز کے لوگ آپ سے استدعا نہ کریں اس وقت تک بیت اللہ کو نہ چھوڑیئے گا''۔ حسینؓ بن علیؓ اس کو دل نشین کر کے مکہ میں داخل ہوئے' لوگوں کی آمد و رفت آپ کے پاس شروع ہوئی' کوئی کچھ کہتا تھا کسی کی کچھ رائے ہوتی تھی عبداللہ بن زبیر خانہ کعبہ کے ایک گوشہ میں شب و روز نماز پڑھتے اور طواف کرتے تھے حسین بن علیؓ اکثر لوگوں کے حالات ظاہر کر کے ان سے مشورہ لیا کرتے تھے۔ ان کو یہ معلوم تھا کہ اہل حجاز حسینؓ بن علیؓ کے ہوتے ہوئے میرے ہاتھ پر بیعت نہ کریں گے۔

اہلِ کوفہ کی امام حسینؓ کو دعوت: جب کوفیوں کو بیعتِ خلافت یزید اور حسینؓ ابن علیؓ کے مکہ چلے جانے کا حال معلوم ہوا تو شیعانِ امیر المؤمنین حضرت علیؓ سلیمان بن صرد کے مکان پر جمع ہوئے اور چند لوگوں کی طرف سے جن میں سلیمان و مسیّب بن محمد و رفاعہ بن شداد و حبیب بن مظاہر وغیرہ تھے۔ امام حسین بن علیؓ کو اس مضمون کا خط لکھا[1] کہ آپ یہاں تشریف لائیے' ہم لوگوں نے نعمان کے ہاتھ پر یزید کی بیعت نہیں کی' نہ ''جمعہ اور عید میں اس کے ساتھ شریک ہوتے ہیں' اگر آپ آ جائیں تو ہم اس کو نکال دیں گے'' خط عبداللہ بن سبع ہمدانی اور عبداللہ بن وال کی معرفت روانہ کیا گیا' پھر دو راتوں کے بعد دوسرا خط تقریباً ڈیڑھ سو آدمیوں کی جانب سے اسی مضمون کا لکھا گیا' پھر تیسری مرتبہ بھی اسی مضمون کا خط روانہ کیا گیا۔ جس کو شبث بن ربعی' حجاز بن الجبر' یزید بن الجبر' یزید بن الحرث' یزید بن رویم' عروہ بن قیس' عمر بن الحاج زبیدی' محمد بن عمر التمیمی وغیرہ نے بڑے شد و مد سے لکھا[2] تھا۔ متواتر خطوط آنے سے امام حسینؓ بن علیؓ کے خیالات میں غیر معمولی تبدیلی آ گئی' جواب میں لکھا ''جو تم لوگوں نے لکھا ہے میں اسے سمجھ گیا۔ فی الحال میں اپنے چچازاد بھائی اور اپنے معتمد ترین اہلِ بیت مسلم بن عقیل کو بھیجتا ہوں' یہ تمہارے حالات دیکھ کر مجھے اطلاع دیں گے۔ پس اگر تمہارے رؤساء ملت نے جیسا کہ اس سے پیشتر تم نے لکھا ہے' اس پر اتفاق کیا اور اس پر جمع ہو گئے تو میں عنقریب آ جاؤں گا' اپنی قسم! امام وہی ہے جو کتاب اللہ پر عمل کرتا ہے اور عدل پر قائم ہے اور دین حق پر چلتا ہے۔ والسلام''۔

مسلم بن عقیل کی کوفہ روانگی: مسلم بن عقیل خط لے کر روانہ ہوئے' مدینہ منورہ پہنچے۔ مسجد نبوی میں نماز پڑھی اہل مدینہ سے رخصت ہوئے۔ قیس سے دو راہبروں کو اجرت پر ہمراہ لیا۔ اثنائے راہ میں دونوں رہبر پانی کا راستہ بتا کر شدتِ پیاس کی وجہ سے اس جہانِ فانی سے راہی ہو گئے اور مسلم بن عقیل نے تکلیف و مصائب اٹھا کر چشمۂ آب پر پہنچ کر پانی پیا اور بچ گئے

---

1. خط کا متن حسب ذیل تھا۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم! خدا کی رحمت تم پر ہو' ہم اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے ہیں جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ بعد اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے تمہارے دشمن جبار و سرکش کو مرگِ خواب میں سلا دیا۔ جس نے اس امت پر جبراً حکومت بٹھائی تھی اور اس پر بلا استحقاق حاکم بن گیا تھا۔ اس کے مال کو غصب کر لیا تھا اور بغیر رضامندیٔ امت اس پر امارت کرتا تھا۔ بایں ہمہ اس میں جو اچھے تھے ان کو اس نے مار ڈالا اور اشرار کو باقی رکھا۔ اب ہم پر کوئی امام نہیں ہے۔ آپ آیئے' شاید آپ کے ذریعہ سے ہم کو اللہ تعالیٰ حق پر جمع کر دے۔ اگرچہ نعمان بن بشیر (گورنر کوفہ) قصر امارت میں ہے۔ لیکن ہم اس کے ساتھ نہ تو شریک جمعہ ہوتے ہیں اور نہ عید۔ اگر ہم کو یہ معلوم ہو جائے کہ آپ تشریف لائیں گے تو ہم اس کو ایسا نکال دیں کہ وہ شام ہی جا کر دم لے انشاء اللہ تعالیٰ' والسلام علیک ورحمۃ اللہ و برکاتہ (کامل ابن اثیر' صفحہ ۱۵' جلد چہارم)

2. اسی زمانہ میں شیعانِ بصرہ بھی ایک عورت ماریہ بنت سعد (قبیلہ عبدالقیس) کے مکان پر جمع ہوئے تھے' لیکن خط لکھنے کی نوبت نہ آئی' البتہ ان میں یزید بن نبیط نے حسینؓ بن علیؓ کی خدمت میں حاضر ہونے کی غرض سے اٹھ کر کہا ''تم میں سے کون شخص میرے ساتھ چلے گا''۔ اس کے دس لڑکے تھے' منجملہ ان دو کے عبداللہ و عبیداللہ اٹھ کر کھڑے ہوئے۔ پس یہ تینوں شخص مکہ پہنچے پھر وہاں سے حسینؓ بن علیؓ کے ساتھ کربلا گئے اور انہیں کے ساتھ شہید ہوئے۔ (کامل ابن اثیر' جلد چہارم' صفحہ ۱۶)

3. پورے خط کا مضمون یہ تھا کہ ''بھائی صاحب! میں آپ سے رخصت ہو کر مدینہ منورہ پہنچا اور دو رہبروں کو اجرت پر ہمراہ لے کر کوفہ کو روانہ ہوا۔ اثناء راہ میں شدتِ تشنگی سے وہ دونوں مر گئے اور ہم لوگ بڑی جدوجہد سے پانی تک پہنچ گئے۔ بہزار خرابی ہماری جان بچی۔ اس پانی کا چشمہ ایک مقام تنگ بطن خبیت میں واقع ہے۔ میں نے اس سے بدفالی لی ہے' پس اگر آپ مجھے کوفہ جانے سے معاف فرمائیں اور کسی دوسرے شخص کو بھیج دیں تو بہت مناسب ہوگا''۔ (کامل ابن اثیر' صفحہ ۱۶' جلد چہارم)

مسلم بن عقیل نے اس واقعہ کو براشگون سمجھا اور اسی مقام سے اپنے بھائی حسینؓ کو خط لکھا[1] کہ مجھے کوفہ جانے سے معاف فرمایئے' آپ نے جواب میں تحریر کیا ''میں خیال کرتا ہوں کہ تم نے بزدلی سے یہ لکھا ہے تم کو ہی جانا ہوگا۔ والسلام''۔

مسلم بن عقیل بہ تعمیل ارشاد یکم ذی الحجہ ۶۰ھ کو کوفہ میں داخل ہوئے۔ شیعوں کے دلوں میں کھلبلی پڑ گئی' پیٹ میں چوہے دوڑنے لگے۔ جب ان میں سے چند لوگ اکٹھے ہو جاتے تو مسلم بن عقیل ان کو امام حسینؓ کا خط پڑھ کر سناتے تھے اور وہ لوگ دھاڑیں مار کر روتے اور امداد کا وعدہ کرتے تھے۔

گورنر کوفہ کے خلاف شکایت: رفتہ رفتہ اس کی خبر نعمان بن بشیر گورنر کوفہ تک پہنچی' چونکہ اس کی طبیعت میں حلم و صلح پسندی تھی' لوگوں کو جمع کر کے خطبہ دیا اور فتنہ و فساد برپا ہونے سے ڈرایا اور صاف لفظوں میں یہ کہا کہ ''مجھ سے جب تک کوئی نہ لڑے گا میں اس سے نہ لڑوں گا اور نہ کسی کو محض شبہ و بدگمانی کی وجہ سے گرفتار کروں گا' ہاں اگر تم نے ابتدا کی اور نقض بیعت کی اور بادشاہ وقت کے مخالف ہوئے' تو واللہ! جب تک میرے ہاتھ میں تلوار کا قبضہ رہے گا' تم کو برابر مارتا رہوں گا' خواہ میرا کوئی معین و مددگار نہ ہو'' تقریر ختم ہونے پر بعض بنی امیہ کے حلیفوں نے کہا ''تم کو اس مضمون کا خطبہ نہ دینا تھا' جو تمہاری رائے ہے وہ کمزوروں کی رائے ہے۔ دشمنوں کے ساتھ سختی کا برتاؤ کرنا چاہیے ورنہ اس میں دشمنوں کو جرأت ہوگی''۔ نعمان نے جواب دیا مجھے کمزور ہو کر اللہ کی اطاعت میں رہنا زیادہ محبوب ہے' بمقابلہ اس کے کہ میں اللہ تعالیٰ کا گنہگار ہو کر عزت والا بنوں''۔ یہ کہہ کر نعمان منبر سے اتر آئے' عبداللہ بن مسلم عمارہ بن ولید بن عقبہ' عمرو بن سعد بن ابی وقاص نے مسلم بن عقیل کے آنے تک لوگوں کی بیعت کرنے اور نعمان بن بشیر کے خطبہ دینے تک کا حال یزید کو لکھ بھیجا اور یہ بھی تحریر کیا کہ اگر تم کو کوفہ کی ضرورت ہے تو کسی طاقتور شخص کو مامور کرو جو تمہارے احکام کو استقلال و قوت کے ساتھ جاری اور تمہارے ملک کی حفاظت اور تمہارے دشمنوں کو زیر کر سکے۔ یزید نے سرجون رومی سے اس کے متعلق مشورہ طلب کیا۔

سرجون کا مشورہ: سرجون[1] نے کہا ''میں آپ سے امیر معاویہؓ کی رائے ظاہر کروں' کیا آپ اس پر عمل کرنا چاہتے ہیں؟'' یزید نے کہا ''ہاں'' سرجون نے کہا ''عبیداللہ بن زیاد کو کوفہ کی گورنری کی سند مرحمت کیجئے' امیر معاویہؓ کی یہی رائے تھی''۔ اگرچہ یزید عبیداللہ بن زیاد سے ناراض تھا لیکن سرجون کے کہنے سے عبیداللہ بن زیاد کو کوفہ کی گورنری دے دی اور سند گورنری مسلم بن عمرو الباہلی کی معرفت روانہ کی اور یہ بھی لکھا کہ مسلم بن عقیل کو گرفتار کر کے قتل کر ڈالنا یا شہر بدر کر ڈالنا''۔

اسی زمانہ میں امام حسینؓ بن علیؓ نے روسا اہل بصرہ مالک بن مسمع بکری' احنف بن قیس' منذر ابن جارود' مسعود بن عمرو' قیس بن الہیثم' عمر بن عبیداللہ بن معمر وغیرہ کے پاس ایک خط روانہ کیا تھا جس میں ان لوگوں کو کتاب اللہ و سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت دی تھی۔ سب نے خط کو چھپا لیا' لیکن منذر بن جارود نے یہ سمجھ کر کہ شاید ابن زیاد کا یہ مکر نہ ہو' نامہ بر اور خط کو ابن زیاد کے روبرو پیش کر دیا۔ ابن زیاد نے نامہ بر کو بار حیات سے سبکدوش کر دیا اور لوگوں کو جمع کر کے اس

---

[1] اس مقام سے مضمون تاریخ کامل ابن اثیر جلد چہارم اور تاریخ الخلفاء و معارف ابن قتیبہ و عقد الفرید وغیرہ سے اخذ کیا گیا ہے۔ اصل کتاب میں تین ورق سادہ ہیں۔ (مترجم)

مضمون کا خطبہ دیا" اے اہل بصرہ! مجھ کو نہ تو کسی امر کا اندیشہ ہے اور نہ میں کسی سے خائف ہوں' جو شخص مجھ سے لڑے گا میں بھی اس سے لڑوں گا اور جو شخص صلح رکھے گا میں بھی اس سے صلح کے ساتھ پیش آؤں گا' اے اہل بصرہ! مجھ کو امیر المومنین یزید نے کوفہ کی بھی حکومت مرحمت فرمائی ہے' میں غالباً کل روانہ ہو جاؤں گا۔ زمانۂ غیر حاضری میں اپنے بھائی عثمان بن زیاد کو تم پر اپنا نائب مقرر کیے جاتا ہوں' تم لوگ اختلاف وسرکشی سے احتراز کرنا' اگر مجھے یہ معلوم ہو گیا کہ کسی شخص نے ذرہ بھر بھی اختلاف کیا ہے تو میں اس کو صرف قتل نہ کروں گا بلکہ اس کے دوست و آشنا عزیز و اقارب کو بھی تہ تیغ کر دوں گا اور اس جرم میں قریب و بعید کے سب لوگ ماخوذ کیے جائیں گے تاکہ تم لوگ راستی و استقامت اختیار کرو اور تم میں مخالفت کا مادہ نہ باقی رہے۔ یہ یاد رکھو کہ میں زیاد کا بیٹا ہوں' مجرم ہونے کی حالت میں اپنے ماموں اور چچازاد بھائی کا بھی پاس نہ کروں گا"۔

<u>ابن زیاد کی کوفہ کو روانگی</u>: خطبہ سے فارغ ہو کر مسلم بن عمرالباہلی اور شریک بن الاعور حارثی اور اپنے خاندان والوں کو لے کر کوفے کی طرف روانہ ہوا' اثناء راہ سے شریک وغیرہ سے علیحدہ ہو گیا۔ تنہا عبیداللہ بن زیاد کوفے میں داخل ہوا۔ جن لوگوں کی طرف گزرتا تھا وہ لوگ امام حسینؓ سمجھ کر اٹھ کھڑے ہوتے تھے اور جوشِ مسرت سے ((مرحبا بک یا ابنِ رسول اللہ)) کہتے تھے لیکن ابنِ زیاد اس کا کچھ جواب نہ دیتا تھا' چپ چاپ چلا جا رہا تھا۔ رفتہ رفتہ نعمان بن بشیر تک پہنچا' اس کے پیچھے پیچھے ایک انبوہ کثیر خوشی کے نعرے بلند کرتا چلا آ رہا تھا۔ نعمان نے امام حسینؓ بن علیؓ کے شبہ سے دروازہ بند کر لیا اور اندر سے چلا کر کہا" تم کو میں خدا کی قسم دیتا ہوں' تم میری طرف مائل نہ ہو' میں اپنی امانت' اپنا مال تمہاری کسی جنگی ضرورت کو نہ دوں گا"۔ عبیداللہ بن زیاد نے دروازے کے قریب جا کر کہا" دروازہ کھول دو' ورنہ کھولا جائے گا"۔ ایک شخص جو اس کے پیچھے کھڑا ہوا تھا آواز پہچان کر بولا یہ تو ابنِ مرجانہ ہے! لوگ یہ سنتے ہی بھاگ کھڑے ہوئے۔

<u>ابنِ زیاد کا خطبہ</u>: عبیداللہ بن زیاد دارالامارت میں داخل ہوا' صبح ہوئی' منبر پر گیا خطبہ دیا" اہل کوفہ! امیر المومنین نے تمہارے شہر اور احکام شرعی اور مال غنیمت اور بیت المال کا مجھے والی مقرر کیا ہے اور مجھے تمہارے مظلوموں کی داد رسی' تمہارے محروموں کو دینے' تمہارے فرمانبرداروں کے ساتھ احسان کرنے' تمہارے نافرمانوں اور باغیوں کو گرفتار کرنے کا حکم دیا ہے۔ میں بے شک تم پر اس کے احکام جاری کروں گا۔ میں تم پر تمہارے والد سے زیادہ مہربان ہوں گا اور تمہارے شفیق بھائی سے بڑھ کر تمہاری اطاعت کروں گا لیکن جو شخص میرے حکم کی مخالفت کرے گا اس کی گردن و پیٹھ پر میری تلوار اور درہ ہو گا"۔ اتنا کہہ کر منبر سے اترا اور واقف کاروں اور رؤساء شہر کو مخاطب کر کے کہا" لوگو! امیر المومنین کے ہوا خواہوں اور ان لوگوں کی تعداد صحیح صحیح ظاہر کرو جن کے دلوں میں اختلاف و بغاوت کا مادہ بھرا ہو۔ پس جو شخص صاف صاف لکھ دے گا وہ بری ہے اور جو شخص نہ لکھے گا تو وہ اس کا ذمہ دار سمجھا جائے گا' اگر اتفاق سے اس کے دوستوں و آشناؤں میں سے کسی نے ہماری مخالفت کی یا ہم سے باغی ہوا تو ہم اس سے بری الذمہ ہیں۔ اس کے خون و مال ہم کو مباح ہو گا اور جس کے علم میں کوئی شخص امیر المومنین کا باغی و مخالف ہوا اور اس نے نہ ظاہر کیا تو ہم اس کو سولی دے دیں گے اور اس کا وظیفہ ضبط کر لیں گے۔

<u>مسلم بن عقیل کو ہانی کی امان</u>: مسلم بن عقیل کے کانوں تک عبیداللہ کے احکامات پہنچے تو مختار کے مکان سے نکل کر ہانی

بن عروہ مرادی کے دروازے پر جا کر ہلایا۔ ہانی نکلا' دیکھ کر ناک بھوں چڑھائی' مسلم بن عقیل نے کہا ''میں تمہارے پاس پناہ گزین اور تمہارا مہمان ہو کر آیا ہوں''۔ ہانی نے جواب دیا ''تم نے مجھے سخت تکلیف دی اگر میرے مکان میں نہ آ جاتے تو میں یہ پسند کرتا کہ قبل اس کے کہ میں کسی جرم میں ماخوذ ہو جاؤں' تم میرے پاس سے واپس چلے جاؤ۔ خیر آؤ! حتی الامکان میں تمہیں پناہ دوں گا''۔ مسلم بن عقیل اس کو غنیمت جان کر ہانی کے مکان پر مقیم ہوئے۔

ابن زیاد کا مخبر غلام: ابن زیاد نے اپنے ایک غلام کو بلا کر تین ہزار درہم دے کر مسلم بن عقیل کی سراغ رسانی پر متعین کیا اور یہ سمجھا دیا کہ ہوا خواہان مسلم بن عقیل سے ملنا جلنا اور ان سے یہ ظاہر کرنا کہ میں بھی مسلم بن عقیل کا بہی خواہ ہوں۔ پس ابن زیاد کا غلام مسجد میں مسلم بن عوسجہ اسدی کے پاس گیا یہ اس وقت نماز پڑھ رہے تھے اور لوگ آپس میں تذکرہ کر رہے تھے کہ یہی امام حسینؓ کی بیعت لیتے ہیں۔ نماز سے فارغ ہوئے تو غلام نے سلام کر کے کہا ''میں شام کا رہنے والا ہوں' لیکن اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے مجھے حب اہلبیت رسالت سے سرفراز کیا ہے' یہ تین ہزار درہم حاضر ہیں' مجھے یہ خبر ملی ہے کہ ان میں سے کوئی بزرگ کوفے آئے ہوئے ہیں' اور ابن بنت (نواسہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت لے رہے ہیں میں ان سے ملنا چاہتا ہوں اور میں نے یہ بھی سنا ہے کہ آپ کو ان کے قیام وتشریف آوری کا حال معلوم ہے۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ یہ مال لے لو اور مجھے ان کی خدمت میں لے چلو اور اگر آپ کو کسی قسم کا خیال ہو تو قبل اس کے کہ مجھے ان کی زیارت نصیب ہو مجھ سے عہد و پیمان لے لو''۔ مسلم ابن عوسجہ بولے' مجھے تمہاری ملاقات سے مسرت ضرور ہوئی۔ شاید تمہارے ذریعہ اللہ تعالیٰ اہل بیت کی مدد کرے لیکن اس سے مجھے رنج پہنچا کہ لوگ اس کام کے مکمل ہونے سے پیشتر میرے راز سے واقف ہو گئے۔ یہ کہہ کر مسلم بن عوسجہ نے غلام سے اخفاء راز کا عہد و پیمان لیا اور غلام مسلم بن عقیل کا پتہ لگانے کے لئے ان کے پاس آنے جانے لگا' اتفاق سے ہانی بن عروہ بیمار ہوا۔ عبید اللہ بن زیاد عیادت کو آیا۔ عمارہ بن السلولی نے اس کے مار ڈالنے کا قصد کیا لیکن ہانی نے اس کی مخالفت کی اور کہا کہ میں اپنے مکان پر ایسے واقعہ کا ہونا پسند نہیں کرتا۔

ابن زیاد کے قتل کا مشورہ: اس کے چند ہی دنوں بعد شریک بن اعور بیمار ہو کر ہانی کے مکان پر آ کر فروکش ہوا' ابن زیاد اور امراء کوفہ اس کی عزت کرتے تھے اور یہ عمار بن یاسر کے ساتھ شریک جنگ صفین ہوا تھا۔ ابن زیاد نے کہلا بھیجا کہ میں شام کے وقت تمہاری عیادت کو آؤں گا۔ شریک نے مسلم سے کہا ''یہ (ابن زیاد) فاجر شام کو میری عیادت کرنے آئے گا جوں ہی بیٹھے فوراً اس کا سر اڑا دینا۔ اس کے قتل کے بعد کوئی شخص قصر امارت پر قابض ہونے سے معترض نہ ہوگا۔ اگر مجھے افاقہ ہو گیا تو میں چل کر بصرہ پر بھی قبضہ کرا دوں گا' لیکن ہانی نے پھر ممانعت کر دی۔ شام ہوئی عبید اللہ بن زیاد آیا۔ علالت کا حال دریافت کرتا رہا۔ دیر تک باتیں ہوتی رہیں۔ عبید اللہ بن زیاد کے چلے جانے پر شریک نے مسلم بن عقیل سے قتل نہ کرنے کی وجہ دریافت کی' جواب دیا میں نے دو وجوہ کی بنا پر قتل نہیں کیا۔ ایک یہ کہ ہانی کو ناگوار تھا کہ اس کے مکان پر وہ قتل کیا جائے' دوسرے یہ کہ امیر المومنین حضرت علیؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے ((ان الایمان قید الفتک فلا یفتک مؤمن یمؤمن)) ''ایمان خون ریزی سے مانع ہے اسی لئے ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا خون نہیں بہاتا''۔

اس کے تین روز کے بعد شریک کا اسی علالت میں انتقال ہو گیا۔ پھر ابن زیاد کا غلام، مسلم بن عوسجہ کے ذریعہ مسلم بن عقیل کی خدمت میں آنے جانے لگا جو جو باتیں ہوتی تھیں روزانہ ابن زیاد سے جا کر کہہ آتا تھا' ایک مدت سے ہانی علالت کے حیلہ سے ابن زیاد کے پاس نہیں جاتا تھا۔

افشائے راز: ابن زیاد نے محمد بن اشعث و اسماء بن خارجہ و عمرو بن الحجاج کو بلا کر ہانی کے نہ آنے کا سبب دریافت کیا۔ ان لوگوں نے کہا ''بیمار ہے''۔ ابن زیاد بولا ''کیا خوب! مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ وہ اچھا ہو گیا ہے اور روزانہ گھر سے نکل کر دروازے پر بیٹھا کرتا ہے جاؤ اس کو میرے پاس بلا لاؤ''۔ غرض یہ لوگ ہانی کو ابن زیاد کے پاس لے گئے۔

ابن زیاد: کیوں ہانی! تمہارے مکان پر یہ کیسا مجمع ہوتا ہے' تم نے امیر المومنین کے خلاف مسلم بن عقیل کو بلا کر اپنے مکان پر ٹھہرایا ہے اور آلات حرب اور لوگوں کو جمع کرتے ہو' تم یہ سمجھتے تھے کہ یہ بات پوشیدہ رہے گی؟

ہانی: یہ بات بالکل غلط ہے۔

ابن زیاد: غلط نہیں ہے یاد کر کے ہو میں نے یہ باتیں اس سے سنی ہیں جو تمہارے جلسہ میں شریک ہوتا ہے۔

ہانی: جس نے تم سے یہ بیان کیا ہے وہ جھوٹا ہے۔

ابن زیاد: (اس غلام کی طرف اشارہ کر کے جو ابن زیاد کا مخبر تھا) اس کو پہچانتے ہو؟ ہانی نے دبی زبان سے کہا ''ہاں میں جانتا ہوں''۔ ساتھ ہی اس کے پاؤں کے نیچے سے زمین نکل گئی، سکتہ سا ہو گیا تھوڑی دیر تک خاموش بیٹھا رہا۔ پھر سر اٹھا کر بولا ''مجھ سے سنو' واللہ میں جھوٹ نہیں کہوں گا بخدائے لایزال میں نے مسلم کو نہیں بلایا اور نہ میں یہ جانتا ہوں کہ وہ کس کام کے لئے آیا ہے' میرے دروازے پر آ کر قیام کرنے کی اجازت چاہی۔ مجھے انکار کرتے ہوئے شرم دامن گیر ہوئی میں نے ٹھہرا لیا' مہمانی کی۔ یہ قصور البتہ مجھ سے ہوا' اس کے بعد جو واقعات و حالات ہوئے ہیں ان کو تم جانتے ہو' اگر تم کہو تو میں ضمانت دے کر جاؤں اور اس کو اپنے گھر سے نکال کر پھر آ جاؤں''۔ ابن زیاد نے کہا ''میں تم کو اس وقت تک نہ چھوڑوں گا جب تک تم اس کو میرے سامنے لا کر پیش نہ کرو گے''۔ ہانی نے جواب دیا ''میں اپنے مہمان کو تمہارے سپرد نہ کروں گا کہ تم اس کو قتل کرو''۔ ابن زیاد اس پر اصرار کر رہا تھا اور ہانی انکار۔ جب بحث و تکرار بڑھتی ہوئی نظر آئی تو مسلم بن عمرو الباہلی نے ابن زیاد سے کہا ''مجھے ہانی سے تخلیہ میں دو دو باتیں کرنے دیجئے''۔ ابن زیاد خاموش ہو گیا۔

ہانی بن عروہ کی گرفتاری: مسلم اور ہانی علیحدہ گوشۂ مکان میں اٹھ کر گئے' ابن زیاد ان کو دیکھ رہا تھا۔ مسلم نے کہا ''اے ہانی' تم یہ کیا کہہ رہے ہو' ناحق خود کو اور اپنی قوم کو ہلاکت میں مبتلا کرتے ہو' تم مسلم بن عقیل کو ابن زیاد کے حوالے کر دو' یہ ان کو نقصان نہ پہنچائے گا۔ علاوہ بریں تم ان کو سلطان وقت کے حوالے کرتے ہو اس میں تمہاری بے عزتی نہیں ہے''۔ ہانی نے جواب دیا ''واللہ! اس میں میری بے عزتی ہے میں اپنے مہمان کو کسی طرح ابن زیاد کے سپرد نہیں کر سکتا' جب تک کہ میرے بازو صحیح و سلامت ہیں' میرے اعوان و انصار بھی زیادہ ہیں' بالفرض اگر میں تنہا بھی ہوتا تو میں اپنے مہمان کو اس کے حوالے نہ کرتا' جب تک میں زندہ رہتا''۔ ابن زیاد یہ جواب سن کر بولا ''اس کو میرے پاس لاؤ''۔ ہانی قریب لایا گیا تو اس سے

مخاطب ہو کر کہا ''اے ہانی! تم مسلم کو میرے حوالے کر دو ورنہ تمہاری گردن ماردی جائے گی''۔ ہانی نے خشونت کے لہجے میں جواب دیا ''اگر ایسا ہوگا تو تیرے مکان کے اردگرد ہزاروں کا ہجوم ہوگا اور تو دیکھ لے گا کہ میرے اعزہ واقارب تجھ کو اس فعل سے باز رکھیں گے''۔ ابنِ زیاد نے اس سخت جواب پر جھلا کر ہانی کو قید کر دیا' بعض کا بیان ہے کہ ہانی کے اس جواب پر اس قدر قمچیاں ماریں کہ اس کی ناک ٹوٹ گئی' چہرہ کا گوشت کٹ کر ڈاڑھی پر لٹک گیا' لیکن جب مارتے مارتے قمچی ٹوٹ گئی تو اس کو ایک تنگ وتاریک مکان میں قید کر دیا۔ اسماء بن خارجہ نے اٹھ کر کہا ''اے بدعہد! تو نے ہمارے ذریعہ سے ہانی کو بلوایا جب ہم اس کو لے آئے تو تو نے اس کو اس قدر مارا کہ خون رواں ہو گیا' کیا تیرا یہ خیال ہے کہ تو اس کو قتل کر ڈالے گا؟'' ابنِ زیاد نے اپنے غلاموں کو اشارہ کیا انہوں نے ان کی بھی تھوڑی سی مرمت کر دی۔ وہ ٹھنڈے ہو کر بیٹھ رہے۔ رفتہ رفتہ عمرو بن الحجاج تک یہ خبر پہنچی کہ ہانی مار ڈالا گیا۔ جوش میں آ کر مذحج کو لے کر دارالامارت کا محاصرہ کر لیا اور بلند آواز سے کہا ''ہم عمرو بن الحجاج ہیں اور یہ سواران مذحج اور ان کے سردار' ہم نے اطاعت امیرالمومنین سے انحراف کیا ہے' اور نہ کوئی اپنی جماعت بنائی ہے''۔ ابنِ زیاد نے گھبرا کر شریح قاضی سے کہا ''آپ ذرا ان کے دوست (ہانی) کے پاس تشریف لے جائیے اور اس کو دیکھ کر ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ وہ زندہ ہے''۔ چنانچہ شریح قاضی نے ایسا ہی کیا اور وہ لوگ یہ سن کر کہ ہانی زندہ ہے لوٹ گئے۔

قصر امارت کا محاصرہ: مسلم بن عقیل نے یہ واقعات سن کر اپنے اصحاب میں ''یا منصور امۃ'' کی ندا کر دی' اس وقت تک ان کے ہاتھ پر اٹھارہ ہزار آدمی بیعت کر چکے تھے' جس میں سے چار ہزار مکان میں موجود تھے' تھوڑی دیر میں ایک انبوہ کثیر جمع ہو گیا' آپ نے عبداللہ بن عزیز کندی کو کندہ پر مامور فرما کر آگے بڑھنے کا حکم دیا اور مسلم بن عوسجہ اسدی کو مذحج واسد پر' ابی ثمامہ سائدی کو تمیم وہمدان پر عباس بن جعدہ جدلی کو مدینہ پر متعین کر کے قصر امارت کا قصد کیا۔ ابنِ زیاد نے دروازے بند کر لئے قصر امارت میں تیس آدمی پولیس کے اور بیس آدمی اور تھے۔ جن میں چند شرفاء کوفہ اور کچھ اس کے خود خادم وخاندان والے تھے' شام تک یہی کیفیت رہی چاروں طرف ایک ہلڑ سا مچا ہوا تھا' کسی طرح کم نہ ہوتا تھا۔

ابنِ زیاد کی حکمت عملی: تب ابنِ زیاد نے ان کے منتشر کرنے کی یہ تدبیر نکالی کہ کثیر بن شہاب حارثی کو مذحج کی طرف' محمد بن الاشعث کو کندہ وحضرموت کی جانب' قعقاع بن شور الذہلی وشیث بن ربعی تمیمی وحجار بن الجبر عجلی وشمر بن ذی الجوشن ضبابی وغیرہ کو حکم دیا کہ قصر امارت کی کھڑکیوں اور بالاخانہ سے کھڑے ہو کر لوگوں کو سمجھا بجھا کر مسلم بن عقیل سے علیحدہ ہونے کو کہو اور اعلان کر دو کہ جو شخص اس وقت ان سے علیحدگی اختیار کرے گا اس کو امان دی جائے گی اور جو شخص اس کے حکم سے سرتابی کرے گا وہ عتاب شاہی میں گرفتار کیا جائے گا اور نہایت بری سزا اس کو دی جائے گی' اہل کوفہ کے کان میں جونہی یہ آواز پڑی اور انہوں نے اپنے روساو سرداروں کو یہ کہتے ہوئے دیکھا' ایک ایک' دو دو' پانچ پانچ' دس دس علیحدہ ہونے لگے۔

اہل کوفہ کی بدعہدی: آخر یہ نوبت پہنچی کہ مرد وعورت سب کے سب گھروں سے نکل پڑے اور وہ اپنے بیٹوں اور بھائیوں کو بلا لے گئے۔ یہاں تک کہ مسلم بن عقیل کے پاس مسجد میں صرف تیس آدمی باقی رہ گئے۔ اس وقت آپ مسجد سے

نکل کر ابواب کندہ کی طرف روانہ ہوئے' کندہ کے دروازے تک پہنچتے پہنچتے یہ تیس نفر بھی علیحدہ ہو گئے' تن تنہا بھولتے بھٹکتے بنی کندہ کی ایک عورت کے مکان پر پہنچے (جس کا نام طوعہ تھا اس کا لڑکا بلال لوگوں کے ساتھ سپاہی بن کر گیا تھا) مسلم بن عقیل نے اس کو سلام کر کے پانی طلب کیا طوعہ نے پانی پلایا۔ آپ اسی کے دروازے پر بیٹھ گئے' طوعہ نے کہا ''اے اللہ کے بندے! کیا تم نے پانی نہیں پیا؟'' جواب دیا ''ہاں'' پھر طوعہ نے کہا ''تم اپنے گھر جاؤ'' تین بار اس فقرے کو اس نے دہرایا' آپ نے کچھ جواب نہ دیا' تب طوعہ بولی ''سبحان اللہ میں تم کو گھر جانے کا کہتی ہوں اور تم خاموش بیٹھے ہو' اٹھو اپنے گھر جاؤ' مجھے تمہارا یہاں بیٹھنا پسند نہیں ہے''۔ آپ نے ایک سرد آہ کھینچ کر ارشاد کیا ''اس شہر میں میرا نہ مکان ہے اور نہ کوئی عزیز و قریب ہے' کیا تم مجھ کو اپنے گھر میں پناہ دے سکتی ہو؟ اور میرے ساتھ کچھ بھلائی کر سکتی ہو' شاید اس کے بعد کبھی میں تم کو اس کا معاوضہ دے سکوں؟'' طوعہ بولی ''آپ ہیں کون؟'' فرمایا ''مسلم بن عقیل ہوں مجھے کوفہ والوں نے دھوکا دیا ہے'' طوعہ نے کہا ''اچھا آپ میرے مکان میں تشریف لایئے۔ غرض مسلم بن عقیل کو طوعہ نے اپنے مکان کے دوسرے احاطے میں ٹھہرایا' کھانا لائی' لیکن آپ نے تناول نہ کیا۔ اس عرصہ میں اس کا لڑکا آ گیا اور طوعہ کو بار بار دوسرے احاطے میں آتے جاتے دیکھ کر سبب دریافت کیا۔ طوعہ نے بڑے اصرار سے عہد و پیمان لے کر مسلم بن عقیل کے آنے اور ٹھہرانے کا ماجرا بتلایا۔ بلال سن کر خاموش ہو رہا۔ ابنِ زیاد مجمع منتشر ہونے کے بعد مع اپنے احباب کے مسجد میں آیا اور ہر محلّہ میں یہ منادی کر دی ''سب لوگوں کا قصور معاف کر دیا گیا' کسی پر کوئی الزام باقی نہیں ہے' عشاء کی نماز مسجد میں آ کر پڑھو''۔ تھوڑی دیر میں مسجد آدمیوں سے بھر گئی۔

مسلم بن عقیل کی گرفتاری: ابنِ زیاد نے جماعت کے ساتھ نماز پڑھی اور منبر پر کھڑے ہو کر اس مضمون کا خطبہ دیا کہ ''ابنِ عقیل نے تم لوگوں میں اختلاف و نفاق پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ جس کے گھر میں ہم اس کو پائیں گے وہ بری الذمہ ہے اور جو شخص اس کو گرفتار کر کے لائے گا اس کو ہم انعام دیں گے اس کے حصین بن تمیم کو حکم دیا کہ اسی وقت کوفہ کی ناکہ بندی کر لو' صبح ہوتے ہی تمام مکانات کی تلاشی لینا'' صبح ہوئی ابنِ زیاد نے ایک جلسہ عام منعقد کیا' بلال (طوعہ کے لڑکے) نے حاضر ہو کر عبدالرحمٰن بن محمد بن اشعث سے مسلم بن عقیل کے آنے اور مکان میں چھپانے کا ماجرا بیان کیا' عبدالرحمٰن نے اپنے باپ محمد بن اشعث سے اس واقعے کو اسی وقت بیان کیا۔ جس وقت وہ ابنِ زیاد کے پاس دربار میں بیٹھا تھا۔ محمد بن اشعث نے ابنِ زیاد سے اس واقعہ کا ذکر کیا' ابنِ زیاد نے مسلم بن عقیل کی گرفتاری کے لئے محمد کو مع عمرو بن عبیداللہ بن عباس السلمی اور قیس کے ستر آدمیوں کو روانہ کیا۔ مسلم بن عقیل ان لوگوں کی آواز سن کر تلوار کھینچ کر نکل آئے اور نہایت مردانگی سے ان کو گھر سے باہر نکال دیا۔ بار بار وہ لوگ حملہ آور ہوتے تھے اور مسلم بن عقیل دم بھر میں ان کو نکال دیتے تھے۔ بکیر بن حمران احمری نے مسلم پر تلوار چلائی جس سے آپ کا اوپر کا ہونٹ کٹ گیا۔ دو دانت منہ کے ٹوٹ گئے' آپ نے بھی بڑھ کر اس کے سر پر تلوار کا وار کیا' دوسری تلوار کندھے پر پڑی۔ بکیر منہ کے بل گر پڑا۔ اس کے ہمراہی چھت پر چڑھ گئے پتھر آگے پھینکنے لگے' آپ بھی شمشیر بکف جست کر کے پہنچ گئے قتل و خون کا بازار گرم کر دیا۔ محمد بن اشعث نے چلا کر کہا ''تم نہ لڑو تم کو امان دی جاتی ہے''۔

آپ ذیل کے اشعار پڑھتے ہوئے اس کے پاس آئے :

اقسمت لا اقتل الا حرا و ان رایت الموت شیئاً نکر

''میں نے قسم کھائی ہے کہ میں شریف ہی کو قتل کروں گا اگر چہ موت کو مکروہ چیز سمجھتا ہوں''۔

او یخلط البارد سخنا مرا رد شعاع الشمس فاستقرا

''یا ٹھنڈی چیز میں گرم کڑوی چیز ملادی جائے آفتاب کی شعاع لوٹادی جائے اور وہ ٹھہر جائے''۔

کل امری یوم یلاق شرا اخاف ان اکذب او اعزا

''ہر شخص ایک روز موت کے پنجہ میں گرفتار ہوگا مجھے خوف ہے کہ میں جھٹلایا' دھوکا دیا جاؤں گا''۔

محمد بن اشعث بولا ''تم نہ جھٹلائے جاؤ گے اور نہ تم کو لوگ دھوکا دیں گے''۔ چونکہ پتھروں کے صدمہ سے جابجا زخم پڑ گئے تھے اور اس وقت ان میں جنگ کرنے کی تاب باقی نہ رہی تھی' مسلم بن عقیل ایک دیوار سے تکیہ لگا کر بیٹھ گئے۔ ابن اشعث نے کل لوگوں نے باستثناء عمرو بن عبید اللہ السلمی کے امان دی' تلوار لے لی اور ایک خچر پر سوار کرا کے ابنِ زیاد کی طرف لے چلے کسمپرسی کا خیال آ گیا آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ ارشاد کیا ''یہ پہلی بد عہدی ہے''۔

محمد بن اشعث: ''تم مطلق خوف نہ کرو کسی قسم کا اندیشہ نہیں ہے''۔

مسلم ابن عقیل: اندیشے کی کیا اور کوئی صورت ہوتی ہے؟ تمہاری امان کہاں ہے؟ تم نے میری تلوار لے لی اور اب میں بے دست و پا ہوں''۔ اس قدر فقرے زبان سے نکلنے پائے تھے کہ فرط الم سے رو پڑے' عمرو بن عبید اللہ بولا ''کیوں روتے ہو تمہاری طرح کیا کسی اور نے بھی ایسی خواہش کی تھی کہ اس پر بھی یہ بلائیں نازل ہوتیں''۔

مسلم ابنِ عقیل: ''میں اپنے لئے نہیں روتا بلکہ مجھے اپنے اہل و عیال اور حسینؓ اور آلِ حسینؓ پر رونا آتا ہے جو تمہاری طرف آنے والے ہیں'' (محمد بن اشعث سے مخاطب ہو کر) ''میں دیکھتا ہوں کہ تم مجھے امان دینے سے مجبور ہو' خیر جو کچھ ہوا اچھا ہوا' کیا تم میں ایسی قدرت ہے کہ کسی شخص کے ذریعہ سے حسینؓ کے پاس میری خبر بھیج دو اور میری طرف سے یہ کہلا بھیجو کہ مع اپنے اہل بیت کے واپس چلے جاؤ' یہ اہل کوفہ ہیں جو تمہارے باپ علیؓ کے دوست و ہوا خواہ تھے اور حق دوستی کو ان کی جان لے کر ادا کرنا چاہتے تھے' اقرار کر لیا۔ چنانچہ بعد شہادت مسلم کے حسینؓ بن علیؓ کو خط لکھا۔ قاصد سے بمقام زبالہ ملاقات ہوئی۔ آپ نے فرمایا ''جو مقدر میں ہے وہ ہونے والا ضرور ہے''۔ مکہ سے آپ کی روانگی کا یہ سبب ہوا تھا کہ مسلم نے کوفہ سے لکھا تھا ''آپ ضرور تشریف لائیے' اٹھارہ ہزار آدمی بیعت کر چکے ہیں''۔

مسلم بن عقیل کی وصیت: محمد بن اشعث مسلم بن عقیل کو ہمراہ لئے ہوئے قصر امارت پر پہنچا۔ دروازے پر بٹھا کر اندر گیا ابنِ زیاد سے کل واقعات بتلائے اور کہا کہ میں نے ان کو امان دی ہے۔ ابنِ زیاد نے غصہ ہو کر کہا ''تو اور امان؟ میں نے تجھے اس کے گرفتار کرلانے کے لئے بھیجا تھا کہ امان دینے کے لئے؟'' محمد بن اشعث دم بخود ہو گیا اور مسلم بن عقیل پیش کئے گئے آپ نے ابنِ زیاد کو سلام نہ کیا جرسی (ازدی) نے کہا ''تم امیر کو سلام کیوں نہیں کرتے؟'' فرمایا ''اگر یہ میرے قتل کا قصد

رکھتا ہے تو میرا اسلام ہی کیا ہے اور اگر میرے قتل کا ارادہ نہیں رکھتا تو بہت سلام ہو جائیں گے''۔ ابنِ زیاد بولا ''میں تم کو ضرور بالضرور قتل کروں گا''۔ مسلم نے کہا ''میں بھی ایسا ہی خیال کرتا ہوں' اچھا تم مجھے اجازت دو کہ میں اپنی قوم میں سے کسی کو کچھ وصیت کر دوں''۔ ابنِ زیاد نے اجازت دی۔ آپ نے عمر بن سعد کی طرف متوجہ ہو کر کہا ''میری اور تمہاری عزیز داری ہے میں تم سے تخلیہ میں کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں''۔ عمر بن سعد کی طرف دیکھا۔ ابنِ زیاد نے کہا جاؤ تخلیہ میں سن لو' میں تم کو تمہارے ابنِ عم کی بات سننے سے نہیں روکتا۔ عمر بن سعد اور مسلم بن عقیل اٹھ کر ایک گوشے میں گئے۔ مسلم نے کہا ''میں نے کوفے میں فلاں شخص سے سات سو درہم قرض لے کر اپنی ضرورتوں میں صرف کیا ہے' تم اس کو میری طرف سے ادا کر دینا اور میرے قتل ہونے کے بعد میری نعش کو اجازت لے کر دفن کر دینا اور حسینؓ کے پاس کسی کو بھیج دینا کہ وہ کوفے میں نہ آئیں۔ عمر بن سعدؒ نے یہ باتیں ابنِ زیاد سے بتلائیں' ابنِ زیاد نے کہا ''تم امین ہو اس میں خیانت نہ کرو۔ مال کی بابت تم کو اختیار ہے جو چاہو کرو۔ حسینؓ کی نسبت میں یہ کہتا ہوں کہ اگر وہ میری طرف آنے کا ارادہ نہ کریں گے تو میں بھی ان کا قصد نہ کروں گا۔ باقی رہا ان کا لاشہ میں اس بارے میں تمہاری سفارش نہیں سنوں گا''۔

مسلم بن عقیل اور ابنِ زیاد: اس کے بعد مسلم بن عقیل کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگا ''کیوں مسلم بن عقیل! تم نے کوفہ میں آ کر گروہ بندی کی' لوگوں کو ہماری مخالفت پر جمع کیا اور ان میں نفاق ڈالنے کی کوشش کی؟''

مسلم بن عقیل: ''یہ ہرگز نہیں ہوا۔ البتہ یہاں کے باشندوں نے یہ خیال کیا تھا کہ تمہارے باپ نے ان کے اچھوں کو مار ڈالا ہے خون ریزی کی ہے اور ان کے ساتھ قیصر و کسریٰ کے سے برتاؤ کیے ہیں ہم ان کے بلانے سے ان کے پاس اس غرض سے آئے تھے کہ ان میں عدل و انصاف کریں اور کتاب و سنت پر عمل کرنے کی ہدایت کریں''۔

ابنِ زیاد: ''تو اور یہ کام' کیا ان میں عدل و انصاف نہیں کیا گیا' جو تو مدینہ میں شراب پیتا تھا اور اب انصاف کرنے کو آیا ہے؟''

مسلم بن عقیل: ''میں شراب پیتا تھا؟ واللہ! اللہ تعالیٰ یہ خوب جانتا ہے کہ تو جھوٹا ہے میں ایسا نہیں ہوں جیسا تو کہتا ہے میرے بجائے شراب پینے کا وہ شخص مستحق ہے جو مسلمانوں کے خون سے اپنے ہاتھوں کو رنگتا ہے اور اللہ کے بندوں کو غضب و عداوت سے قتل کرتا ہے اس کو اس نے لہو و لعب سمجھ لیا ہے''۔

ابنِ زیاد: ''مجھے اللہ مارے اگر میں تجھے اس طرح قتل نہ کروں کہ آج تک اسلام میں اس طرح کوئی نہ قتل کیا گیا ہو''۔

مسلم بن عقیل: ''بے شک یہ لیاقت تجھ ہی میں ہے کہ اسلام میں بدعات و بد خلقی و خباثت کا موجد ہو''۔ ابنِ زیاد یہ سن کر جھلا اٹھا ان کو اور حسینؓ بن علی و عقیل (رضی اللہ عنہم) کو سخت وسست کہنے لگا۔ مسلم بن عقیل نے کچھ جواب نہ دیا۔ خاموش رہے۔

مسلم بن عقیل کی شہادت: اس کے بعد ابنِ زیاد نے حکم دیا کہ بالائے قصر لے جا کر مسلم بن عقیل قتل کیے جائیں اور سر کے ساتھ لاشہ بے گور و کفن پھینک دیا جائے۔ مسلم نے محمد بن اشعث سے کہا ''واللہ! اگر تو نے امان نہ دی ہوتی تو میں ان کے

ہاتھ نہ آتا' تلوار اٹھاتو بری الذمہ ہو گیا''۔ محمد بن اشعث نے کچھ جواب نہ دیا' لوگ آپ کو بالائے قصر لے گئے' آپ استغفار کرتے اور تسبیح پڑھتے ہوئے گئے' مقام حدائین کے مقابل شہید کئے گئے۔ شہید کرنے والا بکیر ابن حمران تھا جس پر آپ نے تلوار چلائی تھی اور سر کے ساتھ لاش پھینک دی گئی۔

مسلم بن عقیل کے شہید ہونے کے بعد محمد بن اشعث نے ہانی کی سفارش کی' ابنِ زیاد نے نامنظور کر کے حکم دیا کہ سر بازار لے جا کر ہانی کو قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ ایک ترکی غلام نے اس حکم کی تعمیل کی۔ ابنِ عقیل کی روانگی کوفہ کی جانب آٹھویں اور بعض کہتے ہیں نویں شب کو ذی الحجہ ۶۰ھ میں ہوئی تھی اور بعض کا بیان ہے کہ مسلم کے ساتھ مختار بن ابی عبید و عبداللہ ابنِ حرث بن نوفل بھی گئے تھے جن کو ابنِ زیاد نے گرفتار کر کے قید کر دیا تھا۔

حضرت امام حسین کو ابن عباس کا مشورہ: حسینؓ بن علیؓ کو مسلم بن عقیل کا خط ملا اس میں لکھا تھا کہ اٹھارہ ہزار آدمی میرے ہاتھ پر بیعت کر چکے ہیں اور یوماً فیوماً بیعت کرتے جاتے ہیں۔ تم بہت جلد کوفہ آ جاؤ' چنانچہ آپ نے مکہ سے کوفہ کا قصد کیا۔ عمرو بن عبدالرحمٰن بن الحارث بن ہشام آئے اور کوفہ جانے سے روکا۔ آپ نے مکہ میں قیام سے انکار کیا۔ پھر عبداللہ بن عباس تشریف لائے فرمایا ''میں تم کو کوفہ جانے سے روکتا ہوں تم وہاں اس وقت تک نہ جاؤ گے جب تک کہ اہل کوفہ اپنے امیر کو قتل نہ کر ڈالیں' اس کے مال کو نہ لوٹ لیں اور اگر محض ان کے بلانے پر جاتے ہو اور ان کا امیر ان میں موجود ہے تو یہ سمجھ رکھو کہ تم کو لڑائی کے لئے بلاتے ہیں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ تم کو وہ لوگ دھوکا دیں گے' جھٹلائیں گے' تمہاری مخالفت کریں گے اور سب سے زیادہ تمہارے وہی دشمن ہوں گے''۔ آپ نے جواب دیا ''میں آج شب کو استخارہ کروں گا' دیکھئے اللہ تعالیٰ کیا حکم دیتا ہے''۔ عبداللہ بن عباس یہ سن کر اٹھے اور چلے گئے۔

عبداللہ بن زبیرؓ: ان کے بعد عبداللہ بن زبیرؓ آئے انہوں نے پہلے جانے کی رائے دی پھر کچھ سوچ سمجھ کر کہا ''بہتر ہوتا کہ آپ حجاز میں قیام کرتے اور اس کام کو یہیں سے انجام دیتے''۔ آپ نے جواب دیا ''میرے جد امجد نے ارشاد فرمایا ہے کہ ایک مینڈھے کی بدولت کعبہ کی بے حرمتی ہوگی' مجھے یہ منظور نہیں ہے کہ وہ مینڈھا میں ہی بنوں''۔

عبداللہ بن عمر کی نصیحت: عبداللہ بن زبیرؓ کے چلے جانے پر عبداللہ بن عمرؓ تشریف فرما ہوئے ناصحانہ کہنے لگے ''تم بیعت لینے اور امارت حاصل کرنے کے لئے مکہ معظمہ سے باہر نہ جاؤ' اللہ جل شانہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا و آخرت دونوں میں سے ایک کے اختیار کرنے کا اختیار دیا تھا' آپ نے آخرت منظور فرمائی تھی۔ چونکہ تم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک جزو ہو دنیا کی طلب نہ کرو نہ اس کے گرد و غبار میں اپنے دامانِ مبارک کو آلودہ کرو''۔ عبداللہ بن عمرؓ یہ کہہ کر رو پڑے۔ امام حسینؓ بن علیؓ کے بھی آنکھوں سے آنسو نکل آئے۔ لیکن اس پر بھی عمل نہ کیا مجبوراً عبداللہ بن عمر رخصت ہو کر چلے گئے۔

حضرت امام حسین کا عزم صمیم: اگلے دن عبداللہ بن عباس پھر آئے' سمجھانے لگے ''برادر من! مجھے نصیحت کئے بغیر صبر نہیں آتا مجھے یہ خوف ہے کہ تم ہلاک ہو جاؤ گے' تمہارا خاندان تباہ و برباد ہو جائے گا' اہلِ عراق بڑے بے وفا' عہد شکن' مکار ہیں' تم ان کے قریب نہ جاؤ' اسی شہر میں قیام کرو۔ تم ان کے سردار ہو اور اگر اہلِ عراق اپنے دعوے میں سچے ہیں تو ان کو

لکھ بھیجو کہ تم اپنے گورنر کو نکال دو۔ اس کے بعد تم ان کے شہر میں جاؤ اور اگر تمہاری رائے مکہ سے بغیر نکلے ہوئے نہیں مانتا تو یمن کی طرف چلے جاؤ‘ وہ بہت وسیع سرزمین ہے۔ پہاڑی گھاٹیاں بکثرت ہیں قدرتی محفوظ قلعے ہیں۔ وہاں سے تم اپنے دعاۃ کو اطراف و جوانب میں بھیجو اور لوگوں سے بیعت لو‘‘۔ آپ نے جواب دیا ’’میں تو مصمم قصد کر چکا اب کسی طرح نہیں رک سکتا‘‘۔ عبداللہ بن عباسؓ بولے ’’خیر اگر جاتے ہی ہو تو اپنے لڑکوں‘ عورتوں کو نہ لے جاؤ‘ مجھے اندیشہ ہے کہ عثمانؓ کی طرح تم شہید نہ کئے جاؤ اور تمہارے لڑکے اور عورتیں پریشان و سرگرداں ہوں‘‘۔ آپ نے اس کا کچھ جواب نہ دیا ابنِ عباسؓ اٹھ کر چلے آئے اور امام حسین بن علیؓ دس ذی الحجہ ۶۰ھ کو مع اپنے اہل بیت کے جس میں بچے‘ عورتیں‘ مرد بھی تھے مکہ سے کوفہ کو روانہ ہوئے۔

حضرت امام حسین کا آغازِ سفر: یزید کی طرف سے حجاز کا گورنر عمرو بن سعید بن العاص تھا۔ اس کے آدمیوں نے امام حسینؓ بن علیؓ اور ان کے ہمراہیوں کو روانگی کوفہ سے روکا۔ بحث و تکرار ہوئی آپس میں خفیف سی مار پیٹ بھی ہوئی لیکن آپ اور آپ کے ہمراہی نہ رکے۔ رفتہ رفتہ تنعیم میں پہنچے‘ یہاں پر ایک قافلہ سے ملاقات ہوئی جو یمن سے آ رہا تھا اسے بحیرین ایسان والی یمن نے یزید کو قیمتی اسباب پارچہ جات وزیوارت لے کر روانہ کیا تھا۔ آپ نے اس کو روک کر اہل قافلہ سے ارشاد کیا جو شخص ہمارے ساتھ عراق چلنا چاہے ہم اس کو بہ کمال خوشی اپنے ساتھ رکھیں گے اور اس اسباب میں سے اس کو حصہ دیں گے اور جو شخص ہم سے علیحدہ ہونا پسند کرتا ہو وہ اپنا کرایہ میں سے حصہ لے کر علیحدہ ہو جائے‘‘ چنانچہ جن لوگوں نے علیحدگی پسند کی‘ ان کو حسبِ حیثیت حصہ دے کر رخصت کر دیا اور جنہوں نے ہمراہی منظور کی ان کو حصہ دے کر ہمراہ ..... لئے آگے بڑھے۔

فرزوق شاعر: صفاح تک پہنچے ہوں گے کہ فرزوق شاعر سے ملاقات ہوئی آپ نے ان سے دریافت کیا ’’اہل کوفہ کا کیا حال ہے؟‘‘ عرض کیا ’’واللہ! آپ نے واقف کار ہی شخص سے استفسار فرمایا ہے‘ اچھا میں عرض کرتا ہوں سنیئے! لوگوں کے قلوب آپ کے ساتھ ہیں اور ان کی تلواریں بنی امیہ کے ساتھ۔ قضا آسمان سے اتر رہی ہے اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے اگر حکم الٰہی ہماری مرضی کے موافق صادر ہوا تو اس کی نعمتوں کا شکریہ ادا کریں گے حالانکہ وہ ادائے شکر سے مستغنی ہے اور اگر قضاء خداوندی خلافِ توقع نازل ہوئی تو ہم صبر کریں گے‘‘۔

عبداللہ بن جعفر کا خط: اس مقام پر یا اس سے آگے بڑھ کر عبداللہ بن جعفر کا خط ملا۔ جس کو ان کے دونوں لڑکے عون و محمد لے کر آئے۔ جس میں لکھا تھا ’’برادرِ من! خدا کے واسطے خط کے دیکھتے ہی واپس آ جاؤ‘ میں تم کو اس وجہ سے نصیحت کرتا ہوں کہ اس میں تمہاری خون ریزی ہوگی‘ تمہارے اہلِ بیت نیست و نابود ہو جائیں گے اور اگر خدانخواستہ تم شہید ہو گئے تو زمین کی روشنی جاتی رہے گی‘ تم مسلمانوں کی امید گاہ اور ہادیوں کے پیشوا ہو عجلت نہ کرو میں اس خط کے بعد ہی پہنچ رہا ہوں‘ والسلام‘‘۔ آپ نے اس خط کا مطلق خیال نہ کیا‘ عون و محمد کو بھی ہمراہ لے لیا اور آگے بڑھے۔

قیس بن مسہر کی شہادت: ابنِ زیاد کو آپ کی روانگی کا حال معلوم ہوا تو اس نے جلوہ گری کے خیال سے حسین بن نمیر

تمیمی افسر اعلیٰ پولیس کو روانہ کیا' اس نے مقام قادسیہ میں پہنچ کر ڈیرے ڈالے اور سواروں کو قادسیہ سے خفان تک ایک جانب اور دوسری جانب قادسیہ سے قطقطانہ اور کوہ لعلع تک پھیلا دیا۔ اس عرصہ میں امام حسینؓ ابنِ علیؓ نے مقام حاجر میں پہلے ایک خط اہل کوفہ کو (جس میں اپنی تشریف آوری کا حال لکھا تھا اور ان لوگوں کو مستعد و تیار کیا تھا) قیس بن مسہر صیداوی کی معرفت روانہ کیا۔ قیس جونہی قادسیہ پہنچے حصین نے گرفتار کر کے ابنِ زیاد کے پاس کوفہ بھیج دیا۔ ابنِ زیاد نے قیس سے کہا'' کہ تم قصر امارت پر چڑھ کر (عیاذاً باللہ) کذاب ابنِ کذاب حسینؓ ابنِ علیؓ کو گالیاں دو''پس قیس قصر پر گئے۔ حمد وثناء کے بعد کہا'' اے لوگو! حسینؓ ابنِ علیؓ بہترین خلائق' فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لڑکے ہیں اور میں ان کا قاصد ہوں وہ اب حاجر سے شاید آگے بڑھ آئے ہوں گے تم ان کی اطاعت کرو یہ کہہ کر ابنِ زیاد پر لعن کیا اور زیاد کو سخت وسُست کہہ کر علیؓ ابنِ ابی طالب کے لئے دعائے مغفرت کی۔ ابنِ زیاد نے جھلا کر حکم دیا کہ اس کو قصر سے نیچے گرا دو گرتے ہی قیس کے ہاتھ پاؤں ٹوٹ گئے' دماغ پھٹ گیا اور انتقال کر گئے۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون.

عبداللہ بن مطیع اور زہیر بن القین: امام حسینؓ بن علیؓ حاجر سے روانہ ہو کر کوفہ کی طرف تھوڑی دور چل کر عرب کے ایک چشمہ پر پہنچے۔ عبداللہ بن مطیع انہیں دیکھ کر کھڑا ہو گیا' کہنے لگا'' میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ کہاں تشریف لئے جاتے ہیں؟'' حسین بن علیؓ نے کوفیوں کے خط بھیجنے اور اپنی روانگی کا مفصل حال بتلایا عبداللہ بن مطیع نے عرض کیا'' خدا کے واسطے اے ابنِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کوفہ کا قصد نہ فرمایئے یہ لوگ بڑے پیمان شکن و بدعہد ہیں۔ ان میں اسلام کی ہتک' قریش کی آبروریزی اور عرب کی عزت کا خیال باقی نہیں رہا' واللہ اگر آپ اس چیز کی خواہش کریں گے جو بنی امیہ کے ہاتھ میں ہے (یعنی حکومت وخلافت) تو بلاشبہ وہ لوگ آپ کو شہید کر ڈالیں گے اور پھر آپ کے شہید کرنے کے بعد کسی سے نہ ڈریں گے''۔ امام حسینؓ بن علیؓ نے ان کا بھی کہنا نہ مانا' آگے بڑھے زہیر بن القین بجلی ہوا خواہانِ عثمانؓ سے حج کر کے آپ کے ساتھ ہی واپس آ رہا تھا لیکن ایک منزل اور ایک مقام پر قیام نہ کرتا تھا' ایک روز آپ نے اس کو بلا بھیجا' باکراہ تمام آیا کچھ باتیں ہوئیں لیکن واپس ہو کر اپنی فرودگاہ پر گیا تو اپنے ہمراہیوں سے خطاب کر کے کہا'' جس کو میرے ساتھ چلنا ہو چلے میں حسینؓ بن علیؓ کے ساتھ جاتا ہوں یہ میرا آخری عہد ہے میں تم لوگوں سے رخصت ہوتا ہوں۔ یہ کہہ کر بیوی کو طلاق دے کر بولا تم اپنے میکے چلی جاؤ میں نہیں چاہتا کہ تم قید وگرفتار کی جاؤ' اپنے ہمراہیوں سے رخصت ہو کر حسینؓ بن علیؓ کے پاس چلا آیا اور انہیں کے ساتھ رہا' یہاں تک کہ کربلا میں یہ بھی شہید ہو گیا۔

شہادتِ مسلم کی اطلاع: جب امام حسینؓ بن علیؓ مقام ثعلبیہ میں وارد ہوئے۔ مسلم بن عقیل کے شہید ہونے کی خبر آئی۔ بعض کی رائے ہوئی آپ یہیں سے واپس چلئے' کوفے میں آپ کا کوئی یار و مددگار نہیں ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ لوگ بجائے آپ کی مدد کرنے کے آپ کے مخالف بن جائیں'' بنو عقیل بولے'' واللہ! ہم سرزمین کوفہ کو اس وقت تک نہ چھوڑیں گے جب تک مسلم کے خون کا بدلہ نہ لیں گے یا جیسا کہ مسلم نے ذائقہ موت کا چکھا ہے ہم بھی نہ چکھ لیں گے'' ام حسینؓ بن علیؓ نے ارشاد کیا'' تم لوگوں کے بعد پھر زندگی کا کیا لطف ہوگا؟'' ہمراہیوں میں سے چند لوگ کہنے لگے'' واللہ آپ مسلم بن عقیل جیسے نہیں

ہیں جونہی آپ کوفہ پہنچیں گے سب لوگ آپ کے مطیع ہو جائیں گے''۔ غرض امام حسینؓ بن علیؓ بنو عقیل کے اصرار سے مجبور ہو کر ثعلبیہ سے روانہ ہو کر زبالہ میں جا اترے۔

عبداللہ بن بقطر کی شہادت کی خبر: یہاں پر عبداللہ بن بقطر (آپ کے رضاعی بھائی) کے شہید ہونے کی خبر آئی' ان کو آپ نے اثناء راہ سے مسلم بن عقیل کے پاس بھیجا تھا جس کو حصین بن نمیر کے سواروں نے قادسیہ سے گرفتار کر کے ابن زیاد کے پاس بھیج دیا تھا' ابن زیاد نے ان سے بھی کہا تھا کہ قصر پر چڑھ کر (عیاذاً باللہ) کذاب ابن کذاب پر لعن کر کے اترو تو میں تم کو بھی چھوڑ دوں گا لیکن انہوں نے قیس کی سی کارروائی کی اور ابن زیاد نے وہی برتاؤ کیا جو قیس کے ساتھ کیا تھا۔

حضرت امام حسینؓ کے بعض ہمراہیوں کی علیحدگی: حسینؓ بن علیؓ کو جب یہ دو خبریں شہادت کی پہنچیں تو آپ نے اپنے ہمراہیوں کو جمع کر کے ان کے مارے جانے کا حال بتلایا اور یہ ارشاد کیا کہ جو شخص واپس جانا چاہتا ہو لوٹ جائے ہم اس سے کچھ مواخذہ نہ کریں گے۔ اس فقرہ کو سنتے ہی لوگ دائیں بائیں چھٹ گئے۔ صرف وہی لوگ رہ گئے جو مکہ سے ہمراہ آئے تھے ان ہمراہیوں کے علیحدہ ہونے کا سبب یہ تھا کہ یہ لوگ بقصد جنگ نہیں چلے تھے بلکہ یہ سمجھ کر آئے تھے کہ کوفہ پر آپ کا قبضہ ہو گیا ہے۔ القصہ آپ اس مقام سے روانہ ہو کر بطن عقبہ پہنچے' ایک عرب سے ملاقات ہوئی اس نے بھی صراحتاً کوفہ جانے سے منع کیا آپ نے اس کی بھی نہ سنی کوچ کر کے شراف پہنچے۔

واقعاتِ کربلا

حر بن یزید تمیمی کی آمد: دوپہر کا وقت تھا دور سے گرد دیکھ کر ہمراہیوں میں سے کوئی تکبیر کہہ اٹھا کسی نے تکبیر کہنے کی وجہ دریافت کی جواب دیا کہ گنجان درختوں کا باغ دکھائی دیتا ہے۔ بنی اسد کے دو شخصوں نے کہا' اس میدان میں کہیں درخت نہیں ہے۔ امام حسین بن علیؓ بولے ''یہ تو سواروں کی گرد ہے''۔ پھر ان دونوں بنی اسد سے متوجہ ہو کر ارشاد کیا ''اس مقام پر کوئی ایسا ملجاء و مامن ہے کہ جس میں ہم پناہ گزیں ہوں اور ان لوگوں سے ایک رخ ہو کر لڑیں؟'' ان دونوں نے جواب دیا ''سامنے یہ تمہارے پہلو پر ذوحسم ہے اپنی بائیں جانب سے مڑ کر اس طرف چلے جاؤ' اگر یہ لوگ تم سے پہلے اس طرف چلے جائیں گے تو تمہارا مقصود حاصل ہو جائے گا''۔ حسینؓ بن علیؓ یہ سنتے ہی سرعت کے ساتھ ذوحشم کی طرف جھکے لیکن ذوحشم پر پہنچنے سے پہلے سواروں کی فوج آ پہنچی اور آپ ٹھہر گئے۔ ان سواروں کی تعداد ایک ہزار تھی جن کو حصین بن نمیر نے قادسیہ سے حر بن یزید تمیمی یربوعی کی ماتحتی میں امام حسینؓ بن علیؓ کے مقابلے روکنے کو روانہ کیا تھا۔

حضرت امام حسینؓ اور حُر بن یزید: ظہر کا وقت آیا۔ مؤذن نے اذان دی۔ آپ خیمے سے نکل کے سواروں کی طرف آئے۔ حمد و ثناء کے بعد فرمایا ''اے لوگو! میں تمہارے پاس از خود نہیں آیا۔ جب تک کہ تمہارے خطوط اور قاصد میری طلبی کے لئے میرے پاس نہیں گئے اب اگر تم لوگ اپنا اقرار پورا کرو تو میں تمہارے شہر چلوں اور اگر تمہارے شہر میں میرے

داخل ہونے سے تم کو نفرا جازت دو کہ میں جس شہر سے آیا ہوں وہیں واپس چلا جاؤں''۔ کسی نے اس کا کچھ جواب نہ دیا۔ مؤذن نے تکبیر کہی۔ حُر نے مع اپنے ہمراہیوں کے آپ کے ساتھ نماز پڑھی' آپ اپنی فرودگاہ پر واپس آئے اور حُر اپنے لشکر گاہ میں چلے گئے' عصر کا وقت آیا تو پھر آپ نے حر اور ان کے ہمراہیوں کو خطاب کر کے فرمایا ''اے لوگو! اگر تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور حق پہچانو تو اللہ عزوجل کی خوشنودی کا باعث ہوگا۔ ان ظالموں' ناحق شناسوں سے جو مدعی امارت ہیں۔ ہم زیادہ مستحق خلافت ہیں اور اگر تم کو یہ ناگوار ہو اور تم ہمارے حقوق کو تلف کر دو اور تمہاری وہ رائے بدل جائے جس کو تم نے اپنے قاصدوں اور خطوں کے ذریعہ سے ظاہر کیا تھا تو ہم واپس جائیں''۔ حر بولے ''واللہ! ہم کو ان خطوں اور قاصدوں کی اطلاع نہیں ہے جن کا تم بار بار ذکر کر رہے ہو''۔ حسینؓ بن علیؓ نے یہ سن کر خطوط سے بھری ہوئی دو تھیلیاں نکالیں اور کھول کر خطوط کو پھیلا دیا۔ حر نے کہا ''ہم ان خطوط کے کاتب نہیں ہیں ہم کو تو یہ حکم ملا ہے کہ تم سے اگر ملاقات ہو جائے تو ہم تم کو اس وقت تک نہ چھوڑیں یہاں تک کہ تم کو کوفے میں عبیداللہ بن زیاد کے پاس لے چلیں''۔ حسینؓ بن علیؓ نے کہا ''اس سے تو موت بھلی ہے'' اور اپنے ہمراہیوں کو واپس چلنے کا حکم دے کر سوار ہوئے حر نے روکا اور عبیداللہ بن زیاد کے پاس کوفہ چلنے پر مجبور کیا اور کہا کہ آپ یزید کو لکھئے میں ابن زیاد کو لکھتا ہوں' شاید اللہ تعالیٰ کوئی ایسا امر پیدا کر دے جس سے ابتلاء میں مبتلا نہ ہوں۔

حضرت امام حسینؓ کا خطبہ: حسینؓ بن علیؓ نے پھر واپسی کا قصد کیا۔ حر نے دائیں بائیں سے روکنا شروع کیا۔ آپ نے لوگوں کو مخاطب کر کے حمد وثناء کی بعدہ یہ خطبہ ارشاد فرمایا ''اے لوگو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس شخص نے کسی ظالم بادشاہ کو دیکھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے محرمات کو حلال کرتا ہے اس کے عہد کو توڑتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی نہیں کرتا ہے۔ خلق اللہ میں ظلم وگناہ کے کام کرتا ہے اور اس نے کسی قسم کی دست اندازی قولی یا عملی نہ کی تو اللہ تعالیٰ اس کو بھی اس کے ساتھ شمار کرے گا۔ آگاہ ہو جاؤ ان لوگوں (یعنی یزید وامراء یزید) نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت چھوڑ کر شیطان کی تابعداری شروع کی ہے۔ فتنہ وفساد برپا کر دیا ہے حدود شرعی سے دست کش ہو گئے ہیں۔ مال غنیمت کو اپنا مال سمجھ لیا ہے۔ حلال کو حرام اور حرام کو حلال کر دیا ہے۔ میں ان لوگوں سے زیادہ صاحب الامر ہونے کا مستحق ہوں' تمہارے خطوط وقاصد میرے پاس آئے اور تم نے مجھ کو بیعت کرنے کے لئے بلایا' اب تم مجھے رسوا نہ کرو اگر اپنے بیعت کے اقرار پر قائم رہو گے تو راہ حق پا جاؤ گے۔ میں حسین بن علیؓ وفاطمہؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لڑکا ہوں۔ میری جان تمہاری جان کے ساتھ اور میرے اہل وعیال تمہارے اہل وعیال کے ساتھ ہیں تم کو میرے ساتھ بھلائی کرنی چاہیے اور اگر تم نے ایسا نہ کیا اور عہد شکنی کی تو یہ کوئی تعجب خیز بات نہیں ہے تم نے میرے باپ' میرے حقیقی بھائی حسنؓ و چچازاد بھائی مسلم بن عقیل کے ساتھ بدعہدی کی ہے۔ افسوس ہے کہ تم لوگ مجھ کو دھوکا دے کر اپنا حق وحصہ دین داری کا ضائع کر رہے ہو۔ پس جو شخص بدعہدی کرے گا وہ اپنے لئے کرے گا اور اللہ تعالیٰ مجھ کو تم سے بے پروا کرے گا۔ والسلام''۔

حر نے جواب دیا ''اللہ اللہ کرو میں قسم کھا کر کہتا ہوں اگر تم نے معرکہ آرائی کی تو بلاشبہ مارے جاؤ گے''۔ حسین بن علیؓ نے جھلا کر کہا ''کیا تو ہم کو موت سے ڈراتا ہے''۔

((سامضـی و ما بالموت عار علی الفتی اذا ما نوی خیراً و جاهد مسلماً و واسی رجالاً صالحین بنفسه و خالف مثبوراً و فارق مجرماً فان عشت لم اندم و ان مت لم الم کفی بک و لا ان تعیش و ترغماً))

''میں تو اپنا قصد پورا ہی کروں گا اور مرنے میں جوانمرد کو عار نہیں ہے جب اس نے نیکی کی نیت کر لی اور مسلمان ہو کر مجاہدہ کیا اور اچھے لوگوں سے بذاتہ محبت پیدا کی اور قابل گردن زدنیوں کی مخالفت کی اور باغیوں کا ساتھ چھوڑ دیا۔ پس اگر میں زندہ رہا تو مجھے کچھ ندامت نہ ہوگی اور اگر مر گیا تو مجھے کچھ صدمہ نہ ہوگا' تجھے اتنا ہی کافی ہے کہ تو ذلیل و رسوا ہو کر عمر بسر کرے گا''۔

حر سن کر خاموش ہو رہے لیکن پیچھا نہ چھوڑا۔ ادھر ادھر سے بہ حکمتِ عملی روکتے جاتے تھے' رفتہ رفتہ عذیب پہنچے جہاں پر نعمان کی اونٹنیاں چرا کرتی تھیں۔

نافع بن بلال کی آمد: کوفے سے چار آدمی آتے ہوئے دکھائی دیئے جو تیز اونٹوں پر سوار نافع بن بلال کے گھوڑے کے پیچھے تیزی کے ساتھ آ رہے تھے اور ان کے ہمراہ ان کا رہبر طرماح بن عدی بھی تھا۔ امام حسینؓ بن علیؓ کے قریب نہ پہنچنے پائے تھے کہ حر نے بڑھ کر کہا ''میں تم کو گرفتار کر لوں گا یا کوفہ کی طرف لوٹا دوں گا''۔ آپ بولے ''ایسا نہ ہونے پائے گا یہ میرے معین و مددگار ہیں اور میرے قائم مقام ہیں اگر تم نے ان سے کچھ بھی تعرض کیا تو ہمارے اور تمہارے درمیان جنگ ہونے میں کوئی کسر باقی نہ رہے گی''۔ حر خاموش ہو رہے۔ امام حسینؓ ابنِ علیؓ نے ان لوگوں سے دریافت کیا ''تم ان لوگوں کا (اہل کوفہ) کچھ حال بتلاؤ جن کو تم چھوڑ کر آئے ہو''۔ ان میں سے مجمع بن عبداللہ العائذی نے عرض کیا ''شرفاء کوفہ کی رشوت خوری بڑھ گئی ہے دنیا کی طمع میں پڑے ہوئے ہیں یہ سمجھنا چاہئے کہ وہ یک زبان ہو رہے ہیں۔ باقی رہے عوام الناس ان کے قلوب تمہاری طرف مائل ہیں لیکن ان کی تلواریں کل تم پر نیام سے باہر نکلیں گے''۔ پھر اپنے قاصد قیس بن مسہر کا حال استفسار فرمایا۔ عرض کیا' مار ڈالے گئے یہ سن کر آپ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے جس کو آپ نہ روک سکے۔

طرماح بن عدی کا مشورہ: اس کے بعد طرماح بن عدی نے کہا ''آپ کے ہمراہ بہت کم آدمی ہیں اور یہ ٹڈی دل ہیں صبح نہ ہونے پائے گی کہ کل اہل کوفہ دریا کی طرح امنڈ آئے گا۔ اگر آپ یہ چاہتے ہوں کہ کسی محفوظ شہر میں قیام کریں تو آپ ہمارے ساتھ چلئے ہم آپ کو کوفہ کوہ آجا میں ٹھہرائیں گے جو ہم کو ملوک غسان وحمیر نعمان بن منذر اور کل سرخ دستوں کے حملوں سے بچاتا ہے' واللہ! وہاں پر کسی قسم کی شکست یا نقصان نہیں پہنچے گا پھر وہاں سے ان لوگوں کی طرف دعاۃ روانہ کرنا جو آجاؤ سلمٰی میں طے والے مقیم ہیں' خدا کی قسم! دس روز بھی نہ گزرنے پائیں گے کہ طے کے بے حد سوار و پیادہ آ کر جمع ہو جائیں گے' اس وقت اگر کوئی شخص آپ کے مقابلے پر آئے گا تو صرف طے کی بیس ہزار تلواریں نیام سے نکل پڑیں گی جو آپ کے روبرو دشمنوں سے لڑیں گی''۔ آپ نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ تم کو بہتر جزا دے ہم میں اور ان لوگوں میں کچھ ایسے امور حائل ہو گئے ہیں کہ جس سے ہم واپسی پر قادر نہیں ہیں اور ہم یہ نہیں جانتے کہ آئندہ ہم میں اور ان میں کیا واقعہ پیش آئے؟''

---

[1] روانگی کے وقت اس نے وعدہ کیا تھا کہ میں اپنے اہل وعیال کا انتظام کر کے آپ کی امداد پر آؤں گا' چنانچہ حسبِ وعدہ واپس ہو کر آیا۔ عذیب میں پہنچا' شہادت کا حال سن کر لوٹ گیا۔ (از ابنِ اثیر' جلد ۴' صفحہ ۲۲)

الغرض طرماح[1] آپ سے رخصت ہو کر اپنے گھر کی طرف روانہ ہوا۔ امام حسینؓ پھرتے پھراتے قصر بنی مقاتل میں پہنچے۔ شام ہوگئی۔ قیام کر دیا۔ نماز پڑھ کر صبح جھٹ پٹ سوار ہو کر چلنے کا قصد کیا حر نے پہنچ کر روکنا شروع کیا۔ اسی ردوکد میں نینوا تک پہنچے جہاں پر آپ اتر پڑے۔

کرب و بلا کی زمین: ایک سانڈنی سوار نے آ کر ابنِ زیاد کا خط حر کو دیا جس میں لکھا تھا ''میرے اس خط و قاصد کو پہنچتے ہی حسینؓ کو روک کر ایک کھلے ہوئے میدان میں ٹھہرانا' جہاں نہ پانی ہو اور نہ کوئی محفوظ مقام ہو' میں نے اس قاصد کو حکم دے دیا ہے کہ تا تعمیل وہ تم سے جدا نہ ہوگا''۔ حر نے خط پڑھ کر امام حسین بن علیؓ سے مخاطب ہو کر کہا ''یہ خط امیر کا آیا ہے۔ مجھے ہدایت ملی ہے کہ میں آپ کو ایک کھلے ہوئے میدان میں ٹھہراؤں اور تعمیل حکم یہ قاصد مجھ سے علیحدہ نہ ہوگا لہذا آپ نینوا سے اٹھ کر ایسے میدان میں فروکش ہوں جہاں نہ سایہ ہو اور نہ پانی''۔ آپ نے ارشاد کیا ''ہم کو تم اب زیادہ تکلیف نہ دو نینوئی ہی میں رہنے دو یا اجازت دو تو غاضریہ یا شفیہ میں جا کر ہم قیام کریں''۔ حر بولے ''میں ایسا نہیں کر سکتا ابنِ زیاد نے مجھ پر ایک شخص کو اس امر کی نگرانی کے لئے مقرر کیا ہے''۔ زہیر بن القین نے عرض کیا ''واللہ! اس کے بعد جو آئے گا وہ اس سے زیادہ سخت ہوگا اے ابنِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت ان سے لڑ جانا آسان ہے بہ نسبت اس کے جو آئندہ آنے والا ہے''۔ آپ بولے ''ہم جنگ کرنے میں سبقت نہیں کر سکتے''۔ زہیر نے رائے دی ''آپ اس قریے میں ہمارے ساتھ تشریف لے چلئے وہ ایک محفوظ مقام لب دریائے فرات واقع ہے اگر وہ روکے گا تو ہم اس سے لڑ پڑیں گے اور اس سے جنگ کرنا آسان ہے اس سے جو بعد اس کے آئے گا آپ[1] نے مقام کا نام دریافت فرمایا عرض کیا کربلا نام ہے فرمایا ''یہ زمین کرب و بلا کی ہے''۔ یہ دن پنجشنبہ کا تھا اور محرم ۶۱ھ کی ۲ تاریخ تھی۔

عمر بن سعد کی کربلا میں آمد: اگلے دن کوفے میں چار ہزار کی فوج بسر افسری عمر بن سعد ابی وقاص آ پہنچی' ابنِ زیاد نے عمر کو اس فوج کا سپہ سالار مقرر کر کے دیلم کی سرکوبی کی طرف روانہ ہونے کا حکم دیا تھا اور رے کی گورنری کی سند عطا کی تھی۔ روانہ ہونے ہی کو تھا کہ امام حسینؓ کا واقعہ پیش آ گیا۔ ابنِ زیاد نے عمر بن سعد کو بلا کر امام حسینؓ کے مقابلے پر جانے کا حکم دیا۔ عمر بن سعد نے انکار کیا۔ ابنِ زیاد نے کہا ''اگر تم حسینؓ کے مقابلے پر نہیں جاتے تو رے کی سند گورنری واپس کر دو''۔ عمر بن سعد نے غور و فکر کرنے کے لئے ایک روز کی مہلت مانگی' اپنے دوستوں' مشیروں سے مشورہ کیا۔ سب نے امام حسینؓ بن علیؓ کے مقابلے پر جانے کو منع کیا۔ رات بھر پڑا سوچتا رہا' صبح کو ذیل کے اشعار پڑھتا ہوا ابنِ زیاد کے پاس گیا۔

ااترک ملک الری و الری رغبة

ام ارجع مذموما بقتل حسین

و فی قتله النار التی لیس دونها

حجاب و ملک الری قرة عین

[1] عقد الفرید ابن عبد ربہ جلد دوم صفحہ ۲۰۷

''کیا میں ملک رے کو چھوڑ دوں اور ملک رے ہی کی مجھے خواہش ہے یا حسینؓ کو قتل کر کے مذموم واپس آؤں لیکن ان کے قتل کرنے سے دوزخ میں جاؤں گا جس کا کوئی مانع نہیں ہے اور ملک رے کی حکومت میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے''۔

اور یہ عذر پیش کیا کہ مجھ میں امام حسینؓ سے مقابلے کی طاقت نہیں ہے آپ شرفاء کوفہ میں سے فلاں فلاں اشخاص کو متعین فرمایئے' ابن زیاد نے جواب دیا ''میں تمہارا مطیع نہیں ہوں اور نہ تم کو اس امر پر مجبور کرتا ہوں' اگر تم حسینؓ کے مقابلے پر نہ جانا چاہتے ہو تو میری سند گورنری واپس کر دو''۔ عمر بن سعد نے حکومت رے کی طمع میں پڑ کر حسینؓ کے مقابلے میں جانا منظور کر لیا۔ چنانچہ اسی روز چار ہزار فوج کو لئے ہوئے آپ کے مقابلے پر جا پہنچا اور ایک قاصد بھیج کر آپ سے کوفے کی طرف آنے کا سبب دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا ''مجھے اس شہر کے شرفاء ورؤسا نے طلب کیا تھا' پس اگر تم کو یہ ناگوار ہو تو میں واپس جانے پر آمادہ ہوں''۔ عمر بن سعد نے یہی جواب ابن زیاد کو لکھ بھیجا۔

ابن زیاد کا پانی بند کرنے کا حکم: ابن زیاد نے لکھا کہ ''حسین سے یزید کی بیعت لو اگر وہ بیعت کر لیں تو جو مناسب ہو گا کیا جائے گا اور اگر بیعت سے انکار کریں گے تو بے تامل جنگ کرو اور ان پر اور ان کے ہمراہیوں پر پانی بند کر دو''۔ پس عمر بن سعد نے عمرو بن الحجاج کو بسر گروہی پانچ سو سواروں کے نہر فرات پر متعین کیا۔ چنانچہ یہ لوگ فرات اور امام حسینؓ کے درمیان حائل ہو گئے۔ (یہ واقعہ آپ کی شہادت سے تین روز پہلے کا ہے) جب آپ کے قافلے میں پانی ختم ہو گیا اور لوگ شدت تشنگی سے بے چین ہونے لگے تو آپ نے اپنے بھائی عباس بن علیؓ کو پانی لانے کے لئے روانہ کیا' ان کے ہمراہ بیس آدمی مشکیزے لئے ہوئے اور بیس سوار حفاظت کی غرض سے تھے جب عباس بن علیؓ مشکیزے بھر کر لوٹے تو دشمنوں نے حملہ کر دیا۔ اس کے بعد امام حسینؓ نے عمرو بن قرظہ بن کعب انصاری کی معرفت عمر بن سعد کے پاس کہلا بھیجا کہ آج شب کو دونوں لشکروں کے درمیان میں مجھ سے ملنا''۔ عمر بن سعد حسب وعدہ آیا' دیر تک باتیں ہوتی رہیں پھر دونوں آدمی لوٹ کر اپنے اپنے لشکر میں آئے۔

مصالحت کی شرائط: دو چار بار ملاقات کرنے کے بعد عمر بن سعد نے عبیداللہ بن زیاد کو لکھا ''بعد حمد وثنا کے واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے آتش فتنہ فرو کر دیا اور اختلاف دفع کر کے سب میں اتفاق پیدا کر دیا ہے۔ حسینؓ نے یہ تین درخواستیں پیش کی ہیں (۱) جہاں سے وہ آئے ہیں وہیں واپس کر دیئے جائیں (۲) جس سرحد کی طرف ہم چلیں ان کو بھیج دیں (۳) ہم ان کو امیر المؤمنین یزید کے پاس لے جائیں تاکہ ان کی یہ بیعت کریں اس میں تمہاری خوشنودی اور امت محمدیہ کی رضامندی ہے۔ ابن زیاد نے خط پڑھ کر کہا میں اس کو منظور کرتا ہوں یہ خط ایسے شخص کا ہے جو امیر ورعیت کا ناصح ومشفق ہے۔

شمر بن ذی الجوشن کا اختلاف: شمر بن ذی الجوشن نے اٹھ کر کہا ''کیا تم اس درخواست کو قبول کر لو گے' وہ (امام حسینؓ) تمہارے ملک میں آ گیا ہے تمہارے قبضہ میں ہے۔ واللہ! اگر وہ یہاں سے کوچ کر کے چلا گیا اور اس نے تمہارے ہاتھ پر بیعت نہ کی تو وہ تم سے زیادہ قوت وشوکت والا ہو جائے گا اور تم بمقابلہ اس کے ضعیف وناتواں ہو گے میرے نزدیک

مناسب ہے کہ تم اس کو اپنے حکم کے ماننے پر مجبور کرو۔ پس اگر عدول حکمی کرنے پر تم ان کو سزا دو گے تو تم کو اس کا حق حاصل ہے اور اگر درگذر کرو گے تو اس کا الزام تم پر آئے گا' واللہ! مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ امام حسینؓ و عمر تمام رات دونوں لشکروں کے درمیان باتیں کرتے رہے ہیں''۔

ابنِ زیاد کا تہدید آمیز خط: ابنِ زیاد اس دم پٹی میں آ گیا فوراً ایک خط لکھ کر شمر کو عمر کے پاس روانہ کیا اور یہ کہلا بھیجا کہ ''امام حسینؓ اور اس کے ہمراہیوں کو ہماری اطاعت پر مجبور کرو' وہ بیعت کر لیں تو صلح نامہ لکھ کر میرے پاس بھیج دو ورنہ بصورتِ انکار جنگ کرو''۔ پھر شمر سے مخاطب ہو کر بولا ''عمر بن سعد اگر ہمارے اس حکم کی تعمیل پر مستعد ہو تو فبہا تم اسؓ کی اطاعت کرنا ورنہ وہ معزول اور تم اس پر اور کل لشکر پر امیر ہو' اس کے ساتھ ہی اس کا سر کاٹ کر میرے پاس بھیج دینا''۔

مضمونِ خط جو ابنِ زیاد نے عمر بن سعد کو لکھا تھا یہ تھا: ''اما بعد! میں نے تم کو حسینؓ کی طرف اس غرض سے نہیں بھیجا تھا کہ تم اس سے لیت و لعل میں وقت برباد کرو اور اس کی سفارش مجھ سے کرو۔ میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ اگر حسینؓ اور ان کے ہمراہی میرے حکم کی اطاعت کریں تو صلح نامہ لکھ کر میرے پاس ان کو بھیج دو اور اگر انکار کریں تو حملہ کر دو یہاں تک کہ ان کو قتل کر کے مثلہ کر ڈالو کیونکہ وہ اس کے مستحق ہیں اور بعد قتل حسینؓ کے جسم و سینہ کو گھوڑوں کے سموں سے پامال کرانا' وہ بڑا ظالم' جفا کار' خود سر' نافرمان ہے پس اگر تم ہمارے حکم کی تعمیل کرو گے تو تم کو تابعداروں و فرمانبرداروں کی طرح صلہ دیا جائے گا اور اگر کچھ بھی خلاف ورزی کا قصد ہو تو ہم تم کو معزول کرتے ہیں اور بجائے تمہارے شمر کو لشکر کی سرداری دیتے ہیں۔ والسلام''۔

ابنِ زیاد کی امان قبول کرنے سے انکار: یہ خط لکھتے وقت اتفاق سے عبداللہ بن ابی المحل بن حزام بیٹھے ہوئے تھے ان کی پھوپھی ام البنین بنت حزام امیر المومنین علیؓ کے عقد میں تھیں جن سے عباس و عبداللہ و جعفر و عثمان پیدا ہوئے تھے۔ ابنِ زیاد سے کہا کہ ہمارے بھانجوں کے لئے امان نامہ لکھ دو' چنانچہ ابنِ زیاد نے لکھ دیا کہ جس کو عبداللہ بن ابی المحل نے اپنے ایک غلام کی معرفت بھیج دیا۔ عباس و عبداللہ وغیرہ پسران امیر المومنین علیؓ نے کہا ہم کو تمہاری امان کی ضرورت نہیں ہے ابن سمیہ کی امان سے اللہ تعالیٰ کی امان بہتر ہے۔ تھوڑی دیر بعد شمر پہنچا' ابنِ زیاد کا خط دیکھ کر ابنِ سعد نے کہا ''افسوس! میں تو یہ سمجھا تھا کہ میری درخواست قبول کر لی گئی اور تو صلح کرنے کی اجازت لے کر آیا ہے''۔ شمر بولا' یہ تمہاری سمجھ کی غلطی ہے اب بتلاؤ اور کیا کرو گے؟'' جواب دیا ''مجبوراً تعمیل کروں گا''۔ ۹ محرم یوم پنجشنبہ کو شمر اپنے لشکر سے نکل کر امام حسینؓ کے خیمہ کی طرف آیا' عباس اور اس کے بھائیوں کو بلا کر کہا ''اے میرے ہمشیر زادو! میں تم کو امان دیتا ہوں''۔ ان لوگوں نے جواب دیا ''اللہ کی مار تجھ پر اور تیری امان پر' تو ہم کو تو امان دیتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے کو امان نہیں دیتا''۔ شمر یہ جواب سن کر اپنا سا منہ لے کر رہ گیا۔

ایک رات کی مہلت: عصر کے وقت عمر بن سعد اپنے ہمراہیوں کے ساتھ سوار ہو کر امام حسینؓ کی طرف چلا' آپ اس وقت اپنے خیمے کے روبرو تلوار کی ٹیک لگائے ہوئے بیٹھے تھے۔ عباس بن علیؓ نے عمر بن سعد کو آتے دیکھ کر کہا ''بھائی اٹھو مخالفین آ پہنچے'' آپ نے فرمایا ''چلو! ہم بھی سوار ہو کر چلتے ہیں'' عباس بن علیؓ نے کہا ''نہیں میں ہی جاؤں گا''۔ امام حسینؓ

نے اس رائے کو پسند فرما کر ارشاد کیا ''بہتر ہے تم ہی جاؤ دریافت کرو کیوں آئے ہیں' غرض کیا ہے؟'' غرض عباس بیس آدمیوں کے ساتھ سوار ہو کر تشریف لے گئے' آنے کی وجہ دریافت کی' عمر بن سعد نے لفظ بہ لفظ ابنِ زیاد کے خط کا مضمون بتلا دیا۔ عباس نے کہا ''ٹھہرو عجلت نہ کرو' ابو عبداللہ حسینؓ کو اس خبر کی اطلاع کرتا ہوں''۔ یہ کہہ کر عباس لوٹ کر امام حسینؓ کی خدمت میں آئے اور ان کے ہمراہی عمر بن سعد کے مقابلے پر کھڑے ہوئے' اللہ جل شانہ کا ذکر کرتے رہے۔ امام حسینؓ نے عباس سے کہا ''ابنِ سعد سے جا کر کہہ دو کہ ہم کو شب بھر کی مہلت دے تا کہ ہم استغفار و دعا کر لیں۔ اپنے رب کی نمازیں پڑھ لیں اور تلاوت کر لیں صبح کو وہ ہو گا جو ہونے والا ہے''۔ عباس نے واپس ہو کر ابنِ سعد سے کہا ''اس وقت تو تم لوگ واپس چلے جاؤ' صبح تک کی ہم کو مہلت دو انشاء اللہ تعالیٰ کل جو مناسب ہو گا کیا جائے گا۔ اطاعت کریں گے یا لڑیں گے''۔ عمر بن سعد نے شمر سے مشورہ کیا۔ شمر بولا ''تم امیر ہو جو چاہو سو کرو''۔ عمر بن الحجاج زبیدی نے قطع کلام کر کے کہا ''سبحان اللہ! اگر حسینؓ اہل دیلم سے ہوتے اور یہ درخواست پیش کرتے تو بھی تم کو قبول کرنا ضروری تھا''۔ قیس بن اشعث ابنِ قیس بولا ''منظور کر لو لیکن اپنی قسم وہ صبح کو تم سے ضرور لڑیں گے'' عمر بن سعد نے جھلا کر کہا ''اگر ہمیں یہ یقین ہو جاتا تو بھی ہم یہ وقت ٹال جاتے''۔ اس کے ہمراہی یہ سن کر خاموش ہو رہے اور عمر بن سعد واپس ہو کر اپنے لشکر گاہ میں چلا آیا۔

حضرت امام حسینؓ کا ہمراہیوں سے خطاب: اس کے بعد امام حسینؓ نے اپنے ہمراہیوں کو جمع کر کے خطبہ دیا جس کا مضمون یہ تھا ''میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتا ہوں اور اس کی تعریف ظاہر و پوشیدہ کرتا ہوں اے اللہ! میں تیری تعریف کرتا ہوں کہ تو نے ہمارے جد کو نبوت سے سرفراز فرمایا اور ہم کو گوش و چشم قلوب عنایت کئے اور قرآن کی تعلیم اور دین کی سمجھ دی۔ پس ہم تیرا شکر یہ ادا کرتے ہیں' امابعد! میں اپنے ہمراہیوں سے زیادہ کسی کو باوفا سمجھتا ہوں اور نہ ان سے کسی کو بہتر جانتا ہوں اور نہ میرے اہل بیت سے کوئی زیادہ نیک اور نہ ان سے زیادہ کوئی شخص رشتہ کا لحاظ رکھنے والا ہے' پس تم سب کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے' آگاہ ہو جاؤ۔ مجھے یقین ہو گیا ہے کہ کل یہ دشمن مجھ سے ضرور لڑیں گے۔ میں تم کو خوشی سے اجازت دیتا ہوں کہ جس کا جس طرف جی چاہے چلا جائے۔ میرا کچھ حق اس پر نہیں ہے لیکن مناسب ہے کہ تم میں سے ہر شخص میرے اہل بیت میں سے ایک ایک کو اپنے ہمراہ لے لے' تم سب کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا کرے گا اور اپنے اپنے شہروں اور ملکوں کی طرف متفرق و منتشر ہو کر چلے جاؤ' شاید اللہ تعالیٰ تم کو اس تکلیف سے بچا لے کیونکہ شامی میرے خون کے پیاسے ہیں اگر مجھے پا جائیں گے تو دوسروں کی جستجو نہ کریں گے''۔

ہمراہیوں کی ثابت قدمی: اس فقرہ کا تمام ہونا تھا کہ سب کے سب چلا اٹھے آپ کے بھائی اور لڑکوں اور بھتیجوں اور عبداللہ بن جعفر کے لڑکوں نے رو کر کہا ''ہم ایسا نہیں کر سکتے کہ آپ کے بعد ہم باقی رہ جائیں' اللہ تعالیٰ کبھی ہم کو یہ دن نہ دکھائے''۔ امام حسینؓ نے فرمایا ''اے بنی عقیل! بس بس! مسلم کی شہادت کافی ہے' تم لوگ جاؤ میں نے تم کو خوشی سے اجازت دی''۔ بنی عقیل بولے ''آپ سے علیحدہ ہو کر خلائق سے ہم کیا کہیں گے کہ ہم اپنے شیخ اپنے سردار اپنے بہترین چچا کے لڑکے کو دشمنوں کے قبضہ میں چھوڑ آئے اور ان کے ساتھ ایک تیر بھی نہ پھینکا اور نہ ان کے ساتھ ایک نیزہ مارا اور نہ ان کے

ساتھ تلوار چلائی' واللہ ہم یہ نہیں جانتے کہ وہ کیا کریں گے' اللہ کی قسم! ہم ایسا نہ کریں گے اور نہ آپ کو تنہا چھوڑ کر جائیں گے بلکہ ہم اپنے کو اور اپنے مال کو اور اپنے اہل کو آپ پر فدا کر دیں گے اور آپ کے ساتھ ہو کر لڑیں گے اور آپ جہاں جائیں گے ہم بھی وہیں جائیں گے' اللہ تعالیٰ اس عیش کو نہ دکھائے جو تمہارے بعد ہم کو ملے''۔ مسلم بن عوسجہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا ''کیا آپ کو تنہا چھوڑ کر ہم چلے جائیں؟ حالانکہ ہم سے آپ کے حق ادا نہیں ہوئے' اللہ کی قسم! ہم آپ کو اس وقت تک نہیں چھوڑ سکتے جب تک آپ کے دشمنوں کے سینوں میں اپنے تیز نیزوں کی نوک نہ چبھولیں گے' اپنی تلواروں سے جب تک وہ ہمارے قبضہ میں ہیں ان کی گردنوں کو تن ناپاک سے نہ جدا کر لیں گے۔ اللہ کی قسم! اگر میرے پاس کوئی آلۂ حرب نہ ہوتا تو ان کو میں آپ کی حمایت میں پتھروں سے مارتا یہاں تک کہ میں اپنے کو آپ پر فدا کر دیتا''۔ مسلم بن عوسجہ کی اس پرجوش تقریر سے سب کے دل بھر آئے اور بالاتفاق یہی کہنے لگے آپ نے ان لوگوں کو دعائیں دے کر رخصت کیا۔ خیمہ میں تشریف لے گئے۔

حضرت زینب کو دلاسہ: شام کا وقت تھا' طبیعت بھری ہوئی تھی' دردناک اشعار پڑھنے لگے' آپ کی بہن زینب کے کان تک آواز پہنچی' صبر نہ ہو سکا گھبرا کر یہ کہتی ہوئی دوڑ پڑیں ''ہائے افسوس! کاش آج کی زندگی کو میری موت فنا کر دیتی۔ میری ماں فاطمہؓ مر گئیں' میرے باپ علیؓ مجھ سے جدا ہو گئے' میرا بھائی حسنؓ جاتا رہا' اے خلیفہ ماضی اے سرپرست باقی!'' آپ نے فرمایا ''بہن کیا کہہ رہی ہو تمہارے صبر وتحمل کو کیا ہو گیا ہے؟ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اس کے حکم پر صابر وشاکر رہو اور یہ جان رکھو کہ کل رہنے والے زمین کے مر جائیں گے اور سب ہی اس کے آسمان والے بھی باقی نہ رہیں گے اور بے شک سوائے اللہ تعالیٰ کے کل شے فنا ہونے والی ہے' میرا باپ مجھ سے بہتر تھا' میری ماں مجھ سے افضل تھیں' میرا بھائی مجھ سے زیادہ نیکوکار تھا' مجھ کو اور ان کو اور کل مسلمانوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنی ہے' وہ بھی اس دنیا سے اٹھ گئے تو ہم کس شمار وحساب میں ہیں' اے میری بہن میں تم کو قسم دلاتا ہوں کہ کل اگر میں مارا جاؤں تو جامہ دری نہ کرنا' رونا پیٹنا نہیں' بین نہ کرنا' نوحہ نہ پڑھنا' اے میری بہن! میں تم کو قسم دلاتا ہوں کہ یہی دن سب کو پیش آنے والا ہے' صبر کرنا صبر' صبر کا اجر اللہ تعالیٰ دے گا''۔ زینب یہ سن کر خاموش ہو گئیں' آپ باہر تشریف لائے اور ہمراہیوں کو بلا کر فرمایا ''خیموں کو ایک دوسرے کے قریب کر دو اور رسیاں ایک کی دوسرے سے ملا دو اور ان کے دائیں بائیں خندق کھود کر آگ روشن کرو اور کل جب لوگ حملہ آور ہوں تو خیموں کے روبرو ہو کر لڑنا'' ہمراہیوں نے نہایت تیزی ومستعدی سے اس حکم کی تعمیل کی' اس اثناء میں رات ہو گئی' تمام شب آپ اور آپ کے ہمراہی نماز واستغفار پڑھتے' دعائیں والحاح وزاری کرتے رہے' صبح ہوئی آپ نے اپنے ہمراہیوں کے ساتھ نماز ادا کی اور ابن سعد اپنے لشکریوں کے ساتھ نماز صبح پڑھ کر سوار ہوا' یہ دن شنبہ یا جمعہ کا تھا اور محرم ۶۱ھ کی ۱۰ تاریخ تھی۔

حسینی لشکر کی ترتیب: آپ کے ہمراہ بتیس سوار اور چالیس پیادہ تھے۔ زہیر بن القین کو میمنہ پر اور حبیب بن مطہر کو میسرہ پر مامور فرمایا اور علم اپنے بھائی عباس کو دیا۔ خیموں کو پشت پر رکھا اور ان کے اردگرد رات ہی سے خندق کھود کر آگ روشن کر رکھی تھی گویا یہ آپ کے لشکر کا ساقہ تھا عمر بن سعد نے اپنے لشکر کے ہر ہر حصہ اور قبیلہ پر جدا جدا افسر مقرر کئے اور پھر

ان پر ایک بڑا سردار بطور ذمہ دار کے مقرر کیا' چنانچہ اس نے مدینہ پر عبداللہ بن زہیر ازدی کو' ربیعہ وکندہ پر قیس بن اشعث بن قیس کو' مذحج واسد پر عبدالرحمٰن بن سبرہ جعفی کو' تمیم وہمدان پر حر بن یزید ریاحی کو مقرر کیا۔ پس ان سب نے قتل حسین پر کمر باندھ لی مگر حر بن یزید ریاحی وقت جنگ امام حسین کی طرف مائل ہو گئے اور ان ہی کے ساتھ شہید ہوئے۔ ان کے لشکر کا میمنہ عمرو بن حجاج زبیدی کی ماتحتی میں تھا اور میسرہ پر شمر بن ذی الجوشن' سواروں پر عروہ بن قیس احمسی' پیادوں پر شبث بن ربعی یربوعی تمیمی اور علم اس کے غلام ورید اکے ہاتھ میں تھا۔

تاریخی خطبہ: امام حسین نے عمر بن سعد اور اس کے ہمراہیوں کو مستعد بجنگ دیکھ کر قطع حجت کرنے کی غرض سے اپنی اونٹنی منگوائی' سوار ہو دو چار آدمیوں کو اپنے ہمراہیوں میں سے لے کر لشکر اعداء کی طرف تشریف لے گئے اور ایسی آواز بلند سے ان کو مخاطب کیا جس کو سب سن رہے تھے:

((ایھا الناس اسمعوا قولی و لا تعجلونی حتی اعظھم بما یحب لکم علی وحتی اعتذرا الیکم من مقدمی علیکم فان قبلتم عذری و صدقتم قولی انصفتمونی کنتم بذلک اسعد و لم یکن لکم علی سبیل و ان لم تقبلوا منی العذر فاجمعوا امر کم و شرکاء کم ثم لا یکن امر کم علیکم غمة ثم اقضوا الی و لا تنظرون ان ولی اللّٰہ الذی انزل الکتاب و ھو یتولی الصالحین))

''اے لوگو! تم میری بات سنو' عجلت نہ کرو تا آنکہ جہاں تک مجھ پر واجب ہے' میں تم کو سمجھا نہ لوں اور میں اپنے آنے کا سبب تم سے نہ بیان کر لوں' پس اگر تم میرے عذر کو قبول کر لو گے اور میری بات کی تصدیق کرو گے اور حق پسندی کرو گے تو تمہاری اس میں سعادت مندی ہے اور تمہارا اس میں کوئی ہرج نہ ہو گا اور اگر تم میرا عذر قبول کرنا نہیں چاہتے تو تم لوگ جمع ہو اور اپنے شرکاء کو یک جا کرو تا کہ تم پر کوئی امر مشتبہ نہ رہے۔ اس کے بعد میرے سامنے آؤ اور بے رو رعایت دیکھو' بے شک میرا ولی اللہ ہے' جس نے کتاب اتاری ہے اور صالحین کا ولی ہے''۔

آپ کی بہن یہ آواز سن کر رو اٹھیں آپ نے اپنے بھائی عباس اور لڑکے علی کو ان کو چپ کرانے کو بھیجا۔ جب وہ لوگ خاموش ہو گئیں تو آپ نے حمد وثناء کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا بعد ازاں پھر ان کو مخاطب کر کے ارشاد کیا:

((اما بعد فانسبونی فانظروا من انا ثم راجعوا انفسکم فعاتبوھا و انظروا ھل یصلح ویحل لکم قتلی و انھتاک حرمتی الست ابن بنت نبیکم و ابن وصیه و ابن عمه و اولی المؤمنین باللّٰہ و المصدق لرسوله اولیس حمزة سید الشھداء عم ابی اولیس جعفر الشھید الطیار فی الجنة عمی اولم یبلغکم قول مستفیض ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم قال و اخی انتما سید اشباب اھل الجنة و قرة عین اھل السنة فان صدقتمونی بما اقول و ھوا الحق و اللّٰہ ما تعمدت کذبا مذ علمت ان اللّٰہ یمقت علیه و ان کذبتمونی فان فیکم من ان سالتموہ عن ذلک اخبر کم سلوا جابر عن عبداللّٰہ او ابا سعید او سھل بن سعد او زید بن ارقم او انسا یخبرو کم انھم سمعوہ من رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم امانی ھذا حاجز یحجز کم عن سفک دمی فان کنتم فی شک مما اقول او تشکون فی انی ابن بنت بنیکم فواللّٰہ ما بین المشرق و

المغرب ابن بنت نبی غیری منکم و لا من غیرکم اخبرونی اتطلبونی بقتیل منکم قتلته او بمال لکم استهلکته او بقصاص من جراحة))

''امابعد! تم میرے نسب پر غور کرو اور دیکھو کہ میں کون ہوں' پھر اپنی طبیعتوں کی طرف رجوع کرو اور اس کو جھڑکو اور غور کرو' کیا میرا قتل کرنا اور میری آبروریزی تمہیں روا اور جائز ہے؟ کیا میں تمہارے نبی کا نواسہ نہیں ہوں اور اس کے وصی کا بیٹا اور اس کے چچازاد بھائی اور افضل ترین مومنین باللہ و تصدیق کنندہ رسول کا بیٹا نہیں ہوں؟ کیا حمزہ سید الشہداء میرے باپ کے چچا نہ تھے؟ کیا جعفر الشہید جو جنت میں اڑ رہے ہیں۔ میرے چچا نہیں ہیں؟ کیا تم کو یہ خبر نہیں پہنچی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے اور میرے بھائی کے حق میں فرمایا ہے کہ تم دونوں سردار جوانان جنت ہو اور اہل سنت کی آنکھ کی ٹھنڈک ہو؟ پس جو میں نے تم سے کہا ہے اس کی تصدیق کرو اور یہی سچ ہے۔ بخدا میں نے جھوٹ کبھی نہیں بولا۔ جب سے مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوتا ہے اور اگر تم مجھے جھوٹا جانتے ہو تو تم میں ایسے لوگ موجود ہیں جن سے یہ دریافت کرو گے تو وہ تم کو اس سے آگاہ کریں گے جابر بن عبداللہ' ابوسعید' سہل بن سعد' زید بن ارقم اور انس سے دریافت کرو۔ وہ تم کو بتلائیں گے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے' کیا تم میں کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو تم کو میری خونریزی سے روکے پس اگر تم لوگ میرے کہنے پر مشکوک ہو یا میرے نواسہ رسول ہونے پر شک کرتے ہو تو واللہ مابین مشرق و مغرب میرے سوائے تمہارے نبی کا تم میں اور نہ کسی غیر میں کوئی نواسہ نہیں ہے اگر ہو تو بتلاؤ'' کیا میں نے تم میں سے کسی کو مار ڈالا ہے جس کا عوض مجھ سے طلب کرتے ہو یا کسی مال کو میں نے دبا لیا ہے جس کا معاوضہ مانگتے ہو یا کسی قسم کا قصاص مانگتے ہو''۔

کوفیوں سے اتمام حجت: یزید کے لشکریوں میں سے کسی نے ان کا کچھ جواب نہ دیا تو آپ نے شبث بن ربعی' حجاز بن الجبر' قیس بن الحرث کو نام بنام پکار کر فرمایا ((الم تکتبوا الی فی القدوم علیکم)) ''کیا تم لوگوں نے مجھے طلبی کا خط نہیں لکھا''۔ ان لوگوں نے لکھنے اور بلانے سے انکار کیا۔ آپ نے ارشاد کیا ((بلیٰ فعلتم ایها الناس اذکر هتمونی فدعونی انصرف الی مامنی من الارض)) ''بے شک تم نے یہ کیا ہے' اے لوگو! تم کو مجھ سے نفرت ہے تو مجھے چھوڑ دو' میں کسی محفوظ سرزمین کی طرف چلا جاؤں''۔ قیس بن الاشعث بولا ''تم اپنے چچا کے لڑکے (یعنی ابنِ زیاد) کے حکم کی اطاعت کیوں نہیں کرتے وہ تمہاری برائی کا خواہاں نہ ہوگا''۔ آپ نے جواب دیا ''کیا تیرا یہ مقصد ہے کہ بنی ہاشم تجھ سے مسلم بن عقیل کے سوا اوروں کا بھی خون بہا طلب کریں' اللہ کی قسم! میں ذلیل و خوار ہو کر تمہارا مطیع نہ ہوں گا اور نہ میں غلاموں کی طرح مجبور ہو کر اس کی امارت کا اقرار کروں گا۔ اے اللہ کے بندو! میں اپنے اور تمہارے رب سے امان کا خواستگار ہوتا ہوں اور ہر متکبر اور اس شخص سے جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتا ہوں''۔ اس قدر فرما کر آپ نے اونٹنی بٹھلا دی اور اتر پڑے۔

زہیر اور شمر میں تلخ کلامی: زہیر بن القین میان صف میں کھڑے ہوئے تھے' گھوڑے کو مہمیز کیا' باہر آئے اور ان لوگوں کو مخاطب کر کے کہا ''اے اہل کوفہ! مسلمانوں پر مسلمانوں کا یہ حق ہے کہ ایک دوسرے کو نصیحت کریں' اس وقت تک ہم

اور تم بھائی بھائی ہیں اور ایک ہی دین پر ہیں جب تک ہمارے اور تمہارے درمیان جنگ نہ ہو پس جبکہ ہم میں اور تم میں لڑائی چھڑ جائے گی تو عصمت اٹھ جائے گی ہم اور تم ایک ہی گروہ میں ہیں ہمیں اور تمہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذریت پر امتحان و آزمائش کی غرض سے مبتلا کیا ہے۔ ہم تم کو ان (حسینؓ) کی مدد اور گمراہ ابن گمراہ عبیداللہ بن زیاد کے ذلیل کرنے کو بلاتے ہیں۔ بے شک تم اس سے سوائے بدی کے اور کچھ نہ دیکھو گے وہ تمہارے ہاتھوں کو کاٹے گا تمہارا مثلہ کرے گا تمہارے معزز اور ممتاز سرداروں حجر بن عدی اور اس کے ہمراہی اور ہانی بن عروہ جیسے کو قتل کر ڈالے گا''۔

کوفیوں نے زہیر کو گالیاں دیں اور ابنِ زیاد کی ثناء وصفت کر کے کہا'' واللہ! جب تک ہم تجھ سے اور تیرے دوست (یعنی امام حسینؓ) اور اس کے ہمراہیوں سے نہ لڑیں گے یا اس کو گرفتار کر کے اپنے امیر عبیداللہ بن زیاد کے پاس نہ لے جائیں گے اس وقت تک ہم یہاں سے نہ ٹلیں گے''۔ زہیر نے کہا'' اے اللہ کے بندو! ابن سمیہ کی نسبت ابنِ فاطمہؓ امداد و محبت کا زیادہ مستحق ہے پس اگر تم اس کی مدد نہیں کر سکتے ہو تو اس کے ابنِ عم یزید بن معاویہؓ کے پاس بھیج دو۔ اللہ کی قسم! بغیر قتل حسینؓ کے بھی یزید تمہاری اطاعت سے راضی ہو جائے گا''۔ شمر بن ذی الجوشن نے تیر مار کر کہا'' اللہ تیرا منہ بند کرے تو نے بک بک کر کے دماغ پریشان کر دیا ہے''۔

زہیر: '' اے کمینہ بدخصال! تو وحشی جانور ہے میں تجھ سے خطاب نہیں کرتا اللہ کی قسم! تجھ کو کتاب اللہ سے کچھ تعلق نہیں ہے۔ میں تجھے قیامت کی رسوائی اور عذاب الٰہی کی بشارت دیتا ہوں''۔

شمر: '' اللہ تعالیٰ تجھے اور تیرے دوست کو عنقریب شربت مرگ پلائے گا''۔

زہیر: '' کیا تو ہم کو موت سے ڈراتا ہے اللہ کی قسم! تیرے ساتھ کی حیات ابدی سے حسینؓ کے ساتھ مر جانا بہتر ہے''۔ یہ کہہ کر زہیر تھوڑی دیر تک خاموش رہے پھر بلند آواز سے کہا'' اے اللہ کے بندو! تم اس کمینہ بے دین کے دھوکے میں نہ آ جانا قسم ہے اللہ تعالیٰ کی! اس گروہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب نہ ہو گی جو آپ کے اہلِ بیت کا خون بہائے گا اور ان کے اعوان وانصار کو قتل کرے گا'' زہیر کچھ اور بھی کہنے کو تھے کہ امام حسینؓ نے واپس بلا لیا۔

حُر بن یزید کی علیحدگی: جس وقت عمر بن سعد نے امام حسینؓ پر حملہ کرنے کا قصد کیا حُر بن یزید اس کے پاس آئے۔ اس نے دریافت کیا'' اللہ تیرا بھلا کرے کیا تو حسینؓ سے لڑنے کو جاتا ہے؟'' حُر نے جواب دیا'' اے واللہ! اس کی لڑائی سے یہ آسان ہے کہ لوگوں کے سر کٹ کٹ کر گریں اور ہاتھ شل ہو جائیں تم مجھ کو یہ تو بتاؤ کہ اس نے درخواستیں پیش کی تھیں ان میں سے کس کو منظور کیا اور اس کے منظور کرنے میں تمہیں کیا عذر ہے؟''۔ عمر بن سعد نے کہا'' اللہ کی قسم! اگر میرے اختیار میں کچھ ہوتا تو میں اس کو منظور کر لیتا لیکن تمہارا امیر حسینؓ کی ہر درخواست کو قبول کرنے سے انکار کرتا ہے''۔ حُر یہ سن کر آہستہ آہستہ امام حسینؓ کی طرف چلے ایک شخص نے ان ہی کے قبیلہ میں سے جس کا نام مہاجر بن اوس تھا۔ چلا کر کہا'' واللہ! مجھے تمہارا کام مشتبہ معلوم ہوتا ہے تم کو میں نے کسی لڑائی میں اس طرح لرزاں چلتے ہوئے نہیں دیکھا اگر کوئی شخص اہل کوفہ میں سے یہ فقرے تمہاری نسبت کہتا تو میں اس سے لڑ مرتا''۔ حُر نے جواب دیا'' میں اپنے کو جنت و دوزخ کے لئے تول رہا ہوں

اور حق یہ ہے کہ میں جنت کے مقابلے میں کسی چیز کو نہیں سمجھتا۔ چاہے کوئی مجھے مار ڈالے یا جلا دے''۔ یہ کہہ کر گھوڑے کو ایک ایڑ لگائی اور چشم زدن میں امام حسینؓ کی خدمت میں پہنچ گئے۔ عرض کیا ''اے ابنِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر فدا کرے، میں وہی ہوں جس نے تم کو واپس ہونے سے روکا تھا اور جو تم کو ایرا پھیر کر اس راہ پر لایا تھا اور جس نے شامتِ اعمال سے تم کو اس مقام پر لا کر ٹھہرایا تھا' اللہ کی قسم! مجھے یہ امید نہ تھی کہ یہ لوگ آپ کے ساتھ یہ برتاؤ کریں گے اور آپ کی ایک بات بھی نہ سنیں گے میں نے یہ رنگ دیکھ کر اپنے جی میں کہا' چونکہ بعض باتوں میں ان کی میں اعانت کر چکا ہوں وہ مجھے آپ کی طرف جاتے ہوئے دیکھ کر اپنا مخالف نہ سمجھیں گے' پس اگر اب بعض امر میں ان کے خلاف عمل کروں تو کوئی ہرج نہیں ہے۔ واللہ! اگر مجھے یہ یقین ہوتا کہ آپ سے وہ نہ لڑیں گے تو میں ہرگز آپ کی خدمت میں حاضر نہ ہوتا' جو لغزش مجھ سے ہو چکی ہے اس سے تائب ہو کر میں آپ کی خدمت میں آیا ہوں تاکہ آپ کی اعانت کروں' یہاں تک کہ آپ کے روبرو میں جاں بحقِ تسلیم کروں' کیا آپ کے نزدیک میری یہ توبہ مقبول ہوگی؟'' آپ نے فرمایا ''ہاں! اللہ تعالیٰ یہ توبہ قبول فرمائے گا اور تمہاری لغزشوں سے درگزر کرے گا''۔

حُر کا شامی لشکر سے خطاب: حُر نے یہ سن کر اپنے ہمراہیوں سے مخاطب ہو کر کہا ''اے لوگو! تم لوگ حسینؓ کی ان درخواستوں کو جن کو وہ پیش کرتے ہیں کیوں نہیں قبول کرتے' اللہ تعالیٰ تم کو دارین میں فلاح عنایت کرے گا اور تم کو ان کی لڑائی اور قتل سے نجات دے گا''۔ عمر بن سعد بولا ''میں خود اس امر کا خواہاں تھا لیکن کیا کروں مجبور ہوں''۔ اس کے بعد حُر نے لشکریوں کو مخاطب کیا اور کہا ''اے اہل کوفہ! بڑے افسوس کی بات ہے کہ تم نے خود ان کو بلایا جب وہ تمہارے پاس اس غرض سے آئے کہ تم ان کی اعانت کرو اور ان کے ہمراہ ہو کر لڑو تو تم ان کے قتل پر کمر بستہ ہو گئے' اس پر طرہ یہ ہے کہ تم نے اس غریب کو اس طرح پر روک رکھا ہے کہ کہیں وہ جا نہیں سکتے' بڑے افسوس کا مقام ہے کہ تم نے ان کو قیدیوں کی طرح گرفتار کر لیا ہے کسی ملجا و مامن کی طرف جانے نہیں دیتے نہ وہ کوئی نفع حاصل کر سکتے ہیں اور نہ کسی مضرت کے دفع کرنے پر قادر ہیں' تم نے ان کو آبِ فرات سے بھی روک دیا ہے جس سے یہودی نصرانی اور مجوسی بھی سیراب ہوتے ہیں' کتے' سور اور کل چرند و پرند اس کو پیتے ہیں' کیا وہ (حسینؓ) اس قابل بھی نہیں ہیں؟ وہ اور ان کے ہمراہ شدت تشنگی سے بے ہوش ہو رہے ہیں' تم لوگوں نے کیا اچھا برتاؤ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان کے اہل بیت کے ساتھ کیا' اگر تم لوگ اپنے اس فعل سے توبہ نہ کرو گے اور محافظین کو دریائے فرات سے نہ ہٹا لو گے تو اس روز جب کہ شدت تشنگی سے لوگ بے چین ہوں گے اللہ تعالیٰ تم کو بھی سیراب نہ کرے گا''۔ لشکریوں نے جواب دینے کے بجائے حُر پر تیر برسائے وہ مجبور ہو کر لوٹے' امام حسینؓ کے روبرو آ کر کھڑے ہو گئے۔

آغاز جنگ: اس کے بعد عمر بن سعد بڑھا' کمان سے تیر جوڑ کر امام حسینؓ کی طرف مار کر بولا ''لوگو! گواہ رہنا سب سے پہلے میں نے ہی تیر چلایا ہے' یہ سن کر لشکریوں نے بھی ایک باڑھ تیر کا چلایا' پھر لشکر شام سے یسار (زیاد کا غلام) اور سالم (عبید اللہ کا غلام) نکل کر میدان میں آئے۔ مقابلے کے لئے للکار کر لڑنے والے کو طلب کیا' امام حسینؓ کی طرف سے عبداللہ

بن عمیر کلبی میدانِ جنگ میں آئے۔ (یہ کوفے سے مع اپنی بیوی کے آپ کی خدمت میں آئے تھے) یسار و سالم نے نام و نسب دریافت کیا۔ عبداللہ نے بتلایا۔ یسار و سالم بولے "ہم تم کو نہیں جانتے ہمارے مقابلے پر زہیر بن القین یا حبیب بن مطہر اور بریر بن خضیر جیسے لوگوں کو آنا چاہئے"۔ عبداللہ نے ترش رو ہو کر یسار سے کہا "اے حرامی بچے! تیرے مقابلے پر وہ لوگ آئیں گے؟ تو اس قابل نہیں ہے کہ تو ان کی تیز تیغ سے ہلاک کیا جائے' تیری روح و تن کے فیصلہ کرنے کو میری تلوار کافی ہے"۔ یسار یہ سن کر حملے کی نیت سے آگے بڑھا۔ عبداللہ نے وار خالی دے کر تلوار چلائی' تھوڑی دیر تک فریقین نے ایک دوسرے پر وار چلائے' سالم اپنے ہمراہی کو کمزور دیکھ کر عبداللہ کی طرف جھپٹا' عبداللہ نہایت تیزی سے یسار کا کام تمام کر کے سالم کی طرف مڑے' سالم نے وار پر وار کرنے شروع کر دیئے۔ عبداللہ روکتے اور حملہ کا جواب بھی دیتے جاتے تھے' بالآخر عبداللہ کے بائیں ہاتھ کی انگلیاں کٹ گئیں اور پھر انہوں نے لپک کر ایسا وار کیا کہ سالم بھی اسی جگہ پر ٹھنڈا ہو گیا۔

اُم وہب کا جذبۂ جان نثاری: ان کی بیوی ام وہب ایک لکڑی لے کر کہتی ہوئی دوڑیں "میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسوں کے لئے لڑتے لڑتے اپنے کو تصدق کر دو" عبداللہ نے میدانِ جنگ میں آنے سے روکا' ام وہب نے واپس جانے سے انکار کر کے کہا "میں تمہارا ساتھ جب تک زندہ ہوں نہیں چھوڑوں گی"۔ امام حسینؓ نے آواز بلند سے کہا "تم لوگوں نے اہل بیت رسالت کے ساتھ بہت بڑی بھلائی کی ہے اللہ تعالیٰ تم کو جزائے خیر دے گا۔ اے ام وہب! تجھ پر اللہ تعالیٰ رحم کرے لوٹ آ' عورتوں پر جہاد نہیں ہے"۔ ام وہب یہ سن کر واپس آئیں' عمرو بن الحجاج نے عمر بن سعد کے میمنہ کو للکار کر جنگ پر ابھارا۔ اہل میمنہ گھوڑوں پر سوار ہو کر نیزوں کو آڑے کر کے میدان کی طرف نکلے۔ امام حسینؓ کے ہمراہیوں نے تیر برسانے شروع کر دیئے' جس سے عمرو بن الحجاج اور اس کے ہمراہ آگے نہ بڑھ سکے' اکثر ان میں سے لقمۂ نہنگ اجل ہو گئے اور بہت سے زخمی ہو کر لوٹے۔

ابنِ حوزہ کا انجام: ایک شخص ابنِ حوزہ نامی اس گروہ سے نکل کر ((افیکم الحسین افیکم الحسین)) "کیا تم میں حسینؓ ہیں؟ کیا تم میں حسین ہیں"۔ کہتا ہوا آیا کسی نے کچھ جواب نہ دیا۔ تیسری بار لوگوں نے کہا ہاں آپ تشریف رکھتے ہیں! تو کیا کہنا چاہتا ہے؟ ابنِ حوزہ بولا "اے حسینؓ میں تم کو آتشِ دوزخ کی بشارت دیتا ہوں" (عیاذاً باللہ) آپ نے فرمایا "تو جھوٹا ہے میں اپنے رب کریم و رحیم کے پاس جاتا ہوں' تو کون ہے؟" جواب دیا میرا نام ابنِ حوزہ ہے آپ نے ہاتھ اٹھا کر جناب باری میں عرض کیا ((اللھم حزہ الی النار)) ابنِ حوزہ نے یہ سن کر طیش سے گھوڑے کو آگے بڑھایا اتفاق سے گھوڑا بدک کر بھاگا۔ ابنِ حوزہ سنبھل نہ سکا۔ ایک پاؤں رکاب سے نکل گیا اور دوسرا رکاب میں اٹکا رہ گیا۔ جوں جوں گھوڑا بھاگتا تھا اس کے سر کے پرخچے اڑتے جاتے تھے ایک ساعت میں لاش کا پتہ تک نہ چلا۔ مسروق بن وائل حضرمی جو اس کے ساتھ میدان میں آیا تھا یہ دیکھ کر کہتا ہوا لوٹا "میں اس خاندان سے نہ لڑوں گا ان کی بد دعا میں بہت بڑا اثر ہے"۔

ابنِ خضیر کی شہادت: یزید بن معقل حلیف عبدالقیس جوش مردانگی میں آ کر للکارتا ہوا میدان میں آیا اور بریر بن خضیر کو بلا کر کہا "دیکھا اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ کیا کیا؟" بریر نے جواب دیا "واللہ! اس نے میرے ساتھ بہت بڑی بھلائی کی ہے

اور تیرے ساتھ برائی''۔ یزید بولا ''تو جھوٹ کہتا ہے اس سے پیشتر تو جھوٹ نہ بولتا تھا۔ اللہ کی قسم! تو گمراہی میں پڑ گیا''۔ ابنِ خضیر نے کہا ''اگر تجھے اپنی سچائی کا دعویٰ ہے تو آ' ہم اور تو مقابلہ کریں اور اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کریں کہ ہم میں سے جھوٹے اور گمراہ پر اللہ تعالیٰ اپنی پھٹکار بھیجے''۔ یزید سے اس کا کچھ جواب نہ بن پڑا تلوار کھینچ کر دوڑا' فریقین میں کمال تیزی سے دو دو ہاتھ چل گئے۔ یزید بن معقل نے تلوار چھوڑ کر نیزے کا وار کیا بریر نے وار بچا کر تلوار چلائی جو خود پھاڑ کر سر میں تیر گئی۔ بریر تلوار کے نکالنے میں مصروف تھے کہ رضی بن منقذ عبدی نے لپک کر وار کیا۔ ابنِ خضیر لپٹ پڑے' تھوڑی دیر تک زور آزمائی ہوتی رہی بالآخر ابنِ خضیر نے رضی کو مار لیا' سینے پر چڑھ کر کمر سے خنجر نکالنے لگے' اس اثناء میں کعب بن جابر ازدی نے پہنچ کر ابنِ خضیر کی پشت پر نیزہ مارا' ابنِ خضیر زخم کے صدمے سے بے تاب ہو کر اٹھے' کعب نے نیزہ چھوڑ کر تلوار کا وار کیا جس سے ابنِ خضیر شہید ہو گئے اور رضی اپنی قبا جھاڑتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ واپسی کے بعد کعب کی بیوی نے ملامت کرتے ہوئے کہا ''تف ہو تجھ پر! تو ابن فاطمہؓ کے خلاف لڑنے کو آیا' پھر اس پر طرہ یہ ہوا کہ بریر سید القراء کو تو نے شہید کیا' جا تیرا رو سیاہ ہو! میں تجھ سے ہرگز نہ ملوں گی''۔

عمرو بن قرظہ کی شہادت: ابنِ خضیر کی شہادت کے بعد عمرو بن قرظہ انصاری میدانِ جنگ میں آئے اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ ان کا بھائی عمر بن سعد کے ہمراہ تھا اس نے آواز بلند کر کے کہا ''یا حسین کذاب ابنِ کذاب (عیاذاً باللہ) تو نے میرے بھائی کو گمراہ کیا اور اس درجہ اس کو تو نے گرویدہ کر لیا تھا کہ وہ مارا گیا'' آپ نے جواب دیا ''اللہ تعالیٰ نے اس کو گمراہ نہیں کیا بلکہ راہ راست کی راہنمائی کی ہاں تو البتہ گمراہ ہو گیا''۔ عمرو بن قرظہ کا بھائی یہ سن کر طیش میں آیا اور یہ کہتا ہوا کہ اللہ تعالیٰ مجھے مارے جو میں تجھے نہ ماروں یا تیرے پاس نہ مر جاؤں' آگے بڑھا' نافع بن ہلال مرادی نے لپک کر نیزہ چلایا جس سے وہ زخمی ہو کر گرا۔ نافع نے نیزہ چھوڑ کر تلوار کھینچی لیکن اس کے ہمراہی یورش کر کے اٹھا لے گئے اور وہ علاج معالجہ کر کے اچھا ہو گیا۔

شامی لشکر کی پست ہمتی: حُر بن یزید نے یہ حالت دیکھ کر امام حسینؓ سے اجازت طلب کی۔ میدانِ جنگ میں شیر غراں کی طرح ڈکارتے ہوئے پہنچے' ان کے مقابلے پر یزید بن سفیان آیا' حُر نے پہلے ہی وار میں اس کا وارا نیارا کر دیا' پھر نافع کے مقابلے پر مزاحم بن حُریث آیا' دو دو ہاتھ بھی نہ چلنے پائے تھے کہ نافع نے مزاحم کو بھی ڈھیر کر دیا۔ شامی فوجیں اپنے جوانمردوں کے پیہم مارے جانے سے سہم گئیں ہر شخص ان دونوں دلیروں کے مقابلے پر جانے سے جی چرا رہا تھا۔ عمرو بن حجاج نے چلا کر کہا ''اے لوگو! تمہارے مقابلے پر آدمی ہی ہیں یہ کچھ شیر نہیں ہیں کہ تم کو میدان جنگ میں جاتے ہی پھاڑ ڈالیں گے' بڑے افسوس کی بات ہے کہ تم لوگ باوجود اس کثرت کے ہمت ہارے جاتے ہو تمہارے مخالفین کی تعداد اس قدر کم ہے کہ اگر تم لوگ ان پر ایک ایک کنکریاں بھی پھینکو تو ان کے مر جانے کو کافی ہو' اے اہل کوفہ! اپنے امیر کی اطاعت کرو' جماعت سے علیحدہ نہ ہو۔ جو شخص دین سے باہر اور امام کے مخالف ہو گیا ہے اس کے قتل کرنے میں کچھ شک وشبہ نہ کرو۔ دیکھو ایک ایک لڑنے کو میدان میں نہ جاؤ' بلکہ سب کے سب جھرمٹ باندھ کر مجموعی قوت سے حملہ کرو''۔ عمر بن سعد نے اس رائے

کو پسند کیا اور فرداً فرداً نکل کر لڑنے سے منع کر دیا۔ امام حسینؓ بولے ''اے عمرو بن الحجاج کیا تو ہمارے خلاف لوگوں کو ابھارتا ہے؟ ہم دین سے باہر ہو گئے ہیں یا تو؟ اللہ کی قسم! اگر تمہاری روحیں قبض کر لی جائیں اور اسی حالت میں تم لوگ مرتے جاؤ تو معلوم ہو جائے گا کہ کون شخص دین سے باہر تھا''۔ عمرو بن الحجاج نے بجائے جواب دینے کے فرات کی جانب سے حملہ کر دیا۔

مسلم بن عوسجہ کی شہادت: مسلم بن عوسجہ سے لڑائی ہوتی رہی' آخر الامر یہ زخمی ہو کر گرے اور عمرو بن الحجاج اپنے لشکر میں لوٹ آیا امام حسینؓ مسلم کے پاس تشریف لائے' جس وقت وہ دم توڑ رہے تھے' فرمایا ''اے مسلم! اللہ تجھ پر رحم کرے جس کا وقت آ گیا ہے وہ تو جا رہا ہے اور جو باقی ہے وہ وقت کا انتظار کر رہا ہے' تم اندیشہ نہ کرو ہم بھی عنقریب تم سے آ کر ملا چاہتے ہیں' حبیب بن مطہر قریب گئے' ارشاد کیا ''میں اس زخمی کے جنتی ہونے کی بشارت دیتا ہوں''۔ مسلم نے یہ سن کر آنکھیں کھول دیں' حبیب بن مطہر بولے ''امام حسینؓ تمہارے جنتی ہونے کی بشارت دیتے ہیں''۔ مسلم نے مسکرا کر جواب دیا ''میں تم کو نیکی کی بشارت دیتا ہوں''۔ حبیب نے مسلم کا سر اٹھا کر اپنے زانو پر رکھ کر کہا ''اے بھائی اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ میں تمہارے بعد کچھ دنوں بھی زندہ رہوں گا تو تم سے میں وصیت کرنے کی خواہش کرتا لیکن میں یہ یقیناً جانتا ہوں کہ دو ہی چار ساعت کے بعد میں تم سے آ کر ملنے والا ہوں''۔ مسلم نے کہا ''تاہم میں تم کو ایسی وصیت کرتا ہوں جس کے تم سزاوار ہو اور وہ یہ ہے کہ تم امام حسینؓ کا ساتھ نہ چھوڑنا اور جب تک بقید حیات رہنا ان بدبختوں بے دینوں سے لڑتے رہنا''۔

حسینی لشکر پر تیروں کی بارش: مسلم تو اس قدر وصیت کر کے راہی ملک بقا ہو گئے اور شمر ذی الجوشن نے میسرہ کو لے کر حملہ کیا۔ امام حسینؓ اور آپ کے ہمراہی نہایت استقلال سے جی توڑ کر جواب دینے لگے۔ آپ کے ہمراہیوں میں اگرچہ صرف بتیس سوار تھے لیکن جس طرف رخ کرتے تھے صف کی صف الٹ جاتی تھی' لوگ تتر بتر ہو کر ادھر ادھر بھاگ کھڑے ہوتے تھے' سواران کوفہ مقابلہ پر جانے سے جی چراتے تھے۔ عزرہ بن قیس نے (جو سواران کوفہ کا سردار تھا) لڑائی کا عنوان بگڑتا ہوا دیکھ کر عمر بن سعد کے پاس کہلا بھیجا کہ ان معدودے چند نے سواران کوفہ کے چھکے چھڑا دیئے' اگر جنگ کا یہی عنوان رہا تو عنقریب یہ بھاگ کھڑے ہوں گے۔ مناسب ہے کہ تیر اندازوں اور پیادوں کے بڑھنے کا حکم دیجئے' عمر بن سعد نے شبث بن ربعی کو امام حسینؓ پر تیر باری کا حکم دیا۔ لیکن شبث نے اس سے انکار کیا۔ تب حصین بن نمیر کو بہ ہمراہی پانچ سو تیر اندازوں کے لشکر امام پر تیر باری کرنے کے لئے روانہ کیا' چنانچہ حصین بن نمیر قریب پہنچ کر تیر برسانے لگا۔ تھوڑی دیر میں آپ کے سواروں کے کل گھوڑے زخمی ہو کر نکمے ہو گئے' اس وقت کل ہمراہی پیادہ پا ہو کر لڑنے لگے۔ حُر کا گھوڑا بھی اس واقعے میں مر گیا۔ یہ بھی پیادہ لڑ رہے تھے۔

حسینی خیموں پر ناکام حملہ: دوپہر تک لڑائی نہایت تیزی اور سختی سے جاری تھی اور لشکر شام کثرت کے باوجود ان لوگوں کے حملوں کا جواب نہ دے سکتا تھا اور نہ ان کے قریب پہنچ کر حملہ آور ہو سکتا تھا۔ عمر بن سعد نے مجبور ہو کر چند لوگوں کو آپ کے خیموں کی طرف سے حملہ کرنے کو بھیجا۔ آپ کے ہمراہیوں میں سے صرف چار آدمی مخالفین کے روکنے پر مامور ہوئے جو دستہ فوج سواروں یا پیادوں کا لشکر شام سے نکل کر خیمے کی طرف بڑھتا دکھائی دیتا تھا' خیمہ تک پہنچنے کا کیا ذکر ہے' راستے ہی میں

ڈھیر ہو جاتا تھا۔ تب عمر بن سعد نے خیموں پر دور سے آگ برسانے کا حکم دیا۔ امام حسینؓ نے فرمایا ''تم لوگ مجھ سے لڑتے ہو تو مجھ سے لڑو خیموں میں عورتوں اور بچوں کے سوا کوئی مرد نہیں ہے وہ غریب نکل کر نہ بھاگ سکیں گی اور نہ ہم خیموں میں آتشزدگی کے باعث تم سے لڑ سکیں گے''۔ عمر بن سعد یہ سن کر خاموش ہو گیا۔ اس کے بعد شمر ذی الجوشن حملہ کر کے امام حسینؓ کے خیمے تک پہنچ کر کہنے لگے ''مجھے دوزخ ہی میں جلنا نصیب ہو' اگر میں اس خیمے کو نہ جلا دوں'' عورتیں چلا کر نکل آئیں' امام حسینؓ نے ڈانٹ کر کہا ''اللہ تعالیٰ تجھے جلائے تو میرے خیمے کو جلائے گا جس میں میرے اہل بیت ہیں''۔ شمر نے اس کا کچھ جواب نہ دیا حمید بن مسلم اور شبث بن ربعی نے بھی اس کو اس فعل شنیع سے روکنا چاہا لیکن وہ بدبختی کی وجہ سے نہیں مانتا تھا۔ برابر خیمے کی طرف آگ لگانے کی غرض سے بڑھا جاتا تھا' زہیر بن القین نے دس آدمیوں کے ہمراہیانِ امام سے علیحدہ ہو کر شمر اور اس کی رکاب کی فوج پر حملہ کر دیا' ابوعزہ ضبابی (جو اس کے ہمراہیوں میں سے تھا) اور بہت سے سپاہی مارے گئے' بالآخر مجبور ہو کر شمر ذی الجوشن کو واپس آنا پڑا۔

حبیب بن مطہر کی شہادت: چونکہ لشکر شام کی تعداد زیادہ تھی' کثرت کی وجہ سے دو' چار' پانچ' دس' بیس کا مارا جانا محسوس نہ ہوتا تھا اور امام حسینؓ کی طرف بوجہ قلت جماعت ایک دو آدمیوں کے بھی کام آ جانے کا احساس ہو جاتا تھا۔ لڑائی کی وہی گرم بازاری تھی کہ نماز کا وقت آ گیا' ابوثمامہ صائدی نے کہا ''میں آپ پر فدا ہو جاؤں' میں دیکھتا ہوں کہ یہ لوگ آپ سے زیادہ قریب ہو گئے ہیں' اللہ کی قسم آپ پر کوئی صدمہ نہ آنے پائے گا جب تک میں آپ کے قریب نہ مارا جاؤں گا۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ اپنے رب سے ہم اس وقت ملیں جب کہ ہم نماز پڑھ لیں''۔ آپ نے دعا دے کر ارشاد کیا ''ہاں یہ اول وقت نماز کا ہے (شمر و عمر کی طرف اشارہ کر کے) ان لوگوں سے کہو کہ تھوڑی دیر کے لئے جنگ کو ملتوی کر دیں تا کہ ہم نماز پڑھ لیں''۔ ابوثمامہ یا کسی اور ہمراہی نے یہ درخواست پیش کی' حصین بن نمیر بولا ''تمہاری نماز قبول نہ کی جائے گی''۔ حبیب بن مطہر نے جواب دیا ''کیوں سگِ دنیا! تیرا یہ خیال ہے کہ تیری نماز تو قبول ہو گی اور آل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبول نہیں ہو گی؟'' حصین بن نمیر نے طیش میں آ کر حبیب کی طرف گھوڑا بڑھایا۔ حبیب نے لپک کر تلوار چلائی' حصین کے گھوڑے کے منہ پر پڑی' گھوڑا الٹ گیا' حصین منہ کے بل زمین پر گر پڑا اس کے ہمراہیوں نے دوڑ کر اٹھا لیا' حبیب نہایت مردانگی اور دلیری سے لڑنے لگے بنی تمیم کے ایک شخص بدیل بن صریم نامی جنگجو کو قتل کیا' ایک دوسرے شخص نے پیچھے سے نیزہ چلایا۔ حبیب جونہی اس کی طرف متوجہ ہوئے حصین بن نمیر نے تلوار کا وار کیا جس سے حبیب تیورا کر گر پڑے' تمیمی نے اتر کر سر اتار لیا۔

حُر بن یزید کی شہادت: حبیب کے قتل ہونے سے امام حسین کو سخت صدمہ ہوا۔ بنفس نفیس میدان جنگ میں جانے کے لئے تیار ہوئے۔ حُر و زہیر نے بڑھ کر کہا ''ہم آپ پر سینہ سپر ہو کر فدا ہونے کو موجود ہیں' ہمارے ہوتے ہوئے آپ میدان جنگ میں نہ جائیے''۔ امام حسینؓ یہ سن کر رک گئے اور حُر و زہیر نے لشکر شام پر حملہ کر دیا۔ جب ایک شخص ان میں سے لڑتے لڑتے فریق مخالف میں چھپ جاتا تھا تو دوسرا اس سختی و تیزی سے حملہ کر دیتا تھا کہ اس کو مخالفین کے نرغے سے نکال لاتا تھا' تھوڑی دیر تک لڑائی کا عنوان اسی طرح پر رہا' بہت سے آدمیوں کا چشم زدن میں وارے نیارے ہو گئے۔ عمر بن سعد نے للکارا

قتل کر ڈالا۔

پیادوں نے چاروں طرف سے حُر بن ... کو گھیر کر شہید کیا اور ابو ثمامہ کے چچا زاد بھائی ... میں تھا قتل کر ڈالا۔ مخالفین

نافع بن ہلال کی شہادت: کے بعد امام حسینؓ مع بقیہ ہمراہیوں کے صف سے نکل کر لڑنے لگے، مخالفین

زہیر بن القین لڑتے لڑتے ... اپنی جان کی بازی ہار گئے اور آپ کے ہمراہی

چاروں طرف سے تیر باری کر رہے تھے۔ کثیر بن عبداللہ اور مہاجر بن اوس بچا کر دفعۃً تیر پر

بھڑتے بلا خیال پس و پیش لشکر شام سے چلے گئے۔ ... اپنا نام لکھے ہوا تھا،

ٹوٹ پڑے اور ان کو شہید کر ڈالا۔ نافع ہلالی جملی تیر کے پھلوں پر ... کر لا اور ہر ایک پر اپنا نام لکھے ہوا تھا، شمر ذی الجوشن

مجروحین کے سوا بارہ آدمیوں کو مارا، لڑتے لڑتے صدمہ زخم ان کو ٹوٹ گئے گرفتار کر لئے گئے شمر ذی الجوشن

پکڑ کر عمر بن سعد کے پاس لے گیا۔ منہ سے خون کے فوارے جاری تھے عمر بن سعد نے کہا۔ نافع بولے "میں نے

زخمیوں کے علاوہ تم میں سے بارہ آدمی قتل کیا ہے، اگر میرے بازو سلامت رہتے تو تم ہرگز گرفتار نہ کر سکتے" شمر نے

قتل کی غرض سے تلوار کھینچی، نافع نے کہا "اللہ کی قسم! اگر تو مسلمان ہوتا تو تجھ کو یہ شاق ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کے روبرو ہمارے خون

کے ساتھ جاتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے ہماری موت بدترین خلائق کے ہاتھ پر رکھی ہے"۔ یہ سن کر وہ جھلا اٹھا اور

ایک وار سے نافع کا کام تمام کر دیا۔

پسران عزوہ غفاری کی شہادت: اس کے بعد شمر نے امام حسینؓ کے ہمراہیوں پر حملہ کیا۔ جب ان لوگوں نے یہ دیکھا

کہ بوجہ کثرت نہ تو ان کے شر سے امامؑ کو بچا سکتے ہیں اور نہ اپنے کو تو آپس میں مشورہ کیا کہ امام حسین کے روبرو لڑ کر مر

جانا چاہئے۔ چنانچہ عبداللہ و عبدالرحمٰن پسران عزوہ غفاری آئے اجازت لے کر میدان جنگ میں گئے لڑے اور داد مردانگی پا

کر شہید ہو گئے۔

سیف و مالک کی شہادت: بعد ازاں سیف بن الحرث بن سریع اور مالک بن عبد بن سریع (یہ دونوں چچا زاد اور

اخیافی بھائی تھے) روتے ہوئے حاضر خدمت ہوئے، آپ نے فرمایا "تم کیوں روتے ہو؟ مجھے امید ہے کہ عنقریب تم

لوگوں کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی"۔ (یعنی سیدھے جنت میں چلے جاؤ گے) سیف و مالک نے عرض کیا "ہم اپنے لئے نہیں

روتے ہیں بلکہ ہم کو اس پر رونا آتا ہے کہ ہم اپنی جان دے کر بھی آپ کو نہیں بچا سکتے" آپ نے دعائیں دیں اور یہ دونوں

بھائی رخصت ہو کر شیر غراں کی طرح میدان جنگ میں ڈکارتے ہوئے جا پہنچے اور لشکر شام نے چاروں طرف سے گھیر کر

تھوڑی دیر میں شہید کر ڈالا۔ اس کے بعد حنظلہ بن اسعد شیبانی میان صف سے نکل کر امام حسینؓ کے روبرو آ کر کھڑے ہوئے

اور لشکر شام کو مخاطب کر کے بولے:

((یا قوم انی اخاف علیکم یوم الاحزاب مثل داب قوم نوح و عاد و ثمود الذین من بعدھم و

ما اللّٰہ یرید ظلماً للعباد. یا قوم انی اخاف علیکم یوم التناد یوم تولون مدبرین ما لکم من اللّٰہ

عاصم و من یضلل اللّٰہ فما لہ من ھاد یا قوم لا تقتلوا الحسین فیسحتکم اللّٰہ بعذاب و قد

خاب من افتریٰ))

پیادوں نے چاروں طرف سے حُر بن یزید کو گھیر کر شہید کیا اور ابو ثمامہ نے اپنے چچا زاد بھائی کو جو شامی لشکر میں تھا قتل کر ڈالا۔

نافع بن ہلال کی شہادت: اس کے بعد امام حسینؓ معہ اپنے ہمراہیوں کے صلوٰۃ خوف پڑھ کر لڑنے لگے۔ مخالفین چاروں طرف سے تیر باری کر رہے تھے اور آپ کے ہمراہی اپنی جان کی بازی لگا رہے تھے۔ زہیر بن القین لڑتے بھڑتے بلا خیال پس و پیش لشکر شام میں گھستے چلے گئے۔ کثیر بن اللہ شعبی اور مہاجر بن اوس آنکھیں بچا کر دفعۃً زہیر پر ٹوٹ پڑے اور ان کو شہید کر ڈالا۔ نافع بن ہلالی جملی تیر کے پھلوں پر بجھا کر لائے تھے اور ہر ایک پر اپنا نام لکھا ہوا تھا' مجروحین کے سوا بارہ آدمیوں کو مارا' بالآخر لڑتے لڑتے صدمۂ زخم سے ان کا بازو ٹوٹ گیا گرفتار کر لئے گئے شمر ذی الجوشن پکڑ کر عمر بن سعد کے پاس لے گیا۔ چہرے سے خون کے فوارے بہ رہے تھے عمر بن سعد دیکھ کر مسکرایا۔ نافع بول اٹھے ''میں نے زخمیوں کے علاوہ تم میں سے بارہ آدمیوں کو قتل کیا ہے' اگر میرے بازو سلامت رہتے تو تم مجھ کو ہرگز گرفتار نہ کر سکتے''۔ شمر نے قتل کی غرض سے تلوار کھینچی' نافع نے کہا ''اللہ کی قسم! اگر تو مسلمان ہوتا تو تجھ کو یہ شاق ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کے روبرو ہمارے خون کے ساتھ جاتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے ہماری موت بدترین خلائق کے ہاتھ پر لکھی ہے''۔ یہ سن کر وہ جھلا اٹھا اور ایک وار سے نافع کا کام تمام کر دیا۔

پسران عزوہ غفاری کی شہادت: اس کے بعد شمر نے امام حسینؓ کے ہمراہیوں پر حملہ کیا۔ جب ان لوگوں نے یہ دیکھا کہ بوجہ کثرت نہ تو ان کے شر سے امام حسینؓ کو بچا سکتے ہیں اور نہ اپنے کو تو آپس میں مشورہ کیا کہ امام حسین کے روبرو لڑ کر مر جانا چاہئے۔ چنانچہ عبداللہ و عبدالرحمٰن پسران عزوہ غفاری آپ سے اجازت لے کر میدان جنگ میں گئے لڑے اور داد مردانگی پا کر شہید ہو گئے۔

سیف و مالک کی شہادت: بعد ازاں سیف بن الحرث بن سریع اور مالک بن عبد بن سریع (یہ دونوں چچا زاد اور اخیافی بھائی تھے) روتے ہوئے حاضر خدمت ہوئے' آپ نے فرمایا ''تم کیوں روتے ہو؟ مجھے امید ہے کہ عنقریب تم لوگوں کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی''۔ (یعنی سیدھے جنت میں چلے جاؤ گے) سیف و مالک نے عرض کیا ''ہم اپنے لئے نہیں روتے ہیں بلکہ ہم کو اس پر رونا آتا ہے کہ ہم اپنی جان دے کر بھی آپ کو نہیں بچا سکتے'' آپ نے دعائیں دیں اور یہ دونوں بھائی رخصت ہو کر شیر غراں کی طرح میدان جنگ میں ڈکارتے ہوئے جا پہنچے اور لشکر شام نے چاروں طرف سے گھیر کر تھوڑی دیر میں شہید کر ڈالا۔ اس کے بعد حنظلہ بن اسعد شیبانی میان صف سے نکل کر امام حسینؓ کے روبرو آ کر کھڑے ہوئے اور لشکر شام کو مخاطب کر کے بولے:

((یا قوم انی اخاف علیکم یوم الاحزاب مثل داب قوم نوح و عاد و ثمود الذین من بعدھم و ما اللّٰہ یرید ظلماً للعباد. یا قوم انی اخاف علیکم یوم التناد یوم تولون مدبرین ما لکم من اللّٰہ عاصم و من یضلل اللّٰہ فما لہ من ھاد یا قوم لا تقتلوا الحسین فیسحتکم اللّٰہ بعذاب و قد خاب من افتریٰ))

ڈھیر ہو جاتا تھا۔ تب عمر بن سعد نے خیموں پر دور سے آگ برسانے کا حکم دیا۔ امام نے فرمایا ''تم لوگ مجھ سے لڑتے ہو تو مجھ سے لڑو' خیموں میں عورتوں اور بچوں کے سوا کوئی نہیں ہے وہ غریب نکل بھاگ سکیں گی اور نہ ہم خیموں میں آتش زدگی کے باعث تم سے لڑ سکیں گے''۔ عمر بن سعد یہ کر خاموش ہو گیا۔ اس کے شمر ذی الجوشن حملہ کر کے امام حسینؓ کے خیمے تک پہنچ کر کہنے لگے ''مجھے دوزخ ہی میں جلنا نصیب ہو اگر میں اس خیمے کو نہ جلا دوں'' عورتیں چلا کر نکل آئیں' امام حسینؓ نے ڈانٹ کر کہا ''اللہ تعالیٰ تجھے جلائے تو میرے خیمے کو جلائے گا جس میں میرے اہل بیت ہیں''۔ شمر نے اس کا کچھ جواب نہ دیا حمید بن مسلم اور شبث بن ربعی نے بھی اس کو اس فعل شنیع سے روکنا چاہا لیکن وہ بدبختی کی وجہ سے نہیں مانتا تھا۔ برابر خیمے کی طرف آگ لگانے کی غرض سے بڑھا جاتا تھا' زہیر بن القین نے دس آدمیوں کے ہمراہیان امام سے علیحدہ ہو کر شمر اور اس کی رکاب کی فوج پر حملہ کر دیا' ابو غرہ ضبابی (جو اس کے ہمراہیوں میں سے تھا) اور بہت سے سپاہی مارے گئے' بالآخر مجبور ہو کر شمر ذی الجوشن کو واپس آنا پڑا۔

حبیب بن مطہر کی شہادت: چونکہ لشکر شام کی تعداد زیادہ تھی' کثرت کی وجہ سے دو' چار' پانچ' دس' بیس کا مارا جانا محسوس نہ ہوتا تھا اور امام حسینؓ کی طرف بوجہ قلت جماعت ایک دو آدمیوں کے بھی کام آ جانے کا احساس ہو جاتا تھا۔ لڑائی کی وہی گرم بازاری تھی کہ نماز کا وقت آ گیا' ابو ثمامہ صائدی نے کہا ''میں آپ پر فدا ہو جاؤں' میں دیکھتا ہوں کہ یہ لوگ آپ سے زیادہ قریب ہو گئے ہیں' اللہ کی قسم آپ پر کوئی صدمہ نہ آنے پائے گا جب تک میں آپ کے قریب نہ مارا جاؤں گا۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ اپنے رب سے ہم اس وقت ملیں جب کہ ہم نماز پڑھ لیں''۔ آپ نے دعا دے کر ارشاد کیا ''ہاں یہ اول وقت نماز کا ہے (شمر و عمر کی طرف اشارہ کر کے) ان لوگوں سے کہو کہ تھوڑی دیر کے لئے جنگ کو ملتوی کر دیں تا کہ ہم نماز پڑھ لیں''۔ ابو ثمامہ یا کسی اور ہمراہی نے یہ درخواست پیش کی' حصین بن نمیر بولا ''نماز قبول نہ کی جائے گی''۔ حبیب بن مطہر نے جواب دیا ''کیوں سگ دنیا! تیرا یہ خیال ہے کہ تیری نماز تو قبول ہو گی اور آل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبول نہیں ہو گی؟''۔ حصین بن نمیر نے طیش میں آ کر حبیب کی طرف گھوڑا بڑھایا۔ حبیب نے لپک کر تلوار چلائی' حصین کے گھوڑے کے منہ پر پڑی' گھوڑا الٹ گیا' حصین منہ کے بل زمین پر گر پڑا اس کے ہمراہیوں نے دوڑ کر اٹھا لیا' حبیب نہایت مردانگی اور دلیری سے لڑنے لگے بنی تمیم کے ایک شخص بدیل بن صریم نامی جنگجو کو قتل کیا' ایک دوسرے شخص نے پیچھے سے نیزہ چلایا۔ حبیب جونہی اس کی طرف متوجہ ہوئے حصین بن نمیر نے تلوار کا وار کیا جس سے حبیب تیورا کر گر پڑے' تمیمی نے اتر کر سر اتار لیا۔

حُر بن یزید کی شہادت: حبیب کے قتل ہونے سے امام حسین کو سخت صدمہ ہوا۔ بنفس نفیس میدان جنگ میں جانے کے لئے تیار ہوئے۔ حُر و زہیر نے بڑھ کر کہا ''ہم آپ پر سینہ سپر ہو کر فدا ہونے کو موجود ہیں' ہمارے ہوتے ہوئے آپ میدان جنگ میں نہ جائیے''۔ امام حسینؓ یہ سن کر رک گئے اور حُر و زہیر نے لشکر شام پر حملہ کر دیا۔ جب ایک شخص ان میں سے لڑتے لڑتے فریق مخالف میں چھپ جاتا تھا تو دوسرا اس سختی و تیزی سے حملہ کر دیتا تھا کہ اس کو مخالفین کے نرغے سے نکال لاتا تھا' تھوڑی دیر تک لڑائی کا عنوان اسی طرح پر رہا' بہت سے آدمیوں کا چشم زدن میں وارے نیارے ہو گئے۔ عمر بن سعد نے للکارا

''اے لوگو! مجھے خوف ہے کہ تم پر یوم احزاب کی طرح عذاب نہ آئے جیسے قوم نوح وعاد وثمود پر آیا اور وہ لوگ جوان کے بعد آئے اور اللہ بندوں پر ظلم نہیں کرنا چاہتا۔ اے لوگو! مجھے روز قیامت کا خوف ہے جس دن کہ تم مقابلہ نہ کرسکو گے اللہ کا۔ تم کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بچانے والا نہیں ہے اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ گمراہ کرتا ہے اس کا کوئی ہادی نہیں ہے اے لوگو! تم حسینؓ کو قتل نہ کرو' اللہ تعالیٰ عذاب سے تمہاری بیخ کنی کردے گا اور جو شخص اللہ پر افترا کرے گا وہ خائب ہوگا''۔

لشکرِ شام میں سے کسی نے اس کا کچھ جواب نہ دیا۔ امام حسینؓ بولے ''اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم کرے' یہ لوگ عذاب کے اسی وقت مستحق ہو چکے تھے۔ جبکہ میں نے ان کو حق کی طرف بلایا اور یہ لوگ اس کی مخالفت پر اٹھ کھڑے ہوئے اور اب کیوں یہ کلمۂ حق پر عمل کریں گے۔ جبکہ تمہارے نیک بھائیوں کو قتل کر چکے ہیں''۔ حنظلہ یہ سن کر خاموش ہوگئے اور آپ سے رخصت ہو کر درود پڑھتے ہوئے میدان جنگ میں جا پہنچے۔ دشمنوں نے ہر طرف سے گھیر کر تیر باری شروع کر دی۔ بالآخر وہ لڑتے لڑتے شہید ہوگئے۔

عابس وشوذب کی شہادت: عابس بن ابی شبیب شاکری مع اپنے خادم شوذب کے حاضر ہوئے' سلام کیا اور اجازت حاصل کر کے میدان میں گئے۔ شوذب تو جاتے کے ساتھ ہی شہید ہوگئے۔ باقی رہے عابس' انہوں نے للکارا'' جسے دعوائے مردانگی ہو میرے مقابلے پر آئے''۔ لشکر شام میں سے کسی کو مقابلے پر جانے کی ہمت نہ ہوئی۔ ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ عمر بن سعد نے کہا'' اے پست ہمتو! اگر اس کے مقابلے پر نہیں جا سکتے ہو تو اس کو چاروں طرف سے تیر و پتھر مارو۔ عابس نے جنگ کا یہ نرالا رنگ دیکھ کر تلوار کھینچ لی اور کمال تیزی سے برق کی طرح آن واحد میں مخالفین پر جا پڑے اور ان کو مار کر پسپا کر دیا۔ پھر مخالفین نے چاروں طرف سے یورش کر کے گھیر لیا اور تیر و نیزوں سے شہید کر ڈالا۔

اعوان وانصار کی شہادت: سب سے پہلے آپ کے ہمراہیوں میں سے جو میدان جنگ میں لڑے اور شہید کئے گئے وہ ابوالشعثا کندی یعنی یزید بن ابی زیاد ہیں۔ یہ عمر بن سعد کے ہمراہیوں میں سے تھے جب ان لوگوں نے امام حسینؓ کی درخواست صلح نامنظور کی تو یہ ان سے علیحدہ ہو کر آپ سے آملے تھے اور اجازت حاصل کر کے جان نثاری کی۔ انہوں نے دشمنوں کو ایک سو تیر مارے جن میں سے پانچ نے بھی خطا نہ کی۔ ہر بار امام حسینؓ فرماتے جاتے تھے'' اے اللہ اس کے بازوؤں میں قوت عطا فرما اور اس کے ثواب میں جنت عنایت کر'' اور سب سے آخر میں جو آپ کے ہمراہیوں میں سے باقی رہے وہ سوید بن ابی المتاع خثعمی تھے۔

علی اکبر کی شہادت: غرض جب کل اعوان وانصار شہید ہوگئے۔ تو علی الاکبر بن حسینؓ اپنے بزرگ باپ سے اجازت لے کر میدان جنگ کی طرف آئے اور سب سے پہلے آلِ بنی ابی طالب میں اس معرکے میں یہی شہید کئے گئے۔ ان کی ماں کا نام لیلیٰ بنت ابی مرہ بن عروہ بن مسعود ثقفیہ تھا۔ انہوں نے بھی شیروں کی طرح کمال مردانگی سے دو چار حملے پیہم کئے اور مخالفین کو اپنے پرزور حملوں سے بار بار منتشر کر دیا' لیکن ٹڈی دل کے مقابلے پر تن تنہا کیا ہو سکتا تھا بالآخر مرہ بن منقذ عبدی نے پیچھے سے نیزہ مارا' وہ چکر کھا کر گرے' لوگوں نے دوڑ کر تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

عون وعبدالرحمٰن اور جعفر کی شہادت: امام حسینؓ مع اپنے لڑکوں کے تشریف لے گئے اور علی اکبر کی نعش کو اٹھا کر اس خیمے کے آگے رکھا جس کے سامنے لڑائی ہو رہی تھی۔ اس کے بعد عمرو بن صبیح صیدانی نے عبداللہ بن مسلم پر تیر چلایا وہ پیشانی پکڑ کر بیٹھ گئے اٹھنے نہ پائے تھے کہ عمرو نے دوسرا تیر مار کر شہید کر دیا۔ پھر لوگوں نے چاروں طرف سے حملہ کر دیا عبداللہ بن قطبہ طائی نے عون بن عبداللہ بن جعفر کو عثمان بن خالد بن اسہر جہنی اور بشر بن سوط ہمدانی نے عبدالرحمٰن بن عقیل بن ابی طالب کو اور عبداللہ بن عروہ خثعمی نے جعفر بن عقیل کو شہید کیا۔

قاسم بن الحسن کی شہادت: بعد ازاں قاسم بن الحسن بن علیؓ تلوار کھینچ کر نکل پڑے۔ عمرو بن سعد بن نفیل ازدی نے پیچھے سے تلوار تول کر ایسا وار کیا کہ قاسم یا عماہ (اے چچا) کہہ کر منہ کے بل زمین پر گر پڑے۔ امام حسینؓ نے لپک کر عمرو پر تلوار چلائی اس نے ہاتھ پر روکا' کہنی پر سے ہاتھ کٹ گیا' ایک چیخ مار کر زمین پر گر پڑا سواران کوفہ اس کے بچانے کو دوڑ پڑے۔ گرد و غبار میں کچھ سجھائی نہ دیا' خود انہیں کے گھوڑوں نے اس کو روند ڈالا' امام حسینؓ نے قاسم کے سرہانے کھڑے ہو کر فرمایا ''کیا بری وہ قوم ہے جس نے تجھ کو قتل کیا ہے کل روز قیامت تمہارا معاملہ احکم الحاکمین کے روبرو پیش کیا جائے گا'' پھر فرمایا ''کیا برا وقت تمہارے چچا پر آیا ہے کہ تم اس کو مدد کے لئے بلاتے ہو تو وہ کچھ مدد نہیں کر سکتا اور اگر مدد پہنچا سکتا ہے تو اس سے کوئی نفع نہیں ہے۔ اللہ کی قسم! یہ دن ایسا ہے کہ تمہارے چچا کے دشمن بہت زیادہ ہو گئے ہیں اور معین و مددگار کم''۔ اس اثناء میں قاسم نے جان بحق تسلیم کیا۔ آپ ان کو اپنی پیٹھ پر اٹھا لائے اور قاسم کی نعش کو علی اور ان لوگوں کی لاش کے پاس رکھ دیا جو آپ کے اہل بیت سے شہید ہو چکے تھے۔

عبداللہ بن حسینؓ کی شہادت: اس واقعے کے بعد تھوڑی دیر سب کے سب سکوت کے عالم میں کھڑے رہے' امام حسینؓ بھی خاموشی کے ساتھ ٹہلتے رہے کوئی آپ کی طرف بڑھنے کی جرأت نہ کرتا تھا یہاں تک کہ ایک شخص بنی کندہ کا مالک بن نسیر نامی نے پہنچ کر آپ کے سر پر تلوار چلائی سر پر خفیف سا زخم پڑا۔ خود میں خون بھر گیا آپ نے اتار کر پھینک دیا اور مالک نے لپک کر اٹھا لیا' پھر آپ نے اپنے لڑکے عبداللہ کو بلا کر گود میں بٹھایا' پیار کرنے لگے بنی اسد کے ایک شخص نے تیر مارا جو عبداللہ کے گلے میں ترازو ہو گیا۔ آپ نے سر آسمان کی طرف اٹھا کر عرض کیا ''اے رب! اگر تو نے ہم سے مدد کو روک لیا ہو تو جو مناسب ہو وہ کر اور ان ظالموں سے انتقام لے''۔

ابوبکر بن حسین کی شہادت: یہ کلمات زبان سے تمام نہ ہونے پائے تھے کہ لڑائی پھر شروع ہو گئی۔ عبداللہ بن عقبہ غنوی نے ابوبکر بن حسینؓ بن علیؓ پر تیر چلایا' آپ شہید ہو گئے۔ عباسؓ بن علی نے اپنے بھائیوں عبداللہ و جعفر کو للکارا کہ میدان لو اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفین ہمارے قتل پر تل گئے ہیں' چنانچہ ان بزرگوں نے لبیک کہہ کر میدان جنگ کا راستہ لیا۔ داد مردانگی دی' جی کھول کھول کر لڑنے لگے۔ ہانی بن ثبیت حضرمی نے عبداللہ بن علی پر' بعد ازاں جعفر بن علی پر حملہ کر کے شہید کر ڈالا اور خولی بن یزید اصبحی نے عثمان بن علی پر وار کیا آپ وار خالی دے کر جونہی اس پر حملہ کرنا ہی چاہتے تھے کہ بنی ابان و ارم سے ایک شخص نے پیچھے سے حملہ کر دیا۔ عثمان بن علی زمین پر گر پڑے اس نے سینے پر چڑھ کر سر اتار لیا۔ پھر اسی قبیلہ کے ایک

دوسرے شخص نے محمد بن علی بن ابی طالبؓ پر حملہ کر کے شہید کر ڈالا اور سر اتار لیا۔

حضرت امام حسینؓ پر یلغار: اس اثناء میں امام حسینؓ شدتِ تشنگی سے بے قرار ہو کر لڑتے بھڑتے فرات کی جانب بڑھے۔ قریب تھا کہ پہنچ کر آپ فرات سے اپنے خشک حلق کو تر کرتے' ناگاہ حصین بن نمیر نے ایک تیر مارا جو آپ کے منہ میں لگا آپ نے تیر نکال کر پھینک دیا۔ ہاتھ سے خون پونچھتے جاتے تھے اور یہ ارشاد فرما رہے تھے "اے اللہ! میں تجھ سے اس کی شکایت کرتا ہوں جو یہ لوگ تیرے نبی کے نواسے کے ساتھ کر رہے ہیں اے اللہ تو ان کی زیادتیوں کو دیکھ" پھر شمر ذی الجوشن تقریباً دس آدمیوں کو لے کر امام حسینؓ کے خیمے کی طرف بڑھا آپ نے فرات کی طرف مڑ کر ان کو روکا اور یہ فرمایا "تف ہو تجھ پر اگر تجھ میں دینداری نہیں ہے اور نہ آخرت سے ڈرتا ہے تو شرافت کیوں چھوڑتا ہے اپنے لشکریوں کو روک اور ہمارے اہل وعیال کو ان کی بے ہودگیوں سے بچا"۔ جب کسی نے اس کا کچھ جواب نہ دیا تو آپ ادھر سے تلوار کھینچ کر جھپٹے' دوسری طرف شمر نے اپنے پیادوں کو (جن میں عبدالرحمٰن جعفی' قشم بن نذیر جعفی' صالح بن وہب یزنی' سنان بن انس نخعی' خولی بن یزید اصبحی وغیرہ تھے) للکارا سب نے چاروں طرف سے گھیر لیا لیکن آپ جس طرف رخ کرتے تھے' جی چرا چرا کر لوگ ایک دوسرے پر منہ کے بل گرتے پڑتے بھاگ کھڑے ہوتے تھے اور پھر جھرمٹ باندھ کر ہر طرف سے گھیر کر دائیں بائیں آگے پیچھے سے مجموعی قوت سے حملہ آور ہوتے تھے' اس اثناء میں جنگ کا زور شور سن کر خیمہ سے زینب بنت علی نکل آئیں' چلا کر بولیں "کاش آسمان زمین پر ٹوٹ پڑتا" اتفاق سے عمر بن سعد کا سامنا ہو گیا۔ فرمایا "کیوں ابنِ سعد! ابوعبداللہ بن حسینؓ اس بے کسی سے مارے جائیں اور تم دیکھتے رہو' عمر بن سعد کا دل اس فقرہ سے بھر آیا آنکھیں پرنم ہو گئیں۔ آنسو نہ رک سکے' ڈاڑھی پر چند قطرے گرے مجبور ہو کر زینب کی طرف سے منہ پھیر لیا۔

امام حسینؓ کا انتباہ: امام حسینؓ کمال سرگرمی سے لڑ رہے تھے شیروں کی طرح سواروں پر جھپٹتے تھے اور پیادوں کی صفوں کو اپنے پرزور حملوں سے الٹ پلٹ دیتے تھے اور بار بار یہ فرماتے جاتے تھے "کیا تم لوگ میرے ہی قتل کے لئے جمع ہوئے ہو؟ اللہ کی قسم! میرے قتل کرنے سے اللہ تعالیٰ سخت ناراض ہو گا' مجھے پوری امید ہے کہ میرے قتل سے تم کو سرخروئی حاصل نہ ہو گی اور بے شک اللہ تعالیٰ تم سے میرے خون کا ایسا بدلہ لے گا کہ تم کو اس کی خبر تک نہ ہو گی' واللہ! اگر تم لوگ مجھے قتل کر ڈالو گے تو تم میں خونریزی کا دروازہ کھل جائے گا اور تم پر اللہ تعالیٰ اپنا عذاب نازل کرے گا' تم لوگ ناحق اپنے ہاتھوں کو میرے خون سے نہ رنگو دیکھو میں بے گناہ ہوں میرا قتل کرنا تم کو روا نہیں ہے"۔ کوئی شخص اس کا کچھ جواب نہ دیتا تھا اور آپ ان کے حملوں سے اپنے کو بچاتے ہوئے میدان جنگ میں دادِ مردانگی دے رہے تھے اور تقریباً کل لشکری آپ کے قتل کرنے سے جی چراتے تھے ہر شخص یہی چاہتا تھا کہ کوئی دوسرا شخص آپ کو شہید کرے۔

شہادتِ حسینؓ: شمر لشکر کا یہ رنگ دیکھ کر چلا کر بولا "تمہاری مائیں مر جائیں! تم لوگ ایک پیادے کو نہیں مار سکتے' تف ہے تمہاری مردانگی پر اگر تم لوگ ایک ایک کنکری پھینکو تو حسینؓ دب کر مر جائیں' یہ بسملا نہ حرکت کر رہے ہیں' ان میں کچھ دم باقی نہیں ہے۔ بڑھو بڑھو اپنے نام وخاندان کو رسوا نہ کرو"۔ لشکریوں کے دل میں اس پر جوش تقریر سے ناحق کوشی کا ایک

ناجائز جوش بھر گیا۔ شمشیر بکف ہو کر پیادوں نے ہر طرف سے حملہ کر دیا اور سواروں نے تیر برسانے شروع کر دیئے' زرعہ بن شریک تمیمی نے لپک کر آپ کے بائیں بازو پر پھر کندھے پر تلوار چلائی' صدمۂ زخم سے سنبھلنے نہ پائے تھے کہ سنان بن انس نخعی نے پہنچ کر نیزہ مارا' آپ زمین پر گر پڑے' خولی بن یزید اصبحی سر کاٹنے کے قصد سے بڑھا۔ تمام بدن میں رعشہ پڑ گیا۔ سنان بن انس خولی کو جھڑک کر اترا اور سر مبارک تن شریف سے جدا کر کے خولی کے حوالے کر دیا۔ قمیص بحر بن کعب نے' پٹی قیس بن الاشعث نے نعلین (جوتیاں) اسود ازدی نے لیں' اور تلوار بنی دارم کے ایک شخص نے لے لی۔ (یہ واقعہ ۱۰ محرم ۶۱ھ یوم جمعہ کا ہے)

شہدائے کربلا کی تجہیز و تکفین: آپ کے شہید ہونے کے بعد دشمنوں کا لشکر مال و اسباب لوٹنے کی طرف متوجہ ہوا۔ اونٹ اسباب' فرش فروش یہاں تک کہ عورتوں کی چادریں تک لوٹ لیں' آپ کے بدن پر علاوہ تیروں کے زخم کے تینتیس زخم نیزے کے اور تینتالیس زخم تلوار کے پڑے تھے۔ شمر بن ذی الجوشن نے علی ابنِ الحسین (زین العابدین) کے قتل کا قصد کیا۔ حمید بن مسلم نے روک کر کہا ''سبحان اللہ! کیا تم لڑکوں کو قتل کرنا چاہتے ہو؟'' شمر یہ سن کر رک گیا زین العابدین عورتوں کے ساتھ قید کر لئے گئے۔ اس کے بعد عمر بن سعد کے حکم سے دس سواروں نے آپ کی نعش کو گھوڑوں کے سموں سے پامال کیا۔ اس واقعہ میں صرف دو شخصوں عقبہ بن سمعان آپ کی بیوی رباب بنت امراء القیس کلبیہ کے آزاد کردہ غلام اور مرقع بن ثمامہ اسدی[1] جانبر ہوئے اور باقی بہتر (۷۲) آدمی آپ کے ہمراہیوں میں سے اور علاوہ مجروحین کے اٹھاسی آدمی لشکر شام کے کام آئے۔ عمر بن سعد نے اپنے مقتولوں کو جمع کرا کے نماز جنازہ پڑھی اور دفن کر کے راہی کوفہ ہوا۔ دوسرے دن بنو اسد غاضریہ سے آئے اور انہوں نے امام حسینؓ اور ان کے ہمراہیوں کو دفن کیا۔

حضرت امام حسینؓ کا سر مبارک: امام حسینؓ کا سر مبارک مع آپ کے ہمراہیوں کے خولی بن یزید و حمید بن مسلم ازدی کے ہمراہ ابنِ زیاد کے پاس روانہ کیا گیا۔ رات ہو گئی تھی قصر امارت کا دروازہ بند ہو گیا تھا۔ مجبور ہو کر سر مبارک خولی لئے ہوئے واپس آیا صبح ہوتے ہی ابنِ زیاد کی خدمت میں حاضر ہوا بعضوں کا خیال یہ ہے کہ شمر' قیس بن الاشعث' عمرو بن الحجاج اور عروہ بن قیس سر لے کر گئے تھے۔ بہر کیف ابنِ زیاد نے دربار عام کیا شہداء کربلا کے سر طشتوں میں رکھ کر پیش کیے گئے۔ ابنِ زیاد کے ہاتھ میں بید کی ایک چھڑی تھی' بار بار دندان امام پر مار رہا تھا۔ زید بن الارقم سے ضبط نہ ہو سکا چلا کر بولے ''اے ابنِ زیاد! اس چھڑی کو ان دانتوں پر نہ مار واللہ! میں نے بارہا دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لب ہائے مبارک ان دانتوں اور لبوں کو بوسہ دیا کرتے تھے''۔ ابنِ زیاد نے کہا ''اللہ تجھے ہمیشہ رلائے اگر تو بڈھا فاتر العقل نہ ہوتا تو ابھی تیری گردن مارنے کا حکم دیتا''۔ زید بن ارقم یہ کہتے ہوئے مجلس سے باہر آئے ''اے گروہ عرب! تم لوگ سخت نالائق ہو کہ ابنِ فاطمہؓ کو شہید کر کے

---

[1] بعد شہادت امام حسینؓ' عمر بن سعد نے عقبہ بن سمعان کو گرفتار کیا۔ انہوں نے کہا ''میں ایک غلام ہوں''۔ عمر بن سعد نے یہ سن کر چھوڑ دیا۔ مرقع بن ثمامہ یوں جانبر ہوئے کہ اثناء جنگ میں ان کے بدن پر کئی پھل تیر کے چبھ گئے تھے۔ بایں ہمہ یہ لڑ رہے تھے۔ جب ان کی قوم کو یہ حال معلوم ہوا تو وہ آ کر بہ اجازت عمر بن سعد اٹھا لے گئی۔ معالجہ کیا گیا بعد چندے اچھے ہو گئے۔ ۱۲ منہ

ابنِ مرجانہ کو اپنا حاکم بنایا۔ جو خیار و صلحاء امت کو قتل کر رہا ہے اور شریر فتنہ انگیزوں کو سرفرازی کا خلعت دیتا ہے۔ افسوس کی بات ہے کہ تم لوگ ذلت و رسوائی پر راضی ہو گئے۔ تف ہے ان پر جو اس ذلت و رسوائی پر راضی ہوئے ہوں''۔

اسیرانِ کربلا: اس کے دوسرے دن عمر بن سعد اہل بیت امام کو جس میں علی ابنِ حسینؓ بھی تھے پابہ زنجیر لئے ہوئے آ پہنچا' ابنِ زیاد نے تین بار زینب (بنت علی) کی طرف اشارہ کر کے دریافت کیا یہ کون ہے؟ چوتھی مرتبہ کسی نے کہا یہ زینب بنت فاطمہؓ ہیں۔ ابنِ زیاد نے مخاطب ہو کر کہا ''اللہ کا شکر ہے کہ اس نے تم کو رسوا اور ذلیل کیا اور جھوٹے کو اس کے کذب کی سزا دی''۔ زینب نے جواب دیا ''اللہ کا احسان ہے کہ اس نے ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک سے سرفراز کیا اور ہمارے بزرگوں کی شان میں یہ آیۂ تطہیر نازل فرمائی یہ دنیا چند روزہ ہے یہاں کی ذلت و رسوائی کا کوئی اعتبار نہیں ہے' آخرت میں فاسق و فاجر کو اللہ تعالیٰ ذلیل و خوار کرے گا اور ہم کو سرفراز و ممتاز'' ابنِ زیاد بولا ''کیا خوب! کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے ابھی ابھی کس کو ذلیل و رسوا کیا ہے؟ کیا تمہارے خاندان والے خوار نہیں ہوئے''۔ زینب یہ سن کر رو پڑیں۔

حضرت زین العابدین: ابنِ زیاد نے علی بن حسینؓ کی طرف متوجہ ہو کر نام دریافت کیا جواب دیا ''علی بن حسینؓ'' ابنِ زیاد نے متوجہ ہو کر کہا ''کیا اللہ تعالیٰ نے علی بن حسینؓ کو نہیں مارا ہے؟'' آپ یہ سن کر خاموش رہے پھر ابنِ زیاد نے کہا ''تم کیوں جواب نہیں دیتے؟'' ارشاد کیا ''میرا ایک بھائی علی نامی تھا اس کو لوگوں نے شہید کر ڈالا ہے''۔ ابنِ زیاد ہنس کر بولا' ہاں اس کو اللہ تعالیٰ نے مار ڈالا ہے''۔ آپ خاموش ہو رہے پھر ابنِ زیاد نے کہا ''تم کو کیا ہو گیا ہے کہ تم کچھ نہیں بولتے؟'' آپ نے فرمایا ((اللّٰہ یتوفی الانفس حین موتھا و ما کان لنفس ان تموت الا باذن اللّٰہ)) ابنِ زیاد نے کہا ''واللہ! تو بھی ان ہی میں سے ہے''۔ پھر اس نے ایک مصاحب سے کہا ''دیکھو تو یہ بالغ ہو گیا ہے اگر ایسا ہے تو میں ابھی اس سے سمجھ لیتا ہوں'' مری ابنِ معاذ نے دیکھ کر کہا ''ہاں! یہ بالغ ہو گیا ہے''۔ ابنِ زیاد بولا ''اس کی بھی گردن مار دو''۔ آپ نے فرمایا ''میرے بعد کون ان عورتوں کی کفالت کرے گا؟'' زینب رو کر لپٹ گئیں اور ابنِ زیاد سے خطاب کر کے کہا ''اے ابنِ زیاد! کیا تیرا جی ابھی ہماری خون ریزی نہیں بھرا؟ کیا تو ہم میں ایک مرد کو بھی زندہ نہیں دیکھنا چاہتا؟ میں تجھ سے اگر تو مومن ہے یہ کہتی ہوں کہ اگر تو اس کو قتل کرنا چاہتا ہے تو مجھ کو بھی اس کے ساتھ قتل کر دے''۔ پھر آپ نے ارشاد کیا ''اے ابنِ زیاد! اگر ان عورتوں میں اور تجھ میں کوئی قرابت ہو تو کسی متقی باخدا مرد کو ان کے ہمراہ کر دینا کہ مسلمانوں کی طرح ان کے ساتھ رہے''۔ ابنِ زیاد تھوڑی دیر تک زینب کی طرف دیکھتا رہا پھر کچھ سوچ سمجھ کر بولا ''مجھے اپنے رحم پر تعجب آتا ہے' واللہ اگر میں اس کو (امام زین العابدین کی طرف اشارہ کر کے) قتل کرتا تو اس کو بھی (زینب کی طرف اشارہ کر کے) قتل کر ڈالتا۔ اس شخص کو عورتوں کے ساتھ رہنے کے لئے چھوڑ دو''۔

عبداللہ بن عفیف کا قتل: اس کے بعد منادی نے ((الصلٰوۃ جامعۃ)) کی ندا دی لوگ مسجد میں جمع ہو گئے۔ ابنِ زیاد منبر پر چڑھ کر خطبہ دینے لگا۔ اثناء خطبہ میں امیر المومنین حضرت علیؓ اور امام حسینؓ کو سخت کہا۔ عبداللہ[1] بن عفیف ازدی والبی

[1] ان کی ایک آنکھ واقعہ جمل میں اور دوسری واقعہ صفین میں حضرت علیؓ کے ساتھ جاتی رہی تھی' صبح سے تا وقت عشاء مسجد میں رہتے تھے۔

سے ضبط نہ ہو سکا بول اٹھے ''اے ابنِ مرجانہ! کذاب ابن کذاب تو اور تیرا باپ ہے اور جس نے تجھے امیر بنایا ہے' اللہ کی مار ہو تجھ پر ہو' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسوں کو قتل کے صدیقین اور صلحاء جیسی باتیں کرتا ہے''۔ ابنِ زیاد نے کہا ((عَلَيَّ بِهٖ)) ''(اس کو گرفتار کر کے میرے پاس لاؤ) لوگوں نے عبداللہ کو گرفتار کر لیا۔ عبداللہ ''یا مبرور' یا مبرور' چلا اٹھے ازد کے چند لوگوں نے پہنچ کر چھڑا دیا پھر ابنِ زیاد نے ان کو بذریعہ پولیس گرفتار کرا کے مسجد میں سولی دے دی۔

اسیرانِ کربلا کی روانگی شام: امام حسینؓ کا سر نیزہ پر رکھ کر کوفہ کی تمام گلیوں اور کوچوں میں تشہیر کرا کے اگلے دن مع ان کے ہمراہیوں کے سروں کے زحر بن قیس کے ساتھ شام کی طرف روانہ کیا تھا' ان دونوں میں سے جو رہے ہوں ان کے ہمراہ ایک دستہ فوج کا بھی تھا۔ عورتیں اونٹوں پر بغیر محمل کے سوار کرائی گئیں اور امام زین العابدین کے ہاتھ پاؤں اور گردن میں زنجیر ڈال دی گئی' آپ نے نہ تو ہتھکڑی' بیڑی اور طوق پہناتے ہوئے کچھ بولے اور نہ اثناء راہ میں کچھ ان لوگوں سے ہم کلام ہوئے یہاں تک کہ شام پہنچ گئے۔

زحر بن قیس: زحر بن قیس یزید کے پاس گیا' دریافت کیا حال کیا ہے؟ جواب دیا ''میں امیر المومنین کو فتح و نصرت کی بشارت دینے آیا ہوں' حسینؓ بن علیؓ اٹھارہ افراد اہل بیت اور ساٹھ آدمی اپنے معاونین و انصار کے وارد کوفہ ہوئے۔ ہم لوگ یہ سن کر جلوگیری کے خیال سے ان کی طرف گئے اور یہ دو امر کہ امیر المومنین کی بیعت کریں یا برسر جنگ آئیں' پیش کئے انہوں نے دوسری شق اختیار کی اور ہم لوگ بھی مستعد بجنگ ہو گئے۔ چنانچہ آفتاب کے بلند ہوتے ہی ہم لوگوں نے ان کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ پس جب چمکتی ہوئی تلواروں اور کرار نیزوں نے ان کو اپنے محاصرے میں لے لیا تو جان بچا بچا کر گڑھوں اور ٹیلوں اور درختوں کی طرف بھاگنے لگے جیسا کہ باز کے خوف سے کبوتر بھاگتا ہے' واللہ ان کے اس بھاگنے سے انہیں کوئی فائدہ نہ پہنچا' تیز تلواروں نے ان کو فرشِ زمین پر موت کی نیند سلا دیا' ان کی لاشیں بے گور و کفن اسی میدان میں پڑی ہوئی ہیں جن کے جسموں پر نہ تو کوئی کپڑا ہے اور نہ کوئی سایہ' اگر سایہ ہے تو آفتاب کا ہے اور کپڑا ہے تو ریگ کا' بیابان کی تیز و تند ہوائیں ان کو پلٹ پلٹ کر سکھا رہی ہیں' ان کی زیارت کرنے والے وحشی و درندے جانور ہیں' ان پر رحم کرنے والے قریب و جوار کے کتے ہیں اور گدھ ہیں''۔ اس خبر کے سنتے ہی یزید کی آنکھیں پر اشک ہو گئیں بولا ''میں تم لوگوں سے بغیر قتل حسینؓ کے بھی راضی ہو جاتا' اللہ تعالیٰ کی لعنت ابنِ سمیہ پر ہو' اللہ کی قسم! اگر میں اس کی جگہ پر ہوتا تو میں حسینؓ سے درگزر کر جاتا' اللہ تعالیٰ حسین پر اپنی رحمت نازل کرے'' یزید یہ کہہ کر خاموش ہو گیا اور زحر کو کچھ صلہ نہ دیا۔

اہل بیت اور یزید: اگلے دن یزید کے روبرو شہدائے کربلا کے سر پیش کئے گئے لوگوں کا ایک عام مجمع تھا' سروں کے ساتھ آپ کی عورتیں اور علی بن حسینؓ (زین بن العابدین) پابہ زنجیر حاضر لائے گئے' فاطمہ و سکینہ دختران امام کی نظریں جونہی مظلوم باپ کے سر پر پڑیں' چلا کر رو اٹھیں' تھوڑی دیر کے بعد فاطمہ[1] نے اپنے جی کو سنبھال کر کہا ''کیوں یزید! یہی مناسب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نواسیاں قیدی بنائی جائیں؟'' یزید نے جواب دیا ''نہیں بلکہ آزاد و بزرگ بیبیاں ہیں اپنے

---

[1] عقد الفرید بن عبدربہ مطبوعہ مصر صفحہ ۳۰۹

چچا کی لڑکیوں کے پاس جاؤ تم دیکھو گی کہ انہوں نے بھی یہی کیا ہے جو تم نے کیا ہے''۔ پس یہ سب عورتیں یزید کے محل سرا میں گئیں، مکان میں کوئی عورت ایسی نہ تھی جس کی آنکھیں پرنم نہ رہی ہوں' اس کے بعد علی بن حسینؓ جو پابہ زنجیر کھڑے ہوئے تھے بولے ''اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو اس حالت میں دیکھتے تو ہم کو وہ زحمتِ قید سے آزاد کر دیتے''۔ یزید نے آپ سے مخاطب ہو کر کہا'' بے شک تم سچ کہتے ہو'' پھر حاضرین دربار کی طرف متوجہ ہو کر بولا'' اسی وقت ان کی بیڑیاں کاٹ دو گلے سے طوق' ہاتھوں سے ہتھکڑیاں کھول لو'' پس یہ بھی قید زحمت سے بری کر دیئے گئے۔ مصنف عقد الفرید[1] نے لکھا ہے کہ جس وقت قیدیان اہل بیت یزید کے روبرو پیش کیے گئے۔ نعمان بن بشیر انصاری نے کہا'' ذرا سوچو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کے ساتھ کیا برتاؤ کرتے تھے' اگر وہ اس حالت میں ان کو دیکھتے تو کیا کرتے؟'' یزید نے کہا'' تم سچ کہتے ہو' ان لوگوں کو آزاد کر کے رہنے کے لئے خیمہ استادہ کر دیئے گئے' کھانا کپڑا حسبِ ضرورت مہیا کر دیا گیا۔

اہل بیت کی مدینہ روانگی: پھر جس وقت اہل بیت امام مدینہ کی طرف روانہ ہونے لگے تو نعمان بن بشیر نے یزید کے حکم سے ایک نہایت متدین' باایمان شخص کو مع چند سواروں کے ہمراہ کر دیا اور باربرداری و اسباب جس قدر لوٹ لیا گیا تھا اس سے دو گنا دے کر رخصت کیا' روانگی کے وقت یزید نے علی بن حسینؓ کو رخصت کرنے کی غرض سے بلا کر کہا'' ابن مرجانہ پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو' واللہ اگر میں اس کی جگہ پر ہوتا تو جو درخواست حسینؓ پیش کرتے میں قبول کرتا اور ان کی مصیبت و تنگی کو جہاں تک مجھ سے ممکن ہوتا دفع کرتا' لیکن اللہ تعالیٰ کو جو کچھ منظور تھا وہ ہوا اے صاحبزادے! جو تم کو آئندہ ضرورتیں پیش آئیں مجھے لکھنا''۔ پھر محافظین کی طرف متوجہ ہو کر بولا'' دیکھو ان لوگوں کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے پائے''۔ غرض یزید سے امام زین العابدین رخصت ہو کر مع اپنے اہل بیت کے منزل بمنزل سفر کرتے ہوئے مدینہ منورہ پہنچ گئے' محافظین اس وجہ سے نہیں کہ یزید کا حکم تھا بلکہ بخیال قرابتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہایت عزت واحترام و آرام سے لائے' کسی قسم کی تکلیف اثناء راہ میں نہ ہونے پائی' جہاں پر قیام پذیر ہوتے تھے چوکیداروں کی طرح محافظت و نگہبانی کرتے تھے۔

رباب بنت امراء القیس زوجہ امام حسینؓ (مادر سکینہ) مکہ معظمہ سے آپ کے ہمراہ کربلا اور وہاں سے قید کر کے شام بھیجی گئیں' پھر امام زین العابدین کے ہمراہ مدینہ منورہ واپس آئیں اور ایک برس بعد واقعہ کربلا کے انتقال کیا۔

شہدائے کربلا کے اسمائے گرامی: سلیمان[2] کا بیان ہے کہ جس وقت امام حسینؓ شہید کیے گئے اور آپ کے سر مبارک کے ساتھ اور شہدائے کربلا کے سر ابن زیاد کی طرف روانہ کیے جانے لگے تو کندہ نے جس کا سردار قیس بن الاشعث تھا' تیرہ سر اور بنو اسد نے چھ سر اور مذحج نے سات سر اور باقی لشکر نے جس میں کل قبیلہ شریک تھے۔ سات سر اظہار مردانگی و کارکردگی کی غرض سے پیش کیے تھے۔ شہداء میں سے ترپن آدمی اعوان و انصار اور سترہ اہل بیت کے تھے جن کے نام درج ذیل ہیں:

عباس و جعفر و عبداللہ و عثمان (یہ سب ام البنین بنت حزام کے بطن سے پیدا ہوئے تھے) محمد (یہ ام الولد کے لڑکے تھے)

---

1. صفحہ ۳۰۸' مطبوعہ مصر
2. کامل ابن اثیر جلد چہارم' مطبوعہ مصر صفحہ ۷۹

ابوبکر (ان کی ماں کا نام لیلیٰ بنت مسعود دارمیہ تھا) پسران علی ابن ابی طالب اور علی (ان کی ماں کا نام لیلیٰ بنت ابی مرہ بن عروہ ثقفی تھا) وعبداللہ (رباب بنت امرء القیس کلبی ان کی ماں کا نام تھا) پسران حسین ابن علی اور ابوبکر وقاسم پسران حسن بن علی اور عون ومحمد پسران عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب اور جعفر وعبدالرحمٰن وعبداللہ پسران عقیل بن ابی طالب اور عبداللہ بن مسلم بن عقیل ومحمد بن ابی سعید ابن عقیل رضی اللہ عنہم سترہ آدمی اہل بیت کے اور باقی ترپین آدمی اعوان و انصار کے تھے۔

عبداللہ بن حنظلہ: ۶۳ھ[1] میں یزید کی طرف سے عثمان بن محمد بن ابی سفیان امیر مدینہ ہو کر آیا اور اسی زمانہ میں اہل مدینہ کا ایک وفد جس میں عبداللہ ابن حنظلہ وعبداللہ بن ابی عمرو بن حفص بن مغیرہ مخزومی ومنذر بن الزبیر وغیرہ شرفا مدینہ تھے شام کو روانہ کیا۔ یزید نے ان لوگوں کی بہت بڑی عزت کی' عبداللہ بن حنظلہ کو علاوہ خلعت ایک لاکھ درہم اور باقی لوگوں کو دس دس ہزار درہم دے کر رخصت کیا۔ جب عبداللہ بن حنظلہ واپس آئے تو اہل مدینہ ملنے کو حاضر ہوئے اور حال دریافت کیا عبداللہ نے جواب دیا کہ ہم ایسے نا اہل کے پاس سے آتے ہیں جس کا نہ کوئی دین ہے اور نہ کوئی مذہب' شراب پیتا ہے راگ باجا سنتا ہے' واللہ اگر کوئی مہدی من اللہ ہوتا تو اس پر جہاد کرتا''۔ حاضرین نے کہا ''ہم نے تو سنا ہے کہ یزید نے تمہاری بہت بڑی عزت کی' خلعت اور جائزہ دیا'' عبداللہ بولے ''ہاں اس نے ایسا ہی کیا ہے لیکن ہم نے اس وجہ سے اس کو قبول کر لیا ہے کہ اس کے مقابلے کی ہم میں قوت آ جائے' اہل مدینہ یہ سن کر یزید اور زیادہ متنفر ہو گئے۔ عبداللہ بن حنظلہ نے یزید کی معزولی کی درخواست پیش کی۔ لوگوں نے بہ کمال خوشی و رغبت منظور کیا۔

بنو امیہ کا مدینہ سے اخراج: عثمان بن محمد نے یہ کل واقعات یزید کو لکھ کر بھیجے یزید نے ایک تنبیہ آمیز فرمان اہل مدینہ کے نام لکھ بھیجا جس کو اہل مدینہ دیکھ کر سخت برہم ہوئے' انصار نے اپنی سرداری کے لئے عبداللہ بن حنظلہ کو اور قریش نے عبداللہ بن مطیع کو منتخب کیا اور بالاتفاق سب نے عثمان بن محمد ومروان بن الحکم اور کل بنی امیہ کو مدینہ منورہ سے نکال باہر کیا۔ جب یزید کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے پہلے عمرو بن سعید کو مدینہ منورہ پر فوج کشی کا حکم دیا' اس نے انکار کیا پھر عبداللہ بن زیاد کو لکھا اس نے بھی عذر پیش کیا۔ تب یہ خدمت مسلم بن عقبہ مری کے سپرد کی گئی' بارہ[2] ہزار آدمیوں کو لے کر یہ روانہ ہوا' یزید مشایعت کی غرض سے تھوڑی دور تک ساتھ آیا اور چند احکام کی پابندی کی ہدایت کر کے واپس آیا کہ اگر تم کو کوئی ضرورت پیش آئے تو حصین بن نمیر کو سردار مقرر کرنا' اہل مدینہ کو تین روز غور و فکر کرنے کی مہلت دینا' اگر اس اثناء میں وہ اطاعت قبول کر لیں تو درگزر کرنا ورنہ جنگ کرنے میں تامل نہ کرنا اور جب ان پر کامیابی حاصل ہو جائے تو تین روز تک قتل عام کا حکم جاری رکھنا۔ مال و اسباب جو کچھ لوٹا جائے وہ سب لشکریوں کا ہے علی بن حسینؓ سے کچھ معترض نہ ہونا کیونکہ ہم کو یہ امر یقینی معلوم ہو گیا ہے کہ ان کو اس معاملہ میں کچھ دخل نہیں ہے''۔

---

[1] ایضاً صفحہ ۹۳

[2] کامل ابن اثیر جلد م چہارم' مطبوعہ مصر' صفحہ ۹۴

مدینہ کی ناکہ بندی: جب اہل مدینہ کو اس سے آگاہی ہوئی تو انہوں نے بنی امیہ کا مروان کے گھر میں نہایت سختی سے حصار کر لیا اور بالآخر یہ عہد و پیمان لے کر آزاد کیا کہ ''آئندہ وہ جنگ سے کنارہ کریں گے دوسرے کے ساتھ ہو کر اہل مدینہ کی مخالفت نہ کریں گے اور کسی راز کو جو اہل مدینہ کے خلاف ہوگا ظاہر نہ کریں گے۔ مسلم بن عقبہ سے اور ان لوگوں سے وادی القریٰ میں ملاقات ہوئی' عمرو بن عثمان بن عفان سے اہل مدینہ کا حال دریافت کیا' انہوں نے بتلانے سے انکار کیا لیکن ان کے ہمراہیوں نے بتلا دیا مسلم بن عقبہ وادی القریٰ سے کوچ کر کے ذی نخلہ ہوتا ہوا مدینہ کے قریب پہنچا اور اہل مدینہ سے کہلا بھیجا ''امیر المومنین چونکہ تم لوگوں کو شریف سمجھتے ہیں اور میں بھی تمہاری خوں ریزی پسند نہیں کرتا' اس وجہ سے میں تم کو تین دن کی مہلت دیتا ہوں پس اگر اس اثناء میں تم لوگوں نے راہ راست اختیار کر لی تو فبہاء میں فوراً مکہ واپس چلا جاؤں گا اور اگر تم کو کچھ عذر ہو تو اس کو بیان کرو''۔ جب یہ میعاد گزر گئی تو مسلم نے کہلا بھیجا کہ تم جنگ کرو گے یا صلح؟ اہل مدینہ نے کہا ''ہم جنگ کریں گے''، مسلم نے سمجھایا جنگ نہ کرو بلکہ امیر کی اطاعت کر لو' اس میں تمہاری بہتری ہے اہل مدینہ اپنی رائے پر جمے رہے۔ بالآخر صف آرائی کی نوبت آئی۔

لڑائی کا آغاز: عبدالرحمٰن بن زہیر بن عوف خندق پر متعین کیے گئے جس کو اہل مدینہ نے بطور شہر پناہ کے کھود کر بنایا تھا' عبداللہ بن مطیع قریش کی ایک جماعت کے ساتھ مدینہ کی ایک سمت پر' معقل بن سنان اشجعی مہاجرین کی ایک ٹکڑی لئے ہوئے دوسری جانب مامور ہوئے اور ان سب کی افسری عبداللہ بن حنظلہ کو دی گئی انہوں نے ایک بڑے لشکر کو لے کر کوفہ کے راستے کی ناکہ بندی کر لی' مسلم بن عقبہ اپنے ہمراہیوں کو مرتب کر کے حرہ کی طرف سے مدینہ منورہ پر حملہ آور ہوا' عبداللہ بن حنظلہ مقابلہ پر آئے اور اس مردانگی سے دست بدست لڑے کہ سواران شام کو بادراً پیچھے ہٹنا پڑا' مسلم نے للکار کر پیادوں کو آگے بڑھایا فضل بن عباس بن ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب نے بہ اجازت عبداللہ بن حنظلہ بیس سواروں کو لے کر مسلم پر حملہ کیا' شامی پیادوں کے رخ پھر گئے' منہ کے بل ایک دوسرے پر گرتے پڑتے بھاگے اس کے بعد عبداللہ نے حسب درخواست فضل بن عباس کل سواران مدینہ کو ان کی ماتحتی میں بھیج دیا۔ فضل بن عباس نے اس قدر تیزی سے حملہ کیا کہ لشکر شام کا نظام جاتا رہا سواروں و پیادوں کی ترتیب درہم برہم ہوگئی۔

اہل مدینہ کی پسپائی: مسلم کے ارد گرد صرف پانچ سو پیادوں کی جماعت باقی رہ گئی باقی سب بھاگ کھڑے ہوئے' فضل نے پہنچ کر مسلم کے علم بردار پر یہ سمجھ کر کہ یہ مسلم ہے اس زور کا وار کیا کہ خود کی کڑیاں ٹوٹ کر گلے میں گھس گئیں۔ ہاتھ سے علم گر گیا اور ساتھ ہی خود بھی ٹھنڈا ہو گیا فضل جوش مسرت سے چلا اٹھے ((قتلت طاغية القوم و رب الكعبة)) ''واللہ میں نے گمراہ قوم کے سردار کو قتل کر ڈالا''۔ مسلم بن عقبہ بولا ''تم نے دھوکا کھایا وہ ایک رومی غلام تھا''، فضل نے جھپٹ کر علم اٹھا لیا۔ مسلم نے لشکر شام کو للکارا سب نے چاروں طرف سے گھیر لیا' بالآخر لڑتے لڑتے فضل شہید ہو گئے تب اس نے اپنے ہمراہیوں کو عبداللہ بن حنظلہ کی طرف بڑھایا۔ جس وقت عبداللہ بن حنظلہ اپنی رکاب کی فوج کو لشکر شام پر حملہ کرنے کو ابھار رہے تھے' حصین بن نمیر و عبداللہ بن عضاۃ الاشعری اپنے اپنے کمان کی فوجیں لئے ہوئے عبداللہ بن حنظلہ اور ان کے ہمراہیوں پر تیر

باری کرتے ہوئے بڑھے' عبداللہ بن حنظلہ نے پکار کر کہا "جو شخص تیزی کے ساتھ جنت میں جانا چاہتا ہو وہ اس علم کو لے" لوگ یہ سنتے ہی دوڑ پڑے اور نہایت دلیری سے یکے بعد دیگر لڑ لڑ کر شہید ہونے لگے' یہاں تک کہ عبداللہ بن حنظلہ کے کل لڑکے اور ان کے اخیافی بھائی محمد بن ثابت بن قیس بن شماس' عبداللہ بن زید بن عاصم اور محمد بن عمرو بن حزم انصاری عبیداللہ بن عبداللہ بن موہب' وہب بن عبداللہ بن زمعہ بن اسود' عبداللہ بن عبدالرحمٰن ابن خاطب' زبیر بن عبدالرحمٰن بن عوف وعبداللہ بن نوفل بن حرث بن عبدالمطلب نے میدان جنگ میں جام شہادت پیا ان لوگوں کے شہید ہوتے ہی لشکر مدینہ بھاگ کھڑا ہوا۔

مدینہ میں قتل عام: مسلم بن عقبہ قتل وغارت کرتا ہوا مدینہ منورہ میں داخل ہوا' تین روز تک قتل عام کا بازار گرم رکھا' شامی لشکر نے لوگوں کا مال و اسباب لوٹ لیا' اس کے بعد مسلم بن عقبہ نے معقل بن سنان[1] اشجعی' محمد بن ابی حذیفہ' محمد بن الجہم وغیرہ کو گرفتار کرا کے قتل کرا دیا۔ اس واقعہ میں تین سو چھ آدمی شرفاء قریش وانصار اور ان کے علاوہ قبائل وموالی اس تعداد کے دو چند کام آئے۔ چوتھے روز جب مسلم بن عقبہ قتل وغارت سے تھک گیا تو اس نے بیعت کی غرض سے اہل مدینہ کے پیش کئے جانے کا حکم دیا۔ لشکریان شام چاروں طرف پھیل گئے' جو جہاں ملتا تھا اس کو پکڑ لاتے تھے اگر وہ بیعت کرنے سے انکار کرتا تھا تو فوراً قتل کر دیا جاتا تھا۔

حضرت زین العابدین اور مسلم بن عقبہ: رفتہ رفتہ علی بن حسینؓ (زین العابدین) گرفتار ہو کر پیش کئے گئے' مروان بن الحکم نے ایک پیالہ شہد پیش کیا' آپ نے تھوڑا سا نوش فرما کر رکھ دیا۔ مسلم بن عقبہ بولا "تم کیوں نہیں پیتے؟" علی بن حسینؓ یہ سن کر کانپ اٹھے' گھبرا کر پیالہ اٹھا لیا' مسلم بن عقبہ نے کہا "تم خوفزدہ نہ ہو' اگر تمہارا کوئی تعلق اہل مدینہ کے ساتھ ہوتا تو بے شک میں تم کو قتل کر ڈالتا۔ لیکن امیر المؤمنین نے مجھے ہدایت کی تھی اور یہ فرمایا تھا کہ تم نے ان کو لکھا ہے کہ ان معاملات سے ہم کو کوئی واسطہ نہیں ہے پس اگر تمہارا جی چاہے تو تم شہد نوش کرو ورنہ خواہ مخواہ پینے کی ضرورت نہیں ہے"۔ مسلم نے یہ کہہ کر علی بن حسینؓ کو اپنے برابر بٹھا لیا' پھر کچھ دیر کے بعد کہا "شاید تمہارے متعلقین میرے پاس آنے سے پریشان ہوں گے بہتر ہے کہ تم اپنے گھر چلے جاؤ"۔ آپ نے فرمایا "تم یہ سچ کہتے ہو"۔ مسلم بن عقبہ نے سواری منگوائی' آپ بلا بیعت کئے اپنے گھر چلے آئے اور عبداللہ بن مطیع بھاگ کر مکہ معظمہ جا پہنچے یہ واقعہ جب کہ دو راتیں ذی الحجہ ۶۳ھ کی باقی رہ گئی تھیں عہد حکومت یزید ابن معاویہ میں واقع ہوا۔

مکہ کا محاصرہ: اس[2] واقعہ سے فارغ ہو کر مسلم بن عقبہ اپنے لشکر کو مرتب کر کے بقصد جنگ عبداللہ بن زبیر مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہوئے اور مدینہ منورہ میں روح بن زنباع جذامی کو اپنا نائب مقرر کیا' جس وقت مقام ابواء پر پہنچا بیمار ہو گیا۔ جب اس کو اپنی زیست کی امید نہ رہی تو وہ حصین بن نمیر کو طلب کر کے لشکر شام پر اپنا قائم مقام کر کے مر گیا۔ حصین بن نمیر لشکر شام کو

---

[1] عقد الفرید ابن عبدربہ مطبوعہ مصر' جلد دوم' صفحہ ۳۱۲

[2] عقد الفرید ابن عبدربہ' مطبوعہ مصر جلد دوم ۳۱۲ و کامل ابن اثیر جلد چہارم مطبوعہ مصر' صفحہ ۱۰۲

لئے ہوئے ۲۶ محرم ۶۴ھ کو مکہ معظمہ پہنچ گیا۔ اہل مکہ کو یزید کی بیعت کے لئے طلب کیا' ان لوگوں نے اس سے انکار کیا اور لڑائی کی طرفین سے تیاریاں شروع ہو گئیں' عبداللہ بن زبیر کے ہاتھ پر اہل مکہ وحجاز نے بیعت کر لی تھی اور وہ لوگ بھی آ کر ان کے پاس جمع ہو گئے تھے جو واقعہ حُرہ سے بھاگ کر آئے تھے اور کچھ لوگ بغرض امداد خوارج کی طرف سے آ گئے تھے۔

عبداللہ بن زبیر شامی لشکر سے مقابلہ کی غرض سے مکہ معظمہ سے باہر آئے' سب سے پہلے ان کے بھائی منذر بن زبیر نے میدان میں نکل کر شامیوں کو للکارا۔ لشکر شام سے ایک شخص نکل کر مقابلے پر آیا دو دو ہاتھ چلے شامی مارا گیا دوسرے نے جونہی قدم آگے بڑھائے منذر نے ایک تیر ایسا مارا کہ وہ بھی اپنی جگہ پر ٹھنڈا ہو گیا۔ لشکر شام نے یہ رنگ دیکھ کر فوراً حرکت کی اور جنگ مغلوبہ شروع کر دی' ایک طرف سے مسور بن مخزمہ ومصعب بن عبدالرحمٰن بن عوف بڑھ بڑھ کر حملے کرنے لگے دوسری جانب سے عبداللہ بن زبیر شامیوں کو روک رہے تھے۔ صبح سے شام تک لڑائی کا یہی انداز رہا' شام ہوتے ہی فریقین ایک دوسرے سے علیحدہ ہو گئے' یہ واقعہ پہلے دن کے محاصرے کا ہے۔

یزید کا انتقال: اس کے بعد حصین بن نمیر نے کوہ ابوقبیس وقعیقعان پر منجنیقیں نصب کرا دیں جو شب وروز خانہ کعبہ پر سنگباری کرتی تھی کوئی شخص طواف نہ کر سکتا تھا بقیہ ماہ محرم اور پورا مہینہ صفر کا اسی حالت سے گزر گیا۔ یہاں تک کہ ربیع الاول کی بھی تیسری تاریخ آ گئی شامیوں نے خانہ کعبہ پر آگ برسائی' چھت اور پردے جل کر راکھ ہو گئے۔ ہنوز لڑائی کا خاتمہ نہ ہوا تھا کہ یزید[1] مر گیا اور اس کی موت کی خبر عبداللہ بن زبیر کو قبل اس کے کہ حصین بن نمیر کو معلوم ہو' پہنچ گئی۔ عبداللہ بن زبیر نے پکار کر کہا ''اے کم بختو! اے عدو اللہ! اب تم کیوں لڑ رہے ہو تمہارا گمراہ سردار مر گیا''۔

عبداللہ بن زبیر اور حصین بن نمیر: حصین بن نمیر نے اس کو باور نہ کیا پھر جب اس کو یزید کی موت کی تصدیق ہو گئی تو عبداللہ بن زبیر کے پاس کہلا بھیجا کہ آج شب کو بطحاء میں ملنا' پس جب رات ہوئی تو ادھر سے عبداللہ بن زبیر اپنے چند ہمراہیوں کو لے کر نکلے اور ادھر سے حصین بن نمیر پھر دونوں اپنے اپنے ہمراہیوں کو چھوڑ کر ایک گوشہ کی طرف گئے۔

حصین بن نمیر: ''اے عبداللہ بن زبیر تم زیادہ مستحق خلافت ہو آؤ ہم تمہاری بیعت کر لیں بعد ازاں ہم اور تم شام کو چلیں میں اہل شام کا سردار ہوں یہ لشکر جو میرے ساتھ ہے اس میں شام کے بڑے بڑے سردار ہیں' واللہ میری بیعت کر لینے سے ایک دو آدمی بھی اختلاف نہ کریں گے اور میرے اور تمہارے مل جانے سے خوں ریزی کا دروازہ بند ہو جائے گا لوگ امن و چین سے بسر کریں گے''۔

عبداللہ بن زبیر: ''(بلند آواز سے) میں ایسا ہرگز نہ کروں گا مجھے اس شخص پر کیسے بھروسہ ہو سکتا ہے جس سے لوگ خائف ہوں اور جس نے بیت اللہ کو جلا دیا ہو اور جس نے اس کی حُرمت کا لحاظ نہ کیا ہو''۔

حصین بن نمیر: ''تم ضرور میرے کہنے پر عمل کرو تمہارا اس میں فائدہ ہے''۔

---

[1] یزید بن معاویہ کا مقام حوارن سرزمین شام میں ۱۴ تاریخ ربیع الاول ۶۴ھ کو بعمر ۳۸ سال انتقال ہوا' تین برس چھ مہینے اس کی حکومت رہی۔ اس کی ماں کا نام میسون بنت بجدل بن انیف کلبیہ تھا۔

عبداللہ بن زبیر: ''میں واللہ تمہارے قول و فعل کا ہرگز اعتبار نہ کروں گا اور نہ اس فقرے میں آؤں گا''۔
حصین بن نمیر: ''اللہ تیرا برا کرے میں آہستہ آہستہ راز کی بات کہتا ہوں اور تو چلاتا ہے' میں تجھے خلافت کی طرف بلاتا ہوں اور تو قتل و غارت سے ہاتھ اٹھانا نہیں چاہتا' عبداللہ بن زبیر نے اس کا کچھ جواب نہ دیا۔ حصین بن نمیر مجبور ہو کر اپنے لشکر میں چلا آیا اور مدینہ کی طرف کوچ کا حکم دے دیا۔

حصین بن نمیر کی مدینہ کو واپسی: اس کے بعد عبداللہ بن زبیر نے حصین بن نمیر کے پاس کہلا بھیجا کہ میں شام تو نہ جاؤں گا' البتہ تم لوگ یہیں آ کر میرے ہاتھ پر بیعت کر لو' حصین بن نمیر نے یہ جواب دیا کہ بغیر تمہارے شام چلے ہوئے کام درست نہ ہوگا' کیونکہ وہاں بنوامیہ موجود ہیں اور وہ خود خلافت کے مدعی ہیں' عبداللہ بن زبیر اس امر پر راضی نہ ہوئے مکہ ہی میں رہ گئے اور حصین بن نمیر منزل بہ منزل کوچ کرتا ہوا مدینہ پہنچ گیا۔

بنوامیہ اور شامی لشکر کی روانگی: یزید کی موت سے اہل مدینہ میں جرات آ گئی تھی اکا دکا جس کو لشکر شام سے پاتے تھے اس کی سواری چھین لیتے تھے اس سے وہ لوگ اپنی جماعت سے باہر نہ جاتے تھے بالآخر اہل مدینہ کے برتاؤ سے تنگ آ کر شام کی طرف کوچ کر دیا اور ان ہی کے ساتھ وہ بنوامیہ بھی نکل کھڑے ہوئے جو ان دنوں مدینہ میں موجود تھے۔

معاویہ ثانی بن یزید: بنوامیہ اور لشکر شام کا یہ دستہ اس وقت دمشق پہنچا جبکہ معاویہ بن یزید کے ہاتھ پر ارا کین سلطنت بیعت کر چکے تھے لیکن یہ صرف تین مہینے حکومت کر کے مر گیا اور بعض کا قول ہے کہ چالیس دن حکومت کر کے اکیس برس اٹھارہ دن کی عمر میں انتقال کیا۔ بہرکیف اس نے اپنے آخری زمانہ حکومت میں لوگوں کو جمع کر کے حمد و نعت کے بعد خطبہ دیا۔ جس کا یہ مضمون تھا ''اے لوگو! میں تم پر حکومت کرنے سے معذور ہوں' پس میں حضرت عمر بن الخطاب کی پیروی کرتا ہوں جیسا کہ انہوں نے چھ آدمیوں کو ارباب شوریٰ خلیفہ منتخب کرنے کے لئے مقرر کیا تھا۔ میں بھی تم لوگوں کو اختیار دیتا ہوں کہ جس کو مناسب سمجھو' خلافت کے لئے اس کو منتخب کرو''۔ اس قدر تقریر کرنے کے بعد معاویہ بن یزید محل سرا میں چلا گیا اور یہ پھر زندہ باہر نہ آیا۔

باب : ۳

عبداللہ بن زبیرؓ

۶۴ھ تا ۷۳ھ

عبدالملک بن مروان و بیعتِ خلافت: یزید[1] بن معاویہ کے مرتے ہی بلا جدوجہد اہل حجاز' یمن' عراق اور خراسان نے عبداللہ بن زبیرؓ کی بیعت کر لی' صرف شام و مصر والے ان کی بیعت سے علیحدہ رہے کیونکہ ان لوگوں نے معاویہ ابن یزید کی بیعت کی تھی۔ لیکن جب[2] اس کا بھی انتقال ہو گیا تو لوگوں میں انتخاب خلیفہ کی بابت اختلاف پڑ گیا' سب سے پہلے جس نے امراء لشکر سے اختلاف کیا وہ نعمان بن بشیر انصاری تھے جن کی سپردگی میں حمص کا علاقہ تھا' انہوں نے عبداللہ بن زبیرؓ کی بیعت کی تحریک شروع کی' جب اس کی اطلاع ظفر بن الحرث کلابی کو پہنچی جو قنسرین کا گورنر تھا تو یہ بھی چپکے چپکے عبداللہ بن زبیر کی بیعت کی دعوت دینے لگا' بنوامیہ و کلب جوان دنوں دمشق میں موجود تھے اس سے بے خبر تھے رفتہ رفتہ حسان بن مالک بن بحدل کلبی کو یہ خبر لگی جو فلسطین کا عامل تھا اس نے روح بن زنباع سے کہا ''امراء لشکر ابن زبیر کی اطاعت کر رہے ہیں اور بنو قیس جو میری قوم کے ہیں' اردن میں ہیں تم یہاں میری قائم مقامی کرو' کیونکہ یہاں پر تمہارے ہی قوم والے سر برآوردہ ہیں اور اگر ان میں سے کوئی تمہاری مخالفت کرے تو اسے بے تامل تہ تیغ کر دینا میں اردن کی طرف جاتا ہوں''۔

اردن کے حالات: چنانچہ روح بن زنباع فلسطین میں رہ گیا اور حسان بن مالک اردن کی جانب چل کھڑا ہوا اس کے جاتے ہی نائل بن قیس جذامی نے عبداللہ بن زبیر کا طرفدار ہو کر روح بن زنباع کو نکال دیا۔ وہ بہ ہزار دقت حسان بن مالک کے پاس اردن میں جا پہنچا۔ حسان نے لوگوں کو جمع کر کے کہا ''اے اہل اردن! تم جانتے ہو کہ عبداللہ بن زبیرؓ فساد برپا کر رہے ہیں اور خلفاء اللہ کی بغاوت پر کمر بستہ ہیں اور مسلمانوں کی جماعت میں نفاق پیدا کر رہے ہیں' تم لوگوں کو چاہیے کہ بنی حرب میں سے کسی کو خلافت کے لئے منتخب کرو اور اس کے ہاتھ پر بیعت کرو' لوگوں نے یک زبان ہو کر کہا ''تم ہی بنی حرب

---

[1] تاریخ الخلفاء علامہ سیوطی مترجمہ مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی صفحہ ۲۴۲

[2] عقد الفرید ابنِ عبدربہ جلد دوم صفحہ ۳۱۴ مطبوعہ مصر

میں سے کسی کو امارت کے لئے انتخاب کرو' اگر عبداللہ بن زبیرؓ ان دونوں لڑکوں (عبداللہ و خالد پسران یزید) کی اطاعت کریں گے تو ہم بھی ان کے مطیع ہوں گے۔ ہم کو یہ گوارا نہیں ہے لوگ کسی بوڑھے دقیانوسی شخص کو امیر بنائیں درانحالیکہ ہم ایک نوعمر کو پیش کر رہے ہیں' حسان نے ایک خط ضحاک[1] ابن قیس کے نام لکھا جس میں یہ واقعہ بالتفصیل درج کر کے بنوامیہ کے حقوق خلافت و عبداللہ بن زبیر کی برائیاں لکھیں اور قاصد کو یہ ہدایت کی کہ اس خط کو ضحاک بن قیس کو بنوامیہ و رؤساشہر کی موجودگی میں جامع مسجد میں پڑھ کر سنانا۔

رؤساءِ دمشق میں اختلاف: جب یہ خط جمعہ کے دن رؤسا کی موجودگی میں دمشق و بنوامیہ کی مسجد میں پڑھا گیا تو دو گروہ ہو گئے' یمانیہ بنوامیہ کے طرف دار ہو گئے اور قیسیہ عبداللہ بن زبیر کے' آپس میں بحث و تکرار بڑھی' سب نے جھٹ پٹ زرہیں پہن لیں اور تلواریں کھینچ کر ایک دوسرے کی طرف دوڑ پڑے' خالد بن یزید نے بیچ بچاؤ کیا' ضحاک بن قیس دارالامارت میں چلا گیا تین دن تک باہر نہ آیا اس اثناء میں عبیداللہ بن زیاد آ گیا جس سے بنوامیہ کو تقویت ہو گئی۔ ضحاک[2] بن قیس اور کل بنی امیہ جابیہ کی طرف نکلے' اتفاق سے ثور بن معن السلمی آ پہنچا اور ضحاک سے خطاب کر کے بولا ''کیوں ضحاک! تم نے ہم کو عبداللہ بن زبیرؓ کی بیعت کی طرف بلایا ہم نے ان کی امارت کی بیعت کی اور اب تم اس جنگلی (یعنی حسان بن مالک کلبی) کے کہنے سے ان کے بھانجے (خالد بن یزید) کی بیعت خلافت پر تل رہے ہو'' ضحاک بن قیس نے شرما کر کہا ''اچھا تمہاری کیا رائے ہے؟'' جواب دیا ''جس کو پوشیدہ کرتے تھے اس کو اب اعلانیہ ظاہر کرو اور عبداللہ بن زبیر کی بیعت خلافت کی کھلم کھلا دعوت دو''۔ ضحاک یہ سنتے ہی مع اپنے ہمراہیوں کے علیحدہ ہو کر مرج راہط میں جا اترے اس وقت تک دمشق ان ہی کے قبضہ میں تھے۔

مروان کی بیعت: بنوامیہ مقام جابیہ میں جمع تھے کوئی امر طے نہ ہوا تھا حسان بن مالک کلبی امامت کر رہا تھا اور مروان در پردہ اپنی بیعت کی ترغیب دے رہا تھا' رفتہ رفتہ اس کی سعی کا یہ نتیجہ پیدا ہوا کہ ایک روز روح بن زنباع نے کھڑے ہو کر اعلانیہ کہہ دیا کہ بالفعل مروان کے ہاتھ پر بیعت کی جائے وہی اس کا مستحق ہے' پھر جب خالد بن یزید شعور کو پہنچے گا تو امارت اس کے سپرد کی جائے گی' لوگوں نے اس رائے سے اتفاق کیا۔ چنانچہ ۳ ذیقعدہ ۶۴ھ کو کل بنوامیہ[3] کلب' غسان' سکاسک اور طے نے مروان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

معرکہ مرج راہط: بیعت لینے کے بعد مروان نے مرج راہط کا رخ کیا جہاں پر ایک ہزار سواروں کو لئے ہوئے ضحاک بن قیس ٹھہرا ہوا تھا۔ مروان نے پانچ ہزار کی جمعیت سے ابتداً صف آرائی کی بعد ازاں عباد بن یزید حوارن سے دو ہزار

---

1. ضحاک بن قیس نے اس زمانہ پر آشوب میں اہل دمشق سے امر کی بیعت لے لی تھی کہ جب تک لوگوں کا اتفاق کسی امیر پر نہ ہوگا اس وقت تک میں تمہاری امامت و امارت کروں گا اور در پردہ یہ عبداللہ بن زبیر کے ہوا خواہوں میں تھے' کامل ابن اثیر جلد چہارم مطبوعہ مصر صفحہ ۱۲۰
2. کامل ابن اثیر جلد چہارم صفحہ ۱۲۲ مطبوعہ مصر۔
3. عقد الفرید ابن عبد ربہ مطبوعہ مصر جلد دوم صفحہ ۳۱۵

غلاموں کو لے کر آ گیا' یزید بن ابی غمس غسانی نے میدان خالی پا کر ضحاک کے گورنر کو دمشق سے نکال کر بیت المال اور خزانہ پر قبضہ کر لیا' ضحاک نے امراء لشکر کو یہ واقعات لکھ بھیجے۔ چنانچہ زفر بن الحارث قنسرین سے امدادی فوج لے کر آ گیا۔ نعمان بن بشیر نے شرجیل بن ذی الکلاع کے ہمراہ اہل حمص کو روانہ کیا۔ پس یہ لوگ ضحاک بن قیس سے مرج راہط میں ملے جس سے اس کی جمعیت کی تعداد ساٹھ ہزار تک پہنچ گئی۔ مروان کی فوج کی تعداد تیرہ ہزار تھی جن میں اکثر پیادہ تھے اور ضحاک کے ہمراہیوں میں اکثر سوار' مروان کے میمنہ پر عمرو بن سعد' میسرہ پر عبیداللہ بن زیاد اور ضحاک بن قیس کے میمنہ پر زیاد بن ضحاک عقیلی تھا۔ میسرہ پر بکر بن ابی بشیر ہلالی' بیس روز تک نہایت شدت سے لڑائی جاری رہی' فریقین اپنی ان تھک کوششوں میں مصروف تھے۔

ضحاک کا خاتمہ: عبیداللہ بن زیاد نے مروان سے کہا ''میں جانتا ہوں کہ تم حق پر ہو اور ابن زبیر اور جو اس کے ہمراہی ہیں باطل پر ہیں اور تعداد میں بھی وہ زیادہ ہیں۔ قیس کے نامی گرامی سردار بھی اس کا ساتھ دے رہے تھے' میرا خیال یہ ہے کہ تم اپنے مقصد دلی کو نہ پہنچو گے مگر یہ کہ حیلہ سازی کرو اور لڑائی تو حیلے ہی کا نام ہے' بظاہر ضحاک کو صلح کے بہانے سے لڑائی سے روک دو اور پھر رات کے وقت حالت غفلت میں حملہ کر دو''۔ چنانچہ مروان نے ضحاک کو پیام صلح دیا۔ ضحاک نے بامید صلح لڑائی بند کر دی' رات ہوتے ہی جوں ہی ضحاک کے لشکری دن بھر کے تھکے ماندے اطمینان کے ساتھ سوئے' مروان کے سواروں نے چاروں طرف سے حملہ کر دیا۔ شور وغل کی آواز سے ضحاک کے لشکریوں کی آنکھ کھلی تو وہ قتل و غارت کے طوفان انگیز موج میں مبتلا تھے۔ مگر پھر بھی انہوں نے نہایت استقلال سے لپک کر اپنا علم اٹھا لیا اور لڑنے لگے۔ قیس کے نامی گرامی سردار اس واقعہ میں کام آئے' علم بردار کے ہاتھ سے گر پڑا لوگوں میں بھگدڑ مچ گئی۔ ضحاک بھی اس سانحہ میں کام آیا' اسی آدمی قیس کے اور چھ سو بنو سلیم کے مارے گئے۔ مروان نے منادی کرا دی کہ کوئی شخص بھاگنے والے کا تعاقب نہ کرے' جس کا جدھر منہ اٹھا' بھاگ نکلا۔ یہ واقعہ محرم ۶۵ھ کا ہے۔

مروان کا شام ومصر پر قبضہ: کامیابی کے بعد مروان دمشق میں داخل ہوا۔ دارالامارت (یعنی معاویہ بن ابی سفیان کے مکان) میں قیام کیا اور بقیہ لشکر سے بیعت لینے کے بعد خالد بن یزید کی ماں سے نکاح کر لیا۔ پس جب مصر کی جانب روانہ ہونے لگا تو خالد بن یزید سے آلات حرب مستعار لئے' مصر میں ان دنوں عبدالرحمٰن بن حجدم قرشی گورنر تھا جو ابن زبیر کے ہوا خواہوں میں سے تھا۔ مروان کی آمد کی خبر سن کر وہ مقابلے کے قصد سے نکلا' لڑائی ہوئی بہت سے آدمی مارے گئے۔ ایک گروہ کثیر کو قید کر کے مروان شام کی طرف واپس ہوا' شام کے قریب پہنچا تو معلوم ہوا کہ ابن زبیر نے اپنے بھائی مصعب بن زبیر کو شام پر قبضہ کرنے کو روانہ کیا ہے' یہ سنتے ہی اس نے بقصد تعاقب عمرو بن سعید کو مصعب کے مقابلے پر روانہ کیا۔ مصعب وعمرو بن سعید میں لڑائی ہوئی' میدان عمرو بن سعید کے ہاتھ رہا اور مصعب کو شکست ہوئی' الغرض اس طرح دمشق و ملک شام اور مصر پر مروان کا قبضہ ہو گیا۔

اہل خراسان کی بیعت: خراسان کی گورنری پر یزید بن معاویہ کی جانب سے مسلم بن زیاد مامور تھا۔ جب اس کو یزید کی

موت کی خبر پہنچی تو اس نے اہل خراسان سے بہ رضا ورغبت تا انتخاب خلیفہ بیعت لے لی لیکن ان لوگوں نے دو چار روز کے بعد نقض بیعت کی' اس نے مجبور ہو کر مہلب بن ابی صفرہ کو اپنا نائب مقرر کر کے شام کا قصد کیا۔ جب سرخس پہنچا تو سلیمان بن مرثد (بنو قیس بن ثعلبہ بن ربیعہ) سے ملاقات ہوئی۔ اس نے دریافت کیا ''کہا جاتے ہو؟'' جواب دیا ''تمہارے پاس جا رہا تھا کہ کسی شہر کی امارت میرے سپرد کر دو' بڑے افسوس کی بات ہے کہ تم نے اپنا نائب ایک یمنی ازدی شخص کو بنایا ہے''۔ مسلم بن زیاد نے کہا ''تم خراسان نہ جاؤ' تو میں تم کو مروروذ فاریاب طالقان اور جورجان کا والی مقرر کر دوں''۔ سلیمان یہ سن کر مروروذ کی طرف روانہ ہوا' مسلم بن زیاد آگے بڑھا تو اوس بن ثعلبہ بن زفر مل گیا اس کو اس نے ہرات پر مامور کیا اور نیشاپور پہنچا' وہاں عبداللہ بن خازم خراسان کی طرف سے آتا ہوا ملا' اس نے دریافت کیا خراسان پر تم نے کس کو مامور کیا؟ مسلم نے کہا ''سلیمان بن مرثد کو'' عبداللہ بولا ''کیا تم کو کوئی اور شخص نہ ملتا تھا جو تم نے خراسان ایسے شہر کو بکر بن وائل کے قبیلہ کے سپرد کر دیا' خیر اب تم خراسان کی گورنری کی سند مجھے مرحمت کرو''۔ چنانچہ مسلم بن زیاد نے سند گورنری لکھ دی اور ایک لاکھ درہم دے کر عبداللہ کو رخصت کیا۔

عبداللہ بن خازم: مہلب بن ابی صفرہ کو یہ خبر لگی تو اس نے بنو جشم ابن سعد بن زید مناۃ ابن تمیم سے ایک شخص کو اپنا نائب مقرر کیا' ابن خازم اور اس جشمی شخص سے لڑائی ہوئی' جشمی کی پیشانی پر چوٹ آئی جس کے صدمہ سے دو دن بعد مر گیا اور ابن خازم مظفر و منصور شہر میں داخل ہوا۔ اس کے بعد عبداللہ بن خازم نے مروروذ پر چڑھائی کی' سلیمان ابن مرثد سے مدتوں لڑائی ہوتی رہی' آخر الامر سلیمان مارا گیا اور عبداللہ بن خازم اس کے مقبوضہ صوبوں پر قبضہ حاصل کر کے عمرو بن مرثد کی طرف بڑھا جو طالقان پر قابض تھا' فریقین میں لڑائیاں ہوئیں' بالآخر عمرو بن مرثد مارا گیا اور اس کے ہمراہی بھاگ کر ہراۃ میں اوس بن ثعلبہ کے پاس پہنچے۔ عبداللہ بن خازم مروروذ واپس گیا' مروروذ اور اطراف خراسان میں جس قدر آدمی قبیلہ بکر بن وائل کے تھے وہ سب بھی ہراۃ بھاگ آئے جس سے ہراۃ میں ایک معقول جمعیت ہو گئی سب نے متفق ہو کر اوس بن ثعلبہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور اس کو سلیمان وعمرو و پسران مرثد کے خون کا بدلہ لینے کی غرض سے امیر بنایا' عبداللہ بن خازم کو اس کی اطلاع ہوئی تو وہ پیام اجل کی طرح ان کے سروں پر پہنچ گیا۔ ہراۃ کی وادی میں فریقین کا مقابلہ ہوا' ایک برس تک لڑائی کا سلسلہ جاری رہا' ایک روز عبداللہ بن خازم نے لڑائی کے طول کھینچنے سے گھبرا کر مجموعی قوت سے حملہ کر دیا' اس دن اوس بن ثعلبہ کا لشکر اپنے امیر کی مرضی کے خلاف شہر سے نکل کر لڑنے کو آیا تھا' عبداللہ بن خازم کی فوج نے مارتے مارتے اس کو خندق تک پہنچا دیا' بہت سے آدمی خندق میں گر کر مر گئے اور ہزاروں بھاگ کھڑے ہوئے' اوس بن ثعلبہ بجستان کی طرف بھاگا اور وہیں یا اس کے قریب پہنچ کر مر گیا' عبداللہ بن خازم نے ہراۃ پر بھی قبضہ کر کے اپنے لڑکے محمد کو اس کی گورنری دے دی۔ اسی زمانے میں ترکوں نے قصر اسغاد پر حملہ کیا۔ ابن خازم نے یہ سن کر زہیر بن حیان کو بسر گروہی بنو تمیم ان کو منتشر کرنے کے لئے روانہ کیا' چنانچہ زہیر نے پہنچ کر ان کا سدباب کیا۔

مختار بن ابو عبید: واقعہ کربلا کے بعد ہی ۶۱ھ سے ہوا خواہان امیر المومنین علیؓ ابن ابی طالب میں ایک بار پھر جوش پیدا ہوا

اور وہ لوگ اپنے کئے پر پشیمان ہو کر کوفہ میں سلیمان بن صرد خزاعی کے مکان پر جمع ہوئے' اس مجمع میں مسیب بن نجبہ فزاری' عبداللہ ابنِ سعد بن نفیل ازدی' عبداللہ بن دال تیمی اور رفاعہ بن شداد بجلی وغیرہ رؤسا شیعہ بھی موجود تھے' بحث و تکرار کے بعد ان لوگوں نے بغرض طلب معاوضہ خون حسین بن علی' سلیمان بن صرد خزاعی کے ہاتھ پر بیعت کی' سلیمان بن صرد در پردہ امراء اسلام سے خط و کتابت کرنے لگا۔ سعد بن خذیفہ بن الیمان جو مدائن میں تھے اور مثنی بن مخربہ عبدی جو بصرے میں تھے اس کی رائے سے متفق ہوئے اور خون حسینؓ کے معاوضہ لینے پر تل گئے' رفتہ رفتہ اس کی جمعیت بڑھتی گئی' یہاں تک کہ ۶۴ ھ میں یزید بن معاویہ جب مرگیا تو اس کے متبعین نے خروج کرنے کے لئے کہا سلیمان نے جواب دیا ''ہنوز اس کا وقت نہیں آیا' اس وقت تک کوفے میں بہت سے آدمی ایسے ہیں جو تمہارے ہم نوا نہیں ہیں' تم ان کو اپنا ہم آہنگ بنانے کی کوشش کرتے رہو''۔ پس سلیمان بن صرد کے متبعین نے رؤسا کوفہ سے ربط ضبط پیدا کر کے اکثر لوگوں کو اپنی جماعت میں داخل کر لیا' کچھ عرصے بعد اہل کوفہ نے عمرو بن حریث کو (جو ابنِ زیاد کی طرف سے کوفہ کا گورنر تھا) کوفے سے نکال دیا اور عبداللہ بن زبیر کی خلافت کی بیعت کر لی۔

مختار اور اہلِ کوفہ: یزید کے مرنے کے چھ مہینے بعد نصف رمضان میں مختار بن ابو عبید وارد کوفہ ہوا۔ ۲۲ رمضان کو عبداللہ بن زبیر کی طرف سے عبداللہ بن یزید انصاری گورنری اور ابراہیم بن محمد بن طلحہ خراج کوفہ پر مامور ہو کر آئے۔ مختار بن ابو عبید لوگوں کو خونِ حسینؓ کے معاوضہ لینے پر ابھارنے لگا۔ لوگوں نے کہا کہ ہم نے محض اسی کام کے انجام دینے کے لئے سلیمان بن صرد کے ہاتھ پر بیعت کی ہے' وہ فی الحال اس کو خلافِ مصلحت سمجھتا ہے۔ مختار نے کہا ''سلیمان ایک پست ہمت آدمی ہے' وہ لڑائی جھگڑے سے جی چراتا ہے۔ مجھے مہدی محمد بن الحنیفہ نے اپنا وزیر و امین مقرر کر کے بھیجا ہے' تم لوگ میرے ہاتھ پر ان کی بیعت کرو اور خونِ حسینؓ مظلوم کا معاوضہ ان کے قاتلین سے لو''۔ ایک گروہ کثیر ہوا خواہانِ امیر المومنین علیؓ کا اس کی طرف مائل ہو گیا' عبداللہ بن یزید انصاری کو جب یہ خبر لگی کہ مختار خروج کرنے والا ہے تو اس نے اہلِ کوفہ کو جمع کر کے کہا ''اگر وہ لوگ ہم سے لڑیں گے تو ہم بھی ان سے لڑیں گے ورنہ ہم ان سے تعرض نہ کریں گے کیونکہ وہ لوگ خونِ حسینؓ کا معاوضہ ان کے قاتلین سے لینے والے ہیں' اگر ابنِ زیاد ان کی طرف رخ کرے گا تو ہم ان لوگوں کے مددگار شمار ہوں گے۔ یہ کم بخت حسینؓ سے لڑا' تمہارے اچھے اچھے لوگوں کو قتل کیا' دین کی تخریب میں دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا' بہتر ہے تم لوگ مختار کی مدد کرو''۔ عبداللہ بن یزید یہ کہہ کر خاموش ہو گیا۔

ابراہیم بن محمد بن طلحہ نے اٹھ کر کہا ''اس شخص کی تقریر سے تم لوگ مغرور نہ ہو جانا' واللہ جو شخص ہماری مخالفت پر سر اٹھائے گا فوراً اس کا سر ہم قلم کر دیں گے''۔ بات پوری نہ ہونے پائی تھی کہ مسیب بن نجبہ نے لپک کر ان کی پیٹی کاٹ دی اور چلا کر کہا ''تو ہم کو اپنی تلوار سے ڈراتا ہے واللہ ہم تجھ کو اپنی مخالفت پر ملامت نہیں کرتے' تو وہی ہے جس کے باپ دادا کو ہم نے قتل کیا ہے۔ ہاں اے امیر! تو نے البتہ ایک راست بات کہی ہے''۔ ابراہیم نے ڈانٹ کر کہا ''بے شک ہم اپنے مخالفین سے لڑیں گے (عبداللہ بن یزید کی طرف اشارہ کر کے) اور اس نے تو بالکل سست تقریر کی ہے''۔ عبداللہ بن دال بولا ''تو

کیوں دخل در معقولات کرتا ہے تو ہمارا افسر نہیں ہے۔ تیرے سپرد جو کام کیا گیا وہ کر (یعنی خراج وصول کر)''۔ ابراہیم کے ہمراہیوں نے سخت وسست کہا۔ لوگوں نے آپس میں ایک دوسرے کو گالیاں دیں۔ ابراہیم یہ کہہ کر کہ میں اس کی شکایت عبداللہ بن زبیر کو لکھوں گا اپنے مکان پر چلا گیا دوسرے دن عبداللہ بن یزید انصاری ابراہیم کے مکان پر آیا' معذرت کی' اس نے قبول کی۔ اس واقعہ کے بعد سلیمان بن صرد کے ہمراہی کھلم کھلا آلات حرب خرید نے لگے' چند دنوں بعد جب سلیمان نے جزیرہ کی طرف خروج کیا جیسا کہ ہم آئندہ بیان کریں گے' تو عمر بن سعد' شبث بن ربعی اور زید بن الحارث بن رویم کے کہنے سے عبداللہ بن یزید اور ابراہیم بن محمد بن طلحہ نے مختار کو گرفتار کر کے قید کر دیا۔

سلیمان بن صرد خزاعی: ماہ ربیع الثانی ۶۵ھ کی چاندرات کو سلیمان بن صرد خزاعی نے بہ قصد معاوضہ خون امام حسین بن علیؓ کوفہ سے نکل کر نخیلہ میں قیام کیا اپنے ہمراہیوں کو شمار کیا تو ان کی تعداد ان کی امید میں تعجب انگیز نہ معلوم ہوئی صبح ہوتے ہی حکیم بن منقذ کندی اور ولید بن عصیر کنانی کو کوفہ کی طرف روانہ کیا۔ ان لوگوں نے کوفہ پہنچ کر لوگوں کو معاوضہ خون حسینؓ پر ابھارنا شروع کیا' اگلے دن صبح نہ ہونے پائی تھی کہ جس قدر لوگ لشکر میں تھے اسی قدر اور آ پہنچے' مرتب کرتے سے معلوم ہوا کہ سولہ ہزار آدمیوں نے قاتلین حسینؓ سے لڑنے پر بیعت کی ہے۔ سلیمان بن صرد خزاعی تین روز تک نخیلہ میں ٹھہرا رہا۔ اس اثناء میں اس کے ہمراہیوں میں سے ایک ہزار آدمی جو گھر بیٹھ رہے تھے آ ملے۔ روانگی کے وقت عبداللہ بن سعد بن نفیل نے کہا ''چونکہ ہم قاتلین حسینؓ سے لڑنے کو نکلے ہیں اور اکثر قاتلین حسینؓ کوفہ میں موجود ہیں لہٰذا ان کو چھوڑ کر کہاں خاک چھاننے کو جا رہے ہو؟'' ہمراہیوں نے اس رائے سے اتفاق کیا' لیکن سلیمان نے اختلاف کر کے کہا ''یہ لوگ تو لشکریوں میں تھے اصل جو سردار تھا وہ زیاد قابل گردن زدنی ہے میرے نزدیک فاجر بن فاسق عبیداللہ بن زیاد سے پہلے لڑنا چاہیئے۔ وہی بانی فساد اور گمراہیوں کا سردار ہے۔ اس پر کامیابی حاصل ہو جانے کے بعد دوروں کا زیروزبر کرنا آسان ہو جائے گا''۔ اس تقریر سے لوگوں کو تشفی ہوگئی اور روانگی کا سامان ہونے لگا۔

سلیمان بن صرد کا خروج: عبداللہ بن یزید اور ابراہیم بن محمد بن طلحہ کو معلوم ہوا تو وہ منع کرنے کو آئے' سمجھایا' مدد دینے کا وعدہ کیا لیکن سلیمان نہ مانا اور جمعہ کی شب پانچویں ربیع الثانی ۶۵ھ تک نخیلہ سے کوچ کر دیا' حسینؓ ابن علیؓ کے مدفن پر پہنچے' چلا کر رو پڑے' ایک شبانہ روز تک ٹھہرے رہے' ساتھ چھوڑ دینے اور ان کے ہمراہ ہو کر نہ لڑنے پر روتے اور پچھتاتے رہے۔ اگلے دن انبار کی راہ روانہ ہوئے' کوچ و قیام کرتے ہوئے قرقیسا پہنچے جہاں زفر بن الحارث کلابی تھا اس نے شہر پناہ کے دروازے بند کرا لئے۔ مسیّب بن نجبہ نے رسد و غلہ طلب کیا۔ جب زفر کو ان کے حالات سے آگاہی ہوگئی تو اس نے لاعلمی کی معذرت کی اور رسد و غلہ کا پورا پورا انتظام کر دیا اور روانگی کے وقت ایک ہزار درہم اور ایک گھوڑا پیش کیا لیکن مسیّب نے درہم واپس کر دیئے اور گھوڑا لے لیا۔ زفر مشایعت کی غرض سے کچھ دور تک ساتھ آیا اور یہ سمجھا کر واپس گیا کہ تم لوگ قبل اس کے کہ شامی لشکر تمہارے مقابلے پر آئے' عین الوردہ پر پہنچ کر قبضہ کر لینا' کھلے میدان شامی لشکر سے ہرگز صف آرائی نہ کرنا کیونکہ ان کی تعداد کثیر ہے اور تم لوگ کم ہو۔ غرض زفر بن حرث نے اسی قسم کی چند ہدایات دیں اور دعائیں دیتا ہوا واپس

گیا اور سلیمان بن صرد مع اپنے ہمراہیوں کے منزل بمنزل کوچ کرتا ہوا عین الوردہ پہنچا اور اس کے غربی جانب ڈیرے ڈالے۔ پانچویں روز شام کے لشکر کی آمد کی خبر مشہور ہوئی' تقریباً ایک شب و روز کی مسافت باقی رہی ہوگی کہ سلیمان نے اپنے کل لشکریوں کو جمع کر کے خطبہ دیا اور یہ کہا کہ اگر میں مارا جاؤں تو مسیّب بن نجبہ کو اور اگر یہ بھی مارا جائے تو عبداللہ بن سعد بن نفیل کو اور اگر یہ بھی مارا جائے تو عبداللہ بن وال کو اور اگر یہ بھی مارا جائے تو رفاعہ بن شداد کو امیر بنانا''۔ تقریر ختم ہونے کے بعد بسر گروہی چار سو سواروں کے مسیّب بن نخبہ کو لشکرِ شام کے تعاقب میں روانہ کیا۔ لشکر شام کے مقدمہ الجیش سے مڈبھیڑ ہوگئی' میدان جنگ مسیّب کے ہاتھ میں رہا شامی لشکر شکست کھا کر بھاگ کھڑا ہوا' بہت سے آدمی مارے گئے۔ مال واسباب وآلاتِ حرب جو کچھ لشکر گاہ میں تھا مسیّب بن نجبہ نے قبضہ کر لیا اور واپس ہو کر اپنے لشکر گاہ میں آیا۔

معرکۂ عین الوردہ: اس واقعہ کی خبر عبداللہ بن زیاد کو ہوئی تو اس نے حصین بن نمیر کو بسر افسری بارہ ہزار لشکر کے روانہ کیا۔ ۲۶ جمادی الاول ۶۵ھ کو مقام عین الوردہ پر فریقین کا مقابلہ ہوا۔ سلیمان قلب میں تھا میمنہ پر عبداللہ بن سعد اور میسرہ پر مسیّب بن نخبہ' شامیوں کے میمنہ پر حماد بن عبداللہ تھا اور میسرہ پر ربیعہ بن مخارق غنوی۔ صف آرائی کے بعد حصین بن نمیر نے سلیمان کو اور سلیمان نے حصین بن نمیر کو سمجھایا کسی نے ایک دوسرے کا کہنا نہ مانا۔ لڑائی شروع ہوگئی شام ہوتے ہوتے شامی لشکر میدان جنگ سے بھاگ کھڑا ہوا۔ تاریکی نے فتح مند گروہ کو حملہ کرنے سے روک دیا۔ صبح ہوتے ہی آٹھ ہزار آدمی لشکر شام میں آ ملے جس کو عبیداللہ بن زیاد نے بطور کمک کے بھیجا تھا۔ فریقین نے نماز فجر کے بعد ہی لڑائی چھیڑ دی تمام دن نہایت سختی سے جنگ جاری رہی' سوائے اوقات نماز کے لڑنے والوں کے ہاتھ نہ رکے' یہاں تک کہ شام ہوگئی مجبور ہو کر فریقین اپنے اپنے لشکر گاہ میں واپس آئے دونوں کی رات امید وبیم میں گزری۔

لڑائی کا آغاز: سپیدۂ سحر کے نمودار ہوتے ہی ادہم بن محرز باہلی دس ہزار آدمیوں کو لے کر ابن زیاد کی طرف سے آ پہنچا' لڑائی شروع ہوگئی' صبح سے آفتاب بلند ہونے تک نہایت شدت سے جنگ ہوتی رہی' اس کے بعد اہل شام نے چاروں طرف سے گھیر لیا' سلیمان کے اپنے ہمراہیوں نے تلواریں کھینچ لیں اور شیر کی طرح شامی لشکر پر ٹوٹ پڑے' ایک گروہ کثیر اس واقعہ میں کام آیا' حصین بن نمیر نے لڑائی کا انداز بدلتا ہوں دیکھ کر تیر اندازوں کو تیر باری کا اور سواروں کو محاصرے کا حکم دیا۔

سلیمان بن صرد کا انجام: یزید بن حصین بن سلیمان بن صرد پر تیر چلایا۔ وہ غش کھا کر گر پڑے۔ مسیّب بن نجبہ نے لپک کر علم اٹھالیا' تھوڑی دیر تک لڑتے رہے' جب یہ بھی تیر اجل کا نشانہ ہوئے تو عبداللہ بن سعد بن نفیل نے علم کو سنبھالا' اس اثناء میں تین سوار آئے جنہوں نے سعد بن حذیفہ اور مثنیٰ بن مخربہ عبدی کے آنے کی خبر دی' عبداللہ بن سعد اور اس کے ہمراہی یہ خبر سن کر خوش ہوئے اور ایک تازہ جوش سے لڑنے لگے' یہاں تک کہ عبداللہ بن سعد بن نفیل بھی مارے گئے' خالد بن سعد بن نفیل نے اپنے بھائی کے قاتل پر نیزہ چلایا۔ ایک دوسرے شامی نے تلوار سے کاٹ دیا۔ خالد نے لپک کر قاتل کو پکڑ لیا زور آزمائی ہونے لگی' شامیوں نے پہنچ کر اپنے ہمراہیوں کو چھڑا لیا اور خالد کو گرفتار کر لیا' اس وقت تک علم سرنگوں پڑا تھا' لوگوں نے عبداللہ بن وال کو پکارا لیکن یہ دوسری طرف لڑائی میں مصروف تھے اس وجہ سے رفاعہ بن شداد نے علم کو اٹھا لیا اور لڑنے لگے۔

ہنوز قسمت کا آخری فیصلہ نہ ہونے پایا تھا کہ آفتاب غروب ہو گیا۔

رفاعہ بن شداد کی پسپائی: لشکر شام اپنے لشکر گاہ میں واپس آیا اور رفاعہ نے اپنے ہمراہیوں کا جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ زیادہ حصہ میدانِ جنگ میں موت کی نیند سو رہا ہے اور باقی معدودے چند جو ہیں ان میں سے اکثر زخمی اور جنہوں نے زخم نہیں کھائے وہ اس قدر تھک گئے ہیں کہ زخمیوں سے زیادہ ابتر ہیں۔ چنانچہ وہ مجبور ہو کر شب ہی کو میدان جنگ چھوڑ کر کوفہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ صبح ہوئی تو معلوم ہوا کہ فریق مخالف سے میدان جنگ خالی ہے۔ حصین بن نمیر نے اس کا تعاقب نہ کیا اور یہ لوگ چلتے چلتے قرقیسیا پہنچے۔ زفر بن الحرث نے تین روز تک ٹھہرائے رکھا۔ دعوت کی' چوتھے روز زادِ سفر دے کر کوفہ کی جانب رخصت کیا' بعد ازاں سعد بن خذیفہ بن الیمان اہل مدائن کو لے کر ہیت تک آ پہنچے لیکن یہ خبر بد سن کر لوٹے' مثنیٰ بن مخربہ عبدی سے ملاقات ہوئی جو اہلِ بصرہ کو لا رہے تھے' صاحب سلامت کے بعد لڑائی کا حال بتلایا اور رفاعہ کے انتظار میں قیام کیا۔ جب رفاعہ مع اپنی بقیہ سپاہ کے آ گیا تو مثنیٰ و سعد اس کو گلے لگا کر تھوڑی دیر تک خوب پھوٹ پھوٹ کر روئے اور ایک شب و روز قیام کے بعد اپنے اپنے شہروں کی طرف واپس ہوئے۔

عبدالملک و عبدالعزیز کی ولی عہدی: ۶۵ھ میں مروان بن الحکم کے اشارے سے اس کے لڑکوں عبدالملک و عبدالعزیز کی ولی عہدی کی بیعت لی گئی' عمرو بن سعید بن العاص' مصعب بن زبیر کو شکست دے کر دمشق میں مروان کے پاس واپس آ گیا تھا' مروان کو یہ خبر ملی یا خود ہی اپنے لڑکوں کی بیعت لینے کا یہ حیلہ نکالا کہ عمرو بن سعید بن العاص یہ کہتا ہے کہ مروان کے بعد خلافت کا مستحق میں ہوں اس وجہ سے حسان بن ثابت بن بحدا کو بلا کر عمرو بن سعید کے خیالات ظاہر کئے اور یہ کہا کہ میں اپنے لڑکوں عبدالملک و عبدالعزیز کی ولی عہدی کی بیعت لینا چاہتا ہوں' تم اس کے محرک ہو جاؤ' اگلے روز شام کے وقت امراءِ دمشق مروان کے پاس آئے تو حسان نے کھڑے ہو کر کہا ''مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ لوگ امیر المؤمنین کے بعد خلافت کے دعوے دار ہونے والے ہیں' پس تم لوگ اٹھو اور عبدالملک و عبدالعزیز پسران امیر المؤمنین کی ولی عہدی کی بیعت کر لو''۔ کسی کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔ سب نے بیعت کر لی۔

بیعت عبدالملک: ۳ رمضان ۶۵ھ کو دمشق میں مروان کے مر جانے پر لوگوں نے اس کے لڑکے عبدالملک کے ہاتھ پر بیعت کی اور یہ تخت نشین ہوا' اس کو لوگ ابوالملوک کہتے تھے' اس وجہ سے کہ اس کے لڑکوں ولید' سلیمان' یزید اور ہشام نے حکومت و سلطنت کی تھی اور چونکہ اس کے مسوڑھوں سے اکثر خون جاری رہا کرتا تھا اور اس پر مکھیاں بیٹھا کرتی تھیں۔ بایں لحاظ یہ ابوالذباب کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا اس کی ماں کا نام عائشہ تھا جو مغیرہ بن العاص بن امیہ کی لڑکی تھی۔

خوارج کی بغاوت: اس سنہ میں کوفے سے خوارج نے علم بغاوت بلند کیا' ان کا سردار نافع بن ارزق تھا' اہل بصرہ کے اختلاف کے سبب ان کی قوت کو یک گونہ استحکام حاصل ہو گیا تھا' عبداللہ بن حارث نے مسلم بن عبیس بن کریز بن ربیعہ کو ان کی سرکوبی پر مامور کیا' انہوں نے میمنہ پر حجاج بن باب حمیری اور میسرہ پر حارثہ بن بدر غدانی کو مقرر کیا' ابنِ ارزق کا میمنہ عبیدہ بن ہلال اور میسرہ ابنِ ماحوز تمیمی کی سرداری میں تھا۔ مقام دولاب (سرزمین اہواز) پر ماہ جمادی الثانی ۶۵ھ میں

صف آرائی ہوئی۔ اہل بصرے کا امیر مسلم اور خوارج کا امیر نافع بن ارزق مارے گئے۔ اہل بصرہ نے حجاج بن باب حمیری کو اور خوارج نے عبداللہ بن ماحوز تمیمی کو امیر بنایا اور لڑنے لگے' جب یہ دونوں سردار بھی مارے گئے تو اہل بصرہ نے ربیعہ بن احزم تمیمی کو اور خوارج نے عبیداللہ بن ماحوز تمیمی کو سردار بنا کر پھر لڑائی شروع کر دی۔ فریقین جی توڑ توڑ کر لڑ رہے تھے' شام ہو رہی تھی' قسمت کا آخری فیصلہ ہنوز نہ ہوا تھا کہ خوارج کی مدد کو ایک تازہ دم فوج آ گئی جس نے اس وقت تک میدانِ جنگ میں قدم بھی نہ رکھا تھا۔ اس فوج نے عبدالقیس کی طرف سے اہل بصرہ پر حملہ کر دیا۔ ربیعہ امیر اہل بصرہ مارا گیا۔ حارثہ بن زید علم کو سنبھال کر تھوڑی دیر تک لڑتا رہا جب اس کے اکثر ہمراہیوں کے قدم اکھڑ گئے تو وہ ایک قلیل جماعت کو لئے ہوئے لڑتا بھڑتا ہوا' اہواز کی طرف روانہ ہو گیا اور خوارج نے بصرے کا رخ کیا۔

مہلب بن ابی صفرہ: اہل بصرہ کو اس واقعہ سے سخت صدمہ ہوا' عبداللہ بن زبیر نے عبداللہ بن حارث کو امارت بصرہ سے معزول کر کے حارث بن ربیعہ کو مامور کیا' خوارج کی بغاوت کا سیلاب جس وقت بصرہ کے قریب پہنچا' اہل بصرہ نے احنف بن قیس کو موقع جنگ کا امیر بنانا چاہا' احنف بن قیس نے مہلب بن ابی صفرہ کی طرف اشارہ کیا جو عبداللہ بن زبیر کی طرف سے امیر خراسان ہو کر جا رہا تھا۔ مہلب بن ابی صفرہ نے اس شرط پر منظور کیا کہ بیت المال سے اس کو اور اس کے ہمراہیوں کو کافی خرچ دیا جائے اور جس سرزمین کو بزور تیغ وہ فتح کر لے اس کا وہ مالک سمجھا جائے۔

مہلب و خوارج کی جنگ: چنانچہ اہل بصرہ سے بارہ ہزار جنگ آوروں کو مہلب نے منتخب کر کے خوارج کا تعاقب کیا' جسر اصغر پر تصادم ہوا' ایک سخت لڑائی کے بعد مہلب نے خوارج کو پسپا کیا' خوارج جسر اصغر سے ہٹ کر جسر اکبر کی طرف چلے' مہلب نے اپنے سواروں اور پیادوں کو نہایت تیزی سے بڑھایا۔ خوارج جسر اکبر سے بھی خائب و خاسر ہو کر آگے بڑھے۔ نہر تیری پر پہنچے اور وہاں سے مڑ کر اہواز کی طرف جھکے۔ مہلب کو اس نقل و حرکت کی جاسوسوں کے ذریعہ سے برابر اطلاع ہو رہی تھی جب اس کو خوارج کے اہواز میں پہنچنے کی خبر ملی تو نہر تیری پر اپنے بھائی معارک بن ابی صفرہ کو متعین کر کے اہواز کا رخ کیا۔ خوارج کے مقدمۃ الجیش سے لڑائی ہوئی' خوارج شکست کھا کر مناذر کی طرف بھاگے' مہلب نے تعاقب کیا' خوارج نہایت تیزی سے نہر تیری کی طرف واپس آئے۔ حالتِ غفلت میں معارک بن ابی صفرہ کو گرفتار کر کے پھانسی دے دی' مہلب کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے اپنے لڑکے مغیرہ بن مہلب کو معارک کی تجہیز و تکفین کو روانہ کیا اور خود خوارج کی راہ روک کر سولاف میں ڈیرے ڈال دیئے یہاں تک کہ مغیرہ اور خوارج یکے بعد دیگر سولاف میں آ پہنچے اور میدانِ کارزار گرم ہو گیا' خوارج نے مہلب پر مجموعی قوت سے زبردست حملہ کیا جس سے مہلب کے لشکر سے پاؤں اکھڑ گئے' بہت سے آدمی کام آ گئے اور اکثر بھاگ کھڑے ہوئے لیکن مہلب اور اس کا لڑکا میدان جنگ میں ثابت قدم رہا۔ پھر مہلب نے اپنے ہمراہیوں کو للکارا جس سے چار ہزار سوار لوٹ آئے۔ رات کی تاریکی نے فتح یاب گروہ کو اس قلیل جماعت کے منتشر کرنے اور مہلب کو سنبھل کر دوبارہ حملہ کرنے سے روک دیا۔ صبح ہوئی' مہلب نے لشکر کے مرتب کرنے اور لڑائی کا حکم دیا' ہمراہیوں نے اس سے اختلاف کیا' مہلب نے مصلحتِ وقت کے خلاف سمجھ کر سولاف سے کوچ کر دیا۔ عاقول میں آیا تین روز تک ٹھہرا رہا۔

جب اس کی طبیعت کو یک گونہ قرار ہو گیا اور اپنے لشکر کو پھر از سر نو مرتب کر لیا تو بہ قصد جنگ مقام سلی وسلبری جہاں پر خوارج کا گروہ ٹھہرا ہوا تھا جا پہنچا۔

خوارج کی پسپائی: خوارج نے یہ سن کر اپنے لشکر کو مرتب کیا' ان کے میمنہ پر عبیدہ بن ہلال یشکری اور میسرہ پر زبیر بن ماحوز تھا اور مہلب کے میمنہ میں ازد و تمیم اور میسرہ میں بکر بن وائل و عبدالقیس اور اہل عالیہ قلب میں تھے' تمام دن لڑائی ہوتی رہی۔ شام کے قریب خوارج نے ایک ایسا حملہ کیا کہ مہلب کا لشکر بے قابو ہو کر نہایت ابتری سے بھاگ نکلا۔ مہلب نے ایک ٹیلہ پر چڑھ کر ((الی عباد اللہ الیّ عباد اللہ)) ''میرے پاس آؤ اے اللہ کے بندو' میرے پاس آؤ اے اللہ کے بندو''۔ چلانا شروع کر دیا۔ تین ہزار آدمی جس میں اکثر اسی کی قوم (یعنی ازدی) تھے' آ کر جمع ہو گئے۔ مہلب نے ایک پر جوش تقریر کے بعد کہا ''تم لوگ دس دس پتھر اٹھا لو اور ہمارے ساتھ سنگباری کرتے ہوئے اپنے دشمنوں کے لشکر کی طرف چلو' وہ اس وقت دن بھر کے تھکے ماندے جنگ و جدل سے بے خوف ہو کر پڑے ہوئے ہیں اور ان کے سوار تمہارے منہزم سپاہیوں کے تعاقب میں گئے ہیں۔ واللہ مجھے امید ہے کہ وہ لوگ واپس نہ آئیں گے کہ تم ان پر فتح یابی حاصل کر لو گے''۔ مہلب کی اس تقریر نے ان کے شکستہ دلوں میں ایک تازہ روح پھونک دی' سب کے سب اپنے دامنوں اور جیبوں میں پتھر بھر کر خوارج کے سروں پر جا پہنچے' جب پتھر ختم ہو گئے تو نیزہ بازی کرنے لگے' نیزوں نے بھی جواب دے دیا تو تلواریں نیام سے کھینچ لیں' عبداللہ بن ماحوز اور اس کے اکثر ہمراہی مارے گئے' مہلب اور اس کے ہمراہیوں نے خوب جی کھول کر لوٹا' سواران خوارج تعاقب سے واپس آئے تو لشکر گاہ نہ آ سکے۔ مہلب کے سواروں اور پیادوں نے راستہ روک رکھا تھا اور مرنے مارنے اور لوٹنے پر تیار تھے۔ وہ مجبوراً کرمان واصفہان کی طرف روانہ ہوئے اور عبیداللہ ماحوز کی جگہ پر زبیر بن ماحوز کو امیر بنایا۔ مہلب نے کامیابی کے بعد وہیں قیام کیا۔ یہاں تک کہ مصعب بن زبیر امیر بصرہ ہو کر آئے اور حارث ابن ربیعہ کو معزول کیا گیا۔

نجدہ بن عامر: نجدہ بن عامر بن عبداللہ بن ساد بن مفرح حنفی' نافع بن ارزق کے ہمراہیوں میں سے تھے لیکن اس سے علیحدہ ہو کر یمامہ چلا گیا اور ابو طالوت نامی ایک شخص کو سردار بنا کر ۶۵ھ میں حضارم کو حملہ کر کے لوٹ لیا۔ جس سے اس کی جمعیت بڑھ گئی اس کے بعد اس نے ایک قافلہ کو جو بحرین سے عبداللہ بن زبیر کے پاس جا رہا تھا لوٹ لیا اور آدمیوں کو چھوڑ دیا۔ ۶۶ھ میں لوگوں نے ابو طالوت کو معزول کر کے نجدہ بن عامر کو سردار بنایا' اس وقت اس کی عمر تیس برس کی تھی۔ تھوڑے دنوں کے بعد اس نے ذوالمجاز میں بنو کعب بن ربیعہ بن عامر بن صعصعہ پر دھاوا کیا اور ان کو شکست دے کر یمامہ واپس آیا۔ ۶۷ھ میں بحرین کا رخ کیا' قطیف میں لڑائی ہوئی عبدالقیس میدان جنگ سے بھاگ کھڑے ہوئے' ایک گروہ کثیر مارا گیا۔ کچھ لوگ قید کر لئے گئے۔ نجدہ نے ان کے تعاقب میں اپنے لڑکے مطرح بن نجدہ کو روانہ کیا۔ مقام ثویر میں مڈبھیڑ ہوئی مطرح اور اس کے ہمراہی مارے گئے لیکن نجدہ نے بحرین نہ چھوڑا' یہاں تک کہ مصعب بن زبیر نے ۶۹ھ میں امیر بصرہ ہو کر آئے اور عبداللہ بن عمیر لیثی کو چودہ ہزار لشکر کے ساتھ اس کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا۔ مقام قطیف میں صف آرائی ہوئی۔ میدان نجدہ کے ہاتھ رہا اس نے عبداللہ بن عمیر کی شکست کے بعد ایک لشکر عمان کی طرف بسر افسری عطیہ بن اسود حنفی روانہ کیا۔ عطیہ

بن اسود نے ایک خون ریز لڑائی کے بعد عمان پر قبضہ حاصل کیا' کچھ دنوں بعد عطیہ نے نجدہ سے علیحدگی اختیار کر کے کرمان پر دھاوا کیا۔ مہلب بن ابی صفرہ نے ایک عظیم الشان لشکر عطیہ کی گوشمالی کو روانہ کیا' عطیہ بھاگ کر سجستان اور سجستان سے سندھ کی طرف چلا گیا مقام قندابیل میں مہلب کے سواروں سے مڈبھیڑ ہوگئی' اس لڑائی میں اس کی زندگی کا خاتمہ ہو گیا۔

نجدہ کا خاتمہ: عبداللہ بن نمیر کی شکست کے بعد نجدہ نے ایک دوسرا لشکر بنو تمیم کی طرف روانہ کیا۔ اہل طویلع نے بنو تمیم کی اعانت کی' جس کی وجہ سے نجدہ نے ایک دستہ فوج ان پر چھاپہ مارنے کی غرض سے بھیج دیا' بیس آدمی طویلع کے مارے گئے اور کچھ لوگ گرفتار کر لئے گئے۔ اس کے بعد اہل طویلع نے اطاعت قبول کر لی' پھر اس نے صنعاء کی طرف قدم بڑھایا' اہل صنعاء نے اس امید و خیال سے کہ اس کے بعد ایک عظیم الشان لشکر آئے گا بیعت کر لی۔ جب لشکر کا وجود محسوس نہ ہوا تو وہ لوگ اپنے کئے پر پشیمان ہوئے اور نجدہ سے بیعت واپس دینے کو کہا لیکن اس نے منظور نہ کیا بعد ازاں نجدہ نے ابو فدیک کو حضر موت کی طرف صدقات لینے کو روانہ کیا اور ۶۸ھ میں آٹھ سو ساٹھ آدمیوں کی جمعیت سے حج کرنے کو گیا' عبداللہ بن زبیر نے اس امر پر مصالحت کر لی کہ فریقین اپنے اپنے ہمراہیوں کے ساتھ نمازیں پڑھیں کوئی کسی سے متعرض نہ ہوا۔ غرض نجدہ حج سے واپس لوٹ کر طائف کو روانہ ہوا۔ عاصم بن عروہ بن مسعود ثقفی نے حاضر ہو کر اپنی قوم کی طرف سے بیعت کی اور نجدہ بحرین کی طرف واپس ہوا۔ چند دنوں کے بعد اس کے امراء کو اس سے اختلافات رونما ہونے لگے۔ یہ اختلافات رفتہ رفتہ اس حد تک پہنچ گئے کہ اس کے ہمراہی اعلانیہ اس کی مخالفت کرنے لگے' بالآخر سب نے متفق ہو کر ابو فدیک کو سردار بنایا' نجدہ یہ رنگ دیکھ کر روپوش ہو گیا ابو فدیک نے ایک گروہ کو نجدہ کی جستجو پر مامور کیا' اس نے ہجر کے کسی قریہ میں نجدہ کو گرفتار کر کے قتل کر ڈالا۔

تعمیر کعبہ: ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ جس وقت اہل شام نے یزید کے زمانہ حکومت میں عبداللہ بن زبیر پر فوج کشی کی تھی تو اہل شام نے خانہ کعبہ پر آتش باری کی تھی جس سے یہ مقدس مکان جل گیا تھا' اس کے بعد جب یزید مر گیا' عبداللہ بن زبیر کا اقتدار قدرے مستحکم ہو گیا تو انہوں نے اس کی تعمیر شروع کی اور حجر اسود کو خانہ کعبہ میں داخل کرایا ایک دروازہ اندر جانے کے لئے دوسرا نکلنے کے لئے بنوایا۔

مختار کی رہائی: سلیمان بن صرد کے قتل ہونے کے بعد اس کے بقیہ ہمراہی کوفہ آئے تو مختار کو محبوس پایا (اس کے قید ہونے کی وجہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں) مختار نے قید خانے سے ان لوگوں کی تعریفیں لکھیں اور یہ لکھا کہ میں وہی ہوں جس کو محمد بن علی معروف بہ ابن حنفیہ نے بغرض معاوضہ خون حسینؓ مامور کیا تھا۔ رفاعہ بن شداد' مثنیٰ بن مخربہ عبدی' سعد بن حذیفہ بن الیمان' یزید بن انس' احمر بن شمیط احمسی' عبداللہ بن شداد بجلی' عبداللہ بن کامل وغیرہ نے اس کا خط پڑھ کر کہلا بھیجا کہ اگر تم کہو تو ہم لوگ چھپ کر قید خانے میں آئیں اور تم کو نکال لے جائیں۔ مختار نے یہ خبر پا کر کمال مسرت سے کہلا بھیجا کہ میں عنقریب خود ہی اس قید سے نکلنے والا ہوں' تم لوگوں کو تکلیف کرنے کی ضرورت نہیں ہے' اس واقعہ سے پہلے مختار نے عبداللہ بن عمرؓ کی خدمت میں پیام بھیجا تھا کہ میں ظلماً قید کر دیا گیا ہوں' آپ میری سفارش عبداللہ بن یزید اور ابراہیم بن محمد بن طلحہ سے کر دیجئے۔ چنانچہ عبداللہ بن عمرؓ کی سفارش سے عبداللہ بن یزید اور ابراہیم بن محمد نے اس شرط پر مختار کو رہا کیا کہ وہ آئندہ بغاوت

نہ کرے گا اور نہ ان لوگوں کے خلاف خروج کرے گا اور اگر ان شرائط کی پابندی نہ کرے تو ایک ہزار قربانی خانہ کعبہ میں اس کو کرنی ہوگی اور کل خدام مرد ہوں یا عورت آزاد ہو جائیں گے۔

ابراہیم بن اشتر اور مختار: الغرض مختار قید خانے سے نکل کر اپنے مکان پر آیا اور ہوا خواہان حسینؓ بن علیؓ اس کے پاس آنے جانے لگے اس اثناء میں عبداللہ بن زبیرؓ نے عبداللہ بن یزید خطمی اور ابراہیم بن محمد بن طلحہ کو کوفے سے معزول کر کے عبداللہ بن مطیع کو سند گورنری مرحمت کی۔ ۲۵ رمضان ۶۶ھ کو عبداللہ بن مطیع وارد کوفہ ہو کر ایاس بن ابی مضارب عجلی کو افسر پولیس مقرر کیا اور لوگوں کو جمع کر کے خطبہ دیا' سائب بن مالک نے کھڑے ہو کر کہا ''ہم کو اس کی ضرورت نہیں ہے کہ تم عثمانؓ بن عفان کی سیرت کے مطابق عمل درآمد کرو اور نہ ہم کو عمر فاروقؓ کی اتباع کی ضرورت ہے گو یہ لوگوں کے ساتھ بھلائی کرتے تھے بلکہ تم کو چاہئے کہ ہمارے ساتھ وہ برتاؤ کرو جو علیؓ بن ابی طالب ہم لوگوں کے ساتھ کرتے تھے''۔ یزید بن انس بولا ''سائب بہت صحیح و درست کہتا ہے''۔ عبداللہ بن مطیع یہ کہہ کر کہ تم لوگ جس برتاؤ کو پسند کرو گے ہم وہی برتاؤ تمہارے ساتھ کریں گے' منبر سے اتر کر مکان پر آیا' ایاس بن مضارب نے حاضر ہو کر کہا ''سائب بن مالک مختار کے ہمراہیوں میں سے ہے اور مختار عنقریب آتش بغاوت مشتعل کیا چاہتا ہے۔ مناسب یہ ہے کہ اس کو کسی حیلہ سے طلب کر کے قید کر دو تا کہ انتظام درہم برہم نہ ہونے پائے''۔ عبداللہ بن مطیع نے اس رائے کو پسند کیا اور مختار کو کہلا بھیجا' مختار نے کہلا بھیجا کہ مجھے اس وقت سردی محسوس ہو رہی ہے دوسرے وقت آؤں گا۔ عبداللہ بن مطیع یہ سن کر خاموش ہو گیا اور مختار اپنے مکان پر لوگوں کو جمع کر کے بحالت غفلت حملہ کرنے کی ترغیب دینے لگا۔ پھر کچھ لوگ کوفہ سے محمد بن الحنیفہ کے پاس مختار کا حال دریافت کرنے گئے۔ آپ نے فرمایا ''ہاں میں نے اس کو خونِ حسینؓ کا معاوضہ لینے پر مامور کیا ہے''۔ جب یہ لوگ واپس ہو کر کوفہ آئے اور لوگوں سے محمد بن الحنیفہ کا پیام کہا تو مختار کی طرف رجحان بڑھ گیا۔ پھر لوگوں نے یہ کہہ سن کر ابراہیم بن اشتر کو مختار سے ملایا' مختار نے محمد بن الحنیفہ کا خط دکھایا' ابراہیم نے مختار کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور صبح و شام اس کے پاس آنے جانے لگا۔

۱۴ ربیع الاول ۶۶ھ کو شب پنجشنبہ بعد نماز مغرب ابراہیم مع اپنے ہمراہیوں کے مسلح ہو کر مختار کی طرف روانہ ہوا۔ چونکہ عبداللہ بن مطیع کو ایاس بن مضارب نے اس نقل و حرکت سے آگاہ کیا تھا اس نے بہ نظر حفظ ماتقدم کوفہ کی ناکہ بندی کر لی تھی' ابراہیم اپنے آپ کو عام شاہراہوں سے بچاتا تنگ و تاریک گلیوں میں سے گزرتا ہوا جا رہا تھا۔ اتفاقاً ایاس بن مضارب سے ملاقات ہو گئی' دریافت کیا تم لوگ کون ہو؟ جواب دیا ''ابراہیم بن اشتر''۔ پھر استفسار کیا ''یہ مجمع کیسا ہے؟ تمہارا قصد کیا ہے؟ میں تم کو امیر کے پاس لے چلوں گا''۔ ابراہیم نے جانے سے انکار کیا' تکرار بڑھی' ابراہیم نے موقع پا کر ایاس بن مضارب کو ایک برچھا مارا' ایاس گر پڑا اس کے ہمراہی بھاگ کر عبداللہ بن مطیع کے پاس آئے اور اس واقعہ سے مطلع کیا' عبداللہ بن مطیع نے اس کے لڑکے راشد بن ایاس کو پولیس کی افسری دی اور راشد کی جگہ کناسہ کی طرف سوید بن عبدالرحمٰن کو روانہ کیا۔ (انتہی کلام المترجم)

مختار کا خروج: ابراہیم سیدھا مختار کے پاس آیا اور اثناء راہ میں جو واقعہ پیش آیا شروع سے آخر تک کہہ سنایا۔ مختار نے اسی

وقت شیعوں کے پاس کہلا بھیجا اور خونِ حسینؓ کا معاوضہ لینے کی منادی کرادی۔ پھر ابراہیم لوٹ کر اپنی قوم نخع میں آیا اور ان کو مسلح و مرتب کر کے شب ہی کے وقت مختار کی طرف چلا' عبداللہ بن مطیع نے اپنے امراء لشکر کو تھوڑی تھوڑی فوج دے کر مختلف مقامات پر ناکہ بندی کی غرض سے متعین کر رکھا تھا۔ چنانچہ ابراہیم سے اور ان لوگوں سے یکے بعد دیگرے مڈبھیڑ ہوتی گئی' ابراہیم نے بہتوں کو شکست دی اور لڑتا بھڑتا مختار کے مکان کے قریب پہنچا۔ دیکھا کہ شبث بن ربعی و حجاز بن ابجر عجلی مختار کے مکان کے پاس لڑ رہے ہیں' اس نے شبث پر پس پشت سے حملہ کر دیا۔ شبث شکست کھا کر عبداللہ بن مطیع کے پاس واپس آیا اس وقت تک مختار کے پاس چار ہزار آدمی جمع ہو گئے تھے اور اس کا دل ان پیہم کامیابیوں سے بڑھ رہا تھا۔ عبداللہ بن مطیع نے شبث بن ربیع کو تین ہزار اور ربع بن ایاس کو چار ہزار کی جمعیت سے روانہ کیا۔ مختار نے ابراہیم بن اشتر کو بارہ سو سوار اور پیادوں کے ساتھ راشد کی طرف اور نعیم بن ہبیرہ کو چھ سو پیادوں اور تین سو سواروں کی جمعیت سے شبث بن ربعی کی جانب روانہ کیا' نماز فجر کے بعد لڑائی شروع ہوئی ادھر نعیم معرکۂ جنگ میں مارا گیا اور شبث بن ربعی کے ہاتھ میدانِ جنگ رہا۔ ادھر ابراہیم بن الاشتر نے راشد کو مار کر اس کے ہمراہیوں کو بھگا دیا۔ عبداللہ بن مطیع نے ایک بڑا لشکر روانہ کیا اس نے اس کو بھی شکست دے کر شبث بن ربعی پر حملہ کر دیا جو مختار کا محاصر کئے ہوئے تھا' شبث بن ربعی کے قدم میدان جنگ سے اکھڑ گئے' بھاگ کر عبداللہ بن مطیع کے پاس آیا۔ مختار نے کوفہ دارالامارت کا قصد کیا لیکن تیراندازوں نے اس کو آگے نہ بڑھنے دیا۔

کوفہ پر مختار کا قبضہ: اس واقعہ سے عبداللہ بن مطیع ہمت ہار گیا تھا اور اس کا دل خوف و بیم کی کشمکش میں مبتلا تھا' عمر بن حجاج زبیدی نے کہا ''تم خود موقع جنگ پر چلو اور لوگوں کو جنگ کی ترغیب دو۔ حکومت اور بغاوت کی قوتوں میں بڑا فرق ہوتا ہے' ہمت نہ ہارو''۔ عبداللہ بن مطیع نے یہ سن کر دوبارہ کمر ہمت باندھی اور عمر بن حجاج کو دو ہزار' شمر بن ذی الجوشن کو دو ہزار اور نوفل بن مساحق کو پانچ ہزار کی جمعیت سے روانہ کیا۔ قصر بن شبث بن ربعی کو اپنا نائب بنا کر خود سواروں کو لے کر میدان جنگ میں آیا' ابراہیم بن الاشتر نے نوفل بن مساحق پر حملہ کیا' ابنِ مساحق پہلے ہی حملہ میں بھاگ کھڑا ہوا' ابراہیم بن الاشتر نے لپک کر گرفتار کر لیا۔ پھر ازراہ احسان رہا کر دیا۔ عبداللہ بن مطیع کے ہمراہی بے قابو ہو کر میدان جنگ سے بھاگے اور جان بچانے کے لئے کوفہ کے مکانوں میں چھپنے لگے۔ عبداللہ بن مطیع بھی قصر امارت میں جا چھپا' ابراہیم بن الاشتر نے پہنچ کر محاصرہ کر لیا۔ اس کے ہمراہ یزید بن انس اور احمد بن شمیط بھی تھا' جب تین روز محاصرہ کئے ہوئے گزر گئے تو شبث بن ربعی نے عبداللہ بن مطیع کو یہ رائے دی کہ تم مختار سے امان حاصل کر کے ابنِ زبیر کے پاس چلے جاؤ' عبداللہ بن مطیع نے اس رائے کو ناپسند کیا پھر شبث بن ربعی کو یہ مشورہ دیا کہ تم بحالت غفلت قصر امارت کی کسی کھڑکی سے نکل کر چلے جاؤ' ہم لوگ باقی رہ جائیں گے' مختار سے امان حاصل کر لیں گے۔ عبداللہ بن مطیع اس رائے کے مطابق قصر امارت سے نکل کر ابوموسیٰ کے گھر میں جا چھپا اور ان لوگوں نے امان حاصل کر کے قصر امارت کا دروازہ کھول دیا مختار نے قصر پر قبضہ کر لیا صبح ہوئی لوگ مسجد میں جمع ہوئے مختار نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور لوگوں کو محمد بن الحنفیہ کی بیعت کی ترغیب دی۔ شرفاء کوفہ نے کتاب و سنت اور اہل بیت کی ہمدردی پر بیعت کی اور اس نے بھی ان لوگوں سے حسنِ سلوک کا وعدہ کیا۔

مختار کا عبداللہ بن مطیع سے حسنِ سلوک: قصر امارت پر قبضہ حاصل کرنے کے بعد مختار نے یہ سن کر کہ عبداللہ بن مطیع ابو موسیٰ کے مکان میں چھپا ہوا ہے۔ ایک لاکھ درہم بھیج دیئے اور یہ کہلا بھیجا کہ یہ رقم تم لے کر اپنا راستہ لو۔ مجھے تمہارے قیام کا حال معلوم ہو گیا ہے تم زادِ راہ نہ ہونے کے سبب ٹھہرے ہوئے ہو۔ عبداللہ بن مطیع اس رقم کو لے کر کوفہ سے رخصت ہوا اور مختار نے فتحیابی حاصل کر کے پولیس کی افسری عبداللہ بن کامل کو دی اور کیسان ابو عمرہ کو باڈی گارڈ کا افسر مقرر کیا اور شرفاء کوفہ کو اپنا ہم نشین بنایا اس کے بعد مختار نے دوسرے بلادِ اسلامیہ پر فوج کشی کی غرض سے چند جھنڈے بنائے ایک جھنڈا عبداللہ بن الحرث بن اشتر کو دے کر آرمینیہ کی طرف بڑھنے کو کہا۔ دوسرا جھنڈا محمد بن عمیر بن عطارد کو دے کر آذر بائیجان پر حملہ کرنے کو کہا' اس کے بعد عبدالرحمٰن بن سعید بن قیس کو موصل کا لواء اور اسحاق بن مسعود کو مدائن کا لواء اور حلوان کا لواء سعد بن حذیفہ بن الیمان کو مرحمت کر کے اکراد سے لڑنے اور امان قائم کرنے کا حکم دیا۔

قاضی کوفہ شریح کی معزولی: شریح کو قاضی کوفہ مقرر کیا' کچھ عرصہ بعد شیعانِ علیؓ نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ اس نے حجر بن عدی کے خلاف شہادت دی ہے اس نے ہانی بن عروہ کا پیغام اس کی قوم تک نہیں پہنچایا' اس کو علیؓ ابنِ ابی طالب نے قضاء کوفہ سے معزول کر دیا تھا اور یہ عثمانؓ بن عفان کے ہوا خواہوں میں سے ہے' شریح کے کانوں تک یہ خبر پہنچی تو جان بچانے کے لئے بیمار بن گئے اور مختار نے بجائے ان کے عبداللہ بن مالک طائی کو قاضی کوفہ بنایا۔

مختار اور ابنِ زیاد: جس زمانے میں مروان بن الحکم کی حکومت شام میں استقلال واستحکام ہو گیا تھا۔ اسی زمانہ میں اس نے دو فوجیں ایک حجاز کی طرف بسر افسری جیش بن دلجہ قینی اور دوسری بسر داری عبیداللہ بن زیاد عراق کی طرف بھیجی تھیں' پس عبیداللہ بن زیاد نے شیعان علی کو شکست کے بعد زفر بن حارث کا قرقیسیا میں محاصرہ کیا جس نے اپنے قبیلہ سمیت عبداللہ بن زبیر کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی ایک سال یا اس سے زیادہ دنوں تک عبیداللہ بن زیاد کو قرقیسیا سے فراغت حاصل نہ ہوئی' اس اثناء میں مروان کا انتقال ہو گیا اور اس کی جگہ عبدالملک تخت خلافت پر متمکن ہوا۔ اس نے اس کو عہدہ پر بحال رکھ کر لڑائی جاری رکھنے کی تاکید کی لیکن یہ زفر بن حارث پر قابو پانے سے ناامید ہو کر موصل کی طرف چلا گیا۔ عبدالرحمٰن بن سعید (مختار کا گورنر) موصل سے تکریت میں آیا اور مختار کو اس حال سے آگاہ کیا۔ یزید بن انس اسدی حسبِ حکم مختار تین ہزار کی جمعیت سے موصل کی طرف براہ مدائن روانہ ہوا۔ عبیداللہ بن زیاد نے اس کے مقابلے پر ربیعہ بن مختار غنوی کو مامور کیا۔ مقام بابل میں صف آرائی ہوئی' یزید بن انس ایک گدھے پر سوار لوگوں کو جنگ کی ترغیب دیتا ہوا آیا اور میان صف میں کھڑے ہو کر کہا ''اگر میں مارا جاؤں تو ورقا بن عازب اسدی اور اگر یہ بھی مارا جائے تو عبداللہ بن ضمرہ فرازی اور اگر یہ بھی مارا جائے تو سعد خثعمی تمہارا امیر ہوگا''۔ عرفہ کے دن سے لڑائی چھڑ گئی' شام ہوتے ہوتے لشکر شام میدانِ جنگ سے بھاگ نکلا۔ ربیعہ بن مختار غنوی مارا گیا منہزمین نے تھوڑا ہی راستہ طے کیا ہوگا کہ عبداللہ بن حملہ خثعمی تین ہزار کی جمعیت سے مل گیا جس کو عبیداللہ بن زیاد نے ربیعہ کی کمک پر روانہ کیا تھا اس نے منہزمین کو لوٹا دیا اور میدان میں پہنچ کر لڑائی شروع کر دی یہ دن عیدالاضحیٰ کا تھا' شامیوں کو پھر شکست ہوئی' کوفیوں نے جی کھول کر قتل وغارت کیا اور تین سو آدمی گرفتار کر کے خاتمہ جنگ کے بعد قتل کر

دیئے۔ یزید بن انس نے اسی دن وفات پائی اور ورقاء بن عازب بقائم مقامی اس کے امیر لشکر ہوا' لیکن یزید بن انس کے بعد عبیداللہ بن زیاد سے یہ ایسا ڈرا کہ باوجود کامیابی کے لوٹ کھڑا ہوا' اہل کوفہ کو اس سے آگاہی ہوئی تو انہوں نے مختار کو نصیحت و ملامت کی' مختار نے ابراہیم بن الاشتر کو بسر افسری سات ہزار لشکر کے روانہ کیا اور یہ حکم دیا کہ یزید بن انس کے لشکر کو بھی تم اپنے ماتحت کر لینا۔

ثبت بن ربعی اور مختار: ابراہیم بن الاشتر کی روانگی کے بعد شرفاء کوفہ ثبت بن ربعی کے پاس جمع ہوئے (جو ان کا جاہلیت و اسلام کا سردار تھا) اور مختار کی شکایت کی' ثبت بن ربعی نے کہا مجھے مختار سے مل لینے دو' میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ وہ ان شکایات کا کیا جواب دیتا ہے' شرفاء کوفہ اس امر پر راضی ہو گئے' ثبت بن ربعی مختار کے پاس آیا اور ان کی شکایتیں پیش کیں' مختار نے کہا ''میں ان کی خواہش کے مطابق کل کام کروں گا اور ان کو مال غنیمت میں حصہ دوں گا' ان کے اہل خدمت کو چھوڑ دوں گا' بشرطیکہ تم اقرار کرو کہ شرفاء کوفہ میرے ساتھ ہو کر بنو امیہ اور عبداللہ بن زبیرؓ سے لڑیں گے''۔ ثبت بن ربعی نے جواب دیا ''میں اہل کوفہ سے جا کر یہ پیام کہتا ہوں اور جواب لے کر واپس آتا ہوں''۔ اس کے بعد ثبت چلا گیا لیکن پھر واپس نہ ہوا اور وہ سب مختار کی مخالفت پر تل گئے۔ ثبت بن ربعی' محمد بن الاشعث' عبدالرحمٰن بن سعد بن قیس' شمر بن ذی الجوشن' کعب بن ابی کعب نخعی' عبدالرحمٰن بن مخنف ازدی وغیرہ ان کے گروہ تھے۔ عبدالرحمٰن بن مخنف نے کہا ''میری رائے یہ ہے کہ اہل شام و بصرہ کے واپس آنے تک مختار پر خروج نہ کرو کیونکہ ان کے ساتھ ہمارے نامی گرامی سردار ہیں اور ان کی لڑائی بہ نسبت اوروں کے زیادہ خطرناک ہے''۔ لوگوں نے اس سے اختلاف کر کے کہا ''للہ تفریق جماعت نہ کرو اور جس رائے پر ہم لوگوں نے اتفاق کر لیا ہے' اس سے اختلاف نہ کرو''۔ عبدالرحمٰن بن مخنف نے جواب دیا ''میں تمہارے ساتھ ہوں جب چاہو خروج کرو''۔ پس سب کے سب مسلح ہو کر مختار کے پاس گئے اور کہا ''ہم نے تجھ کو معزول کیا کیونکہ محمد بن الحنفیہ نے تجھے مامور نہیں کیا''۔ مختار نے کہا ''چند لوگوں کو اپنی اور ہماری طرف سے محمد بن الحنفیہ کے پاس روانہ کرو' دیکھو وہ کیا جواب دیتے ہیں' اہل کوفہ اس پر راضی ہو گئے۔

اہل یمن کی پسپائی: مختار نے خفیہ طور سے ابراہیم کو بلا بھیجا' اگلے دن ابراہیم آ پہنچا' دیکھا کہ ایک انبوہ کثیر جمع ہو رہا تھا اور رفاعہ بن شداد بجلی امامت کر رہا تھا' مختار نے اپنے ہمراہیوں کو مرتب کیا' احمد بن شمیط بجلی اور عبداللہ بن کامل شاذی کو آگے بڑھایا' پہلے ہی حملہ میں ان کو شکست ہوئی' مختار سواروں و پیادوں کی فوجیں کمک پر پے در پے بھیجنے لگا' ابراہیم بن اشتر نے مضر پر حملہ کیا جس میں ثبت بن ربعی تھا۔ ایک خون ریز لڑائی کے بعد ابراہیم کو کامیابی ہوئی' پھر عبداللہ بن کامل نے نہایت سختی سے قبائل یمن پر حملہ کیا رفاعہ بن شداد نے بڑھ کر مختار کے ہمراہیوں پر دھاوا کیا چاروں طرف قتل و خون ریزی کا بازار گرم ہو رہا تھا رفاعہ ابن شداد مع اپنے ہمراہیوں عبداللہ بن سعید بن قیس' فرات بن زحر بن قیس' عمر بن مخنف وغیرہ کے کام آیا' عبدالرحمٰن ابن مخنف علم لے کر لڑتے ہوئے آگے بڑھا۔ جب یہ بھی تیغ اجل کی نذر ہو گیا تو اہل یمن نہایت ابتری سے بھاگ کھڑے ہوئے۔

قاتلانِ حسینؓ کا انجام: وادی عبین سے پانچ سو آدمی گرفتار کر لئے گئے' مختار نے ان میں سے نصف آدمیوں کو جو شہادتِ امام حسینؓ بن علیؓ میں شریک تھے قتل کر ڈالا اور باقی کو رہا کر دیا' خاتمہ جنگ پر مختار نے منادی کرادی کہ ہر شخص کے لئے جو لڑائی سے اپنے کو روک لے گا' امان ہے' سوائے اس کے جو شریک خون ریزی اہل بیت ہوا ہے۔ عمر بن حجاج زبیدی یہ سن کر بھاگ نکلا' پھر اس کا حال کچھ نہ معلوم ہوا۔ بعض کا خیال ہے کہ مختار کے ہمراہیوں میں سے کسی نے اس کو گرفتار کر کے سر کاٹ لیا تھا' شمر بن ذی الجوشن کے تعاقب میں مختار کا ایک غلام گیا ہوا تھا' جب یہ قریب پہنچا تو شمر بن ذی الجوشن اس کو قتل کر کے قریہ کلبانیہ میں چلا گیا اور یہ سمجھ کر کہ وہ اب بچ گیا وہیں قیام کیا' اس کے مقابلے میں ایک دوسرا قریہ میں ابو عمرہ (مختار کا ایک ہم نشین) ٹھہرا ہوا تھا جس کو مختار نے اہل بصرہ کی روک تھام کی غرض سے متعین کیا تھا۔ اتفاقاً اس کو شمر کی خبر لگ گئی' فوراً سوار ہو کر آیا لڑائی ہوئی سات سو اسی آدمی مارے گئے' جس میں اکثر یمن کے تھے اور شمر کو قتل کر کے اس کی لاش کتوں اور مردار خوار جانوروں کے آگے ڈال دی گئی' یہ واقعہ آخری ۶۶ھ کا ہے۔

اس واقعہ کے بعد شرفاء کوفہ خوفزدہ ہو کر بصرہ کی جانب نکل کھڑے ہوئے اور مختار قاتلین حسینؓ بن علیؓ کو چن چن کر قتل کرنے لگا۔ عبید اللہ بن اسد جہنی' مالک بن نسیر کندی' حمل بن مالک محاربی کو قادسیہ سے گرفتار کرا کے قتل کیا' بعد ازاں زیاد بن مالک ضبعی' عمران بن خالد عنزی' عبد الرحمن بن خشکارہ بجلی اور عبد اللہ بن قیس خولانی جنہوں نے واقعہ کربلا میں حسینؓ بن علیؓ کا اسباب لوٹا تھا۔ پابہ زنجیر حاضر کئے گئے' مختار نے ان سب کے قتل کا حکم دیا پھر عبد اللہ یا عبد الرحمن بن طلحہ' عبد اللہ بن وہب ہمدانی (اعشی کا چچا زاد بھائی) پیش کیا گیا اور اسی وقت قتل کر ڈالا گیا اور عثمان بن خالد جہنی' ابو اسماء بشر بن سمط قابسی (جنہوں نے عبد الرحمن بن عقیل کو شہید کیا اور ان کا اسباب لوٹ لیا تھا) قتل کر کے آگ میں جلا دیا گیا' خولی بن یزید اصحی جس نے امام علیہ السلام کا سر اتارا تھا' جان کے خوف سے چھپ گیا۔ لیکن لوگوں نے اس کو تلاش کر لیا اور اس کا سر کاٹ کر مختار کے پاس لائے' مختار نے اس کو جلوا دیا۔

عمر بن سعد کا قتل: ان لوگوں کے قتل ہونے کے بعد عمر بن سعد بن ابی وقاص کے قتل کا حکم صادر ہوا۔ اگرچہ اس نے عبد اللہ بن ابی جعدہ کی معرفت مختار سے امان حاصل کر لی تھی۔ لیکن ابو عمرہ حسب حکم مختار اس کا سر کاٹ لایا' اتفاق یہ ہے کہ مختار کے پاس اس کا لڑکا حفص بیٹھا ہوا تھا۔ دریافت کیا ''تم اس کو پہچانتے ہو؟'' حفص نے جواب دیا ''ہاں! لیکن اس کے بعد زندگی کا مزہ نہیں ہے''۔ مختار نے اس کے بھی قتل کا حکم دے دیا' وہ (یعنی عمر بن سعد) بعوض خونِ حسینؓ تھا اور یہ (یعنی حفص بن عمر) علی بن حسینؓ کے خون کا بدلہ ہے اور ان دونوں کے سروں کو محمد بن الحنفیہ کے پاس بھیج دیا اور یہ لکھا کہ ''قاتلین حسین بن علیؓ میں سے جن لوگوں پر میرا قابو چل گیا تھا ان کو تو میں نے قتل کر ڈالا ہے اور باقی لوگوں کی گرفتاری اور قتل کی فکر میں ہوں''۔

حکیم بن طفیل طائی کا قتل: عمر بن سعد کے بعد حکیم بن طفیل طائی بھی پیش کیا گیا جس نے حسینؓ بن علیؓ پر تیر چلایا تھا اور عباس کا اسباب لوٹ لیا تھا' عدی بن حاتم نے حاضر ہو کر سفارش کی' لیکن اس سے پیشتر بخیال سفارش عدی بن حاتم اس کو ابن

کامل نے قتل کر ڈالا تھا' پھر مرہ بن منقذ ابنِ عبدالقیس قاتل علیؓ بن حسینؓ کی گرفتاری کا حکم صادر ہوا' لوگوں نے پہنچ کر اس کے گھر کا محاصرہ کیا۔ مرہ گھر سے گھوڑے پر سوار ہو کر نکلا اور نیزہ بازی کے جوہر دکھاتا ہوا مصعب بن زبیر کے پاس بھاگ کر چلا گیا' لیکن اس خلفشار میں ایک ہاتھ اس کا بیکار ہو گیا۔ پھر زید بن فارحبانی کی گرفتاری کے لئے اسے چاروں طرف سے سپاہیوں نے گھیر لیا' چونکہ اس نے عبداللہ بن مسلم بن عقیل کو تیر سے شہید کیا تھا' ابنِ کامل نے کہا اس پر پتھر برساؤ' سب نے پتھر مارتے مارتے گرا دیا اور زندہ گرفتار کر کے جلا دیا' سنان بن انس جس نے حسینؓ بن علیؓ کو شہید کیا تھا' بصرہ بھاگ گیا مختار نے اس کا گھر منہدم کرا دیا۔ اس کے بعد عمرو بن صبح صدائی جس کی گرفتاری پر پولیس متعین تھی' مشکیں بندھی ہوئی پیش کیا گیا' مختار نے حکم دیا ''اس کو برچھی سے مار ڈالو اور محمد بن اشعث کو قادسیہ کے قریب ایک قریہ میں ہے گرفتار کر لاؤ''۔ محمد بن اشعث یہ سن کر مصعب بن زبیر کے پاس بھاگ گیا' مختار نے اس کے مکان کو مسمار کرا دیا اور بقیہ لوگوں کی گرفتاری کا حکم دیا جو شریک واقعہ کربلا اور قتل حسینؓ بن علیؓ سے متہم تھے' یہ لوگ اس خبر سے مطلع ہو کر مصعب بن زبیر کے پاس چلے گئے اور مختار نے ان کے مکانات منہدم کرا دیئے۔

بعض مؤرخین کا بیان ہے کہ مختار کو قاتلینِ حسینؓ سے قصاص لینے کا خیال اس وجہ سے پیدا ہوا تھا کہ یزید بن شراحیل انصاری ایک مرتبہ محمد بن الحنفیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ محمد بن الحنفیہ نے برسبیل تذکرہ فرمایا ''مختار کا یہ خیال ہے کہ وہ اس امر کا مدعی ہے کہ وہ ہمارا ہوا خواہ ہے حالانکہ اس کے پاس قاتلینِ حسینؓ کرسیوں پر بیٹھے ہوئے گپ مارا کرتے ہیں''۔ مختار تک یہ خبر پہنچی تو اس نے قاتلین حسینؓ کے قتل کی قسم کھالی اور اسی وقت سے ان لوگوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر قتل کرنے لگا۔

مختار اور عبداللہ بن زبیر: عبداللہ بن زبیر کی طرف سے گورنر بصرہ پر حرث بن ابی ربیعہ (یعنی قباع) مامور تھا۔ پولیس کی افسری عباد بن حسین کے قبضہ میں تھی اور صیغۂ جنگ کا افسر اعلیٰ قیس بن ہیثم تھا۔ مثنیٰ بن مخرمہ عبدی' واقعہ عین الوردہ میں سلیمان بن صرد کے ہمراہ تھا جو سلیمان بن صرد کے قتل کے بعد کوفہ میں مختار کے پاس چلا آیا تھا اور اس کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی' مختار نے اس کو بصرے کی طرف اہل بیت کے قصاص لینے کی تحریک کی غرض سے روانہ کیا' تھوڑے دنوں میں اس نے ایک گروہ کثیر کو جمع کر لیا اور ان کو مرتب کر کے قباع سے جنگ پر خروج کر دیا۔ عباد بن حسین اور قیس بن ہیثم نے اس مقابلے پر صف آرائی کی۔ مثنیٰ بن مخرمہ شکست کھا کر اپنی قوم عبدالقیس میں جا چھپا' قباع نے اس کی گرفتاری پر ایک دستہ فوج متعین کیا زیاد بن عمر عتکی یہ سن کر قباع کے پاس آیا اور کہا ''تم اپنے سواروں کو ہمارے بھائیوں کے محاصرے سے واپس بلا لو ورنہ ہم ان سے لڑنے کو تیار ہیں''۔ قباع نے بہ نظر مصالحت وقت احنف بن قیس کو بھیج دیا اس نے جنگ چھڑنے سے پیشتر پہنچ کر اس امر پر مصالحت کر لی کہ عبدالقیس' مثنیٰ کو نکال دیں۔ چنانچہ مثنیٰ بصرہ سے کوفہ کو روانہ ہو گیا۔

عبداللہ بن زبیر اور مختار: مختار نے کوفہ سے ابنِ مطیع (عامل ابنِ زبیر) کے نکالنے کے بعد عبداللہ بن زبیر کو اس مضمون کا خط لکھا کہ میں تمہارا مطیع ہوں' تم حسبِ وعدہ مجھے سندِ حکومت بھیج دو۔ اس سے مقصود یہ تھا کہ عبداللہ بن زبیر کو بہ حیلہ د فریب مخالفت سے باز رکھے اور خود اہل بیت کی محبت کے پیرائے میں حکومت و سلطنت پر قبضہ کر لے' عبداللہ بن زبیر اس کو تاڑ

گئے اپنے اس خیال کی تصدیق کی غرض سے عمر بن عبدالرحمٰن بن حرث بن ہشام مخزومی کو پینتیس ہزار درہم زادراہ دیئے اور گورنری کوفہ کی سند دے کر رخصت کیا۔ مختار کو یہ خبر لگی تو زائدہ بن قدامہ کو بسرافسری پانچ سوسواروں کے ستر ہزار درہم دے کر روانہ کیا اور یہ ہدایت کی کہ ''یہ رقم عمر بن عبدالرحمٰن کو دے کر واپس کر دینا اور اگر اس پر وہ راضی نہ ہو تو پانچ سو سوار کی چمکتی ہوئی تلواروں کے سائے میں اس کو لے لینا''۔ عمر بن عبدالرحمٰن نے پہلے درہم لینے سے انکار کیا لیکن جب چاروں طرف سے سواروں نے گھیر لیا تو ملتا ہوا مال لے کر بصرہ روانہ ہوا' اس وقت بصرے میں قباع حکومت کر رہا تھا۔ ابنِ مطیع بصرہ میں موجود ہی تھا' عمر بن عبدالرحمٰن بھی پہنچ گیا' یہ زمانہ مثنیٰ بن مخرمہ کے خروج سے پہلے کا ہے۔

بعض مؤرخین کا بیان ہے کہ مختار نے ابنِ زبیر کو اس خط کا مضمون لکھا تھا کہ ''میں نے کوفہ کو اپنا قصرِ حکومت بنا لیا ہے اگر آپ مجھے ایک لاکھ درہم عنایت کریں تو میں شام کی طرف چلا جاؤں اور ابنِ مروان کو آپ کی طرف سے زک دوں''۔ لیکن عبداللہ بن زبیر اس کے فریب کو تاڑ گئے تھے' اس وجہ سے مختار ہمیشہ ان پر طعن و تشنیع کیا کرتا تھا۔

مختار کی ابنِ زبیر سے امداد طلبی: کچھ عرصے بعد عبدالملک بن مروان نے عبدالملک بن حرث بن ابی الحکم بن ابی العاص کو بسر گروہی ایک لشکر کے وادی القریٰ کی طرف روانہ کیا۔ مختار نے یہ سن کر ابنِ زبیر کو لکھا کہ اگر تم پسند کرو تو میں تمہاری امداد پر ایک فوج بھیج دوں۔ ابنِ زبیر نے جواب دیا کہ اگر تم میرے مطیع ہو کر امداد کیا چاہتے ہو تو نور علیٰ نور۔ نہایت تیزی سے ایک لشکر عبدالملک کے مقابلے پر وادی القریٰ میں بھیج دو۔ مختار نے فوراً شرجیل بن دوس ہمدانی کو تین ہزار کی جمعیت سے روانہ کیا جس میں اکثر آزاد غلام تھے اور یہ حکم دیا کہ مدینہ میں پہنچ کر اطلاع دینا پھر جیسا میں حکم دوں گا تعمیل کرنا۔

شرجیل کا خاتمہ: یہ جواب روانہ کرنے کے بعد ابنِ زبیر کے خیالات مختار کی طرف سے بدل گئے' مکہ سے عباس بن سہل بن سعد کو دو ہزار سواروں کے ساتھ یہ سمجھا کر روانہ کیا کہ ''مختار کا لشکر اگر ہمارا مطیع ہو کر آیا ہو تو فبہا ورنہ بہ حیلہ و مکر واپس کر دینا یا جنگ و جدال سے ہلاک کر دینا''۔ عباس اور شرجیل کی مقام رقیم میں ملاقات ہوئی' عباس نے کہا ''تم لوگ ہمارے ساتھ دشمن کے مقابلے پر وادی القریٰ کی طرف چلو''۔ شرجیل نے جواب دیا ''مجھے مختار نے سیدھے مدینہ جانے کا حکم دیا ہے۔ میں تمہارے ساتھ وادی القریٰ نہیں جاؤں گا''۔ عباس کو اس جواب سے مخالفت کا پورا یقین ہو گیا' مگر تالیفِ قلوب کی غرض سے گوشت' گھی اور پکا ہوا کھانا بھیج دیا۔ شرجیل ابنِ دوس اور اس کے ہمراہی بھوکے پیاسے تھے' ایک چشمہ پر کھانے پینے میں مصروف ہو گئے۔ عباس نے اپنے ہمراہیوں میں سے ایک ہزار جنگ آزمودہ شخصوں کو لے کر حملہ کر دیا شرجیل بن دوس اور اس کے ساتھ ستر آدمی اس کی قوم کے مارے گئے' باقی جو رہے ان کو امان دی گئی اور وہ لوگ بحالتِ پریشانی کوفہ واپس ہوئے جس میں سے اکثر اثناء راہ میں مر گئے۔ اس واقعہ سے مختار کو ابنِ حنفیہ و ابنِ زبیر کے لڑا دینے کا موقع مل گیا فوراً ایک شکایت آمیز خط لکھ بھیجا جس کا مضمون یہ تھا ''میں نے ایک لشکر آپ کی فرمانبرداری اور دشمنانِ اہل بیت کے ذلیل کرنے کو روانہ کیا تھا' ابنِ زبیر نے ان کے ساتھ یہ برتاؤ کیا ہے' اگر آپ اجازت دیں تو میں ایک لشکر مدینہ کی طرف روانہ کروں' بشرطیکہ آپ بھی اپنی طرف سے ایک آدمی بھیج دیجئے تاکہ لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ میں آپ کا مطیع ہوں''۔ محمد بن

حنفیہ نے جواباً لکھا ''میں تمہارا قصد' تمہاری حق شناسی کو جانتا ہوں' میرے نزدیک محبوب ترین امر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے باہر قدم نہ رکھا جائے' پس تم حتی الامکان اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے رہو اور مسلمانوں کی خون ریزی سے پرہیز کرو اگر میرا مقصد لڑائی کا ہوتا تو میرے پاس بہت لوگ جمع ہو جاتے میرے معین و مددگار بکثرت ہیں لیکن میں نے ان کو معزول کر رکھا ہے اور میں صبر و شکر کر رہا ہوں' یہاں تک کہ اللہ جل شانہ کوئی حکم صادر فرمائے اور وہی خیر الحاکمین ہے''۔

ابن زبیر اور محمد بن حنفیہ: اس کے بعد عبداللہ بن زبیر نے محمد بن حنفیہ اور ان کے اہل بیت و ہواخواہوں سے بیعت کرنے کو کہا آپ نے اس سے انکار کیا' عبداللہ بن زبیر نے عبداللہ بن ہانی کندی کو بھیجا اس نے سختی کی اور درشتی سے پیش آیا' لیکن آپ برابر صبر و تحمل سے کام لیتے رہے۔ مجبور ہو کر چھوڑ دیا۔ مگر جب ہواخواہان علیؓ ابن ابی طالب نے کھلم کھلا محمد بن حنفیہ کی دعوت دینی شروع کی تو عبداللہ بن زبیر نے اس خوف سے کہ مبادہ محمد بن حنفیہ کی بیعت کرنے سے لوگ برہم نہ ہو جائیں' بجبر بیعت لینے کا قصد کیا اور اس مقصد کے لئے محمد بن حنفیہ کو مقام زمزم میں قید کر دیا اور ایک مدت مقرر کر دی کہ اس اثناء میں اگر بیعت نہیں کرو گے تو قتل کر دیئے جاؤ گے۔

محمد بن حنفیہ کی رہائی: محمد بن حنفیہ نے یہ واقعات مختار کو لکھ بھیجے' مختار نے اس خط کو لوگوں کے روبرو پڑھا سب کے دل بھر آئے۔ ان میں سے چند امراء کو تین سو سواروں کے ساتھ بسر افسری عبداللہ جدلی مکہ معظمہ کی طرف روانہ کیا اور چار لاکھ درہم محمد بن حنفیہ کو بھیجے' یہ لوگ منزل بمنزل کوچ کرتے ہوئے مسجد حرام میں داخل ہوئے۔ سب کے ہاتھ میں ایک ایک لکڑی تھی اس وجہ سے کہ حرم میں تلوار اٹھانا مکروہ سمجھتے تھے اور ((یالثادات الحسین یالثادات الحسین)) کہتے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ زمزم پر پہنچے دروازہ توڑ کر محمد بن حنفیہ کو قید سے نکالا۔ اس وقت صرف دو دن مدت مقررہ کے باقی رہ گئے تھے۔ عبداللہ بن زبیرؓ سے جنگ کرنے کی اجازت طلب کی گئی تو آپ نے فرمایا ''میں حرم میں جنگ کرنا جائز نہیں سمجھتا''۔

عبدالملک اور محمد بن حنفیہ: اس کے بعد بقیہ لشکر بھی آ گیا ابن زبیر اس سے خائف ہوئے اور محمد بن حنفیہ زمزم سے نکل کر شعب علی میں چلے گئے' رفتہ رفتہ آپ کے پاس چار ہزار آدمی جمع ہو گئے۔ آپ نے مختار کی بھیجی ہوئی رقم لوگوں میں تقسیم کر دی۔ پھر جب مختار مارا گیا اور عبداللہ بن زبیر کے قدم حکومت کے زینے پر جم گئے تو محمد بن حنفیہ سے دوبارہ بیعت کرنے کو کہا'' آپ نے خائف ہو کر اس واقعہ سے عبدالملک بن مروان کو مطلع کیا' اس نے لکھ بھیجا کہ '' آپ شام چلے آیئے جب تک لوگوں کو کسی پر اجتماع نہ ہو۔ اس وقت تک نہایت عزت و احترام سے میرے پاس رہئے میں آپ کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤں گا''۔ چنانچہ آپ اپنے ہمراہیوں سمیت شام کی جانب روانہ ہوئے' مدین میں پہنچے تو عمر بن سعید کے مارے جانے کی خبر ملی' آپ کو اس نقل و حرکت پر ندامت ہوئی اور عبدالملک کی بدعہدی سے ڈر کر ایلہ میں قیام کر دیا۔ تھوڑے دنوں میں جب آپ کے معتقدین کا دائرہ وسیع ہو گیا تو عبدالملک نے بیعت کرنے کو لکھ بھیجا۔ آپ ایلہ سے مکہ کی طرف لوٹے اور شعب ابی طالب میں پہنچ کر مقیم ہو گئے۔ پھر عبداللہ بن زبیر نے یہاں سے نکالا تو طائف کی طرف چلے گئے۔ عبداللہ بن عباس کو اس سے برہمی پیدا ہوئی' عبداللہ بن زبیر کو سخت و سست کہا۔ نصیحت و ملامت کی اور مکہ سے نکل کر طائف چلے آئے اور

یہیں انتقال فرمایا نماز جنازہ محمد بن حنفیہ نے پڑھائی۔

محمد بن حنفیہ اس زمانہ تک زندہ رہے جبکہ حجاج نے ابن زبیر کا محاصرہ کیا اس وقت آپ طائف سے پھر شعب ابی طالب چلے آئے اور عبداللہ بن زبیر کی شہادت کے بعد عبدالملک کے ہاتھ پر بیعت کر لی عبدالملک نے حجاج کو ان کی تعظیم و حق شناسی کی ہدایت و تاکید کی۔ پھر آپ عبدالملک کے پاس ملک شام گئے اور یہ درخواست کی کہ حجاج کی ماتحتی سے میں مستثنیٰ کر دیا جاؤں' عبدالملک نے اس کو منظور کر لیا۔

بعض کا بیان ہے کہ عبداللہ بن زبیرؓ نے عبداللہ بن عباس اور محمد بن حنفیہ سے بیعت کرنے کو کہلا بھیجا انہوں نے جواب دیا ''جب تک لوگ ایک امام پر جمع نہ ہوں گے اس وقت تک ہم کسی کی بیعت نہ کریں گے۔ کیونکہ یہ سب فتنہ ہے''۔ عبداللہ بن زبیر کو اس سے ناراضگی پیدا ہوئی' محمد بن حنفیہ کو زمزم میں قید کر دیا اور عبداللہ بن عباس کے ساتھ سختی کا برتاؤ کرنے لگے اور جب وہ لوگ اس پر بھی بیعت پر آمادہ نہ ہوئے تو ان کے گھروں میں آگ لگا دینے کا قصد کیا۔ اس اثناء میں مختار نے ایک لشکر بھیج دیا جیسا کہ آپ اوپر پڑھ آئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس ذریعہ سے ان کی جانیں بچا دیں پھر جب مختار مارا گیا تو عبداللہ بن زبیر کی حکومت مستقل ہوگئی تو یہ دونوں بزرگ طائف چلے آئے۔

ابراہیم بن اشتر: جس وقت مختار کو اواخر ۶۶ھ میں مہم کوفہ سے فراغت حاصل ہوگئی تو اس نے بتاریخ ۲۲/ ذی الحجہ سنہ مذکورہ ابراہیم بن اشتر کو جنگ ابن زیاد پر روانہ کیا اور نامی گرامی مصاحبوں' شہسواروں اور جنگ آواروں کو اسی کرسی سمیت اس کے ہمراہ کر دیا جس سے بوقت ضرورت وہ مدد طلب کیا کرتا تھا یہ کرسی سونے کی منڈھی ہوئی تھی۔ مختار نے اپنے متبعین کو یہ سمجھا رکھا تھا کہ جیسا بنی اسرائیل میں تابوت سکینہ تھا ویسی ہی ہم میں یہ کرسی ہے' بیان کیا جاتا ہے کہ یہ کرسی حضرت علیؓ بن ابی طالب کی تھی جس کو مختار نے جعدہ بن ہبیرہ سے لیا تھا جو امہانی بنت ابی طالب (ہمشیرہ علی بن ابی طالب) کا لڑکا تھا)

ابن زیاد کا انجام: ابراہیم بن اشتر کوفہ سے روانہ ہو کر عراق کو چھوڑتا ہوا سرزمین موصل میں پہنچا جس پر ابن زیاد نے اس سے پیشتر قبضہ کر لیا تھا اور نہر خازم (خارز) پر قیام کر کے طفیل بن لقیط نخعی کو بطور مقدمۃ الجیش کے آگے بڑھایا۔ ابن زیاد بھی یہ خبر پا کر نہر کے قریب جا اترا۔ عمیر بن حباب سلمی (جو ابن زیاد کے ہمراہیوں میں سے تھا) ابن اشتر سے ملنے آیا اور یہ وعدہ کیا کہ بوقت جنگ میسرہ کو لے کر میدان کارزار سے بھاگ کھڑا ہوں گا' تم لڑائی میں تاخیر نہ کرو۔ کیونکہ تمہارے تاخیر کرنے سے اس کی قوت بڑھ جائے گی اس قرارداد کے مطابق ہنوز صبح نہ ہونے پائی تھی کہ ابراہیم خیمہ سے نکل کر لوگوں کو جنگ پر ابھارنے لگا۔ جونہی سپیدۂ صبح نمایاں ہوا جماعت کے ساتھ نماز ادا کی اور صفوں کو ترتیب دے کر ہر ایک امیر کے لئے مقامات مقرر کئے' ابن زیاد نے بھی اپنے لشکر کو میمنہ و میسرہ سے مرتب کیا۔ آفتاب نکلتے نکلتے لڑائی چھڑ گئی۔ حصین بن نمیر نے (جو میمنہ اہل شام کا افسر تھا) ابراہیم کے میسرہ پر حملہ کیا۔ علی بن مالک خثعمی کام آیا' قرہ بن علی نے لپک کر علم اٹھا لیا اور لڑنے لگے' جب یہ بھی میدان جنگ میں کام آیا تو میسرہ کو شکست ہوگئی' عبداللہ بن ورقاء بن جنادہ سلولی نے علم کو سنبھال کر منہزمین کو للکارا۔ وہ ایک تازہ جوش سے لوٹے اور ابراہیم کے میمنہ نے میسرہ ابن زیاد پر حملہ کیا۔ اس پر کہ عمیر بن حباب حسب وعدہ میدان جنگ

سے بھاگ کھڑا ہوگا۔ لیکن عمیر نے نہایت استقلال سے مقابلہ کیا ابراہیم نے یہ دیکھ کر لشکر کے قلب پر دھاوا کیا میدان کارزار گرم ہوگیا۔ ہر شخص سربکف جان فروشی پر تیار تھا ایک طرف آہ وزاری کے نعرے، زخمیوں کے خون کے فوارے بلند تھے۔ دوسری طرف نیزوں اور تلواروں کی آوازوں سے کان کے پردے پھٹے جاتے تھے، تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد اگر کوئی آواز سنائی دیتی تھی تو ابراہیم کی یہ آواز تھی جو بار بار اپنے علم بردار سے کہتا تھا ((تغمس برایتک فیھم انغمس برایتک فیھم)) فریقین کے ہزار ہا آدمی کام آئے، میدان ابراہیم کے ہاتھ رہا اور ابنِ زیاد کی فوج کو شکست ہوئی۔

لڑائی ختم ہونے کے بعد ابراہیم نے کہا ''میں نے ایک علم کے نیچے ایک شخص کو لب نہر قتل کیا ہے جس سے مشک کی بو آتی تھی اور میں نے اس کو اپنی تلوار سے نصفا نصف دو ٹکڑے کر دیئے ہیں دیکھو وہ کون شخص تھا۔ لوگوں نے تلاش کیا تو معلوم ہوا کہ وہ ابنِ زیاد تھا سر کاٹ کر لاش جلا دی گئی۔ شریک بن جدیر تغلبی نے حصین بن نمیر سکونی پر یہ سمجھ کر کہ ابنِ زیاد ہے حملہ کیا۔ لڑتے لڑتے دونوں ایک دوسرے سے لپٹ گئے، شریک کے ہمراہیوں نے پہنچ کر حصین کا کام تمام کر دیا، بعض کا بیان ہے کہ ابنِ زیاد کو شریک نے قتل کیا تھا، اسی واقعہ میں شرجیل بن ذی الکلاع حمیری بھی مارا گیا (جو سواران شام کا سپہ سالار تھا) سفیان بن یزید ازدی، ورقاء بن عازب ازدی اور عبداللہ بن زہیر سلمی کا دعویٰ تھا کہ میں نے ابنِ زیاد کو قتل کیا ہے۔

ابن اشتر کی کامیابیاں: فتح مند گروہ نے کامیابی کے بعد منہزم گروہ کا تعاقب کیا، ابنِ زیاد کے ساتھی جس قدر معرکۂ جنگ میں کام آئے تھے اس سے زیادہ بہ خوف جان نہر میں ڈوب کر مر گئے، لشکر گاہ میں جو کچھ مال واسباب تھا لوٹ لیا گیا، عبداللہ بن زیاد اور اس کے سرداروں کے سر بشارت فتح کے ساتھ مختار کے پاس مدائن بھیج دیئے گئے، بعد ازاں ابنِ اشتر نے اپنے بھائی عبدالرحمٰن کو نصیبین پر مامور کیا جو سنجار، دارا اور سرزمین جزیرہ پر قابض ہوگیا۔ اس کے بعد زفر بن حرث کو قرقیس کا، حاتم بن نعمان باہلی کو حران اور الرہا اور شمشاط کا، عمیر بن حباب سلمی کو کفرتوبی وطور عبدین کا والی بنایا اور خود موصل میں ٹھہرا رہا۔

مصعب بن زبیرؓ: اوائل ۶۷ھ یا اواخر ۶۶ھ میں عبداللہ بن زبیر نے حرث بن ربیعہ (قباع) کو حکومتِ بصرہ سے معزول کر کے اپنے بھائی مصعب کو سند گورنری مرحمت کی، مصعب بصرہ پہنچ کر سیدھے جامع مسجد میں گئے، منبر پر خطبہ دینے کو چڑھے، اس اثناء میں حرث بن ربیعہ آ گیا، مصعب نے اس کو ایک درجہ نیچے بٹھا لیا خطبہ دینے لگے، سورۂ قصص کے شروع کی آیتیں پڑھیں اور اتر آئے۔

مصعب ومختار کی جنگ: شرفاء کوفہ جنہوں نے مختار کے خوف سے جلاوطنی اختیار کر لی تھی، رفتہ رفتہ مصعب سے آ ملے، شبث بن ربعی ((واغوثاہ واغوثاہ)) چلاتا ہوا آیا اس کے بعد محمد بن الاشعث بھی آ گیا، مختار پر خروج کرنے کی تحریک کی، مصعب بن زبیر نے مہلب بن ابی صفرہ کو (جو عبداللہ بن زبیر کی طرف سے فارس کا گورنر تھا) بلا بھیجا، اس نے آنے میں تاخیر کی، مصعب نے محمد بن الاشعث کو خط دے کر روانہ کیا، مہلب نے خط پڑھ کر کہا ''کیا مصعب کو تمہارے سوا کوئی دوسرا قاصد نہیں ملا تھا؟'' محمد بن الاشعث نے جواب دیا ''ہم قاصد نہیں ہیں! ہمارے غلام زادے ہمارے مکانات، مال واسباب پر متصرف ہو گئے ہیں''۔ غرض مہلب ایک عظیم الشان لشکر اور ضرورت سے زیادہ مال واسباب لے کر بصرے میں داخل ہوا۔

مصعب بن زبیر نے مہلب کو جسر اکبر پر لشکر مرتب کرنے کا حکم دیا اس کے ساتھ ہی عبدالرحمٰن بن مخنف کو کوفہ کی طرف مختار کے خلاف ریشہ دوانی اور عبداللہ بن زبیر کی بیعت کرنے کی ترغیب دینے کی غرض سے روانہ کیا۔ مصعب نے مقدمۃ الجیش عباد بن حصین حبطی تمیمی کو میمنہ پر عمر بن عبداللہ بن معمر کو میسرہ پر مہلب بن ابی صفرہ کو مامور کیا اور خود بصرہ واپس آیا۔ مختار کو اس کی خبر لگی تو اس نے اپنے ہمراہیوں کو لڑائی کی ترغیب دی' ایک چھوٹا سا لشکر مع ان سرداروں کے جو ابنِ اشتر کے ہمراہ تھے احمر بن شمیط کے ساتھ روانہ کیا۔ مقام مذار میں فریقین نے صف آرائی کی۔ مہلب نے اپنے رکاب کی فوج لے کر ابنِ کامل پر حملہ کیا' ابنِ کامل نہایت استقلال وثابت قدمی سے مقابلہ پر اڑا رہا' پھر مہلب نے ایک دوسرا زبردست حملہ ابنِ کامل پر کیا جس کا وہ متحمل نہ ہو سکا' اس کے رکاب کی فوج ابتری کے ساتھ میدانِ جنگ سے بھاگ کھڑی ہوئی۔ دوسرے لوگوں نے ابنِ شمیط پر دھاوا کیا' اس کی فوج بھی پسپا ہو گئی پیادوں میں قتل کا بازار گرم ہو گیا۔ مصعب بن عباد کو حکم دے دیا کہ جس قدر لوگ قید کئے جائیں قتل کر ڈالے جائیں' محمد بن اشعث نے سواران کوفہ کو لے کر منہزم گروہ کا تعاقب کیا اور جس کو پایا قتل کر ڈالا۔

مصعب کی روانگی کوفہ: مصعب نے فتح یابی کے بعد کوفہ کا رخ کیا' کمزور ناتوانوں اور ان کے اسباب کو کشتیوں پر بار کر کے براہ فرات روانہ کیا اور خود نہر فرات کو مقام واسط سے عبور کر کے براہ خشکی بڑھا۔ مختار کو اس کی اطلاع ہوئی کہ ابنِ شمیط کو شکست فاش ہوئی' اس کے تقریباً کل ساتھی معرکۂ جنگ میں کام آ گئے اور مصعب براہ دریا و خشکی بڑھتا چلا آتا ہے' مختار بادل ناخواستہ بہ قصد مقابلہ کوفہ سے نکل کر مجمع الانہار کی طرف بڑھا۔ جہاں پر جزیرہ مسلحین' قادسیہ اور سفر کی نہریں ملتی ہیں' چونکہ نہر فرات کا پانی ان نہروں میں آ گیا تھا اور وہ پایاب ہو رہی تھی' اس وجہ سے اہل بصرہ کی کشتیاں خشکی میں پڑ گئیں۔ اہل بصرہ نے کوفیوں کا لشکر دیکھ کر کشتیاں چھوڑ دیں' لشکر مرتب کر کے کوفہ کا قصد کیا' مختار نے مجمع الانہار سے مڑ کر دارالامارت و مسجد کی قلعہ بندی کرنے کے بعد حروراء میں قیام کیا۔

مختار کا خاتمہ: اس اثناء میں مصعب بھی آ پہنچا اس کے میمنہ پر مہلب بن ابی صفرہ' میسرہ پر عمر بن عبیداللہ سواروں پر عباد بن حصین تھا' مختار کا میمنہ سلیم بن یزید کندی کے اور میسرہ سعید بن منقذ ہمدانی کی ماتحتی میں تھا اور فوج سواران پر عمر بن عبیداللہ نہدی افسری کر رہا تھا۔ محمد بن الاشعث اہل کوفہ کے اس گروہ کو لئے ہوئے جو میدان سے بھاگ کھڑے ہوئے تھے' دونوں لشکروں کے درمیان میں ٹھہرا ہوا تھا۔ فریقین نے ایک دوسرے پر حملہ کیا۔ ہر شخص جانفروشی پر تیار ہو گیا۔ عبداللہ بن جعدہ بن ہبیرہ مخزومی نے اپنے مقابل فوج پر دھاوا کیا مصعب کے ہمراہیوں کو مجبوراً اس قدر پیچھے ہٹنا پڑا کہ مصعب سے جا ملے۔ مصعب نے ایک پرجوش تقریر سے اپنے ہمراہیوں کو للکار کر آگے بڑھایا' مختار کی فوج پسپا ہو کر اپنے مورچہ کو بھی چھوڑ کر بھاگ کھڑی ہوئی شام ہوتے ہوتے مالک بن عبداللہ نہدی نے پیادوں کو لے کر ابنِ اشعث پر حملہ کیا' ابنِ اشعث اور اس کے ہمراہی کام آ گئے' عبیداللہ بن علی بن ابی طالب شہید ہو گئے' تمام رات لڑائی ہوتی رہی' چاروں طرف ایک شور قیامت برپا تھا' صبح ہونے سے کچھ پہلے مختار کے ہمراہی آنکھیں بچا بچا کر علیحدہ ہونے لگے۔ مختار یہ رنگ دیکھ کر قصر امارت میں جا چھپا مصعب نے میدان جنگ سے سنجہ پہنچ کر ڈیرے ڈالے۔ قصر امارت کا محاصرہ کر کے رسد وغلہ بند کر دیا لیکن خفیہ طور سے غلہ کی رسد

جاری رہی' مصعب کو اس سے آگاہی ہوئی اس نے رسد وغلہ کو قطعاً روک دیا' مختار اور اس کے ہمراہیوں کا شدت گرسنگی وتشنگی سے حال ابتر ہو گیا' پانی میں شہد ملا کر پینے لگے لیکن اس سے بھی سیری نہ ہوئی۔

مختار نے اپنے ہمراہیوں سے امان حاصل کرنے کو کہا کسی نے کچھ جواب نہ دیا' مختار نے بالوں میں تیل ڈالا عطر لگایا اور تقریباً بیس آدمیوں کو جس میں سائب بن سلک اشعری بھی تھا' لے کر قصر امارت سے نکل کھڑا ہوا۔ سائب ملامت کرنے لگا۔ مختار نے کہا'' تف ہو تجھ پر اے احمق! میں نے دیکھا کہ ابن زبیر نے حجاز پر قبضہ کر لیا سجدہ نے یمامہ پر اور ابن مروان نے شام پر میں بھی انہیں لوگوں کی طرح تھا۔ لیکن میں بھی جبکہ عرب اس سے غافل ہو گیا تھا۔ اہل بیت کا خون کا بدلہ لینے کا طالب ہو گیا۔ اگر تیری یہ نیت نہ ہو تو اپنے زور بازو پر لڑ''۔ سائب یہ سن کر خاموش ہو گیا اور مختار[1] آگے بڑھا۔ لڑائی ہونے لگی' بالآخر طرفہ وطراف پسران عبداللہ بن وجاجہ حنفی کے ہاتھ سے اس کا کی زندگی خاتمہ ہو گیا۔ عبداللہ بن جعدہ بن ہبیرہ اسی وقت جبکہ مختار نے امان حاصل کرنے کی رائے دی تھی' قصر امارت سے بذریعہ کمند اتر آیا تھا اور اپنے بھائی کے مکان میں روپوش ہو گیا تھا۔

مصعب کا کوفہ پر قبضہ: مختار کے مارے جانے کے بعد اہل قصر نے مصعب کے پاس صلح کا پیام بھیجا۔ مصعب کے کہنے سے شہر پناہ کے دروازے کھول دیئے' مہلب نے ان کے قتل کرنے سے منع کیا۔ مگر سرداران کوفہ نے اس سے اختلاف کیا۔ پس مصعب نے باتفاق رائے ان لوگوں کو قتل کر ڈالا۔ اس کے بعد مصعب کے حکم سے مختار بن ابی عبیدہ ثقفی کے ہاتھ کاٹ کر مسجد کے دروازے پر لٹکا دیئے جس کو حجاج نے اپنے زمانہ حکومت میں اتروایا۔

ابن اشتر کی اطاعت: کوفے پر قبضہ حاصل کرنے کے بعد مصعب نے ابراہیم بن الاشتر کے پاس ایک خط روانہ کیا جس میں بشرط اطاعت ملک شام کی امارت اور ملک مغرب (جس قدر وہ فتح کر سکے) اس کو دے دینے کے لئے لکھا تھا' اسی زمانہ میں عبدالملک نے بھی اس سے خط وکتابت کی تھی اور حکومت عراق دینے کا وعدہ کیا تھا' ابراہیم نے اپنے مشیروں سے اس کی بابت مشورہ کیا۔ بعض نے مصعب سے ملنے کو کہا اور بعض نے عبدالملک سے سازش کرنے کی رائے دی مگر ابراہیم نے اس خوف سے کہ ابن زیاد اہل شام کو اس نے زیروزبر کیا ہے' مصعب کی شرائط منظور کر لیں اور اس کی طرف روانہ ہو گیا' مصعب نے یہ خبر پا کر مہلب بن ابی صفرہ کو اس کے مقبوضہ صوبجات موصل وجزیرہ وارمینیہ وآذربائیجان کی جانب بھیج دیا۔

بعض کا بیان ہے کہ مختار نے ابن زبیر کی مخالفت اسی زمانے میں ظاہر کی تھی جب کہ مصعب بصرہ میں آیا تھا۔ مختار نے احمد بن شمیط کو مقدمۃ الجیش کا افسر مقرر کر کے روانہ کیا تھا اور مصعب نے عباد حطمی کو مختار کے ہمراہ عبیداللہ ابن علی بن ابی طالب بھی تھے رات ہی سے لڑائی شروع ہو گئی' نصف شب سے زیادہ گزر چکی ہو گی کہ مصعب کا لشکر میدان جنگ سے بھاگ

---

[1] صاحب عقد الفرید نے لکھا ہے کہ مختار جس وقت قاتلین حسین اور شرفاء عرب کو نیست ونابود کر چکا تو اس نے دیگر صلحاء امت کے استیصال کی فکر کی۔ لوگوں پر اس کا قصد اور خبث نفس ظاہر ہو گیا۔ اس نے نبوت کا دعویٰ بھی کیا تھا کہتا تھا کہ میرے پاس جبرئیل امین وحی لے کر آتے ہیں' اہل کوفہ نے مجبور ہو کر عبداللہ بن زبیر کو لکھا' انہوں نے اس کی سرکوبی کو ایک لشکر بسرافسری مصعب روانہ کیا' ابراہیم ابن اشتر اور سرداران کوفہ نے اس کو گرفتار کر کے مصعب کے سپرد کر دیا۔ مصعب نے اس کو قتل کر ڈالا۔ عقد الفرید' جلد دوم صفحہ ۳۱۹' مطبوعہ مصر

کرا پنے مورچہ میں آ چھپا۔ ایک گروہ اس کے ہمراہیوں کا کام آ گیا' صبح ہوئی تو مختار یہ دیکھ کر کہ اس کے ہمراہی مصعب کے لشکر میں لڑائی میں مصروف ہیں اور اس کے پاس کوئی نہیں ہے کوفے کی طرف لوٹا اور سیدھا دارالامارت میں چلا گیا۔ جب اس کے ہمراہی میدان جنگ سے لوٹے تو انہوں نے مختار کو نہ پایا اور یہ سمجھ کر کہ مختار مارا گیا' میدان کارزار سے باوجود کامیابی حاصل کر چکنے کے بھاگ کر قصر امارت میں جا چھپے' جس کی تعداد تقریباً آٹھ ہزار تھی۔ مصعب نے پہنچ کر محاصرہ کر لیا چار مہینے تک روزانہ لڑائی ہوتی رہی۔ بہت سے آدمی مارے گئے۔ آخر کار مصعب سے اہل[1] قصر امارت امان کے خواستگار ہوئے اور اس کے حکم کے مطابق دروازہ کھول کر نکل آئے اس نے ان سب کو قتل کا حکم دے دیا۔ ان مقتولین کی تعداد چھ ہزار تھی جس میں سے سات سو عرب تھے اور باقی عجمی۔

حمزہ کی معزولی: کوفہ پر مصعب کے قبضہ کر لینے کے بعد عبداللہ بن زبیر نے اپنے لڑکے حمزہ کو بصرہ میں بجائے مصعب کے مقرر کیا۔ اس کی کج خلقی و تنگ ظرفی سے شرفاء بصرہ نے مجبور ہو کر مالک بن مسمع سے شکایت کی' مالک بن مسمع نے تھوڑے سے آدمیوں کو ہمراہ لے کر جسر کی جانب خروج کیا اور حمزہ سے کہلا بھیجا کہ تم حکومت چھوڑ کر اپنے باپ کے پاس چلے جاؤ۔ احنف نے عبداللہ بن زبیر کو لکھ بھیجا کہ اپنے لڑکے کو معزول کر کے مصعب کو پھر حکومت بصرہ پر بھیجو' اس سے عوام نالاں ہیں۔ عبداللہ بن زبیر نے ایسا ہی کیا حمزہ بہت سا مال و اسباب لے کر بصرے سے روانہ ہوا مالک بن مسمع نے پہنچ کر راستہ روک دیا لیکن عمر بن عبیداللہ کے کہنے سے باز رہا۔

مہلب کی معزولی: بعض کا بیان ہے کہ عبداللہ بن زبیر نے مختار کے قتل ہونے کے ایک برس بعد مصعب کو بصرے کی گورنری پر مامور کیا تھا' مصعب نے بصرے میں پہنچ کر عمر بن عبیداللہ بن معمر کو فارس کی سند گورنری دی اور جنگ ازارقہ پر مامور کیا۔ اس وقت مہلب فارس کا گورنر اور محکمہ جنگ کا افسر اعلیٰ تھا۔ مصعب نے اس کو موصل و جزیرہ و آرمینیہ کا والی مقرر کرنے کی غرض سے بلا بھیجا' مہلب اپنی جگہ اپنے بیٹے مغیرہ کو مامور کر کے بصرے میں آیا' مصعب نے اس کو حکومت فارس و جنگ خوارج سے معزول کر کے عمر بن عبیداللہ بن معمر کو مامور کیا۔ اس نے جنگ خوارج میں بڑے بڑے نمایاں کام کیے جس کو ہم خوارج کے حالات میں بیان کریں گے۔

عمر بن سعید کی مخالفت: عبدالملک بن مروان قنسرین سے واپسی کے بعد ایک مدت تک دمشق میں ٹھہرا رہا بعد ازاں اپنے بھانجے عبدالرحمن بن ام حکم کو اپنا نائب مقرر کر کے بقصد جنگ زفر بن حرث کلابی قرقیسیا کی طرف روانہ کیا' عمر بن سعید اس کی رکاب میں تھا' جب یہ لوگ بطنان پہنچے تو عمر بن سعید کے خیالات تبدیل ہو گئے۔ رات کے وقت چھپ کر اس نے دمشق کی راہ لی' ابن ام حکم اس کی آمد سن کر نکل بھاگا۔ عمر بن سعید نے دمشق پر قبضہ کر لیا اور ابن حکم کے مکان کو منہدم کرا دیا' لوگ جمع

---

[1] مختار کے قتل ہونے کے بعد اہل قصر امارت امان کے خواستگار ہوئے تھے مختار کی عمر بوقت قتل تریسٹھ برس کی تھی۔ ۱۴ رمضان المبارک ۶۷ھ کو بازار کوفہ میں مارا گیا۔ کامل ابن اثیر جلد چہارم صفحہ ۲۲۹ مطبوعہ مصر

ہوئے تو خطبہ دیا اور لوگوں سے حسنِ سلوک اور وظائف مقرر کرنے کا وعدہ کیا۔ عبدالملک کو اس امر کی اطلاع ہوئی تو وہ بھی عمر بن سعید کے پیچھے ہی پیچھے آیا اور دِمشق کا محاصرہ کر لیا۔ مدتوں دونوں میں لڑائی ہوتی رہی آخر کار مصالحت ہوگئی۔ صلح نامہ لکھا گیا۔ عبدالملک نے اس کو پناہ دی' عمر بن سعید دِمشق سے نکل کر عبدالملک کے خیمے میں آیا اور اس کو اپنے ہمراہ دِمشق میں لے گیا' چار روز کے بعد عبدالملک نے عمر بن سعید کو بلا بھیجا' اتفاقاً اس وقت عبداللہ بن یزید بن معاویہ (اس کا داماد) اس کے پاس بیٹھا ہوا تھا' اس نے عبدالملک کے پاس جانے سے روکا' عمر بن سعید نے کہا ''واللہ مجھے کسی بات کا اندیشہ نہیں ہے' اگر میں سوتا ہوتا تو عبدالملک میرے جگانے کی جرأت نہ کر سکتا''۔ اس کے بعد پیامبر سے کہا ''تم جاؤ میں شام کے وقت آؤں گا''۔

عمر بن سعید کا قتل: شام کا وقت آیا تو اس نے زرہ پہنی' اوپر قبا کو زیب تن کیا تلوار کمر سے لٹکائی اور ایک سو خدام کو لے کر عبدالملک کی طرف چلا' عبدالملک نے اپنے پاس کل بنو مروان اور حسان بن نجد کلبی وقبیصہ بن ذویب خزاعی کو جمع کر رکھا تھا' عمر بن سعید پہنچا تو اس کو حاضری کی اجازت دی گئی' جوں جوں وہ اندر جاتا تھا' عبدالملک کے مصاحبین دروازے بند کرتے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ شہ نشین کے دروازے پہنچا۔ اب اس کے ساتھ صرف ایک غلام باقی رہ گیا تھا۔ عبدالملک کے پاس بنوامیہ کو جمع دیکھ کر عمر بن سعید کو خدشہ پیدا ہوا' غلام سے مخاطب ہو کر کہا ''میرے بھائی یحییٰ کے پاس جا اور اس کو بلا لا'' غلام کچھ نہ سمجھ سکا۔ عمر بن سعید نے اس فقرہ کا اعادہ کیا۔ غلام نے لبیک کہہ کر جواب دیا لیکن مطلق نہ سمجھا عمر بن سعید نے جھلا کر کہا ''جا دور ہو جا'' غلام چلا گیا۔ عبدالملک نے حسان وقبیصہ کو عمر بن سعید کے استقبال کرنے کا حکم دیا یہ دونوں آگے بڑھے اور عمر بن سعید کے پاس لا کر تخت پر بٹھا دیا۔ باتیں ہونے لگیں' تھوڑی دیر کے بعد عبدالملک نے عمر بن سعید کی تلوار لے لینے کا حکم دیا' عمر بن سعید کو ناگوار گزرا' کہا ((اتق اللّٰہ یا امیر المؤمنین)) عبدالملک بولا ''کیا تم اس کی امید رکھتے ہوئے کہ میرے ساتھ تم تخت پر تلوار لے کر بیٹھو گے؟'' عمر بن سعید خاموش ہو گیا۔ غلاموں نے بڑھ کر تلوار لے لی پھر تھوڑی دیر کے بعد کہا ''اے ابوامیہ! جس وقت تم نے مجھ سے مخالفت کی تھی میں نے اسی زمانے میں یہ قسم کھائی تھی کہ جب میں تمہیں اپنے قبضۂ اقتدار میں پاؤں گا تو میں تم کو ہتھکڑی پہناؤں گا''۔ بنو مروان نے عرض کیا ''کیا پھر امیر المؤمنین رہا کر دیں گے؟'' عبدالملک نے کہا ''ہاں! میں ابوامیہ کے ساتھ برائی نہ کروں گا''۔

بنو مروان نے عمر بن سعید سے کہا ''ابوامیہ امیر المؤمنین کی قسم پوری کرو''۔ عمر بن سعید دبی زبان سے بولا ''بے شک اللہ تعالیٰ نے امیر المؤمنین کی قسم سچائی کے ساتھ پوری کر دی''۔ عبدالملک نے فوراً فرش کے نیچے سے ایک زنجیر نکالی اور غلام کو دے کر کہا ''ابوامیہ کے ہاتھ پاؤں گردن میں ڈال دو'' عمر بن سعید بولا ''میں امیر المؤمنین کو اللہ تعالیٰ کی قسم دلاتا ہوں کہ مجھے لوگوں کے روبرو لے کر یونہی لے چلنا''۔ عبدالملک نے کہا ''مجھ سے یہ نہ ہوگا کیا تم مرتے وقت دھوکا دینا چاہتے ہو''۔ عمر بن سعید یہ سن کر خاموش ہو گیا اور عبدالملک نے اس زور سے زنجیر کو کھینچا کہ اس کا منہ تخت سے لگ گیا اور اگلے دو دانت ٹوٹ گئے''۔ عبدالملک نے کہا ''واللہ اگر یہ مجھے معلوم ہوتا کہ تیرے زندہ رہنے سے میری بہتری ہے اور قریش کی صلاحیت ہے تو میں بے شک تجھے زندہ رکھتا لیکن حقیقت یہ ہے کہ ایک شہر میں ہمارے اور تیرے جیسے دو شخص نہیں رہ سکتے''۔

عمر بن سعید سخت وست کہنے لگا اپنے بھائی عبدالعزیز کو اس کے قتل کا حکم دے کر نماز پڑھنے چلا گیا عبدالعزیز اس کے قتل سے باز رہا، تھوڑی دیر کے بعد عبدالملک نماز ادا کر کے واپس ہوا، دروازہ بند کرتا ہوا شہ نشین میں آیا، عمر بن سعید کو زندہ دیکھ کر عبدالعزیز پر برہم ہوا اور ایک ہتھیار لے کر اپنے ہاتھ سے اس کو ذبح کر ڈالا۔ بعض کا بیان ہے کہ عبدالملک کو اس کے قتل پر اپنے غلام الزغیر کو مامور کیا تھا اور اس نے اس کو قتل کیا تھا۔

قصر خلافت کا محاصرہ: حاضرین جلسہ میں سے کسی نے عمر بن سعید کا یہ حال اس کے بھائی یحییٰ ابن سعید سے جا کر کہہ دیا وہ ایک ہزار غلاموں اور دوستوں کو لے کر قصر خلافت پر چڑھ آیا۔ حمید بن حریث، حریث، زہیر بن الابرد وغیرہ جو اس کے ہمراہ تھے عمر بن سعید کا نام لے کر پکارنے لگے، جب اس کی آواز سنائی نہ دی تو دروازہ توڑ ڈالا اور لوگوں پر دیوانہ وار حملہ کرنے لگے۔ ولید بن عبدالملک نے نکل کر مقابلہ کیا۔ کچھ عرصہ تک لڑائی ہوتی رہی اس اثناء میں عبدالرحمٰن بن ام الحکم ثقفی نے عمر بن سعید کا سر لے کر لوگوں کے سامنے پھینک دیا اور عبدالعزیز بن مروان روپیہ پھینکنے لگا۔ لوگوں نے اس کو لوٹ لیا اور متفرق ہو گئے اس کے بعد عبدالملک مسجد کی طرف آیا۔ لوگوں سے اپنے لڑکے ولید کے بارے میں دریافت کیا، معلوم ہوا کہ زخمی ہے۔

یحییٰ بن سعید کی گرفتاری: پھر یحییٰ بن سعید اور اس کا بھائی عنبسہ پیش کئے گئے۔ یہ دونوں اور کل پسران عمر بن سعید قید کر دیئے گئے، کچھ عرصے بعد قید سے رہا کر کے مصعب بن زبیر کے پاس بھیج دیا۔ حتیٰ کہ مصعب کے قتل کے بعد عبدالملک کی خدمت میں حاضر ہوئے اس نے ان کی جان بخشی کی اور کہنے لگا، تم لوگ ایسے خاندان سے ہو جس کو تمہاری کل قوم پر فضیلت حاصل ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے تم کو اس سے محروم رکھا ہے، میرے اور تمہارے باپ کے درمیان جو باتیں پیش آئیں وہ نئی نہ تھیں بلکہ قدیمی ہیں، تمہارے اور ہمارے بزرگوں میں زمانۂ جاہلیت سے چلی آ رہی ہیں''۔ سعید نے جواب دیا ''امیر المؤمنین! تم جاہلیت کی باتوں کا کیا ذکر کر رہے ہو؟ حالانکہ اسلام نے ان کل باتوں کو نیست و نابود کر کے جنت کا وعدہ کیا اور آتش دوزخ سے ڈرایا ہے۔ باقی رہا عمر بن سعید وہ تمہارا چچا زاد بھائی تھا، اس کے ساتھ جو تم نے برتاؤ کیا ہے اس کو تم خوب جانتے ہو اور اگر وہی امور جو تم میں اور ان میں تھے، ہمارے ساتھ کرنا چاہتے ہو تو ہمارے لئے زمین کا باطن اس کے ظاہر سے بہتر ہے''۔ یہ سن کر عبدالملک کا دل بھر آیا بولا ''تمہارے باپ سے اور مجھ سے یہ طے ہو گیا تھا کہ جب موقع ملے گا تو میں اس کو یا وہ مجھ کو قتل کر ڈالے گا، اللہ تعالیٰ نے مجھے موقع دے دیا، میں نے اس کو قتل کر ڈالا باقی رہے تم، تمہارے قتل کرنے کی مجھے خواہش نہیں ہے۔ میں تمہارے ساتھ صلۂ رحم کروں گا اور عزیز داری کا لحاظ رکھوں گا''۔ بعض کا بیان ہے کہ جس وقت عبدالملک عراق کی طرف مصعب کے ساتھ جنگ کرنے کی غرض سے جا رہا تھا، عمر بن سعید نے کہا ''مجھے تم اپنا ولی عہد بنا لو اور ایک عہد نامہ لکھ دو کہ تمہارے بعد میں خلیفہ و امیر بنایا جاؤں''۔ عبدالملک نے اس کو منظور نہ کیا عمر بن سعید بگڑ کر دمشق چلا آیا، اس پر قبضہ کر کے باغی ہو گیا۔ جیسا کہ آپ اوپر پڑھ آئے ہیں اور ۶۹ھ میں مارا گیا۔

عبدالملک کی عراق کو روانگی: جس وقت ملک شام پر عبدالملک کا تسلط ہو گیا اور اس کا کوئی مخالف باقی نہ رہا تو اس نے جنگ عراق کی تیاری کی۔ اسی زمانے میں بعض شرفاء عراق کے خطوط بھی آئے جس میں انہوں نے عبدالملک کو عراق پر قبضہ

کر لینے کو لکھا تھا' عبدالملک کے مشیروں نے عراق کی طرف بڑھنے کی ممانعت و مخالفت کی' لیکن وہ ان کے مشوروں کو نظر انداز کرتے ہوئے عراق کی طرف روانہ ہو گیا۔ مصعب کو اس کی روانگی کی اطلاع ہوئی مہلب بن صفرہ کو یہ واقعہ لکھ بھیجا اور اس معاملہ میں مشورہ طلب کیا۔ مہلب ان دنوں سرزمین فارس پر خوارج سے لڑ رہا تھا' عمر بن عبیداللہ بن معمر فارس کو جنگی خدمات سے معزول کر دیا گیا تھا اور جنگ خوارج پر اس کی بجائے مہلب مامور کیا گیا تھا' یہ ردوبدل اس زمانے میں ہوا تھا جبکہ مصعب کو کوفہ کی گورنری دی گئی تھی۔

خالد بن عبیداللہ کا اخراج: خالد بن عبیداللہ بن خالد بن اسید (عبدالملک بن مروان کی جانب سے) خفیہ طور پر بصرے میں آیا' بنی بکر بن وائل واز د میں مالک بن مسمع کے پاس مقیم ہوا' عبدالملک نے عبیداللہ بن زیاد بن ضبیا کو اس کی کمک پر روانہ کیا۔ اس سے اور عمر بن عبیداللہ بن معمر سے معرکہ آرائی ہوئی۔ بالآخر اس امر پر مصالحت ہوئی کہ بکر بن وائل خالد کو نکال دیں۔

عمر بن عبداللہ کی معزولی: خالد کے نکال دینے کے بعد مصعب بصرے میں خالد کو گرفتار کرنے کی غرض سے آیا لیکن وہ اس کے آنے سے پیشتر چلا گیا' مصعب' عمر بن عبیداللہ بن معمر پر سخت ناراض ہوا' خالد کے ہمراہیوں کو گالیاں دیں' مارا ان کے مکانات منہدم کرا دیئے۔ سر اور ڈاڑھیاں منڈوا دیں۔ مالک بن مسمع کا مکان گرا دیا مال و اسباب کو لوٹ لیا اور عمر بن عبیداللہ بن معمر کو حکومت فارس سے معزول کر کے مہلب بن ابی صفرہ کو مامور کر کے کوفہ چلا آیا۔ اس کے ساتھ احنف بھی تھا۔ اس نے کوفہ میں انتقال کیا اور وہیں ٹھہرا رہا۔ یہاں تک کہ عبدالملک کے مقابلہ پر نکلا اور مہلب کو اہل بصرہ کے ساتھ روانہ کرنے لگا اہل بصرہ نے اس سے انکار کیا مجبور ہو کر مہلب کو جنگ خوارج پر واپس کر دیا' مہلب نے روانگی کے وقت کہا کہ اہل عراق نے عبدالملک سے خط و کتابت کر کے سازش کر لی ہے تم مجھے ان ممالک سے علیحدہ نہ کرو۔ لیکن مصعب نے اس پر توجہ نہ کی ابراہیم بن اشتر کو (جو کہ موصل و جزیرہ پر مامور تھا) بلا کر مقدمۃ الجیش کا افسر بنایا اور آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ عبدالملک کے مقدمۃ الجیش پر اس کا بھائی محمد بن مروان' خالد بن عبیداللہ بن خالد بن اسید تھا' قرقیسیا کے قریب پہنچ کر ڈیرے ڈال دیئے' زفر بن حرث کلابی نے حاضر ہو کر مصالحت کر لی اور اپنے لڑکے ہذیل کو ایک لشکر کے ساتھ اس کے ہمراہ کر دیا۔ پھر عبدالملک یہاں سے کوچ کر کے مصعب بن زبیر کے لشکرگاہ کے قریب پہنچا' ہذیل بن زفر بھاگ کر مصعب سے آملا اور عبدالملک اہل عراق سے بغرض سفارش خط و کتابت کرنے لگا' اصفہان کے دینے کا وعدہ کیا۔

مصعب بن زبیر کے غلط اقدام: انہیں دنوں ابن اشتر نے مصعب کے روبرو ایک خط سربمہر پیش کیا۔ مصعب نے کھول کر پڑھا جس میں عبدالملک نے اشتر کو لکھا تھا: ''تم میرے پاس چلے آؤ' میں تم کو عراق کا گورنر مقرر کر دوں گا''۔ مصعب نے ابن اشتر سے کہا ''کیا تم جیسا شخص فقرے میں آ جائے گا''۔ ابراہیم بن اشتر نے جواب دیا ''میں عذر و خیانت کا متبع نہ ہوں گا' واللہ عبدالملک نے تمہارے کل ہمراہیوں اور سرداروں کو ایسا ہی لکھا ہے' اگر تم میرا کہنا مانو تو ان سب کو قتل کر ڈالو' نہایت تنگ و تاریک مکان میں قید کر دو''۔ مصعب نے ان سے اختلاف کیا اور اہل عراق عبدالملک سے سازش کر کے

مصعب سے بدعہدی و بے وفائی پر تل گئے۔ قیس بن ہثیم نے اہل عراق کو اہل شام سے سازش کرنے کی ترغیب دی لیکن ان لوگوں نے اس کی بھی نہ سنی جس وقت دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا تو عبدالملک نے مصعب کے پاس کہلا بھیجا ''خون ریزی سے کوئی فائدہ نہیں ہے آؤ ہم اور تم اس کام کو اہل شوریٰ کے سپرد کر دیتے ہیں''۔ مصعب نے جواب دیا ''ہمارے اور تمہارے درمیان میں تلوار ہی فیصلہ کر سکتی ہے''۔ لڑائی چھڑ گئی' عبدالملک نے اپنے بھائی محمد کو حملہ کرنے کا حکم دیا اور مصعب نے ابراہیم بن اشتر کو آگے بڑھایا' مصعب نے ایک تازہ دم فوج سے ابراہیم کی مدد کی جس نے محمد کو مورچہ سے ہٹا دیا۔

عتاب بن ورقا کی بدعہدی: عبدالملک نے عبیداللہ بن یزید کو اس کی کمک پر مامور کیا' میدان کارزار نہایت تیزی سے گرم ہو گیا۔ مصعب کے ہمراہیوں میں سے مسلم بن عمر الباہلی (قتیبہ کے والد) اس معرکے میں کام آ گئے۔ مصعب نے فوراً عتاب بن ورقا کو ابراہیم بن اشتر کی امداد پر متعین کیا۔ ابراہیم بن اشتر کو عتاب کا آنا ناگوار گزرا کہلا بھیجا ''میں نے تم کو سمجھا دیا تھا کہ عتاب جیسے آدمیوں کو میری مدد پر نہ بھیجنا' افسوس ہے کہ تم نے میرے کہنے پر خیال نہ کیا' انا للّٰہ و انا الیہ راجعون''۔

ابن اشتر کا خاتمہ: عتاب بن ورقاء نے عبدالملک کی بیعت کر لی تھی اور یہ وعدہ کر لیا تھا کہ میدانِ جنگ سے میں بھاگ کھڑا ہوں گا چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا لیکن ابراہیم بن اشتر نہایت استقلال سے لڑتا رہا یہاں تک کہ میدان جنگ میں کام آیا۔ قتل کے بعد اس کا سر عبدالملک کے پاس بھیج گیا۔ اہل شام کا دل ابراہیم کے مارے جانے سے ہاتھوں بڑھ گیا' بڑھ چڑھ کر حملے کرنے لگے' مصعب نے سرداران عراق کو جنگ کرنے کا حکم دیا' سب نے حیلہ کر کے ٹال دیا اب اس وقت تن تنہا مصعب اور اس کے گنتی کے چند ساتھی لڑ رہے تھے باقی کل اہل عراق دور سے کھڑے ہو کر تماشہ دیکھ رہے تھے' محمد بن مروان نے مصعب کے قریب پہنچ کر آواز بلند سے کہا ''میں تمہارا چچا زاد بھائی محمد بن مروان ہوں تم امیر المؤمنین کی امان قبول کر لو''۔ مصعب نے انکاری جواب دیا۔

عیسیٰ بن مصعب کا قتل: محمد بن مروان نے اہل عراق کی سازش کا حال بتلایا لیکن مصعب نے کچھ توجہ نہ کی۔ پھر محمد بن مروان نے اس کے لڑکے عیسیٰ بن مصعب کو پکار کر کہا ''تم کو اور تمہارے باپ کو امان دی جاتی ہے''۔ عیسیٰ نے اپنے باپ مصعب کو اس سے مطلع کیا' مصعب نے جواب دیا ''میرا خیال یہ ہے کہ اہل شام تمہارے ساتھ ایفاء وعدہ کریں گے اگر تم کو ان کی امان لینی منظور ہو تو بسم اللہ حاصل کر لو''۔ عیسیٰ بولا ''مجھے یہ گوارا نہیں ہے' کل قریش کی عورتیں کہیں گی کہ میں اپنے کو بچانے کی غرض سے تم سے علیحدہ ہو گیا''۔ مصعب نے کہا ''اچھا تم اپنے چچا کے پاس مکہ چلے جاؤ اور ان کو اہل عراق کی سازش کی خبر دے دینا۔ مجھے اس حالت میں چھوڑ جاؤ میں نے اپنے کو مقتول سمجھ لیا ہے''۔ عیسیٰ نے عرض کیا ''میں قریش کو ہرگز یہ خبر نہ پہنچاؤں گا بہتر ہو گا کہ تم بصرہ چلو' وہ لوگ تمہارے مطیع ہیں یا مکہ میں امیر المؤمنین سے جا ملو''۔ مصعب نے سرد آہ کھینچ کر کہا ''یہ مجھ سے نہ ہو گا کیونکہ کل قریش میں میرے بھاگنے کے تذکرہ ہو گا' اے صاحبزادے! تم آگے بڑھو میں تمہاری مدد پر ہوں''۔ عیسیٰ بن مصعب یہ حکم پاتے ہی آدمیوں کو لے کر آگے بڑھا' شامیوں نے چاروں طرف سے گھیر لیا مگر عیسیٰ کی چمکتی ہوئی تلواریں ان کی گردنوں پر تیر رہی تھی بالآخر بہت سے آدمیوں کو مار کر خود بھی میدانِ جنگ میں کام آیا۔

مصعب بن زبیرؓ کا خاتمہ: عبدالملک نے مصعب سے امان قبول کرنے پر بے حد اصرار کیا دیر تک گڑگڑاتا رہا لیکن مصعب کی زبان سے نہیں کے سوا ہاں نہ نکلا۔ اس کے بعد مصعب اپنے خیمے میں گیا بالوں میں تیل ڈالا' عطر لگایا پھر پردوں کو گرا کر باہر آیا اور لڑنے لگا اس کے ہمراہ اس وقت صرف سات آدمی باقی رہ گئے تھے' عبیداللہ بن زیاد بن ضبیان نے صف لشکر سے نکل کر للکارا مصعب نے لپک کر تلوار چلائی خود کی کڑیاں ٹوٹ گئیں' سر زخمی ہو گیا' شامی دور سے تیر برسانے لگے۔ مصعب زخمی شیر کی طرح جھپٹ جھپٹ کر حملہ کر رہا تھا۔ جب زخموں سے چور ہو گیا اور بے ہوش کر گر پڑا تو عبیداللہ بن زیاد بن ضبیان نے پہنچ کر اس کی دلیرانہ زندگی کا خاتمہ کر دیا اور سر کاٹ کر عبدالملک کے روبرو رکھ دیا۔ عبدالملک نے ایک ہزار دینار کا انعام کا حکم دیا مگر اس نے یہ کہہ کر قبول نہ کیا کہ میں نے اس کو اپنے بھائی کے بدلے میں قتل کیا ہے۔ اس کا بھائی رہزنی کرتا تھا جس کو مصعب کے کوتوال نے گرفتار کرا کے قتل کیا تھا بعض کا یہ بیان ہے کہ مصعب کو مختار کے ہمراہیوں میں سے زائدہ بن قدامہ ثقفی نے قتل کیا اور عبیداللہ بن زیاد نے سر اتارا ہے۔ لڑائی ختم ہونے پر عبدالملک کے حکم سے مصعب اور اس کا لڑکا دار جاثلیق میں نہر دجیل کے قریب دفن کیا گیا۔ یہ واقعہ ۷۱ھ کا ہے۔

عبدالملک کی کوفہ کو روانگی: اس کے بعد عبدالملک لشکر عراق سے بیعت لے کر کوفے کی جانب روانہ ہوا اور مقام نخیلہ میں پہنچ کر قیام کر کے چالیس روز تک ٹھہرا رہا اس کے بعد کوفے میں داخل ہوا۔ لوگوں سے حسن سلوک اور انعام و وظائف مقرر کرنے کا وعدہ کیا۔ یحییٰ بن سعید کو جعفر سے طلب کر کے امان دے دی یہ لوگ اس کے ماموں ہوتے تھے اور اپنے بھائی بشر بن مروان کو کوفہ کی' محمد بن نمیر کو ہمدان کی' یزید بن ورقا بن رویم کو رے کی گورنری پر مامور کیا اور جیسا کہ اقرار کیا تھا اصفہان کی حکومت ان کو نہ دی' عبداللہ بن یزید بن اسد (بدر خالد قسری) یحییٰ بن معتوق ہمدانی' علی بن عبیداللہ بن عباس کے پاس اور ہذیل بن زفر بن حرث' عمر بن یزید حکمی وغیرہ خالد بن یزید کے پاس پناہ گزین ہوئے تھے۔ ان کو بھی عبدالملک نے امان نامہ لکھ دیا۔ عمر بن حریث نے عبدالملک کی خورنق میں پرتکلف دعوت کی' عبدالملک مع اپنے لشکر و خدام و حشم کے خورنق میں داخل ہوا۔ عمر بن حریث کو اپنے برابر تخت پر بٹھایا' کھانا کھانے کے بعد عبدالملک قصر کے دیکھنے کو اٹھا' عمر بن حریث اس کے ہمراہ تھا۔ ہر ایک مکان و معاملہ کو دریافت کرتا جاتا تھا اور عمر بن حریث بتلاتا جاتا تھا۔

عبداللہ بن حازم کو مصعب کی روانگی اور جنگِ عبدالملک کا حال معلوم ہوا تو اس نے دریافت کیا ''کیا اس کے ہمراہ عمر بن معمر بھی ہے؟'' جواب دیا گیا ''وہ فارس میں ہے''۔ پھر استفسار کیا ''تو مہلب ہے؟'' حاضرین نے کہا ''وہ جنگِ خوارج پر مامور ہے''۔ پھر پوچھا ''عباد بن حصین اس کے ہمراہ ہے'' کہا گیا ''وہ بصرے میں ہے'' عبداللہ بن حازم نے ایک آہ کھینچ کر کہا ''اور میں خراسان میں ہوں''۔

خـذینـی فـجـرینـی جـهـارا و انـشـدی   بـلـحـم امـری ءٍ لـم یـشـهـد الیـوم نـاصـر

''مجھ کو پکڑ لو اور اعلان کے ساتھ سختی کرو کیونکہ میرا نہ کوئی حامی ہے اور نہ میرے قتل کی شہادت دینے والا''۔

عبدالملک نے کوفہ پہنچ کر مصعب کا سر شام کی طرف روانہ کیا۔ جب دمشق پہنچا تو لوگوں نے اس کی تشہیر کا قصد کیا لیکن عبدالملک کی بیوی عاتکہ بنت یزید بن معاویہ نے اس سے روکا اور اس کو غسل دے کر دفن کرایا۔ مہلب کو جو خوارج سے جنگ کر رہا تھا اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے عبدالملک بن مروان کی بیعت لوگوں سے لے لی' عبداللہ بن زبیر کو یہ خبر لگی تو انہوں نے لوگوں کو جمع کر کے خطبہ میں کہا:

عبداللہ بن زبیر کا خطبہ: ''جمیع ستائش اللہ کے لئے ہے جو دنیا اور ہر چیز کا مالک ہے جس کو چاہتا ہے ملک دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ذلیل کرتا ہے' آگاہ ہو جاؤ کہ اللہ اس کو ذلیل نہیں کرتا جو حق پر ہوتا ہے اگرچہ وہ تنہا ہو اور جس کا ولی شیطان ہوتا ہے اس کو عزت نہیں دیتا اگرچہ اس کے ساتھ ایک عالم ہو' آگاہ ہو' ہمارے پاس عراق سے ایسی خبر آئی ہے جس سے ہم کو رنج ہوا ہے اور ہم اس سے خوش بھی ہوئے ہیں ہمارے پاس مصعب رحمہ اللہ کے قتل کی خبر آئی ہے' پس جس سے ہم خوش ہوئے ہیں یہ ہے کہ اس کا مارا جانا شہادت ہے اور جس سے ہم کو صدمہ ہوا ہے کہ دوست کی جدائی سے ایک رنج کی سوزش ہوتی ہے جس کا احساس مصیبت کے وقت دوست کو ہوتا ہے' اس کے بعد صاحب رائے صبر وشکر کی طرف رجوع کرتا ہے' مصعب کیا تھا؟ اللہ کے بندوں میں سے ایک بندہ اور میرے مددگاروں میں سے ایک مددگار' آگاہ ہو جاؤ کہ اہل عراق بے وفا و منافق ہیں' انہوں نے اس کو نہایت کم قیمت پر جو اس سے لیتے تھے سپرد اور بیچ کر دیا' اگر وہ مارا گیا ہے تو اس کے بھائی و باپ و برادر چچا زاد بھی مارے گئے جو نیک اور صالح تھے اللہ کی قسم! ہم اپنے بستروں پر نہ مریں گے جیسا کہ ابوالعاص کی اولاد مری ہے واللہ اس میں کوئی شخص جاہلیت میں اور اسلام میں نہیں مارا گیا ہے اور ہم مرتے ہیں تو نیزوں کی نوک پر اور تلواروں کے سائے کے نیچے' آگاہ ہو جاؤ کہ دنیا مستعار لی گئی ہے اس بادشاہ برتر سے جس کی حکومت ہمیشہ رہے گی اور اس کا ملک زائل نہ ہوگا پس اگر وہ ہمارے پاس آئے گی تو اس کو رذیل و گمراہ کی طرح نہ لیں گے اور اگر وہ ہم سے روگردانی کرے گی تو ہم اس کے لئے کسی کمزور وناتوان کی طرح نہ روئیں گے' میں یہی کہتا ہوں اور اپنے اور تمہارے لئے اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں''۔

خالد بن اسید بحیثیت گورنر کوفہ: اس واقعہ سے اہل بصرہ مطلع ہوئے تو وہاں حمران بن ابان وعبداللہ بن ابی بکرہ میں حکومت کی نزاع پیدا ہو گئی۔ حمران نے عبداللہ بن الاہتم سے مدد طلب کی' بنو امیہ اس کی بہت عزت کرتے تھے' چنانچہ جس وقت مصعب کے قتل کے بعد عراق پر عبدالملک کا پورا پورا قبضہ ہو گیا تو اس نے بصرے کی سند گورنری خالد بن عبداللہ بن اسید کو دی۔ اس نے اپنی طرف سے بصرے میں پہنچ کر حمران کو معزول کر کے عبداللہ بن ابی بکرہ کو مقرر کیا۔ بعد ازاں ۷۳ھ میں خالد بن عبداللہ حکومت بصرہ سے معزول کر دیا گیا اس کی جگہ بشر بن مروان مامور ہوا اور دونوں شہروں کی گورنری دی گئی۔ بشر بن مروان نے کوفہ میں عمر بن حریث کو اپنا نائب مقرر کر کے بصرے میں قیام کیا اور ۷۳ھ میں عبدالملک نے جزیرہ وارمینیہ کی گورنری اپنے دوسرے بھائی محمد بن مروان کو عنایت کی' اس نے روم پر حملہ کیا اور ان کی قوت کو سخت نقصان پہنچایا جس کے بعد

شاہ روم نے زمانہ فتنہ میں ایک ہزار دینار یومیہ بطور تاوان دینے کا اقرار کرلیا تھا۔

زفر بن حرث: ہم اوپر واقعہ راہطہ میں بیان کر آئے ہیں کہ زفر بن حرث قرقیسیا کی طرف چلا گیا تھا' قیس کا ایک خاصا مجمع اس کے پاس جمع ہوگیا تھا اور یہ وہاں ٹھہرا ہوا عبداللہ بن زبیر کی خلافت کی ترغیب لوگوں کو دے رہا تھا۔ عبدالملک نے حکومت کے زینہ پر قدم رکھنے کے بعد ابان بن عقبہ بن ابی معیط کو جو حمص کا گورنر تھا زفر پر حملہ کرنے کو لکھ بھیجا' ابان بن عقبہ نے حکم پاتے ہی قرقیسیا کا رُخ کیا اور مقدمۃ الجیش پر عبداللہ بن رمیت علائی کو مامور کر کے آگے بڑھنے کو کہا عبداللہ بن رمیت نے ابان کے پہنچنے سے پہلے لڑائی چھیڑ دی۔ اس کے ہمراہیوں میں سے تقریباً تین سو آدمی مارے گئے اس کے بعد ابان آیا اور لڑائی کا انداز بدل گیا۔ عبداللہ بن رمیت کی گئی ہوئی قوت عود کر آئی' وکیع بن زفر معرکہ کارزار میں کام آ گیا جس سے زفر کی قوت گھٹ گئی۔ اس اثناء عبدالملک قبل جنگ مصعب قرقیسیا میں آ پہنچا' چاروں طرف سے محاصرہ کر کے منجنیقیں نصب کرا دیں' بنو کلب نے عبدالملک سے درخواست کی کہ ہمارے ساتھ قیس والوں کو نہ ملاؤ کیونکہ انہوں نے زفر بن حرث سے سازش کر لی ہے جنگ کے وقت یہ بھاگ کھڑے ہوں گے''۔ عبدالملک اس کو منظور کر کے نہایت سختی سے محاصرہ کیے ہوئے حملہ کر رہا تھا اور زفر روزانہ شہر سے نکل کر مقابلہ کرتا تھا ایک روز زفر نے اپنے لڑکے ہذیل کو لشکر شام پر حملہ کرنے کو کہا اور یہ حکم دیا کہ'' جب تک عبدالملک کے خیمہ پر پہنچ کر اس کو نہ گرا لینا واپس نہ آنا چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔

عبدالملک اور زفر میں مصالحت: اس واقعہ کے بعد عبدالملک نے اپنے بھائی (محمد بن مروان) کو زفر کے پاس بھیجا اور یہ کہلا بھیجا کہ تم کو اور تمہارے لڑکے اور ان لوگوں کو جو تمہارے ہمراہ ہیں پناہ دی جاتی ہے اور جو تم پسند کرو وہ لے لو' محمد بن مروان نے یہ پیام ہذیل بن زفر سے کہا'' ہذیل اپنے باپ کے پاس گیا اور عرض کیا'' ابن زبیر سے ہمارے حق میں عبدالملک زیادہ بہتر ہے' وہ امان دینے کو کہتا ہے منظور کر لیجئے''۔ زفر نے اس شرط پر قبول کیا کہ ایک برس تک بیعت کرنے کا اس کو اختیار دیا جائے اور کسی خاص مقام میں رہنے پر مجبور نہ کیا جائے اور ابن زبیر کے مقابلے پر کسی قسم کی اعانت نہ طلب کی جائے''۔ ہنوز فریقین میں نامہ و پیام ہو رہا تھا کہ کسی نے عبدالملک کو یہ خبر دے دی کہ شہر پناہ کے چار برج منہدم ہو گئے ہیں' عبدالملک نے صلح سے انکار کر کے حملہ کرنے کا حکم دے دیا لیکن میدان جنگ زفر کے ہاتھ رہا' عبدالملک کی فوج مورچے سے ہٹ کر اپنے خیموں میں آ گئی عبدالملک نے گھبرا کر کہلا بھیجا'' جو شرائط تم پیش کرتے ہو مجھے منظور ہیں''۔ زفر نے کہا'' میں تاحیات عبداللہ بن زبیر تمہاری بیعت نہ کروں گا اور اس معرکے میں جو خوں ریزی ہوئی ہے اس کا تم مجھ سے مواخذہ نہ کرنا اور مجھ کو مع میرے کل ہمراہیوں کے امان دینا''۔ عبدالملک نے اس کو منظور کر لیا اور امان نامہ لکھ کر دے دیا لیکن زفر تھوڑے دنوں تک عبدالملک سے نہ ملا اس خوف سے کہ اس کے ساتھ بھی عمر بن سعید جیسا برتاؤ نہ کیا جائے۔ عبدالملک نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عصا بھیج دیا۔ زفر حاضر ہوا' عبدالملک نے اپنے برابر تخت پر بٹھالیا اور اپنے لڑکے سے زفر کی لڑکی مسلمہ الرباب کی شادی کر دی' بعدازاں عبدالملک جنگ مصعب کو روانہ ہوا زفر نے اپنے لڑکے ہذیل کو مع ایک لشکر کے ہمراہ کر دیا

لیکن جس وقت فریقین کا مقابلہ ہوا ہذیل بھاگ کر مصعب کے پاس چلا گیا اور ابنِ اشتر کے ساتھ ہو کر لڑتا رہا یہاں تک کہ ابنِ اشتر مارا گیا اور ہذیل کوفہ میں چھپ گیا' عبدالملک نے کوفہ پر قبضہ کرنے کے بعد اس کو امان دے دی۔

عبداللہ بن حازم کا قتل: اس سے پیشتر ہم لکھ آئے ہیں کہ خراسان میں عبداللہ بن حازم سے بنو تمیم نے مخالفت کر لی تھی اور یہ لوگ تین گروہ ہو گئے تھے۔ دو فریق تو جنگ سے رکے رہے' باقی تیسرا گروہ جس کا سردار بحیر بن ورقاء صریمی تھا اور جس سے نیشاپور میں ابنِ حازم لڑ رہا تھا۔

عبدالملک نے مصعب کے مارے جانے کے بعد عبداللہ بن حازم کو اس مضمون کا خط لکھا ''تم میری بیعت کر لو میں تم کو سات برس کا خراج خراسان معاف کرتا ہوں''۔ یہ خط ایک شخص جو بنو عامر بن صعصعہ سے تھا لے کر روانہ ہوا عبداللہ بن حازم نے پڑھ کر کہا ''اگر سلیم و عامر میں فساد کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں تم کو مار ڈالتا' لیکن اب تم اپنا یہ خط کھا لو''۔ چنانچہ اس نے کھا لیا۔ عبداللہ بن حازم کی طرف سے مرو کا عامل بکیر بن وشاح تمیمی تھا' عبدالملک نے اسی زمانے میں اس کو بھی خط لکھا تھا اور خراسان کی حکومت دینے کا وعدہ کیا تھا۔ چنانچہ اس نے اور کل اہلِ مرو نے عبداللہ بن زبیر کی بیعت توڑ کر عبدالملک کی بیعت کر لی۔ عبداللہ بن حازم کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس خوف سے کہ بکیر مع اہل مرو کے نہ آ جائے اور اہل نیشاپور اس کے ہم آہنگ نہ ہو جائیں' بحیر کو چھوڑ کر مرو کی طرف روانہ ہوا۔ بحیر نے تعاقب کیا مرو کے قریب ایک قریہ میں مقابلہ ہو گیا۔ ایک سخت لڑائی کے بعد بحیر کے ہاتھ سے ابنِ حازم مارا گیا' بحیر نے اسی وقت فتح کی بشارت عبدالملک کے پاس بھیجی اتفاق سے بکیر بن وشاح اہل مرو کو لئے ہوئے آ پہنچا' عبداللہ بن حازم کا سر کاٹ کر عبدالملک کے پاس روانہ کرنے کا قصد کیا۔ بحیر نے روکا تو بکیر نے ایک لکڑی کھینچ ماری۔ جس سے اس کا سر ٹوٹ گیا اور گرفتار کر کے قید کر دیا۔ اس کے بعد حازم کے سر کو عبدالملک کے پاس یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ اس نے عبداللہ ابنِ حازم کو مارا ہے بھیج دیا اور خود حکومت خراسان پر قابض ہو گیا۔

بعض کا یہ بیان ہے کہ عبداللہ بن زبیر کی شہادت کے بعد عبداللہ بن حازم مارا گیا ہے اور عبدالملک نے ان کا سر اس کے پاس بھیج دیا تھا اور اپنی بیعت کرنے کو لکھا تھا' عبداللہ بن حازم نے اس کو غسل دے کر کفن پہنایا اور عبداللہ بن زبیر کے لڑکوں کے پاس مدینہ بھیج دیا' اس کے بعد عبدالملک کے قاصد کے ساتھ وہ برتاؤ کیا جس کو ہم اوپر لکھ آئے ہیں۔

سلیمان بن خالد کا قتل: عبدالملک نے شام و عراق پر قبضہ حاصل کر لینے کے بعد عروہ بن انیف کو بسر کردگی چھ ہزار آدمیوں کے مدینہ منورہ کی طرف روانہ کیا اور یہ حکم دیا کہ مدینہ منورہ میں جب تک دوسرا حکم نہ ملے داخل نہ ہونا' شہر کے باہر پڑاؤ کرنا' ان دنوں عبداللہ بن زبیر کی طرف سے حرث بن حاطب ابنِ حرث بن معمر جمحی مدینہ کے گورنر تھے' عروہ کے آتے ہی وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ ایک مہینہ تک عروہ لوگوں کے ساتھ مدینہ منورہ میں نماز جمعہ پڑھتا اور اپنے لشکر گاہ میں واپس چلا آتا تھا۔ جب عبداللہ بن زبیر سے کچھ چھیڑ چھاڑ نہ ہوئی تو وہ (عروہ) حسب الحکم عبدالملک شام کو لوٹ گیا اور حرث بن حاطب مدینہ منورہ میں آ گئے' پھر عبداللہ بن زبیر نے سلیمان بن خالد دروقی کو خیبر و فدک پر مامور کر کے روانہ کیا اور عبدالملک

نے عبدالملک بن حرث بن حکم کو بسر افسری چار ہزار فوج کے حجاز پر حملہ کرنے کا حکم دیا' عبدالملک نے وادی القریٰ میں پہنچ کر ڈیرے ڈالے اور ابنِ قمقام کو ایک دستہ فوج کے ساتھ سلیمان پر شب خون مارنے کی غرض سے خیبر بھیج دیا' سلیمان یہ خبر سن کر خیبر سے بھاگا لیکن کچھ فائدہ نہ پہنچا' ابنِ قمقام نے اس کے ہمراہیوں سمیت گرفتار کر کے قتل کر ڈالا اور خود خیبر میں ٹھہر گیا۔

ابو بکر بن قیس کا خاتمہ: عبدالملک کو اس واقعہ کے سننے سے صدمہ ہوا' حاضرین سے مخاطب ہو کر بولا "افسوس ابنِ قمقام نے ایک شخص کو بے قصور قتل کر ڈالا"۔ اس کے بعد عبداللہ بن زبیر نے حرث بن حاطب کو مدینہ منورہ سے معزول کر کے جابر بن اسود بن عوف زہری کو مامور کیا۔ پس جابر نے ابو بکر بن ابو قیس کو چھ سو آدمیوں کی جمعیت سے خیبر کی طرف روانہ کیا۔ ابنِ قمقام سے لڑائی ہوئی میدان جنگ ابو بکر کے ہاتھ رہا' ابنِ قمقام پسپا ہو کر بھاگا' اس کے ہمراہی کچھ معرکۂ کارزار میں کام آئے کچھ گرفتار ہو کر مار ڈالے گئے' عبدالملک نے یہ خبر پا کر طارق بن عمر (عثمان کے آزاد غلام) کو حجاز کی طرف روانہ کیا اور یہ حکم دیا کہ مابین وادی القریٰ اور ایلہ میں قیام کرنے اور نہایت ہوشیاری سے جہاں تک ممکن ہو' ابنِ زبیر کے عمال کو تصرف سے روکنا اور حجاز میں جو مخالفت پیدا ہو اس کا انسداد کرتے رہنا' طارق نے سرزمین حجاز میں پہنچ ایک رسالہ خیبر کی طرف بھیجا' ابو بکر بن قیس مع دو سو آدمیوں کے معرکۂ جنگ میں کام آ گیا۔

امارت مدینہ پر طلحہ بن عبداللہ کا تقرر: عبداللہ بن زبیر نے قباع عامل مصر کو اہل مدینہ کی امداد پر دو ہزار سواروں کے بھیجنے کو لکھا' قباع نے اس حکم کی تعمیل کی اور جابر بن اسود نے بحکم عبداللہ بن زبیر ان لوگوں کو طارق سے لڑنے کے لئے روانہ کیا' طارق نے نہایت مردانگی سے ان کو پسپا کر کے ان کے سردار اور بہت سے آدمیوں اور زخمی قیدیوں کو بھی قتل کر ڈالا اور خیبر سے لوٹ کر وادی القریٰ میں واپس آیا۔

طلحہ بن عبداللہ کا امارت مدینہ پر تقرر: عبداللہ بن زبیر نے جابر بن اسود کو حکومت مدینہ منورہ سے معزول کر کے ۷۰ھ میں طلحہ بن عبداللہ عوف معروف بہ طلحۃ النداء کو مامور کیا۔ پس یہ مدینہ منورہ کی گورنری کرتا رہا۔ یہاں تک کہ طارق نے اس کو نکال باہر کیا۔

حجاج بن یوسف ثقفی: مصعب بن زبیر کے قتل کے بعد عبدالملک نے کوفہ پہنچ کر حجاج بن یوسف ثقفی کو تین ہزار لشکر شام کے ساتھ عبداللہ بن زبیر سے جنگ کرنے کو روانہ کیا اور ایک امان نامہ لکھ کر دیا اور یہ ہدایت کی کہ اگر عبداللہ بن زبیر اور اس کے ہمراہی بیعت خلافت کر لیں تو یہ امان نامہ دے دینا۔ حجاج بن یوسف ثقفی جمادی الاول ۷۲ھ میں کوفے سے روانہ ہو کر مدینہ منورہ کو چھوڑتا ہوا طائف میں جا اترا اور ایک مدت تک عرفہ کی طرف اپنے سواروں کو روزانہ بھیجتا تھا۔ جہاں پر عبداللہ بن زبیر کے سواروں سے مقابلہ ہوتا اور ان کو وہ پسپا کر کے واپس چلے آتے تھے' کچھ عرصہ بعد حجاج نے عبدالملک کی خدمت میں اس مضمون کی عرض داشت روانہ کی کہ "عبداللہ بن زبیر کی طاقت بالکل گھٹ گئی ہے' اس کے ہمراہی اس سے جدا ہو گئے ہیں' اگر آپ اجازت دیں تو مکہ معظمہ میں داخل ہو کر اس کا محاصرہ کر لیا جائے مگر فوج میری امداد پر بھیج دیجئے"۔

عبدالملک نے اس درخواست کو منظور کیا اور طارق کو حجاج کی امداد پر مامور کیا۔ طارق ذیقعدہ ۷۲ھ میں وارد مدینہ منورہ ہوا‘ طلحۃ الندا‏ء (عبداللہ بن زبیر کے گورنر) کو نکال کر ایک شامی شخص کو اس کی جگہ متعین کیا اور پھر وہاں سے پانچ ہزار آدمیوں کی جمعیت سے مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہوا۔

خانہ کعبہ پر سنگباری: اس سے پیشتر حجاج بن یوسف احرام باندھ کر مکہ میں داخل ہو گیا تھا اور بئر میمون پر قیام پذیر تھا لوگوں کے ساتھ وہ حج میں شریک ہوا۔ نہ تو طواف کیا اور نہ صفا و مروہ کے درمیان سعی کی اور عبداللہ بن زبیر کو عرفات میں داخل ہونے سے روک دیا۔ مجبور ہو کر انہوں نے مکہ ہی میں قربانی کی حالانکہ انہوں نے حجاج کو طواف اور سعی سے منع نہیں کیا تھا۔ اس کے بعد حجاج نے کوہ ابوقبیس پر منجنیقیں نصب کرائیں اور کعبۂ محترم پر پتھروں کا مینہ برسانے لگا‘ اتفاق یہ کہ عبداللہ بن عمر بھی حج کو آئے تھے‘ حجاج بن یوسف سے کہلا بھیجا‘ سنگباری موقوف کرا دو‘ اللہ تعالیٰ کے بندے اس کے محترم مکان کی زیارت کو آئے ہوئے ہیں‘ سنگباری کی وجہ سے نہ طواف کر سکتے اور نہ مابین صفا و مروہ سعی کر سکتے ہیں حجاج نے زمانہ حج کے خاتمہ تک سنگباری موقوف کر دی‘ جونہی ایام حج ختم ہوئے حجاج کے منادی نے چاروں طرف یہ منادی کرا دی کہ ”تم لوگ اپنے اپنے شہروں کو واپس جاؤ‘ ہم ابن زبیر پھر سنگ باری کرنا چاہتے ہیں یہ سن کر حاجیوں کے قافلے اپنے اپنے شہروں کی طرف روانہ ہو گئے اور حجاج بن یوسف کے لشکریوں نے منجنیق سے پتھر برسانے شروع کر دیے۔ خانہ کعبہ پر پتھر کا پہنچنا تھا کہ آسمان سے ایک کڑک کی آواز سنائی دی اور بجلی کوندی دو روز تک یہی حالت قائم رہی کچھ لوگ لشکر شام کے اس خوفناک آواز سے ڈر کر مر گئے‘ حجاج نے کہا ”تم لوگ خوفزدہ نہ ہو میں ابن تہامہ ہوں اور یہ اس کی بجلیاں ہیں تم لوگ خوش ہو کہ میری فتح یابی کا نشان آ پہنچا اور دوسرے دن اتفاق سے ابن زبیر کے ہمراہیوں میں سے ایک یا دو شخصوں پر بجلی گری اور اس صدمہ سے وہ لوگ مر گئے‘ اہل شام کو اس سے بہت بڑی مسرت ہوئی۔ حجاج بن یوسف نے جوش میں آ کر خود منجنیق سے پتھر برسانے شروع کر دیئے۔ بڑے بڑے پتھر عبداللہ بن زبیر کے روبرو آ کر گرتے تھے اور یہ کھڑے ہوئے نماز پڑھا کرتے تھے۔

مکّہ معظّمہ کا محاصرہ: ایک عرصہ دراز تک یہ لڑائی اسی انداز سے جاری رہی یہاں تک کہ طویل حصار سے اہل مکہ کا غلہ ختم ہو گیا‘ باہر سے کوئی راستہ رسد کے آنے کا نہ تھا۔ لوگ شدت بھوک سے پریشان ہونے لگے۔ عبداللہ بن زبیر نے اپنے گھوڑے کو ذبح کر کے گوشت تقسیم کر دیا‘ گرانی کا یہ عالم ہو گیا کہ ایک مرغی دس درہم کو ڈھونڈنے سے نہ ملتی تھی۔ عبداللہ بن زبیر کے مکانات غلہ اور کھجوروں اور جو سے بھرے ہوئے تھے بہ نظر انجام بینی ذخیرے میں سے صرف اس قدر خرچ کرتے تھے جتنا کہ لوگوں کے بقاء حیات کے لئے کافی سمجھا جاتا تھا۔ حجاج بن یوسف یہ رنگ دیکھ کر حصار میں سختی کرنے لگا اور عبداللہ بن زبیر کے ہمراہیوں کو امان نامہ لکھ کر بھیج دیا۔ تقریباً دس ہزار آدمی ان سے علیحدہ ہو کر حجاج سے آ ملے‘ منجملہ ان لوگوں کے جنہوں نے امان حاصل کر کے اپنے لائق سردار سے علیحدگی اختیار کی تھی‘ عبداللہ بن زبیر کے دو لڑکے حمزہ و حبیب بھی تھے لیکن ان کا تیسرا لڑکا ان کے ساتھ ہو کر برابر لڑتا رہا یہاں تک کہ داد مردانگی پا کر عین معرکہ میں کام آ گیا‘ ہمراہیان عبداللہ بن زبیر

کی علیحدگی کے بعد حجاج بن یوسف نے اپنے لشکریوں کو جمع کر کے خطبہ دیا ''تم لوگ عبداللہ بن زبیر کی قوت کا اندازہ لگا چکے ہو۔ ان کے ہمراہیوں کو دیکھ لیا ہے وہ اس قدر کم ہیں کہ اگر تم ان پر ایک ایک مٹھی کنکریاں پھینکو تو وہ دب کر مر جائیں گے' بایں ہمہ وہ بھوکے پیاسے تم سے لڑ رہے ہیں۔ اے شام کے دلاورو! بڑھو اور حجون وابواء کے میدان میں پھیل جاؤ عبداللہ بن زبیر اب چند ساعت کا مہمان ہے''۔

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہا: عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع ہوئی تو وہ اپنی ماں اسماء رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور کہا ''اے ماں! مجھے لوگوں نے دھوکا دیا' ذلیل کیا' یہاں تک کہ میرے لڑکوں نے بھی مجھے رسوا کیا' اگر میں دنیا کو چاہوں تو مخالفین مجھے دے سکتے ہیں' آپ کی اس بابت کیا رائے ہے؟'' اسماء نے جواب دیا ''تم اپنے معاملے کو مجھ سے زیادہ اچھا سمجھتے ہو لیکن اگر تم حق پر ہو اور اسی کی طرف لوگوں کو بلاتے رہے ہو تو جو کر رہے ہو کئے جاؤ' تمہارے ہمراہی اس راہ میں مارے گئے' تم اپنی گردن ایسی رسی میں نہ پھنساؤ کہ بنو امیہ کے نوعمر لڑکے اس سے کھیلیں اور اگر تم نے دنیا کے حاصل کرنے کا قصد کیا تھا تو تم بہت ہی نااہل انسان ہو' تم نے اپنے کو بھی ہلاک کیا اور ان لوگوں کو بھی جو تمہارے ہمراہ تھے اور اگر تم یہ کہتے ہو کہ میں حق پر تھا لیکن میرے ہمراہیوں نے مجھے دھوکا دیا اس سے میں کمزور ہو گیا تو یہ فعل نیکوں اور دینداروں کا نہیں ہے''۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا ''مجھے خوف اس امر کا ہے کہ قتل کے بعد مجھے وہ لوگ مثلہ کریں گے اور صلیب پر چڑھائیں گے'' اسماء رضی اللہ عنہا نے جواب دیا ''میرے بیٹے! بکری جب ذبح کر ڈالی گئی تو کھال کھینچنے کی اسے پرواہ نہ ہوگی تم جو کچھ کر رہے ہو بصیرت کے ساتھ کئے جاؤ اور اللہ تعالیٰ سے مدد کے خواستگار رہو''۔

عبداللہ بن زبیر نے اپنی ماں کے سر کا بوسہ لے کر کہا ''میری بھی یہی رائے تھی' اس وقت تک نہ مجھے دنیا کی خواہش ہوئی اور نہ حکومت کی تمنا' مجھ کو اس کام کے اختیار کرنے پر صرف اس امر نے مجبور کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی پابندی نہیں کی جاتی تھی اور نہ ممنوعات سے لوگ پرہیز کرتے تھے اور میں جب تک میرے دم میں دم رہتا' برابر حق کے لئے لڑتا رہتا۔ لیکن میں نے یہ مناسب سمجھا کہ آپ سے بھی اس امر میں رائے لے لوں پس آپ نے میری بصیرت اور زیادہ کر دی اور اے میری ماں! میں آج ضرور مارا جاؤں گا تم زیادہ مغموم نہ ہونا اور مجھے اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دو' تمہارے لڑکے نے کسی فعل ناجائز کے ارتکاب کا قصد تک نہیں کیا اور نہ کسی امر مذموم وبدکاری کی طرف توجہ کی ہے' نہ تو اس نے بدعہدی کی ہے نہ کسی پر ظلم کیا ہے اور نہ کسی ظلم کا معین ومددگار رہا ہے اور نہ اس نے حتی الامکان اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف کوئی کام کیا ہے' اے اللہ تعالیٰ! میں اس امر کو اپنے نفس کی برأت کی غرض سے نہیں ظاہر کرتا ہوں بلکہ اپنی ماں کی تسلی کی غرض سے کہتا ہوں''۔ اسماءؓ بولیں ''مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ تم کو اس کا اجر جمیل عطا فرمائے گا تم اللہ تعالیٰ کا نام لے کر دشمنوں پر حملہ آور ہو' اگر فتح یاب ہو گئے تو مجھے تمہاری فتح مندی سے مسرت ہوگی''۔ پھر سوچ کر کہا ''اچھا میں بھی تمہارا انجام کار دیکھنے کو چلتی ہوں''۔ عبداللہ بن زبیرؓ نے کہا ''آپ تکلیف نہ کیجئے' اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے البتہ دعائے خیر سے مجھے فراموش نہ کیجئے گا'' اسماء کی آنکھوں میں ان

کلمات سے آنسو بھر آئے رخصتی کے وقت اسماء نے بیٹے کو گلے لگایا اتفاق سے ہاتھ زرہ پر پڑ گیا' دریافت کیا ''یہ کیا ہے؟ تم نے اس کو کس ارادہ سے پہنا ہے؟'' جواب دیا ''محض اطمینان و مضبوط کی غرض سے'' اسماء نے یہ کہہ کر اس سے کچھ اطمینان و مضبوطی نہیں ہوتی' زرہ اتار لی اور معمولی کپڑے پہننے کو کہا۔

آخری معرکہ: عبداللہ بن زبیرؓ نے آستینیں سمیٹ لیں اور قمیص کے دامن اوپر اٹھا کر کمر سے باندھ لئے اور بسم اللہ کہہ کر گھر سے نکل پڑے۔ شامیوں پر ایک سخت حملہ کیا جس سے بہت سے آدمی کام آ گئے لیکن یہ تکبیریں کہتے ہوئے ان کے نرغے سے نکل آئے' بعض ہمراہیوں نے بھاگنے کی رائے دی' آپ نے جواب دیا ''کیا برا وہ شخص ہے جو ایسی حالت میں بھاگ جائے' میں تو اللہ تعالیٰ کی عنایت سے اسلام میں ہوں''۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں ہے کہ یہ لوگ مجھے قتل کر ڈالیں گے' اس خوف سے میدان جنگ چھوڑ کر بھاگنا محض حماقت ہے''۔ اس وقت مسجد حرام کے کل دروازے شامیوں سے بھرے ہوئے تھے' چاروں طرف سے مکہ معظّمہ کی ناکہ بندی کر لی گئی تھی' حجاج و طارق نے ابطح کی جانب سے مروہ تک گھیر لیا تھا اور ابن زبیر چاروں جانب حملے کر رہے تھے تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد ابوصفوان' عبداللہ بن صفوان بن امیہ بن خلف کو پکار اٹھتا تھا اور یہ معترک کی طرف سے جواب دیتا تھا حجاج نے یہ دیکھ کر کہ لوگ ابن زبیر پر حملہ کرنے سے جی چراتے ہیں اپنے لشکر پر غصہ ہوا اور طیش میں آ کر پیادہ لشکر لئے ہوئے عبداللہ بن زبیر کے علم بردار کو گھیر لیا۔ عبداللہ بن زبیر نے کھینچ کر اپنے علم بردار کو محاصرے سے نکال لیا اور ایک پرزور حملہ سے حجاج کو پسپا کر کے لوٹے' مقام ابراہیم پر دو رکعتیں نفل کی پڑھیں' اس اثناء میں حجاج نے پھر ان کے علم بردار پر حملہ کیا' باب بنوشیبہ پر لڑائی ہوئی اور ان کا علم بردار مارا گیا علم حجاج کے آدمیوں نے لے لیا عبداللہ بن زبیر نماز سے فارغ ہو کر بلا علم کے پھر لڑنے لگے' ابن مطیع بھی ان کے ہمراہ تھا جو لڑتے لڑتے اس واقعہ میں کام آ گیا' بعض کا بیان ہے کہ یہ زخمی ہو گیا تھا جس کے صدمہ سے لڑائی کے چند دنوں بعد وفات پائی۔

عبداللہ بن زبیر کی شہادت: بعض مؤرخین کہتے ہیں کہ عبداللہ بن زبیر نے بروز شہادت اپنے ہمراہیوں سے کہا تھا ''اے آل زبیر! اگر تم مجھ سے اپنے نفس سے زیادہ خوش ہو تو یہ سمجھ لو کہ تم لوگ عرب کے ایک خاندان سے تھے' جس نے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی غرض سے سرفروشی کی ہے۔ پس تم تلوار کی جھنکار سے خوفزدہ نہ ہونا کیونکہ زخم پر دوا لگانے کا صدمہ زیادہ ہوتا ہے اس کے واقع ہونے سے۔ تم لوگ اپنی اپنی تلواریں تول لو اور جس طرح اپنے چہروں کو بچاتے ہو' اس کو بھی خون ناحق سے بچاؤ اور اپنی اپنی آنکھیں نیچی کر لو تاکہ اس کی چمک تمہاری آنکھوں کو خیرہ نہ کر سکے اور ہر شخص اپنے مقابل پر حملہ آور ہو مجھے ڈھونڈتے نہ پھرنا' اگر میری تلاش تم کو ہو تو میں اگلی صف میں رہوں گا''۔ الغرض اس قسم کے چند کلمات سمجھا کر لشکر شام پر حملہ کیا اور لڑتے لڑتے حجون تک بڑھ گئے' لشکر شام سے ایک شخص نے دور سے تیر مارا' جس سے پیشانی زخمی ہو گئی اور چہرے سے خون بہنے لگا مگر اس کے باوجود نہایت مردانگی سے لڑتے رہے' شامی لشکر دور سے پتھر و تیر برسانے لگا۔ بالآخر (یوم سہ شنبہ) ماہ جمادی الثانی ۷۳ھ کو شہید ہو گئے' حجاج کے روبرو ان کا سر پیش کیا گیا تو اس نے سجدہ کیا اور اہل شام تکبیر کہہ اٹھے۔ اس کے بعد حجاج و طارق اٹھ کر ان کی لاش پر آنے اور اس کو مقام حجون میں صلیب پر چڑھوا کر سر' مع عبداللہ بن صفوان و عمارہ بن عمرو بن حزم کے سروں کے عبدالملک کے پاس بھیج دیا۔ اسماءؓ نے شہادت کے بعد لاش کے دفن کی اجازت چاہی لیکن حجاج

نے انکار کیا اور عبدالملک کو یہ واقعات لکھ بھیجے۔ عبدالملک نے اس کو اس مذموم فعل پر ملامت کی اور لاش دفن کرنے کی اجازت دے دی۔

عبداللہ بن زبیر کی تجہیز و تکفین: عبداللہ بن زبیر کی شہادت کے بعد ان کا بھائی عروہ حجاج کے پہنچنے سے پہلے عبدالملک کے پاس جا پہنچا' عبدالملک نے اس کو کمال عزت سے تخت پر اپنے برابر بٹھایا' باتوں باتوں میں عبداللہ بن زبیر کا ذکر آیا تو عروہ نے بے پروائی سے کہا وہ ایک شخص تھا۔ عبدالملک بولا ''اس نے کیا کیا؟'' جواب دیا ''مارا گیا'' عبدالملک یہ سنتے ہی سجدے میں چلا گیا جب سر اٹھایا تو عروہ نے کہا ''حجاج نے اس کی لاش صلیب پر چڑھا دی ہے' دفن نہیں کرنے دیا اگر آپ اجازت دیں تو اس کی لاش اس کی ماں کو دے دی جائے''۔ عبدالملک نے یہ درخواست منظور کر لی اور حجاج کو لاش کے صلیب دینے پر ملامت آمیز خط لکھا۔ حجاج نے لاش صلیب سے اتروا کر اسماءؓ کے پاس بھیج دیا' عروہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور دفن کر دیا۔ اس کے تھوڑے دنوں بعد اسماءؓ کا بھی انتقال ہو گیا۔

باب : ۴

عبدالملک بن مروان ۷۳ھ تا ۸۶ھ

حجاج کا اہل مدینہ پر ظلم وستم: کامیابی کے بعد حجاج مکہ معظمہ میں داخل ہوا مسجد حرام کو خون اور پتھروں سے صاف کرایا اور اہل مکہ سے عبدالملک کی بیعت لے کر مدینہ منورہ چلا گیا اور وہیں دو مہینہ تک ٹھہرا رہا۔ اہل مدینہ کو امیر المؤمنین عثمانؓ کا قاتل سمجھ کر ستانے لگا ان کی ذلت ورسوائی میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ صحابہ کی ایک جماعت کے ہاتھوں پر سیسہ گرم کرا کے مہریں کرا دیں جیسا کہ ذمیوں سے ساتھ کیا جاتا تھا۔ منجملہ ان لوگوں کے جابر بن عبداللہؓ بن عبداللہؓ وانس بن مالک وسہل بن سعدؓ تھے۔ اس کے بعد مدینہ منورہ سے پھر مکہ معظمہ کی طرف لوٹ آیا۔ مدینہ اور اہل مدینہ کی برائیوں میں اس کے بہت سے اقوال قبیحہ نقل کئے جاتے ہیں جس کے ذکر سے کچھ فائدہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ منتقم حقیقی ہے۔

خانہ کعبہ کی تعمیر: بیان کیا جاتا ہے کہ ۷۴ھ میں عبدالملک نے طارق کو مدینہ منورہ سے معزول کر کے حجاج کو وہاں کا حاکم مقرر کیا تھا۔ اسی سنہ میں عبداللہ بن زبیر کے بنائے ہوئے کعبہ کو منہدم کر کے حجر اسود کو خانہ کعبہ سے باہر کر دیا اور اس بنیاد پر اس کی تعمیر کرائی جس بنیاد پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو قائم کیا تھا' عبدالملک اکثر کہا کرتا تھا کہ عبداللہ بن زبیر اس روایت میں جس کو اس نے ام المؤمنین عائشہؓ سے روایت کی ہے صادق نہیں تھا۔ پس جب عبدالملک کو اس روایت کی صحت کی تصدیق ہوگئی تو یہ کہنے لگا کہ مجھے یہی پسند آیا کہ میں ابن زبیر کی بنیاد کعبہ کو ترک کر دوں۔

جنگ ازارقہ اور مہلب: جب عبدالملک نے خالد بن عبداللہ کو گورنری بصرے سے معزول کر کے اس کی جگہ اپنے بھائی بشر بن مروان کو مامور کیا اور دونوں شہروں کی حکومت اس کو دے دی تو یہ حکم صادر کیا کہ مہلب کو جنگ ازارقہ پر مامور کیا جائے۔ اہل بصرہ میں سے جس جس کو چاہے وہ اپنے ہمراہ لے لے اور اس کی روانگی کے بعد اہل کوفہ میں سے کسی تجربہ کار ہوشیار اور جنگ آزمودہ شخص کو ایک عظیم الشان لشکر کے ساتھ مہلب کی کمک پر بھیجا جائے تا کہ خوارج چن چن کر ہلاک کر دیئے جائیں۔ چنانچہ مہلب نے جدیع بن سعید بن قبیصہ کے ذریعہ سے لوگوں کو منتخب کیا اور بقصد جنگ خوارج روانہ ہوا۔ بشر کو یہ ناگوار گزرا اس نے عبدالرحمٰن بن مخنف کو بلا کر کہا ''تم کو یہ معلوم ہی ہے کہ میں تمہاری کس قدر عزت کرتا ہوں میں نے تمہیں اس غرض سے بلایا ہے کہ لشکر کوفہ کو تمہاری سرداری میں جنگ ازارقہ پر روانہ کروں تم میرے حسن ظن کے مطابق اس

کام کے لئے موزوں ہو' دیکھنا خبردار مہلب کے فقروں میں نہ آ جانا اور نہ اس کی رائے ومشورہ سے کوئی کام کرنا''۔ عبدالرحمن بن مخنف نے اس رائے سے اتفاق کیا اور لشکر کوفہ کو لے کر روانہ ہوا۔ رام ہرمز میں پہنچ کر مہلب کے لشکر گاہ سے ایک میل کے فاصلہ پر اس طرح ڈیرہ ڈالے کہ دونوں لشکر ایک دوسرے کو دیکھ سکتے تھے اور خوارج سے خندق کھود کر لڑائی چھیڑ دی۔

رام ہرمز میں عبدالرحمن بن مخنف آئے دس راتیں گزر چکی تھیں کہ بشر بن مروان کے مرنے کی خبر پہنچی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ بوقت وفات اس نے خالد بن عبداللہ کو بصرے کی گورنری پر مقرر کیا ہے۔ اس خبر کا مشہور ہونا تھا کہ کوفہ و بصرہ کی فوجیں متفرق ومنتشر ہو کر اپنے شہروں کی طرف لوٹ کھڑی ہوئیں اور اہواز میں پہنچ کر قیام کیا۔ خالد بن عبداللہ بن خالد نے ان کو بہت دھمکایا اور عبدالملک کی عقوبت سے ڈرایا لیکن وہ لوگ مہلب کی طرف واپس نہ ہوئے۔ عمر بن حریث نے شہر میں داخل ہونے کی اجازت طلب کی۔ اس نے بھی اجازت نہ دی تو رات کے وقت چھپ چھپا کر بلا اجازت شہر میں داخل ہو گئے۔

اُمیہ بن عبداللہ بحیثیت گورنر خراسان: جس وقت بکیر بن وشاح کو خراسان کی گورنری دی گئی تھی۔ اسی زمانے میں تمیم اس کے مخالف بن بیٹھے تھے اور برابر اس کی مخالفت وعصبیت پر دو برس تک اڑے رہے۔ یہاں تک کہ اہل خراسان نے اس خیال سے کہ مبادا ملک میں بغاوت پھر نہ پھوٹ نکلے اور مخالفین کی یورش نہ ہو جائے۔ عبدالملک کی خدمت میں مذکورہ بالا حالات کی تفصیلی عرضداشت لکھ بھیجی اور یہ بھی لکھا کہ خراسان کا انتظام بغیر کسی قریشی شخص کے درست نہیں ہوگا۔ عبدالملک نے اپنے مصاحبین سے اس کے متعلق مشورہ کیا۔ امیہ بن عبداللہ بن خالد بن اسید نے عرض کیا ''آپ اپنے خاندان میں سے کسی کو خراسان بھیج کر انتظام کیجئے''۔ عبدالملک نے جواب دیا ''اگر تو ابوفدیک سے شکست کھا کر نہ بھاگتا تو البتہ تو اس کام کے لئے موزوں تھا''۔ امیہ بن عبداللہ نے اپنی شکست اٹھانے کی معذرت کی اور قسم کھا کر کہا ''لشکریوں نے مجھے رسوا کیا تھا جب کوئی لڑنے والا میرے پاس باقی نہ رہا تو میں مجبوراً چند لوگوں کو ہمراہ لے کر بہ خوف ہلاکت بھاگ کھڑا ہوا اگر ایسا نہ کرتا تو وہ سب کے سب ہلاک ہو جاتے۔ اس سے پیشتر خالد بن عبداللہ نے بھی میری معذرت آپ کو لکھ بھیجی ہے اور اس واقعہ سے سب آگاہ ہیں''۔ عبدالملک نے اس کا کچھ جواب نہ دیا اور خراسان کی سند گورنری لکھ کر دے دی۔

بکیر بن وشاح: بکیر بن وشاح کو امیہ کی روانگی کی خبر لکھی تو بحیر بن ورقاء کے پاس پیام صلح بھیجا اور یہ اس وقت تک اس کے قید ونگرانی میں تھا جیسا کہ آپ اوپر پڑھ آئے ہیں' بحیر نے پہلے صلح کرنے سے انکار کیا لیکن بعض دوستوں کے کہنے اور قتل کے خوف سے مصالحت کر لی' بکیر نے یہ اقرار لے کر کہ وہ اس سے نہ لڑے گا چالیس ہزار درہم مرحمت کئے۔ مگر جس وقت امیہ نیشاپور کے قریب پہنچا تو بحیر اس سے ملنے کو آیا خراسان کے انتظامات اور اہل خراسان کے مطیع کرنے کے طریقے بتلائے۔ بکیر کی بدعہدی سے ڈرایا اور اس کے ساتھ ساتھ مرو تک آیا۔ چونکہ امیہ نیک طینت تھا اس نے نہ بکیر سے کوئی تعرض کیا اور نہ اس کے عمال سے۔ بکیر کو محکمہ پولیس کی افسری دینا چاہی۔ بکیر نے کہا ''کل تک تو لوگ مجھے امیر سمجھتے تھے اور میرے پاس آلات حرب لا کر جمع کرتے تھے اور آج میں مامور ہو کر آلات حرب جمع کرتا پھروں''۔ پھر امیہ نے اس کو خراسان کے

کسی صوبے کی گورنری دینے کا قصد کیا بجیر سد راہ ہو گیا اور اس کی بدعہدی وغداری سے ایسا ڈرایا کہ امیہ نے اس کو خراسان کے کسی صوبے کی حکومت نہ دی۔

رتبیل پر فوج کشی: اس کے بعد امیہ نے اپنے لڑکے عبداللہ کو سجستان کا والی بنایا۔ بستا میں جا کر اس نے قیام کیا اور رتبیل پر فوج کشی کی جو ترکوں پر بعد مقتول اول کے حکومت کر رہا تھا۔ اس کے دل میں مسلمانوں کا خوف غالب تھا اس لئے نذرانے وتحائف ایک لاکھ درہم سالانہ خراج پر صلح کا پیام دیا۔ عبداللہ بن امیہ نے منظور نہ کیا اور اس کے ملک میں گھس کر چاروں طرف سے ناکہ بندی کر لی۔ رتبیل نے مجبور ہو کر پھر صلح کی درخواست کی۔ عبداللہ بن امیہ نے یہ شرط پیش کی کہ کل مال و اسباب وملک چھوڑ کر جلاوطن ہو جاؤ۔ رتبیل نے اس کو تو نامنظور کیا لیکن تین لاکھ درہم دے کر اس شرط پر مصالحت کر لی کہ آئندہ وہ مسلمانوں پر حملہ آور نہ ہو گا۔ جب عبدالملک کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے اس کو معزول کر دیا۔

امارت عراق پر حجاج کا تقرر: ۷۵ھ میں عبدالملک نے حجاج بن یوسف ثقفی کو بصرہ وکوفہ کی سند گورنری مرحمت کی۔ یہ ان دونوں مدینہ منورہ میں تھا۔ بس اس نے بارہ شتر سواروں کے ساتھ مدینہ منورہ سے عراق کا قصد کیا۔ ماہ رمضان المبارک میں وارد کوفہ ہوا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ بشر نے مہلب کو جنگ خوارج پر بھیج دیا تھا۔ مسجد میں گیا منبر پر چڑھ کر بیٹھا اور لوگوں کو جمع کرنے کا حکم دیا لوگوں نے اس کو خارجی سمجھ کر اس کے تکلیف وایذا رسانی کی فکر کی' چنانچہ عمیر بن ضابی برجمی سنگ ریزہ مٹھیوں میں لے کر بیٹھا۔ پس جب حجاج بولنے لگا تو عمیر دل ہی دل میں ایسا ڈرا کہ سنگ ریزے اس کے ہاتھ سے گرتے جاتے تھے اور اس کو اس کی اطلاع نہ تھی۔ جس وقت سب لوگ جمع ہو گئے حجاج بن یوسف نے چہرے پر سے نقاب اٹھائی اور خطبہ دینے لگا جس میں اہل کوفہ کو مہلب سے مخالفت کرنے پر دھمکایا تھا۔ مورخین نے اس کو اپنی تصانیف میں اور ابن اثیر نے کامل میں نقل کیا ہے۔ خطبہ دے کر دارالامارت میں آیا لوگ اپنے وظائف لینے اور مہلب کے پاس جانے کو حاضر ہوئے۔

عمیر بن ضابی کا قتل: عمیر بن ضابی نے کھڑے ہو کر کہا ''میں بوڑھا ضعیف وناتواں ہوں اور میرا یہ لڑکا مجھ سے زیادہ مضبوط وتوانا ہے (مقصود یہ تھا کہ جنگ ازارقہ پر میرے لڑکے کو بھیج دیا جائے)''۔ حجاج بن یوسف بولا ''تو کون ہے؟'' اس نے جواب دیا ''عمیر بن ضابی'' دریافت کیا ''وہی عمیر بن ضابی جس نے امیر المومنین عثمان کے مکان پر حملہ کیا تھا''؟ جواب دیا ''ہاں'' اس پر حجاج نے کہا ''اے اللہ کے دشمن کیا خون عثمان کا بدلہ تجھ سے نہ لوں؟ بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے اسی غرض کے لئے بھیجا ہے تو یہ بتا کہ تجھے کس نے اس امر پر آمادہ کیا تھا؟'' جواب دیا ''عثمانؓ نے میرے بوڑھے باپ کو قید کر دیا تھا''۔ حجاج نے کہا ''میں تیرا زندہ رہنا پسند نہیں کرتا اور تیرے قتل کرنے میں دونوں شہروں کی بہتری ہے''۔ عمیر جواب دینے کو تھا کہ حجاج نے اس کے قتل اور اس کے مال واسباب لوٹ لینے کا حکم دے دیا۔ بعض کہتے ہیں کہ ضبہ بن سعید بن العاص کے برانگیختہ کرنے سے عمیر بن ضابی کے قتل پر حجاج آمادہ ہوا تھا اور اس کے منادی نے یہ ندا کی تھی کہ آگاہ ہو جاؤ بے شک ابن ضابی نے تیس نداؤں کے بعد مخالفت کی ہے۔ اس وجہ سے اس کے قتل کا حکم دیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ کا ذمہ اس سے بری ہے جو شخص مہلب کے لشکر کے سوا اس شب کو اپنے گھر میں قیام کرے گا''۔ لوگ یہ سنتے ہی مہلب کی طرف دوڑ پڑے' جوان

دنوں دار ہرمز میں تھا۔ واقف کاروں نے لوگوں کو جانچ کر لشکر جمع ومرتب ہو جانے کی اطلاع دی۔

حکم بن ایوب بحیثیت امیر بصرہ: اس کے بعد حجاج نے حکم بن ایوب ثقفی کو اپنی طرف سے امیر بصرہ مقرر کر کے روانہ کیا اور خالد بن عبداللہ پر سختی کرنے کا حکم دیا۔ خالد کو اس کی خبر ہو گئی اس نے اہل بصرہ کو ایک ایک ہزار درہم مرحمت کیئے اور خود بصرے کو خیر باد کہہ کر نکل کھڑا ہوا۔

جہاد سے تخلف کی سزا: بیان کیا جاتا ہے کہ حجاج ہی نے سب سے پہلے مہم پر نہ جانے والوں کو قتل کی سزا دی ہے۔ شعبی کہتا ہے کہ عمرؓ عثمانؓ اور علیؓ کے عہد خلافت میں جہاد سے تخلف کرنے والے کی یہ سزا مقرر تھی کہ اس کا عمامہ مجمع عام میں اتار لیا جاتا تھا اور اس کی اس صورت سے تشہیر کی جاتی تھی۔ جب مصعب حکمران ہوا تو اس نے اس پر اس قدر اضافہ اور کیا کہ اس کے سر اور ڈاڑھی کو منڈوا دیتا تھا۔ بشر بن مروان نے اس قدر سزا اور زیادہ کی کہ دو قد آدم بلندی پر ہتھیلیوں کو کیلوں سے دیوار میں ٹھنکوا دیتا تھا جس سے کبھی تو ایسا ہوتا تھا کہ ہتھیلیاں پھٹ جاتی تھیں اور بسا اوقات وہ شخص مر بھی جاتا تھا۔ جب حجاج کا دور حکومت آیا تو اس نے یہ سب سزائیں موقوف کر دیں اور گردن زنی کا حکم جاری کیا۔

سندھ پر قبضہ: اسی زمانے میں حجاج نے سندھ پر سعید بن اسلم بن زرعہ کو متعین کیا۔ معاویہ بن حرث کلابی اور اس کا بھائی محمد بھی جہاد کی غرض سے نکل کھڑا ہوا۔ اکثر شہروں پر قبضہ کر لیا۔ جنگ آوروں کو قتل وقید کیا اور اس سے فارغ ہو کر سعید پر بھی ہاتھ صاف کر دیا۔ حجاج نے یہ دیکھ کر بجائے سعید کے مجاعہ بن سعید تمیمی کو مامور کیا۔ جس نے سرحد پر بہ زور وقوت قبضہ حاصل کر کے اپنی حکومت کے ایک برس کے بعد مکران وقندابیل کے اکثر شہروں کو فتح کیا۔

بشر بن مروان کا قتل: حجاج نے کوفہ میں عروہ بن مغیرہ بن شعبہ کو اپنا نائب مقرر کیا اور اسکے انتظام سے فارغ ہو کر بصرے کا رخ کیا۔ وہاں پہنچ کر اسنے ویسا ہی خطبہ دیا جیسا کہ کوفے میں دیا تھا اور مہلب کے ساتھ چھوڑ دینے والوں کو بہت دھمکایا۔ اس اثناء میں شریک ابن عمرو سکری آیا اسکو فتق کا عارضہ تھا اس نے جہاد میں شریک نہ ہونے کا عذر کیا اور یہ بھی کہا کہ بشر بن مروان نے میری یہ معذرت قبول کر لی تھی اور یہ سرکاری عطیہ حاضر ہے۔ بیت المال میں جمع کر لیا جائے حجاج نے اس پر توجہ نہ کی اور اس کے قتل کا حکم دیا۔ اہل بصرہ اس سختی سے ڈر گئے اور جوق در جوق بصرے سے نکل کر مہلب کے لشکر میں جا پہنچے۔

عطیات میں کمی کا اعلان: حجاج نے بھی بصرے سے مہلب کی طرف بغرض امداد روانہ کیا۔ جب اٹھارہ فرسخ کا فاصلہ باقی رہ گیا تو ڈیرے ڈال دیئے اور لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا ”اے اہل بصرہ وکوفہ! واللہ تمہارا مقام یہی ہے اور یہیں تم لوگ ٹھہرے رہو گے جب تک کہ خوارج کو اللہ تعالیٰ ہلاک نہ کر دے گا“۔ پھر کچھ سوچ سمجھ کر لشکریوں کے عطیات سے وہ سو سو درہم کم کر دیئے جو مصعب کے زمانے میں اضافہ کیئے گئے تھے۔ عبداللہ بن جارود بولا ”امیر المومنین عبدالملک نے یہ اضافہ کیا ہے اور ان کے بھائی بشر نے اس کو ان کے حکم سے جاری وجائز رکھا ہے“۔ حجاج نے چیں بہ چیں ہو کر جھڑک دیا پھر عبداللہ بن جارود نے کہا ”میں تم کو نصیحتاً کہتا ہوں میرے سوا اور لوگوں کا بھی یہی بیان ہے“ حجاج یہ سن کر کئی مہینے تک خاموش رہا اس اضافے کا کوئی تذکرہ تک نہ کیا پھر کچھ عرصہ بعد اپنے قولِ سابق کا اعادہ کیا اور عبداللہ بن جارود نے پھر اس پر

اعتراض جڑ دیا۔ مصقلہ بن کرب عبدی نے عبداللہ سے کہا'' خاموش ہو جاؤ ہم لوگوں کو یہ حق نہیں ہے کہ امیر کے حکم پر اعتراض کیا کریں بلکہ جو کچھ وہ کہے خواہ پسند ہو یا نا گوار بہ سروچشم اس کو منظور کر لیں''۔

عبداللہ بن جارود کی مخالفت: عبداللہ بن جارود نے اس کو جھڑ کا گالیاں دیں اور اٹھ کر روسا لشکر کو لئے ہوئے عبداللہ بن حکیم بن زیاد مجاشعی کے پاس گیا سب نے یک زبان ہو کر کہا'' اس شخص (حجاج) نے عطیات کی ترقی کے ضبط کرنے کا قصد کر لیا ہے ہم تمہارے ہاتھ پر عراق سے اس کے نکالنے کی بیعت کرتے ہیں۔ تم عبدالملک کو لکھو کہ ہم پر وہ کسی دوسرے کو مامور کرے ورنہ ہم اس کو تخت خلافت سے اتار دیں گے اور وہ ہم لوگوں کا لحاظ و پاس اس وقت تک کرتا رہے گا جب تک خوارج کا وجود عراق میں باقی رہے گا''۔ عبداللہ بن حکیم اس پر راضی ہو گیا۔ کل اہل عراق نے در پردہ بیعت کر لی اور باہم عہد و پیمان کر لیا۔

حجاج کے خلاف بغاوت: رفتہ رفتہ حجاج تک یہ خبر پہنچی تو وہ بیت المال کی حفاظت اور احتیاط کرنے لگا۔ مگر جس وقت اہل عراق نے بہمہ وجوہ اپنا انتظام درست کر لیا۔ تو ربیع الثانی ۷۶ھ میں انہوں نے علم بغاوت بلند کر دیا۔ عبداللہ بن جارود سوار ہوا۔ بنو قیس اپنی رایات لے کر آگے بڑھے۔ حجاج کے پاس سوائے اس کے خاص خاص مصاحبوں اور اس کے خاندان والوں کے اور کوئی نہ رہ گیا۔ حجاج نے نرمی کے ساتھ عبداللہ بن جارود کو واپس بلایا لیکن اس نے قاصد کو سخت وسست کہنا شروع کیا اور صاف صاف الفاظ میں کہہ دیا کہ میں حجاج کو امارت سے علیحدہ کروں گا''۔ قاصد بولا'' تمہاری شاید شامت آ گئی ہے امیر تمہاری قوم اور تمہارے خاندان کو برباد کر دے گا۔ واللہ اگر تم امیر کے پاس نہ چلو گے تو تمہارے حق میں بہت برا ہو گا''۔ عبداللہ بن جارود نے ترش رو ہو کر جواب دیا'' واللہ اگر تو قاصد نہ ہوتا تو میں تجھے ابھی اسی مقام پر ڈھیر کر دیتا''۔ قاصد اس سخت جواب سے ڈر کر واپس آیا اور عبداللہ بن جارود نے حملہ کا حکم دے دیا۔ لوگ نرغہ کر کے حجاج کے خیمہ تک پہنچ گئے جو کچھ مال و اسباب پایا لوٹ کر واپس ہوئے۔ لوگوں کی یہ رائے تھی کہ حجاج کو نکال دیں قتل نہ کریں۔ غضبان بن قبعثری شیبانی نے ابن جارود سے کہا'' دیکھو بغیر قتل کئے حجاج کے واپس نہ چلو ورنہ صبح کو تمہاری خیر نہیں ہے''۔ عبداللہ بن جارود نے جواب دیا'' کل اس کا علاج کر دیا جائے گا شام ہو گئی ہے اس وقت کیا ہو سکتا ہے''۔

زیاد بن عمر کا مشورہ: حجاج کے ساتھ عثمان بن قطن اور زیاد بن عمر عتکی (پولیس بصرے کا افسر) بھی تھا۔ حجاج نے ان سے مشورہ طلب کیا زیاد نے رائے دی کہ ان لوگوں سے بہ حیلہ و فریب امان حاصل کر کے امیر المومنین کے پاس چلا جانا مناسب ہے کیونکہ ادنیٰ اور اعلیٰ سب کے سب برسر پرخاش ہیں۔ عثمان بن قطن نے کہا'' میری یہ رائے ہے کہ نہایت سرگرمی و ثابت قدمی سے ان کی بغاوت فرو کرنا چاہئے گو اس میں موت ہی کیوں نہ آ جائے تم ہرگز عراق سے امیر المومنین کے پاس نہ جاؤ۔ تم کو امیر المومنین نے کیسا رتبۂ عالی مرحمت کیا اور تم کو ابن زبیر سے جنگ پر مامور کیا۔ حجاج کو یہ رائے پسند آئی اور زیاد سے کشیدہ خاطر ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد عامر بن مسمع کہتا ہوا آیا'' میں نے لوگوں سے تمہارے لئے امان لے لی ہے''۔ حجاج لوگوں کو سنا کر بلند آواز سے کہنے لگا'' واللہ میں ان لوگوں کو امان نہ دوں گا جب تک وہ لوگ ہذیل بن عمران اور عبداللہ بن حکیم کو میرے حوالے نہ کر دیں گے'' اور خفیہ طور سے عبید بن کعب فہری کو بلا بھیجا۔

ابن جارود کے ہمراہیوں کی بدعہدی: عبید بن کعب نے کہلا بھیجا کہ اگر میں آؤں گا تو تم شاید مجھے واپس نہ آنے دو گے''۔ حجاج نے کہا ''ایسا نہیں ہوگا''۔ پھر محمد بن عمر بن عطارد وعبداللہ بن حکیم کے پاس یہی پیام کہلا بھیجا ان لوگوں نے بھی یہی جواب دیا۔ اس کے بعد عباد بن حصین حفطی بن جارود ٗہذیل اور عبداللہ بن حکیم کی طرف ہوکر گزرا۔ یہ لوگ بیٹھے ہوئے کچھ مشورہ کر رہے تھے۔ عباد نے شریک مشورہ ہونے کی اجازت چاہی۔ ابن جارود وغیرہ نے انکار کیا۔ عباد بن حصین اس انکار سے ناراض ہوگیا۔ سیدھا حجاج کے پاس چلا آیا۔ اس کی دیکھا دیکھی قتیبہ بن مسلم بنواعصر کو لے کر آ ملا۔ سبرۃ بن علی کلابی‘ سعید بن اسلم کلابی‘ جعفر بن عبدالرحمٰن بن مخنف اُزدی بھی آ کر مل گئے۔ حجاج کو ان لوگوں کے مل جانے سے بہت بڑی تقویت ہوگئی۔ پھر مسمع بن مالک بن مسمع نے کہلا بھیجا کہ اگر تم اجازت دو تو میں بھی آ جاؤں۔ حجاج نے جواب دیا ''تم وہیں رہو لیکن اپنی قوم کو میرے مقابلہ کرنے سے روک دو''۔ تمام رات اسی قسم کی سازشیں ہوتی رہیں اور عراق کے نامی گرامی سرداروں کے پیام آتے جاتے رہے۔

ابن جارود کا خاتمہ: صبح ہوئی تو حجاج کے پاس چھ ہزار کی جمعیت موجود تھی۔ عبداللہ بن جارود نے اہل عراق کا بدلا ہوا رنگ دیکھ کر عبداللہ بن زیاد بن ضبیان سے کہا ''کیا رائے ہے؟'' اس نے جواب دیا ''کل تم نے اسے (حجاج) کو چھوڑ دیا اب آج سوائے صبر کے اس کا علاج کچھ نہیں ہے''۔ ابن جارود نے کچھ سوچ سمجھ کر اپنے ہمراہیوں کو تیاری کا حکم دیا اس کے میمنہ پر ہذیل بن عمران‘ میسرہ پر عبداللہ بن زیاد بن ضبیان تھا۔ حجاج کا میمنہ قتیبہ بن مسلم اور میسرہ سعید بن اسلم کی ماتحتی میں تھا۔ ابن جارود نے بڑھ کر حملہ کیا۔ حجاج کے ہمراہیوں کا منہ پھر گیا۔ قریب تھا کہ ابن جارود کو فتح ہو جاتی لیکن اتفاق سے ایک تیر ابن جارود کے گلے میں آ کر تراز و ہوگیا جس کے صدمے سے وہ مر کر گر پڑا۔ حجاج کے منادی نے پکار کر کہا ''کل لوگوں کو باستثناء ہذیل وابن حکیم کے امان دی جاتی ہے۔ امیر کا حکم ہے کوئی شخص بھاگنے والوں کا تعاقب نہ کرے''۔ عبداللہ بن زیاد بن ضبیان بھاگ کر عمان پہنچا اور وہیں مر گیا۔ حجاج نے ابن جارود اور اس کے اٹھارہ ہمراہیوں کے سر مہلب کے پاس بھیج دیئے۔ مہلب نے ان کو نیزوں پر نصب کرا دیا تاکہ خوارج ان کو دیکھ کر مخالفت کرنے پر نادم ہوں۔ چونکہ عبیداللہ بن کعب اور محمد بن عمیر نے آنے سے انکار کیا تھا اور ابن قبعثری نے لوگوں کو مخالفت پر ابھارا تھا اس وجہ سے ان کو قید کر دیا گیا۔ لیکن ابن قبعثری کو کچھ عرصے بعد عبدالملک نے رہا کر دیا۔

عبداللہ بن انسؓ بن مالک: منجملہ ان لوگوں کے جو ابن جارود کے ساتھ اس معرکے میں کام آئے۔ عبداللہ بن انسؓ بن مالک انصاری بھی تھے۔ حجاج نے ان کو دیکھ کر کہا ''میں انس کو اپنا مخالف نہیں سمجھتا تھا''۔ پس جب بصرے میں داخل ہوا تو اس نے انسؓ بن مالک کا مال واسباب ضبط کر لیا۔ یہ اس کے پاس گئے تو سخت وست کہا گالیاں دیں۔ انس بن مالک نے عبدالملک کو اس کی شکایت لکھی۔ عبدالملک نے حجاج کو انس بن مالک کے ساتھ اس نازیبا برتاؤ پر بہت سخت وست لکھا اور یہ بھی تحریر کیا کہ ''انس بن مالک کو جس قدر و منزلت کے زینے پر ہوں اسی پر رکھو اور ان کا مال واسباب واپس دو ورنہ ایسے شخص کو بھیج دوں گا جو تمہاری کجی درست کر دے گا اور تمہاری آبرو کو ایک دم خاک میں ملا دے گا''۔ حاضرین کا بیان ہے کہ حجاج کا

چہرہ اس پر عتاب خط کے پڑھنے سے کبھی تو زرد ہو جاتا تھا اور کسی وقت بھر بھرا اٹھتا تھا اور پیشانی سے پسینہ کے قطرات ٹپک رہے تھے۔ خط پڑھ چکنے تو طوعاً وکرہاً انس بن مالک کی خدمت میں معذرت کی غرض سے حاضر ہوا۔

بغاوت زنج: ان واقعات کے بعد ہی زنج (سودان کے ایک قبیلے) نے فرات بصرہ میں خروج کیا۔ گواس سے پیشتر زمانہ مصعب میں ان کا ظہور ہوا تھا اور ان کی تعداد کثیر نہ تھی مگر باغات اور کھیتوں کو بہت نقصان پہنچا تھا۔ خالد بن عبداللہ نے ان پر فوج کشی کی تھی اور ان کے چند سرداروں کو قتل کر ڈالا تھا اور بعض کو صلیب دے دی تھی' باقی جو رہے تھے متفرق و منتشر ہو کر بھاگ کھڑے ہوئے تھے پس جب ابن جارود کا واقعہ پیش آیا تو زنجیوں نے ریاح ملقب بہ شیر زنجی کو اپنا افسر بنایا اور اس کے ساتھ ہو کر فرات بصرہ کو برباد کرنے لگے۔ حجاج نے جنگ عبداللہ ابن جارود سے فارغ ہو کر زیاد بن عمرو (پولیس بصرہ کے افسر اعلیٰ) کو ان کے سرکوبی کی غرض سے لشکر بھیجنے کو لکھا نیز اپنے لڑکے حفص کو بسر افسری ایک کمک فوج کے روانہ کیا۔ پہلے معرکے میں تو زنجیوں نے اس کو شکست دی۔ لیکن جب دوسری فوج اس کی کمک پر آ گئی تو ریاح میدان جنگ سے بھاگ کھڑا ہوا۔ ہزاروں زنجی میدان جنگ میں کام آ گئے۔

جنگ خوارج: آپ کو یاد ہو گا کہ مہلب وعبدالرحمٰن بن مخنف مقام رام ہرمز میں خوارج سے لڑ رہے تھے جس وقت حجاج کوفہ وبصرہ سے ان کی کمک پر فوجیں بھیجنے لگا اور جب ایک کثیر التعداد فوج جمع ہو گئی تو انہوں نے خوارج پر حملے شروع کر دیئے۔ جس سے وہ پسپا ہو کر کازرون کی طرف بھاگے۔ مہلب وعبدالرحمٰن کی فوجوں نے ان کا تعاقب کیا کازرون کے قریب پہنچ کر خوارج ٹھہر گئے۔ مہلب وعبدالرحمٰن کے لشکر نے بھی مورچے قائم کر دیئے۔ مہلب نے حفاظت کی غرض سے اپنے لشکر گاہ کے ارد گرد خندق کھدوا کر دُھس بندھوا دیئے اور عبدالرحمٰن سے بھی خندق کھدوانے کو کہا۔ عبدالرحمٰن نے جواب دیا ہماری تلواریں خندق کا کام دیں گی رات کے وقت خوارج نے مہلب پر حملہ کیا مگر خندق کی وجہ سے آگے نہ بڑھ سکے مجبور ہو کر عبدالرحمٰن بن مخنف کی طرف لوٹے میدان صاف پا کر بڑھتے چلے گئے۔ عبدالرحمٰن کی رکاب کی فوج اچانک حملہ سے گھبرا کر بھاگ کھڑی ہوئی' چند آدمیوں کو لے کر عبدالرحمٰن میدان میں آیا۔ لڑائی ہوئی سب کے سب مارے گئے یہ روایت اہل بصرہ کی ہے۔

عبدالرحمٰن بن مخنف کا قتل: اہل کوفہ کا یہ بیان ہے کہ جس وقت مہلب وعبدالرحمٰن نے خوارج سے چھیڑ چھاڑ شروع کی تو خوارج نہایت مردانگی سے جواب دینے لگے اور اس شدت سے ان کے حملوں کا جواب دیتے ہوئے آگے بڑھے کہ مہلب کو مجبوراً اپنے لشکر گاہ کی طرف لوٹا۔ عبدالرحمٰن نے عنوان جنگ بدلتا ہوا دیکھ کر سواروں اور پیادوں کو مہلب کی مدد پر بھیجا۔ خوارج نے فوراً اپنی فوج کے دو حصے کر دیئے۔ چھوٹے حصے کو مہلب کے مقابلے پر رکھا اور بڑے حصے کو عبدالرحمٰن کی طرف بڑھایا۔ عبدالرحمٰن نے نہایت مردانگی سے مقابلہ کیا۔ بہت دیر تک لڑائی ہوتی رہی' بالآخر اپنی قوم کے ستر آدمیوں سمیت معرکۂ کارزار میں کام آ گیا۔ حجاج نے اس کے لشکر کی سرداری عتاب بن ورقاء کو دی اور عتاب کو مہلب کا ماتحت بنایا۔ گو عتاب کو نا گوار گزرا لیکن اطاعت کے سوا چارہ کار ہی نہ تھا مگر پھر بھی مہلب عتاب میں ان بن ہو گئی۔ مہلب نے سخت وست کہا

عتاب نے حجاج کے پاس اپنی واپسی کی درخواست بھیجی۔ حجاج نے کسی ضرورت سے اس کو منظور کر لیا۔ پس یہ لشکر بھی مہلب کی سپردگی میں دے دیا گیا۔ مہلب نے اپنی طرف سے اپنے لڑکے حبیب کو اس پر مامور کیا اور تقریباً ایک برس تک نیشاپور میں ٹھہرا ہوا خوارج سے لڑتا رہا۔

شبیب کا قتل: پھر خوارج نے ۷۷ھ میں حجاج پر چڑھائی کی اور ۸۰ھ تک اس کو اپنی لڑائیوں میں مصروف رکھا۔ سب سے پہلے جس نے خوارج میں سے خروج کیا وہ صالح بن شرح تمیمی تھا۔ جب یہ مارا گیا تو خوارج نے شبیب کو اپنا سردار بنایا۔ اکثر بنوشیبان اس کے مطیع ہو گئے۔ حجاج نے بسرافسری حرث بن عمیرہ ان کی سرکوبی کے لئے ایک لشکر روانہ کیا۔ بعدہ سفیان خثعمی کو بسرگروہی ایک دستہ فوج کے حرث کی امداد پر مامور کیا۔ پھر ابن سعید اس کے مقابلے پر آیا لیکن اس کو شکست ہوئی۔ شبیب نے کوفہ کی طرف قدم بڑھائے۔ حجاج نے معرکہ آرائی کی اور کوفہ کو ان کی دست برد سے بچالیا۔ بعد ازاں حجاج نے متعدد فوجیں شبیب کے مقابلے پر روانہ کیں اور ان کے بعد عبدالرحمن بن محمد بن اشعث کو مامور کیا۔ ان لوگوں نے خوارج کو شکست دی۔ پھر عتاب بن ورقاء و زہرہ بن حوبہ ان کی کمک پر روانہ کئے گئے۔ اس معرکے میں میدان خوارج کے ہاتھ رہا' عتاب و زہرہ مارے گئے بعدہ شبیب بھی مارا گیا۔ خوارج میں نفاق پیدا ہو گیا۔ ایک گروہ کثیر مارا گیا۔ یہ واقعات ان کے حالات میں بیان کئے جائیں گے۔

اسلامی سکہ: عبدالملک نے عنوان خط پر جو بادشاہ روم کے پاس بھیجا تھا ((قل ھو اللہ احد)) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک مع تاریخ کے لکھا تھا۔ بادشاہ روم کو یہ شاق گزرا لکھ بھیجا کہ ''عنوان خط پر ایسے مضامین نہ لکھو ورنہ ہم دراہم و دنانیر پر تمہارے نبی کا ذکر ایسے طور سے لکھیں گے کہ تم کو ناگوار ہوگا''۔ عبدالملک کو اس سے تردد پیدا ہوا' لوگوں سے اس کے متعلق مشورہ طلب کیا۔ خالد بن یزید نے رومیوں کے دراہم و دنانیر کے ترک کر دینے اور ضرب اسلامیہ کی رائے دی۔ عبدالملک نے ایسا ہی کیا۔ بعد ازاں حجاج نے درہم و دنانیر پر قل ھو اللہ احد منقش کرایا۔ لوگوں نے اس کو ناپسند کیا اس وجہ سے کہ غیر طاہر بھی اس کو چھوتے تھے۔ پھر اسلامی سکہ کے خالص اور کھرا بنانے کی بہت زیادہ کوشش کی گئی چنانچہ ابن ہبیرہ نے یزید کے زمانہ حکومت میں یزید بن عبدالملک اور خالد قسری نے ہشام کے عہد حکومت میں خالص ہونے کا سخت اہتمام کیا۔

اس کے بعد یوسف بن عمر نے سب سے زیادہ مبالغہ کیا اور کھرے و کھوٹے کا امتحان مقرر کیا' اس اعتبار سے ہبیر یہ' خالدیہ' یوسفیہ' خالص عمدہ ترین نقود بنوامیہ بے شمار کئے جاتے تھے۔ منصور نے اپنے عہد حکومت میں یہ فرمان جاری کیا کہ خراج میں سوائے ان سکوں کے اور سکے قبول نہ کئے جائیں اور وہ پہلا سکہ مکروہیہ کے نام سے موسوم ہوا اس وجہ سے کہ وہ خالص نہ تھا یا اس وجہ سے اس کہ پر قل ھو اللہ منقش تھا لوگ اس کو مکروہ سمجھتے تھے۔ عجمیوں کے درہم مختلف اقسام کے تھے بعض

---

[1] ایک قیراط تین رتی کا ہوتا ہے اور بعض کے نزدیک چار رتی کا اور مثقال بوزن ہندی ساڑھے چار ماشے کا اور درہم ساڑھے تین ماشے کا اور ایک ماشہ آٹھ رتی کا ہوتا ہے۔

چھوٹے اور بعض بڑے تھے۔ مثقال کا کوئی وزن مقرر نہ تھا۔ بعض بیس قیراط کے تھے اور بعض بارہ قیراط کے اور بعض دس قیراط کے۔ ان سب کو جمع کیا تو بیالیس قیراط ہوئے پس اس کے ثلث یعنی چودہ قیراط پر درہم عربی مضروب ہوا۔ اس حساب سے ہر دس درہم سات مثقال کے برابر ہوئے۔ بعض کا بیان ہے کہ مصعب بن زبیر نے اپنے بھائی کے عہد خلافت میں تھوڑے سے درہم مضروب کرائے تھے لیکن صحیح یہی ہے کہ عبدالملک ہی نے اسلام میں سب سے پہلے اسلامی سکہ جاری کیا۔

امیہ اور بکیر بن وشاح: ہم اوپر لکھ آئے ہیں کہ بکیر حکومت خراسان سے معزول کر دیا گیا تھا اور اس کی جگہ ۷۴ھ میں امیہ بن عبداللہ بن خالد بن اسید مامور ہوا اور وہ ابھی خراسان ہی میں مقیم تھا۔ نیا گورنر (اُمیہ) اس کی عزت و توقیر کرتا تھا اور صوبجات خراسان میں سے جس صوبے کو وہ پسند کرتے اس کی حکومت دینے کو تیار تھا مگر بکیر قبول کرنے کے لئے تیار نہ تھا۔ کمالِ اصرار سے امیہ نے بکیر کو طغارستان کا والی مقرر کیا' بکیر سامان سفر کی درستی میں مصروف تھا کہ بجیر بن ورقاء آ کر سدراہ ہو گیا اور امیہ کو بکیر کے مامور کرنے سے روک دیا۔ اس کے بعد امیہ نے بکیر کو جنگ ماوراء النہر پر روانہ کیا اور پھر بجیر کے کہنے سے واپس بلا لیا۔ تھوڑے دنوں بعد امیہ اپنے لڑکے کو خراسان پر مقرر کر کے' بخارا پر اور بوقت واپسی ترمذ میں موسیٰ بن عبداللہ بن حازم پر حملہ کرنے کی قصد سے روانہ ہوا نہر پر پہنچا تو بکیر سے کہا ''تم مرو کو لوٹ جاؤ میں نے تم کو اس کا والی مقرر کیا دیکھو ابن حازم کی روک تھام معقول طور سے کرنا مجھے اس کے حملے کا سخت اندیشہ ہے''۔ بکیر اپنے معتمد علیہ ہمراہیوں کے ساتھ بہ قصد واپسی مرو کنارے پر ٹھہر گیا اور امیہ نے نہر عبور کر کے بخارا کا راستہ لیا۔ بکیر کی واپسی کے وقت اس کے ایک دوست (عتاب) نے رائے دی کہ ان کشتیوں کو جلا دو اور مرو میں چل کر امیہ کی معزولی کا اعلان کر دو۔

احنف بن عبداللہ عنبری: میں اس رائے سے اتفاق کرتا ہوں۔

بکیر: مجھے اپنے ہمراہیوں کا اندیشہ ہے کہ ان کی جانیں مفت ضائع ہو جائیں گی۔

کل ہمراہی: تم جس قدر کہو گے مرو سے ہم فوجیں جمع کر دیں گے۔

بکیر: ہزاروں مسلمانوں کا خون ناحق ہوگا۔ مجھے یہ باتیں پسند نہیں ہیں۔

عتاب: اس کی تدبیر نہایت آسان ہے۔ تم منادی سے یہ ندا کر دینا کہ جو شخص ہمارا ساتھ دے گا اس کا خراج ہم معاف کر دیں گے دیکھ لینا ایک ہی دن میں ہزاروں آدمی مطیع و فرماں بردار ہو جائیں گے۔

بکیر: تو کیا امیہ اور اس کے ہمراہی ہلاک کر دیئے جائیں گے۔

احنف: ''وہ کیوں ہلاک ہوگا اس کے پاس بھی فوج ہے اور ہمارے پاس بھی لڑتے بھڑتے چین تک پہنچ جائیں گے''۔ بکیر ان فقروں میں آ گیا۔ کشتیاں جلوا دیں اور مرو آ کر امیہ کی حکومت کا شیرازہ درہم برہم کر کے اس کے لڑکے کو قید کر دیا۔

امیہ اور ابن وشاح میں مصالحت: امیہ کو اس کی اطلاع ہوئی تو اہل بخارا سے ایک قلیل جزیہ پر مصالحت کر کے مرو کی جانب واپس ہوا۔ نہر پر پہنچا تو کشتیاں ندارد تھیں۔ بہ دقت تمام کشتیاں بہم پہنچائی گئیں' نہر کو عبور کیا اتنے میں موسیٰ بن عبداللہ بن حازم آ پہنچا۔ بہ حکمت عملی امیہ نے اس سے اپنا پیچھا چھڑایا۔ مرو کے قریب پہنچ کر شماس بن ورقاء کو آٹھ سو سواروں

کے ساتھ آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ بکیر نے مرو سے نکل کر صف آرائی کی۔ شماس کو پہلے ہی حملے میں شکست ہوئی امیہ نے بجائے اس کے ثابت بن عطیہ کو مامور کیا۔ جب یہ بھی میدان جنگ میں ثابت قدم نہ رہا تو خود بہ قصد مقابلہ آگے بڑھا مدتوں دونوں میں لڑائیاں ہوتی رہیں۔ بالآخر بکیر پسپا ہو کر مرو میں جا چھپا اور امیہ نے اس کا محاصرہ کر لیا۔ ایک مدت کے بعد ان شرائط پر مصالحت ہوگئی کہ بکیر کو خراسان کے جس صوبے کی وہ حکومت چاہے دی جائے اور امیہ اس کا چار لاکھ درہم کا قرض ادا کرے اور بکیر کے ہمراہی جو بوقت جنگ قید کر لئے گئے ہیں اس کے پاس بھیج دیئے جائیں اور آئندہ اس کے متعلق بحیر کی شکایت کا خیال نہ کیا جائے۔

صلح نامہ لکھے جانے کے بعد امیہ مرو میں داخل ہوا بکیر کو جس عزت واحترام سے پہلے تھا اسی عزت واحترام پر رکھا۔ عتاب کو بیس ہزار درہم دیئے اور بحیر کو موقوف کر کے عطاء بن ابی صائب کو پولیس کی افسری دی۔

بعض کا بیان ہے کہ بکیر امیہ کے ہمراہ نہر تک نہیں گیا تھا بلکہ امیہ اس کو مرو میں اپنا نائب بنا گیا تھا پس جب امیہ نہر عبور کر گیا تو بکیر اس کی معزولی حکومت کا اعلان کر کے خود حاکم بن بیٹھا اور جس افعال کا وہ مرتکب ہوا اس کو آپ اوپر پڑھ آئے ہیں۔

بکیر بن وشاح کا قتل: کچھ عرصے بعد بحیر نے امیہ سے پھر بکیر کی شکایت کی کہ اس نے مجھے تمہاری مخالفت پر ابھارا تھا اور وہ تمہارے قتل کی فکر میں ہے۔ اس معاملہ میں اس کے بھتیجے بھی شریک ہیں۔ ایک گروہ نے اس کے دوستوں میں سے اس امر کی شہادت دی۔ امیہ نے اس کو اور اس کے بھتیجوں کو گرفتار کرا کے قتل کر ڈالا۔ یہ واقعہ ۷۷ھ کا ہے۔ اس کے بعد نہر کو عبور کر کے بلخ پر فوج کشی کی ترکوں نے اس کو چاروں طرف سے گھیر لیا تھا قریب تھا کہ وہ اور اس کا لشکر فنا ہو جاتا لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی عنایت سے بچا لیا اور وہ بہ ہزار خرابی بسیار مرو لوٹ آیا۔

بحیر بن زیاد کا قتل: جس وقت بکیر بسعی وشکایت بحیر بن ورقاء قتل کر ڈالا گیا تو قبیلہ تمیم سے بنو سعد بن عوف نے جو بکیر کے اعزہ واقارب تھے معاوضہ خون کے لئے لینے پر باہم عہد و پیمان کر لیا اور ان میں سے شمردل نامی ایک شخص بادیہ سے نکل کر خراسان آیا اور چند دنوں تک بحیر کے پاس قیام پذیر رہا۔ ایک روز حالت غفلت میں شمردل نے بحیر پر برچھی کا وار کیا۔ بحیر گر گیا زخم کاری نہ تھا یہ تو بچ گیا اور شمردل قتل کر ڈالا گیا۔ بعد ازاں اس کے بعد صعصعہ بن حرب عوفی' بکیر کے معاوضہ خون کے لینے کا بیڑا اٹھا کر بحستان آیا۔ مدتوں ٹھہرا ہوا کامیابی کی تدبیریں سوچتا رہا۔ بالآخر بنوحنفیہ سے مراسم اتحاد پیدا کئے اور ان سے یہ ظاہر کیا کہ خراسان میں میری میراث ہے تم میری سفارش بحیر کو لکھ دو۔ بنوحنفیہ نے صعصعہ کے کہنے کے مطابق ایک سفارشی خط لکھ دیا۔ صعصعہ وہ خط لئے ہوئے خراسان پہنچا اور بحیر کے پاس جا کر اترا اپنے نام ونسب اور میراث سے اس کو آگاہ کیا اور مہینوں اس کے پاس ٹھہرا رہا۔ اکثر بحیر کے ہمراہ مہلب کی خدمت میں بھی حاضر ہوا کرتا تھا رفتہ رفتہ بحیر کو اس سے انس پیدا ہو گیا اور اس کے مکر و دغا سے بے خوف ہو گیا۔ بحیر ایک روز مہلب کے پاس بیٹھا ہوا تھا اتفاق سے صعصعہ آ پہنچا اور بحیر کے پیچھے بظاہر پوشیدہ باتیں کرنے کو کھڑا ہو گیا۔ بحیر اس کی طرف مائل ہوا اس نے ایک ایسا بھالا مارا کہ اگلے دن

بجیر مر گیا۔ مقاعس اور بطون تمیم میں صعصعہ کی گرفتاری پر جھگڑا ہونے لگا۔ مہلب نے اس قصہ کو رفع دفع کر دیا اور خون بجیر کو خون بکیر کا معاوضہ قرار دیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ مہلب نے صعصعہ کو بجیر کے پاس گرفتار کر کے بھیج دیا تھا اور اس نے اس کو قتل کیا تھا۔ واللہ اعلم یہ واقعہ ۸۱ھ کا ہے۔

امارت خراسان و سجستان پر حجاج کا تقرر: ۸۷ھ میں عبدالملک نے گورنری خراسان و سجستان سے امیہ بن عبداللہ کو معزول کر کے ان صوبجات کو بھی حجاج کے سپرد کر دیا۔ حجاج نے مہلب بن ابی صفرہ کو خراسان پر اور عبیداللہ بن ابی بکرہ کو سجستان پر اپنی طرف سے مامور کیا۔ (یہ وہ زمانہ تھا کہ مہلب جنگ ازارقہ سے فارغ ہو چکا تھا' حجاج نے اس کو بلا کر اپنے برابر تخت پر بٹھایا اور اس کے ہمراہیوں کے وظائف بڑھائے) پس مہلب نے اپنے لڑکے حبیب کو خراسان کی طرف بھیج دیا۔ اس نے نہ تو امیہ سے کچھ تعرض کیا اور نہ اس کے عمال سے۔ یہاں تک کہ اپنی حکومت کے ایک برس بعد مہلب بھی آ پہنچا اور پانچ ہزار کی جمعیت سے نہر غربی کو عبور کر کے ماوراء النہر کی طرف بڑھا۔ اس کے مقدمۃ الجیش پر ابو الادہم رمانی تین ہزار کی جمعیت سے تھا۔ مہلب نے کش پر پہنچ کر قیام کیا۔

اہل کش کی اطاعت: اس زمانے میں بادشاہ ختن کے چچازاد بھائی نے حاضر ہو کر امداد کی درخواست کی۔ اس نے اپنے لڑکے یزید کو اس کے ساتھ کر دیا۔ رات بھر بادشاہ ختن کے چچازاد بھائی نے عساکر اسلامیہ کو چھپائے رکھا۔ صبح ہوتے ہی بادشاہ ختن کو گرفتار کر کے یزید کے حوالے کر دیا۔ یزید نے اس کو قتل کر ڈالا اور اس کے قلعہ کا محاصرہ کر لیا' بالآخر اہل قلعہ سے اپنی خواہش کے مطابق صلح کر کے واپس آیا۔ انہیں دنوں مہلب نے اپنے لڑکے حبیب کو بسرافسری چار ہزار فوج کے بخارا پر حملہ کرنے کو بھیجا تھا۔ والیٔ بخارا نے چالیس ہزار لشکر سے اس کا مقابلہ کیا۔ فریق مخالف کے لشکر کا ایک حصہ ایک گاؤں میں پڑاؤ ڈالے تھے۔ حبیب نے ان سب کو قتل کر کے گاؤں کو جلا دیا اور مال واسباب کو لوٹ کر اپنے باپ کے پاس چلا آیا۔ دو برس تک مہلب کش کا محاصرہ کئے رہے۔ اہل کش نے طویل محاصرہ سے گھبرا کر جزیہ دینا قبول کیا جس پر مہلب نے ان سے مصالحت کر لی۔

رتبیل کی سرکشی: عبیداللہ بن ابی بکرہ جو سجستان کا حجاج کی طرف سے گورنر ہو کر گیا تھا اس سے رتبیل نے تھوڑے دنوں تک تو دوستانہ مراسم رکھے' معینہ خراج دیتا رہا۔ کچھ عرصے بعد خراج روک لیا۔ حجاج نے عبیداللہ بن ابی بکرہ کو اس کی گوشمالی اور اس کے شہروں کو پامال کرنے کا حکم دیا۔ پس عبیداللہ بن ابی بکرہ فوج کوفہ و بصرہ کو لے کر رتبیل کی سرکوبی کے لئے روانہ ہوا۔ اہل کوفہ کا افسر شریح بن ہانی (حضرت علیؓ کا ہوا خواہ تھا) عبیداللہ بن ابی بکرہ نے رتبیل کے ملک میں داخل ہو کر لڑائی چھیڑ دی۔ رتبیل مقابلے پر آیا لیکن مقابلے کی تاب نہ لا سکا۔ یکے بعد دیگر قلعات و شہروں کو چھوڑتا جاتا تھا اور اسلامی فوجیں اس پر قابض ہوتی جاتی اور ان میں سے اکثر کو ویران و خراب کرتی جاتی تھیں۔ رفتہ رفتہ اس کی دارالسلطنت کے صرف اٹھارہ فرسخ باقی رہ گئے تھے کہ ترکوں نے چاروں طرف سے مسلمانوں کے راستہ روک لئے۔ عبیداللہ بن ابی بکرہ نے چپقلش میں پڑ کر سات لاکھ درہم دے کر محض راستہ لینے کے لئے مصالحت کر لی لیکن شریح بن ہانی نے اس سے اختلاف کر کے لوگوں کو جنگ پر ابھارا۔ چند لوگ اس کے کہنے میں آ گئے تو شریح نے ازسرنو جنگ کا اعلان کر دیا۔ بہت سے آدمی کام آ گئے ان میں خود شریح

بھی تھے جو باقی رہے وہ کسی طرح اپنی جان بچا کر رتبیل کے ملک سے بھاگ کر نکل آئے اور لوگوں سے ملاقات کی۔ شدت گرسنگی کا یہ حال تھا کہ جوں ہی انہیں کھانا دیا جاتا وہ مرجاتے تھے۔ اس وجہ سے قدرے قدرے ان کو گھی دیا جانے لگا۔ جب اس سے ان میں توانائی آ گئی تو دوسری غذائیں دی جانے لگیں۔

عبدالرحمٰن بن محمد بن اشعث: حجاج نے اس واقعہ سے عبدالملک کو مطلع کیا اور ملک رتبیل پر فوج کشی کرنے کی اجازت چاہی۔ چنانچہ اجازت پانے کے بعد بیس ہزار سوار کوفہ سے اور بیس ہزار فوج پیادے بصرے سے مرتب کر کے بڑے بڑے شجاع و تجربہ کار اشخاص کو ان کا افسر بنایا اور ان کے وظائف مقررہ کے علاوہ دس لاکھ درہم اور مرحمت کئے گھوڑے اور آلاتِ حرب ضرورت سے زیادہ دے کر عبدالرحمٰن بن محمد بن اشعث کو ان کا افسر اعلیٰ بنایا۔

حجاج بن یوسف کسی وجہ سے عبدالرحمٰن بن محمد سے عداوت رکھتا تھا ایک روز اتفاق سے جوش میں آ کر کہہ اٹھا ((ارید قتلہ)) ''میں اس کو قتل کرنا چاہتا ہوں''۔ شعبی نے عبدالرحمٰن بن محمد کو اس سے مطلع کیا عبدالرحمٰن بن محمد نے کہا'' کہ میں اس کی حکومت خاک میں ملا دوں گا''۔ جب اس کو حجاج بسر افسری لشکر مذکور الصدر کے روانہ کرنے لگا تو اس کے بھائی اسمٰعیل بن محمد نے حاضر ہو کر حجاج سے کہا ''تم اس کو لشکر کا سردار مقرر کر کے نہ بھیجو مجھے اس کی مخالفت کا اندیشہ ہے''۔ حجاج نے جواب دیا'' وہ مجھ سے اس درجہ خائف ہے کہ میری مخالفت نہ کرے گا''۔

الغرض عبدالرحمٰن بن محمد عساکر اسلامیہ لئے ہوئے سجستان پہنچا اور لوگوں کو جمع کر کے خطبہ دیا۔ جہاد سے تخلف کرنے والوں کو عقوبت سے ڈرایا۔ چھوٹے بڑے سب اس کے ساتھ ہو لئے' رتبیل کو یہ خبر لگی تو اس نے معذرت کی' خراج روانہ کرنے کا وعدہ کیا لیکن عبدالرحمٰن نے منظور نہ کیا۔ اپنا لشکر ظفر پیکر لئے ہوئے اس کے ملک میں داخل ہوا جن شہروں کو وہ فتح کرتا تھا ان پر اپنا عامل مقرر کرتا اور ان کی حفاظت کا پورا پورا انتظام کرتا اور خطرناک اور پہاڑی دروں اور ناکوں پر محافظین اور جاسوسوں کو مقرر کرتا جاتا تھا۔ رفتہ رفتہ رتبیل کے ملک کا زیادہ حصہ عبدالرحمٰن کے قبضہ میں آ گیا۔ عبدالرحمٰن نے بہ نظر مصلحت آگے بڑھنے سے اپنے قدم روک لئے اور ایک اطلاعی عرض داشت مشعر فتح حجاج کے پاس بھیج دی۔

بعض نے عبدالرحمٰن کے مامور کئے جانے کا قصہ یوں بھی بیان کیا جاتا ہے کہ حجاج نے ہمیان بن عدی سدی کو کرمان میں ایک دستہ مسلح فوج کے ساتھ ٹھہرا دیا تھا۔ اس غرض سے کہ اگر عامل سندھ و سجستان کو ضرورت ہو تو ان کی مدد کرنا لیکن بجائے امداد کے یہ خود باغی ہو گیا۔ حجاج نے اس کی گوشمالی کرنے پر عبدالرحمٰن بن محمد بن اشعث کو مامور کیا۔ عبدالرحمٰن نے ہمیان کو شکست دے دی اور اس کی جگہ قیام کیا' کچھ عرصے بعد عبیداللہ بن ابی بکرہ والی سجستان کا انتقال ہو گیا۔ حجاج نے عبدالرحمٰن کو سجستان کی سند گورنری دی چونکہ عبدالرحمٰن اپنے لشکر کو آراستہ و پیراستہ رکھتا تھا اس وجہ سے اس کا لشکر اس زمانے میں جیش الطواویس کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا۔

حجاج اور ابن اشعث میں کشیدگی: جس وقت حجاج کے پاس عبدالرحمٰن کا خط اس مضمون کا پہنچا کہ فی الحال جس قدر رتبیل کے شہر ہم نے فتح کر لئے ہیں اسی پر اکتفا کرتے ہیں اور آئندہ سال تک جنگ ملتوی کرنا چاہتے ہیں تو حجاج نے جنگ

جاری رکھنے اوران کے قلعات کا انہدام اوران کے لشکریوں کو تہ تیغ کرنے اور قیدیوں کے گرفتار کرنے کو لکھا۔ یہ خط پہنچنے نہ پایا تھا کہ دوسرا خط اسی مضمون کا روانہ کیا تیسرے خط میں اس قدر مضمون اور زیادہ تھا کہ اگر تو نے ہمارے اس حکم کی اطاعت کی تو بہتر ورنہ تو معزول اور امیر لشکر تیرا بھائی اسحاق ہے عبدالرحمٰن نے یہ خط پڑھ کر لوگوں کو جمع کیا اور حجاج کی اس رائے کی تردید کی غرض سے کہنے لگا ''اے لوگو! ہم نے تو باتفاق رائے فی الحال ترکوں سے لڑائی موقوف کر دی تھی اور ترکوں کے بقیہ ملک پر قبضہ کرنے کو آئندہ سال کے لئے ملتوی کر دیا تھا اور اپنی یہ رائے حجاج کو لکھ بھیجی تھی لیکن حجاج کا یہ خط آیا ہے وہ ہم کو ترکوں سے لڑنے کو لکھتا ہے اور ترکوں کے ملک پر قبضہ کرنے کا حکم دیتا ہے حالانکہ روزانہ جنگ سے تم لوگ تھک گئے ہو' مفتوحہ علاقوں کا انتظام بھی کرنا ہے علاوہ ازیں تم لوگ یہ بھی جانتے ہو کہ یہ وہی ملک ہے جہاں کل تمہارے بھائی مارے جا چکے ہیں۔ میں تمہارا ہی جیسا ایک شخص ہوں اگر تم لوگ جنگ پر چلو گے تو میں بھی چلوں گا''۔

ابن اشعث کی سرداری کی بیعت: عراقی فوجی یہ سنتے ہی بھنا اٹھے اور بیک زبان ہو کر بولے ((لا نسمع ولا نطیع للحجاج)) ''حجاج کی ہم نہ اطاعت کریں گے اور نہ اس کا کہنا سنیں گے۔ ابوالطفیل عامل بن واثلہ کنانی کہنے لگا حجاج اللہ کا دشمن ہے اس کو امارت سے معزول کر کے عبدالرحمٰن کی سرداری کی بیعت کر لو''۔ ہر طرف سے لوگ بول اٹھے: ((فعلنا فعلنا)) ''ہم نے یہ کیا یہ کیا'' عبدالرحمٰن بن شبیب بن ربعی نے اٹھ کر کہا ''چلو دشمن خدا حجاج کی طرف لوٹ چلو اور اس کو اپنے شہر سے نکال باہر کرو''۔ اس فقرے کے تمام ہوتے ہی کل لشکریوں نے عبدالرحمٰن کے ہاتھ پر حجاج کی خلع حکومت اور اس کو عراق سے نکال دینے اور نکالنے والوں کی امداد کی بیعت کر لی اس بیعت میں عبدالملک کا کچھ ذکر وتذکرہ نہیں آیا۔

ابن اشعث کی رتبیل سے مصالحت: عبدالرحمٰن نے رتبیل سے مصالحت کر لی شرط یہ قرار پائی کہ ''اگر حجاج کے مقابلے میں کامیابی حاصل ہوئی تو رتبیل کا خراج معاف کر دیا جائے گا اور بصورت شکست وہ حجاج کی بڑھی ہوئی قوت کا مقابل وسد راہ ہوگا''۔ تکمیل صلح کے بعد عبدالرحمٰن بست پر عیاض بن ہمیان شیبانی کو' زرنج پر عبداللہ بن عامر تمیمی کو اور کرمان پر حرثہ بن تمیمی کو مامور کر کے عراقی فوجیں لئے ہوئے عراق کی طرف روانہ ہوا۔ لشکر کے آگے آگے اعشی ہمدان شاعر اس کی مدح اور حجاج کی مذمت کرتا جاتا تھا۔ مقدمۃ الجیش پر عطیہ بن عمیر عیر نی تھا۔ فارس پہنچا تو بعض لوگوں کو یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر ہم نے حجاج کو امارت سے معزول کر دیا تو گویا عبدالملک کی بھی ہم نے خلع خلافت کی۔ پس سب نے عبدالملک اور اس کے حکام کی معزولی' کتاب وسنت' جہاد اہل ضلالت اور جنگ خوارج کی بیعت عبدالرحمٰن کے ہاتھ پر کر لی۔

حجاج کی پسپائی: حجاج نے اس واقعہ سے عبدالملک کو آگاہ کیا اور امداد طلب کی۔ مہلب نے یہ خبر پا کر حجاج کو لکھا کہ تم اہل عراق سے سردست متعرض نہ ہو اور جب وہ لوگ اپنے اہل وعیال میں نہ پہنچ جائیں جنگ نہ کرو۔ حجاج نے نہ صرف اس مشورے کو نظر انداز کر دیا بلکہ وہ مہلب سے بھی مشکوک ہو گیا۔ جس وقت عبدالملک کی بھیجی ہوئی فوجیں آ گئیں تو حجاج بصرہ سے کوچ کر کے تستر پہنچا اور دستہ فوج جواران کو بطور مقدمہ آگے بڑھایا۔ عبدالرحمٰن کے سواروں سے مقابلہ ہو گیا۔ حجاج کے سواروں کو شکست ہوئی اور وہ کثیر تعداد میں اس معرکہ میں کام آئے۔ حجاج مجبوراً بصرے کی طرف لوٹا۔ یہ واقعہ عید الاضحیٰ ۸۱ھ کا ہے۔

ابن اشعث کی بصرے میں آمد: بصرے کے قریب پہنچ کر حجاج غادیہ (زاویہ) کی طرف مڑ گیا اور اس ٹھوکر کھانے پر اس کو مہلب کی رائے ونصیحت کی قدر ہوئی۔ عبدالرحمٰن اور اس کے ہمراہی بصرے میں داخل ہوئے۔ اہل بصرہ اور مقامات بصرہ کے کل باشندگان نے عبدالرحمٰن کی بیعت کر لی۔ چونکہ حجاج لوگوں سے خراج وصول کرنے میں سختی کرتا تھا اور ذمیوں کو جو شہر میں آ گئے تھے جزیہ لینے کی غرض سے پھر قصبات و دیہات کی طرف واپس کر دیا تھا۔ اس سے ان کو اور نیز اہل بصرہ کو سخت ناراضگی پیدا ہو گئی تھی۔ جب عبدالرحمٰن وارد بصرہ ہوا تو سب نے بالاتفاق حجاج و خلع خلافت عبدالملک پر بیعت کر لی۔ (یہ واقعہ آخری ذی الحجہ ۸۱ھ کا ہے)

جنگ زاویہ: شروع محرم ۸۲ھ سے حجاج اور عبدالرحمٰن میں پھر لڑائی چھڑ گئی۔ فریقین نے ایک دوسرے پر سختی کے ساتھ متعدد حملے کئے کبھی عبدالرحمٰن غالب آ جاتا تھا اور کبھی حجاج۔ لیکن آخری جنگ میں جو ۲۹ محرم کو ہوئی اہل عراق بھاگ کھڑے ہوئے اور اپنے سردار عبدالرحمٰن کے ساتھ کوفے کا قصد کیا۔ اثناء شکست میں ہزار آدمی کام آئے۔ تمام قصبات و دیہات میں قتل عام کا بازار گرم ہو گیا۔ عقبہ بن عبد الغافر ازدی مع ایک گروہ قرار کے اسی واقعہ میں کام آ گئے۔ حجاج نے شکست کے بعد ان میں سے دس ہزار آدمیوں کو قتل کرا دیا۔ اس جنگ کا نام جنگ زاویہ ہے۔

ابن اشعث کا کوفہ پر قبضہ: عبدالرحمٰن کی شکست کے بعد بقیہ اہل بصرہ نے جمع ہو کر عبدالرحمٰن ابن عباس بن ربیعہ بن حرث عبدالمطلب کے ہاتھ پر بیعت کی، حجاج پانچ شب تک برابر لڑتا رہا۔ عبدالرحمٰن اپنی کامیابی سے ناامید ہو کر عبدالرحمٰن بن محمد بن اشعث سے کوفہ میں جا کر ملا۔ بصریوں کا ایک گروہ بھی اس کے ہمراہ کوفہ چلا گیا۔ عبدالرحمٰن بن محمد کے کوفہ پہنچنے سے پیشتر عبدالرحمٰن بن عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن عامر حضرمی کو (جو حجاج کی طرف سے کوفہ کا عامل تھا) مطر بن ناجیہ تمیمی نے نکال کر قصر امارت پر قبضہ کر لیا تھا۔ جب اہل کوفہ کو عبدالرحمٰن بن محمد کی آمد کی خبر ہوئی تو وہ لوگ اس کے استقبال کو آئے کوفے میں نہایت احترام کے ساتھ لے گئے۔ چونکہ ہمدان نے مطر سے سازش کر لی تھی اور قصر امارت پر پورے طور پر وہی قابض تھے۔ مطر نے ان کے کہنے سے عبدالرحمٰن کو قصر امارت میں داخل ہونے سے روکا۔ عبدالرحمٰن نے کمند کے ذریعہ سے اپنے ہمراہیوں کو قصر امارت پر چڑھا دیا۔ جو اسکو گرفتار کر کے عبدالرحمٰن کے پاس لائے۔ عبدالرحمٰن نے اس کو قید کر دیا اور خود قصر امارت و کوفہ پر قابض ہو گیا۔

عبدالملک کی مصالحانہ پیش کش: خاتمہ جنگ کے بعد حجاج بصرے میں داخل ہوا۔ حکیم بن ایوب ثقفی کو حاکم بصرہ مقرر کر کے کوفے کی طرف لوٹا۔ مقام دویر منیر میں ڈیرے ڈال دیئے اور عبدالرحمٰن نے کوفہ سے نکل کر دیر جماجم میں مورچہ قائم کیا۔ فریقین کی امدادی فوجیں آ گئیں۔ خندقیں کھود کر دُھس اور دمدمے باندھ دیئے گئے۔ لڑائی شروع ہو گئی روزانہ ہر ایک دوسرے کے خندق تک لڑتا ہوا چلا جاتا تھا اور پھر وہاں سے ناامید ہو کر واپس چلا آتا اس اثناء میں عبدالملک نے اپنے لڑکے عبداللہ اور اپنے بھائی محمد بن مروان کو ایک عظیم الشان لشکر کے ساتھ کوفے کی طرف روانہ کیا اور اہل عراق سے کہلا بھیجا کہ ہم حجاج کو معزول کئے دیتے ہیں۔ اہل شام کی طرح تمہارے بھی وظائف مقرر و جاری کر دیں گے اور عبدالرحمٰن جس صوبہ کو پسند کرے گا اس کی گورنری ہم دے دیں گے۔ حجاج کو اس پیام سے بے حد صدمہ ہوا۔ شاہی فرمان کو چھپا کر ایک

عریضہ دربار خلافت میں روانہ کیا مضمون یہ تھا ان امور سے اہل عراق کی جرأت بڑھ جائے گی اور وہ کبھی آپ کے مطیع نہ ہوں گے۔ کیا آپ کو عثمانؓ بن عفان اور سعید بن العاص کا قصہ یاد نہیں ہے۔ عبدالملک نے اس رائے کو پسند نہ کیا۔ عبداللہ و محمد بن مروان نے عبدالملک کا پیام اہل عراق سے کہا اہل عراق آپس میں اس بابت مشورہ کرنے لگے عبدالرحمٰن بن محمد نے رائے دی کہ اس میں تم لوگوں کی عزت و بہتری ہے لوگوں نے ہر طرف سے مخالفت کی صدائیں بلند کیں اور عبدالملک کے خلع خلافت کی تجدید بیعت پر آمادہ ہوگئے۔ اس امر کے محرک عبداللہ بن دواب السلمی و عمیر بن تیحان تھے۔

جنگِ جماجم: عراقی اور شامی فوجیں پھر جنگ کرنے پر تل گئیں۔ حجاج نے میمنہ پر عبدالرحمٰن بن سلیم کلبی کو میسرہ پر عمارہ بن تمیم لخمی کو سواروں پر سفیان بن ابرو کلبی کو اور پیادوں پر عبداللہ بن حبیب حکمی کو مامور کیا۔ عبدالرحمٰن کے میمنہ پر حجاج بن حارثہ خثعمی' میسرہ پر ابرو بن قرہ تمیمی' سواروں پر عبدالرحمٰن بن عباس بن ربیعہ بن حرث بن عبدالمطلب پیادوں پر محمد بن سعد بن ابی وقاص' قلب لشکر پر عبداللہ بن رزم حرشی' قراء پر جبلہ حر بن قیس جعفی تھا انہیں قراء میں سعید بن جبیر' عامر شعبی' ابوالبختری طائی عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ وغیرہ بھی تھے۔

جبلہ بن زحر کا قتل: لشکر مرتب ہونے کے بعد لڑائی شروع ہوگئی۔ فریقین اپنے اپنے مورچوں سے نکل کر ایک دوسرے پر صبح کو حملہ کرتے اور شام ہوتے ہی واپس لوٹ جاتے تھے۔ بقیہ سال ان ہی لڑائیوں میں تمام ہوگیا۔ عبدالرحمٰن کے سواروں نے نہایت مردانگی و استقلال سے جنگ کو جاری رکھا۔ حجاج کا رسالہ ان کو شکست دینے کی کوشش کرتا تھا لیکن خود پسپا ہو کر لوٹ آتا تھا۔ حجاج نے مجبور ہو کر اپنے رسالے کو تین حصوں پر تقسیم کر کے بسرافسری جراح بن عبداللہ حکمی عبدالرحمٰن کے سواروں پر حملہ کرنے کو روانہ کیا۔ چنانچہ جراح نے عبدالرحمٰن کے سواروں پر پیہم تین حملے کیے۔ جبلہ بن زحر بن قیس جعفی' عامر شعبی' سعید بن جبیر آیات قرآنی' احادیث اور اقوال صحابہ کرام پڑھ پڑھ کر سواروں کو جنگ و مقابلے پر ابھار رہے تھے۔ عراقی سواروں نے شامیوں پر اس شدت کا حملہ کیا کہ ان کے قدم میدان جنگ سے اکھڑ گئے۔ عراقیوں نے شامی رسالہ کا تعاقب کیا اور جبلہ بن زحر ایک مقام پر اپنے ہمراہیوں کے انتظار میں ٹھہر گیا۔ ولید بن نجیب کلبی نے جبلہ کو تنہا دیکھ کر چند شامیوں کے ہمراہ دوسری طرف سے لوٹ کر حملہ کیا اور سر اتار کر حجاج کے پاس لایا۔

ابن اشعث کی پسپائی: جبلہ بن زحر کے مارے جانے کے بعد تقریباً ساڑھے تین مہینے تک لڑائی جاری رہی' ہزاروں جانیں تلف ہوگئیں۔ نہ مقتولین پر کوئی رونے والا تھا اور نہ زخمیوں کی تیمارداری کا کسی کو کچھ خیال تھا۔ پھر ۱۵ جمادی الثانی ۸۲ھ کو زبردست لڑائی ہوئی۔ سفیان بن الابرو نے (جو حجاج کے میمنہ کا افسر تھا) عبدالرحمٰن کے میسرہ پر جو ابرو بن قرہ کی ماتحتی میں تھا حملہ کیا۔ ابرو بن قرہ بلا جنگ بھاگ کھڑا ہوا۔ میمنہ والے اس کے بھاگ جانے سے منتشر ہو کر اس کی طرف لوٹے' حجاج نے ان کو جمع و مرتب کر کے پھر حملہ کر دیا۔ عبدالرحمٰن اور اس کے ہمراہیوں کو شکست ہوئی۔ حجاج نے کوفے کا رخ کیا' محمد بن مروان موصل کی جانب اور عبداللہ بن عبدالملک شام کی طرف روانہ ہوا۔

حجاج کا اہل کوفہ پر جبر و تشدد: حجاج نے کوفے میں پہنچ کر بیعت لینی شروع کر دی اور ہر شخص سے کفر کا اقرار کراتا تھا جو انکار کرتا تھا اس کو قتل کر ڈالتا تھا۔ رفتہ رفتہ کمیل بن زیاد کی پیشی کی نوبت آئی۔ یہ امیر المؤمنین حضرت علیؓ کے ہوا خواہوں میں تھا اور امیر المومنین عثمانؓ کی مخالفت کی تھی۔ حجاج نے اس کے قتل کا حکم دیا اور تقریباً ایک مہینے تک ٹھہرا رہا اہل شام کو اہل کوفہ کے مکانات میں قیام کرنے کی اجازت دی۔ عبدالرحمٰن بن اشعث بصرے میں پہنچا۔ منہزمین اس کے پاس پھر آ کر جمع ہو گئے۔ ان ہی منہزمین کے ساتھ عبید اللہ بن عبدالرحمٰن بن سمرہ بھی تھا۔ محمد بن سعد بن ابی وقاص مدائن سے آ کر عبدالرحمٰن کے ساتھ مل گیا۔

ابن اشعث کی شکست و فرار: عبدالرحمٰن نے اپنا لشکر مرتب کر کے حجاج پر پھر فوج کشی کی‘ اس مرتبہ اس کے ہمراہ بسطام بن مصقلہ بن ہبیرہ شیبانی بھی تھا جو قبل شکست اس کے پاس سے چلا آیا تھا۔ اہل رے نے اس سے بغاوت کی تھی۔ اس نے ان کو زیر کر کے عبدالرحمٰن سے سازش کر لی تھی۔ غرض عبدالرحمٰن کے ساتھ ایک بہت بڑی فوج تھی جنہوں نے مارنے اور مر جانے پر بیعت کی تھی۔ عبدالرحمٰن نے اپنے لشکر کی چاروں طرف حفاظت کی غرض سے خندق کھدوالی تھی۔ حجاج اور اس کے رکاب کی فوج حملہ کر کر کے عبدالرحمٰن تک پہنچنے کی کوشش کرتی تھی لیکن ناکامی کے ساتھ پسپا ہو کر لوٹ آتی تھی۔ ماہ شعبان کے پندرہ دن تک اسی عنوان سے جنگ جاری رہی۔ زیاد بن غنیم قینی جو حجاج کی کمسریٹ کا افسر تھا ان ہی لڑائیوں میں مارا گیا۔ جس سے حجاج اور اس کے ہمراہیوں کا دل ٹوٹ گیا مگر تمام راستہ اپنے لشکریوں کو جنگ کی ترغیب دیتا رہا۔ صبح ہوتے ہی پھر لڑائی چھڑ گئی۔ بسطام بن مصقلہ بن ہبیرہ نے چار ہزار سواران کوفہ و بصرہ کو لے کر حجاج کے لشکر پر حملہ کیا اور کئی مرتبہ اہل شام کو میدان جنگ سے پیچھے ہٹایا۔ تیر اندازوں نے ہر طرف سے گھیر کر تیر باری شروع کر دی جس سے اہل شام پیچھے نہیں ہٹ سکتے تھے اور اگر بڑھنے کا قصد کرتے تو سواروں کے نوکدار نیزوں کی نذر ہو جاتے تھے۔ عبدالملک بن مہلب نے یہ رنگ دیکھ کر تھوڑے سے آدمیوں کو لے کر عبدالرحمٰن کے ہمراہیوں پر دفعۃً حملہ کر دیا۔ عبدالرحمٰن کے ہمراہی اس اچانک حملہ سے گھبرا کر پیچھے ہٹے۔ اس کے بعد حجاج کے ہمراہی سنبھل سنبھل کر ہر طرف سے عبدالرحمٰن پر ٹوٹ پڑے۔ عبدالرحمٰن اور اس کے ہمراہیوں کو شکست ہوئی۔ عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ فقیہ ابوالبختری طائی مارے گئے اور ابن اشعث نے سجستان کی طرف راہ فرار اختیار کی۔

بعض نے اس شکست کا یہ سبب بیان کیا ہے کہ کسی بدوی نے حجاج کے پاس آ کر عبدالرحمٰن بن اشعث کے لشکر کا ایک خفیہ راستہ بتلایا جس کے ساتھ حجاج نے چار ہزار فوج روانہ کر دی۔ صبح ہوئی تو حجاج نے لڑائی شروع کر دی اتفاق سے اس کو خود شکست ہوئی۔ عبدالرحمٰن اس کے لشکر گاہ کو لوٹ کر اپنے کیمپ میں واپس آیا شام ہوتے ہوتے وہ چار ہزار فوج آ پہنچی (جن کو حجاج نے بدوی کے ہمراہ روانہ کیا تھا) عبدالرحمٰن اور اس کے ہمراہی نہایت ابتری سے مقابلے پر آئے لیکن اس جان کاہ کوشش سے ان کو کچھ فائدہ نہ پہنچا۔ کمال سراسیمگی سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ ہزارہا آدمی خندق میں گر کر مر گئے۔ جن کی تعداد مقتولین سے زیادہ تھا۔ حجاج مظفر و منصور‘ عبدالرحمٰن کے لشکر گاہ میں آیا جن کو پایا قتل کر ڈالا۔ مقتولین کی تعداد جیسا کہ

مؤرخین بیان کرتے ہیں چار ہزار تھی۔ از انجملہ عبداللہ بن شداد بن ہادی' بسطام بن مصقلہ' عمر بن ربیعہ رقاشی' بشر بن منذر ابن جارود وغیرہ تھے۔

ابن اشعث کی اسیری ورہائی: حجاج نے یہ خبر پا کر ابن اشعث بجستان کی طرف جا رہا ہے۔ عمارہ بن تمیم لخمی اور اپنے لڑکے محمد کو بسر افسری ایک دستہ فوج اس کے تعاقب پر مامور کیا۔ مقام سوس میں پہنچ کر مقابلہ ہو گیا۔ عبدالرحمٰن مع اپنے ہمراہیوں کے تھوڑی دیر تک لڑ کر سوس سے سابور کی طرف پسپا ہو کر بھاگا اور اکراد کو جمع کر کے پھر مقابلہ پر آیا۔ ایک سخت و خون ریز مقابلہ کے بعد عمارہ بن تمیم کو شکست ہوئی۔ بایں ہمہ عبدالرحمٰن نے سابور کو خیر آباد کہہ کر کرمان کا رخ کیا۔ عامل کرمان نے نہایت خوشی و مسرت سے اس کا استقبال کیا' دارالامارت میں کمال عزت واحترام سے ٹھہرایا۔ چند دنوں کے بعد عبدالرحمٰن نے زرنج کی طرف کوچ کیا۔ عامل زرنج نے شہر پناہ کے دروازے بند کرا لئے عبدالرحمٰن نے جھلا کر اس کا محاصرہ کر لیا۔ جب حصار سے کام نکلتا نظر نہ آیا تو زرنج کو چھوڑ کر بست کی طرف چلا۔ جہاں پر اس کی طرف سے عیاض بن ہمیان ابن ہشام سلولی شیبانی مامور تھا۔ عیاض نے نہایت خوشی سے اس کا خیر مقدم کیا۔ دارالامارت میں لے جا کر ٹھہرایا دعوت کی لیکن جس وقت اس کے ہمراہی غافل ہو گئے قید کر لیا اور اس احسان فراموشی کے ذریعہ سے حجاج سے ملنے کا قصد کیا۔

رتبیل بادشاہ ترک' عبدالرحمٰن کی آمد کر بست کے قریب آ کر ٹھہرا ہوا تھا جب اس کو اس کی گرفتاری کا حال معلوم ہوا تو اس نے عیاض کو زبردست دھمکی دی۔ جس سے عیاض نے ڈر کر عبدالرحمٰن کو رہا کر دیا۔ رتبیل اس کو اپنے ہمراہ لئے ہوئے اپنے ملک چلا گیا۔

ابن اشعث کی روانگی ہرات: اس کے بعد عبدالرحمٰن کے منہزم ہمراہی' بجستان کے قریب جمع ہوئے اور وہ سب بالاتفاق خراسان کے لینے پر تل گئے تاکہ اپنے قبائل اور اعزہ واقارب کی امداد سے آئندہ کامیابی حاصل کر سکیں۔ عبدالرحمٰن بن عباس بن ربیعہ بن حرث بن عبدالمطلب ان لوگوں کی امامت کرتے تھے۔ سب نے اپنی یہ رائے عبدالرحمٰن بن اشعث کو لکھ بھیجی اور اس کو بلایا۔ عبدالرحمٰن بن اشعث نے اس رائے کی مخالفت کی۔ کیونکہ یزید بن مہلب وہاں موجود تھا ساتھ ہی یہ خیال بھی دامن گیر تھا کہ اہل شام واہل خراسان یک جا ہو کر مقابلہ نہ کر بیٹھیں۔ لیکن ان لوگوں نے اس پر مطلق خیال نہ کیا۔ مجبوراً عبدالرحمٰن ان کے ہمراہ ہرات کی طرف روانہ ہوا۔ اثناء راہ سے عبیداللہ بن عبدالرحمٰن بن سمرہ قرشی (دو ہزار آدمیوں کو لے کر) چھپ کر بھاگ نکلا۔ عبدالرحمٰن بن اشعث نے ان لوگوں سے کہا "تم لوگوں نے تو مجھے لکھا تھا کہ ہم لوگوں میں ہر طرح سے اتفاق ہے۔ لیکن عبیداللہ کیوں ساتھ چھوڑ کر بھاگ گیا۔ میں اب اپنے رفیق رتبیل کے پاس واپس جا رہا ہوں تمہارا جو جی چاہے کرو"۔ کسی نے اس کا کچھ جواب نہ دیا چنانچہ تھوڑے سے آدمیوں کو لے عبدالرحمٰن بن اشعث لوٹ کھڑا ہوا اور بقیہ حصہ لشکر کا جو زیادہ تھا وہ عبدالرحمٰن بن عباس کے ساتھ بجستان میں رہ گیا۔

بعض کا یہ بیان ہے کہ شکست کے بعد عبدالرحمٰن بن اشعث کے پاس جب منہزمین جمع ہو گئے تو اس نے بیس ہزار کی جمعیت سے خراسان کی جانب خروج کیا۔ ہرات کے قریب پہنچ کر ڈیرے ڈالے۔ مخالفین سے مڈبھیڑ ہو گئی' میدان عبدالرحمٰن

کے ہاتھ رہا۔ اس کے بعد یزید بن مہلب نے کہلا بھیجا کہ ہمارا ملک چھوڑ کر تم چلے جاؤ۔ عبدالرحمٰن نے جواب دیا ''ہم نے دم لینے اور آرام کرنے کی غرض سے یہاں قیام کیا ہے۔ کچھ عرصے بعد چلے جائیں گے''۔ یزید بن مہلب یہ سن کر خاموش ہو گیا۔

ابن اشعث اور یزید بن مہلب: عبدالرحمٰن (جو بجستان میں تھا) خراج وعشر وصول کرنے لگا۔ یزید بن مہلب کو اس کی اطلاع ہوئی۔ صبر نہ ہو سکا لشکر لے کر مقابلے کے ارادے سے عبدالرحمٰن کی طرف روانہ ہوا۔ ہرات کے باہر ایک کھلے میدان میں مقابلہ ہوا۔ ہنوز بازار جنگ گرم نہ ہوا تھا کہ عبدالرحمٰن کے ہمراہی منتشر ہو کر بھاگ کھڑے ہوئے ایک گروہ ثابت قدمی سے اس سے لڑتا رہا پھر یہ بھی پسپا ہو گیا۔ یزید نے اپنی فوج کو تعاقب کرنے سے منع کر دیا۔ لشکر گاہ میں جو کچھ تھا لوٹ لیا اور ان میں سے ایک جماعت کو قید کر لیا جس میں محمد بن سعد بن ابی وقاص، عمر بن موسیٰ بن عبداللہ بن معمر، عباس بن اسود بن عوف، بلقام بن نعیم بن قعقاع بن معبد بن زرارہ، فیروز بن حصین، ابو العلج (عبیداللہ بن معمر کا آزاد غلام) سوار ابن مروان، عبدالرحمٰن بن طلحہ الطلحات، عبداللہ بن فضالہ زہرانی ازدی وغیرہ تھے۔

حجاج کے مخالفین کا قتل: عبدالرحمٰن بھاگ کر سندھ پہنچا اور ابن سمرہ مرو کی طرف بھاگا۔ یزید بن مہلب بھی مرو کی جانب لوٹا اور قیدیوں کو سبرہ بن نجدہ کے ہمراہ حجاج کے پاس روانہ کر دیا۔ روانگی کے وقت اس کے بھائی حبیب نے عبدالرحمٰن بن طلحہ الطلحات کے بھیجنے سے منع کیا۔ کیونکہ اس کے باپ طلحہ نے مہلب کا مطالبہ جس کی تعداد ایک لاکھ درہم تھی ادا کیا تھا۔ یزید بن مہلب نے عبدالرحمٰن بن طلحہ اور نیز عبداللہ بن فضالہ کو ازدی ہونے کی وجہ سے رہا کر دیا۔ باقی قیدیوں کو پابہ زنجیر حجاج کے پاس بھیج دیا۔ جب یہ لوگ حجاج کے پاس مقام واسطہ میں (قبل آبادی واسطہ) پہنچے تو اس نے فیروز کو بلا کر دریافت کیا ''تجھ کو ان لوگوں کے ساتھ خروج کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ تجھ میں اور ان میں کوئی رشتہ داری نہ تھی''۔ اس نے جواب دیا ''ایک عام فتنہ تھا جس میں میں بھی مبتلا ہو گیا''۔ حجاج بولا تو اپنے مال واسباب کی فہرست لکھ کر مجھے دے''۔ فیروز نے بیس لاکھ درہم یا اس سے زیادہ کا حساب لکھ کر دیا اور حجاج کو مخاطب کر کے کہا ''اب تو میری جان بخشی کی گئی؟'' حجاج نے جواب دیا ''نہیں! اللہ تو پہلے مجھے یہ مال دے دے۔ اس کے بعد تجھے میں قتل کروں گا''۔ فیروز نے کہا ''تم میرے مال اور خون کو جمع نہ کرو (یعنی مال لے کر مجھے قتل نہ کرو)''۔ حجاج نے یہ سن کر فیروز کو لوٹا دیا۔ اس کے بعد محمد بن سعد بن ابی وقاص پیش کیا گیا سخت وست کہہ کے قتل کا حکم دے دیا۔ بعدہ عمر بن موسیٰ پیش ہوا۔ اس کو بھی ملامت کر کے معذرت کرنے کو کہا عمر بن موسیٰ نے انکار کیا۔ حجاج نے قتل کا حکم دے دیا۔ پھر بلقام بن نعیم کی پیشی ہوئی سخت وست کہنے کے بعد دریافت کیا ''ابن اشعث نے ملک وجاہ کے لالچ میں یہ سب پاپڑ بیلے، تجھے کس امر کی خواہش تھی؟'' جواب دیا ''بجائے تیرے عراق کا حاکم ہونے کی''۔ حجاج نے یہ سنتے ہی قتل کا حکم دے دیا۔ بلقام بن نعیم قتل کر ڈالے گئے۔ بعدہ عبداللہ بن عامر کو حاضر کیا گیا۔ حجاج نے اس کو بھی ملامتانہ نصیحت کی، عبداللہ بن عامر نے کہا ''ابن مہلب کا اللہ تعالیٰ بھلا کرے اس نے جو کچھ میرے ساتھ کیا اچھا کیا''۔ حجاج بولا ''ابن مہلب نے تیرے ساتھ کیا کیا؟'' حجاج یہ سن کر تھوڑی دیر تک خاموش سر جھکائے بیٹھا رہا۔ پھر مہر سکوت توڑ کر قتل کا حکم دیا اور اسی وقت سے اس کے دل میں یزید بن مہلب کی طرف سے کشیدگی پیدا ہوئی یہاں تک کہ اس کو معزول کیا۔

ان لوگوں کے قتل کے بعد پھر فیروز کی پیشی ہوئی۔ قید سخت میں رکھنے اور طرح طرح کی ایذائیں دینے کا حکم صادر کیا۔ جب فیروز کو اپنی موت کا کامل یقین ہو گیا تو اس نے داروغہ جیل سے کہا ''مجھے باہر نکالو تا کہ میں اپنی امانتیں لوگوں سے واپس لے لوں ورنہ میرے بعد کوئی کچھ نہ دے گا''۔ داروغہ جیل نے باہر نکالا تو فیروز نے چلا کر کہا ''جس کے پاس میری جو کچھ امانت ہو یا اس پر میرا قرض ہو اس کو میں اسے ہبہ کیے دیتا ہوں''۔ حجاج نے فیروز کے قتل کا حکم صادر کر دیا۔ اس کے بعد عمر بن فہر کندی کے قتل کا حکم دیا۔ یہ نہایت شریف و کریم تھا۔ پھر اعشیٰ ہمدانی بلایا گیا اور اس سے اس قصیدے کو پڑھنے کو کہا جو اس نے مابین اثلج وقیس پڑھا تھا جس میں عبدالرحمٰن اور اس کے ہمراہیوں کو حجاج سے لڑنے کی ترغیب دی تھی۔ اعشیٰ ہمدانی نے کہا ''مابین اثلج وقیس میں نے وہ قصیدہ نہیں لڑھا تھا جو یہ روایت مشہور ہے''۔ حجاج اس کا کچھ جواب نہ دینے پایا تھا کہ اعشیٰ بہ تبدیل قافیہ قصیدہ پڑھنے لگا ''جس وقت ((بخ بخ للوالدة وللمولود)) ''آفرین ماں بیٹے پر'' کہا حجاج بولا ''واللہ آج کے بعد تو کسی کو ملامت نہ کر سکے گا لے میں تیرے قتل کا حکم دیتا ہوں''۔

شعبی کی جان بخشی: جب ان لوگوں کے قتل سے فارغ ہوا تو شعبی کو دریافت کیا۔ یزید بن مسلم نے جواب دیا وہ رے چلا گیا۔ حجاج نے اپنے عامل رے قتیبہ بن مسلم کو شعبی کی گرفتاری کا حکم صادر کیا۔ چنانچہ شعبی ۸۳ھ میں حجاج کے پاس بھیج دیا گیا چونکہ ابن مسلم اس کا دوست تھا اس نے اس کو معذرت کرنے کی ہدایت کر دی تھی۔ پس جب شعبی دربار حجاج میں داخل ہوا تو اس نے امراء اور نیز حجاج کو سلام کیا اور بطور معذرت عرض کیا ''واللہ ہم حق کے سوا کچھ نہ کہیں گے ہم نے ضرور کوشش کی لڑے، نہ تو ہم قوی فاجر تھے اور نہ متقی نیک بے شک اللہ تعالیٰ نے تم کو ہم پر فتح یاب کیا' اگر تم ہم کو سزا دیتے ہو تو ہماری خطا کی وجہ سے اور اگر معاف کرو گے تو اپنے حلم و کرم کی وجہ سے اور تم حق بجانب ہو''۔ حجاج نے کہا ''واللہ یہ شخص مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے جو کہتا ہے میں اس معرکے میں نہ تھا اور نہ میں یہ فعل کیا ہے حالانکہ اس کی تلوار سے ہمارا خون ٹپکتا ہے''۔ اس کے بعد حجاج نے اس کو معاف کر دیا اور وہ لوٹ آیا۔

عمر بن ابی الصلت کا قتل: بعد فتح یابی کے بعد حجاج و ہزیمت عبدالرحمٰن بن اشعث اکثر منہزمین عمر بن ابی الصلت کے پاس چلے گئے۔ جو اس فتنہ میں رے پر قابض ہو گیا تھا۔ جب یہ لوگ رے میں جمع ہوئے تو ان کو یہ خیال پیدا ہوا کہ حجاج کے ساتھ کوئی امر کیا جائے جس سے جنگ جماجم کی لغزش کا ازالہ ہو سکے۔ پس سب نے عمر بن ابی الصلت کو حجاج کے خلع حکومت پر ابھارا اس نے اس سے انکار کیا۔ تو وہ لوگ اس کے باپ کے پاس گئے اس نے اس کو منظور کر لیا۔ چنانچہ جب قتیبہ رے کی طرف آیا تو سب کے سب عمر کے ساتھ اس کا مقابلہ کرنے کو آئے لیکن پھر ان لوگوں کی بدعہدی کی وجہ سے عمر کو شکست ہوئی اور عمر بھاگ کر طبرستان پہنچا۔ اصبہد نے اس کو عزت و توقیر سے ٹھہرایا اور حالت غفلت میں اس پر حملہ کرنے کا قصد کیا۔ لیکن اس کے باپ نے اس عمل سے منع کیا۔ قتیبہ نے رے میں داخل ہو کر حجاج کو اس واقعہ سے مطلع کیا۔ حجاج نے اصبہد کو لکھ بھیجا کہ ہمارے باغیوں کو تم گرفتار کر کے بھیج دو یا ان لوگوں کا سر اتار کر روانہ کرو چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔

علقمہ کی ابن اشعث سے علیحدگی: جب عبدالرحمٰن بن اشعث نے ہرات سے رتبیل کی طرف مراجعت کی تو علقمہ بن عمرو اودی نے کہا ''میں تمہارے ساتھ دارالحرب میں نہ جاؤں گا کیونکہ رتبیل کو حجاج نے ڈرایا ہے۔ دھمکی دی ہے اگر وہ آ گیا تو تم کو اور تمہارے ہمراہیوں کو قتل کر ڈالے گا اور ہم لوگ پانچ سو آدمی ہیں۔ ہم لوگوں نے آپس میں عہد کر لیا ہے کہ کسی شہر میں جا کر پناہ گزیں و قلعہ بند ہو جائیں تاکہ شر و فساد سے مامون و محفوظ ہو جائیں یا عزت و احترام کے ساتھ جان بحق سپرد کر دیں''۔ عبدالرحمٰن یہ سن کر خاموش ہو گیا۔ چنانچہ یہ لوگ رتبیل کے ملک میں عبدالرحمٰن کے ساتھ نہ گئے اور مودود بصری کو اپنا امیر بنالیا۔ عمارہ بن تمیم لخمی نے پہنچ کر ان لوگوں کا محاصرہ کر کے جنگ کا بازار گرم کر دیا۔ یہاں تک کہ یہ لوگ مجبور ہو کر امان کے خواستگار ہوئے اور عمارہ بن تمیم کے امان دینے پر اس سے آ ملے۔

ابن اشعث کا قتل: حجاج کو جب یہ معلوم ہوا کہ عبدالرحمٰن بھاگ کر رتبیل کے پاس چلا گیا ہے۔ تو اس نے رتبیل سے خط و کتابت شروع کی۔ عبدالرحمٰن کے سپرد نہ کرنے پر طمع اور دھمکی دینے لگا۔ عبید بن سمیع تمیمی نے جو عبدالرحمٰن کے ہمراہیوں میں سے تھا اور ابتداً رتبیل کے پاس اس کا خط و پیام لاتا تھا۔ رتبیل کو حجاج کی سطوت سے ڈرایا اور عبدالرحمٰن کو گرفتار کر کے یا اس کا سر اتار کر حجاج کے پاس بھیج دینے کا مشورہ دیا۔ قاسم بن اشعث نے اپنے بھائی عبدالرحمٰن سے یہ کل واقعات بیان کر کے عبید بن سمیع تمیمی کے قتل کر ڈالنے کو کہا' اتفاق یہ کہ عبید کو اس کی خبر لگ گئی۔ رتبیل کو یہ فقرہ دیا کہ تم عبدالرحمٰن کا سر کاٹ کر حجاج کے پاس بھیج دو میں سات برس کا جزیہ معاف کرا دوں گا۔ رتبیل نے اس کو منظور کر لیا۔ عبید بن سمیع رتبیل سے رخصت ہو کر عمارہ کے پاس آیا اور کل واقعات بتلائے عمارہ نے حجاج کو اس سے مطلع کیا۔ حجاج نے یہ شرط منظور کر لی اور سات برس کے بجائے دس برس کا جزیہ معاف کر دینے کو لکھا۔ پس رتبیل نے عبدالرحمٰن کا سر کاٹ کر حجاج کے پاس روانہ کر دیا۔

بعض کا بیان ہے کہ عبدالرحمٰن کا انتقال عارضہ سل میں ہوا تھا اور وفات کے بعد رتبیل نے سر کاٹ کر حجاج کے پاس بھیجا تھا اور یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ رتبیل نے عبدالرحمٰن کو مع اس کے خاندان والوں کے جو تعداد میں تیس آدمی تھے گرفتار کر کے عمارہ کے پاس بھیج دیا۔ عبدالرحمٰن نے اپنے قصر امارت سے گرا دیا اور مر گئے۔ عمارہ نے سر اتار کر حجاج کے پاس بھیج دیا یہ واقعہ ۸۴ھ یا ۸۵ھ کا ہے۔

اہل کش کی اطاعت و سرکشی: ہم اس سے پیشتر لکھ چکے ہیں کہ مہلب نے شہر کش (مضافات ماوراء النہر) کا محاصرہ کر لیا تھا' چنانچہ دو برس تک اس کا حصار کئے رہا اس زمانے میں خراسان میں اس کا لڑکا مغیرہ حکومت کر رہا تھا۔ اس نے (ماہ رجب) ۸۲ھ میں وفات پائی۔ مہلب نے یہ سن کر افسوس ظاہر کیا اور اسی وقت اپنے دوسرے لڑکے یزید کو ستر سواروں کے ساتھ مرو کی طرف روانہ کیا۔ بست کے ایک درہ میں پانچ سو ترکوں سے مڈبھیڑ ہو گئی ان لوگوں نے یزید سے جو کچھ اس کے پاس مال و اسباب تھا طلب کیا۔ یزید نے انکار کیا لیکن اس کے ہمراہی نے کچھ آلاتِ حرب اور کسی قدر مال دے دیا۔ ترک اس کو لے کر لوٹے اور پھر سوچ و سمجھ کر بدعہدی کر بیٹھے یزید نے لڑ کر ان کو نیچا دکھایا اور ان کے سردار کو مار ڈالا تب وہ منتشر ہو

کر بھاگے اور یزید بن مہلب مرو جا پہنچا۔

حریث بن قطنہ: اس کے بعد اہل کش نے صلح کی درخواست کی۔ مہلب نے زر فدیہ پر مصالحت کی اور اطمینان کے لئے ان کے لڑکوں کو زر فدیہ ادا ہونے تک نظر بند رکھا۔ حریث بن قطنہ (خزاعہ کے آزاد غلام) کو زر فدیہ وصول کرنے اور ان کے لڑکوں کو واپس دینے کی غرض سے چھوڑ کر کش سے بلخ کو روانہ ہوا۔ بلخ میں پہنچ کر حریث کو اس مضمون کا خط لکھا "تم باوجود زر فدیہ وصول کرنے کے اہل کش کے لڑکوں کو رہا نہ کرنا جب تک تم سر زمین بلخ میں پہنچ نہ لینا کیونکہ مجھے ان کی بدعہدی کا خطرہ ہے"۔ حریث نے یہ خط والی کش کو دکھا کر کہا "اگر تم لوگ زر فدیہ دے دو تو میں تمہارے لڑکوں کو رہا کر دوں گا مہلب سے جا کر کہہ دوں گا کہ تمہارا خط زر فدیہ وصول کرنے اور اہل کش کے لڑکوں کے واپس دینے کے بعد پہنچا تھا"۔ موالی کش نے جھٹ پٹ زر فدیہ دے کر اپنے لڑکوں کو واپس لے لیا اور یہ بلخ کو روانہ ہو گیا۔

حریث بن قطنہ کا فرار: اثناء راہ میں جیسا کہ ترکوں نے یزید کے ساتھ کیا تھا اس کے ساتھ بھی وہی برتاؤ کیا۔ لڑائی ہوئی حریث نے ان کے بہت سے آدمیوں کو گرفتار کر لیا اور ایک ایک سے فدیہ لے کر رہا کر دیا۔ جب وہ مہلب کے پاس پہنچا تو اس نے عدول حکمی کی وجہ سے بیس درے لگوائے۔ اس پر حریث بن قطنہ نے مہلب کے مار ڈالنے کی قسم کھائی، مہلب کو اس کی اطلاع ہو گئی تو اس نے اس کے بھائی ثابت بن قطنہ کے ذریعہ سے حریث کو نرمی و ملاطفت سے بلوایا۔ چونکہ حریث غصہ میں بھرا ہوا تھا جانے سے انکار کر دیا اور اس کے سامنے بھی مہلب کے مار ڈالنے کی قسم کھائی۔ ثابت بولا "اگر تمہاری یہی رائے ہے تو ہم سب لوگ مار ڈالے جائیں گے بہتر ہوگا کہ ہم سب موسیٰ بن عبداللہ بن حازم کے پاس بھاگ چلیں۔ حریث نے اس کو منظور کر لیا اور اپنے تین سو ہمراہیوں سمیت موسیٰ بن عبداللہ بن حازم کے پاس چلا گیا۔

مہلب کی وفات: ان واقعات کے بعد مہلب مر گیا۔ بہ وقت وفات اپنے لڑکے یزید کو حکومت پر اپنی جگہ اور دوسرے لڑکے حبیب کو نماز پر مامور کیا۔ بقیہ کل لڑکوں کو جمع کر کے اتفاق و محبت و حسنِ معاشرت کی وصیت کی اور کہا "میں تم کو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنے اور صلہ رحم کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ اس سے عمر کی درازی اور مال کی زیادتی اور نفوس کی کثرت ہوتی ہے اور اس کے چھوڑنے سے میں تم کو منع کرتا ہوں اس وجہ سے کہ یہ دوزخ میں جانے کا باعث اور ذلت اور کمی نفوس کا سبب ہے۔ تم پر امیر کی اطاعت اور جماعت مسلمین سے اتفاق کرنا فرض ہے۔ مناسب یہ ہے کہ تمہارے افعال تمہارے اقوال سے بہتر ہوں۔ جواب جلد دینے اور زبان کی لغزش سے احتراز کرو کیونکہ آدمی پاؤں کی لغزش سے سنبھل جاتا ہے اور زبان کی لغزش سے مار کھا جاتا ہے۔ صبح و شام بیکار بیٹھے رہنے سے یہ بہتر ہے کہ جن کے حقوق تم پر ہوں ان کی حق شناسی کرو۔ خوشامدیوں کی خوشامد میں نہ آ جانا۔ بخشش اور سخاوت کو بخل پر فضیلت دینا، نیکی کو زندہ رکھنا اور ہمیشہ نیک کام کرنے کی کوشش کرنا۔ لڑائی میں ہوشیاری اور مکر کا زیادہ خیال رکھنا، یہ شجاعت سے زیادہ مفید ہے جس وقت مقابلہ ہوتا ہے اس وقت آسمان سے قضا نازل ہوتی ہے۔ پس اگر آدمی نے ہمت باندھ لی اور ہوشیاری سے کام لیا تو فتح یاب ہو گیا اور اگر بدحواسی چھا گئی تو ناکام رہا۔ لیکن سب پر حکم الٰہی غالب ہے، قرأت قرآن و تعلیم سنن و آداب صالحین اپنے پر فرض کر لینا۔ اپنی مجلسوں میں

زیادہ گفتگو کرنے سے احتراز کرتے رہنا''۔ غرض مہلب اسی قسم کی چند وصیتیں کر کے مر گیا۔ یہ واقعہ ۸۲ھ کا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جس وقت مہلب نے اتفاق و اجتماع کی وصیت کی تھی اس وقت ایک ترکش تیروں سے بھرا ہوا منگوایا اور لڑکوں سے کہا'' کیا تم سب ان تیروں کو توڑ سکتے ہو؟'' لڑکوں نے جواب دیا'' نہیں'' پھر اس میں سے ایک تیر نکال کر کہا'' اب اس کو توڑ سکتے ہو؟'' لڑکے بولے'' ہاں'' مہلب نے کہا'' یہی حالت جماعت کی ہے''۔

حجاج اور یحییٰ بن یعمر: مہلب کے مرنے کے بعد اس کا لڑکا یزید بن خراسان پر متصرف ہوا۔ حجاج نے سند گورنری لکھ کر بھیج دی۔ کچھ عرصے بعد قلعہ بیزک پر جاسوس مقرر کئے۔ جس وقت اس کو اہل قلعہ کے نکلنے کی خبر معلوم ہوئی تو اپنا لشکر ظفر پیکر لئے ہوئے جا پہنچا اور محاصرہ کر کے اس کو فتح کر لیا۔ بہت سا مال غنیمت ہاتھ آیا یہ قلعہ نہایت مضبوط و مستحکم تھا۔ فتح یابی کے بعد حجاج کے پاس فتح کی خوش خبری بھیجی اس کا کاتب یعمر عدوانی حلیف ہذیل تھا خط کا مضمون یہ تھا:

''ہم نے دشمنوں سے مقابلہ کیا پس اللہ تعالیٰ نے ہم کو ان پر فتح یابی دی ایک گروہ کو ہم نے قتل کر ڈالا اور ایک گروہ بھاگ کر پہاڑ کی چوٹی اور سنسان بیابان کی طرف چلا گیا''۔

حجاج نے دریافت کیا یزید کا کون کاتب ہے؟ جواب دیا گیا'' یحییٰ بن یعمر'' حجاج نے اس کو طلب کیا۔ جب وہ آیا تو استفسار کیا'' تیری پیدائش کہاں کی ہے؟'' عرض کیا'' میں نے اپنے باپ کے کلام سے اس کی تعلیم پائی وہ فصیح تھا''۔ پھر دریافت کیا'' عنبسہ بن سعید گاتا تھا؟'' عرض کیا'' ہاں اکثر'' پھر کہا'' فلاں شخص'' جواب دیا'' ہاں'' اسی سلسلہ میں کہا'' پھر میں'' حجاج نے کہا اچھا تم گاؤ اور ایسا گاؤ کہ (ایک حرف کو بڑھاؤ اور ایک کو گھٹاؤ) اور بجائے اِنَّ کے اَنَّ اور اَنَّ کے بجائے اِنَّ کہو' یہ کہہ کر حکم دیا کہ تین دن کی تجھے مہلت دی جاتی ہے۔ اس کے بعد اگر سرزمین عراق میں تجھے پاؤں گا تو قتل کر ڈالوں گا۔

شہر واسطہ: حجاج نے اپنے زمانہ حکومت میں لشکر شام کو اہل کوفہ کے مکانات میں ٹھہرایا تھا۔ ۸۳ھ میں اہل کوفہ کو خراسان پر حملہ کرنے کی تیاری کا حکم دیا گیا۔ چنانچہ اہل کوفہ نے شہر کے باہر ایک میدان میں لشکر مرتب کیا ان ہی لشکریوں میں ایک نوجوان شخص تھا جس کی نئی نئی شادی اس کی چچا کی لڑکی سے ہوئی تھی۔ وہ لشکر سے ایک روز شب کے وقت اپنی بیوی کے پاس چلا آیا۔ اتفاق سے تھوڑی دیر کے بعد ایک شخص دروازے کی زنجیر کھڑکھڑانے اور زور زور سے دروازوں کو پیٹنے لگا۔ بہت شور و غل کے بعد دروازہ کھولا تو دیکھا کہ شامی لشکر کا ایک شخص نشہ شراب سے چور کھڑا ہوا ہے اس عورت نے اپنے شوہر سے شکایت کی کہ'' روزانہ یوں ہی یہ آ کر پریشان کیا کرتا ہے' میں نے اس کی شکایت بارہا اس کے سردار سے بھی کی ہے''۔ نوجوان نے کہا'' تم مجھے اس کے قتل کی اجازت دے سکتی ہو''۔ عورت بولی'' ہاں میں نے اجازت دی''۔ نوجوان نے اٹھ کر اس کو قتل کر ڈالا اور صبح ہونے سے پیشتر یہ کہہ کر لشکر میں چلا آیا کہ صبح ہوتے ہی اس کو شامیوں کے پاس بھیج دینا تا کہ وہ لوگ اپنے دوست کو لے جا کر دفن کر دیں۔

چنانچہ اس عورت نے ایسا ہی کیا لوگ اس عورت کو حجاج کے پاس لے گئے اس نے سارا قصہ بیان کیا۔ حجاج نے کہا'' تو سچ کہتی ہے''۔ پھر شامیوں سے مخاطب ہو کر بولا'' تم اپنے دوست کو دیکھو اس کمبخت کو نہ عقل تھی اور نہ دانائی اور نہ اس کی

کچھ دیت (خوں بہا) ہے کیونکہ اس مقتول کا ٹھکانہ دوزخ ہے''۔ اس کے بعد منادی کرا دی کہ کوئی شخص کسی کے یہاں فروکش نہ ہو اور اسی وقت چند آدمیوں کو مقرر کیا جنہوں نے مقام واسطہ کو کیمپ بنانے کے لئے منتخب کیا۔ ان لوگوں نے اس مقام پر ایک راہب کو دیکھا تھا کہ وہ اس مقام کو نجاست سے پاک کر رہا ہے صاف کرنے کی وجہ دریافت کی اس نے جواب دیا ''چونکہ ہم اپنی کتابوں میں دیکھتے ہیں کہ اس مقام پر ایک مسجد عبادت کے لئے بنائی جائے گی اس وجہ سے ہم اس کو پاک و صاف کر دیتے ہیں پس حجاج نے اسی مقام پر شہر واسطہ کی بناڈالی اور مسجد بھی بنوادی۔

یزید بن مہلب کی معزولی: بیان کیا جاتا ہے کہ حجاج بطور وفد عبدالملک کے پاس جا رہا تھا اثناء راہ میں ایک راہب ملا لوگوں نے کہا یہ ہونے والی باتوں کو بتلا دیتا ہے۔ حجاج نے دریافت کیا تم لوگ اپنی کتاب میں ہم کو اور اپنے کو پاتے ہو (یعنی اپنا اور ہمارا حال بتا سکتے ہو) راہب نے کہا ''ہاں'' حجاج بولا ''نام بتلاؤ گے یا اس کی صفت''۔ راہب نے کہا ''صفت''۔ حجاج نے کہا ''ہمارے بادشاہ کی صفت بتلاؤ''۔ راہب نے کہا ''اس کی صفت یہ ہے''۔ پھر حجاج نے دریافت کیا ''اس کے بعد کون ہوگا'' جواب دیا ''جس کے نام کا آخری جزء ولید ہے''۔ حجاج نے کہا ''پھر اس کے بعد''۔ جواب دیا ''جس کے نام کے آخر میں ثقفی ہے''۔ پھر حجاج نے استفسار کیا ''میرے بعد تم کس کو پاتے ہو''۔ جواب دیا ''ایک شخص کو جس کا نام یزید ہے''۔ دریافت کیا اس کی صفت بتلا سکتے ہو''۔ جواب دیا ''میں اس کی اور صفت تو نہیں بتلا سکتا مگر ہاں اس قدر جانتا ہوں کہ وہ بدعہدی کیا کرتا ہے''۔

اس کلام سے حجاج کا ذہن یزید بن مہلب کی طرف منتقل ہو گیا اور راہب کی باتوں کا اس نے یقین کر لیا۔ عبدالملک کے پاس آیا اور وہاں سے لوٹ کر خراسان آیا اور عبدالملک کو یزید و آل مہلب کی شکایتیں لکھنے لگا کہ یہ لوگ ہوا خواہ آل زبیرؓ ہیں۔ عبدالملک نے جواباً لکھا کہ اہل مہلب کی وفاداری آل زبیر کے ساتھ ہماری حق شناسی اور وفاداری کو ثابت کرتی ہے میں اس کو کوئی نقصان نہیں دیکھتا''۔ حجاج نے ان کی بدعہدیوں سے اس کو ڈرایا اور راہب نے جو کچھ کہا تھا لکھ بھیجا تب عبدالملک نے مجبور ہو کر لکھا ''چونکہ تم نے یزید کی بکثرت شکایتیں لکھی ہیں۔ لہٰذا جس کو چاہو اس کی جگہ مامور کرو''۔ حجاج نے قتیبہ بن مسلم کو نامزد کیا' عبدالملک نے سند گورنری لکھ دینے کی اجازت دے دی' حجاج نے یزید کو معزولی کا فرمان لکھنا مناسب خیال کر کے اس کو طلب کر لیا اور یہ لکھا کہ تم اپنے بھائی مفضل کو اپنی جگہ مقرر کر کے ہمارے پاس چلے آؤ۔

مفضل کی تقرری و معزولی: یزید بن مہلب کو حجاج کا یہ فرمان ملا تو اس نے حصین بن منذر رقاشی سے مشورہ کیا۔ حصین بن منذر نے کہا ''میرے نزدیک تم یہیں قیام کرو اور فی الحال کوئی حیلہ لکھ بھیجو''۔ اس کے ساتھ ہی عبدالملک سے اس کے متعلق خط و کتابت کرو وہ تم کو بہت اچھا جانتا ہے''۔ یزید بن مہلب نے اس رائے سے اختلاف کر کے کہا ''ہم لوگ ایسے خاندان سے ہیں جن کی اطاعت سے سرفرازی ہوئی ہے اس وجہ سے ہم اختلاف کرنا پسند نہیں کرتے''۔ رقاشی یہ سن کر خاموش ہو گیا یزید سامان سفر درست کرنے لگا۔ روانگی میں دیر ہوئی تو حجاج نے مفضل کے نام خراسان کی سند گورنری بھیج دی اور یزید کو جلد روانہ کرنے کو لکھا۔ یزید نے مفضل سے کہا ''تم اس پر نازاں نہ ہو کہ حجاج تم کو میرے بعد اس عہدے پر قائم

رکھے گا بلکہ اس نے فی الحال تم کو اس خوف سے خراسان کا والی بنایا ہے کہ میں اس کو خراسان پر تصرف کرنے سے مانع نہ ہوں''۔ مفضل کو اس بات پر یقین نہ آیا۔ یزید ربیع الثانی ۸۵ھ کو خراسان سے رخصت ہو کر چل کھڑا ہوا۔

اس کے بعد مفضل اپنی حکومت کے نویں مہینے معزول کر دیا گیا اور اس کی جگہ قتیبہ بن مسلم مامور کیا گیا۔ بعض نے یزید کی معزولی کا یہ سبب بیان کیا ہے کہ حجاج نے مہم عبدالرحمٰن بن اشعث سے فارغ ہو کر اہل عراق کو پامال کیا۔ مگر آل مہلب کو اسی عزت وتوقیر سے رکھا۔ بارہا یزید کو خراسان سے بلایا اور یہ جنگ کی مصروفیت کا حیلہ کر کے نہ آیا۔ بعض کا بیان ہے کہ پہلے حجاج نے اس کو خوارزم پر حملہ کرنے کو لکھا تھا اس نے نفع کی کمی اور نقصان کی زیادتی کا عذر کر کے حملہ کرنے سے انکار کیا۔ اس کے بعد جب حجاج نے اس کو طلب کیا تو اس نے لکھا کہ میں خوارزم پر فوج کشی کروں گا۔ حجاج نے منع کیا لیکن اس نے کچھ خیال نہ کیا اور خوارزم سے لڑا' تھوڑے سے قیدی ہاتھ آئے۔ اہل خوارزم نے مصالحت کر لی اور چونکہ اس نے ایام سرما میں فوج کشی کی تھی' لشکریوں کو سردی سے سخت تکلیف ہوئی قیدیوں کے کپڑے چھین چھین کر پہن لئے' قیدی برہنہ ہو گئے اور شدت سردی سے مر گئے (حجاج کو یہ مخالفتیں ناگوار گزریں' عبدالملک کو اس کی معزولی کی بابت لکھ بھیجا۔ عبدالملک نے وہی جواب لکھا جس کو آپ پہلے پڑھ چکے ہیں)

مفضل خراسان کا گورنر ہوا تو اس نے باذغیس پر چڑھائی کی۔ فتح یاب ہوا بہت سا مال غنیمت ہاتھ آیا جس کو اس نے لشکریوں میں تقسیم کر دیا۔ اس کے بعد شومان پر حملہ کیا اور جو کچھ پایا تقسیم کر دیا۔

موسیٰ بن عبداللہ بن حازم: جن دنوں عبداللہ بن حازم بنو تمیم کے ساتھ خراسان میں لڑ رہا تھا اسی زمانے میں ان لوگوں کی مخالفت کی وجہ سے اس نے نیشاپور کا قصد کیا اور پھر اس خیال سے کہ بنو تمیم اہل مرو سے سازش نہ کر لیں اپنے لڑکے موسیٰ کو حکم دیا کہ مال واسباب لے کر نہر بلخ عبور کر جاؤ تا کہ کسی بادشاہ کے یہاں جا کر پناہ گزیں ہو سکیں یا کسی محفوظ قلعہ میں قیام کر سکیں۔ پس موسیٰ مرو سے دو سو بیس سواروں کے ساتھ روانہ ہوا۔ راستہ میں اس کے ہمراہیوں کی تعداد چار سو ہو گئی۔ ان کے علاوہ کچھ اور لوگ بنو سلیم کے بھی آ ملے۔ قم پر پہنچا تو لڑائی ہوئی۔ موسیٰ نے کامیابی کے ساتھ اہل قم کے مال واسباب کو لوٹ کر نہر بلخ عبور کیا اور بخارا میں پہنچ کر والئی بخارا سے امن کا خواستگار ہوا۔ والئی بخارا نے عبدالملک کے خوف سے انکار کر دیا تب وہ ملوک ترک کے پاس گیا انہوں نے بھی ڈر کر پناہ دینے سے انکار کر دیا پھر سمرقند پہنچا۔ طرخون والئی صغد نے ٹھہرنے کی اجازت دی۔ ایک مدت تک مقیم رہا۔ اسی زمانہ قیام میں اس کو عبداللہ بن حازم (اس کے باپ) کے مارے

---

۱ اہل صغد کا قدیم دستور تھا کہ سال میں ایک روز سوار صغد کے لئے دستر خوان پر شراب اور عمدہ عمدہ کھانے چن کر رکھتے تھے' کوئی شخص اس کے قریب نہ جانے پاتا تھا اور جو شخص اس میں سے کھا لیتا تھا اس سے معرکہ آرائی ہوتی تھی جو حریف اپنے مقابل کو مار ڈالتا تھا وہی دستر خوان کا مالک ہوتا تھا۔ موسیٰ کے ہمراہیوں میں سے ایک شخص نے اس رسم کی کیفیت دریافت کی لوگوں نے بتلایا اس نے دستر خوان پر بیٹھ کر جو کچھ تھا کھا لیا۔ دستر خوان بچھانے والے کو معلوم ہوا تو وہ غصہ میں بھرا ہوا آیا اور اس عربی نژاد کو جنگ کے لئے طلب کیا۔ جنگ ہوئی صغدی مارا گیا۔ والئی صغد نے موسیٰ سے کہا ''میں نے تم کو ٹھہرایا' پناہ دی اس کے معاوضے میں تم نے میرے سوار کو مار ڈالا اگر میں نے پناہ نہ دی ہوتی تو میں تم کو مار ڈالتا پس اسی میں خیر ہے کہ شہر چھوڑ کر نکل جاؤ''۔ چنانچہ موسیٰ مع اپنے ہمراہیوں کے صغد سے نکل کھڑا ہوا۔ کامل ابن اثیر جلد چہارم صفحہ ۲۰۳۔

جانے کی خبر ملی، مگر اس نے اپنی مقام سے حرکت نہ کی۔

شدنی[1] امر کسی شخص نے اس کے ہمراہیوں میں ایک ضعدی کا مقابلہ کیا۔ اتفاق یہ کہ ضعدی اس کے ہاتھ سے مارا گیا۔ جس کی وجہ سے طرخون کے والی ضعد نے موسیٰ کو مع اس کے ہمراہیوں کے اپنے شہر سے نکال دیا۔ وہ کش پہنچا والی کش اس کی مدافعت نہ کر سکا اور طرخون سے امداد چاہی۔ موسیٰ اس کے مقابلہ پر نکلا اس وقت اس کے ہمراہ سات سو سوار تھے لڑائی ہوئی۔ صبح سے شام تک جنگ کا بازار گرم رہا۔ (موسیٰ کے اکثر آدمی زخمی ہوئے) اس کے کسی ہمراہی نے طرخون سے مل کر بہ فریب و مکر انجام کار کی دھمکی دی (کہ موسیٰ عربی نژاد ہے اس کو اگر تم نے مار لیا تو نتیجہ اس کا یہ ہوگا) کہ جو شخص خراسان میں آئے گا وہ اس کے خون کا بدلہ تم سے طلب کرے گا' طرخون نے کہا ''یہ سب سہی لیکن میں کش اس کے قبضہ میں نہیں چھوڑنا چاہتا''۔ اس شخص نے جواب دیا ''اگر موسیٰ کش سے چلا جائے؟'' طرخون نے کہا ''ہاں یہ ہو سکتا ہے''۔ طرخون نے لڑائی موقوف کر دی اور موسیٰ کش سے روانہ ہو کر ترمذ آ پہنچا اور قلعہ کے باہر قیام کیا۔

موسیٰ کا قلعہ ترمذ پر قبضہ: قلعہ نہر کے کنارے پر بنا ہوا تھا۔ والی ترمذ نے اس کو قلعہ میں داخل نہ ہونے دیا۔ موسیٰ نے تحفے تحائف دے کر اس سے راہ و رسم بڑھائی اکثر سیر و شکار میں اس کے ہمراہ رہنے لگا۔ ایک روز والی ترمذ نے موسیٰ کی دعوت کی موسیٰ مع اپنے ایک سو ہمراہیوں کے شریک دعوت ہوا۔ کھانا کھانے کے بعد والی قلعہ نے موسیٰ سے واپس جانے کو کہا اس نے نکلنے سے انکار کر کے کہا ''اس قلعہ میں یا تو میں رہوں گا یا میری قبر بنے گی''۔ والی قلعہ نے سختی کی لڑائی ہوئی' موسیٰ نے اہل قلعہ کے بہت سے آدمیوں کو مار ڈالا اور بادشاہ ترمذ کو نکال کر قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد بادشاہ ترک کے پاس گیا امداد چاہی' اس نے انکار کیا۔ رفتہ رفتہ اس کے باپ (عبداللہ بن حازم) کے ہمراہی اس سے آ ملے جس سے اس کی قوت بڑھ گئی۔ اکثر اوقات قلعے سے نکل کر گرد و نواح پر متصرف ہو جاتا تھا۔

امیہ اور موسیٰ بن عبداللہ: جب امیہ گورنر ہو کر خراسان گیا اور موسیٰ بن عبداللہ بن حازم پر فوج کشی کے قصد سے روانہ ہوا اور بکیر نے مخالفت پر کمر باندھی تو وہ بکیر کی بغاوت فرو کرنے کے لئے لوٹ آیا۔ جیسا کہ آپ پڑھ چکے ہیں۔ پھر بکیر سے مصالحت کرنے کے بعد ایک خزاعی سپہ سالار کے ساتھ موسیٰ کی گوش مالی کرنے کو فوجیں روانہ کیں۔ جنہوں نے موسیٰ کا ترمذ میں محاصرہ کیا والی ترمذ دوبارہ بادشاہ ترک کے پاس استعانت و استمداد کو گیا۔ وہاں سے ایک عظیم الشان لشکر لے کر واپس ہوا اور قلعہ کے ایک طرف مورچہ قائم کیا۔ موسیٰ اول وقت تو عربوں سے لڑتا تھا اور دوسرے وقت سے تین مہینے تک اسی انداز سے لڑائی جاری رہی۔ ایک روز شب کے وقت موسیٰ نے ترکوں پر حملہ کر دیا اور بہت سے سپاہیوں کو مار ڈالا۔ لشکر گاہ میں مال و اسباب و آلات حرب جو کچھ تھا لوٹ لیا۔ موسیٰ کے ہمراہیوں میں سے صرف سولہ آدمی کام آئے۔ صبح ہوئی تو خزاعی اور عرب کے لشکر نے ترکوں کو شکست خوردہ و پامال دیکھ کر تاسف کیا اور خود بھی موسیٰ کی ان چالوں سے ڈرے۔

خزاعی کا قتل: اگلے دن عمر بن خالد بن حصن کلابی جو موسیٰ کے دوستوں میں تھا حاضر ہو کر کہا ''چونکہ ہم لوگ مکر ہی کے ذریعہ سے فتح یاب ہوتے ہیں اس وجہ سے مناسب ہے کہ تم ہم کو کوڑے مار کر چھوڑ دو''۔ موسیٰ نے اس کو پچاس کوڑے

لگوائے۔ عمر بن خالد اٹھ کر خزاعی کے پاس آیا یہ ظاہر کیا ''مجھے ابن حازم نے تمہاری دوستی وحمیت و جاسوسی سے متہم کیا ہے اور کوڑے لگوائے ہیں''۔ خزاعی نے عمر بن خالد کو امان دی۔ چند دنوں تک یہ اس کے پاس ٹھہرا رہا۔ ایک روز عمر بن خالد خزاعی کے پاس گیا۔ اتفاق سے اس وقت وہ تنہا بیٹھا ہوا تھا۔ عمر بن خالد نصیحتاً کہنے لگا ''تم کو ایسے نازک وقت میں بغیر ہتھیار کے خالی ہاتھ نہ رہنا چاہئے''۔ خزاعی نے فرش کا کنارا اٹھایا تو اس کے نیچے برہنہ شمشیر رکھی ہوئی تھی۔ عمر نے اٹھا کر وار کر دیا۔ خزاعی نے دم تک نہ لیا فوراً ہی ٹھنڈا ہو گیا۔ عمر بن خالد بھاگ کر موسیٰ کے پاس آیا۔ خزاعی کا لشکر متفرق و منتشر ہو گیا۔ اکثر سپاہی امان حاصل کر کے موسیٰ کے لشکر میں مل گئے اس کے بعد امیہ نے پھر کوئی لشکر موسیٰ کے زیر کرنے کو نہ بھیجا۔ یہاں تک کہ وہ معزول ہو گیا اور مہلب امیر خراسان ہو کر آیا اور اس نے موسیٰ سے کچھ بھی تعرض نہ کیا۔ بلکہ اپنے لڑکوں سے نصیحتاً کہا تم لوگ موسیٰ سے احتراز کرتے رہنا کیونکہ اگر یہ مر گیا تو خراسان کی امارت پر کوئی شخص بنو قیس کا آئے گا۔

یزید بن مہلب اور ثابت: اس کے زمانہ امارت میں حریث و ثابت پسران قطبہ خزاعی جو اس کے ہمراہ تھے۔ موسیٰ کے پاس چلے آئے۔ مہلب کے مرنے کے بعد یزید بن مہلب امیر خراسان ہوا۔ تو اس نے حریث و ثابت کے مال و اسباب کو ضبط کر لیا۔ انکی لونڈیوں کو گھر میں ڈال لیا اور ان کے برادر اخیافی حریث بن معقد کو قتل کر ڈالا۔ ثابت فریادی صورت بنائے ہوئے طرخون کے پاس گیا اور یزید بن مہلب کے ظلم کی شکایت کی۔ چونکہ ترکوں کو ثابت سے ایک قسم کی محبت تھی اس لئے طرخون کو یزید بن مہلب کی زیادتیوں پر غصہ آیا' نیزک' اہل صغد' اہل بخارا اور صاغان کو ثابت کی امداد پر جمع کر دیا۔ ثابت ان سب کو لئے ہوئے موسیٰ کے پاس آیا۔ جبکہ عبدالرحمٰن بن عباس کا گروہ ہرات سے اور ابن اشعث کی جماعت عراق سے اور کابل سے آ کر اس کے پاس جمع ہو گئی تھی۔ ان سب لوگوں کے جمع ہو جانے سے آٹھ ہزار کی تعداد تو پوری ہو گئی۔ ثابت و حریث نے موسیٰ سے کہا ''آؤ ہم اور تم اس لشکر کو مرتب کر کے اٹھ کھڑے ہوں اور یزید کو خراسان سے نکال کر تم کو اس کا امیر بنائیں''۔

حریث بن قطبہ کا قتل: موسیٰ نے اس خیال سے کہ یہ دونوں خود خراسان پر متصرف ہو کر مجھ کو مغلوب کر دیں گے اور نیز بعض دوستوں کے سمجھانے سے ثابت و حریث سے کہا ''بفرض محال اگر تم نے یزید کو خراسان سے نکال باہر کیا تو عبدالملک کا دوسرا گورنر آ پہنچے گا' لہٰذا مناسب یہ ہے کہ یزید کے عمال کو ماوراء النہر سے نکال کر اس پر قبضہ کر لو''۔ چنانچہ ان لوگوں نے ان کو نکال دیا۔ طرخون اور ترک اپنے اپنے ملک کو لوٹ آئے اور اہل عرب کی حکومت کو ترمذ میں گونہ استقلال ہو گیا۔ کچھ مال و اسباب بھی جمع ہو گیا۔ حریث و ثابت ملکی و مالی انتظام کرتے تھے اور موسیٰ برائے نام ان کا امیر تھا۔ اس وجہ سے موسیٰ کے مشیروں نے کہہ سن کر حریث و ثابت کے قتل پر اس کو آمادہ کیا اس اثناء میں عجمیوں کا ایک گروہ جس میں ہیاطلہ اور اہل تبت و ترک تھے حملہ آور ہوا۔ موسیٰ اپنے ہمراہیوں کو لے کر ان کے مقابلے پر آیا۔ بادشاہ ترک دس ہزار فوج لئے ہوئے ایک ٹیلے پر صف آراء تھا۔ حریث بن قطبہ نے اس پر حملہ کیا اور بادشاہ ترک کو ایک زبردست حملہ سے پسپا کر دیا' اسی جنگ میں ایک تیر حریث کے چہرے پر آ لگا۔ زخم کاری تھا دو دن کے بعد حریث مر گیا شام ہو گئی تھی لڑائی موقوف ہو گئی۔

ثابت بن قطنہ کا فرار: رات کے وقت موسیٰ نے ترکوں پر شب خون مارا۔ ایک گروہ کثیر ترکوں کا کام آ گیا۔ موسیٰ کے سپاہی بہت کم مقتول ہوئے اور وہ مظفر و منصور مال غنیمت لئے ہوئے میدان جنگ سے شہر کو واپس ہوا۔ اس کے مشیروں نے کہا ''حریث کا کام تو تمام ہو گیا اب تم ثابت کا بھی کام تمام کر دو''۔ موسیٰ نے انکار کیا رفتہ رفتہ یہ خبر ثابت تک پہنچ گئی اس نے محمد بن عبداللہ بن خزاعی کو مخبری کی غرض سے موسیٰ کی خدمت میں بھیجا اور یہ سمجھایا کہ عربی میں گفتگو نہ کرنا کوئی دریافت کرے تو یہ کہہ دینا کہ میں بامیان کے قیدیوں میں سے ہوں اور روزانہ جو خبریں ہوا کریں مجھ سے آ کر کہہ جایا کرنا''۔ چنانچہ محمد بن عبداللہ عرصہ دراز تک اس خدمت کو انجام دیتا رہا۔ ایک روز شب کے وقت دوران گفتگو موسیٰ سے کہنے لگا ''تم لوگوں بے حد اصرار کر رہے ہو اچھا یہ بتاؤ کہ اس کو یعنی ثابت کو کس وجہ سے اور کیوں قتل کیا چاہتے ہو حالانکہ اس سے کوئی بدعہدی اس وقت تک نہیں ہوئی''۔ کسی نے کچھ جواب نہ دیا۔ اس کا بھائی نوح بولا ''جس وقت وہ کل تمہارے پاس آئے گا اس سے پیشتر کہ تم تک پہنچے ہم اس کو اپنے ہمراہ لئے کسی نشست گاہ میں چلے جائیں گے اور وہیں قتل کر ڈالیں گے''۔ موسیٰ نے جواب دیا ''واللہ اس میں تم لوگوں کی ہلاکت ہے''۔ محمد بن عبداللہ یہ سب باتیں سن رہا تھا مجلس برخاست ہوتے ہی اس نے ثابت سے جا کر ہو بہو کہہ دیا۔ غریب ثابت اس شب کو بیس سواروں کو لے کر نکل کھڑا ہوا صبح ہوئی تو ان لوگوں نے ثابت کو نہ پایا اور نہ اس لڑکے (یعنی محمد بن عبداللہ خزاعی) کو اس سے ان پر یہ امر ثابت ہو گیا کہ وہ محمد بن عبداللہ ثابت کا جاسوس تھا۔

ثابت بن قطنہ کا قتل: ثابت ترمذ سے نکل کر حشوا میں جا ٹھہرا اور عرب و عجم کا ایک گروہ کثیر اس کے پاس جمع ہو گیا۔ موسیٰ یہ خبر پا کر ثابت سے جنگ کرنے چلا' ثابت نے قلعہ بندی کر لی لڑائی چھڑ گئی اس اثناء میں طرخون اس کی کمک پر آ گیا۔ مجبوراً موسیٰ محاصرہ اٹھا کر ترمذ لوٹ گیا۔ اس کے بعد ثابت' طرخون اہل بخارا' نسف اور کش نے متفق ہو کر اسی ہزار کی جمعیت سے ترمذ میں موسیٰ کا محاصرہ کیا۔ موسیٰ اور اس کے ہمراہی بے جگری سے لڑے لیکن اس سے کچھ فائدہ نہ تھا۔ یزید بن ہذیل نے قسم کھالی کہ میں یا تو ثابت کو مار ڈالوں گا یا خود ہی مر جاؤں گا۔ چنانچہ اس غرض کے حاصل کرنے کے لئے ثابت کے پاس آیا اور اس سے امن کا خواستگار ہوا۔ ثابت کے بعض دوستوں نے یزید بن ہذیل کی بدعہدی و بے وفائی سے ڈرایا جس کی وجہ سے اس نے یزید کے دونوں لڑکوں قدامہ وضحاک کو بطور رہن کے رکھ لیا مگر بایں ہمہ یزید بن ہذیل ثابت کی فکر میں لگا رہا۔ اتفاق یہ کہ زیاد قصیر خزاعی کا لڑکا مر گیا۔ ثابت معمولی کپڑے پہنے ہوئے بلا ہتھیار اس کی ماتم پرسی کو جا رہا تھا یزید بن ہذیل نے پہنچ کر سر پر تلوار چلائی۔ زخم پورا پڑا ثابت تو زمین پر بے ہوش ہو کر گر پڑا اور یزید بن ہذیل بھاگ گیا۔ طرخون نے قدامہ وضحاک پسران یزید کو قتل کر ڈالا اور ثابت نے زخم کھانے کے ساتویں روز وفات کی۔ اس کی جگہ ظہیر امارت کرنے لگا۔

موسیٰ بن عبداللہ کا محاصرہ: ثابت کے مرنے کے بعد اس کے ہمراہیوں کے ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑ گئے۔ چستی و چالاکی باقی نہ رہ گئی آپس میں کچھ نااتفاقی بھی ہو گئی موسیٰ نے تین سو آدمیوں کے ساتھ ان پر شب خون مارا۔ طرخون نے کہلا بھیجا کہ تم اپنے ہمراہیوں کو قتل و غارت سے روک لو۔ ہم صبح ہوتے ہی چلے جائیں گے چنانچہ موسیٰ اس وقت لوٹ آیا اور طرخون اور

کل عجمی کوچ کر گئے۔ پس جس وقت مفضل امیر خراسان ہوا تو اس نے عثمان بن مسعود کو بسر افسری ایک لشکر موسیٰ بن عبداللہ بن حازم پر حملہ کرنے کو روانہ کیا اور مدرک بن مہلب کو بھی جو بلخ میں تھا روانگی کو لکھ بھیجا پس اس نے پندرہ ہزار کی جمعیت سے نہر عبور کی۔ دوسری طرف سے رتبیل وطرخون بھی مفضل کے لکھنے کے مطابق عثمان کی کمک پر آپہنچے سب نے چاروں طرف سے موسیٰ بن عبداللہ بن حازم کا محاصرہ کر لیا دو مہینے تک نہایت سختی سے حصار کیے رہے۔ عثمان نے شب خون مارنے کے خوف سے اپنے لشکر گاہ کے اردگرد خندق کھدوائی تھی۔ موسیٰ نے محاصرے سے تنگ ہو کر اپنے ہمراہیوں سے کہا ''ہم سے اب صبر نہیں ہوسکتا آؤ ہمارے ساتھ خروج کرو اور دفعۃً ترکوں پر جا پڑو'' کل ہمراہیوں نے اس رائے سے اتفاق کیا اور اس کے ساتھ حملے کی غرض سے نکلے۔ خروج کے وقت نضر بن سلیمان (اپنے بھتیجے) کو شہر میں چھوڑ گیا اور یہ سمجھا دیا کہ اگر میں مارا جاؤں تو دیکھنا شہر عثمان کے سپرد نہ کرنا بلکہ مدرک بن مہلب کے حوالے کرنا۔

موسیٰ بن عبداللہ کا قتل: موسیٰ نے اپنے ہمراہیوں میں سے ایک تہائی آدمیوں کو عثمان کے مقابلے پر رکھا اور یہ حکم دیا کہ جب تک وہ تم سے نہ لڑیں تم پیش دستی نہ کرنا اور بقیہ آدمیوں کو لے کر طرخون اور اس کے رکاب کی فوج پر حملہ کر دیا۔ موسیٰ اور اس کے ہمراہیوں نے ایسا پرزور اور قوی حملہ کیا کہ طرخون کو سوائے بھاگنے کے کچھ نہ بن پڑا۔ ترک وصغد یورش کر کے قلعہ اور موسیٰ کے مابین آکر حائل ہو گئے۔ شدت سے اچھی لڑائی ہونے لگی۔ ترکوں نے موسیٰ کے گھوڑے کو زخمی کر دیا اس کے مولیٰ (آزاد غلام) نے گھوڑے پر اپنے پیچھے بٹھالیا۔ جس وقت موسیٰ کا گھوڑا گرا تھا اور لوگ اس پر حملہ کر رہے تھے اسی وقت عثمان نے اس کو پہچان لیا تھا اور اس پر حملہ کا قصد کیا تھا لیکن اس سے پہلے ترکوں نے گھوڑے کو زخمی کر کے موسیٰ کو قتل کر ڈالا تھا۔ عرب کا ایک گروہ کثیر اس معرکے میں کام آیا جس نے موسیٰ کی مردانہ زندگی کا خاتمہ کیا وہ واصل عنبری تھا۔ عثمان کے منادی نے قتل وغارت سے روکنے اور لوگوں کے قید کر لینے کی منادی کی۔ نضر بن سلیمان نے ترمذ کو مدرک بن مہلب کے سپرد کر دیا اور مدرک نے عثمان کے حوالے کر دیا۔ مفضل نے فتح وقتل موسیٰ کی بشارت حجاج کو لکھ بھیجی لیکن وہ اس سے خوش نہ ہوا۔ کیونکہ موسیٰ قبیلہ قیس سے تھا۔ یہ واقعہ ۸۵ھ کا ہے جب کہ پندرہ برس ترمذ پر موسیٰ کو تصرف کرتے ہوئے گزر چکے تھے۔

ولید کی ولی عہدی: عبدالملک بن مروان ایک مدت سے اپنے بھائی عبدالعزیز بن مروان کو اپنی ولی عہدی سے معزول کر کے ولید بن عبدالملک (اپنے لڑکے) کو ولی عہد بنانا چاہتا تھا۔ قبیصہ بن ذویب اس رائے کا مخالف تھا اور اکثر یہ کہہ اٹھتا تھا ((لعل الموت یاتیه و تدفع العاد عن نفسک)) ''اتفاق سے ایک روز شب کے وقت عبدالملک کے پاس روح بن زنباع آ گیا۔ (عبدالملک کے دربار میں اس کی بڑی عزت ہوتی تھی) عبدالملک اس وقت اسی ادھیڑ بن میں پڑا ہوا تھا۔ روح بن زنباع نے عرض کیا ''اگر آپ ولید کو اپنا ولی عہد بنانا چاہیں گے تو کوئی شخص بھی اس سے اختلاف نہ کرے گا''۔ عبدالملک بولا ''انشاء اللہ تعالیٰ صبح ہوتے ہی ہم اس کام کو شروع کر دیں گے''۔ باتوں باتوں میں رات زیادہ ہو گئی روح بن زنباع اس روز وہیں سو رہا۔ تقریباً رات کا نصف حصہ گزر گیا ہوگا کہ قبیصہ بن ذویب آ پہنچا۔ اس وقت یہ دونوں سو رہے تھے۔ چونکہ اس کے پاس عبدالملک کا مہر اور انگوٹھی رہتی تھی اس وجہ سے اطلاع کیے بغیر چلے آنے کی اس کو اجازت تھی۔ قبیصہ نے ان دونوں کو جگا

کر عبدالعزیز[1] برادر عبدالملک کے مرنے کی خبر سنائی۔ روح بن زنباع فرط مسرت سے بول اٹھا ((کفانا اللہ ما نرید)) عبدالملک نے اسی وقت مصر کو اپنے لڑکے عبداللہ بن عبدالملک کی گورنری میں شامل کر دیا۔

عبدالعزیز بن مروان: بیان کیا جاتا ہے کہ ابتداً حجاج نے عبداللہ بن عبدالملک کو ولی عہدی ولید کی بیعت لینے کی بابت لکھا تھا اس پر عبدالملک نے عبدالعزیز کو اس مضمون کا خط لکھا کہ میں مناسب سمجھتا ہوں کہ آئندہ حکومت تمہارے بھتیجے کے سپرد کی جائے۔ عبدالعزیز نے جواباً تحریر کیا ''میں بھی ابوبکر[2] کی بابت وہی مناسب سمجھتا ہوں جو تم ولید کے حق میں تصور کرتے ہو'' (یعنی میں ابوبکر کو اپنا ولی عہد بنانا چاہتا ہوں) عبدالملک نے جھلا کر مصر کا خراج طلب کیا' عبدالعزیز نے لکھا ''اے امیر المؤمنین ہم اور تم ایسے سن رسیدہ ہو گئے ہیں کہ ہمارے خاندان میں کوئی شخص اس سن کا نہیں ہے معلوم نہیں کس کی موت پہلے آئے لہٰذا مناسب یہ ہے کہ میری بقیہ میں بگاڑ نہ پیدا کرو''۔ عبدالملک کا دل اس مضمون کے پڑھنے سے بھر آیا اور اس کو اس کے حال پر چھوڑ دیا۔

ولی عہدی کی بیعت: عبدالملک بن مروان کو جب عبدالعزیز کی وفات کی خبر معلوم ہوئی تو اس نے لوگوں کو اپنے لڑکوں ولید وسلیمان کی ولی عہدی کی بیعت[3] کرنے کا حکم دیا اور اپنے تمام ممالک محروسہ میں ان دونوں کی بیعت لینے کا گشتی فرمان بھیج دیا۔ مدینہ منورہ میں ہشام بن اسمٰعیل مخزومی تھا اس نے اہل مدینہ سے ولید بن سلیمان کی بیعت کرنے کو کہا۔ سب نے قبول کر لیا لیکن سعید بن مسیب نے انکار کیا۔ ہشام نے اس کو گرفتار کرا کے دروں سے پٹوایا اور تشہیر کرا کے قید کر دیا۔ عبدالملک کے کان تک یہ خبر پہنچی تو اس نے ہشام کو ملامت کا خط لکھا جس میں یہ بھی لکھا ہوا تھا ''سعید میں نہ عداوت ہے نہ نفاق اور نہ مخالفت''۔ اس سے پیشتر ابن مسیب (یعنی سعید) نے ابن زبیر کی بیعت سے انکار کیا تھا جس کی پاداش میں جابر بن اسود نے جو ابن زبیر کی طرف سے عامل مدینہ تھا ساٹھ درے لگوائے تھے۔ ابن زبیر نے جابر کو سخت ملامت کی تھی۔

عبدالملک کی وفات: بعض کا بیان ہے کہ ولید وسلیمان (پسران عبدالملک) کی بیعت ولی عہدی ۸۴ھ میں ملی گئی تھی لیکن اول روایت صحیح تر ہے اور بعض یہ کہتے ہیں کہ عبدالعزیز اپنے بھائی عبدالملک کے پاس مصر سے آیا تھا روانگی کے وقت عبدالملک نے نصیحتاً کہا ''کشادہ پیشانی سے رہو' خلیق ونرم دل رہو' چلتا ہوا کام کرو یہ تم کو فائز المرام کرے گا اور حاجب کو دیکھ بھال کر مقرر کرنا۔ مناسب تو یہ ہے کہ وہ تمہارے بہترین خاندان سے ہو کیوں کہ وہ تمہارا منہ اور تمہاری زبان ہے کوئی شخص تمہارے دروازے پر نہ آئے گا مگر یہ کہ وہ تم کو اس کا پتہ بتلائے گا تاکہ تم اس کو اجازت دو یا لوٹا دو اور جب تم مجلس میں آؤ تو ہم نشینوں سے ایسی باتیں کرو جس سے وہ تم سے مانوس ہوں اور تمہاری محبت ان کے دلوں میں جانشین ہو اور جب کبھی کوئی

[1] عبدالعزیز مصر کا والی تھا اور وہیں اس نے ماہ جمادی الاول ۸۵ھ میں انتقال کیا۔ کامل ابن اثیر چہارم صفحہ ۴۰۹
[2] ابوبکر عبدالعزیز کا لڑکا تھا۔
[3] یہ واقعہ اوائل شوال ۸۶ھ کا ہے تاریخ الخلفاء لاہور صفحہ ۱۵۲۔

مشکل پیش آئے تو اس کو مشورے سے آسان کرو کیونکہ اس سے مغلق اور مبہم امور ظاہر ہو جاتے ہیں اور جان رکھو کہ نصف عقل تم کو دی گئی ہے اور نصف تمہارے بھائی کو اور کوئی شخص مشورہ کرنے سے ہلاکت میں نہیں پڑتا اور جس وقت تم کو کسی پر غصہ آئے تو اس کی سزا دہی میں تاخیر کرنا' کیونکہ سزا دہی پر توقف کے بعد بھی قدرت حاصل ہوتی ہے لیکن تم سزا دہی کے بعد اس کی تلافی پر قادر نہ ہو سکو گے''۔

عبدالملک کی وصیت: بیعت لینے کے تھوڑے دنوں بعد عبدالملک[1] بن مروان نصف شوال ۸۶ھ میں مر گیا۔ وفات کے وقت اپنے لڑکوں کو یہ وصیت کی ''میں تم کو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنے کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ یہ بہترین لباس ہے اور نہایت مضبوط پناہ کا مقام ہے تمہیں چاہئے کہ تمہارے بڑے' چھوٹوں پر رحم و الطاف سے پیش آئیں (اور تمہارے چھوٹے بڑوں کی حق شناسی کریں) مسلمانوں کی رائے سے ہمیشہ موافقت کرنا کیونکہ یہ وہی دانت ہیں جس سے تم توڑتے ہو اور یہ وہی جبڑے ہیں جس سے تم چباتے ہو' حجاج کی عزت کرنا کیونکہ اس نے تمہارے لئے منابر مقابر کو روندا اور شہروں کو پامال کیا ہے اور تمہارے دشمنوں کو ذلیل خوار کیا ہے تم لوگ بن ام بررہ ہو جاؤ تاکہ تم کو بچھو ڈنگ نہ مار سکے اور لڑائی میں احرار ہونا کیونکہ لڑائی موت کو قریب نہیں کرتی اور نیکی کے پہاڑ' جانا کیونکہ نیکی کا اجر نیکی کا خزانہ نیکی کا ذکر باقی رہ جاتا ہے اور اپنے احسانات کو عقلمندوں پر پھیلانا کیونکہ وہ اس کے مستحق ہیں اور اس کے شکر گزار ہوتے ہیں جو ان کی طرف محسن سے پہنچتا ہے اور مجرموں سے جرم نہ کرنے کا عہد و پیمان لینا پس اگر وہ اس پر استقامت کریں تو کچھ تعرض نہ کرنا اور اگر پھر جرم کریں تو انتقام لینا''۔

---

[1] عبدالملک کی عمر وفات کے وقت ساٹھ برس کی تھی۔ بعد شہادت عبداللہ بن زبیر تیرہ برس تین مہینے تئیس دن تک حکومت کی' رمضان ۸۶ھ میں کہتا تھا کہ مجھے اس مہینے میں موت کا اندیشہ ہے۔ (ماہ رمضان میں ہی پیدا ہوا اور رمضان ہی میں میرا دودھ چھڑایا گیا رمضان ہی میں لوگوں نے میرے ہاتھ پر بیعت کی رمضان ہی میں میں نے قرآن کو جمع کیا) رمضان گذر گیا تو اس کو ایک گونہ موت سے اطمینان ہو گیا۔ اتفاق یہ کہ نصف شوال میں اس کو موت آ گئی۔ کامل ابن اثیر جلد چہارم صفحہ ۱۱۴

باب : ۵

ولید بن عبدالملک ۸۶ھ تا ۹۶ھ

بیعتِ خلافت: عبدالملک کے دفن کیے جانے کے بعد ولید نے کہا ((انا للّٰہ و انا الیہ راجعون و اللّٰہ المستعان علی مصیبتنا بموت امیر المومنین و الحمدللّٰہ علی ما انعم من الخلافۃ)) سب سے پہلے جس نے اپنی آپ تعزیت وتہنیت کی وہ ولید بن عبدالملک ہے اس کے بعد عبداللہ بن ہمام سامولی نے کھڑے ہو کر کہا:

((اللّٰہ اعطاک التی ما فوقھا))

''اللہ تعالیٰ نے تم کو وہ مرتبہ دیا ہے جس سے کوئی چیز بڑھ کر نہیں ہے''۔

((و قدر اراد الملحدون عوقھا عنک فابی اللّٰہ الا سوقھا الیک حتی تلدوک طوقھا))

''حالانکہ بے دین اس کے سدراہ ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے اس کو تم تک پہنچا ہی دیا۔ یہاں تک کہ ان ہی لوگوں نے اس کو تمہارے گلے منڈھ دیا''۔

پھر بیعت کی۔ بعد ازاں اور لوگوں نے بیعت کے لئے ہاتھ بڑھایا اور بعض کا یہ بیان ہے کہ ولید نے منبر پر چڑھ کر بعد حمد وثنا کے یہ خطبہ دیا:

((ایھا الناس لا مقدم لما اخرہ اللّٰہ و لا موخر لما قدمہ اللّٰہ و قد کان من قضاء اللّٰہ و سابق علمہ و ما کتب علی بنیائہ و حملۃ عرشہ الموت۔ و قد صار الیٰ منازل الابرار وولی ھذہ الامۃ بالذی للّٰہ علیہ فی الشدۃ علی المذنب و اللین لاھل الحق و الفضل و اقامۃ ما اقام اللّٰہ من منازل الاسلام و اعلامہ من حج البیت و غزو الثغور و شن البغارات علیٰ اعداء اللّٰہ فلم یکن عاجزاً و لا مفرطا۔ ایھا الناس علیکم بالطاعۃ و لزوم الجماعۃ فان الشیطان مع المنفرد ایھا الناس من ایدلنا ذات نفسہ ضربنا الذی فیہ عیناہ و من سکت مات بدائہ))

''اے لوگو! جس کو اللہ تعالیٰ نے مؤخر کر دیا ہے اس کا کوئی مقدم نہیں ہے اور جس کو اللہ تعالیٰ نے مقدم کر دیا ہے اس کا کوئی مؤخر نہیں ہے اور بے شک موت اللہ کے حکم اور اس کے سابق علم میں تھی اور اس کو اس نے اپنے انبیاء اور حاملین عرش کے لئے لکھ دیا ہے۔ عبدالملک ابرابر کے مرتبہ پر پہنچ گیا اور اس نے امت کا ولی ایسے شخص کو کیا جس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق یہ ہے کہ وہ مجرموں پر سختی اور اہل حق وفضل پر نرمی کرے اور جو منازل اسلام اللہ تعالیٰ نے قائم کر دیئے ہیں ان کو قائم رکھے اور حج خانہ کعبہ اور سرحدوں پر جہاد اور اللہ تعالیٰ کے

دشمنوں پر حملے کرتے رہنے سے ان کو ظاہر کرے۔ پس وہ اس میں نہ عاجز ہے اور نہ مفرط ہے۔ اے لوگو تم پر خلیفہ وقت کی اطاعت اور جماعت مسلمین سے اتفاق کرنا فرض ہے کیونکہ منفرد کے ساتھ شیطان ہے۔ اے لوگو! جو ہم سے سرکشی وخود رائی کرے گا اس کا ہم سر توڑ دیں گے اور جو سکوت اختیار کرے گا وہ اپنے مرض میں آپ مرجائے گا۔

قتیبہ بن مسلم کی فتوحات: ۸۶ھ میں حجاج کی طرف سے قتیبہ[1] بن مسلم امیر ہو کر وارد خراسان ہوا لشکریوں کا جائزہ لیا اور ان کو جہاد کی ترغیب دی اور جھٹ پٹ ایک لشکر مرتب کر کے بہ قصد جہاد نکل کھڑا ہوا۔ مرو میں صیغۂ جنگ پر ایاس بن عبداللہ بن عمرو کو محکمہ مال پر عثمان بن سعدی کو مامور کیا۔ طالقان میں پہنچا تو دہقانان بلخ ملنے کو آئے اور اس کے ساتھ ہو لئے نہر عبور کیا تو بادشاہ صغانیاں تحائف ونذرانے لے کر حاضر ہوئے۔ چونکہ ملوک آخرون وسومان جو کہ اس کے قرب وجوار میں رہتے تھے اور بادشاہ صغانیاں کو تکلیفیں پہنچاتے تھے۔ اس وجہ سے اس نے بہ کمال رضا ورغبت اپنے ملک کو قتیبہ کے سپرد کر دیا۔ اس کے بعد قتیبہ نے آخرون وسومان (بلاد طخارستان) کا قصد کیا۔ ملوک آخرون وسومان نے جزیہ دے کر مصالحت کر لی۔ چنانچہ قتیبہ عساکر اسلامیہ پر اپنی جگہ اپنے بھائی صالح کو نائب بنا کر مرو کی طرف واپس آیا اور صالح بن مسلم نے قتیبہ کی واپسی کے بعد کاشان اورشت (مضافات فرغانہ) اور اخسکیت (فرغانہ کا قدیم شہر) بہ زور تیغ فتح کر لیا۔ ان معرکوں میں اس کے ساتھ نصر بن سیار بھی شریک تھا اور نہایت بے جگری سے لڑتا تھا۔

عبداللہ بن مسلم اور برمکی خاتون: بعض کہتے ہیں کہ قتیبہ نے ۸۵ھ میں امیر خراسان ہو کر آیا تھا اور جہاد کے جوش میں بلخ تک فتح کرتا ہوا بڑھ گیا تھا۔ لڑائی میں منجملہ ان عورتوں کے جو قید ہو کر آئی تھیں۔ برمک[2] کی عورت تھی جو آتش کدہ نو بہار[3] کا متولی تھا یہ عورت عبداللہ بن مسلم برادر قتیبہ کے حصے میں آئی۔ اتفاق سے اس عورت کو عبداللہ بن مسلم سے حمل رہ گیا۔ چند روز بعد اہل بلخ سے صلح ہو گئی۔ قتیبہ نے لونڈیوں کے واپس کر دینے کا حکم دیا (عبداللہ بھی بموجب اس حکم کے اس

---

1. اس کو شیخ عطار نے امراء دولت امویہ کا شیر نر لکھا ہے جیسا کہ حجاج کو فرعون دولت امویہ تحریر کیا ہے۔ حاشیہ ابن خلدون جلد سوئم صفحہ ۵۹ مطبوعہ مصر

2. برمک لفظ فارسی ہے جو اصل میں برمغ تھا۔ مغ کے معنی ''آتش پرست'' کے ہیں اور بر کے معنی ثمر و پھل کے ہیں۔ لغتہً اور اصطلاحاً بمعنی اولاد کے ہے اور اہل فارس آتش کدہ کے متولی کو مغ کہا کرتے تھے اور مغ کے سرداروں کو موبد۔ پس جب بر کو مغ کی طرف مضاف کیا تو اس کے معنی ہوئے مغچے یا مغ کے چیلے یا مغ کے لڑکے۔ لیکن چونکہ مغ وہ شخص بنایا جاتا تھا جو تارک الدنیا ہوتا تھا تو اس سے یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ جب مغ بچے یا مغ زادے کا مفہوم ہی نہ تھا تو اس کے لئے لفظ برمغ کیسے موضوع ہوا۔ جواب یہ ہے کہ مغ قبل مغ ہونے کے شادی کرتے تھے آل واولاد ہوتی تھی لیکن جب وہ مغ بنائے جاتے تھے تو تعلقات دنیا ترک کر دیتے تھے۔ پس ان کی اولاد کو جو مغ ہونے سے پیشتر ہوتی تھی اس کو برمغ کہا کرتے تھے جس کو عرب نے اپنی زبان کے سانچے میں ڈھال کر برمک کر دیا۔ ان کی عزت وتوقیر کی جاتی تھی ان کی بڑی بڑی جاگیریں تھیں۔ آتش کدوں پر جو چڑھاوے چڑھائے جاتے تھے وہ سب ان کو ملتے تھے۔

3. علامہ مسعود مروج الذہب ومعادن الجواہر (صفحہ ۶ جلد ۵ حاشیہ کامل ابن اثیر مطبوعہ مصر) میں تحریر کرتا ہے کہ ((والبیت الرابع هو النوبها الذی بناه منو شهر بمدینه بلخ من خراسان علی اسم القمر)) ''چوتھا مشہور آتش کدہ نو بہار ہے جو کو منوچہر بادشاہ فارس نے شہر بلخ کے صوبہ خراسان میں مہتاب کے نام پر تعمیر کیا تھا'' علاوہ اس کے اور مؤرخین نے بھی بہ لحاظ عظمت وشہرت کے نوبہار کا چوتھا نمبر قرار دیا ہے۔ اس کی عمارات نہایت مستحکم اور عالی شان بنی ہوئی تھی۔ ملوک وامراء فارس بڑے بڑے چڑھاوے اس پر چڑھاتے تھے برمک اسی آتش کدے کا متولی تھا۔

کے واپس کرنے پر آمادہ ہوئے) اس وقت عورت نے کہا "مجھے تیرا حمل رہ گیا ہے"۔ لیکن مطابق صلح نامہ کے یہ عورت برمک کو واپس کر دی گئی۔ (مگر یہ شرط قرار پائی کہ بعد وضع حمل جو پیدا ہو عبداللہ بن مسلم کو دے دیا جائے۔ چنانچہ بعد انقضائے مدت حمل لڑکا پیدا ہوا اور خالد نام رکھا گیا) بیان کیا جاتا ہے کہ عبداللہ بن مسلم کے لڑکوں نے جس زمانے میں مہدی رے میں آیا تھا، خالد کو بلوایا اور مہدی کے دربار میں پیش کیا تھا۔ اس پر ان کے بعض اعزہ واقارب نے کہا کہ "اگر اس کو اپنے باپ کی نسل سے تسلیم کرتے ہو اور نسباً اس کو اپنے میں ملاتے ہو تو اس کا عقد بھی کر دو"۔ عبداللہ بن مسلم کے لڑکے یہ سن کر اپنے دعادی سے دست کش ہو گئے۔

والیٔ باذغیس کی اطاعت: بادشاہ شومان سے مصالحت کرنے کے بعد قتیبہ نے نیزک طرخان والی باذغیس کو مسلمان قیدیوں کے رہا کر دینے کو لکھا اور اس کے خلاف کرنے پر سخت دھمکی دی۔ والی باذغیس نے ڈر کر مسلمان قیدیوں کو قتیبہ کے پاس بھیج دیا۔ پھر قتیبہ نے والی باذغیس کو دعوت دی۔ والی باذغیس نے آنے سے انکار کیا۔ اس پر قتیبہ[1] نے جھلا کر کہا "میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر تم میرے پاس نہ آؤ گے تو میں تم پر جہاد کروں گا اور جہاں پر پاؤں گا تم کو گرفتار کر لوں گا اس میں خواہ فتح یاب ہوں یا اسی جستجو میں مر جاؤں"۔ والیٔ باذغیس یہ خط پڑھ کر کانپ اٹھا۔ سلیم سے جو یہ خط لے کر گیا تھا قتیبہ سے ملنے کی بابت مشورہ کیا۔ سلیم نے جواب دیا "قتیبہ بہت بڑا باسطوت شخص ہے۔ اس کے ساتھ نرمی کی جائے گی تو وہ نرم ہو جائے گا اور اگر سختی کی جائے گی، تو وہ سخت مزاج ہو جائے گا۔ تم اس خط عتاب آموز سے خائف نہ ہو، تمہارے ساتھ وہ سختی کا برتاؤ نہ کرے گا"۔ اس کے بعد والیٔ باذغیس نے حاضر ہو کر اس شرط پر کہ "قتیبہ باذغیس میں داخل نہ ہو" مصالحت کر لی۔

بیکن داد کا تاراج: والی باذغیس سے مصالحت کر لے قتیبہ نے بیکن داد (بکیند) بلا بخارا پر براہ نہر ۸۷ھ میں حملہ کیا۔ اہل بیکن داد نے اہل صغد اور ان کے گرد ونواح کے ترکوں سے امداد طلب کی۔ اہل صغد ایک جم غفیر لے کر پہنچ گئے اور چاروں طرف سے راستہ گھیر لیا۔ دو مہینے تک قتیبہ اور مسلمانوں میں خط وکتابت بند رہی۔ بالآخر قتیبہ نے ان لوگوں کو شکست دی اور قتل وغارت وقید کرتا ہو منہدم کرنے کی غرض سے شہر پناہ تک پہنچ گیا۔ محصورین نے ڈر کر صلح کی درخواست پیش کی قتیبہ نے منظور کر لی اور عامل مقرر کر کے واپس ہوا تھوڑا ہی راستہ (تقریباً پانچ فرسخ) طے کیا ہوگا کہ اہل شہر نے بدعہدی سے قتیبہ کے عامل کو مع اس کے ہمراہیوں کے قتل کر ڈالا۔ قتیبہ یہ خبر پا کر آگ بگولا ہو کر لوٹا۔ شہر پناہ منہدم کر کے زمین دوش کر دیا۔ جنگ آوروں کو چن چن کر قتل کر ڈالا۔ عورتوں اور بچوں کو قید کر لیا۔ آلاتِ حرب، ظروف طلائی ونقرئی بے حد وبے شمار ہاتھ آئے اس سے پیشتر اس قدر کبھی مال غنیمت نہ ملا تھا۔

ترکوں کی پسپائی: پھر ۸۸ھ میں نومکثت (نومشکت) ورامسہ (رامثنہ) پر فوج کشی کی اہل نومکثت ورامسہ نے جزیہ

---

[1] کامل ابن اثیر جلد چہارم صفحہ ۴۱۸

دے کر مصالحت کر لی۔ واپسی کے وقت ترک' صغد اور اہل فرغانہ نے دو لاکھ کی جمعیت سے بسر افسری کور بعا بور ہمشیر زاد بادشاہ چین قتیبہ کے مقدمۃ الجیش پر جو عبدالرحمٰن بن مسلم کے کمان میں تھے دفعۃً حملہ کیا۔ عبدالرحمٰن بن مسلم نہایت مردانگی سے مقابلہ پر آیا۔ قتیبہ کو اس کی اطلاع ہوئی تو وہ بھی موت کی طرح ان کے سروں پر آ پہنچا۔ فوراً لڑائی کا انداز بدل گیا ابتداً عساکر اسلامی سخت خطرناک حالت میں مبتلا ہو گئے تھے لیکن قتیبہ کے آتے ہی سب نے اللہ اکبر کہہ کر ایک پر جوش حملہ کیا جس سے ترک کے قدم استقامت اکھڑ گئے۔ ایک دوسرے پر گرتے پڑتے بھاگ کھڑے ہوئے۔ قتیبہ بھی اپنا لشکر ظفر پیکر لئے ہوئے (نہر ترمذ کے قریب عبور کر کے) مرو آ پہنچا۔

حجاج نے ۸۹ھ میں وردان خذاہ بادشاہ بخارا پر جہاد کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ قتیبہ نے نہر کو مقام زم پر عبور کیا۔ صغد اہل کش اور نسف سے مفادرہ پر مڈبھیڑ ہو گئی ایک خون ریز لڑائی کے بعد قتیبہ نے ان کو شکست دے کر بخارا کا رخ کیا اور (خرقانہ سفلے) دائیں بائیں جانب مورچہ قائم کیا' متعدد لڑائیاں ہوئی لیکن جب کامیابی ہوتی نظر نہ آئی تو مرو کو واپس آیا۔

تعمیر مسجد نبویؐ: ولید بن عبدالملک نے ہشام بن اسمٰعیل مخزومی کو امارت مدینہ منورہ سے (آٹھویں ربیع الاول ۸۷ھ میں اس کی امارت کے چوتھے برس معزول کیا تھا اور اس کی جگہ عمر بن عبدالعزیز کو مقرر کیا تھا۔ پس اس نے مدینہ منورہ میں وارد ہو کر مروان کے مکان میں قیام کیا۔ فقہاء' مدینہ منورہ سے دس[1] فقیہوں کو بلا کر جس میں فقہا سبعہ مشہورہ (سات فقیہہ) بھی تھے ارباب شوریٰ مقرر کیا۔ بغیر ان کے مشورے کے کوئی رائے سے نہ کرتے تھا اور ان لوگوں کا یہ کام تھا کہ اہل غرض کی حاجتیں' مظلوموں کی فریادیں اور عمال کے ظلم و جور کی شکایتیں عمر بن عبدالعزیز کے گوش حق نیوش تک پہنچایا کرتے تھے۔ اہل مدینہ نے اس حسن انتظام کا شکریہ ادا کیا اور ہر کس و ناکس اس کے حق میں دعائیں دینے لگا۔

پھر ۸۸ھ میں ولید بن عبدالملک نے لکھا کہ ''امہات المومنین کے حجروں اور نیز ان مکانات کو جو قرب میں ہیں خرید کر مسجد نبوی میں شامل کر دو تاکہ دو سو ذراع کا مربع ہو جائے اور جو شخص اپنا مکان دینے سے انکار کرے تو از روئے انصاف جو اس کی قیمت تجویز کی جائے دے کر منہدم کرا دو تم کو اس معاملہ میں عمر و عثمان (رضی اللہ عنہما) کی پیروی کرنی چاہئے''۔ عمر بن عبدالعزیز نے اہل مدینہ کو جمع کر کے اس خط کو پڑھا۔ لوگوں نے بطیب خاطر بلا جبر و اکراہ مناسب قیمتیں لے کے اپنے اپنے مکانات دے دیئے۔ ولید نے اسی زمانے میں بادشاہ روم کو لکھا تھا کہ میرا ارادہ مسجد نبوی کے تعمیر کرنے کا ہے۔ پس اس نے ایک لاکھ مثقال سونا اور ایک سو نامور کاریگر اور چالیس اونٹ فسیفار[2] روانہ کیا۔ ولید بن عبدالملک نے یہ

---

[1] جن دس فقہاء رحمہم اللہ کو عمر بن عبدالعزیز نے ارباب شوریٰ (یا ممبر پارلیمنٹ) مقرر کیا تھا۔ ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں: (۱) عروہ بن زبیرؒ (۲) ابوبکر بن سلیمان بن خثیمہؒ (۳) عبیداللہ بن عتبہ بن مسعودؒ (۴) ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن حارثؒ (۵) سلیمان بن یسار (۶) قاسم بن محمدؒ (۷) سالم بن عبداللہ بن عمرؒ (۸) عبداللہ بن عبیداللہ بن عمرؒ (۹) عبداللہ بن عامر بن ربیعہؒ (۱۰) خارجہ بن زید۔ کامل ابن اثیر جلد چہارم صفحہ ۲۱۸

[2] فسیفساء فسفسۃ اقرب الموارد میں لکھا ہے کہ چھوٹے چھوٹے رنگین ٹکڑے پتھر وغیرہ کے جو ایک دوسرے سے وصل کر دیئے جاتے ہیں جس سے مکانات کے دیواروں کے اندرونی حصے بنائے جاتے ہیں اور شیخ عطار کے خط سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ چھوٹے چھوٹے رنگین پتھر ہوتے ہیں۔ حاشیہ ابن خلدون جلد سوم صفحہ ۶۰

سب کا سب عمر بن عبدالعزیز کے پاس بھیج دیا۔ مکانات اور امہات المؤمنین کے حجرے منہدم کرا کے تعمیر شروع کر دی۔ ان کاریگروں کے علاوہ شام کے بھی مشہور مشہور صناع شریک تعمیر تھے۔ ۸۹ھ میں ولید نے مکہ معظمہ پر خالد بن عبداللہ قسری کو مامور کیا۔

دیبل کی فتح: حجاج نے سرحد سندھ پر اپنے چچازاد بھائی محمد بن قاسم بن محمد بن الحکم بن ابی عقیل کو بسر افسری چھ ہزار جنگ آوروں کے مامور کیا تھا۔ محمد بن قاسم اپنے بھائی سے رخصت ہو کر مکران پہنچا اور تھوڑے روز قیام کر کے فیروز پور کا رخ کیا۔ اہل فیروز پور برسر مقابلہ آئے۔ لڑائی ہوئی محمد بن قاسم نے بہ زور تیغ فتح کر کے ارمائیل کے دروازے پر پہنچ کر جنگ کا نیزہ گاڑ دیا۔ والی ارمائیل نے ہر چند کوشش کی لیکن ایک بھی پیش نہ گئی۔ محمد بن قاسم نے قبضہ حاصل کر کے دیبل (ٹھٹھہ) پر چڑھائی کی اور جمعہ کے دن پہنچ کر محاصرہ کر لیا۔

شہر دیبل کے وسط میں ایک بہت بڑا رفیع الشان بت خانہ تھا جس میں ایک بت رکھا ہوا تھا اور بت خانہ کے گنبد پر ایک نہایت طویل منارہ تھا اور منارے پر ایک نیزہ گڑا ہوا تھا۔ جس میں سرخ حریر کا پھریرہ اڑ رہا تھا۔ جو تمام شہر پر اپنا سایہ کئے ہوئے تھا۔ محمد بن قاسم نے شہر پر سنگ باری شروع کر دی اتفاق سے پہلے ہی نیزہ ٹوٹ کر گرا جس سے اہل دیبل کو اپنی شکست کا یقین ہو گیا۔ شہر سے نکل کر باہر صف آرا ہوئے۔ عساکر اسلامیہ نے ان کو شکست دی۔ اہل دیبل بھاگ کر شہر میں آ رہے اور شہر پناہ کا دروازہ بند کر لیا۔ بالآخر بزور تیغ کھولا گیا۔ محمد بن قاسم نے دیکھتے ہی دیکھتے چار ہزار لشکر کو شہر میں اتار دیا۔ تین روز[1] تک لڑائی ہوتی رہی' والی دیبل شہر چھوڑ کر بھاگ کھڑا ہوا۔

راجہ داہر کا خاتمہ: کامیابی حاصل کرنے کے بعد محمد بن قاسم نے ایک جامع مسجد بنوائی اور دو چار روز قیام کر کے نیروز کی طرف کوچ کیا۔ چونکہ اہل نیروز نے پہلے سے بذریعہ خط و کتابت حجاج سے مصالحت کر لی تھی۔ اس وجہ سے وہ رسد و غلہ لئے ہوئے محمد بن قاسم سے ملنے کو آ رہے تھے۔ اثناء راہ میں ملاقات ہوئی' نہایت احترام و عزت سے اپنے شہر میں لے گئے۔ دعوت کی بعد ازاں محمد بن قاسم نے ملک سندھ کے اور شہروں پر دھاوا کیا۔ جو آسانی سے فتح ہوتے گئے یہاں تک کہ ہران پر پہنچے۔ بادشاہ سندھ (داہر بن صصعہ) لوگوں کو جمع کر کے پھر مقابلے پر آیا۔ عساکر اسلامیہ نے نہر پر پل باندھا اور نہایت اطمینان و استقلال سے عبور کر کے داہر کی فوج پر جا پڑے۔ داہر ایک ہاتھی پر سوار تھا اور اس کے اردگرد سینکڑوں ہاتھی کالے کالے پہاڑ کی طرح کھڑے ہوئے تھے۔ جن کی تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد ایک خفیف سی جنبش ہو جاتی تھی اور جس طرف وہ رُخ کرتے تھے' صف کی صف درہم برہم ہو جاتی تھی۔ اسلامی تیر اندازوں نے تیر باری شروع کر دی۔ سواران فیل تیر اجل کے نشانہ ہو ہو کر گرنے لگے اور ہاتھیوں کا جھنڈ بھاگ کھڑا ہوا۔ داہر مجبوراً پیادہ پا لڑتا ہوا عساکر اسلامیہ کی طرف بڑھا۔ ایک مسلمان سپاہی نے لپک کر ایک ہی وار سے اس کی زندگی کا خاتمہ کر دیا۔ بقیہ کفار میدان جنگ سے گرتے پڑتے

---

[1] تاریخ کامل جلد چہارم صفحہ ۴۲۵

بھاگ کھڑے ہوئے۔

ملتان پر قبضہ: مسلمانوں نے ان کے لشکر گاہ کو لوٹ لیا اور بڑے بڑے سورما پہلوانوں' جنگ آوروں کو پامال کیا۔ داہر کی بیوی بھاگ کر شہر رار میں جا چھپی اور پھر جب مسلمانوں نے رار کا قصد کیا تو اس بہ خوف گرفتاری اپنے آپ کو مع اپنے خوصواں کے جلا کر خاک کر ڈالا۔ عساکر اسلامیہ نے پہنچ کر رار پر بھی قبضہ کر لیا۔ لشکر کفار کے شکست خوردہ گروہ نے شہر بدہمتا باد قدیم میں جا کر پناہ لی جو منصورہ سے دو فرسنگ کے فاصلے پر ہے۔ منصورہ میں ان دنوں ایک گنجان باغ کیلے کا تھا عساکر اسلامیہ نے بھی اس کو بھی بزور تیغ فتح کر لیا' جس کو پایا قتل کر ڈالا' شہر کو ویران کر دیا۔ اس کے بعد یکے بعد دیگرے سندھ کے بقیہ شہروں پر بھی قبضہ کر کے نہر ساسل کو جس سے اہل ملقاء (ملتان) سیراب ہوتے تھے کاٹ کر دوسری طرف بہا دیا اور ملتان کا محاصرہ کر لیا۔ لڑائی ہوئی اور عساکر اسلامیہ نے نہایت مردانگی سے اس کو بھی فتح کر لیا اور وہاں لڑنے والوں اور مجاوروں و محافظین بت کو جن کی تعداد چھ ہزار تھی قتل کر ڈالا۔ بت خانے میں ایک کمرہ جو طولاً دس زراع اور عرضاً آٹھ ذراع تھا سونے سے بھرا ہوا پایا۔

ملتان کا بُت خانہ بہت بڑا اور عظیم الشان تھا شہروں سے بڑے بڑے چڑھاوے آتے تھے۔ سال میں ایک مرتبہ لوگ اس کی زیارت کو آتے سر اور ڈاڑھی منڈواتے تھے۔ ان لوگوں کا یہ خیال تھا کہ یہ ایوب نبی (علیہ السلام) ہیں۔

ملتان کے فتح ہوتے ہی سندھ کا تمام علاقہ محمد بن قاسم کے قبضہ وتصرف میں آ گیا۔ مالِ غنیمت سے جو خمس (پانچواں حصہ) روانہ کیا گیا تھا وہ ایک کروڑ بیس لاکھ تھا اور فوج کشی میں جو صرف ہوا تھا اس کا نصف تھا۔

بخارا پر فوج کشی: اس سے پیشتر ہم لکھ آئے ہیں کہ ۸۹ھ میں قتیبہ نے بخارا پر فوج کشی کی تھی اور بے نیل ومرام واپس آیا تھا۔ ۹۰ھ میں حجاج نے ناکامی کے ساتھ لوٹ آنے پر ملامت کی اور دوبارہ جہاد کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ قتیبہ مع نیزک طرخان والی باذغیس کے بخارا کی طرف روانہ ہوا۔ بادشاہ بخارا (وردان اخذاہ) اپنے گردونواح کے سلاطین صغد وترک سے امداد کا خواستگار ہوا جب وہ لوگ مسلمانوں کے ہاتھوں سے اس کو بچانے کو آ گئے۔ تو یہ مسلمانوں کے مقابلے پر آیا۔ لڑائی چھڑی عساکر اسلامیہ کے مقدمۃ الجیش پر از دھا۔ اتفاق سے اس کو شکست ہوئی اور ایسا بدحواس ہو کر بھاگا کہ اسلامی لشکر گاہ سے بھی آگے بڑھ گیا۔ لیکن پھر بھی سنبھل کر حملہ کی غرض سے لوٹا۔ اس حملے میں اسلامی میمنہ ومیسرہ نے ان کا ساتھ دیا۔ ترک مجبور ہو کر اپنے مورچے کی طرف لوٹے۔

خاقان کی پسپائی: بعد ازاں بنوتمیم نے ایسی بے جگری سے حملہ کیا کہ ان میں اور ترکوں میں امتیاز باقی نہ رہا۔ تھوڑی دیر کے بعد گرد چھٹی تو معلوم ہوا کہ بنوتمیم نے ترکوں کے مورچوں پر قبضہ کر لیا ہے۔ عساکر اسلامی اور ترکوں کے مابین ایک نہر حائل تھی جس کو عبور کرنے پر سوائے بنوتمیم کے اور کسی نے جرأت نہ کی۔ پس جب بنوتمیم نے ترکوں کو ان کے مورچوں سے ہٹا دیا اور نہر کو بھی عبور کر گئے تو ان کی دیکھا دیکھی کچھ اور لوگوں نے بھی نہر عبور کر کے ترکوں پر نہایت تیزی سے خون ریزی کا بازار گرم کر دیا خاقان اور اس کا لڑکا زخمی ہوا۔ ہزاروں ترک میدان جنگ میں کام آئے۔ اللہ جل شانہ نے مسلمانوں کو فتح

نصیب کی اور قتیبہ نے بشارت فتح حجاج کو لکھ بھیجی۔

نیزک کی اطاعت وسرکشی: شکست کے بعد طرخون والیٔ صغد مع دوسواروں کے اسلامی کیمپ کے قریب آیا اور درخواست صلح اس شرط پر پیش کی کہ زرجزیہ سالانہ ادا کرتا رہے گا۔ قتیبہ نے اس کو منظور کر لیا اور عہد نامہ لکھ دیا۔ بعد ازاں مع نیزک کے واپس ہوا۔ نیزک کو چونکہ اس کی کثرتِ فتوحات سے خطرہ پیدا ہو گیا تھا اثناء راہ سے جس وقت کہ وہ آمد میں پہنچ چکا تھا۔ اجازت حاصل کر کے طخارستان کی طرف روانہ ہوا اور نہایت تیزی سے قطع مسافت کرنے لگا۔ اس کے بعد ہی مغیرہ بن عبداللہ حسب حکم قتیبہ اس کو گرفتار اور قید کرلانے کو روانہ ہوا۔ ہر چند کوشش کی لیکن ناکام رہا نیزک طخارستان پہنچ کر باغی ہو گیا۔ اصبہند بادشاہ بلخ وباذان بادشاہ مرورذ و بادشاہ طالقان فاریاب وجورجان کو قتیبہ سے لڑنے کو طلب کیا۔ چنانچہ ان لوگوں نے قتیبہ سے جنگ کرنے کا باہم عہد و پیمان کیا اور بادشاہ کابل کو بھی خط و کتابت اور مال واسباب بھیج کر اپنا ہمدرد بنالیا اور بہ وقت ضرورت واضطرار مدد دینے کا اقرار کر لیا۔

فتح طالقان: نیزک جیغونہ والی طخارستان کے پاس مقیم ہوا اور بہ حکمت عملی اس کو گرفتار کر کے قتیبہ کے گورنر کو شہر سے نکال دیا۔ قتیبہ کو یہ خبر موسم سرما سے پہلے ملی۔ جب کہ اسلامی فوجیں متفرق ہو کر اپنے اپنے شہروں کو چلی گئی تھیں مگر پھر بھی اس کے پر جوش دل کو اس خبر کے سننے کے بعد چین نہ آیا۔ اس نے اسی وقت اپنے بھائی عبدالرحمٰن بن مسلم کو بارہ ہزار فوج کے ساتھ بروقان کی طرف روانہ کیا اور کسی سے اپنا خیال ظاہر کئے بغیر وہیں قیام پذیر رہنے کا حکم دیا اور یہ بھی کہا کہ جب موسم سرما تمام ہو جائے تو فوراً طخارستان پر حملہ کر دینا میں بھی تمہارے قریب رہوں گا۔ چنانچہ بعد موسم سرما کے ختم ہوتے ہی قتیبہ نے اسلامی فوجیں نیشاپور وغیرہ روانہ کیں جنہوں نے طالقان پر پہنچ کر بہت بڑی خونریزی کے بعد بزور تیغ فتح کر لیا اور تسلط کے بعد بلوائیوں اور رہزنوں کو گرفتار کر کے چار فرسنگ تک ایک سلسلہ میں سولی دے دی اور اپنے بھائی محمد بن مسلم کو والی مقرر کر کے فاریاب کا رخ کیا۔ بادشاہ فاریاب یہ خبر پا کر مطیع ہو کر حاضر خدمت ہوا۔ قتیبہ نے بہ عزت واحترام اس سے ملاقات کی اور اس کو بحال رکھ کے جورجان کی طرف بڑھا۔ اہل جورجان نے اطاعت قبول کر لی اور وہاں کا بادشاہ پہاڑوں کی طرف بھاگ گیا۔ قتیبہ نے عامر بن مالک حماقی کو اپنا نائب بنا کر بلخ پر حملہ کیا۔ اہل بلخ نے بھی مطیع وفرماں بردار ہو کر ملاقات کی۔

نیزک کا قتل: قتیبہ کا بھائی عبدالرحمٰن بن مسلم نیزک کے تعاقب میں چلا جا رہا تھا نیزک پہاڑوں سے اتر کر بغلان میں آ گیا اور اپنے سپاہیوں کو پہاڑ کی ایک تنگ وتاریک گھاٹی میں چھپا دیا۔ جس کا راستہ اسلامی لشکر میں کسی کو معلوم نہ تھا اور باقی اپنا مال واسباب گھاٹی کی دوسری طرف جو قلعہ تھا اس میں رکھ دیا ایک مدت تک قتیبہ اس گھاٹی میں ٹھہرا ہوا لڑتا رہا۔ کوئی رہبر نہ ملتا تھا۔ جو اس راستہ کا خضر ہو جاتا یہاں تک کہ ایک عجمی مرد نے قلعہ کا راستہ بتلا دیا۔ جہاں سے اسلامی لشکر سرنگ کھود کر قلعہ میں گھس گیا۔ اکثر قلعہ والے مارے گئے جو باقی رہے وہ بھاگ گئے۔ اس کے بعد عساکر اسلامیہ نے سنجان پر چڑھائی کی اور اپنا مال واسباب بادشاہ کابل کے پاس بھیج دیا۔ قتیبہ نے یہ خبر پا کر نیزک کا تعاقب کیا۔ نیزک نے نہایت تیزی سے وادی فرغانہ طے کر کے کرز میں قلعہ بندی کر لی۔ کرز کا راستہ ایک ہی تھا اور وہ بھی بے حد دشوار گزار جس کو گھوڑے وخچر بھی بہ دقت تمام

طے کر سکتے تھے۔ قتیبہ دو مہینے تک محاصرہ کیے رہا۔ یہاں تک کہ نیزک کے پاس جو کچھ سامان کھانے پینے کا تھا ختم ہو گیا اور اس کے لشکری چیچک میں مبتلا ہو گئے۔

موسم سرما بھی قریب آ گیا اور قتیبہ نے اپنے ایک خاص مصاحب کو جس پر نیزک کو بھی اعتماد تھا بلا کر کہا ''تم نیزک کے پاس جاؤ اور اس کو بلا امان جس حیلہ سے ممکن ہو اپنے ہمراہ لاؤ اور اگر اس میں تم کو کامیابی نہ ہو تو امن دے دینا' غرض جس صورت سے ہو اس کو اپنے ہمراہ لاؤ ورنہ میں تم کو سخت سزا دوں گا''۔ یہ شخص قتیبہ کے پاس سے رخصت ہو کر نیزک کے پاس گیا' نیزک کو قتیبہ سے ملنے کی رائے دی اور یہ ظاہر کیا کہ اس کا قصد کلبہ حملہ کرنے کا ہے اور اس نے اپنی فوج کو یہ حکم دیا ہے کہ جس طرح ممکن ہو گرز پر قبضہ کر لو' نیزک نے گھبرا کر کہا ''مجھے قتیبہ سے ملنے میں اپنی جان کا خوف ہے''۔ اس شخص نے کہا ''تم کو اس کے پاس چلنا ہی چاہئے اور اس سے بغیر ملے ہوئے تمہاری گلو خلاصی نہ ہو گی''۔ نیزک نے اس پر کچھ توجہ نہ کی اور وہ شخص برابر اس کو سمجھاتا جاتا تھا اور نیزک' قتیبہ اور اس کے ہمراہیوں سے ملنے میں گریز کرتا جاتا تھا یہاں تک کہ اس شخص نے مجبور ہو کر کہہ دیا ''میں تم کو امان دیتا ہوں''۔ نیزک کے مشیروں نے جو کہ اس شخص کو سچا باور کرتے تھے اس کے کہنے پر عمل کرنے کی رائے دے دی۔ چنانچہ نیزک مع جیفونہ بادشاہ طخارستان کے جس کو اس نے قید کر لیا تھا اس شخص کے ساتھ ہو لیا یہ لوگ جس وقت گھاٹی سے نکل کر ایک کھلے میدان میں پہنچے تو اسلامی سواروں نے چاروں طرف سے گھیر کر قید کر لیا۔ جن کو قتیبہ نے پہلے سے چھپا رکھا تھا۔ قتیبہ نے حجاج کو اس سے مطلع کیا اور نیزک کے قتل کی اجازت طلب کی۔ چالیس روز کے بعد نیزک کے قتل کا حکم پہنچا۔ قتیبہ نے اس کو اور اس کے صول طرخون نائب جیفونہ و برادر زاد نیزک کے قتل کا حکم دے دیا۔ علاوہ ان کے اسی روز سات سو آدمیوں کو اس کے ہمراہیوں میں سے صلیب دے دی' نیزک کا سر اتار کر حجاج کے پاس اور حجاج نے ولید بن عبدالملک کی خدمت میں بھیج دیا اور جیفونہ کو رہا کر دیا۔

والی جورجان کی اطاعت: اس واقعہ کے بعد قتیبہ مرو میں واپس آیا۔ بادشاہ جورجان نے امان کی درخواست کی۔ قتیبہ نے بشرط حاضری منظور کر لیا۔ جانبین سے چند لوگ بہ طور ضمانت ایک دوسرے کے سپرد کر دیئے گئے اور بادشاہ جورجان بے خوف وخطر حاضر ہوا۔ پھر رخصت ہو کر اپنے ملک کو واپس ہوا اثناء راہ میں مقام طالقان پر پہنچ کر ۹۱ھ میں مر گیا۔

شومان کا محاصرہ: چونکہ والی شومان نے قتیبہ کے عامل کو اپنے ملک سے نکال دیا تھا اور اس کے قاصد کو جو مقررہ خراج وصول کرنے کو گیا تھا قتل کر ڈالا تھا۔ اس وجہ سے قتیبہ نے بادشاہ جورجان سے مصالحت کرنے کے بعد شومان پر فوج کشی کی اور شومان کے قریب پہنچ کر اپنے بھائی صالح کو والی شومان کے پاس بھیجا۔ صالح اور والی شومان میں بہت بڑی دوستی تھی' صالح نے اس کو بہت کچھ سمجھایا لیکن وہ انکار کرنے کے سوا لفظ اقرار اپنی زبان پر نہ لایا۔ قتیبہ نے صلح سے ناامید ہو کر شومان کا محاصرہ کر لیا اور منجنیقیں نصب کرا کے سنگ باری کا حکم دے دیا۔

فتح شومان کی گہرائی: والی شومان نے یہ سمجھ کر میں اس قلعے کو حریف کے حملہ نہ بچا سکوں گا۔ قلعہ میں جو مال واسباب و جواہرات تھے سب کو جمع کر کے ایک کنوئیں میں ڈال دیا جس کی گہرائی نامعلوم تھی بعد ازاں قلعہ کا دروازہ کھول کر لڑتا ہوا قتیبہ

کی طرف چلا۔ عساکر اسلامی نے چاروں طرف سے گھیر کر چند لمحوں میں اس کو قتل کر ڈالا اور قتیبہ نے قلعے میں داخل ہو کر اپنی کامیابی کا جھنڈا گاڑ دیا۔ جس قدر جنگ آور ہاتھ آئے مار ڈالے گئے۔ عورتوں اور بچوں کو قید کیا۔ پھر اپنے بھائی عبدالرحمٰن کو طرخون بادشاہ صغد کے پاس خراج لینے کو روانہ کیا۔ اس نے وہ مقررہ خراج جس پر اس سے مصالحت ہوئی تھی ادا کر دیا۔ اس کے بعد قتیبہ کش ونسف کی طرف بڑھا۔ اہل کش ونسف نے صلح کر لی۔ بہ وقت مراجعت قتیبہ اور اس کے بھائی سے بخارا میں ملاقات ہوئی اور یہ سب کے سب مرو کی جانب واپس ہوئے۔

اہل صغد نے عبدالرحمٰن کی واپسی کے بعد بادشاہ طرخون کو خراج دینے کی وجہ سے معزول کر کے قید کر دیا اور بجائے اس کے غورک کو تخت نشین کیا اس وجہ سے طرخون نے خودکشی کر لی۔

خوارزم شاہ: قتیبہ ۹۲ھ میں سجستان کی طرف بہ قصد رتبیل روانہ ہوا۔ رتبیل نے فوراً مصالحت کر لی۔ قتیبہ اس مہم سے واپس ہوا۔ بادشاہ خوارزم پر اس کا بھائی خرزاد جو اس سے چھوٹا تھا اس قدر غالب ہو چکا تھا کہ بادشاہ خوارزم شاہ شطرنج کی طرح نام کا بادشاہ رہ گیا تھا۔ خرزاد جو چاہتا تھا کرتا تھا' رعیت کے مال وعزت پر دست درازی کرتا اور ان کو طرح طرح کی ایذائیں دیتا تھا۔ بادشاہ خوارزم چونکہ اس کی مدافعت نہ کر سکتا تھا اس نے قتیبہ کو اپنے ملک کے حالات لکھ بھیجے اور یہ لکھا ''اگر تم میں قوت ہے تو میرے ملک پر آ کر میرے بھائی اور مخالفین سے لڑ کر قبضہ لے لو''۔ قتیبہ نے اس کو منظور کر لیا اور بادشاہ خوارزم نے اس راز سے اپنے ملک کے کسی فرد کو مطلع نہ کیا۔

قتیبہ اور خوارزم شاہ کی مصالحت: ۹۳ھ میں قتیبہ نے فوجیں مرتب کیں اور جنگ کرنے کے لئے صغد (مرو سے) خروج کیا۔ اہل خوارزم نے نہ تو جنگ کی تیاری کی اور نہ مورچے قائم کئے اور نہ دھس ودمدمے باندھے۔ قتیبہ نے خوارزم کے قریب پہنچ کر ہزارسب میں پڑاؤ کیا۔ اس وقت بادشاہ خوارزم کے مشیروں اور ارکان سلطنت کی آنکھیں کھلیں اور انہوں نے بادشاہ خوارزم کو قتیبہ سے جنگ کرنے کو کہا۔ بادشاہ خوارزم نے جواب دیا ''ہم میں اس سے لڑنے کی طاقت نہیں ہے ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ کچھ دے کر ہم مصالحت کریں جیسا کہ اور والیان ملک نے کیا ہے''۔ اراکین دولت نے اس سے اتفاق کیا۔ بادشاہ خوارزم صلح کرنے کی غرض سے شہر فیل میں آیا جو ایک نہر کے کنارے آباد اور اس کے مضبوط بلاد سے تھا اور نہر کے دوسرے کنارے پر قتیبہ اپنا لشکر لئے ہوئے پڑا تھا۔ باہم خط وکتابت صلح کی گفتگو ہونے لگی بالآخر دس ہزار غلام اور اسی قدر قیمتی کپڑے واسباب پر مصالحت ہوگئی اور اس صلح نامہ میں ایک شرط یہ اور بھی تھی کہ مہم خام جرد میں بادشاہ خوارزم عساکر اسلامیہ کو کمک دے گا۔ بعض کا بیان ہے کہ ایک کروڑ غلاموں پر صلح ہوئی تھی۔ واللہ اعلم

خام جرد کا قتل: بادشاہ خوارزم سے صلح کرنے کے بعد جو قتیبہ نے اپنے بھائی عبدالرحمٰن کو خام جرد کی طرف روانہ کیا۔ جو بادشاہ خوارزم کا جانی دشمن تھا۔ خام جرد نے مقابلہ کیا لڑائی ہوئی اثناء جنگ میں خام جرد عبدالرحمٰن کے ہاتھوں مارا گیا۔ عبدالرحمٰن اس کے ملک پر قابض ہو گیا اور اس کے چار ہزار سپاہیوں کو قید کر کے قتل کر ڈالا۔ قتیبہ نے بادشاہ خوارزم کو اس کے بھائی اور اس کے مخالفین کو گرفتار کر کے دے دیا۔ بادشاہ خوارزم نے ان سب کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور ان کے مال و

اسباب کو جمع کر کے قتیبہ کے حوالے کر دیا۔

صغد پر فوج کشی: اس کے بعد مجشر بن مخازم سلمی نے صغد پر حملہ کرنے کی رائے دی اور یہ کہا ''اگر صغد پر تمہارا قصد حملہ کرنے کا ہے تو یہ موقع بہت مناسب ہے کیونکہ ان لوگوں کا خیال ہے کہ تمہارے اور ان کے درمیان میں بہت بڑی مسافت ہے''۔ قتیبہ نے یہ رائے پسند کی اور اخفائے راز کرنے کو کہا۔ دوسرے دن اپنے بھائی عبدالرحمٰن کو بسر افسری نامور اور تجربہ کار سواروں اور تیر اندازوں کے آگے بڑھنے کا حکم دیا اور مال واسباب کو مرو کی جانب بھیج دیا۔

سمرقند کا محاصرہ: عبدالرحمٰن کی روانگی کے بعد قتیبہ نے اپنے لشکریوں کو جمع کر کے خطبہ دیا اور صغد کی زرخیزی اور سرسبزی کا ذکر کر کے اللہ کے دشمنوں سے اس کے چھین لینے کی ترغیب دی۔ سب کے سب لبیک پکار اٹھے' قتیبہ نے سامان سفر درست کر کے کوچ کر دیا اور عبدالرحمٰن کے پہنچنے کے تیسرے روز پہنچ کر سمرقند کا محاصرہ کر دیا۔ اہل شہر نے حصار سے گھبرا کر بادشاہ شاش' خاقان اور اخشاد فرغانہ سے امداد طلب کی۔ ان لوگوں نے نامور مشہور شہزادوں مرزبانوں اور شہسواروں کو منتخب کر کے بسر افسری پسر خاقان' عساکر اسلامیہ پر شب خون مارنے کو روانہ کیا۔ قتیبہ کو اس کی اطلاع ہوگئی اس نے بھی اپنے لشکر سے چھ سو سواروں کو منتخب کیا اور اپنے بھائی صالح کو ان پر مقرر کر کے اس طوفان بے تمیزی کی روک تھام پر مامور کیا۔ شب کے وقت مڈبھیڑ ہوئی فریقین جی توڑ کر لڑے۔ چار گھنٹہ کامل لڑائی ہوتی رہی۔ بالآخر سخت خون ریزی کے بعد خاقان کا لڑکا مارا گیا۔ اس کے ہمراہیوں میں سے جو اس واقعہ سے جان بر ہوئے وہ نہایت قلیل تھے مال واسباب جو کچھ تھا مسلمانوں نے لوٹ لیا۔ طلوع آفتاب کے قریب اپنے لشکر گاہ میں واپس آئے۔

قلعہ پر قبضہ: قتیبہ کی قلعہ شکن منجنیقیں جو قلعہ کے محاذات پر نصب کی گئی تھیں۔ سنگ باری کرنے لگیں۔ میدان کارزار اسلامی جنگ آوروں سے بھرا ہوا تھا۔ قلعہ کی دیواروں پر دھڑا دھڑ پتھر پڑ رہے تھے اور اہل قلعہ عساکر اسلامیہ پر تیروں کا مینہ برسا رہے تھے۔ مگر ان کو اس کی کچھ بھی پروانہ تھی' سینہ سپر ہو کر قلعہ کی طرف دوڑے جاتے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد سنگ باری کے صدمے سے قلعہ کی دیوار میں ایک بہت بڑا شگاف ہو گیا جس پر کمال تیزی سے مسلمانوں نے پہنچ کر قبضہ کر لیا' اس وقت اہل قلعہ نے مجبور ہو کر صلح کی درخواست پیش کی۔ بائیس لاکھ مثقال سالانہ پر مصالحت ہوگئی۔

مسجد کی تعمیر: سال رواں میں علاوہ اس کے تیس ہزار غلام دینے کی شرط اور اضافہ کی گئی اور یہ بھی اقرار لے لیا گیا کہ شہر لشکریوں سے قتیبہ کے رہنے کیلئے خالی کر دیا جائے تاکہ یکسوئی کے ساتھ مسجد بنا کر نماز ادا کی جائے۔ پس جب حسب شرائط شہر خالی کر دیا گیا تو قتیبہ مع اپنے لشکریوں کے شہر میں وارد ہوا۔ مسجد بنائی' نماز ادا کی' بعض کا بیان ہے کہ اہل قلعہ سے یہ بھی اقرار لے لیا گیا تھا کہ بت اور آتش کدوں کے اسباب بھی مسلمانوں کو دے دیئے جائیں گے۔ چنانچہ مسلمانوں نے پچاسی ہزار مثقال زیورات طلائی اور اسباب کو لے لیا اور بتوں کو جلا ڈالا۔ بشارت فتح کے ساتھ ایک عورت بھی جو یزدجرد کی نسل سے تھی حجاج کے پاس بھیج دیا اور حجاج نے ولید بن عبدالملک کی خدمت میں روانہ کر دیا جس سے یزید بن مہلب پیدا ہوا۔

اہل خوارزم کی سرکشی: ان واقعات کے بعد فورک کے کہنے سے قتیبہ نے سمرقند سے مرو کی جانب مراجعت کی۔ ایاس

بن عبداللہ کو جنگ پر عبید اللہ بن ابی عبید اللہ (مسلم کے غلام آزاد) کو صیغہ مال پر مامور کیا۔ اہل خوارزم نے ایاس سے سرکشی شروع کی اور اس کی مخالفت پر مجمع کرنے لگے۔ قتیبہ کو اس کی خبر لگی تو اس نے عبداللہ بن مسلم کو سند گورنری دے کر روانہ کیا اور یہ حکم دیا کہ ایاس و حیان نبطی کو سو سو درے پٹوانا اور ان کے سروں کو منڈوا دینا۔ پس جب عبداللہ مع مغیرہ بن عبداللہ کے خوارزم کے قریب پہنچا اور ان کو اس کے آنے کی اطلاع ہوئی تو ان کا بادشاہ بخوف جان بلاد ترک کی طرف بھاگ گیا۔ مغیرہ ایک معمولی جنگ کے بعد شہر میں داخل ہوا۔ جو لوگ لڑے ان کو قید کر لیا اور باقی جو رہے انہوں نے جزیہ دے کر مصالحت کر لی۔ قتیبہ نے اپنی واپسی کے بعد مغیرہ کو نیشا پور کا والی مقرر کیا۔

شاش کی فتح: ۹۴ھ میں قتیبہ نے ماوراء النہر پر چڑھائی کی اور اہل بخارا و کش و نسف و خوارزم سے امدادی فوجیں طلب کیں۔ بیس ہزار لشکر فوراً آکے جمع ہو گیا۔ قتیبہ نے ان سب کو شاش پر بھیج دیا اور خود خجندہ پر جا اترا۔ لشکر کفار بار بار حملہ کر کے آئے اور متعدد لڑائیاں ہوئیں۔ لیکن میدان مسلمانوں کے ہاتھ رہا۔ وہ لشکر جو شاش کی طرف گیا ہوا تھا اس نے بھی شاش کو بزور تیغ فتح کیا اور قتیبہ کے پاس لوٹ آیا اس وقت کشان شہر فرغانہ میں اترا ہوا تھا اس کے بعد مرو واپس آیا۔ بعض کہتے ہیں کہ حجاج نے ایک لشکر عراق سے قتیبہ کے پاس بھیجا تھا اور شاش پر جہاد کرنے کا حکم دیا تھا۔ چنانچہ اس حکم کے مطابق قتیبہ شاش کی طرف گیا اور جب اس کو حجاج کے مرنے کی خبر معلوم ہوئی تو مرو واپس آیا۔

یزید بن مہلب: ۸۰ھ میں حجاج نے یزید اور اس کے بھائیوں کو قید اور حبیب بن مہلب کو کرمان سے معزول کر دیا تھا۔ یہ لوگ قید میں ۹۰ھ تک رہے اس کے بعد حجاج تک یہ خبر پہنچی کہ اکراد نے فارس پر قبضہ کر لیا ہے۔ حجاج ان کی گوشمالی کی غرض سے بصرے کے قریب لشکر مرتب کرنے لگا اور بنو مہلب کو قید خانے سے نکال کر لشکر گاہ کے قریب ایک خیمے میں اہل شام کی حراست میں ٹھہرایا۔ پھر ان لوگوں سے ساٹھ لاکھ زر جرمانہ طلب کیا اور ادا نہ کرنے کی صورت میں ایذائیں اور تکالیف دینے کا حکم دیا۔ یزید کی بہن ہند بنت مہلب زوجہ حجاج اپنے بھائیوں کی تکلیفیں دیکھ کر رو پڑی حجاج نے طلاق دے دی۔ پھر کچھ سوچ سمجھ کر بنو مہلب کی تکلیف دہی سے رک گیا لیکن بدستور سابق قید ہی میں رکھا اور زر جرمانہ کا تقاضا کرتا رہا۔

بنو مہلب کا فرار: بنو مہلب نے موقع پا کر اپنے بھائی مروان کے پاس جو بصرے میں تھا خفیہ طور سے کہلا بھیجا کہ ہمارے لئے فلاں وقت فلاں روز گھوڑے تیار رکھنا۔ چنانچہ ایک روز شب کے وقت یزید بن مہلب نے محافظین قید خانے کے لئے اچھے اچھے کھانے پکوائے اور عمدہ و نفیس شراب منگوائی۔ جب محافظین جیل کھانے پینے میں مصروف ہوئے اور شراب پی پی کر بدمست ہو گئے تو یزید و مفضل و عبدالملک قید خانے سے بہ تبدیل لباس نکل کھڑے ہوئے۔ حبیب بن مہلب بصرے کی جیل میں تھا وہ بدستور اپنے مصائب کے دن کاٹتا رہا۔

بنو مہلب کی شام کی روانگی: صبح ہوئی تو نگہبانوں نے اس کی اطلاع حجاج کو دی۔ حجاج نے اس خیال سے کہ مبادا بنو مہلب خراسان پر قبضہ نہ کر لیں۔ ایک سریع السیر قاصد کو قتیبہ کے پاس بھیج دیا اور یہ کہلا بھیجا کہ بنو مہلب کی چالوں سے ہوشیار رہنا وہ لوگ بڑے فتنہ پرداز اور فسادی ہیں۔ یزید مع اپنے بھائیوں سے نکل کر کشتی میں سوار ہوا جو پہلے سے ان کے لئے مہیا

کی گئی تھی۔ جس وقت بطائح کے قریب پہنچا۔ مروان کے بھیجے ہوئے گھوڑے ملے۔ سب کے سب گھوڑوں پر سوار ہو کر بہ ہمراہی ایک رہبر جو بنو کلب سے تھا۔ براہ سماوہ شام کی طرف روانہ ہوئے۔ حجاج کو یہ خبر لگی تو اس نے ایک قاصد ولید بن عبدالملک کے پاس دوڑا دیا۔

بنو مہلب اور سلیمان بن عبدالملک: بنو مہلب مسافت طے کرنے کے بعد فلسطین پہنچے۔ وہب بن عبدالرحمن ازدی کے مکان پر اترے۔ سلیمان بن عبدالملک کی نظروں میں وہب کی بہت بڑی عزت تھی۔ اس نے سلیمان کے پاس جا کر بنو مہلب کی مظلومیت اور حجاج کے ظلم اور جور کو بیان کیا اور یہ کہا ''وہ لوگ حجاج کے ظلم سے تنگ ہو کر تمہارے ظل عاطفت میں پناہ گزین ہونے کو آئے ہیں''۔ سلیمان بن عبدالملک نے نہایت تشفی آمیز الفاظ میں جواب دیا ''تم ان لوگوں کو میرے پاس لاؤ میں نے ان کو پناہ دی''۔ حجاج کو اس کی اطلاع ہوئی۔ تو اس نے ولید کو لکھ بھیجا کہ بنو مہلب نے اللہ تعالیٰ کے مال میں خیانت کی ہے اور میری حراست سے بھاگ کر سلیمان سے جا ملے ہیں۔ ولید کے دل میں جو کچھ رنج و غبار بنو مہلب کی طرف سے تھا۔ وہ جاتا رہا کیونکہ اس کو نکہ وہ بھی حجاج کی طرح بنو مہلب سے خراسان کے معاملے میں ڈر رہا تھا۔ اب غصہ اس کو صرف مال کی خیانت کرنے کا رہ گیا۔ اس کے بعد سلیمان نے اپنے بھائی ولید بن عبدالملک کو اس مضمون کا خط لکھا ''یزید میرے پاس موجود ہے اور میں نے اس کو امان دے دیا ہے۔ چونکہ حجاج نے اس کو ساٹھ لاکھ جرمانہ کیا ہے۔ لہٰذا نصف میں دوں گا اور نصف تم ادا کرو''۔ ولید نے جواباً تحریر کیا ''جب تک اس کو تم میرے پاس نہ بھیج دو گے میں اس کو امان نہ دوں گا''۔ سلیمان نے لکھا ''میں خود اس کو لے کر حاضر ہوں گا''۔ ولید نے جواب میں لکھا ''اب میں اس کو امان نہ دوں گا''۔ اس پر یزید نے سلیمان سے کہا ''اب تم مجھے ولید کے پاس بھیج دو میں یہ نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے تم دونوں بھائیوں میں نااتفاقی پیدا ہو۔ البتہ تم ایک خط اس مضمون کا لکھ کر میرے ساتھ کر دو۔ کہ جہاں تک ممکن ہو امیر المؤمنین اس کے ساتھ نرمی و ملاطفت کا برتاؤ کریں''۔

بنو مہلب کو امان: سلیمان نے یزید کی رائے سے اتفاق کیا اور اپنے لڑکے ایوب کو یزید کے ساتھ روانہ کیا۔ چونکہ ولید نے لکھا تھا کہ یزید کو مقید روانہ کرنا۔ اس وجہ سے سلیمان نے اپنے لڑکے ایوب کو فہمائش کر دی کہ تم بھی یزید کے ساتھ قیدیوں کی طرح پابہ زنجیر ولید کے روبرو جانا۔ ولید اپنے بھتیجے کو یزید کے ساتھ پابہ زنجیر دیکھ کر بولا ''ہمارے کان تک سلیمان کی یہ باتیں پہنچی ہیں''۔ ایوب نے اپنے باپ کا خط نکال کر ولید کو دیا جس میں یزید کی سفارش اور مال کی ضمانت تھی۔ ولید اس کو غور سے پڑھنے لگا اور ایوب اپنے باپ کی طرف سے یزید کی سفارش کر رہا تھا اور یزید بھی معذرت کرتا جاتا تھا۔ بالآخر ولید نے یزید کا قصور معاف کر کے امان دے دی اور حجاج کو بنو مہلب سے تعرض نہ کرنے کو لکھ بھیجا۔ چنانچہ حبیب والی عبسہ جو اس کی نگرانی میں تھا رہا کر دیا گیا اور یزید سلیمان کے پاس واپس آیا۔ اکثر تحائف و نذرانے اس کے پاس بھیجتا تھا اور دعوتیں بھی کرتا تھا۔

عمر بن عبدالعزیز کی معزولی: ۹۳ھ میں عمر بن عبدالعزیز نے حجاج کے ظلم و جور و بدکرداری کی شکایت ولید کو لکھی۔

حجاج کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے بھی ایک عرض داشت بھیج دی جس میں لکھا ہوا تھا کہ "اکثر فتنہ پرداز، شورہ پشت، منافق عراق سے جلاوطن ہو کر مدینہ منورہ، مکہ معظمہ میں جا کر مقیم ہوئے ہیں، عمر بن عبدالعزیز ان کے گرفتار کرنے سے مانع ہیں اس امر سے حکومت وسلطنت میں ایک قسم کا ضعف پیدا ہوگا۔ مناسب ہے کہ یہ حجاز سے معزول کر دیئے جائیں"۔ چنانچہ ولید نے شعبان ۹۳ھ میں عمر بن عبدالعزیز کو حکومت حجاز سے معزول کر کے خالد بن عبداللہ افسری کو مکہ معظمہ اور عثمان بن حبان کو مدینہ منورہ پر مامور کیا۔ خالد نے مکہ معظمہ میں پہنچ کر کل اہل عراق کو بجبر نکال باہر کیا اور ان لوگوں کو جو عراقیوں کو اپنے گھروں میں ٹھہراتے یا ان کو کرائے پر مکان دیتے تھے۔ تحکمانہ ڈرایا دھمکایا۔

سعید بن جبیر کی گرفتاری: عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ حکومت میں اکثر اہل عراق حجاج کے ظلم وجور سے تنگ آ کر مکہ معظمہ میں چلے آتے تھے اور وہ یہاں اس کے شر سے بچ جاتے تھے۔ ازانجملہ سعید بن جبیر بھی تھے۔ جو حجاج کے خوف سے بھاگ آئے تھے۔ ان کو حجاج نے اس فوج کے وظائف ورسد دینے پر مامور کیا تھا۔ جس کو بسر افسری عبدالرحمٰن بن اشعث جنگ رتبیل پر بھیجا تھا۔ پس جب عبدالرحمٰن نے حجاج کی مخالفت پر کمر باندھی تو سعید بھی اس کے ہم آہنگ ہو گئے۔ عبدالرحمٰن شکست اٹھا کر رتبیل کے ملک میں بھاگ گیا اور سعید اصفہان چلے آئے۔ حجاج نے گورنر اصفہان کو ان کے گرفتار کرنے کو لکھا۔ گورنر اصفہان نے سعید بن جبیر کو در پردہ حجاج کے لکھنے سے آگاہ کر دیا۔ سعید اصفہان سے آذربائیجان چلے آئے۔ ایک مدت ٹھہرے رہے، پھر یہاں سے گھبرا کر مکہ آ گئے۔ مکہ معظمہ میں ان کے جیسے بہت سے آدمی حجاج کے خوف سے بھاگ آئے تھے۔ جن کا نام ونشان حجاج کے آدمیوں کو کوئی نہ بتلاتا تھا۔ خالد وارد مکہ معظمہ ہوا تو ولید کا یہ حکم صادر ہوا کہ اہل عراق کے مزاریوں کو گرفتاری کر کے حجاج کے پاس بھیج دو اس نے سعید بن جبیر مجاہد اور طلق بن حبیب کو گرفتار کر کے حجاج کے پاس روانہ کیا۔ طلق نے تو اثناء راہ میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا، باقی رہے سعید ومجاہد وہ زندہ پہنچے حجاج کے روبرو پیش کئے گئے۔

سعید بن جبیر کی شہادت: حجاج نے سعید کو گالیاں دیں سخت وسست کہہ کر بولا "میں جانتا تھا کہ تو مکہ میں ہے اور فلاں مکان میں ہے"۔ کیا میں نے تجھے اپنے کام میں شریک نہیں کیا تھا؟ اور کیا میں نے تجھے عزت نہیں دی تھی؟ سعید نے ان سب باتوں کو تسلیم کیا پھر بولا "اچھا پھر کس چیز نے تجھے میری مخالفت پر ابھارا؟" جواب دیا "میں بھی ایک انسان ہوں اور انسان سے کبھی غلطی ہو جاتی ہے"۔ حجاج یہ سن کر خوش ہو گیا تھوڑی دیر تک ادھر ادھر کی باتیں کرتا رہا۔ اتفاقاً سعید کی زبان سے اثناء کلام میں یہ نکل آیا کہ میری گردن میں اس کی (عبدالرحمٰن) کی بیعت تھی۔ حجاج کا چہرہ غصہ سے سرخ ہو گیا، غضبناک ہو کر بولا "کیا میں نے تجھ سے مکے میں ابن زبیر کے قتل کے بعد عبدالملک کی بیعت نہیں لی تھی؟ اور پھر اس کی تجدید میں نے کوفے میں نہیں کی تھی؟ غرض میں نے تجھ سے دو بار بیعت لی"۔ سعید نے اقراری جواب دیا۔ حجاج نے کہا "تو نے امیر المؤمنین کی دو بیعتیں توڑیں اور رزیل ابن رزیل (عبدالرحمٰن) کی ایک بیعت کا حق ادا کیا واللہ میں تجھے مار ڈالوں گا"۔ بولے بے شک اب میں سعید ہوں جیسا کہ میری ماں نے میرا نام رکھا ہے (یعنی میں اسم بامسمیٰ ہوں، حجاج نے لپک کر گردن اڑا دی اور جوش مسرت سے تین بار تہلیل کی پہلی مرتبہ نہایت فصاحت سے اور دو بار جلد جلد۔

بیان کیا جاتا ہے کہ حجاج اس دن بالکل مخبوط ہو گیا تھا بار بار قیودنا قیودنا کہتا تھا لوگوں نے یہ سمجھ کے کہ اس کا مقصود سعید بن جبیر کی قیود ہے۔ سعید بن جبیر کا پاؤں نصف ساق سے کاٹ ڈالا۔ اس واقعہ کے بعد حجاج جب سوتا تھا تو سعید بن جبیر کو خواب میں دیکھتا تھا کہ اس کا وہ دامن پکڑ کر کہتا ہے ((یا عدو اللہ فیما قتلتنی)) ''اے اللہ کے دشمن تو نے مجھے کس جرم میں قتل کیا ہے'' اور حجاج خوف زدہ ہو کر جاگ اٹھتا تھا اور کہتا تھا ((مالی و لسعید بن جبیر))۔

حجاج کی وفات: ماہ شوال ۹۵ھ میں گورنری عراق کے بیسویں برس حجاج کا پیام اجل آ پہنچا۔ پس وقتِ وفات اپنے بیٹے عبداللہ بن حجاج کو اپنا قائم مقام اور یزید بن ابی کبشہ کو افواج کوفہ و بصرے پر اور یزید بن ابی مسلم کو صیغہ مال پر مامور کیا۔ اس کے مرنے کے بعد ولید بن عبدالملک نے اس تقرری کو اور نیز کل عمال حجاج کو بحال و برقرار رکھا اور قتیبہ بن مسلم گورنر خراسان کو اس مضمون کا خط لکھا:

((قد عرف امیر المؤمنین بلاءک و جھدک و جھادک اعداء المسلمین و امیر المؤمنین رافعک صانع بک الذی تحب فاتمم مغادیک و انتظر ثواب ربک و لا تغب عن امیر المؤمنین کتبک حتی کانی انظر الیٰ بلادک و الثغر الذی انت فیہ))

''بے شک امیر المؤمنین اعداء المسلمین کے خلاف تمہاری جدوجہد سے واقف ہیں۔ امیر المؤمنین تمہارے اعزاز اور مرتبہ کو بلند کرنے والے ہیں۔ جس کی تم چاہتا ہے اپنے مغازی کو تمام کرو اور اجر باری تعالیٰ منتظر رہو۔ تم اپنی تحریرات اور مکاتیب کو امیر المؤمنین سے مت چھپاؤ حتیٰ کہ میں تمہارے مستقر اور شہر کو دیکھ نہ لوں''۔

محمد بن قاسم کی معزولی: جن دنوں محمد بن قاسم ملتان آیا اسی زمانے میں وہیں حجاج کے مرنے کی خبر پہنچی۔ رور و بغرور کی طرف جس کو یہ فتح کر چکا تھا لوٹا۔ پھر یہاں سے لشکر مرتب کر کے بسرامر حبیب سلماس[1] پر چڑھائی کی۔ اہل سلماس نے اور اس کے ساتھ ہی اہل سرشت نے بھی اطاعت قبول کر لی۔ اس کے بعد محمد نے کیرج[2] پر فوج کشی کی اور دُوہر مقابلے پر آیا۔ لڑائی ہوئی محمد نے اس کو شکست دے کر قتل کر ڈالا اور بزور تیغ شہر پر قبضہ کر کے جنگ آوروں کو تہ تیغ کیا اور کچھ لوگوں کو قید کر لیا۔ اس زمانے میں محمد بن قاسم ہی سندھ کا گورنر رہا۔ یہاں تک کہ سلیمان بن عبدالملک تخت حکومت پر متمکن ہوا اور اس نے محمد بن قاسم کو معزول کر کے یزید بن ابی کبشہ سکسکی کو مامور کیا۔

محمد بن قاسم کی اسیری: یزید بن ابی کبشہ نے محمد بن قاسم کو گرفتار کر کے عراق بھیج دیا۔ صالح بن عبدالرحمٰن نے واسطہ کے قید خانے میں ڈال دیا اور حجاج کے اعزہ و اقارب کے ساتھ اس کو بھی تکلیفیں دینے لگا۔ اس وجہ سے کہ حجاج نے صالح کے بھائی آدم کو خوارزم کی تحریر سے قتل کر ڈالا تھا اور جب یزید بن ابی کبشہ سندھ میں آنے کے اٹھارہویں روز مر گیا تو سلیمان بن عبدالملک نے حبیب بن مہلب کو سند گورنری سند مرحمت کی۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ ملوک سندھ اپنے اپنے ممالک پر پھر قابض و متصرف ہو گئے تھے اور حبشہ داہر برہمنا باد[3] واپس آیا تھا حبیب نے کنارہ مہران پر قیام کیا۔ اہل رود نے حاضر ہو کر اطاعت

---

[1] کامل ابن اثیر میں بجائے سلماس سلیمان لکھا ہوا ہے۔ جلد چہارم مطبوعہ مصر صفحہ ۲۸۲۔

[2] اصل کتاب میں اس مقام پر سادہ جگہ ہے یہ نام میں نے کامل ابن اثیر سے نقل کیا ہے جلد چہارم مطبوعہ مصر صفحہ ۲۸۲

[3] کامل ابن اثیر صفحہ ۲۸۲ جلد چہارم مطبوعہ مصر سے یہ نام لکھا گیا ہے اصل کتاب میں یہ خالی جگہ ہے۔

قبول کر لی اور جو لوگ لڑے ان کو حبیب نے پامال کیا۔ اس اثناء میں سلیمان بن عبدالملک مر گیا اور عمر بن عبدالعزیز مسند خلافت پر رونق افروز ہوئے۔ عمر بن عبدالعزیز نے ملوک سندھ کو خط لکھا۔ اسلام کی دعوت دی اور دائرہ اسلام میں داخل ہونے پر ان کا ملک اور ان کی جائیداد دینے اور عضو تقصیر اور مسلمانوں جیسا مساویانہ برتاؤ کرنے کا وعدہ کیا۔ چنانچہ اس تحریر کے مطابق جبشہ بن داہر اور کل ملوک سندھ مسلمان ہو گئے اور اپنے غیر اسلامی نام تبدیل کر کے اسلامی عربی نام رکھے۔

جنید بن عبدالرحمٰن: اس سرحد پر عمر بن عبدالعزیز کی طرف سے عمر بن مسلم باہلی مامور تھا۔ اس نے ہند کے بعض شہروں پر جہاد کیا اور کامیابی حاصل کی۔ بعد ازاں عہد خلافت ہشام بن عبدالملک میں جنید بن عبدالرحمٰن سندھ کا گورنر ہوا۔ دریائے مہران پر پہنچا تو جبشہ بن داہر نے عبور کرنے سے روکا اور یہ کہلا بھیجا کہ میں مسلمان ہو گیا ہوں اور مجھے ایک مرد صالح نے اس بلاد پر حکمران بنایا ہے۔ میں تم سے مطمئن نہیں ہوں لہٰذا تم مجھے ضمانت دو''۔ جنید نے ضمانت نہ دی جبشہ باغی ہو گیا۔ لڑائی چھڑ گئی جبشہ نے ہر چند روک تھام کی لیکن جنید نے لڑ بھڑ کر اپنی فوج خشکی پر اتار دی اور اس کو گرفتار کر کے قتل کر ڈالا۔ صعصعہ بن داہر نے جنید کی بدعہدی کی شکایت کرنے کو دارالخلافت کا قصد کیا۔ جنید نے اس کو نرمی و ملاطفت سے بلایا۔ جب وہ آ گیا تو اس کو بھی قتل کر ڈالا۔

کیرج اور کباش پر فوج کشی: ان واقعات کے بعد جنید نے کیرج (ہندوستان کے آخری حصے) پر عہد شکنی کی وجہ سے فوج کشی کی اور کباش[2] کے ذریعہ سے شہر پناہ کی دیواریں توڑ کر شہر میں گھس گیا۔ جس قدر سپاہی ملے سب کو قتل کر ڈالا' عورتوں اور مردوں کو گرفتار کر کے لونڈی غلام بنا لیا۔ مال و اسباب جو کچھ پایا لوٹ لیا۔ قبضہ حاصل کرنے کے بعد عمال کو مرشد' مندل' دہنج اور بیرونج کی طرف روانہ کیا اور ایک لشکر ارین پر شب خون مارنے کو بھیجا جس نے ارین کے شہروں کو لوٹ لیا اور جلا کر خاک وسیاہ کر دیا۔ ان لڑائیوں میں جو مال غنیمت جنید کو حاصل ہوا اس کی تعداد چالیس کروڑ بیان کی جاتی ہے۔

جنید کی وفات: چونکہ جنید روزانہ لڑائیوں سے تھک گیا تھا۔ آرام کرنے کی غرض سے اس نے تمیم بن زید قینی کو عارضی طور پر اپنا قائم مقام مقرر کیا۔ دیبل کے قریب تھوڑے دنوں بعد مر گیا تمیم نہایت سست و کاہل تھا۔ اس کے زمانے میں امراء اسلام عساکر اسلامیہ بلاد ہند کو چھوڑ چھوڑ کر چلے آئے تھے۔ اس کے بعد حکم بن عوام کلبی ان عمالک کا گورنر ہوا۔

المنصورہ کی تعمیر: ان دنوں اہل ہند میں بغاوت پھوٹ نکلی تھی۔ اہل قصہ کے علاوہ سب باغی ہو گئے تھے۔ حکم نے ایک شہر بنام نہاد محفوظ آباد کیا۔ جو فوجی ضرورتوں کے لحاظ سے چھاؤنی کا کام دیتا تھا۔ عمر بن محمد قاسم فاتح سندھ بھی اس کے ہمراہ تھا۔ بڑے بڑے ذمہ داری کے کام اس کے سپرد تھے۔ محفوظ سے اس نے کئی مرتبہ جہاد کیا اور مظفر و منصور ہو کر واپس آیا۔ رفتہ رفتہ اس کی حکومت کا سکہ والیان ملک کے دلوں پر بیٹھ گیا۔ اس نے ایک دوسرا شہر آباد کیا جس کا نام المنصورہ رکھا۔ یہ وہی

---

[1] کامل ابن اثیر مصر جلد چہارم صفحہ ۲۸۳۔

[2] کباش زمانہ قدیم میں ایک آلہ لکڑی اور لوہے کا بنایا جاتا تھا اور اس کو حکمت عملی آہستہ آہستہ چلاتے تھے جس سے بڑی بڑی مضبوط دیواریں منہدم ہو جاتی تھیں اور اب یہ آلہ منجنیق کی طرح معدوم ہو گیا۔

المنصورہ ہے جو امراء سندھ کا دارالحکومت رہا ہے تھوڑے ہی عرصہ میں دشمنانِ دین کے قبضہ سے سندھ کے تمام علاقے پھر چھین لئے اور اپنے عدل وانصاف سے اہل ملک کو خوش کر دیا۔ کچھ عرصے بعد حکم مار ڈالا گیا اور دولت امویہ انتظام مملکت ہند سے مجبور ومعذور ہوگئی۔ بقیہ حالات سندھ کے' مامون الرشید کے حالات میں بیان کئے جائیں گے۔

فتح کاشغر: ۹۶ھ میں قتیبہ نے بہ قصد ملک چین لشکر آرائی کی اور لشکریوں کو مع ان کے اہل وعیال کے لے کر نکلا اور سمرقند پہنچ کر ان لوگوں کے قیام کا انتظام کر کے فارغ البالی کے ساتھ چین پر دھاوا کیا۔ نہر عبور کر کے مسلحہ[1] کو گھاٹ پر ٹھہرایا کہ لشکریوں کو بلا اجازت واپس نہ آنے دے' فوج کے مقدمۃ الجیش کو کاشغر کی طرف بڑھنے کا حکم دیا جس نے کاشغر کو بہ زور تیغ فتح کیا۔ بے حد مال غنیمت ہاتھ آیا قیدیوں کی گردنوں پر غلامی کی مہریں کر دیں۔

قتیبہ اور شاہ چین: قتیبہ فتح یابی اور جہاد کے جوش میں چین تک بڑھتا چلا گیا۔ بادشاہ چین نے لکھ بھیجا ''چند آدمیوں کو شرفاء عرب سے ہمارے پاس بھیج دو جو تمہارے حالات اور مذہب سے ہم کو آگاہ کریں''۔ قتیبہ نے عرب کے دس مشہور آدمیوں کو جس میں ہبیرہ بن شمرج کنانی بھی تھا نفیس پوشاکیں عمدہ عمدہ گھوڑوں پر مختلف ساز وسامان کے ساتھ بادشاہ چین کے پاس روانہ کیا اور یہ سمجھا دیا کہ بادشاہ چین سے کہہ دینا کہ اگر وہ مسلمان نہ ہوا تو قتیبہ جب تک اس کے ملک کو پامال نہ کر لے گا اور اس سے خراج نہ لے لے گا ہرگز واپس نہ جائے گا۔ پہلے روز بادشاہ چین کے دربار میں یہ لوگ اس ہیئت سے گئے کہ عمدہ وقیمتی زنجیریں گلے میں پڑی ہوئی تھیں۔ نفیس نفیس چادریں اوڑھے ہوئے تھے بالوں میں خوشبودار تیل پڑا ہوا تھا۔ موزے پہنے' عطر لگائے ہوئے تھے۔ بادشاہ چین ایک سکوت کے عالم میں بیٹھا ان لوگوں کو دیکھتا رہا اور حاضرین دربار بھی ان سے ہم کلام نہ ہوئے واپسی کے بعد کہنے لگے ''یہ لوگ مرد نہیں ہیں بلکہ عورتیں ہیں یہ کیا لڑیں گے''۔ دوسرے روز پھر یہ لوگ گئے لیکن آج دوسرے لباس اور ہیئت میں تھے۔ مخطط ورنگین چادریں اوڑھے ہوئے تھے سروں پر ریشمی عمامے اور لمبی لمبی عبائیں زیب بدن تھیں' بادشاہ چین نے کچھ گفتگو نہ کی۔ تھوڑی دیر بیٹھ کر واپس آئے۔ مراجعت کے بعد یہ رائے قائم کی کہ آج ان کی صورتیں مردوں سے ملتی ہیں۔ پھر تیسرے روز بلائے گئے تو اس صورت سے کہ سروں پر بجائے عمامہ کے خود تھا' زرہ' بکتر' چار آئینہ پہنے ہوئے کمر سے تلوار لگی ہوئی۔ نیزے آڑے کئے ہوئے ترکش اور کمانوں کو پشت پر لگائے ہوئے عربی گھوڑوں پر سوار گئے اور کھڑے ہی کھڑے واپس آئے۔ آج کا منظر ایسا تھا کہ بادشاہ چین کے دل میں ان کی ہیبت سما گئی درباری دیکھ کر سہم گئے۔

بادشاہ چین نے ان کے سردار ہبیرہ بن شمرج کو بلا کر مختلف لباس میں آنے کی وجہ دریافت کی۔ ہبیرہ نے جواب دیا ''پہلے روز ہم جس لباس میں آئے تھے وہ لباس گھروں میں پہننے کا ہے۔ دوسرا لباس وہ ہے جس کو ہم اپنے امراء کی خدمت میں جانے کے وقت زیب تن کرتے ہیں اور تیسرا وہ ہے جس کو ہم دشمن کے مقابلے پر پہن کر جاتے ہیں''۔ بادشاہ چین یہ سن کر ہنس پڑا اور پھر کچھ سوچ کر کہنے لگا ''تم نے میرے ملک کی وسعت دیکھ لی ہے اور تم کو یہ بھی معلوم ہو گیا کہ مجھ کو کوئی شخص تم

---

[1] مسلحہ لشکر کے اس حصہ کو کہتے ہیں جو کسی ضرورت کے لحاظ سے راستہ پر ٹھہرا دیا جاتا ہے۔

سے نہیں روک سکتا اور مجھے تمہاری کمی کا حال معلوم ہے لہٰذا تم اپنے امیر سے جا کر کہہ دو کہ وہ یہاں سے الٹے پاؤں لوٹ جائے ورنہ میں ایسے لوگوں کو مامور کروں گا جو تم سب کو ہلاک کر ڈالیں گے''۔

شاہ چین سے مصالحت: ہبیرہ نے ترش رو ہو کر کہا'' ہم تم سے کسی طرح کم نہیں ہیں' ہمارے سواروں کا پہلا حصہ تمہارے ملک میں ہوگا اور اس کا آخری حصہ زیتون کے باغوں میں' باقی رہی قتل کی دھمکی۔ اس سے ہم کو کچھ اندیشہ نہیں ہے اور نہ اس سے ہم ڈرتے ہیں۔ ہماری موت کا دن مقرر ہے جب وہ آ جائے گا تو ہم اس سے متجاوز نہ ہوں گے اور بات تو یہ ہے کہ ہمارے امیر نے قسم کھالی ہے کہ جب تک تمہاری زمین کو پامال نہ کرلے گا اور تمہارے ملوک کی گردنوں پر مہریں نہ لگا لے گا اور تم سے خراج نہ لے لے گا ہرگز واپس نہ ہوگا''۔ بادشاہ چین بولا'' ہم تمہارے امیر کی قسم پوری کر دیں گے۔ تھوڑی مٹی بھیجے دیتے ہیں اس کو وہ پامال کر دیں اور ہمارے لڑکوں کی گردنوں پر مہریں لگا دیں اور ہم ایسا ہدیہ بھیجیں گے جس سے وہ خوش ہو جائے گا''۔ ہبیرہ یہ سن کر خاموش ہو گیا۔ بادشاہ چین نے ایک ٹوکری مٹی منگوا کر ساتھ کر دی اور تحائف وہدیے دے کر رخصت کیا۔ قتیبہ کے پاس پہنچ تو اس نے مٹی کو اپنے پاؤں سے روندا۔ لڑکوں پر غلامی کا نشان بنا کر لوٹا دیا اور جزیہ (خراج) جو اس نے بھیجا تھا قبول کر لیا۔

ولید بن عبدالملک کی وفات: اس کے اگلے دن اپنے ملک کو واپس ہوا اور ہبیرہ کو وفد بنا کر ولید کی طرف روانہ کیا۔ جب یہ فرات پر پہنچا تو ولید کے مرنے کی خبر ملی۔ ۱۵ جمادی الثانی ۹۶ھ کو (دمشق میں) ولید[1] بن عبدالملک نے وفات پائی۔ عمر بن عبدالعزیز نے نماز جنازہ پڑھائی۔ یہ بہترین خلفاء بنی امیہ تھا اس نے تین مسجدیں بنوائیں مسجد منورہ' مسجد قدس وبیت المقدس اور مسجد دمشق[2]۔ مسجد دمشق کی جگہ پر کلیسا تھا جس کو ولید نے تڑوا کر مسجد بنوائی تھی عمر بن عبدالعزیز سے اس کی شکایت کی گئی تو یہ جواب دیا کہ'' ہم تمہارا یہ کلیسا تم کو دے دیں گے البتہ کلیسا توما منہدم کرا دیں گے کیونکہ شہر کے باہر ہے اور بہ زور تیغ فتح کیا گیا ہے اور وہاں پر مسجد بنوائیں گے''۔ عیسائی یہ سن کر خاموش اور اپنے دعوے سے دست کش ہو گئے۔

ولید کے زمانے خلافت میں اندلس[3] کاشغر' ہند[4] وغیرہ مفتوح ہوئے۔ نفیس مزاج اور ضیاع[5] کو پسند کرتا تھا۔ سبزی

---

۱ ابوالعباس اس کی کنیت تھی اڑتالیس برس کی عمر پائی نو برس آٹھ مہینے حکومت کی۔ بہ وقت وفات چودہ اولادیں اس کی موجود تھیں۔ المعارف لابن قتیبہ' مطبوعہ مصر' صفحہ ۱۲۳۔

۲ ۸۷ھ میں جامع دمشق کی بنا پڑی تھی۔ تاریخ الخلفاء' علامہ سیوطی' مطبوعہ لاہور' صفحہ ۱۵۲۔

۳ اندلس بہ تمامہ ۹۲ھ میں مفتوح ہوا تھا۔ طارق بن زیاد' موسیٰ بن نصیر کے آزاد غلام نے بارہ ہزار فوج کی جمعیت سے چڑھائی کی تھی اس کے بادشاہ کا نام آذر نیوق تھا۔ تاریخ کامل ابن اثیر' جلد چہارم' مطبوعہ مصر۔

۴ علاوہ ان ملکوں کے اسی کے عہد خلافت ۸۷ھ میں بیکند' بخارا' سردانیہ' مطمورہ' قمقیم' بحیرہ فرسان اور ۸۸ھ میں جرثومہ' طوانہ اور ۸۹ھ میں جزیرہ منورقہ' میورقہ اور ۹۱ھ میں نسف' نخشب' کش' شومان' مدائن اور آذربائیجان کے چند قلعہ اور ۹۲ھ میں ملک اندلس وشہر ارمائیل' قتربون اور ۹۳ھ میں دیبل' کیرج' برہم جہ' بیضا' خوارزم' سمرقند' سغد اور ۹۴ھ میں کابل' فرغانہ' شاش' سندھ اور ۹۵ھ میں موقان' باب اور ۹۶ھ میں طوس مفتوح ہوئے۔ تاریخ الخلفاء' علامہ سیوطی' مطبوعہ لاہور' صفحہ ۲۵۲۔

۵ ضیاع ایک خوشبو کا نام ہے۔

فروش کی طرف گزر ہوتا تو اس سے دریافت کرتا تھا'' یہ ڈھیر ترکاریوں کی کس قیمت کا ہے؟'' جو کچھ وہ بتلاتا تھا اس سے دو چند کر کے کہتا اس کو اتنی قیمت پر فروخت کرنا' قرآن شریف کی تلاوت تین دن میں اور رمضان میں دو روز میں ختم کرتا تھا۔ اس نے اپنے بھائی سلیمان کو ولی عہدی سے معزول کرنے اور اپنے لڑکے عبدالعزیز کی بیعت لینے کا قصد کیا لیکن سلیمان نے اس سے انکار کیا۔ ولید نے اپنے گورنروں سے اس کی بابت خط وکتابت کی۔ کسی نے سوائے حجاج وقتیبہ اور بعض خاص خاص امراء کے قبول نہ کیا۔ پھر ولید نے سلیمان کو معزول کرنے کی غرض سے بلا بھیجا اس نے آنے میں تاخیر کی۔ تب خود ولید اس کے پاس جانے پر تیار ہو گیا۔ وہ تیاری ہی کر رہا تھا کہ پیام اجل آ پہنچا۔

باب : ۶

سلیمان بن عبدالملک ۹۶ھ تا ۹۹ھ

بیعت خلافت: ولید بن عبدالملک کے مرنے کے بعد اسی دن سلیمان بن عبدالملک کے ہاتھ پر لوگوں نے مقام ایلہ میں بیعت کی۔ تخت خلافت پر بیٹھتے ہی انتظام میں مصروف ہوا۔ عثمان بن حبان کو آخری رمضان ۹۶ھ میں مدینہ منورہ سے معزول کر کے ابوبکر بن محمد بن عمر بن حزم کو مامور کیا۔ حجاج کے مقرر کیے ہوئے گورنروں کو ولایت عراق سے معزول کر کے یزید بن مہلب کو مصرین (کوفہ وبصرہ) کی حکومت بجائے یزید بن ابی مسلم کے مرحمت کی۔ پس یزید نے اپنے بھائی زیاد کو عمان کا والی بنا کر بھیج دیا۔

چونکہ سلیمان بن عبدالملک کو حجاج اور اس کے گورنروں سے ایک قسم کا ملال تھا اور اس کے ظلم و جور کی شکایتیں اکثر پہنچا کرتی تھیں۔ اس وجہ سے اس نے تخت خلافت پر قدم رکھتے ہی یزید بن مہلب کو آل ابی عقیل (یعنی قوم حجاج) کے ذلیل و خوار کرنے کا حکم دیا اور طرح طرح کی سزائیں ان کے لئے مقرر کیں۔ یزید نے اپنی طرف سے عبدالملک بن مہلب کو اس کام پر مامور کیا۔

قتیبہ کی مخالفت: جوں ہی سلیمان بن عبدالملک تخت خلافت پر متمکن ہوا۔ قتیبہ کے ہوش وحواس جاتے رہے۔ کیونکہ اس نے سلیمان کے معزول کرنے میں ولید کی موافقت کی تھی۔ اسنے اس خیال سے کہ مبادا سلیمان خراسان کی گورنری مجھ سے چھین کر یزید بن مہلب کو نہ دے دے' لوگوں کو اس کی مخالفت اور خلع خلافت پر ابھارنے لگا۔ اس پر بھی صبر نہ آیا تو ایک خط[1]

---

[1] تاریخ کامل ابن اثیر جلد پنجم صفحہ ۵ مطبوعہ مصر میں لکھا ہے کہ قتیبہ نے تین خط یکے بعد دیگرے سلیمان کو تحریر کئے تھے اور ہر سہ خطوط کو ایک ہی قاصد کی معرفت بھیجا تھا اور یہ سمجھا دیا تھا کہ اگر سلیمان پہلا خط پڑھ کر یزید کو دے دے تو دوسرا خط دینا۔ پس اگر اس کو بھی پڑھ کر یزید کو دے دے تو تیسرا خط دینا اور اگر پہلا ہی خط پڑھ کر خاموش ہو جائے اور خط کو یزید کے حوالے نہ کرے تو ان دونوں پچھلے خطوط کو نہ دینا۔ پہلے خط میں سلیمان کو تخت خلافت پر بیٹھنے کی مبارکباد اور اپنے حسن خدمات وکارگزاریوں کا اظہار کیا تھا اور یہ بھی اسی خط میں تحریر کیا تھا کہ اگر مجھے آپ میرے عہدے پر بحال رکھیں گے تو میں اسی طرح رہوں گا جیسا کہ عبدالملک و ولید کا فرماں بردار تھا۔ دوسرے خط میں اپنی عظمت وجلال وہیبت اور ملوک عجم کے ڈرنے کا حال اور اہل مہلب کی برائیاں لکھی تھیں اور اس امر کو بھی ظاہر کیا تھا کہ اگر تم یزید بن مہلب کو خراسان کا گورنر مقرر کرو گے تو میں اس کو معزول کر دوں گا تیسرے خط میں لکھا تھا کہ اگر تم میری مخالفت کرو گے تو میں تمہاری خلع خلافت کر دوں گا۔ سلیمان نے پہلا اور دوسرا خط پڑھ پڑھ کر یزید کو دے دیا۔ لیکن تیسرے خط کو پڑھتے ہی چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا اور اس کو سربمہر کر کے اپنے پاس رکھ لیا اور رات کے وقت قاصد کو بلا کر جائزہ دیا اور سند گورنری خراسان لکھ کر اپنے خاص قاصد

اس مضمون کا کہ ''اگر تم مجھے میں جس عہدے پر ہوں بحال نہ رکھو گے اور امان نہ دو گے تو میں بے شک تم کو خلافت سے معزول کر دوں گا اور اس قدر سوار اور پیادوں کو جمع کر دوں گا کہ تمہارا قافیہ تنگ ہو جائے گا''۔ لکھ کر قاصد کی معرفت سلیمان کے پاس روانہ کیا۔ سلیمان نے اس کو امان دی اور سند گورنری خراسان لکھ کر اپنے قاصد کے حوالے کر دیا اور مزید احتیاط کے خیال سے اپنا ایک خاص قاصد ہمراہ کر دیا۔ حلوان میں یہ دونوں قاصد پہنچے تو معلوم ہوا کہ قتیبہ نے سلیمان بن عبدالملک کی مخالفت پر کمر باندھ لی ہے (اس وجہ سے سلیمان کا قاصد لوٹ آیا) قتیبہ نے قاصد روانہ کرنے کے بعد سلیمان کی معزولیت کی بابت اپنے بھائیوں سے مشورہ کیا عبدالرحمن بن مسلم (اس کے بھائی) نے کہا ''خط کے جواب کا تو انتظار کر لو اور اگر خلع خلافت مدِ نظر ہے تو سمرقند چل کر قیام کرو اور وہاں پر اس کام کو چھیڑو عبداللہ بن مسلم (اس کے دوسرے بھائی) نے رائے دی کہ جہاں تک ممکن ہو اس کام کو عجلت کے ساتھ انجام دو۔ قتیبہ نے اس رائے سے اتفاق کیا اور لوگوں سے سلیمان اور اس کے عمال کی برائیاں بیان کر کے خلع خلافت کرنے کو کہا مگر کسی نے منظور نہ کیا۔ قتیبہ کو غصہ آ گیا اور ایک ایک قبیلہ کو گالیاں دے کر ان کی برائیاں اور مذمتیں بیان کیں۔ اپنی اور اپنے باپ کے قبیلہ و شہر کی تعریف کی۔ اس سے لوگوں کے تیور بدل گئے غصہ سے آنکھیں سرخ ہو گئیں۔ سب کے سب سلیمان کے خلع خلافت کی بجائے قتیبہ کے خلع امارت و مخالفت پر تل گئے۔ قتیبہ کے دوست اور مشیر ملامت کرنے لگے۔ قتیبہ نے جواب دیا ''جب تم لوگوں نے میری بات منظور نہ کی تو مجھے غصہ آ گیا اور اس غصے کی حالت میں میں نہیں جانتا کہ میں کیا کہہ گیا''۔

قتیبہ اور حیان نبطی: سب سے پہلے ازد نے سرگوشیاں شروع کیں حصین بن منذر کے پاس گیا اور یک زبان ہو کر کہنے لگا ''تمہاری کیا رائے ہے قتیبہ تو ہم کو فتنہ و فساد فی الدین کی طرف بلاتا ہے اور گالیاں دیتا ہے''۔ حصین نے ان کی کارگزاریوں اور لڑائیوں کی تعریف کر کے کہا ''خراسان میں مضر زیادہ ہیں اور اکثر تمیمی وہیں موجود ہیں اور یہ لوگ سوائے اپنے اور کسی کی سرداری پر راضی نہ ہوں گے اگر تم ان سے مخالفت کرو گے تو یہ لوگ قتیبہ کے معاون و مددگار ہو جائیں گے اور میں اس کام کے لئے وکیع کو زیادہ مناسب سمجھتا ہوں'' اور چونکہ قتیبہ نے وکیع کو معزول کر کے ضرار بن حصین ضبی کو بجائے اس کے مامور کیا تھا اس وجہ سے وکیع قتیبہ سے کشیدہ خاطر تھا۔ حیان نبطی (مولی بنی شیبان) نے بھی حصین بن منذر کی تائید کی۔ لوگ درپردہ ایک دوسرے سے ملنے جلنے اور اس کی بابت سرگوشیاں کرنے لگے۔ حیان نبطی نے وکیع کو راضی کرنے کا بیڑہ اٹھا لیا۔ قتیبہ کو یہ خبر معلوم ہوئی تو اس نے اپنے خادم کو یہ حکم دیا کہ جس وقت حیان میرے پاس آئے قتل کر ڈالنا اتفاق سے دوسرے خادم نے اس کو سن لیا اور اس نے حیان کو اس سے آگاہ کر دیا۔ جب قتیبہ نے اس کو بلایا تو بیماری کا بہانہ کر کے حاضر نہ ہوا۔

قتیبہ کے خلاف سازش: اس اثناء میں لوگ جمع ہو کر وکیع کے پاس گئے اور قتیبہ کی معزولیت اور مخالفت کرنے کی غرض سے اس کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ مبایعین میں اہل بصرہ و عالیہ کے جنگ آور نو ہزار بکر کے سات ہزار جن کا سردار حصین بن منذر تھا۔ تمیم کے دس ہزار جن پر ابن زحر امیر تھا موالی (آزاد غلام) سات ہزار جو حیان نبطی کے ماتحت تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ دیلم سے تھا اور نبطی لکنت کی وجہ سے کہتے تھے۔ اس نے وکیع سے یہ شرط کر لی تھی کہ شرقی جانب نہر بلخ کا خراج جب تک میں زندہ ہوں مجھے معاف کر دیا جائے۔ وکیع نے اس کو منظور کر لیا رفتہ رفتہ یہ خبر قتیبہ کے کان تک پہنچ گئی۔ ضرار بن سنان ضبی

نے بھی در پردہ جب وکیع کے ہاتھ پر بیعت کی تو بھی قتیبہ تک یہ خبر پہنچائی گئی۔ قتیبہ نے وکیع کو بلا بھیجا۔ وکیع نے بیماری کا حیلہ کیا قتیبہ نے صاحب شرطہ (سپرنٹنڈنٹ پولیس) کو وکیع کے گرفتار کر لانے کو بھیجا اور یہ حکم دیا کہ اگر وہ آنے سے انکار کرے تو سر اتار لانا۔ وکیع یہ پیام سن کر گھوڑے پر سوار ہوا اور لوگوں میں منادی کرادی ہر چہار طرف سے لوگ جمع ہو کر آ پہنچے۔ قتیبہ کے پاس بھی اس کے گھرانے والے اور خواص واحباب و بنو اعمام آ کر جمع ہو گئے۔ منادی ایک ایک قبیلہ کا نام لے کر پکارنے لگا۔ سب کے سب الٹا پلٹا جواب دینے لگے پھر جب وہ کہتا ''اے بنو فلاں'' تو وہ لوگ بول اٹھتے تھے'' کیسے تم نے ذلیل کیا'' پھر منادی نے قتیبہ کے کہنے سے پکار کر کہا'' اللہ کو یاد کرو رحمی تعلقات کا خیال کرو''۔ بلوائیوں نے جواب دیا'' تم نے صلہ رحمی کو منقطع کیا''۔ پھر منادی نے ندا دی'' تم پر میرا عتاب ہے''۔ بلوائی بولے'' نہیں اللہ ہمارے لئے ہے''۔

قتیبہ کا قتل: قتیبہ نے ان لوگوں کی اعانت سے نا امید ہو کر سواری کے لئے اپنا گھوڑا طلب کیا' بلوائیوں نے روک دیا۔ مجبور ہو کر قتیبہ اپنے شہ نشین میں چلا آیا اس عرصے میں حیّان نبطی عجمیوں کو لئے ہوئے آ پہنچا۔ عبداللہ برادر قتیبہ نے بلوائیوں پر حملہ کرنے کو کہا حیان نے حیلہ حوالہ کر دیا اور اپنے لڑکے سے مخاطب ہو کر کہا'' دیکھنا جب میں اپنی ٹوپی الٹ دوں اور میں لشکر وکیع کی طرف مائل ہوں تو تم عجمی لشکر لے کر فوراً آ جانا''۔ پس جب حیان نے اپنی ٹوپی الٹ دی تو عجمی لشکر صف باندھ کر وکیع کے پاس جا پہنچا۔ صالح برادر قتیبہ کو تیر مارا زخمی ہو کر قتیبہ کے پاس اٹھا لے گئے۔ بعد ازاں بلوائیوں نے ہلہ مچا دیا۔ شور وغل مچاتے ہوئے عبدالرحمٰن تک پہنچ گئے۔ جس جگہ قتیبہ کے اونٹ اور سواری کے گھوڑے بندھے ہوئے تھے اس میں آگ لگا دی اور لوٹتے ہوئے خیمہ تک جا پہنچے اور رسیاں کاٹ دیں خیمہ گر گیا قتیبہ کا بدن زخموں سے پاش پاش ہو گیا۔ بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑا بلوائیوں نے فوراً سر اتار لیا۔ اس واقعہ میں اس کے ساتھ اس کے بھائی عبدالرحمٰن' عبداللہ' صالح' حصین عبدالکریم' مسلم اور اس کے بہت سے لڑکے مارے گئے۔ بعض کہتے ہیں کہ عبدالکریم قزوین میں مارا گیا۔

غرض وہ لوگ جو قتیبہ کے خاندان سے تھے اور اس واقعہ میں کام آئے گیارہ مرد تھے۔ عمر بن مسلم برادر قتیبہ اپنے ماموں بنو تمیم کی وجہ سے بچ گیا۔

قتیبہ کے قتل کے بعد وکیع منبر پر چڑھا اور اپنی اور اپنے کاموں کی تعریف میں اشعار پڑھے اور قتیبہ کی مذمت بیان کی اور اپنے ہمراہیوں کے ساتھ حسن سلوک کا وعدہ کیا۔ بعد ازاں قتیبہ کا سر اور انگوٹھی ازد سے طلب کی اور نہ دینے پر دھمکایا۔ پس بنو ازد نے سر اور انگوٹھی کو پیش کر دیا۔ وکیع نے سلیمان بن عبدالملک کی خدمت میں بھیج دیا اور حیان نبطی سے جو وعدہ واقرار کیا تھا۔ اس کو پورا کیا۔

یزید بن مہلب کا امارت عراق پر تقرر: جب سلیمان بن عبدالملک نے یزید بن مہلب کو صوبہ عراق کی گورنری مرحمت کی اور صیغہ جنگ وامامت وخراج پر بھی اسی کو مامور کرنا چاہا تو اس نے اس خیال سے کہ اگر میں خراج کے وصول کرنے میں لوگوں پر سختی کروں گا تو حجاج کی طرح میری بھی برائیاں عالمگیر ہو جائیں گے اور اگر کوتاہی ونرمی کا برتاؤ کروں گے تو سلیمان کو ناگوار گزرے گا اس خدمت کے قبول کرنے سے معذرت کی اور سلیمان بن عبدالملک نے یزید کی تحریک سے صالح

بن عبدالرحمٰن (خادم تمیم) کو صیغہ مال (خراج) پر متعین کر کے یزید سے قبل روانہ کر دیا۔ پس جب یزید وارد عراق ہوا تو صالح نے اسے تنگ کرنا شروع کیا اور تو کچھ بن نہ پڑا یزید کی فضول خرچی پر معترض ہوا (اس کے دستر خوان پر ہزار خوان آتے تھے ان کی قیمت مجرا کرنے کو کہا) یزید اس کی تنگ ظرفی سے تنگ ہی ہو رہا تھا کہ خراسان سے قتیبہ کے مارے جانے کی خبر آئی اور اس کے دل میں خراسان کی گورنری کا شوق پیدا ہوا فوراً عبداللہ بن الاہتم کو سمجھا بجھا کر سلیمان کے پاس ایک قاصد کے ہمراہ روانہ کیا اور یہ تاکید کر دی کہ سلیمان پر میری تمنا ظاہر نہ ہونے پائے۔

یزید بن مہلب بحیثیت گورنر خراسان: سلیمان بہ وقت ملاقات علی سبیل تذکرہ کہنے لگا ''یزید نے مجھے لکھا ہے کہ تم عراق (وخراسان) کا حال خوب جانتے ہو''۔ عبداللہ بن الاہتم نے جواب دیا ''ہاں! اے امیر المؤمنین میں وہیں پیدا ہوا اور وہیں نشوونما پائی''۔ سلیمان یہ سن کر گورنری خراسان کی بابت مشورہ کرنے لگا۔ جس جس کو نام زد کرتا تھا عبداللہ بن الاہتم ان پر ایک نہ ایک عیب لگا دیتا تھا۔ موقع پا کر وکیع کی بدعہدی اور بے وفائی کا بھی ذکر کر دیا۔ سلیمان نے مجبور ہو کر کہا ''اچھا تم ہی کسی کو نام زد کر دو''۔ عبداللہ بن الاہتم نے کہا ''اگر امیر المؤمنین اخفاء راز کا وعدہ فرمائیں اور یہ بھی اقرار کریں کہ میں جس کو نامزد کروں گا اگر اس کو یہ معلوم ہو جائے تو مجھ کو اس کے شر سے آپ بچائیں گے کیونکہ وہ اس کو پسند نہ کرے گا''۔ سلیمان بن عبدالملک نے کہا ''میں یہ سب شرطیں منظور کرتا ہوں''۔ عبداللہ بن الاہتم نے کہا ''وہ یزید بن مہلب ہے''۔ سلیمان بن عبدالملک کو اس سے تعجب ہوا متحیر ہو کر بولا ''اس کو تو عراق زیادہ پسند ہے''۔ عبداللہ بن الاہتم نے کہا ''میں یہ جانتا ہوں کہ اس کو یہ ناگوار ہوگا لیکن جب آپ کا حکم صادر ہوگا تو چار و ناچار عراق پر کسی کو اپنا نائب بنا کر خراسان کی گورنری پر چلا جائے گا''۔ چنانچہ سلیمان بن عبدالملک نے اس مشورے کے مطابق یزید بن مہلب کے نام سند گورنری خراسان لکھ دی اور ایک قاصد کی معرفت بہ ہمراہی عبداللہ بن الاہتم روانہ کیا۔

یزید بن مہلب نے سند گورنری خراسان پاتے ہی پہلے اپنے لڑکے معاذ کو خراسان کی طرف روانہ کیا۔ بعد ازاں واسطہ پر جراح بن عبداللہ حکمی کو اپنا نائب بنایا۔ بصرہ پر عبداللہ بن بلال کلابی کو اور کوفہ پر حرملہ بن عمیر لخمی کو مامور کر کے خراسان کی طرف کوچ کیا لیکن اس کو چند مہینوں کے بعد معزول کر کے بشیر بن حیان نہدی کو مقرر کیا' چونکہ قیس کا یہ خیال تھا کہ قتیبہ نے سلیمان بن عبدالملک کی خلافت سے انکار نہیں کیا اس وجہ سے وہ لوگ خون قتیبہ کا معاوضہ طلب کر رہے تھے۔ سلیمان بن عبدالملک نے یزید کو ایک ہدایتی خط لکھ بھیجا کہ اگر بنو قیس قتیبہ کے خلع خلافت نہ کرنے پر شہادت پیش کر کے ثابت کر دیں تو وکیع کو قید کی سزا دینا۔

بیرونی مہمات: زمانہ وفات امیر معاویہؓ سے بوجہ حادثات فتنہ وفساد خانہ جنگیوں کے صوائف[1] شام بالکل بیکار و معطل ہو گئے۔ عہد حکومت عبدالملک میں جس وقت آپس کی نا اتفاقی حد سے متجاوز ہو گئی تھی رومیوں نے موقع پا کر مسلمانان شام پر لشکر

[1] صوائف وہ لشکر ہے جو موسم صیف (گرمی) میں حدود مملکت اسلامیہ کی حفاظت اور کفار سے جنگ کرنے پر مامور ہوتا ہے۔

کشی کر دی تھی۔ عبد الملک نے والی قسطنطنیہ سے دب کر اس شرط سے مصالحت کر لی تھی کہ ہر جمعہ کو ایک ہزار دینار ادا کیا کرے گا یہ واقعہ ۷۰ھ کا ہے۔ جب کہ امیر معاویہ کو وفات کئے ہوئے دس برس گزر چکے تھے۔ پھر جب مصعب شہید کئے گئے اور خانہ جنگیوں کا استیصال ہو گیا تو موسم گرما ۷۱ھ میں لشکر روانہ کیا گیا جس نے قیساریہ کو فتح کیا۔ اس کے بعد عبد الملک نے ۷۳ھ میں جزیرہ و آرمینیہ پر اپنے بھائی محمد بن مروان کو مامور کیا۔

رومیوں کو شکست: موسم گرما کے آتے ہی محمد بلاد روم میں گھس پڑا اور بہت بری طرح سے رومیوں کو شکست فاش دی۔ ارمینیہ کی دوسری جانب سے عثمان بن ولید بسر افسری چار ہزار فوج کے داخل ہو رہا تھا۔ رومیوں نے ساٹھ ہزار فوج سے مقابلہ کیا لیکن میدان مسلمانوں کے ہاتھ رہا۔ عثمان بن ولید نے نہایت مردانگی سے ان کو پسپا کر کے ہزاروں کو قتل و قید کر لیا۔ اس کے بعد ۷۴ھ میں محمد بن مروان نے بلاد روم پر دوبارہ فوج کشی کی اور جہاد کے جوش میں انبولیہ تک بڑھتا چلا گیا۔

ملطیہ پر فوج کشی: دوسرے سال لشکر صائفہ کے ساتھ براہ مرعش بلاد روم کی طرف بڑھا ان کے اکثر شہروں کو پامال کیا۔ پھر رومیوں نے اگلے سال عتیق کی طرف خروج کیا محمد بن مروان نے دوبارہ مرعش کی جانب سے ان کی روک تھام کی پھر ۷۶ھ میں براہ ملطیہ جہاد کیا اور ۷۷ھ میں صائفہ کے ساتھ ولید بن عبد الملک بھی بلاد روم میں داخل ہوا اور نہایت سخت خون ریزی کے بعد واپس آیا۔ ۷۹ھ میں رومی بادشاہ نے انطاکیہ پر شب خون مار کر کامیابی کے ساتھ اپنے ملک کو لوٹ آیا۔ پس عبد الملک نے ۸۱ھ میں اپنے لڑکے عبید اللہ کو بلاد روم پر فوج کشی کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ عبد اللہ نے فالیقلا کو فتح کیا۔

ارمینیہ کی فتح: ۸۲ھ میں ارمینیہ والوں میں بغاوت پھوٹ نکلی۔ محمد بن مروان اس کو فرو کرنے کے لئے گیا۔ لڑائی ہوئی۔ بالآخر حسبِ درخواست اہل ارمینیہ سے مصالحت ہو گئی اور ابو شیخ عبد اللہ اس کا والی بنایا گیا۔ جس کو اہل ارمینیہ نے عہد شکنی کر کے مار ڈالا۔ تب محمد بن مروان نے ۸۵ھ میں ان پر جہاد کیا۔ موسم گرما و سرما میں برابر لڑتا رہا۔ بعدہ مسلمہ بن عبد الملک نے بلاد روم پر چڑھائی کی اور دو چار شہروں کو فتح کر کے واپس آیا اور ۸۷ھ میں براہ مصیصہ پھر بلاد روم کو واپس گیا۔ متعدد قلعات کو کامیابی کے ساتھ فتح کیا۔ از انجملہ قلعہ لولق، اخرم، بولس اور قمیقم تھا اور ایک ہزار عرب مستعربہ کے لڑنے والوں کو تہ تیغ کر کے ان کی عورتوں اور لڑکوں کو لونڈی غلام بنا لیا۔ پھر ۸۹ھ میں اس نے اور عباس بن ولید نے بلاد روم پر جہاد کیا۔

مسلمہ اور عباس کی فتوحات: مسلمہ نے قلعہ سوریہ اور عباس نے قلعہ اردولیہ کو فتح کیا، رومیوں کے ایک ٹڈی دل لشکر سے اس قلعہ پر مڈبھیڑ ہوئی۔ عباس نے نہایت مردانگی سے ان کو پسپا کیا۔ بعض کا بیان ہے کہ مسلمہ نے عموریہ پر دھاوا کیا۔ رومیوں کا ایک بہت بڑا لشکر اس کی حمایت کو آیا۔ لیکن مسلمہ نے ان کو شکست دے کر ہر قلعہ وقمولیہ پر اپنی فتحیابی کا جھنڈا گاڑ دیا۔ اسی زمانے میں دوسری جانب سے صائفہ کیساتھ عباس نے جہاد کیا تھا۔ پھر ۸۹ھ میں مسلمہ بن عبد الملک نے آذربائیجان کی طرف سے ترکوں پر حملہ کیا۔ چند قلعے اور شہر فتح ہوئے ۹۰ھ میں سوریہ کے پانچ قلعات کو بہ زور تیغ لڑ کر فتح کیا اور عباس جہاد کرتا ہوا اردن و سوریہ تک چلا گیا۔

عبدالعزیز بن ولید کی فتوحات: ۹۱ھ میں عبدالعزیز بن ولید صائفہ پر بہ ہمراہی مسلمہ بن عبدالملک حملہ آور ہوا اور چونکہ ولید نے اپنے چچا محمد بن مروان کو معزول کر کے جزیرہ وارمینیہ پر مسلمہ کو مامور کیا تھا۔ لہٰذا اس نے ترکوں پر براہ آذربائیجان جہاد کیا اور فتح کرتا ہوا باب تک پہنچ گیا۔ پھر ۹۲ھ میں جہاد کیا اور تین قلعے فتح کر کے اہل سرسنہ کو بلاد روم کی طرف جلاوطن کر دیا۔ بعدہ ۹۳ھ میں عباس و مروان بن ولید و مسلمہ نے بلاد روم کا رخ کیا۔ عباس نے سبیطلہ کو مروان نے خنجر تک مسلمہ نے ماشیر و حصین الحدید و غزالہ کو ملطیہ کی جانب فتح کر لیا اور ۹۴ھ میں عباس کے ہاتھ سے انطا کیہ اور عبدالعزیز بن الولید کے ہاتھ سے دوبارہ غزالہ فتح ہوا۔

اہل ہرقلعہ کی بغاوت: اسی زمانے میں ولید بن ہشام معیطی مروج الحمام تک اور یزید بن ابی کبشہ زمین سوریہ تک فتح کرتا ہوا پہنچ گیا تھا۔ ۹۵ھ میں ہرقلعہ والوں نے عساکر اسلامیہ کو دوسری طرف مصروف دیکھ کر سرتابی کی عباس نے ان کے جوش کو فرو کر کے دوبارہ فتح کیا۔ آغاز ۹۷ھ میں مسلمہ نے سرزمین رضاخیہ پر جہاد کر کے جس کو رضاع نے اس سے پیشتر فتح کیا تھا مفتوح کیا۔ عمر بن ہبیرہ نے بحر و دریا سرزمین روم پر فوج کشی کی اور ایام سرما وہیں منقضی کیا۔

قلعہ مراۃ پر قبضہ: ایام گرما کے آتے ہی سلیمان بن عبدالملک نے بسرافسری اپنے لڑکے داؤد کے ایک لشکر ان کی کمک پر روانہ کیا۔ جس نے قلعہ مراۃ کو لڑ کر فتح کیا۔ ۹۸ھ میں بادشاہ روم کا انتقال ہو گیا القون (یا الیہون) نے دربار خلافت میں حاضر ہو کر اس کی اطلاع دی اور روم کے فتح کرانے کا بیڑہ اٹھایا۔

قسطنطنیہ کا محاصرہ: سلیمان بن عبدالملک یہ سن کر وابق چلا آیا اور یہاں سے ایک عظیم الشان لشکر اپنے بھائی مسلمہ کے ساتھ قسطنطنیہ کی طرف روانہ کیا۔ قسطنطنیہ کے قریب پہنچ کر مسلمہ نے اپنے لشکریوں کو حکم دیا کہ ہر شخص دو دو مد غلہ[1] اپنے ہمراہ لیتا چلے اور لشکرگاہ میں لے جا کر جمع کرے۔ پس بات کی بات میں پہاڑوں کی طرح غلہ کا انبار ہو گیا۔ پھر مسلمہ نے لکڑی اور پتھر سے لشکریوں کے رہنے کے لئے مکانات بنوا دیئے اور کاشت کاری کرنے کا حکم دیا۔ ساتھ ہی اس کے محاصرہ بھی ڈال دیا عساکر اسلامی نے گرمی جاڑا وہیں تمام کیا۔ کھیتی اور لوٹ مار کا غلہ صرف میں لاتے تھے اور پہلے سے جو جمع کیا گیا تھا وہ انبار کا انبار رکھا ہوا تھا۔ اہل قسطنطنیہ نے محاصرہ اٹھا دینے کی ہر چند کوشش کی لیکن ناکام رہے مجبور ہو کر فی نفر ایک دینار جزیہ دینے پر مصالحت کی درخواست کی۔ مسلمہ نے اس کو منظور نہ کیا۔

مسلمہ کے خلاف سازش: تب والی قسطنطنیہ نے القون سے سازش کی اور یہ کہلا بھیجا کہ ''اگر تم مسلمانوں کو کسی حکمت عملی سے ٹال دو تو ہم تم کو نصف حصے پر قبضہ دے دیں''۔ القون مسلمہ کے پاس آیا اور پٹی دی کہ اگر تم اپنے کھیتوں اور غلہ کو جلا دو گے تو رومی یہ یقین کر کے تم ان سے بالضرور جنگ کرو گے شہر سے باہر آ جائیں گے اس وقت تم نہایت آسانی سے ان

---

[1] مد بالضم ایک وزن ہے جو اہل عراق کے نزدیک دو رطل اور اہل حجاز کے نزدیک ایک رطل و ثلث رطل کا ہوتا ہے اور مغرب میں ہے کہ شام میں مد اس پیمانے کو کہتے ہیں جس میں پندرہ مکوک سما جائے اور ملوک ڈیڑھ صاع کا اور صاع سوا سیر یعنی سو روپیہ بھر کا ہوتا ہے۔ اقراب الموارد جلد دوم مطبوعہ بیروت صفحہ ۱۱۹۲۔

کو گرفتار کر لو گے اور موجودہ حالت میں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ جب تک تمہارے پاس غلہ رہے گا اور تم لوگ کاشتکاری کرتے رہو گے، صف آرائی نہ کرو گے''۔ سادہ لوح مسلمہ نے اس دم پٹی میں آ کے کھیتوں اور غلے کے انباروں کو جلا دیا۔ رومیوں کو اس سے بہت بڑی قوت پہنچ گئی اور القون عساکر اسلامیہ سے علیحدہ ہو کر رومیوں میں جا ملا صبح ہوئی تو لڑائی کا دروازہ کھلا۔ زیادہ دن نہ گزرنے پائے تھے کہ عساکر اسلامیہ شدت گرسنگی سے مرنے لگے۔ گھوڑوں اور کھالوں اور درخت کی جڑوں پتوں کو کھانا شروع کر دیا۔

صقالبہ پر قبضہ: سلیمان بن عبدالملک ان دنوں وابق میں مقیم تھا۔ اس اثناء میں موسم سرما بھی آ گیا۔ اس وجہ سے سلیمان ان غریب الوطن عساکر اسلامیہ کو کمک نہ بھیج سکا۔ یہاں تک کہ مر گیا۔ برجان نے مسلمہ کو گرفتار مصیبت دیکھ کر حملہ کر دیا اگرچہ مسلمہ کی جماعت قلیل اور کمزور تھی لیکن کمال مردانگی سے سینہ سپر ہو کر مقابلہ کیا اور صرف مقابلہ ہی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس کو شکست دے کر اس کے شہر (صقالبہ) پر قبضہ کر لیا۔ اس سنہ میں ولید بن ہشام اور داؤد بن سلیمان نے روم پر حملہ کیا۔ چنانچہ داؤد نے قلعہ مراۃ پر جو ملطیہ کے قریب تھا دوبارہ فتح کیا۔

ملطیہ کا تاراج: اور ۹۹ھ میں عمر بن عبدالعزیز نے مسلمہ کو جن دنوں وہ سرزمین روم میں تھا جہاد کرنے کا فرمان بھیجا۔ ساتھ ہی اس کے کثیر التعداد مسلمانوں کو کل مال غنیمت دینے کا وعدہ کر کے ساز و سامان اور گھوڑے اور بار برداری کے جانوروں کے ساتھ روانہ کیا اور عام مسلمانوں کو ان کی امداد و کمک کی فہمائش کر دی، بعد ازاں اہل طرندہ[1] کو ملطیہ کی طرف جانے اور اس کے ویران کر دینے کا حکم صادر کیا۔ اس سے پیشتر عبداللہ بن عبدالملک نے مسلمانوں کو طرندہ میں ٹھہرایا تھا اور اہل جزیرے سے یہ اقرار لے لیا تھا کہ موسم سرما میں تا انقضائے سرما ان کے پاس آ کے قیام کیا کریں گے۔ چونکہ یہ شہر بلاد روم سے بہت زیادہ ملحق و متصل تھا اس وجہ سے عمر بن عبدالعزیز نے ویران کر دیا اور ملطیہ پر جعونہ بن حرث کو (بنو عامر صعصعہ سے) مامور کیا اور ۱۰۰ھ میں عمر بن عبدالعزیز نے ولید بن ہشام معیطی و عمر بن قیس کندی کو صائفہ کے ساتھ جہاد کرنے کا حکم دیا۔

قہستان کی فتح: یزید بن مہلب کے دل میں جرجان وطبرستان کی فتح کا غیر معمولی جوش بھرا ہوا تھا۔ کیونکہ یہ دونوں شہر اس وقت تک کفار کے قبضہ میں تھے اور فارس و خراسان کے درمیان واقع تھے۔ جس کی وجہ سے ان کی دیواروں تک اسلامی فتوحات کی موجیں نہیں پہنچی تھیں۔ جن دنوں یزید شام میں سلیمان بن عبدالملک کی خدمت میں تھا جب کبھی قتیبہ کی فتوحات خراسان و ماوراء النہر کا تذکرہ آتا تو بے ساختہ کہہ اٹھتا'' اس نے کچھ بھی نہیں کیا، جرجان اب تک کفار کے قبضہ میں ہے جس نے قومس و نیشاپور کا راستہ بند کر رکھا ہے۔ یہ فتوحات کسی شمار میں نہیں ہیں جرجان کا فتح کرنا بہت ضروری امر ہے''۔ پس جب سلیمان نے یزید کو والی خراسان بنایا تو اس نے باستثناء موالی[2] و منظوعہ[3] کے ایک لاکھ فوج عراق و شام و خراسان سے جمع

---

[1] طرندہ ایک شہر کا نام ہے جو ملطیہ سے تین منزل کے فاصلے پر تھے۔ عبداللہ بن عبدالملک نے فوجی ضرورتوں کے لحاظ سے اس کو چھاؤنی قرار دیا تھا اور ملطیہ ان دنوں ویران پڑا ہوا تھا

[2] موالی۔ مولی کی جمع ہے بمعنی آزاد غلام

[3] منظوعہ اس لشکر کو کہتے ہیں جو بلا تنخواہ جنگ اور لڑائی کا کام دیتا ہے جیسا کہ والنٹیر۔

کر کے جرجان پر چڑھائی کی۔ جرجان ان دونوں معمور شہر نہ تھا بلکہ پہاڑ اور درے تھے۔ دروں کے دروازے پر ایک شخص کھڑا ہو کر بڑی فوج کو داخل نہ ہونے دیتا تھا۔ یزید بن مہلب نے جرجان کی فتح قہستان سے شروع کیا اور سب سے پہلے اسی پر محاصرہ کیا۔ ترکوں کا ایک گروہ جو اس قلعہ میں مقیم تھا روزانہ لڑنے کو آتا اور شکست اٹھا کر واپس چلا جاتا۔ ایک مدت تک اسی طور سے لڑائی جاری رہی، چودہ ہزار ترک اس معرکے میں مارے گئے۔ بالآخر دہقان قہستان نے یزید بن مہلب سے مصالحت کر لی۔ شہر اور جو کچھ مال واسباب وخزانہ وقید تھے سب کو یزید بن مہلب کے حوالے کر دیا اس لئے نامہ بشارت فتح سلیمان عبدالملک کی خدمت میں بھیجا۔ اس کے بعد جرجان کی طرف قدم بڑھائے۔

جرجان کی فتح: اس سے پیشتر سعید بن العاص نے اہل جرجان سے ایک لاکھ سالانہ جزیہ پر مصالحت کر لی تھی لیکن اہل جرجان کبھی تو سو دیتے تھے اور کبھی دو سو اور کبھی تین سو گا ہے اس رقم کو بھی نہ دیتے تھے۔ کچھ عرصے بعد باغی ہو گئے اور خراج کے نام سے ایک حبہ بھی نہ دینے لگے۔ چونکہ سعید بن العاص کے بعد کسی نے جرجان کا رخ نہ کیا اس وجہ سے انہوں نے خراسان کا راستہ بند کر دیا۔ کوئی شخص اس راستے سے خراسان نہ جا سکتا تھا۔ سوائے اس کے کہ وہ فارس وسلماس ہو کر جاتا۔ بعد ازاں قتیبہ خراسان کا گورنر ہو کر آیا اس نے قومس تو فتح کر لیا لیکن جرجان باقی رہ گیا یہاں تک کہ یزید بن مہلب کو خراسان کی امارت دی گئی۔ تب اہل جرجان نے فتح قہستان کے بعد مصالحت کر لی۔

طبرستان کی مہم: مہم جرجان وقہستان سے فارغ ہو کر یزید نے ساسان وقہستان میں عبداللہ بن معمر یشکری کو بسر افسری چار ہزار سواروں کے مامور کیا اور خود بہ قصد طبرستان، جرجان کے راستے سے روانہ ہوا۔ آمد میں پہنچا، راشد بن عمر کو ایزد سا پر مع چار ہزار فوج کے متعین کر کے بلاد طبرستان میں داخل ہوا۔ اصبہند والی طبرستان نے صلح کا پیغام بھیجا جس کو یزید نے بہ امید کامیابی نامنظور کر کے اپنے لشکر کو چاروں طرف اس طرح سے پھیلا دیا کہ ایک طرف تو اپنے بھائی ابو عیینہ کو، دوسری طرف اپنے لڑکے خالد کو (تیسری طرف ابوجہیم کلبی کو) روانہ کیا اور بہ وقت اجتماع ابو عیینہ کو امیر لشکر بنانے کا حکم دیا اور خود بقیہ لشکر لئے ہوئے مقابلے پر رہا۔ اصبہند نے اہل جیلان وویلم سے امدادی لشکر طلب کیا جب وہ لوگ اس کی کمک پر آ گئے تو اصبہند نے نکل کر مقابلہ کیا پہلے ہی حملے میں مشرکین بھاگ کھڑے ہوئے۔ عساکر اسلامیہ نے پہاڑ کی گھاٹی تک تعاقب کیا مشرکین پہاڑوں پر چڑھ گئے۔ عساکر اسلامیہ نے بھی چڑھنے کا قصد کیا لیکن نہ چڑھ سکے۔ البتہ ابو عیینہ مع اس فوج کے جو اس کی رکاب میں تھا چڑھ گیا۔ مگر راستہ نہ جاننے کی وجہ سے نقصان کے ساتھ شکست اٹھا کر لوٹا اور مشرکین نے کسی مصلحت سے تعاقب نہ کیا۔

مرزبان کی بغاوت: اس کے بعد اصبہند نے اہل جرجان اور اس کے سردار مرزبان سے خط وکتابت کر کے سازش کر لی اور ان کو عمدہ وکافی معاوضہ دینے کا وعدہ کیا۔ چنانچہ اہل جرجان اور اس کے مرزبان نے اصبہند کے اشارہ وتحریک سے ان کل مسلمانوں کو مع عبداللہ بن معمر رات کے وقت بحالت غفلت کاٹ ڈالا جو اس کے پاس جرجان میں مقیم تھے اور اصبہند کو لکھ بھیجا کہ "تم بھی مسلمانوں کو چاروں طرف سے اپنے محاصرے میں لے لو"۔ اس خبر نے یزید اور اس کے ہمراہیوں کو پریشان کر

دیا۔ ''نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن'' کا مضمون ہو گیا۔

حیان نبطی کی حکمت عملی: یزید نے مجبور ہو کر حیان نبطی کو (جس سے یزید نے دو لاکھ درہم جرمانہ وصول کیا تھا۔ اس جرم میں اس نے اس کے لڑکے مخلد کو جو خط لکھا تھا اس میں اس نے اپنا نام پہلے لکھ دیا تھا) بلا کر کہا ''برادرِ من! غالباً تم کو کسی قومی کام کرنے کو وہ امر نہ روک سکے جو مجھ سے تمہاری خدمت میں بہ نظر تنبیہ عامہ مسلمین سرزد ہوا ہے۔ تم نے وہ خبر جو جرجان سے آئی ہے سن لی ہو گی اور اب ہم جس حالت میں ہیں اس کو تم بچشم خود دیکھ رہے ہو۔ لہٰذا ایسی چال چلو کہ مصالحت ہو جائے''۔ حیان نبطی یہ سن کر سیدھا اصبہند کے پاس آیا اور اپنا نام و عجمی نسب ظاہر کر کے ایسا فقرہ دیا کہ اصبہند نے ساٹھ لاکھ درہم، چار سو غلام (جن کے ہاتھوں میں ایک ایک ڈھال اور طیلسان اور چاندی کا ایک ایک جام اور خرقہ حریر ولباس ہو) اور چار سو قر زعفران یا اس کی قیمت پر مصالحت کر لی یزید نے حیان نبطی کا شکریہ ادا کیا اور مال و اسباب لے کے واپس چلا آیا۔

صول ترکی کا جرجان پر قبضہ: بعض نے جرجان کی طرف جان کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ صول ترکی قہستان و بحیرہ میں رہتا تھا۔ بحیرہ ایک جزیرہ تھا جو قہستان سے سات کوس کے فاصلے پر تھا۔ درحقیقت یہ دونوں مقامات جرجان کے مضافات کے تھے جن کی سرحد خوارزم سے ملتی تھی۔ صول ترکی آئے دن فیروز بن قولقول مرزبان جرجان سے برسر جنگ رہتا تھا اور اس کے ملک کو لوٹ لیتا تھا۔ بالآخر فیروز تنگ ہو کر خراسان میں یزید کے پاس بھاگ آیا۔ صول نے خالی میدان پا کر جرجان پر بھی قبضہ کر لیا۔ بعد ازاں یزید نے فیروز کے کہنے پر اصبہند کو لکھا کہ اگر تم صول کو جرجان میں روک رکھو یہاں تک کہ اس کا محاصرہ کر لیا جائے تو تم کو بے شمار مال دوں گا۔ جس سے تم مالا مال ہو جاؤ گے۔ اصبہند نے یہ خط صول کے پاس بھیج دیا۔ صول اسی وقت جرجان چھوڑ کر بحیرہ چلا آیا۔

بحیرہ پر یزید کا قبضہ: یزید بن مہلب کو اس کی خبر لگی تو اس نے خراسان پر اپنے لڑکے مخلد کو سمرقند، کش، نسف اور بخارا پر اپنے دوسرے لڑکے معاویہ کو، طخارستان پر، حاتم بن قبیصہ بن مہلب کو مامور کیا اور خود مع فیروز کے جرجان پر آ اترا۔ کسی متنفس نے قبضہ حاصل کرنے سے نہ روکا۔ ہمدان نے بحیرہ کا رخ کیا جہاں پر صول ٹھہرا ہوا تھا۔ مہینوں محاصرہ کئے رہا۔ حتیٰ کہ صول نے باستثناء اپنی جان و مال اور اپنے ہی خاندان کے تین سو ممبروں کے بحیرہ دے کر مصالحت کر لی۔ یزید نے اس معرکے میں چودہ ہزار ترکوں کو تہ تیغ کیا۔ قبضہ حاصل کرنے کے بعد ادریس بن حنظلہ عمی کو بحیرہ کے مال واسباب وغلہ کے شمار کرنے پر متعین کیا۔ لیکن یہ اس کے بے شمار وفہرست مرتب کرنے پر قادر نہ ہوا کیونکہ بحیرہ میں گیہوں، جو، چاول، شہد، تل بے حد و بے شمار بھرا ہوا تھا اور اسی قدر چاندی اور سونا تھا۔

اہل جرجان کی سرکوبی: صول سے مصالحت کرنے کے بعد یزید نے پھر جرجان پر بغاوت کی وجہ سے چڑھائی کی اور قسم شرعی کھائی کہ اگر اہل جرجان پر کامیابی حاصل ہو جائے گی تو ان کے خون کے سیلاب پر پن چکی بنا کر آٹا پسوا کے کھاؤں گا۔ سات مہینے تک محاصرہ ڈالے رہا۔ اہل جرجان روزانہ لڑنے کو آتے دو دو ہاتھ لڑ کے واپس چلے جاتے تھے۔ چونکہ ان لوگوں نے پہاڑوں کو اپنا ماوا دو مامن بنا رکھا تھا جس کا راستہ کسی کو معلوم نہ تھا اس وجہ سے عساکر اسلامیہ ان کی سرکوبی اور جوش

بغاوت کے فرو کرنے پر قادر نہ تھے۔ اتفاق سے ایک عجمی خراسانی شکار کھیلتے ہوا پہاڑ پر چڑھ گیا۔ رفتہ رفتہ اہل جرجان کے لشکر گاہ تک پہنچ گیا۔ واپسی کے وقت پہچاننے کی غرض سے درختوں پر کپڑا لپیٹتا اور نشانات بناتا چلا آیا اور یزید بن مہلب کو اس سے آگاہ کیا۔ یزید بن مہلب اسی وقت تین سو آدمیوں کو منتخب کر کے بسر گروہی اپنے لڑکے خالد وجہم بن ذخر عجمی مخبر کے ہمراہ روانہ کر دیا اور یہ سمجھا دیا کہ ''کل عصر کے وقت ہم لڑائی کے میدان میں آئیں گے تم بھی پیچھے سے حملہ کرنا''۔

اگلے دن ظہر کے وقت یزید نے لشکر گاہ میں جس قدر لکڑی تھی سب کو جمع کر کے جلا دیا۔ اہل جرجان نے یہ دیکھ کر صف آرائی کی یزید نے قدر اندازوں کو تیر باری کا حکم دیا۔ تقریباً عصر کے وقت تک لڑائی برابر کی ہوتی رہی اس اثناء میں خالد اپنا چھوٹا سا لشکر لئے ہوئے اہل جرجان کے پیچھے سے تکبیر کہتا ہوا آ پڑا اہل جرجان کے ہوش وحواس جاتے رہے۔ بدحواسی کے عالم میں ایک دوسرے پر گرتے پڑتے بھاگے۔ سواران اسلام نے چاروں طرف سے گھیر کر مارنا شروع کر دیا۔ آخر الامر مجبور ہو کر ان لوگوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔ یزید نے ان کے لڑنے والی فوج کو نیست ونابود کر کے عورتوں اور لڑکوں کو قید کر لیا اور بارہ ہزار آدمیوں کو دہی جرجان کی طرف جلا وطن کر دیا۔ عین معرکے کے وقت جس وقت مسلمانوں کی چمکتی ہوئی تلواریں کفار کی گردنوں پر تیر رہی تھیں نیز آ گیا۔ میدان کارزار میں خون پانی مل کر اس طغیانی سے رواں ہوا کہ پن چکی بنائی گئی آٹا پیسا گیا' روٹی پکی اور یزید نے کھایا مقتولین کی تعداد جو اس واقعہ میں مارے گئے چالیس ہزار بیان کی جاتی ہے۔

فتح یابی حاصل کر کے یزید نے شہر جرجان کا بنیادی پتھر اپنے ہاتھ سے رکھا گو اس سے پیشتر اس شہر کا کوئی وجود نہ تھا اور جہم بن ذخر جعفی کو جرجان پر اپنی طرف سے مقرر کر کے خراسان کو واپس آیا۔ مورخین لکھتے ہیں کہ یزید نے جرجان کے جنگ آوروں کو قتل کرنے کے بعد دائیں بائیں دو رویہ دو فرسنگ تک صلیب پر چڑھایا تھا۔

سلیمان بن عبدالملک کی وفات: ان واقعات کے بعد سلیمان[1] بن عبدالملک نے مقام وابق سرزمین قنسرین ماہ صفر ۹۹ھ میں وفات پائی۔

[1] ۲۰ صفر ۹۹ھ کو اس کا انتقال ہوا۔ دو برس پانچ مہینے پانچ دن اس نے خلافت کی۔ عمرؓ بن عبدالعزیزؒ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ تاریخ کامل ابن اثیر جلد پنجم صفحہ ۱۷ مطبوعہ مصر۔

باب : ۷

عمر بن عبدالعزیز ۹۹ھ تا ۱۰۱ھ

سلیمان کا عہد نامہ: مرض الموت میں اس نے اپنے لڑکے داؤد کو ولی عہد بنانے کا قصد کیا تھا۔ رجاء بن حیواۃ نے عرض کیا: ''امیر المومنین آپ کا لڑکا اس وقت موجود نہیں ہے بلکہ قسطنطنیہ میں ہے جس کی حیات وموت کی کچھ خبر نہیں ہے''۔ سلیمان یہ سنتے ہی عمر بن عبدالعزیز کی طرف مائل ہو گیا اور رجاء سے مخاطب ہو کر کہنے لگا ''واللہ میں یہ جانتا ہوں کہ داؤد کی ولی عہدی میں بڑا فتنہ وفساد برپا ہو گا اور لوگ ان کو (عمرؓ بن عبدالعزیز) کو اپنا امیر ضرور بنائیں گے۔ مگر یہ کہ میں خود کسی کو اپنے لڑکوں میں سے اس کے بعد ولی عہد بنا جاؤں اور عبدالملک تو اس کو ولی عہد بنا ہی گئے تھے''۔ رجاء یہ سن کر خاموش ہو گیا' سلیمان نے کاغذ منگوا کر بسم اللہ کے بعد یہ مضمون ذیل لکھا:

((هذا كتاب من عبدالله سليمان امير المؤمنين لعمر بن عبدالعزيز انى قد وليتك الخلافة من بعدى و من بعدك يزيد بن عبدالملك فاسمعوا له و اطيعوا و اتقوا الله و لا تختلفوا فيطمع فيكم))

''یہ اللہ کے بندے سلیمان امیر المومنین کا فرمان ہے بنام عمر بن عبدالعزیز کے' میں نے بے شک اپنے بعد تم کو اور تمہارے بعد یزید بن عبدالملک کو خلافت کا ولی عہد مقرر کیا۔ پس تم لوگ اس کو سنو اور اطاعت کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور آپس میں اختلاف نہ کرو کہ اور لوگ اس سے منتفع ہونے کی امید کریں''۔

اور سربمہر کر دیا کعب بن جابر عبسی صاحب شرطہ (افسر پولیس) کو اپنے خاندان والوں کے جمع کرنے کا حکم دیا اور رجاء بن حیواۃ سے کہا ''اس خط کو اسی طرح لوگوں کے روبرو پیش کر کے کہو کہ امیر المومنین نے اس میں جس کو اپنا ولی عہد بنایا ہے اس کی بیعت کرو''۔ چنانچہ کل بنو امیہ یکے بعد دیگرے بیعت کر کے منتشر ہو گئے۔ اس کے بعد ہی عمر بن عبدالعزیز رجاء کے پاس پہنچے اور اس کو اللہ تعالیٰ کی قسم دلا کر کہنے لگے ''اگر میں ولی عہدی کے لئے نامزد کیا گیا ہوں تو تم مجھے بہ نظر رسم سابقہ بتلا دو کہ میں ابھی سے اس سے مستعفی ہو جاؤں''۔ رجاء نے بتلانے سے انکار کیا۔ عمر بن عبدالعزیز اٹھ کر چلے گئے۔ ہشام بن عبدالملک آ پہنچا اور اپنے حقوق ومحبت دیرینہ کا اظہار کر کے مضمون خط دریافت کیا۔ لیکن رجاء نے نہ بتلایا۔ ہشام اس خیال سے کہ بنو عبدالملک سے شاید خلافت نکل جائے گی کف افسوس ملتا ہوا واپس آیا۔

بیعتِ خلافت: اس کے بعد سلیمان کا انتقال ہو گیا۔ رجاء نے خاندان سلطنت کو جمع کیا اور سلیمان بن عبدالملک کا خط کھول کر پڑھا تو اس میں عمر بن عبدالعزیز کا تذکرہ تھا۔ ہشام بن عبدالملک نے جھلا کر کہا ''ہم اس کی بیعت نہ کریں گے''۔ رجاء نے ڈانٹ کر کہا ''واللہ میں تمہاری گردن اڑا دوں گا''۔ ہشام بن عبدالملک بجبر و اکراہ کف افسوس ملتا ہوا عمر بن عبدالعزیز کے پاس آیا۔ جس وقت کہ رجاء نے ان کو منبر پر بٹھا دیا تھا اور وہ اپنی غلطی پر نادم تھے اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھ رہے تھے۔ ہشام بن عبدالملک کی بیعت کرنے کے بعد اور لوگوں نے بھی بیعت کی اور عمر بن عبدالعزیز نے نمازِ جنازہ پڑھ کر سلیمان کو دفن کرا دیا۔

عبدالعزیز بن ولید کی اطاعت: چونکہ عبدالعزیز بن ولید انتقال سلیمان کے وقت موجود نہ تھا اور نہ اس کو عمر بن عبدالعزیز کی بیعت کا حال معلوم ہوا تھا۔ اس وجہ سے اس نے ایک علم نصب کیا اور مدعیٔ خلافت ہو کے دمشق کی طرف آیا۔ پھر جب سلیمان کے عہد نامہ لکھنے کا حال معلوم ہوا تو عمر بن عبدالعزیز کی خدمت میں حاضر ہو کر معذرت کی ''کہ مجھے سلیمان کے عہد نامہ لکھنے کی خبر نہیں پہنچی تھی مجھے مال واسباب کے تلف ہو جانے کا خیال دامن گیر تھا''۔ عمر بن عبدالعزیز بولے ''اگر تم زمام حکومت کے لینے پر مستعد ہوتے تو میں لڑائی کے قریب نہ جاتا اور اپنے گھر بیٹھ رہتا'' عبدالعزیز بن ولید نے عرض کیا ''واللہ میں آپ کے سوا اس کام کے لئے دوسرے شخص کو نہیں پسند کرتا''۔ عمر بن عبدالعزیز یہ سن کر خاموش ہو گئے اور عبدالعزیز بن ولید نے ہاتھ بڑھا کر بیعت کر لی۔

عمر بن عبدالعزیز کا کردار: تکمیل بیعت کے بعد عمر بن عبدالعزیز نے اپنی بیوی فاطمہ بنت عبدالملک سے فرمایا کہ اسباب و مال، زیور، جواہر اور قیمتی کپڑے جو تمہارے ہوں وہ سب بیت المال میں بھیج دو۔ میں اور یہ (یعنی مسلمانوں کا مال) ایک مکان میں نہیں رہ سکتا۔ فاطمہ بنت عبدالملک نے نہایت خوشی سے اس حکم کی تعمیل کی۔ پس جب ان کا بھائی یزید مسند خلافت پر متمکن ہوا تو اس نے بیت المال سے اپنی بہن کا مال واسباب جس کو عمر بن عبدالعزیز نے جمع کرا دیا تھا واپس کیا لیکن انہوں نے لینے سے انکار کر کے کہا ''جب کہ میں ان کی اطاعت حالتِ حیات میں کرتی تھی تو ان کے مرنے پر بھی اطاعت کروں گی''۔ یزید نے اس کو اپنے اہل وعیال کو دے دیا۔

بنو امیہ ایک مدت مدید سے امیر المؤمنین علی (کرم اللہ وجہہ) کی شان میں علانیہ کلمات ناملائم کہا کرتے تھے عمر بن عبدالعزیز نے زینۂ خلافت پر قدم رکھتے ہی ممانعت کر دی اور مسلمہ کو جو کہ سرزمین روم پر تھا جہاد کرنے کو لکھ بھیجا۔

یزید بن مہلب کی گرفتاری: مسند خلافت پر متمکن ہونے کے بعد عمر بن عبدالعزیز نے ۱۰۰ھ میں یزید بن مہلب کو لکھا ''تم کسی کو اپنی گورنری پر مامور کر کے چلے آؤ''۔ یزید بن مہلب نے اس حکم کے مطابق اپنے لڑکے مخلد کو اپنا نائب بنا خراسان سے واسط آیا اور واسط سے کشتی پر سوار ہو کر بصرے کی طرف روانہ ہوا۔ بصرے پر عمر بن عبدالعزیز نے عدی بن ارطاۃ فرازی کو، کوفے پر عبدالحمید بن عبدالرحمٰن بن زید بن الخطاب وابوالزناد کو مامور کیا تھا۔ جب عمر بن عبدالعزیز کو یزید بن مہلب کی روانگی کی خبر پہنچی تو اس کو گرفتار کر کے دارالخلافت بھیجنے کا ایک فرمان بنام عدی بن ارطاۃ بھیج دیا، عدی بن ارطاۃ نے اس

حکیم کی تعمیل پر موسیٰ بن وجیہہ حمیری کو مامور کیا۔ نہر معقل پر پل کے قریب یزید سے ملاقات ہوئی موسیٰ بن وجیہہ نے گرفتار کر کے پابہ زنجیر عمر بن عبدالعزیز کی خدمت میں بھیج دیا۔

یزید بن مہلب سے جواب طلبی: عمر بن عبدالعزیز کو اس سے کوئی ذاتی کاوش نہ تھی لیکن اس کے ظلم وتعدی سے بیزار تھے اور اس کو اور اس کے خاندان والوں کو ظالم و جابر فرمایا کرتے تھے۔ پس جب آپ نے جرجان کے مال غنیمت کا خمس طلب فرمایا جس کی اطلاع یزید بن سلیمان بن عبدالملک کو دی تھی تو یزید نے بے تامل کہہ دیا ''میں نے تو لوگوں کو سنانے کی غرض سے لکھا تھا اور میں یہ جانتا تھا کہ اس مال کو سلیمان مجھ سے نہ لے گا''۔ عمر بن عبدالعزیز نے چیں بہ چیں ہو کر ارشاد کیا'' اللہ تعالیٰ سے ڈر یہ مسلمانوں کے حقوق ہیں میری یہ مجال نہیں ہے کہ میں اس سے درگزر کر جاؤں''۔ پھر جب وہ مال مطلوبہ ادا نہ کر سکا تو قلعہ حلب میں قید کر دیا اور جراح بن عبداللہ حکمی کو اس کی جگہ خراسان کی گورنری پر بھیج دیا۔

مخلد بن یزید کی سفارش: مخلد بن یزید خراسان سے دربار خلافت میں آکر حاضر ہوا اور اپنے باپ کی رہائی کی سفارش کی اور یہ گزارش کی کہ ''اگر وہ (یعنی یزید بن مہلب) کوئی حجت و دلیل پیش کرے تو اس کو قبول فرمایئے یا اس کو حلف دیجئے اور اگر یہ دونوں باتیں منظور نہ ہوں تو اس سے یا مجھ سے جس بات پر آپ چاہیں مصالحت کرلیں''۔ عمر بن عبدالعزیز نے اس کو منظور نہ کیا لیکن مخلد کے شکر گزار ہوئے پھر جب یزید نے خمس جرجان ادا نہ کیا تو ادنیٰ جبہ پہنا کر اونٹ پر دہلک کی طرف روانہ کیا گیا۔ لوگوں طرف سے ہو کر گزرا تو چلانے لگا ''کیا میرا کوئی عزیز وقریب نہیں ہے جو دہلک کی طرف جانے سے مجھے بچالے؟''۔ سلامہ بن نعیم خولانی نے حاضر ہو کر عرض کیا ''آپ یزید کو قید خانے میں پھر واپس بھیجئے مجھے اندیشہ ہے کہ اس کی قوم اس کو چھین لے گی کیونکہ وہ سخت غصے میں بھری ہوئی ہے''۔ عمر بن عبدالعزیز نے فوراً اس کو قید خانے بھیج دیا' حتیٰ کہ وہ قید خانے سے بھاگ نکلا جیسا کہ ہم آئندہ بیان کریں گے۔

جراح بن عبداللہ کی معزولی: جس وقت یزید گورنری خراسان سے معزول کیا گیا تھا اس زمانے میں جہم بن ذخر جعفی جرجان کا والی تھا۔ عراق کے گورنر نے یزید کی معزولی کے بعد ایک شخص کو جرجان کا والی بنا کر بھیجا۔ جہم بن ذخر نے اس کو گرفتار کر کے قید کر دیا۔ پس جب جراح بن عبداللہ حکمی گورنر خراسان ہو کر آیا تو اس نے عامل جرجان کو رہا کر دیا اور جہم کی اس حرکت سے ناراض ہو کر کہنے لگا ''اگر تمہاری[1] قرابت مجھ سے نہ ہوتی تو میں بھی تمہارے ساتھ یہی برتاؤ کرتا''۔ بعد ازاں جہم کو لڑائی پر بھیج دیا اور ایک وفد عمر بن عبدالعزیز کی خدمت میں روانہ کیا۔ کسی نے اہل وفد میں سے یہ جڑ دیا کہ ''جراح'' موالی کو بلا وظیفہ و رسد کے جہاد پر بھیج دیتا ہے اور ذمیوں میں سے جو لوگ مسلمان ہو جاتے ہیں ان سے بھی خراج لیتا ہے اور درحقیقت وہ ظلم وتعدی میں حجاج کا پیرو ہے۔ عمر بن عبدالعزیز نے لکھ بھیجا کہ ''جو شخص نماز ادا کرتا ہو اس کا جزیہ معاف کر دو''۔ لوگ یہ سنتے ہی جزیہ کے خوف سے جوق در جوق اسلام میں داخل ہونے لگے۔ جراح نے ان لوگوں کا ختنہ سے امتحان

---

[1] جہم و جعفر دونوں سعد العشیرۃ کے لڑکے تھے۔

لیا اور عمر بن عبدالعزیز کو اس سے مطلع کیا۔ آپ نے تحریر فرمایا کہ "اللہ جل شانہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو داعی مبعوث کیا ہے نہ کہ خاتن (ختنہ کرنے والا)"۔

اس واقعہ کے بعد امیر المؤمنین عمرؓ بن عبدالعزیز نے جراح کو بلا بھیجا اور یہ بھی حکم صادر کیا کہ اپنے ہمراہ ابو مخلد کو لیتے آنا۔

عبدالرحمٰن بن نعیم بحیثیت گورنر خراسان: پس جراح عبدالرحمٰن بن نعیم قشیری کو حرب خراسان پر اپنا نائب بنا کر دربار خلافت میں حاضر ہوا۔ حضوری کے وقت عمر بن عبدالعزیز نے دریافت فرمایا "کس وقت تم خراسان سے روانہ ہوئے تھے؟" عرض کیا "ماہ رمضان میں"۔ ارشاد کیا "جس نے تجھے ظالم بتایا ہے وہ سچا ہے۔ تو نے قیام کیوں نہ کیا تا کہ ماہ صیام کے بعد سفر کرتا"۔ پھر ابو مخلد سے مخاطب ہو کر عبدالرحمٰن بن عبداللہ کا حال دریافت کیا ابو مخلد نے عرض کیا "اپنے ہم جنسوں کی رعایت کرتا ہے اور دشمنوں کے ساتھ عداوت اور جو شخص اس کا موافق ہوتا ہے اس کو دوسروں پر مقدم کرتا ہے"۔ پھر عبدالرحمٰن بن نعیم کا حال استفسار فرمایا عرض کیا "وہ عافیت کو دوست رکھتا ہے اور عافیت اس کو مل بھی جاتی ہے"۔ فرمایا "وہ مجھے زیادہ محبوب ہے"۔ اس قدر ارشاد کر کے عبدالرحمٰن بن نعیم کو نماز وحرب پر اور عبدالرحمٰن قشیری کو خراج پر مامور فرمایا۔ چنانچہ عبدالرحمٰن بن نعیم ایک مدت تک خراسان کی گورنری پر رہا۔ یہاں تک کہ یزید بن مہلب مارا گیا اور مسلمہ کو اس کی حکومت دی گئی۔ پس یہ تقریباً ڈیڑھ برس یا اس سے زیادہ خراسان کا والی رہا۔

جراح ہی کے عہد گورنری میں دعاۃ (ایلچیوں) بنو عباس کا خراسان میں ظہور ہوا یہ وہ لوگ تھے جن کو محمد بن علی بن عبداللہ بن عباسؓ نے اطراف وجوانب مملکت اسلامیہ کی طرف روانہ کیا تھا جیسا کہ ہم دولت عباسیہ میں بیان کریں گے۔

عمر بن عبدالعزیز کی وفات: دوسری صدی ہجری کے پہلے سال رجب کے مہینہ میں عمر بن عبدالعزیز[1] نے دو برس پانچ مہینے خلافت کر کے مقام دیر سمعان میں وفات پائی۔ جب کہ اپنی عمر کے چالیس مرحلے طے فرما چکے تھے۔ یہ اشج بنو امیہ کہلاتے تھے ان کے چہرے پر چوٹ کا داغ تھا زمانہ طفولیت میں جانور نے مار دیا تھا جس سے چہرے پر داغ آ گیا تھا۔ پس جب انتقال ہو گیا تو یزید بن عبدالملک (نواں تاجدار بنو امیہ) سلیمان کے عہد نامے کے مطابق مسند خلافت پر متمکن ہوا۔

---

[1] عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صاحب تاریخ الخلفاء نے (صفحہ ۱۵۵ مطبوعہ لاہور) خامس خلفاء راشدین تحریر کیا ہے۔ ان کی کنیت ابو حفص تھی۔ عبدالعزیز بن مروان کے لڑکے تھے۔ موضع حلوان (مضافات مصر) میں جن دنوں ان کے باپ وہاں کے گورنر تھے۔ ۶۱ھ یا ۶۲ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کی ماں کا نام ام عاصم بنت عاصم بن عمرؓ بن خطاب تھا۔ لڑکپن میں ایک جانور نے مار دیا تھا' چہرے پر زخم آ گیا۔ خون بہنے لگا' عبدالعزیز بن مروان خون پونچھتا جاتا تھا اور کہہ رہا تھا ((ان کنت اشج بنی امیه انک لسعیه)) یہ بہت بڑے دین دار' متقی' عادل' علم دوست تھے۔ زمانہ مرض الموت میں ولید بن ہشام نے عرض کیا تھا کہ "آپ علاج کیوں نہیں کرتے"۔ آپ نے جواب دیا "اگر مجھے اس وقت جب کہ مجھے زہر پلا دیا گیا تھا۔ یہ معلوم ہو جاتا کہ میری شفا کان کی لو کے مس کرنے میں ہے تو میں ہرگز مس نہ کرتا۔ چونکہ اس بزرگ سیرت خلیفہ نے تقریباً کل بنوامیہ سے کام لے لیا تھا اور ان کو ظلم وتعدی سے مانع تھے اور ان کے ساتھ سختی کا برتاؤ کرتے تھے۔ اس وجہ سے ان لوگوں نے غلام سے سازش کر کے زہر دلوا دیا۔ آپ کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے غلام کو بلا کر زہر دینے کی وجہ دریافت کی۔ غلام نے عرض کی "ہزار دینار مجھے دیئے گئے ہیں"۔ آپ نے فرمایا "اس کو میرے سامنے لا"۔ غلام نے ہزار دینار لا کر پیش کر دیئے۔ آپ نے بیت المال میں داخل کرا دیا اور غلام سے فرمایا تو ایسی جگہ بھاگ جا جہاں کوئی تجھے نہ دیکھ سکے۔ چنانچہ وہ چلا گیا۔

جیسا کہ آپ اوپر پڑھ آئے ہیں۔

حالت احتضار میں لوگوں نے عمر بن عبدالعزیز سے گزارش کی کہ یزید بن عبدالملک کو کچھ بطور وصیت لکھ جایئے آپ نے فرمایا ''میں کیا وصیت کروں وہ تو عبدالملک کے خاندان سے ہے''۔ بعدازاں کچھ سوچ کر تحریر فرمایا:

((اما بعد ! فاتق یا یزید الصرعة بعد الغفلة حین لا تقال العثرة و لا تقدر علی الرجعة انک تترک ما اترک لمن لا یحمدک و تصیر لولیٰ من لا یعذرک و السلام))

''اے یزید غفلت میں ٹھوکر کھانے سے ہوشیار رہنا نہ تو وہ قابل معافی ہوگی اور نہ تم ان کی پاداش پر قوت رکھو گے۔ میری طرح تمہیں بھی خلافت سے علیحدہ ہونا پڑے گا اور وہ بھی کسی ایسے شخص کے حق میں جو نہ تمہاری ستائش کرے گا اور نہ تمہارے حق میں کوئی معذرت پیش کرے گا''۔

باب : ۸

یزید بن عبدالملک ۱۰۱ھ تا ۱۰۵ھ

نظم ونسق کی تبدیلی: یزید بن عبدالملک نے مسند خلافت پر بیٹھنے کے ساتھ ہی ابوبکر بن محمد بن عمر بن حزم کو مدینہ منورہ سے معزول کر کے عبدالرحمٰن بن ضحاک بن قیس فہری کو مامور کیا اور عمر بن عبدالعزیز کے کل انتظامات اور کاموں کو الٹ پلٹ دیا۔ ازانجملہ یمن کا خراج تھا محمد برادر حجاج بن یوسف نے اہل یمن پر ایک نیا ٹیکس لگا دیا تھا۔ جس کو عمر بن عبدالعزیز نے اپنے زمانہ خلافت میں معاف کر کے عشر (دسواں حصہ) یا نصف عشر (بیسواں حصہ) قائم کیا اور یہ ارشاد کیا کہ "مجھے اس نئے خراج کو قائم کرنے سے یہ پسند ہے کہ یمن سے ایک ذرہ برابر خراج آئے"۔ پس جب یزید بن عبدالملک نے زمام خلافت اپنے ہاتھ میں لی تو اس ٹیکس کو پھر جاری کر دیا اور اپنے گورنر کو لکھ بھیجا کہ اہل یمن سے اس کو ضرور وصول کرو گو اس کو یہ ناگوار ہو۔ انہیں دنوں اس کے چچا محمد بن مروان کی بھی موت آ گئی۔ اس نے ان کی جگہ اپنے دوسرے چچا مسلمہ بن عبدالملک کو جزیرہ آذربائیجان اور ارمینیہ پر مامور کیا۔

یزید بن مہلب اور یزید بن عبدالملک: یاد ہوگا کہ عمر بن عبدالعزیز نے یزید بن مہلب کو خمس جرجان کے نہ دینے کی وجہ سے قید کر دیا تھا۔ پس اس وقت سے یہ برابر قید رہا۔ حتیٰ کے عمر بن عبدالعزیز کا زمانہ وفات قریب آ گیا۔ یزید بن مہلب نے بخوفِ یزید بن عبدالملک جیل سے بھاگنے کی فکر کی۔ یزید بن عبدالملک کی بیوی، حجاج کے بھائی کی لڑکی تھی، سلیمان بن عبدالملک نے حجاج کے اعزہ واقارب کو سزا دہی کی غرض سے یزید بن مہلب کے سپرد کیا تھا اور یہ ان کو بلقاء سے قید کر کے دمشق کی طرف لایا تھا۔ جس میں یزید بن عبدالملک کی بیوی بھی تھی اور اس کو بھی سزا دی جاتی تھی۔ یزید بن عبدالملک اپنی بیوی کی سفارش کرنے کو یزید بن مہلب کے مکان پر گیا، لیکن اس نے کچھ خیال نہ کیا تو یزید بن عبدالملک نے کہا "اچھا میں وہ تاوان جو تم نے اس پر مقرر کیا ہے ادا کروں گا تم اس کو سزا نہ دو"۔ یزید بن مہلب نے اس کو بھی منظور نہ کیا تب یزید بن عبدالملک نے کہا "اچھا اس وقت تم میرا کہنا نہیں مانتے ہو میں جب خلیفہ ہوں گا تو سمجھ لوں گا"۔ یزید بن مہلب نے جواب دیا "اگر تو خلیفہ ہوا تو ایک لاکھ تلواریں تیرے لئے میں نیام سے باہر کر دوں گا"۔ گویا ہم باتیں نوک جھونک کی ہو گئیں مگر بالآخر یزید بن مہلب نے ایک لاکھ دینار تاوان لے کر یزید بن عبدالملک کی بیوی کو رہا کر دیا۔

یزید بن مہلب کا فرار: پس جب عمر بن عبدالعزیز کے مرض میں شدت پیدا ہوگئی تو یزید بن مہلب نے اس منافقشہ کے خیال سے اپنے آزاد غلاموں کو کہلا بھیجا کہ کل صبح فلاں مقام پر اونٹ گھوڑے موجود رکھے جائیں اور عامل حلب اور محافظین قید خانہ کے پاس بہت سا مال بھیج دیا جس کی وجہ سے ان لوگوں نے یزید بن مہلب سے تعرض نہ کیا اور یہ اپنی سواری کے پاس آیا۔ سوار ہوا بصرہ پہنچ کر عمر بن عبدالعزیز کو ایک عرضداشت لکھی جس کا مضمون یہ تھا کہ اگر مجھے آپ کی زندگی کا یقین ہو جاتا تو میں ہرگز آپ کے قید خانہ سے نہ بھاگتا لیکن یہ اندیشہ پیدا ہوا کہ آپ کے بعد یزید مجھے نہایت بری طرح قتل کر ڈالے گا''۔ یہ عرضی اس وقت پہنچی جب کہ عمر بن عبدالعزیز دم توڑ رہے تھے۔ خط پڑھ کر فرمایا ''اے اللہ تعالیٰ اگر یزید بن مہلب مسلمانوں کے ساتھ برائی کرنے کو بھاگا تو اس کو اس کی سزا دے کیونکہ اس نے مجھے دھوکا دیا ہے''۔

یزید بن مہلب کی بصرے میں آمد: یزید بن عبدالملک نے بیعت لینے کے بعد عبدالحمید بن عبدالرحمٰن والی کوفہ اور عدی بن ارطاۃ والی بصرہ کو یزید بن مہلب کے بھاگ جانے کا حال اور اس کے اہل وعیال کے دوبارہ گرفتار کرنے کو لکھا۔ چنانچہ عدی بن ارطاۃ نے مفضل وغیرہ ان پسران مہلب کو گرفتار کر کے قید کر دیا۔ اس اثناء میں یزید بن مہلب بھی قریب بصرہ آ پہنچا اور عبدالحمید بن عبدالرحمٰن نے کوفہ سے ایک لشکر بسرافسری ہشام بن مساحق بن عامر یزید کے گرفتار کر لانے کو روانہ کیا۔ جب لشکر حذیب پہنچا تو یزید بن مہلب جاتا ہوا دکھائی دیا لیکن لشکریوں نے اس سے کچھ تعرض نہ کیا۔ وہ سیدھا بصرے کی طرف چلا گیا۔ عدی بن ارطاۃ نے بھی اہل بصرہ کو جمع کر رکھا تھا اردگرد شہر کے خندق کھدوادی تھی۔ سواران بصرہ پر مغیرہ بن عبداللہ بن ابی عقیل کو مقرر کر دیا تھا۔ یزید بن مہلب مع اپنے ہمراہیوں کے بصرے کے قریب پہنچا اور محمد بن مہلب مع اپنی قوم کے استقبال کو آیا' عدی بن ارطاۃ یہ سن کر اپنی فوج از سرنو مرتب کرنے لگا۔ بصرے کے ہر دستۂ فوج پر جدا جدا ایک ایک شخص کو مامور کیا۔ ازد پر مغیرہ بن زیاد بن عمر عتکی کو' تمیم پر محرز بن حمران سعدی کو' بکرہ پر نوح بن شیبان بن مالک بن مسمع کو' عبدالقیس پر مالک بن منذر بن جارود کو۔ اہل عالیہ[1] پر عبدالاعلیٰ بن عبداللہ بن عامر کو۔ مگر ان لوگوں میں سے ایک شخص بھی یزید بن مہلب سے متعرض نہ ہوا اور وہ اپنے مکان میں جا اترا۔ لوگ اس سے ملنے کو آنے لگے' یزید نے عدی بن ارطاۃ سے کہلا بھیجا کہ ''تم میرے بھائیوں کو قید سے رہا کر دو تاکہ میں ان کے ساتھ چندے بصرے میں قیام کر کے کسی طرف چلا جاؤں اور پھر خروج کر کے یزید بن عبدالملک سے خاطر خواہ اپنا مقصد حاصل کروں''۔ عدی بن ارطاۃ نے منظور نہ کیا تب اس نے حمید بن عبدالملک بن مہلب (اپنے بھتیجے کو) امان حاصل کرنے کی غرض سے یزید بن عبدالملک کی خدمت میں روانہ کیا۔

بنو مہلب کو امان نامہ: یزید بن عبدالملک نے بہ نظر ترحم خسروانہ بنو مہلب کو امان نامہ لکھ دیا اور بوقت واپسی حمید' خالد قسری وعمر بن یزید حکمی کو ساتھ کر دیا۔ ہنوز حمید واپس نہیں آنے پایا تھا کہ سونے وچاندی کے ٹکڑوں (یعنی یزید بن مہلب کی داد ودہش) نے لوگوں کو اس کی طرف مائل کر دیا کیونکہ عدی بن ارطاۃ نہایت بخیل تھا۔ کسی کو دو درہم سے زیادہ نہ دیتا تھا۔

---

[1] قریش' کنانہ' ازد' بجیلہ' خثعم' قیس' غیلان' مزینہ کو اہل عالیہ کہتے ہیں اور اہل عالیہ وکوفہ کو ربع اہل مدینہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ کامل ابن اثیر جلد پنجم

رفتہ رفتہ یزید اور عدی میں کشیدگی بڑھ گئی۔ یزید کے ہمراہیوں نے عدی کے ہوا خواہوں پر حملہ کر دیا۔ اتفاق سے عدی کی فوج میدان جنگ سے پسپا ہو گئی۔ یزید بن مہلب کے بھائیوں نے یہ سن کر قید خانے کا دروازہ بند کر لیا اس خوف سے کہ مبادا یزید کے آنے سے پہلے عدی ان لوگوں کو قتل نہ کر ڈالے۔ دروازہ بند کرنے کے بعد ہی (عبداللہ بن دینار) عدی کے داروغہ جیل نے آ کر اس کے کھولنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہا۔ اس عرصے میں یزید کے ہمراہی آ پہنچے۔ عبداللہ بن دینار بھاگ گیا۔ یزید کے بھائی قید خانہ کھول کر نکل آئے۔

عدی بن ارطاۃ کی گرفتاری: یزید بن مہلب دار الامارت کے قریب مسلم بن زیاد کے مکان میں قیام پذیر ہوا۔ اس کے ہمراہی قصر امارت پر سیڑھیاں لگا کر چڑھ گئے اور عدی بن ارطاۃ کو گرفتار کر لائے۔ یزید بن مہلب نے اس کو قید کر دیا۔ رؤسا بصرہ قبیلہ ہائے تمیم قیس اور مالک بن منذر کوفہ و شام کی طرف چلے گئے۔ مغیرہ بن زیاد بن عمر عتکی شام کی جانب بھاگا۔ اثناء راہ میں خالد قسری عمر بن یزید سے ملاقات ہوئی۔ جو یزید بن مہلب کے لئے حمید بن عبدالملک کے ساتھ امان لئے آ رہے تھے۔ مغیرہ بن زیاد نے خالد و عمر کو یزید بن مہلب کے غلبہ و تصرف بصرہ اور عدی کے قید کرنے سے آگاہ کیا۔ پس خالد و عمر لوٹ کھڑے ہوئے۔ ہر چند حمید نے قسم دلائی لیکن ان دونوں نے ایک بھی نہ سنی۔ خالد بن یزید بن مہلب و حماد بن ذخر کو عبدالحمید بن عبدالرحمن نے کوفہ سے گرفتار کر کے شام بھیج دیا۔ جس کو یزید بن عبدالملک نے قید کر دیا یہاں تک کہ قید ہی کی حالت میں ان دونوں نے جان بحق تسلیم کی۔

شامی لشکر کی کوفہ کو روانگی: ان واقعات کے بعد یزید بن عبدالملک نے اہل کوفہ کے لئے جائزہ انعامات روانہ کئے۔ ان کی خیر خواہی کی تعریف لکھی۔ ان کے وظائف بڑھانے کا وعدہ کیا۔ اپنے بھائی مسلمہ بن عبدالملک اور برادرزادہ عباس بن ولید بن عبدالملک کو ستر ہزار یا اسی ہزار جنگ آوران شام و جزیرے کے ساتھ عراق کی جانب روانہ کیا۔ ان لوگوں نے کوفے میں پہنچ کر نخیلہ میں قیام کیا۔ ایک روز عباس بن ولید اور حیان نبطی باتوں باتوں آپس میں لڑ پڑے۔

یزید بن مہلب کی ناکامی: یزید بن مہلب کو مسلمہ اور اہل شام کے آنے کی خبر پہنچی تو اس نے لوگوں کو جمع کر کے خطبہ دیا۔ اہل شام کو جنگ پر ابھارا۔ بزدلی و نامردانگی کے عواقب امور سے ڈرایا اور اس امر کا ان کو یقین دلایا کہ ان میں اکثر میرے ہوا خواہ ہیں یہ خیال اہل بصرہ نے اس کے دل میں پیدا کیا تھا اس کے بعد یزید بن مہلب نے اپنے عمال کو اہواز، فارس اور کرمان کی طرف روانہ کیا۔ خراسان کی طرف مدرک بن مہلب کو بھیجا۔ خراسان کی گورنری پر عبدالرحمن بن نعیم تھا اس نے بنو تمیم کو اہل خراسان کے روکنے پر مامور کیا، ازد نے مدرک کی آمد سن کر راس المفازہ پر ملاقات کی اور اس سے واپس جانے کو کہا اور اپنے انجام پر نظر رکھتے ہوئے ساتھ دینے کا وعدہ کیا۔ چنانچہ مدرک بے نیل و مرام خراسان سے لوٹ آیا۔ بعد ازاں یزید بن مہلب نے لوگوں کو جمع کر کے خطبہ دیا۔ جس میں اس نے ان کو کتاب و سنت پر عمل کرنے کی دعوت دی اور جہاد پر ابھارا اور یہ کہ اہل شام پر جہاد کرنا ترک و دیلم پر جہاد کرنے سے افضل ہے حسن بصری اور نضر بن انس بن مالک نے اس سے مخالفت کی اور عوام الناس نے محض اس رائے سے اتفاق ہی نہیں کیا بلکہ یزید کا منہ پکڑ کر بٹھا دیا اور مسجد سے نکل آئے۔

عبدالملک بن مہلب کی پسپائی: یزید بن مہلب اپنے بھائی مروان بن مہلب کو بصرے پر اپنی طرف سے مامور کر کے واسطہ چلا آیا۔ کچھ عرصہ قیام کرنے کے بعد ۱۰۲ھ میں اپنے لڑکے معاویہ کو وہاں کا امیر بنا کر پھر خروج کیا۔ اس کا بھائی عبدالملک بن مہلب کوفے کی طرف بڑھا۔ عباس بن ولید نے نوک دار نیزوں اور چمکتی ہوئی تلواروں سے استقبال کیا۔ عبدالملک بن مہلب مقابلے پر آیا لڑائی ہوئی۔ بالآخر عبدالملک شکست اٹھا کر یزید بن مہلب کے پاس لوٹ آیا۔ اس اثناء میں مسلمہ کنارہ فرات پر پہنچ گیا اور پل باندھ کر دریائے فرات عبور کر کے یزید بن مہلب پر آ پڑا۔ یزید بن مہلب کے پاس اس وقت ایک بڑا لشکر مرتب ہو گیا تھا۔ جس میں اکثر اہل کوفہ اور کچھ لوگ مختلف سرحدوں کے تھے۔ جن کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار بیان کی جاتی ہے۔ عبدالحمید بن عبدالرحمٰن اپنی فوج آراستہ کیے ہوئے نخیلہ میں پڑا ہوا تھا۔ جاسوسوں اور محافظوں کو اہل کوفہ پر مامور کر دیا تھا کہ وہ لوگ ابن مہلب کے پاس نہ جانے پائیں اور چھوٹا سا لشکر بسر افسری صبرہ بن عبدالرحمٰن بن مخنف بن مسلمہ کی کمک پر روانہ کیا۔ مسلمہ نے عبدالحمید بن عبدالرحمٰن کو امارت کوفہ سے معزول کر کے محمد بن عمر بن ولید بن عقبہ کو مامور کیا۔ یزید بن مہلب نے ایک لشکر اپنے بھائی محمد کے ساتھ مسلمہ کی فوج پر شب خون مارنے کی غرض سے روانہ کرنے کا قصد کیا لیکن ہمراہیوں نے اختلاف کر کے کہا ''ہم نے تو لوگوں کو کتاب و سنت پر عمل کرنے کی غرض سے جمع کیا ہے اور ان لوگوں نے بھی اسی کا وعدہ کیا ہے۔ اب تم شب خون مارنے کو کہتے ہو ہماری یہ ہمت نہیں ہے کہ ہم ان سے بدعہدی کریں''۔ یزید بن مہلب نے جواب دیا ''افسوس تم پر تم لوگ ان کی تصدیق کرتے ہو کہ وہ کتاب و سنت پر عامل ہیں۔ حالانکہ وہ لوگ تم کو دھوکا دیتے ہیں اور تمہارے ساتھ فریب کرتے ہیں پس تم کو چاہیے کہ فریب دہی میں تم ان سے بڑھ جاؤ۔ واللہ مروان کے خاندان میں اس زرد ٹڈی (مسلمہ) سے مکار و بدعہد کوئی زیادہ نہیں ہے''۔ حاضرین نے اس کے کہنے پر مطلق خیال نہ کیا۔

حسن بصری کی مخالفت: مروان بن مہلب بصرے میں لوگوں کو یزید بن مہلب کے ساتھ دینے پر ابھار رہا تھا اور حسن بصری مخالفت کر رہے تھے۔ حکومت وقت کی مخالفت سے ڈرا رہے تھے مروان کو یہ خبر لگی ان لوگوں کو سختی کے ساتھ بلوا بھیجا۔ جو لوگ حسن بصریؒ کے پاس آیا جایا کرتے تھے یہ خبر پا کر منتشر و متفرق ہو گئے اور مروان بھی ان کی تکلیف دہی سے رک گیا۔

یزید بن مہلب کا قتل: آٹھ روز تک مسلمہ بن عبدالملک اور یزید بن مہلب ایک دوسرے کے مقابلے پر بلا جدال و قتال پڑے رہے۔ نویں روز جمعہ کے دن نصف صفر ۱۰۲ھ کو یزید بن مہلب نے صف آرائی کی اور عباس بن ولید نے بھی ایسا ہی کیا۔ جنگ چھڑتے ہی حد سے زیادہ سخت ہو گئی۔ مسلمہ نے پل کو جلوا دیا میدان جنگ دھوئیں سے بھر گیا۔ یزید بن مہلب کی فوج یہ رنگ دیکھ کر بھاگ کھڑی ہوئی۔ یزید اور اس کے ہمراہی شکست خوردوں کو مارنے لگے لیکن ہمت ہارے ہوئے سپاہی نہ لوٹے۔ یزید ان کی مراجعت سے ناامید ہو کر لوٹا اور پیادہ پا اپنے ہمراہیوں کے ساتھ میدان جنگ کا راستہ لیا۔ لوگوں نے کہا ''تمہارا بھائی حبیب مارا گیا''۔ یزید بن مہلب نے آہ سرد کھینچ کر کہا ''لطف زندگی نہ اس کے بعد ہے اور نہ شکست کے بعد'' اور شمشیر بکف لشکر شام کو مارتا اور ان کی صفوں کو چیرتا ہوا مسلمہ کی طرف بڑھا۔ لشکر شام نے چاروں طرف سے گھیر کر اس کو اور

اس کے ہمراہیوں کو قتل کر ڈالا جس میں اس کا بھائی محمد بھی تھا۔ خاتمۂ جنگ کے بعد مسلمہ نے یزید کا سر خالد بن ولید بن عقبہ کے ہمراہ یزید بن عبدالملک کی خدمت میں روانہ کیا۔ بعض کا بیان ہے کہ یزید کو ہذیل بن زفر بن حرث بن کلابی نے قتل کیا تھا لیکن بہ وجہ تکبر گھوڑے سے سر کاٹنے کو نہ اترا اسی وجہ سے کسی غیر شخص نے یزید کا سر اتار دیا تھا۔

مفضل بن مہلب کی واپسی: مفضل بن مہلب دوسری جانب لڑ رہا تھا۔ اس کو نہ یزید کے قتل کا حال معلوم تھا اور نہ اس کے ہمراہیوں کے بھاگنے کا۔ تھوڑی دیر تک جنگ کرتا رہا کسی وقت اس کے ہمراہی پسپا ہو کر بھاگ کھڑے ہوتے تھے اور کسی وقت سینہ سپر ہو کر حملہ کرتے تھے یہاں تک کہ مفضل کو ان لوگوں کے مارے جانے کی اطلاع ہوئی لوگ یہ سنتے ہی متفرق و منتشر ہو گئے اور مفضل واسط کی جانب چلا گیا۔

اسیران جنگ کا انجام: مفضل جونہی میدان جنگ سے ہٹا۔ اہل شام یزید بن مہلب کے لشکر گاہ میں گھس پڑے۔ تھوڑی دیر تک ابو روبہ سردار مرجیہ اپنے ہمراہیوں کو لئے ہوئے لڑتا رہا۔ آخر الامر لشکر شام کا مقابلہ نہ کر سکا میدان جنگ خالی چھوڑ کر بھاگ کھڑا ہوا۔ مسلمہ نے تین سو آدمیوں کو گرفتار کر کے کوفے کی جانب روانہ کیا۔ اس کے بعد یزید بن عبدالملک کا ایک فرمان بنام محمد بن عمر بن ولید قیدیوں کے قتل کی بابت آ پہنچا۔ محمد بن عمر بن ولید نے عریان بن ہیثم (افسر پولیس) کو ان کے قتل پر مامور کیا۔ اسی آدمی بنو تمیم کے مارے جا چکے تھے کہ یزید بن عبدالملک کا دوسرا فرمان قیدیوں کی خطائیں معاف کرنے کو آ گیا اور باقی ماندہ قیدی چھوڑ دیئے گئے۔

بنو مہلب کی روانگی قندابیل: کامیابی حاصل کرنے کے بعد مسلمہ حیرہ میں آ کر مقیم ہوا۔ واسط میں یزید کے مارے جانے کی خبر آئی تو اس کے لڑکے معاویہ نے عدی بن ارطاۃ' محمد بن عدی بن ارطاۃ' مالک وعبدالملک پسران مسمع کو مع تیس آدمیوں کے قتل کر ڈالا اور مال وخزانہ لے کر بصرے کا رخ کیا اس کا چچا مفضل بھی یہ خبر پا کر اس سے آ ملا اور کل بنو مہلب کو کشتیوں پر سوار کرا کے قندابیل کو روانہ ہو گیا۔ قندابیل میں وداع میں حمید ازدی والی تھا۔ جس کو یزید بن مہلب نے مامور کیا تھا اس شرط پر کہ اگر اس کو بمقابلہ مسلمہ کے شکست ہو گی۔ تو وداع بن حمید اس کے اہل وعیال کو پناہ دے گا۔ غرض رفتہ رفتہ مفضل ومعاویہ اپنے اہل وعیال کے جبال کرمان میں جا اترے اور شکست خوردہ چاروں طرف سے آ آ کر جمع ہونے لگے۔ مسلمہ نے مدرک بن حبیب کلبی کو مفضل کے گرفتار کر لانے پر مامور کیا۔ مفضل اور اس کے ہمراہی لڑائی پر آمادہ ہوئے مدرک بھی لشکر کی صفیں مرتب کر کے بھڑ گیا۔ مفضل کے ہمراہیوں میں سے نعمان بن ابراہیم بن اشتر' محمد بن اسحٰق بن محمد بن اشعث مارے گئے اور ابن صول والی قہستان گرفتار کر لیا گیا۔ عثمان بن اسحٰق بن محمد بن اشعث بھاگ کر حلوان پہنچا۔ لیکن اس اجل رسیدہ کو حلوان بھی پناہ نہ دے سکا۔ مسلمہ کے آدمیوں نے سر اتار کر حیرہ میں مسلمہ کے پاس بھیج دیا۔ چند لوگ ابن مہلب کے ہمراہیوں میں سے اپنے کئے پر پشیمان ہو کر واپس آئے۔ امان چاہی' مسلمہ نے ان کو امان دی' منجملہ امان چاہنے والوں کے مالک بن ابراہیم بن اشتر اور ورد بن عبداللہ بن حبیب سعدی تمیمی تھا بقیہ آل مہلب مع اپنے ہمراہیوں کے قندابیل روانہ ہو گئے۔ قندابیل کے قریب پہنچے تو وداع بن حمید نے قندابیل میں داخل ہونے سے روکا مگر اس قدر ضرور سلوک کیا کہ آل مہلب کے ساتھ ہو کر ان کے دشمنوں سے لڑنے کو نکلا۔

معرکۂ قندابیل: مسلمہ نے شکست کے بعد آل مہلب' مدرک بن حبیب کلبی کو جبال کرمان کی طرف واپس کر دیا اور آل مہلب کے تعاقب میں ہلال بن احور تمیمی کو روانہ کیا تھا۔ مقام قندابیل میں آل مہلب سے مڈبھیڑ ہو گئی۔ جنگ کا بازار ہنوز گرم نہ ہونے پایا تھا کہ ہلال بن احور تمیمی نے ان کا جھنڈا اڑا دیا۔ وداع بن حمید و عبدالملک بن ہلال (جو آل مہلب کے میمنہ و میسرہ پر تھے) امان کی طرف جھک پڑے۔ لوگ یہ دیکھ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ مگر آل مہلب کی غیرت نے یہ تقاضا نہ کیا کہ میدان جنگ کو خالی چھوڑ کر بھاگ جاتے' سب کے سب تلواریں نیام سے کھینچ کر کود پڑے اور تھوڑی دیر لڑ کر فرش زمین پر موت کی نیند سو رہے تھے۔ مفضل' عبدالملک' زیاد' مروان' پسران مہلب' معاویہ بن یزید بن مہلب منہال بن ابی عیینہ بن مہلب عمرو و مغیرہ پسران قبیصہ بن مہلب اس معرکے میں کام آئے اور ابو عیینہ بن مہلب' عمر بن یزید بن مہلب' اور عثمان بن مفضل بھاگ کر رتبیل بادشاہ کے پاس جا پہنچے۔

بنو مہلب کا انجام: خاتمہ جنگ کے بعد ہلال بن احور نے مقتولین کے سر مع عورتوں اور قیدیوں کے مسلمہ کے پاس حیرہ میں بھیج دیا۔ مسلمہ نے یزید بن عبدالملک کی خدمت میں روانہ کر دیا۔ یزید نے ان سب کو عباس بن ولید کے ہمراہ حلب میں بھیج دیا۔ عباس نے مقتولین کے سروں کو شارع عام پر نصب کر دیا۔ مسلمہ نے آل مہلب کی عورتوں کو فروخت کرنے کا قصد کیا۔ چنانچہ جراح بن عبداللہ حکمی نے ایک لاکھ درہم پر خرید کر کے رہا کر دیا۔ لیکن مسلمہ نے جراح سے یہ رقم نہ لی۔ باقی رہے بنو مہلب کے قیدی[1] وہ جس وقت یزید بن عبدالملک کے پاس پہنچے اور یہ تعداد میں تیرہ آدمی تھے۔ یزید بن عبدالملک نے قتل کا حکم دیا یہ سب مہلب کی نسل کے تھے۔ عیینہ بن مہلب کو اس کی بہن ہند بنت مہلب نے امان حاصل کر کے بچا لیا اور عمرو عثمان ایک زمانہ دراز تک رتبیل کے پاس مقیم رہے۔ یہاں تک کہ ان کو اسد بن عبداللہ قسری نے امان دی اور وہ اس کے پاس خراسان میں آ گئے۔

امارت عراق و خراسان پر مسلمہ کا تقرر: جس وقت مسلمہ بن عبدالملک جنگ بنو مہلب سے فارغ ہوا۔ یزید بن عبدالملک نے اس کو عراق و خراسان کی گورنری مرحمت کی' بصرہ و کوفہ کی حکومت بھی اس کے سپرد کر دی۔ پس اس نے اپنی طرف سے کوفے پر محمد بن عمر بن ولید کو مامور کیا۔ اس سے پیشتر بعد بنو مہلب کے امارات بصرہ پر شبیب بن حرث تمیمی متعین تھا بجائے اس کے مسلمہ نے عبدالرحمٰن بن سلیم کلبی کو روانہ کیا۔ پولیس کی افسری عمر بن یزید تمیمی کو دی عبدالرحمٰن بن سلیم نے بصرہ میں پہنچ کر بنو مہلب کے ہمراہیوں اور ہوا خواہوں سے میل جول بڑھایا۔ مسلمہ نے اس کو معزول کر کے عبدالملک بن بشر بن مروان کو بصرے کی امارت پر مامور کیا اور عمر بن یزید کو محکمہ پولیس کا افسر اعلیٰ بنایا اور خراسان پر اپنے داماد سعید بن عبدالعزیز بن حرث بن حکم بن ابی العباس ملقب بہ حذینہ[2] کو مامور کیا۔

سعید بن عبدالعزیز: سعید بن عبدالعزیز نے خراسان پہنچ کر شعبہ بن ظہیر نہشلی کو سمرقند کی ولایت پر بھیج دیا۔ شعبہ بن ظہیر

---

[1] قیدیان بنو مہلب جو بحکم یزید بن عبدالملک مارے گئے۔ ان کے اسماء یہ تھے معارک و عبداللہ و مغیرہ و مفضل و منجاب اولاد یزید بن مہلب اور درید و حجاج و غسان و شبیب و فضل اولاد مفضل بن مہلب اور مفضل بن قبیصہ بن مہلب کامل ابن اثیر جلد پنجم۔

[2] سعید حذینہ کے لقب سے اس وجہ سے ملقب ہوا تھا کہ یہ نہایت عشرت پسند اور نازک طبیعت تھا۔ ایک مرتب کا ذکر ہے کہ ایک عرب اس کے پاس خراسان میں گیا اس وقت یہ رنگین کپڑے پہنے ہوئے بیٹھا تھا اس کے پاس رنگین منبر رکھا ہوا تھا۔ عرب جب باہر آیا تو لوگوں نے دریافت کیا تو نے امیر کو کیسا دیکھا؟ جواب دیا ''حذینہ'' اور حذینہ دہقانہ مالک مکان کو کہتے ہیں۔ منہ

حوالے کر دیا تھا۔ ترکوں نے تمہاری آمد کی خبر سن کر ان کو قتل کر ڈالا ہے اور کل بالضرور وہ جنگ کریں گے۔ میرے ساتھ تین سو جنگی سپاہی ہیں اور وہ تمہاری کمک کو حاضر ہیں''۔

عبدالملک بن وثار: میبّب نے قصر باہلی کی طرف دو شخص (ایک عجمی اور ایک عربی) کو خبر لانے کی غرض سے روانہ کیا۔ رات نہایت تاریک تھی ہاتھ کو ہاتھ نہ پہچان سکتا تھا قصر کے قریب پہنچ کر ان دونوں شخصوں نے پکارا اہل قصر میں سے کسی نے ڈانٹ کر کہا ''چپ ہو جاؤ کیوں شور مچاتے ہو''۔ مخبروں نے جواب دیا ''تم فلاں شخص (عبدالملک بن وثار) کو بلاؤ ہم ان سے کچھ کہنے کو آئے ہیں''۔ عبدالملک بن وثار آ گیا ان لوگوں نے میبّب کے لشکر کے آنے کا حال بتلایا اور دریافت کیا کہ ''کیا تم میں اتنی قوت ہے کہ کل ترکوں کا مقابلہ کر سکو گے؟'' عبدالملک بن وثار نے کہا ''مقابلہ کا کیا ذکر ہے ہم نے تو اپنے کو مردہ سمجھ لیا ہے''۔ مخبروں نے واپس ہو کر میبّب کو اس سے مطلع کیا۔ میبّب نے ترکوں پر شب خون مارنے کا قصد کیا۔ ہمراہیوں نے کہا ہم لوگ سر کر میدان جنگ سے اٹھنے پر بیعت کرتے ہیں میبّب نے کوچ کا حکم دیا۔ پورا دن چلنے ہی میں گزارا۔ رات آتے ہی ٹھہر گیا اپنے لشکریوں کو جنگ کی ترغیب دینے لگا۔ قریب صبح پھر ان کو ایک پر جوش تقریر سے ابھار کر بولا کہ دیکھو تمہارا اشعار ''یا محمد'' ہوگا۔ تم لوگ کسی بھاگنے والے کا تعاقب نہ کرنا' سینہ سپر ہو کر میدان جنگ میں جانا اور اپنے جانوروں کو ذبح کر ڈالو۔ تاکہ میدان جنگ سے فرار کا خیال بھی رفع ہو جائے اور جی توڑ کر لڑو تم میں کچھ کمی نہیں ہے۔ سات سو اسلامی تلواریں ایک لشکر کے تباہ کرنے کو کافی ہیں گو وہ کیسا ہی بڑا کیوں نہ ہو۔

ترکوں کی پسپائی: لشکریوں نے نہایت خوشی سے اس حکم کی تعمیل کی اور سپیدئ سحر کے نمودار ہونے سے تھوڑا پہلے لشکر ترک پر برق کی طرح ٹوٹ پڑے۔ میبّب اپنے لشکر کے آگے آگے رجزیہ اشعار پڑھتا جاتا تھا اور اس کے ہمراہی حملے پر حملے کرتے جاتے تھے۔ ترکوں کو جواب دینا دشوار ہو گیا۔ بڑے بڑے نامور ترک اس معرکے میں کام آ گئے۔ باقی ماندہ میدان جنگ سے جی چرا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ میبّب کے منادی نے پکار کر کہا ''بھاگنے والوں کا تعاقب نہ کرو' قصر کی طرف بڑھو اور ان میں جس کو اپنا مخالف پاؤ قتل کر ڈالو' جس طرح ممکن ہو نہر کا پانی نکال ڈالو جو شخص کسی عورت یا ضعیف یا لڑکے کو اپنے ہمراہ لے جائے گا اس کا اجر اللہ تعالیٰ دے گا اور اگر اس کو اس پر قناعت نہ ہوگی تو چالیس درہم دیئے جائیں گے''۔ پس میبّب کے سپاہیوں نے دیکھتے ہی دیکھتے اہل قصر کو سمرقند اٹھا لائے اور ترکی فوج اگلے دن اپنا سامنہ لے کر لوٹ گئی ایک ترک بھی دکھائی نہیں دیتا تھا۔ عساکر اسلامیہ میدان مقتولین کی کثرت دیکھ کر کہتے تھے ((کم من الذین جائونا بالامس))

جنگ صغد: صغد کی عہد شکنی اور ترکوں کے ساتھ مسلمانوں پر چڑھ آنے کے بعد سعید نے ان پر حملہ کرنے کے قصد سے عساکر اسلامیہ کا جائزہ لیا اور سامان ضروری مہیا کر کے نہر عبور کی۔ ترکوں اور صغد کے ایک گروہ سے مقابلہ ہو گیا۔ عساکر اسلام نے ان کو پہلے ہی حملے میں شکست دی۔ سعید نے لشکریوں کو ان کے تعاقب سے یہ کہہ کر کہ ''یہ لوگ جنابیہ[1] امیر المومنین ہیں''۔ روکا ابتداً لشکر رک تو گئے لیکن پھر اس وادی کی طرف بڑھ گئے جو ان کے اور مرج کے درمیان میں واقع تھی اور طرہ

[1] ''جنابیہ امیر المومنین'' کے معنی یہ ہیں کہ امیر المومنین ان سے مال لیتے ہیں ان کے استیصال میں امیر المومنین کا نقصان ہے۔ حاشیہ ابن خلدون جلد سوم صفحہ ۸۱ مطبوعہ مصر

نے سمرقند پہنچ کر صغد پر چڑھائی کی۔ اہل صغد زمانہ حکومت عبدالرحمٰن بن نعیم میں باغی ہو گئے تھے۔ شعبہ کے پہنچتے ہی پھر مصالحت کر لی۔ شعبہ نے عرب کو جو وہاں مقیم تھے سخت وست کہا اور بزدلی کا الزام لگایا ان لوگوں نے معذرت کی کہ یہ بزدلی ان کے امیر علی بن حبیب عبدی کی وجہ سے سرزد ہوئی۔ اس کے بعد سعید بن عبدالعزیز نے عبدالرحمٰن بن عبداللہ کے عمال کو قید کر دیا۔ پھر کچھ عرصہ بعد ان کو رہا کر کے یزید بن مہلب کے مقرر کیے ہوئے عمال کو قید خانے میں بھیج دیا۔ اس الزام میں کہ ان لوگوں نے مال میں خیانت کی ہے بعض ان میں سے حالت قید ہی میں مر گئے اور بعض قید خانے میں مصائب کے دن جھیلتے رہے یہاں تک کہ ترک وصغد نے سعید سے جنگ کی چھیڑ چھاڑ شروع کی اس وقت سعید نے ان کو بھی رہا کر دیا۔

ہشام اور ولید کی ولی عہدی: جن دنوں یزید بن عبدالملک نے اپنے بھائی مسلمہ بن عبدالملک اور برادرزادہ عباس بن ولید بن عبدالملک کے ساتھ ایک لشکر یزید بن مہلب کی گوشمالی کے لئے روانہ کیا تھا۔ عباس نے کہا کہ اہل عراق بڑے غدار ہیں ہم کو اندیشہ ہے کہ آپ کے بعد یہ لوگ ہاتھ پاؤں پھیلائیں گے اور اس وجہ سے ہمارے قویٰ مضمحل ہو جائیں گے۔ پس آپ عبدالعزیز بن ولید کو ولی عہد بنا جائیے۔ مسلمہ کو اس کی خبر ہوئی اس نے حاضر ہو کر عرض کیا ''امیر المؤمنین! آپ کا بھائی ولی عہدی کا زیادہ مستحق ہے کیونکہ آپ کا لڑکا ابھی سن شعور کو نہیں پہنچا۔ مناسب ہے کہ آپ ہشام اور اس کے بعد اپنے لڑکے ولید کو ولی عہد مقرر فرمایئے''۔ ولید کی عمر اس وقت گیارہ برس کی تھی۔ چنانچہ یزید بن عبدالملک نے ہشام بن عبدالملک اور ہشام کے بعد ولید بن یزید کی ولی عہدی کی بیعت لی۔ اتفاق سے یزید بن عبدالملک کی حیات ہی میں ولید بالغ ہو گیا جب وہ اس کو دیکھتا تھا تو کہہ اٹھتا تھا ((بینی و بین من جعل ھشاما بینی و بینک))

ترکوں کی شورش: سعید بن عبدالعزیز گورنر خراسان ہو کر آیا تو اہل خراسان نے اس کی عشرت پسندی کی وجہ سے اس کو کمزور خیال کر کے خزینہ کے لقب سے ملقب کیا۔ اس نے سمرقند پر شعبہ کو ابتداءً مامور کیا تھا۔ جیسا کہ آپ پڑھ چکے ہیں پھر اس کو معزول کر کے عثمان بن عبداللہ بن مطرف بن شخیر کو مقرر کیا۔ ترکوں نے اس کی کمزوری سے فائدہ اٹھانا چاہا۔ چنانچہ خاقان نے ان سب کو جمع کر کے صغد کی طرف بسرافسری کو صول روانہ کیا۔ رفتہ رفتہ یہ قصر باہلی پہنچے وہاں ایک سو خاندان تھے جن میں ان کی عورتیں بھی تھیں ان لوگوں نے عثمان بن عبداللہ والی سمرقند کو اس سے مطلع کیا اور پھر اس خوف سے کہ کمک کے آنے میں شاید تاخیر ہوگی۔ چالیس ہزار پر ترکوں سے مصالحت کر لی اور سترہ آدمیوں کو بطور ضمانت ان کے حوالے کر دیا۔

مسیب بن بشر: عثمان بن عبداللہ نے ترکوں کی شورش کی خبر سن کر لشکر کو مرتب کیا اور چار ہزار آدمیوں کے ساتھ (جس میں ہر قبیلہ کے آدمی تھے) مسیب بن بشر ریاحی کو روانہ کیا۔ مسیب نے تھوڑی دور چل کر اپنے ہمراہیوں سے مخاطب ہو کر کہا ''جو شخص جنگ کا قصد رکھتا ہو اور موت پر صبر کر سکتا ہو اس کو لازم ہے کہ آگے بڑھے''۔ ہمراہیوں میں ایک ہزار آدمی لوٹ کھڑے ہوئے۔ کوس ڈیڑھ کوس چل کر مہلب نے پھر اس فقرے کو دہرایا ایک ہزار اور لوٹ پڑے۔ پھر ایک کوس ڈیڑھ کوس طے کرنے کے بعد اسی فقرے کو کہا تو ایک ہزار آدمیوں نے ساتھ چھوڑ دیا۔ الغرض مسیب نے باقی ماندہ فوج لئے ہوئے ترکوں سے دو کوس کے فاصلے پر قیام کیا۔ ایک دہقان نے حاضر ہو کر عرض کیا ''جن کو اہل قصر باہلی نے بطور ضمانت ترکوں کے

اس پر یہ ہوا کہ لشکر کا بعض حصہ اس وادی کو بھی طے کرنے لگا ترک پہلے ہی سے کمین گاہ میں بیٹھے ہوئے تھے عساکر اسلام کو وادی سے گزرتا ہوا دیکھ کر نکل پڑے۔ مسلمانوں کو شکست ہوئی بھاگ کر وادی کے کنارے پر پہنچے۔

بعض کا بیان ہے کہ جن کو شکست ہوئی وہ مسلمانوں کے مسلحہ تھے اور منجملہ ان لوگوں کے جو اس اتفاقی واقعہ میں کام آئے۔ شعبہ بن ظہر مع پچاس آدمیوں کے تھا۔ ہنوز ترکوں کے ہاتھ مسلمانوں کے قتل و غارت سے نہ رکنے پائے تھے اور وہ بیچارے اس ناگہانی زبردست حملہ سے پریشان ہو کر بھاگے جا رہے تھے کہ امیر لشکر مع بقیہ فوج کے آ گیا ترکوں کے چھکے چھوٹ گئے۔ منہ کے بل ایک دوسرے پر گرتے پڑتے بھاگ کھڑے ہوئے۔

سعید کی یہ عادت تھی کہ جب وہ کوئی لشکر شب خون مارنے کو بھیجتا اور وہ کامیاب ہو کر مال غنیمت اور قیدیوں کو لئے ہوئے واپس آتا تو قیدیوں کو رہا کرا دیتا اور لشکریوں پر بھی ناراض ہوتا تھا۔ سعید کی انہیں حرکات نے لوگوں میں بددلی پیدا کر رکھی تھی اور اسی وجہ سے وہ لوگ اس کے کمزور کرنے کی کوشش میں تھے۔

حیان نبطی کا خاتمہ: اسی جنگ میں سورہ بن الجبر اور حیان نبطی میں نا چاقی ہو گئی تھی (اور یہی سبب اس کی موت کا ہوا) اس وجہ سے کہ سعید نے جس وقت عساکر اسلام کو صغد کے تعاقب سے روکنے کا حکم دیا تھا سورہ نے پکار کر کہا تھا ''اے حیان ان لوگوں کے تعاقب سے واپس آ'' حیان بولا ''اللہ تجھے غارت کرے میں ان کو نہ چھوڑوں گا''۔ سورہ نے پھر چلا کر کہا ''اے نبطی لوٹ آ'' حیان نے چلا کر جواب دیا ''اللہ تجھے تباہ کرے کیوں چلاتا ہے''۔ سورہ کو اس سے ناراضگی پیدا ہوئی واپسی کے بعد سعید کو یہ فقرہ دیا کہ اسی (حیان) نے خراسان کو قتیبہ کا مخالف بنایا تھا اور عجب نہیں کہ تم پر بھی یہ کوئی وار کرے اور کسی قلعہ مستحکم میں جا کر پناہ گزیں ہو جائے''۔ سعید اس دم پٹی میں آ کر سورہ سے کہنے لگا دیکھو ان باتوں کو کوئی سننے نہ پائے۔ بعد ازاں حیان کو اپنی مجلس میں بلا کر دودھ پینے کو دیا جس میں زہر ملا ہوا تھا۔ پیتے کے ساتھ ہی پاؤں لڑکھڑا گئے۔ سعید نے ایک لات مار کر گرا دیا چند راتیں زندہ رہ کر مر گیا۔

مسلمہ کی معزولی: مسلمہ بن عبدالملک شروع زمانہ گورنری سے عراق و خراسان کے خراج کا کوئی حصہ دارالخلافہ دمشق کو نہیں بھیجتا تھا اور یزید بن عبدالملک اس کے معزول کرنے سے حجاب کرتا تھا۔ لیکن ایک مدت کے غور و فکر کے بعد لکھ بھیجا کہ کسی کو اپنے صوبے پر مامور کر کے چند روز کے لئے چلے آؤ۔ چنانچہ مسلمہ ۱۰۳ھ یا ۱۰۴ھ میں دمشق کی جانب روانہ ہوا۔ اثناء راہ میں عمر بن ہبیرہ سے ملاقات ہوئی۔ عند الاستفسار عمر بن ہبیرہ نے کہا ''مجھے امیر المومنین نے بنو مہلب کے مال و اسباب کے ضبط کرنے کو بھیجا ہے''۔ مسلمہ اس فقرے میں آ گیا لیکن ایک ہمراہی[1] اس کو تاڑ گیا۔ تخلیہ میں مسلمہ سے کہنے لگا ''امیر المومنین کا ابن ہبیرہ کو جزیرے سے طلب فرما کر ایسے متبذل کام کے لئے عراق روانہ کرنا نہایت تعجب خیز امر ہے''۔ مسلمہ نے کچھ جواب نہ دیا تھوڑے دن بعد یہ خبر آئی کہ ابن ہبیرہ نے مسلمہ کے مقرر کئے ہوئے عمال کو معزول کر دیا۔

عمر بن ہبیرہ: عمر بن ہبیرہ بہت چالاک اور ہوشیار آدمی تھا۔ حجاج اس کو لشکر کے ساتھ اکثر روانہ کرتا تھا۔ جن دنوں مطرف

[1] اس کا نام عبدالعزیز بن حاتم بن نعمان تھا۔ کامل ابن اثیر جلد پنجم

بن مغیرہ نے حجاج سے سرکشی کی تھی حجاج نے جو لشکر مطرف کی طرف سرکوبی کو بھیجا تھا اس میں عمر بن ہبیرہ بھی تھا بیان کیا جاتا ہے کہ یہی مطرف کو قتل کر کے سر اتار لایا تھا اور حجاج نے اس کا سر لے کر عبدالملک کے پاس روانہ کیا۔ عبدالملک نے اس صلے میں دمشق کے قریب ایک مسلم قریہ (گاؤں) جاگیر میں دے دیا تھا۔ اس کے بعد حجاج نے عمر ہبیرہ کو کروم ابن مرثد فراری کے پاس مال لینے کو بھیجا۔ عمر بن ہبیرہ اس سے مال وصول کر کے حجاج کے پاس نہ گیا۔ بلکہ عبدالملک کی خدمت میں حاضر ہو کر پناہ گزیں ہو گیا اور یہ بہانہ کیا کہ میں نے حجاج کے چچازاد بھائی کو مار ڈالا ہے۔ اس وجہ سے مجھے اپنی جان کا خطرہ ہے۔ عبدالملک نے اس جال میں آ کر پناہ دے دی۔ حجاج کو یہ خبر لگی تو اس نے ابن ہبیرہ کا کردم سے مال وصول کرنے اور بھاگنے کا حال لکھ بھیجا اور اس کے گرفتار کرنے کی درخواست کی۔ لیکن عبدالملک نے اس پر توجہ نہ کی یہ اور اس کے لڑکے برابر ابن ہبیرہ کی عزت افزائی کرتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ عمر بن عبدالعزیز مسند خلافت پر متمکن ہوئے اور انہوں نے اپنی طرف سے ابن ہبیرہ کو روم پر آرمینیہ کی جانب سے حملہ کرنے کو روانہ کیا۔ چنانچہ ابن ہبیرہ نے بہت بڑی کامیابی حاصل کی۔ رومیوں کے سات سو آدمیوں کو ایک خون ریز لڑائی کے بعد گرفتار کر لایا۔ پھر یزید بن عبدالملک کے دور خلافت میں ابن ہبیرہ نے اس کی محبوبہ ''حبابہ'' سے گورنری عراق کی سفارش کرائی۔ چنانچہ مسلم بن عبدالملک کی جگہ پر مامور کر دیا گیا۔

سعید خذینہ کی معزولی: ابن ہبیرہ جوں ہی خراسان وعراق کی گورنری سے ممتاز کیا گیا۔ مجشر بن مزاحم سلمی اور عبداللہ بن عمر لیثی ایک وفد کے ساتھ حاضر ہوئے۔ سعید خذینہ کی شکایت پیش کی۔ جو خراسان وعراق کا مسلمہ کی طرف سے والی اور اس کا داماد تھا۔ ابن ہبیرہ نے اس کو معزول کر کے سعید بن عمر حرشی[1] کو مقرر کیا۔ سعید کے پہنچتے ہی سعید خذینہ چارج دے کر بلا کسی تعرض کے خراسان سے روانہ ہو گیا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ اسلامی عساکر اور دشمنانِ دین میں گھمسان کی لڑائی ہو رہی تھی اور مسلمانوں کے پاؤں ڈگمگا چلے تھے۔ سعید حریشی نے سب کو جمع کر کے خطبہ دیا۔ جہاد کی فضیلت بیان کی اور ان کو سینہ سپر ہو کر لڑنے پر ابھارا۔ صغد یہ سن کر ڈر گئے کیونکہ انہوں نے خذینہ کے عہد حکومت میں ترکوں کا ساتھ دیا تھا۔ بادشاہ صغد نے کہا ''ڈرنے کی کوئی بات نہیں ہے بقایا خراج ادا کر دو اور آئندہ خراج دینے اور آباد ہونے اور اس کے ساتھ ہو کر لڑنے کا وعدہ کرو، مزید اطمینان کے لئے چند لوگوں کو اس کے سپرد کر دو''۔ اہل صغد نے اس کو منظور نہ کیا اور اس بات پر راضی اور متفق ہوئے کہ بادشاہ فرغانہ سے پناہ طلب کی جائے اور اسی کے جوار میں چل کر قیام کیا جائے۔ مجبوراً بادشاہ صغد بھی اہل صغد کے ساتھ اپنا ملک چھوڑ کر خجندہ پہنچا اور بادشاہ فرغانہ سے شعب عصام میں ٹھہرنے کی اجازت طلب کی۔ بادشاہ فرغانہ نے کہلا بھیجا کہ تیس یا چالیس روز تک صبر کرو کہ شعب عصام تمہارے لئے خالی کیا جائے۔ فی الحال ہمارے پاس تمہارے ٹھہرنے کے لائق کوئی مقام نہیں ہے۔

اہل صغد پر فوج کشی: ہنوز میعاد تمام نہ ہونے پائی تھی کہ ۱۰۴ھ کا دور آ گیا اور سعید حریشی نے اہل صغد پر چڑھائی کر

---

[1] یعنی حریش بن کعب بن ربیعہ بن عامر بن صعصعہ کے قبیلہ سے تھا۔ منہ

دی۔ نہر کو عبور کر کے قصر ربیح پر جا ٹھہرا جو دبوسیہ سے دو کوس کے فاصلے پر تھا۔ بادشاہ فرغانہ کے چچا زاد بھائی نے حاضر ہو کر اہل صغد کے حال سے آگاہ کیا اور یہ بھی بتلا دیا کہ وہ لوگ ابھی خجندہ میں ہیں اور اس وقت تک بادشاہ فرغانہ کے امان میں داخل نہیں ہوئے۔ سعید حریشی نے اس کو ساتھ عبدالرحمٰن قشیری کو بسر افسری ایک لشکر کے روانہ کیا اور اس کی روانگی کے بعد خود بھی اس کے پیچھے پیچھے چل کھڑا ہوا اور جب اسلامی لشکر خجندہ پر پہنچا۔ اہل صغد مقابلے پر آئے لڑائی ہوئی۔ بالآخر اہل صغد شکست کھا کر بھاگے اور بمصداق ''چاہ کندرا چاہ درپیش'' غلطی سے اس راستہ کو اختیار کیا جس میں خندق کھود کر مٹی اور نے سے مسلمانوں کے گرنے کے لئے پاٹ دیا تھا۔ اللہ جل شانہ نے ان ہی لوگوں کو خندق میں گرا دیا تھا۔ باقی جو رہے ان کو حریشی نے اپنے حصار میں لے لیا۔ اہل صغد نے گھبرا کر بادشاہ فرغانہ سے امان طلب کی۔ بادشاہ فرغانہ نے صاف جواب دے دیا کہ ''تمہاری اور ہماری یہ شرط قرار پائی تھی کہ قبل میعاد مقررہ ہم تم کو امان نہ دیں گے اور ہنوز وہ میعاد تمام نہیں ہوئی''۔ انہوں نے مجبور ہو کر سعید حریشی سے ان شرائط کے ساتھ صلح کی درخواست کی۔ ایک یہ کہ جس قدر عرب ان کے قید میں ہیں حریشی کو واپس دے دیں گے۔ دوسرے یہ کہ بقایا خراج ادا کر دیں گے۔ تیسرے یہ کہ کوئی شخص خجندہ میں قیام پذیر نہ ہو گا۔ چوتھے یہ کہ اگر کوئی امر خلاف معاہدہ کریں یا کسی قسم کی پیش قدمی کریں تو ان کا خون مباح ہو جائے گا۔ حریشی نے ان شرائط کو منظور کر لیا۔

اہل صغد کا انجام: اہل صغد خجندہ سے نکل کر لشکر گاہ اسلام میں آئے اور ان کے امن کے جھنڈے کے نیچے فروکش ہوئے۔ اس کے بعد ہی حریشی کو یہ خبر لگی کہ اہل صغد میں سے ایک شخص نے ایک قیدی عورت کو قتل کر ڈالا ہے۔ حریشی نے تفتیش کے بعد قاتل کو سزائے قتل دی اس بنا پر رؤساء صغد میں سے ایک شخص نے علم بغاوت بلند کر دیا۔ چند سپاہیوں نے اس کے فرو کرنے کی کوشش کی لیکن نقصان کے ساتھ پسپا ہوئے اہل صغد نے مسلمان قیدیوں کو جو ان کے پاس تھے اور تعداد میں تقریباً ڈیڑھ سو تھے قتل کر ڈالا عساکر اسلامیہ کو اس سے اشتعال پیدا ہوا۔ نہایت سختی سے ان کا محاصرہ کر کے لڑنے لگا۔ اہل صغد کے پاس آلات حرب نہ تھے وہ لکڑیوں اور پتھروں سے مقابلہ کر رہے تھے۔ تین ہزار یا سات ہزار اس کے بارے میں مختلف روایات ہیں۔ لڑ کر میدان جنگ میں تلوار اور نیزے کے سائے میں موت کی نیند سو رہے تھے۔ حریشی نے ایک اطلاعی عرضی یزید بن عبدالملک کی خدمت میں بھیجی اور عمر بن ہبیرہ کو اس سے مطلع نہ کیا۔ یہی امر ایسا واقع ہوا کہ جس سے عمر بن ہبیرہ کو حریشی سے کشیدگی پیدا ہو گئی۔

اہل کش سے مصالحت: اس کامیابی کے بعد سعید حریشی نے ایک چھوٹا سا لشکر بسر افسری سلیمان بن ابی السری قلعہ صغد کی طرف روانہ کیا۔ جس میں خوارزم شاہ و بادشاہ آجرون وسومان وغیرہ بھی تھے۔ اس کے مقدمۃ الجیش پر مسیب ابن بشر ریاحی تھا۔ اہل قلعہ ان کی آمد سن کر لڑنے کو آئے اور پہلے ہی حملے میں شکست کھا کر قلعہ میں جا چھپے۔ سلیمان نے محاصرہ ڈال دیا۔ اہل قلعہ نے مجبور ہو صلح کی درخواست کی۔ شرط یہ قرار پائی کہ اہل قلعہ سے تعرض نہ کیا جائے جو مال واسباب ہے اس کو لے لیں۔ سلیمان نے اس شرط سے مصالحت کر لی اور حریشی کو اس سے مطلع کیا۔ حریشی نے ایک شخص کو اس کام کی انجام دہی

پر مامور کیا۔ پس اہل قلعہ حسب قرارداد شرط قلعہ چھوڑ کر نکل گئے اور مسلمانوں نے ان کے مال واسباب پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد حریشی نے کش پر پہنچ کر جنگ کا نیزہ گاڑا اہل کش نے دس ہزار آدمیوں پر مصالحت کر لی۔ حریشی نے اس کے وصول کرنے پر نصر بن سیار کو متعین کیا اور کش ونسف کے جنگ و مال کی سلیمان بن السری کو افسری دی۔ اس کے بادشاہ قشقری کو امان دے کر قلعہ سے بلایا اور اپنے ہمراہ لئے ہوئے مرو کو روانہ ہوا اثناء راہ میں اس سے بدظن ہو کر قتل کر ڈالا۔

معرکہ مرج حجارہ: جزیرہ وارمینیہ سے ابن ہبیرہ کے چلے جانے کے بعد ثبیت بہرانی عساکر اسلامیہ کا امیر بنایا گیا۔ خزر (یعنی ترکمان) نے اس کے مقابلے کی غرض سے بہت بڑا لشکر مرتب کیا۔ ترک کے مختلف اقوام مثل قپچاق وغیرہ نے اپنے بھائیوں کی کمک پر کار آزمودہ جنگ آوروں کو بھیجا۔ مقام مرج حجارہ میں صف آرائی کی نوبت آئی۔ اتفاق سے پہلے ہی حملہ میں عساکر اسلامیہ کو شکست ہو گئی ترکوں نے مسلمانوں کے لشکر گاہ میں گھس کر جو پایا لوٹ لیا۔

جراح بحیثیت گورنر آرمینیہ وجزیرہ: مسلمانوں کا لشکر شکست پا کر دمشق میں یزید بن عبدالملک کے پاس پہنچا۔ یزید بن عبدالملک نے ارمینیہ وجزیرہ کی سند گورنری جراح بن عبداللہ الحکمی کو دی اور ایک بہت بڑے لشکر کو اس کی امداد پر متعین کیا۔ چنانچہ جراح حسب حکم یزید بن عبدالملک خزر سے لڑنے کو چلا۔ خزر یہ سن کر باب وابواب کی طرف لوٹ گیا اور جراح نے بروعہ میں پہنچ کر قیام کیا۔ تھوڑا سا آرام کرنے کے بعد پھر ان کی طرف کوچ کیا۔ نہر کو عبور کر کے پڑاؤ کر دینے کی خبر مشہور کر دی تاکہ ترکوں کے جاسوس واپس چلے جائیں۔ جوں ہی رات ہوئی جراح نے ''الراحیل'' ''الراحیل'' کی ندا کرا دی اور نہایت تیزی سے صبح ہوتے ہی شہر باب پر پہنچ کر جنگ کا نیزہ گاڑ دیا۔ ترک بھی نہایت مردانگی سے ان کے مقابلے پر آئے اس لشکر کا سرداران کا شاہزادہ تھا۔ نہر زمان[1] پر لڑائی ہوئی ایک بڑی خون ریزی کے بعد ترکمان کا لشکر میدان جنگ سے بھاگ کھڑا ہوا۔ عساکر اسلامیہ نے ان کے لشکر گاہ کو لوٹ کر قلعہ حصین پر دھاوا کر دیا۔ اہل قلعہ نے جزیہ دے کر اپنی جان بچائی اور جراح نے ان لوگوں کو قلعہ سے نکال کر دوسرے شہر بھیج دیا۔

بلنجر کی فتح: اس مہم سے فارغ ہونے کے بعد جراح نے شہر برغوا پر فوج کشی کی چھ روز تک محاصرہ کئے ہوئے شہر کے اردگرد چکر لگاتا رہا۔ ساتویں روز اہل شہر نے امان حاصل کر کے شہر پناہ کے دروازے کھول دیئے۔ جراح نے انتظاماً ان سے بھی شہر خالی کرا کے دوسرے مقام پر بھیج دیا اور لشکر کو از سر نو مرتب کر کے بلنجر پر جا پہنچا۔ ترکوں نے بڑی بے جگری سے مقابلہ کیا۔ لیکن عساکر اسلامیہ کی خاراشگاف تلواروں اور نوک دار نیزوں نے بلنجر کے قلعہ کو ہزاروں ترکوں کا خون بہا کر فتح کر لیا۔ فتح مند لشکر نے جو کچھ قلعہ میں تھا لوٹ لیا۔ تقسیم کے وقت تین تین سو دینار سواروں کے حصے میں آئے۔ جو قیمت میں تقریباً تین ہزار تھے۔ اس کے بعد جراح نے والی قلعہ بلنجر کو اپنی طرف سے قلعہ سپرد کر دیا اور اس کے اہل وعیال اور مال واسباب کو واپس دے دیا۔ اس خدمت کے صلے میں کہ وہ کفار کی حرکات وسکنات سے مسلمانوں کو خبردار کرتا رہے گا۔ والی قلعہ بلنجر نے کمال تشکر کے ساتھ اس خدمت کو منظور کیا اور جراح بلنجر سے کوچ کر کے قلعہ دبید[2] پر جا اترا۔ جہاں کہ ترکوں کے ایک ہزار خاندان

---

[1] کامل ابن اثیر مطبوعہ مصر جلد پنجم میں ران لکھا ہے۔

[2] کامل ابن اثیر جلد پنجم مطبوعہ مصر میں وبندر لکھا ہے۔

آباد تھے۔ اہل قلعہ نے فوراً تاوان جنگ اور جزیہ دے کر مصالحت کر لی۔ پھر کچھ عرصے کے بعد ترکمانوں نے جمع ہو کر عساکر اسلامیہ کے راستے روک لئے والی قلعہ بلنجر نے جراح کو اس سے آگاہ کیا۔ جراح نے رستاق ہی میں قیام کیا اور یزید بن عبدالملک کی خدمت میں ایک اطلاعی عرض داشت بھیج دی۔ جس میں اپنی فتوحات کو بالتفصیل لکھا تھا اور ترکوں کی بدعہدی کا تذکرہ کر کے امداد طلب کی تھی۔ یزید بن عبدالملک کی عمر کا یہ آخری مرحلہ تھا اس وجہ اس کے انتقال کے بعد ہشام بن عبدالملک نے کمک بھیجی اور اس کو اس کے عہدے پر بحال رکھا۔

عبدالرحمٰن بن ضحاک کی معزولی: عبدالرحمٰن بن ضحاک زمانہ عمر بن عبدالعزیز سے حجاز کی گورنری پر تھا۔ تین برس تک اس عہدے پر رہا۔ بعدازاں فاطمہ بنت الحسین کی لڑکی سے عقد کرنے کا شوق اس کے دل میں پیدا ہوا۔ بے دھڑک خطبہ کرنے کی غرض سے خدمت علیا میں جا پہنچا۔ آپ نے اس سے انکار کیا اور اس پر عبدالرحمٰن بن ضحاک نے یہ دھمکی دی کہ ''میں تمہارے لڑکے عبداللہ بن حسن مثنیٰ کو شراب خوری کے الزام میں درے پٹواؤں گا''۔ فاطمہ بنت الحسین اس وقت یہ سن کر خاموش ہو گئیں۔

مدینہ منورہ کی دیوان پر ایک شخص ابن ہرمز نامی شام کا رہنے والا تھا۔ جو اسی زمانہ میں یزید بن عبدالملک کی خدمت میں حساب سمجھانے کو جا رہا تھا۔ فاطمہ بنت الحسین کی صاحبزادی نے اس سے رخصت ہونے تک بر سبیل تذکرہ فرما دیا تھا کہ جو تکلیفیں مجھے ابن ضحاک سے پہنچ رہی ہیں اور جس قسم کی وہ مجھے دھمکی دے رہا ہے امیر المؤمنین کو اس سے آگاہ کر دینا۔ ابن ہرمز کے چلے جانے کے بعد آپ نے ایک قاصد بھی مع نامہ کے یزید کے پاس بھیجا حسن اتفاق سے یہ قاصد یزید بن عبدالملک کے پاس اس وقت پہنچا جب کہ ابن ہرمز بیٹھا ہوا تھا۔ مدینہ کے حالات بیان کر رہا تھا حاجب نے حاضر ہو کر عرض کیا ''فاطمہ بنت الحسین کا قاصد حاضری کی اجازت چاہتا ہے''۔ یہ سنتے ہی ابن ہرمز نے فاطمہ بنت الحسین کا پیام جس کو وہ بھول گیا تھا عرض کر دیا یزید بن عبدالملک نے چیں بہ چیں ہو کر کہا ''بڑے افسوس کی بات ہے کہ تو اس قسم کا پیام لے کر آیا اور اس سے مجھے مطلع نہیں کرتا''۔ ابن ہرمز نے معذرت کی اس اثناء میں فاطمہ بنت الحسین کے قاصد نے حاضر ہو کر خط دیا۔ یزید بن عبدالملک کا چہرہ خط پڑھتے ہی غصہ سے سرخ ہو گیا۔ ہاتھ میں خیزران کی ایک چھڑی تھی اس سے زمین کو کھودنے لگا' پھر غضب آلود ہو کر بولا ''ابن ضحاک نے ایسی بڑی دلیری کی کیا کوئی ایسا شخص ہے جو اس ابن ضحاک کو اس قدر تکلیف دے کہ اس کی آواز میرے کان تک آئے''۔ حاضرین نے عرض کیا ''عبدالواحد بن عبداللہ قسری'' یزید نے اپنے دست خاص سے عبدالواحد کو لکھا ''میں نے تجھے مدینہ کی گورنری دی اس خط کے دیکھتے ہی ابن ضحاک کے پاس جا اور اس کو معزول کر دے اور اس سے چالیس ہزار دینار جرمانہ وصول کر اور اس قدر اذیت دے کہ اس کی آواز مجھے سنائی دے۔ درآنحالیکہ میں اپنے بستر استراحت پر ہوں''۔

امارت حجاز پر عبدالواحد کا تقرر: قاصد یہ فرمان لئے ہوئے سیدھا عبدالواحد کے پاس گیا۔ ابن ضحاک یہ سن کر اٹھا اور قاصد کو بلا کر ایک ہزار دینار دیئے قاصد نے کل واقعہ بیان کیا۔ ابن ضحاک اسی وقت مدینہ منورہ چھوڑ کر مسلمہ بن

عبدالملک کے دامن عاطفت میں جا چھپا۔ مسلمہ بن عبدالملک نے یزید بن عبدالملک سے ابن ضحاک کی سفارش کی۔ یزید بن عبدالملک نے معافی سے انکار کیا۔ تب مسلمہ بن عبدالملک نے اس کو عبدالواحد کے پاس مدینہ منورہ واپس کر دیا۔

ابن ضحاک کا انجام: عبدالواحد اس کو حسب ہدایت یزید بن عبدالملک طرح طرح کی تکلیفیں دینے لگا۔ دانے دانے کو محتاج ہو گیا بالوں کا جبہ پہنے لوگوں سے سوال کرتا پھرتا تھا۔ چونکہ اس نے انصار کو اپنے زمانہ حکومت میں بے حد ستایا تھا اس وجہ سے ان لوگوں نے اس کی ہجو میں قصائد لکھے۔ عبدالواحد قسری اہل مدینہ سے بحسن سلوک پیش آتا تھا۔ چھوٹے بڑے سب اس سے راضی تھے۔ قاسم وسالم پسران عبداللہ بن عمرؓ اس کے ہر کام میں مشیر تھے۔ اس کی تقرری اور ابن ضحاک کی معزولی شوال ۱۰۴ھ میں وقوع پذیر ہوئی تھی۔

سعید حریشی کی معزولی: سعید حریشی جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں۔ ابن ہبیرہ کی طرف سے خراسان کا عامل تھا۔ لیکن اس سے کچھ تعلق نہ رکھتا تھا۔ جب کبھی عرض ومعروض کی ضرورت ہوتی' براہ راست خلیفہ کی خدمت میں اپنے مراسلات بھیج دیتا تھا اور براہ طنز ابن ہبیرہ کی کنیت ابوالمثنیٰ رکھ لی تھی۔ ابن ہبیرہ کو ان واقعات سے آگاہی ہوئی۔ حریشی پر ایک جاسوس مقرر کر دیا۔ حریشی کے حالات اس سے زیادہ دیکھے اور پائے گئے جو ابن ہبیرہ کو پہلے معلوم ہو چکے تھے۔ اس وجہ سے ابن ہبیرہ نے اس کو معزول کر دیا اور اس قدر ایذا دی کہ اس نے زر جرمانہ ادا کر دیا اور بایں ہمہ اس کے قتل کا بھی قصد کر لیا تھا۔ مگر پھر کچھ سوچ سمجھ کر رک گیا۔

مسلم بن سعید کی تقرری: حریشی کی معزولی کے بعد مسلم بن سعید بن اسلم بن زرعہ کلابی کو خراسان کی ولایت سپرد کی گئی۔ اس نے خراسان میں پہنچ کر حریشی کو گرفتار کر کے قید کر دیا اور تکالیف دینے لگا۔ پھر جب اس واقعہ کے بعد ابن ہبیرہ عراق سے بھاگا تو خالد قسری نے ابن ہبیرہ کو گرفتار کرلانے پر حریشی کو مامور کیا۔ حریشی نے فرات پر ابن ہبیرہ کو جا گھیرا اور اس سے ہنس کر کہنے لگا' کیوں بھائی تمہارا میری نسبت کیا خیال ہے؟'' جواب دیا'' مجھے یقین ہے کہ تم اپنی قوم کے ایک شخص کو اس کے حوالے نہ کرو گے' جو قسر کے خاندان کا ہے''۔ حریشی نے یہ کہہ کر کہ'' ہاں ایسا ہی معاملہ ہے''۔ چھوڑ دیا اور لوٹ آیا۔

یزید بن عبدالملک کی وفات: یزید[1] بن عبدالملک اپنی خلافت کے چوتھے برس شعبان ۱۰۵ھ میں جان بحق ہوا۔ اس کا بھائی ہشام بن عبدالملک اسی کی ولی عہدی کے مطابق مسند خلافت پر متمکن ہوا جیسا کہ اس سے پیشتر بیان کیا گیا ہے۔

---

[1] یزید بن عبدالملک نے چالیس برس کی عمر پائی۔ ابوخالد اس کی کنیت تھی سل کے مرض میں انتقال ہوا۔ حبابہ ایک لونڈی تھی جس پر یہ فریفتہ تھا۔ اس کی موت سے یزید کو ایسا صدمہ ہوا کہ پندرہ یا چالیس یوم کے بعد علی اختلاف الروایت خود بھی مر گیا۔ کامل ابن اثیر جلد پنجم مطبوعہ مصر۔

باب : ۹

ہشام بن عبدالملک ۱۰۵ھ تا ۱۲۵ھ

تخت نشینی: ہشام بوقت وفات یزید بن عبدالملک حمص میں تھا۔ موت کی خبر پا کر دمشق میں آیا اور تخت خلافت پر قدم رکھتے ہی ابن ہبیرہ کو حکومت عراق سے معزول کر کے خالد بن عبداللہ قسری کو سند گورنری مرحمت کی۔ خالد سند گورنری حاصل کر کے اسی روز عراق کی طرف روانہ ہو گیا۔

مسلم وافشین کی جنگ: ۱۰۵ھ میں مسلم بن سعید والی خراسان بقصد جنگ ترک نہر عبور کر کے ان کے بلاد پر جا پہنچا۔ دو ایک لڑائیاں لڑیں لیکن کوئی شہر فتح نہ ہوا اور وہ بے نیل ومرام واپس ہوا۔ ترکوں نے تعاقب کیا اور نہر کے قریب مسلم سے جا بھڑے۔ مسلم نہایت تیزی سے مع اپنے ہمراہیوں کے نہر پار کر گیا اور ترک خاک چاٹ کر اپنا سا منہ لے کر رہ گئے۔ پھر اسی سنہ کے آخری مہینے میں اس نے ترکوں پر چڑھائی کی اور افشین کو چاروں طرف سے محاصرہ کر لیا۔ مجبور ہو کر افشین نے چھ ہزار آدمیوں پر مصالحت کر لی اور مصالحت کے بعد قلعہ بھی سپرد کر دیا۔

بختری بن درہم: پھر مسلم ۱۰۶ھ میں بقصد جہاد لشکر مرتب کرنے لگا لیکن لوگوں نے خروج میں تاخیر کی۔ منجملہ ان لوگوں کے جنہوں نے جہاد پر جانے میں تاخیر کی تھی بختری بن درہم تھا۔ مسلم نے نصر بن سیار کو لوگوں کے جمع کرنے اور جہاد پر بھیجنے کی غرض سے بلخ کیطرف روانہ کیا (بلخ کا عامل ان دنوں عمر بن قتیبہ مسلم کا بھائی تھا) نصر نے بختری اور زیاد بن طریف باہلی کے دروازے جلا دیئے۔ اس کے بعد عمر بن قتیبہ نے ان لوگوں کو بلخ میں داخل ہونے سے روکا اور سعید اس وقت نہر عبور کر چکا تھا اور نصر بن سیار بروقان میں ڈیرے ڈالے ہوئے پڑا تھا۔ ربیعہ اور ازد بروقان میں نصر سے نصف فرسنگ کے فاصلے پر آ کر جمع ہوئے۔ مضر نے نصر کی طرف اور عمر بن مسلم نے ربیعہ وازد کی طرف خروج کیا۔ لوگوں نے درمیان میں پڑ کر مصالحت کرانے کی کوشش کی۔ نصر نے مراجعت کا قصد کیا لیکن بختری وعمر بن مسلم نے نصر پر حملہ کر دیا پھر کیا تھا نصر بھی ٹوٹ پڑا۔ اٹھارہ آدمیوں کو ان میں سے قتل کر ڈالا۔ بختری وعمر بن مسلم کے ہمراہی میدان جنگ سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ عمر بن مسلم، بختری، زیاد بن طریف گرفتار ہو کر حاضر کیے گئے۔ نصر نے ان کو سو سو درے لگوائے۔ ان کے سروں اور ڈاڑھیوں کو منڈوا کر مردہ جانوروں کی کھالیں پہنائیں۔

بعض کا بیان ہے کہ عمر بن مسلم کو تمیم کی شکست کی وجہ سے سزا دی گئی تھی اور بعض کہتے ہیں ربیعہ و ازد کی شکست کے باعث۔ بہر کیف اس واقعہ کے بعد نصر نے ان لوگوں کو امان دے کر مسلم بن سعید کے پاس چلے جانے کا حکم دے دیا۔

مسلم کی فرغانہ کی جانب پیش قدمی: نہر عبور کرنے کے بعد مسلم کے پاس اس کے بقیہ ہمراہی جب آ ملے تو اس نے بخارا کی طرف کوچ کیا۔ بخارا میں خالد بن عبداللہ کا خط پہنچا۔ جس میں اس نے مسلم کو عراق کا والی بنایا تھا اور جہاد کی عزیمت تمام کرنے کی تاکید کی تھی۔ چنانچہ مسلم نے اسی وقت فرغانہ کی طرف قدم بڑھائے وہیں یہ خبر معلوم ہوئی کہ خاقان بھی بقصدِ جنگ قدم بڑھا رہا ہے۔ مسلم نے فوراً کوچ کا حکم دے دیا۔ تین منزل مسافت طے کی تھی کہ خاقان اور عساکر اسلامیہ کی ایک جماعت سے مڈبھیڑ ہوگئی۔ مسلمانوں کی جماعت قلیل تھی اور خاقان کا لشکر بڑا' مسلمانوں کو شکست ہوئی' ترکی سپاہی اسلامی لشکر گاہ میں گھس پڑے اور خاقان نے عساکر اسلامیہ کے اردگرد چکر لگانا شروع کیا۔ مسلمانوں میں سے اس ناگہانی واقعہ میں مسیّب ابن بشیر ریاحی اور براء (سواران مہلب سے) کام آئے غورک کا بھائی مارا گیا۔ مسلمانوں کو اس سے انتقام لینے کا جوش پیدا ہوگیا تلواریں نیام سے کھینچ کر بھڑ گئے اور ترکوں کو چند لمحوں میں اپنے لشکر گاہ سے نکال دیا۔ اس کے بعد مسلم نے کوچ کر دیا۔ آٹھ روز تک برابر سفر کرتا رہا اور ترک اس کو گھیرے ہوئے تھے۔ نویں شب کو قیام کا قصد کیا۔ ترک مزاحم ہوئے لشکریوں نے مسلم کے حکم سے اپنے کل مال و اسباب کو جس کی قیمت تقریباً دس لاکھ تھی جلا دیا۔

ترکوں کی شکست: صبح ہوتے ہی نہر پر پہنچے وہاں اہل فرغانہ و شاش کو جمع پایا۔ مسلم نے حملے کا حکم دے دیا۔ اہل فرغانہ و شاش کی آنکھیں مسلمانوں کی چمکتی ہوئی تلواریں دیکھ کر چوندھیا گئیں۔ بلا جدال و قتال نہر چھوڑ کر ہٹ گئے۔ مسلم نے لب نہر پڑاؤ ڈالا۔ رات بھر آرام سے رہے اگلے دن صبح ہوتے ہی نہر عبور کر گئے۔ خاقان کا لڑکا جو عساکر اسلامیہ کے تعاقب میں آ رہا تھا اس سے حمید بن عبداللہ سے جو ساقہ پر تھا اور نہر کے کنارے پر پہنچ چکا تھا لڑائی ہوگئی۔ حمید نے مسلم کو انتظار کرنے کو کہلا بھیجا اور خود مصروف جنگ ہوگیا۔ اگرچہ وہ آپ زخمی تھا اور روزانہ سفر کے مصائب سے چور چور ہو رہا تھا لیکن اس کے باوجود کمال مردانگی سے ترکوں کے مقابلے پر آیا اور ان کو نیچا دکھایا۔ ترکوں اور صغد کے مشہور و معروف سپہ سالار قید کر لئے گئے۔ اس واقعہ کے بعد حمید کو ایک تیر آ لگا جس کے صدمے سے وہ مر گیا اور اسلامی فوجیں خجندہ جا پہنچیں۔ یہاں پر ان کو ایک بہت بڑے دشمن سے مقابلہ کرنا پڑا جس کی مقاومت کی ان کو طاقت نہ تھی وہ قحط تھا۔ مگر مسلمانوں نے نہایت استقلال و ثابت قدمی سے اس کا بھی مقابلہ کیا۔

امارت خراسان پر اسد قسری کا تقرر: اس اثناء میں دارالخلافہ سے ایک فرمان آ پہنچا جس میں اسد بن عبداللہ قسری برادر خالد کو خراسان کی گورنری اور عبدالرحمٰن بن نعیم کو اس کی نیابت دی گئی تھی۔ مسلم بن سعید نے فرمان کو آنکھوں سے لگا کر پڑھا اور بسر و چشم اس کی تعمیل کی۔ جس وقت خالد بن عبداللہ نے اپنے بھائی اسد بن عبداللہ کو خراسان کی سند گورنری دی اور یہ وارد خراسان ہوا ان دنوں مسلم ابن سعید فرغانہ میں تھا۔ نہر پر پہنچ کر اسد نے عبور کرنے کا قصد کیا' اشہب بن عبداللہ تمیمی جو آمد کا امیر البحر تھا عبور کرنے سے مانع ہوا۔ اسد بن عبداللہ نے جب اپنی سند امارت دکھلائی تو اشہب بن عبداللہ نے عبور کی

اجازت دی۔ چنانچہ اسد نہر عبور کر کے مرج میں آ ٹھہرا' ہانی بن ہانی جو والی سمرقند تھا اس کی آمد کی خبر سن کر مع روساشہر کے آیا اور اسد کو کمال احترام وعزت سے سمرقند لے گیا۔ اسد نے سمرقند سے امارت لشکری کی سند عبدالرحمٰن بن نعیم کے نام ایک شخص کی معرفت روانہ کی' پس یہ عساکر اسلامی کو لئے ہوئے سمرقند آیا۔ اس کے بعد اسد ہانی بن ہانی کو حکومت خراسان سے معزول کر کے حسن بن ابی عمرطہ کندی کو مامور کیا۔ کچھ عرصہ بعد مسلم بن سعید بن عبداللہ خراسان وارد ہوا۔ اسد اس کی بہت عزت کرتا تھا پھر ابن ہبیرہ کی طرف اسد کا گزر ہوا جس وقت کہ وہ بھاگنے کا قصد کر رہا تھا مگر کچھ سوچ سمجھ کر اس نے اپنے کو اسد کے حوالے کر دیا۔

غور پر فوج کشی: اس کے بعد اسد نے غور (یعنی جبال ہرات) پر جہاد کیا۔ اہل ہرات نے اپنے مال واسباب کو پہاڑ کی کھوہ میں رکھ دیا جس کا کوئی راستہ معلوم نہ تھا۔ اسد نے صندوق بنوا کر آدمیوں کو اس میں بٹھلایا اور زنجیروں کے ذریعہ سے اس کو کھوہ کی تہ تک پہنچایا جہاں تک نکال سکے ان لوگوں نے ان کے مال واسباب کو برآمد کیا (یہ واقعہ[1] ۱۰۷ھ کا ہے) ۱۰۸ھ میں[2] اسد نے پھر نہر عبور کی۔ خاقان یہ سن کر مقابلے پر آیا لیکن فریقین میں لڑائی نہیں ہوئی۔ بعض کہتے ہیں کہ اسد ختل سے شکست کھا کر لوٹ آیا تھا۔ اس کے بعد غوریوں کی طرف گیا اور ان سے صف آراء ہوا۔ نصر بن سیار و مسلم بن احوز نے اس جنگ میں ناموری کا بہت بڑا حصہ لیا۔ بالآخر مشرکین کو شکست ہوئی اور مسلمانوں نے جو کچھ ان کے لشکر گاہ میں تھا' لوٹ لیا۔

اسد بن عبداللہ کی معزولی: اسد بن عبداللہ کے دماغ میں بہ زمانہ گورنری خراسان تحکم بے جا کا نشہ ایسا چڑھ گیا تھا کہ لوگ اس سے متنفر ہوتے جاتے تھے اور اس کو کچھ دکھلائی نہیں دیتا تھا۔ نصر بن سیار کو درے لگوائے' عبدالرحمٰن بن نعیم' سورہ بن ابجر' بختری' ابن ابی درہم' عامر بن مالک حمانی وغیرہ کے سر منڈا کر اپنے بھائی کے پاس شہر بدر کر کے بھیج دیا اور یہ الزام لگایا کہ ان لوگوں نے مجھ پر حملہ کرنے کا قصد ومشورہ کیا تھا۔ خالد بن عبداللہ نے اسد بن عبداللہ کو ملامتانہ خط لکھا اور یہ بھی اس میں تحریر کیا کہ ان لوگوں کا سر میرے پاس بھیجنا تھا تم نے ان کو ناحق بھیجا۔ ایک روز اسد نے خطبہ دیتے ہوئے اہل خراسان پر لعن طعن کیا۔ اتفاق سے یہ خبر دارالخلافہ دمشق تک پہنچ گئی۔ ہشام بن عبدالملک نے خالد بن عبداللہ کو اسد بن عبداللہ کے معزول کرنے کا فرمان لکھ دیا۔

امارت خراسان پر اشرس کا تقرر: ماہ رمضان ۱۰۹ھ میں یہ معزول کر دیا گیا اور بجائے اس کے حکم بن عوانہ کلبی کو مامور کیا۔ چونکہ حکم نے بہ زمانہ صیف کسی طرف بقصد جہاد خروج روانہ نہ کیا اس وجہ سے ہشام بن عبدالملک نے اشرس بن عبداللہ سلمی کو گورنری خراسان کی سند مرحمت کی اور اس کو یہ حکم دیا کہ تم ہر اہم امور میں خالد بن عبداللہ کے ساتھ مشورہ لیتے رہنا۔ پس اشرس کی نیک مزاجی اور سخاوت نے اہل خراسان کو آنے کے ساتھ ہی خوش کر دیا۔

---

[1] کامل ابن اثیر جلد پنجم

[2] کامل ابن اثیر جلد پنجم

اہل سمرقند کا قبولِ اسلام: ۱۱۰ھ میں اشرس نے ابوالصیداء صالح بن ظریف (بنوضبہ کے آزاد غلام) اور ربیع بن عمران تمیمی کو سمرقند و ماوراء النہر کی طرف دعوتِ اسلام کی غرض سے روانہ کیا۔ جو شخص ان میں سے بہ رضاء و رغبت دائرہ اسلام میں داخل ہوا اس کا جزیہ معاف کر دیا جائے۔ ان دنوں سمرقند وغیرہ کے صیغہ جنگ و مال پر حسن بن عمرطہ کندی تھا پس ابوالصیداء وغیرہ نے اہالی سمرقند کو اسلام کی دعوت دی اور بشرط اسلام جزیہ معاف کر دینے کا وعدہ کیا۔ اہالی سمرقند جوق در جوق مذہب اسلام میں داخل ہو گئے۔ غورک نے اشرس کو خراج کی کمی اور وصول نہ ہونے کی شکایت لکھی۔ اشرس نے حسن بن عمرطہ کندی کو تحریر کیا ''مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ اہل صغد وغیرہ نے بہ رضا و رغبت اسلام قبول نہیں کیا بلکہ وہ جزیہ کے خوف سے مسلمان ہو گئے ہیں پس تم دیکھو کہ جس نے ختنہ کرایا ہو اور فرائض کو ادا کرتا ہو اور قرآن کی کوئی سورۃ بھی اس کو یاد ہو اس کا خراج معاف کر دو ورنہ وصول کرو''۔ اس کے بعد اشرس نے حسن بن عمرطہ کو صیغہ مال کے کام سے سبک دوش کر کے ہانی ابن ہانی کو مامور کیا۔

نومسلموں سے جزیہ کی وصولی: ابوالصیداء نے اس کو ان لوگوں سے جزیہ لینے سے روکا' جو مسلمان ہو چکے تھے۔ ہانی نے ایک اطلاعی خط اشرس کے پاس بھیجا مضمون یہ تھا ''کہ اہل صغد مسلمان ہو گئے ہیں اور مساجد بنا لی ہیں''۔ اشرس نے اس کو اور اپنے عمال کو لکھ بھیجا کہ جن لوگوں سے جزیہ وصول کیا جاتا تھا ان سے اب بھی وصول کیا جائے خواہ وہ مسلمان بھی ہو گئے ہوں۔ اہل صغد کو اس سے برہمی پیدا ہوئی جزیہ دینا تو درکنار' سات ہزار کی جمعیت سے علیحدہ ہو گئے۔ سمرقند سے چند فرسنگ کے فاصلے پر بیٹھ رہے۔ ابوالصیداء' ربیع بن عمران' ہیثم شیبانی' ابوفاطمہ ازدی' عامر بن قشیر' بشیر جحدری' بنان عنبری' اسمٰعیل بن عقبہ بھی انہیں لوگوں میں مل گئے۔ اشرس نے یہ سنتے ہی حسن بن عمرطہ کو معزول کر کے مجشر بن مزاحم سلمی اور عمیرہ بن سعد شیبانی کو مامور کیا۔ مجشر نے ابوالصیداء کو مع اس کے ہمراہیوں کے بلا بھیجا۔ جب وہ اور ثابت قطنہ آیا تو ان دونوں کو قید کر کے اشرس کے پاس بھیج دیا۔ ابوالصیداء کی گرفتاری کے بعد اہل صغد نے ہانی سے جنگ کرنے کی غرض سے ابوفاطمہ کو امیر بنایا لیکن ہانی نے ان لوگوں کو اشرس سے خط و کتابت کرنے کے بہانے سے جنگ سے روک دیا اور اشرس نے اہل صغد کا جزیہ معاف کر دینے کو لکھ بھیجا اہل صغد کا جوش فرو ہو گیا۔

صغد و بخارا کی بغاوت: تھوڑے دنوں کے بعد اہل صغد کے کاموں میں ضعف پیدا ہو چلا۔ آپس میں پھوٹ پڑ گئی اشرس ایک ایک کو گرفتار کر کے قید اور بجبر و تعدی جزیہ وصول کرنے لگا۔ رؤسا عجم اور دہقانوں کی ذلت کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ ان کے کپڑے جلوائے پیٹیوں کو گردنوں میں پہنوایا۔ سروں پر کانٹوں کے تاج رکھوائے جو لوگ اسلام قبول کر چکے تھے ان سے بھی جزیہ وصول کیا۔ صغد اور بخارا میں اس سے پھر ایک جوش پیدا ہوا اور یہ سب کے سب باغی ہو گئے۔ ترکوں سے سازش کر کے لشکر مرتب کیا۔ اشرس اس طوفان بے تمیزی کے فرو کرنے کے لئے روانہ کیا۔ آمد میں پہنچ کر قیام کیا مہینوں ٹھہرا رہا۔ بالآخر قطن ابن قتیبہ بن مسلم کو دس ہزار کی جمعیت سے آگے بڑھایا۔ نہر عبور کرتے ہی ترکوں اور اہل صغد و بخارا کا سامنا ہو گیا (ان لوگوں کے ساتھ خاقان بھی آیا ہوا تھا) اہل صغد و بخارا نے قطن کے لشکر گاہ پر محاصرہ کر لیا اور

ترکوں نے مسلمانوں کے کمسریٹ پر چھاپہ مارا۔ اشرس نے عبداللہ بن بسطام بن مسعود بن عمر کی ضمانت پر ثابت قبطنہ کو رہا کر کے دستہ فوج سواران کے ساتھ ترکوں پر حملہ کرنے کو روانہ کیا۔ ثابت نے آگے بڑھ کر ترکوں سے جو مال و اسباب وہ لے گئے تھے چھین لیا۔ بعد میں اشرس مع اپنے ہمراہیوں کے نہر عبور کر کے قطن سے جاملا۔ فریق مخالف سے مقابلہ ہوا لیکن وہ پسپا ہو کر بھاگے اور اشرس اپنی فوج لئے ہوئے بیکند پر جا پہنچا اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ اہل شہر نے پانی بند کر دیا شدت تشنگی سے گھبرا کر اشرس نے شہر کی طرف کوچ کیا۔ اثناء راہ میں مخالفین سے جنگ چھڑ گئی۔ بہت بڑی خون ریز لڑائی کے بعد مسلمانوں نے ترکوں کو چشمہ آب سے ہٹایا۔ حرث بن شریح اور قطن بن قتیبہ بڑے بڑے خطرات میں مبتلا ہو گئے تھے۔ ثابت قطنہ صخر بن مسلم بن نعمان عبدی عبدالملک بن وثار باہلی اس معرکے میں کام آئے۔ ہنوز جنگ کا انداز نہیں بدلا تھا کہ قطن بن قتیبہ نے ایک دستہ فوج کے ساتھ جس نے مرنے اور مارنے پر عہد و پیمان کر لیا تھا۔ حملہ کیا' ترکوں کے پاؤں اس حملہ سے اکھڑ گئے۔ مسلمانوں نے پیچھے کیا رات تک کشت و خون کا بازار گرم رہا۔

بخارا کا محاصرہ: کامیابی کے بعد اشرس بخارا کی جانب لوٹا اور ایک لشکر بسر افسری حرث بن شریح ازدی اس کے محاصرے کو روانہ کیا۔ خاقان نے بھی شہر کرجہ (صوبہ خراسان کا ایک بہت بڑا شہر) پر حصار ڈالا۔ یہاں پر مسلمانوں کی جماعت کثیر تھی۔ مسلمانوں نے پل کو جو خندق پر تھا توڑ ڈالا۔ اتنے میں خسرو ابن یزدگرد نے اہل شہر کو مخاطب کر کے کہا "اے گروہ عرب! تم لوگ اپنے کو کیوں ہلاک کرتے ہو؟ خاقان میری سلطنت مجھے واپس دینے کو آیا ہے میں تمہارے لئے اس سے امان حاصل کر سکتا ہوں"۔ اہل شہر اس کو گالیاں دینے لگے اس اثناء میں بزعزی دو سو آدمیوں کو لئے ہوئے آیا۔ یہ بہت بڑا عظیم المرتبت شخص تھا خاقان اس کی رائے سے کبھی مخالفت نہ کرتا تھا۔ اس کے بلانے سے یزید بن سعد باہمی گفتگو کرنے کو آئے۔ بزعزی نے کہا "اگر تم لوگ ہم سے سازش اور مصالحت کر لو تو ہم تم لوگوں کے وظائف اور تنخواہیں دوچند کر دیں گے اور کبھی تم سے کسی قسم کی چھیڑ چھاڑ نہ کریں گے"۔ یزید نے نہ تو اس کا اقرار کیا اور نہ اس سے انکار۔ نرمی کے ساتھ جواب دے کر شہر میں واپس آئے اور اہل شہر سے کہا کہ یہ لوگ تم کو مسلمانوں سے جنگ کرنے کو بلاتے ہیں۔ اہل شہر نے جنگ کرنے انکار کر دیا۔ خاقان نے جھلا کر خندق کو تر لکڑیوں سے پاٹنے کا حکم دیا۔ اہل شہر نے اس پر خشک لکڑیاں ڈال دیں۔ خندق بھر گئی رات ہوئی تو آگ لگا دی ہوا تیز چل رہی تھی ایک ہی ساعت میں جل کر خاک و سیاہ ہو گئی۔

ترکوں سے مصالحت: جب خاقان کو اس تدبیر میں بھی کامیابی نہ ہوئی تو اس نے اپنے لشکریوں کو بھیڑ بکریاں دیں اور یہ حکم دیا کہ ان کا گوشت کھا کر ان کی کھالوں میں مٹی بھر بھر کر خندق کو پاٹ دو۔ قریب تھا کہ خندق زمین کے برابر ہو جاتی لیکن اللہ تعالیٰ نے ایک ابر بھیج دیا جس سے ایسا پانی برسا کہ خندق میں جو کچھ تھا وہ سب کا سب بہہ کر نہر اعظم میں چلا گیا۔ اسی حالت میں مسلمانوں نے تیر باری شروع کر دی۔ اتفاق سے ایک تیر بزعزی کے گلے میں جا کر ترازو ہو گیا۔ جس کے صدمے سے وہ اسی شب کو مر گیا۔ دن ہوا ترکوں نے مسلمان قیدیوں کو قتل کرنا شروع کیا۔ مسلمانوں کو اس سے اشتعال پیدا ہوا تو وہ بھی ان کے قیدیوں کو قتل کرنے لگے۔ لشکر اسلام نے فرغانہ پہنچ کر پڑاؤ کیا۔ ترکوں نے یہ خبر پا کر نہایت سختی سے جنگ

چھیڑ دی۔ اہل شہر بھی کمال مردانگی سے جواب دیتے رہے۔ بالآخر ساٹھ دن کے حصار کے بعد مسلمانوں نے کمرجہ ترکوں کو دے کر مصالحت کر لی اور خود سمرقند و دبوسیہ کی طرف چلے آئے اور اطمینان کے لئے فریقین نے فریقین کے چند آدمیوں کو بطور فعل ضامنی کے زیر حراست رکھا۔ مصالحت کے بعد تقریباً کل ترکی لشکر واپس گیا۔ البتہ خاقان تھوڑی سی فوج لئے ہوئے تازمانہ خروج اہل شہر ٹھہرا رہا اور کو وصول کو مسلمانوں کے ہمراہ کر دیا تا کہ وہ ان کو ان کے جائے امن پر پہنچا آئے۔ دبوسیہ میں پہنچنے کے بعد فریقین نے ایک دوسرے کے آدمیوں کو رہا کر دیا۔

جنید بحیثیت گورنر خراسان: ۱۱۱ھ میں ہشام بن عبدالملک نے اشرس بن عبداللہ کو گورنری خراسان سے معزول کر کے جنید بن عبدالرحمٰن بن عمر بن حرث بن خارجہ بن سنان بن ابی حارثہ مری کو مامور کیا۔ اس کی تقرری کا سبب یہ تھا کہ اس نے ام حکیم بنت یحییٰ بن حکم زوجہ ہشام کو ایک ہار جواہرات کا بطور تحفہ کے دیا تھا۔ ہشام اسے دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ جنید نے یہ سن کر ایک دوسرا ہار اسی طرح کا ہشام کے سامنے پیش کر دیا۔ ہشام نے اس صلے میں جنید کو گورنری خراسان کی سند مرحمت کر دی اور پانچ سو سواروں کے ساتھ خراسان کی طرف روانہ کیا۔

جنید کی روانگی: جنید خراسان میں پہنچ کو خطاب بن محرز سلمی کو اشرس کی نیابت میں پایا۔ دو ایک روز قیام کرنے کے بعد خطاب کو اپنے ہمراہ لئے ہوئے۔ ماوراء النہر کی طرف روانہ ہوا اور اپنی جانب سے مرو میں مجشر بن مزاحم سلمی کو بلخ پر سورہ بن الجبر تمیمی کو مامور کیا اور اشرس کے پاس جس وقت کہ وہ اہل بخارا و صغد سے میدان کارزار میں مصروف جدال و قتال تھا۔ کہلا بھیجا کہ ایک چھوٹا سا لشکر ہمارے پاس بھیج دو تا کہ اثناء راہ میں مخالفین شرارت نہ کریں۔ اشرس نے اس حکم کے مطابق عامر بن مالک حمانی کو روانہ کیا۔ ترکوں اور صغد کو اس کی اطلاع ہوئی۔ آگے بڑھ کر عامر کو روکا لڑائی شروع ہوگئی۔ عامر نے اپنے ہمراہیوں کے ایک بڑے حصے کو دائرے کی صورت میں پھیلا کر ترکوں اور صغد کو حلقے میں لے لیا اور سامنے سے چھوٹے حصے کو لے کر لڑنے لگا۔ ترکوں اور صغد کو شکست ہوئی اور عامر (نہر[1] عبور کر کے) جنید سے جا ملا اور پھر اس کے ہمراہ واپس ہوا۔

خاقان کی پسپائی: جنید کے مقدمۃ الجیش پر عمارہ بن حزیم تھا (بیکند[2] سے دو ڈھائی کوس نکل آیا ہوگا) کہ ترکوں نے جنگ کی چھیڑ چھاڑ شروع کر دی۔ عمارہ نے نہایت مردانگی اور تیزی سے ان کو پسپا کر دیا۔ دوسری طرف سے خاقان نے سمرقند کی جانب سے ساقہ پر حملہ کیا جس کا افسر قطن بن قتیبہ تھا۔ اللہ تعالیٰ کی عنایت سے خاقان کو بھی شکست ہوئی۔ مسلمانوں نے اس کے بھائی کو گرفتار کر کے ہشام بن عبدالملک کے پاس بھیج دیا۔ ان ہی واقعات پر ۱۱۱ھ تمام ہو جاتا ہے اور جنید مظفر و منصور مرو لوٹ آتا ہے۔

مسلم بن عبدالرحمٰن کی معزولی: واپسی کے بعد جنید نے قطن بن قتیبہ کو بخارا پر، ولید بن قعقاع عبسی کو ہرات پر، حبیب

---

[1] کامل ابن اثیر جلد پنجم

[2] کامل ابن اثیر جلد پنجم

بن مرہ عبسی کو پولیس پر اور مسلم بن عبدالرحمٰن باہلی کو بلخ پر مامور کیا۔ اس سے پیشتر بلخ میں نصر بن سیار تھا۔ مسلم نے اس کو سوتے ہوئے گرفتار کرا کے بلا پاجامہ محض قمیص پہنے ہوئے جنید کے پاس بھیج دیا۔ جنید کو مسلم کی یہ حرکت پسند نہ آئی۔ نصر کو اس حالت میں دیکھ کر بولا ''مصر کے سردار کو مسلم نے اس حالت سے روانہ کیا ہے''۔ کسی نے اس کا کچھ جواب نہ دیا۔ جنید نے مسلم کو حکومت بلخ سے معزول کر کے یحییٰ بن ضبیعہ کو مامور کیا اور ایک وفد ان غزوات کے حالات کی اطلاع دینے کے لئے ہشام بن عبدالملک کی خدمت میں روانہ کیا۔

معرکۂ مرج اردبیل: ہم اوپر لکھ آئے ہیں کہ جراح حکمی ۱۰۴ھ میں بلاد خزر میں جہاد کرنے کی غرض سے داخل ہوا تھا اور اس نے ان کو شکست دی تھی اور بہ کمال سختی ان لوگوں سے پیش آیا تھا اور بلنجر پر قبضہ حاصل کر کے پھر ان کے سابق حکمران کو واپس دے دیا تھا اور ہشام بن عبدالملک نے اس کے عہدے پر اس کو بحال رکھا تھا۔ بعد ازاں ارمینیہ کی گورنری پر مامور کیا۔ پس وہ ۱۱۱ھ میں تفلیس کی جانب سے بلاد ترکمان پر جہاد کرتا ہوا داخل ہوا اور ان کے مشہور شہر بیضاء کو فتح کر کے کامیابی کے ساتھ واپس آیا۔ خزر و ترک کو اس سے اشتعال پیدا ہوا۔ فوجیں مرتب کر کے لان کی جانب سے طوفان شورانگیز کی طرح بڑھے۔ جراح نے بھی مقابلہ کی غرض سے ۱۱۲ھ میں خروج کیا۔ تمام مرج اردبیل میں صف آرائی کی نوبت آئی۔ فریقین بڑی بے جگری سے لڑنے لگے۔ مسلمانوں کی تعداد بہ مقابلہ ان کے مخالفین کے بہت کم تھی۔ اثناء جنگ میں جراح مع اپنے ہمراہیوں کے شہید ہو گیا اور اپنی شہادت سے پہلے اپنے بھائی حجاج بن عبداللہ کو اپنا نائب مقرر کر چکا تھا۔ خزر (یعنی ترکمان) کا دل اس سے ہاتھوں بڑھ گیا۔ جوش کامیابی میں موصل کے قریب تک پہنچ گئے اور بعض کہتے ہیں کہ جراح بلنجر میں مارا گیا۔

محاصرۂ خلاط: بہرکیف جب یہ خبر دارالخلافت دمشق میں پہنچی تو ہشام بن عبدالملک نے سعید حریشی کو بلایا اور بہ سبیل تذکرہ کہنے لگا ''دیکھا جراح ترکمانوں سے شکست کھا کر بھاگ نکلا''۔ سعید حریشی نے عرض کیا ''امیر المومنین! یہ نہیں ہوسکتا جراح کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف شکست کھا کر بھاگنے سے زیادہ ہے۔ میرا خیال ہے کہ وہ ضرور شہید ہو گیا آپ مجھے چالیس سواروں کے ساتھ روانہ فرمائے اور میرے بعد روزانہ چالیس آدمی میری کمک پر بھیجتے رہیے۔ امرائے لشکر کے نام ایک گشتی فرمان بھیج دیجئے کہ وہ میری عندالضرورت مدد کریں''۔ ہشام بن عبدالملک نے ان کل امور کو منظور کر لیا اور سعید حریشی سامان سفر درست کر کے روانہ ہو گیا جس شہر میں جاتا تھا اہل شہر کو جمع کر کے جہاد کی ترغیب دیتا تھا جس کے دل میں جہاد کا شوق ہوتا تھا وہ ہمراہ ہو جاتا تھا۔ رفتہ رفتہ شہر ازود (ارزن) پہنچا۔ جراح کے ہمراہیوں میں سے چند آدمیوں سے ملاقات ہوئی۔ جو معرکۂ جنگ سے شکست اٹھائے آ رہے تھے۔ سعید حریشی نے ان کو بھی اپنے ہمراہ لیا اور خلاط پر پہنچ کر محاصرہ کر لیا۔ لڑائی ہوئی میدان مسلمانوں کے ہاتھ رہا۔ کامیابی کے بعد حریشی نے اس کے مال غنیمت کو تقسیم کر کے شہروں اور قلعات کو فتح کرتا ہوا برذعہ کا رخ کیا اور برذعہ میں پہنچ کر پڑاؤ کر دیا۔

مسلمان قیدیوں کی رہائی: ابن خاقان ان دنوں بلاد آذربائیجان کو زیر و زبر کر رہا تھا اور شہر ورثان پر محاصرہ کئے ہوئے

تھا۔ سعید حریشی نے اپنے ہمراہیوں میں سے ایک شخص کو اہل ورثان کے پاس مسلمانوں کی آمد کی خبر دینے کو روانہ کیا اور ترکمانوں کے محاصرے کو جنگ کی دھمکی دے کرا ٹھا دیا۔ محاصرہ اٹھ جانے کے بعد حریشی نے اہل ورثان سے ملاقات کی۔ دوسرے روز ترکمانوں کے تعاقب میں اردبیل تک چلا گیا۔ ایک جاسوس نے حاضر ہو کر خبر دی کہ لشکر اسلام سے چار کوس کے فاصلے پر ترکمانوں کا دس ہزار کا لشکر پڑا ہوا ہے جس کے ہمراہ مسلمانوں کے پانچ ہزار خاندان قید و گرفتاری کی مصیبت جھیل رہے ہیں۔ سعید کی آنکھوں میں یہ سنتے ہی خون بھر آیا۔ جوش انتقام کو بجبر و اکراہ شام تک دبائے رکھا شب ہوتے ہی دھاوا کر دیا۔ ان دس ہزار ترکمانوں میں سے ایک کو بھی جان بر نہ ہونے دیا اور مسلمانوں کو ان کے پنجۂ غضب سے چھڑا لیا۔ صبح ہوئی تو جابروان کی طرف روانہ ہوا۔ ایک دوسرے جاسوس نے پہنچ کر ترکمان کے ایک دوسرے اجتماع کی خبر دی۔ سعید نے اسی وقت اس طرف کوچ کر دیا اور حالتِ غفلت میں ان کے سروں پر پہنچ کر سب کو موت کی نیند سلا دیا اور مسلمان قیدیوں کو چھڑا کر باجروان واپس آیا۔ ان ہی قیدیوں میں جراح کے اہل و عیال اور لڑکے بھی تھے۔

نہر بیقان کا محاصرہ: اس کے بعد انتقام لینے کی غرض سے خزر نے بہ ہمراہی اپنے شاہزادے کے مسلمانوں پر حملہ کی تیاری کی، سرزمین زرند میں مقابلہ ہوا۔ جس وقت جنگ زور و شور سے ہو رہی تھی لشکر گاہ کفار سے مسلمان قیدیوں نے چلا چلا کر تکبیر کہنا اور دعا و زاری شروع کر دی۔ اہل اسلام میں سے کوئی شخص ایسا نہ تھا جس کے دل میں ان کی ہمدردی کا جوش نہ بھر آیا ہو اور اس کی آنکھیں پرنم نہ ہو گئیں ہوں۔ سب نے بجمیع قوت سے اللہ اکبر کا نعرہ مار کر حملہ کیا۔ میدان جنگ سے خزر کے پاؤں اکھڑ گئے۔ مسلمانوں نے نہر ارس تک تعاقب کیا۔ بہت سا مال غنیمت ہاتھ آیا۔ مسلمان قیدی جو ان کے پنجۂ ظلم میں گرفتار تھے رہا ہو کر باجروان پہنچا دیئے گئے۔ شاہزادہ خزر نے اس شکست کی شرمندگی دفع کرنے اور مسلمانوں سے انتقام لینے کے خیال سے پھر اپنی قوم کو جمع کیا اور کمال جوش سے حریشی کی طرف روانہ ہوا۔ نہر بیقان پر پہنچ کر قیام کیا۔ حریشی نے یہ خبر پا کر موت کی طرح اس کے سر پر پہنچ کر لڑائی شروع کر دی۔ ہمراہیان خزر نہایت استقلال سے جواب دینے لگے۔ بالآخر حریشی کا زبردست حملہ برداشت نہ کر سکے۔ میدان جنگ سے شکست کھا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ میدان جنگ میں جس قدر مارے گئے اس سے کہیں زیادہ نہر میں ڈوب ڈوب کر مر گئے۔ خاتمہ جنگ پر حریشی مال غنیمت جمع کر کے مظفر و منصور باجروان کی طرف لوٹا اور باجروان پہنچ کر مال غنیمت تقسیم کیا فتح کے بشارت نامہ کے ساتھ خمس دارالخلافہ دمشق کی طرف روانہ کیا۔ کچھ عرصے بعد ہشام بن عبدالملک نے حریشی کو بلا بھیجا اور اپنے بھائی مسلمہ کو آرمینیہ و آذربائیجان کی سند گورنری مرحمت کی۔

جنید کی روانگی طخارستان: ۱۱۲ھ میں جنید نے خراسان سے بہ قصد جہاد طخارستان خروج کیا۔ ایک طرف سے عمارہ بن حریم کو اٹھارہ ہزار کی جمعیت سے اور دوسری جانب سے ابراہیم بن سام کو دس ہزار فوج کے ساتھ بڑھنے کا حکم دیا۔ ترکوں کے کانوں تک یہ خبر پہنچی تو وہ بھی لشکر جمع کر کے بسر افسری خاقان سمرقند کی طرف دوڑ پڑے۔ سمرقند کا والی ان دونوں سورہ بن بجر تھا۔ اس نے جنید کو خاقان کی فوج کشی اور اہل سمرقند کی مقاومت نہ کر سکنے کی کیفیت لکھ بھیجی اور کمک طلب کی۔ پس جنید نے

لشکریوں کو کوچ کرنے اور نہر عبور کرنے کا حکم دیا۔ مجشر بن مزاحم سلمی اور ابن بسطام ازدی نے مخالفت کی اور یہ کہا کہ ترک اور قوموں کی طرح کمزور نہیں ہیں۔ آپ کا سارا متفرق ومنتشر ہو رہا ہے۔ مسلم بن عبدالرحمٰن بیروز کوہ میں، بختری ہرات میں، عمان بن حریم طخارستان میں پڑا ہوا ہے۔ پچاس ہزار فوج سے کم کے ساتھ آپ نہر عبور کرنے کا قصد نہ کیجئے۔ بہتر ہوگا کہ آپ اس میں عجلت نہ کیجئے پہلے عمارہ کو طلب کر لیجئے۔ بعد ازاں ترکوں کے مقابلے پر کمر باندھئے۔ جنید نے آہ سرد کھینچ کر کہا'' یہ بالکل ناممکن ہے۔ میرے بھائی سورہ کی جان سمرقند میں کسی چپقلش میں پھنسی ہوگی اور وہاں کے مسلمانوں پر کیا کچھ نہ گزرا ہوگا''۔ مجشر اور ابن بسطام یہ سن کر خاموش ہو گئے۔ جنید نے تیاری کا حکم دیا اور نہر عبور کر کے کش جا اترا۔ روانگی کی تیاری ہی کر رہا تھا کہ ترکوں نے آمد کی خبر پا کر کش کے راستہ میں بہت سے کنویں کھود دیئے۔ اتفاق سے جنید دوسرے راستے سے روانہ ہوا۔

سمرقند پر حملہ : خاقان کے ہمراہ بہت بڑا لشکر تھا۔ صغد، فرغانہ اور شاش نے بھی سازش کر لی تھی۔ مسلمانوں کے مقدمۃ الجیش پر جس کا سردار عمان بن عبداللہ بن شخیر تھا حملہ کیا عثمان بن عبداللہ پسپا ہو کر لشکر اسلام کی طرف لوٹا۔ لشکر ترک سے ایک چھوٹے حصہ نے اس کا تعاقب کیا اور باقی ماندہ فوج نے سمرقند پر دھاوا کیا۔ جنید نے اہل شہر کی کمک پر نصر بن سیار کو روانہ کیا۔ نصر نے لشکر کفار کو گھیر کر نہایت شدت سے لڑائی جاری کر دی اور ان کے بڑے بڑے سورما سرداروں کو قتل کر کے خاک و خون میں ملا دیا۔ جنید لشکریوں کو بڑھاوا دیتا ہوا ازدیین پر جا پہنچا اور ازد کے جھنڈے کی طرف متوجہ ہوا۔ علم بردار نے جنید سے مخاطب ہو کر کہا'' کیا تم اب ہماری عزت افزائی کو آئے ہو، یہ یاد رکھو کہ ہمارے جیتے جی تم تک کوئی نہ پہنچ سکے گا''۔ جنید نے اس کا کچھ جواب نہ دیا۔ علم بردار رجز کے اشعار پڑھتا ہوا اپنے گروہ کو لئے ہوئے آگے بڑھا اور اس سختی سے لڑا کہ تلواریں بیکار ہو گئیں اس وقت ان کے غلاموں نے درختوں کے ڈالے کاٹ لئے اور اس سے دشمنان پر وار کرنے لگے، لڑتے لڑتے فریقین ایک دوسرے سے ایسا گتھ گئے کہ دور سے دیکھنے والے کو تمیز باقی نہ رہی۔ البتہ تھوڑی دیر کے بعد تکبیر کی دل دہلانے والی آواز اسلام وکفر کا تفرقہ پیدا کر دیتی تھی۔

اس واقعہ نمونہ قیامت میں ازد کے اسی آدمی کام آئے جس میں عبداللہ بن بسطام، محمد بن عبداللہ بن حوذان، حسین بن شیخ اور یزید بن مفضل حرانی وغیرہ تھے۔

سورہ بن ابجر کی طلبی : فریقین ہنوز گتھے ہوئے لڑ رہے تھے کہ خاقان کے لشکر کا پہلا حصہ آتا ہوا دکھائی دیا۔ جنید کے منادی نے الارض الارض کو ندا دی۔ سواران اسلام اس آواز کے سنتے ہی پیادہ پا ہو گئے اور منادی کی دوسری آواز پر ہر شخص گڑھا کھود کر چھپ رہا۔ خاقان نے لشکر اسلام پر جس طرف بکر بن وائل تھے حملہ کیا جن کا سردار زیاد بن حرث تھا، بکر بن وائل نے اس سختی سے جواب دیا کہ خاقان کو پیچھے ہٹنا پڑا۔ مگر جنگ کا انداز لحظہ بہ لحظہ خوفناک ہوتا جاتا تھا۔ جنید نے اپنے ہمراہیوں کے کہنے سے شدت جنگ اور ترکوں کی قوت تقسیم کرنے کی غرض سے سورہ بن ابجر کو سمرقند میں کہلا بھیجا کہ شہر سے نکل کر ترکوں پر پیچھے سے حملہ کر دو، سورہ نے خروج کرنے سے انکار کیا۔ جنید نے جھلا کر کہلا بھیجا'' اگر تم میرا کہنا نہ مانو گے تو میں تم کو سخت سزا دوں گا، تم کو چاہئے کہ اس پیام کے پہنچتے ہی سمرقند سے خروج کر دو اور نہر کے کنارے کنارے چلے آؤ دیکھنا خبردار نہر کا راستہ

نہ چھوڑنا میرے اور تمہارے درمیان میں صرف دو راتوں کا راستہ ہے''۔

خاقان کا حملہ: سورہ بجبر و اکراہ اس حکم کی تعمیل پر آمادہ ہوا۔ سمرقند میں موسیٰ بن اسود حنظلی کو اپنا نائب بنا کر بارہ ہزار آدمیوں کے ساتھ نکل کھڑا ہوا۔ مگر نہر کے راستہ کو دور سمجھ کر اختیار نہ کیا۔ جس وقت سورہ اور جنید کے لشکر میں ایک کوس کی مسافت باقی رہ گئی۔ صبح کے وقت خاقان آ پہنچا اور ان کے اور پانی کے مابین حائل ہو گیا۔ جنگل' جھاڑیوں اور درختوں میں جو مسلمانوں کے اردگرد تھے آگ لگا دی مسلمانوں نے تن بہ تقدیر تلواریں نیام سے کھینچ لیں اور اللہ اکبر کا نعرہ مار کر بھڑ گئے۔ ترکوں کو مجبوراً پیچھے ہٹنا پڑا۔ میدان جنگ کے غبار اور دھوئیں سے سارا عالم تاریک ہو گیا۔ کسی کو کچھ سجھائی نہ دیتا تھا۔ لشکر اسلام دھڑ ادھڑ گرنے لگا جس طرف جاتا تھا آگ ہی آگ تھی۔ سورہ بھی گرا' ران ٹوٹ گئی۔ ترکوں نے دوسری طرف مڑ کر مسلمانوں پر حملہ کرنا شروع کر دیا۔ پیچھے ہٹتے تھے تو ترک تھے آگے بڑھتے تھے تو کچھ دکھائی نہ دیتا تھا۔ ان کثیر التعداد مسلمانوں میں سے تھوڑے سے آدمی جاں بر ہوئے۔ مہلب بن زیاد عجلی بقیۃ السیف کو جس کی تعداد چھ سو یا ایک ہزار تھی بہ ہزار خرابی و دقت بچا کر رستاق مرغاب لے گیا۔ ان ہی لوگوں میں قریش بن عبداللہ عبدی بھی تھا لیکن رستاق مرغاب میں بھی ان غریبوں کو لڑائی سے پناہ نہ ملی۔ اہل رستاق مرغاب آمادہ بہ جنگ ہوئے۔ اس معرکہ میں مہلب بن زیاد کام آ گیا۔ تب ان لوگوں نے رجب بن خالد کو امان دے کر خاقان کے پاس بھجوا دیا۔ خاقان نے اس کی امان دہی منظور نہ کی' سب کو کمال بے رحمی سے قتل کر ڈالا۔ ایک بھی ان میں سے زندہ نہ بچا۔

جنید کی روانگی سمرقند: اس واقعہ کے بعد جنید پہاڑ کی گھاٹی سے نکل کر سمرقند کی طرف چلا' تھوڑی دور چل کر مجشر بن مزاحم کے کہنے سے قیام کر دیا۔ اتفاق سے ترکوں کا لشکر بھی آ پہنچا لڑائی شروع ہو گئی۔ مسلمانوں نے نہایت استقلال و مردانگی سے مقابلہ کیا۔ غلاموں نے ایسی جاں نثاریاں کیں اور وہ جوہر مردی دکھلائے کہ دیکھنے والے عش عش کرنے لگے۔ ترکوں کی فوج میدان جنگ سے پسپا ہو گئی۔ جنید سمرقند میں داخل ہوا اور مسلمانوں کے اہل و عیال کو مرو میں لا کر ٹھہرایا۔ چار مہینے کامل صغد کے مقابلے پر ٹھہرا رہا۔ خراسان کی ان لڑائیوں میں مجشر بن مزاحم سلمی' عبدالرحمٰن بن صبح مخزومی اور عبیداللہ بن حبیب ہجری وغیرہ جیسے تجربہ کاروں سے مشورہ لیا جاتا تھا اور ان ہی کے مشورے اور رائے سے جنگ کے اہم امور انجام پاتے تھے۔

شاہی کمک: ترکوں کے ٹوٹ جانے کے بعد جنید نے نہار بن توسع بن تیم اللہ اور زمیل بن سوید بن شیم کو ان واقعات کے عرض کرنے کی غرض سے دارالخلافت کو روانہ کیا۔ ساتھ ہی اس کے سورہ بن الجبر کی نافرمانی اور نہر کا راستہ اختیار نہ کرنے کی وجہ سے دشمنوں کے کامیاب ہونے کی شکایت بھی لکھ بھیجی۔ ہشام بن عبدالملک نے لکھا ''میں نے تمہاری امداد کے لئے دس ہزار فوج بصرے سے اور اسی قدر کوفے سے اور تیس ہزار نیزے اور اسی قدر تلواریں روانہ کر دی ہیں۔ تم باطمینان تمام دشمنوں پر جہاد کرو''۔ جنید کو اس فرمان کے آنے سے یک گونہ تسلی ہو گئی اور مصلحتاً سمرقند میں ٹھہرا رہا۔

معرکہ کرمینیہ: اس کے بعد خاقان نے بخارا کا رخ کیا۔ بخارا کی حکومت قطن بن قتیبہ کے سپرد تھی۔ جنید کو اس سے اندیشہ

پیدا ہوا کہ اہل بخارا کے ساتھ بھی وہی معاملہ نہ پیش آئے جو سورہ پر گزر چکا ہے۔ عبداللہ بن ابی عبداللہ (مولیٰ بنی سلیم) سے رائے طلب کی۔ عبداللہ بن ابی عبداللہ نے کہا ''میں آپ کو رائے مناسب دے سکتا ہوں مگر آپ عمل نہ کریں گے''۔ جنید نے جواب دیا ''اگر رائے صائب ہوگی تو میں ضرور عمل کروں گا''۔ عبداللہ نے مشورہ دیا کہ جو لوگ سورہ بن ابجر کے ہمراہ شہید ہو گئے ہیں ان کے اہل و عیال کو اپنے ہمراہ سمرقند لے جاؤ۔

عثمان بن عبداللہ بن شخیر کو مع چار سو سواروں اور چار سو پیادوں کے چھوڑتے جاؤ اور ہر شخص کے لئے کافی طور سے سرمایہ اور کھانے پینے کا سامان دے دو۔ جنید نے اس رائے کے مطابق عثمان بن عبداللہ کو مع چار سو پیادوں کے سمرقند میں کافی ذخیرہ کے ساتھ چھوڑا اور خود مع اہل و عیال اور اسلامی لشکر کے دشمنوں کی زد سے بچتا ہوا بخارا کی طرف روانہ ہوا۔ رفتہ رفتہ طوادیس کے قریب پہنچا۔ یکم رمضان ۱۱۲ھ کو مقام کرمینیہ میں خاقان سے مقابلہ ہو گیا۔ ایک معمولی لڑائی کے بعد ترک لوٹ گئے۔ اگلے دن لشکر اسلام نے کوچ کیا۔ پھر خاقان نے دوبارہ ساقہ پر حملہ کیا۔ جنید نے میمنہ کے ایک دستہ فوج کو ساقہ کی کمک پر بھیج دیا جس کی امداد سے ساقہ نے ترکوں کو نیچا دکھا دیا۔ اس معرکے میں ترکوں کے ناموروں میں سے مسلم بن احوز مارا گیا۔ خاقان گھبرا کر طوادیس سے لوٹ آیا اور جنید لشکر اسلام لئے ہوئے بخارا میں پہنچ گیا۔ اس کے بعد ہی بصرہ اور کوفہ کی امدادی فوجیں بھی آ گئیں۔ جھٹ پٹ جنید نے ان کے ساتھ مع ان لوگوں کے جنہوں نے جہاد پر جانا پسند کیا۔ حورثہ بن زید عنبری کو شب خون مارنے کو بھیج دیا۔

جنید کی معزولی: ۱۱۶ھ میں ہشام بن عبدالملک تک یہ خبر پہنچائی گئی کہ جنید بن عبدالرحمٰن عامل خراسان نے فاضلہ بنت یزید بن مہلب سے عقد کر لیا ہے۔ چونکہ اس کو بنو مہلب سے کشیدگی تھی۔ اس وجہ سے جنید کا یہ فعل اس کو ناگوار گزرا اور اسی سبب سے اس کو معزول کر کے اس کی جگہ عاصم بن عبداللہ بن یزید ہلالی کو مامور کیا اور یہ حکم دیا کہ اگر جنید میں تھوڑی سی بھی جان پانا تو اس کو بار حیات سے سبکدوش کر دینا۔ لیکن اتفاق یہ کہ جس روز عاصم وارد خراسان ہوا' جنید بہ عارضہ استسقاء جان بحق ہو چکا تھا۔

مروان بن محمد بحیثیت گورنر ارمینیہ و آذربائیجان: جنید اور عاصم میں پہلے سے عداوت تھی۔ اس کے مقرر کئے ہوئے عمال کو ایذائیں دی گئیں اور عمارہ بن حزیم کو (جسے جنید نے بوقت وفات اپنا نائب بنایا تھا) قید کر دیا۔

جس وقت مسلمہ بن عبدالملک جہاد خزر (یعنی ترکمان) سے ممالک اسلامیہ میں واپس آیا۔ مروان بن محمد بن مروان جو اس لشکر میں تھا چھپ کر ہشام بن عبدالملک کے پاس آیا۔ مسلمہ کی شکایتیں کیں کہ ''وہ جہاد سے جی چراتا ہے اس وجہ سے لشکر اسلام میں ایک قسم کی کاہلی آ گئی ہے اور دشمنوں کے دل بڑھ گئے ہیں مہینوں تیاری کرتا رہا۔ بارے خدا خدا کر کے کفار کے ملک میں داخل بھی ہوا تو صلح اور سلامتی کو اس قدر عزیز رکھا کہ دشمنان دین پر کچھ سختی بھی نہ کی آپ اگر مجھے ان پر جہاد کرنے کا حکم دیں تو میں ان سے بہت اچھا انتقام لوں۔ بشرطیکہ ایک لاکھ بیس ہزار جنگ آوروں سے میری مدد کیجئے اور اس راز کو پوشیدہ رکھئے''۔ ہشام نے اس کو منظور کر لیا اور ارمینیہ کی سند گورنری مرحمت کر دی۔

مروان بن محمد کی فتوحات: چنانچہ مروان بن محمد ارمینیہ کی طرف روانہ ہوا اور ہشام نے شام' عراق اور جزیرہ سے امدادی فوجیں بھیج دیں۔ مروان نے یہ ظاہر کر کے کہ لان پر جہاد کیا جائے گا' بادشاہ خزر سے مصالحت کی درخواست کی۔ خزر اس پر راضی ہو گیا اور شرائط صلح و عہد نامہ لکھنے کی غرض سے چند آدمیوں کو بطور قاصد کے روانہ کیا۔ مروان نے ان کو روک لیا یہاں تک کہ اپنے اپنے لشکر کو پورے طور سے مرتب کر لیا۔ اس وقت اعلان جنگ کر کے ان کو رہا کیا اور خود قریب ترین راستہ کو طے کر کے بادشاہ خزر کے ملک میں پہنچ گیا۔ بادشاہ خزر موجودہ حالت میں جنگ کرنا نامناسب سمجھ کر اپنے ملک کے آخری حصہ کی طرف چلا گیا اور مروان قتل و غارت اور قید و مال غنیمت جمع کرتا ہوا ملک کے آخری حصہ تک بڑھ گیا۔ انہیں فتوحات کے دوران میں بادشاہ سریر کے ملک پر بھی دھاوا کر کے اس کے قلعات کو بہ زور تیغ فتح کر لیا تھا۔ لیکن اہل قلعہ نے ایک ہزار آدمیوں (پانچ سو غلام اور پانچ سو لونڈیوں) اور ایک لاکھ مدبر پر مصالحت کر لی جس کو وہ خود باب تک پہنچا دیں گے۔ ان کی دیکھا دیکھی اہل تومان نے بھی ایک غلام اور بیس ہزار مدبر پر صلح کر لی۔ اس کے بعد مروان سرزمین وردکران میں داخل ہوا۔ اہل وردکران سے بھی مصالحت ہو گئی۔ پھر حمرین کا رخ کیا اور بہ زور تیغ فتح کر کے سبدان پر جا پہنچا جو بہ صلح و امان فتح ہوا۔ بعد ازاں قلعہ لکز کے جزیہ نہ دینے کی وجہ سے قلعہ لکز کا قصد کیا۔ والیٔ قلعہ یہ خبر پا کر بادشاہ خزر کے پاس جانے کے ارادے سے نکلا۔ اثناء راہ میں تیر لگا اور مر گیا اہل قلعہ نے مروان سے مصالحت کر لی۔ مروان لکز پر ایک عامل مقرر کر کے سروان پر جا پہنچا' اہل سروان نے فوراً اطاعت قبول کر لی۔ مروان سے روانہ ہو کر رودانیہ پر دھاوا کیا اور ایک خوں ریز جنگ لڑنے کے بعد واپس ہوا۔

حرث کا خروج: خراسان میں ازد کا نامور سردار حرث بن شریح تھا۔ ۱۱۶ھ میں سیاہ کپڑے پہنے اور لوگوں کو اتباع کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور بیعت امام رضا کی دعوت دی (جیسا کہ بنو عباس کے دعاۃ (مشنریز) خراسان میں عمل درآمد کر رہے تھے) اور اس کام کی انجام دہی کے لئے فاریاب میں گیا' عاصم بن عبداللہ کے قاصد مقاتل بن حیان نبطی' خطاب بن محرز سلمی جب آئے تو ان دونوں کو گرفتار کر کے قید کر دیا لیکن موقع پا کے یہ دونوں قید خانہ سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ حرث بن شریح نے چار ہزار فوج جمع کر کے بلخ کا رخ کیا۔ ان دنوں بلخ پر نصر بن سیار تجیبی تھا۔ دس ہزار کی جمعیت سے مقابلہ پر آیا لڑائی ہوئی۔ نصر بن سیار کی فوج میدان جنگ سے پسپا ہو گئی۔ حرث نے بلخ میں داخل ہو کر قبضہ کر لیا اور سلیمان بن عبداللہ بن حازم کو مامور کر کے جوزجان کی طرف بڑھا اور اس پر بھی کامیابی کے ساتھ قبضہ حاصل کر کے مرو کا رخ کیا۔ اس اثناء میں عاصم کو یہ خبر پہنچ گئی کہ اہل مرو حرث سے خط و کتابت کرتے اور اس سے سازش رکھتے ہیں۔ عاصم نے لوگوں کو جمع کر کے سمجھایا امیر المؤمنین کے عقاب و عتاب سے ڈرایا۔ مرو سے باہر نکل کر لشکر آراستہ کیا اور حفاظت کی غرض سے پل کو تڑوا ڈالا اور کشتیوں کو ہٹوا دیا۔ جوں ہی عاصم اس انتظامات سے فارغ ہوا ساٹھ ہزار کی جمعیت سے حرث آ پہنچا۔ جس میں ازد و تمیم کے نامی گرامی نبرد آزما شہسوار اور جوزجان' فاریاب اور طالقان کے سربرآوردہ دہقان بھی موجود تھے۔ حرث کے ہمراہیوں نے دیکھتے ہی پل باندھ کر نہر عبور کیا اس کے بعد معلوم نہیں کہ کس وجہ سے محمد بن مثنیٰ ازد کی دو ہزار

آدمیوں کو اور حماد بن عامر حمانی بھی تمیم کے اسی قدر آدمیوں کو لے کر عاصم سے جاملا۔ مقابلہ کی نوبت آئی ایک بہت بڑی خون ریز لڑائی کے بعد حرث کو شکست ہوئی اس کے اکثر ہمراہی نہر مرو میں ڈوب کر مر گئے۔ منجملہ ان کے حازم بن عبداللہ بن عبداللہ بن حازم تھا۔ حرث نے جوں توں نہر عبور کر کے اپنی جان بچائی اور منازل رہبان کے قریب پہنچ کر اپنا خیمہ نصب کیا۔ تقریباً تین ہزار سوار اس کے پاس آ کر جمع ہو گئے۔ لیکن عاصم نے تعاقب نہ کیا۔

اسد کی تقرری: ۱۱۷ھ میں عاصم نے ہشام بن عبدالملک سے تحریک کی کہ خراسان کا انتظام اس وقت تک درست نہ ہوگا جب تک عراق کا صوبہ بھی اس سے ملحق نہ کر دیا جائے۔ تاکہ ضرورت کے وقت بہ آسانی تمام کمک پہنچ سکے۔ پس ہشام نے خراسان کو خالد بن عبداللہ قسری کے سپرد کر دیا اور یہ لکھ بھیجا کہ تم اپنے بھائی کو انتظام کی غرض سے خراسان بھیج دو۔ چنانچہ خالد نے اپنے بھائی اسد کو خراسان کی طرف روانہ کیا۔ اس کے مقدمۃ الجیش پر محمد بن مالک ہمدانی تھا۔ عاصم نے یہ سن کر حرث بن شریح سے اس امر پر مصالحت کر لی کہ بالاتفاق دونوں ہشام بن عبدالملک کو ایک خط مشتمل کتاب وسنت پر عمل کرنے کے لئے لکھ کر روانہ کریں۔ اگر وہ (ہشام) کتاب وسنت کی اتباع سے انکار کرے تو دونوں متفق ہو کر اس کے مخالف ہو جائیں۔ خراسان کے بعض رؤسا نے اس رائے سے مخالفت کی۔ جس سے عاصم وحرث میں ان بن ہو گئی اور اس درجہ یہ کشیدگی بڑھی کہ تلواریں نیام سے کھینچ لی گئیں جنگ شروع ہو گئی۔ [illegible] قسمت سے حرث کو شکست ہوئی۔ اکثر ہمراہی اس کے گرفتار کر لئے گئے جن کو عاصم نے قتل کر ڈالا اور فتح کا بشارت نامہ ہشام کی خدمت میں محمد بن مسلم عنبری کی معرفت روانہ کیا' رے میں اس سے اسد بن عبداللہ سے ملاقات ہوئی۔ خراسان میں پہنچا تو اس نے عاصم کو گرفتار کر کے ایک لاکھ درہم طلب کئے اور عمارہ بن حزیم اور جنید کے عمال کو رہا کر دیا۔

حرث بن شریح: اسد جس وقت وارد خراسان ہوا تھا۔ ان دنوں عاصم کا عمل دخل نہ خراسان میں تھا اور نہ نیشاپور میں۔ مرو روذ پر حرث متصرف تھا اور آمد پر خالد بن عبداللہ ہجری جو حرث ہی کا مطیع اور اس کی رائے پر عمل درآمد کرتا تھا۔ اسد نے اس کی قوت توڑنے کی غرض سے عبدالرحمن بن نعیم کو لشکر کوفہ وشام کے ساتھ حرث کی طرف روانہ کیا اور خود بقیہ لشکر لئے ہوئے آمد کا رخ کیا۔ زیاد قرشی (حیان نبطی کا آزاد غلام) آمد سے نکل کر مقابلہ پر آیا۔ لیکن اسد سے شکست کھا کر شہر میں جا کر پناہ گزیں ہوا۔ اسد نے شہر کا محاصرہ کر لیا چاروں طرف سے منجنیقیں نصب کرا کے سنگ باری شروع کر دی۔ بالآخر اہل شہر نے امان طلب کی اور شہر کو اسد کے سپرد کر دیا۔ اسد نے یحییٰ بن نعیم بن ہبیرہ شیبانی کو مامور کر کے بلخ کی طرف قدم بڑھائے۔ چونکہ اہل بلخ سلیمان بن عبداللہ بن حازم کے ہاتھ پر بیعت کر چکے تھے' اسد نے بلخ پہنچ کر ترمذ کا رخ کیا۔ جو ان دنوں حرث کے محاصرے میں تھا اور اسی وجہ سے اسد اہل ترمذ کو کمک نہیں پہنچا سکا۔ مجبور ہو کر پھر بلخ کی طرف واپس ہوا۔ اہل ترمذ نے شہر سے نکل کر حرث پر حملہ کیا اور ایک سخت جنگ کے بعد اس کو پسپا کر کے اس کے اکثر ہمراہیوں کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔ اس کے بعد اسد نے سمرقند کی جانب کوچ کیا قلعہ زم پر پہنچا۔ اہل قلعہ سے (جو حرث کے ہوا خواہ تھے) کہلا بھیجا ''تم لوگ ہم سے

شاید اس خیال سے متنفر ہو کہ ہم کج خلق ہیں لیکن اس کی برائی اس حد تک نہیں ہے جیسا کہ سمرقند پر مشرکین نے قبضہ کرلیا ہے میں سمرقند پر حملہ کرنا چاہتا ہوں۔ تم مجھے وہاں جانے دو کسی قسم کی چھیڑ چھاڑ نہ کرو ورنہ اگر تم مجھ سے آمادۂ پیکار ہو گئے تو یہ یاد رکھو کہ میں تم کو ہرگز ہرگز امان نہ دوں گا''۔ والی قلعہ یہ پیام پا کر اسد سے آملا اور اس کے ہمراہ سمرقند چلا گیا اور ان لوگوں کو امان دلا کر اسد سے ملا دیا۔ پھر سمرقند سے اسد بلخ میں واپس آیا اور جدیع کرمانی کو ایک چھوٹے سے لشکر کے ساتھ طخارستان کے اس قلعے پر دھاوا کرنے کو بھیجا جہاں پر حرث کا مال واسباب تھا اور اس کے ہمراہی تھے۔ جدیع نے محاصرہ کر کے اسے بہ زور تیغ فتح کیا۔ عام قیدیوں کو تو بازار بلخ میں فروخت کر دیا اور جنگ آوروں کو مار ڈالا۔ جس میں بنو بزری، ثغلبی حرث کے دوستوں میں تھا۔

جریر بن میمون کا انجام: اس واقعہ کے بعد حرث سے ساڑھے چار سو آدمی جو اس کے خاص خاص ہمراہیوں میں سے تھے۔ مخالف ہو گئے۔ جس کا سردار جریر بن میمون قاضی تھا حرث نے کہا ''اگر تم لوگ مجھ سے جدا ہونا ہی چاہتے ہو اور یقین ہے کہ مجھ سے علیحدہ ہو جاؤ گے تو میری موجودگی میں اسد سے امان طلب کرلو اور اگر میرے کوچ کر جانے کے بعد امان طلب کرو گے تو تم کو امان نہ ملے گی''۔ جریر اور ان کے ہمراہیوں نے اس سے انکار کیا اور حرث کے چلے جانے کے بعد اسد سے امان طلب کی اسد نے انکار کر دیا اور جدیع کرمانی کو چھ ہزار کی جمعیت سے ان کے محاصرے پر بھیج دیا۔ یہاں تک کہ اس کے حکم پر قلعہ چھوڑ کر باہر آئے۔ جدیع نے ان میں سے پچاس آدمیوں کو جس میں جریر بن میمون قاضی بھی تھا اسد کے پاس روانہ کر دیا۔ اسد نے ان سب کو قتل کرا دیا اور بقیہ لوگوں کے قتل کرا دینے کا حکم جدیع کرمانی کے پاس بھیج دیا۔ اس کے بعد اس نے بلخ کو اپنا دارالحکومت بنایا اور دیوان (دفتر) کو بلخ میں منتقل کرا لیا۔ اس کے بعد طخارستان و سرزمین حبونہ پر جہاد کیا بہت سا مال غنیمت ہاتھ لگا ہزاروں آدمی گرفتار ہوئے۔

اسد بن عبداللہ اور ابن سایجی: ۱۱۹ھ کا دور شروع ہوا اسد بن عبداللہ بلاد ختل میں جہاد کرتا ہوا داخل ہوا۔ متعدد قلعات کو بہ زور تیغ فتح کیا۔ لشکریوں کے ہاتھ مال غنیمت اور قیدیوں سے مالا مال ہو گئے۔ ابن سایجی والی بلاد ختل نے اسد کے آنے اور شہروں پر قبضہ کرنے کا حال خاقان کو لکھ بھیجا اور کمک طلب کی خاقان نے فوراً تیاری کا حکم دیا۔ ابن سایجی کو جب یہ معلوم ہوا تو اسد کو خاقان کے آنے کی دھمکی دی اسد نے یقین نہ کیا۔ ابن سایجی نے دوبارہ کہلا بھیجا کہ میں نے ہی خاقان کو اپنی امداد کے لئے طلب کیا ہے کیونکہ تم میرے ملک کو ویران و تباہ کر رہے تھے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ تمہارے مارے جانے کے بعد عرب کو جب تک ان میں سے ایک شخص بھی باقی رہے گا مجھ سے قطعی دشمنی ہو جائے گی اور خاقان سے مجھے ہمیشہ اپنی غرض کے لئے دبنا پڑے گا اور عرب کے خوف سے مجھے اکثر اس کا دست نگر رہنا ہوگا۔ اسد کو اس کے کہنے پر یقین ہو گیا۔ جھٹ پٹ مال واسباب کو باربرداریوں پر بار کرا کے ابراہیم بن عاصم عقیلی والی بجستان کے ساتھ روانہ کر دیا اور اس کے ہمراہ کثیر بن امیہ، ابوسفیان بن کثیر خزاعی اور فضیل بن حیان مہری وغیرہ کو بھی نگرانی و محافظت کے خیال سے روانگی کا حکم دیا اور پھر ان سب کی کمک و امداد پر دوسرا لشکر مامور کیا۔ اس کے بعد خود ان کے پیچھے پیچھے روانہ ہوا۔ حتیٰ کہ نہر بلخ پر پہنچ کر اس وقت

ابراہیم بن عاصم مع اسباب و مال وقیدیوں کے نہر عبور کر چکا تھا' شام ہوگئی تھی قیام کر دیا۔ صبح ہوئی تو لشکری نہر عبور کرنے لگے۔ ابھی پورا لشکر نہر عبور نہ کر سکا تھا کہ ترکوں کا لشکر آ پہنچا۔ ازدوتمیم سامنے آ گئے لڑائی شروع ہوگئی۔ خاقان نے اپنے پُرزور حملے سے ان کے مورچوں پر قبضہ کر لیا۔

خاقان کا تعاقب: اسد اور اس کے ہمراہی اپنے لشکر گاہ میں واپس آئے اور ترکوں کے حملے سے بچنے کی غرض سے اپنے اردگرد خندق کھود لی اور یہ غلط اطمینان کر کے خاقان نہر عبور نہ کرے گا' کمریں کھول دیں آرام کرنے لگے خاقان بے خرخشہ نہر عبور کر کے اسلامی لشکر پر آ پڑا' عساکر اسلامیہ اپنے لشکر گاہ سے جواب دینے لگے تمام رات لڑائی کی یہ صورت رہی کہ ترک ان کو گھیرے ہوئے تھے اور یہ ان کے حملوں کا جواب اپنے لشکر گاہ سے دیتے جاتے۔ صبح ہوئی تو ترکوں کا ایک متنفس بھی نہ دکھائی دیا' اسد نے یہ گمان کر کے کہ شاید ترک مال و اسباب اور قیدیوں کے تعاقب میں چلے گئے ہیں۔ طلایع (پٹرول) کو حالِ دریافت کرنے کی غرض سے روانہ کیا اور امراءِ لشکر کو مشورہ کرنے کے لئے اپنے خیمے میں بلایا۔ سب نے قیام کی رائے دی لیکن نصر بن سیار نے آزادانہ طور سے ترکوں کا تعاقب کرنے اور مال و اسباب کو ان کے تصرف سے بچانے کی رائے ظاہر کی اور یہ بھی کہا کہ بفرضِ محال اگر آپ اس کے ضائع ہونے کے بعد پہنچیں گے تو راہ کی وہ مشقت جس کا برداشت کرنا ناگزیر ہے تمام ہو جائے گی۔ اسد نے اس رائے کے بموجب کوچ کر دیا اور ایک شخص کو ابراہیم بن عاصم کے پاس خاقان کے تعاقب کرنے کا حال ظاہر کرنے کو بھیج دیا۔

خاقان کی پسپائی: اسد کا وہ خیال کہ ترک مال و اسباب اور قیدیوں کے تعاقب میں گئے ہیں بالکل صحیح نکلا لیکن اس کے پہنچنے سے پہلے ابراہیم نے اپنی حفاظت کے لئے خندق کھود لی تھی مورچے قائم کر لئے تھے خاقان نے صغد کو جنگ کرنے کا حکم دیا۔ مسلمانوں کے مسلحہ نے ان کو شکست دی۔ اس وقت خاقان ایک ٹیلے پر مسلمانوں کے لشکر کا حال دریافت کرنے اور ان پر حملہ کرنے کے مواقع دیکھنے کے لئے چڑھ گیا۔ دیکھ بھال کر اپنے لشکر کو حکم دیا کہ سامنے کا راستہ قطع کر کے چار کوس کا چکر کاٹ کر مسلمانوں پر پیچھے سے حملہ کرو۔ ترکوں نے اس حکم کی تعمیل کی مسلمانوں سے دست بدست لڑنے لگے۔ صاغان خذاہ اور اس کے ہمراہی اس معرکے میں کام آئے۔ ان کے مال و اسباب پر ترکوں نے قبضہ کر کے ابراہیم کے ہمراہیوں پر حملہ کیا۔ اس وقت مسلمانوں کا لشکر غیر مرتب ہو گیا تھا' سب کے سب یکجا ہو کر جمع ہو کر لڑ رہے تھے۔ اس کے ساتھ ہی ان کو اپنی ہلاکت کا احساس بھی ہو رہا تھا کہ دفعۃً دور سے ایک گرد نمایاں ہوئی۔ یہ وہ وقت تھا کہ ترکوں کے ہاتھ لڑتے لڑتے شل ہو گئے تھے مگر آہستہ آہستہ کامیابی کے غرور میں بڑھتے چلے آتے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد غبار ہٹا تو اسد کی صورت دکھائی دی کہ وہ اپنا لشکر لئے ہوئے آ رہا ہے ترکوں نے پیچھے ہٹنا شروع کیا۔ اسد نے نہایت تیزی سے راستہ طے کر کے اس ٹیلے پر قبضہ کر لیا جس پر خاقان چڑھ گیا تھا۔ ابراہیم کے بقیہ ہمراہی اور صاغان خذاہ کی بیوی اسد کے پاس آئی اور خاقان مسلمان قیدیوں' اونٹ' بکریوں اور مال و اسباب کو لئے ہوئے پہاڑ کی طرف چلا گیا۔ عساکر اسلامیہ نے جنگ کا قصد کیا لیکن اسد کے روکنے سے رک گئے' جاتے جاتے خاقان کے لشکریوں میں سے ایک شخص جو حرث بن شریح کے ساتھیوں میں سے تھا اسد سے خطاب کر

کے بولا'' ماوراء النہر کا ملک تمہارے جہاد کے لئے کافی تھا لیکن تم نے اس پر اکتفا نہ کی' بلاد ختل پر چڑھ آئے جو ہمارے باپ دادا کا ملک تھا' آخر کار تم نے اپنی اس جرأت کا نتیجہ دیکھ لیا شاید آئندہ اللہ تعالیٰ تم سے اس کا انتقام لے''۔

حرث اور خاقان کا اتحاد: ترکوں کے چلے جانے کے بعد اسد بلخ واپس آیا اور اس کے پر فضا میدان میں لشکر مرتب کرنے لگا۔ یہاں تک کہ موسم سرما آ گیا مجبور ہو کر شہر میں چلا گیا اور وہیں ایام سرما گزارے۔ حرث بن شریح اطراف طخارستان میں تھا خط و کتابت کر کے خاقان سے جا ملا اور اس کو جنگ خراسان کی ترغیب دے کر بلخ پر فوج کشی کر دی۔ اسد نے نماز عید الاضحیٰ کے بعد ایک طویل خطبہ دیا جس میں یہ بھی بیان کیا کہ حرث بن شریح نے کفار سے سازش کر لی ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کے نور کو اپنے ظلم و بغاوت کی تاریکی سے بجھا دے اور اس کے دین متین کو اپنی نفسانی خواہشوں سے بدل دے تم لوگوں کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کرو اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ سے بندے کا اس وقت زیادہ قرب ہوتا ہے جب کہ وہ سجدے میں رہتا ہے اسد اس فقرے کو مکمل کر کے سجدے میں چلا گیا اس کے ساتھ حاضرین بھی سجدے میں چلے گئے اور نہایت خشوع و خضوع سے دعا کرنے لگے۔ دعا و سجدے سے فارغ ہو کر اسد نے بہ قصد مقابلہ خاقان خروج کیا۔

خاقان کی شکست: خاقان کی کمک پر اہالیان ماوراء النہر و طخارستان وجبونہ تھے۔ مجموعی تعداد اس کی فوج کی تیس ہزار تھی۔ اسد کو اس کی خبر لگی تو اس نے سرداران لشکر کو مشورے کی غرض سے طلب کیا۔ بعض کی رائے یہ ہوئی کہ شہر بلخ میں قلعہ بند ہو کر لڑنا اور خالد و ہشام سے کمک طلب کرنا چاہئے لیکن اسد نے اس رائے سے مخالفت کی۔ نصر بن سیار اور قاسم بن نجیب وغیرہ نے بھی شہر سے نکل کر لڑنے کی رائے دی جس سے اسد کا عزم مصمم ہو گیا۔ بلخ پر کرمانی بن علی کو مامور کر کے یہ حکم دیا کہ کوئی شخص شہر بلخ سے باہر نہ نکلنے پائے اگرچہ ترک شہر بلخ کے دروازے پر آ جائیں اور خود جامع مسجد میں جا کر لوگوں کے ساتھ دو رکعت نماز ادا کی اور بعد فراغت نماز دعا میں مصروف ہو گیا۔ حاضرین بھی اس کے ساتھ ساتھ دعا کر رہے تھے نماز و دعا سے فارغ ہو کر شہر کے باہر ایک کھلے میدان میں آ کر ٹھہر گیا۔ جب سب لوگ آ گئے تو بسم اللہ کہہ کر نکل کھڑا ہوا۔ اتفاق سے خاقان کا پتر ول سے سامنا ہو گیا ایک خفیف لڑائی کے بعد ان کے سردار کو گرفتار کر لیا اور راتوں رات جورجان سے دو کوس کے فاصلے پر پہنچ کر پڑاؤ کر دیا۔ صبح ہوئی تو ترکوں اور مسلمانوں کی فوجیں ایک دوسرے کے مقابلے پر نظر آئیں' اسد نے فوراً جنگ کی تیاری کا حکم دیا اور لشکر کی صفوں کو مرتب کرنے لگا اس معرکے میں اسد کے ہمراہ والی جورجان بھی تھا۔ ترکوں کے میمنہ نے لشکر اسلام کے میسرہ پر ایسا حملہ کیا کہ اہل میسرہ مجبور ہو کر قلب لشکر تک پہنچ چلے آئے اس وقت لشکر اسلام کا میمنہ جس میں اسد اور والی جورجان تھا ترکوں پر ٹوٹ پڑا اور پے در پے ایسے زبردست حملے کئے کہ ترکوں کو سنبھلنے کی مہلت نہ ملی' خاقان اور حرث بن شریح مع اپنے ہمراہیوں کے بھاگ کھڑے ہوئے اور تین کوس تک فتح مند گروہ قتل و غارت کرتا ہوا تعاقب میں چلا گیا۔ ڈیڑھ لاکھ بکریاں اور بہت سے جانور بار برداری کے پکڑ لائے۔

عثمان بن عبداللہ کا حملہ: خاقان نے شکست کے بعد معمولی راہ چھوڑ کر پہاڑی راستہ اختیار کیا اور حرث بن شریح حفاظت کی غرض سے اس کے ہمراہ تھا۔ والی جورجان ان راستوں سے واقف تھا۔ اسد سے اجازت حاصل کر کے عثمان بن

عبداللہ بن شخیر کو ہمراہ لیا اور قریب ترین راستہ کو طے کر کے خاقان کے سر پر پہنچ گیا۔ جس وقت کہ وہ لشکر اسلام کے حملے سے مطمئن ہو گیا۔ ترک والی جورجان کے اچانک حملے سے گھبرا کر پکتی ہوئی ہانڈیاں تک چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے' ان کا لشکر گاہ' مال واسباب' عرب کی عورتوں (جن کو اس نے قید کر رکھا تھا) ترک کی عورتوں کی لونڈیوں' سونے چاندی کے ظروف اور قیمتی قیمتی اسباب سے بھرا ہوا تھا۔ خوش قسمتی سے یہ سب مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ خاقان مسلمانوں کی نظریں بچا کر گھوڑے پر سوار ہوا۔ حرث بن شریح لوگوں سے خود بچتا اور اس کو بچاتا ہوا نکل گیا۔ خاقان کی بیگم نے سوار ہونے میں تاخیر کی تو خواجہ سرا نے جو اس کی خدمت پر مامور تھا اس کا کام تمام کر دیا۔

خاقان کا خاتمہ: اس تائید غیبی کے بعد اسد پانچ روز تک میدان جنگ میں ٹھہرا ہوا۔ وہاں تین خراسان سے زرفدیہ لے کر ان کے قیدیوں کو رہا کرتا رہا۔ چھٹے روز اپنے خروج کے نویں دن بلخ کی طرف واپس ہوا جورجان میں پہنچ کر قیام کیا۔ خاقان بھاگا چلا جا رہا تھا۔ حتیٰ کہ طخارستان میں پہنچ کر جبونہ خرزیمی کے پاس وہ کچھ عرصہ آرام کر کے اپنے ملک کو روانہ ہوا۔ سنہ میں پہنچا تو کاوش افشین کا دادا آ کے ملا اگرچہ ان دونوں میں کسی قدر کشیدگی تھی لیکن رسم پیدا کرنے کے خیال سے جو کچھ اس سے ہو سکا پیش کیا۔ جس کو خاقان نے نہایت خوشی سے قبول کیا پھر اس سے رخصت ہو کر اپنے دارالحکومت میں داخل ہوا اور اسی وقت سے لشکر کی تیاری و ترتیب میں مصروف ہو گیا۔ جس وقت اس کو اپنی فوجی قوت پر کامل بھروسہ ہو گیا تو سمرقند پر چڑھائی کر دی حرث بن شریح نے اپنے ہمراہیوں میں سے پانچ ہزار منتخب آدمیوں کو گھوڑوں پر سوار کر کے کمک پر بھیجا۔ ہنوز سمرقند کے محاصرے کی نوبت نہ آئی تھی کہ ایک روز اتفاق سے خاقان اور کودصول نرد کھیلنے کو بیٹھ گئے۔ باتوں باتوں میں دونوں میں جھگڑا ہو گیا۔ کودصول نے خاقان کا ہاتھ اس زور سے دبایا کہ خاقان کا ہاتھ ٹوٹ گیا۔ خاقان غصے میں بھرا ہوا اٹھ کر چلا آیا اور کودصول کے ہاتھ توڑ ڈالنے کی قسم کھالی کودصول کو اس کی اطلاع ہوئی' رات کے وقت خاقان کے لشکر پر شب خون مار کر اس کی زندگانی کا خاتمہ کر دیا۔ ترک اس غیر متوقع مصیبت سے ایسا گھبرا کر بھاگے کہ خاقان کے گور وکفن کا بھی ان کو خیال نہ رہا۔ اس واقعہ کے دوسرے روز چند سرداران ترک نے آ کر خاقان کو دفن کیا۔

مقاتل بن حیان: اس واقعہ سے قبل اسد نے بلخ سے فتح کی خوش خبری خالد بن عبداللہ کے پاس بھیجی تھی اور اس نے اس کی اطلاع ہشام کو دی۔ ہشام کو باور نہ ہوا پھر اس کے بعد ہی قاسم بن نجیب کو خاقان کے مارے جانے کی خبر دے کر دارالخلافہ کو روانہ کیا۔ قیس کو اسد وخالد کی کامیابیوں پر رشک پیدا ہوا۔ ہشام سے جڑ دیا کہ مقاتل بن حیان کو طلب کر لیجئے اس سے اصل واقعہ کا انکشاف ہو جائے گا۔ چنانچہ ہشام بن عبدالملک نے خالد کو لکھا اور خالد نے اسد کو۔ پس جب مقاتل بن حیان دربار خلافت میں حاضر ہوا اس وقت ہشام کے پاس اس کا وزیر ابرش بیٹھا ہوا تھا۔ مقاتل نے اول سے آخر تک کل واقعات عرض کیے ہشام نے خوش ہو کر مقاتل سے کہا ''مانگ کیا مانگتا ہے؟'' عرض کیا یزید بن مہلب نے میرے باپ حیان سے ایک لاکھ درہم ظلماً وصول کیے تھے آپ اس کی واپسی کا حکم صادر فرمائیے۔ ہشام نے اسد کے نام ایک فرمان ان درہم کے واپسی کا لکھ دیا مقاتل نے ان درہم کو ورثاء حیان میں تقسیم کر دیا۔

ختل پر فوج کشی: خاقان کے مارے جانے کے بعد اسد نے ختل پر فوج کشی کی اور مصعب بن عمر خزاعی کو آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ قلعہ بذرطرخان پر پہنچا۔ بدرطرخان نے اسد کی خاراشگاف تلوار سے ڈر کر امان طلب کی۔ مصعب نے امان دے کر اسد کے پاس بھیج دیا۔ بدرطرخان نے ایک ہزار درہم پیش کئے اور اس ذریعہ سے دھوکا دینے کی کوشش کی۔ اسد نے لینے سے انکار کیا اور مصعب کے پاس واپس کر دیا کہ اس کو اس کے قلعہ میں پھر لوٹا دو۔ اتفاق سے مصعب کی خدمت میں اس وقت مسلمہ بن ابی عبداللہ (موالی سے تھا) حاضر تھا عرض کیا ''امیر المؤمنین اس کے رہا کر دینے پر نادم ہوں گے''۔ مصعب نے کچھ جواب نہ دیا مگر مسلمہ نے اس کو اپنے پاس قید رکھا۔ اس کے بعد اسد اپنا لشکر ظفر پیکر لئے ہوئے آ پہنچا اور جشر بن مزاحم سے حالات دریافت کرنے لگا۔ جشر نے کہا ''بدرطرخان کل ہمارے قبضہ میں تھا آپ نے اس پر نہ کچھ سختی کی اور نہ اس سے کچھ قول وقرار لیا مزید برآں رہا کر کے اس کے قلعہ میں اس کو پہنچا دیا''۔ اسد یہ سن کر اپنے کئے پر پشیمان ہوا اور مصعب سے بدرطرخان کا حال دریافت کرایا۔ معلوم ہوا کہ مسلمہ بن عبداللہ کے پاس ہے اسد نے اس کی حاضری کا حکم دیا جب روبرو لایا گیا تو اسد کے حکم سے پہلے اس کے ہاتھ کاٹے گئے اس کے بعد ازد کے ایک شخص کو جس کے باپ کو اس نے شہید کیا تھا گردن مارنے کا حکم دے دیا۔ پس اس ازدی مرد نے بدرطرخان کو بارِ حیات سے سبکدوش کر دیا۔

بدرطرخان کے قتل کے بعد اسد نے اس کے قلعہ پر آسانی سے قبضہ حاصل کر کے اسلامی لشکر کو ملک ختل میں پھیلا دیا۔ لشکریوں کے ہاتھ مال غنیمت اور لونڈی وغلام سے بھر گئے۔ لیکن بدرطرخان کے لڑکے ایک چھوٹے سے قلعہ میں ''جو شہر کے بالائی حصے میں تھے'' باقی رہ گئے وہاں تک عساکر اسلامیہ کی فتوحات کی موجیں نہ پہنچیں۔ انہیں واقعات پر اس سنہ کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور ۱۲۰ھ کے شروع ہوتے ہی ماہ ربیع الاول ۱۲۰ھ مقام بلخ میں اسد بن عبداللہ قسری کا پیغام موت آ گیا۔ وفات کے وقت اس نے جعفر بن حنظلہ نہروانی کو اپنا جانشین کیا تھا جس نے چار مہینے امارت کی۔ اس کے بعد ماہ رجب میں نصر بن سیار کی گورنری کا دور آ گیا۔

خالد کی معزولی: ۱۲۰ھ میں ہشام بن عبدالملک نے ابوالمثنیٰ وحسان نبطی کے کہنے سننے سے خالد کو کل صوبجات کی حکومت سے معزول کر دیا۔ یہ دونوں ہشام بن عبدالملک کی املاک کی تولیت سے معزول کر کے اشدق کو مامور کیا۔ حسان وابوالمثنیٰ عراق سے دمشق میں چلے آئے اور بہ حکمت عملی ہشام بن عبدالملک کے کان تک یہ خبر پہنچا دی کہ خالد کی ایک لاکھ تیس ہزار سالانہ آمدنی ہے۔ ہشام کے دل میں یہ خیال جاگزیں ہو گیا۔ بلال بن ابی بردہ اور عریان بن ہثیم کو چونکہ ان واقعات کی اطلاع ہو گئی تھی انہوں نے خالد سے کہا کہ تم اپنی کل جائیداد ہشام کے نذر کر دو کہ جس کو وہ پسند کرے لے لے ہم اس کو رضامند کر دینے کے ذمہ دار ہیں لیکن خالد نے اس کو منظور نہ کیا اس کے بعد عمرو بن العاص کی اولاد میں سے کسی شخص نے خالد کی شکایت کی کہ اس نے اپنی مجلس میں مجھ سے سخت کلامی کی ہے۔ ہشام نے ایک فرمان خالد کے پاس روانہ کیا جس میں اس کو سخت ودرشت کلمات سے خطاب کیا تھا اور پیادہ پا دارالخلافتہ میں اس شخص (یعنی عمر بن العاص کی اولاد) کو راضی

کرنے اور اس سے معافی چاہنے کو بلایا تھا۔

خالد کی گرفتاری: ہنوز خالد دارالخلافت دمشق میں حاضر نہ ہوا تھا کہ اس کی بابت اکثر لوگوں نے شکایتیں کیں اور یہ بھی ظاہر کیا گیا کہ خالد گورنری عراق کو حقارت کی نظروں سے دیکھتا ہے۔ ہشام نے ایک دوسرا عتاب آموز فرمان لکھا جس کا یہ مضمون تھا ''اے پسر مادر خالد! مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ تو کہا کرتا ہے کہ گورنری عراق میری باعث عزت نہیں اے غیر مختون زادے! عراق کی گورنری تجھے باعثِ فخر کیسے نہیں ہو سکتی تو بجیلہ کے قبیلہ سے ہے۔ جو نہایت ذلیل وقبیل ہے واللہ مجھے یہ گمان ہے پہلا جو شخص تیرے ہاتھ کو تیری گردن میں باندھے گا وہ قریش کے قبیلے کا ایک مرد ہوگا''۔ اس فرمان کے روانہ کرنے کے بعد یوسف بن عمر ثقفی کو جو ان دنوں یمن میں تھا' سند گورنری مرحمت کر کے تیس ہمراہیوں کے ساتھ عراق روانہ ہونے کا حکم دیا۔ یوسف بن عمر ثقفی فوراً کوفے کی طرف روانہ ہوا اور قریب کوفہ پہنچ کر قیام کیا۔ اتفاق سے اسی زمانے میں طارق (خالد کے نائب) نے کوفے میں اپنے لڑکے کا ختنہ کیا تھا اور اس تقریب کی خوشی میں علاوہ مال اور قیمتی قیمتی کپڑوں کے بہ تعداد کثیر لونڈی و غلام تحفہ میں خالد کے پاس بھیجے تھے۔ اتفاق سے چند عراقی یوسف کی طرف سے ہو گزرے بر وقت استفسار یوسف نے صاف جواب نہ دیا۔ عراقیوں کو ان پر خوارج ہونے کا شبہ ہوا۔ یوسف شب کے وقت سوار ہو کر ثقیف کے مکانات میں چلا آیا۔ ثقیف نے اس راز کو چھپایا صبح ہوتے ہی یوسف نے مسجد میں ان لوگوں کو جمع کیا جو وہاں پر مضر کے قبیلہ کے تھے۔ نماز سے فارغ ہوا تو آدمی بھیج کر خالد و طارق کو گرفتار کرا لیا۔

یوسف کی تقرری: بعض کا یہ بیان ہے کہ خالد ان دنوں واسط میں مقیم تھا کسی نے دمشق سے یہ خبر اپنے ایک دوست کو واسط میں لکھ بھیجی وہ سوار ہو کر خالد کے پاس گیا اور امیر المومنین ہشام کے پاس جانے اور معذرت کرنے کی رائے دی۔ خالد نے جواب دیا ''میں یہ کام بلا اجازت نہیں کر سکتا''۔ اس نے پھر عرض کیا ''آپ مجھے اجازت دیجئے میں امیر المومنین کے پاس جا کر آپ کی حاضری کی اجازت لے آؤں''۔ خالد بولا ''یہ بھی ناممکن ہے''۔ اس شخص نے کہا ''اچھا اس سال جس قدر آمدنی میں کمی ہوئی ہے اس کا معاوضہ دے دو میں تمہاری بحالی کی سند لا دوں گا اور اس کی تعداد ایک کروڑ ہے''۔ خالد نے جواب دیا ''میرے پاس دس لاکھ سے ایک حبہ زیادہ نہیں ہے''۔ اس شخص نے کہا ''اگر آپ اجازت دیں تو اس رقم کو میں اور فلاں فلاں اشخاص ادا کروں''۔ خالد نے اس کو بھی منظور نہ کیا تب طارق نے کہا ''بہتر ہے کہ ہم اپنے کو اور تم کو مال دے کر بچا لیں تاکہ یہ عہدہ ہمارا اور تمہارا برقرار رہے یہ اس سے بہتر ہے کہ کوئی غیر شخص آ کر ہمارے مال واسباب پر قبضہ کرے اور وہ اس وقت کوفے میں ہے اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ہم لوگ مار ڈالے جائیں گے اور مال واسباب نصیب دشمناں ہو جائے گا''۔ خالد نے اس میں سے کسی بات کو منظور نہ کیا۔ طارق روتا ہوا رخصت ہو کر کوفے کو لوٹا اور خالد جمہ میں چلا آیا۔

اس اثناء میں ہشام کا فرمان گورنری عراق یوسف کے نام آ پہنچا۔ جس میں ابن نصرانیہ یعنی خالد اور اس کے عمال کو گرفتار کرنے اور ایذائیں دینے کی تاکید کی تھی۔ چنانچہ یوسف اسی دن ایک رہبر کو لے کر کوفے کو روانہ ہو گیا اور اپنے لڑکے صلت کو یمن پر مامور کر گیا۔ جمادی الثانی ۱۲۰ھ میں کوفے کے قریب پہنچ کر نجف میں قیام کیا اور اپنے خادم کیسان کو طارق

کے گرفتار کر لانے کو بھیجا۔ حیرہ میں طارق سے ملاقات ہوئی۔ کیسان نے گرفتار کر کے یوسف کے روبرو پیش کیا' یوسف نے کوڑوں سے پٹوایا۔ بعد ازاں کوفے میں داخل ہوا اور عطاء بن مقدم کو خالد کے لانے کے لئے جمہ کی طرف روانہ کیا۔ پس عطارد نے حمہ میں پہنچ کر گرفتار کر لیا۔ ابان بن ولید اور اس کے دوستوں نے ستر ہزار دے کر خالد کو چھڑوایا۔ بعض کہتے ہیں کہ ابان بن ولید سے ایک لاکھ لئے گئے تھے۔ خالد کی حکومت عراق میں پندرہ برس رہی جس وقت سے یوسف عراق کا گورنر ہوا۔ اسی زمانے سے عراق میں عرب میں ذلیل ہوئے اور ذمی کل امور کے متولی ومتصرف ہو گئے۔

نصر بن سیار بحیثیت گورنر خراسان: اسد بن عبداللہ کے مرنے پر ہشام بن عبدالملک نے نصر بن سیار کو رجب ۱۲۰ھ میں خراسان کا (گورنر مقرر کیا اور سند گورنری عبدالکریم بن سلیط حنفی کی معرفت روانہ کی اس سے پیشتر جعفر بن حنظلہ نے جس کو وفات کے وقت اسد نے اپنا نائب بنایا تھا) نصر کو حکومت بخارا پر مامور کرنے کا قصد کیا تھا لیکن بختری بن مجاہد (بنوشیبان کا آزاد غلام) اس رائے کا مخالف ہوا اور نصر کو اس خدمت کے قبول کرنے سے روکا اور کہا تم تو خراسان میں مضر کے شیخ ہو تم ہی کو اس ملک کی گورنری کا عہدہ دیا جائے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ پس جب نصر کو خراسان کی گورنری دی گئی تو اس نے بلخ پر مسلم بن عبدالرحمٰن کو مرورود پر شاح بن بکیر بن وشاح کو' ہرات پر حرث بن عبداللہ بن حشرج کو' نیشاپور پر زیاد بن عبدالرحمٰن قسری کو خوارزم پر' ابوحفنہ کو اور صغد پر قطن بن قتیبہ کو مامور کیا۔ چار برس تک خراسان میں عہدہ ہائے جلیلہ پر سوائے مضری کے اور کوئی شخص کسی قبیلہ کا مامور نہ کیا گیا۔

نصر کی فتوحات: اس کے زمانہ گورنری میں خراسان کی آبادی بہت بڑھ گئی۔ ہزار ہا بے مثل عمارتیں تعمیر ہو گئیں' اعلیٰ ادنیٰ اس سے خوش رہے۔ اس کے باوجود سرکاری جمع میں کمی نہ ہوئی بلکہ بہ نسبت سابق ترقی پر رہی۔ متعدد جہاد بھی کئے۔ سب سے پہلے بلخ سے براہ باب حدید ماوراء النہر پر حملہ کیا اور پھر وہاں سے واپس ہو کر مرو میں آیا۔ ذمیوں میں سے جو لوگ مسلمان ہو چکے تھے اور جن کی تعداد تیس ہزار کے قریب تھی ان کا جزیہ معاف کر کے ان پر عشر قائم کیا اور جن مشرکین پر جزیہ کم تھا ان کا جزیہ بڑھا دیا اس تدبیر سے آمدنی بڑھ گئی۔ دوبارہ سمرقند پر اور سہ بارہ مرو سے شاش پر جہاد کیا اس مرتبہ بادشاہ بخارا' اہالیان' سمرقند' کش اور نسف بیس ہزار کی جمعیت سے نصر کے ہمراہ تھے' نہر شاس پر پہنچا تو نہر اور نصر کے مابین کورصول حائل ہو گیا۔ رات تاریک تھی نصر نے منادی کرادی کہ کوئی شخص لشکر گاہ سے باہر نہ نکلے۔ صبح ہوتے ہی عاصم بن عمیر نے لشکر سمرقند کے ساتھ خروج کیا سواران ترک مقابلہ پر آئے۔ جس میں کورصول بھی تھا عاصم اس کو نصر کے پاس گرفتار کر لایا۔ نصر نے اس کو قتل کر کے نہر کے کنارے پر صلیب دے دی ترکوں کو اس سے سخت صدمہ ہوا اس کے خیموں کو جلا دیا گھوڑوں کی دم اور ایال اور بالوں کو کاٹ ڈالا۔ نصر نے واپسی کے وقت کورصول کی ہڈیاں جلا دینے کا حکم دیا تا کہ اس کی مراجعت کے بعد ترک اس کو اٹھا نہ لے جائیں۔ اس کے بعد فرغانہ کی طرف گیا ایک ہزار آدمیوں کو گرفتار کر لایا۔ پھر یوسف بن عمران نے حرث بن شریح پر شاش میں حملہ کرنے کو لکھا اور یہ ہدایت کی کہ اگر کامیابی حاصل ہو جائے تو ان کے شہروں کو تباہ کر دینا اور سرداران کو قید کر

لینا۔ چنانچہ نصر اس ہدایت کے مطابق روانہ ہوا اس کے مقدمۃ الجیش پر یحییٰ بن حصین تھا۔ حرث بن شریح نے بہت بڑی دلیری سے مقابلہ کیا۔ بڑے بڑے نامور جنگ آزما ترک مارے گئے۔ بالآخر ترک میدان جنگ سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ بادشاہ شاش تحائف ونذرانے لے کر حاضر خدمت ہوا اور صلح کی درخواست کی نصر نے اس شرط پر مصالحت کی کہ حرث بن شریح کو اپنے ملک سے نکال دے۔ پس بادشاہ شاش نے حرث کو فاریاب کی طرف نکال باہر کیا۔ نصر' شاس پر نیزک بن صالح (عمرو بن العاص کے آزاد غلام) کو مامور کر کے سرزمین فرغانہ میں جا پہنچا۔ والی فرغانہ نے گھبرا کر اتمام صلح کی غرض سے اپنی ماں کو نصر کی خدمت میں بھیجا نصر نے اس کو عزت سے بٹھایا اور حسب قرارداد شرائط صلح نامہ لکھ دیا۔

خاقان کے مرنے کے بعد صغد نے بھی اپنے ملک کے واپس لینے کی خواہش کی لیکن جوں ہی نصر کو گورنری خراسان دی گئی اس نے ان کو دبا دیا اور اپنی خواہش کے مطابق شرائط منظور کرائیں۔ ان کی دیکھا دیکھی اہل خراسان نے بھی اپنی شرائط سے انحراف کیا۔ ازانجملہ یہ تھا کہ جو شخص اسلام سے مرتد ہو جائے اس کو سزا دی جائے اور بلا دلیل وحجت کوئی شخص ان کا قید نہ کیا جائے۔ لوگوں نے نصر کو ان شرائط کے منظور کرنے پر برا بھلا کہنا شروع کیا۔ نصر نے جواب دیا ''اگر تم لوگ مجھے ان کی شکایتوں کو جو ان کو مسلمانوں سے پیدا ہوئی ہیں اس طرح دیکھتے جس طرح میں نے دیکھی ہیں تو تم لوگ مجھے ملزم نہ ٹھہراتے'' یہ کہہ کر اس کی اجازت ہشام بن عبدالملک سے منگوالی۔ یہ واقعہ ۱۲۳ھ کا ہے۔

زید بن علی کا ظہور: ۱۲۳ھ میں زید بن علی نے کوفہ میں ہشام بن عبدالملک کے خلاف خروج کیا۔ کتاب وسنت کی اتباع' کفار اور ظالموں پر جہاد' مظلموں کی فریاد رسی' محروموں کے وظائف مقرر کرنے اور جس سے بہ زور وجبر کوئی چیز چھین لی گئی ہے اس کو واپس کرنے اور اہل بیت کی امداد کے مدعی ہوئے۔

زید بن علی اور عبداللہ بن حسن: لوگوں نے ان کے خروج کے متعلق اختلاف کیا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ زید بن علیؓ داؤد بن علی بن عبداللہ بن عباس اور محمد بن عمر بن علیؓ بن ابی طالب عہد گورنری خالد بن عبداللہ قسری میں عراق گئے تھے۔ خالد بن عبداللہ نے ان لوگوں کی بڑی عزت کی تھی اور معقول طور سے جانی اور مالی ان کی خدمت کی تھی۔ پس جب یوسف بن عمر ثقفی گورنر عراق ہوا تو اس نے ہشام بن عبدالملک کو لکھ بھیجا کہ خالد قسری اہل بیت کا ہوا خواہ ہے اور اس نے زید بن علی سے ایک زمین مدینہ منورہ میں دس ہزار دینار قیمت ادا کر کے خریدی تھی اور پھر اس زمین کو واپس دے دیا' اس کے زمانہ گورنری میں یہ زید بن علی وغیرہ عراق گئے تھے تو اس نے ان کو اور ان کے ہمراہیوں کو بہت سا مال دے کر رخصت کیا تھا۔ ہشام نے عامل مدینہ کے ذریعہ سے اس کی تحقیقات کرائی اور خالد کے مقابلے میں تصدیق کرانے کی غرض سے ان لوگوں کو یوسف کے پاس عراق روانہ کیا۔ چنانچہ انتہائی مجبوری میں یہ لوگ عراق گئے اور خالد کے روبرو جو کچھ اس نے دیا تھا اس کا اظہار کیا۔ خالد نے اس کی تصدیق کی بعد ازاں یہ لوگ مدینہ منورہ کو واپس ہوئے۔ قادسیہ میں پہنچ کر قیام کیا۔ اہل کوفہ نے یہ خبر پا کر خط وکتابت کی۔ پس زید بن علی ان کی طرف چلے گئے۔ بعض اس کا سبب بیان کرتے ہیں کہ زید بن علی بن حسین اور ان کے چچا زاد بھائی جعفر بن حسن بن حسن بن علی میں ایک مال موقوفہ علیؓ میں نزاع تھی۔ ہنوز وہ جھگڑا طے نہ ہوا تھا کہ جعفر بن حسن بن

حسنؓ کا انتقال ہو گیا۔ پس زید بن علی بن حسین اور جعفر کے بھائی عبداللہ بن حسن بن حسن میں منازعت قائم ہو گئی۔ رفع نزاع کی غرض سے یہ دونوں بزرگ اکثر عامل مدینہ خالد بن عبدالملک بن حرث کے پاس جایا کرتے تھے۔

ہشام اور زید بن علیؓ: ایک روز اتفاق سے خالد کی مجلس میں دونوں بھائی گتھ گئے باتوں باتوں میں طعن وتشنیع کی نوبت آ گئی اور خالد ان دونوں بزرگوں کو حکمتِ عملی سے مشتعل کرتا جاتا تھا۔ زید کو اس کا یہ فعل ناگوار گزرا سخت و ناملائم کلمات کہہ کر اٹھ آئے دوسرے دن مدینہ سے دمشق کی جانب روانہ ہو گئے۔ ایک مدت تک ہشام نے حاضری کی اجازت نہ دی۔ حیلہ حوالہ کر کے ٹالتا رہا۔ بالآخر عرصہ دراز کے بعد اجازت دی' دیر تک باتیں کرتے رہے۔ اثناء کلام میں ہشام نے کہا ''میں نے سنا ہے کہ تم میری مخالفت کرتے ہو اور خلافت کے متمنی ہو حالانکہ تم اس کے اہل نہیں ہو''۔ پھر کچھ سوچ کر کہا ''اور اگر تمہارا یہ خیال قائم ہو گیا تو بسم اللہ ہم پر خروج کرو''۔ آپ نے جواب دیا ''ہاں! میں ایسا خروج نہ کروں گا جو تم کو جبر نہ گزرے''۔ ہشام یہ سن کر خاموش ہو گیا اور آپ دمشق سے کوفے کی جانب چل کھڑے ہوئے۔

زید بن علی کا کوفہ میں قیام: محمد بن عمر بن علیؓ بن ابی طالب نے اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر کہا ''تم کوفہ جاؤ ان کے قول وقسم کا کچھ اعتبار نہیں ہے انہوں نے ہمارے تمہارے جد امجد کے ساتھ جو کچھ کیا ہے وہ تم سے پوشیدہ نہیں ہے''۔ زید بن علیؓ نے اس پر کچھ توجہ نہ کی۔ جب وہ کوفہ پہنچے تو پوشیدہ طور پر قیام کیا۔ ایک مکان سے دوسرے مکان ٹھہرتے پھرتے تھے اور شیعان علیؓ راتوں کو اور دن کو چھپ چھپ کر آپ کے پاس آتے جاتے تھے۔ رفتہ رفتہ رؤسا کوفے سے ایک گروہ نے بیعت کر لی' از انجملہ مسلمہ بن کہیل' نصر بن خزیمہ عبسی اور معاویہ بن اسحٰق بن حارثہ انصاری تھے۔ جب اہل کوفہ بیعت کرنے کی غرض سے حاضر خدمت ہوتے تھے تو آپ اپنی بیعت کا مضمون سنا کر فرماتے تھے ((اتبایعون علیٰ ذلک)) ''کیا تم اس پر بیعت کرتے ہو' جب وہ کہتے ہیں ہاں! اس وقت آپ اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ پر رکھتے اور فرماتے ((عھد اللّٰہ علیک و میثاقه و ذمته و ذمة بیعتی و لتقاتلنی مع عدوی و لتضحن لی فی السرو العلانیه)) ''اللہ اور اس کے رسول میرے اور تمہارے اقرار کا ذمہ دار ہے کہ تم اپنی بیعت کو پورا کرو گے اور میرے ساتھ ہو کر میرے دشمنوں سے لڑو گے اور ظاہر و باطن میرے دوست بنے رہو گے''۔ جب وہ اس کا بھی اقراری جواب دیتا تو آپ اپنے ہاتھ کو اس کے ہاتھ سے چھو کر ارشاد کرتے ((اللّٰھم اشھد)) زیادہ دن نہ گذرنے پائے تھے کہ پندرہ ہزار اور بعض کہتے ہیں کہ چالیس ہزار آدمیوں نے بیعت کر لی۔ آپ نے ان لوگوں کو تیاری کا حکم دیا اور یہ راز دلوں سے زبانوں اور زبانوں سے کانوں تک پہنچ گیا۔

زید بن علی کا کوفہ سے اخراج: بعض کہتے ہیں کہ زید بن علیؓ نے کوفے میں کھلم کھلا قیام فرمایا تھا اور آپ کے ہمراہ داؤد بن علی بن عبداللہ بن عباس بھی تھے۔ جب کہ آپ خالد سے تصدیق کرنے کو آئے تھے۔ پس شیعان علیؓ آپ کے پاس آنے جانے لگے اور بیعت کر لی' رفتہ رفتہ اس کی خبر یوسف بن عمر تک پہنچ گئی۔ اس نے ان کو کوفہ سے شہر بدر کر دیا۔ شیعہ قادسیہ میں ملنے کو آئے۔ داؤد بن علی نے ان لوگوں کے ہمراہ کوفے کی طرف واپس جانے پر زید بن علیؓ کو بہت کچھ سمجھایا۔

حسین بن علیؓ کا ماجرا بتلایا شیعہ بولے ''یہ خود امیر بننا چاہتے ہیں اس وجہ سے آپ کو کوفے میں جانے سے روکتے ہیں''۔ زید بن علیؓ اس فریب میں آ کر کوفہ واپس آ گئے اور داؤد بن علیؓ مدینہ منورہ کو واپس روانہ ہو گئے۔

زید بن علیؓ کی واپسی: زید بن علیؓ جوں ہی وارد کوفہ ہوئے۔ مسلمہ بن کہیل نے حاضر ہو کر روکا' آپ نے کچھ خیال نہ فرمایا تب مسلمہ بن کہیل نے عرض کیا ''اہل کوفہ آپ کو دھوکا دیں گے اور ایفاء وعدہ نہ کریں گے آپ کے دادا کے ہمراہ اس سے دو چند آدمی تھے۔ لیکن ان میں سے کسی نے بھی اپنا عہد واقرار پورا نہ کیا۔ حالانکہ وہ آپ سے زیادہ ان کی آنکھوں میں عزیز تھے''۔ آپ نے جواب دیا ''اہل کوفہ میری بیعت کر چکے اب ایفائے عہد مجھ پر اور ان پر فرض ہو گیا''۔ مسلمہ بن کہیل نے عرض کیا ''اچھا مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس شہر سے کسی دوسری جگہ چلا جاؤں مبادا کوئی حادثہ پیش آ جائے۔ میں اپنی جان کو ہلاک نہیں کرنا چاہتا''۔ آپ نے اجازت دے دی۔ چنانچہ مسلمہ یمامہ کی طرف چلا گیا اس کے بعد عبداللہ بن حسن بن حسن نے زید بن علیؓ کو ایک خط نصیحتاً لکھا اور اس ارادے سے روکا لیکن زید بن علیؓ نے کوئی توجہ نہ کی۔ ایک عورت سے کوفے میں نکاح کر لیا۔ عورت ومرد بہ کثرت آتے اور بیعت کرتے تھے تھوڑے ہی دنوں میں ایک معقول جماعت ہو گئی آپ نے تیاری کا حکم دیا۔

اہل کوفہ کی بدعہدی: یوسف کو یہ خبر لگی تو اس نے آپ کو تلاش کرایا لیکن آپ نہ ملے آپ نے یوسف کے خوف سے خروج میں تعجیل کی۔ یوسف ان دنوں حیرہ میں تھا کوفے میں حکم بن الصلت امارت کر رہا تھا اور پولیس کا افسر عمر بن عبدالرحمٰن بن قاہرہ تھا۔ اس کے ساتھ عبیداللہ بن عباس کندی مع چند سرداران اہل شام کے کوفے میں موجود تھا۔ شیعان علیؓ نے یہ سن کر کہ یوسف آپ کو تلاش کر رہا ہے۔ حاضر ہو کر عرض کیا ''آپ شیخین کی بابت کیا فرماتے ہیں''۔ جواب دیا ''اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رحمت نازل فرمائے اور ان دونوں کی مغفرت کرے میں نے اپنے بزرگوں سے ان کی تعریف کے سوا کچھ نہیں سنا۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں کہ ہم اس قدر کہہ سکتے ہیں کہ ہم ان لوگوں کی نسبت امارت وخلافت کے زیادہ مستحق تھے لیکن انہوں نے ہم سے چھین لیا اور یہ امر کفر کی حد نہیں پہنچ سکتا۔ بلاشبہ ان لوگوں نے اپنے عہد خلافت میں انصاف سے کام لیا اور کتاب وسنت پر عمل کیا۔ شیعان علیؓ بولے ''یہ سب ایسی بات تھی تو ان لوگوں نے آپ پر کچھ ظلم نہیں کیا۔ پھر آپ ہم کو کیوں ان سے لڑنے کی ترغیب دیتے ہیں''۔ آپ نے فرمایا ''یہ لوگ ان کی طرح نہیں ہیں وہ لوگ اور تھے اور یہ اور ہیں ان لوگوں نے کل مسلمانوں پر ستم کیا ہے۔ پس ہم تم لوگوں کو کتاب وسنت کی دعوت دیتے ہیں اور احیاء سنت اور اطفار آتش بدعت کی طرف بلاتے ہیں۔ اگر تم منظور کر لو گے تو تمہاری سعادت مندی ہے اور اگر انکار کرو گے تو میں تمہارے فعل کا ذمہ دار نہیں ہوں''۔ شیعان علیؓ یہ سن کر علیحدہ ہو گئے۔ بیعت توڑ دی اور یہ کہنے لگے کہ گوئے سبقت امام برحق (یعنی محمد باقر) لے گئے اور اب ان کے بعد جعفر ان کے لڑکے ہمارے امام ہیں اس کے بعد شیعوں نے زید بن علیؓ سے علیحدگی اختیار کر لی۔ آپ نے فرمایا ''رفضونی'' تم نے مجھے چھوڑ دیا۔ چنانچہ اسی وقت سے شیعہ رافضیہ کے نام سے موسوم ہوئے۔

زید بن علی کا خروج: ان واقعات کے بعد حکم بن الصلت نے یوسف کے حکم سے اہل کوفہ کو جامع مسجد میں جمع کیا۔ زید بن علیؓ کو معاویہ بن اسحاق بن زید بن حارثہ کے مکان میں تلاش کرایا۔ آپ رات ہی کے وقت نکل کھڑے ہوئے چند شیعوں نے آپ کے پاس جمع ہو کر آگ روشن کی اور یا منصور کی ندا دی حتی کہ صبح ہو گئی۔ اتفاقیہ جعفر بن ابی عباس کندی کو زید بن علیؓ کے دو ہمراہی مل گئے جو اپنے شعار کی ندا کر رہے تھے۔ جعفر نے ان میں سے ایک کو مار کر دوسرے کو گرفتار کر لیا اور حکم بن الصلت کے روبرو پیش کیا۔ حکم نے اس کے قتل کا حکم دیا اور مسجد کے دروازے بند کرا کے یوسف کو اس واقعہ سے مطلع کیا۔ یوسف یہ خبر پاتے ہی کوفے کے قریب آ پہنچا اور ریاف بن مسلمہ اراشی کو بسر افسری دو ہزار سواروں اور تین سو پیادوں کے کوفے کی طرف بڑھنے کو کہا۔ شیعہ یہ سن کر دائیں بائیں آنکھیں چرا گئے۔ زید بن علیؓ نے دریافت کیا ''یہ سب لوگ کہاں گئے؟'' جواب دیا ''جامع مسجد میں محصور ہیں''۔ حاضرین شمار کیے گئے تو دو سو بیس نکلے۔ افسر پولیس اپنے سواروں کو مرتب کر کے بہ قصد جنگ زید بن علیؓ کی طرف آ رہا تھا۔ اثناء راہ میں نصر بن خزیمہ عبسی سے ملاقات ہو گئی۔ اتفاق سے یہ بھی زید بن علیؓ سے ملنے کو آتا تھا۔ نصر نے افسر پولیس پر حملہ کیا اور زید بن علیؓ نے اہل شام پر' اہل شام کو شکست ہوئی۔ زید بن علیؓ لڑتے بھڑتے انس بن عمر ازدی کے مکان تک پہنچے یہاں پر چونکہ اس نے بھی بیعت کی تھی۔ آپ نے آواز دی' باہر آنا تو درکنار جواب تک نہ ملا۔ رفتہ رفتہ کناسہ پہنچے' اہل شام کا جمگھٹ تھا آپ نے ان پر بھی حملہ کیا۔ اہل شام شکست کھا کر منتشر ہو گئے۔ آپ آگے بڑھے تو ریاف بن مسلمہ نے پھر لوگوں کو جمع کر کے تعاقب کیا۔ کوفے کی گلیوں میں ہلڑ سا مچا ہوا تھا۔ آگے آگے زید بن علیؓ تھے اور پیچھے پیچھے ریاف بن مسلمہ' زید بن علیؓ اہل کوفہ کے ایفاء بیعت سے ناامید ہو کر نصر بن خزیمہ سے بولے ''افسوس ہے کہ تم لوگوں نے میرے ساتھ بھی میرے دادا حسینؓ کا جیسا برتاؤ کیا''۔ نصر نے عرض کیا ''لیکن میں! واللہ میں تمہارے ساتھ جان دوں گا۔ بقیہ ہمراہی آپ کے مسجد میں ہیں' میرے ساتھ مسجد کی طرف چلئے شاید کچھ کام نکل آئے''۔

زید بن علیؓ کی شہادت: زید بن علیؓ اور نصر بن خزیمہ لوگوں کو پکارتے ہوئے مسجد کی طرف گئے۔ ایک متنفس باہر نہ آیا۔ مزید برآں مسجد پر سے پتھر برسائے مجبور ہو کر زید مع نصر کے واپس ہوئے۔ شام ہو گئی تھی دارالرزق میں رات بسر کی۔ صبح ہوتے ہی یوسف بن عمر نے عباس بن سعد مزنی کو بسر گروہی لشکر شام زید بن علیؓ کے مقابلے پر بھیجا۔ آپ کمال مردانگی سے میدان جنگ میں آئے۔ نصر بن خزیمہ اور معاویہ بن اسحٰق بن زید بن ثابت دونوں بازوؤں پر تھے اور آپ قلب پر تھے۔ ایک سخت خون ریز لڑائی کے بعد نصر مارے گئے۔ آپ نے اپنے ہمراہیوں کو جمع کر کے مجموعی قوت سے عباس کے لشکر پر حملہ کیا۔ عباس کا لشکر میدان جنگ سے بھاگ کھڑا ہوا۔ ستر آدمی کام آئے۔ مغرب کا وقت قریب آ گیا تھا۔ لڑائی موقوف ہو گئی۔ عشاء کے وقت یوسف بن عمر نے پانے ہمراہیوں کو دوبارہ مرتب کر کے زید بن علیؓ پر شب خون مارنے کو بھیجا۔ لیکن زید بن علیؓ کے جاں نثاروں نے نہایت دلاوری سے پسپا کر دیا۔ یوسف بن عمر نے یہ رنگ دیکھ کر قدر اندازوں کو تیر باری کا حکم دیا۔ جنگ کا انداز بدل گیا۔ لڑائی نہایت سختی سے جاری ہو گئی۔ معاویہ بن اسحٰق مارے گئے۔ بعد ازاں ایک تیر آپکے بائیں ابرو پر آ لگا جو

سیدھا ماغ تک پہنچ گیا۔ لڑائی خود بخود رات ہونے کی وجہ سے موقوف ہوگئی تھی۔ اہل شام بھی واپس جارہے تھے اور آپ بھی واپس آئے۔ جوں ہی تیر کا پھل نکالا گیا۔ آپ نے جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔ آپ کے ہمراہیوں نے آپکو ایک گڑھے میں دفن کر کے چھپانے کی غرض سے پانی ڈال دیا۔ صبح ہوئی تو جمعہ کا دن تھا۔ حکم بن صلت اپنے زخمیوں کو گلیوں میں اور مکانات میں تلاش کر رہا تھا۔ کسی غلام نے زید بن علیؓ کی قبر کا پتہ بتلا دیا۔ حکم نے قبر کھدوا کر لاش نکالی اور سر کاٹ کر یوسف کے پاس حیرہ میں اور یوسف نے ہشام کی خدمت میں دمشق بھیج دیا۔ ہشام نے دروازۂ دمشق پر نصب کرا دیا۔ یوسف نے حکم کو لکھ بھیجا کہ زید، نصر بن خزیمہ اور معاویہ بن اسحٰق کی لاشوں کو کناسہ میں صلیب پر چڑھا دو اور چند آدمیوں کو اسکی حفاظت پر مامور کر دو۔ پس جب ولید بن یزید بن عبدالملک نے زمام خلافت اپنے ہاتھ میں لی تو اسنے لاشوں کے جلا دینے کا حکم دے دیا۔

زید بن علیؓ کی شہادت کے بعد آپ کے لڑکے یحییٰ بن زید کربلا کی طرف چلے گئے، نینوا جا کر عبدالملک بن بشیر بن مروان کے پاس گناہ گزیں ہوئے۔ یہاں تک کہ شور و غوغا کم ہو گیا۔ اس وقت یحییٰ بن یزید مع چند زیدیوں کے خراسان کی طرف چلے گئے۔

دعوت خلافت عباسیہ: جو لوگ خراسان میں مسلمانوں کو خلافت عباسیہ قائم کرنے کی ترغیب دے رہے تھے وہ اپنے کاموں کو اس زمانے سے پوشیدہ طور پر کر رہے تھے جس زمانے میں محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس نے اپنے دعاۃ (ایلچیوں) کو ۱۰۰ھ میں عہدہ خلافت عمر بن عبدالعزیز میں ممالک اسلامیہ کی جانب روانہ کیا تھا۔ ابو ہاشم عبداللہ بن محمد بن حنفیہ کسی ضرورت سے سلیمان بن عبدالملک کے پاس شام گئے ہوئے تھے۔ بوقت واپسی حمیمہ (مضافات بلقاء) محمد بن علی کی طرف ہو کر گزرے اور اسی مقام پر جاں بحق ہو گئے۔ بوقت وفات محمد بن علی کو خلافت اسلامی حاصل کرنے کی وصیت کر گئے۔

ابو ہاشم عبداللہ بن محمد: چونکہ اس سے پیشتر ابو ہاشم عبداللہ بن محمد نے اپنے ہوا خواہان عراق و خراسان کو سمجھا رکھا تھا کہ آئندہ ایک نہ ایک دن خلافت اسلامیہ پر محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس کی اولاد کا قبضہ ہو جائے گا۔ اس وجہ سے ابو ہاشم کی وفات کے بعد ان کے ہوا خواہوں کی آمد و رفت محمد کے پاس شروع ہوئی اور در پردہ ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ تب انہوں نے دعاۃ کو ممالک اسلامیہ کی طرف روانہ کیا۔ از انجملہ میسرہ کو عراق کی جانب محمد بن جیش عکرمۃ السراج (یعنی ابو محمد صادق) اور حیان عطار (ابراہیم بن سلمہ کا ماموں) کو خراسان کی جانب روانہ کیا گیا۔ چنانچہ یہ لوگ خراسان پہنچ کر در پردہ لوگوں کو خلافت عباسیہ کی ترغیب دینے لگے اکثر آدمیوں نے قبول و منظور کر لیا۔ چند دنوں کے بعد محمد بن جیش وغیرہ ان لوگوں کے خطوط لے کر میسرہ کے پاس آئے جنہوں نے ان کی دعوت قبول کی تھی۔ میسرہ نے ان خطوط کو محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس کی خدمت میں بھیج دیا۔ اس کے بعد ابو محمد صادق نے محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس کے لئے بارہ نقیب منتخب کئے۔ جن کے یہ اسماء تھے سلیمان بن کثیر خزاعی لاہز بن قریط تمیمی، قحطبہ بن شبیب طائی، موسیٰ بن کعب تمیمی، خالد بن ابراہیم، قاسم بن مجاشع تمیمی، ابو النجم عمران بن اسمٰعیل (ابو معیط کے آزاد غلام) مالک بن ہیثم خزاعی، طلحہ بن زریق خزاعی، ابو حمزہ بن عمر بن اعین (خزاعہ کا آزاد غلام)، ابو علی شبل بن طہمان ہروی (بنو حنیفہ کا آزاد غلام) عیسیٰ بن اعین اور ان کے بعد ستر آدمیوں کو

خلافت عباسیہ کی قائم کرنے کی ترغیب دینے کے لئے انتخاب کیا۔

محمد بن علیؓ: محمد بن علیؓ نے ایک ہدایت آمیز خط ان لوگوں کو لکھ کر مرحمت کیا تا کہ اسی کے مطابق ان لوگوں کو دعوت دیں اور عمل درآمد کریں۔ ایک مدت تک یہی معمول رہا۔ بعد ازاں ۱۰۲ھ زمانہ گورنری سعید خزینہ' عہد خلافت یزید بن عبدالملک میں میسرہ نے اپنے ایلچیوں کو عراق سے خراسان کی طرف روانہ کیا۔ اتفاق سے راز افشا ہو گیا۔ سعید خزینہ نے میسرہ کے ایلچیوں کو گرفتار کر لیا۔ ایلچیوں نے اپنے کو سوداگر ظاہر کیا۔ ربیعہ ویمن کے چند لوگوں نے ان کی ضمانت کر لی اور وہ لوگ رہا کر دیئے گئے۔ ۱۰۴ھ میں محمد بن علی کا لڑکا عبداللہ سفاح پیدا ہوا۔ اسی زمانے میں ابو محمد صادق دعاۃ خراسان کے ایک گروہ کو لئے ہوئے محمد بن علی سے ملنے کو آیا۔ محمد بن علی نے عبداللہ سفاح کو باہر نکال کر ابو محمد صادق وغیرہ کو دکھلا کر کہا ''اس کے ہاتھ پاؤں کو بوسہ دو۔ یہی تمہارا سردار ہوگا اسی کے ہاتھ سے یہ کام انجام پزیر ہوگا''۔ اس وقت عبداللہ سفاح کی عمر پندرہ یوم کی تھی۔

بکیر بن ہامان: پھر اس دعوت میں بکیر بن ہامان بھی سندھ سے آ کر شریک ہو گیا۔ یہ جنید کے ساتھ سندھ میں تھا۔ جب جنید معزول کیا گیا تو بکیر کوفے میں چلا آیا۔ ابو عکرمہ' ابو محمد صادق' محمد بن جیش اور عماری عبادی (ولید ارزق کے ماموں) سے ملاقات ہوئی' ان لوگوں نے بنو ہاشم کی خلافت کی دعوت کا تذکرہ کیا۔ بکیر نے بطیب خاطر منظور کر لیا (یہ واقعہ اواخر ۱۰۵ھ کا ہے) اس زمانہ ۱۰۷ھ کے بعد گورنری اسد قسری' عہد خلافت ہشام میں بکیر نے ابو عکرمہ' محمد صادق' محمد بن جیش عماری عبادی اور زیاد کو مع چند دیگر شیعوں کے خراسان کی طرف خلافت عباسیہ قائم کرنے کی ترغیب دینے کو روانہ کیا۔ کسی نے اسد قسری تک یہ خبر پہنچا دی' اسد نے جن جن کو ان میں سے پایا ان کے ہاتھ کٹوا کر صلیب دے دی' عمار بھاگ کر بکیر کے پاس چلا آیا۔ بکیر نے یہ واقعہ محمد بن علی کو لکھ بھیجا۔ آپ نے جواباً تحریر کیا:

((الحمدللہ الذی صدق دعوتکم و مقالتکم و قد بقیت منکم قتلی مستعد))

''سب تعریف اس ذات کو زیبا ہے کہ جس نے تیرے دعوے اور قول کو سچا کیا البتہ میرا قتل باقی رہا۔ قریب ہے کہ تو اس کے لئے بھی تیار ہو جائے''۔

ابو محمد زیاد کا قتل: بعض کا بیان ہے کہ پہلا شخص جو محمد بن علی کی جانب سے وارد خراسان ہوا۔ وہ ابو محمد زیاد (ہمدان کا آزاد غلام) تھا اس کو ۱۰۹ھ میں زمانہ گورنری اسد' عہد خلافت ہشام میں محمد بن علی نے روانہ کیا تھا اور یہ ہدایت کی تھی کہ یمن میں قیام کرنا' مضر سے بہ نرمی و ملاطفت پیش آنا اور غالب نیشاپوری سے جو کہ ہوا خواہ بنو فاطمہؓ ہے احتراز کرنا۔ پس زیاد نے ایام سرما مرو میں گزارے۔ شیعان علیؓ اس کے پاس آتے جاتے رہے۔ اتفاق سے کسی نے اسد سے اس کی اطلاع کر دی اسد نے زیاد کو طلب کر کے حال دریافت کیا زیاد نے کہا ''میں تجارت پیشہ ہوں مجھے کسی کی خلافت کی دعوت دینے سے کوئی سروکار نہیں ہے''۔ اسد نے چھوڑ دیا۔ زیاد نے اپنے قیام گاہ پر پہنچ کر پھر اپنا کام شروع کر دیا۔ اسد یہ سن کر آگ بگولا ہو گیا فوراً گرفتار کر کے مع اور دس آدمیوں کے جو کوفے کے رہنے والے تھے قتل کر ڈالا' اس کے بعد خراسان میں کوفہ کا ایک شخص کثیر نامی آیا اور ابی شحم کے مکان پر مقیم ہوا دو تین برس تک دعوت دیتا رہا۔

عمار بن زید خراش: اسد بن عبداللہ نے ۱۱۷ھ اپنے دوبارہ گورنری کے زمانے میں سلیمان بن کثیر' مالک بن ہثیم' موسیٰ بن کعب اور لاہز بن قریط کو گرفتار کرا کر تین تین سو کوڑے لگوا کر قید کر دیا لیکن حسن بن زید ازدی کی شہادت صفائی دینے سے رہا کر دیا۔ ۱۱۸ھ کے شروع ہوتے ہی بکیر نے عمار بن زید کو ہواخواہان بنو عباس کا سردار بنا کر خراسان کی جانب روانہ کیا۔ مرو میں پہنچ کر اس نے اپنے کو خراش کے نام سے موسوم و مشہور کیا۔ جب لوگ اس کے مطیع ہو چکے تو حزمیہ کی تعلیم دینے لگے۔ عورتوں کو مباح کر دیا' صوم وصلوٰۃ اور حج کی تاویل کر کے کہنے لگا کہ صوم کے معنی یہ ہیں کہ ذکر امام کا روزہ رکھو اور اس کا نام کبھی بھول کر بھی زبان پر نہ لاؤ اور صلوٰۃ کے معنی یہ ہیں کہ اس کے لئے دعا کرو' حج یہ ہے کہ اس کی طرف قصد کرو۔ مالک بن ہثیم اور حریش بن سلیم نے اس کی باتوں پر عمل کیا' اسد کو اطلاع ہوئی تو خراش کو گرفتار کرا کے پھانسی دے دی۔ محمد بن علی تک یہ خبر پہنچی تو انہوں نے خراسان سے خط و کتابت بند کر دی اس وجہ سے کہ ان لوگوں نے خراش کی تقلید کر لی تھی۔

سلیمان بن کثیر: ۱۲۰ھ میں اہل خراسان کی طرف سلیمان بن کثیر حالات عرض کرنے اور عضو تقصیر کرانے کی غرض سے محمد بن علی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے ایک خط اہل خراسان کے نام لکھ کر اس کے حوالے کیا جس میں سوائے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے کچھ اور نہ تھا۔ اہل خراسان یہ دیکھ کر رنجیدہ ہوئے اور انہوں نے یہ سمجھ لیا کہ خراش کے کرتوتوں کی بدولت امام وقت ہم سے ناراض ہو گئے ہیں۔ سلیمان کی واپسی کے بعد محمد بن علی نے بکیر بن ہامان کو ایک خط دے کر روانہ کیا۔ جس میں خراش کی مذمت اور برائیاں تھیں۔ اہل خراسان نے باور نہ کیا بکیر مجبور ہو کر محمد بن علی کے پاس چلا آیا۔ تب آپ نے چند عصا مرحمت فرما کر دوبارہ بھیجا۔ بعض پر لوہا اور بعض پر تانبا لگا ہوا تھا بکیر نے سب کو جمع کر کے ہر ایک کو عصا دیا۔ ہواخواہان دولتِ عباسیہ کو اس سے یقین ہو گیا۔ اپنے کئے پر پشیمان ہوئے اور توبہ کی۔

ابراہیم بن محمد بن علی: ۱۲۴ھ کا جوں ہی دور شروع ہوا محمد بن علی نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ مرتے وقت اپنے لڑکے ابراہیم کو اپنا جانشین بنا گئے اور دعاۃ کو ان کی تقلید کی وصیت کر گئے۔ اسی وجہ سے ہواخواہان دولتِ عباسیہ ان کو امام کہا کرتے تھے۔ بکیر بن ہامان' محمد بن علیؒ کی خبر موت اور امام ابراہیم کی ہدایتیں و دعا لے کر خراسان کی طرف روانہ ہوا۔ مرو میں پہنچ کر قیام کیا۔ شیعان علیؓ اور نقبا کو جمع کر کے امام ابراہیم کی ہدایتیں سنائیں سب نے بسر و چشم قبول و منظور کیا اور جو کچھ ان لوگوں کے پاس زر نقد جمع ہو گیا تھا سب کا سب بکیر کے حوالے کر دیا جس کو بکیر نے ابراہیم کی خدمت میں لا کر پیش کر دیا۔

ابراہیم بن عثمان: ان واقعات کے بعد اسی ۱۲۴ھ میں ابو مسلم کو خراسان کی طرف بھیجا گیا۔ لوگوں نے اس کے متولی بنانے اور ابراہیم امام یا ان کے باپ محمد بن علی سے ملنے کے اسباب میں اختلاف کیا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ بزرچ مہر کی اولاد سے تھا اصفہان میں پیدا ہوا تھا۔ عیسیٰ بن موسیٰ السراج اس کے باپ کی وصیت کے مطابق جس وقت یہ سات برس کا تھا کوفہ لے آیا۔ یہیں اس نے نشو و نما پائی رفتہ رفتہ ابراہیم امام کی خدمت میں حاضر ہوا دریافت فرمایا ''تمہارا نام کیا ہے؟'' عرض کیا ''ابراہیم بن عثمان بن بشار'' ابراہیم امام نے کہا ''نہیں تمہارا نام عبدالرحمٰن ہے''۔ کچھ عرصے بعد آپ نے اس کا

عقد ابونجم عمران بن اسمعیل کی لڑکی سے کر دیا (جو شیعان علیؓ سے تھا) خراسان میں رسم عروسی ادا کی گئی اور ابومسلم نے اپنی لڑکی فاطمہ کا نکاح محرز بن ابراہیم سے اور دوسری لڑکی اسماء کا فہم بن محرز سے کر دیا۔ فاطمہ کی نسل تو چلی نہیں اور یہی خزیمہ کے لقب سے یاد کی جاتی ہے لیکن اسماء صاحب اولاد ہوئی۔

ابراہیم امام اور ابومسلم: بعض مؤرخ ابراہیم امام سے ابومسلم کے ملنے کا یہ سبب بیان کرتے ہیں۔ ابومسلم موسیٰ سراج کے پاس رہتا تھا اور اس سے زین (چار جامہ) بنانا سیکھا تھا۔ اکثر اصفہان جبال جزیرہ اور موصل تجارت کی غرض سے زین لے کر جاتا تھا۔ اسی زمانے میں یوسف بن عمران عجلی نے عاصم بن یوسف عجلی (رفیق عیسیٰ بن سراج) اور اس کے دونوں بھتیجوں عیسیٰ وادریس پسران معقل کو دعاۃ بنو عباس کے الزام میں خالد قسری کے عمال کے ساتھ قید کر دیا اور ابومسلم خدا جانے کس طرح ان لوگوں کی خدمت کرنے کے لئے قید خانے میں پہنچ گیا اور ان کی ترغیب سے بنو عباس کا ہوا خواہ ہو گیا اور بعض کا یہ بیان ہے کہ اس ذریعہ سے ابومسلم ابراہیم امام کے پاس نہیں پہنچا' بلکہ یہ بنو عجلی کا اصفہان یا کسی پہاڑی میں مملوکات سے تھا اور ان کے وسیلہ سے ابراہیم کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ اس کا نام ابراہیم تھا اور لقب حیکان ابراہیم امام نے اس کو عبدالرحمٰن کے نام سے موسوم کیا اور کنیت ابومسلم رکھی۔

ابومسلم کے متعلق مختلف آراء: اور بعض یہ کہتے ہیں کہ سلیمان بن کثیر' مالک بن ہیثم' لاہز بن قریط اور قحطبہ قحط بن شبیب خراسان سے ابراہیم امام کے پاس مکہ جا رہے تھے۔ عاصم بن یونس اور عیسیٰ وادریس پسران معقل' عجلی کی طرف سے (جہاں یہ قید تھے) ہو کر گزرے ابومسلم کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ عاصم نے عیسیٰ سے اس کو مانگ لیا۔ مکہ پہنچے ابراہیم امام سے ملے۔ آپ کو بھی ابومسلم بہت پسند آیا۔ آپ نے بھی اس کو سلیمان سے اپنی خدمت کرنے کو لے لیا اس کے بعد نقباء ابراہیم امام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ درخواست کی کہ اپنی جانب سے کسی شخص کو خراسان روانہ فرمائیے۔ آپ نے ابومسلم کو ان کے ہمراہ کر دیا۔ پس جب ابومسلم کو خراسان میں رہتے ہوئے ایک زمانہ گزر گیا اور اس کے قیام کو ایک گونہ استحکام ہو گیا تو یہ دعویٰ کر بیٹھا کہ میں سلیط بن عبداللہ بن عباس کی اولاد سے ہوں۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ عبداللہ بن عباس کی ایک لونڈی کے بطن سے ایک لڑکا ناجائز حمل سے پیدا ہوا۔ آپ نے لونڈی پر حد شرعی جاری کی اور اس کے لڑکے کو سلیط کے نام سے موسوم کر کے اپنی خدمت میں رکھ لیا۔ سن رشد پر پہنچنے کے بعد اس سے اور ولید بن عبدالملک سے مراسم اتحاد پیدا ہو گئے۔ مناسب موقع پا کر اس نے دعویٰ کر دیا کہ میں عبداللہ بن عباس کا لڑکا ہوں اور اس کی تائید میں شہادتیں پیش کیں قاضی دمشق نے بھی دعویٰ کو تسلیم کیا۔ اس کے بعد سلیط نے علی بن عبداللہ بن عباس سے عبداللہ کی خدمت میں عمر الدن رہتے تھے جو ابورافع خادم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد سے تھے۔ انہوں نے سلیط کی زیادتیوں سے تنگ آ کر اس کے قتل کا قصد کیا لیکن علی بن عبداللہ نے منع کر دیا۔ ایک روز اتفاق سے سلیط' علی بن عبداللہ اور عمر الدن ایک باغ میں گئے علی بن عبداللہ تو سو گئے' سلیط اور عمر الدن میں باتوں باتوں میں جھگڑا ہو

گیا۔ عمرالدن نے سلیط کو مار کر ایک گڑھے میں دفن کر دیا۔ رفتہ رفتہ اس کی خبر ولید تک پہنچی۔ ولید نے علی بن عبداللہ کو طلب کر کے سلیط کا حال دریافت کیا۔ آپ نے لاعلمی ظاہر کی اس پر ولید نے باغ کی زمین کو کھدوایا ایک گڑھے سے سلیط کی لاش برآمد ہوئی۔ ولید جھلا کر علی بن عبداللہ کو درے لگوانے لگا کہ عمرالدن کا پتہ بتلاؤ۔ عباد بن زیاد نے سفارش کر کے جان بچائی اور دمشق سے حمیمہ کی طرف بھیج دیا۔ جب سلیمان بن عبدالملک مسند خلافت پر متمکن ہوا تو پھر حمیمہ سے دمشق میں بلوالیا۔

بعض کا یہ بیان ہے کہ ابومسلم عجلیوں کا غلام تھا اور بکیر بن ہامان جو سندھ کے کسی گورنر کا کاتب (سیکرٹری) تھا کسی ضرورت سے وارد کوفہ ہوا اور کسی جرم میں دعاۃ بنوعباس کے ساتھ یہ بھی قید کر دیا گیا۔ اسی قید خانے میں چند عجلی اور ابومسلم عیسیٰ بن معقل اور یونس ابو عاصم بھی قید تھا۔ بکیر نے ان لوگوں پر اپنے خیالات ظاہر کئے ان لوگوں نے اس رائے کی تائید کی اور بہ خوشی خاطر اس کو منظور کر لیا۔ بکیر کی نظر ابومسلم پر پڑی تو اس نے اس کو ایک کارآمد پرزہ خیال کر کے عیسیٰ بن معقل سے چار سو درہم کے عوض خرید لیا اور قید خانے سے نکال کر ابراہیم امام کی خدمت میں بھیج دیا۔ ابراہیم امام نے اپنے مرید خاص موسیٰ سراج کے پاس بھیج دیا۔ جس سے اس نے حدیث کی سماعت کی اور قرآن شریف حفظ کیا۔ ابراہیم امام کے خطوط لے کر خراسان آتا جاتا تھا۔ بعض مورخ لکھتے ہیں کہ ابومسلم کسی ہرات کے رہنے والے کا غلام تھا۔ جس سے ابراہیم امام نے خود خرید کیا۔ دو برس تک آپ کی خدمت میں رہا۔ اکثر خطوط لے کر خراسان جایا کرتا تھا۔ بعدازاں ابراہیم امام نے اپنے مریدوں کا افسر مقرر کر کے خراسان کی طرف روانہ کیا اور ان لوگوں کو اس کی اطاعت کی ہدایت کی۔ ابوسلمہ حلال کو جو کوفے میں خلافت عباسیہ قائم کرنے کی دعوت دے رہا تھا لکھ بھیجا کہ میں نے ابومسلم کو شیعان خراسان کا امیر مقرر کیا ہے۔ تم اس کو نہایت احترام وعزت سے خراسان روانہ کر دو۔ چنانچہ ابومسلم سلیمان بن کثیر کے مکان پر جا کر مقیم ہوا۔ اس کے بعد جو واقعات پیش آئے اس کو ہم آئندہ تحریر کریں گے۔

اس کے بعد ۱۲۷ھ میں سلیمان بن کثیر' لاہز بن قریط اور قحطبہ مکہ معظمہ میں ابراہیم امام سے ملنے کو آئے۔ تیس ہزار دینار' دو لاکھ درہم اور کئی نافے مشک مع قیمتی قیمتی اسباب کے نذر کئے۔ انہیں لوگوں کے ہمراہ ابومسلم بھی آیا ہوا تھا۔ سلیمان بن کثیر وغیرہ نے ابومسلم کی طرف اشارہ کر کے عرض کیا یہ آپ کا خادم ہے۔ اسی سنہ میں بکیر بن ہامان نے لکھ بھیجا کہ میں بستر موت پر پڑا ہوں اور میں نے اپنے بعد ابوسلمہ حفص بن سلیمان خلال کو اپنا جانشین مقرر کیا ہے۔ وہ بھی اس امر پر راضی ہے۔ ابراہیم امام نے ابومسلم حفص بن سلیمان کو دعوت خلافت عباسیہ جاری رکھنے اور اپنے ہواخواہوں کو اس کی اطاعت کرنے کو لکھ بھیجا۔ اہل خراسان نے بسروچشم اس حکم کی تعمیل کی اور جو کچھ ان کے پاس خمس وزکوۃ وصدقہ کی رقوم جمع تھیں' ابراہیم امام کے پاس بھیج دیا۔ پھر ۱۲۸ھ میں آپ نے اپنے خادم ابومسلم کو خراسان کی جانب روانہ کیا اور اپنے ہواخواہوں کو اس مضمون کا خط لکھا ''میں نے ابومسلم کو ایک خاص کام پر مامور کیا ہے۔ اس کو بہ گوش ہوش سنو اور اس کی اطاعت کرو' میں نے اس کو خراسان پر اور جس پر یہ متصرف ہو اس پر امیر مقرر کیا ہے''۔ لیکن ہواخواہان خلافت عباسیہ نے ابومسلم سے مشتبہ ہو کر (مشکوک ہو کر) اس کے کسی حکم کی تعمیل نہ کی۔ اگلے سال بطور وفد ابراہیم امام کے پاس مکہ معظمہ میں آئے۔ ابومسلم بھی ساتھ ساتھ آیا تھا۔ ابومسلم

نے ان لوگوں کی اطاعت قبول نہ کرنے کی شکایت کی ابراہیم امام نے ان لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا ''بڑے افسوس کی بات ہے کہ میں نے تم لوگوں سے ایک کام کے انجام دینے کو کہا' تم لوگوں نے اس کے قبول کرنے سے انکار کیا (یہ سلیمان بن کثیر و ابراہیم بن مسلمہ کی طرف اشارہ تھا) اور میری رائے ابو مسلم کی رائے سے متفق ہے وہ ہم میں سے اور ہمارے خاندان سے ہے۔اس کے کہنے پر عمل کرو اور اس کی اطاعت میں سر جھکا دو''۔ پھر ابو مسلم سے مخاطب ہو کر بولے ''دیکھو یمن میں جا کر قیام کرنا اور اہل یمن سے بہ عزت و احترام پیش آنا۔ کیونکہ انہیں لوگوں سے کام انجام پائے گا اور انہیں لوگوں سے بیعت لو۔ باقی رہے مضر یہ دشمن جانی اور مار آستین ہیں جس سے کچھ مشکوک و مشتبہ ہونا فوراً اس کو قتل کر ڈالنا اور اگر ممکن ہو تو خراسان میں کسی عربی زبان بولنے والے کو باقی نہ رکھنا اور جب کوئی امر اہم پیش آ جائے تو سلیمان بن کثیر سے ضرور مشورہ کرنا اور اگر تم دونوں میں اختلاف ہو تو میرے حکم کی تعمیل پر اکتفا کرنا''۔ اس تقریر کے ختم ہونے پر ابو مسلم اور حاضرین جلسہ ابراہیم امام سے رخصت ہو کر خراسان کو روانہ ہو گئے۔

ہشام بن عبدالملک کی وفات: ربیع الثانی ۱۲۵ھ میں جس وقت کہ ہشام بن عبدالملک مقام رصافہ میں مقیم تھا۔ پیام اجل آ پہنچا۔ بیس برس حکومت کی اس کے بعد ولی (اس کے بھائی یزید بن عبدالملک کا بیٹا) یہ ولی عہدی یزید بن عبدالملک تخت نشین ہوا۔

باب: ۱۰

ولید بن یزید

ہشام بن ولید بن یزید: ہشام بن عبدالملک کے مرنے کے بعد ولید بن یزید بن عبدالملک حسب ولی عہدی یزید مسند خلافت پر متمکن ہوا۔ یہ ابتداء سن شعور سے اوباش مزاج، کھلاڑی، شرابی اور عیش پرست تھا۔ انہیں وجوہات سے ہشام بن عبدالملک نے اس کو ولی عہدی سے معزول کر دینے کا قصد کیا تھا لیکن اس پر قادر نہیں ہو سکا۔ تاہم جس کو اس کی صحبت میں آتا جاتا دیکھ کر سن لیتا تھا درے لگواتا تھا۔ چنانچہ یزید ایک مرتبہ اپنے مصاحبین اور خدام کے ہمراہ دمشق باہر[1] کہیں چلا گیا تھا اور اپنے میر منشی عیاض ابن مسلم کو روزانہ حالات لکھنے کی غرض سے چھوڑ گیا تھا۔ ہشام نے اس کو درے لگوا کے قید کر دیا۔ اسی زمانے سے یزید برابر دمشق سے باہر پڑا رہا یہاں تک کہ ہشام کا زمانۂ موت قریب آ گیا اور اس کا آزاد غلام ابومحمد سفیانی قاصدوں کے لباس میں سالم بن عبدالرحمٰن صاحب دیوان کا خط لئے ہوئے ہشام کی علالت کی خبر دینے کو آیا۔ ولید نے اپنے میر منشی عیاض کا حال دریافت کیا۔ جواب دیا ''قید میں ہے''۔ یزید نے اسی وقت خزانچی سے کہلایا کہ ''جو کچھ تمہارے قبضہ میں ہے اس کو بہت حفاظت سے رکھو اگر ہشام بھی کوئی چیز طلب کرے تو نہ دو''۔ پھر جب ہشام مر گیا تو عیاض نے قید خانے سے نکل کر خزانہ کی جانچ پڑتال کی۔ دروازوں پر قفل لگایا اور ولید نے اسی وقت اپنے چچا عباس بن عبدالملک کو لکھ بھیجا کہ رصافہ میں جا کر ہشام اور اس کے لڑکوں، نوکروں اور خادموں کے مال و اسباب کی ایک فہرست تیار کر کے اس کو اپنے قبضے میں کر لیا جائے۔ مگر مسلمہ بن ہشام سے متعرض ہونے کو منع کر دیا کیونکہ یہ اکثر اپنے باپ ہشام سے ولید کے ساتھ نرمی کا سلوک کرنے کو کہا کرتا تھا۔ عباس نے اس کی تعمیل کی۔

بیعتِ خلافت: اس کے بعد ولید نے عمال کو ردوبدل کر کے نئے انتظامات کئے اور اپنے ممالک محروسہ میں بیعت لینے کو لکھ بھیجا۔ عمال نے اپنے اپنے صوبوں میں بیعت لے کر اطلاع بھیج دی۔ مروان بن محمد نے اپنی بیعت لکھ بھیجی اور حاضری کی اجازت طلب کی۔ بیعت خلافت لینے کے بعد ولید نے اسی سال ۱۲۵ھ میں اپنے لڑکوں حکم اور عثمان کی ولی عہدی کی بھی بیعت کر لی اور ان کو اپنا ولی عہد بنایا اور ایک گشتی فرمان کے ذریعہ عراق و خراسان میں اس کو مشتہر کرا دیا۔

---

[1] ابن اثیر نے لکھا ہے کہ ازرق سرزمین اردن میں جہاں کہ اس کا تالاب تھا۔ چلا آیا۔ جلد پنجم مطبوعہ مصر صفحہ ۱۲۴

نصر بن سیار: ولید نے اپنی حکومت کے پہلے ہی سال ۱۲۵ھ میں تنہا نصر بن سیار کو خراسان کی گورنری پر مامور کیا۔ بعدازاں ولید کے پاس یوسف بن عمر آیا۔ منت و سماجت کر کے نصر اور اس کے عمال کو معزول کرا دیا اور ولید سے خراسان کی گورنری اپنے نام لکھالی اور نصر کو لکھ بھیجا کہ اپنے اہل و عیال اور تحائف و اموال لے کر چلے آؤ۔ ولید نے بھی اس کو اسی مضمون کا ایک فرمان لکھ بھیجا۔ نصر کو آنے میں تامل ہوا یوسف کے ایلچی نے تعمیل حکم پر مجبور کرنا چاہا تو نصر نے کچھ لالچ دے کر اسے راضی کر لیا۔ یوسف نے یکے بعد دیگرے ایلچی روانہ کئے۔ نصر نے مجبور ہو کر روانگی کے قصد سے خراسان پر عصمت بن عبداللہ اسدی کو شاس پر' موسیٰ بن ورقاء کو سمرقند پر' حسان کو جو کہ اہل صغانیاں سے تھا اور آمد پر مقاتل بن علی صغدی کو مقرر کیا اور یہ سمجھا دیا کہ جس وقت تم کو میرے متعلق کوئی بری خبر ملے تو فوراً ترکوں کو براء ماوراء النہر خراسان میں بلا لینا تاکہ ولید مجھے پھر خراسان کی جانب واپس بھیج دے۔ ہنوز عراق کے راستہ ہی میں تھا کہ مقام بیہق میں بنولیث کا ایک آزاد غلام ملا اور اس نے ہشام کے مارے جانے' شام میں فتنہ و فساد برپا ہونے' منصور بن جمہور کے عراق جانے اور یوسف بن عمر کے بھاگنے کی خبر دی۔ نصر نے جب یہ احوال سنا تو واپس ہو گیا۔

یحییٰ بن زید: یحییٰ بن زید اپنے باپ زید بن علی بن حسین بن علی رضی اللہ عنہم کی شہادت کے بعد خراسان کی طرف چلے گئے اور بلخ میں پہنچ کر حریش بن عمرو کے مکان پر مقیم ہوئے تھے۔ جب ولید تخت نشین ہوا تو یوسف نے نصر کو لکھ بھیجا کہ حریش کے مکان سے یحییٰ بن زید کو گرفتار کر کے بھیج دو۔ نصر نے حریش سے یحییٰ کے متعلق دریافت کیا۔ حریش نے صاف جواب دے دیا۔ نصر نے جھلا کر چھ سو کوڑے مارنے کا حکم دیا۔ پھر بھی حریش نے یحییٰ کا پتہ نہ بتلایا۔ قریش بن حریش سے اپنے باپ کی سزا نہ دیکھی گئی حاضر ہو کر یحییٰ کا پتہ بتا دیا اور نصر نے یحییٰ کو گرفتار کر کے قید کر دیا اور ایک اطلاعی عرض داشت ولید کے پاس بھیج دی۔ مگر ولید نے یحییٰ اور ان کے ہمراہیوں کے رہا کر دینے کا حکم دے دیا۔ چنانچہ نصر نے یحییٰ کو قید خانے سے رہا کر کے ولید کے پاس چلے جانے کی ہدایت کی۔ یحییٰ مع اپنے ہمراہیوں کے بلخ سے روانہ ہو کر سرخس میں پہنچے اور وہیں قیام کیا۔ نصر کو اس کی اطلاع ہوئی تو عبداللہ بن قیس بن عباس کو شہر بدر کرنے کا حکم دیا۔ عبداللہ بن قیس نے یحییٰ کو بیہق کی طرف نکال دیا۔ غریب یحییٰ کے قدم بیہق میں بھی یوسف بن عمر کے خوف سے نہ جم سکے مجبور ہو کر نیشاپور کی میں چلے آئے۔

یحییٰ بن زید کی شہادت: ان دنوں عمرو بن زرارہ نیشاپور میں حکمران تھا۔ یحییٰ کے ساتھ ستر آدمی تھے چونکہ روزانہ سفر کی صعوبتوں سے سب کے سب تھک گئے تھے اس وجہ سے ان لوگوں نے چند سواریاں خرید لی تھیں۔ عمرو بن زرارہ نے یحییٰ کے آنے اور سواری کے لئے جانوروں کے خریدنے کا حال لکھ بھیجا۔ نصر ان لوگوں کے پیچھے پنجے جھاڑ کر تو پڑا ہی تھا جنگ کرنے کا حکم بھی دے دیا۔ عمر بن زرارہ دس ہزار کی جمعیت سے یحییٰ کے مقابلے پر آیا۔ سخت لڑائی ہوئی۔ اس معرکے میں عمرو بن زرارہ اور بہت سے اس کے ہمراہی مارے گئے۔ میدان جنگ یحییٰ کے ہاتھ رہا۔ خاتمہ جنگ کے بعد یحییٰ نے ہرات کی طرف کوچ کیا۔ ہرات پہنچے' لیکن اہل ہرات سے متعرض نہیں ہوئے۔ آگے بڑھے نصر نے یہ خبر پا کر مسلم بن احور مازنی کو یحییٰ کے تعاقب میں روانہ کیا۔ مقام جورجان میں مڈبھیڑ ہو گئی۔ اس خون ریز جنگ میں یحییٰ مارے گئے اور آپ کے کل ہمراہی بھی

میدان جنگ میں تلواروں کے سایوں کے نیچے موت کی ٹھنڈی نیند سو رہے ہے۔ انا اللہ و انا الیہ راجعون۔

مسلم بن احور نے یحییٰ کا سر ولید کے پاس دمشق میں بھیج دیا اور نعش کو جور جان میں صلیب پر چڑھا دیا۔ ولید نے یوسف عمر کے نام ایک فرمان لکھ بھیجا کہ زید کو جس نے کہ یحییٰ کو دغا دی ہے جلا دو اور خاکستر دریائے فرات میں بہا دو۔ باقی رہی یحییٰ کی نعش وہ برابر پھانسی پر چڑھی رہے یہاں تک کہ ابو مسلم خراسانی خراسان پر مستولی ہوا اور اس نے نعش کو پھانسی پر سے اتار کر دفن کر دیا۔ بعد ازاں دیوان کی جانچ پڑتال کی جو لوگ یحییٰ کے قتل میں شریک تھے اور اس وقت وہ زندہ بھی تھے ان کو قتل کر ڈالا اور جو لوگ مر چکے تھے ان کے اہل و عیال کے ساتھ بدسلوکی سے پیش آیا۔

خالد بن عبداللہ: یوسف بن عمر نے گورنری عراق سے ممتاز ہوتے ہی خالد اور اکثر اہل عراق و خراسان کو جو خالد کے ہوا خواہ تھے قید کر دیا۔ چنانچہ خالد اٹھارہ مہینے تک مع اپنے بھائی اسمعیل اور لڑکے یزید بن خالد اور بھتیجے منذر بن اسد حیرہ کے قید خانے میں قید رہا۔ زمانۂ قید میں یوسف نے ہشام بن عبدالملک سے خالد کو اذیت دینے کی اجازت طلب کی۔ ہشام نے اجازت تو دے دی لیکن شرط یہ لگا دی کہ اگر خالد اثناء ایذا دہی میں مرگیا تو تمہاری جان کی بھی خیر نہیں ہے۔ یوسف نے اس شرط سے گھبرا کر خالد کو معمولی ایذاء دے کر پھر قید خانے میں بھیج دیا۔ اس کے بعد ۱۲۱ھ میں ہشام نے خالد کی رہائی کا حکم دے دیا۔ خالد قید خانے سے آزاد ہو کر رصافہ کے سامنے ایک گاؤں میں آ ٹھہرا یہاں تک کہ ۱۲۲ھ میں امام زید نے خروج کیا اور شہید کر دیئے گئے۔ ان کی شہادت کے بعد ان کا کام بھی تمام ہوگیا۔ یوسف بن عمر نے ہشام سے یہ کہہ دیا کہ ''خالد ہی کی سازش سے زید نے خروج کیا تھا اور اسی کی مدد سے خلافت پناہی کے خلاف علم بغاوت بلند کیا گیا تھا ورنہ بنو ہاشم کب کے بھوکوں پیاسوں مرگئے ہوتے''۔ ہشام نے یوسف کی باتوں پر مطلق توجہ نہ کی' قاصد کو جو پیام لے گیا تھا جھڑک کر نکال دیا اور جوش میں آ کر بول اٹھا (لسنا فتهم خالدا فی طاعة) ''ہم خالد کی اطاعت میں متہم نہیں کریں گے''۔

خالد کے خلاف سازش: خالد کے کانوں تک یہ خبر پہنچی خوش خوش دمشق میں آیا اور اپنے اہل و عیال کو ٹھہرا کر صائفہ کے ساتھ جہاد کرنے کو چلا گیا۔ ان دنوں کلثوم بن عیاض قشیری دمشق کا امیر تھا۔ اس کو خالد سے خصومت تھی۔ اتفاق سے ایک رات کے وقت دمشق کے ایک محلے میں آگ لگ گئی۔ کلثوم نے ہشام کی خدمت میں لکھ بھیجا کہ غلامانِ خالد بیت المال کو لوٹنا چاہتے ہیں اور اپنے اس مقصد کو حاصل کرنے کی غرض سے ہر روز وقت شب دمشق کے اکثر محلوں میں آگ لگاتے پھر رہے ہیں۔ ہشام نے بلا تحقیق اس رپورٹ پر لکھ بھیجا کہ آلِ خالد کے چھوٹے بڑے اور اس کے کل خادموں کو قید کر دو۔ کلثوم نے یہ حکم پاتے ہی خالد کے متعلقین کو قید کر دیا۔ چند روز کے بعد ولید بن عبدالرحمٰن عامل خراج (افسر صیغہ مال) نے ہشام کی خدمت میں ایک عرض داشت روانہ کی۔ جس میں ان لوگوں کے نام بقیہ قبائل و بطون درج کئے گئے تھے جو آگ لگانے کے مرتکب ہو رہے تھے اور آلِ خالد کا کہیں ذکر و تذکرہ تک نہ تھا۔ ہشام اس عرض داشت کو پڑھ کر آگ بگولا ہوگیا۔ کلثوم کو ڈانٹ کا ایک فرمان لکھ بھیجا کہ خادمان و آل خالد کو رہا کر دو۔ جب خالد صائفہ سے واپس آیا اہل دمشق اس کے ملنے کو آئے تو اس نے ترش رو ہو کر کہا ''بڑے تعجب کی بات ہے کہ ہشام میرے اہل و عیال کو آئے دن قید خانے میں بھیجتا ہے میں تو بہ نظر اطاعت و فرماں برداری جہاد پر چلا جاتا ہوں اور وہ میرے اہل و عیال کو اہل جرائم کے ساتھ قید کر دیا کرتا ہے جیسا کہ مشرکین کے ساتھ برتاؤ کیا جاتا ہے۔ تم میں سے کسی نے دم تک نہ مارا۔ کیا تم لوگ جان کے ڈر سے خاموش رہے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے

ڈر کو رفع کرے۔ کیا اچھا ہوتا کہ ہشام کو اس زیادتی سے کوئی شامی الدر حجازی الاصل شخص (یعنی محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس) روکتا"۔ ہشام نے یہ سن کر کہا "ابوالہیثم مخبوط الحواس ہو گیا ہے"۔ اس کے بعد یوسف بن عمر کے خطوط ہشام کی خدمت میں بہ طلب یزید بن خالد آنے لگے۔ ہشام نے کلثوم کو یزید بن خالد کے بھیجنے کو لکھ بھیجا' یزید تو یہ سن کر بھاگ گیا اور کلثوم نے خالد کو گرفتار کر کے قید کر دیا۔

خالد بن عبداللہ کا قتل: ہشام کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے کلثوم کو ایک ملامت آمیز فرمان لکھا اور خالد کی رہائی کا حکم دیا۔ جب ولید بن یزید مسند خلافت پر متمکن ہوا۔ تو اس نے خالد کو بلوایا اور اس کے لڑکے کا حال دریافت کیا۔ خالد نے عرض کیا "ہشام کے خوف سے بھاگ گیا ہے اور ہم لوگ تو امیر المومنین کی خلافت کے منتظر ہی تھے' شکر ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو خلافت مرحمت فرمائی۔ غالباً میرا لڑکا اپنے ہم وطنوں کے پاس بلاد شراۃ چلا گیا ہو"۔ ولید بولا "نہیں! بلکہ تو نے اس کو فتنہ و فساد برپا کرنے کی غرض سے چھوڑ دیا ہے"۔ خالد نے عرض کیا "امیر المومنین کا یہ خیال درست نہیں' ہم لوگ ایسے خاندان سے ہیں جو ہمیشہ خلافت پناہی کے مطیع رہے ہیں"۔ ولید نے جھلا کر کہا "بہتر یہ ہے کہ تم اس کو حاضر کرو ورنہ تمہارا سر تمہارے پاؤں پر ہوگا"۔ خالد نے کڑک کر جواب دیا "واللہ اگر میرا لڑکا میرے قدموں کے بھی نیچے ہوتا' تو میں اپنے قدموں کو ہرگز نہ اٹھاتا"۔ ولید یہ سن کر غصے سے سرخ ہو گیا اور درے لگوا کر قید کر دیا۔ یہاں تک کہ یوسف بن عمر عراق سے بہت سامان و اسباب لے کر دمشق میں آیا۔ ولید نے خالد کے پاس کہلا بھیجا کہ "یوسف بن عمر تم کو پانچ ارب میں خریدنا چاہتا ہے مناسب ہے کہ تم خود اس رقم کو ادا کر دو قبل اس کے کہ میں تم کو ان کے حوالے کروں"۔ خالد نے جواب دیا "عرب کبھی فروخت نہیں کیا گیا۔ واللہ اگر تم مجھ سے واپس آنے پر بھی ضمانت طلب کرتے تو میں ہرگز ضمانت نہ دیتا"۔ ولید نے یہ جواب پا کر خالد کو یوسف کے حوالے کر دیا۔ یوسف نے خالد کے کپڑے اتروا کر کمبل کی کفنی پہنوائی۔ طرح طرح کی ایذائیں دیں۔ خالد کمال استقلال سے ان تکالیف کو برداشت کرتا گیا۔ چند دنوں بعد یوسف نے خالد کو کوفے کی طرف روانہ کر دیا۔ بالآخر انہیں تکالیف کے صدمے سے جان بحق ہو گیا اور اسی کمبل کی کفنی میں لپیٹ کر دفن کر دیا گیا۔ بعض کا بیان ہے کہ کسی تیز آلے سے خالد مارا گیا تھا۔ جو اس کی پیشانی میں رکھ دیا گیا تھا اور بعض کہتے ہیں کہ اس کے پاؤں پر لکڑیاں رکھ دی گئی تھیں۔ جس پر تنومند و جسیم آدمی سوار ہوتے تھے۔ یہاں تک کہ اس صدمے سے خالد کے پاؤں ٹوٹ گئے اور راہیٔ ملک عدم ہو گیا۔ یہ واقعہ ۱۲۶ھ کا ہے۔

ولید کا کردار: چونکہ ولید نے بیعت خلافت پر متمکن ہونے کے بعد بھی اپنے خصائل رذیلہ و عادات خبیثہ نہیں چھوڑے تھے۔ اسی وجہ سے اکثر افعال ناشائستہ و حرکات ناپسندیدہ اس کی طرف منسوب کیے جاتے ہیں مثلاً ولید نے ایک بار کلام مجید کھولا اتفاق سے اس کی ناپاک نظر آیۂ وخاب کل جبار عنید پر پڑ گئی۔ جھلا اٹھا قرآن شریف کو پھینک دیا۔ نیزے اور تلواروں سے مارا اس واقعہ میں اس کے دو شعر[1] بھی پڑھے جاتے ہیں جن کو میں نے بہ وجہ نامطبوع و خراب ہونے کے ذکر نہیں کیا۔ لوگوں نے اس کی نسبت

---

[1] مؤرخ ابن اثیر مذکورہ بالا متن میں ولید کے یہ دو شعر نقل کرتا ہے جس کا مؤرخ ابن خلدون نے ذکر نہیں کیا اور اس کو ہم ہدیہ قارئین کرتے ہیں۔

تھددنی بجبار عنید فھا انا ذاک جبار عنید
اذا ما جئت ربک یوم حشر فقل یارب مزقنی الولید

تو مجھے جبار عنید سے ڈراتا ہے خبردار ہو جا کہ اس وقت میں جبار عنید ہوں قیامت کے دن اپنے رب کے پاس جانا تو کہہ دینا کہ اے رب مجھے ولید نے پھاڑا ہے۔

کثرت سے برائیاں منسوب کی ہیں اور اکثر مؤرخین نے اس سے انکار بھی کیا ہے۔ اس بیان سے کہ دشمنانِ ولید نے براہ عداوت اس کی طرف ان ناشائستہ امور کو منسوب کر دیا ہے۔

مدائنی کہتا ہے کہ ایک روز عمر بن یزید (برادر ولید) کا لڑکا خلیفہ رشید کی خدمت میں حاضر ہوا' خلیفہ رشید نے دریافت کیا ''تو کون ہے؟'' جواب دیا ''قرشی ہوں'' پھر استفسار کیا ''قریش کے کس نسب سے ہو؟'' ابن عمر نے کچھ جواب نہ دیا۔ خلیفہ رشید بولا ''جواب دو میں تم کو امان دیتا ہوں تم خواہ مروان ہی کیوں نہ ہو''۔ عرض کیا ''میں عمر بن یزید کا لڑکا ہوں''۔ خلیفہ رشید نے کہا ''اللہ تعالیٰ ولید پر رحم کرے اور یزید ناقص پر لعنت کرے کیونکہ اس نے ایک ایسے خلیفہ کو قتل کیا ہے جس پر امت مرحومہ نے اتفاق کر لیا تھا۔ خیر تم اپنی حاجت بیان کرو''۔ ابن العمر نے اپنی حاجت بیان کی جو پوری کر دی گئی۔

شبیب بن شیبہ بیان کرتا ہے کہ ہم لوگ خلیفہ مہدی کے پاس بیٹھے ہوئے تھے باتوں باتوں میں ولید کا ذکر آ گیا۔ مہدی بولا ''وہ تو زندیق تھا''۔ ابن علانہ فقیہہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا ''اے امیر المؤمنین! اللہ تعالیٰ بہت بڑا عادل ہے وہ کبھی کسی زندیق کو نبوت کی خلافت اور امت مرحومہ کی حکومت نہ عطا فرمائے گا' مجھ سے ایک ایسے شخص نے جو لہو لعب' مجلس مے نوشی اور حالت طہارت وصلوٰۃ میں اس کا جلیس و ندیم رہتا تھا۔ یہ بیان کیا ہے کہ جب نماز کا وقت آ جاتا تھا تو رنگین وخوشبودار کپڑوں کا اتار کر سفید شفاف کپڑے پہنتا تھا' باقاعدہ وضو کرتا' اس کے بعد اپنے رب کے سامنے نماز پڑھنے کو کھڑا ہوتا کیا آپ فرما سکتے ہیں کہ جو شخص اللہ تعالیٰ پر ایمان نہ رکھے گا وہ ایسے کام کرے گا؟'' مہدی نے کہا ''اے ابن علانہ اللہ تعالیٰ تجھے جزائے خیر دے۔ اصل بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ وہ شخص (ولید) اپنے ہم چشموں میں حسد کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا اور از راہ حسد اس کی طرف طرح طرح ناشائستہ حرکات منسوب کر دی گئی ہیں۔ البتہ وہ اپنے دوستوں کے جلسوں میں پر مذاق اشعار پڑھا کرتا تھا''۔ اس کے بہترین کلام سے یہ ہے کہ جب مسلمہ مر گیا تھا اور وہ ہشام کے یہاں تعزیت کرنے کو گیا تھا:

یا امیر المؤمنین ان عقبے لمن بقی لحوق من مضی و قد اقفر بعد مسلمة'' الصید لمن رمی
و اختل الثغر فهوے و علی اثر من سلف یمض'' من خلف فتر دو افان خیر زاد التقوی''

ہشام نے یہ سن کر منہ پھیر لیا اور حاضرین خاموش ہو گئے۔

ولید کے خلاف الزامات: باقی رہا اس کا واقعہ قتل وہ اس طرح واقع ہوا کہ اس کی رذیل حرکات وخسیس عادات سے تنگ ہو کر اس کے بنو اعمام بات بات پر الجھنے لگے اور ایک گونہ اپنے مقصد دلی کے حاصل کرنے میں کامیابی حاصل کر لی۔ سب سے زیادہ بد دلی ان واقعات سے پھیلی کہ پہلے تو اس نے سلیمان بن ہشام (اپنے چچازاد بھائی) کو گرفتار کرا کے درے لگوائے اور سر اور ڈاڑھی منڈوا کر معان (سرزمین شام) کی جانب جلاوطن کر دیا۔ چنانچہ اس کے انقضاء زمانہ حکومت تک سلیمان وہیں قید رہا۔ اس کے بعد یزید بن ہشام کو قید کر دیا۔ علاوہ ان دو واقعات کے ولید کے ایک لڑکے کو اس کی بیوی سے علیحدہ کر دیا اور ولید کے اکثر لڑکوں کو قید خانہ میں بھیج دیا مجبور ہو کر ان لوگوں نے اس کو فسق وکفر سے متہم اور علاتی ماں کو مباح کر لینے کو اس کی طرف منسوب کیا اور یہ بھی الزام لگایا کہ اس نے بنو امیہ کی سو جامع مسجدوں پر قبضہ کر لیا ہے اور باوجود صغر سنی

کے اپنے لڑکوں حکم وعثمان کو ولی عہد مقرر کیا ہے۔ ان معاملات میں یزید بن ولید کو بہت زیادہ دلچسپی تھی اور عوام اس کے کہنے کو وقعت کی نظروں سے بھی دیکھتے تھے۔

قضاعہ کی بغاوت: اس کے بعد خالد قسری کے قید کی وجہ سے یمانیہ کو اس کے برافروختگی پیدا ہوئی۔ ان لوگوں نے یہ کہنا شروع کیا کہ اس نے خالد قسری کو اس وجہ سے قید کیا ہے کہ اس نے اس کے لڑکوں کی ولی عہدی کی بیعت سے انکار کیا تھا۔ ان کی دیکھا دیکھی قضاعہ میں بھی بغاوت ہوگئی۔ لشکر شام میں اکثر قضاعہ اور یمنی ہی تھے۔ ولید کو اس سے سخت تشویش پیدا ہوئی اور عوام کا میلان طبع یزید کی طرف یوماً فیوماً بڑھتا گیا۔ یمانیہ نے یزید کے ہاتھ پر بیعت خلافت کرنے کا قصد ظاہر کیا۔ یزید بن ولید بن عبدالملک نے عمر بن زید حکمی سے اس بارے میں مشورہ کیا۔ عمر بن زید نے رائے دی کہ تم اپنے بھائی عباس سے بیعت کرنے کو کہو' اگر اس نے تمہاری بیعت کرلی تو کوئی شخص بھی مخالفت نہ کرے گا ورنہ یہ ظاہر کر دینا کہ اس نے میری بیعت کرلی ہے کیونکہ عوام الناس علی العموم اور امراء بالخصوص اس کے مطیع ہیں۔ یزید نے عباس کے روبرو اس رائے کو پیش کیا عباس نے اس رائے کی مخالفت کی لیکن اس نے مطلقہ توجہ نہ کی۔ در پردہ لوگوں سے بیعت لیتا اور اپنے دعاۃ کو اطراف جوانب بلاد اسلامیہ کی طرف بھیجتا رہا۔ ان دنوں یزید بادیہ میں مقیم تھا۔

یزید بن ولید: رفتہ رفتہ اس کی خبر مروان تک پہنچی' سعید بن عبدالملک کو یہ خبر لکھ بھیجی اور عواقب امور اور آئندہ خطرات سے ڈرایا۔ سعید کو یہ امر شاق گزرا۔ بجنسہ عباس کے پاس مروان کا خط بھیج دیا۔ عباس نے اپنے بھائی یزید کو بلا کر دھمکایا ڈرایا۔ یزید نے اپنے راز کو چھپایا عباس کو یقین ہوگیا۔ جب یزید نے اپنا انتظام درست کرلیا تو لباس تبدیل کر کے سات سواروں کے ساتھ دمشق کا رخ کیا اور رات کے وقت داخل دمشق ہوا۔ اکثر اہل دمشق واہل مرہ نے خفیہ طور سے بیعت بھی کرلی۔ ان دنوں امیر دمشق عبدالملک بن محمد بن حجاج اور کوتوال شہر ابوالعاج کثیر بن عبداللہ سلمی تھا۔ عبدالملک کسی وجہ سے اپنے لڑکے محمد کو اپنا نائب بنا کر دمشق سے قطن میں چلا آیا تھا۔ اتفاق سے ابوالعاج تک یہ خبر پہنچی۔ بازاری افواہ سمجھ کر باور نہ کیا۔ جمعہ کے روز یزید نے اپنے ہمراہیوں سے کہہ دیا کہ بعد مغرب باب الفرادیس کے قریب چھپے رہنا' نماز عشاء کے بعد حملہ ہوگا۔ چنانچہ اس کے ہوا خواہ ومصاحبین ایک کونے میں بیٹھے رہے۔ نماز عشاء کی اذان ہوتے ہی مسجد میں داخل ہوئے۔ ادائے نماز کے بعد مسجد کے محافظین نے ان لوگوں کے نکالنے کا قصد کیا۔ سب کے سب اس پر ٹوٹ پڑے۔

ابوالعاج کی گرفتاری: یزید بن عنبسہ دوڑتا ہوا یزید بن ولید کے پاس آیا۔ حالات بیان کئے یزید ڈھائی سو آدمیوں کو لے کر مسجد میں آ گیا اور باب المقصورہ کو کھلوا کر دارالامارت میں داخل ہوا۔ ابوالعاج اس وقت شراب کے نشہ میں پڑا ہوا تھا۔ گرفتار کرلیا گیا اور خزانوں اور بیت المال پر قبضہ کر کے محمد بن عبدالملک بن محمد بن حجاج کو بھی گرفتار کرالیا۔ جامع مسجد اور سلاح خانے میں جس قدر آلات حرب تھے سب پر قابض ہوگیا۔ صبح ہوئی تو قرب وجوار کے امراء ورؤسا اہل مرہ' سکاسک' اہل داریا اور عیسی بن شبیب ثعلبی رئیس اہل دومہ وحرستا' جید بن حبیب لخمی رئیس دیر مران اور اہل جرش وحدیثہ وبرزکا اور ربعی بن ہشام حارثی غزہ وسلامان کی جماعت لئے ہوئے اور یعقوب بن محمد بن ہانی عبسی وجہینہ مع اپنے ہوا خواہوں کے ساتھ

بیعت کرنے کو دوڑ پڑے۔

ولید کی روانگی: ان لوگوں سے بیعت لینے کے بعد یزید بن ولید نے عبدالرحمٰن بن مصارف کو دو سو سواروں کا افسر مقرر کر کے عبدالملک بن محمد بن حجاج کی گرفتاری پر مامور کیا۔ عبدالملک بن محمد نے امان حاصل کر کے قصر کا دروازہ کھول دیا۔ اس سے پیشتر ایک اور لشکر ولید[1] کی طرف بھی مقام بادیہ ہی سے عبدالعزیز بن حجاج بن عبدالملک و منصور بن جمہور کی سرکردگی میں روانہ کیا گیا تھا۔ ولید کو اس کی خبر لگی تو اس نے بھی عبداللہ بن یزید بن معاویہ کو دمشق کی حفاظت کو بھیجا تھوڑا سا راستہ طے کر کے ٹھہر گیا اور کچھ سوچ سمجھ کر یزید کی بیعت کر لی۔ ولید کے دوستوں اور مشیروں نے پے در پے ان وحشت ناک خبروں کو سن کر حمص چلے جانے اور وہیں قلعہ بند ہونے کی رائے دی اس رائے کا دینے والا یزید بن خالد بن یزید بن معاویہ تھا۔ عبداللہ بن عنبسہ نے اس سے اختلاف کر کے کہا ''خلیفہ وقت کو یہ مناسب نہیں ہے کہ اپنے لشکر و حرم کو بلا جدال و قتال چھوڑ کر کہیں چلا جائے اللہ تعالیٰ امیر المؤمنین کی مدد کرے گا''۔ ولید نے دل مضبوط کر کے کوچ کر دیا اس کے ہمراہ اس وقت علاوہ اس کے لشکر کے ضحاک کی اولاد کے چالیس نفر تھے۔

عباس بن ولید کی گرفتاری: قصر نعمان بن بشیر میں جس وقت پہنچا تو عباس بن ولید کا یہ پیام پہنچا کہ ''گھبرانا نہیں میں تمہاری مدد کو پہنچا چاہتا ہوں''۔ ہنوز عباس پہنچنے نہ پایا تھا کہ عبدالعزیز و منصور پہنچ گئے اور قبل جنگ زیاد بن حصین کلبی کو بہ غرض دعوت کتاب و سنت ولید کے پاس بھیجا۔ ولید کے دوستوں نے اس کو مار ڈالا فریقین میں لڑائی نہایت سختی کے ساتھ چھڑ گئی۔ عبدالعزیز یہ خبر پا کر کہ عباس ولید کی کمک پر آ رہا ہے' منصور بن جمہور کو اس کے روکنے پر مامور کیا۔ چنانچہ منصور بہ جبر و اکراہ عباس کو عبدالعزیز کے پاس گرفتار کر لایا۔ اثناء جنگ میں ولید نے عبدالعزیز کو یہ پیام بھیجا کہ میں تم کو پچاس ہزار دینار اور ولایت حمص کی حکومت دے دوں گا تم مجھ سے نہ لڑو''۔ عبدالعزیز نے اس سے انکار کیا اور پہلے سے زیادہ سختی کے ساتھ لڑنے لگا۔ بالآخر ولید کے لشکر کو شکست ہوئی چاروں طرف سے مار مار کی آواز آ رہی تھی۔ فتح مند گروہ شکست خوردوں کا خون نہایت دریادلی سے بہا رہا تھا۔

ولید بن یزید کا قتل: ولید یہ رنگ دیکھ کر قصر میں گھس گیا۔ دروازے بند کر لئے اور قصر پر چڑھ کر مصالحت کی گفتگو کرنے کے لئے ایک آدمی کو بلایا۔ یزید بن عنبسہ سکسکی قریب گیا۔ ولید نے مصالحت کرنے کو کہا یزید بن عنبسہ نے جواب دیا ''ہم کچھ اپنا معاوضہ تم سے نہیں لیتے بلکہ یہ انتقام اس کا ہے کہ جو تم نے محرمات شرعی' شراب اور نکاح امہات اولاد پدر کو مباح کر لیا تھا اور ارکان وحدود اللہ کو خفیف و ذلیل سمجھتے تھے''۔ ولید نے جواب دیا ''اے برادر سکاسک! اللہ تجھے ہدایت دے جو کچھ تو نے ذکر کیا ہے اس میں بہت بڑی گنجائش رکھی ہے''۔ یزید بن عنبسہ نے اس کا کچھ جواب نہ دیا۔ ولید اپنی نشست گاہ میں واپس آیا قرآن شریف کھول کر پڑھنے لگا لوگوں کو دیوار پر چڑھتے ہوئے دیکھ کر بولا ''آج کا دن ایسا ہی ہے جیسے کہ امیر

---

[1] یہ ان دنوں سرزمین عمان میں تھا۔ کامل ابن اثیر جلد پنجم صفحہ ۱۳۴ مطبوعہ مصر

المومنین عثمانؓ کا دن تھا''۔ یہ فقرہ ہنوز تمام نہ ہونے پایا تھا کہ لوگ دیواریں پھاند کر ولید کے پاس پہنچ گئے۔ یزید بن عنبسہ قید کرنے کے ارادے سے ہاتھ پکڑ کر لے چلا اتنے میں منصور بن جمہور ایک گروہ کو لئے ہوئے آ پہنچا۔ چاروں طرف سے لوگوں نے مارنا شروع کیا۔ بالآخر سر کاٹ کر یزید کے پاس لے گئے۔ یزید نے حکم دیا کہ شارع عام پر لٹکا دیا جائے یزید بن فردہ (بنومرہ کے غلام) نے بمنت وسماجت عرض کیا'' یہ تمہارا چچازاد بھائی اور خلیفہ تھا خوارج کے سر لٹکائے جاتے ہیں علاوہ اس کے مجھے اندیشہ ہے کہ اس کے اعزہ واقارب میں شورش پیدا ہو جائے گی''۔ یزید اس پر مطلق ملتفت نہ ہوا نیزہ پر سر رکھ کر دمشق میں تشہیر کرا کر اس کے بھائی سلیمان بن یزید کے حوالہ کر دیا جو اس شورش میں یزید کا شریک تھا۔ یہ واقعہ آخر جمادی الآخر ۱۲۶ھ کا ہے جب کہ اس کی خلافت کو دو برس تین ماہ گزر چکے تھے۔

باب : ۱۱

یزید بن ولید

یزید کا خطبہ: ولید کے قتل ہونے کے بعد یزید نے لوگوں کو جمع کر کے خطبہ دیا۔ جس میں ولید کی برائیاں بیان کر کے کہا ''اسی وجہ سے یہ مارا گیا ہے اور میں تم کو امید دلاتا ہوں کہ آئندہ تمہارے ساتھ عمدہ برتاؤ کیا جائے گا۔ تمہارے وظائف تم کو ہمیشہ وقت پر دیئے جائیں گے اور جب تک حدود بلاد اسلامیہ کو مضبوط اور عدل و انصاف سے اپنے ممالک محروسہ کو آباد نہ کرلوں گا کسی شخص کو بلاضرورت جاگیر نہ دی جائے گی اور جب میں حاجب (لارڈ چیمبرلین) کو بھی موقوف کردوں گا اگر میں ایسا نہ کروں گا تو تم کو اختیار ہے کہ مجھ کو مسند خلافت سے اتار دو''۔

ولی عہدی کی بیعت: چونکہ اس نے مسند خلافت پر بیٹھنے کے ساتھ ہی جس قدر وظائف ولید نے لوگوں کے زیادہ مقرر کئے تھے کم کر دیئے تھے اور ہشام کے عہد خلافت میں جو دیا جاتا تھا وہی جاری کیا تھا اس وجہ سے اس کو یزید الناقص بھی کہا کرتے تھے۔ ولید کے زمانے میں ہر شخص کو علاوہ وظائف سابقہ کے دس دس درہم زیادہ دیئے جاتے تھے۔ ان واقعات سے فارغ ہو کر یزید نے اپنے بھائی ابراہیم اور بعد ابراہیم عبدالعزیز بن حجاج بن عبدالملک کی ولی عہدی کی بیعت لی۔ اس امر پر اس کے احباب قدریہ نے آمادہ کیا تھا۔

بغاوت حمص: اس سنہ سے بنو امیہ کے کاموں میں خلل پیدا ہو گیا۔ آئے دن فتنہ و فساد برپا ہونے لگے۔ سلیمان بن ہشام قتل ولید کی خبر سن کر عمان کے قید خانے سے نکل آیا۔ مال و اسباب' نقد و جنس جو وہاں موجود تھا سب کا سب لے کر دمشق کو روانہ ہو گیا۔ اس کے بعد اہل حمص کے کانوں تک یہ خبر اس طرح پہنچی کہ عباس بن ولید نے ولید بن یزید کو قتل کرایا ہے یہ سن کر برہم ہو گئے۔ عباس کا مکان ڈھا دیا مال و اسباب لوٹ لیا اور گالیاں دیتے ہوئے ولید کے خون کا انتقام لینے کی غرض سے نکل کھڑے ہوئے۔ عباس یہ خبر پا کر اپنے بھائی یزید کے پاس چلا گیا۔ اہل حمص نے عساکر اسلامیہ کو خون ولید کے انتقام لینے کو لکھا اور مروان بن عبداللہ بن عبدالملک و معاویہ بن یزید بن حصین بن نمیر کو اپنا امیر مقرر کیا۔ ان لوگوں نے یزید سے اس معاملے میں خط و کتابت کی یزید نے ان کے قاصد کو مار کر نکلوا دیا اور ان کے بھائی مسرور کی سرکردگی میں ایک لشکر جرار اس طوفان بے تمیزی کی روک تھام کے لئے روانہ کیا۔ مسرور نے دمشق سے نکل کر حوارین میں پڑاؤ ڈال دیا۔

مروان بن عبداللہ کا قتل: اس کے بعد سلیمان بن ہشام عمان سے وارد دمشق ہوا۔ یزید نے بہ نظر تالیف قلوب جو کچھ ولید نے اس کا مال و اسباب ضبط کر لیا تھا واپس کر دیا اور ایک لشکر کا امیر بنا کر اہل حمص کے مقابلے پر بھیج دیا اور مسرور کو اس کی ماتحتی میں کام کرنے کا حکم دیا۔ اہل حمص کا قصد دمشق پر حملہ کرنے کا تھا۔ مروان نے کہا ''مناسب یہ نہیں ہے کہ اس لشکر کو چھوڑ کر دمشق پر چڑھ جاؤ بلکہ بہتر یہ ہے کہ پہلے اس سے نپٹ لو اگر تم نے اس کو شکست دے دی تو اس کے بعد جس سے مقابلہ ہوگا وہ آسان ہے''۔ سمیط بن ثابت بولا ''یہ تو تمہارا مخالف معلوم ہوتا ہے اس کا مقصد یزید وقدریہ کے ساتھ دینا کا ہے''۔ اہل حمص یہ سنتے ہی مروان پر ٹوٹ پڑے اور اس کو قتل کر کے ابو محمد سفیانی کے سر پر امارت کا تاج رکھ دیا اور دمشق کی طرف بڑھے۔ سلیمان بن ہشام نے مقام عذراء میں تیر اور نیزوں سے استقبال کیا۔ لڑائی شروع ہو گئی۔ ہنوز فریقین کی قسمت کا فیصلہ نہ ہوا تھا اور نہ ان کے توانا بازو جنگ کرنے سے تھکے تھے۔ جنگ جس تیزی سے شروع ہوئی تھی اسی طرح جاری تھی کہ اتنے میں عبدالعزیز بن حجاج بن عبدالملک تین ہزار کی جمعیت سے ثنیۃ العقاب کی جانب سے اور ہشام بن مصاد ڈیڑھ ہزار لشکر لیے ہوئے سلامیہ کی گھاٹی سے حملہ آور ہوا۔

اہل حمص کی اطاعت: ان دونوں سپہ سالاروں کو یزید نے بعد روانگی سلیمان کمک کی غرض سے روانہ کیا تھا۔ اہل حمص کے پاؤں میدان جنگ سے اکھڑ گئے۔ کشت وخون کا بازار گرم ہو گیا۔ یزید بن خالد بن عبداللہ قشیری چلا کر بولا ((اللّٰہ اللّٰہ علی قومک یا سلیمان)) ''اے سلیمان للہ فللہ اپنی قوم پر رحم کر''۔ سلیمان نے اپنے لشکریوں کو قتل وغارت وتعاقب سے روک دیا۔ سپاہیوں نے جھٹ پٹ یزید کی بیعت کر لی اور ابو محمد سفیانی و یزید بن خالد بن یزید بن معاویہ گرفتار کر کے یزید بن معاویہ بن عبدالملک کے پاس بھیج دیئے گئے۔ یزید نے ان دونوں کو قید کر دیا اور حمص پر معاویہ بن یزید بن حصین کو مامور کیا۔

اہل فلسطین واردن کی شورش: اسی زمانے میں ولید بن یزید کے قتل ہوتے ہی اہل فلسطین میں بھی شورش پیدا ہو گئی۔ سعید وضبعان پسران روح نے عوام الناس کو جمع کر کے اپنے گورنر سعید بن عبدالملک کو نکال دیا اور سلیمان بن عبدالملک کے لڑکوں میں سے جو ان دنوں فلسطین ہی میں تھے یزید بن سلیمان کو طلب کر کے اپنا امیر بنا لیا۔ اہل اردن نے یہ سن پایا تو انہوں نے محمد بن عبدالملک کے سر پر تاج امارت رکھ دیا اور اہل فلسطین کے ہمراہ ہو کر یزید الناقص کے مخالف بن گئے۔ رفتہ رفتہ دارالخلافت دمشق میں یہ خبر پہنچی یزید نے سلیمان بن ہشام کو بسر افسری اہل دمشق واہل حمص جو سفیانی کے ہمراہ تھے اور جن کی تعداد اسی ہزار تھی۔ فلسطین واردن کی بغاوت فرو کرنے پر مامور کیا اور سعید وضبعان پسران روح کے پاس خفیہ پیام بھیجا کہ تم لوگ اس معرکے سے دست کش ہو جاؤ تم کو خلاف پناہی سے حکومت وسرداری دی جائے گی علاوہ بریں انعام واکرام سے بھی مالا مال کر دیئے جاؤ گے' سعید وضبعان اس بشارت آمیز کے پیام کے سنتے ہی مع اہل فلسطین لوٹ گئے۔

باقی رہے اہل اردن ان کے مقابلے پر سلیمان بن ہشام نے پانچ ہزار لشکر کو طبریہ کی جانب سے بڑھنے کا حکم دیا۔

لشکری جو گاؤں وقصبہ راہ میں پڑتا تھا اس کو لوٹتے ہوئے طبریہ کی طرف بڑھے۔ اہل طبریہ نے بھی یہ رنگ دیکھ کر یزید بن سلیمان ومحمد بن عبدالملک کے مال واسباب پر اپنا ہاتھ صاف کیا۔ جن کو اہل فلسطین واردن نے اپنا اپنا امیر بنالیا اور اپنے مکانات پر میدان جنگ سے واپس آئے۔

اہل فلسطین واردن کی جماعت منتشر ہونے کے بعد سلیمان بن ہشام صبرہ میں داخل ہوا۔ اہل اردن نے حاضر ہو خلافت یزید پر بیعت کی۔ بعدازاں طبریہ رملہ میں آیا اور وہاں کے رہنے والوں سے بھی بیعت لی۔ اس واقعہ کے بعد ضبعان بن روح فلسطین کا اور ابراہیم بن ولید اردن کا عامل مقرر ہوا۔

منصور بن جمہور بحیثیت گورنر عراق وخراسان: یزید الناقص نے مسند حکومت پر متمکن ہونے کے بعد منصور بن جمہور کو عراق وخراسان کی گورنری پر مامور کیا۔ حالانکہ منصور دینداروں میں سے نہ تھا لیکن اس کو یہ عزت اس وجہ سے دی گئی تھی کہ اس نے یزید کی رائے سے غیلانیہ میں موافقت کی تھی اور قتل خالد میں یوسف کا معین تھا۔ جس وقت یوسف کو قتل ولید کی اطلاع پہنچی اپنی معزولی کا خطرہ پیش نظر رکھ کر یمانیہ کو قید کر دیا تا کہ مضریہ اس کی رائے سے متفق ہو جائیں۔ پس جب یوسف نے ان کو اپنا مخالف نہ پایا تو یمانیہ کو رہا کر دیا اس اثناء میں منصور آ پہنچا اور مقام عین التمر سے سپہ سالاران شام کو جو حیرہ میں تھے۔ یوسف اور اس کے عمال کو گرفتار کرنے کو لکھ بھیجا۔ یوسف نے یہ خبر پاکر بہ غرض اظہار اطاعت یزید کا نام خطبہ میں پڑھا اور جب منصور سر پر آ پہنچا تو عمرو بن محمد بن سعید بن العاص کے مکان میں چھپ رہا اور وہاں سے بہ تبدیل لباس چھپ کر شام کی طرف روانہ ہو گیا۔ یزید الناقص کو اس کی آمد کی خبر ہوئی تو اس نے پچاس سواروں کو یوسف کی گرفتاری پر مامور کیا۔ یوسف یہ سن کر بھاگ کھڑا ہوا اور عورتوں میں جا کر چھپ گیا۔ لیکن سواروں نے سراغ لگالیا اور گرفتار کر کے یزید کے پاس لائے۔ یزید نے ولید کے لڑکوں کے ساتھ قید کر دیا۔ یہاں تک کہ یزید بن خالد قشیری کے ایک آزاد غلام نے اس کو قتل کر ڈالا۔

منصور بن جمہور کی معزولی: منصور بن جمہور جس وقت کوفے میں داخل ہوا تھا ماہ رجب کے چند دن گزر چکے تھے۔ لوگوں کے روزینے تقسیم کیے اور حسب مدارج انعامات دیئے۔ عمال اور اہل خراج جس قدر قید خانے میں تھے سب کو رہا کر دیا۔ انتظاماً رے وخراسان پر اپنے بھائی کو اپنی طرف سے امارت دی۔ مگر نصر بن سیار سابق گورنر خراسان نے چارج دینے سے انکار کیا ہنوز یہ مرحلہ طے نہ ہونے پایا تھا کہ یزید نے منصور بن جمہور کو اس کی حکومت کے دوسرے مہینے معزول کر دیا اور گورنری عراق پر عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز کو یہ کہہ کر روانہ کیا کہ اہل عراق کے قلوب تمہارے باپ کی طرف زیادہ مائل ہیں اور سپہ سالاران شام میں سے چند لوگوں کو ہمراہ رکاب کر دیا۔ منصور بن جمہور عراق کا چارج دے کر شام کی جانب لوٹ گیا اور عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز نے عمر بن غضبان بن قبعثرا کو محکمہ پولیس وخراج سواد ومحاسبات کا افسر مقرر کیا اور نصر بن سیار کو گورنری خراسان پر بحال رکھا۔

اہل یمامہ کی بغاوت: زمانہ قتل ولید میں یوسف بن عمر کی جانب سے علی بن مہاجر' یمامہ کا امیر تھا۔ مہیر بن سلیمان بن ہلال نے (جو بنودول بن حنیفہ سے تھا) لوگوں کو جمع کر کے علی بن مہاجر کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا۔ علی بن مہاجر اس وقت اپنے قصر امارت بقاع ہجر میں تھا۔ مقابلے کی نوبت آئی علی بن مہاجر کے ہمراہیوں میں سے اکثر آدمی مارے گئے۔ علی بن مہاجر بھاگ کر اپنے قصر میں گیا اور وہاں سے مدینے کی طرف بھاگ گیا۔ مہیر نے یمامہ پر قبضہ کر لیا۔ چند روز بعد مر گیا اور وقت وفات عبداللہ بن نعمان (بنوقیس بن ثعلبہ دولی) کو اپنا قائم مقام کر گیا۔ عبداللہ بن نعمان نے مندلب بن ادریس حنفی کو فلج کی طرف (جو بنوعامر بن صعصعہ کا ایک قریہ ہے) روانہ کیا۔ بنوکعب بن ربیعہ بن عامر اور بنوعمیر نے جمع ہو کر مقابلہ کیا۔ مندلب اور اس کے اکثر ہمراہی میدان جنگ میں کام آ گئے۔

معرکہ فلج: عبداللہ بن نعمان نے ایک بہت بڑی فوج بنوحنیفہ کی وغیرہ کی جمع کر کے فلج پر چڑھائی کر دی۔ بنوعقیل و بنوبشیر و بنوجعدہ کو شکست ہوئی۔ ہزار ہا آدمی مارے گئے۔ شکست خوردہ گروہ نے پھر جمع ہو کر مقابلہ کا ارادہ کیا۔ اس مرتبہ بنونمیر بھی ان کے ہمراہ تھے۔ معدن الصخراء میں مڈبھیڑ ہوئی۔ جس قدر بنوحنیفہ مقابلے پر آئے سب کو ان لوگوں نے قتل کر ڈالا۔ عورتوں کا مال واسباب لوٹ لیا۔ عمر بن وازع حنفی کو اس کی خبر ہوئی لشکر جمع کر کے خروج کیا اور جوش مردانگی میں آ کر بولا ''میں عبداللہ بن نعمان نہیں ہوں یہ کام میرا تھا اس میں سطوت شاہی کی ضرورت تھی''۔ فلج کے قریب پہنچ کر اپنے لشکر کو چاروں طرف پھیلا دیا۔ بات کی بات میں اس کے لشکریوں کے ہاتھ مال غنیمت سے پُر ہو گئے۔ مظفر و منصور لوٹا ہوا آ رہا تھا کہ دفعتہً بنوعامر مقابلے پر آ گئے۔ لڑائی ہوئی بنوحنیفہ کے قدم استقامت ڈگمگا گئے۔ اکثر شدت تشنگی سے مر گئے۔ بنوعامر قیدیوں اور عورتوں کو لئے ہوئے میدانِ جنگ سے واپس آئے اور عمر بن وازع یمامہ جا پہنچا۔ اس واقعہ کے بعد عبیداللہ بن مسلم حنفی نے ایک گروہ جمع کر کے قشیر و عکل پر حملہ کر دیا۔ بیس ہزار آدمیوں کو مار ڈالا۔ اس کے بعد پھر بنوحنیفہ کو جمع ہونے کا موقع نہیں ملا۔ یہاں تک کہ مثنیٰ بن یزید بن عمر بن ہبیرہ اپنے باپ (یزید بن عمر بن ہبیرہ) کی طرف سے جس وقت کہ اس کو مروان الحمار نے عراق کا والی مقرر کیا تھا۔ امیر یمامہ ہو کر آیا' یہ زمانہ مصالحت کا تھا کسی سے لڑائی جھگڑا نہ تھا۔ بنوعامر نے بنوحنیفہ کی زیادتیوں کی شکایت اور شہادت گزرانی۔ مثنیٰ نے بنوحنیفہ کے چند آدمیوں کو پٹوایا اور سر اور ڈاڑھی منڈوا دی۔ چاروں طرف امن قائم ہو گیا اور عبیداللہ بن مسلم حنفی روپوش رہا۔ یہاں تک کہ کسریٰ بن عبیداللہ ہاشمی بنوعباس کی طرف سے یمامہ کا والی ہو کر آیا۔ لوگوں نے اس کا پتہ بتا دیا مار ڈالا گیا۔

جدیع بن علی بن کرمانی: جن ایام میں ولید مارا گیا اور گورنری خراسان پر عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز والی عراق نے نصر بن سیار کو بحال کیا تھا۔ جدیع بن علی کرمانی باغی ہو گیا تھا۔ یہ درحقیقت ازدی تھا لیکن کرمانی اس وجہ سے کہا جاتا تھا کہ یہ کرمان میں پیدا ہوا تھا۔ نصر بن سیار کی بحالی کا حال سن کر اپنے دوستوں سے بولا ''دیکھو! یہ لوگ فتنہ میں پڑے رہے ہیں تم لوگ اپنے کاموں کے لئے کسی کو منتخب کر لو''۔ لوگوں نے اسی کو منتخب کیا۔ چونکہ کرمانی نے عہد امارت اسد بن عبداللہ میں نصر کے ساتھ سلوک و احسانات کئے تھے اور نصر نے والی ہونے کے ساتھ ہی اس کو امارت سے معزول کر کے دوسرے آدمیوں کے ساتھ

مامور کیا تھا اس وجہ سے کرمانی اور نصر کے دلوں میں ایک دوسرے کی طرف سے غبار تھا صفائی نہ ہوئی تھی کہ نصر کے ہمراہی کرمانی کے حالات سن سن کر اس کے قتل وقید کی بابت اصرار کرنے لگے۔ کہنے سننے سے نصر کا دل بھی کرمانی کے قید کرنے پر مائل ہوگیا۔

بدیع کرمانی کی گرفتاری: چنانچہ اپنے جان نثاروں کے فوج کے دستہ کے سردار کو کرمانی کی گرفتاری پر مامور کیا۔ ازد نے روک ٹوک کرنے کا قصد کیا لیکن خود کرمانی نے ان کو منع کر دیا اور نصر کے پاس چلا آیا۔ نصر نے کہا ''کیوں کرمانی میرے احسانات تجھ پر کیا کم تھے؟ کیا یوسف بن عمر کا خط تیرے قتل کی بابت نہیں آیا تھا؟ کیا میں نے تیرے عوض تاوان نہیں ادا کیا؟ کیا میں نے تیرے لڑکے کو سرداری نہیں دی؟ پھر کیا ان سب احسانات کا معاوضہ یہی فتنہ وفساد ہے؟''۔ کرمانی نے معذرت کی اور ان احسانات کا شکریہ ادا کرتے ہوئے بولا ''امیر ان سلوک کا ذکر نہ فرمائیں اس سے زیادہ میرے بھی احسانات ہوں گے''۔ نصر کے دل میں رحم چلا آیا مگر سالم بن احور اور عصمت بن عبداللہ اسدی کے کہنے سے درے لگوا کے ستائیسویں رمضان ۱۲۶ھ میں قید کر دیا۔

کرمانی اور نصر: چند روز بعد نقیب ازد کر کرمانی قید خانے سے نکل آیا۔ بات کی بات میں تین ہزار آدمی جمع ہو گئے اور اس سے پیشتر ازد نے کتاب وسنت پر عبدالملک بن حرملہ کی بیعت کر لی تھی۔ پس جب کرمانی قید سے نکل آیا تو عبدالملک نے کرمانی کو بڑھنے کا حکم دیا۔ نصر یہ سن کر باب مروالروذ پر لشکر کی آراستگی میں مصروف ہوا جس وقت لشکر جمع ہو گیا۔ سالم بن احور کو کرمانی پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ لوگوں نے درمیان میں پڑ کر کرمانی کے لئے نصر سے امان حاصل کر لی۔ چنانچہ کرمانی نصر کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ نصر نے خانہ نشینی کی ہدایت کی۔ تھوڑے دن بعد لگانے بجھانے والوں نے کرمانی کو نصر سے پھر برہم کر دیا۔ خیالات سابقہ دوبارہ تازہ ہو گئے۔ صلح پسند لوگوں نے کہہ سن کر نصر سے کرمانی کی پھر امان حاصل کر لی۔

کرمانی کی جلاوطنی: کرمانی نصر سے ملنے کو آیا۔ نصر نے اس کے ہمراہیوں کو دس دس درہم مرحمت کیے لیکن جس وقت جمہور بن منصور حکومت عراق سے معزول کیا گیا اور اس کی جگہ عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز کو گورنری دی گئی تو نصر نے لوگوں کو جمع کر کے خطبہ دیا۔ اثناء خطبہ میں جمہور کی برائیاں اور عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز کی خوبیاں بیان کیں۔ کرمانی جمہور کی برائی بیان کرنے سے برافروختہ ہو کر مال وآلات حرب جمع کرنے لگا۔ روزانہ تو نہیں البتہ جمعہ میں ہزار ڈیڑھ ہزار کی جمعیت سے جامع مسجد میں آتا۔ مقصورہ کے باہر نماز ادا کر کے نصر کے پاس جاتا تھا اور سلام کر کے چلا آتا تھا۔ چند روز بعد آنا جانا بند کر کے علم بغاوت بلند کر دیا۔ نصر نے اس کے سمجھانے بجھانے کی غرض سے سالم بن احور کو روانہ کیا کرمانی نے نہایت بداخلاقی و ترش روئی سے لوٹا دیا۔ مگر مصالحت جو طبیعتوں نے فریقین سے گفتگو کر کے اس شرط پر صلح کرا دی کہ کرمانی خراسان چھوڑ دے' کرمان نے اس قرارداد شرط کے مطابق جرجان کا قصد کیا۔

حرث بن شریح: جن دنوں خراسان میں مابین نصر وکرمانی مخالفتیں ہو رہی تھیں۔ نصر کو یہ خیال پیدا ہوا کہ مبادا کرمانی حرث بن شریح سے سازش کر کے اس سے امداد کا خواہاں ہو جائے۔ جو بلاد ترک میں تقریباً بارہ برس سے مقیم تھا۔ جیسا کہ

اوپر بیان کیا گیا۔ اس خطرے سے محفوظ رہنے کے خیال سے مقاتل بن حیان نبطی کو بلاد ترک سے حرث کے پاس واپس لانے پر مامور کیا اور خالد بن زیاد ترمذی و خالد بن عمرہ (مولیٰ بنو عامر) کو یزید بن ولید کے پاس حرث کے لئے امان نامہ لکھانے کو روانہ کیا۔ یزید بن ولید نے حسب درخواست نصر' امان نامہ لکھ دیا اور عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز گورنر عراق نے بھی حرث کے واپس آنے کا اجازہ لکھ دیا۔ نصر نے ان دونوں عہد ناموں کو حرث کے پاس بھیج دیا۔

اتفاق یہ کہ اثناء راہ میں نصر کا قاصد ملا جس وقت مقاتل بن حیان نبطی مع حرث اور اس کے ہمراہیوں کے واپس آ رہا تھا۔ یہ واقعہ جمادی الثانی ۱۲۷ھ کا ہے۔ نصر نے حرث کو مرورود میں ٹھہرایا اور جو کچھ اس کے لئے لیا تھا بطور ہدیہ پیش کیا۔ علاوہ اس کے روزانہ پچاس درہم دیتا رہا اور اس کے اہل و عیال کو رہا کر دیا۔ ساتھ ہی اس کے یہ درخواست کی کہ میں تم کو' جس شہر کو پسند کرو والی کر دوں گا اور ایک لاکھ دینار دوں گا''۔ حرث نے نامنظور کر کے کہا'' میں دنیا اور اس کی لذتوں کا خواہاں نہیں ہوں' میں تو کتاب و سنت پر عمل کرنا چاہتا ہوں اور اسی وجہ سے میں تمہارے دشمنوں کے مقابلے پر تمہاری مدد کروں گا۔ میں ظلم و تعدی ہی سے پریشان ہو کر تیرہ برس ہوئے کہ ان شہروں سے نکل گیا تھا۔ پھر اب کیسے میں اسی امر کو قبول کر سکتا ہوں''۔ نصر یہ سن کر خاموش ہو گیا اور حرث نے کرمانی کے پاس کہلا بھیجا ''اگر نصر نے کتاب و سنت پر عمل کیا تو میں اللہ تعالیٰ کے کاموں میں اس کا معاون و مددگار رہوں گا ورنہ میں تیرا ساتھی ہوں بشرطیکہ تو نے کتاب و سنت پر عمل و قیام کرنے کا اقرار کیا''۔ اس کے بعد قبائل تمیم کو اپنی امارت کی طرف بلایا انہوں نے اور ان کے علاوہ اور لوگوں نے بھی منظور کر لیا۔ تقریباً تین ہزار آدمی جمع ہو گئے۔ حرث نے بالفعل اس امر پر اکتفا کیا۔

مروان بن محمد کی مخالفت: مروان بن محمد بن مروان ارمینیہ میں اور عبدۃ بن ریاح غسانی جزیرہ میں امارت کر رہا تھا۔ اسی زمانے میں ولید نے صائفہ کے ساتھ اپنے بھائی عمر بن یزید کو روانہ کیا تھا اور مروان نے اپنے لڑکے عبدالملک کو اس کے ہمراہ کر دیا تھا۔ جس وقت ولید مارا گیا ہے ان دنوں عبدالملک صائفہ سے واپس آ کر حران میں قیام پذیر تھا۔ عبدۃ بن ریاح قتل ولید کی خبر پا کر جزیرہ سے ملک شام کو چلا۔ عبدالملک نے میدان خالی دیکھ کر حران و جزیرہ پر قبضہ کر کے سرحدی مقامات پر بھی قبضہ کرنے کی غرض سے متعدد آدمیوں کو روانہ کر دیا اور اپنے باپ کو یہ واقعہ لکھ کر اس امر کی تحریک کی کہ خون ولید کے بدلہ لینے کو کمر ہمت باندھ کر اٹھ کھڑے ہوں۔ اس شورش میں ثابت بن نعیم جذامی بھی شریک حال تھا جو اہل فلسطین سے تھا اس وجہ سے کہ اس کو ہشام نے لشکر افریقہ میں بغاوت پھیلانے کے جرم میں بوقت قتل کلثوم بن عیاض قید کر دیا تھا اور چند روز بعد مروان نے سفارش کر کے رہا کرا دیا تھا۔ پس جس وقت عبدالملک بن مروان نے خون ولید کے بدلہ لینے پر کمر ہمت باندھ کر ارمینیہ سے خروج کیا تو ثابت بن نعیم نے لشکر اہل شام کو فریب دے کر شام کی طرف براہ فرات واپس جانے پر آمادہ کر دیا۔

مروان کی اطاعت: چنانچہ مروان کے اکثر سردار لشکر اور لشکری ثابت سے آ ملے۔ بجائے یزید بن ولید سے جنگ کرنے کے ثابت ہی سے جنگ ٹھہر گئی۔ بالآخر لشکریان مروان نے جو اس سے علیحدہ ہو گئے تھے مغلوب ہو کر اطاعت قبول کر لی اور ثابت بن نعیم مع اپنی اولاد کے قید کر دیا گیا اس واقعہ کے بعد مروان نے لشکر کو دوبارہ مرتب و آراستہ کر کے شام کی طرف

روانہ کیا اور خود جزیرے سے بیس ہزار فوج لے کر بہ قصد معاوضہ خون ولید، یزید کی طرف بڑھا۔ یزید تک یہ خبر پہنچی، گھبرا کر لکھ بھیجا کہ "تم میری بیعت کرلو میں تم کو جزیرہ، موصل اور آذربائیجان کی حکومت دے دوں گا"۔ مروان نے بیعت کر لی اور یزید نے سند حکومت بھیج دی۔ دمشق تک جانے کی نوبت نہ آنے پائی۔ راستے ہی سے مروان واپس آیا۔

وفات یزید و خلافت ابراہیم: ۲۰ ذی الحجہ ۱۲۶ھ کو یزید بن ولید اپنی حکومت کے پانچویں مہینہ (مقام دمشق میں) داعیٔ اجل کو لبیک کہہ کر راہی ملک بقا ہوگیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ قدریہ تھا۔ اس کے مرنے کے بعد لوگوں نے اس کے بھائی ابراہیم کے ہاتھ پر بیعت کی لیکن اکثر آدمیوں نے اس سے اختلاف کیا اور بیعت عامہ نہ ہونے پائی۔ کبھی یہ خلیفہ کے لقب سے مخاطب کیا جاتا تھا اور کبھی امیر کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ غرض اسی تذبذب کی حالت میں تقریباً تین ماہ گذر گئے۔ بعد ازاں مروان بن محمد نے اس کو مسند خلافت سے اتار دیا۔ جیسا کہ آئندہ بیان کیا جائے گا اور ۱۳۲ھ میں مر گیا۔

مروان کی دمشق پر فوج کشی: یزید کے انتقال کے بعد جس وقت لوگوں نے اس کے بھائی ابراہیم کو مسند خلافت پر بٹھایا۔ اسی وقت مروان نقض امن کر کے بہ قصد جنگ دمشق کی طرف چل کھڑا ہوا۔ رفتہ رفتہ قنسرین پہنچا۔ ان دنوں بشیر بن ولید والی قنسرین تھا جو یزید بن ولید کے زمانہ حکومت سے اس عہدہ پر تھا اور اس کے ساتھ اس کا بھائی مسرور بھی وہیں موجود تھا۔ مروان نے بشر و مسرور سے بیعت کرنے کو کہا انہوں نے انکار کیا۔ صف آرائی کی نوبت آئی چونکہ یزید بن عمر بن ہبیرہ کا میلان طبع پہلے ہی مروان کی جانب ہو گیا تھا۔ بنوقیس کو لے کر مروان سے جا ملا اور بشر و مسرور کو گرفتار کر کے مروان کے حوالے کر دیا۔ مروان نے ان دونوں کو قید کر دیا اور اہل قنسرین کو بھی اپنے ہمراہ لئے ہوئے حمص کی طرف کوچ کر دیا۔ اہل حمص پر ان دنوں عبدالعزیز بن حجاج بن عبدالملک بسر افسری لشکر دمشق محاصرہ کئے ہوئے تھا۔ اس وجہ سے کہ انہوں نے ابراہیم کی بیعت خلافت سے اختلاف کیا تھا مگر جوں ہی مروان کا لشکر حمص کے قریب پہنچا۔ عبدالعزیز اپنا بوریا سنبھال چلتا پھرتا نظر آیا۔ اہل حمص نے بطیب خاطر مروان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

ابراہیم کو ان حالات سے آگاہی ہوئی تو اس نے سلیمان بن ہشام کو ایک لاکھ بیس ہزار کی جمعیت سے مروان کے مقابلے پر بھیجا۔ مروان کے پاس اس وقت اسی ہزار فوج تھی۔ جنگ چھڑنے سے پیشتر مروان نے صلح کا پیام دیا اس شرط سے کہ ہم خون ولید کے معاوضہ سے دست کش ہوتے ہیں تم اس کے لڑکوں حکم و عثمان ولی عہدوں کو رہا کر دو۔ سلیمان بن ہشام اور اس کے ہمراہیوں نے انکار کیا جنگ شروع ہوگئی طلوع آفتاب کے وقت سے عصر کے وقت تک بڑے زور و شور سے لڑائی ہوتی رہی اس اثناء میں مروان کے تین ہزار سواروں نے لشکر سلیمان پر پیچھے سے حملہ کر دیا۔ دمشقی لشکر اس اچانک حملہ سے گھبرا کر بھاگ کھڑا ہوا۔ اہل حمص تلواریں نیام سے کھینچ کر دوڑ پڑے تقریباً سترہ ہزار آدمیوں کو خیار و کدو کی طرح کاٹ ڈالا اور اتنے ہی آدمی قید کر لئے گئے۔

دمشق پر قبضہ: خاتمہ جنگ کے بعد مروان نے دمشق کا رخ کیا اور کل لوگوں سے حکم و عثمان پسران ولید کی بیعت لے لی۔ یزید بن عقار کلبی اور ولید بن مضاد کلبی کو قید کر دیا (جو بحالت قید مر گئے۔ یہ منجملہ ان لوگوں کے تھے جو قتل ولید کے واقعے میں

شریک تھے) یزید بن خالد قسری منہزمین کے ساتھ بھاگ کر دمشق پہنچا۔ ابراہیم (خلیفہ کا امیر دمشق) یزید بن خالد اور عبدالعزیز بن حجاج وغیرہ جمع ہوکر حکم وعثمان پسران ولید کے قتل کی بابت مشورہ کرنے لگے۔ اس خیال سے کہ مبادا مروان ان لوگوں کو لڑ بھڑ کر رہا نہ کر دے اور یہ لوگ اپنے باپ کے خون کا معاوضہ نہ طلب کرنے لگیں۔ بالآخر یزید بن خالد ان دونوں امیر زادوں کے قتل پر مامور کیا گیا۔ اس نے اپنے آزاد غلام ابوالاسد کو متعین کیا جس نے ان دونوں کی زندگی کا خاتمہ کر دیا۔ ساتھ ہی اس کے بعد یوسف بن عمر کو بھی قید خانے سے نکال کر مار ڈالا۔ باقی رہا ابو محمد سفیانی' اس نے قید خانے میں گھس کر ایک مکان کا دروازہ اندر سے بند کر لیا۔ ہر چند کوشش کی گئی مگر نہ کھلا اس اثناء میں سواران مروان کے آنے کی خبر مشہور ہو گئی۔ ابراہیم اور اس کے کل ہوا خواہ بھاگ کھڑے ہوئے سلیمان بھی چلتے چلاتے جو کچھ بیت المال میں تھا لے دے کر بھاگ گیا۔

باب : ۱۲

مروان

بیعت خلافت: مروان اپنا لشکر ظفر پیکر لئے ہوئے دمشق میں داخل ہوا۔ حکم وعثمان پسران ولید اور یوسف بن عمر کی لاش پیش کی گئی۔ نہایت افسوس کے ساتھ نماز جنازہ پڑھ کر دفن کرا دیا۔ بعدہ ابو محمد سفیانی مقید حاضر کئے گئے۔ مروان نے کہا ''خلافت مبارک'' ابو محمد سفیانی بولے ''نہیں!'' دونوں ولی عہدوں (یعنی حکم وعثمان) نے اپنے بعد تم ہی کو مقرر کیا ہے''۔ مروان یہ سن کر خاموش ہو گیا ابو محمد سفیانی اور حاضرین دربار نے مروان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ ان سے پہلے معاویہ بن یزید بن حصین بن نمیر اور اہل حمص نے بیعت کی تھی۔

تکمیل بیعت کے بعد مروان اپنے جائے قیام حران میں چلا آیا۔ چند صلح جو لوگوں نے درمیان میں پڑ کر ابراہیم بن ولید اور سلیمان بن ہشام کے لئے امان حاصل کر لی۔ چنانچہ ابراہیم وسلیمان مع اپنے بھائی، لڑکوں، عورتوں اور خادمان ذکوانیہ کے تدمر سے مروان کی خدمت میں چلے آئے اور بیعت کر لی۔

اہل حمص کی سرکشی: دمشق سے حران میں مروان کے واپس آنے کے بعد ثابت بن نعیم فلسطین سے مروان کی مخالفت کرنے کے خطوط اہل حمص کے پاس بھیجنے لگا۔ تھوڑے دنوں بعد اہل حمص راضی ہو گئے اور تدمر سے بنو کلب کو بھی طلب کیا۔ اصبغ بن ذوالہ کلبی مع اپنی اولاد کے اور معاویہ سکسکی شہسوار اہل شام وغیرہ ایک ہزار سواروں کو ہمراہ لئے ہوئے عید الفطر ۱۲۷ھ کے شب کو حمص کو آ پہنچے۔ مروان نے اپنا لشکر مرتب کر کے حران سے اس فتنہ وشورش کے روکنے کو نکل کھڑا ہوا۔ اس کے ہمراہ ابراہیم (معزول خلیفہ) اور سلیمان بن ہشام بھی تھا۔ عید الفطر کے تیسرے دن حمص کے قریب پہنچا۔ اہل حمص نے شہر پناہ کے دروازے بند کر لئے۔ مروان کے منادی نے پکار کر کہا ((ما دعاکم الی النکث)) ''تم کو کس چیز نے بیعت توڑنے پر آمادہ کیا''۔ اہل حمص نے جواب دیا ((نحن لم ننکث و نحن علی الطاعة)) ''ہم نے بیعت شکنی نہیں کی اور ہم مطیع ہی ہیں'' اور دروازے کھول دیئے۔ عمر بن وضاح تین ہزار کی جمعیت سے شہر میں داخل ہوا۔ مخالفین نے مقابلہ کیا لیکن جب عہدہ برآ ہوتے نظر نہ آئے دوسرے دروازے سے نکل گئے۔ مروان ان کے تعاقب میں دوڑ کر دروازے کے اوپر چڑھ گیا اور تقریباً پانچ سو آدمیوں کو مار ڈالا اور شہر پناہ کو تین سو دراع کے قریب منہدم کرا دیا۔ اصبغ بن ذوالہ اور اس کا لڑکا فرافصہ

جان بچا کر بھاگ گیا۔

اہل غوطہ کی سرکوبی: اس واقعہ کے بعد مروان کو جب کہ وہ حمص میں تھا اہل غوطہ کی بغاوت کا حال معلوم ہوا کہ انہوں نے یزید بن خالد قسری کو اپنا امیر بنا کر والی دمشق زامل بن عمر کا محاصرہ کر لیا ہے۔ فوراً ابوالورد بن کوثر بن زفر بن حرث اور عمر بن وضاح کو بسرِ افسری دس ہزار فوج کے والی دمشق کی کمک کو روانہ کیا۔ دمشق کے قریب پہنچ کر ابوالورد نے باہر سے اور اہل شہر نے اندر سے حملہ کیا۔ اہل غوطہ کو شکست ہوئی یزید بن خالد مارڈالا گیا اور اس کا سر مروان کے پاس بھیج دیا گیا اور مزہ و برامہ جلا کر خاک وسیاہ کر دیئے گئے۔

ثابت بن نعیم کا خاتمہ: اس فتنے کا فرو ہونا تھا کہ ثابت بن نعیم نے اہل فلسطین کو جمع کے کر طبریہ پر محاصرہ کیا اس وقت ولید بن معاویہ بن مروان بن حکم والی طبریہ تھا۔ مروان نے یہ خبر پا کر ابوالورد کو اس طوفان بغاوت کے فرو کرنے پر مامور کیا۔ جس وقت ابوالورد طبریہ کے قریب پہنچا اہل طبریہ نے شہر سے نکل کر حملہ کیا۔ اہل فلسطین کے قدم میدان جنگ سے اکھڑ گئے۔ اتفاق سے اثنائے شکست میں ابوالورد سے مڈبھیڑ ہوگئی۔ ثابت بن نعیم کو دوبارہ شکست اٹھانی پڑی۔ اس ناگہانی واقعہ سے اس کے ہمراہی منتشر ہو گئے اور تین لڑکے اس کے گرفتار کر لئے گئے۔ جن کو ابوالورد نے مروان کے پاس بھیج دیا۔ مروان نے فلسطین پر رماحس بن عبدالعزیز کنانی کو مامور کیا۔ مہینے بعد اس نے تلاش کرا کے ثابت کو گرفتار کر کے مروان کے پاس بھیج دیا۔ مروان نے اس کو مع اس کے تین لڑکوں کے ہاتھ پاؤں کٹا کر سولی پر چڑھا دیا۔

تدمر پر مروان کا قبضہ: ان واقعات سے فارغ ہو کر مروان نے دیر ایوب میں اپنے لڑکوں عبداللہ وعبیداللہ کی ولی عہدی کی لوگوں سے بیعت لی اور ہشام کی لڑکیوں سے عقد کر دیا۔ بعد ازاں تدمر کا رخ کیا کیونکہ یہی ایک مقام شام میں اس کے قبضہ سے باہر رہ گیا تھا۔ اہل تدمر نے اس کے آنے سے پیشتر پانی کی سطح کو بیچا کر دیا تھا اس وجہ سے مروان کے لشکریوں نے چھاگلیں اور مشکیں بھر لیں اور اونٹوں پر بار کر لیا۔ مروان نے تدمر کے قریب پہنچ کر اپنے وزیر ابرش کلبی کو اہل شہر کے پاس بھیجا ان لوگوں نے اطاعت قبول کر لی اور کچھ لوگ چھوڑ کر بھاگ گئے۔ ابرش اس کے شہر پناہ کو بھی منہدم کرا کے جو لوگ مطیع ہو گئے تھے ان کو اپنے ہمراہ لئے ہوئے مروان کے پاس چلا آیا۔ بعدہ مروان نے یزید بن عمر بن ہبیرہ کو عراق کی جانب ضحاک شیبانی خارجی سے جو کہ کوفے میں تھا جنگ کرنے پر مامور کیا اور متواتر امدادی فوجیں شام سے روانہ ہونے کا حکم دیا اور خود بہ غرض روانگی یزید بن عمر قرقیسیا میں آ ٹھہرا۔

سلیمان بن ہشام اور مروان کی جنگ: اس سے پیشتر سلیمان بن ہشام اجازت حاصل کر کے آرام کرنے کے لئے رصافہ میں قیام پذیر ہو گیا تھا۔ اتفاق سے ایک گروہ کثیر اہل شام کا جن کو مروان نے ابن ہبیرہ کے ساتھ عراق کی طرف روانہ کیا تھا رصافہ کی جانب واپس آیا اور سلیمان بن ہشام کی خدمت میں خلافت قبول کرنے کی درخواست پیش کی۔ سلیمان نے منظور کر لیا ان کے ساتھ ساتھ قنسرین گیا۔ لشکر کو مرتب وآراستہ کر کے اہل شام کو خط لکھا۔ اہل شام چاروں طرف سے بادلوں کی طرح امنڈ آئے۔ مروان تک یہ خبر پہنچی تو اس نے ابن ہبیرہ کو قیام کر دینے کا فرمان بھیج دیا اور خود قرقیسیا سے

سلیمان کی جانب لوٹ کھڑا ہوا۔ قنسرین کے باہر مقام خساف میں سلیمان بن مروان نے صف آرائی کی' لڑائی ہوئی۔ بالآخر سلیمان شکست کھا کر بھاگا مروان نے اس کے لشکر گاہ کا مال واسباب اپنے لشکریوں کے لئے مباح کر دیا اور نہایت بے رحمی سے اس کے ہمراہیوں کو جو گرفتار کر لئے گئے تھے' قتل کر ڈالا۔ ابراہیم (سلیمان کا بڑا لڑکا) اور خالد بن ہشام مخزومی (ہشام بن عبدالملک کا ماموں) مع تین ہزار فوج کے معرکۂ جنگ میں کام آئے۔

محاصرہ حمص: سلیمان اپنی باقی ماندہ فوج لئے ہوئے حمص بھاگ کر پہنچا اور دوبارہ لشکر کو مرتب کر کے شہر پناہ کی ٹوٹی ہوئی دیواروں کو درست کرایا۔ مروان یہ سن کر حمص پر جا پہنچا۔ سلیمان کے ہمراہیوں میں سے سات سو آدمیوں نے مر جانے پر باہم عہد و پیمان کیا اور اپنی فوج سے علیحدہ ہو کر کمین گاہ میں بیٹھ رہے۔ جس وقت مروان کے لشکر کا زیادہ حصہ گزر گیا۔ کمین گاہ سے نکل کر دفعتہً مروان کے ساقہ پر حملہ کر دیا۔ صبح سے عصر کے وقت تک لڑائی ہوتی رہی۔ مروان نے ان میں سے تقریباً چھ سو آدمیوں کو قتل کر ڈالا۔ باقی جو رہے وہ سلیمان کے پاس چلے آئے۔ سلیمان یہ خبر سن کر اپنے لڑکے سعید کو چھوڑ کر تدمر چلا گیا۔ دس ماہ تک مروان حمص کا محاصرہ کئے رہا۔ تقریباً اسی منجنیقیں نصب کرائیں جن کے ذریعہ سے شب و روز سنگ باری کی جاتی تھی۔ بالآخر اہل حمص نے تنگ آ کر امان طلب کی۔ اس کے بعد مروان ضحاک خارجی سے جنگ کرنے کو کوفہ چلا گیا۔

ضحاک اور ابن ہبیرہ کی جنگ: بعض کا بیان ہے کہ سلیمان بن ہشام قنسرین سے شکست اٹھا کر عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز کے پاس عراق چلا گیا تھا اور اس کے ہمراہ ضحاک سے جنگ کرنے کو خروج کیا تھا اور اسی کے ہاتھ پر بیعت بھی کر لی تھی۔ اسی اثناء میں نضر بن سعید والی عراق ہو کر آ گیا۔ پس جب سلیمان و عبداللہ وغیرہ اس سے مستعد جنگ ہوئے تو یہ مروان کی طرف بھاگا۔ اتفاق یہ کہ قادسیہ میں ضحاک کے لشکر سے مڈبھیڑ ہو گئی جس کا سردار ابن فلجان تھا۔ نضر نے اس کو قتل کر ڈالا۔ ضحاک نے بجائے اس کے کوفے میں مثنیٰ بن عمران کو والی بنایا اور خود موصل کی جانب چلا گیا۔ ابن ہبیرہ یہ سن کر کوفہ کی طرف بڑھا عین التمر میں پہنچ کر پڑاؤ کر دیا۔ مثنیٰ مقابلے پر آیا' لڑائی ہوئی ابن ہبیرہ نے کمال مردانگی سے شکست دے کر اس کو مع چند سرداران ضحاک کے قتل کر ڈالا۔ اس سے خوارج بھاگ کھڑے ہوئے۔ انہیں لوگوں کے ہمراہ منصور بن جمہور بھی تھا۔ کوفے میں پہنچ کر منہزمین نے اپنے منتشر گروہ کو جمع کر کے بقصد مقابلہ ابن ہبیرہ دوبارہ خروج کیا۔ ابن ہبیرہ نے اس مرتبہ بھی ان کو شکست دی اور مظفر و منصور ہو کر کوفے میں داخل ہوا۔ چندے قیام کر کے واسط کی جانب کوچ کر دیا۔ پھر ضحاک نے ابن ہبیرہ سے جنگ کرنے کو عبیدہ بن سوار تغلبی کو مامور کیا۔ مقام صراۃ میں مقابلہ کی نوبت آئی۔ اس معرکے میں بھی خوارج شکست نصیب رہے جیسا کہ ان کے حالات میں بیان کیا جائے گا۔

عبداللہ بن معاویہ: عبداللہ بن معاویہ بن عبداللہ بن جعفر ۱۲۷ھ میں اپنے بھائیوں اور لڑکوں کے ساتھ عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز کے پاس کوفہ چلے آئے تھے۔ عبداللہ بن عمر نے ان کی بڑی تعظیم و تکریم کی اور تین سو درہم یومیہ ان کے لئے مقرر کر دیئے۔ ایک مدت تک اسی حالت میں رہے۔ پس جب ابراہیم بن ولید کی اس کے بھائی یزید کے بعد بیعت خلافت کی گئی اور شام میں آئے دن فتنہ و فساد برپا ہونے لگے اور مروان نے دمشق کا قصد کیا۔ اس وقت عبداللہ بن عمر نے عبداللہ بن معاویہ کو

اپنے پاس روک رکھا اور مقررہ روزینہ کو بڑھا دیا اور مروان سے یہ وعدہ کر لیا کہ اگر ابراہیم بن ولید پر فتح یابی حاصل کر لو گے تو میں تمہاری بیعت کر لوں گا۔ چنانچہ مروان نے جس وقت ابراہیم پر فتح حاصل کر لی' اسمٰعیل بن عبداللہ قسری نے کوفے کے قریب جا کر دم لیا (اور یہ ظاہر کیا کہ مجھے ابراہیم خلیفہ وقت نے لوگوں کے جمع کرنے کو بھیجا ہے) مگر عبداللہ بن عمر نے ایک نہ سنی اور مقابلے کے لئے نکل آئے۔ اسمٰعیل نے اس خیال سے کہ مبادا افشائے راز کی وجہ سے اس کی فضیحتی نہ ہو اپنے ہمراہیوں کو سمجھایا کہ ''مجھے خون ریزی منظور نہیں ہے اگر عبداللہ بن عمر میرا کہنا نہیں مانتا ہے نہ مانے''۔ اس اثناء میں ابراہیم کی شکست کی خبر طشت از بام ہوگئی اور اہل کوفہ میں نفاق پیدا ہو گیا۔ اس وجہ سے کہ عبداللہ بن عمر نے مضر و ربیعہ کے بعض آدمیوں کو انعامات دیئے اور وظائف مقرر کئے تھے اور بعض کو کورا ہی رکھا تھا۔ جن لوگوں کے وظائف نہیں مقرر کئے گئے تھے ان لوگوں نے آپس میں سرگوشیاں شروع کیں۔ عبداللہ بن عمر کو اس کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے اپنے بھائی عاصم کو جب کہ وہ لوگ دیر ہند میں تھے معذرت کرنے اور سمجھانے کو بھیجا۔ پس وہ لوگ اس بے جا جوش وضد پر نادم ہو کر واپس آئے۔ شام ہوئی تو عبداللہ بن عمر نے ایک لاکھ درہم عمر بن غضبان بن قبعثری کے پاس بھیج دیا اس نے اپنی قوم پر تقسیم کر دیا۔

امارت کوفہ پر عبداللہ بن معاویہ کا قبضہ: اس سے شیعان علیؓ میں شورش پیدا ہوئی اور انہوں نے جمع ہو کر عبداللہ بن معاویہ کی بیعت کر لی' قصر کوفہ میں لے گئے امارت کی کرسی پر بٹھایا اور عاصم کو نکال دیا۔ عاصم بہ حال پریشاں اپنے بھائی عبداللہ بن عمر کے پاس حیرہ چلا آیا۔ کوفیوں نے علی الاعلان عبداللہ بن معاویہ کی بیعت کی۔ از انجملہ منصور بن جمہور' اسمٰعیل برادر خالد قسری اور عمر بن عطا وغیرہ تھے۔ اس کے بعد اہل مدائن کی جانب سے چند لوگوں نے حاضر ہو کر بیعت کی رفتہ رفتہ ایک لشکر جمع ہو گیا۔ عبداللہ بن معاویہ نے سب کو مرتب و مسلح کر کے عبداللہ بن عمر کی طرف جو حیرہ میں تھا خروج کر دیا۔ عبداللہ بن عمر نے اپنے ایک آزاد غلام کو بطور مقدمۃ الجیش آگے بڑھنے کا حکم دیا' اور یہ سمجھا دیا کہ فلاں مقام پر میرے آنے تک ٹھہرے رہنا اور اس کے بعد خود بھی بہ قصد جنگ لشکر لئے ہوئے نکلا۔

عبداللہ بن معاویہ کی پسپائی: جب عبداللہ بن عمر مقام موعود پر پہنچ گئے۔ تو دونوں نے مجموعی قوت سے حملہ کیا۔ اثناء جنگ میں منصور بن جمہور' اسمٰعیل برادر خالد قسری اور عمر بن عطاء جنگ کا نقشہ بگڑتا ہوا دیکھ کر کنارہ کش ہو گئے۔ عبداللہ بن عمر نے ان کو راستہ دے دیا وہ تو حیرہ چلے گئے اور عبداللہ بن معاویہ شکست کھا کر کوفہ چلے آئے۔ باقی رہا عمر بن غضبان اس کو عبداللہ بن عمر کے میمنہ نے گھیر رکھا۔ اس نے اپنے ہمراہیوں کو ایک پرجوش تقریر سے ابھار کر ایسا قوی حملہ کیا کہ عبداللہ بن عمر کا میمنہ مجبوراً پیچھے ہٹا اور عمر بن غضبان مع اپنے ہمراہیوں کے کوفہ واپس آیا۔ چند روز تک عبداللہ بن معاویہ کے ساتھ قصر امارت میں ٹھہرا رہا۔ ربیعہ و زیدیہ سکک کے دروازوں پر بکمال مردانگی سے عبداللہ بن عمر کا مقابلہ کر رہے تھے۔ بالآخر مصالحت کی گفتگو ہونے لگی۔ ربیعہ نے اپنے اور عبداللہ بن معاویہ اور زیدیہ کے لئے امان حاصل کر لی۔ چنانچہ عبداللہ بن معاویہ ان لوگوں کے ہمراہ مدائن چلے گئے۔ کوفے کے ایک گروہ نے ان کی اتباع کی اور مدائن پہنچ کر جب ان کی حالت اطمینان بخش ہو گئی تو انہوں نے حلوان' جبل' ہمدان' اصفہان اور رے پر قبضہ کر لیا۔ جیسا کہ آئندہ ان کی حالت احاطہ تحریر

میں لائی جائے گی۔

نصر بن سیار اور حرث بن شریح: جس وقت مروان کے قبضہ میں زمام حکومت آ گئی اور اس نے اپنی جانب سے عراق کی گورنری پر یزید بن عمر بن ہبیرہ کو مامور کیا تو ابن ہبیرہ نے خراسان کی نیابت پر نصر بن سیار کو بحال رکھا۔ نصر بن سیار نے مروان بن محمد کی بیعت کی۔ حرث بن شریح کو اس سے خطرہ پیدا ہوا کہ مجھے یزید بن ولید نے امان دی تھی نہ کہ مروان نے' ذہن میں یہ آنا تھا کہ نکل کھڑا ہوا اور اپنے ہوا خواہوں کو جمع کر کے ایک لشکر مرتب کر لیا۔ نصر سے تحریک کی کہ شریک جماعت رہو جو کام کیا جائے شوریٰ سے کیا جائے نصر نے منظور نہ کیا۔ تب حرث کے کہنے سے جہم بن صفوان نے (جو راسب کا آزاد غلام اور جہمیہ کا سردار تھا) کھڑے ہو کر نصر کی عادات وخصائل بیان کر کے لوگوں پر اس امر کو جس کی اس کو دعوت دی گئی تھی ظاہر کر دیا اس سے عوام الناس پر بہت برا اثر پڑا یوماً فیوماً جماعت بڑھتی گئی پھر حرث نے نصر کے پاس سالم بن احور افسر پولیس کی معزولی اور دوسرے عمال کی تبدیلی کا پیام بھیجا۔

دونوں آدمیوں میں بہت رد وکد کے بعد یہ طے پایا کہ چار اشخاص مقاتل بن سلیمان اور مقاتل بن حیان من جانب نصر بن سیار اور مغیرہ بن شعبہ جہضمی اور معاذ بن جبلہ۔ حرث کی جانب سے منحصر علیہم پر مقرر کئے جائیں جو طریقہ سیاست بتلائیں اور جن جن عمال کو منحصر علیہم ولایت سمرقند وطخارستان پر مقرر کریں فریقین کو منظور ہوگا۔ چونکہ اکثر حرث کہا کرتا تھا کہ ''میں علم بردار اور عرب کا سردار ہوں۔ دمشق کا شہر پناہ بات کی بات میں زمین دوش اور بنو امیہ کی حکومت کا خاتمہ کر دوں گا'' نصر نے کہلا بھیجا کہ اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو تو بسم اللہ دمشق کا قصد کر دو (اگر کامیابی حاصل کر لی تو میں تمہارے قبضے میں ہوں ورنہ تم اپنے قبیلہ کو تباہ نہ کرو'۔ حرث نے جواب دیا ''میں تو سچ ہی کہہ رہا ہوں لیکن افسوس ہے کہ میرے ہمراہی اس امر پر بیعت نہ کریں گے''۔ نصر نے کہا ''جب یہ لوگ تمہاری رائے کے پابند نہیں ہیں تو کیوں بیس ہزار ربیعہ و یمن کو معرض ہلاکت میں ڈالتے ہو۔ خیر لو میں تم کو ماوراء النہر کی حکومت دیئے دیتا ہوں ساتھ ہی اس کے تین لاکھ درہم بھی نذر کروں گا''۔ حرث نے اس سے انکار کیا اس وقت نصر نے کرمانی سے مخاطب ہو کر کہا ''تم حرث کا خاتمہ کر دو اگر تم نے اس کو مار ڈالا تو یاد رکھو میں عمر بھر تمہارا مطیع رہوں گا''۔

نصر وحرث میں اختلاف: ان واقعات کے بعد نصر وحرث نے متفق ہو کر جہم بن صفوان ومقاتل بن حیان کو حکم مقرر کیا۔ ان دونوں نے بہ اتفاق رائے یہ فیصلہ کیا کہ نصر تو معزول کر دیا جائے اور حکم واحکام شوریٰ سے صادر ہوا کریں۔ نصر نے اس فیصلہ سے انکار کیا۔ حرث نے اس انکار سے مخالفت کی اس فتنہ وفساد کی خبر پا کر چند عمائدین خراسان نصر کے پاس آئے۔ جس میں عاصم بن عمیر خزیمی' ابو الدیال ناجی اور مسلم بن عبد الرحمن وغیرہ تھے اور ان کے ہمراہ خود حرث بھی تھا۔ حرث نے حکم دیا۔ علی رؤس الاشہاد بازاروں میں' مساجد میں اور اس کے دروازے پر بھی اس کی حرکات' سکنات اور عادات بیان کی جائیں' چنانچہ اس کی تعمیل کی گئی۔ ایک انبوہ کثیر جمع ہو گیا۔ دروازے پر جو حالات بیان کر رہا تھا۔ نصر کے غلاموں نے اس کی مرمت کر دی۔

حرث کی پسپائی: حرث کے کانوں تک یہ خبر پہنچی تو اس نے اعلان جنگ کر کے لڑائی کی تیاری کر دی اور رات کے وقت مرو کے شہر پناہ کو توڑ کر ایک بڑا سا روزن بنا لیا۔ دن ہوا تو اسی راہ سے شہر میں داخل ہو کر لڑائی چھیڑ دی۔ فریقین جی توڑ کر گتھ گئے۔ جہم بن مسعود ناجی اور اعین (مولی حیان) مارے گئے۔ سالم بن احور کا مکان لوٹ لیا گیا۔ صبح ہوئی تو سالم بن احور بہ قصد جنگ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا۔ حرث بھی نہایت مردانگی سے مقابلہ پر آیا لیکن اس کی قسمت میں پہلے ہی سے شکست لکھی جا چکی تھی پسپا ہو کر بھاگا۔ سالم بن احور نے اس کے لشکر گاہ میں گھس کر اس کے کاتب (میر منشی یزید بن داؤد) کو مار ڈالا۔

نصر اور کرمانی کی جنگ: بعد ازاں نصر نے کرمانی کو بلا بھیجا یہ اس وقت از دوربیعہ میں موجود اور حرث کا بہی خواہ تھا۔ جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں پس کرمانی امان حاصل کر کے نصر کے پاس آیا باتوں باتوں میں نصر کے مصاحبین نے کرمانی سے سخت کلامی کی۔ جس سے ان کو نصر کی طرف سے سوء ظنی پیدا ہوئی۔ اٹھ کر چل دیا لیکن اس کے ہمراہیوں میں سے جہم بن صفوان کو گرفتار کر کے ان لوگوں نے مار ڈالا۔ اس واقعہ کے بعد حرث نے اپنے لڑکے حاتم کو کرمانی کے پاس جنگ پر ابھارنے کی غرض سے روانہ کیا۔ کرمانی کے مصاحبین نے کہا ''تمہارے یہ دونوں (یعنی حرث و نصر) دشمنِ جانی ہیں اور۔

چو دشمن بہ دشمن شود مشتغل

تو با دوستان بہ نشین بہ آرام دل

یہ آپ ہی لڑ بھڑ کر خائب و خاسر ہو جائیں گے آپ کیوں دخل در معقولات کرتے ہو۔ کرمانی نے اس کا کچھ جواب نہ دیا دوسرے صبح ہوتے ہی لڑائی شروع کر دی۔ نصر کے لشکر نے سینہ سپر ہو کر مقابلہ کیا۔ مگر کرمانی کے تیز حملوں کی تاب مقادمت نہ لا سکا۔ میدان جنگ سے بھاگ گئے اور تمیم بن نصر اور سالم بن احور تلوار کے سایوں کے نیچے موت کی ٹھنڈی نیند سو رہے تھے۔

کرمانی کا مرو پر قبضہ: اگلے دن صبح کے وقت نصر نے مرو سے نکل کر حملہ کیا۔ تین روز تک برابر لڑائی ہوتی رہی۔ بالآخر کرمانی اور اس کے ہمراہیوں کو شکست ہوئی۔ منادی نے یہ پکار کر ندا دی ''اے گروہ ربیعہ و یمن کیوں بھاگ رہے ہو نصر ابن سیار تو مار ڈالا گیا''۔ ربیعہ و یمن یہ ندا سن کر گھبرا گئے اور مضریوں کو جو نصر کی رکاب میں تھے شکست ہو گئی۔ تمیم بن نصر پر غیرت کے مارے سینکڑوں گھڑے پانی کے پڑ گئے فوراً پیادہ پا ہو کر لڑنے لگا۔ جس وقت یمامہ کو شکست نصیب ہوئی تو حرث نے کہلا بھیجا ''میں تمہارے لئے کافی ہوں کیونکہ یمانیہ تمہاری شکست دینے میں میری تائید کر رہے ہیں۔ تم اپنے ہمراہیوں کو کرمانی کے مقابلے پر بھیجو''۔ زیادہ عرصہ نہ گزرنے پایا تھا کہ میدان جنگ نصر اور اس کے ہمراہیوں سے خالی ہو گیا۔ کرمانی نے مرو پر قبضہ کر لیا' مال واسباب جو کچھ پایا لوٹ لیا مگر اس کا یہ فعل حرث کے خلاف مرضی تھا۔

حرث کا خاتمہ: پھر خاتمہ جنگ کے بعد بجائے اتفاق آپس میں نفاق پیدا ہو گیا۔ بشر بن برموضی پانچ ہزار آدمیوں کو لے کر حرث سے علیحدہ ہو کر کہنے لگا ''ہم تو عدل کے خیال سے تمہارے ساتھ ہو کر لڑتے تھے لیکن اگر تم ضد کی وجہ سے کرمانی کی اتباع کرو گے تو ہم تمہارا ساتھ نہ دیں گے''۔ حرث نے کرمانی کو شورئی کرنے کی غرض سے بلا بھیجا۔ کرمانی نے انکار کر دیا۔ تب حرث اس سے جدا ہو کر دوسرے مقام پر چلا آیا۔ چند دنوں عواقب امور پر غور کرتا رہا۔ آخر الامر ایک روز شب کے

وقت شہر پناہ کو توڑ کر شہر میں گھس پڑا۔ کرمانی نے نہایت سختی سے مقابلہ کر کے حرث کو پسپا کر دیا۔ اس معرکے میں حرث اور اس کا بھائی سوادہ مارے گئے اور کرمانی بے غل وغش مرو پر پورے طور سے متصرف ہو گیا۔

بعض کا بیان ہے کہ بشر بن جرموز کی علیحدگی کے بعد کرمانی نے حرث کے ساتھ بہ قصد جنگ خروج کیا۔ جنگ کی نوبت نہ آئی تھی کہ حرث کو کرمانی کا ساتھ دینے پر ندامت پیدا ہوئی۔ رات کے وقت اٹھ کر بشر کے لشکر میں چلا آیا اور اس کے ساتھ رہنے لگا۔ مضریوں کو جو کرمانی کے لشکر میں تھے خط وکتابت کر کے بلا لیا۔ کرمانی کے ساتھ مضریوں میں سے سوائے سلمہ بن ابی عبداللہ کے اور کوئی نہ رہ گیا۔ لڑائی شروع ہوئی روزانہ اپنے اپنے خندقوں اور مورچوں سے نکل کر لڑتے اور شام ہوتے اپنے اپنے لشکر گاہ میں واپس چلے جاتے تھے۔ چند دنوں بعد حرث مرو کا شہر پناہ توڑ کر گھس پڑا۔ کرمانی نے اس کا تعاقب کیا۔ حرث اور اس کے ہمراہیوں نے کمال مردانگی وجوش سے مقابلہ کیا' اثنائے جنگ میں حرث اور اس کا بھائی اور بشر بن جرموز اور بنو تمیم کا ایک گروہ مارا گیا۔ باقی جو رہے وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ کرمانی نے مرو میں داخل ہو کر مضریوں کے محلے کو کھدوا ڈالا۔ یہ واقعہ ۱۲۸ھ کا ہے۔

ابومسلم کی مرو کو روانگی: ابومسلم نے ابراہیم امام کے حکم کی تعمیل کی۔ مرو آیا اور امام کا خط جو بنام سلیمان بن کثیر تھا' سلیمان بن کثیر کو دیا۔ اس خط میں دعوت خلافت عباسیہ کے اظہار کی تاکید کی تھی۔ سلیمان بن کثیر کے ہمراہیوں نے ابومسلم کو بہ اظہار اس امر کے کہ یہ شخص اہل بیت سے ہے چندے ہمراہ رکھا اور لوگوں کو علانیہ خلافت عباسیہ قائم کرنے کی ترغیب دینے لگا اور اطراف وجوانب کے دعاۃ کو دعوت خلافت عباسیہ کے ظاہر کرنے کو لکھ بھیجا۔ ابومسلم نے مرو کے مضافات سے ایک گاؤں[1] میں قیام کیا۔ یہ واقعہ شعبان ۱۲۹ھ کا ہے۔ بعد ازاں ابومسلم نے دعاۃ[2] دولت عباسیہ کو طخارستان' مرالروذ' طالقان اور خوارزم میں دعوت دینے کی غرض سے پھیلا دیا اور یہ حکم عام دے دیا' کہ اگر مخالفین قبل از وقت پیش دستی کریں تو کچھ مضائقہ نہیں ہے جہاد وحفاظت جان کے لئے تلواریں نیام سے باہر کر لینا اور جو شخص دشمنان خدا کے ساتھ مصروف ہونے کی وجہ سے وقت پر حاضر نہ ہو سکے گا وہ بعد از وقت اپنی جان نثاری دکھا سکے گا اس میں کوئی حرج نہیں ہے''۔

انظل والسحاب: ان لوگوں کی روانگی کے بعد آخری رمضان سنہ مذکور میں ابومسلم قریہ سفیدنج میں سلیمان بن کثیر خزاعی کے پاس جا کر مقیم ہوا۔ جن دنوں کرمانی وشیبانی اور نصر بن سیار سے لڑائی ہو رہی تھی۔ ۲۵ رمضان شب پنج شنبہ کو ابومسلم نے وہ پرچم نکالا جس کو امام ابراہیم نے اس کے پاس بھیجا تھا اور جس کا نام ''انظل'' تھا اور اس کو ایک نیزے پر نصب کیا جس کا طول چودہ ذراع تھا اور دوسرے پرچم کو جس کو امام ابراہیم نے اس کے ہمراہ بھیجا تھا اور ''السحاب'' کے نام سے موسوم تھا دوسرے

---

[1] اس گاؤں کا نام فنین تھا اور ابوالحکم عیسیٰ بن اعین نقیب کے مکان پر ابومسلم نے قیام کیا تھا۔ کامل ابن اثیر مطبوعہ مصر جلد پنجم صفحہ ۱۶۹

[2] دعاۃ جو مختلف مقامات کی طرف بھیجے گئے ان کے اسماء بقید تقرری مقام حسب ذیل ہیں۔ ابوداؤد نقیب وعمر بن اعین طخارستان واطراف بلخ کی طرف ابوعاصم عبدالرحمن بن سلیم طالقان کی جانب۔ نصر بن صبیح تمیمی وشریک بن عقبی تمیمی مروالروذ کی طرف جہم بن عطیہ وعلاء بن حریث خوارزم کی طرف ماہ رمضان المبارک ۱۲۹ھ میں بھیجا گیا۔ کامل ابن اثیر مطبوعہ مصر جلد ۵ صفحہ ۱۶۹

نیزے پر جو طولاً تیرہ ذراع تھا نصب کیا۔ پرچم نصب کرنے کے وقت یہ آیہ کریمہ :

﴿اذن للذین یقاتلون بانھم ظلمو او ان اللّٰہ علی نصرھم لقدیر﴾

پڑھتا جاتا تھا۔ پرچم نصب کرنے کے بعد اس نے اور سلیمان بن کثیر اور اس کے بھائی اور غلاموں اور اہل سفیذنج سے جن لوگوں نے ان کی ہم خیالی قبول کی تھی۔ سیاہ کپڑے پہنے اور رات کے وقت اپنے گروہ کو مطلع کرنے کے خیال سے خرقان میں آگ مشتعل کی۔ چنانچہ صبح ہوتے ہی چاروں طرف سے ہوا خواہاں دولت عباسیہ جمع ہو گئے۔ سب سے پہلے اہل سقادم سات سو پیادوں کی جمعیت سے بسر گروہی ابو وضاح حاضر ہوئے۔ بعد ازاں دعاۃ میں سے ابو العباس مروزی آیا۔ پھر ابو مسلم نے نہایت حزم و احتیاط سے سفیذنج کی قلعہ بندی کی اور اس اثناء میں عید الفطر کا دن آ گیا۔ سلیمان بن کثیر نے نماز پڑھائی اور بلا اذان و اقامت پڑھی اور پہلی رکعت میں چھ تکبیریں کہیں دوسری میں پانچ۔ برعکس اس کے [1] بنو امیہ کرتے تھے اور یہ کل امور وہ تھے کہ ان کے امام اور امام کے باپ نے اس کی ہدایت کی تھی۔ سلیمان بن کثیر اپنے متبعین کے ساتھ نماز پڑھ کر اپنے جائے قیام پر واپس آیا اور ان کے ساتھ بیٹھ کر کھانا تناول کیا۔

<u>ابو مسلم کا نصر کے نام خط</u>: اس سے پیشتر ابو مسلم جب نصر کو خط لکھا کرتا تھا تو اس کے نام کو سرنامہ میں لکھتا تھا لیکن جس وقت آپس میں ہوا خواہان دولتِ عباسیہ کے جمع ہو جانے سے قوت آ گئی تو ایک خط نصر کو تحریر کیا اور اپنے نامہ کو سرنامہ پر لکھا:

عبارتِ خط یہ تھی :

((اما بعد فان اللّٰہ تبارک اسمائوہ غیر قوما فی القرآن فقال و اقسموا باللّٰہ جھد ایمانھم لئن جاء ھم نذیر لیکون اھدیٰ من احدی الامم فلما جاء ھم نذیر ما زاد ھم الانفورا استکباراً فی الارض و مکر السئی و لا یحیق المکر السیئی الا باھلہ فھل ینظرون الاسنۃ الاولین فلن تجد لسنۃ اللّٰہ تبدیلا و لن تجد لسنۃ اللّٰہ تحویلا))

’’امابعد بے شک اللہ تبارک اسماؤہ نے قرآن میں ایک قوم کو بدل دیا ہے۔ پس ارشاد کیا اور قسم کھاتے تھے اللہ کی۔ تاکید کی قسمیں کہ اگر ان کے پاس کوئی ڈرسنانے والا آئے گا تو اور امتوں کی بہ نسبت بیشک ہم بہتر راہ چلیں گے۔ پھر جب ان کے پاس ڈرسنانے والا آیا تو بڑھ گئی ان کی اور نفرت اور غرور کرنا ملک میں اور برے کام میں داؤں کرنا اور برائی کا داؤں براہی کرنے والوں پر لوٹے گا۔ پس کیا اب وہی اگلوں کا سا دستور دیکھا چاہتے ہیں۔ پس تو اللہ کا دستور بدلتا نہ پائے اور نہ پائے گا اللہ کا دستور ٹلتا‘‘۔

نصر اس خط کو پڑھ کر آگ بگولا ہو گیا بجائے جواب خط اپنے آزاد غلام یزید کو ابو مسلم سے جنگ کرنے کو (ابو مسلم کے ظہور کے اٹھارویں مہینے) روانہ کیا۔

---

[1] بنو امیہ کا دستور یہ تھا کہ خطبہ قبل نماز پڑھتے اور نماز کو اذان و اقامت کے ساتھ ادا کرتے تھے۔ پہلی رکعت میں چار تکبیریں کہتے تھے اور دوسری میں تین۔ کامل ابن اثیر مطبوعہ مصر جلد ۵ صفحہ ۱۷۰

دولتِ عباسیہ اور امیہ کے مابین پہلی جنگ: ابومسلم نے اس کے مقابلے پر مالک بن ہیثم خزاعی کو مامور کیا۔ جنگ چھڑنے سے پہلے مالک نے یزید کو حمایتِ آلِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی دعوت دی۔ یزید نے انکار کیا۔ مالک نے حملہ کرنے کا حکم دے دیا اس وقت اس کے ہمراہی صرف دو سو آدمی تھے۔ تمام دن بہت زور و شور سے لڑائی ہوتی رہی' اتفاق وقت سے بعد عصر ابومسلم کے پاس صالح بن سلیمان ضبی' ابراہیم بن یزید اور زیاد بن عیسیٰ وغیرہ آ گئے۔ ابومسلم نے ان کو مالک کی کمک پر بھیج دیا جس سے مالک کی قوت بڑھ گئی اور ایک تازہ جوش سے لڑنے لگا۔ عبداللہ طائی نے یزید (نصر کے آزاد غلام) پر دفعتہً حملہ کر کے قید کر لیا اور اس کے قید ہوتے ہی اس کے کل ہمراہی بھاگ کھڑے ہوئے۔ عبداللہ بن طائی نے یزید کو مع مقتولین کے سروں کے ابومسلم کی خدمت میں روانہ کر دیا۔ ابومسلم نے یزید کو عزت و احترام سے ٹھہرایا علاج کراتا رہا جب زخم مندمل ہو گئے تو کہا ''تمہارا جی چاہے تو میرے پاس قیام کرو اللہ تعالیٰ تمہیں جزائے خیر عطا کرے گا۔ ورنہ تم اپنے آقا کے پاس لوٹ جاؤ' مگر شرط یہ ہے کہ ہم سے اقرار کر لو کہ آئندہ ہمارے مقابلے پر نہ آؤ گے اور نہ ہم پر جھوٹ کی تہمت لگاؤ گے''۔ یزید نے پچھلی شق اختیار کی اور نصر کے پاس لوٹ آیا۔ نصر تاڑ گیا کہ ان لوگوں نے اس سے کچھ نہ کچھ ضرور اقرار لیا ہو گا۔ یزید نے کہا ''واللہ تمہارا خیال صحیح ہے ان لوگوں نے مجھ سے حلف لیا ہے کہ میں ان کو کذب سے متہم نہ کروں گا اور بے شک وہ لوگ اوقات مقررہ پر نماز اذان و اقامت کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔ قرآن شریف کی تلاوت کرتے ہیں اللہ جل شانہ کا بہت ذکر کرتے ہیں اور آلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حکومت قائم کرنے کی طرف لوگوں کو رغبت دیتے ہیں۔ میرا خیال یہ ہے کہ یہ لوگ ایک نہ ایک روز ضرور کامیاب ہو جائیں گے اگر میرے آقا نہ ہوتے تو میں انہیں کے پاس ٹھہرا رہتا''۔ حالانکہ اکثر آدمی ہوا خواہان دولتِ عباسیہ کو بت پرستی اور استحلال حرام سے متہم کرتے ہیں (یہ پہلی لڑائی تھی جو کہ ہوا خواہان دولت امویہ و عباسیہ میں ہوئی)

خازم بن خزیمہ کا خروج: اسی سنہ میں خازم بن خزیمہ نے مروالروذ پر تصرف کر لیا اور اس کے عامل کو جو نصر بن سیار کی جانب سے مامور تھا قتل کر ڈالا۔ خازم بن خزیمہ قبیلہ تمیم سے تھا اور بنو عباس کا ہوا خواہ تھا جب اس نے مروالروذ پر خروج کرنے کا قصد کیا تو بنو تمیم مانع ہوئے اس نے ان لوگوں کو یہ پٹی پڑھائی کہ ہم اور تم ایک ہی ہیں پس اگر ہم کامیاب ہو گئے تو یہ سب تمہارا ہی ہے اور اگر مار ڈالے گئے تو جھگڑا صاف ہو گیا تم کو ہماری مخالفت کی ضرورت ہی نہ رہ جائے گی''۔ بنو تمیم یہ سن کر خاموش ہو رہے اور اس نے قریہ زاہا میں قیام کر دیا۔ ایک روز بحالتِ غفلت مروالروذ پر حملہ کر کے اس کے عامل بشر بن جعفر سعدی کو قتل کر ڈالا۔ (یہ واقعہ اوائل ذی القعدہ ۱۲۹ھ کا ہے) اور اپنے لڑکے خزیمہ بن خازم کو فتح کا بشارت نامہ دے کر ابومسلم کی خدمت میں روانہ کیا۔

ابومسلم خراسانی اور ابراہیم امام: بعض نے ابومسلم کے واقعات یوں بھی بیان کئے ہیں کہ ابراہیم امام نے بہ وقت روانگی خراسان ابومسلم کا عقد ابوالنجم کی لڑکی سے کر دیا تھا اور نقیبوں کو اس کی اطاعت و فرماں برداری کی تاکید کی تھی۔ ابومسلم سواد کوفہ کا رہنے والا اور ادریس بن معقل عجلی کا قہرمان تھا۔ بعد ازاں محمد بن علی کی خدمت میں رہنے لگا۔ بعدہٗ ان کے لڑکے

ابراہیم بن محمد کی بعدہ اور ایمہ کی خدمت کرتا رہا جوان کی اولاد سے تھا۔ اسی زمانے میں خراسان بھیج دیا گیا۔ سلیمان بن کثیر نے کمسن ہونے کی وجہ سے واپس کر دیا۔ اس وقت ابوداؤد خالد بن ابراہیم نہر بلخ کی پرلی طرف گیا ہوا تھا۔ جب مرو میں واپس آیا اور امام کا خط اس نے پڑھا تو ابومسلم کو دریافت کیا۔ حاضرین نے کہا ''کم سنی کی وجہ سے سلیمان بن کثیر نے اس کو لوٹا دیا ہے کہ یہ کچھ کام نہ کر سکے گا اس سے ہم کو اور ان لوگوں کو جن کی دعوت دی جاتی ہے۔ جان کا خطرہ ہے''۔ ابوداؤد بولا ''بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عامہ خلائق کی طرف مبعوث کیا تھا اور ان پر اپنی کتاب و شریعت نازل فرمائی تھی اور ان کو گذشتہ و آئندہ حالات سے آگاہ کیا تھا اور کمال رحمت سے آپ کا علم آپ کے بعد بھی آپ کی امت کے لئے باقی رکھا ہے اور بلاشبہ آپ کا علم آپ ہی کی عزت و اہل بیت کے پاس ہے اور وہی لوگ معدن علم اور ورثاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اس چیز کے جس کا علم اللہ تعالیٰ نے ان کو دیا تھا کیا تم لوگوں کو اس میں کچھ شک وشبہ ہے''۔ حاضرین بولے ''نہیں'' ابوداؤد نے کہا'' پھر تم لوگوں کو کیوں شک وشبہ پیدا ہوا جو اس شخص (یعنی ابومسلم) کو امام نے تمہاری طرف کیا بلاسوچے سمجھے بھیجا تھا۔ اے بھائیو جب تک اس کی اہلیت وقابلیت امام نے نہ جانچ لی ہوگی تمہاری طرف اس کو نہ بھیجا ہوگا''۔ حاضرین ابوداؤد کی تقریر سے قائل ہو گئے اسی وقت آدمیوں کو بھیج کر ابومسلم کو واپس بلا لیا اور اپنے کاموں کا اس کو متولی کر دیا اور اس کی اطاعت کرنے لگے۔ اسی وجہ سے ابومسلم کا دل سلیمان بن کثیر کی طرف سے کشیدہ رہتا تھا۔

ابومسلم کی خراسان روانگی: اس کے بعد ابومسلم نے دعاۃ کو اطراف وجوانب بلاد میں پھیلا دیا۔ لوگ جوق در جوق شریک دعوت ہونے لگے۔ ۱۲۹ھ میں امام ابراہیم نے ابومسلم کو لکھ بھیجا کہ اس سال موسم حج میں مجھ سے آ کر مل لینا تا کہ مناسب حکم اظہار دعوت کے بارے میں تم کو دیا جائے اور یہ کہ قحطبہ بن شبیب کو مع مال واسباب کے جس قدر اس کے پاس جمع ہو گیا ہو لیتے آنا۔ چنانچہ ابومسلم مع نقباء اور شیعوں کے امام سے ملنے کو روانہ ہوا۔ قومس پہنچا تو امام کا خط ملا جس میں اس کے واپس جانے اور خراسان میں علانیہ دعوت کی ہدایت تھی۔ ابومسلم نے مال واسباب تو قحطبہ کے ساتھ روانہ کر دیا اور خود خراسان کی جانب لوٹ گیا۔ قحطبہ نے جرجان کا راستہ اختیار کیا۔ اطراف جرجان میں پہنچ کر خالد بن برمک اور ابوعون کو طلب کیا یہ لوگ مع مال واسباب کے فوراً حاضر ہو گئے قحطبہ اس کو بھی لے کر امام کی طرف روانہ ہو گیا۔

قتل کرمانی: اس سے پیشتر ہم بیان کر آئے ہیں کہ کرمانی نے حرث بن شریح کی پرحوصلہ زندگی کا خاتمہ کر دیا۔ جس سے مرو میں اس کا کوئی مزاحم باقی نہ رہا۔ نصر بن سیار نے یہ خبر پا کر سالم بن احور کو بسر افسری اپنے معتمدین اور نامی گرامی سواروں کے مرو کی طرف روانہ کیا۔ مرو کے باہر یحییٰ بن نعیم شیبانی ربیعہ کے ایک ہزار جنگ آوروں کو' محمد بن مثنیٰ سات سواز دی سپاہیوں کو' ابوالحسن بن الشیخ اپنی قوم کو ایک ہزار جانبازوں اور جرمی سعدی ایک ہزار یمنیوں کو لئے ہوئے ملا۔ سالم وابن مثنیٰ میں ملامت آمیز باتیں ہونے لگیں۔ اثناء گفتگو میں سالم نے کرمانی کو گالیاں دیں۔ لڑائی شروع ہو گئی۔ اس معرکے میں جیت ابن مثنیٰ کے ہاتھ رہی۔ سالم کے ہمراہیوں میں سے تقریباً سو آدمی مارے گئے اور سالم بھاگ کو نصر کے پاس پہنچا نصر نے عصمۃ بن عبداللہ اسدی کو اس مہم پر مامور کیا اس سے اور کرمانی کے ہوا خواہوں سے وہی باتیں ہوئیں جو اس سے پیشتر سالم

سے ہوئی تھیں۔ محمد سعدی بسرافسری اہل یمن کے مقابلے پر آیا اور ایک خوں ریز جنگ کے بعد عصمت بن عبداللہ کو شکست دی۔ چار سو ہمراہی اس کے جنگ میں کام آئے۔ عصمت کی شکست کے بعد نصر نے مالک بن عمر تمیمی کو امیر لشکر مقرر کر کے بھیجا۔ محمد بن مثنیٰ کمال مردانگی سے مقابلے پر آیا۔ پہلی ہی جنگ میں مالک کو شکست ہوئی۔ سات سو آدمی اس کے ہمراہیوں میں سے اور کرمانی کے جان نثاروں میں سے تین سو آدمی عرصۂ کارزار میں مارے گئے۔

ابومسلم کی حکمت عملی: چونکہ ابومسلم خراسانی ایسے ہی مواقع کا منتظر تھا۔ واقعات بالا سے اس امر کا یقین کر کے کہ فریقین ایک دوسرے سے سرگرم پیکار ہو رہے ہیں اور ان لوگوں کا کوئی حامی و مددگار نہیں ہے۔ شیبانی خارجی سے خط و کتابت کرنے لگا کبھی یمانیہ کی مذمت کرتا اور کبھی مضریوں کی اور قاصد کو جو مضریوں کی مذمت کا خط لے کر جاتا تھا یہ سمجھا دیتا تھا کہ یمانیہ کو دکھلاتے جانا اور یمانیہ کی مذمت والے قاصد کو ہدایت کر دیتا تھا کہ مضریوں کی نظر سے یہ خط گزار دینا۔ غرض اس فعل کی غایت یہ تھی کہ فریقین کا میلان اس کی طرف ہو جائے۔ جب ان میں اس کو ایک گونہ کامیابی ہوگئی تو نصر بن سیار اور کرمانی کو اس مضمون کا خط لکھا کہ مجھے امام نے وصیت کی ہے اور میں ان کی رائے کو تمہارے حق میں بہتر سمجھتا ہوں''۔ بعد ازاں اسد بن عبداللہ خزاعی کو نسا سے اور مقاتل بن حکیم بن مروان کو بلا بھیجا۔ سب سے پہلے انہیں دو آدمیوں نے ابومسلم کی دعوت پر سیاہ کپڑے پہنے تھے اور یا محمد یا منصور کی ندا کی تھی ان کے بعد اہل ابیورد، مروالروذ اور مرو کے اطراف و جوانب کے قصباتیوں نے اس کی دعوت قبول کی اور سیاہ کپڑے رنگے تھے۔

نصر و کرمانی کی لڑائی: ابومسلم ان سب کو طلب کر کے کرمانی اور نصر کے مورچوں کے درمیان آ ٹھہرا۔ فریقین کو اس سے خطرہ پیدا ہوا۔ ہنوز کسی کی زبان سے کچھ نہ نکلنے پایا تھا کہ ابومسلم نے کرمانی کے پاس کہلا بھیجا ''میں تمہارے ساتھ ہوں''۔ کرمانی نے منظور کر لیا۔ ابومسلم اس سے جا ملا۔ نصر نے یہ رنگ دیکھ کر کرمانی کو ایک خط تحریر کیا جس میں اس نے کرمانی کو ابومسلم کے مکر و فریب سے ڈرایا تھا اور مصالحت کی غرض سے مرو میں چلے جانے کی رائے دی تھی۔ چنانچہ کرمانی مرو چلا گیا اور ابومسلم لشکرگاہ میں ٹھہرا رہا۔ اگلے دن صبح کے وقت اتمام صلح کی غرض سے کرمانی دو سو سواروں کو لے کر مرو سے باہر آیا۔ نصر نے تین سو سواروں کو بھیج دیا جنہوں نے اس کو قتل کر ڈالا۔ کرمانی کا لڑکا علی ابومسلم کے پاس بھاگ کر چلا آیا اور اس کے ہمراہ ہو کر نصر بن سیار پر حملہ آور ہوا۔ یہاں تک کہ وہ مجبوراً دارالامارت سے نکل کر کسی معمولی حیثیت کے آدمی کے مکان میں جا چھپا۔ ابومسلم مظفر و منصور مرو میں داخل ہوا۔ علی بن کرمانی نے ہاتھ بڑھا کر بیعت کی ابومسلم نے حکم دیا کہ تم جس حالت پر ہو، بالفعل تا حکم ثانی اسی طرح بدستور قائم رہو۔

نصر بن سیار کا مروان کے نام خط: نصر بن سیار نے اسی زمانے میں مروان بن محمد کی خدمت میں ایک عرض داشت بھیجی تھی جن دنوں ابومسلم اس کے اور کرمانی کے مورچوں کے مابین آ کر قیام پذیر ہوا تھا اور اس کی قوت و حوصلے کو اندازے سے باہر ترقی پذیر دیکھتا تھا۔ وھوہذا:

((اری خلل الرماد و میض جمر و یوشک ان یکون لھاضرام فان النار بالعو[1] دین تذکی و ان الحرب اولھا الکلام فان لم قطفوھا تخرجوھا مسجرۃً یشیب لھا الغلام اقول من التعجب لیث شعری أ الفاظ امیۃ ام نیام فان یک قومنا اضحوا نیاماً فقل قوموا فقد حار القیام تعزی عن رحالک ثم قولی علی الاسلام و العرب السلام))

''شرارے نظر راکھ میں آ رہے ہیں نہ ہو شعلہ زن۔ خطرہ یہ ہو رہا ہے کہ دو ہی لکڑیوں سے بھڑکتی ہے آتش مگر جنگ کی باتوں سے ابتداء ہے بجھاؤ' وگرنہ وہ نکلیں گے شعلے ہمیشہ جواں۔ پیر جس سے ہوا بتا دے کوئی خاندانِ امیہ کہ ہے جاگتا یا پڑا سو رہا ہے۔ اگر قوم سوتی ہو خواب گراں میں تو کہہ دو کہ اٹھنے کا وقت آ گیا ہے کرو تعزیت اپنی' اپنوں کو روؤ عرب اور اسلام کا خاتمہ ہے''۔

نصر بن سیار کا یہ خط مروان بن محمد کے پاس اس وقت پہنچا جب کہ وہ ضحاک بن قیس سے مصروف جنگ تھا اس نے نصر کی عرض داشت پر یہ فقرے لکھ کر واپس کر دیئے ((الشاھد یری مالا یدی الغایب فاحسم الثلول قبلک)) نصر اس حکم کو پڑھ کر لشکریوں سے مخاطب ہو کر بولا ''بھائیو! امیر المومنین تم کو آگاہ کرتے ہیں کہ ہم تم کو کچھ مدد نہیں دے سکتے ہیں''۔

ابراہیم بن محمد کی گرفتاری: جس وقت نصر کی یہ عرض داشت مروان کی پیشی میں تھی انہیں دنوں ابراہیم امام کا خط بجواب خط ابو مسلم روانہ ہو چکا تھا اور اتفاق زمانہ سے یہ خط مروان کے اہلکاروں کے ہاتھ پڑ گیا تھا۔ لکھا تھا ''موقع اور قابو مل جانے سے اگر تم نے نصر و کرمانی کا خاتمہ نہ کر دیا تو سخت نالائقی کی بات ہے اور دیکھو خبردار خراسان پر متصرف ہونے کے بعد خراسان میں کسی عربی زبان بولنے والوں کو باقی نہ رکھنا''۔ مروان اس خط کو پڑھ کر سخت برہم ہوا اور اپنے عامل کو جو بلقاء میں تھا لکھ بھیجا کہ ''حمیمہ جا کر ابراہیم بن محمد کو پابہ زنجیر میرے پاس بھیج دو''۔ چنانچہ عامل بلقاء نے ایسا ہی کیا اور مروان نے ابراہیم بن محمد کو قید کر دیا۔

خلافتِ عباسیہ کی علانیہ دعوت: جس وقت ابو مسلم علانیہ خلافت عباسیہ کی دعوت دینے لگا جس طرف نظر اٹھتی تھی آدمی ہی آدمی آتے جاتے نظر آتے تھے۔ اہل مرو کی بھی اس کے یہاں آمد و رفت تھی جن کو نصر منع نہیں کرتا تھا۔ کرمانی اور شیبانی خارجی بھی ابو مسلم کے اس فعل سے ناراض نہ تھے کیونکہ اس نے مروان کی خلع خلافت کی سعی کی تھی۔ عوام الناس کا میلان اس کی طرف اس سے اور زیادہ ہو رہا تھا کہ اس کے دروازے پر نہ کوئی محافظ تھا اور نہ حاجب اور نہ امراء و ملوک کی طرح دربانوں کی سختیاں تھیں۔ بے روک ٹوک جب جس کا جی چاہتا تھا آتا تھا۔

نصر و شیبان خارجی: نصر نے شیبان خارجی کے پاس کہلا بھیجا کہ ''آؤ ہم اور تم صلح کر کے ابو مسلم سے جنگ کریں اور اگر یہ منظور نہ ہو تو سر دست ہم سے جنگ موقوف کر دو۔ یہاں تک کہ ہم اس سے نپٹ لیں۔ بعد ازاں جو جھگڑا ہمارے اور

---

[1] عرب میں لوگ دو طرح سے آگ نکالتے تھے۔ چقماق سے یا دو لکڑیوں کی رگڑ سے۔ پس شاعر نے عودین سے چقماق کے نیچے کی لکڑی اور چقماق پر جس سے مارتے ہیں اس کے دستے کو تعبیر کیا ہے یا ان دو لکڑیوں کو مراد لیا ہے جس کی رگڑ سے آگ پیدا ہوتی ہے۔ (مترجم)

تمہارے درمیان پڑا ہے اس کو طے کرلیں گے''۔شیبان خارجی ان امور کے منظور کرنے میں پس وپیش کر ہی رہا تھا کہ ابومسلم کو اس پیام کی اطلاع ہوگئی۔ فوراً ایک خفیہ پیام ابن کرمانی کے پاس بھیج دیا کہ ''دیکھو شیبان خارجی کو نصر سے صلح نہ کرنے دینا ہم کو معلوم ہے کہ تم اس کے ساتھ اس کی ہمدردی کی وجہ سے نہیں تم تو اپنے باپ کا بدلہ لے رہے ہو۔ اگر صلح ہوجائے گی تو یہ مقصد فوت ہوجائے گا''۔ ابن کرمانی اس فریب میں آکر ہو شیبان خارجی کے پاس گیا اور اس کی ثنا وصفت کر کے نصر سے صلح نہ کرنے پر آمادہ کر دیا۔

ابومسلم کا ہرات پر قبضہ: جب ابومسلم کو یہ معلوم ہوا کہ نصر وکرمانی میں مصالحت نہیں ہوئی۔ تو اس نے نضر بن نعیم ضبی کو ہرات کی طرف روانہ کیا۔ جس نے حالت غفلت میں ہرات پہنچ کر بہ آسانی تمام قبضہ کرلیا اور اس کے عامل عیسیٰ بن عقیل بن معقل لیثی کو جو نصر کی جانب سے مامور تھا ملاص دغا۔ یحییٰ بن نعیم بن ہبیرہ شیبانی یہ سن کر ابن کرمانی اور شیبان کے پاس گیا اور اس کو نصر سے مصالحت کرنے کی ہدایت کی اور یہ فقرہ دیا کہ اگر تم نے نصر سے مصالحت کرلی تو یہ یاد رکھو کہ ابومسلم اس سے بگڑ جائے گا اور تم سے متعرض نہ ہوگا کیونکہ خراسان مضر کے قبضہ میں ہے اور اگر تم نے نصر سے مصالحت نہ کی تو ابومسلم اس سے مصالحت کر کے تم سے صف آرائی کرے گا۔ میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ نصر کو ہی آگے بڑھا دو''۔ شیبان خارجی کے ذہن میں یہ باتیں مرتسم ہوگئیں۔

نصر وشیبان خارجی میں مصالحت: نصر کے پاس صلح کا پیام بھیج دیا۔ نصر تو اس کا منتظر ہی تھا منظور کرلیا۔ مسلم بن احور صلح نامہ مرتب کرنے کے لئے شیبان کے پاس آیا سب نے بالاتفاق ایک صلح نامہ تحریر کیا۔ ابومسلم کو اس سے آگاہی ہوئی تو اس نے نصر وشیبان میں نفاق پیدا کرنے کی غرض سے کہلا بھیجا کہ ''ایک سال کی میعاد بہت ہوتی ہے تم نے نصر سے اتنی بڑی مدت کیوں مقرر کی''۔ ابن کرمانی بولا ''میں نے نصر سے مصالحت نہیں کی مصالحت کی ہے تو شیبان نے کی ہے میں تو اپنے باپ کا عوض لینا چاہتا ہوں''۔ شیبان نے اس کا کچھ جواب نہ دیا اور ابن کرمانی نے دوبارہ لڑائی کا دروازہ کھول دیا لیکن شیبان خارجی نے یہ کہہ کر کہ میں بدعہدی نہ کروں گا اس کا ساتھ نہ دیا۔

ابومسلم کی پیش قدمی: ابن کرمانی نے ابومسلم سے امداد طلب کی۔ ابومسلم نے بطیب خاطر منظور کرلیا اور قیام سفیذنج کے بیالیسویں روز سفیذنج سے ماخران میں آٹھہرا۔ اپنے لشکر کے لئے مورچے قائم کئے۔ دمدمے باندھے' خندق کھودی اور خندق کے دو دروازے بنائے۔ اس کی پولیس کا مالک بن ہیثم افسر اعلیٰ تھا۔ محافظت پر ابواسحاق خالد بن عثمان' دیوان لشکر پر ابوصالح کامل بن مظفر' خبر رسانی پر اسلم بن صبیح اور محکمہ قضاء وافتاء پر قاسم بن مجاشع نقیب مامور تھا۔ قاسم بن مجاشع ابومسلم کے ساتھ نماز پڑھتا اور عصر کے بعد بنو ہاشم اور متقدمین بنوامیہ کے فضائل بیان کرتا تھا۔

ابومسلم اور ابن کرمانی: ابومسلم نے ماخران میں قیام کرنے کے بعد ابن کرمانی کے پاس کہلا بھیجا ''گھبرانا نہیں! میں تمہارے ساتھ ہوں''۔ اس پر ابن کرمانی نے ملنے کی خواہش ظاہر کی۔ چنانچہ ابومسلم اس سے ملنے کو آیا' دو روز تک اس کے پاس ٹھہرا رہا بعد ازاں لوٹ آیا۔ یہ واقعہ اوائل (یعنی پانچویں تاریخ) محرم ۱۳۰ھ کا ہے۔ اس کے بعد ابومسلم نے اپنے لشکر کی

جانچ پڑتال کی تو تعداد میں سات ہزار آدمی نکلے۔ کامل بن مظفر کو ایک رجسٹر میں ان کے اسماء وانساب لکھنے پر مامور کیا۔

ابومسلم کے خلاف قبائل مضر و یمن کا اتحاد: ان واقعات کے بعد ہی قبائل ربیعہ' مضر اور یمن نے متفق ہو کر اس امر کا معاہدہ کیا کہ آپس کے جھگڑے منقطع کر دیئے جائیں اور سب کے سب ابومسلم سے جنگ کرنے پر کمریں باندھ لیں''۔ ابومسلم یہ سن کر گھبرا گیا۔ قیام ماخران کے چوتھے مہینے طبسین چلا آیا کیونکہ ماخران ایسے مقام پر تھا کہ وہاں پر پانی اوپر سے آتا تھا خطرہ یہ پیدا ہوا کہ مبادا نصر پانی نہ روک دے اور ماخران میں پہنچ کر خندق' مورچے اور دمدمے باندھ لئے۔ نصر بن سیار نے نہر عیاض پر لشکر آرائی کی اور اپنے عمال کو اطراف و جوانب خراسان میں پھیلا دیا اور ابوالدایال اپنا لشکر لئے ہوئے طوسان میں جا ٹھہرا اور اہل طوسان کو ایذائیں دینے لگا۔ اس وجہ سے کہ اکثر اہل طوسان ابومسلم کے ہمراہ خندق میں تھے۔ ابومسلم نے ایک دستہ فوج ان کی حمایت پر بھیج دیا۔ لڑائی ہوئی اور ابومسلم کے ہمراہیوں کو فتح ہوئی۔ تقریباً تیس آدمی ابوالدیال کے ہمراہیوں میں سے گرفتار کر لئے گئے۔ ابومسلم نے ان کو رہا کرا دیا۔ بعدہ محرز بن ابراہیم کو شیعان علی کے ایک گروہ کے ساتھ مضر کی امدادی فوج روکنے پر مامور کیا۔ اس نے نصر اور مروالروذ' بلخ اور طخارستان کے درمیان خندق کھود کر مورچہ قائم کیا رفتہ رفتہ اس کے پاس ایک ہزار کی جمعیت ہوگئی اس نے ان بلاد سے نصر کی آمد و رفت اور کمک موقوف کر دی۔

عبداللہ بن معاویہ کی بیعت: جیسا کہ بیان کیا گیا کہ عبداللہ بن معاویہ بن عبداللہ بن جعفر کی بیعت خلافت کوفہ میں کی گئی تھی لیکن عبداللہ بن عمر بن عبداللہ بن معاویہ مدائن چلے گئے اور ان کے پیچھے پیچھے اکثر اہل کوفہ وغیرہ بھی چلے آئے تھے۔ پس انہوں نے جبال کا رخ کیا اور اس پر قبضہ حاصل کر کے حلوان' قومس' اصفہان اور رے پر بھی قابض و متصرف ہو گئے اور اصفہان میں قیام کر دیا۔

عبداللہ بن معاویہ اور محارب بن موسیٰ: محارب بن موسیٰ (بنو یشکر کا آزاد غلام) فارس میں بہت ہی بڑا عظیم الشان شخص سمجھا جاتا تھا اس نے دارالامارت اصطخر میں پہنچ کر عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز کے گورنر کو نکال دیا۔ لوگوں نے اس کے دباؤ سے عبداللہ بن معاویہ کی بیعت کر لی۔ بعد ازاں اس نے کرمان پر شب خون مارا اور اہل شام کے چند امراء لشکر اس سے آملے جس سے اس کی قوت میں نمایاں ترقی ہوگئی۔ سالم بن مسیب عامل شیراز پر چڑھائی کر دی جو عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز کی طرف سے مامور تھا اور اس کو ۱۲۸ھ میں قتل کر ڈالا۔ پھر اس مہم سے فارغ ہو کر اصفہان گیا اور عبداللہ بن معاویہ کو وہاں سے منتقل کر کے اصطخر میں لا ٹھہرایا۔ بنو ہاشم وغیرہ یہ خبریں سن سن کر اس کے پاس چلے آئے اس نے محکمہ مال کی جانچ پڑتال کی۔ عمال کا عزل و نصب کیا۔ منصور بن جمہور اور سلیمان بن ہشام بھی اس کے ہمراہ تھا۔ پھر شیبان بن عبدالعزیز خارجی بھی اس سے آملا۔ بعد ازاں ابوجعفر المنصور و عبداللہ و عیسیٰ (علی بن عبداللہ بن عباس کے لڑکے) آئے اور جب یزید بن عمر بن ہبیرہ والی عراق ہو کر آیا اور نباتہ بن حنظلہ کلابی کو عبداللہ بن معاویہ سے جنگ کرنے کو اہواز کی طرف بھیجا۔ سلیمان بن حبیب نے جو کہ اہواز میں مقیم تھا یہ خبر پا کر داؤد بن حاتم کو نباتہ بن حنظلہ کی روک تھام پر مامور کیا' لڑائی ہوئی داؤد بن حاتم مارا گیا۔ سلیمان بن حبیب اہواز سے نیشاپور بھاگ آیا۔ اکراد نے جو کہ اکثر و پیشتر وہاں موجود تھے نباتہ بن حنظلہ سے مقابلہ

کر کے پسپا کر دیا اور عبداللہ بن معاویہ کی بیعت کر لی۔ عبداللہ بن معاویہ نے اپنے بھائی یزید بن معاویہ کو نیشاپور بھیج دیا۔

محارب کا قتل: ان واقعات کے بعد محارب بن موسیٰ اور عبداللہ بن معاویہ سے ان بن ہوگئی۔ محارب نے لشکر جمع کر کے نیشاپور کا قصد کیا۔ یزید بن معاویہ مقابلے پر آئے لڑائی ہوئی محارب کو شکست ہوئی بھاگ کر کرمان پہنچا اور محمد بن اشعث کے آنے تک ٹھہرا رہا۔ جب وہ آ گیا تو اس کا ہم نوالہ و ہم پیالہ ہوگیا۔ تھوڑے دنوں بعد اس سے بھی کشیدگی پیدا کر لی۔ محمد بن اشعث نے اس کو مع اس کے چوبیس لڑکوں کے بار حیات سے سبک دوش کر دیا۔

عبداللہ بن معاویہ کی شکست: پھر یزید بن عمر بن ہبیرہ نے نباتہ بن حنظلہ کے بعد اپنے لڑکے داؤد بن یزید کو بسرافسری ایک عظیم الشان لشکر کے عبداللہ بن معاویہ کی طرف روانہ کیا۔ اس کے مقدمۃ الجیش پر داؤد بن ضبارہ تھا۔ داؤد نے اصطخر کے قریب پہنچ کر معن بن زائدہ کو دوسری طرف سے جنگ چھیڑنے کا حکم دیا۔ عبداللہ بن معاویہ عرصہ کارزار میں آئے' داؤد نے دو طرف سے لڑائی چھیڑ دی۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ عبداللہ بن معاویہ کو شکست ہوئی بہت سے ان کے ہمراہی گرفتار کر لئے گئے اور اکثر مار ڈالے گئے۔ منصور بن جمہور سندھ کی طرف' عبدالرحمٰن بن یزید عمان کی طرف اور عمر بن سہیل بن عبدالعزیز مروان مصر کی طرف بھاگے۔ قیدی یزید بن عمر بن ہبیرہ کے پاس بھیج دیئے گئے۔ جن کو ابن عمر بن ہبیرہ نے رہا کر دیا۔ عبداللہ بن معاویہ نے خراسان میں جا کر دم لیا۔ معن بن زائدہ نے منصور بن جمہور کا تعاقب کیا لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ منجملہ ان لوگوں کے جو عبداللہ بن معاویہ کے ہمراہیوں میں سے گرفتار کئے گئے تھے۔ عبداللہ بن علی بن عبداللہ بن عباسؓ بھی تھے۔ حرث بن قطن ہلالی نے (جو عبداللہ بن علی کے ماموں ہوتے تھے) اس کی سفارش کی داؤد بن ضبارہ نے ان کو رہا کر دیا۔

عبداللہ بن معاویہ کا قتل: رہائی کے بعد عبداللہ بن علی نے عبداللہ بن معاویہ کے معائب بیان کئے اور ان کے ہمراہیوں کو خلاف وضع فطرت افعال کرنے سے متہم کیا۔ ابن ضبارہ نے ان کو یزید بن ہبیرہ کے پاس ان حالات کے بیان کرنے کے لئے بھیج دیا اور خود عبداللہ بن معاویہ کی تلاش میں شیراز کو جا گھیرا۔ عبداللہ بن معاویہ مع اپنے چند ہمراہیوں اور بھائی حسن و یزید کے شیراز کو خیرباد کہہ کر بھاگ نکلے۔ کرمان کے سنسان میدانوں کو طے کرتے ہوئے بامید امداد ابومسلم خراسان کا راستہ اختیار کیا۔ کیونکہ ابومسلم لوگوں کو حمایت آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت دیتا تھا اور خراسان پر متصرف بھی ہوگیا تھا۔ رفتہ رفتہ اطراف ہرات میں پہنچے۔ ابونصر مالک بن ہیثم خزاعی ہرات کا والی تھا۔ اس نے آپ کا نسب دریافت کیا آپ نے بتلایا مالک نے کہا ''عبداللہ وجعفر کو تو میں جانتا ہوں۔ آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء سے ہیں لیکن معاویہ کو میں نہیں جانتا کہ ان بزرگوں میں سے کسی کا نام رہا ہو''۔ عبداللہ بن معاویہ نے جواب دیا ''میرے دادا عبداللہ بن جعفر جن دنوں شام میں معاویہ کے پاس تھے۔ میرے باپ پیدا ہوئے۔ معاویہ نے ایک لاکھ درہم اس تقریب سعید میں بھیج دیئے مگر شرط یہ کی کہ مولود کو میرے نام سے موسوم کرو''۔ مالک بولا ''چونکہ تم لوگوں نے اسماء خبیثہ کو نہایت ذلیل و کم قیمت پر خرید کیا ہے لہٰذا تمہارا کوئی حق ہم پر نہیں ہے''۔ بعد ازاں ابومسلم کو عبداللہ بن معاویہ کے آنے سے مطلع کیا اس نے لکھ بھیجا کہ عبداللہ

کو مع ان کے ہمراہیوں کے قید کر لو۔ پھر کچھ عرصہ بعد ان کے بھائیوں حسن و زید کی رہائی اور ان کے قتل کا حکم بھیج دیا۔ چنانچہ مالک بن ہثیم خزاعی والی ہرات نے اس کی تعمیل کر دی۔

علی بن کرمانی کی عہد شکنی: جس وقت نصر' ابن کرمانی اور قبائل ربیعہ یمن اور مضر نے ابومسلم سے جنگ کرنے پر متفق ہو کر کمریں باندھ لیں۔ ابومسلم اور اس کے ہمراہیوں کو اس سے خطرہ پیدا ہوا اپنی کل فوج کو جمع کر کے شمشیر بکف ہو گیا۔ سلیمان بن کثیر نے ابن کرمانی کو یہ فقرہ دیا کہ ''کل تو نصر نے تمہارے باپ کو قتل کیا ہے اور آج تم اس کے ہمراہ ہو کر ابومسلم سے جنگ کرنے کو آئے ہو''۔ ابن کرمانی اس فریب میں آ کر نصر سے علیحدہ ہو گیا ادھر نصر نے عہد شکنی کے بعد ابومسلم سے مضریوں کی موافقت کرنے کو کہلا بھیجا ادھر ابن کرمانی کے ہمراہیوں نے بھی یہی پیام دیا۔ ابومسلم نے فریقین کے وفود کو انتخاب کرنے کی غرض سے طلب کیا۔ شیعوں نے وفود کے آنے سے پہلے ابومسلم سے کہہ رکھا تھا کہ مضر مروان کے ہمدرد' ہوا خواہ اور اس کے عمال ہیں اور انہیں لوگوں میں یحییٰ بن زید کے قاتلین بھی ہیں۔ پس جب ابومسلم کی خدمت میں وفود آئے تو سلیمان بن کثیر و یزید بن شفیق سلمی نے اسی قسم کی باتیں کیں اور یہ بھی بیان کیا کہ نصر بن سیار مروان کا عامل ہے اور یہ اس کو امیر المؤمنین کے لقب سے یاد کرتا اور اس کے احکام کی تعمیل کرتا ہے یہ اور اس کے ہمراہی راہ ہدایت پر ہرگز نہیں ہیں۔ مناسب یہ ہے کہ علی بن کرمانی اور اس کے ہمراہیوں کو اختیار کیجئے''۔ سلیمان و یزید کی تقریر ختم ہوتے ہوئے ستر شیعوں نے اس کی تائید کی نصر کے وفود خائب و خاسر اور ابن کرمانی کے ہشاش بشاش واپس ہوئے اور ابومسلم ابین سے ماخران لوٹ آیا اور شیعہ کو مکانات بنانے کا یہ کہہ کر حکم دیا کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں میں اتفاق پیدا کرنے سے ہم کو مستغنی کر دیا ہے اب عرب کے فتنے کا ہم کو خوف باقی نہیں رہا۔

ابومسلم کا مرو پر قبضہ: اس واقعہ کے بعد علی بن کرمانی نے ابومسلم کو یہ پیام دیا کہ تم مرو میں ایک جانب سے داخل ہو اور میں اپنی قوم کی جمعیت کے ساتھ دوسری طرف سے داخل ہوں گا۔ ابومسلم اس پر مطمئن نہ ہوا کہلا بھیجا کہ پہلے تم نصر سے لڑائی شروع کرو' پس علی بن کرمانی اور نصر میں جنگ چھڑ گئی اور کرمانی لڑتا بھڑتا مرو میں ایک طرف سے گھس پڑا۔ ابومسلم نے بعض نقیبوں کو علی بن کرمانی کے ہمراہ کر دیا تھا جو اس کے ساتھ ساتھ مرو میں داخل ہو گئے۔ اس کے بعد خود ابومسلم نے مرو کا رخ کیا۔ اس کے مقدمۃ الجیش پر اسید بن عبداللہ خزاعی تھا' میمنہ پر مالک بن ہثیم اور میسرہ پر قاسم بن مجاشع' غرض ابومسلم مرو میں داخل ہوا۔ جس وقت کہ فریقین مصروف جدال و قتال تھے۔ سیدھا دارالامارت کی طرف آیہ کریمہ ﴿و دخل المدینة علی حین غفلة من اهلها فوجد فیها رجلین یقتتلان هذا من شیعته و هذا من عدوه﴾ پڑھتا ہوا چلا گیا اور فریقین کو جنگ موقوف کر دینے اور واپس چلے جانے کا حکم دے دیا۔ فریقین اپنے اپنے لشکر گاہ میں لوٹ آئے اور مرو پر ابومسلم نے قبضہ کر کے لشکریوں سے بیعت لینے کا حکم صادر کیا۔ چنانچہ ابومنصور طلحہ بن رزیق' ابومسلم کی طرف سے بیعت لینے لگا۔ یہ منجملہ ان نقیبوں کے تھا جن کو محمد بن علی نے شیعوں سے انتخاب کر کے ۱۰۳ھ یا ۱۰۴ھ میں خراسان کی طرف روانہ کیا تھا۔

عباسی نقیبوں کے نام: یہ نقباء تعداد میں بارہ نفر تھے۔ خزاعہ سے سلیمان بن کثیر' مالک بن ہثیم' زیاد بن صالح' طلحہ بن

رزیق اور عمر بن اعین۔ طے سے قحطبہ بن شبیب بن خالد بن سعدان۔ تمیم سے ابوعینیہ موسیٰ بن کعب' لاہز بن قریط' قاسم بن مجاشع اور اسلام بن سلام۔ بکر بن وائل سے ابوداؤد خالد بن ابراہیم شیبانی اور ابوعلی ہروی' اس کو شبل بن طہمان بھی کہتے تھے۔ عمر بن اعین بجائے موسیٰ بن کعب کے مامور تھا اور ابوالنجم اسمعیل بن عمران بجائے ابوعلی ہروی کے اور یہ ابومسلم کا داماد بھی تھا۔ نقیبوں میں سے کوئی شخص ایسا نہ تھا کہ جس کا باپ زندہ رہا ہو۔ بجز ابومنصور طلحہ بن رزیق کے۔ کہ وہ ابوزینب خزاعی تھا۔ جنگ ابن اشعث میں شریک ہوا تھا اور مہلب کی صحبت پائی تھی اور اس کے ساتھ ہو کر لڑا تھا۔ ابومسلم اکثر امور میں اس سے مشورہ لیا کرتا تھا اور لوگوں سے جس پر بیعت لیتا تھا اس کی عبارت یہ تھی: ((ابایعکم علی کتاب اللّٰہ و سنۃ رسولہ محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم و الطاعۃ للرضا من ال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم علیکم بذلک عھد اللّٰہ و میثاقہ و الطلاق و العتاق و المشی الی بیت اللّٰہ الحرام و علی ان لا تسئالوا رزقاً و لا طمعاً حتی تبداء کم و لا تکم)) یہ واقعہ ۱۳۰ھ کا ہے۔

نصر بن سیار کا فرار: مرو پر قبضہ حاصل کرنے کے بعد ابومسلم نے لاہز بن قریط کو ایک گروہ کے ساتھ نصر بن سیار کے پاس بیعت لینے کو بھیجا۔ نصر نے یہ سمجھ کر کہ ابومسلم کا قبضہ مرو میں ہو ہی گیا ہے اور اس سے جنگ کرنے کی طاقت نہ مجھ میں ہے اور نہ میرے ہمراہیوں میں۔ یہ حیلہ کیا ''میں کل شام کو دارالامارت میں حاضر ہو کر بیعت کر لوں گا''۔ لاہز یہ سن کر واپس آیا اور نصر نے اپنے ہمراہیوں سے کہلا بھیجا کہ ''کل کی خبر نہیں ہے آج ہی شب کو کسی محفوظ مقام میں چلا جانا چاہیے''۔ اسلم بن احوز نے کہا ''شب کے آنے کا انتظار فضول ہے' غالباً یہ موقع ہاتھ نہ آئے گا۔ شام سے پہلے ہی مرو کو چھوڑ دینا چاہیے''۔ نصر نے اس پر توجہ نہ کی۔ ظہر کا وقت آیا تو ابومسلم نے پہلے اپنے لشکر کو مرتب کیا۔ بعد ازاں لاہز قریط کو دوبارہ نصر کے پاس بیعت لینے کو بھیجا نصر نے کہا ''بھائی تم نے اس قدر عجلت کیوں کی وعدہ تو ابھی پورا نہیں ہوا''۔ لاہز نے جواب دیا بات یہ ہے کہ ''ہمارے گروہ والے تمہارے قتل کا مشورہ کر رہے ہیں''۔

نصر یہ سن کر مکان کے اندر گیا اور شام ہوتے ہی مکان کے پیچھے سے نکل کھڑا ہوا اور اس کے ساتھ اس کا لڑکا تمیم اور حکیم بن نمیلہ نمیری اور اس کی بیوی مرزبانہ تھی۔ لاہز ان لوگوں کے بھاگ جانے کے بعد مکان میں داخل ہوا۔ کسی کو نہ پایا۔ ابومسلم کو اطلاع دی۔ اسی وقت ابومسلم نصر کے لشکر گاہ میں آیا اور اس کے ہمراہیوں کو قید کر لیا از انجملہ سالم بن احوز' افسر پولیس۔ بختری کاتب اور اس کے دولڑکے یونس' ابن عبد ربہ اور محمد بن قطن وغیرہ تھے۔ ابومسلم و ابن کرمانی نے نصر کا تعاقب کیا تمام رات سفر کرتے رہے صبح کے وقت نصر کی بیوی مرزبانہ کو پا گئے۔ جس کو خود نصر چھوڑ کر آگے بڑھ گیا تھا۔ پس ابومسلم و کرمانی مرو میں واپس آئے اور نصر سرخس جا پہنچا پھر سرخس سے طوس چلا گیا۔ پندرہ روز تک ٹھہرا رہا۔ پھر نیشاپور چلا آیا اور وہیں قیام پذیر ہو گیا اور علی ابن کرمانی ابومسلم کے ساتھ رہنے لگا اور اس کی ہاں میں ہاں ملاتا تھا۔

شیبان خارجی کا خاتمہ: پھر ابومسلم نے نصر کے فرار ہونے پر شیبان حروری سے بیعت کرنے کو کہلا بھیجا شیبان نے جواب دیا ''تم ہی میری بیعت کر لو''۔ اس پر ابومسلم نے پیام دیا کہ اگر تم میری بیعت نہیں کرنا چاہتے ہو تو یہاں سے کوچ کر

جاؤ شیبان خارجی نے یہ سن کر ابن کرمانی سے امداد طلب کی اس نے انکار کر دیا تب شیبان سرخس چلا گیا۔ ایک گروہ بکر بن وائل کا جمع ہو گیا۔ ابومسلم کو اس کی اطلاع ہوئی اس نے شیبان کے پاس کہلا بھیجا کہ ''تم اس فعل سے باز آؤ''۔ شیبان نے پیامبروں کو قید کر دیا اس پر ابومسلم نے بسام بن ابراہیم مولیٰ بنی لیث کو جس کی کنیت ابوورد تھی۔ شیبان خارجی پر حملہ کرنے کو لکھ بھیجا۔ غرض بسام اور شیبان میں لڑائی ہوئی۔ شیبان شہر میں بھاگ آیا۔ بسام نے اس کا تعاقب کیا بکر بن وائل نے ان قاصدوں کو قتل کر ڈالا۔ جن کو ابومسلم نے شیبان کے پاس پیام دے کر بھیجا تھا اور بسام نے شیبان کی زندگی کا خاتمہ کر دیا۔ بعض کا یہ بیان ہے کہ ابومسلم نے اپنے پاس سے ایک لشکر بسر افسری خزیمہ بن خازم و بسام بن ابراہیم شیبان ے جنگ کرنے کو بھیجا تھا۔ واللہ اعلم

ابومسلم کی فتوحات: پھر چند روز بعد ابومسلم نے نقیبوں میں سے موسیٰ بن کعب کو ابیورد کی طرف روانہ کیا اس نے اس کو فتح کر لیا۔ اس کے بعد ابوداؤد خالد بن ابراہیم کو بلخ کی جانب بھیجا۔ ان دنوں بلخ میں زیاد بن عبدالرحمٰن قشیری والی تھا۔ اس نے ابوداؤد کے آنے کی خبر پا کر اہل بلخ، ترمذ اور لشکر طخارستان کو جمع کر لیا اور بہ انتظار ابوداؤد جوزجان میں آ ٹھہرا۔ ابوداؤد نے یہاں پہنچ کر حملہ کر دیا۔ زیاد کو پہلے ہی معرکے میں شکست ہوئی۔ ابوداؤد نے شہر بلخ پر قبضہ کر لیا اور زیاد مع اپنے ہمراہیوں کے ترمذ بھاگ آیا۔ ابومسلم نے ابوداؤد کو واپس بلا بھیجا اور بجائے اس کے یحییٰ بن نعیم ابوالمیلا کو بلخ پر مامور کیا۔ زیاد بن عبدالرحمٰن نے خط وکتابت کر کے اس سے سازش کر لی اور ابومسلم سے جنگ کرنے کی غرض سے زیاد، مسلم بن عبدالرحمٰن باہلی، عیسیٰ بن زرعہ سلمی، اہل بلخ، ترمذ، ملوک طخارستان اور ماوراء النہر جمع ہو کر بلخ سے ایک فرسنگ کے فاصلے پر آ اترے۔ یحییٰ بن نعیم مع اپنے ہمراہیوں کے ان لوگوں سے آ ملا۔ مضر و ربیعہ ویمن اور عجمیوں میں سے جو ان کے ہمراہ تھے سب نے متفق الکلمہ ہو کر سیاہ پرچم والوں (یعنی دعاۃ بنی عباسیہ) سے جنگ کرنے کو کمر ہمت باندھ لی اور اس خیال سے کہ مبادا آپس میں نفاق نہ پیدا ہو جائے مقاتل بن حیان نبطی کو امیر لشکر بنایا۔

معرکہ نہر سرجناں: ابومسلم نے یہ سن کر ابوداؤد کو دوبارہ بلخ کی طرف روانہ کیا۔ نہر سرجناں پر فریقین نے صف آرائی کر کے لڑائی شروع کر دی۔ زیاد اور اس کے ہمراہیوں نے ابوسعید قرشی کو بطور مسلحہ ساقہ میں رکھا تھا اس نظر سے کہ مخالفین پس لشکر سے حملہ آور نہ ہوں۔ اتفاق سے اس کے لشکر کا بھی پرچم سیاہ رنگ کا تھا اور اس کے ہمراہی زیاد وغیرہ یہ بھول گئے تھے۔ میدان کارزار گرم ہو جانے پر ابوسعید نے حملہ کیا زیاد اور اس کے ہمراہی یہ سمجھ کر کہ یہ سیاہ پرچم والوں کا لشکر ہے بھاگ کھڑے ہوئے لشکر کا زیادہ حصہ نہر میں ڈوب کر مر گیا اور جو باقی رہ گئے وہ تیز تلواروں کی نذر ہو گئے۔ ابوداؤد مظفر و منصور ان کے لشکر گاہ کو لوٹتا ہوا بلخ میں داخل ہوا اور بدنصیب زیاد یحییٰ مع اپنے ہمراہیوں کے ترمذ کی طرف چلے گئے۔

پسران کرمانی کا انجام: اس کے بعد ابومسلم نے ابوداؤد کو طلب کر لیا اور بجائے اس کے نضر بن ضبیح مزنی کو بلخ پر مامور کیا۔ ابوداؤد نے ابومسلم کو علی و عثمان پسران کرمانی کے ایک دوسرے سے علیحدہ کر دینے کی رائے دی۔ ابومسلم نے عثمان کو بلخ کی گورنری پر بھیج دیا۔ عثمان نے بلخ میں پہنچ کر فرافضہ بن ظہیر عیسیٰ کو اپنا نائب بنایا اور خود مع نضر بن ضبیح کے مروالروذ چلا گیا۔

مسلم بن عبدالرحمٰن باہلی یہ خبر پا کر مضریوں کو ترمذ سے اپنے ہمراہ لئے ہوئے بلخ پر آ پہنچا اور بہ زور تیغ اس پر قبضہ کر لیا۔ عثمان و نضر کو اس کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے بلخ کا قصد کیا۔ عبدالرحمٰن کے ہمراہی یہ سن کر اسی شب کو بھاگ گئے۔ نضر نے اس خوف سے کہ ان کا استیصال نہ ہو جائے تعاقب نہ کیا لیکن عثمان کے ہمراہیوں نے دوسری طرف لڑائی چھیڑ دی اور خود ہی شکست اٹھا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ ایک گروہ کثیر ان کا اس معرکے میں کام آ گیا۔ بعدازاں ابوداؤد نے بلخ کی جانب مراجعت کی اور ابومسلم نیشاپور کی طرف چلا اس کے ہمراہ علی بن کرمانی تھا چونکہ ابوداؤد سے پسران کرمانی کے قتل کا مشورہ پہلے ہی ہو چکا تھا۔ اس وجہ سے ابوداؤد نے عثمان کو بلخ پہنچ کر قتل کر ڈالا اور ابومسلم نے علی بن کرمانی کو نیشاپور کے راستہ میں بارِ حیات سے سبک دوش کر دیا۔

قحطبہ کی فتوحات: ۱۳۰ھ میں قحطبہ بن شبیب' امام ابراہیم کی جانب سے ابومسلم کے پاس آیا۔ اس کے ساتھ وہ پرچم تھا جن کو دشمنوں سے جنگ کرنے کے لئے منعقد کیا تھا۔ ابومسلم نے اس کو مقدمۃ الجیش میں رکھا اور ایک دستہ فوج اس کے ہمراہ کر دیا اور عزل ونصب اسی کے اختیار میں رکھا اور کل لشکریوں کو اس کی اطاعت کا حکم دیا۔

نیشاپور کی فتح: اس سے پیشتر بہ وقت قبضہ خراسان ابومسلم نے اپنے عمال کو بلاد اسلامیہ پر اس طور سے مامور کیا تھا۔ سباع بن نعمان ازدی کو سمرقند پر' ابوداؤد خالد بن ابراہیم کو طخارستان پر' محمد بن اشعث خزاعی کو طبسین پر' مالک بن ہیثم کو پولیس پر اور قحطبہ کو طوس پر۔ قحطبہ کے ہمراہ چند سرداروں' سپہ سالاران لشکر ابوعون' عبدالملک بن یزید' خالد بن برمک' عثمان بن نہیک اور خازم بن خزیمہ وغیرہ تھے۔ اہل طوس کو پہلے ہی میدان میں شکست ہوئی قحطبہ نے بہت بے رحمی سے ان کو قتل کیا۔ اس کے بعد ابومسلم نے قاسم بن مجاشع کو نیشاپور کی طرف براہ مجہ روانہ کیا اور قحطبہ کو تمیم بن نصر سے سوذقان میں جنگ کرنے کو لکھا اور دس ہزار لشکر کو بسرافسری علی بن معقل کمک پر روانہ کیا۔ تمیم کے ساتھ نابلی بن سوید اور شیبان کے بقیۃ السیف ہمراہی تھے۔ قحطبہ نے تمیم بن نصر پر حملہ کی تیاری اور قبل حملہ کے جس امر کی سب کو دعوت دیتا تھا تمیم کو دعوت دی۔ جب اس نے اس کو قبول نہ کیا تو حملہ کر دیا۔ تمیم بن نصر اور ایک گروہ اس کے ہمراہیوں کا جن کی تعداد تیس ہزار بیان کی جاتی ہے' عرصہ جنگ میں مارا گیا۔ لشکرگاہ میں مال واسباب جو کچھ تھا لوٹ لیا گیا۔ باقی ماندہ فوج شہر میں جا کر پناہ گزیں ہوئی۔ قحطبہ کے راستے شہر میں داخل ہوا بہت بڑی خونریزی کے بعد شہر پر قبضہ کر لیا۔ خالد بن برمک کو مال غنیمت کے جمع کرنے پر مامور کر کے نیشاپور کا رخ کیا۔ نصر بن سیار نیشاپور سے قومس بھاگ آیا۔

جرجان پر قبضہ: اسی اثناء میں اس کے ہمراہی اس سے علیحدہ ہو گئے۔ پس نصر بن سیار قومس سے جرجان کی طرف روانہ ہو گیا' جہاں پر نباتہ بن حنظلہ تھا۔ جس کو یزید بن عمر بن ہبیرہ نے نصر کی کمک پر روانہ کیا تھا۔ فارس' اصفہان' اور رے ہوتا ہوا جرجان پہنچا اور قحطبہ نے رمضان یا شوال کی بارہ تاریخ تھی داعیٔ اجل کو لبیک کہہ کر راہی ملک بقا ہو گیا۔ باقی رہے اس کے ہمراہی وہ ہمدان چلے گئے۔

رے پر قبضہ: نصر بن سیار کی وفات کے بعد حسن بن قحطبہ نے خزیمہ بن خازم کو سمنان کی طرف مامور کیا۔ اسی اثناء میں

قحطبہ' جرجان سے آ گیا اور زیاد بن زرارہ قشیری ابومسلم کی اطاعت قبول کر لینے پر نادم ہو رہا تھا۔ آگے آگے بقصد اصفہان ابن ضبارہ سے ملنے کی غرض سے چلا جا رہا تھا۔ قحطبہ نے میتب بن زہیر ضبی کو اس کے تعاقب پر مامور کیا۔ میتب بن زہیر ضبی نے لڑ کر اس کو شکست دی۔ زیاد کے اکثر ہمراہی جنگ میں کام آ گئے۔ میتب' قحطبہ کے پاس لوٹ آیا اور قحطبہ رے میں اپنے لڑکے حسن کے پاس چلا گیا۔ حبیب بن یزید نہشلی اور اہل شام یہ خبر پا کر بلا جدال و قتال رے چھوڑ کے نکل گئے اور حسن ماہ صفر میں داخل ہوا۔ قحطبہ نے فتح رے کی خوش خبری ابومسلم کو لکھی اور رے میں قیام کر دیا۔ چونکہ اکثر اہل رے کا میلان طبع بنو امیہ کی طرف تھا ابومسلم کے متصرف ہو جانے سے رے چھوڑ چھوڑ کر چلے گئے ابومسلم نے سب کا مال و اسباب ضبط کر لیا جس کو سفاح نے بہت دنوں بعد واپس کیا۔

اصبہید کی اطاعت: اس کے بعد ابومسلم نے اصبہید طبرستان کو اطاعت قبول کرنے اور خراج دینے کو لکھا۔ اصبہید نے منظور کر لیا بعد ازاں مصمغان والی دنباوند و کبیر دیلم کو اسی مضمون کا خط لکھا۔ اس نے نہایت سختی سے اس کا جواب دیا۔ ابومسلم نے موسیٰ بن کعب کو رے سے روانہ ہونے کو تحریر کیا۔ چنانچہ موسیٰ بن کعب بموجب اس حکم کے مصمغان سے لڑنے کو گیا لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ دیلم روزانہ موسیٰ سے جنگ کرنے کو آتے اور شام کو واپس جاتے تھے رفتہ رفتہ موسیٰ کے لشکریوں میں بہت سے آدمی زخمی ہو گئے اور اکثر معرکے میں کام بھی آ گئے اس پر طرہ یہ ہوا کہ مصمغان نے ان کی رسد و امداد بھی بند کر دی۔ مجبور ہو کر موسیٰ رے لوٹ آیا۔ مصمغان نے اس وقت سے بابرعہد حکومت المنصور تک عباسیوں کی اطاعت نہ قبول کی یہاں تک کہ حماد بن عمر ایک عظیم الشان لشکر لے کر آیا اور اس کے دنباوند فتح کیا۔

نہاوند کا محاصرہ: جس وقت قحطبہ کا خط جس کا ذکر اوپر آیا ہے ابومسلم کے پاس وارد ہوا مرو سے کوچ کر کے نیشاپور آ ٹھہرا بعد ازاں قحطبہ نے اپنے لڑکے حسن کو قیام رے کے تیسری شب کو ہمدان کی طرف روانہ کیا۔ مالک ابن ادہم اور کل اہل شام و خراسان ہمدان چھوڑ کر نہاوند چلے آئے۔ حسن نے ہمدان پر قبضہ کر کے نہاوند کا قصد کیا اور شہر سے چار فرسنگ کے فاصلے پر پڑاؤ ڈال دیا۔ قحطبہ نے ابوجہم بن عطیہ (باہلہ کے آزاد غلام) کو بسر گروہی سات سو فوج کے حسن کی کمک پر مامور کیا۔ جس وقت ابوجہم حسن کے پاس پہنچ گیا حسن نے نہایت مضبوطی سے نہاوند کا محاصرہ کر لیا۔ نیشاپور میں گذرانا' اوائل ذی القعدہ میں جرجان کی طرف کوچ کیا۔ اس کا لڑکا حسن بن قحطبہ مقدمۃ الجیش پر تھا جو رفتہ رفتہ جرجان تک پہنچ گیا۔ اس وقت جرجان میں نباتہ بن حنظلہ کے ہمراہ اہل شام بھی موجود تھے۔ اہل خراسان کو ان کی جمعیت سے خوف پیدا ہوا۔ قحطبہ نے ان کو جمع کر کے ایک پر جوش خطبہ دیا جس میں یہ ظاہر کیا کہ امام نے پیش گوئی کی ہے کہ تم لوگ اتنی بڑی فوج سے مقابلہ کرو گے اور اللہ تعالیٰ کی عنایت سے اس پر فتح یاب بھی ہو گے''۔ لشکریوں کا دل اس پیشین گوئی کے سننے سے بڑھ گیا۔ قحطبہ نے لشکر کو مرتب کیا۔ میمنہ پر اپنے لڑکے حسن کو مامور کیا۔ جنگ کا بازار گرم ہو گیا لشکر شام کو شکست ہوئی۔ نباتہ ابن حنظلہ مع دس ہزار فوج کے مارا گیا۔ خاتمہ جنگ پر نباتہ کا سر کاٹ کے ابومسلم کے پاس بھیج دیا گیا۔ یہ واقعہ ذی الحجہ ۱۳۰ھ کا ہے۔

اہل جرجان کی سرکوبی: قحطبہ کو جرجان پر قبضہ کرنے کے بعد یہ معلوم ہوا کہ اہل جرجان بغاوت پر آمادہ ہیں۔ پس اس

نے ان میں سے تقریباً تیس ہزار آدمیوں کو قتل کر ڈالا۔ نباتہ بن حنظلہ کے قتل کے بعد نصر بن سیار خوار الرے کی طرف چلا آیا۔ خوار الرے کا امیر ابو بکر عقیلی تھا اور یزید بن عمر بن ہبیرہ سے جو کہ واسط میں تھا امداد طلب کی یزید بن عمر بن ہبیرہ نے اس کے قاصد کو روک رکھا۔ یہاں تک کہ مروان نے ابن ہبیرہ کو نصر کی امداد کا حکم دیا۔ پس ابن ہبیرہ نے ایک بہت بڑا لشکر نصر کی کمک پر روانہ کیا جس کا سردار ابن غطیف تھا۔

نصر بن سیار کی وفات: اسی اثناء میں قحطبہ نے اپنے لڑکے حسن کو خوار الرے کی طرف ۱۳۱ھ میں نصر کے محاصرہ کرنے کے لئے روانہ کیا اور بسر افسری ابو کامل' ابو القاسم محرز بن ابراہیم اور ابو العباس مروزی ایک لشکر اس کی کمک کو بھیجا لیکن جس وقت یہ لوگ حسن کے لشکر کے قریب پہنچے تو ابو کامل اپنے ہمراہیوں سے علیحدہ ہو کر نصر سے جا ملا اور اس کے لشکر کی روانگی و قیام سے مطلع کر دیا۔ جس سے قحطبہ کے لشکر کو سخت شکست ہوئی اور بہت سا مال و اسباب نصر کے ہمراہیوں کے ہاتھ آیا۔ نصر نے مال غنیمت کو ابن ہبیرہ کے پاس مع فتح کا بشارت نامہ روانہ کر دیا۔ اتفاق یہ کہ نصر کے قاصد اور ابن غطیف سے رے میں ملاقات ہوگئی۔ ابن غطیف نے قاصد سے خط اور مال غنیمت لے لیا اور رے میں قیام کر دیا۔ نصر کو اس سے سخت ناراضگی پیدا ہوئی اور جب نصر نے رے کا قصد کیا (ان دنوں رے کا امیر حبیب بن یزید نہشلی تھا) تو ابن غطیف ہمدان روانہ ہو گیا۔ چونکہ ہمدان کا امیر مالک بن ادہم بن محرز باہلی تھا۔ ہمدان سے اعراض کر کے عامر بن ضبارہ کے پاس اصفہان چلا گیا۔ نصر دو روز تک رے میں مقیم رہا۔ تیسرے روز بیمار ہو گیا۔ بیمار ہوتے ہی رے سے کوچ کر دیا جوں ہی سادہ پہنچا۔ ربیع الاول ۱۳۱ھ کو وفات ہو گیا۔

اصفہان کی فتح: ہم اوپر لکھ آئے ہیں کہ ابن ہبیرہ نے اپنے لڑکے داؤد بن یزید کو عبداللہ بن معاویہ سے جنگ کرنے کو اصطخر بھیجا تھا اور عامر بن ضبارہ کو اس کے ہمراہ کر دیا تھا۔ پس ان لوگوں نے عبداللہ بن معاویہ کو شکست دی اور ۱۲۹ھ میں کرمان تک ان کا تعاقب کرتے چلے گئے اور جب ابن ہبیرہ کو ۱۳۰ھ میں نباتہ بن حنظلہ کے جرجان میں مارے جانے کی خبر پہنچی تو اپنے لڑکے داؤد اور ابن ضبارہ کو قحطبہ کی طرف بڑھنے کا حکم دیا۔ چنانچہ داؤد ابن ضبارہ پچاس ہزار کی جمعیت سے کرمان سے روانہ ہو کر اصفہان پر جا اترے۔ قحطبہ نے ان لوگوں کے مقابلے پر اپنے سرداران لشکر کے ایک گروہ کو مامور کیا جس کا سردار مقاتل بن حکیم کعبی تھا۔ ان لوگوں نے قم میں قیام کیا ابن ضبارہ نے یہ خبر پا کر کہ حسن بن قحطبہ نہاوند کا محاصرہ کئے ہوئے ہے۔ نہاوند کے بچانے کو روانہ ہوا مقاتل بن حکیم نے قحطبہ کو اس سے آگاہ کیا قحطبہ نے یہ سن کر رے سے نہاوند کی طرف اپنے لڑکے حسن کی کمک کو روانہ کیا۔ یہاں تک کہ مقاتل سے جا ملا۔ بعد ازاں دونوں نے داؤد اور ابن ضبارہ سے جنگ کرنے کی تیاری کر دی۔ ابن ضبارہ کی رکاب میں ایک لاکھ لشکر تھا اور قحطبہ تیس ہزار کی جمعیت سے تھا۔ ماہ رجب ۱۳۱ھ میں معرکہ آرائی کی نوبت آئی۔ قحطبہ اور اس کے ہمراہیوں نے مجموعی قوت سے ایسا حملہ کیا کہ ابن ضبارہ کو شکست ہوگئی۔ اثناء دار و گیر میں خود بھی مارا گیا۔ قحطبہ نے ابن ضبارہ کے لشکر گاہ میں جو کچھ مال و اسباب تھا لوٹ لیا اور اپنے لڑکے حسن کے پاس فتح کی خوش خبری بھیجی۔

فتح نہاوند: پھر قحطبہ اس مہم سے فراغت حاصل کر کے اصفہان چلا گیا۔ بیس روز قیام کر کے اپنے لڑکے حسن کے پاس نہاوند چلا آیا اور حسن کے ساتھ شریک محاصرہ نہاوند رہا۔ تین مہینے تک اہل نہاوند محاصرے میں رہے آخری شوال ۱۳۱ھ میں قحطبہ نے اہل خراسان کو جو کہ نہاوند میں تھے کہلا بھیجا کہ ''میں تم کو امان دیتا ہوں جہاں چاہو چلے جاؤ''۔ لیکن ان لوگوں نے منظور نہ کیا۔ تب قحطبہ نے یہی پیام اہل شام کو دیا اہل شام نے منظور کیا اور یہ کہلا بھیجا کہ ''تم اہل شہر کو اپنی جنگ میں مصروف کر لو شہر کا دروازہ جس جانب ہم ہیں ہم کھول دیں گے''۔ قحطبہ نے ایسا ہی کیا اور اہل شام نے اپنا وعدہ پورا کیا۔ دروازہ کھلتے ہی اہل خراسان بھی شامیوں کے ساتھ نکلے مگر ان کے لئے امان تو تھی ہی نہیں سب کے سب قتل کر دیئے گئے از انجملہ ابوکامل، حاتم بن شریح، ابن نصر بن سیار، عاصم بن عمیر، علی بن عقیل اور بیہس تھا۔

حلوان پر قبضہ: اسی واقعہ کے اثناء میں قحطبہ نے اپنے لڑکے حسن کو اطراف حلوان میں بھیجا تھا۔ امیر حلوان عبداللہ بن علاء کندی تھا اس پر حسن کا خوف اس قدر غالب ہوا کہ بلا کسی چھیڑ چھاڑ کے حلوان چھوڑ کر بھاگ گیا۔

شہر روز کی فتح: پھر قحطبہ نے ابوعون عبدالملک بن یزید (خراسانی) اور مالک بن طرافہ (خراسانی) کو چار ہزار کی جمعیت سے شہر روز پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ شہر روز کا عثمان بن سفیان عامل تھا اس کے مقدمۃ الجیش پر عبداللہ بن مروان بن محمد تھا ابوعون عبدالملک اور عثمان بن سفیان سے آخری ذی الحجہ تک لڑائی ہوتی رہی۔ بالآخر عثمان کو شکست ہوئی اور اثنائے شکست میں خود بھی مارا گیا۔ پس ابوعون عبدالملک نے بلاد موصل پر قبضہ کر لیا۔ بیان کیا گیا کہ عثمان بن سفیان جنگ شہر روز سے شکست اٹھا کر عبداللہ بن مروان کے پاس چلا گیا تھا اور ابوعون نے اس کے لشکر گاہ کو لوٹ لیا۔ اس کے اکثر ہمراہیوں کو قتل کر ڈالا تھا اور قحطبہ نے بہ نظر احتیاط امداد مزید بھی بھیجی تھی۔ عبداللہ بن مروان بن محمد ان دنوں خراسان میں تھا۔ اس وحشت ناک خبر کو سن کر اہل شام، جزیرہ اور موصل کو جمع کر کے ابوعون عبدالملک کی طرف بڑھا۔ زاب اکبر میں پہنچ کر قیام کیا اور ابوعون عبدالملک محرم ۱۳۲ھ میں شہر روز چلا آیا۔

قحطبہ اور ابن ہبیرہ کی لڑائی: جس وقت داؤد بن یزید جنگ حلوان سے شکست اٹھا کر اپنے باپ یزید بن ہبیرہ کے پاس آیا، ابن ہبیرہ یہ سن کر ضبط نہ کر سکا ایک عظیم الشان فوج کو جمع کر کے خروج کر دیا اور مروان نے بھی حوثرہ بن سہیل باہلی کو اس کی امداد پر بھیجا۔ ابن ہبیرہ نے مع حوثرہ بن سہیل کے حلوان پہنچ کر قیام کیا اور اس خندق کو کھودا جسے اہل فارس نے زمانہ جنگ فارس میں کھودا تھا۔ قحطبہ نے خبر پا کر حلوان کا رخ کیا۔ بعد ازاں دجلہ کو انبار کی طرف عبور کیا۔ ابن ہبیرہ نے بھی کوفہ کی طرف مراجعت کی اور اپنی روانگی سے پیشتر حوثرہ بن سہیل کو پندرہ ہزار کی جمعیت سے کوفے کی طرف بڑھنے کا حکم دیا۔ قحطبہ نے انبار سے ۸ محرم ۱۳۲ھ کو دریائے فرات عبور کیا۔ اس وقت ابن ہبیرہ دہانہ فرات پر تیئس فرسنگ کے فاصلے پر پڑاؤ ڈالے ہوئے پڑا تھا حوثرہ اور ابن ضبارہ کے بقیۃ السیف ہمراہی اس کے ہمراہ تھے۔ اس کے مشیروں نے یہ رائے دی کہ کوفے کو چھوڑ کر خراسان کا قصد کرو، قحطبہ نے مجبوراً کوفے سے اعراض کر کے تمہارا تعاقب کرے گا۔

ابن ہبیرہ نے اس رائے سے اختلاف کر کے دجلہ کو مدائن سے عبور کیا اس کے مقدمۃ الجیش پر حوثرہ سر لشکر تھا۔

دونوں فریق ایک دوسرے کے روبروفرات کے دونوں جانب بقصد کوفہ سفر کرنے لگے۔ قحطبہ ایک مقام پر پہنچ کر کہنے لگا ''مجھ سے امام نے فرمایا ہے کہ اس مقام پر لڑائی ہوگی اور فتح نصیب ہمارا گروہ ہوگا''۔ لوگوں نے فرات کے ایک پایاب مقام کا پتہ بتایا جس سے اس نے عبور کیا حوثرہ اور محمد ابن نباتہ مقابلے پر آئے۔

قحطبہ کا خاتمہ: اس لڑائی میں گو اہل شام کو شکست ہوئی لیکن ہوا خواہان دولت بنی عباسیہ قحطبہ کو کھو بیٹھے۔ مقاتل عتکی نے شہادت دی کہ قحطبہ نے اپنے بعد اپنے لڑکے حسن کو بسر افسری عساکر کی وصیت کی ہے۔ لشکریوں نے سردست حسن کے بھائی حمید بن قحطبہ کی بیعت کر لی اور حسن کو جو کہ ان دنوں اپنے باپ قحطبہ کے حکم سے ایک سریہ میں گیا ہوا تھا طلب کر کے امیر لشکر بنالیا۔ اس کے بعد قحطبہ کی جستجو شروع ہوئی ڈھونڈتے ڈھونڈتے ایک گڑھے میں اس کی اور حرث بن سالم بن اخور کی لاشیں پائی گئیں۔ بعض کا یہ بیان ہے کہ جس وقت قحطبہ بعد عبور فرات مصروف جدال وقتال ہوا معن بن زائدہ نے ایک ایسا وار کیا کہ قحطبہ گھوڑے سے زمین پر آرہا۔ وصیت کی تھی کہ اگر میں مر جاؤں تو میری لاش دریا میں ڈال دینا۔ اس کے بعد محمد بن نباتہ اور اہل شام بھاگ کھڑے ہوئے اور قحطبہ مر گیا اور بوقت وفات کوفہ میں شیعوں کی امارت کی وصیت بحق ابو سلمہ خلال وزیر آل محمد کر گیا۔ ابن نباتہ و حوثرہ شکست کے بعد ابن ہبیرہ کے پاس جا پہنچے۔ ابن ہبیرہ ان کی شکست سے پریشان خاطر ہو کر واسط کی طرف بھاگا۔ حسن ابن قحطبہ نے جو کچھ اس کی لشکر گاہ میں تھا لوٹ لیا۔

اہل کوفہ کا خروج: اس واقعہ کی خبر کوفہ پہنچی تو محمد بن خالد قسری نے شیعان علیؓ کو جمع کر کے شب عاشورا ۱۳۲ھ میں خروج کر دیا۔ ان دونوں زیاد بن صالح حارثی والی کوفہ اور عبدالرحمٰن بن بشیر عجلی افسر پولیس تھا۔ جونہی محمد بن خالد قصر امارت کے قریب پہنچا زیاد مع اہل شام کے جو اس وقت اس کے ہمراہ تھے قصر امارت چھوڑ کر نکل آیا۔ محمد بن خالد قصر میں داخل ہوا۔ حوثرہ نے یہ خبر پا کر کوفہ کی طرف مراجعت کی۔ اتفاق سے کوفے میں یہ خبر مشہور ہو گئی' عوام الناس جو محمد کے ہمراہ تھے یہ خبر سن کر علیحدہ ہو گئے لیکن محمد نے قصر امارت کو نہ چھوڑا۔ اس اثناء میں حوثرہ کے ہمراہیوں میں سے بجلیہ کا ایک گروہ آیا اور ہوا خواہانِ دولت عباسیہ میں شریک ہو گیا۔ بعد ازاں کنانہ و بجدل والے یکے بعد دیگرے آئے اور انہوں نے بھی اس دعوت کو قبول کر لیا۔ حوثرہ نے اپنے ہمراہیوں کا یہ رنگ دیکھ کر واسط کی جانب کوچ کر دیا۔

حسن بن قحطبہ کی کوفہ روانگی: محمد نے اس واقعہ کی اطلاع حسن کو دی کیونکہ اس کو قحطبہ کے مرنے کی خبر نہیں پہنچی تھی۔ حسن نے امراء لشکر کے روبرو اس خط کو پڑھ کر کوفہ کی جانب کوچ کر دیا اور روانگی کی چوتھی صبح کو پہنچ گیا۔ بعض کا یہ بیان ہے کہ حسن بن قحطبہ' ابن ہبیرہ کی شکست کے بعد کوفہ روانہ ہوا تھا۔ عبدالرحمٰن بن بشیر عجلی والی کوفہ پر ایسا خوف غالب ہوا کہ حسن کے پہنچنے سے پہلے بھاگ کھڑا ہوا۔ محمد بن خالد نے خالی میدان پا کر گیارہ آدمیوں سے خروج کیا۔ اہل شہر سے بیعت لی' اسی عرصے میں حسن بن قحطبہ پہنچ گیا۔ سب کے سب جمع ہو کر ابو سلمہ کے پاس آئے اور بنو سلمہ سے خروج کرنے کی درخواست کی۔ ابو سلمہ راضی ہو گیا۔ نخیلہ میں آ کر لشکر مرتب کیا اور وہاں سے کوچ کر کے حمام اعین میں آ اترا۔ بعدہ حسن بن قحطبہ کو

بغرض جنگ ابن ہبیرہ واسط کی طرف روانہ کر دیا۔ ابوسلمہ کی طرف سے حفص بن سلیمان خلال وزیر آل محمد نے لوگوں سے بیعت لی اور محمد بن خالد قشیری کوفے پر مامور کیا گیا۔ اہل کوفہ اس کو امیر کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ابوالعباس سفاح مسند خلافت پر متمکن ہوا۔

مسلم بن قتیبہ اور معاویہ بن سفیان کی لڑائی: اس کے بعد ابوسلمہ نے حمید بن قحطبہ کو مع چند سرداران لشکر مدائن کی طرف' مسیب بن زہیر وخالد بن برمک کو دیر قناء کی جانب' شراحیل کو عین التمر اور بسام بن ابراہیم بن بسام کو اہواز کی جانب روانہ کیا۔ اہواز میں عبدالرحمٰن بن عمر بن ہبیرہ امیر تھا۔ اس سے اور بسام سے لڑائی ہوئی۔ عبدالرحمٰن شکست کھا کر بصرہ کی طرف بھاگا۔ بصرے میں اس کے بھائی کی طرف سے مسلم بن قتیبہ باہلی عامل تھا بسام نے عبدالرحمٰن کی شکست کے بعد سفیان بن معاویہ بن یزید بن مہلب کو والی بصرہ مقرر کر کے روانہ کیا۔ مسلم نے یہ سن کر بنو قیس' مضر اور بنوامیہ کو جمع کیا۔ اتفاق وقت سے ایک سپہ سالار' سپہ سالاران ابن ہبیرہ سے دو ہزار فوج لے کر آ گیا۔ سفیان نے بھی یمانیہ اور ان کے خلفاء ربیعہ کو یک جا کیا۔ صفر ۱۳۲ھ میں لڑائی ہوئی۔ معاویہ بن سفیان عین معرکۂ کارزار میں مارا گیا جس سے سفیان کے قدم استقامت ڈگمگا گئے اور میدان جنگ مسلم قتیبہ کے ہاتھ رہا۔ اس کے بعد مسلم کے پاس چار ہزار امدادی فوج مروان کے یہاں سے آئی۔ اس نے ازد پر چڑھائی کی اور ان کے مکانات کو منہدم کر دیا' عورتوں اور بچوں کو قیدی بنا لیا۔

سفیان بن معاویہ بحیثیت امیر بصرہ: مسلم اس واقعہ کے بعد سے برابر بصرے ہی میں رہا یہاں تک کہ اس کو ابن ہبیرہ کے قتل کی خبر پہنچی' پریشان ہو کر نکل کھڑا ہوا۔ میدان خالی دیکھ کر حرث بن عبدالملک کے لڑکے جمع ہو کر محمد بن جعفر کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کو چند روز تک اپنا امیر بنائے رہے اس اثناء میں ابو مالک عبداللہ بن اسید خزاعی ابومسلم کی جانب سے وارد بصرہ ہوا اور جب ابوالعباس سفاح کی بیعت خلافت ہو گئی تو بصرے کی حکومت سفیان بن معاویہ کو دی گئی۔

باب : ۱۳

دولتِ عباسیہ کا آغاز

ابوالعباس کی کوفہ کو روانگی: اس سے پیشتر دعاۃ بنی عباسیہ امام ابراہیم بن محمد کی گرفتاری اور حران میں مروان کے حکم سے قید کیے جانے کی تفصیلی حالات ہم اوپر لکھ آئے ہیں۔ امام ابراہیم نے خود ہی اپنی موت کی خبر اپنے اہل کو دی تھی اور ان لوگوں کو کوفہ چلے جانے کی ہدایت اور اپنے بھائی ابوالعباس عبداللہ بن حرثیہ[1] کو اس کی وصیت کی تھی۔ پس ابوالعباس مع اپنے اہل بیت اور بھائیوں ابوجعفر المنصور عبدالوہاب اور برادرزادگان محمد بن ابراہیم عیسیٰ بن موسیٰ اور اعمام (چچوں) داؤد عیسیٰ صالح اسمٰعیل عبداللہ عبدالصمد پسران علی بن عبداللہ بن عباسؓ اور برادرزادہ موسیٰ بن داؤد اور یحییٰ بن جعفر بن تمام بن عباس کے ماہ صفر میں کوفہ چلا گیا۔ ابوسلمہ اور شیعان علی کوفے کے باہر حمام اعین تک استقبال کو آئے۔ ابوسلمہ نے ان لوگوں کو ولید بن سعد (بنو ہاشم کے آزاد غلام) کے مکان پر ٹھہرایا اور سپہ سالاران و شیعان علیؓ سے اس راز کو چالیس دن تک مخفی رکھا۔ ابوسلمہ نے جیسا کہ خیال کیا جاتا ہے اس امر کی کوشش کی تھی کہ امامِ خلافت آلِ ابی طالب کے سپرد کی جائے۔ لیکن شیعوں میں سے ابوجہم نے مخالفت کر کے سمجھایا کہ ابھی اس کا وقت نہیں ہے عجلت نہ کرو۔

ابوالعباس اور حمید: ایک روز سابق خوارزمی (یہ امام ابراہیم بن محمد کا خادم تھا) اور ابوحمید محمد بن ابراہیم حمیری سے آتے جاتے کہیں ملاقات ہو گئی۔ امام ابراہیم کے حالات دریافت کیے۔ جواب دیا ''امام ابراہیم تو آغوشِ لحد میں سو گئے ہیں اور اپنی جانشینی کی بابت اپنے بھائی ابوالعباس کو وصیت فرمائی ہے اور وہ ان دونوں مع اپنے اہل بیت کے کوفے ہی میں ہیں''۔ اس پر ابوحمید نے اشتیاقِ ملاقات ظاہر کیا۔ سابق خوارزمی بولا ''میں ابھی وعدہ نہیں کر سکتا۔ اجازت حاصل کرنے کا مجھے موقع دیجیے اور کل اسی مقام پر مجھ سے ملیے گا''۔ اتنی باتیں ہونے کے بعد دونوں ایک دوسرے سے علیحدہ ہو گئے۔ ابوحمید ابوجہم کے پاس لشکر ابوسلمہ میں آیا اور ان واقعات سے اس کو آگاہ کیا۔ ابوجہم نے کہا ''دیکھو جہاں تک ممکن ہو خوشامد درآمد سے ان لوگوں سے ملنے کی ضرور کوشش کرنا''۔ اگلے دن حسبِ وعدہ ابوحمید مقام مقررہ پر آیا اور سابق خوارزمی کے ہمراہ بنو عباس کے پاس گیا۔ دریافت کیا خلیفہ کون اور کہاں ہیں؟ داؤد بن علی بن ابوالعباس کی طرف اشارہ کر کے بولے ''یہ تمہارے امام اور خلیفہ ہیں''۔ ابوحمید نے بڑھ کر دست بوسی کی خلیفہ ہونے کی مبارک باد دی امام ابراہیم کے انتقال پر افسوس کرتے ہوئے

[1] چونکہ ابوالعباس عبداللہ کی ماں ربطہ بنت عبیداللہ بن عبداللہ عبدالمدان حارثی کی لڑکی تھی۔ اس وجہ سے باعتبار نسب مادری ابوالعباس عبداللہ کو ابن حارثیہ تحریر کیا ہے۔

تعزیت بھی کی اور لوٹ آیا۔

ابوسلمہ اور ابوالعباس: اس کے ساتھ ساتھ ایک خادم بھی ان کے خادموں سے ابوجہم کے پاس چلا آیا اور ان لوگوں کے جائے قیام سے اس کو آگاہ کیا اور یہ کہا کہ ابوالعباس نے مجھے ابوسلمہ کے پاس بھیجا ہے اور اونٹوں کا کرایہ طلب کیا ہے۔ جن پر سوار ہو کر تشریف لائے ہیں۔ ابوسلمہ نے اس پر مطلق توجہ نہ کی اس سے ابوجہم' ابوحمید اور وہی خادم برداشتہ خاطر ہو کر موسیٰ بن کعب کے پاس گئے اور ان حالات سے اس کو آگاہ کیا۔ سب نے متفق ہو کر دوسو دینار خادم کی معرفت ابوالعباس کی خدمت میں بھیج دیئے۔ اس کے بعد کل ارا کین دولت عباسیہ کی رائے یہ ہوئی کہ امام سے ضرور ملنا چاہئے۔ چنانچہ موسیٰ بن کعب' ابوجہم' عبدالحمید بن ربعی' سلمہ بن محمد' عبداللہ طائی' اسحاق بن ابراہیم' شراحیل' ابوحمید' عبداللہ بن بسام' محمد بن ابراہیم' محمد بن حصین اور سلیمان بن الاسود ابوالعباس عبداللہ بن محمد کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بحیثیتِ خلیفہ ہونے کے سلام کیا اور امام ابراہیم کے انتقال کی تعزیت کی۔

موسیٰ بن کعب اور ابوجہم تو لوٹ آئے اور باقی امام کے پاس رہ گئے۔ چلتے وقت موسیٰ وابوجہم اپنے ہمراہیوں کو ہدایت کر گئے کہ دیکھنا خبردار! ابوسلمہ اگر آئے تن تنہا امام کے پاس آئے' سب کو اپنے ہمراہ لے کر ہرگز ہرگز نہ آنے پائے''۔ رفتہ رفتہ ان لوگوں کے آنے کی خبر ابوسلمہ تک پہنچ گئی۔ چند آدمیوں کو ہمراہ لے کر ابوالعباس کے درِ دولت پر حاضر ہوا اور تن تنہا جیسا کہ وہ لوگ ہدایت کر گئے تھے۔ امام کے پاس گیا اور بطور خلیفہ سلام کیا۔ تھوڑی دیر بعد ابوالعباس نے اس کو لشکر گاہ میں واپس جانے کو ارشاد کیا۔

ابوالعباس کا خطبہ: صبح ہوئی تو جمعہ کا دن تھا اور ربیع الاول ۱۳۲ھ کی ۱۲ تاریخ تھی۔ لشکریوں اور ہوا خواہانِ دولتِ عباسیہ مسلح ہو کر خالی سواریاں لئے ہوئے ابوالعباس کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کو مع اہل بیت کے سوار کرا کر دارالامارت میں لے گئے۔ پھر ابوالعباس دارالامارت سے نکل کر مسجد میں آیا اور خطبہ دیا نماز باجماعت پڑھی۔ حاضرین نے بطیب خاطر بیعت کی۔ بیعت لینے کے بعد دوبارہ منبر کے اوپر زینہ پر چڑھ گیا اور اس کا چچا داؤد اس کے نیچے کے زینے پر کھڑا ہوا۔ ابوالعباس نے خطبہ[1] دیا' جو نہایت بلیغ ومشہور ہے جس میں اپنے کو مستحق خلافت اور وارث ہونا بیان کیا تھا اور لوگوں

---

[1] ابوالعباس کا یہ خطبہ نہایت طویل تھا اور اس کی عبارت نقل کرنے اور پھر اس کا ترجمہ کرنے میں طوالت بہت زیادہ ہو جاتی اس وجہ سے محض ترجمہ پر ہم اکتفا کرتے ہیں۔ مترجماً کامل لابن اثیر صفحہ ۱۹۶ جلد خامس مطبوعہ مصر۔ جمیع ستائش اس اللہ کے لئے ہے جس نے اپنے لئے اسلام کو برگزیدہ کیا ہے اور اس کو مکرم' مشرف اور معظم کیا ہے اور ہمارے لئے اس کو منتخب فرمایا۔ پس اس کو ہمارے ہی ذات سے حیات دائمی دی اور ہم کو اس کا اہل ومعدن وقلعہ بنایا اور یہ ساری قوتیں ہماری اُسی سے ہیں اور ہم کو اس کا محافظ وناصر بنایا۔ پس اس نے اپنی ذات پر تقویٰ کو واجب کر لیا اور اصل یہ ہے کہ اس نے ہم کو اس کا مستحق اور اہل بنایا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت وعزیز داری سے مخصوص کیا اور ہم کو ہمارے آباء سے پیدا کیا اور ہم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے شجرۃ النسب اور آپ ہی کے عمود نسل سے متفرع ومنشعب کیا۔ اور ان کو اللہ جل شانہ نے ہماری ذاتوں سے ان امور پر غالب کیا جو ہم کو فساد میں ڈالے ہوئے تھے۔ ہمارے نفع رسانی پر حریص اور مؤمنین پر رؤف الرحیم ہیں اور اسلام واہل اسلام میں رفیع الشان کیا اور آپ ہی (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کی وجہ سے اہل اسلام پر ایک کتاب نازل فرمائی جو ان پر تلاوت کی جاتی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ منجملہ اس کے کہ اس نے اپنی کتابِ محکم میں نازل فرمایا ہے' ارشاد کرتا ہے بے شک اللہ تعالیٰ اہل بیت سے پلیدی دور کیا چاہتا ہے اور طاہر واطہر بنائے گا۔ پھر ارشاد فرمایا ←

کے وظائف بڑھا دیئے چونکہ اس وقت ابوالعباس تپ واعضاشکنی میں مبتلا تھا' تکلیف کی شدت سے بیٹھ گیا۔ اس کا چچا داؤد اٹھا اور منبر کے اوپر کے زینہ پر چڑھ کر خطبہ دیا جیسا کہ ابوالعباس نے دیا تھا اور بنوامیہ کی مذمت کرتے ہوئے لوگوں کو کتاب

ﷺ ہے جو مال کفار قریٰ کا اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو دے اس میں سے اللہ اور رسول اور ان کے اعزہ واقارب کے لئے ہے۔ پھر ارشاد کرتا ہے اور تم لوگ جان رکھو کہ جو تم کو مالِ غنیمت حاصل ہو تو بلاشک اس میں سے پانچواں حصہ اللہ کے لئے ہے اور رسول اور اسکے قرابت والوں اور یتیموں کے لئے ہے۔ پس اللہ جل شانہ نے ہماری فضیلت سے مسلمانوں کو آگاہ فرما دیا اور ان پر ہمارے ادائے حقوق اور محبت واجب کر دی اور محض ہماری بزرگی اور فضیلت کی وجہ سے مالِ غنیمت میں ہمارا حصہ مقرر کر دیا اور اللہ تعالیٰ بہت بڑا بزرگی وعظمت والا ہے۔ شامی گمراہوں نے یہ سمجھ رکھا تھا کہ ہمارے سوا اور کوئی ریاست وسیاست وخلافت کا مستحق نہیں ہے۔ پس ان کے چہرے خاک آلودہ ہو گئے اور اے حاضرین! اللہ تعالیٰ نے ہماری ذات سے گمراہی کے بعد آدمیوں کو ہدایت دی اور نابینائی کے بعد بینا کیا اور ہلاکت کے بعد بچایا اور ہماری ہی وجہ سے حق کو غالب اور باطل کو مغلوب فرمایا اور جو فساد ان میں پیدا ہو گیا تھا اس کی ہماری ذات سے اصلاح کر دی اور ان کی عاداتِ رذیلہ کو دور اور نقصانات کو پورا فرما دیا اور تفرقہ واختلاف کو ایسا دفع کیا کہ دشمنی کے بعد دنیا میں اہل جود ولطف احسان رہیں گے اور آخرت میں بھائیوں کی طرح تختوں پر ایک دوسرے کے رُوبرو بیٹھے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے محض اپنی عنایات و شفقت سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اس امر کو منکشف کر دیا تھا۔ پس جب اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پاس بلا لیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام کے ہاتھ میں زمامِ حکومت آئی اور ان لوگوں کا کام شوریٰ سے ہوتا تھا تو وہ لوگ مواریث امم پر حاوی ہو گئے اور اس میں انہوں نے انصاف سے کام لیا' ہر ایک کے قریب کا لحاظ اور اس کو اس پر قائم رکھا' جس کا جو حق تھا اس کو وہ دیا اور اس سے وہ خود ذاتاً منقطع نہ ہوئے۔ بعد ازاں بنوحرب (امیر معاویہ کی طرف اشارہ ہے) اور بنومروان کو دپڑے اور ان لوگوں نے اس پر مطلق توجہ نہ کی اور اس کو اپنا موروثی مال سمجھ کر خوب تصرف کیا اور اس کے حاصل کرنے میں ظلم وجور اور ناانصافی سے کام لیا اور اس قدر لوگوں کو ستایا کہ ان کا جی اکتا گیا اور جب ان کا جی اکتا گیا تو اللہ تعالیٰ نے ہمارے ہاتھوں سے اس کا انتقام ان سے لیا اور ہمارے حقوق ہم پر لوٹا دیئے اور ہماری وجہ سے ہمارے گروہ کی تلافیٔ مافات کر دی اور ہماری امداد اور استحکامِ حکومت کا آپ خود متولی ہو گیا۔ تاکہ ہماری ذات سے ان لوگوں پر اپنا احسان کرے' جو دنیا میں ضعیف وناتوان ہو رہے ہیں اور ہماری ہی ذات پر اس کو ختم کیا' جیسا کہ ہم سے اس کی ابتداء کی تھی۔ میں امید کرتا ہوں کہ آئندہ تم پر کسی قسم کا ظلم نہ ہوگا' کیونکہ تمہاری بہتری کا زمانہ آ گیا ہے اور نہ تم فتنہ وفساد میں پڑے رہو گے کیونکہ تمہارا مصلح ومدبر تم میں آ گیا ہے اور اصل یہ ہے کہ ہم اہل بیت کو اللہ تعالیٰ ہی اس کی توفیق دینے والا ہے۔

اے اہلِ کوفہ! تم لوگ ہماری محبت کے مقام اور ہماری مودت کے مکان ہو تم ہی ایک ایسے ہو کہ اس سے اس وقت تک نہ پھرے اور نہ ظالموں کا ظلم تم کو اس سے پھیر سکا۔ یہاں تک کہ تم نے ہمارا زمانہ پا لیا اور ہمارے ظلِ عاطفت وسایۂ دولت میں آ گئے۔ پس تم لوگ ہماری بدولت کل آدمیوں سے خوش نصیب اور ہمارے نزدیک سب سے اکرم وافضل ہو میں اس صلے میں تمہارے وظائف میں سو سو درہم کا اضافہ کرتا ہوں۔ آگاہ ہو جاؤ کہ میں سفاح خوں ریز اور بڑے زور وشور سے بدلہ لینے والا ہوں۔ سفاح اس قدر خطبہ دینے کے بعد چونکہ پہلے ہی مبتلائے تپ ودرد تھا۔ شدتِ تکلیف سے بیٹھ گیا اور اس کا چچا داؤد بجائے اس کی منبر پر بیٹھ کر خطبہ دینے لگا۔ جس کا ترجمہ یہ ہے: ''جمیع ستائش اللہ کے لئے ہے' جس نے ہمارے دشمن کو ہلاک کیا اور ہم کو ہماری میراث! جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہنچی تھی مرحمت فرمائی۔ اے لوگو! اب دنیا کی تاریکیاں دفع ہو گئیں اور اس کے پردے کھل گئے زمین وآسمان روشن ہو گئے' آفتاب وماہتاب اپنے اپنے مطالع سے نکل آئے اور قوس کو اس کے بنانے والے نے لے لیا اور تیر جہاں سے نکلا پھر وہیں لوٹ آیا اور حق اپنے منبع میں تمہارے نبی کے اہل بیت میں واپس آیا' جو تم پر مہربان ورحیم ہے۔

اے لوگو! ہم لوگ اس حکومت کے حاصل کرنے کو نہیں نکلے کہ ہماری ثروت ودولت بڑھے اور بڑی بڑی نہریں کھودیں' محل بنائیں بلکہ اس وجہ سے ہم نے خروج کیا ہے کہ انہوں نے ہمارے حقوق چھین لئے ہیں اور ہمارے چچا کے لڑکوں کو ستایا ہے اور اس کے ساتھ ہی انہوں نے تم پر ظلم کیا اور ناعاقبت اندیشی سے تم پر حکومت کر رہے تھے اور ہم خاموشی کی آنکھوں سے اس کو دیکھ رہے تھے۔ حالانکہ بنوامیہ کا یہ برتاؤ کہ تم لوگوں سے وہ کج اخلاقی سے پیش آتے اور تم کو ذلیل سمجھتے اور تمہارے مالِ غنیمت اور صدقات کو دبا لیتے تھے' ہم کو سخت ناگوار اور شاق گزرا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کا ذمہ ہے کہ ہم تم میں وہی احکام جاری کریں گے جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائے ہیں اور ﷺ

اللہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی ہدایت کی اور نماز کے بعد دوبارہ سفاح کے منبر پر جانے کی یہ معذرت کی کہ اس کا قصد یہ تھا کہ کلام جمعہ غیر جمعہ کے کلام سے مخلوط نہ ہو جائے اور اب جو وہ بغیر اہتمام کلام بیٹھ گیا ہے تو اس کی وجہ شدت تکلیف بخار و درد ہے۔ تم کو چاہئے کہ اس کی صحت کی دعا کرو۔ اس قدر کہنے کے بعد مروان کی بے حد مذمت کی اور اہل خراسان کا شکریہ ادا کیا اور یہ بھی بیان کیا کہ کوفہ ان دار الامارت ہے جہاں سے وہ لوگ کبھی علیحدہ نہ ہوں گے اور یہ کہ اس منبر پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی خلیفہ سوائے امیر المومنین علی بن ابی طالب اور امیر المومنین عبداللہ بن محمد کے نہیں چڑھا۔ (اس فقرے کے کہتے وقت سفاح کی طرف اشارہ کیا تھا) اور یہ خلافت و حکومت ہمارے ہی خاندان میں رہے یہاں تک کہ ہم اس کو عیسیٰ بن مریم کے سپرد کر دیں گے۔

؎ تمہاری قضایا و محصوبات میں کتاب اللہ پر عملدرآمد کریں گے اور کیا خاص و عام سب کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سا برتاؤ کریں گے۔ مرے تباہ ہوئے بنی حرب بن امیہ اور بنی مروان کہ انہوں نے اپنے اس قلیل مدتِ خلافت میں مقاصدِ دنیاوی کو مقاصدِ اخروی پر مقدم کر دیا اور اس دارِ فانی دار الباقی پر۔ پس وہ ان کے امور کے مرتکب ہوئے جن کا کرنا ان کو مباح نہ تھا خلق اللہ پر ظلم کیا۔ محرماتِ شرعی کو جائز رکھا' جرائم کو پھیلایا۔ اللہ کے بندوں اور ملک میں اپنی عادت اور طریقہ کے مطابق ظلم سے کام لیا۔ معاصی کی طلب میں نکلے اور گمراہی کے میدان میں اللہ کے استدراج اور اس کے انتقام سے بے خوف ہو کر جہالت سے دور پڑے پس اللہ تعالیٰ کا عذاب ان پر شبا شب آ گیا اور وہ سو ہی رہے تھے صبح ہوئی تو اسی غم میں مبتلا تھے اور ان کی قوت پارہ پارہ ہو گئی۔ دوری ہوئی رحمت الٰہی سے ظالموں کی قوم کو۔

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے ہم کو مروان کے پنجۂ غضب سے نکالا۔ اس کو اس کا غرور دھوکے میں ڈالے ہوئے تھا۔ اسی حالت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے دشمن کی سرکوبی کی طرف توجہ کی یہاں تک کہ خود منہ کے بل گر پڑا چونکہ اس دشمن خدا نے یہ سمجھ رکھا تھا کہ اس پر کوئی قادر نہ ہوگا۔ اس وجہ سے اس نے اپنے گروہ کو پکارا اپنے شیطانی لشکر کو جمع کیا اور سواروں کو ادھر ادھر پھیلا دیا لیکن اپنے آگے' دائیں اور بائیں اللہ تعالیٰ کے عذاب اور انتقام کو جمع پایا جس نے اس سے اس کے افعالِ ناشائستہ' ناپسندیدہ حرکات کا انتقام لیا اور برائی کا بار اس کی گردن پر ڈال دیا۔ ہماری عزت ہمارے شرف کو زندہ کر کے ہمارے حق اور وراثت کو ہماری طرف واپس کر دیا۔ اے لوگو! امیر المومنین اللہ تعالیٰ ان کی بہت بڑی مدد کرے گا۔ بعد ادائے نماز پھر منبر پر اس وجہ سے چڑھ گئے تھے کہ کلام جمعہ غیر جمعہ کے کلام سے مل جل نہ جائے اور اس کلام کو شدت تپ و اعضا شکنی کی وجہ سے ناتمام چھوڑا ہے۔ دعا کرتے جاؤ کہ امیر المومنین کو اللہ تعالیٰ صحت عطا فرمائے۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے بجائے مروان دشمن رحمٰن خلیفہ شیطان کے' جس کے متبع وہ کمینے تھے۔ جنہوں نے اصلاح کے بعد ملک میں دین بدل کر اور محرمات اسلام کو مباح کر کے فساد برپا کیا تھا اس کو مقرر کیا جو جوان اور سرمہ لگائے ہوئے تھے اور ان اسلاف ابرار و اخیار کا مقتدی ہے جنہوں نے فساد کے بعد ملک میں بذریعہ معالم ہدایے و مناہج تقویٰ اصلاح پھیلائی۔ (اس فقرے کے تمام ہوتے ہی کل حاضرین دعا کرنے لگے) پھر داؤد نے کہا اے اہل کوفہ! واللہ ہم لوگ ایک زمانہ مدید سے مظلوم و مقہور اور اپنے حق سے محروم تھے یہاں تک کہ خراسان کے ہمارے شیعوں نے اس کو ہمارے لئے مباح کیا۔ پس ان کی وجہ سے ہمارے حقوق زندہ' ہمارے دلائل واضح اور ہماری دولت پاک ہو گئی اور ان ہی کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے اس امر کو ظاہر کیا جس کے تم منتظر بھی نہ تھے۔ وہ کیا ہے کہ تم میں بنو ہاشم میں سے ایک خلیفہ مقرر کیا' جس کی وجہ سے تمہارے چہرے روشن ہو گئے اور اہل شام پر تم کو غالب کیا اور تمہاری طرف حکومت کو منتقل کیا اور اسلام کو غالب بنایا اور تم پر ایسے امام کے مقرر کرنے سے احسان کیا جو عدالت کا بانی ہے اور اس کو خلعت حکومت عنایت فرمایا۔ پس تم لوگ جو تمہیں وہ دے شکریئے کے ساتھ قبول کرو اور ہماری اطاعت اپنے پر فرض سمجھو اور دیکھو تم ہی خود فریب نہ کرنا' کیونکہ اصل کام تمہارا ہی ہے۔

ہر ایک خاندان والے کا ایک منزل و مقام ہوتا ہے اور تم ہماری ماویٰ و مسکن ہو۔ آگاہ ہو جاؤ کہ تمہارے اس منبر پر بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی خلیفہ سوائے امیر المومنین علی بن ابی طالب اور امیر المومنین عبداللہ بن محمد کے نہیں چڑھا (اس فقرہ کو یہاں کہنے کے وقت ہاتھ سے ابوالعباس سفاح کی طرف اشارہ کیا) اور جان رکھو کہ یہ حکومت ہمارے ہی خاندان میں رہے گی یہاں تک کہ ہم اس کو عیسیٰ ابن مریم کے سپرد کر دیں۔ الحمدللہ علی ما

بیعت خلافت ابوالعباس: خطبہ دینے کے بعد ابوالعباس و داؤد منبر سے اترا' آگے آگے ابوالعباس اور پیچھے داؤد قصر امارت میں آیا اور اس کا بھائی ابوجعفر مسجد میں بیٹھا ہوا لوگوں سے بیعت لینے لگا۔ یہاں تک کہ رات آ گئی اور ابوالعباس دارالامارت سے نکل کر ابوسلمہ کے لشکر میں گیا اور اس کے ساتھ اس کے خیمہ میں مقیم ہوا۔ مگر دونوں کے درمیان ایک پردہ حائل تھا۔ ان دنوں سفاح کا حاجب (لارڈ چیمبرلین عبداللہ بن بسام تھا)۔

امدادی فوج کی روانگی: کوفے میں بیعتِ عامہ لینے کے بعد سفاح نے کوفہ اور سرزمین کوفہ کی اپنے چچا داؤد کو نیابت دی اور امدادی فوجیں بلادِ مختلفہ کی طرف اس طرح پر روانہ کیں۔ عبداللہ بن علی اپنے چچا کو ابوعون بن یزید کی کمک پر شہر روز اور اپنے برادر زادہ عیسیٰ بن موسیٰ کو حسن بن قحطبہ کی کمک پر درآنحالیکہ حسن بن قحطبہ ابن ہبیرہ پر واسط میں محاصرہ ڈالے ہوئے تھا۔ واسط اور یحییٰ بن جعفر بن تمام بن عباس کو حمید بن قحطبہ کی امداد پر مدائن اور ابویقظان عثمان بن عروہ بن محمد بن عمار بن یاسر کو بسام بن ابراہیم بن بسام کی پشت پناہی پر اہواز اور سلمہ بن عمر بن عثمان کو مالک بن طواف کی طرف روانہ کیا اور خود چند دنوں تک لشکر گاہ میں ٹھہرا رہا۔ پھر وہاں سے کوچ کر کے شہر ہاشمیہ کے دارالامانت میں آ کر قیام پذیر ہوا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ داؤد بن علی اور اس کا لڑکا موسیٰ شام میں بہ وقت روانگی بنو عباس بجانب کوفہ موجود نہ تھے۔ اتفاق وقت سے جبکہ یہ دونوں شام جا رہے تھے' مقام دومۃ الجندل میں ابوالعباس سے ملاقات ہوگئی اور ابوالعباس بقصد کوفہ سفر کر رہا تھا' داؤد اس کے قصد سے آگاہ ہو کر بولا ''تم نے کوفہ کا قصد کیوں کیا۔ مروان بن محمد بنو امیہ کا سردار حران میں اہل شام و جزیرہ کو لئے ہوئے پڑا ہے' جس کی سرحد عراق سے ملتی ہے اور یزید بن ہبیرہ شیخ عرب عراق میں ہے''۔ ابوالعباس نے جواب دیا'' عمو جان! جس شخص نے زندگی کو دوست رکھا' وہ ذلیل ہوا''۔ داؤد اس برجستہ جواب سے قائل ہو گیا اور شام کا خیال دل سے دور کر کے مع اپنے لڑکے کے ساتھ ہولیا۔

ابراہیم امام کی اسیری: اس سے پیشتر بیان کیا گیا ہے کہ مروان بن محمد نے امام ابراہیم کو حران میں قید کر دیا تھا اور ان کے ساتھ سعید بن ہشام بن عبدالملک اور اس کے دونوں لڑکے عثمان و مروان اور عباس بن ولید بن عبداللہ بن عبدالعزیز اور ابومحمد سفیانی بھی قید کر دیا گیا تھا۔ چند دنوں بعد حران میں وبائی بیماری پیدا ہو گئی جس سے بہ حالت قید عباس بن ولید' عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز اور ابراہیم امام مر گئے۔ اسی اثناء میں سعید بن ہشام مع اور قیدیوں کے داروغۂ جیل کو قتل کر کے نکل کھڑا ہوا۔ جن کو اہل حران کے بلوائیوں نے یورش کر کے قتل کر ڈالا۔ منجملہ ان لوگوں کے جو اس واقعہ میں مارے گئے شراحیل بن مسلمہ بن عبدالملک' عبدالملک بن بشر التغلبی اور بطریق ارمینیہ موسوم بہ کوشان تھا۔ ابومحمد سفیانی اس شور و غل کے زمانے میں قید خانے سے نہ نکلا' ایک کمرے کا دروازہ بند کر کے بیٹھ رہا۔ جب مروان زاب سے شکست اٹھا کر حران میں آیا تو اس نے اس کو مع اور قیدیوں کے رہا کیا۔

ابراہیم امام کا انتقال: بعض کا بیان ہے کہ شراحیل بن مسلمہ اور ابراہیم امام ایک ساتھ قید کئے گئے تھے' ان دونوں میں حسن اتفاق سے راہ و رسم پیدا ہو گئی تھی ایک دوسرے سے ملاقات اور تحائف بھیجتے رہتے تھے۔ ایک روز ابراہیم امام کے پاس

ایک شخص دودھ لے کر آیا جس میں زہر ملا ہوا تھا اور یہ ظاہر کیا کہ شراحیل نے بھیجا ہے۔ ابراہیم نے پی لیا۔ پینا تھا کہ دست پر دست آنے لگے۔ کہا جاتا ہے کہ شراحیل کو اس کا علم نہ تھا اور اس نے ابراہیم کا یہ حال سن کر انا اللہ وانا الیہ راجعون پڑھ کر بے ساختہ کہا تھا کہ ابراہیم کو کسی نے بحیلہ ومکر زہر دے دیا اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے' صبح ہوئی تو ابراہیم امام مردہ تھے۔

مروان کی زاب کو روانگی: ہم اوپر لکھ آئے ہیں کہ قحطبہ نے ابوعون عبدالملک بن یزید ازدی کو شہرزور پر حملہ کرنے کو بھیجا تھا اس نے عثمان بن سفیان کو قتل کر کے اطراف موصل میں قیام کیا تھا اور مروان بن محمد اس واقعہ سے مطلع ہو کر ایک لاکھ بیس ہزار کی جمعیت سے حران سے موصل کی جانب بڑھا تھا اور زاب میں پہنچ کر خندق کھودی اور مورچہ بندی کی تھی۔ ابوعون تک یہ خبر پہنچی تو اس نے بھی زاب کا رخ کیا اور ابوسلمہ نے اس کی کمک پر عینیہ بن موسیٰ' نہان بن قبان اور اسحاق بن طلحہ کو بسرافسری تین تین ہزار لشکر کے روانہ کیا۔ پس جب ابوالعباس سفاح کی بیعتِ خلافت کوفے میں لی گئی تو اس نے مسلمہ بن محمد اور عبدالحمید بن ربعی طائی کو دو دو ہزار کی جمعیت سے عبداللہ طائی کو پندرہ سو کی جمعیت سے اور دراس بن فضلہ کو پانچ سو کی جمعیت سے ابوعون کی امداد کو روانہ کیا۔ ان لوگوں کی روانگی کے بعد اپنے خاندان والوں سے مخاطب ہو کر بولا ''میرے اہل بیعت سے کون شخص مروان کے مقابلے پر جانا چاہتا ہے''۔ عبداللہ بن علی نے کھڑے ہو کر جواب دیا ''میں اس کی سرکوبی کو تیار ہوں''۔ ابوالعباس سفاح نے ایک لشکر مرتب کر کے عبداللہ بن علی کو بھی روانہ کر دیا۔ عبداللہ بن علی نے پہنچتے ہی ابوعون کے خیمہ کو ایک جگہ سے دوسری جگہ پر نصب کرایا۔ بعد ازاں عینیہ بن موسیٰ کو پانچ ہزار لشکر کے ساتھ یکم جمادی الثانی ۱۳۲ھ میں نہر زاب عبور کر کے مروان سے لڑنے کا حکم دیا۔

مخارق و ولید کی لڑائی: چنانچہ عینیہ بن موسیٰ صبح سے شام تک لشکر مروان سے جنگ کرتا رہا۔ رات ہوتے ہی عبداللہ بن علی کے پاس واپس آیا۔ صبح ہوئی تو مروان نے نہر زاب پر کشتیوں کا پل بنوا کے عبور کیا اور اپنے لڑکے عبداللہ کو بڑھنے کا حکم دیا۔ عبداللہ بن علی نے اس کے مقابلے پر مخارق بن غفار کو مامور کیا۔ اس کی رکاب میں چار ہزار فوج تھی' عبداللہ بن مروان نے ولید بن معاویہ بن مروان بن حکم کو مخارق پر حملہ کرنے کو کہا' ولید و مخارق میں بہت دیر تک لڑائی ہوتی رہی۔ بالآخر مخارق کی فوج کو شکست ہوئی اور مخارق مع قیدیوں اور مقتولین کے سروں کے مروان کے پاس بھیج دیا گیا۔ مروان نے مخارق کو مخاطب کر کے کہا ''کیا تو ہی مخارق ہے؟'' جواب دیا ''نہیں'' پھر دریافت کیا ''کیا ان سروں میں تو مخارق کا سر بھی دیکھ رہا ہے'' مخارق نے ایک سر کی طرف اشارہ کر کے کہا یہ ہے کہ مروان مخارق کو رہا کر دیا بعض کا بیان ہے کہ مخارق نے سروں کو دیکھ کر مخارق کے سر ہونے سے انکار کیا تھا' مروان نے اس کو رہا کر دیا۔

معرکہ زاب: عبداللہ بن علی کو اس شکست کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے اس خطرے کو پیش نظر رکھ کر اس سے لشکر میں بددلی پیدا ہو گئی' نہایت تیزی سے اس خبر کے مشہور ہونے سے پیشتر لڑائی کی تیاری کر دی۔ ان کے میمنہ پر ابوعون تھا اور اس کے میسرہ پر ولید بن معاویہ' تقریباً بیس ہزار اور بقول بعض بارہ ہزار فوج اس کی کمان میں تھی۔ جونہی دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا۔ مروان نے عبداللہ بن علی کے پاس کہلا بھیجا کہ سردست یک شب کے لئے لڑائی ملتوی کر دی جائے''۔ چونکہ عبداللہ بن

علی ان کے نقصانات کو پہلے ہی سمجھ چکے تھے انکار کیا' تب ولید بن معاویہ بن مروان نے (جو مروان آخری خلیفہ بنو امیہ کا داماد تھا) حملہ کر دیا' ابوعون سینہ سپر ہو کر اپنی رکاب کی فوج لئے ہوئے مقابلے پر آیا۔ لڑائی ہوئی' میدان جنگ ولید بن معاویہ کے ہاتھ رہا اور ابوعون شکست اٹھا کر عبداللہ بن علی کے پاس چلا آیا۔ عبداللہ بن علی نے جنگ کا نقشہ بگڑتا ہوا دیکھ کر اپنے لشکر کو پیادہ پا ہو کر لڑنے کا حکم دیا اور خود پیادہ پا ((بالثارات ابراهيم يا محمد يا منصور)) کہتا ہوا مروان کے لشکر پر حملہ آور ہوا۔ مروان نے بھی اپنے لشکر کے ہر حصے کو پیادہ پا ہو کر حملہ کرنے کو کہا' کسی نے بھی اس حکم کی تعمیل نہ کی۔ یہاں تک کہ اس کے افسر پولیس نے بھی انکار کیا۔ جب مروان پر لشکریوں کی یہ دغا بازی ظاہر ہوگئی تو اس نے نقد و جنس جو اس وقت موجود تھا میدان میں پھیلا کر یہ حکم دیا کہ لڑو اور اس نقد و جنس کو لے لو۔ لشکر یک قلم جنگ سے دست کش ہو کر نقد و جنس کے لینے پر مائل ہو گئے۔

مروان کی پسپائی: مروان نے جھلا کر اس طوفانِ بے تمیزی کے روکنے پر اپنے لڑکے عبداللہ کو مامور کیا' روکتا تھا کہ سب کے سب بھاگ کھڑے ہوئے۔ دونوں لشکروں میں شکست شکست کا شور برپا ہو گیا۔ مجبوراً مروان بھی میدانِ جنگ سے پسپا ہو کر بھاگا۔ فریق مخالف کے ایک دستہ فوج نے پل کو توڑ دیا جس سے ہزار ہا آدمی' جن کی تعداد مقتولین سے کہیں زیادہ تھی' نہر زاب میں ڈوب مرے۔ منجملہ ان لوگوں کے جو غریق ہو گئے تھے' ابراہیم بن ولید معزول خلیفہ بھی تھا (بعضے کہتے ہیں کہ اس کو عبداللہ بن علی نے شام میں قتل کیا ہے) اسی معرکے میں یحییٰ بن معاویہ بن ہشام بھی مارا گیا۔ یہ واقعہ (یوم شنبہ گیارہ) جمادی الثانی ۱۳۲ھ کا ہے۔ فتح یابی کے بعد سات روز تک عبداللہ بن علی میدان جنگ میں ٹھہرا ہوا مروان کے لشکر کا مال و اسباب جمع کراتا رہا۔ آلاتِ حرب' نقد اور جنس اندازے سے بہت زیادہ ہاتھ آیا۔ فتح کی خوشخبری کا خط ابوالعباس سفاح کی خدمت میں روانہ کیا۔

مروان کا فرار: مروان بن محمد شکست اٹھا کر موصل پہنچا۔ ہشام بن عمر تغلبی اور بشر بن خزیمہ اسدی والئ موصل تھا۔ ان لوگوں نے پل توڑ دیا اور مروان کو عبور کر کے موصل میں آنے سے روکا۔ ہمراہیوں نے پکار کر کہا ((هذا امير المؤمنين)) ''یعنی امیر المؤمنین ہیں موصل میں داخل ہونے سے مانع نہ ہو''۔ ان لوگوں نے تجاہل عارفانہ سے جواب دیا ''امیر المؤمنین جنگ سے نہیں بھاگتے ہیں''۔ یہ کہہ کر سخت و سست الفاظ کہنے لگے۔ مروان ان لوگوں کی کج ادائی سے پریشان ہو کر حران چلا آیا۔ جہاں پر ان کا بھتیجا ابان بن یزید بن محمد تھا۔ تقریباً بیس روز تک ٹھہرا رہا پھر جب عبداللہ بن علی کی آمد کی خبر مشہور ہوئی تو اس نے حمص کی طرف کوچ کیا۔

اہل حمص کی عہد شکنی: اس کے جانے کے بعد ہی عبداللہ بن علی حران کے قریب پہنچ گئے۔ ابان بن یزید سیاہ کپڑے پہنے اور سیاہ پرچم لئے ہوئے ملنے کو آیا۔ ابوالعباس سفاح کی خلافت کی بیعت کی۔ عبداللہ بن علی نے ان کو امان دی۔ بعد ازاں اہل جزیرہ نے بھی حاضر ہو کر بطیبِ خاطر بیعت کر لی اور مروان نے حمص پہنچ کر تین دن قیام کیا۔ اہل حمص پہلے تو مطیعانہ پیش آئے۔ خوشی خوشی ٹھہرایا' لیکن پیچھے سے مروان کی جمعیت کی قلت و کمی سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی۔ اس کے مال و اسباب کو نظر پر چڑھایا۔ مروان نے ان کی نظریں پہچان کر کوچ کر دیا۔ ایک میل راستہ طے کیا ہوگا کہ اہل حمص شور و غل مچاتے

ہوئے آ پہنچے۔ مروان نے لطائف الحیل سے ٹالنے کی کوشش کی۔ جب اس میں کامیابی نہ ہوئی تو شمشیر بکف ہو کر لڑنے لگا۔ آخر الامر اہل حمص کو مار کر پسپا کر دیا اور خود منزل بہ منزل نہایت تیزی سے کوچ کرتا ہوا دمشق پہنچ گیا۔

فتح دمشق: ان دنوں دمشق میں ان کا چچازاد بھائی ولید بن معاویہ بن مروان بن حکم تھا۔ اس کو مخالفین دولت امویہ سے جنگ کرنے کی ہدایت کر کے فلسطین کی طرف روانہ ہو گیا۔ چونکہ فلسطین پر حکم بن ضبعان جذامی نے قبضہ کر لیا تھا۔ اس وجہ سے نہر ابوفطرس پر ٹھہر کے عبداللہ بن یزید بن روح بن زنباع جذامی سے فلسطین میں داخل ہونے کی اجازت طلب کی اور اپنی چند روزہ بقیہ زندگی کے بسر کرنے کو فلسطین میں جا کر قیام پذیر ہو گیا۔ عبداللہ بن علی اس قید خانے کے منہدم کرنے کے بعد جس میں اس کا بھائی امام ابراہیم قید تھا' حران سے روانہ ہو کر ملنج پہنچا' اہل ملنج نے فوراً اطاعت قبول کر لی۔ اس مقام پر اس کا بھائی عبدالصمد بن علی جس کو سفاح نے آٹھ ہزار کی جمعیت سے اس کی کمک پر روانہ کیا تھا' آ ملا۔ اس کے آنے کے دوسرے دن عبداللہ بن علی قنسرین اور بعل بک ہوتا ہوا دمشق میں اترا اور سردارانِ شیعہ[1] کو دمشق کے شہر پناہ کے دروازوں پر محاصرے کی غرض سے متعین کر دیا۔ چند روز کے محاصرے کے بعد (یوم چہار شنبہ) ۵ رمضان ۱۳۲ھ کو بزور تیغ دمشق میں گھس پڑا۔ قتل عام کا بازار گرم ہو گیا' دمشق کی گلیوں میں خون کی ندیاں بہنے لگیں۔ ولید بن معاویہ (گورنر دمشق) اس معرکے میں مارا گیا۔

عبداللہ بن علی کی فلسطین کو روانگی: عبداللہ بن علی اس خداداد کامیابی کے بعد پندرہ روز تک دمشق میں مقیم رہا۔ سولہویں روز دمشق سے بقصدِ فلسطین کوچ کیا۔ مروان یہ خبر پا کر فلسطین سے عریش چلا آیا۔ عبداللہ بن علی نہر ابوفطرس پر پہنچا تو سفاح کا اس مقام پر ایک فرمان اس مضمون کا ملا کہ مروان کے تعاقب پر صالح بن علی کو مامور کرو چنانچہ صالح بن علی ذیقعدہ ۱۳۲ھ کو مروان کے تعاقب میں روانہ ہوا۔ اس کے مقدمۃ الجیش پر ابوعون اور عامر بن اسمٰعیل حارثی تھا۔ مروان عریش سے نیل کی طرف چلا آیا اور نہر نیل سے صعید چلا گیا اور صالح نے فسطاط میں پڑاؤ کر کے لشکر کو آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ اتفاق یہ کہ مروان کے سواروں سے مڈبھیڑ ہو گئی۔ سوارانِ مروان پہلے ہی سے شکستہ دل ہو رہے تھے ایک ساعت بھی مقابلہ نہ کر سکے' میدان جنگ سے منہ موڑ کر بھاگے۔ ان میں سے چند سوار گرفتار کر لئے گئے اور انہیں لوگوں نے بتلا دیا کہ مروان بوصیر میں فلاں مقام پر مقیم ہے۔

مروان کا قتل: ابوعون یہ سنتے ہی بوصیر پر جا پہنچا اور شب کے وقت بحالتِ غفلت اس خوف سے کہ صبح کو کمی ہمراہیوں کی وجہ سے شکست اٹھانی پڑے گی' بوصیر پر شب خون مارا۔ مروان اس اچانک حملہ سے گھبرا کر مکان سے باہر نکل آیا۔ ایک شخص نے جو غالباً اسی تاک میں کھڑا تھا' برچھے کا وار کیا۔ مروان چکرا کر زمین پر گر پڑا۔ کوئی شخص چلا کر بولا ''افسوس امیر المومنین مارے گئے''۔ ابوعون کے ہمراہی یہ سن کر دوڑ پڑے' سر اتار کر ابوعون کے پاس لے گئے اور ابوعون نے ابوالعباس سفاح کی

---

[1] خود عبداللہ بن علی دمشق کے باب شرقی پر محاصرہ کئے ہوئے تھا اور صالح بن علی جابیہ پر' ابوعون باب کیسان پر' بسام بن ابراہیم باب صغیر پر' حمید بن قحطبہ باب توما پر اور عبدالصمد' یحییٰ بن صفوان اور عباس بن یزید باب فرادیس پر مامور تھا۔ سب سے پہلے پناہ کی فصیل پر باب شرقی کی طرف سے عبداللہ طائی اور باب صغیرہ کی جانب سے بسام بن ابراہیم چڑھ گیا تھا۔ کامل لابن اثیر جلد ۵ صفحہ ۲۰۲' ۲۰۳

خدمت میں بھیج دیا۔ یہ واقعہ آخری ۲۸ ذوالحجہ ۱۳۳ھ کا ہے۔

آل مروان کا انجام: قتل مروان کے بعد اس کے لڑکے عبداللہ وعبیداللہ سرزمین حبشہ کی طرف بھاگے۔ حبشیوں نے بھی ان کو امان نہ دی' جنگ کی نوبت آ گئی' عبیداللہ مارا گیا اور عبداللہ مع اپنے چند ہمراہیوں کے بچ گیا جو زمانہ خلافت مہدی تک باقی رہا اور جس کو عامل فلسطین نے گرفتار کر کے مہدی کے دربارِ خلافت میں بھیج دیا اور مہدی نے قید کر دیا۔ ابوعون کے طلیعہ (پٹرول) پر عامر بن اسمٰعیل حارثی مامور تھا۔ اس نے کلیسہ بوصیر کا قصد کیا' جہاں پر مروان کی عورتیں اور لڑکیاں قتل کی غرض سے نظر بندی کر دی گئی تھیں سب کو قید کر کے صالح بن علی کے پاس بھیج دیا۔ عورتوں نے اپنی رہائی کی درخواست پیش کی۔ صالح نے بنوامیہ کے ساتھ ہو کر جنگ کرنے پر ان کو ملامت کی اور پھر کچھ سوچ کر عفو تقصیر کر کے حران بھیج دیا۔

مروان بن محمد کو مروان الحمار بھی کہا کرتے تھے اس وجہ سے کہ مواقع جنگ پر نہایت برداشت وتحمل اور دلیری سے کام لیتا تھا اور اس کے مخالفین اس کو جعدی کے لقب سے یاد کیا کرتے تھے کیونکہ اس نے معبد بن درہم سے مذہب کی تعلیم پائی تھی اور یہ خلق قرآن کا قائل تھا اور زندقہ کی طرف مائل تھا۔ اس کو خالد قسری نے ہشام کے حکم سے قتل کیا تھا۔

سلیمان بن ہشام کا قتل: بنوعباس نے کامیابی حاصل کر کے بنوامیہ کے قتل پر کمریں باندھ لیں۔ بچے بچے کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر قتل کرنے لگے۔ ایک روز سدیف بن میمون' ابوالعباس سفاح کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اتفاق سے اس وقت سلیمان بن ہشام بن عبدالملک بھی موجود تھا' جس کو اس کے باپ نے امان دی تھی۔ سدیف سلیمان کو دیکھ کر جل بھن گیا۔ ابوالعباس سے خطاب کر کے ذیل کے اشعار پڑھنے لگا۔

قد اتتک الوفود من عبد شمس

مستعدین یوجعون المطیا غفوة

ایھا الخلیفة لا عن طاعة بل تخوفو

المشرفیالا یغزنک ما تری من رجال

ان بین الضلوع داء دویا فضع

السیف و ارفع السوط حتی لا تری فوق ظھرھا امویا

''تمہارے پاس بنوعبدشمس (امیہ) کے مہمان آتے ہیں۔ تیار ہو کر اپنی سواروں کو تکلیف دیتے ہوئے اے خلیفہ! وہ دھوکے سے آئے ہیں طاعت کی وجہ سے نہیں آئے بلکہ تلوار کے خوف سے۔ تم ان لوگوں کو دیکھ کر نازاں نہ ہو جانا۔ ان کے دلوں میں تمہاری طرف سے غبار باطنی بھرا ہوا ہے۔ پس ان سب کو تلوار کے گھاٹ اتار دو۔ چشم نمائی کا خیال چھوڑ دو یہاں تک کہ ان سواروں کی پشت پر کوئی بنوامیہ نہ دکھائی دے''۔

سلیمان اس کے فحوائے کلام کو سمجھ کر بولا ''کیوں چچا! تم نے تو میرے قتل کا سامان کر دیا''۔ سدیف جواب نہ دینے پایا تھا کہ سفاح نے اشارہ کر دیا۔ فوراً سلیمان بن ہشام کی گردن اتار لی گئی۔

بنواُمیہ کا قتل عام: اس واقعہ کے چند دن بعد عبداللہ بن علی مع اسی یا نوے نفوس بنی اُمیہ کے نہر ابی فطرس کے کنارے ایک دستر خوان پر بیٹھا ہوا کھانا کھا رہا تھا۔ اتفاقاً شبل بن عبداللہ (بنو ہاشم کا آزاد غلام) آ گیا۔ بنواُمیہ کو اس عزت واحترام سے دیکھ کر فی البدیہہ اشعار ذیل پڑھنے لگا

اصبح الملک فی ثبات الاساس
بالبهالیل من بنی العباس
طلبوا وتر هاشم فشفوها
بعد میل من الزمان و باس
لا تقیلن عبدشمس عثارا فاقطعن کل و قلة و غراس
قلنا اظهر التود و منها
و بها منکم کحز المواسی
فلقد غاضنی و غاض سوای
قربهم من منابر و کراسی
انزلو لها بحیث انزلها الله
بدار الهوان و الاتعاس
و اذکروا مصرع الحسین و زیدا
و قتیلا بجانب المهراس
والقتیل الذی بحران اضحی
تجحل الطیر حوله فی الکناس

"نہایت استقلال واستحکام سے تم بادشاہ ہو گئے۔ جوانمردان بنوعباس کی وجہ سے۔ ان لوگوں نے ہاشمیوں کا بدلہ طلب کیا۔ پس اس کو پا گئے ایک زمانہ گزرنے اور خوف کے بعد۔ تم ہرگز بنوعبدشمس (اُمیہ) کے انتقام لینے سے نہ درگزر نہ کرنا' ان کے ہر درخت اور پودے کو کاٹ ڈالنا۔ ہم کو انہیں ہاشمیوں سے کھلم کھلا دوستی ہے اور انہیں کے قتل کی وجہ سے تمہارا سر منڈا گیا ہے۔ بے شک اللہ مجھے اور میرے سوا اور لوگوں کو بھی غصہ پیدا ہوا ہے۔ منبر اور کرسیوں سے بنواُمیہ کے قریب ہونے سے تم دیکھو ہیں رکھو جہاں پر کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بدبختی کے مکان اور اسفل درجہ میں رکھا ہے۔ یاد کرو حسین وزید کے قتل ہونے کو اور اس کے قتل کو یاد کرو جو مہراس میں مارا گیا اور مقتول کو یاد کرو جو حران میں قتل ہوا تھا۔ جس کی لاش پر پرند اس طرح آتے تھے' جیسا کہ اپنے گھونسلے کو جاتے ہیں"۔

آلِ عباس کی سفاکی: ان اشعار کے سنتے ہی عبداللہ بن علی کی آنکھیں غصہ سے سرخ ہو گئیں خادموں کو حکم دیا کہ "ان جان بدبختوں کو مار مار کر فرش کر دو"۔ خادموں نے ایسا ہی کیا پس جب وہ سب کے سب بدحواس ہو کر زمین پر لمبے لمبے لیٹ گئے تو ان کے اوپر نطاع بچھا کر دوبارہ دستر خوان پر کھانا چنا گیا۔ عبداللہ بن علی مع اپنے اور ہمراہیوں کے کھانا کھانے لگے اور

ان زخمیوں کے کراہنے کی آواز برابر آ رہی تھی' یہاں تک کہ مر گئے۔ منجملہ ان مقتولین کے محمد بن عبدالملک بن مروان' معتز بن یزید' عبدالواحد بن سلیمان' سعید بن عبدالملک اور ابوعبیدہ بن ولید بن عبدالملک تھا۔ بعض کا بیان ہے کہ ابراہیم معزول خلیفہ بھی انہیں لوگوں کے ساتھ مارا گیا اور بعض کا یہ خیال ہے کہ اسدیف ہی نے ان اشعار کو سفاح کے روبرو پڑھا تھا اور اسی نے ان لوگوں کو قتل کیا تھا۔

بنو اُمیہ کی لاشوں کا حشر: اس واقعہ کے بعد سلیمان بن علی بن عبداللہ بن عباس نے بصرے میں بنو اُمیہ کے ایک گروہ کو قتل کر کے لاشوں کو راستوں میں پھینکوا دیا۔ جس کو مدتوں کتے کھاتے رہے۔

کہا جاتا ہے کہ عبداللہ بن علی نے خلفاء بنو اُمیہ کی قبروں کو کھدوا دیا تھا۔ قبروں میں راکھ کے مشابہ چیز کے سوا کچھ نہ نکلا۔ امیر معاویہ بن ابی سفیان کی قبر میں ایک موہوم سا خط نکلا' عبدالملک کی قبر سے اس کی کھوپڑی برآمد ہوئی اور کسی کسی قبر میں بعض بعض اعضا بھی ملے۔ مگر ہشام بن عبدالملک کا لاشہ جوں کا توں نکلا۔ صرف ناک کی اونچائی جاتی رہی تھی۔ نعش پر کوڑے لگوا کر صلیب پر چڑھایا اور پھر اس کو جلا کر راکھ کو ہوا میں اُڑا دیا۔ واللہ اعلم بصحۃ ذلک

اس عام خون ریزی میں بنو اُمیہ کا کوئی متنفس جاں بر نہ ہوا' سوائے شیر خوار بچوں یا ان لوگوں کے جو اُندلس کی طرف بھاگ گئے تھے۔ مثلاً عبدالرحمٰن بن معاویہ بن ہشام وغیرہ مع اپنے اعزہ اقارب اور متعلقین کے جیسا کہ آئندہ ہم ان کے حالات کو احاطۂ تحریر میں لائیں گے۔

اُموی بیرونی مہمات: صوائف کے حالات ہم عہد خلافت عمر بن عبدالعزیز تک بیان کر آئے ہیں۔ ۱۰۲ھ میں زمانہ حکومت یزید بن عبدالملک میں عمر بن ہبیرہ نے جن دنوں جزیرہ کا حکمران تھا۔ قبل گورنری عراق روم پر ارمینیہ کی طرف سے جہاد کیا تھا اور رومیوں کو شکست دے کر ایک گروہ کثیر کو قید کر لایا تھا۔ منجملہ ان کے سات سو قیدیوں کو قتل بھی کیا تھا۔ اس سنہ میں عباس بن ولید نے روم پر چڑھائی کی تھی اور ایک سال کی جنگ کے بعد روم کے قلعہ ولسہ کو فتح کر لیا تھا۔ اس کے بعد ۱۰۳ھ میں پھر عباس بن ولید نے بقصد جہاد خروج کر کے شہر رسلہ کو بزور تیغ مفتوح کیا۔

عہد خلافت ہشام بن عبدالملک ۱۰۵ھ میں جراح حکمی نے فوج کشی کی اور حصون بلنجر کی پرلی طرف تک فتح کرتا ہوا چلا گیا' مال غنیمت بے شمار ہاتھ آیا۔ اسی سنہ میں سعید بن عبدالملک نے سرزمین روم پر جہاد کیا۔ ایک ہزار جنگ آوروں کا ایک سریہ روانہ کیا۔ اتفاق سے سب کے سب کام آ گئے۔ پھر اسی سنہ میں مروان بن محمد نے صائفہ یمنی کے ساتھ سرزمین روم پر جہاد کیا اور شہر قونیہ وکخ پر بزور تیغ قبضہ حاصل کیا۔ ۱۰۶ھ میں سعید بن عبدالملک اور مسلمہ بن عبدالملک والیٔ جزیرہ نے روم پر جہاد کیا اور شہر قیساریہ کو فتح کیا۔ اسی سنہ میں ابراہیم بن ہشام نے روم کے ایک قلعہ پر اور معاویہ بن ہشام نے جزیرۂ قبرص پر قبضہ کر لیا تھا' پھر ۱۰۹ھ میں معاویہ بن ہشام نے قلعہ طبسہ کو فتح کیا ۱۱۰ھ میں صائفہ کے ساتھ عبداللہ بن عقبہ فہری جہاد کی غرض سے اٹھا۔ بحری لشکر کا سردار عبدالرحمٰن بن معاویہ بن خدیج تھا اور ۱۱۱ھ میں صائفہ سیری کے ساتھ معاویہ بن ہشام اور صائفہ یمنی کے ساتھ سعید بن ہشام اور براہ دریا عبداللہ بن ابی مریم نے جہاد کیا اور معاویہ بن ہشام نے ۱۱۲ھ میں شہر خرشفہ

پر کامیابی حاصل کی۔ اسی سنہ میں عبداللہ بطال نے بھی فوج کشی کی تھی اور میدانِ جنگ سے شکست اٹھا کر بھاگ کھڑا ہوا تھا۔ مگر عبدالوہاب مع اپنی رکاب کی فوج کے لڑتا رہا یہاں تک کہ مارا گیا اور معاویہ بن ہشام مرعش کی جانب سے زمین روم میں داخل ہو گیا۔

۱۱۴ھ میں صائفہ سیری کے ساتھ جہاد کرتا ہوا ربض اقرن تک پہنچ گیا اور عبداللہ بطال، قسطنطین پر جا ٹھہرا اور اس کو شکست دے کر گرفتار کر لیا۔ اسی سنہ میں سلیمان بن ہشام نے بھی بسرافسری صائفہ یمنی جہاد شروع کیا اور قیساریہ تک پہنچ کر ٹھہر گیا اور اسی سنہ میں مسلمہ بن عبدالملک نے خاقان کو شکست دے کر باب الباب پر قبضہ کر لیا۔ ۱۱۵ھ میں معاویہ بن ہشام نے صائفہ کے ساتھ اور ۱۱۷ھ میں سفیان بن ہشام نے صائفہ سیری کے ساتھ اور سلیمان بن ہشام نے صائفہ یمنی کے ساتھ جزیرہ کی طرف سے جہاد کیا اور سرزمین روم میں متواتر سرایا روانہ کئے اور اسی سنہ میں مروان بن محمد کو ارمینیہ سے (جن دنوں یہ والیٔ ارمینیہ تھا) رومیوں پر حملہ کرنے کو روانہ کیا۔ پس ان لوگوں نے سرزمین لان کو فتح کر لیا۔ ۱۱۸ھ میں معاویہ بن ہشام، سلیمان بن ہشام اور مروان بن محمد نے ارمینیہ سے بقصدِ جہاد فوج کشی کی اور تین طرف سے سرزمینِ ورقیس (ورنیس) میں گھس گئے۔ ورقیس بھاگ کر خزر کے قلعہ میں جا چھپا۔ مروان نے لوٹ کر خزر کے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ منجنیقیں نصب کر کے سنگ باری شروع کر دی۔ ایک روز اسی کے کسی مصاحب نے قتل کر کے سر مروان کے پاس بھیج دیا، مروان نے نیزے پر نصب کر کے قلعہ کے چاروں طرف پھرایا، اہل قلعہ یہ دیکھ کر سہم گئے اور دروازہ کھول دیا۔ مروان نے جنگ آوروں کو قتل کر کے باقی آدمیوں کو قید کر لیا۔ آغاز ۱۱۹ھ میں مروان بن محمد نے ارمینیہ سے پھر جہاد شروع کیا اور بلادِ لان و بلادِ خزر ہوتا ہو بلنجر و سمندر کو طے کر کے خاقان کے دارالسلطنت تک پہنچ گیا۔ خاقان اپنے کو مقابلے سے مجبور سمجھ کر بھاگ گیا۔

۱۲۰ھ میں سلیمان بن ہشام نے صائفہ کے ساتھ جہاد کیا اور سندرہ کو فتح کر کے واپس آیا۔ اسی سنہ میں اسحاق بن مسلم عقیلی نے تومانشاہ پر فوج کشی کی۔ اس کے اکثر قلعوں کو فتح کر کے اس کے شہر کو ویران کر ڈالا۔ ۱۲۱ھ میں مروان بن محمد نے قلعہ بیت السر پر حملہ کیا اور کامیابی حاصل کر کے دوسرے قلعہ کا رخ کیا اور اس کو بھی فتح کر کے غرسک میں داخل ہوا، اس قلعہ میں خود بادشاہ رہتا تھا۔ مروان بن محمد کے پہنچتے ہی بادشاہ اس قلعہ کو چھوڑ کر جرج چلا گیا، اس قلعہ میں سونے کا تخت تھا۔ مروان نے اس پر بھی محاصرہ کر لیا۔ بالآخر بادشاہ نے ایک ہزار گھوڑے اور ایک لاکھ دینار سالانہ خراج پر مصالحت کر لی۔ مروان اس مہم سے فارغ ہو کر سرزمین ارزق، نصران اور تومان پر بہ مصالحت قبضہ کرتا ہوا احمدین جا پہنچا۔ اس کو بہ زورِ تیغ فتح کر کے احمدین کے ایک قلعہ کا ایک مہینہ کامل محاصرہ کئے رہا۔ یہاں تک کہ اہل قلعہ نے مصالحت کر لی۔ بعد ازاں سرزمین مداد و گیلان کو بھی بہ مصالحت فتح کیا، یہ بلاد دریا کے کنارے کنارے ارمینیہ سے طبرستان تک آباد تھے۔ اسی سنہ میں مسلمہ بن ہشام رومیوں پر حملہ آور ہوا اور مطامیر کو فتح کر کے واپس چلا گیا۔

اس کے بعد ۱۲۲ھ میں عبدالرحمٰن بن حسین انطا کی معروف بہ بطال نے پھر بلاد روم پر جہاد کیا۔ اس نے بلادِ روم پر

بکرات ومرات جہاد کئے۔ مسلمہ بن ہشام نے اس کو دس ہزار سواروں کی جمعیت سے بلادِ روم پر جہاد کرنے کو مامور کیا تھا۔ چنانچہ یہ بلادِ روم پر برابر جہاد کرتا رہا۔ یہاں تک کہ اس سنہ میں شہید ہو گیا۔ ۱۲۴ھ میں سلیمان بن ہشام نے اپنے باپ کے زمانے میں بہ ہمراہی صائفہ جہاد کیا۔ الیون بادشاہِ روم سے مقابلے کی نوبت آئی۔ سلیمان نے اس کو شکست دے کر اس کا بہت سامال واسباب لوٹ لیا۔

۱۲۵ھ میں رومیوں نے قلعہ؟؟ خروج کیا' جس کو حبیب بن مسلمہ فہری نے فتح کیا تھا اور ایک غیر مستحکم قلعہ تعمیر کیا' جو زمانۂ مروان میں ویران کر دیا گیا۔ پھر اس کو خلیفہ رشید نے دوبارہ تعمیر کرایا اور پھر رومیوں نے مامون کے زمانے میں اس کو منہدم کر دیا۔ پھر مامون نے اس کو نہایت استحکام سے بنوایا اور چاروں طرف نہریں اور خندقیں کھدوائیں۔ زمانۂ معتصم میں رومیوں نے پھر اس کو زمین دوز کر دیا۔ یہ واقعہ مشہور ومعروف ہے۔ اسی ۱۲۵ھ میں ولید بن یزید نے اپنے بھائی الغمر کو صائفہ کی افسری پر مامور کیا اور اسود بن بلال محازلی کو بسر عسکری ایک لشکر کے براہ دریا قبرص کی طرف روانہ کیا۔ تاکہ اہل قبرص کو رومیوں کی دست برد سے بچائیں۔ چنانچہ اہل قبرص دو فریق ہو کر ایک شامیوں کے ظل عاطفت میں آ گئے اور دوسرا رومیوں کے مروان کے زمانہ حکومت میں ۱۳۰ھ میں بہ ہمراہی صائفہ ولید بن ہشام نے بقصد جہاد خروج کیا اور عمق پر جا کر لڑائی کا نیزہ گاڑ دیا اور قلعہ مرعش کو تعمیر کرایا۔

باب : ۱۴

بنواُمیہ کے عمّال

بنواُمیہ کے عمّال: معاویہ بن ابی سفیان نے اپنے شروع زمانۂ خلافت میں ۴۰ھ میں عبداللہ بن عمرو بن العاص کو کوفے کا والی مقرر کیا اور کچھ عرصے بعد معزول کر دیا تھا۔ مغیرہ بن شعبہ کو نماز پڑھانے پر اور ربیع کو خراج پر مامور کیا تھا اور کوفے میں نقباء کا سردار شریح تھا۔ چونکہ زمانۂ مصالحت حسنؓ و معاویہؓ میں حمران بن ابان نے بصرہ پر دفعۃً قبضہ کر لیا تھا۔ اس وجہ سے معاویہ نے بشر بن ارطاۃ کو امیر بصرہ مقرر کر کے روانہ کیا اور اس کی روانگی کے بعد امدادی فوجیں بھی روانہ کیں۔ اس معرکے میں زیاد بن پدر معاویہ کی اولاد ماری گئی جو کہ علی بن ابی طالب کی طرف سے فارس کا گورنر تھا۔ پس یہ اسی زمانے میں وارد بصرہ ہوا جیسا کہ اس سے پیشتر ہم نے اس کے حالات بنی زیاد کے ذیل میں بیان کیے ہیں۔

عبداللہ بن عامر: اس کے بعد بصرے کی امارت پر عبداللہ بن عامر بن کریز بن حبیب بن عبدشمس کو دی اور خراسان و سجستان کی حکومت بھی اسی کے ساتھ شامل کر دی۔ اس کے پولیس افسری کا افسر اعلیٰ حبیب بن شہاب اور محکمۂ قضاء کا متولی عمر بن بتری تھا اور قیس کے حالات خراسان کے اخبار کے ضمن میں ہم بیان کر آئے ہیں۔

عقبہ بن نافع: عمرو بن العاص جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے، مصر کے گورنر تھے۔ انہوں نے اپنی طرف سے ۴۱ھ میں افریقیہ عقبہ بن نافع بن عبدقیس کو مامور کیا (یہ عمرو بن العاص کے خالہ زاد بھائی تھے) پس عقبہ لواتہ و مزاتہ تک فتح کرتا ہوا چلا گیا۔ پہلے تو اہلِ افریقیہ نے اطاعت قبول کر لی، لیکن بعد چند روز کے باغی ہو گئے عقبہ نے ان پر جہاد کر دیا اور ان میں سے ایک گروہ کثیر کو قتل و قید کیا۔ بعد ازاں ۴۲ھ میں غدامس پر اور ۴۳ھ میں بلدوان پر بزورِ تیغ قبضہ حاصل کر لیا۔

مروان بن الحکم اور حبیب بن مسلمہ: ۴۲ھ میں معاویہ نے مدینہ کی سندِ گورنری مروان بن الحکم کو دی اور قضا کا عہدہ عبداللہ بن حرث بن نوفل کے سپرد کیا اور مکہ کا اسی سنہ میں خالد بن العاص بن ہشام کو والی بنایا۔ انہیں دنوں حبیب بن مسلمہ فہری ارمینیہ کی گورنری پر تھا۔ معاویہ ہی نے اس عہدے پر اس کو مامور کیا تھا۔ جب ۴۲ھ میں یہ مر گیا تو بجائے اس کے[1]۔

ابن عامر اور حرث بن عبداللہ: اسی سنہ میں ابن عامر نے حدودِ ہند پر عبداللہ بن سوار عبدی کو امیر بنایا تھا۔ کہا جاتا

---

[1] اصل کتاب میں اس مقام پر جگہ خالی ہے۔

ہے کہ معاویہ نے اس کو بھی مامور کیا تھا۔ اسی سنہ میں ابن عامر نے قیس بن ہیثم کو خراسان کی حکومت سے معزول کر کے حرث بن عبداللہ بن حازم کو مامور کیا تھا۔ بعدازاں ۴۴ھ میں معاویہ نے عبداللہ بن عامر کو حکومتِ بصرہ سے معزول کر کے حرث بن عبداللہ ازدی کو مقرر کیا۔ پھر چار مہینے بعد اس کو ۴۵ھ میں معزول کر کے بصرہ اس کے بھائی زیاد کو اور خراسان پر حکم بن عمر غفاری کو متعین کیا اور محکمۂ مال کو اسلم بن زرعہ کلابی کے سپرد کیا۔ پھر ۴۷ھ میں حکم بن عمر غفاری کے مرنے پر خلید بن عبداللہ حنفی کو اور اس کے بعد ۴۸ھ میں غالب بن فضالہ لیثی کو مامور کیا۔

عمرو بن العاص اور زیاد: مصر کی گورنری پر ۴۹ھ تک عمرو بن العاص رہے۔ بعدازاں سعید بن العاص کو مامور کیا گیا اور عبداللہ بن حرث کو عہدۂ قضا سے برطرف کر کے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن کو قاضی بنایا۔ ۵۰ھ میں مغیرہ بن شعبہ کی وفات کے بعد کوفے کو بھی اپنے بھائی زیاد کی حکومت میں شامل کر دیا۔ پس زیاد نے بصرے کی نیابت سمرہ بن جندب کو مرحمت کی اور خود چھ ماہ بصرے میں رہتا تھا اور چھ ماہ کوفہ میں۔

معاویہ بن خدیج اور ابوالمہاجر: اسی ۵۰ھ میں امیر معاویہ نے معاویہ بن خدیج کو جو مصر میں تھا' افریقہ میں جاگیر دی اور عقبہ بن نافع فہری کو دس ہزار کی جمعیت سے اقصائے افریقہ میں اسلامی پرچم اڑانے کا حکم دیا اور اس لشکر کے ساتھ ان لوگوں کو بھی شامل کر دیا جو بربر میں دائرۂ اسلام میں داخل ہو چکے تھے۔ پس اس نے افریقہ کے بلاد کو اُلٹ پلٹ کر دیا' اور قیروان میں ایک بہت بڑا لشکر گاہ بنا کر عساکر اسلامیہ کو اس میں ٹھہرایا۔ بعدازاں امیر معاویہ نے مصر و افریقہ کی گورنری اپنے آزاد غلام ابوالمہاجر کو دی۔ ابوالمہاجر نے عقبہ کی معزولی کو بہت ناشائستہ طریقہ سے ظاہر کیا۔ عقبہ بحال پریشان دارالخلافہ شام چلا آیا اور امیر معاویہ سے کل حالات بیان کئے۔ امیر معاویہ نے معذرت کی' گورنری افریقہ پر بحال کرنے کا وعدہ کیا۔ لیکن اس کے ایفاء کی نوبت نہ آئی راہیٔ ملک بقاء ہو گئے۔ پس جب یزید تخت نشین ہوا تو اس نے اپنے زمانہ حکومت ۶۲ھ میں اس کو والی مقرر کیا۔ واقدی نے بیان کیا ہے کہ ۶۲ھ میں عقبہ کو گرفتار کرا کر قید کر دیا۔ پھر یزید کے حکم سے رہا کیا گیا۔ قید سے رہا ہوتے ہی عقبہ وفد ہو کر یزید کے پاس آیا۔ اس نے اس کو گورنری پر بحال کر دیا۔ پس اس نے بھی ابوالمہاجر کو قید کر دیا اور بقصدِ جہاد خروج کر کے کسیلہ کو مار ڈالا۔ جیسا کہ اس کے حالات میں بیان کیا جائے گا۔

خلید بن عبداللہ حنفی اور ضحاک بن قیس: ۵۱ھ میں خراسان پر ربیع بن زیاد بن حرث کو بجائے خلید بن عبداللہ حنفی کے متعین کیا اور ۵۳ھ میں خود داعیٔ اجل کو لبیک کہہ کر عالم آخرت کا راستہ اختیار کیا اور بوقتِ وفات بصرے میں سمرہ بن جندب کو اور کوفے میں عبداللہ بن خالد بن اسید کو اپنی نیابت میں چھوڑ گیا۔ اس کے بعد ۵۵ھ میں ضحاک بن قیس والی مقرر کیا گیا۔ اسی سنہ میں ربیع بن زیاد عامل خراسان قبل وفاتِ زیاد مر گیا اور اپنے لڑکے عبداللہ کو اپنا نائب بنایا گیا تھا جو دو مہینے بعد جاں بحق ہو گیا اور خلید بن یربوع حنفی کو بوقتِ انتقال اپنا جانشین کیا اور صفار پر بیرو دیلمی من جانب امیر معاویہ مامور تھا۔ جس کا انتقال ۵۳ھ میں ہوا۔

ولید بن عقبہ اور عبداللہ بن عمر: ۵۴ھ میں امیر معاویہ نے مدینہ منورہ کی گورنری سے سعید بن العاص کو معزول کر کے

مروان بن الحکم کو مامور کیا۔ بعد ازاں ۵۷ھ میں اس کو معزول کر کے ولید بن عقبہ بن ابی سفیان کو مقرر کیا اور ۵۹ھ میں۔ حکومتِ بصرہ سے ابن جندب کو معزول کر کے عبداللہ بن غیلان کو متعین کیا اور خراسان کی حکومت عبیداللہ بن زیاد کو دی۔ بعدہ ۵۵ھ میں بجائے عبداللہ بن عمر بن غیلان کے بصرے کی حکومت سے بھی ممتاز کیا۔

سعید بن عثمان اور ابن ام حکم: ۵۶ھ میں سعید بن عثمان بن عفان کو خراسان کی گورنری دی گئی اور ۵۸ھ میں امیر معاویہ نے حکومتِ کوفہ سے ضحاک بن قیس کو علیحدہ کر کے ابن ام حکم (اُم حکم امیر معاویہ کی بہن تھیں) یعنی عبدالرحمٰن بن عثمان ثقفی کو مقرر کیا لیکن اہل کوفہ نے اس کو نکال دیا۔ تب امیر معاویہ نے مصر پر اس کو مامور کیا۔ مگر معاویہ بن خدیج نے مصر میں بھی اس کو بھی داخل نہ ہونے دیا۔

نعمان بن بشیر اور عبدالرحمٰن بن زیاد: ۵۹ھ میں کوفے کی گورنری نعمان بن بشیر کو اور خراسان کی عبدالرحمٰن بن زیاد کو دی گئی۔ قیس بن ہیثم سلمی اس سے ملنے کو خراسان گیا۔ اسلم بن زرعہ نے گرفتار کر کے قید کر دیا اور تین لاکھ درہم جرمانہ کیا۔ ان واقعات کے بعد ۶۰ھ میں امیر معاویہ کا انتقال ہو گیا۔ بلادِ اسلامیہ میں ان کے عمال یہی تھے جن کا ابھی ذکر کیا گیا۔ علاوہ اس کے بجستان پر عباد بن زیاد کرمان پر شریک بن اعور تھا۔

زہیر بن قیس: ۶۲ھ میں یزید نے عقبہ بن نافع کو افریقیہ کی طرف امیر بنا کر روانہ کیا۔ اس نے ابوالمہاجر کو قید کر دیا اور قیروان کی امارت زہیر بن قیس بلوی کو دی جیسا کہ اس کے حالات کے ذیل میں بیان کیا جائے گا۔ اسی سنہ میں مسلمہ بن مخلد انصاری امیر مصر نے وفات پائی اور ۶۴ھ میں یزید بن معاویہ بھی مر گیا۔

عامر بن مسعود اور عتاب بن ورقا: اہل عراق نے عبیداللہ بن زیاد کو والی بنانا چاہا' لیکن اہل بصرہ نے عبداللہ بن حرث بن نوفل بن حرث بن عبدالمطلب کو اپنی زمامِ حکومت سپرد کر دی۔ ابن زیاد عراق سے بھاگ کر شام چلا آیا اور عبداللہ بن زبیرؓ کی جانب سے عامر بن مسعود امیر کوفہ ہو کر وارد کوفہ ہوا۔ اس اثناء میں اہل رے کی بغاوت کی خبر مشہور ہوئی جہاں کا فرخان والی تھا۔ عامر نے محمد بن عمیر بن عطارد بن حاجب کو ان کی سرکوبی پر مامور کیا۔ ان لوگوں نے اس کو شکست دے دی۔ تب عامر نے عتاب بن ورقاء کو مامور کیا۔ اس نے ان لوگوں کی کماحقہ گوشمالی کی۔ ان واقعات کے بعد مروان نے بیعت لی اور مصر کی طرف روانہ ہوا۔

عمر بن سعید اور عبداللہ بن عبدالملک: عبدالرحمٰن بن حمام قرشی (ابن زہیر کا داعی) امیر مصر تھا۔ مروان نے مصر کو اس کے قبضے سے نکال کر عمر بن سعید کے سپرد کیا۔ بعد ازاں اسی کو مصعب بن اثیر سے جنگ کرنے کو بھیجا۔ جن دنوں مصعب نے اپنے بھائی عبداللہ کو شام کی طرف روانہ کیا تھا اور نظام ملکی حکومت قائم و جاری رکھنے کی غرض سے مروان نے اپنے لڑکے عبدالعزیز کو مصر کا والی مقرر کیا۔ یہاں تک کہ اسی عہدے پر ۸۵ھ میں انتقال ہو گیا۔ تب عبدالملک نے مصر پر اپنے لڑکے عبداللہ بن عبدالملک کو مقرر کیا۔

مہلب بن ابی صفرہ اور عبدالرحمٰن بن حازم: اہل خراسان نے یزید کے بعد سالم بن زیاد کو بارِ حکومت سے سبک

دوش کر دیا اس وقت مہلب بن ابی صفرہ کو خراسان کی گورنری دی گئی۔ بعد ازاں مسلم نے عبدالرحمٰن بن حازم کو والی بنایا ایک زمانے تک خراسان میں آتش بغاوت مشتعل رہی۔ انہیں ایام میں اہل کوفہ نے عمر بن حریث ابن زیاد کے نائب کو نکال کر ابن اثیر کی بیعت کر لی تھی اور ان کی طرف سے مختار بن ابی عبید چھ ماہ بعد انتقال یزید امیر کوفہ ہو کر وارد کوفہ ہوا تھا اور شریح اس زمانہ وفساد میں عہدہ قضا سے علیحدہ رہے تھے[1]۔

مصعب بن زبیر: عبداللہ بن زبیر نے مدینہ منورہ پر ۶۵ھ میں بجائے اپنے بھائی عبداللہ کے اپنے دوسرے بھائی مصعب کو متعین کیا اور بنو تمیم خراسان میں عبداللہ بن حازم پر طوفان بے تمیزی کی طرح امنڈ آئے۔ چنانچہ بکیر بن وشاخ خراسان پر اور مختار کوفہ میں اپنے مطیع گورنر ابن زبیرؓ پر ۶۶ھ میں متصرف و غالب ہو گیا۔

عہد عبدالملک و ابن زبیرؓ جابر بن اسود اور خالد بن عبداللہ: ۶۵ھ میں مروان مر گیا تو عبدالملک تخت نشین ہوا۔ ابن زبیرؓ نے اپنے بھائی مصعب کو بصرے پر اور مدینہ منورہ میں بجائے اس کے جابر بن اسود بن عوف زہری کو مقرر کیا۔ پھر ۷۱ھ میں عبدالعزیز نے عراق پر قبضہ کر کے بصرے کی حکومت خالد بن عبداللہ بن اسد کو اور کوفہ کی ولایت اپنے بھائی بشر بن مروان کو دی۔

بکیر بن وشاح وتمیمی: ان دنوں خراسان میں عبداللہ بن حازم ابن زبیر کی طرف سے ان کی حکومت قائم کرنے کی دعوت دے رہا تھا۔ بکیر بن وشاح تمیمی نے اس کی مخالفت پر کمر باندھ لی اور عبدالملک کی حکومت کی جانب لوگوں کو مائل کر کے حملہ کر دیا۔ عبداللہ بن خازم عرصۂ جنگ میں مارا گیا۔ عبدالملک نے اس حسن خدمت کے صلہ میں بکیر کو خراسان کی گورنری دے دی۔

طارق بن عمر: مدینہ منورہ میں جابر بن اسود کے بعد عبداللہ بن زبیر کی طرف سے طلحہ بن عبداللہ بن عوف دعوت دے رہا تھا۔ عبدالملک نے طارق بن عمر (عثمان کے آزاد غلام) کو مدینہ کی طرف روانہ کیا۔ طارق نے بزور تیغ اس پر قبضہ حاصل کر لیا۔ اس کے بعد ۷۳ھ میں عبداللہ بن زبیر شہید ہو گئے اور خلافت و حکومت کا عبدالملک بلا مزاحمت غیرے مالک ہو گیا۔

محمد و بشر پسران مروان: عبدالملک نے بالاستقلال خلافت پانے کے بعد جزیرہ و ارمینیہ پر اپنے بھائی محمد کو مقرر کیا اور خالد بن عبداللہ کو حکومتِ بصرہ سے علیحدہ کر کے اپنے بھائی بشر کے سپرد کر دیا۔ چنانچہ بشر کوفے میں عمر بن حریث کو اپنا نائب بنا کر بصرہ چلا گیا۔

حجاج بن یوسف: حجاج یمن اور یمامہ کی حکومت حجاج بن یوسف کو دی اور اسی کو کوفے سے ابن زبیر سے جنگ کرنے کو روانہ کیا تھا اور اسی اثناء میں طارق کو حکومت مدینہ منورہ سے معزول کر دیا تھا۔ ۷۴ھ میں ابو ادریس خولانی کو قاضی مقرر کرنا چاہا تھا اور اپنے بھائی بشر بن مروان کو مہلب بن ابی صفرہ کے ساتھ جنگِ ازارقہ پر بھیجا تھا اور خراسان کی گورنری سے بکیر بن

---

[1] اصل کتاب میں اس مقام پر دو سطروں کی جگہ چھوٹی ہوئی ہے۔ (مترجم)

وشاخ کو معزول کر کے امیہ بن عبداللہ بن خالد بن اسید کو مامور کیا تھا۔

عبداللہ بن اُمیہ: پس امیہ نے اپنے لڑکے عبداللہ کو بجستان کی طرف روانہ کر دیا اور ۶۹ھ میں بربر نے زہیر بن قیس بلوی کو جو افریقہ میں تھا قتل کر ڈالا چونکہ عبدالملک ان دنوں مہم ابن زبیر میں بذاتہ مصروف تھا جب اس سے اس کو فراغت ہوئی تو اس نے ۷۴ھ میں حسان بن نعمان قیسانی کو ایک عظیم الشان کثیر التعداد لشکر کے ساتھ افریقہ کی طرف روانہ کیا۔ حسان نے افریقہ میں پہنچ کر نہایت سختی سے لڑائی چھیڑ دی۔ روم و بربر کی فوجیں متفرق و منتشر ہو گئیں انہیں معرکوں میں کاہنہ مارا گیا جیسا کہ حالات افریقیہ میں بیان کیا جائے گا۔

پھر عبدالملک نے ۷۵ھ بن حجاج بن یوسف کو صرف عراق کی گورنری عنایت کی اور سندھ کی گورنری سعید بن اسلم زرعہ کو دی۔ سندھ ہی کی لڑائیوں میں سعید بن اسلم مارا گیا اور اسی سنہ میں خوارج نے خروج کیا۔ ۷۶ھ میں مدینہ منورہ کی حکومت ابان بن عثمان کو دی گئی۔ ان دنوں قضا کوفہ پر شریح قضاء بصرہ پر زرارہ بن اوفی بعد ہشام بن ہبیرہ کے اور قضاء مدینہ منورہ پر عبداللہ بن قشیر بن مخزمہ تھے۔ انہیں ایام میں خوارج سے متعدد لڑائیاں ہوئیں۔ جیسا کہ ان کے حالات میں بیان کیا جائے گا۔

مہلب بن ابی صفرہ اور عبداللہ بن ابی صفرہ: ۷۸ھ میں عبدالملک نے امیہ بن عبداللہ کو خراسان و بجستان کی حکومت سے معزول کر کے ان صوبجات کو حجاج بن یوسف کی گورنری میں شامل کر دیا۔ حجاج نے اپنی طرف سے خراسان پر مہلب بن ابی صفرہ کو بجستان پر عبداللہ بن ابی بکرہ کو مقرر کیا اور عہدہ قضاء بصر موسیٰ بن انس کو مرحمت کیا اور جب شریح بن حرث نے قضاء کوفہ سے استعفا دیا تو بجائے ان کے ابو بردہ بن موسیٰ کو مامور کیا۔ اس کے بعد عبدالرحمٰن بن اذینہ کو بصرے کا قاضی بنایا۔

ابن اشعث: حجاج نے اس تقرری کو بحال رکھا۔ اسی سنہ میں عبدالملک نے ابان بن عثمان کو مدینہ منورہ کی گورنری سے معزول کر کے ہشام بن اسمٰعیل مخزومی کو مامور کیا۔ ہشام نے نوفل بن مساحق کو عہدہ قضاء مدینہ سے موقوف کر کے عمر بن خالد رزمی کو قاضی بنایا۔

قتیبہ بن مسلم: اسی سنہ میں حجاج نے شہر واسط کو آباد کیا۔ ۸۵ھ میں حجاج نے یزید بن مہلب کو گورنری خراسان سے سبک دوش کر دیا۔ ہشام نے بجائے اس کے چند دنوں کے لئے اس کے بھائی مفضل کو بعد ازاں قتیبہ بن مسلم کو مامور کیا۔

عہد ولید بن عبدالملک: عبدالملک کے مرنے کے بعد ولید تخت نشین ہوا اس نے اپنے شروع زمانہ حکومت میں ہشام بن اسمٰعیل کو حکومت مدینہ منورہ سے معزول کر کے عمر بن عبدالعزیز کو مقرر کیا۔ پس عمر بن عبدالعزیز نے ابوبکر بن عمر بن خرم کو مدینہ منورہ کا عہدہ قضاء مرحمت کیا اور حجاج نے بصرے کی گورنری پر جراح بن عبداللہ حکمی کو اور عہدہ قضاء پر عبداللہ بن اذینہ کو قضا کوفہ پر ابو بکر بن ابو موسیٰ اشعری کو مامور کیا۔

خالد بن عبداللہ قسری اور محمد بن قاسم: ۸۹ھ میں ولید نے مکہ معظمہ کی حکومت خالد بن عبداللہ قسری کو دی۔ ان

دنوں سرحدِ سندھ پر محمد بن قاسم بن محمد بن حکم بن ابی عقیل ثقفی (حجاج کا چچازاد بھائی) مامور تھا۔ اسی نے سندھ کو فتح اور اس کے بادشاہ کو قتل کیا تھا۔ مصر کا عبداللہ بن عبدالملک گورنر تھا۔ اس کو اس کے باپ نے مامور کیا تھا۔ اہالیانِ مصر اس کی بداخلاقی سے کشیدہ خاطر ہوئے، ولید نے اسی سنہ میں اس کو معزول کر کے قرہ بن شریک کو مامور کیا اور خالد کو حکومتِ حجاز سے علیحدہ کر کے حجاز کو عمر بن عبدالعزیز کی گورنری میں شامل کر دیا۔

مسلمہ بن عبدالملک اور موسیٰ بن نصیر: ۹۱ھ میں ولید نے اپنے چچا محمد بن مروان کو گورنری جزیرہ و ارمینیہ سے معزول کر کے اپنے بھائی مسلمہ بن عبدالملک کو مامور کیا۔ اقصائے مغرب مقام طندہ پر طارق بن زیاد گورنری کر رہا تھا جو موسیٰ بن نصیر عامل قیروان کی طرف سے مامور تھا۔ طارق نے دریا عبور کر کے بلادِ اندلس پر نہایت کامیابی کے ساتھ قبضہ حاصل کر لیا۔ یہ واقعہ ۹۲ھ کا ہے جیسا کہ اندلس کے حالات میں بیان کیا جائے گا۔

خالد بن عبداللہ: ۹۳ھ میں عمر بن عبدالعزیز حکومتِ حجاز سے معزول کر دیئے گئے اور بجائے ان کے خالد بن عبداللہ مکہ معظمہ پر اور عثمان بن حیان مدینہ منورہ پر مامور کیے گئے۔ ۹۵ھ میں حجاج مر گیا۔ بعد ازاں ۹۶ھ میں ولید کے وجود سے دنیائے اسلام پاک ہوئی۔ اسی سنہ میں قتیبہ بن مسلم بوجہ انتقاض سلیمان مارا گیا۔ سلیمان نے بجائے اس کے یزید بن مہلب کو مامور کیا۔ اسی زمانے میں قرہ بن شریک نے بھی وفات پائی تھی۔

ابوبکر بن محمد اور محمد بن یزید: مدینہ منورہ پر ابوبکر بن محمد بن عمر بن حزم، مکہ معظمہ پر عبدالعزیز بن عبداللہ بن خالد بن اسید، قضاء کوفہ پر ابوبکر بن موسیٰ اور قضاء بصرہ پر عبدالرحمٰن بن اذینہ تھا۔ ۹۷ھ میں سلیمان نے موسیٰ بن نصیر کو حکومتِ افریقیہ سے علیحدہ کر کے محمد بن یزید قرشی کو مامور کیا۔ اسی اثناء میں سلیمان مر گیا۔ عمر بن عبدالعزیز نے بجائے اس کے اسمٰعیل بن عبداللہ کو مامور کیا۔

یزید بن مہلب اور عدی بن ارطاۃ: طبرستان و جرجان، عہد حکومت سلیمان بن عبدالملک ۹۸ھ میں یزید بن مہلب کے ہاتھ سے فتح ہوا تھا۔ ۹۹ھ میں عمر بن عبدالعزیز نے بصرے پر عدی بن ارطاۃ فزاری کو متعین کیا اور یزید بن مہلب کے [...]ال رکھنے کی ہدایت کی۔ پس عدی نے قضاء بصرہ پر حسن بن ابوالحسن بصری کو اس کے بعد ایاس بن معاویہ کو مامور کیا اور [...]فے کی حکومت پر عبدالحمید بن عبدالرحمٰن بن یزید بن خطاب کو اور مدینہ منورہ پر عبدالعزیز بن ارطاۃ کو، خراسان پر جراح [...]عبداللہ حکمی کو مقرر کیا۔

[...]الرحمٰن بن نعیم اور عمر بن ہبیرہ: بعد ازاں ۱۰۰ھ میں یہ معزول کر دیا گیا اور عبدالرحمٰن بن نعیم قرشی مامور کیا گیا۔ [...]کا گورنر عمر بن ہبیرہ فزاری تھا اور افریقیہ کا اسمٰعیل بن عبداللہ (بنو مخزوم کا آزاد غلام) اور اندلس کا سمح بن مالک خولانی [...]تھا۔ ـــھ میں حکومتِ افریقیہ سے اسمٰعیل بن عبداللہ معزول کیا گیا۔ بجائے اس کے یزید بن ابی اسلم (حجاج کا

[...]مقام پر اصل کتاب میں خالی جگہ چھوٹی ہوئی ہے۔ (مترجم)

دنوں سرحدِ سندھ پر محمد بن قاسم بن محمد بن حکم بن ابی عقیل ثقفی (حجاج کا چچازاد بھائی) مامور تھا۔ اسی نے سندھ کو فتح اور اس کے بادشاہ کو قتل کیا تھا۔ مصر کا عبداللہ بن عبدالملک گورنر تھا۔ اس کو اس کے باپ نے مامور کیا تھا۔ اہالیانِ مصر اس کی بداخلاقی سے کشیدہ خاطر ہوئے' ولید نے اسی سنہ میں اس کو معزول کر کے قرہ بن شریک کو مامور کیا اور خالد کو حکومتِ حجاز سے علیحدہ کر کے حجاز کو عمر بن عبدالعزیز کی گورنری میں شامل کر دیا۔

مسلمہ بن عبدالملک اور موسیٰ بن نصیر: ۹۱ھ میں ولید نے اپنے چچا محمد بن مروان کو گورنری جزیرہ وارمینیہ سے معزول کر کے اپنے بھائی مسلمہ بن عبدالملک کو مامور کیا۔ اقصائے مغرب مقام طندہ پر طارق بن زیاد گورنری کر رہا تھا جو موسیٰ بن نصیر عامل قیروان کی طرف سے مامور تھا۔ طارق نے دریا عبور کر کے بلادِ اندلس پر نہایت کامیابی کے ساتھ قبضہ حاصل کر لیا۔ یہ واقعہ ۹۲ھ کا ہے جیسا کہ اندلس کے حالات میں بیان کیا جائے گا۔

خالد بن عبداللہ: ۹۳ھ میں عمر بن عبدالعزیز حکومتِ حجاز سے معزول کر دیئے گئے اور بجائے ان کے خالد بن عبداللہ مکہ معظمہ پر اور عثمان بن حیان مدینہ منورہ پر مامور کیے گئے۔ ۹۵ھ میں حجاج مر گیا۔ بعد ازاں ۹۶ھ میں ولید کے وجود سے دنیائے اسلام پاک ہوئی۔ اسی سنہ میں قتیبہ بن مسلم بوجہ انتقاض سلیمان مارا گیا۔ سلیمان نے بجائے اس کے یزید بن مہلب کو مامور کیا۔ اسی زمانے میں قرہ بن شریک نے بھی وفات پائی تھی[1]۔

ابوبکر بن محمد اور محمد بن یزید: مدینہ منورہ پر ابوبکر بن محمد بن عمر بن حزم' مکہ معظمہ پر عبدالعزیز بن عبداللہ بن خالد بن اسید' قضاء کوفہ پر ابوبکر بن موسیٰ اور قضاء بصرہ پر عبدالرحمٰن بن اذینہ تھا۔ ۹۷ھ میں سلیمان نے موسیٰ بن نصیر کو حکومتِ افریقیہ سے علیحدہ کر کے محمد بن یزید قرشی کو مامور کیا۔ اسی اثناء میں سلیمان مر گیا۔ عمر بن عبدالعزیز نے بجائے اس کے اسمٰعیل بن عبداللہ کو مامور کیا۔

یزید بن مہلب اور عدی بن ارطاۃ: طبرستان وجرجان' عہد حکومت سلیمان بن عبدالملک ۹۸ھ میں یزید بن مہلب کے ہاتھ سے فتح ہوا تھا۔ ۹۹ھ میں عمر بن عبدالعزیز نے بصرے پر عدی بن ارطاۃ فزاری کو متعین کیا اور یزید بن مہلب کے بحال رکھنے کی ہدایت کی۔ پس عدی نے قضاء بصرہ پر حسن بن ابوالحسن بصری کو اس کے بعد ایاس بن معاویہ کو مامور کیا اور کوفے کی حکومت پر عبدالحمید بن عبدالرحمٰن بن یزید بن خطاب کو اور مدینہ منورہ پر عبدالعزیز بن ارطاۃ کو' خراسان پر جراح بن عبداللہ حکمی کو مقرر کیا۔

عبدالرحمٰن بن نعیم اور عمر بن ہبیرہ: بعد ازاں ۱۰۰ھ میں یہ معزول کر دیا گیا اور عبدالرحمٰن بن نعیم قرشی مامور کیا گیا۔ جزیرہ کا گورنر عمر بن ہبیرہ فزاری تھا اور افریقیہ کا اسمٰعیل بن عبداللہ (بنو مخزوم کا آزاد غلام) اور اندلس کا سمح بن مالک خولانی گورنر تھا۔ ــــھ میں حکومتِ افریقیہ سے اسمٰعیل بن عبداللہ معزول کیا گیا۔ بجائے اس کے یزید بن ابی اسلم (حجاج کا

---

[1] اس مقام پر اصل کتاب میں خالی جگہ چھوٹی ہوئی ہے۔ (مترجم)

سیکرٹری) والی بنایا گیا۔ پس یہی افریقیہ کا برابر والی رہا یہاں تک کہ مارڈالا گیا۔

مسلمہ بن عبدالملک: ۱۰۲ھ میں یزید بن عبدالملک نے اپنے بھائی مسلمہ کو عراق وخراسان کی حکومت مرحمت کی۔ اس نے اپنی طرف سے خراسان پر سعید بن عبدالعزیز بن حرث بن حکم بن ابی العاص بن امیہ کو مقرر کیا' اسی کو سعید خذینہ بھی کہا کرتے تھے۔ کچھ عرصہ بعد مسلمہ کی پاس خاطر سے اس کو معزول کر کے ابن یزید بن ہبیرہ کو مامور کیا۔

عبدالرحمٰن بن ضحاک اور عبدالواحد بن عبداللہ: پس اس نے قضاء کوفہ پر قاسم بن عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن مسعود کو اور قضاء بصرہ پر عبدالملک بن یعلی کو مامور کیا اور مصر پر قرہ بن شریک کے بعد اسامہ بن زید کو اور خراسان پر ابن ہبیرہ نے سعید حریشی کو بجائے خذیفہ کے مامور کیا۔ ۱۰۳ھ میں مکہ و مدینہ کی حکومت عبدالرحمٰن بن ضحاک کو دی اور عبدالعزیز بن عبداللہ بن خالد کو حکومتِ مکہ وطائف سے معزول کیا۔ طائف میں بجائے اس کے عبدالواحد بن عبداللہ بصری امیر بنایا گیا۔

جراح بن عبداللہ اور مسلم بن سعید: ۱۰۴ھ میں یزید نے ارمینیہ پر جراح بن عبداللہ حکمی کو مقرر کیا اور عبدالرحمٰن بن ضحاک کو گورنری کے تیسرے برس حکومت مکہ و مدینہ سے علیحدہ کر کے بجائے اس کے عبدالواحد نضری کو مامور کیا۔ ابن ہبیرہ نے سعید حریشی کو حکومتِ خراسان سے سبکدوش کر کے مسلم بن سعید بن اسلم بن زرعہ کلابی کو امارت عنایت کی اور عہد قضاء کوفہ حسین ابن حسین کندی کو دیا گیا۔

عہد ہشام اور خالد بن عبداللہ قسری: ۱۰۵ھ میں یزید بن عبدالملک مر گیا تو ہشام تخت نشین ہوا۔ اس نے عمر بن ہبیرہ کو معزول کر کے حکومتِ عراق پر خالد بن عبداللہ قسری کو روانہ کیا۔ خالد نے مسلم بن سعید کو معزول کر کے اپنے بھائی اسد کو ۱۰۷ھ میں امیر خراسان بنا کر خراسان بھیجا اور بصرے پر عقبہ بن عبدالاعلیٰ کو اس کے قضاء پر ثمامہ بن عبداللہ بن انس کو اور سندھ پر جنید بن عبدالرحمٰن کو مقرر کیا۔

حر بن یوسف اور ابراہیم بن ہشام: انہیں دنوں ہشام نے موصل کی گورنری حر بن یوسف کو دی اور عبدالواحد نضری کو حکومت حجاز سے معزول کر کے ابراہیم بن ہشام بن اسماعیل مخزومی کو مقرر کیا اور مدینہ منورہ کا عہدۂ قضاء محمد بن صفوان جمحی کو دیا گیا۔ پھر کچھ عرصے بعد اس کو معزول کر کے صلت کندی کو قاضی بنایا۔ جراح بن عبداللہ تو حکومت ارمینیہ وآذربائیجان سے معزول کیا گیا تو بجائے اس کے ہشام نے اپنے بھائی مسلمہ کو ارمینیہ وآذربائیجان کی گورنری دی۔ اس نے اپنی طرف سے حرث بن عمر الطامی کو والی بنایا۔

یوسف بن عمر اور اشرس بن عبداللہ: ۱۰۸ھ میں یمن کا گورنر یوسف بن عمر تھا۔ ۱۰۹ھ میں خالد اور اس کا بھائی اسد حکومت خراسان سے معزول کر دیا گیا۔ بجائے اس کے ہشام نے اشرس بن عبداللہ سلمی کو مامور کیا اور یہ حکم دیا کہ خالد کو اپنا کاتب بنالینا۔ خالد کی معزولی کا یہ سبب تھا کہ اس نے اپنے بھائی کی جگہ پر حکم بن عوانہ کلبی کو خراسان پر مقرر کر دیا۔ ہشام کو یہ تقرری پسند نہ آئی فوراً خالد کو معزول کر دیا۔

عبیدہ بن عبدالرحمٰن: ۱۰۹ھ میں عامل قیروان بشر بن صفوان مر گیا۔ ہشام نے بجائے اس کے عبیدہ بن عبدالرحمٰن بن اعز سلمی کو مقرر کیا۔ پس اس نے یحییٰ بن سلمہ کلبی کو حکومت اندلس سے علیحدہ کر کے حذیفہ بن اخوص اشجعی کو مامور کیا۔ پھر چھ مہینے بعد اس کو بھی معزول کر کے عثمان بن ابی تسعہ خثعمی کو اندلس کی امارت دی۔

خالد قسری اور جنید بن عبدالرحمٰن: ۱۱۰ھ میں خالد قسری نے بصرے کی امامت، پولیس، قضاء اور صیغہ مال کی زمام حکومت بلال بن ابی بردہ کو دی اور ثمامہ کو عہدۂ قضاء بصرے سے معزول کر دیا۔ ۱۱۱ھ میں ہشام نے اسرش بن عبداللہ کو حکومت خراسان سے معزول کر کے جنید بن عبدالرحمٰن بن حرث بن خارجہ بن سنان بن ابی حارثہ مزنی کو مقرر کیا اور ارمینیہ پر جراح بن عبداللہ حکمی کو مسلمہ کی معزولی کے بعد متعین کیا۔ اس سنہ میں عبیدہ بن عبدالرحمٰن عامل افریقیہ نے عثمان بن ابی تسعہ کو اندلس کی حکومت سے معزول کر کے ہثیم بن عبید کنانی کو مقرر کیا۔

سعید حریشی اور عبید بن عبدالرحمٰن: ۱۱۲ھ میں ترکمانوں نے جراح بن عبداللہ والیٔ ارمینیہ کو مار ڈالا تو ہشام نے بجائے اس کے سعید حریشی کو متعین کیا اور ہثیم والیٔ اندلس کے انتقال پر اہل اندلس محمد بن عبداللہ اشجعی کو دو مہینے تک اپنا امیر بنائے رہے۔ بعد ازاں عبیدہ بن عبدالرحمٰن کو افریقیہ کی جانب سے عبدالرحمٰن بن عبداللہ غافقی امیر اندلس مقرر کیا گیا۔ اس نے افرنجہ پر چڑھائی کی اور اسی جنگ میں مارا گیا۔ تب عبیدہ نے بجائے اس کے عبدالملک بن قطن فہری کو متعین کیا۔ اس کے بعد عبیدہ بن عبدالرحمٰن حکومت افریقیہ سے علیحدہ کر دیا گیا اور بجائے اس کے عبیداللہ بن حجاب مقرر ہوا۔ یہ مصر کا والی تھا۔

مروان بن محمد اور خالد بن عبدالملک: ۱۱۴ھ میں یہ داخل افریقیہ ہوا۔ اسی سنہ میں ہشام نے مسلمہ کو حکومت ارمینیہ سے معزول کر کے مروان بن محمد بن مروان کو مقرر کیا اور ابراہیم بن ہشام کو امارت حجاز سے موقوف کر کے مدینے کی حکومت خالد بن عبدالملک بن حرث بن حکم کو دی اور مکہ وطائف کی محمد بن ہشام مخزومی کو۔

عاصم بن عبداللہ: ۱۱۶ھ میں ہشام نے جنید بن عبدالرحمٰن مزنی کو حکومت خراسان سے معزول کر کے عاصم بن عبداللہ بن یزید ہلالی کو مقرر کیا۔ اسی سنہ میں عبداللہ بن حجاب نے عقبہ بن حجاج قیسی کو بجائے عبدالملک بن قطن کے امارت اندلس پر بھیجا۔ پس اس نے خلیقہ کو فتح کیا۔

خالد بن عبداللہ قسری: ۱۱۷ھ کا دور آیا تو ہشام نے عاصم بن عبداللہ کو حکومت خراسان سے معزول کر کے خالد بن عبداللہ قسری کو مقرر کیا۔ خالد نے اپنی نیابت اپنے بھائی اسد کو دی۔ عبیداللہ بن حجاب جس کو ہشام نے گورنری مصر سے افریقیہ کی گورنری پر بھیجا تھا۔ اس نے بوقت روانگی مصر پر اپنے لڑکے کو مقرر کیا تھا۔ افریقیہ پہنچ کر اندلس پر عقبہ بن حجاج کو اور طنجہ پر اپنے دوسرے لڑکے اسمٰعیل کو مقرر کیا اور حبیب بن ابی عبیدہ بن عقبہ بن نافع کو جہاد کی غرض سے بلاد مغرب کی طرف روانہ کیا۔ پس حبیب جہاد کرتا ہوا سوس اقصیٰ اور سرزمین سودان تک فتح کرتا ہوا چلا گیا۔ بے شمار مال غنیمت ہاتھ آیا۔ پھر ۱۲۲ھ میں اس نے صقلیہ پر جہاد کیا۔ اس کے اکثر شہر فتح ہو گئے۔ تکمیل فتح نہ ہونے پائی تھی کہ کسی ضرورت کی وجہ سے واپس بلا لیا گیا جیسا کہ ہم آئندہ بیان کریں گے۔

محمد بن ہشام اور نصر بن سیار: ۱۱۸ھ میں ہشام نے مدینہ منورہ کی حکومت سے خالد بن عبدالملک بن حرث کو معزول کر کے محمد ہشام بن اسماعیل کو مقرر کیا۔ ۱۲۰ھ میں اسد بن عبداللہ خرانی کے مرنے پر نصر بن سیار مقرر کیا گیا۔ اس سنہ میں ہشام نے خالد قسری کو کل صوبجات عراقین وخراسان کی حکومت سے معزول کر کے یوسف بن عمر ثقفی کو ولایت یمن سے طلب کر کے بجائے خالد کے مامور کیا۔ اس نے نصر بن سیار کو حکومتِ خراسان پر بحال رکھا۔ ان دنوں عہدۂ قضاء کوفہ پر ابن شرمہ اور قضاء بصرہ پر عامر بن عبیدہ تھا۔ یوسف بن عمر نے ابن شرمہ کو بحستان کی حکومت پر بھیج دیا اور بجائے اس کے کوفے میں محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کو اور قضاء بصرہ پر ایاس بن معاویہ بن قرہ کو مامور کیا۔ اتفاق یہ کہ اسی سنہ میں ایاس کا انتقال ہو گیا۔

عبدالملک بن قطن: ۱۲۳ھ میں کلثوم بن عیاض جس کو ہشام نے جنگ پر آمادہ کیا تھا۔ اثناء جنگ میں مارا گیا اور عقبہ بن حجاج امیر اندلس بھی مر گیا۔ بعض کا بیان ہے کہ اہل اندلس نے یورش کر کے عقبہ بن حجاج کو حکومتِ اندلس سے سبک دوش کر دیا تھا تب عبدالملک بن قطن دوبارہ حکومتِ اندلس پر بھیجا گیا۔ جیسا کہ آئندہ بیان کیا جائے گا۔

ابوالخطار حسام بن ضرار کلبی: ۱۲۴ھ میں اطراف خراسان میں ابومسلم (داعیٔ بنو عباس) ظاہر ہوا اور اسی سنہ میں بلج نے اندلس پر حملہ کیا اور کچھ عرصہ بعد مر گیا۔ یہ ان لوگوں میں سے تھا جو کلثوم بن عیاض کے ہمراہیوں سے تھا۔ جبکہ بزبر نے اس کو قتل کر ڈالا تو یہ اندلس بھاگ گیا تھا۔ خلیفہ ہشام نے اندلس پر ابوالخطار حسام بن ضرار کلبی کو مامور کیا اور یہ ہدایت کر دی کہ نیابت کا عہدہ حنظلہ بن صفوان کو دینا مگر اس سے پیشتر بلج کے مرنے پر اہل اندلس نے ثعلبہ بن خزاعہ بن سلامہ عجلی کو اپنا امیر بنا لیا تھا۔ پس جب ابوالخطار حسام بن ضرار کلبی وارد اندلس ہوا تو اس نے ثعلبہ کو معزول کر کے حنظلہ بن صفوان کو مقرر کیا۔

اسی سنہ میں ولید بن یزید نے اپنے ماموں یوسف بن محمد بن یوسف ثقفی کو امارتِ حجاز کا معزز عہدہ دیا۔

منصور ابن جمہور اور عبداللہ بن عمر: ۱۲۶ھ کے دور میں ولید بن یزید مار ڈالا گیا اور یزید بن ولید تختِ خلافت پر متمکن ہوا۔ اس نے حکومتِ عراق سے یوسف بن عمر کو معزول کر کے منصور ابن جمہور کو متعین کیا۔ منصور بن جمہور نے اپنے ایک نائب کو خراسان کی طرف روانہ کیا جس کو نصر بن سیار نے بجائے خراسان کے چارج دینے کے لئے خراسان میں داخل تک نہ ہونے دیا۔ کچھ عرصے بعد یزید بن ولید نے منصور بن جمہور کو حکومتِ عراق سے برطرف کر کے عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز کو گورنری دی۔

عبدالعزیز بن عمرو اور نضر بن سعید حریشی: مدینہ منورہ کی حکومت سے یوسف بن محمد بن یوسف ثقفی کو موقوف کر کے عبدالعزیز بن عمرو بن عثمان کو مامور کیا۔ ۱۲۷ھ میں عبداللہ بن معاویہ بن عبداللہ بن جعفر نے خروج کر کے کوفے پر قبضہ حاصل کر لیا اور مروان نے حجاز پر عبدالعزیز بن عمر بن عبدالعزیز کو عراق پر نضر بن سعید حریشی کو مقرر کیا لیکن ابن عمر نے نضر بن سعید حریشی کو حکومت سپرد کرنے سے انکار کیا۔ آپس میں نزاعات وجنگ کا دروازہ کھل گیا۔ ابن عمر خوارج سے جا ملا جیسا کہ اخبار خوارج کے ضمن میں بیان کیا جائے گا۔

یوسف بن عبدالرحمٰن فہری اور عبدالواحد: اسی اثناء میں بنو عباس خراسان پر متولی ومتصرف ہو گئے۔ ۱۲۹ھ میں

یوسف بن عبدالرحمٰن فہری بعد نوابہ بن سلامہ کے امیر اندلس مقرر کیا گیا جس کا تذکرہ آئندہ حالاتِ اندلس میں آئے گا۔ اسی سنہ میں مروان نے حجاز کی عبدالواحد[1] کو اور عراق کی یزید بن عمر بن ہبیرہ کو سندِ گورنری مرحمت کی۔

ابو مسلم خراسانی: ۱۳۰ھ میں ابو مسلم نے پورے خراسان پر بلا مزاحمت غیرے قبضہ کر لیا اور نصر بن سیار اپنا بوریا بستر سمیٹ کر بھاگ گیا اور ۱۳۱ھ میں اطرافِ ہمدان میں مر گیا۔ اسی سنہ میں سیاہ پرچم والے بھی واردِ خراسان ہوئے جن کا سردار قحطبہ تھا۔ ان دنوں ابن ہبیرہ والیٔ عراق تھا۔ فریقین سے لڑائی ہوئی۔ بالآخر ابن ہبیرہ کو شکست اٹھانا پڑی اور اہل خراسان نے ابوالعباس سفاح اول خلیفہ بنو عباس کی بیعت کر لی۔ اس کے بعد عباسیوں نے شام و مصر کو مروان آخری خلیفہ بنو امیہ سے چھین کر اس کو بھی مار ڈالا اور اس کے مارے جانے سے بنو امیہ کی حکومت شام و مصر و عرب سے منقرض ہو گئی اور حکومت و خلافت کی زمام بنو عباس کے ہاتھ میں لوٹ آئی۔

((والملک للہ یوتیہ من یشاء من عبادہ))

یہ حالات بنو اُمیہ کے ابو جعفر طبری کی کتاب سے خلاصہ کر کے لکھے گئے ہیں۔ اب ہم نے جیسا کہ اپنی کتاب کا نظام قائم کیا ہے اور اس سے پیشتر وعدہ کر آئے ہیں خوارج کے حالات و اخبار لکھتے ہیں۔

((واللہ المعین لا رب غیرہ))

---

[1] اصل کتاب میں اس مقام پر کچھ نہیں لکھا ہے۔ (مترجم)

باب : ۱۵

خوارج

خوارج اور حضرت علیؓ: اس سے پیشتر ہم جنگ صفین میں تقرر حکمین اور خوارج کے علیحدہ ہونے اور امیر المومنین علیؓ سے بوجہ تقرر حکمین جدا ہونے کے حالات بیان کر آئے ہیں اور یہ کہ جناب محتشم الیہ نے خوارج کے واپس بلانے میں نہایت نرمی وملاطفت سے کام لیا اور بغرضِ اظہارِ حق بہ کمالِ دانائی ان لوگوں سے مناظرہ بھی کیا لیکن خوارج نے ایک بھی نہ مانا جنگ پر آمادہ ہوئے اور اپنا شعار وندا ((لا حکم الا للہ)) مقرر کر کے عبداللہ بن وہب راہبی کے ہاتھ پر بیعت کی۔ امیر المومنین علیؓ مقام نہروان پر برسر جنگ آئے ایک خون ریز جنگ کے بعد آپ نے سب کو پامال کر ڈالا۔ الا ما شاء اللہ

بعد ازاں خوارج کے بقیۃ السیف میں سے ایک گروہ انبار کی طرف چلا گیا۔ امیر المومنین علیؓ نے ان کی پامالی کے لئے لشکر بھیج دیا۔ جس نے ان کو بھی صفحۂ ہستی سے مٹا دیا۔ ان کے علاوہ ایک چھوٹا سا گروہ ہلال میں علیہ کے ساتھ میدانِ جنگ سے جان بچا کر بھاگ گیا تھا۔ ان کے استیصال پر آپ نے معقل بن قیس کو مامور فرمایا چنانچہ انہوں نے ہلال کے کل ہمراہیوں کو قتل کر ڈالا۔ تیسرے گروہ کے ساتھ بھی یہی برتاؤ کیا گیا۔ چوتھے کے ساتھ مدائن میں جنگ ہوئی۔ پانچویں کے ساتھ شہرزور میں۔ غرض یکے بعد دیگرے جہاں جہاں یہ گئے ان کا وہیں پر سر پکڑ کر رگڑ دیا گیا۔ معدودے چند جن میں ذرا دم خم باقی تھا ان کا شریح بن ہانی نے خاتمہ کر دیا۔ ضعیف جن کا شمار انگلیوں پر ہو سکتا تھا جو پچاس نفر سے زائد نہ تھے۔ انہوں نے امان حاصل کر لی۔ ان صدمات سے خوارج کے گروہ کا شیرازہ منتشر ہو گیا۔

عبدالرحمٰن بن ملجم: اس کے بعد ان میں سے وہ تین اشخاص ایک جگہ پر جمع ہوئے جنہوں نے علی ومعاویہ وعمرو بن العاص کے قتل کا بیڑا اٹھایا تھا۔ ان تینوں شخصوں میں سے عبدالرحمٰن بن ملجم تو اپنے ارادے میں کامیاب ہو گیا۔ یعنی اس نے امیر المومنین علیؓ کو شہید کر کے اپنے نامۂ اعمال کو سیاہ کر لیا۔ باقی اس کے دو ہمراہی ان کے ہاتھوں سے معاویہ وعمرو بن العاص صحیح سلامت بچ رہے۔ ۴۱ھ میں جماعت مسلمین نے متفق ہو کر امیر معاویہؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ جس سے امیر معاویہؓ مستقل طور پر خلافتِ اسلام کے خوش نما لباس سے آراستہ و پیراستہ ہو گئے۔

فروہ بن نوفل اشجعی: انہیں دنوں فروہ بن نوفل اشجعی نے علی وحسن (رضی اللہ عنہما) سے علیحدگی اختیار کر لی تھی اور پانچ سو

کی جمعیت سے شہرزور میں آٹھہرا تھا۔ جب امیر معاویہ کی خلافت کی بیعت ہوگئی تو فروہ نے اپنے ہمراہیوں سے مخاطب ہو کر کہا ''اب اظہارِ حق کا وقت آ گیا ہے۔ اٹھو اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کو جہاد کرو''۔ چنانچہ اپنے گروہ کو لئے ہوئے قریب کوفہ نخیلہ میں آ اترا۔ امیر معاویہؓ نے یہ خبر پا کر اہل کوفہ کو فروہ سے جنگ کرنے کا حکم دے دیا۔ اہلِ کوفہ نے مقابلہ کے قصد سے نخیلہ کی جانب خروج کیا۔ خوارج نے اہل کوفہ سے درخواست کی ''کہ تم درمیان میں نہ پڑو معاویہ کو اور ہم کو باہم نپٹ لینے دو''۔ اہل کوفہ نے اس کو منظور نہ کیا۔ تب قبیلہ اشجع فروہ کے پاس جمع ہوگیا اور اس کے ساتھ ہو کر لڑنے کے لئے انکا کوفے میں بزور جبر گھس پڑا۔

عبداللہ بن ابوالحریثی: خوارج نے اس کے بعد طے سے عبداللہ بن ابوالحریثی کو امیر بنایا۔ اہل کوفے سے ایک گھمسان کی لڑائی ہوئی اور ابن ابوالحریثی ان کے ہمراہ تھا۔ بعد ازاں خوارج نے حوثرہ بن وداع اسدی کے پاس اجتماع کیا اور ڈیڑھ سو کی جمعیت سے نخیلہ کی طرف بڑھے۔ اس گروہ میں ابن ابوالحریثی کے باقی ماندہ ہمراہی بھی شریک تھے۔ امیر معاویہ نے حوثرہ کے پاس اس کے باپ کو روکنے کی غرض سے بھیجا۔ لیکن حوثرہ نہ مانا۔ امیر معاویہ نے ان کی سرکوبی کو عبداللہ بن عوف کو بسر افسری ایک لشکرِ جرار کے مامور کیا۔ پس اس نے اس کو اور اس کے کل ہمراہیوں کو باستثناء پچاس آدمیوں کو مار ڈالا جو جان بچا کر کوفہ پہنچے اور متفرق و منتشر ہو گئے یہ واقعہ جمادی الثانی ۴۱ھ کا ہے۔

ابن نوفل اشجعی کا قتل: اس واقعہ کے بعد امیر معاویہ نے کوفے میں مغیرہ بن شعبہ کو اپنا نائب مقرر کر کے شام چلے گئے۔ فروہ بن نوفل اشجعی نے میدان خالی سمجھ کر پھر خروج کیا۔ مغیرہ نے ایک دستہ سواروں کا اس کی سرکوبی پر مقرر کیا جس کا سردار ابن ربعی اور بقول بعض معقل بن قیس تھا۔ شہرزور میں مقابلے کی نوبت آئی۔ ابن ربعی نے فروہ کو بار حیات سے سبکدوش کر دیا۔

شبیب بن ابجر کا خاتمہ: اس کے بعد مغیرہ نے شبیب بن ابجر کی طرف سے ایک شخص کو روانہ کیا جس نے اس کو قتل کر ڈالا۔ شبیب بن ابجر ابن ملجم کے دوستوں سے تھا۔ یہی امیر معاویہ کے پاس علی بن ابی طالب کی خوش خبری لے کر آیا تھا۔ امیر معاویہ نے اس خیال سے کہ مبادا یہ مجھ پر بھی اپنا ہاتھ نہ صاف کرے، شبیب کے قتل کا حکم دے دیا۔ شبیب یہ خبر پا کر کوفہ کے اطراف وجوانب میں چھپ رہا اور لوگوں کو امیر معاویہ کے خلاف ابھارنے لگا۔ یہاں تک کہ مغیرہ بن شعبہ نے اس کے قتل پر ایک شخص کو مامور کر دیا جس نے اس کو مار ڈالا۔

معن بن عبداللہ محاربی کا انجام: بعد ازاں مغیرہ کو یہ خبر لگی کہ خوارج میں سے چند لوگ حملے کا قصد کر رہے ہیں اور ان کا سردار معن ابن عبداللہ محاربی ہے۔ مغیرہ نے معن کو گرفتار کرا کے قید کر دیا اور اس سے امیر معاویہ کے لئے خلافت کی بیعت طلب کی معن نے انکار کیا، مغیرہ نے مار ڈالا۔

ابومریم مولی ابولیلی کا قتل: اس کے بعد مغیرہ پر ابومریم مولی بنی حرث بن کعب نے خروج کیا۔ اس کے ساتھ عورتیں بھی لڑنے کو نکلی تھیں۔ مغیرہ نے چند آدمیوں کو ان کے قتل کر ڈالا۔ پھر ابولیلیٰ نے مسجد میں عام لوگوں کے روبرو خروج کا حکم دیا اور اپنے چند خدام کے ساتھ خروج کر دیا۔ مغیرہ نے معقل بن قیس ریاحی کو اس کی سرکوبی پر متعین کیا۔ چنانچہ ۴۲ھ میں معقل

نے اس کو کوفہ کے شہر پناہ کے پاس مار ڈالا۔

سہم بن غانم جہنی کا قتل: ان واقعات کے بعد ابن عامر والی بصرہ پر بصرہ میں سہم بن غانم جہنی نے ستر آدمیوں کی جمعیت سے خروج کیا۔ جس میں حطیم یعنی یزید بن عالک الباہلی بھی تھا۔ بصرہ اور ان دونوں پلوں کے مابین خوارج نے قیام کیا۔ اتفاق سے بعض صحابہ کا اس طرف سے گزر ہو گیا جو جہاد سے واپس آ رہے تھے انہوں نے سہم اور اس کے لڑکے اور بھتیجے کو قتل کر ڈالا یہ کہہ کر یہ لوگ مرتد ہو گئے ہیں۔ اس اثناء میں ابن عامر بھی آ پہنچا۔ اس نے بھی ان میں سے اکثر آدمیوں کو قتل کر ڈالا جو باقی رہ گئے انہوں نے امان حاصل کر لی۔

حطیم کا خاتمہ: جب ۴۵ھ میں زیاد وارد بصرہ ہوا تو حطیم اہواز کی طرف بھاگ گیا اور وہاں سے ایک گروہ کو جمع کر کے بصرے کی طرف لوٹا۔ بصرے کے قریب پہنچ کر اس کے ہمراہی بخوف جان اس سے علیحدہ ہو گئے۔ مجبور ہو کر ادھر ادھر جان بچانے کی کوشش کرنے لگا۔ زیاد سے امان طلب کی۔ زیاد نے امان نہ دی۔ کسی نے اس کا پتہ بتا دیا زیاد نے گرفتار کرا کے قتل کیا اور اسی کے مکان میں سولی دے دی۔ بعض کا بیان ہے کہ اس کو عبداللہ بن زیاد نے ۵۴ھ میں قتل کیا ہے۔

مستورد بن عقلہ تیمی: پھر خوارج کا اجتماع کوفے میں مستورد بن عقلہ تیمی (قبیلہ تیم الرباب) حیان بن ضبیان سلمی اور معاذ بن جوبن الطائی کے پاس ہوا۔ یہ لوگ جنگ نہروان کے بقیۃ السیف تھے جو کسی قدر زخمی ہو کر مقتولین میں دب دبا کر رہ گئے تھے۔ کوفے میں بعد شہادت امیر المؤمنین علیؓ بن ابی طالب داخل ہو کر چار سو کی جمعیت سے حیان بن ضبیان کے مکان پر جمع ہوئے اور خروج کی بابت مشورہ اور امارت کے لئے لوگوں کو منتخب کرنے لگے۔ چنانچہ بحث و مباحثہ کے بعد سب نے مستورد بن عقلہ تیمی کو امیر بنایا اور ماہ جمادی الثانی میں اس کے ہاتھ پر بیعت کی۔ ہنوز خروج کی نوبت نہ آئی تھی کہ مغیرہ نے یہ خبر پا کر مستورد کے مکان کا محاصرہ کر لیا۔ حیان اور چند لوگ گرفتار ہو گئے جن کو مغیرہ نے قید کر دیا۔ باقی رہا مستورد وہ بھاگ کر حیرہ پہنچا۔ رفتہ رفتہ خوارج بھی اس کے پاس آ کر جمع ہو گئے۔

جنگ مذار: مغیرہ کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے لوگوں کو جمع کر کے خطبہ دیا اور خوارج کو دھمکیاں دیں۔ معقل بن قیس نے کھڑے ہو کر کہا ''امیر کسی کو جداگانہ انتظام کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہر سردار اپنے اپنے قبیلہ کا ذمہ دار بنایا جائے''۔ مغیرہ نے اس رائے کو پسند کیا، مجلس برخاست ہوگئی۔ صعصعہ بن صوحان، عبدالقیس کے پاس آیا اور یہ جانتا تھا کہ خوارج سلیم بن مخدوج عبدی کے مکان پر آتے جاتے ٹھہرتے ہیں مگر یہ اپنے بھائی اور خاندان والوں کو مغیرہ کے سپرد نہیں کرنا چاہتا تھا۔ تن بہ تقدیر تین سو آدمیوں کی جمعیت سے کوفے سے نکل کر صراۃ پہنچا۔ معقل بن قیس نے تین ہزار آدمیوں کو سامان سفر و اسباب جنگ دے کر خوارج کی جنگ پر روانہ کیا۔ (ان پر ان لوگوں کو سردار بنایا جو امیر المؤمنین علیؓ کے ہوا خواہوں سے تھے) اور خود بھی شیعہ کے ساتھ خروج کیا۔ خوارج نے یہ سن کر مدائن کی طرف نہر عبور کرنے کا قصد کیا۔ مدائن کے عامل سمال بن عبد العبسی نے روکا اور ان لوگوں کو بہ شرط اطاعت امان دینے کو کہا۔ خوارج نے انکار کیا اور مدائن سے مڑ کر مذار کی طرف روانہ ہوئے۔

بصرے میں ابن عامر تک یہ خبر پہنچی فوراً تین ہزار شیعوں کے ساتھ شریک بن اعور حارثی کو روانہ کر دیا اس عرصے میں معقل بن قیس مدائن پہنچا جب کہ خوارج مذار کو روانہ ہو گئے تھے۔ معقل نے ابوالروع شاکری کو تین سو کی جمعیت سے بطور مقدمۃ الجیش بڑھنے کا حکم دیا۔ ابوالروع نے نہایت تیزی سے طے منازل کر کے خوارج کو مذار میں جا گھیرا۔ لڑائی شروع ہوگئی۔ شام ہوتے ہوتے معقل بن قیس بھی بقیہ آدمیوں کو لئے ہوئے پہنچ گیا۔ خوارج کے ایک گروہ نے معقل پر بھی حملہ کر دیا۔ معقل کے ہمراہیوں نے نہایت استقلال سے مقابلہ کیا۔ تقریباً نصف شب تک لڑائی ہوتی رہی۔ بالآخر فریقین امید وبیم کی حالت میں ایک دوسرے سے علیحدہ ہوئے۔ تھوڑی دیر کے بعد خوارج کو جاسوسوں کے ذریعہ سے یہ معلوم ہوا کہ شریک بن اعور بصرے سے آرہا ہے۔ یہ سنتے ہی پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔ رہی سہی طاقت بھی جاتی رہی۔ رات ہی کے وقت کوچ کر دیا صبح ہوئی تو میدان جنگ میں صرف معقل کی رکاب کی فوج تھی اور خوارج کے لشکر کا کہیں نام ونشان تک نہ تھا۔

معرکہ جرجان: دن چڑھے شریک بن اعور بھی آ پہنچا۔ معقل نے شریک کے مشورہ سے ابوالروع کو بسرافسری چھ سو آدمیوں کے خوارج کے تعاقب کو روانہ کیا۔ جرجان میں مڈبھیڑ ہوگئی۔ میدان ابوالروع کے ہاتھ رہا۔ خوارج کا لشکر شکست کھا کر ساباط کی طرف بھاگا اور ابوالروع ان کے تعاقب میں تھا۔ مستورد یہ تاڑ کر کہ معقل کے جاں نثاروں وکار آزمودہ سردار ابوالروع کے ہمراہ ہیں اپنے گروہ سے علیحدہ ہو کر معقل کی فوج کی طرف لوٹا۔ ابوالروع کو اس کا احساس نہ ہوا۔ وہ برابر ان کے تعاقب میں چلا جارہا تھا۔

مستورد اور معقل کا خاتمہ: پس جس وقت مستورد معقل کے لشکرگاہ کے قریب پہنچا دفعۃً حملہ کر دیا اور نہایت سختی سے لڑنے لگا۔ معقل کے اکثر ہمراہی اس ناگہانی حملہ سے گھبرا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ اتفاق یہ کہ ابوالروع سے ملاقات ہو گئی۔ ابوالروع سمجھا بجھا کر واپس لایا اور دوبارہ نہایت استقلال واستحکام سے جنگ کی بنیاد قائم کی۔ اثناء جنگ میں مستورد نے لپک کر معقل کے پیٹ میں برچھا مارا۔ معقل نے برچھے کو نکال کر پھینک دیا اور آگے بڑھ کر مستورد کے سر پر تلوار کا ایسا وار کیا کہ دماغ کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ دونوں حریف تیورا تیورا کر گر پڑے اور ایک ساتھ دم توڑ دیا۔ عمر بن محرز بن شہاب تمیمی نے بہ ہدایت معقل پرچم کو سنبھالا۔ بعد ازاں سنبھل کر لوگوں نے خوارج پر دوبارہ حملہ کر دیا جس سے باستثناء پانچ یا چھ آدمیوں کے ایک شخص بھی جاں بر نہ ہوا۔ ابن کلبی کا یہ خیال ہے کہ مستورد قبیلہ بنو رباح کے تیم سے تھا اور بصرے میں بہ زمانہ حکومت زیاد خروج کیا تھا۔ قریب ازدی اور جلف طائی اس کی خالہ کے لڑکے تھے۔ ان دنوں بصرے میں سمرہ بن جندب تھا۔ بنوضبہ کے چند لوگ اور بنوعلی سے شبان وبنوراسب برسر مقابلہ آئے اور اس معرکہ میں بڑے بڑے نمایاں کام کئے۔ اثناء جنگ میں قریب مارا گیا۔ عبداللہ بن اوس طائی اس کا سر لے کر زیاد کے پاس آیا۔ زیاد اور سمرہ خوارج کے ساتھ سختی کا برتاؤ کرنے لگے اور ان میں سے ایک گروہ کثیر کو مار ڈالا۔

ابن خراش عجلی کا خروج: اس کے بعد ۵۲ھ میں ابن خراش عجلی کے تین سو آدمیوں کی جمعیت سے سواد میں زیاد پر خروج کیا۔ زیاد نے سعد بن حذیفہ کو بسرگروہی چند دستہ سواران مقابلہ پر روانہ کیا۔ جنہوں نے ان سب کو مار ڈالا۔

حیان بن ضبیان اور معاذ طائی: اسی زمانے میں مستورد کے ہمراہیوں میں سے حیان بن ضبیان اور معاذ طائی نے بھی علم بغاوت بلند کیا تھا جن کی سرکوبی پر وہ لوگ متعین کیے گئے جو ان کے قتل کا باعث ہوئے اور بعض کا یہ بیان ہے کہ خوارج نے امان طلب کر لی تھی اور امان حاصل کرنے کے بعد متفرق و منتشر ہوئے تھے۔

خوارج اور ابن زیاد: ۵۸ھ میں مقام بصرہ میں خوارج کے ستر آدمیوں نے عبدالقیس کے قبیلے سے خروج کیا اور طواف کے ہاتھ پر ابن زیاد کے قتل کرنے کی بیعت کی۔ وجہ یہ تھی کہ ابن زیاد نے خوارج کے ایک گروہ کو بصرے میں قید کر دیا تھا۔ ازانجملہ طواف بھی تھا۔ رہائی یافتہ خوارج کو اس فعل سے ندامت ہوئی۔ مقتولین کے ورثاء کے پاس گئے معافی چاہی اور دیت پیش کی۔ ورثاء مقتولین نے لینے سے انکار کیا۔ تب بعض علماء خوارج نے ان لوگوں کو بدلیل قول اللہ عزوجل

﴿ثم ان ربک للذین هاجروا من بعد ما فتنوا ثم جاهدوا و صبروا ان ربک من بعد ها لغفور الرحیم﴾

جہاد کا فتویٰ دیا۔ پس ان سب نے جمع ہو کر خروج کر دیا۔ جیسا کہ ہم نے بیان کیا ابن زیاد کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے چند لوگوں کو ان کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا۔ خوارج ان کو نیچا دکھا کر جلجاء کی طرف چلتے پھرتے نظر آئے۔ ابن زیاد نے جھلا کر پولیس اور جنگی سپاہیوں کو بڑھنے کا حکم دیا۔ خوارج نے پولیس کو شکست دی۔ بعد ازاں جب مخالفین کی جمعیت بڑھ گئی تو سب کے سب لڑ کے مر گئے۔ اس واقعہ کے بعد ابن زیاد نے خوارج پر سختی شروع کی اور ان میں سے ایک گروہ کو قتل کر ڈالا۔ ازانجملہ عروہ بن ادیہ برادر مرداس اور ادیہ جریر بن تمیم وغیرہ تھے۔

جریر بن تمیم کا قتل: جریر بن تمیم نے ایک روز ابن زیاد کو نصیحت کرتے ہوئے کہا ((اتبنون بکل ریع اية تعبثون)) ابن زیاد کو اس سے یہ خیال پیدا ہوا کہ اس کے ساتھ اور لوگ بھی ہیں فوراً گرفتار کرا کے بوٹی بوٹی اڑا دی۔ ساتھ ہی اس کے دونوں لڑکوں کو بھی قتل کرا دیا۔ اس کا بھائی مرداس نامور روسا اور مشہور عابدوں اور حاضرین جنگ نہروان میں سے تھا۔ عورتوں کو جہاد میں شریک ہونے کو حرام سمجھتا تھا اور نہ لڑنے والوں سے لڑنے کو ممنوع جانتا تھا۔ اس کی بی بی بنو یربوع کی عورت تھی اور اپنے زمانے کی عابدات سے تھی۔ ابن زیاد نے اس کو بھی گرفتار کرا کے قتل کر ڈالا اور خوارج کی جستجو و گرفتاری و قتل میں بہت بڑی کوشش کی لیکن مرداس کو بہ وجہ زہد و عبادت رہا کر دیا۔

مرداس بن تمیم کا خاتمہ: مرداس خوف جان سے اہواز کی طرف چلا گیا جس طرف اس کا گذر ہوتا تھا مسلمانوں کا مال و اسباب چھین کر اپنے ہمراہیوں کو دے دیتا تھا۔ جو کچھ باقی رہ جاتا وہ صاحب مال کو واپس کر دیتا تھا۔ ابن زیاد نے اس کی روک تھام کرنے کو اسلم بن زرعہ کلابی کو دو ہزار پیادوں کی جمعیت سے روانہ کیا۔ اسلم نے ان لوگوں کو شریک جماعت ہونے کو بلایا۔ خوارج نے انکار کیا لڑائی ہوئی۔ اتفاق یہ کہ اسلم اور اس کے ہمراہیوں کو شکست ہوئی۔ تب ابن زیاد نے عباد بن علقمہ مازنی کو روانہ کیا جس نے توج میں پہنچ کر کل خارجیوں کو بحالت نماز کسی کو رکوع میں کسی کو سجدے میں قتل کر ڈالا۔ کسی نے اپنی حالت تک نہ تبدیل کی۔ عباد بن علقمہ' ابو ہلال مرداس کا سر لئے ہوئے بصرے کو لوٹا۔

عبیداللہ بن ابی بکرہ اور عروہ بن ادیہ: عبیداللہ بن ہلال نے بہ ہمراہی تین آدمیوں کے قصر امارت کے پاس دریافت حال کی غرض سے تعرض کیا۔ عباد بن علقمہ کے ہمراہیوں نے اس کو مخالف سمجھ کر قتل ڈالا۔ اس سے اہل بصرہ میں ایک شورش سی پیدا ہوگئی۔ ایک گروہ کثیر جمع ہو کر عباد کے مقابلے پر آیا۔ ان دنوں بصرے کی نیابت پر عبیداللہ بن ابی بکرہ تھا۔ ابن زیاد نے اس کو حکم دیا کہ خوارج کو چن چن کر قید کر لو۔ چنانچہ عبیداللہ بن ابی بکرہ نے ایسا ہی کیا اور جس کو قید نہ کیا اس سے ضمانت لے لی اثناء دارو گیر میں عروہ بن ادیہ پیش کیا گیا اس کا کوئی ضامن نہ تھا۔ عبیداللہ نے یہ کہہ کر ''میں تیرا ضامن ہوں'' رہا کر دیا اور پھر جب ان کی ابن زیاد کے روبرو پیشی ہوئی تو اس نے ان قیدیوں اور ان لوگوں کو بھی قتل کا حکم دے دیا جو ضمانت پر رہا تھا۔ ان کے قتل کے بعد عبیداللہ بن ابی بکرہ کی طرف متوجہ ہو کر عروہ بن ادیہ کی بابت مواخذہ کرنے لگا' بالآخر عبیداللہ نے عروہ کو لا کر حاضر کر دیا۔ ابن زیاد نے اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر ۵۸ھ میں پھانسی پر چڑھا دیا۔

خوارج اور عبداللہ بن زبیرؓ: ان واقعات کے بعد یزید مر گیا اور عبداللہ بن زبیرؓ کی حکومت مکہ معظمہ میں مستحکم و مستقل ہوگئی۔ اس سے پیشتر خوارج اس وجہ سے کہ ابن زیاد ان پر سختی کر رہا تھا۔ بعد قتل ابی ہلال مرداس حسب مشورہ نافع بن ارزق' عبداللہ بن زبیر سے جا ملے تھے۔ بایں خیال کہ عبداللہ بن زبیرؓ لشکر یزید پر جواز جہاد کے قائل تھے۔ گو ان کے ذہن میں یہ بات سمائی ہوئی تھی کہ عبداللہ بن زبیر پوری پوری ہماری رائے کے پابند نہیں ہیں لیکن پھر بھی عبداللہ بن زبیرؓ کے ہمراہ ہو کر ان کے مخالفین سے لڑتے رہے۔ پس جب یزید مر گیا اور لشکر یزیدان جنگ سے واپس آیا تو آپس میں عبداللہ بن زبیرؓ کی رائے کی بابت سرگوشیاں کرنے لگے۔ امیر المومنین عثمانؓ پر طرح طرح کے الزامات قائم کرنے اور اس سے اپنی برأت ظاہر کرنے لگے۔ عبداللہ بن زبیرؓ کو اس کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے سب کو جمع کر کے ایک بہت بڑا خطبہ دیا جس میں شیخین (ابوبکرؓ و عمرؓ اور عثمانؓ اور علیؓ رضی اللہ عنہم کی تعریفیں بیان کیں اور اس امر کی معذرت کی کہ میں ان کے (خوارج کے) خیالات سے مبرا اور بیزار ہوں اور یہ کہ تم لوگ اس امر کے شاہد رہنا کہ میں ابن عفانؓ کا دوست اور ان کے دشمنوں کا دشمن ہوں''۔

خوارج کی ابن زبیرؓ سے علیحدگی: خوارج یہ سنتے ہی بھڑک اٹھے اور سب کے سب یک زبان ہو کر بولے ''اللہ تعالیٰ تمہارے اس قول و فعل سے بری ہے''۔ آپ نے جواب دیا ''نہیں بلکہ تمہارے اقوال و افعال سے اللہ تعالیٰ بری ہے''۔ ہنوز عبداللہ بن زبیرؓ منبر سے نہ اترنے پائے تھے کہ خوارج کا گروہ آپ کے گروہ سے علیحدہ ہو گیا۔ نافع بن ارزق حنظلی' عبداللہ بن صغار سعدی' عبداللہ بن اباض' حنظلہ بن بیہس اور بنو ماخور اور بنو سلیط بن یربوع سے' عبداللہ و عبیداللہ و زبیر بصرے کی جانب روانہ ہوگئے (یہ سب قبیلہ تمیم سے تھے) اور بنو بکر بن وائل سے ابو طالوت' ابو فدیک' عبداللہ بن ثور بن قیس بن ثعلبہ اور عطیہ بن اسود یشکری یمامہ جا پہنچا اور ابو طالوت ہی کے مشورے سے یمامہ پر حملہ کر دیا۔ پھر اس کو وہیں چھوڑ کر نجدہ بن عامر حنفی کی طرف مائل ہوگئے۔

خوارج کے گروہ ازارقہ: اسی مقام سے خوارج چار گروہ پر منقسم ہوگئے۔ ایک ازارقہ' یہ لوگ نافع بن ازرق حنفی کے تبع و مقلد تھے۔ ان کا یہ اعتقاد تھا کہ ہم کل مسلمانوں سے بری ہیں اور وہ سب کے سب کافر ہیں ان سے چھیڑ چھاڑ کرنا ان

کے لڑکوں کا قتل کرنا اور ان کی امانتوں کو جائز سمجھ کر صرف کر ڈالنا جائز تھا۔ کیونکہ یہ ان کو کفار میں شمار کرتا تھا۔

ب) نجدیہ: دوسرا نجدیہ یہ ازراقہ کے کل عقائد میں مخالف تھے۔

ج) اباضیہ: تیسرا اباضیہ یہ عبداللہ بن اباض مری کے رائے کے پابند تھے۔ ان کا یہ اعتقاد تھا کہ عام مسلمین کا حکم منافقین کا حکم ہے اس وجہ سے نہ تو یہ فرقہ اول کے عقائد تک بڑھ جاتے تھے اور نہ دوسرے فرقے کے حالات پر ٹھہر جاتے تھے اور نہ مسلمین کے ساتھ مناکحت اور ان کی موارثت کو حرام سمجھتے تھے۔ ان لوگوں کا یہ قول قریب قریب اہل سنت کے قول سے ہے۔ اسی فرقہ سے فرقہ بیہسیہ ہے جو ابی بیہس ہیصم بن جابر صنبعی کے مقلدوں میں تھا۔

د) صفریہ: یہ چوتھا صفریہ یہ فرقہ اباضیہ سے باعتبار عقائد و خیالات کے بہت زیادہ ملتے جلتے ہیں مگر اس قدر فرق ہے کہ اباضیہ میں سختی زیادہ ہے اور ان میں اس قدر نہیں ہے۔ آگے بڑھ کر ان کے خیالات و عقائد میں تبدیلیاں بھی واقع ہوتی ہیں۔ مؤرخین نے صفریہ کی وجہ تسمیہ میں اختلاف کیا ہے۔ بعض ان کو ابن صفار کی طرف منسوب کرتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ چونکہ کثرت عبادت کی وجہ سے وہ زرد رنگ ہو گئے تھے اس وجہ سے ان کو صفریہ کہنے لگے۔ بہرکیف اس تفرقہ کے پہلے کل خوارج ایک رائے و عقیدے کے پابند تھے اصولاً اختلاف ان میں نہ تھا۔ صرف بعض بعض جزوی اختلافات تھے۔ بعد ازاں نافع بن ازرق' ابوبیہس اور عبداللہ بن اباض میں اختلاف پیدا ہوا' خط و کتابت ہوئی جس کو مبرد نے کتاب الکامل میں ذکر کیا ہے۔ جس کا جی چاہے اس کتاب کو دیکھ لے۔

نافع بن ازرق: ۶۴ھ میں نافع بن ازرق اطراف بصرہ میں پہنچ کر اہواز میں مقیم ہوا آتے جاتے لوگوں سے چھیڑ چھاڑ شروع کی۔ موقع و محل دیکھ کر مسافروں کو لوٹنے لگا۔ اس زمانے میں بصرے کی حکومت پر عبداللہ بن حرث بن نوفل بن حرث بن عبدالمطلب تھا۔ اس نے نافع کی گوشمالی کرنے کو اہل بصرہ سے مسلم بن عبس بن کوربیعہ کو بہ مشورہ احنف بن قیس روانہ کیا۔ چنانچہ مسلم نے نافع کو اطراف بصرہ سے نکال کر مقام اہواز میں صف آرائی کی۔ مسلم کے میمنہ پر حجاج بن باب حمیری تھا' میسرہ پر زبیر بن ماخور تمیمی اثناء جنگ میں پہلے تو مسلم مارا گیا بعد ازاں نافع بن ازرق۔

عبداللہ و عبیداللہ پسران ماخور: اہل بصرہ نے حجاج بن باب حمیری کو اپنا امیر بنایا اور خوارج نے امارت کی ٹوپی عبداللہ بن ماخور کے سر پر رکھ دی۔ تھوڑی دیر کی جنگ کے بعد حجاج و عبداللہ بھی راہی عالم بقا ہوئے۔ تب اہل بصرہ نے ربیعہ بن اخدم کو اور خوارج نے عبیداللہ بن ماخور کو امارت کی کرسی پر بٹھا کر لڑائی جاری رکھی۔ یہاں تک کہ شام ہو گئی۔ اتفاق وقت سے خوارج کی کمک پر کچھ لوگ آ گئے جس سے انہوں نے تازہ دم ہو کر اہل بصرہ پر حملہ کر دیا۔ اہل بصرہ اس ناگہانی حملے سے گھبرا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ ربیعہ بن اخدم مارا گیا۔ اہل بصرہ نے بجائے اس کے حارثہ بن بدر کو امیر بنایا۔ حارثہ نہایت تیزی سے منہزمین کو لوٹا کر پھر میدان جنگ میں لایا اور کمال چستی سے لڑا کر خوارج کو پسپا کر دیا اور اس خیال سے کہ مبادا خوارج پھر یورش نہ کریں اہواز میں ڈیرے ڈال دیئے۔

خوارج کا بصرے پر حملہ: اس کے بعد عبداللہ بن زبیر نے حکومت بصرہ سے عبداللہ بن حرث کو معزول کر کے قباع یعنی

حرث بن ربیعہ کو مامور کیا۔ خوارج نے فوراً بصرے پر حملہ کر دیا۔ احنف بن قیس نے رائے دی کہ خوارج کی جنگ پر مہلب کو متعین کرنا چاہیے۔ وہی کچھ ان کے دانت کھٹے کرے گا۔ لیکن اس سے پیشتر عبداللہ بن زبیرؓ نے مہلب کو خراسان کی گورنری پر بھیج دیا۔ اہل بصرہ نے اس کے متعلق عبداللہ بن زبیر سے خط و کتابت کی۔ عبداللہ بن زبیر نے منظور فرما لیا تب اہل بصرہ نے یہ درخواست کی کہ جن ممالک پر مہلب متصرف ہو جائے ان میں سے جس کی وہ کہے اس کو حکومت دی جائے اور مال و آلاتِ حرب سے اس کی مدد کی جائے۔ عبداللہ بن زبیر نے اس کو بھی منظور کر لیا۔

مہلب اور خوارج کی جنگ: چنانچہ مہلب لشکرِ اسلام سے بارہ ہزار فوج منتخب کر کے خوارج کی طرف براہ پل روانہ ہوا۔ اس اثناء میں حارثہ بن بدر مع ان لوگوں کے جو جنگ خوارج میں ان کے ہمراہ تھے آ پہنچا۔ حرث بن ربیعہ نے ان کو بھی مہلب کی طرف واپس کر دیا اور حارثہ کشتی پر سوار ہو کر بقصد بصرہ چلا۔ اتفاق یہ کہ کشتی نہر میں ڈوب گئی۔ مہلب کے مقدمۃ الجیش پر اس کا لڑکا مغیرہ تھا اس سے اور خوارج کے مقدمے سے لڑائی ہوئی۔ مغیرہ نے خوارج کے مقدمے کو سوق اہواز سے پسپا کر کے مادر تک پیچھے ہٹا دیا۔ اس وقت مہلب سولاف میں ٹھہرا ہوا تھا۔ خوارج نے مغیرہ سے شکست کھا کر مہلب کے لشکر پر ایک پر زور حملہ کر دیا جس سے مہلب کے رکاب کی فوج تتر بتر ہو گئی۔ لیکن شام ہو جانے کی وجہ سے لڑائی خود بخود رک گئی اور اگلے دن تک بلا کسی تحریک کے لڑائی موقوف رہی۔ اس اثناء میں مہلب فرصت پا کر وجیل کو قطع کر کے عقیل میں آ اترا۔ اس کے بعد وہاں سے کوچ کر کے خوارج کے قریب پہنچ کر مورچہ قائم کر دیا اور اپنے لشکر کے اردگرد خندق کھدوالی پٹرول و جاسوس مقرر کر دیا۔ ایک روز شب کے وقت خوارج کے لشکر سے عبداللہ بن ہلال و زبیر ماخور لشکر مہلب پر شب خون مارنے کو آئے ہوشیار پا کر واپس چلے گئے۔

خوارج کی پسپائی: اگلے دن مہلب نے بقصد جنگ خروج کیا۔ ازد تمیم اس کے میمنہ پر تھے قبیلہ بکر و عبدالقیس میسرہ میں اور اہل عالیہ قلب میں۔ خوارج کے میمنہ پر عبیدہ بن ہلال یشکری اور میسرہ زبیر بن ماخور تھا۔ فریقین نے نہایت اطمینان و استقلال سے لڑائی شروع کی۔ بعد ازاں لحظہ بہ لحظہ اس کی سختی بڑھتی گئی۔ آخر الامر مہلب کے لشکر کے قدم استقامت میدانِ جنگ سے ڈگمگا گئے۔ کمالِ ابتری سے گھبرا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ منہزمین نے بھاگ کر ربوہ میں دم لیا۔ مہلب نے ایک بلند مقام پر کھڑے ہو کر اپنے بھاگے ہوئے لشکر کو ندا دی جس سے تقریباً تین ہزار آدمی ٹھہر گئے۔ جو اکثر قبیلہ ازد کے تھے۔ مہلب ان کو تسلی اور جوشِ مردانگی کی داد دیتا ہوا لشکر خوارج پر ٹوٹ پڑا اور اس شدت لڑائی کا آغاز کر دیا کہ خوارج جواب تک نہ دے سکے۔ عبداللہ بن ماخور اور بہت سے سردار مارے گئے۔ باقی جو رہے انہوں نے اطرافِ اصفہان و کرمان میں جا کر دم لیا اور زبیر بن ماخور کو اپنا امیر بنایا۔ خاتمہ جنگ کے بعد مہلب اسی مقام پر مقیم رہا۔ یہاں تک کہ مصعب بن زبیر امیر بصرہ ہو کر آیا اور اس نے مہلب کو معزول کیا۔ یہ سرگزشت تو ازارقہ کی تھی۔ اب نجدہ کی کیفیت ملاحظہ کیجیے۔

نجدہ بن عامر: نجدہ نجدہ بن عامر بن عبداللہ بن سیار بن مفرج حنفی کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ یہ نافع بن ادرق کے ہمراہ تھا لیکن جب خوارج میں افتراق پیدا ہوا تو یہ یمامہ کی جانب چلا آیا۔ ابو طالوت نے اس کو اپنی امارت کی دعوت دی۔ (یہ

بکر بن وائل کے قبیلے سے تھا) نجدہ نے اتباع اختیار کر لی اور بنو حنیفہ کے شہر حصارم کو جس میں چار ہزار کے قریب رقیق (غلام) تھے لوٹ لیا اور ان سب کو اپنے ہمراہیوں میں تقسیم کر دیا یہ واقعہ ۶۵ھ کا ہے۔ اس کے بعد ایک قافلے سے تعرض کیا جو بحرین سے آ رہا تھا اور ابن زبیرؓ کی خدمت میں جا رہا تھا۔ نجدہ نے اس کو بھی لوٹ کر ابو طالوت کے آگے لا رکھا۔ ابو طالوت نے اپنے ہمراہیوں میں تقسیم کر دیا۔ ان واقعات سے خوارج کے ذہن پر یہ مرتسم ہوا کہ ابو طالوت کی نسبت نجدہ زیادہ خیر خواہ ہے اس امر کا ذہن نشین ہونا تھا کہ سب کے سب ابو طالوت کے مخالف ہو گئے اور اس کی بیعت توڑ کر نجدہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

نجدہ کی غارت گری: بیعت لینے کے بعد نجدہ نے بنو کعب بن ربیعہ پر چڑھائی کی اور نہایت سختی کے ساتھ ان کو پسپا کیا۔ اس کے بعد وہاں سے لوٹ کر یمامہ کی طرف آیا۔ اس وقت اس کے ہمراہ تین ہزار کی جمعیت تھی۔ پھر ۶۷ھ میں یمامہ سے بحرین چلا گیا۔ بحرین میں جس قدر عبدالقیس تھے وہ اور چند رؤساشہر اس سے جنگ کرنے پر آمادہ ہوئے۔ عطیف میں صف آرائی کی نوبت آئی لیکن پہلے ہی حملے میں عبدالقیس کو شکست ہوگئی۔ نجدہ اور اس کے ہمراہیوں نے کمال بے دردی سے قتل و قید کیا۔ اس کے بعد ایک سریہ خط کی جانب روانہ کیا جو فتح مند ہو کر واپس آیا۔ پس جب ۶۹ھ میں مصعب ابن زبیرؓ والی بصرہ ہو کر بصرے میں آئے تو انہوں نے عبداللہ بن عمر لیثی اعور کو بیس ہزار کی جمعیت سے نجدہ کی سرکوبی کو روانہ کیا۔ نجدہ اس وقت عطیف میں تھا فریقین میں لڑائی ہوئی نجدہ نے عبداللہ بن عمر لیثی کو شکست دے کر جو کچھ اس کے لشکر گاہ میں تھا لوٹ لیا۔

عطیہ بن اسود حنفی: کامیابی کے بعد خوارج سے عطیہ بن اسود حنفی کو عمان پر حملہ کرنے کو روانہ کیا۔ عمان کا ان دنوں عباد بن عبداللہ امیر تھا جو ایک معمر وضعیف آدمی تھا۔ عطیہ نے عمان پر قبضہ کر لیا اور چند مہینے ٹھہرا رہا بعد ازاں خوارج میں سے کسی کو اپنا نائب مقرر کر کے عمان سے کوچ کر دیا۔

عطیہ بن اسود کا قتل: جونہی عطیہ عمان سے نکلا اہل عمان نے اس کے نائب کو قتل کر کے اس کو قتل کر کے سعید وسلیمان پسران عباد کو اپنا امیر بنا لیا۔ اس کے بعد عطیہ ونجدہ میں مخالفت پیدا ہوگئی۔ عطیہ نجدہ سے علیحدہ ہو کر عمان چلا آیا لیکن اہل عمان نے شہر میں داخل نہ ہونے دیا۔ مجبور ہو کر براہِ دریا کرمان کو روانہ ہوا۔ مہلب نے یہ خبر پا کر ایک لشکر اس کے تعاقب میں بھیج دیا۔ عطیہ یہ سن کر بجستان بھاگ گیا اور وہاں سے سندھ کو روانہ ہو گیا۔ مگر سواران مہلب نے اس جان باختہ اجل رسیدہ کو جانبر نہ ہونے دیا۔ مقامِ قندابیل میں گرفتار کر کے مار ڈالا۔

نجدہ اور ابو فدیک: اس فتنہ کے فرو ہونے پر نجدہ نے چند واقف کاروں کو مختلف دیہات اور قصبات کی طرف بعد شکستِ ابن عمیر روانہ کیا۔ ان لوگوں کی بنو تمیم سے کاظمہ میں لڑائی ہوئی اور اہل طوطع نے ان کی امداد کی۔ نجدہ نے جھلا کر ایسے جنگ آوروں وسخت مزاجوں کو مامور کیا جنہوں نے بجبر واکراہ صدقات وصول کیے۔ پھر نجدہ نے صنعا پہنچ کر اہل صنعا سے بیعت لی اور اپنے مخالفوں سے صدقات وصول کیے۔ اس کے بعد ابو فدیک کو صدقات وصول کرنے کی غرض سے حضر موت روانہ کیا اور ۶۸ھ میں نو سو آدمیوں کے ساتھ یا بروایت بعض دو ہزار کی جمعیت سے حج کرنے کو آیا اور صلح ہو جانے کی وجہ سے ایک جانب عبداللہ بن زبیرؓ سے علیحدہ ٹھہرا رہا۔ بعد ازاں نجدہ مدینہ منورہ کی طرف گیا۔ اہل مدینہ اس سے آمادہ جنگ ہوئے مجبور

ہو کر طائف لوٹ آیا۔ اثناء راہ میں عبداللہ بن عمر بن عثمان کی ایک لڑکی سے ملاقات ہوگئی۔ خوارج نے اس غریب لڑکی کو پکڑ کر نجدہ کے پاس پہنچا دیا اور پھر بہ نظر امتحان نجدہ سے اس لڑکی کے فروخت کرنے کا سوال کیا۔ نجدہ نے کہا کہ میں نے اس کو آزاد کیا۔ اس پر خوارج نے جواب دیا ''تم اس سے عقد کرلو''۔ بولا ''یہ اپنے نفس کی مختار ہے اور میں تو اس سے عقد کرنا پسند نہیں کرتا''۔ رفتہ رفتہ طائف کے قریب پہنچا تو عاصم بن عروہ بن مسعود نے حاضر ہو کر اپنی قوم کی طرف سے بیعت کی۔ نجدہ نے اس کی قوم پر خارزق کو اور اطراف وجوانب نجران پر سعد الطلایع کو امیر مقرر کر کے بحرین کی طرف مراجعت کی اور حرمین میں غلہ وجنس کے آنے کو روک دیا۔

نجدہ اور ابن عباس: ابن عباس نے تحریر کیا کہ جب ثمامہ بن اثاک دائرہ اسلام میں داخل ہوا تھا اور اس نے مکہ میں رسد وغلہ کی آمد روک دی تھی۔ درانحالیکہ اہل مکہ ان دنوں مشرک تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تحریر فرمایا تھا کہ اہل مکہ اہل اللہ ہیں ان کی رسد کو نہ روکو۔ چنانچہ ثمامہ نے اس کی تعمیل کی بڑے افسوس کی بات ہے کہ تم نے بھی رسد وغلہ کو روک دیا ہے حالانکہ ہم لوگ مسلمان ہیں''۔ نجدہ اس خط کو پڑھ کر محجوب ہو گیا اور رسد وغلہ کی ممانعت بند کر دی۔ اس واقعہ کے بعد نجدہ کے ہمراہیوں میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ اس وجہ سے کہ ابوسنان حی بن وائل نے اس کو یہ رائے دی تھی کہ جو شخص براہِ تقیہ تمہارا مطیع ہو اس کے وجود سے اپنی جماعت کو صاف و پاک کر لو''۔ نجدہ نے جھڑک کر کہا ''ہم تو مامور اس کے ہیں کہ ظاہر حال پر حکم دیں''۔

نجدہ اور عطیہ میں اختلاف: ہنوز یہ امر طے نہ ہونے پایا تھا کہ عطیہ سے اور اس سے اس بابت چل گئی کہ سریہ خشکی کا سریہ دریا سے غنیمت میں بہتر ہے۔ نجدہ نے طیش میں آ کر گالیاں دیں عطیہ کو اس سے سخت برہمی پیدا ہوئی۔ لیکن اپنے غصے کو ضبط کر کے نجدہ کے سرداروں میں سے ایک شخص پر شراب نوشی جاری کرنے کی درخواست کی۔ نجدہ نے حد جاری کرنے سے انکار کیا۔

عبدالملک اور نجدہ: اس اثناء میں عبدالملک نے اس سے خط وکتابت شروع کی کہ ''تم میری اطاعت قبول کر لو میں تم کو یمامہ کی حکومت دے دوں گا اور اس وقت تک جس قدر خوں ریزی ہو چکی ہے اس سے درگزر کروں گا''۔ خوارج کو اس خط وکتابت کا کسی ذریعہ سے پتہ لگ گیا اور اس سے اور اسی قسم کی اور چند حرکات سے متہم کر کے عطیہ نے عمان میں نجدے سے علیحدگی اختیار کر لی۔

نجدہ کا قتل: کچھ عرصے خوارج نے اس سے بھی منحرف ہو کر ابوفدیک عبداللہ بن ثور (قیس بن ثعلبہ کے ایک شخص کو) اپنا امیر بنا لیا۔ نجدہ خوارج سے علیحدہ ہو کر حجر کے گاؤں میں سے ایک گاؤں میں چھپ رہا۔ ابوفدیک نے ہر چند تلاش کی دستیاب نہ ہوا۔ نجدہ یہ خبر پا کر بخوفِ جان اپنے ماموں کے پاس قبیلہ تمیم میں چلا گیا اور وہاں سے سامانِ سفر درست کر کے عبدالملک کی طرف روانہ ہو گیا۔ اتفاق یہ کہ ابوفدیک کو اس کی خبر لگ گئی فوراً ایک دستہ فوج بھیج دیا جس نے نجدہ کے ہمراہیوں کو جنگ کر کے پامال کر ڈالا اور ابوفدیک کے دوستوں میں سے چند لوگوں نے نہایت بے دردی سے نجدہ کو بھی مار

ڈالا۔ مسلم بن جبیر نے نجدہ کے بچانے کی کوشش کی۔ خوارج نے اس کو بھی بارہ زخم برچھے کے پہنچائے جس کے صدمہ سے مسلم اسی وقت مر گیا اور ابوفدیک اپنی قیام گاہ پر اس کو اٹھا لایا۔

عمر بن عبداللہ اور خوارج کی جنگ: ۶۸ھ میں مصعب بن زبیر نے اپنے بھائی عبداللہ بن زبیرؓ کی جانب سے والیٔ عراقین ہو کر وارد بصرہ ہوا۔ مہلب ان دنوں والی فارس تھا اور جنگ ازارقہ میں مصروف تھا۔ مصعب نے اس خیال کہ مابین میرے اور عبدالملک کے مہلب حائل رہے گا۔ مہلب کو فارس سے طلب کر کے بلادِ موصل جزیرہ اور ارمینیہ کی حکومت پر بھیج دیا اور حکومتِ فارس و جنگ ازارقہ پر عمر بن عبداللہ بن معمر کو مامور کر دیا۔ اس سے پیشتر خوارج بعدِ قتل عبداللہ بن ماخور ۶۵ھ میں اس کے بھائی زبیر کو اپنا امیر بنا کر اصطخر چلے آئے تھے۔ عمر بن عبداللہ نے حکومتِ فارس کے زینہ پر قدم رکھتے ہی خوارج کی جنگ پر بھیج دیا۔ خوارج نے اس کو مار ڈالا۔

خوارج کی پسپائی: بعد ازاں زبیر امیر خوارج اور عمر بن عبداللہ والی فارس سے چھڑ گئی۔ عمر بن عبداللہ نے خوارج کو شکست دے کر ان میں سے ستر آدمیوں کو مار ڈالا۔ قطری بن فجاءۃ و صالح بن مخراق محاصرہ توڑ کر مع خوارج نیشاپور کی جانب چلے گئے۔ عمر بن عبداللہ نے نیشاپور میں پہنچ کر لڑائی چھیڑ دی۔ خوارج نے نیشاپور سے شکست اٹھا کر اصفہان کا قصد کیا۔ اصفہان میں اچھی طرح دم نہ لینے پائے تھے کہ تپ دلرزہ نے مزاج پرسی کر لی۔ گھبرا کر عمر بن عبداللہ کے لشکر کی گزرگاہوں سے بچتے ہوئے فارس کی طرف بڑھے۔ ساجوزدار جان ہوتے ہوئے عراق وارد اہواز ہوئے۔ چونکہ عمر بن عبداللہ والی فارس بھی ان کے پیچھے پیچھے نہایت تیزی سے منازل طے کر رہا تھا۔ مصعب کا لشکر پڑاؤ کئے ہوئے پڑا تھا۔

خوارج کا ظلم و ستم: اس وجہ سے زبیر نے مع خوارج کے اہواز سے نکل کر سرزمین صرصر کو طے کیا اور مدائن پر متواتر شب خون مارنے لگا۔ اہل مدائن کے لڑکوں اور مردوں کو قتل کر ڈالتا اور حاملہ عورتوں کے پیٹ پھاڑ پھاڑ کر بچے نکال کر مارتا تھا۔ والی مدائن مقاومت سے عاری ہو کر بھاگ کھڑا ہوا۔ انہیں خوارج کا ایک گروہ قتل و غارت کرتا ہوا کرخ تک پہنچ گیا۔ ابوبکر بن مخنف مقابلے پر آیا لڑائی ہوئی۔ میدانِ جنگ خوارج کے ہاتھ رہا۔ ابوبکر بن مخنف عین معرکے میں کام آ گیا۔

خوارج کا تعاقب: تب والی کوفہ حرث بن ابی ربیعہ قباع نے خوارج کی سرکوبی کی غرض سے خروج کیا یہاں تک کہ مراۃ پہنچا۔ اس کے ہمراہ ابراہیم بن اشتر شبیب بن ربعی اسماء بن خارجہ یزید بن حارث اور محمد بن عمیر وغیرہ تھے۔ ان لوگوں نے پل باندھ کر خوارج کی طرف عبور کرنے کی رائے دی۔ خوارج یہ خبر پا کر مدائن کی طرف لوٹے۔ حرث نے عبدالرحمٰن بن مخنف کو چھ ہزار کی جمعیت سے حدودِ کوفہ تک خوارج کے تعاقب کرنے کا حکم دیا۔ خوارج بھاگ کر رے پہنچے۔ ان دنوں یزید بن حرث بن دویم شیبانی والی رے تھا۔ اہل خوارج نے جنگ خوارج میں اس کی اعانت نہ کی۔ یزید بن حرث میدانِ جنگ میں شکست پا کر خوارج کے ہاتھ مارا گیا۔

زبیر امیر خوارج کا قتل: اس کے بعد خوارج نے اصفہان کا رخ کیا۔ اصفہان کا امیر عتاب بن ورقاء تھا۔ چند مہینے اصفہان کا محاصرہ کئے ہوئے شہر پناہ کے دروازے پر روزانہ جنگ کرتے رہے۔ عتاب بن ورقاء طول محاصرہ سے گھبرا کر شہر

پناہ کا دروازہ کھول کر باہر نکل آیا اور کھلے میدان خوارج کو لڑ کر شکست دے دی۔ زبیر امیرِ خوارج مارا گیا۔ عتاب نے لشکر خوارج کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ خوارج نے قتل زبیر کے بعد قطری بن فجاءۃ مازنی کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ جس کی کنیت ابو نعامہ تھی اور اس کے ہمراہ کرمان کی طرف چلے گئے اور پھر وہاں سے جمع ہو کر اصفہان کی جانب لوٹے۔ اصفہان میں تو داخل نہ ہو سکے اہواز جا پہنچے اور وہیں قیام کیا۔

خوارج اور مہلب کی جنگ: اسی اثناء میں مصعب نے مہلب کو موصل وجزیرہ وغیرہ کی حکومت سے واپس بلا کر جنگِ خوارج پر مامور کر دیا اور ابراہیم بن اشتر کو بجائے مہلب حکومت موصل وجزیرہ پر بھیج دیا۔ مہلب کے آنے سے اہل بصرہ میں ایک تازہ روح آ گئی۔ چھوٹے بڑے جان فروشی پر تیار ہو گئے۔ مہلب نے ایک باقاعدہ لشکر مرتب کر کے خوارج کا قصد کیا۔ مقام سولاف میں مقابلے کی نوبت آئی۔ آٹھ ماہ تک مسلسل لڑائی ہوتی رہی۔ انہیں دنوں مصعب نے عتاب بن ورقاء ریاحی والی اصفہان کو اہل رے پر حملہ کرنے کو لکھ بھیجا۔ کیونکہ ان لوگوں نے یزید بن حرث ابن دویم کا ساتھ نہ دیا تھا۔ چنانچہ عتاب نے اہل رے پر فوج کشی کی۔ ان دنوں رے پر فرخان حکومت کر رہا تھا۔ فرخان وعتاب سے متعدد لڑائیاں ہوئیں۔ بالآخر عتاب نے رے اور اس کے قلعات کو بزور تیغ فتح کر لیا اور اس کے اطراف وجوانب کو باغیوں سے پاک صاف کر دیا۔

عبیداللہ بن حر: عبیداللہ بن حر جعفی صلاح وفضل میں اپنی قوم کے بہترین لوگوں میں سے تھا۔ جب امیر المؤمنین عثمانؓ بلوائیوں کے ہاتھ سے شہید ہوئے تو اس کو سخت صدمہ ہوا اور امیر معاویہؓ کے ہمراہ امیر المؤمنین علیؓ کے مقابلے پر آیا۔ اس کی بیوی کوفے میں رہتی تھی۔ اس کی طویل غیر حاضری کی وجہ سے اس کی بیوی نے ایک شخص سے نکاح کر لیا تھا۔ شام سے واپس آیا تو امیر المؤمنین علیؓ کے روبرو عبیداللہ اور اس شخص کا مقدمہ پیش ہوا جس نے اس کی بیوی سے نکاح کر لیا تھا۔ امیر المؤمنین علیؓ نے ارشاد کیا "کیا تم وہی ہو جو جنگِ صفین میں معاویہ کے ہمراہ تھے"۔ عبیداللہ نے عرض کیا "ہاں! کیا یہ امر آپ کے عدل کرنے کو روک دے گا؟"۔ آپ نے فرمایا "نہیں!" عبیداللہ یہ سن کر خوش ہو گیا اور آپ نے اس کی بی بی اس کو واپس کرا دی۔ چنانچہ عبیداللہ مع اپنی بیوی کے شام واپس آیا۔ پھر بعد شہادت امیر المؤمنین علیؓ کوفے میں آیا۔ اپنے اعزہ واقارب سے ملا ان لوگوں نے اس کو علی ومعاویہؓ کی طرف سے بدظن کرا دیا۔

عبیداللہ بن حر اور ابن زیاد: جب امام حسینؓ نے جامِ شہادت نوش فرمایا اس وقت یہ اس واقعہ عظیمہ قتل میں غائب ہو گیا۔ ابن زیاد نے تلاش کرایا لیکن نہ ملا۔ کچھ عرصہ بعد اتفاق سے ملاقات ہو گئی ابن زیاد ملامت کرنے لگا کہ تو میرے دشمنوں کے ساتھ تھا۔ عبیداللہ انکاری جواب دے کر غصے کی حالت میں اس کے پاس سے اٹھ کر چلا آیا۔ عبیداللہ کے چلے آنے کے بعد ابن زیاد نے اپنی شوریٰ سے رجوع کیا اور عبیداللہ کو تلاش کرایا مگر نہیں ملا مجبور ہو کر چند لوگوں کو اس کی گرفتاری پر مامور کیا۔ عبیداللہ نے ان لوگوں سے کہا "ابن زیاد سے جا کر کہہ دو کہ میں تمہارا مطیع ہو کر ہرگز ہرگز نہ آؤں گا"۔ ابن زیاد کے آدمی جونہی واپس ہوئے عبیداللہ اس مقام سے اٹھ کر احمر بن زیاد طائی کے مکان پر چلا آیا اور بات کی بات میں اس کے

ہمراہی، دوست اور ہوا خواہ اس کے پاس جمع ہو گئے۔

عبید اللہ بن حر کا خروج: عبید اللہ نے اسی وقت مدائن کا قصد کر دیا۔ مقتل حسین پر پہنچ کر ان کے اور ان کے ہمراہیوں کے لئے دعا مغفرت کی۔ پھر جب یزید مر گیا اور چاروں طرف سے فتنہ وفساد نے سر اٹھایا تو اس نے اپنے دوستوں کو جمع کر کے اطراف مدائن میں خروج کر دیا۔ رعایا کے جان و مال سے متعرض نہ ہوتا تھا۔ البتہ شاہی مال واسباب سے جب کبھی موقع مل جاتا تھا۔ بقدر اپنے اور اپنے ہمراہیوں کے لئے روزینہ لے لیتا تھا۔ باقی جو رہ جاتا تھا اس کو صاحبِ مال کو لوٹا دیتا تھا۔ مختار نے اپنی ڈھائی دن کی حکومت میں اس کی بیوی کو کوفے میں قید کر دیا تھا جب یہ خبر اس کو ملی تو کوفے میں آیا۔ قید خانے سے اپنی بیوی اور ان لوگوں کو بھی نکال لیا جو اس وقت قید کی مصیبت میں مبتلا تھے۔

عبید اللہ بن حر کی اسیری ورہائی: مختار نے اس پر حملہ کرنے کا قصد کیا۔ ابراہیم بن اشتر نے اس رائے سے مخالفت کر کے اس کو ابن زیاد سے جنگ کرنے کے لئے موصل بھیج دیا لیکن یہ اس لشکر کے ہمراہ نہ گیا علیحدہ ہو کر مصعب سے جا ملا اور ان کے ہمراہ ہو کر جنگ مختار میں شریک ہوا اور اس کو اسی نے قتل بھی کیا۔ اس کے بعد مصعب نے اس کو مشتبہ ومشکوک سمجھ کر قید کر دیا۔ مگر مذحج کے چند روسا کی سفارش سے رہا کر دیا۔ لوگ اس کے پاس تہنیت ومبارکباد دینے کو آئے۔ چلا اٹھا ''کہ کوئی شخص اب مستحق خلافت نہیں ہے اور نہ یہ جائز ہے کہ ان کی بیعت کا طوق ہماری گردنوں میں ڈال جائے۔ ان کو ہم پر کسی قسم کی فضیلت حاصل نہیں ہے، جس سے یہ لوگ مستحق خلافت سمجھے جائیں۔ یہ سب کے سب خطا کار، غاصب دنیا پرست اور ضعیف الآخرت ہیں اور ہم مردانِ جنگ ہیں جو فارس سے نبرد آزما ہوئے تھے۔ افسوس کی بات ہے کہ یہ لوگ ہماری فضیلت اور ہمارے حقوق نہیں پہچانتے۔ خیر اب تو میں کھلم کھلا ان کی عداوت پر کمر باندھتا ہوں''۔ یہ کہہ کر بہ قصد جنگ کھڑا ہوا اور قرب وجوار کے قصبات پر حملہ کر دیا۔

مصعب اور ابن حر: مصعب نے سیف بن ہانی مرادی کی زبانی پیام دیا کہ ''تم میری اطاعت قبول کر لو میں تم کو بلادِ فارس میں جاگیر دے دوں گا''۔ عبید اللہ نے انکاری جواب دیا۔ مصعب نے ابرو بن مردہ ریاحی کو بسرافسری فوج اس سے جنگ کرنے پر مامور کیا۔ عبید اللہ نے پہلے ہی حملے میں ابرو کو نیچا دکھا دیا۔ تب مصعب نے حریث بن زید کو روانہ کیا۔ اس کو بھی عبید اللہ سے شکست نصیب ہوئی اور اثناء شکست میں مارا بھی گیا۔ مصعب نے جھلا کر حجاج بن حارثہ خثعمی اور مسلم بن عمر کو روانہ کیا۔ نہر صرصر پر صف آرائی کی نوبت آئی۔ عبید اللہ نے ان کو بھی مار بھگایا۔ مصعب نے جب اپنی کامیابی کی صورت نہ دیکھی تو کہلا بھیجا کہ ''میں تم کو امان بھی دیتا ہوں اور حکومت بھی''۔ لیکن عبید اللہ کی فاتحانہ غیرت نے اس کو منظور نہ کیا۔ فرس کی طرف چلا آیا۔ دہقان فرس مع مال واسباب فرس چھوڑ کر بھاگ نکلا۔ عبید اللہ نے عین التمر تک تعاقب کیا۔ عین التمر میں ان دنوں بسطام بن معقلہ بن ہبیرہ شیبانی تھا۔ عبید اللہ سے لڑنے کو نکلا۔ اتفاق وقت سے حجاج بن حارثہ بھی آ پہنچا۔ دونوں نے مل کر عبید اللہ پر حملہ کیا عبید اللہ نے دونوں کو پسپا کر کے دہقانِ فرس کے پاس جو کچھ مال واسباب تھا لوٹ لیا اور تکریت میں آ ٹھہرا۔ خراج وصول کرتا رہا۔

عبیداللہ بن حُر اور عبدالملک: مصعب نے یہ خبر بد سن کر اس طرف سے ابرد بن فروہ ریاحی اور جون بن کعب ہمدانی کو بسرافسری ایک ہزار فوج کے عبیداللہ سے جنگ کرنے کو روانہ کیا اور دوسری طرف سے مہلب نے یزید بن معقل کو پانچ سو کی جمعیت سے ابرد کی کمک کو بھیجا۔ عبیداللہ کے ساتھ اس وقت تین سو آدمیوں کی جمعیت تھی۔ دو روز تک مسلسل جنگ ہوتی رہی۔ تیسرے روز فریقین خود بخود ایک دوسرے سے علیحدہ ہو گئے۔ عبیداللہ نے اپنے ہمراہیوں سے کہا ''اب یہاں پر ٹھہرنا قرین مصلحت نہیں ہے۔ دشمنوں نے چاروں طرف سے گھیر لیا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ میں تم لوگوں کو ساتھ لے کر عبدالملک کے پاس چلا جاؤں''۔ ہمراہیوں نے تیاری کر لی۔ پھر کہا'' مجھے اندیشہ ہے کہ شاید میں مر جاؤں اور مصعب کو کسی خطرے میں نہ ڈال سکوں بہتر ہے کہ کوفہ چلو''۔ ہمراہیوں نے بسروچشم اس حکم کی تعمیل کی۔ مصعب کا لشکر چاروں طرف سے دل بادل کی طرح اُمڈ آیا اور یہ شیر دل ان کو برابر شکست دیتا جاتا تھا اور اطراف کوفہ و مدائن میں ان کو قتل کر رہا تھا۔ غرض سواد میں ان کی ذات سے ہل چل سی پڑی ہوئی تھی۔ وقتاً فوقتاً اخراج بھی وصول کر لیتا تھا۔ پھر کچھ سوچ سمجھ کر عبدالملک کے پاس چلا گیا۔ عبدالملک نے بڑی تعظیم وتوقیر کی۔ اپنے برابر تخت پر بٹھایا۔ ایک لاکھ درہم اس کو بطور انعام مرحمت کئے اور اس کے ہمراہیوں کے وظائف مقرر کر دیئے۔

عبیداللہ بن حُر کا خاتمہ: ایک روز عبیداللہ نے عبدالملک سے یہ درخواست کی کہ ''آپ میرے ساتھ ایک لشکر مصعب سے جنگ کرنے کو روانہ کیجئے''۔ عبدالملک نے جواب دیا ''تم اپنے ہمراہیوں کو یا جن لوگوں کو تم بلا سکو جنگ مصعب پر لے جاؤ میں تمہاری کمک پر پیادوں کی فوج بھیج دوں گا''۔ عبیداللہ اس گشت گری پر کوفے کو روانہ ہو گیا اور اطراف انبار میں پہنچ کر پڑاؤ ڈال دیا اور اپنے ہمراہیوں کو کوفہ جانے کی اس غرض سے اجازت دی کہ اس کے بقیہ ہمراہیوں کو اس کے آنے کی خبر کر دیں۔ حرث بن ربیعہ والی کوفہ نے یہ خبر پا کر ایک عظیم الشان لشکر جنگ کی غرض سے بھیج دیا۔ عبیداللہ نے نہایت مردانگی سے مقابلہ کیا۔ چونکہ اثنائے جنگ میں اس کے ہمراہی اس سے علیحدہ ہو گئے اور کثرتِ زخم نے بھی اس کے بدن کو چور چور کر دیا تھا۔ اس وجہ سے دریا میں کود پڑا۔ دو چار ہاتھ تیر کے ایک کشتی پر سوار ہو کر چل کھڑا ہوا۔ یہاں تک کہ وسط فرات تک پہنچ گیا۔ قضا کار مصعب کے سواروں کا ایک دستہ کشتی پر سوار ہو کر عبیداللہ کی کشتی تک پہنچ گیا۔ عبیداللہ نے گھبرا کر اپنے کو دریا میں ڈال دیا۔ سواروں نے اس جان باختہ اجل رسیدہ کو جانبر نہ ہونے دیا۔ تیر مار کر ڈبو دیا۔

خوارج اور عبدالملک: جس وقت عبدالملک نے حکومت کوفہ خالد بن عبداللہ کو دی اور مہلب ان دنوں ازارقہ سے جنگ کر رہا تھا۔ اس کو خراج اہواز پر مقرر کیا اور اپنے بھائی عبدالعزیز کو بہ ہمراہی مقاتل بن مسمع جنگ خوارج پر بھیج دیا۔ خوارج یہ سن کر اطراف کرمان سے دار بجرد چلے آئے اور یہاں سے قطری بن فجاۃ نے صالح بن مخراق کو نو سو فوج کے ساتھ آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ اتفاق وقت عبدالعزیز شب کے وقت بلا ترتیب لشکر بغیر ارادہ جنگ آ پہنچا۔ لڑائی چھڑ گئی۔ مقاتل بن مسمع مارا گیا۔ منذر بن جارود کی لڑکی عبدالعزیز کی بیوی کو قید کر لائی۔ خوارج نے اس کو قتل کر ڈالا۔ عبدالعزیز مع اپنے ہمراہیوں کے بھاگ کر رام ہرمز پہنچا۔

مہلب اور خوارج کی جنگ: خالد بن عبداللہ نے اس واقعہ سے عبدالملک کو آگاہ کیا۔ عبدالملک نے فوراً اپنے بھائی کو

جنگِ خوارج سے معزول کر کے بجائے مہلب کے خراج اہواز پر مقرر کیا اور خالد کو یہ حکم دیا کہ تم ہمراہی مہلب جنگ خوارج پر چلے جاؤ۔ ساتھ ہی اس کے کوفے میں بشر کے نام یہ پیغام بھیجا'' کہ مہلب کو پانچ ہزار آدمیوں سے جس کو وہ پسند کرے امداد کرو اور جب اس کو جنگ خوارج سے فراغت حاصل ہو تو رے میں چلے آنا اور بطور مسلحہ ٹھہرے رہنا''۔ چنانچہ بشر نے پانچ ہزار آدمیوں کا ایک لشکر مرتب کر کے بسر افسری عبدالرحمٰن بن محمد بن اشعث مہلب کی طرف روانہ کیا اور رے کی حکومت کی ایک سند لکھ کر عبدالرحمٰن کو مرحمت کر دی۔ انہیں ایام میں بتعمیل حکم عبدالملک خالد بھی مع اہل بصرہ اور مہلب کے بصرے سے نکل کھڑا ہوا۔ مقام اہواز میں سب کا اجتماع ہوا۔ اس عرصے میں ازارقہ بھی آ پہنچے اور کشتیوں کو جلا دیا۔ مہلب کے کہنے کے مطابق عبدالرحمٰن بن محمد نے اپنے لشکر کے اردگرد خندق کھدوالی۔ بیس روز دونوں فوجیں ایک دوسرے کے مقابل پڑی رہیں۔ اکیسویں شب کو خوارج نے حملہ کیا لیکن کثرتِ مخالفین اور خندق کی وجہ سے پسپا ہو کر بھاگے۔ خالد نے داؤد بن قحذم کو ان کے تعاقب پر مامور کر دیا اور بصرے میں واپس آ کر ایک اطلاعی عرضداشت عبدالملک کی خدمت میں بھیج دی۔ عبدالملک نے اپنے بھائی بشر کو خط لکھ بھیجا کہ لشکر کوفہ سے چار ہزار فوج فارس کی طرف روانہ کر دو کہ ازارقہ کے تعاقب میں داؤد بن قحذم کی مدد کریں۔ بشر نے فوراً چار ہزار فوج کو بسر افسری بشر بن عتاب فارس کی طرف روانہ کر دیا جو نہایت تیزی سے مسافت طے کر کے داؤد بن قحذم سے جا ملی اور اس کے ہمراہ ہو کر خوارج کے تعاقب میں شریک ہوئی۔ یہاں تک کہ اس کو بہت سے مصائب کا سامنا ہوا اور عام لشکری اہواز کی جانب پیادہ پا لوٹ آئے۔

ابوفدیک کا خروج: اس کے بعد بنو قیس بن ثعلبہ سے ابوفدیک نے خروج کر کے بحرین پر قبضہ کر لیا اور نجدہ بن عامر حنفی کو مار ڈالا (جیسا کہ آپ اوپر پڑھ چکے ہیں) اور خالد کو شکست دے دی۔ خالد نے عبدالملک کو لکھ بھیجا عبدالملک نے عمر بن عبیداللہ بن معمر کے نام ایک فرمان اس مضمون کا بھیجا کہ'' اہل کوفہ و بصرہ کو جنگ ابوفدیک پر آمادہ کر کے ایک لشکر مرتب کر لو اور جنگ خوارج پر روانہ ہو جاؤ۔ چنانچہ عمر بن عبیداللہ کی تحریک سے دس ہزار آدمی جمع ہو گئے۔ عمر بن عبیداللہ نے ان کو آلاتِ حرب سے مسلح کر کے خوارج کی طرف کوچ کر دیا۔ اہل کوفہ میمنہ میں تھے جن کا افسر محمد بن موسیٰ بن طلحہ بن عبیداللہ تھا اور اہل بصرہ میسرہ میں' اس کے بھتیجے عمر بن موسیٰ کی ماتحتی میں تھے۔ قلب لشکر میں خود تھا۔ رفتہ رفتہ یہ لشکر بحرین تک پہنچا اور صف آرائی کر کے ابوفدیک اور اس کے ہمراہیوں پر حملہ کر دیا پہلے ہی حملے میں ابوفدیک کا میسرہ پیچھے ہٹا اور یہ لوگ جوش کامیابی میں بڑھتے چلے گئے۔ مگر مغیرہ بن مہلب مجاعہ عبدالرحمٰن اور لشکر سواران اہل کوفہ کی طرف میمنہ میں آ ملے۔ اس اثناء میں اہل میسرہ واپس ہوئے اور اہل میمنہ نے خم ٹھونک کر خوارج پر حملہ کر دیا۔ خوارج کے قدم استقامت میدانِ جنگ سے اکھڑ گئے۔ اہل میمنہ ان کے لشکر گاہ میں گھس پڑے اور جو کچھ پایا لوٹ لیا۔ ابوفدیک کو قتل کر ڈالا اور اس کے ہمراہیوں کو ایک خندق میں گھیر لیا یہاں تک کہ وہ مجبور ہو کر نکلے۔ پس ان لوگوں نے ان میں سے چھ ہزار آدمیوں کو قتل کیا اور آٹھ سو کو گرفتار کر لیا۔ یہ واقعہ ۷۳ھ کا ہے۔

کوفی لشکر کی واپسی: اس واقعہ کے بعد عبدالملک نے اپنے بھائی بشر کو حکومت بصرہ پر مامور کیا اور یہ حکم دیا کہ مہلب کو

جنگ ازراقہ پر بھیج دو اور جن جن کو اہل بصرہ میں سے مہلب پسند کرے ان کو اس کے ہمراہ کر دو اور لڑائی میں اس کو اس کی رائے پر چھوڑ دو۔ ہاں البتہ کوفے سے بھی ایک عظیم الشان لشکر اس کی کمک پر بسر افسری ایسے شخص کے روانہ کرنا جس کو لڑائی کا نشیب وفراز بخوبی معلوم ہو مہلب نے انتخاب فوج کے لئے جدلیع بن سعید بن قبیصہ کو مامور کیا۔ بشر نے اس حکم کی تعمیل کی۔ لیکن یہ حکم شاق گزرا۔ اس خیال سے کہ مہلب کی تقرری عبدالملک کی جانب سے ہوئی اور اس سے اس کے دل کو صدمہ پہنچا۔ لشکرِ کوفہ پر عبدالرحمٰن بن مخنف کو مقرر کر کے روانہ کر دیا اور اس کو خفیہ یہ ہدایت کر دی کہ جنگ میں مہلب سے مشورہ نہ لینا اور جہاں تک ممکن ہو اس سے کشیدگی پیدا کرنا۔ مہلب ان باتوں سے بے خبر رام ہرمز پہنچا۔ خوارج بھی دوسری طرف سے آ گئے اور عبدالرحمٰن بن مخنف نے مع اہل کوفہ پہنچ کر ایک میل کے فاصلے پر خیمہ نصب کرایا کہ جہاں سے دونوں لشکر دکھلائی دیتے تھے۔ اس کے بعد یہ خبر آئی کہ بشر بن مروان نے خالد بن عبداللہ بن خالد کو بصرے میں اور کوفے میں عمر بن حریث کو اپنا نائب مقرر کیا ہے۔ جونہی یہ خبر مشہور ہوئی ایک گروہ کثیر اہل بصرہ وکوفہ کا لشکر مہلب سے جدا ہو کر اہواز چلا آیا۔ خالد بن عبداللہ نے ہر چند تاکیداً لکھا' دھمکایا لیکن کسی نے مطلق توجہ نہ کی۔

اہل کوفہ' کوفہ کی طرف چلے آئے۔ عمر بن حریث نے بہت نصیحت وفضیحت کی۔ مہلب کے پاس لوٹ جانے کو کہا اور کوفے میں داخل ہونے کی ممانعت کر دی مگر ایک بھی پیش نہ گئی۔ دن کو تو کوفے میں نہ گئے۔ رات ہوتے ہی سب کے سب اپنے اپنے گھروں میں جا کر ٹھہرے۔

حجاج بن یوسف کا خطبہ: جب ۷۵ھ میں حجاج امیر عراقین ہو کر آیا تو اس نے اہل کوفہ کو جمع کر کے کوفہ میں ایک بلیغ خطبہ دیا جو مشہور ومعروف ہے جس کے بعض فقروں کا یہ مضمون تھا ''مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم لوگ مخالف وگنہگار ہو کر مہلب کو چھوڑ کر اپنے شہر میں چلے آئے تھے۔ واللہ میں اس کے لشکریوں میں سے جس کو آج کے تیسرے دن کوفے میں پاؤں گا اسی کی گردن اڑا دوں گا' اس کے گھر کو لوٹ لوں گا اور اس کے مال واسباب کو ضبط کر لوں گا''۔

حجاج نے یہ کہہ کر واقف کاروں کو بلا کر حکم دیا کہ لوگوں کو مہلب کے پاس روانہ کرو اور ان لوگوں کے پہنچنے کی رسید مہلب کی دستخطی میرے سامنے لا کر پیش کرو اور دیکھو پل کا دروازہ بند نہ کیا جائے جب تک کہ لشکریان مہلب کوفے سے باہر نہ چلے جائیں۔

عمر بن ضابی کا قتل: عمر بن ضابی نامی ایک شخص نے اس حکم کی تعمیل نہ کی گھر بیٹھ رہا اس کی نسبت بیان کیا گیا کہ یہ شخص قاتلین عثمانؓ میں سے ہے۔ حجاج نے اس کو گرفتار کرا کے قتل کر ڈالا۔ میعاد مقررہ تمام نہ ہونے پائی تھی کہ لشکریانِ مہلب کوفہ سے جوق در جوق نکل پڑے۔ پل پر ایک اژدہام ہو گیا اگلے سب کے سب مہلب کی طرف روانہ ہو گئے اور اس کے ساتھ ساتھ حجاج کے بھیجے ہوئے واقف کار بھی مہلب کے پاس پہنچ گئے اور ان لوگوں کے پہنچنے کی رسید اس سے لے لی۔

عبدالرحمٰن بن مخنف کا خاتمہ: بعد ازاں مہلب نے حسبِ حکم حجاج' خوارج سے لڑائی چھیڑ دی اور ان کو ایک خفیف جنگ کے بعد کازرون کی طرف پسپا کر دیا۔ مہلب وابن مخنف بھی ان کے پیچھے پیچھے کازرون جا پہنچے۔ مہلب نے مزید احتیاط

کے خیال سے اپنے لشکر کے اردگرد خندق کھدوالی مگر ابن اخنف نے جوش مردانگی میں آ کر خندق نہ کھدوائی۔ خوارج نے شب کے وقت پہلے لشکر مہلب پر حملہ کیا۔ لیکن ان کو ہشیار پا کر ابن مخنف کی طرف جھک پڑے۔ ابن مخنف کے ہمراہی اس اچانک حملے سے گھبرا کر بھاگ کھڑے ہوئے مگر ابن مخنف برابر لڑتا رہا۔ یہاں تک کہ مارا گیا۔ بعض نے اہل کوفہ کا یہ واقعہ بیان کیا ہے کہ جس وقت ان لوگوں نے خوارج کو جنگ پر ابھارا اور وہ لوگ مہلب کی طرف بڑھے اور مہلب بہ حالت اضطرار اپنے لشکر گاہ کی طرف لوٹا تو عبدالرحمٰن بن مخنف نے اپنے عام لشکریوں کو مہلب کی کمک پر بھیج دیا اور خود تھوڑی سی فوج کے ساتھ مورچہ پر ٹھہرا رہا۔ خوارج ابن مخنف کی کمی جماعت کا احساس کر کے ابن مخنف پر ٹوٹ پڑے۔ ابن مخنف مع قراء اور اپنے اکہتر ہمراہیوں کے کمر ہمت باندھ کر میدانِ جنگ میں کود پڑا اور دادِ مردانگی دے کر مع اپنے ہمراہیوں کے جان بحق ہوا۔

دوسرے دن مہلب آیا نماز جنازہ پڑھ کر دفن کر دیا اور ایک اطلاعی خط حجاج کے پاس بھیج دیا۔ حجاج نے عبدالرحمٰن بن مخنف کے لشکر پر عتاب بن ورقاء کو مامور کیا اور مہلب کی اطاعت کی ہدایت و تاکید کر دی۔ بظاہر عتاب نے اس ہدایت کو قبول کر لیا لیکن اس کا دل اس سے خوش نہ ہوا۔ ایک روز مہلب اور عتاب سے کچھ جھگڑا ہو گیا۔ مہلب نے مارنے کی غرض سے چھڑی اٹھائی۔ مغیرہ بن مہلب نے لپک کر چھڑی چھین لی۔ عتاب نے حجاج کو اس کی شکایت لکھی اور واپس چلے جانے کی اجازت چاہی۔ اتفاق سے شبیب کا واقعہ پیش آ گیا جس کی وجہ سے عبدالرحمٰن بن مخنف بلا لیا گیا اور مہلب بدستور اسی مقام پر باقی رہ گیا۔

صالح بن سرح تمیمی کا خروج: متذکرہ بالا واقعات کے بعد صالح بن مسرح تمیمی نے (بنو امراء القیس بن زید مناۃ سے) خروج کیا یہ شخص فرقہ صفریہ کے عقائد کا پابند اور عابد و زاہد تھا۔ سرزمین موصل و جزیرہ میں اکثر قیام پزیر رہتا تھا۔ اس کے تلامذہ بھی تھے جن کو یہ قرآن و فقہ کی تعلیم دیتا تھا۔ کبھی کبھی کوفہ میں اپنے احباب اور شاگردوں سے ملنے کو آ جاتا تھا۔ وہ لوگ اس کی ضروریات مہیا کر دیتے تھے۔ حجاج کو اس کی خبر لگی۔ گرفتاری پر لوگوں کو مامور کیا صالح کوفہ چھوڑ کر اپنے شاگردوں کے پاس موصل چلا آیا اور ان لوگوں کو خروج پر ابھارنے لگے۔ اس اثناء میں شبیب بن یزید بن نعیم شیبانی کا ایک خط آ پہنچا جس میں اس نے جنگ کرنے کی ترغیب دی تھی۔ صالح نے جواباً تحریر کیا "میں تمہارے ہی انتظار میں ہوں جس قدر جلد ممکن ہو جلد آ جاؤ میں ہمہ تن خروج پر آمادہ ہوں"۔ شبیب مع اپنے چند دوستوں کے جس میں اس کا بھائی مضاد اور محلل بن وائل یشکری تھا آ پہنچا اور صالح کی اتفاق رائے سے ماہ صفر ۷۶ھ میں خروج کر دیا۔ لشکریوں کو قبل جنگ دعا کرنے کی ہدایت کی اور خون ریزی اور مال و اسباب لوٹنے کا ان کو اختیار دے دیا۔ اتفاق سے جزیرے میں محمد بن مروان کی سواری کے جانور مل گئے جن کو ان لوگوں نے گرفتار کر کے اپنے ہمراہیوں کو سوار کرا دیا۔ محمد بن مروان والی جزیرہ کو خوارج کے خروج اور ان کی اس بے جا حرکت کی اطلاع ہوئی تو اس نے سرکوبی کو ایک ہزار کی جمعیت سے عدی بن عدی کندی کو مامور کیا۔ پس اس نے حران سے نکل کر خوارج کا رخ کیا۔ چونکہ صلح پسندی مزاج میں زیادہ تھی اس وجہ سے جنگِ خوارج کو پسند نہ کرتا تھا۔ قبل آغاز جنگ ایک قاصد خوارج کے پاس روانہ کیا ان لوگوں نے قاصد کو قید کر دیا اور خود مسلح و مرتب ہو کر عدی کے سر پر آ پہنچے۔

صالح بن مسرح کا قتل: عدی اس وقت نماز چاشت پڑھ رہا تھا۔ جوں توں نماز پوری کر کے بلاقصد جنگ اپنے گھوڑے پر سوار ہو گیا اور اس کے رکاب کی فوج بھی بے ترتیبی کے ساتھ میدان میں آ گئی۔ خوارج کے میمنہ پر شبیب تھا اور میسرہ پر سوید بن سلیم۔ خوارج نے حملہ کیا عدی کو شکست ہوئی۔ خوارج نے عدی کے لشکر گاہ کو لوٹ لیا اور آمد تک تعاقب کرتے چلے آئے۔ محمد بن مروان نے یہ خبر پا کر خالد بن حر سلمی اور حرث بن جعونہ عامری کو بسر افسری ڈیڑھ ڈیڑھ ہزار فوج کے دو مختلف راستوں سے روانہ کیا اور یہ ہدایت کر دی کہ تم میں سے جو شخص میدان جنگ میں کامیاب ہو گیا وہی اپنے دوسرے ہمراہی کا امیر اور سردار لشکر سمجھا جائے گا۔ صالح کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے شبیب کو حرث کی طرف روانہ کیا اور خود خالد پر حملہ آور ہوا۔ میدان کارزار نہایت سختی سے گرم ہو گیا۔ محمد بن مروان کے لشکر نے پہلے سے خندق کھود لی تھی اور مورچہ قائم کر رکھا تھا خواہ مخواہ خوارج کو پسپا ہونا پڑا۔ سرزمین جزیرہ موصل کو دسکرہ تک طے کر گئے۔ حجاج نے اس شکست سے آگاہ ہو کر حرث بن عمیر ابن ذی الشعار کو تین ہزار فوج کوفہ کی جمعیت سے روانہ کر دیا۔ مابین موصل وصرصر کے ملاقات ہو گئی۔ خوارج کے ہمراہ اس وقت صرف نوے آدمی تھے۔ سوید بن سلیم کو شکست ہوئی۔ صالح بن مسرح مارا گیا۔ شبیب زمین پر گر پڑا پھر سنبھل کر اٹھا اور صالح کی لاش پر کھڑے ہو کر اپنے ہمراہیوں کو پکارنے لگا۔ ستر آدمی اس کے قریب جمع ہو گئے۔

شبیب کا فرار: شبیب مع ان لوگوں کے ایک قلعہ میں جو اس مقام پر تھا جا کر پناہ گزیں ہو گیا۔ حرث نے قلعہ کا محاصرہ کر کے دروازے کو جلا دیا اور اس قصد سے کہ صبح ہونے پر لڑائی چھیڑ دی جائے گی۔ اپنے لشکر گاہ میں لوٹ آیا۔ شبیب نے اپنے ہمراہیوں سے کہا "تم اپنے دوستوں میں سے جس کے ہاتھ پر چاہو بیعت کر لو اور ہمارے ہمراہ خروج کرو"۔ خوارج نے اس کی بیعت کی اور آگ کو مشتعل ہونے کے خیال سے بجھا کر رات ہی کے وقت خروج کر دیا۔ حرث اس اچانک حملے سے گھبرا کر اٹھا اور اپنے ہمراہیوں کو تیاری کا حکم دے دیا۔ ہنوز وہ تیار نہ ہونے پائے تھے کہ لشکر کا ایک حصہ پسپا ہو کر مدائن کی جانب بھاگا اور شبیب ان کے مال واسباب لوٹتا ہوا سرزمین موصل کی جانب چلا گیا۔

شبیب اور سلامہ بن سنان: شبیب نے نالک موصل میں پہنچ کر سلامہ بن سنان تیمی سے ملاقات کی سلامہ بن سنان کا فضالہ نامی ایک سپاہی اکابر خوارج سے تھا۔ صالح کے خروج سے پیشتر اٹھارہ آدمیوں کی جمعیت سے خروج کر کے ماء بنی غزہ پر ڈیرے ڈالے ہوئے تھا۔ بنی غزہ نے موقع پا کر ان سب کو قتل کیا اور سب کا سر اتار کر سرخروئی کے خیال سے عبدالملک کے پاس لے گئے تھے۔ شبیب نے جب سلامہ کو خروج کرنے پر ابھارا تو اس نے یہ شرط لگائی کہ تیس سواروں کو منتخب کر کے میرے ہمراہ بنوغزہ پر حملہ آور ہو اور ان سے میرے بھائی کے خون کا بدلہ لو۔ شبیب نے یہ شرط منظور کر لی بنوغزہ پر چڑھ گیا اور نہایت سختی و بے رحمی سے یکے بعد دیگرے اکثر بنوغزہ کو قتل کیا۔ بعد ازاں ستر آدمیوں کے ساتھ داران پہنچا۔ بنوشیبان کا ایک گروہ جو تعداد میں تین ہزار کا تھا بھاگ کھڑا ہوا اور ایک دیر خراب میں مقام محفوظ سمجھ کر قیام کیا۔ ایک روز شبیب کسی ضرورت سے اپنے بھائی مضاد بن یزید کو اپنا نائب بنا کر کہیں چلا گیا۔ مضاد نے ان کے تیس شیوخ کو قتل کر ڈالا جس میں حوثرہ بن اسد بھی تھا مجبور ہو کر بنوشیبان نے اس غرض سے امان طلب کی کہ حاضر ہو کر ان کی دعوت کو سنیں۔ مضاد نے اس کو منظور کر لیا اور آنے کی

اجازت دے دی۔ چنانچہ کل بنوشیبان جو اس وقت محاصرے میں تھے مضاد کے پاس آ کر جمع ہو گئے اس اثناء میں شبیب آ پہنچا اور بنوشیبان کے اس فعل سے اپنی خوشنودی ظاہر کر کے انہیں میں سے ایک منتخب کردہ کے ساتھ آذربائیجان کا قصد کر دیا۔

سفیان بن ابی العالیہ اور شبیب کی جنگ: اس سے پیشتر حجاج نے سفیان بن ابی العالیہ خثعمی کو بسر افسری ایک ہزار سواروں کے طبرستان کے محاصرے پر بھیج دیا تھا۔ شبیب کے قصد سے مطلع ہو کر سفیان بن ابی العالیہ کو واپس بلا بھیجا (سفیان اہل طبرستان سے صلح کر کے واپس ہوا اور مقام دسکرہ میں پہنچ کر قیام کر کے امداد کا خواستگار ہوا) اور حرث بن عمیرہ ہمدانی قاتل صالح کو معہ لشکر کوفہ و فارس کے اور سورہ بن حر تمیمی کو بھی طلب کر لیا۔ سفیان بلا انتظار حرث و سورہ شبیب کی جستجو میں نکل کھڑا ہوا۔ مقام خانقین میں مڈبھیڑ ہو گئی۔ شبیب نے ایک کمین گاہ میں اپنے بھائی کو بٹھا کر لڑائی چھیڑ دی اور آہستہ آہستہ لڑتا ہوا پیچھے ہٹا۔ سفیان جوش مردانگی میں دامن کوہ تک تعاقب کرتا چلا گیا۔ جب کمین گاہ سے آگے بڑھا تو شبیب نے پلٹ کر اور اس کے بھائی نے کمین گاہ سے نکل کر حملہ کیا۔ سفیان کا لشکر بلا جنگ کئے ہوئے شکست کھا کر بھاگا مگر سفیان دو سو کی جمعیت سے نہایت استقلال سے لڑتا رہا۔ سوید بن سلیم نے سفیان پر نیزے کا وار کیا۔ سفیان نے خالی وار دے کر تلوار چلائی۔ سوید روک کر لپٹ گیا۔ سفیان نے کمر میں ہاتھ ڈال کر پٹک دیا۔ اس اثناء میں شبیب آ پہنچا۔ سفیان و سوید ایک دوسرے سے علیحدہ ہو گئے۔ سفیان گھوڑے پر سوار ہو کر بھاگ نکلا۔ رفتہ رفتہ بابل مہروز پہنچا اور حجاج کو اس واقعہ سے مطلع کیا اور لشکر سورہ بن الحر کے نہ پہنچنے کی شکایت لکھی۔

سورہ بن الحر کی پسپائی: حجاج نے سورہ بن الحر کو ایک عتاب آموز خط لکھا جس میں یہ حکم تھا کہ مدائن سے پانچ سو سواروں کو لے کر شبیب کا تعاقب کرو۔ چنانچہ سورہ حسب حکم حجاج روانہ ہوا اور شبیب مدائن سے ہوتا ہوا نہروان پہنچا۔ اپنے ہمراہیوں کے حق میں دعائے خیر کر کے قیام کر دیا۔ سورہ نے اسی مقام پر شبیب پر شب خون مارا لیکن شبیب کے ہمراہیوں کے ہوشیار رہنے کی وجہ سے اپنے ارادے میں کامیاب نہ ہوا۔ خود شکست اٹھا کر مدائن کی طرف بھاگا اور شبیب نے تعاقب کیا ہنوز شبیب کا لشکر مدائن کے قریب نہ پہنچا تھا کہ سورہ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ بہ کمال عجلت مدائن میں داخل ہو گیا۔ ابن ابی عصعی والی مدائن نے ایک تازہ دم فوج مرتب کر کے خاراشگاف اور دل دوز نیزوں سے شبیب کا استقبال کیا۔ شبیب مدائن سے ناامید ہو کر کلواذی ہوتا ہوا تکریت پہنچا اور مدائن کے اکثر لشکری مع سورہ اور اس کے بقیہ ہمراہیوں کے شبیب کی آمد کی خبر سن کر کوفہ بھاگ گئے۔ حجاج نے یہ خبر پا کر سورہ کو قید کر دیا اور کچھ عرصے بعد رہائی کا حکم دے دیا۔

جزل اور شبیب کی لڑائی: اس ناکامی کے بعد حجاج نے عثمان بن سعید بن شرحبیل کندی ملقب بہ جزل کو بسر افسری چار ہزار فوج کے جنگ شبیب پر روانہ کیا اور یہ ہدایت کر دی کہ عجلت نہ کرنا۔ احتیاط و ہوشیاری سے کام لینا۔ اس چار ہزار فوج میں منہزمین میں سے ایک متنفس بھی نہ تھا۔ جزل نے عیاض بن ابی لنبہ کندی کو بطور مقدمۃ الجیش آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ شبیب کے دل میں جزل کی جوانمردی‘ جنگ آوری اور مردانگی سے خوف پیدا ہو گیا۔ ایک مقام سے دوسرے مقام پر بلا ترتیب لشکر بھاگتا پھرتا تھا اور جزل اور اس کے ہمراہی بہ کمال سرگرمی اس کے تعاقب میں تھے۔ جہاں پر جزل قیام کرتا تھا

اپنے لشکر کے اردگرد خندقیں کھدوا کر مورچے و دمدمے اور دھس بندھوا لیتا تھا اور جب کوچ کرتا تھا تو نہایت ہوشیاری سے لشکر کو مرتب و مسلح کر کے کوچ کرتا تھا۔ ایک مدتِ دراز اسی حالت سے گزر گئی۔ شبیب نے گھبرا کر اپنے ہمراہیوں کو جن کی تعداد ایک سو ساٹھ سے زیادہ نہ تھی چار گروہ پر منقسم کر کے ہر گروہ پر ایک افسر مقرر کیا اور رات کے وقت جزل کے لشکر پر چھاپا مارا۔ لیکن جزل کے باخبر و ہوشیار ہراولی سے خود منہ کی کھا گیا۔ پھر دوسرے روز پچھلی شب میں شبیب نے شب خون مارا اس میں بھی ناکامی ہوئی۔ تب جزل اپنا لشکر مرتب کر کے بقصد جنگ شبیب پر حملہ آور ہوا شبیب اس کے حملوں سے بچتا ہوا ایک شہر سے دوسرے شہر میں جاتا اور خراج وصول کرتا تھا۔ حجاج کو جزل کی یہ احتیاط اور تاخیر ناگوار گزری لکھ بھیجا کہ جہاں تک جلد ممکن ہو شبیب سے جنگ کر کے اس کا وارا نیارا کر دو۔ حجاج کا یہ فرمان جزل تک پہنچنے بھی نہ پایا تھا کہ سعید بن مجالد کو لشکر جزل کا امیر مقرر کر کے روانہ کر دیا۔

سعید بن مجالد کا خاتمہ: چنانچہ سعید بن مجالد لشکر جزل میں جب کہ وہ نہروان میں مورچے قائم کیے ہوئے تھا پہنچا اور لشکریوں کو جمع کر کے ایک پُر جوش خطبہ دیا۔ تاخیر و سستی پر ملامت کی۔ بعد ازاں لشکر کو بقصدِ جنگ مرتب کرنے لگا۔ جزل نے خندق سے نکل کر لڑنے سے منع کیا مگر سعید نے جوش مردانگی کی وجہ سے کچھ توجہ نہ کی اس عرصے میں یہ خبر لگی کہ شبیب مقام قطیطیا میں داخل ہو گیا اور دہقان قطیطیا اس کے کھانے کے انتظام میں مصروف ہے۔ سعید یہ سنتے ہی مع چیدہ و منتخب لشکر کے اٹھ کھڑا ہوا اور جزل کو بقیہ لشکر کے ساتھ خندق میں چھوڑ گیا۔ شبیب کھانے سے فارغ نہ ہونے پایا تھا کہ سعید نے قطیطیا کے دروازے پر پہنچ کر صف آرائی کر لی۔ شبیب کو اس کی اطلاع ہوئی نہایت اطمینان سے کھانا تمام کر کے اٹھا وضو کیا۔ دو رکعت نماز ادا کی۔ بعد ازاں ہمراہیوں کو مرتب کر کے سعید پر حملہ کر دیا۔ سعید کے ہمراہی پہلے ہی حملے میں بھاگ کھڑے ہوئے اور سعید نے کمال مردانگی سے لڑ کر میدانِ جنگ میں جان دے دی۔ منہزمین نے بھاگ کر جزل کے لشکر میں جان بچائی اور شبیب ان کے تعاقب اور کامیابی کے جوش میں جزل کے لشکر سے جا بھڑا۔ جزل نے اپنے پُر زور حملوں سے اس کو پسپا کر دیا اور خاتمہ جنگ کے بعد ایک اطلاعی عرضداشت حجاج کی خدمت میں بھیج کر مدائن میں پہنچ کر قیام کر دیا۔

شبیب کا تعاقب: شبیب اس شکست کے بعد کرخ چلا گیا اور بقصد سوق بغداد دجلہ عبور کیا اور اہل سوق بغداد سے امان حاصل کر کے بغداد پہنچا۔ جن جن چیزوں کی ضرورت تھی ان کو خرید کر کے کوفہ کی جانب روانہ ہو گیا۔ کوفے کے قریب پہنچا تو حجاج نے یہ سن کر سوید بن عبدالرحمٰن سعدی کو دو ہزار کی جمعیت سے شبیب کے مقابلے پر مامور کیا اور عثمان بن قطن کو سنجہ میں مورچہ بندی کا حکم دیا۔ شبیب نے سوید بن عبدالرحمٰن کی طرف سے مڑ کر اہل سنجہ پر جہاں کہ عثمان بن قطن نے مورچہ قائم کیا تھا حملہ کیا اہل سنجہ سینہ سپر ہو کر مقابلے پر آئے لیکن کسی کے ہوش وحواس بجا نہ تھے۔ اس اثناء میں سوید بھی شبیب کے پیچھے سے آ پہنچا۔ شبیب نے گھبرا کر لڑائی موقوف کر دی اور کوفہ چھوڑ کر حیرہ کا راستہ اختیار کر لیا۔ سوید نے تعاقب کیا' حیرہ پہنچا تو معلوم ہوا کہ شبیب حیرہ کو بھی چھوڑ کر آگے بڑھ گیا ہے۔ سوید نے حیرہ میں قیام کر دیا۔ حجاج کو اس کی خبر لگی تو اس نے لکھ بھیجا کہ شبیب کے تعاقب سے دست کش نہ ہو۔ جہاں پاؤ گرفتار کر لاؤ یا قتل کر ڈالو۔ سوید چار و ناچار شبیب کے تعاقب پر مستعد ہو کر

روانہ ہوا اور شبیب سیدھا راستہ چھوڑ کر راستوں کو بدلتا ہوا براہ قطقطانہ قصر بنی مقاتل پہنچا۔ پھر قصر بنی مقاتل سے روانہ ہوکر انبار آیا اور انبار سے چل کر دقوقا اور دقوقا سے آذربائیجان کے قرب وجوار میں داخل ہو گیا۔ حجاج یہ خیال کر کے کہ شبیب کوفہ سے بہت زیادہ دور چلا گیا ہے۔ کوفے میں عروہ بن مغیرہ بن شعبہ کو اپنا نائب بنا کر بصرہ چلا آیا اور اس کے بعد ہی دہقان بابل مہروز کا خط بنام عروہ آیا۔ جس میں لکھا ہوا تھا کہ شبیب کوفے کے قصد سے خانیجار تک آ گیا ہے۔ عروہ نے یہ خط بجنسہ حجاج کے پاس بھیج دیا۔

شبیب کی کوفہ کو روانگی: اس اثناء میں شبیب قریب کوفہ پہنچ کر مقام عقرقوبا میں اتر پڑا اور پھر وہاں سے کوچ کر کے کوفے کو اس قصد سے روانہ ہوا کہ حجاج سے پہلے کوفے میں داخل ہو جائے۔ حجاج بھی اسی خیال سے بصرہ سے دو منزلوں کو ایک ایک دن میں طے کرتا ہوا کوفے کو آ رہا تھا۔ چنانچہ عصر کے وقت کوفہ پہنچا اور مغرب کے وقت شبیب سنجہ میں وارد ہوا' تھوڑا سا آرام کر کے کھانا کھایا۔ بعد ازاں سوار ہو کر بازار کوفہ میں داخل ہوا اور اسی مقام پر اپنے خیمہ کو نصب کرایا اور اسی وقت خوارج نے مسجد اعظم پر حملہ کر دیا۔ چند صالحین کو بحالت نماز قتل کیا پھر مسجد سے نکل کر پولیس افسر کے گھر پر گئے۔ آواز دی کہ تم کو امیر طلب کر رہے ہیں۔ افسر پولیس نے گھر سے نکل کر سوار ہونے کا قصد کیا۔ مگر اجنبی آدمیوں کو دیکھ کر مشکوک ہوا اور واپس چلا گیا۔ خوارج نے اس کے غلام کو گرفتار کر ڈالا اور وہاں سے شور وغل مچاتے ہوئے مسجد بنی ذہل میں پہنچے اور ذہل بن حرث کو نماز پڑھنے کی حالت میں قتل کر کے کوفے سے نکل کھڑے ہوئے۔

نضیر بن قعقاع کا قتل: اتفاق سے نضر بن قعقاع ابن شور ذہلی آگے آ گیا۔ یہ منجملہ ان لوگوں کے تھا جو حجاج کے ہمراہ بصرے سے آئے ہوئے تھے اور کسی وجہ سے حجاج سے علیحدہ ہو گیا تھا۔ جب اس نے شبیب کو دیکھا تو بے ساختہ بول اٹھا ''السلام علیک یا ایہا الامیر'' شبیب نے کہا ''تجھ پر تف ہو امیر المؤمنین کیوں نہیں کہتا''۔ نضر نے کہا ''بہتر یہی کہوں گا''۔ پھر شبیب اس وجہ سے کہ نضر کی ماں ناجیہ ہانی بن قبیصہ شیبانی کی لڑکی تھی۔ اپنے مذہب کی تعلیم دینے کے قصد سے مخاطب ہو کر بولا ''اے نضر لا الحکم الا اللہ''۔ نضر یہ سمجھ کر یہ خارجی ہے ﴿انا للہ و انا الیہ راجعون﴾ پڑھ کر اٹھا۔ شبیب کے ہمراہی یہ سنتے ہی اس پر ٹوٹ پڑے اور بات کی بات میں قتل کر ڈالا۔

ذخر بن قیس اور شبیب کی جنگ: ان واقعات کے بعد حجاج کے منادی نے پکار کر کہا ((یا خیل اللہ ارکبی)) ''اے سواران اللہ سوار ہوتے جاؤ''۔ اس وقت حجاج دروازہ قصر امارت پر تھا۔ سب سے پہلے جو شخص آیا وہ عثمان بن قطن بن عبداللہ بن حصین ذی القصہ تھا۔ بعد ازاں چاروں طرف سے لوگوں کا اژدہام ہو گیا۔ حجاج نے بشر بن غالب اسدی' زائدہ بن قدامہ ثقفی' ابوالفریس مولی بنی تمیم' عبدالاعلیٰ بن عبداللہ بن عامر اور زیاد بن عبداللہ عتکی کو دو دو ہزار فوجوں کے ساتھ جنگ شبیب پر روانہ کیا اور یہ ہدایت کر دی کہ اگر لڑائی کی نوبت آئے تو تمہارا امیر زائدہ بن قدامہ ہوگا۔ انہی لوگوں کے ہمراہ محمد بن موسیٰ بن طلحہ بن عبیداللہ والی سجستان کو بھی روانہ کیا تھا۔ اس سے پیشتر اس کو عبدالملک نے سجستان کی سند گورنری مرحمت کر کے حجاج کو حکم دیا تھا کہ اس کا سامان سفر درست کر کے ایک ہزار فوج کے ساتھ اس کے صوبہ مفوضہ کی طرف روانہ کرنا۔ ہنوز

روانگی کی نوبت نہ آئی تھی کہ شبیب کا واقعہ پیش آ گیا۔ حجاج نے کہا "بہتر ہوگا کہ پہلے تم ان خوارج سے لڑو تمہاری اس میں نیک نامی ہوگی تب اپنے صوبہ مفوضہ کی طرف روانہ ہونا"۔

چنانچہ یہ سب کے سب حجاج سے رخصت ہو کر روانہ ہوئے اور اسفل فرات میں پہنچ کر قیام کیا شبیب نے اس راستے کو جس کی جہت میں یہ لوگ تھے چھوڑ کر قادسیہ کی راہ اختیار کی۔ حجاج نے یہ خبر پا کر اپنے سربرآوردہ اور چنے ہوئے سواروں میں سے ایک ہزار آٹھ سو آدمیوں کو منتخب کر کے بسرافسری ذخر بن قیس کے شبیب کے تعاقب پر مامور کیا اور یہ حکم دیا کہ شبیب کو جہاں پر پانا اگر قیام پذیر ہو یا تمہاری طرف متوجہ ہو تو ضرور جنگ کرنا ورنہ چھوڑ دینا۔ جونہی ذخر اسلیجین میں پہنچا شبیب نے پلٹ کر حملہ کر دیا۔ ذخر نے سینہ سپر ہو کر مقابلہ کیا بالآخر ذخر تقریباً دس زخم کھا کر گر پڑا۔ اس کے ہمراہی یہ سمجھ کر کہ ذخر مارا گیا بھاگ کھڑے ہوئے۔ ذخر شب بھر میدانِ جنگ میں پڑا رہا۔ صبح کے وقت جب ذرا ٹھنڈ شروع ہوئی تو ہوش آیا گرتے پڑتے قریب کے ایک گاؤں میں گیا اور وہاں سے کوفہ روانہ ہو گیا۔

شبیب کا لشکر کوفہ پر حملہ: ذخر کی شکست کے بعد شبیب نے کوفے کا قصد کیا۔ اس وقت وہ مقام روزبار میں کوفے سے چوبیس فرسنگ کے فاصلے پر تھا۔ اپنے ہمراہیوں سے مخاطب ہو کر بولا "اس شکست سے لشکر کوفہ کے سرداروں کے دلوں میں تمہاری مردانگی کا سکہ بیٹھ گیا ہے اگر تم لوگ کمر ہمت باندھ کر لشکر کوفہ کا قصد کرو اور ان کو بھی شکست دے دو تو کوئی شخص سوائے حجاج کے کوفہ پر قبضہ کرنے سے مانع نہ ہوگا"۔ ہمراہیوں نے بسر وچشم منظور کیا اور اس کے ساتھ ساتھ لشکر کوفہ تک پہنچ گئے۔

زیاد بن عتکی کا فرار: حجاج نے یہ سن کر لشکر کوفہ کو بہ قصد جنگ روانہ کیا' میمنہ پر زیاد بن عمر عتکی تھا اور میسرہ پر بشر بن غالب اسدی' علاوہ ان کے ہر امیر و سردار لشکر اپنے اپنے رکاب کی فوج لئے ہوئے اپنے اپنے مقررہ مورچے پر ٹھہرا ہوا تھا۔ شبیب نے اپنے ہمراہیوں کو تین حصوں پر منقسم کیا (ایک حصہ کا سوید بن سلیم افسر تھا' جو بہ مقابلہ میمنہ اہلِ کوفہ تھا۔ دوسرے حصہ کا مصاد برادرِ شبیب امیر تھا۔ جو میسرہ اہلِ کوفہ کے مقابلے پر تھا۔ تیسرا حصہ شبیب کی ماتحتی میں تھا جو قلب لشکر کوفہ کے سامنے تھا) پس سوید بن سلیم نے زیاد بن عمر عتکی پر حملہ کیا۔ زیاد کے ہمراہی تاب مقاومت نہ لا سکے' پیچھے ہٹے۔ مگر زیاد تھوڑے سے آدمیوں کو لئے ہوئے میدان جنگ میں ٹھہرا رہا۔ سوید نے پھر دوبارہ حملہ کیا۔ جس سے اس کے بقیہ ہمراہی شکست کھا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ زیاد پھر بھی کمال مردانگی سے لڑتا رہا۔ بالآخر شام کے وقت یہ بھی زخمی ہو کر میدان جنگ سے بھاگ نکلا۔

بشر بن غالب کا خاتمہ: اس کے بعد خوارج نے عبدالاعلی بن عبداللہ بن عامر پر حملہ کیا۔ عبدالاعلی اور اس کے ہمراہیوں پر خوارج کا ایسا رعب غالب ہو گیا تھا کہ بلا جدال وقتال مع اپنے ہمراہیوں کے میدانِ جنگ سے بھاگ کر زیاد بن عمر سے جا ملا۔ پھر خوارج نے لشکر کوفہ پر ایک مجموعی قوت سے حملہ کیا اور جوش کامیابی میں مغرب کے وقت محمد بن موسیٰ بن طلحہ تک پہنچ گئے۔ محمد بن طلحہ کمال دلیری استقلال سے مقابلے پر آیا۔ بعد ازاں مصاد برادر شبیب نے بشر بن غالب اسدی پر میسرہ میں حملہ کیا۔ پچاس آدمیوں کے سوا اور لوگ بھاگ کھڑے ہوئے۔ بشر اسی قلیل جماعت کے ساتھ لڑ کر میدان جنگ میں

جان بحق ہوا۔

زائدہ بن قدامہ کا قتل: بشر کے خاتمہ کے بعد خوارج ابوالفریس مولیٰ بنو تمیم پر حملہ آور ہوئے۔ ابوالفریس بھاگ کر اعین کے پاس پہنچا۔ لشکرِ خوارج نے ابوالفریس کو اعین کے پاس بھی پناہ گزیں نہ ہونے دیا' پھر دوبارہ حملہ کر دیا۔ اعین اور ابوالفریس شکست اٹھا کر زائدہ بن قدامہ کے پاس پہنچے۔ زائدہ نے ان لوگوں کے پہنچنے کے بعد لشکریوں کو پیادہ پا ہو کر لڑنے کا حکم دیا۔ صبح تک ایک حالت سے لڑائی ہوتی رہی۔ شبیب نے لڑائی کو طول کھینچتے ہوئے دیکھ کر زائدہ پر حملہ کر دیا اور پہلے ہی حملہ میں زائدہ کو مع اس کے ہمراہیوں کے مار ڈالا۔ ابوالفریس مع بقیۃ السیف ایک جوسق میں جوان کے قریب تھا جا چھپا۔ یہ وقت فجر کا تھا۔ خوارج نے قتل و غارت سے ہاتھ کھینچ کر شبیب کی بیعت کی دعوت دی۔ ان لوگوں نے بیعت کر لی۔ بیعت کرنے والوں میں ابو بردہ بن ابوموسیٰ بھی تھا۔

محمد بن موسیٰ کا خاتمہ: اب اس وقت وزراء لشکر کوفہ میں سے صرف ایک محمد بن موسیٰ کو شکست نہیں ہوئی تھی۔ طلوع فجر کے وقت شبیب نے ان کے مؤذن کی اذان سنی جس سے اس کو محمد بن موسیٰ کے جائے قیام کا علم ہو گیا۔ اذان دلوائی نماز ادا کی اور اپنے ہمراہیوں کو جمع کر کے محمد بن موسیٰ پر حملہ کر دیا۔ ایک گروہ بھاگ کھڑا ہوا اور دوسرا حصہ لشکر کا محمد بن موسیٰ کے ساتھ لڑتا رہا۔ یہاں تک کہ محمد بن موسیٰ مارا گیا اور یہ بھی پسپا ہو کر بھاگ نکلا۔ ان کے ساتھ وہ لوگ بھی بھاگ گئے جنہوں نے شبیب کی بیعت کر لی تھی۔ لشکر خوارج نے جو کچھ اس کے لشکر گاہ میں تھا لوٹ لیا اور لوٹ کر اس جوش میں آیا جہاں کہ اعین و ابوالفریس تھے۔ ایک دن قیام پذیر رہا۔ ہمراہیوں نے کوفہ پر قبضہ کرنے کی رائے دی۔ لیکن شبیب نے کسی مصلحت سے کوفے کا رخ نہ کیا۔ خوخی کو دائیں ہاتھ چھوڑتا ہوا نضر پہنچا اور وہاں سے روانہ ہو کر صراۃ ہوتا خانیجار میں آ اترا۔ حجاج کو اس خبر سے کہ شبیب نضر کی طرف جا رہا ہے' یہ خیال پیدا ہوا کہ شبیب مدائن کے مقصد سے جاتا ہے اور مدائن' کوفہ اور اکثر سواد کا دروازہ ہے۔ اس خیال کے پیدا ہوتے ہی عبداللہ بن ابی عصیفر کو معزول کر کے عثمان بن قطن کو مدائن' خوخی اور انبار کا امیر مقرر کر کے روانہ کیا۔

بعض نے محمد بن موسیٰ کے قتل کا واقعہ یوں بھی بیان کیا ہے کہ محمد بن موسیٰ جنگ ابوفدیک میں عمر بن عبداللہ بن معمر کے ہمراہ تھا۔ عمر بن عبداللہ نے اس کی مردانگی پر فریفتہ ہو کر اپنی لڑکی سے اس کا عقد کر دیا تھا اور اس کی بہن عبدالملک کے عقد میں تھی۔ عبدالملک نے اس کو بجستان کی حکومت پر مامور کیا' اتفاق سے محمد بن موسیٰ کوفہ ہو کر گزرا۔ لوگوں نے حجاج سے کہا کہ ''اگر یہ شخص بجستان کا والی ہو جائے گا تو ہماری طاقت کا اثر بجستان سے جاتا رہے گا جس کو تم طلب کیا کرو گے اس کو یہ روک دیا کرے گا۔ مناسب ہے کہ اس کو شبیب کی جنگ میں مصروف کر دو۔ شاید اللہ تعالیٰ تم کو اس شر سے نجات دے دے''۔ حجاج نے اس رائے کے مطابق محمد کو فریب دے کر جنگ شبیب پر آمادہ کر دیا۔ شبیب نے محمد کے پاس کہلا بھیجا کہ تم حجاج کے فقرے میں نہ آؤ ہم تم سے متعرض نہ ہوں گے۔ محمد نے اس کو شبیب کی کمزوری پر محمول کر کے لڑائی کی تیاری کر دی۔ مجبوراً شبیب کو مقابلے پر آنا پڑا۔ لڑائی ہوئی اور معرکہ جنگ میں مارا گیا۔

عبدالرحمٰن بن اشعث اور شبیب: جس وقت ان امراء کو جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے شکست ہوگئی اور موسیٰ بن محمد بن طلحہ مارا گیا اس وقت حجاج نے عبدالرحمٰن بن اشعث کو طلب کر کے حکم دیا کہ افواجِ کوفہ سے چھ ہزار سواروں کو منتخب کر کے شبیب کو جہاں پاؤ گرفتار کر لاؤ۔ چنانچہ عبدالرحمٰن اس حکم کی تعمیل کرنے کو روانہ ہوا۔ روانگی کے بعد حجاج نے عبدالرحمٰن کو اور اس کے ہمراہیوں کو ایک تاکیدی اور تہدید آمیز خط لکھا کہ ''اگر تم لوگ شکست کھا کر واپس آؤ گے تو تمہارے حق میں اچھا نہ ہوگا''۔ عبدالرحمٰن اپنے رکاب کی فوج لئے منزل بہ منزل کوچ کرتا ہوا مدائن پہنچا۔ جنزل کی عیادت کو گیا۔ جنزل نے شبیب کی ہوشیاری و چالاکی سے بچنے کی ہدایتیں کیں اور چلتے وقت اپنا گھوڑا نذر کیا۔ عبدالرحمٰن جنزل سے رخصت ہو کر شبیب کی تلاش میں چلا اور شبیب یہ خبر پا کر دقوقا شہرزور کی طرف روانہ ہو گیا۔ عبدالرحمٰن بن اشعث بھی سراغ لگاتا ہوا سرزمین موصل میں وارد ہوا اور اہلِ موصل سے لڑنے کی غرض سے قیام کیا۔ حجاج نے لکھا:

((اما بعد فاطلب شبيبا و اسلك في اثره اين سلك حتى تدركه فاقتله او تنفيه فانما السلطان سلطان امير المؤمنين و الجند جنده و السلام))

عبدالرحمٰن بن اشعث بموجب حکم حجاج شبیب کے تعاقب میں نکل کھڑا ہوا اور شبیب ایک دشوار گزار مقام سے دوسرے دشوار گزار مقام میں قیام کرتا پھرتا تھا۔ جس وقت عبدالرحمٰن شبیب کے قریب ہو جاتا شبیب شب خون مارنے کے ارادہ سے عبدالرحمٰن کے لشکر پر آتا اور ان کو ہوشیار پا کر کسی دوسرے مقام کی طرف کوچ کر جاتا۔ اس وقت عبدالرحمٰن اس کے تعاقب میں نکل کھڑا ہوتا۔ غرض فریقین اپنے حریف کو ہوشیار پا کر دائیں بائیں آگے پیچھے ایک دوسرے کی فکر میں سفر کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ روزانہ سفر کی تکان سے لشکر کو سخت تکلیف پہنچی۔ سواری کے جانور چلنے سے عاری ہو گئے۔ مجبور ہو کر سرزمین موصل کے ایک میدان میں پڑاؤ ڈال دیا۔ مابین اس کے اور کوفہ کے سوائے نہر دجلہ کے اور کوئی چیز حائل نہ تھی۔ شبیب نے راذان علیٰ (سرزمین خوخی) میں قیام کیا اور عبدالرحمٰن نے عواقیل نہر میں اپنا لشکر ٹھہرایا۔

ابن اشعث کی معزولی: چونکہ یہ زمانہ عیدالاضحیٰ کا تھا۔ شبیب نے کہلا بھیجا کہ یہ ایام ہمارے اور تمہارے عید کے ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ تا انقضاء ایامِ نحر (قربانی) لڑائی موقوف کر دی جائے۔ عبدالرحمٰن نے بقصد مناولت منظور کیا۔ عثمان بن قطن نے اس سے حجاج کو آگاہ کر دیا۔ حجاج کو عبدالرحمٰن کا یہ فعل ناگوار گزرا۔ فوراً عبدالرحمٰن کو معزول کر کے سند امارت لشکر عثمان بن قطن کے نام بھیج دی اور مطرف بن مغیرہ کو بجائے عثمان ابن قطن والی مدائن مقرر کیا۔

عثمان بن قطن اور شبیب کی جنگ: چنانچہ عثمان بن قطن یوم ترویہ کے شب کو عبدالرحمٰن کے لشکر میں پہنچا اور لشکریوں کو جنگ کی تیاری کا حکم دیا۔ لشکریوں نے رات ہو جانے کی وجہ سے عذر کیا۔ عبدالرحمٰن بن اشعث نے اپنے خیمہ میں لے جا کر ٹھہرایا۔ پھر عثمان نے اپنے آنے کے تیسرے روز صبح ہوتے ہی لڑائی چھیڑ دی۔ میمنہ میں خالد بن نہیک بن قیس، میسرے میں عقیل بن شداد سلولی اور خود ابن قطن پیادوں کی فوج میں تھا۔ شبیب نے ایک سو بیس آدمیوں کی جمعیت سے نہر عبور کی۔ خود میمنہ میں رہا اور اپنے بھائی مضاد کو قلب کی، سوید بن سلیم کو میسرہ کی سرداری دی۔ پہلے شبیب نے عثمان کے میسرہ پر حملہ کیا۔

اہل میسرہ بھاگ کھڑے ہوئے مگر عقیل بن شداد ٹھہرا ہوا لڑتا رہا۔ یہاں تک کہ مارا گیا اور اس کے ساتھ مالک بن عبداللہ ہمدانی بھی جان بحق ہوا۔ بعد ازاں عثمان کے میمنہ پر سوید حملہ آور ہوا۔ اہل میمنہ بھی شکست اٹھا کر بھاگے۔ خالد بن نہیک تھوڑے سے آدمیوں کو لئے ہوئے بہ کمال استقلال لڑتا رہا۔ اس عرصے میں شبیب نے خالد پر پشت کی طرف سے حملہ کر دیا۔ خالد کے ہمراہیوں کے قدم استقامت میدانِ جنگ سے ڈگمگا گئے اور خالد کی زندگی کا خاتمہ ہو گیا۔ عثمان بن قطن اپنی فوج کی ابتری کا احساس کر کے مضاد کی طرف بڑھا جو شبیب کے قلب میں تھا۔ لڑائی کا بازار شدت سے گرم ہو گیا۔ شبیب نے ایک جانب سے عثمان پر حملہ کیا اور سوید بن سلیم دوسری طرف سے ٹوٹ پڑا۔ مضاد تو قلب میں تھا عثمان اس کو گھیرے ہوئے تھے اور عثمان کو چاروں طرف سے شبیب و سوید نے محاصرے میں کر رکھا تھا۔ تھوڑی دیر کی لڑائی کے بعد عثمان مارا گیا۔ لشکر بھاگ کھڑا ہوا۔ عبدالرحمٰن بن اشعث زخم کھا کر زمین پر گر پڑا۔ ابن ابی سبرہ جعفی نے پہنچ کر اپنے ساتھ خچر پر سوار کرا لیا اور لوگوں کو پکار کر کہا ((الحقوا بدید ابی مریم)) شبیب نے یہ سن کر قتل و غارت سے ہاتھ اٹھا لیا اور بیعت کی دعوت دی۔ لشکریوں نے بیعت کر لی۔ ابن اشعث بھاگ کر کوفہ پہنچا۔ جب تک حجاج نے امان نہ دی روپوش رہا۔

حجاج اور زہرہ بن حوبہ: شبیب خاتمہ جنگ کے بعد ماہ نہروان چلا گیا اور تا انقضاء ایام گرما وہیں قیام کیا۔ اس اثناء میں جس قدر آدمی حجاج کے برخلاف اس کے ہمراہ کوفہ سے آ ملے۔ تب موسم گرما کے تمام ہوتے ہی آٹھ سو آدمیوں کی جمعیت سے مدائن کا قصد کیا۔ ان دنوں مطرف بن مغیرہ مدائن کا والی تھا۔ حجاج کو اس کی خبر لگی تو لوگوں کو جمع کر کے نہایت سختی کے ساتھ مقابلہ کرنے کے لئے تقریر کی۔ زہرہ بن حوبہ نے جو ایک ایسا شخص تھا کہ بلا اعانت سیدھا کھڑا نہیں ہو سکتا' سر اٹھا کر کہا "اے امیر محض کھڑے ہو کر طول وطویل تقریر کرنے سے کام نہیں چلتا۔ تم اولاً تھوڑی تھوڑی فوج بھیجتے ہو' ثانیاً ایسے لوگوں کو سردار بناتے ہو جو بالکل ناتجربہ کار ہوتے ہیں۔ میری رائے ہے کہ تم کل عساکر اسلام کو دشمنانِ دین کی طرف کوچ کرنے کا حکم دو اور ایسے شخص کو امیر بناؤ جو شجاع ہو' دلیر ہو اور آزمودہ کار ہو' بھاگنے کو عار سمجھتا ہو۔ استقلال و ثابت قدمی کو باعثِ فخر و اعزاز جانتا ہو"۔ حجاج بولا "اس کام کے لئے تم ہی زیادہ موزوں ہو"۔ زہرہ نے جواب دیا "نہیں! اس کام کے لئے وہ شخص مناسب ہو گا جو زرہ پہن سکتا ہو' نیزہ اٹھا سکتا ہو' تلوار چلا سکتا ہو اور گھوڑے پر بیٹھ سکتا ہو اور میں ان امور میں سے ایک کا بھی متحمل نہیں ہو۔ ضعف کا یہ حال ہے کہ بلا اعانت دوسرے کے کھڑا نہیں ہو سکتا۔ اس پر طرہ یہ کہ کم بخت آنکھوں سے بھی کچھ سجھائی نہیں دیتا۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ میں امیر کے ساتھ رہوں اور صلاح ومشورہ دوں۔ حجاج نے ((جزاک اللہ خیر اعن الاسلام و اھلہ اول امرک و اخرہ)) کہہ کر کل اہل کوفہ کو تیاری کا حکم دیا اور عبدالملک کی خدمت میں ایک عرض داشت اس مضمون کی بھیج دی کہ "شبیب مدائن کے قریب بہ قصد کوفہ پہنچ گیا ہے اور اہل کوفہ اس کے مقابلے سے جی چراتے ہیں۔ اس وجہ سے کہ اس نے ان کے لشکر کو پیہم شکست دی ہے اور ان کے اکثر علماء کو بھی قتل کر ڈالا ہے۔ لشکر شام سے آپ ان کی امداد کیجئے"۔

شامی فوج کی کمک: عبدالملک نے سفیان بن الابرد کلبی کو چار ہزار کی جمعیت سے اور حبیب بن عبدالرحمٰن حکمی کو

بسر افسری دو ہزار فوج کے ساتھ روانہ کیا یہ واقعہ ۷۶ھ کا ہے۔

عتاب بن ورقاء کی طلبی: اس کے بعد حجاج نے عتاب بن ورقاء ریاحی کو مہلب کے پاس سے طلب کر لیا (ان دونوں میں جیسا کہ بیان ہو چکا ہے نزاع ہو گئی تھی) اور جب عتاب آ گیا تو لشکر کی سرداری پر مقرر کیا۔ زہرہ بن حوبہ نے حجاج کی اس رائے کی ستائش کی اور شکریہ ادا کر کے کہا ''اب تم نے ان لوگوں کو اچھے سردار کے سپرد کیا ہے۔ واللہ ہم لوگ تمہارے پاس واپس نہ آئیں گے یہاں تک کہ فتح یاب ہوں یا مارے جائیں''۔ حجاج نے لشکرِ شام کو کہلا بھیجا کہ نہایت احتیاط و ہوشیاری سے مقام عین التمر پر آ کر مقیم ہو۔ میں بہت جلد لشکر کوفہ کو تمہارے پاس بھیجتا ہوں۔ چنانچہ حسب حکم حجاج عتاب بن ورقاء نے حمام اعین پر پہنچ کر لشکر آرائی کی۔

شبیب اور مطرف: شبیب نے دجلہ کو مدائن کی جانب سے عبور کیا۔ مطرف نے کہلا بھیجا کہ تم اپنے گروہ میں سے کسی سر برآوردہ شخص کو ہمارے پاس بھیجو تا کہ ہم تمہارے خیالات اور تمہاری دعوت پر ہم غور کریں۔ شبیب نے اس امید سے کہ شاید مطرف شریک جماعت ہو جائے قعنب بن سوید کو ایک چھوٹی سی جماعت کے ساتھ مطرف کے پاس بھیج دیا۔ چار روز تک ٹھہرے رہے مگر مطرف اور وہ متفق الرائے نہ ہوئے۔ اس اثناء میں عتاب نے شبیب کے قریب پہنچ کر صراۃ میں ڈیرے ڈال دیئے اور مطرف اس خیال سے کہ مبادا ان باتوں کی خبر جو شبیب کے ساتھ ہوئی ہیں حجاج تک نہ پہنچ جائے مدائن سے نکل کر جبال کی طرف چلا گیا۔ شبیب نے خبر پا کر اپنے بھائی مصاد کو مدائن کی جانب روانہ کیا۔ اس نے کشتیوں کو جمع کر کے پل بندھوایا اور عتاب نے صراۃ سے کوچ کر کے بازار حکم میں آ کر مورچے قائم کیے۔ اس وقت اسکے ساتھ پچاس ہزار فوج تھی۔

شبیب اور عتاب کی جنگ: شبیب اس کی خبر سن کر ایک ہزار کی جمعیت سے ساباط میں آ گیا۔ نماز ظہر ادا کی بعد ازاں اپنے لشکر کو مرتب کر کے مغرب کے وقت عتاب کے لشکر گاہ کے قریب آ پہنچا۔ چار سو آدمی اس کے ہمراہیوں میں سے اس سفر میں اس سے علیحدہ ہو کر بیٹھ رہے تھے۔ بقیہ چھ سو کے ساتھ نماز مغرب پڑھ کر لشکر مرتب کیا۔ دو سو آدمیوں کی جمعیت سے سوید بن سلیم کو میسرہ میں رکھا اور اسی قدر فوج کو میمنہ میں محلل بن وائل کی ماتحتی میں متعین کیا اور خود دو سو کی جمعیت سے قلب میں رہا۔ عتاب کے میمنہ پر عبدالرحمٰن بن سعید تھا۔ میسرہ پر نعیم بن علیم اور پیادوں کی فوج پر حنظلہ بن حرث یربوعی (عتاب کا چچازاد بھائی) تھا اور پھر اپنی فوج کو تین حصوں میں منقسم کیا۔ ایک صف میں چمکتی ہوئی تلواریں تھیں' دوسری صف میں وہ جنگ آور دلاور تھے جن کو نیزہ بازی میں کمال تھا اور تیسری صف میں نامی گرامی تیرانداز تھے جن کا نشانہ کبھی خطا نہیں ہوتا تھا۔

عتاب بن ورقا کا خاتمہ: ترتیب لشکر کے بعد بہت دیر تک لشکریوں کو جنگ کی ترغیب دیتا رہا۔ اس کے بعد قلب میں آ کر بیٹھا۔ اس کے ساتھ زہرہ بن مرثد' عبدالرحمٰن بن محمد بن اشعث اور ابوبکر بن محمد بن ابی جہم عدوی تھا۔ نماز عشاء کے بعد جس وقت ماہتاب کی روشنی سے عالم کی تاریکی دفع ہوئی شبیب نے عتاب کے میسرہ پر حملہ کیا جس میں ربیعہ تھا اور اہل میسرہ شکست اُٹھا کر بھاگے مگر اصحاب رایات قبیصہ بن والق' عبید بن جلیس اور نعیم بن علیم اپنے اپنے رایات پر ٹھہرے ہوئے استقلال سے لڑتے رہے۔ یہاں تک کہ سب کے سب مارے گئے اس کے بعد شبیب نے عتاب بن ورقاء پر اور سوید بن سلیم

نے میمنہ پر جس میں تمیم و ہمدان تھے اور جن کا سردار محمد بن عبدالرحمٰن تھا' حملہ کیا۔ فریقین نہایت سختی سے ایک دوسرے کے حملوں کا جواب دینے لگا۔ لڑائی کا عنوان بے حد خطرناک نظر آ رہا تھا۔ شبیب حملہ کرتے ہوئے قلب لشکر تک پہنچ گیا۔ عتاب کے لشکر کی ترتیب جاتی رہی۔ صفیں درہم برہم ہو گئیں۔ عتاب کے رکاب کی فوج عتاب کو چھوڑ کر بھاگ گئی۔ عبدالرحمٰن بن اشعث بھی معہ ایک گروہ کثیرہ کے میدانِ جنگ سے منہ موڑ کر بھاگ گیا۔ عتاب بن ورقاء مارا گیا۔

زہرہ بن حویہ کا قتل: زہرہ بن حویہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر میدان میں آیا' تھوڑی دیر تک لڑتا رہا۔ لشکر خوارج میں سے عامر بن عمر تغلبی نے زہرہ کو لپک کر برچھ مارا۔ سواروں نے چاروں طرف سے نیزے کا وار شروع کر دیا۔ جب زہرہ بے دم ہو کر گرا تو فضیل بن عامر شیعبانی نے آگے بڑھ کر سر اتار لیا۔ اتفاق سے شبیب آ پہنچا۔ زہرہ کو خاک وخون پر لوٹتا ہوا دیکھ کر پچھتانے لگا۔ خوارج کو یہ فعل ناگوار گزرا۔ بولے'' کیا تم ایک کافر کے مارے جانے پر افسوس کرتے ہو؟''۔ جواب دیا'' میں اس کو بہت دنوں سے جانتا ہوں تم کو اس کی حالت سے واقفیت نہیں ہے''۔ اب اس وقت لڑائی تقریباً ختم ہو چکی تھی۔ بھاگنے والے سر پر پاؤں رکھے ہوئے بھاگے جا رہے تھے اور فتح مند گروہ اپنی تیز تلواروں سے ان کی جان وتن کا فیصلہ کر رہا تھا۔ شبیب نے یہ حالت دیکھ کر قتل وغارت کی ممانعت کر دی۔ لوگوں سے بیعت کرنے کو کہا سب نے بیعت کر لی۔ رات آئی تو موقع پا کر بھاگ گئے۔ شبیب نے جو کچھ فریق مخالف کے لشکر گاہ میں پایا' لوٹ لیا۔

حجاج کا کوفیوں کو خطبہ: خاتمہ جنگ کے بعد شبیب کا بھائی مدائن سے آ گیا دو روز تک میدان معرکے میں ٹھہرا رہا۔ تیسرے روز کوفے کی طرف کوچ کر گیا۔ اس اثناء میں سفیان بن ابرد مع لشکر شام حجاج سے آ ملا۔ جس کی وجہ سے اس کو اہل کوفہ کی پرواہ نہ رہی۔ اہل کوفہ کو جمع کر کے خطبہ[1] دیا اور نہایت سختی و درشتی سے پیش آیا۔ شبیب نے کوفہ پہنچ کر حمام اعین میں پڑاؤ کیا۔ حجاج نے حرث بن معاویہ ثقفی کو بسرافسری ایک ہزار جنگی پولیس کے جو جنگ عتاب میں شریک نہ تھا۔ مقابلے کی غرض سے روانہ کیا۔ شبیب نے یہ خبر پا کر نہایت تیزی سے حرث پر حملہ کر کے مار ڈالا۔ حرث کے ہمراہی اپنے سردار کے مارے جانے سے کوفہ بھاگ آئے۔ دوسرے روز حجاج نے اپنے خدام کو خروج کا حکم دیا۔ ان لوگوں نے کوفے کی ناکہ بندی کر لی اور شبیب حمام اعین سے کوچ کر کے قریب کوفہ مقام سنجہ میں چلا آیا اور اسی مقام پر ایک مسجد بنوائی۔

ابوالورد کا قتل: حجاج نے اپنے آزاد غلام ابوالورد کو کثیر التعداد خدام کے ساتھ شبیب سے جنگ کرنے کو روانہ کیا۔ شبیب نے اس پر بھی حملہ کر کے اس کو بھی مار ڈالا اس شبہ سے کہ یہی حجاج ہے۔ بعد ازاں حجاج نے اپنے دوسرے آزاد غلام طہمان نامی کو مامور کیا اس کے ساتھ بھی یہی واقعہ پیش آیا۔

شامی لشکر اور خوارج کی جنگ: تب حجاج جھلا کر اہل شام کے ساتھ بہ قصد جنگ اٹھ کھڑا ہوا۔ سبرہ بن عبدالرحمٰن بن

---

[1] خطبہ کا مضمون یہ تھا'' اے اہل کوفہ اللہ تعالیٰ اس کو عزت وغلبہ نہ دے جو تمہاری عزت وغلبہ کی کوشش کرے اور نہ اس کی امداد کرے جو تمہاری امداد کا ارادہ کرے ہمارے پاس سے چلے جاؤ۔ منہ کالا کرو اور ہمارے ساتھ ہمارے دشمنوں سے جنگ کرنے کو نہ چلو' جاؤ حیرہ میں یہود ونصاریٰ کے ساتھ قیام پذیر ہو جاؤ اور ہمارے ساتھ وہی شخص شریک ہو جو عتاب کے ہمراہ لڑائی میں نہ رہا ہو۔ تاریخ کامل ابن اثیر صفحہ ۲۰۶' جلد چہارم مطبوعہ مصر۔

مخنف کو کوفہ کی ناکہ بندی پر مقرر کیا اور خود ایک کرسی پر بیٹھ کر اہل شام کو للکار الڑائی کی ترغیب دی۔ سب کی غصہ سے آنکھیں سرخ ہو گئیں جھٹ پٹ گھوڑوں پر سوار ہو گئے اور نوک دار خار اشگاف نیزوں کو ہاتھ میں لے کر شبیب کی طرف بڑھے۔ شبیب بھی اپنے ہمراہیوں کو تین گروہ پر تقسیم کر کے میدانِ جنگ میں آ گیا۔ ایک گروہ خود اس کے ہمراہ تھا۔ دوسرا سوید بن سلیم کے ساتھ تھا اور تیسرا مخلل بن وائل کے رکاب میں تھا۔ پہلے سوید بن سلیم نے بڑھ کر حملہ کیا۔ اہل شام نے نہایت استقلال سے حملہ کو روکا اور نیزوں کو آڑے کر کے سوید پر ٹوٹ پڑے۔ سوید مع اپنے ہمراہیوں کے پیچھے ہٹ آیا۔ حجاج نے جھلا کر کہا ''بہادرو! تم پر اللہ کی رحمت ہو اللہ تمہاری مدد کرے آگے بڑھو''۔ لوگوں کے دلوں میں اس سے ایک تازہ جوش پیدا ہو گیا۔ ہمراہیوں نے اس کا تخت آگے بڑھایا گیا۔ اس کے بعد مخلل بن وائل حملہ آور ہوا۔ لشکر شام نے اس کو بھی نیچا دکھا دیا۔ مخلل پسپا ہو کر اپنے لشکر سے آملا۔ حجاج نے پھر للکار کر کہا ''شاباش بہادرو! اللہ تمہاری مدد پر ہے آگے بڑھو''۔ اس آواز سے لشکرِ شام آگے بڑھا اور اس کا تخت بھی آگے بڑھایا۔ شبیب نے عنوانِ جنگ بدلا ہوا دیکھ کر حملہ کر دیا لیکن لشکر شام کے استقلال و ثابت قدمی سے شکست اٹھا کر اپنے مورچے میں لوٹ آیا اور سوید بن سلیم کو کوفے کے ایک ناکے پر (اشارہ کر کے) حملہ کرنے کا حکم دیا۔ اس ناکے پر عروہ بن مغیرہ مامور تھا۔ سوید بن سلیم کو اس حملے میں بھی کامیابی نہ ہوئی۔ طیش میں آ کر خود شبیب نے حملہ کیا۔ اہل شام نے ایسا آڑے ہاتھوں لیا کہ مجبوراً لوٹ کر آنا پڑا۔

شبیب کی پسپائی و فرار

حجاج بڑھتے بڑھتے شبیب کی مسجد تک پہنچ گیا اور اس کے کل مورچوں پر قبضہ کر لیا۔ خالد بن عتاب نے شبیب پر حملہ کرنے کی اجازت طلب کی۔ حجاج نے کہا ''کیا مضائقہ، اللہ تم کو کامیاب کرے، حملہ کرو''۔ خالد نے ایک کوس کا چکر کاٹ کر شبیب کے لشکر گاہ پر پیچھے سے حملہ کیا۔ اس معرکے میں مصاد برادر شبیب اور اس کی بیوی غزالہ ماری گئی۔ لشکر گاہ جلا کر خاک و سیاہ کر دیا۔ شبیب نے آگے بڑھنے کا قصد کیا تو حجاج کے رکاب کی فوج نے تلواریں نیام سے کھینچ لیں۔ شبیب کا لشکر بے قابو ہو کر بھاگ کھڑا ہوا۔ شبیب نے اس کے واپس کرنے کی ہر چند کوشش کی اور اسی غرض سے پیچھے بھی رہ گیا مگر کسی نے کچھ خیال نہ کیا۔ حجاج نے اپنے ہمراہیوں کو لشکر خوارج کے سمجھانے کی ہدایت کر کے کوفہ چلا آیا اور اہل کوفہ کو جمع کر کے خطبہ دیا۔ کامیابی کی خوشخبری سنائی۔ خطبہ سے فارغ ہو کر حبیب بن عبدالرحمٰن حکمی کو تین ہزار سواروں کی جمعیت سے شبیب کے تعاقب پر روانہ کیا اور اس کے حیلہ و شبخون مارنے سے ہوشیار رہنے کی ہدایت کی۔

شبیب کی کرمان کو روانگی

حبیب، حجاج سے رخصت ہو کر سراغ لگاتا ہوا انبار پہنچا تو معلوم ہوا کہ شبیب اسی کے گرد و نواح میں ہے۔ اس وقت اس کے اکثر ہمراہی اس سے جدا ہو گئے تھے۔ اس وجہ سے کہ حجاج نے عام طور سے امان دینے کا اعلان کر دیا تھا۔ اتفاق سے بہ وقتِ غروبِ آفتاب، شبیب آ پہنچا۔ حبیب نے اپنے لشکر کو متعدد گروہ پر تقسیم کر رکھا تھا اور ہر گروہ سے موت کی بیعت لے لی تھی۔ شبیب نے پہنچنے کے ساتھ ہی جنگ کا بازار گرم کر دیا۔ یکے بعد دیگرے ہر گروہ سے لڑنے لگا۔ رات کا وقت اور لڑائی کا یہ عالم تھا کہ جو جہاں تھا وہیں پر کوہ کی طرح استقلال کے ساتھ کھڑا لڑ رہا تھا۔ ذرا بھی اپنے قدم کو حرکت نہ دے سکتا تھا۔ لڑتے لڑتے ہاتھ شل ہو گئے تھے۔ تلواروں کی چمک سے آنکھیں جھپک جاتی تھیں،

تلواروں کی کاٹ کا وہی عالم تھا لیکن ماندگی کی وجہ سے کسی کی گردن پر خط تک نہ پڑتا تھا۔ کشتوں کے پشتے لگ گئے تھے۔ آہ و زاری تلواروں کی جھنکاروں کے سوا اور کوئی آواز کان میں نہ آتی تھی مجبور ہو کر فریقین نے لڑائی سے ہاتھ کھینچ لیا۔ خود بخود لڑنے والے ہاتھ لڑنے سے رُک گئے۔ تیس آدمی شبیب کے اور ایک سو آدمی لشکرِ شام کے معرکہ کارزار میں کام آئے۔ شبیب مع بقیہ اپنے ہمراہیوں کے دجلہ کو عبور کر کے سرزمین خوخی کی طرف چلا۔ پھر دوبارہ دجلہ کو واسط کے قریب عبور کر کے اہواز و فارس کا راستہ اختیار کیا تا کہ کرمان میں پہنچ کر کچھ عرصہ جنگ و گردشِ زمانہ سے آرام حاصل کرے۔

حجاج کو قتیبہ کا مشورہ: اس جنگ میں علاوہ متذکرہ بالا واقعہ کے یہ بیان کیا گیا ہے کہ حجاج نے جنگ شبیب پر یکے بعد دیگرے امراء مامور کیے اور شبیب نے ان سب کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔ از انجملہ اعین والی حمام اعین بھی تھا۔ چونکہ غزالہ زوجہ شبیب نے جامع مسجد کوفہ میں دو رکعت نماز پڑھنے کی نذر کی تھی، جس میں وہ سورۂ بقرہ و آل عمران پڑھتی تھی اس وجہ سے شبیب شب کے وقت کوفے میں داخل ہوا اور اس کی بیوی نے ایفاءِ نذر کی۔ بعد ازاں شبیب اور اہل کوفہ سے مجادلہ ہوا۔ حجاج نے لوگوں کو جمع کر کے شبیب کی بابت مشورہ طلب کیا۔ قتیبہ نے کھڑے ہو کر کہا ''امیر نے خود ہی اسباب شکست کو جمع کر رکھا ہے۔ آپ ایک سردار کو جنگ پر مامور کرتے ہیں عوام کا ایک انبوہ اس کے ساتھ کر دیتے ہیں، جونہی سردار مارا جاتا ہے، عوام بھاگ کھڑے ہوتے ہیں، مناسب یہ ہے کہ آپ خود مسلح ہو کر میدانِ جنگ میں تشریف لے چلیے اور معرکہ آراء ہو جائیے، نامہ و پیام سے کام نہ چلے گا''۔ حجاج نے اس رائے کے مطابق صبح ہوتے ہی سنجہ کی طرف خروج کیا۔ اس وقت شبیب وہیں تھا اور اپنے کو چھپانے کی غرض سے بجائے ابوالورد (اپنے آزاد غلام) کو لواء کے نیچے ٹھہرایا۔ شبیب نے اس شبہ سے کہ یہی حجاج ہے ابوالورد پر حملہ کیا اور اس کو قتل کر کے خالد بن عتاب پر میسرہ میں، پھر میسرہ سے مڑ کر مطرف بن ناجیہ پر میمنہ میں حملہ کیا اور ان دونوں کو ان کے مورچہ پر سے ہٹا دیا۔ حجاج اور اس کے ہمراہی یہ دیکھ کر ایک ٹیلے پر چڑھ گئے۔ حجاج کے ساتھ عنبسہ بن سعید بھی تھا۔

خوارج میں اختلاف: اس اثناء میں اتفاق وقت سے خوارج میں اختلاف پڑ گیا۔ مصقلہ بن مہلل ضبی نے شبیب سے مخاطب ہو کر کہا ''تم صالح بن مسرح کی بابت کیا کہتے ہو؟'' جواب دیا ''بحالت موجودہ میں اس سے بری ہوں''۔ مصقلہ یہ کہہ کر ''تو مصقلہ بھی تم سے بری ہے''۔ شبیب سے جدا ہو گیا۔ حجاج کو اس اختلاف باہمی کا احساس ہو گیا۔ فوراً خالد بن عتاب کو حکم دیا کہ شبیب پر پیچھے سے حملہ کر دو۔ چنانچہ خالد بن عتاب ایک کوس کا چکر کاٹ کر لشکر گاہ پر آ پڑا، اس واقعہ میں غزالہ زوجہ شبیب ماری گئی۔ خالد نے ایک سوار کے ہاتھ اس کا سر حجاج کے پاس بھیجا۔ شبیب نے اپنے ہمراہیوں میں سے ایک شخص کو غزالہ کا سر چھین لانے پر مامور کیا۔ اس شخص نے سوار ہو کر جو غزالہ کا سر لے جاتا تھا قتل کر ڈالا اور غزالہ کا سر شبیب کے روبرو لا کر رکھ دیا۔ شبیب نے اس کو دہلا کر دفن کر دیا۔ اس واقعہ کے بعد خوارج نے میدان جنگ خالی کر دیا۔ خالد نے تھوڑی دور تک تعاقب کیا، اثناء تعاقب و فرار میں مصاد برادر شبیب بھی کام آ گیا اور شبیب کرمان کی طرف چلا گیا۔

حجاج نے واقعہ جنگ دارالخلافہ شام میں عبدالملک کے پاس لکھ بھیجا اور امدادی فوج طلب کی۔ عبدالملک نے سفیان بن ابرد کلبی کو لشکرِ شام کے ساتھ روانہ کیا۔ حجاج نے سفیان کے ہمراہیوں کو بہت سا مال و اسباب دیا اور جنگِ خوارج کے واپسی کے دوسرے مہینے سفیان کو روانہ ہونے کا حکم دیا۔ ساتھ ہی اس کے والیٔ بصرہ حکم بن ایوب (اپنے داماد) کو لکھ بھیجا کہ چار ہزار سوار لشکر بصرہ سے منتخب کر کے سفیان کی کمک پر بھیج دو۔ حکم بن ایوب نے اس حکم کے مطابق چار ہزار سوار بہمراہی زیاد بن عمر عتکی سفیان کی کمک پر روانہ کیا مگر اتفاق سے کچھ ایسا ہوا کہ زیاد بن عمر عتکی بعد اختتامِ جنگ سفیان کے پاس پہنچا۔

شبیب کا خاتمہ: شبیب نے کرمان میں کچھ عرصہ آرام کرنے کے بعد بہ قصد جنگ مراجعت کی۔ اہواز میں سفیان سے مڈبھیڑ ہوگئی۔ شبیب نے پل کے ذریعہ سے دجلہ کو عبور کیا اور اپنے ہمراہیوں کو تین گروہ پر منقسم کر کے پیہم بیس حملے کئے لیکن سفیان اور لشکرِ شام نے اپنی جگہ سے جنبش تک نہ کی' نہایت استقلال اور ثابت قدمی سے مقابلہ کرتے رہے اور موقع پا کر خود بھی حملہ کر دیتے تھے۔ بالآخر خوارج نے گھبرا کر بہ قصدِ عبور پل کا رخ کیا۔ شبیب ایک سو کی جمعیت سے میدان جنگ میں ٹھہرا ہوا لڑتا رہا۔ جب شام ہوگئی اور رات نے اپنے سیاہ دامن میں آفتاب عالم تاب کو چھپا لیا تو شبیب اور اس کے حریف خود بخود جنگ سے دست کش ہو گئے۔ شبیب نے اس موقع کو غنیمت جان کر مراجعت کی پل کی طرف آیا۔ اس کے ہمراہی آگے آگے تھے یہ سب کے پیچھے آہستہ آہستہ چلا آ رہا تھا۔ جونہی یہ پل پر ہو کر گزرا گھوڑے کے پاؤں کے نیچے ایک پتھر آ گیا۔ گھوڑا بدک کر کشتی کے کنارے پر جا پہنچا۔ شبیب سنبھل نہ سکا پانی میں گر پڑا اور ((کان امر اللہ مفعولا ذلک تقدیر العزیز العلیم)) کہتے ہوئے ڈوب گیا۔

پل کا مالک سفیان کے پاس آیا جس وقت کہ سفیان واپسی کے تہیہ میں تھا۔ عرض کیا ''ابھی باقی پل عبور کرنے کے وقت ایک شخص خوارج میں سے دریا میں گر پڑا تھا اور وہ لوگ آپس میں کہہ رہے تھے کہ امیر المومنین ڈوب گئے اور یہی کہتے ہوئے اپنے لشکرگاہ کا مال و اسباب چھوڑ کر سب کے سب چل دیئے''۔ سفیان اور اس کے ہمراہیوں نے یہ سن کر جوشِ مسرت سے تکبیریں کہیں اور سوار ہو کر پل کی طرف آئے لشکرگاہ میں جو کچھ تھا سب پر قبضہ کر لیا۔ بعد ازاں شبیب کو دریا سے نکال کر دفن کر دیا۔ یہ آدمی کثیر الخیرات تھا۔

مطرف بن مغیرہ اور شبیب: جس وقت حجاج والی کوفہ ہو کر وارد کوفہ ہوا اور بنو مغیرہ بن شعبہ کے عادات' اخلاق اور افعال کو شریفانہ پایا تو عرفہ کو کوفہ پر' مطرف کو مدائن پر اور حمزہ کو میدان پر اپنی طرف سے مقرر کیا۔ یہ لوگ حجاج کے عمال میں سے بہترین اور نہایت کارگزار عامل اور دشمنوں سے بہ کمال سختی پیش آتے تھے۔ پس جن دنوں شبیب مدائن کی طرف آیا اور بہرشیر پر قیام پذیر ہوا۔ ان دنوں مطرف پرانے شہر میں تھا جہاں کہ ایوان کسریٰ تھا' پل کو عبور کر کے شبیب کے پاس آیا اور کہلا بھیجا ''تم اپنے گروہ میں سے کسی شخص کو ہمارے پاس بھیجو کہ ہم تمہارے خیالات پر غور کریں''۔ شبیب نے اپنے ہمراہیوں میں سے ایک شخص [1] کو بھیج دیا۔ مطرف کے دریافت کرنے پر وہ شخص یوں کہنے لگا ''ہم مسلمانوں کو کتاب اللہ و سنت رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم پر عمل کرنے کی دعوت دیتے ہیں اور جس چیز نے ہم کو ہماری قوم سے بدلہ لینے پر ابھارا ہے وہ یہ ہے کہ ان لوگوں نے حدود شرعی کو بیکار سمجھ کر چھوڑ دیا ہے۔ مالِ غنیمت کو اپنا مال مکسوبہ سمجھ کر تصرف کرتے ہیں اور بہ جبر وقہر خلافت کو حاصل کر لیا ہے''۔ مطرف نے کہا ''چونکہ تم حق کی دعوت دیتے ہو اور کھلم کھلا ظلم کی بیخ کنی پر آمادہ ہو لہٰذا ہم تمہارے پیرو و مقلد ہیں۔ ان ظالموں' بے دینوں اور بدعتیوں سے لڑنے پر ہم سے بیعت لے لو اور اس امر پر بھی بیعت کر لو کہ لوگوں کو کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر عمل کرنے اور شوریٰ سے کام کرنے کی دعوت دیں گے۔ جیسا کہ عمر بن الخطاب نے کیا تھا۔ یہاں تک کہ کافۂ اسلام جس سے راضی ہوں اس کو اپنا امیر بنائیں کیونکہ عرب کو جب یہ معلوم ہو جائے گا کہ مراد شوریٰ سے قریش کی رضامندی حاصل کرنا ہے تو خواہ مخواہ کسی سے وہ راضی ہو جائیں گے اور تمہاری بیعت کرنے والوں کی تعداد بڑھ جائے گی''۔ اس شخص نے جواب دیا ''سرِ دست ہم تمہاری اس رائے کو منظور نہیں کر سکتے''۔ مطرف نے اس پر اصرار کیا۔ چار روز تک اسی بابت بحث ہوتی رہی لیکن باہم اتفاق نہ ہوا' مجبوراً شبیب کے پاس چلا آیا۔

مطرف بن مغیرہ کا خروج: اس واقعہ کے بعد مطرف نے اپنے ہمراہیوں کو بلا کر کل سرگذشت بیان کی ساتھ ہی یہ بھی ظاہر کیا کہ ہماری رائے عبدالملک وحجاج کی خلع خلافت وحکومت کرنے کی ہے۔ بشرطیکہ تم لوگ بھی میری موافقت کرو سب نے بالاتفاق اس راز کے چھپانے کی تاکید کی۔ یزید بن ابی زیاد (مغیرہ پدر مطرف کا آزاد غلام) بولا ''واللہ حجاج سے یہ واقعہ ومشورہ مخفی نہ رہے گا اور اگر تم آسمان پر بھی جا چھپو گے تو تم کو حجاج اتار کر ہلاک کر ڈالے گا۔ مناسب یہ ہے کہ اپنی تدبیر کرو''۔ حاضرین کے کان یہ سن کر کھڑے ہو گئے۔ سب نے یزید کی رائے سے اتفاق کیا۔ مطرف نے مال واسباب جمع کر کے مدائن سے جبال کا رخ کیا۔ اثناء راہ میں اپنے بعض ہمراہیوں کو خلع خلافت عبدالملک اور کتاب وسنت کی دعوت دینے اور حکومت و خلافت کو شوریٰ پر منحصر کرنے کی دعوت دی۔ ان میں سے بعض نے اس امر پر بیعت کر لی اور بعض انکار کر کے حجاج کی طرف لوٹ آئے۔ ازانجملہ سبرہ بن عبدالرحمٰن بن مخنف تھا اور مطرف رفتہ رفتہ حلوان پہنچا۔ ان دنوں حلوان میں سوید بن عبدالرحمٰن سعدی تھا اور اکراد کی فوج اس کے رکاب میں تھی۔ ان لوگوں نے تعرض کیا لڑائی کی نوبت آئی۔ مطرف نہایت سختی سے ان کو پامال کر کے ہمدان کے دائیں جانب جھکا۔ اس وقت حمزہ (اس کا بھائی) اسی سمت میں تھا اور مال وآلاتِ حرب کی درخواست کی۔ حمزہ نے خفیہ طور سے بھیج دیا۔ مطرف یہاں سے کوچ کر کے قم وقاشان (کاشان) پہنچا اور اپنے عمال کو اس کے اطراف وجوانب میں پھیلا دیا۔ جوق در جوق لوگ آ پہنچے۔ سوید بن سرحان ثقفی اور بکیر بن ہارون نخعی رے سے ایک سو سپاہی اپنے ہمراہ لایا تھا۔

عدی بن زیاد کی امداد طلبی: ان دنوں رے میں عدی بن زیاد ایادی تھا اور اصفہان میں براء بن قبیصہ۔ اس نے اس واقعہ سے حجاج کو مطلع کیا اور امداد کا خواستگار ہوا۔ حجاج نے اس طرف تو ایک جرار فوج مطرف سے جنگ کرنے کو بھیج دی اور

---

۱ اس شخص کا نام بغیث بن سوید تھا۔ (مترجم)

رے میں عدی کو لکھ بھیجا کہ تم اور براء اس فوج کے ساتھ ہو کر مطرف سے معرکہ آراء ہو۔ چنانچہ چھ ہزار جنگ آور مطرف سے جنگ کرنے کو میدانِ جنگ میں جمع ہوئے۔ ان سب کا سردار عدی بن زیاد تھا اور دوسری جانب قیس بن سعد عجلی کو جو حمزہ کے پولیس کا افسرِ اعلیٰ تھا' ہمدان میں اس مضمون کا فرمان بھیج دیا '' کہ حمزہ کو گرفتار کر کے تم اس کی جگہ پر کام کرو''۔ قیس بموجب اس فرمان کے عجل و ربیعہ کے ایک گروہ کو جمع کر کے حمزہ کے پاس گیا اور حجاج کا فرمان پڑھ کر سنایا۔ حمزہ نے بسر و چشم منظور کر لیا۔ قیس نے گرفتار کرا کے قید کر دیا۔

مطرف بن مغیرہ کا قتل: عدی و براء چھ ہزار کی جمعیت سے مطرف کے مقابلے پر گئے۔ صف آرائی کی نوبت آئی' سخت خون ریز جنگ کے بعد مطرف کے ہمراہی میدانِ جنگ سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ یزید بن ابی زیاد (مطرف کے باپ کا آزاد غلام) مارا گیا۔ اس کے ہاتھ میں مطرف کے لشکر کا پرچم تھا۔ عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن عفیف ازدی بھی اس معرکے میں کام آیا۔ یہ شخص نیک و عابد اور مطرف کے خاص دوستوں سے تھا۔ علاوہ اس کے مطرف کے اور ہمراہی اور خود مطرف بھی اس جنگ میں بارِ حیات سے سبک دوش کر دیئے گئے۔ مطرف کو جس نے مارا تھا اس کا نام عمر بن ہبیرہ فزاری تھا۔

خاتمۂ جنگ کے بعد عدی نے اس جنگ میں کارنمایاں کرنے والوں کو حجاج کی خدمت میں صلہ دہی کی غرض سے بھیج دیا اور بکیر بن ہارون و سوید بن سرحان کے لئے امان طلب کی۔ حجاج اکثر کہا کرتا تھا کہ مطرف مغیرہ کا لڑکا نہیں ہے بلکہ مصقلہ بن سبرہ شیبانی کا ہے۔ کیونکہ اکثر خوارج قبیلہ ربیعہ سے ہیں اور ان میں سے کوئی شخص قیس کے قبیلے کا نہ تھا۔

مہلب کا فارس پر قبضہ: ہم اوپر لکھ آئے ہیں کہ عتاب کی روانگی کے بعد بجانب حجاج مہلب نے بہ قصدِ جنگ ازارقہ نیشاپور میں قیام کیا تھا اور تقریباً ایک سال وہیں ٹھہرا ہوا لڑتا رہا۔ کرمان ازارقہ کے قبضے میں تھا اور فارس مہلب کے تصرف میں۔ جب خوارج کی رسد فارس سے بند ہو گئی تو مجبور ہو کر میدانِ جنگ سے کرمان کی طرف لوٹے اور مقام جیرفت میں (کرمان کا ایک شہر ہے) پہنچ کر مورچہ قائم کیا۔ مہلب نے ان کو لڑ کر پسپا کر دیا اور جیرفت پر قبضہ کر لیا۔ پس جس وقت کل فارس پر مہلب کا قبضہ ہو گیا۔ اس وقت حجاج نے فارس کے صوبجات پر اپنے عمال روانہ کئے۔ عبدالملک نے حجاج کو لکھا کہ ''فسا' دارا بجرد اور اصطخر کو مہلب ہی کے قبضہ میں رہنے دو تا کہ جنگِ خوارج میں اس کو ان سے مدد ملتی رہے''۔

مہلب کی خوارج سے جنگ: حجاج نے جنگِ خوارج پر ابھارنے کی غرض سے براء بن قبیصہ کو مہلب کے پاس روانہ کر دیا۔ مہلب براء کی تحریک و ترغیب سے خوارج پر اٹھ کھڑا ہوا۔ صبح سے ظہر کے وقت تک کمال شدت سے لڑائی ہوتی رہی اور براء ایک بلند مقام پر بیٹھا ہوا جنگ کا تماشا دیکھ رہا تھا۔ ظہر ین پڑھ کر مہلب پھر سوار ہوا اور لڑائی چھڑ گئی۔ شام تک اسی شدت سے لڑائی ہوتی رہی۔ جیسا کہ اس سے پیشتر تھی۔ شب کے وقت براء مہلب کے پاس آیا اس کی اور اس کے ہمراہیوں کی مردانگی اور خوارج سے مقابلہ کرنے کی تعریف کرتا رہا۔ صبح ہوئی تو حجاج کے پاس واپس چلا آیا اور مہلب کے عذر کی معقولیت ظاہر کی۔ اس جنگ کے بعد مہلب برابر اٹھارہ مہینے تک خوارج سے جنگ کرتا رہا لیکن کبھی کسی قسم کی کامیابی اس کو حاصل نہ ہوئی۔ اس کے بعد اتفاقِ وقت سے خود ان لوگوں میں اختلاف پیدا ہو گیا۔

خوارج میں اختلاف: بعض نے اس اختلاف کا سبب یہ بیان کیا ہے کہ مقعطر ضبی نامی ایک شخص قطری کی طرف سے کرمان کے کسی شہر کا عامل تھا' اس نے خوارج میں سے ایک شخص کو قتل کر ڈالا۔ خوارج نے قطری سے مقعطر سے قصاص لینے کو کہا قطری نے جواب دیا ''مقعطر سے غلطی ہوگئی ہے اس غلطی کی تاویل کر دینا چاہئے اور یہ سابقین میں سے بھی ہے میں اس کو قتل نہ کروں گا''۔ خوارج میں اس جواب سے اختلاف پیدا ہوگیا اور بعض نے یہ سبب بیان کیا ہے کہ خوارج کے لشکر میں ایک شخص تھا جو زہر آلود تیر بناتا تھا جس سے مہلب کے لشکر کو بے حد نقصان پہنچتا تھا۔ مہلب نے ایک خط لکھ کر ایک شخص کے حوالہ کیا اور یہ سمجھا دیا کہ اس خط کو خوارج کے لشکر میں اس طرح پر چھوڑ آؤ کہ کوئی شخص تم کو نہ دیکھنے پائے۔ اتفاق سے یہ خط سردار لشکر خوارج کے ہاتھ پڑ گیا۔ کھولا تو لکھا ہوا تھا ''تمہارے زہر آلود تیر بھیجے ہوئے ہمارے پاس پہنچے اس کے صلے میں ہم تم کو ایک ہزار درہم بھیجتے ہیں''۔ سردار لشکر نے تیر ساز کو بلا کر دریافت کیا۔ تیر ساز نے انکاری جواب دیا۔ سردار لشکر نے اس کے قتل کا حکم دے دیا۔ عبد ربہ الکبیر نے اس تیر ساز کے قتل سے ناراضگی ظاہر کی اور یہی خوارج میں اختلاف کا باعث ہوا۔

بعض یہ کہتے ہیں کہ مہلب نے ایک نصرانی کو قطری کے پاس بھیجا تھا اور یہ ہدایت کر دی تھی کہ قطری کے روبرو جاتے ہی سجدہ کرنا۔ جونہی اس نصرانی نے قطری کو سجدہ کیا خوارج نے اس کو قتل کر ڈالا اور اس الزام کی پاداش میں قطری کو معزول کر کے عبد ربہ الکبیر کو امارت کی کرسی پر بٹھا دیا۔ خوارج کے گروہ کا چوتھا یا پانچواں حصہ قطری کے ہمراہ ہوگیا۔ مہینوں قطری اور عبد ربہ الکبیر کے ہوا خواہوں میں لڑائی ہوتی رہی۔ بعد ازاں قطری طبرستان چلا گیا اور عبد ربہ الکبیر کرمان میں جا ٹھہرا رہا۔

خوارج کی پسپائی: مہلب نے قطری کے چلے جانے کے بعد لڑائی چھیڑ دی اور جیرفت میں اس پر محاصرہ کر دیا۔ بالآخر عبد ربہ الکبیر طول محاصرہ سے گھبرا کر مع اپنے مال وحریم واسباب کے نکل کھڑا ہوا۔ مہلب نے نہایت سختی سے حملہ کیا۔ نامی گرامی جنگ آور خوارج کے مارے گئے۔ لڑتے لڑتے آلاتِ حرب ٹوٹ گئے۔ خوارج کمال بے سروسامانی سے بھاگے' مہلب مظفر ومنصور جیرفت میں داخل ہوا اور چند ساعت آرام کر کے تعاقب کرنے کی غرض سے سوار ہوگیا۔ جیرفت سے چار فرسنگ کے فاصلے پر عبد ربہ الکبیر کو جا گھیرا۔ صبح سے دوپہر تک کمال شدت سے لڑائی ہوتی رہی۔ یہاں تک کہ لڑنے والے لڑتے لڑتے تھک گئے۔ مہلب نے لڑائی موقوف کر دی مگر محاصرہ کئے رہا۔

عبد ربہ الکبیر کا قتل: بعد ازاں خوارج نے مرنے اور مارنے کا باہم عہد وپیمان کر کے دوبارہ لڑائی شروع کر دی اور اس مردانگی سے لڑے کہ مہلب اور اس کے ہمراہیوں کے چھکے چھوٹ گئے۔ اپنی جان بری سے ناامید ہوگیا۔ تب اللہ جل شانہ کی عنایت وامداد سے مہلب کو فتح یابی ہوئی خوارج مارے گئے۔ ازانجملہ خود عبد ربہ الکبیر تھا۔ اس معرکۂ خون ریز سے خوارج کے گروہ کا کوئی متنفس جانبر نہیں ہوا مگر معدودے چند جن کا شمار انگلیوں پر ہو سکتا تھا۔

مہلب کی طلبی وتوقیر: کامیابی کے بعد مہلب نے ایک قاصد بشارتِ فتح سنانے کو حجاج کی خدمت میں روانہ کیا۔ حجاج کو اس واقعہ کے سننے سے بے حد خوشی ہوئی۔ بنو مہلب کا حال دریافت کیا۔ قاصد نے ایک ایک کی مردانگی کی تعریف کی۔ حجاج نے کہا ''ان سب میں کون شخص زیادہ دلاور وجری تھا؟'' قاصد نے عرض کیا ''اصل یہ ہے کہ بنو مہلب مثل ایک مضبوط حلقہ

کے تھے جس کا کنارہ معلوم نہیں ہوتا تھا''۔ حجاج یہ سن کر ہنس پڑا۔ مہلب کو شکریہ کا خط لکھا اور یہ بھی تحریر کیا کہ ''کرمان پر جس کو مناسب سمجھو مقرر کر کے اور اس کی محافظت پر حسب ضرورت لشکر ٹھہرا کر چند دنوں کے لئے میرے پاس چلے آؤ''۔ چنانچہ مہلب اپنے لڑکے یزید کو کرمان پر مقرر کر کے حجاج کے پاس چلا آیا۔ حجاج نے اس کی بڑی توقیر کی اپنے قریب بٹھلایا اور حاضرین سے مخاطب ہو کر کہا ''اے اہل عراق تم لوگ مہلب کے لئے بندۂ بے دام ہو''۔

قطری کا قتل: جن دنوں خوارج میں نزاع پیدا ہو گئی تھی۔ حجاج نے سفیان بن الابرد کلبی کو ایک عظیم الشان لشکر کے ساتھ قطری وعبیدہ بن ہلال اور ان خوارج کی سرکوبی کو جو ان کے ہمراہ تھے طبرستان کی جانب روانہ کر دیا تھا۔ اتفاق سے اسحاق بن محمد بن اشعث بھی لشکر کوفہ کو لئے ہوئے اسی دن طبرستان کے قریب پہنچا۔ جس روز سفیان بن ابرد کلبی وارد ہوا تھا۔ دونوں نے متفق ہو کر قطری سے طبرستان کی ایک گھاٹی میں مقابلہ کیا۔ اثناء جنگ میں قطری کے ہمراہی قطری سے علیحدہ ہو گئے اور قطری خود گھوڑے سے گر کر ایک غار میں جا پڑا۔ اس عرصے میں ایک عجمی اس طرف سے ہو کر گزرا۔ قطری نے پانی کی خواہش کی، عجمی نے خدمت کا معاوضہ طلب کیا۔ قطری نے اپنے چند آلات حرب دے دینے کا وعدہ کیا۔ عجمی اس سے رخصت ہو کر غار کے اوپر چڑھ گیا اور اوپر سے ایک بھاری پتھر گرا دیا۔ قطری کا سر زخمی ہو گیا۔ عجمی فرط خوشی سے چلا اٹھا۔ چند لوگ اہل کوفہ کے دوڑ پڑے۔ جن میں سورہ بن حر تمیمی، جعفر بن عبدالرحمٰن بن مخنف اور صباح بن محمد بن اشعث تھا اور قطری کو مار ڈالا۔ ابوجہم قطری کا سر لے کر اسحاق بن محمد کے پاس گیا۔ اسحاق بن محمد نے حجاج کے پاس اور حجاج نے عبدالملک کی خدمت میں بھیج دیا۔

خوارج کا محاصرہ: قطری کے مارے جانے کے بعد سفیان نے بلا جدال وقتال خوارج کا محاصرہ کر لیا۔ رسد وغلہ کی آمد بند کر دی۔ شدت گرسنگی اس درجہ بڑھی کہ گھوڑوں کو ذبح کر کے کھا گئے جب گھوڑوں اور چار پایوں نے بھی کفایت نہ کی تو مارنے اور مر جانے کی قسمیں کھا کر محاصرہ توڑ کر لڑتے ہوئے نکلے۔ سفیان نے سب کو پامال کر کے ان کے سروں کو حجاج کے پاس بھیج دیا اور خود دنباوند وطبرستان میں جا کر قیام کر دیا اور وہیں ٹھہرا رہا۔ یہاں تک کہ حجاج نے واقعہ دیر جماجم کے کچھ دنوں پہلے اس کو معزول کیا۔

بعض علماء تاریخ کا بیان ہے کہ قطری وعبیدہ کے مارے جانے سے جو آخر رؤسا خوارج تھے، خوارج کی حکومت منقرض ہو گئی۔ پہلا رئیس ان کا نافع بن ارزق تھا۔ تقریباً بیس برس تک ان کا دور دورہ رہا۔ یہاں تک کہ ان میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ جیسا کہ ہم آئندہ اس کو ۷۷ھ کے واقعات میں بیان کر آئے ہیں۔ اس کے بعد ان کو کسی جماعت نے سرصدی تک گوشۂ گمنامی سے سر نہیں نکالا۔

شوذب کا خروج: عہد حکومت عمر بن عبدالعزیز سرصدی پر شوذب خارجی نے دو سو آدمیوں کی جمعیت سے سرزمین خوخی میں خروج کیا تھا یہ قبیلہ بنو یشکر سے تھا اور اس کا نام بسطام تھا۔ ان دنوں عبدالحمید بن عبدالرحمٰن بن زید بن خطاب گورنر کوفہ تھا۔ عمر بن عبدالعزیز نے اپنے گورنر کے نام اس مضمون کا فرمان بھیج دیا تھا کہ ''جب تک خوارج قتل وخون ریزی اور فتنہ وفساد نہ کریں اس وقت تک ان سے متعرض نہ ہونا اور جب وہ ان افعال کے مرتکب ہوں تو کسی تند خو جوان مرد اور مستقل مزاج

شخص کو ان کی سرکوبی پر مامور کرنا''۔ عبدالحمید نے بموجب اس فرمان کے محمد بن جریر بن عبداللہ بجلی کو بسر افسری دو ہزار فوج کے شوذب کے طوفانِ بے تمیزی کے روک تھام کو روانہ کیا اور یہ ہدایت کر دی کہ جب تک وہ قتل وخون ریزی کا مرتکب نہ ہو چھیڑ چھاڑ نہ کرنا۔ چنانچہ محمد بن جریر نے شوذب کے مقابلے پر پہنچ کر بلاتحریک واشتعال جنگی ڈیرے ڈال دیئے۔

عمر بن عبدالعزیز اور خوارج عمر بن عبدالعزیز نے اسی زمانہ میں شوذب کے نام بھی ایک خط اس مضمون کا روانہ کیا تھا ''مجھے یہ خبر ملی ہے کہ تم نے اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خوشنودی کے خلاف خروج کیا ہے۔ حالانکہ تم اس کے مستحق نہ تھے۔ آؤ ہم تم مناظرہ کریں اگر ہم حق پر ہیں تو تم اس گروہ میں داخل ہو جاؤ۔ جس میں کل لوگ داخل ہیں اور اگر تم حق پر ہو تو ہم تمہاری بابت غور کریں گے''۔ بسطام نے خط پڑھ کر عاصم حبشی (بنوشیبان کے آزاد غلام) اور بنو یشکر کے ایک شخص کو عمر بن عبدالعزیز کے پاس مناظرہ کی غرض سے روانہ کیا۔ مقامِ مناظرہ میں یہ دونوں شخص عمر بن عبدالعزیز کی خدمت میں پہنچے۔ آپ نے دریافت کیا ''تم لوگوں کو کس امر نے خروج اور انتقام پر مجبور کیا ہے؟''

عاصم: ''ہم کو تمہاری سیرت سے کسی قسم کا اشتعال یا خیالِ انتقام نہیں پیدا ہوا۔ تم بے شک عدل واحسان سے کام لیتے ہو۔ لیکن تم یہ تو بتاؤ کہ کرسیٔ خلافت پر تم کس طرح متمکن ہوئے لوگوں کے مشورے اور رضامندی سے یا بزورِ غلبہ؟''

عمر بن عبدالعزیز: ''نہ تو میں نے اس کی خواہش کی اور نہ میں نے بہ زور وغلبہ اس کو حاصل کیا مجھ سے پیشتر ایک شخص نے میری ولی عہدی کی لوگوں سے بیعت لی تھی۔ اس بنا پر میں نے زمام خلافت اپنے ہاتھ میں لی اور کسی نے اس سے اختلاف و انکار نہ کیا اور تمہارا مذہب بھی یہی ہے کہ امیر المومنین وہی ہے جو لوگوں کی رضامندی سے امیر بنایا جائے اور عادل ہو اور اگر میں حق کا مخالف ہوں تو میری اطاعت تم پر فرض نہیں ہے''۔

عاصم اور اس کے ہمراہی: ''لیکن ایک بات رہ گئی اور وہ یہ ہے کہ تم نے اپنے خاندان والوں کے افعال وحرکات سے مخالفت کی ہے اور اس کو مظالم کے نام سے موسوم کرتے ہو۔ پس اگر تم ہدایت پر ہو اور وہ ضلالت و بے دینی پر رہے ہیں تو ان سے بیزاری ظاہر کرو اور ان پر لعنت بھیجو''۔

عمر بن عبدالعزیز: ''ہم کہہ سکتے ہیں کہ تم لوگوں نے بہ قصدِ آخرت خروج کیا ہے۔ مگر افسوس ہے اس کا راستہ بھول گئے۔ ہرگز اللہ جل شانہ نے کسی پر لعن کرنا مشروع نہیں کیا اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لعان مبعوث کیا ہے۔ ابراہیم خلیل اللہ (علیہ السلام) نے کہا ﴿و من عصانی فانک غفور الرحیم﴾ ''اور جو شخص میرا کہنا نہ مانے تو بے شک تو غفور الرحیم ہے''۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿اولئک الذین هدی الله فبهداهم اقتده﴾ ''یہی لوگ ایسے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی ہے پس انہیں کی راہوں کی پیروی کر''۔ میں نے ان کے اعمال کو جو مظالم سے تعبیر کیا ہے پس اس قدر اس کی ندامت کافی ہے اور اگر گنہگاروں پر لعن کرنا واجب ہے تو بے شک تم پر یہ واجب ہے کہ فرعون پر لعن کیا کرو۔ حالانکہ تم اس پر لعن نہیں کرتے اور وہ بدترین خلائق تھا۔ پس میں کیسے اپنے خاندان پر لعن کروں جب کہ وہ نمازیں پڑھتے اور روزے رکھتے تھے۔ بے شک ظلم کرنے سے وہ کافر نہیں ہو سکتے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو ایمان وشریعت کی طرف بلایا ہے جو اس پر عمل

کرے گا اس سے وہ فعل قبول کیا جائے گا اور جو شخص کسی امر کا احداث کرے گا اس پر حد جاری کی جائے گی''۔

عاصم اور اس کے ہمراہی: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو توحید اور اقرار بما نزل علیہ کی بھی تو دعوت دی ہے''۔

عمر بن عبدالعزیز: ''تو ان لوگوں میں سے کوئی شخص ایسا نہیں ہے کہ جو اس کا انکار کرتا ہو اور یہ کہتا ہو کہ میں سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل نہ کروں گا۔ اصل یہ ہے کہ ان لوگوں نے جان بوجھ کر اپنے کو ورطۂ گمراہی میں ڈال دیا ہے''۔

عاصم: ''تو تم ان سے بیزاری ظاہر کرو اور ان کے احکام کو رد کر دو''۔

عمر بن عبدالعزیز: ''تم لوگ تو یہ جانتے ہو کہ ابوبکرؓ نے اہل ردت سے جس وقت جنگ کی تھی' ان کی خون ریزی بھی کی تھی اور ان کی عورتوں بچوں کو لونڈی اور غلام بھی بنا لیا تھا اور عمرؓ نے ان کو فدیہ کے ساتھ واپس کر دیا تھا اور ابوبکرؓ سے بیزاری نہیں ظاہر کی تھی اور تم لوگ بھی ان دونوں میں سے کسی ایک سے بیزاری ظاہر نہیں کرتے ہو۔ اچھا اہل نہروان کی بابت کیا جواب دو گے؟ تم جانتے ہو کہ اہل کوفہ ان لوگوں کے گروہ سے نکل آئے تھے اور پھر وہ نہ لڑے اور نہ ان سے معترض ہوئے تھے اور جو اہل بصرہ نے خروج کیا تھا تو ان لوگوں نے عبداللہ بن خباب اور ان کی بیوی کو مار ڈالا تھا' جو حاملہ تھیں ان گروہوں میں جو نہیں لڑا تھا اس نے قاتلین ومعترضین سے بیزاری نہیں ظاہر کی اور نہ تم ان میں سے کسی سے بیزاری ظاہر کرتے ہو۔ تم لوگوں کو یہ امر کیونکر نفع بخش ہوگا جب کہ تم جانتے ہو کہ ان کے اعمال میں اختلاف تھا اور تم مجھے میرے خاندان والوں سے بیزاری ظاہر کرنے پر مجبور کرتے ہو حالانکہ مذہب و دین ایک ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرو مردود کو مقبول اور مقبول کو مردود نہ کرو۔ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو امان دی ہے جس نے شہادت اسلام یعنی ((لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ)) کی دی ہے اور اس کا مال وخون حرام فرمایا ہے اور تم لوگ اسی شخص کو قتل کرتے ہو اور باقی مذہب والوں کو امان دیتے ہو اور ان کے مال وخون کو ناروا سمجھتے ہو''۔

عاصم کا ہمراہی: ''اس شخص کی بابت کیا کہو گے جو ایک قوم کے جان و مال کا متولی بنایا گیا اور اس میں اس نے عدل و انصاف سے کام لیا' مگر بعد اپنے کسی ایسے شخص کو مقرر کیا جو غیر مامون ہے کیا تم کہہ سکتے ہو کہ اس شخص نے اس فرض کو ادا کر دیا جو اس پر منجانب اللہ فرض کیا گیا تھا۔ پھر تم کیوں خلافت کو اپنے بعد یزید کے سپرد کرتے ہو باوجود اس علم کے کہ یزید عدل و انصاف سے کام نہ لے گا''۔

عمر بن عبدالعزیز: ''یزید کو میں نے ولی عہد نہیں بنایا بلکہ میرے سوا دوسرے نے اس کو متولی کیا ہے اور مسلمانوں کو میرے بعد اس کا حق حاصل ہوگا''۔

عاصم کا ہمراہی: ''تو کیا جس نے یزید کو ولی عہد بنایا ہے وہ حق پر تھا؟''

عمر بن عبدالعزیز یہ سن کر رو پڑے اور تین دن تک ان دونوں سے قیام کرنے کو کہا۔ عاصم اور اس کا یشکری ہمراہی عمر بن عبدالعزیز کے دربارِ خلافت سے اٹھ کر اپنی فرودگاہ پر آیا۔ اس کے بعد عاصم پھر عمر بن عبدالعزیز کی خدمت میں واپس گیا اور خوارج کے عقائد سے توبہ کر لی۔ یشکری نے عاصم سے کہا جو بھی میں نے کہا ہے اس کو ان لوگوں کے روبرو پیش کرو اور ان

کی حجت و دلائل پر غور کرو۔ عاصم نے کچھ جواب نہ دیا۔ یشکری سے علیحدہ ہو کر عمر بن عبدالعزیز کی خدمت میں قیام پذیر ہو گیا۔ عمر بن عبدالعزیز نے اس کا وظیفہ مقرر کر دیا اور چند دنوں بعد انتقال[1] کر گئے اور محمد بن جریر اپنے قاصد کی واپسی کا انتظار کر رہے تھے۔

محمد بن جریر کی پسپائی: عمر بن عبدالعزیز کے انتقال کے بعد عبدالحمید بن عبدالرحمٰن (امیر کوفہ) نے محمد بن جریر کے پاس شوذب سے جنگ چھیڑ دینے کا حکم بھیج دیا۔ قبل اس کے کہ شوذب کو عمر بن عبدالعزیز کے انتقال کا حال معلوم ہوتا یا اس کے بھیجے ہوئے آدمی جو عمر بن عبدالعزیز کے پاس مباحثہ کو گئے تھے واپس آئے۔ خارجیوں نے محمد بن جریر کو مستعد جنگ دیکھ کر یہ رائے قائم کر لی کہ بالیقین وہ مردِ صالح (عمر بن عبدالعزیز) انتقال کر گیا ہے۔ اسی وجہ سے ان لوگوں نے وعدہ خلافی کی ہے۔ الغرض لڑائی ہوئی چند لوگ خوارج کے اور اکثر آدمی لشکرِ کوفہ کے کام آئے۔ محمد بن جریر شکست کھا کر بھاگا۔ خوارج کوفہ تک تعاقب کر کے پھر اپنے مورچے پر لوٹ آئے۔ اس اثناء میں وہ دونوں آدمی جو عمر بن عبدالعزیز کے پاس مناظرہ کرنے گئے تھے واپس آئے اور عمر بن عبدالعزیز کے انتقال کے واقعہ سے آگاہ کیا۔

شوذب کا قتل: اس کے بعد یزید بن عبدالملک نے تمیم بن حباب کو بسر افسری دو ہزار فوج کے شوذب کے مقابلے پر روانہ کیا۔ شوذب نے اس کو بھی مع اس کے ہمراہیوں کے شکست دے دی۔ تب یزید بن عبدالملک نے شجاع بن وداع کو دو ہزار کی جمعیت سے جنگ شوذب پر مامور کیا۔ شوذب نے اس کو قتل کر کے اس کے ہمراہیوں کو بھی شکست فاش دے دی۔ مگر اس جنگ میں شوذب کا چچا زاد بھائی مارا گیا۔ خوارج اس وقت تک اپنے ہی مورچے پر قائم رہے اور اپنے ہی لشکر گاہ میں ٹھہرے ہوئے تھے کہ انہی ایام میں مسلمہ بن عبدالملک وارِدِ کوفہ ہوا۔ سعید بن عمرو حرشی کو جو ایک نامی سپہ سالار اور نہایت تجربہ کار جنگ آور تھا۔ جنگ شوذب پر متعین کیا۔ خوارج نے پہلے باہم مرنے اور مارنے کا عہد و پیمان کیا۔ بعد ازاں مجموعی قوت سے حملہ آور ہوئے اور مکرر سہ کرر سعید کو شکست دی۔ بالآخر سعید نے لشکر شام کو للکار کر ایسا پرزور حملہ کیا کہ خوارج کو آٹے کی طرح سے پیس ڈالا۔ شوذب اور اس کے کل ہمراہی قتل کر ڈالے گئے۔ ایک متنفس بھی اس واقعہ سے جان بر نہ ہوا۔

بہلول بن بشر بن شیبان: اس واقعہ کے بعد خوارج نے مدت مدید تک دم نہیں مارا۔ یہاں تک کہ عہد حکومت ہشام بن عبدالملک ۱۲۰ھ میں بہلول بن بشر بن شیبان الملقب بہ کثارہ نے خروج کیا۔ سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ بہلول حج کرنے کو گیا تھا مکہ میں اپنے ہم خیال اور ہم آہنگ لوگوں سے مل جل کر خروج کی رائے قائم کی اور اس مقصد کے حاصل کرنے کو موصل کے ایک قریہ میں ایک وقت مقررہ پر ملنے کا باہم وعدہ و اقرار کیا۔ چنانچہ وقت مقررہ پر سب کے سب جمع ہوئے جن کی تعداد چالیس نفر سے زیادہ نہ تھی اور ان لوگوں نے متفق الرائے ہو کر بہلول کو اپنا سردار بنایا اور اپنے آپ کو چھپا کر یہ ظاہر کرنے لگے کہ ہم لوگ ہشام کے پاس سے آتے ہیں۔ رفتہ رفتہ اس گاؤں سے گذرے جہاں بہلول نے سرکہ خرید کیا تھا اور

[1] تاریخ کامل میں لکھا ہے کہ اس واقعہ کے پندرہ روز بعد عمر بن عبدالعزیز نے وفات پائی تھی۔ بنو امیہ نے اس خوف سے کہ مبادا ہمارا مال واسباب ضبط نہ کر لیا جائے اور یزید ولیعہدی سے معزول نہ کر دیا جائے عمر بن عبدالعزیز کو زہر دلوا دیا تھا۔ کامل لابن اثیر مطبوعہ مصر جلد ۵ صفحہ ۲۳

اتفاق سے وہ شراب نکلی تھی۔ بہلول نے اس کے واپس کرنے کو کہا تھا دکاندار نے واپسی سے انکار کیا تھا۔ عامل قریہ کے روبرو جھگڑا پیش ہوا تو اس نے بہلول کو جھڑک کر کہا تھا کہ ''شراب تجھ سے اور تیری قوم سے بہتر ہے''۔

بہلول بن بشر کا خروج: بہلول نے پہنچنے کے ساتھ ہی عامل قریہ کو قتل کر کے اپنے قصد کو ظاہر کر دیا اور خالد قسری پر حملہ کرنے کی غرض سے واسط کی طرف کوچ کر دیا۔ الزام یہ قائم کیا تھا کہ خالد مساجد کو منہدم کرتا اور کلیسوں کو بناتا ہے اور مجوسیوں کو مسلمانوں کا والی مقرر کرتا ہے۔ خالد کو اس کی خبر لگی تو وہ واسط سے حیرہ چلا آیا۔ جہاں پر ایک لشکر بنو قین کا جن کی تعداد چھ سو تھی پڑا تھا۔ جو شام سے عامل ہند کی امداد کو آیا تھا۔ خالد نے اس لشکر کو اس کے سردار کی ماتحتی میں جنگ بہلول پر مامور کر دیا اور جنگی پولیس کے دو سپاہی کا اس لشکر پر اور اضافہ کر دیا۔ دریائے فرات پر صف آرائی کی نوبت آئی۔ بہلول نے پہلے ہی حملے میں لشکرِ شام کے سردار کو قتل کر ڈالا۔ لشکر شکست کھا کر کوفہ چلا آیا۔

بہلول کا خاتمہ: خالد نے بنو حوشب بن یزید بن رویم سے عابد شیبانی کو جنگ بہلول پر مقرر کیا۔ مابین موصل و کوفہ کے مڈبھیڑ ہوئی۔ بہلول نے اس کو بھی شکست دے کر اسی دن بہ قصدِ موصل کوچ کر دیا۔ تھوڑی دور چل کر یہ رائے قائم کر کے کہ ہشام پر حملہ کرنا چاہئے' ہشام کی طرف جھک پڑا۔ اس طوفان کی روک تھام کرنے کو خالد نے عراق سے' عامل جزیرہ نے جزیرے سے اور ہشام نے شام سے فوجیں روانہ کیں جو مابین موصل و جزیرے کے مقام کحیل پر جمع ہوئیں ان لوگوں کی تعداد بیس ہزار تھی اور بہلول کے ساتھ صرف ستر آدمی تھے۔ لڑائی شروع ہوئی۔ خوارج نے نہایت مردانگی سے مقابلہ کیا۔ اثناء جنگ بہلول زخمی ہو کر گرا اس کے ہمراہیوں نے دریافت کیا کہ ہم آپ کے بعد اپنا امیر بنائیں گے۔ جواب دیا ''دعامہ شیبانی کو اور اس کے بعد عمر یشکری کو''۔ قضائے الٰہی سے اسی شب کو بہلول مر گیا۔ صبح ہوئی تو دعامہ اپنے ہمراہیوں کو چھوڑ کر بھاگ گیا۔ تب عمر یشکری نے علم اپنے ہاتھ میں لے کر خروج کیا زیادہ عرصہ نہ پایا تھا کہ مار ڈالا گیا۔

بختری کا خروج: اس واقعہ کے دو برس بعد بختری صاحب اشہب نے خالد قسری پر خروج کیا۔ یہ اسی لقب سے معروف تھا۔ خالد نے سمط بن مسلم بجلی کو بسرافسری چار ہزار فوج کے مقابلے پر بھیجا۔ فرات کے کنارے پر صف آرائی کی نوبت آئی۔ خوارج کی فوج میدانِ جنگ سے بھاگ گئی۔ اتفاق سے اہلِ کوفہ کے غلاموں اور بازاری آدمیوں سے سامنا ہو گیا۔ ان لوگوں نے ایسی سنگ باری کی کہ ان میں سے ایک آدمی بھی جانبر نہ ہوا۔

وزیر سختیانی کا خروج: اس کے بعد وزیر سختیانی نے چند نفر کی جمعیت سے خالد پر حیرہ میں خروج کیا۔ جس قریہ کی طرف سے ہو کر گزرتا تھا جلا دیتا تھا۔ جس کو پاتا تھا قتل کر ڈالتا تھا۔ خالد نے اس کی سرکوبی کے لئے ایک لشکر روانہ کیا۔ جس نے وزیر سختیانی کے ہمراہیوں کو قتل کر ڈالا اور اس کو زخمی کر کے خالد کے پاس گرفتار کر لائے۔ وزیر سختیانی نے خالد سے ایسی باتیں کیں جس سے خالد نے خوش ہو کر سزائے قتل سے اس کو رہا کر دیا۔ اکثر شب کو وزیر سختیانی دل بہلانے کی غرض سے قصہ کہہ کرتا تھا۔ کسی نے ہشام بن عبدالملک سے جڑ دیا کہ خالد نے ایک حروری (والخیر) کو جو مستوجب قتل تھا گرفتار کیا تھا مگر اس کو قتل نہیں کیا بلکہ شب کو اس سے قصہ کہلاتا ہے۔ ہشام نے خالد کے پاس وزیر سختیانی کے قتل کا فرمان بھیج دیا۔ خالد نے بموجب

اس فرمان کے قتل کر ڈالا۔

صحاری بن شبیب کا خروج: اس کے بعد صحاری بن شبیب نے اطراف جبل میں خروج کیا تھا اور قبل خروج یہ شخص خالد کے پاس آیا تھا۔ فریضہ نے سوال کیا خالد نے جواب دیا ''تم کو اس سے کیا حاصل ہے''۔ صحاری یہ جواب پا کر جبل کی طرف چلا گیا۔ خالد کو اپنے اس جواب دینے سے ندامت ہوئی۔ تلاش کروایا دستیاب نہ ہوا۔ صحاری نے جبل میں پہنچ کر جہاں پر چند لوگ تیم اللات بن ثعلبہ کے خاندان کے تھے ان کو اس واقعہ سے مطلع کیا اور یہ ظاہر کیا کہ ''میں نے خالد کے پاس جانے کا یہ حیلہ نکالا تھا کہ فلاں شخص کو قعدہ صفریہ سے تھا' اس کے بدلہ میں اس کو مار ڈالوں۔ خالد نے اس شخص کو ظالمانہ طور سے مار ڈالا تھا''۔ تیم اللات کے تیس آدمیوں نے اس کے ساتھ خروج کیا۔ اطراف مناور میں مقابلہ ہوا۔ فریقین نے سختی سے ایک دوسرے پر حملہ کیا۔ بالآخر صحاری اور اس کے کل ہمراہی مار ڈالے گئے۔

ضحاک بن قیس: ان واقعات کے بعد خوارج میں پھر ایک تازہ جوش ان دنوں پیدا ہوا جب کہ عراق و شام میں فتنہ و فساد برپا ہو رہا تھا اور مروان اس بغاوت کے فرو کرنے میں مصروف تھا۔ سرزمین کفر توثا میں سعید بن بہدل شیبانی نے اہل جزیرہ کے دو سو آدمیوں کی جمعیت سے علم بغاوت بلند کیا۔ یہ حروریوں کے خیالات کا پابند تھا۔ انہیں دنوں بسطام بیہی نے ربیعہ کے اسی قدر آدمیوں کے ساتھ خروج کر دیا اور یہ سعید کے خیالات کا مخالف تھا۔ سعید نے اپنے سپہ سالار خیبری کو بسر افسری ڈیڑھ سو آدمیوں کے بسطام کے مقابلے پر بھیجا۔ چنانچہ شب کے وقت خیبری نے بسطام پر چھاپہ مارا۔ سوائے چودہ آدمیوں کے باقی سب مع بسطام کے مار ڈالے گئے۔ اس کے بعد سعید بن بہدل یہ خبر پا کر کہ اہل عراق میں اختلاف ہو گیا ہے عراق کی طرف چلا گیا اور وہیں جا کر مر گیا۔ ضحاک بن قیس اس کا جانشین ہوا۔ سرزمین سراۃ میں اس کی امارت کی بیعت کی گئی۔ تکمیل بیعت کے بعد موصل و شہرزور میں آیا۔ فرقہ صفریہ کے چار ہزار یا اس سے کچھ زیادہ آدمی جمع ہو گئے۔

ضحاک بن قیس کا خروج: اس اثناء میں مروان نے عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز کو عراق کی گورنری سے معزول کر کے نضر بن سعید بن حریشی کو مقرر کیا۔ عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز نے مقام حیرہ میں چارج دینے سے انکار کیا۔ نضر کوفہ لوٹ آیا اور لشکر مرتب کر کے عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز پر چڑھائی کر دی۔ مہینوں لڑائی ہوتی رہی۔ اس واقعہ میں مضریہ' بوجہ طرف داری' مروان نضر کے ساتھ تھے' کیونکہ یہ خون ولید کا طالب تھا اور ولید کی ماں قیسیہ قبیلہ مضر سے تھی اور اہل یمن عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز کے ہمراہ تھے۔ اس وجہ سے کہ یہ لوگ یزید کے ساتھ قتل ولید میں شریک تھے۔ جس وقت کہ خالد قسری یوسف کے سپرد کیا گیا اور یوسف نے اس کو قتل کیا تھا۔ ضحاک و خوارج نے اس اختلاف سے مطلع ہو کر ۱۲۷ھ میں عراق کا رُخ کیا۔ عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز اور نضر نے خط و کتابت کر کے خوارج سے مقابلے کرنے کی غرض سے سازش کر لی اور دونوں نے متفق ہو کر کوفے میں لشکر مرتب کیا۔ ہر شخص اپنے اپنے ہمراہیوں کے ساتھ نماز پڑھتا تھا اور ابن عمر کل لشکر کا سردار تھا۔ ضحاک نے قریب کوفہ پہنچ کر نخلیہ میں پڑاؤ کیا۔ عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز اور نضر کے مقابلے پر آیا۔ لڑائی شروع ہوئی۔ صبح سے عصر کے وقت تک لڑائی ہوتی رہی' قریب مغرب عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز اور نضر کو شکست ہوئی۔ خوارج نے ان کے مورچے

تک ان کا تعاقب کیا۔ دوسرے دن صبح ہوتے ہی پھر لڑائی چھڑ گئی اور یہی واقعہ ہوا۔ تیسرے دن کی لڑائی میں اکثر سردارانِ لشکر میدانِ جنگ سے منہ چھپا کر واسط بھاگ گئے۔ از انجملہ نضر بن سعید حریشی، منصور بن جمہور اور اسماعیل برادر خالد قسری وغیرہ تھے۔ مجبور ہو کر عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز بھی واسط چلا آیا اور ضحاک نے کوفے پر قبضہ کر لیا۔

عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز اور ضحاک: جوں ہی عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز واسط میں وارد ہوئے نضر سے لڑائی چھڑ گئی۔ ضحاک یہ خبر پا کر دوڑ پڑا۔ عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز اور نضر نے گھبرا کر پھر موافقت کر لی اور متفق ہو کر ضحاک کے مقابلے پر آئے ایک مدت دراز تک لڑتے رہے یہاں تک کہ لڑائی نے فریقین کے دانت کھٹے کر دیئے۔ منصور بن جمہور اپنے گروہ سے علیحدہ ہو کر ضحاک وخوارج سے آ ملا اور اس کی بیعت کر لی۔ بعد ازاں عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز بھی خوارج میں چلا آیا۔ ضحاک کے پیچھے نماز ادا کی اور اس کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اس کے ساتھ سلیمان بن ہشام بھی تھا یہ مصالحت اس غرض سے کی گئی تھی کہ خوارج اس کو چھوڑ کر مروان سے مصروفِ جنگ ہو جائیں۔

سلیمان بن ہشام حمص سے عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز کے پاس اس وجہ سے بھاگ آیا تھا کہ اہل حمص نے علم بغاوت بلند کیا تھا اور مروان ان کا مخالف تھا۔ چنانچہ عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز کے ساتھ ضحاک کی بیعت کر لی اور اس کو جنگ مروان پر ابھارا اور شیبانِ حروری کی بہن سے عقد کر لیا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ ضحاک نضر پر محاصرہ کئے تھا۔

ضحاک کا موصل پر قبضہ: مصالحت کرنے کے بعد ضحاک کوفے میں واپس آیا اور پھر کوفے سے محاصرہ واسط کے بیسویں روز اہل موصل سے سازش کر کے موصل کی طرف بڑھا۔ ان دنوں موصل میں (مروان کی جانب سے) قطران بن اکمہ شیبانی والی شہر تھا۔ اہل شہر نے شہر پناہ کے دروازے کھلوائے ضحاک گھس پڑا۔ قطران مع اپنے ہمراہیوں کے مقابلے پر آیا لڑائی ہوئی۔ آدمی قلیل تھے سب کے سب مارے گئے۔ ضحاک نے موصل اور اس کے مضافات پر قبضہ کر لیا۔ اس واقعہ کی خبر مروان کو اس وقت پہنچی جب کہ وہ حمص کا محاصرہ کئے ہوئے تھا' اپنے لڑکے عبداللہ کو (جو اس طرف سے جزیرے کا نائب تھا) نصیبین[1] کی جانب روانہ ہونے کو لکھ بھیجا تھا تا کہ ضحاک کو جزیرے کے مابین حائل ہونے سے روک دے۔

ضحاک بن قیس کا قتل: چنانچہ عبداللہ آٹھ ہزار سواروں کی جمعیت سے نصیبین کی جانب روانہ ہوا مگر اس کے پہنچنے سے پہلے عبداللہ نصیبین میں پہنچ گیا تھا۔ ضحاک نے اس کا محاصرہ کر لیا۔ اس وقت اس کے ہمراہ ایک لاکھ قوم تھی۔ مروان تک یہ خبر پہنچی تو وہ بھی نصیبین کے بچانے کی غرض سے ضحاک کی طرف روانہ ہوا۔ اطراف کفر توتا میں ضحاک سے مڈبھیڑ ہو گئی۔ صبح سے شام تک جنگ ہوتی رہی۔ بعد مغرب ضحاک نے چھ ہزار کی جمعیت سے پیادہ پا ہو کر میدانِ جنگ کا راستہ لیا اور اس بے جگری سے لڑائی ہوئی کہ قریب عشاء سب کے سب مار ڈالے گئے۔ ضحاک کی نعش مقتولین میں چھپ گئی تھی۔ بہت تلاش کے بعد دستیاب ہوئی مروان نے سر اتار کر بلاد جزیرہ[2] بھیج دیا۔

خیبری کا قتل: صبح ہوئی تو خوارج نے خیبری کے ہاتھ پر بیعت کی جو ضحاک کے لشکر کا ایک سپہ سالار تھا اور مروان کے ساتھ

---

[1] اس مقام پر جگہ خالی ہے مقام کا نام تاریخ کامل لابن اثیر صفحہ ۱۶۵ مطبوعہ مصر جلد پنجم سے لکھا ہے۔ (مترجم)

[2] اصل کتاب مدائن کا لفظ نہیں ہے خالی جگہ ہے یہ نام تاریخ کامل لابن اثیر صفحہ ۱۶۶ مطبوعہ مصر جلد پنجم سے نقل کیا گیا ہے۔ (مترجم)

میدانِ جنگ میں مصروف جدال و قتال ہو گئے۔ قریب دو پہر مروان شکست کھا کر بھاگ کھڑا ہوا۔ خوارج نے اس کے خیمہ تک پہنچ کر خیمے کی طنابیں کاٹ دیں۔ خیبری اس کے فرش پر بیٹھ گیا۔ اس کے لشکر کے دونوں بازو بدستور لڑ رہے تھے۔ مروان کے میمنہ پر عبداللہ بن مروان تھا اور میسرہ پر اسحاق بن مسلم عقیلی۔ لشکر مروان نے خوارج کی جمعیت کی کمی کا احساس کر کے مروان کے خیمہ گاہ میں ان کا محاصرہ کر لیا۔ لشکریوں کے غلام اور اہل خدمت خیموں کی چوبیں لے کر جٹ گئے اور سب کو بات کی بات میں فرش کر دیا۔ انہیں لوگوں میں خیبری بھی تھا۔ باقی جو رہے وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ مروان اس خوشخبری کو سن کر تقریباً چھ میل سے اپنے خرگاہ سے واپس آیا۔

شیبان حروری: خوارج نے بھی لوٹ کر شیبان حروری کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ یہ شیبان عبدالعزیز یشکری کا بیٹا تھا۔ ابوالدلف اس کی کنیت تھی۔ مروان نے ان واقعات کے بعد صف آرائی چھوڑ دی تھی۔ دستہ دستہ فوج یکے بعد دیگرے جنگ کی غرض سے میدان میں بھیجتا تھا۔ ایک مدت تک اسی صورت سے لڑائی جاری رہی۔ اکثر خوارج شیبان کی ہمراہی سے علیحدہ ہو کر اپنے اپنے شہروں میں واپس آ گئے۔ بقیہ خوارج بایماء سلیمان بن ہشام جنگ سے مجبور ہو کر موصل چلے آئے اور دجلہ کے شرقی جانب لشکر مرتب کیا۔ متعدد پل بنائے۔ مروان نے تعاقب کیا نو ماہ کامل لڑائی ہوتی رہی۔ فریقین کی جانب سے ایک جماعت کثیرہ اس معرکے میں کام آئی۔ سلیمان بن ہشام کا بھتیجا امیہ بن معاویہ گرفتار ہو گیا۔ مروان کے روبرو پیش کیا گیا تو اس نے اس کے پہلے ہاتھ پاؤں کٹوائے بعدازاں گردن مار دی۔

خوارج کی شکست: انہیں دنوں مروان نے ایک فرمان مشعر روانگی عراق بنام یزید بن عمر بن ہبیرہ قرقیسہ میں بھیج دیا اور ساتھ ہی اس کے گورنری عراق کی سند بھی بھیج دی۔ کوفے میں اس وقت قبیلۂ قریش سے مثنیٰ بن عمران عابدی خوارج نائب تھا۔ مقام عین التمر میں ابن ہبیرہ سے ملاقات ہوئی۔ مثنیٰ و ابن ہبیرہ ایک دوسرے سے گتھ گئے' میدان ابن ہبیرہ کے ہاتھ رہا۔ خوارج کو شکست ہوئی۔ اس کے بعد کوفے کے باہر نخیلہ میں خوارج نے مورچہ قائم کیا۔ ابن ہبیرہ نے پھر شکست دے دی تب بصرے میں مورچہ بندی کی۔ شیبان نے عبیدہ بن سوار کو ایک عظیم الشان رسالے کے ساتھ خوارج کی کمک پر روانہ کیا مگر پھر بھی ابن ہبیرہ کے ہاتھ سے شکست کھا گئے۔ عبیدہ بن سوار معرکۂ جنگ میں کام آ گیا ابن ہبیرہ نے اس کے لشکر گاہ کی غنیمت کو لشکریوں کے لئے مباح کر دیا۔ اس آخری جنگ میں خوارج کی ہمت پست ہو گئی۔

عبداللہ بن عمر کی گرفتاری: منصور بن جمہور خوارج کے ہمراہ تھا۔ جب پے در پے شکست ہوتی گئی تو یہ بھی شکست کھا کر بھاگ گیا۔ ابن ہبیرہ مابین اور کل بلاد جبلیہ پر قبضہ کر کے واسط جا پہنچا۔ عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز کو گرفتار کر کے قید کر دیا۔ ابن عمر کی جانب سے اہواز کا عامل سلیمان بن حبیب تھا۔ ابن ہبیرہ نے اس کی طرف نباتہ بن حنظلہ کو روانہ کیا اور سلیمان نے یہ خبر پا کر نباتہ کے مقابلے پر داؤد بن حاتم کو روانہ کیا۔ (مقام مرتان) کنارہ دجلہ پر صف آرائی کی نوبت آئی۔ داؤد کو شکست ہوئی اور اثناء دار و گیر میں مارڈالا گیا۔

جون ابن کلاب کا قتل: اس واقعہ کے بعد مروان کے لکھنے کے مطابق ابن ہبیرہ نے عامر بن ضبابہ مزنی کو آٹھ ہزار کی

جمعیت سے نباتہ کی کمک پر روانہ کیا۔ شیبان کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے اس کی روک تھام کرنے کی غرض سے جمعیت بن کلاب خارجی کو ایک لشکر کو بھیج دیا۔ مقام سن پر ایک دوسرے سے لڑ پڑے۔ عامر شکست کھا کر سن میں جا کر پناہ گزیں ہوا۔ مروان براہ خشکی اس کی کمک پر فوجیں بھیجنے لگا اور منصور بن جمہور جبل سے سلیمان کے پاس امدادی لشکر بھیج رہا تھا۔ جب عامر کی جمعیت بڑھ گئی تو محاصرہ توڑ کر جون اور ان خوارج کی طرف نکل کھڑا ہوا جو اس پر محاصرہ کئے ہوئے تھے۔ خوارج کو شکست ہوئی جون مارڈالا گیا۔

شیبان کی شکست وفرار: عامر نے بقصد خوارج موصل کا قصد کیا۔ شیبان یہ خبر پا کر مع خوارج کے موصل سے کوچ کر گیا۔ عامر مروان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مروان نے ایک گروہ کثیر کے ساتھ شیبان کے تعاقب پر مامور کر دیا۔ عامر رفتہ رفتہ جبل پہنچا اور پھر جبل سے روانہ ہو کر بیضاء فارس کی طرف جا نکلا۔ فارس میں ان دنوں عبداللہ بن معاویہ بن حبیب بن جعفر تھا۔ عبداللہ بن معاویہ نے عامر کو اپنا حریف سمجھ کر لشکر مرتب کیا اور بیضاء فارس سے کرمان چلا آیا۔ عامر نے یہ سن کر کرمان کا رخ کیا۔ مقابلہ پر پہنچ کر مورچہ بندی کر لی۔ لڑائی ہوئی عبداللہ بن معاویہ شکست کھا کر ہرات کی طرف بھاگ گیا اور عامر مع اپنے لشکر کے جیرفت میں شیبان اور خوارج سے جا بھڑا۔ اس معرکے میں خوارج کو شکست ہوئی اور ان کی لشکرگاہ لوٹ لی گئی۔ شیبان نے بجستان میں جا کر پناہ لی اور وہیں ۱۳۰ھ میں مر گیا۔

شیبان کا خاتمہ: بعض کا بیان ہے کہ مروان و شیبان سے موصل میں ایک ماہ تک لڑائی ہوئی تھی بعد ازاں شیبان نے شکست کھا کر فارس میں جا کر دم لیا۔ عامر بن ضیاء اس کے تعاقب پر تھا۔ جب شیبان کو فارس میں بھی پناہ ملتی نظر نہ آئی تو جزیرہ ابن کاوان چلا گیا اور وہیں ٹھہرا رہا۔ جس وقت سفاح تخت خلافت پر بیٹھا تو اس نے حارثہ بن خزیمہ کو جزیرہ بن کاوان میں خوارج سے جنگ کرنے کو روانہ کیا۔ چنانچہ حارثہ مع ایک لشکر عظیم الشان کے بصرہ پہنچا اور بصرے سے کشتی پر سوار ہو کر جزیرہ ابن کاوان کو روانہ ہوا اور فضالہ بن نعیم نہشلی کو پانچ سو کی جمعیت سے شیبان کی طرف بڑھنے کا حکم دیا۔ پہلے ہی حملے میں شیبان شکست کھا کر عمان پہنچا۔ والی عمان جلندی بن مسعود بن جعفر بن جلندی سے لڑائی ہوئی۔ جلندی نے شیبان کو مع اس کے ہمراہیوں کے میدان جنگ میں مار ڈالا۔ (یہ واقعہ ۱۳۴ھ کا ہے)

شیبان بن ہشام کا انجام: سلیمان بن ہشام مع اپنے خدام اور اہل وعیال کے بعد روانگی شیبان بجانب جزیرہ ابن کاوان کشتی پر سوار ہو کر ہند کی جانب چلا گیا۔ یہاں تک کہ سفاح کی خلافت کی بیعت لی گئی اور سلیمان یہ خبر پا کر اس کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سدیف خادم سفاح نے ذیل کے اشعار پڑھے۔

لا یعرفک ما تری من رجال
ان بین الضلوع داء دویا
نضع السیف و ارفع السوط حتیٰ
لا تری فوق ظهرها امویا

حمایۃ مرادی نے مع ایک گروہ کثیر کے چھیڑ چھاڑ شروع کی اور ابن عطیہ اور اس کے ہمراہیوں سے کہا کہ تم لوگ چور ہو۔ ابن عطیہ نے مروان کا فرمان دکھایا۔ ابن حمایۃ اور اس کے ہمراہیوں نے اس کی تکذیب کی۔ لڑائی ہوئی ابن عطیہ مارا گیا۔

ملبد بن جرملہ خارجی کا خروج: ان حوادث کے بعد خوارج کی ہوا ایسی بگڑی کہ تا زمان ظہور دولت عباسیہ کسی نے سر نہ اٹھایا۔ یہاں تک کہ سفاح کے بعد ابوالمنصور کی بیعتِ خلافت لی گئی۔

۱۳۷ھ کا دور آیا تو جزیرے میں ملبد بن جرملہ شیبانی خارجی نے علم بغاوت بلند کیا۔ حکام جزیرہ نے ایک ہزار سواروں کو اس کی سرکوبی پر متعین کیا۔ ملبد نے پہلے ہی حملے میں ان کو شکست دے دی تب یزید بن حاتم مہلبی اور مہلہل بن صفوان (خلیفۂ منصور کا آزاد غلام) بعد ازاں خراسان کے سپہ سالاروں میں سے نزار پھر زیاد بن مشکان' کچھ عرصہ بعد صالح بن صبیح یکے بعد دیگرے ملبد کے مقابلے پر آئے اور ملبد نے واحداً بعد واحدٍ سب کو شکست دی اور ان میں سے بعض کو قتل کر ڈالا۔ ان لوگوں کے شکست کھانے کے بعد حمید بن قحطبہ عامل جزیرہ میدانِ جنگ میں آیا۔ ملبد نے اس کو بھی شکست دے دی۔ حمید نے ایک محفوظ مقام میں بھاگ کر پناہ لی اور وہیں قلعہ بند ہو گیا۔ المنصور نے یہ خبر پا کر عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن برادر عبدالجبار کو ایک عظیم الشان لشکر کے ساتھ ملبد کے مقابلے پر روانہ کیا۔ اس کے ہمراہی زیاد بن مشکان بھی تھا۔ ملبد نے قبل جنگ چھیڑنے کے ایک ہزار سواروں کو کمین گاہ میں بٹھا دیا تھا۔ جس وقت ملبد اور عبدالعزیز میں لڑائی چھڑ گئی اور ایک دوسرے پر تابڑ توڑ حملے کرنے لگے۔ ملبد کے سواروں نے کمین گاہ سے نکل کر عبدالعزیز پر پیچھے سے حملہ کر دیا۔ عبدالعزیز کا لشکر بے قابو ہو کر بھاگ کھڑا ہوا اور اس کے اکثر ہمراہی مار ڈالے گئے۔

ملبد بن جرملہ کا خاتمہ: تب منصور نے حازم بن خزیمہ کو بسر افسری آٹھ ہزار خراسانی لشکر کے روانہ کیا۔ حازم موصل کے قریب پہنچا تو ملبد نے یہ سن کر بہ قصد مقابلہ دجلہ کو عبور کیا۔ صف آرائی کی نوبت آئی۔ حازم کا میمنہ ومیسرہ شکست کھا کر بھاگ کھڑا ہوا۔ حازم اور اس کے ہمراہی پیادہ پا ہو کر تیر باری کرتے ہوئے ملبد کی طرف بڑھے۔ ملبد بھی حازم کی دیکھا دیکھی مع اپنے ہمراہیوں کے پیادہ پا ہو گیا۔ فریقین ایک دوسرے پر تیر مارتے ہوئے چلے آتے تھے۔ لڑائی کا بازار گرم ہو رہا تھا۔ ملبد کے میمنہ ومیسرہ نے حملہ کیا۔ حازم کے لشکریوں نے وہ تیر بازی کی کہ خوارج قریب نہ آنے پائے۔ ملبد مع آٹھ سو آدمیوں کے جو اس کے ساتھ پیادہ ہوئے تھے۔ میدان کارزار میں کام آ گیا اور تین سو آدمی اس کی طرف کے قبل پیادہ پا ہونے کے مارے جا چکے تھے' باقی جو رہے وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ فضالہ افسر میمنہ نے تعاقب کیا اور ان میں سے تقریباً ڈیڑھ سو یا اس سے کچھ زیادہ آدمیوں کو مار ڈالا۔

حسان بن مخالد کا خروج: پھر ۱۴۸ھ میں عہدِ حکومت منصور ہی میں حسان بن مخالد بن مالک اجدع ہمدانی برادر مسروق نے اطراف موصل میں خروج کیا۔ موصل میں ان دنوں صفرہ بن نجدہ تھا۔ حرب بن عبداللہ کے بعد اس کو لشکر موصل کی سرداری دی گئی تھی۔ جونہی صفر حسان کے مقابلے پر آیا حسان نے اس کو دجلہ کی طرف پسپا کر دیا۔ بازار میں آگ لگا دی' دکان داروں کو لوٹ لیا اور رقہ ہوتا ہوا دریا کی طرف آیا۔ کشتی پر سوار ہو کر سندھ کو روانہ ہو گیا۔ چونکہ اکثر خوارج اہل عمان سے تھے وہیں

ان لوگوں کا مجمع رہتا تھا۔ حسان نے خط و کتابت شروع کی۔ ان سے ملنے کی درخواست پیش کی۔ اہل عمان نے انکار کر دیا۔ حسان مجبور ہو کر موصل کی طرف لوٹا۔ صفر، حسن بن صالح بن حسان ہمدانی اور بلال قیسی ایک لشکر جرار کے ساتھ حسان سے جنگ کرنے کو آئے لڑائی ہوئی بالآخر صفر بھاگ گیا۔ حسن بن صالح اور بلال قید کر لئے گئے۔ حسان نے بلال کو مار ڈالا اور حسن کو زندہ رہنے دیا کیونکہ یہ ہمدانی تھا اس پر حسان کے بعض ہمراہیوں نے جانب داری کا الزام لگا کر علیحدگی اختیار کر لی۔

المنصور اور اہل موصل: حسان نے خوارج کے عقائد اپنے ماموں حفص بن اشیم سے سیکھے تھے۔ حفص بن اشیم فقہائے خوارج سے تھا۔ المنصور کو اس کے خروج کی خبر پہنچی تو اس نے تعجب سے کہا ''ہمدان سے خارجی'' حاضرین نے عرض کیا ''یہ حفص بن اشیم کا بھانجا ہے''۔ المنصور بولا ''تب ہی''۔ المنصور کو تعجب ہوا تھا کہ ہمدانی عام طور سے شیعان علی میں داخل تھے۔ المنصور کا اس واقعہ سے اہل موصل کی سرکوبی کو ایک عظیم الشان لشکر روانہ کرنے کا مصمم قصد ہو گیا۔ کیونکہ ان لوگوں نے اس سے پیشتر اقرار کر لیا تھا کہ اگر وہ لوگ کبھی بغاوت کریں یا خلاف خلافتِ عباسیہ کے خروج کریں تو ان کا ملک و مال و اسباب لوٹ لیا جائے اور خون مباح کر دیا جائے۔ فتویٰ لینے کی غرض سے علمائے وقت ابوحنیفہ، ابن ابی لیلیٰ ابن شبرمہ دربار خلافت میں بلائے گئے۔ مسئلہ پیش کیا گیا۔ ابن ابی لیلیٰ اور ابن شبرمہ نے نرمی و ملاطفت اور درگزر کرنے کی رائے دی۔ ابوحنیفہ نے ان لوگوں سے اختلاف کر کے کہا ((اباحوا ما لا یملکون کما اباحت امراۃ فرجاً)) بغیر عقد شرعی (ان لوگوں نے اس چیز کو مباح کیا جس کے وہ خود مالک نہ تھے جیسا کہ کوئی عورت اپنی شرم گاہ کو کسی کے لئے بغیر عقد شرعی کے مباح کر دے) المنصور یہ سن کر ہنس پڑا اور اہل موصل کی خون ریزی سے رک گیا۔

یوسف بن ابراہیم کا خروج: ۱۶۰ھ المہدی کے عہدِ حکومت میں یوسف بن ابراہیم المعروف بہ برم نے خراسان میں خروج کیا۔ ایک گروہ کثیر اس کے پاس جمع ہو گیا۔ مہدی نے یزید بن مزید شیبانی برادر زادہ معن بن زائدہ کو اس کی سرکوبی کی غرض سے روانہ کیا۔ ایک بڑی خون ریز جنگ کے بعد یزید نے یوسف کو مع اس کے چند ہمراہیوں کے گرفتار کر کے پا زنجیر مہدی کی خدمت میں روانہ کر دیا۔ نہروان پہنچے تو تذلیل کی نظر سے یوسف کو اونٹ پر دم کی جانب منہ کر کے سوار کرایا اسی صورت سے یوسف مع اپنے ہمراہیوں کے رصافہ میں داخل کیا گیا۔ خلیفہ مہدی کے حکم سے پہلے اس کے ہاتھ پاؤں کاٹے گئے بعد ازاں صلیب پر چڑھا دیا گیا۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ بھی حروری تھا اور اس نے بوشنج امر الروز، طالقان اور جوزجان پر قبضہ کر لیا تھا۔ ان دنوں مصعب بن زریق جد طاہر بن حسین بوشنج کا امیر تھا مگر یوسف کے خوف سے بوشنج چھوڑ کر بھاگ گیا تھا۔ یوسف کے منجملہ ہمراہیوں کے معاذ فاریابی بھی تھا جو اس کے ساتھ گرفتار کر لیا گیا تھا۔

حمزہ بن مالک کا خروج: ۱۶۹ھ میں خلیفہ مہدی ہی کے دورِ حکومت میں حمزہ بن مالک خزاعی نے جزیرے میں علم بغاوت بلند کیا۔ جس کے فرو کرنے پر منصور بن زیاد صاحب الخراج (افسر محکمہ مال مقرر کیا گیا۔ لیکن حمزہ پہلے ہی لڑائی میں شکست کھا کر بھاگ نکلا اس سے حمزہ کی قوت بہت بڑھ گئی۔ اطراف و جوانب پر ہاتھ مارنے کا قصد کیا۔ ہنوز اس کی نوبت نہ آنے پائی تھی کہ حمزہ کے بعض ہمراہیوں نے سازش کر کے اس کی پُرحوصلہ زندگی کا خاتمہ کر دیا۔

یسٰین خارجی کا خروج: اس کے بعد آخری زمانہ مہدی میں بنو تمیم کے ایک خارجی یسٰین نامی نے سرزمین موصل میں خروج کیا۔ جس کے خیالات صالح بن مسرح سے بہت زیادہ ملتے جلتے تھے۔ لشکر موصل اس کے مقابلے پر گیا لیکن شکست اٹھا کر بھاگ نکلا۔ یسٰین اکثر دیار ربیعہ و جزیرہ پر قابض و متصرف ہو گیا۔ تب خلیفہ مہدی نے اپنے سپہ سالار ابو ہریرہ محمد بن فرخ و ہرثمہ بن اعین (بنو ضبہ کے غلام آزاد) کو یسٰین کی سرکوبی کو روانہ کیا۔ چنانچہ ابو ہریرہ و ہرثمہ نے نہایت استقلال و ثابت قدمی سے یسٰین کا مقابلہ کیا۔ یہاں تک کہ یسٰین مع اپنے چند ہمراہیوں کے مار ڈالا گیا اور باقی بھاگ کھڑے ہوئے۔

ولید بن ظریف کا خروج: خلیفہ رشید کے دورِ حکومت ۱۷۸ھ میں بنو تغلب سے ولید بن ظریف خارجی نے جزیرہ میں سر اٹھایا۔ نصیبین میں ابراہیم بن حازم بن خزیمہ سے لڑائی ہوئی ابراہیم مارا گیا جس سے ولید کے حوصلے بڑھ گئے۔ جوش مردانگی میں ارمینیہ کی طرف بڑھا بیس روز تک خلاط کا محاصرہ کئے رہا۔ اہل خلاط نے بیس ہزار درہم فدیہ دے کر اپنی جان بچائی۔ ولید نے خلاط سے محاصرہ اٹھا کر آذربائیجان کا قصد کیا۔ پھر آذربائیجان سے روانہ ہو کر حلوان و سرزمین سواد ہوتا ہوا دجلہ کو مغرب کی جانب سے عبور کیا اور سرزمین جزیرہ میں پہنچ کر قیام کیا۔ خلیفہ الرشید نے یزید بن مزید بن زائد شیبانی برادر زادہ معن بن زائدہ کو بسر افسری ایک عظیم الشان لشکر کے مقابلے پر روانہ کیا۔ یزید بن مزید نے موقع جنگ پر پہنچ کر مصلحتاً لڑائی نہ چھیڑی۔ چونکہ یزید سے برامکہ کو رقابت کا خیال تھا۔ خلیفہ الرشید سے جڑ دیا'' کہ یزید بن مزید ولید سے بہ نظر ترحم جنگ نہیں کرتا کیونکہ دونوں وائل کے شاخ و پیوند ہیں''۔

ولید بن ظریف کا قتل: خلیفہ الرشید نے ایک عتاب آمیز فرمان یزید کے پاس بھیج دیا۔ یزید نے رمضان ۱۷۹ھ میں جنگ شروع کر دی۔ خوارج نے نہایت مردانگی سے مقابلہ کیا بالآخر ولید مارا گیا۔ سر اتار کر الرشید کے پاس بھیج دیا گیا۔ یہ واقعہ شام کا ہے۔ صبح ہوئی تو ولید کی بہن لیلیٰ بنت ظریف مسلح ہو کر میدان جنگ میں آئی لوگوں پر حملہ کرنے لگی یزید لوگوں کو روک کر آگے بڑھا اور اس کے سر پر ایک نیزہ مار کر کہا '' کیوں مردار! تجھے شرم نہیں آتی کہ تو نے خاندان کو رسوا کیا''۔ لیلیٰ یہ سن کر شرما گئی۔ اپنے مقتول بھائی کا مرثیہ کہتی ہوئی لوٹ کھڑی ہوئی جس کے یہ دو اشعار ہیں ۔

ایا شجر الخابور مالک مورقا
کانک لم تجزع علی ابن ظریف
فتی لا یحب الزاد الا من التقیٰ
و لا المال الا من قنا و سیوف

'' اے درخت خابور[1] تجھے کیا ہو گیا ہے تو سرسبز ہو رہا ہے شاید تو نے ابن ظریف پر جزع و فزع نہیں کیا۔ وہ ایسا مرد تھا کہ جو تقویٰ کے سوا کسی زاد کو پسند نہ کرتا تھا اور نہ کسی مال کی سوائے نیزہ و تلوار کے خواہش کرتا تھا''۔

ان واقعات کے بعد خوارج کا دور دورہ عراق و شام سے جاتا رہا۔ اگر کسی نے کہیں پر متفرق طور سے شاذ و نادر سر

---

[1] خابور ایک درخت کا نام ہے جس کے پھول وکلیاں نہایت خوش رنگ ہوتے ہیں باغوں میں زینت و خوبصورتی کی غرض سے لگانا چاہئے۔

اٹھایا تو مقامی حکام نے فوراً سر کچل دیا۔ باستثناء خوارج بربر کے جو افریقہ میں تھے کیونکہ دعوتِ خارجیہ ان میں اس زمانے میں شیوع پذیر ہوئی تھی جب سے کہ ظفری ۱۲۳ھ میں افریقیہ گیا تھا۔ اس کے بعد اباضیہ وصفریہ کی دعوت بربر میں سے ہوازہ' لمایہ' نفزہ اور مغلیہ میں اور زناتہ میں سے بنو معرادہ بنو یفرن میں پھیل گئی۔ چنانچہ اخبار بربر میں بیان کیا جائے گا کہ خوارج سے بنو رستم کی ایک دولت مغرب اوسط میں تھی جس کو ہم اخبار بربر میں تحریر کریں گے۔ کچھ عرصہ بعد انہیں لوگوں میں سے عہدِ حکومت عبیدیین میں خلفاء قیروان ابو یزید بن مخلد مغربی افریقہ چلا گیا۔ اس سے اور خلفاء عبیدیین سے اکثر لڑائیاں ہوئیں جن کو ہم ان کے مواقع پر بیان کریں گے۔ پھر اس کے بعد یوماً فیوماً خوارج گرتے ہی گئے۔ یہاں تک کہ قوائے حکومت مضمحل ہو گئے۔ ان کی جماعت منتشر و متفرق ہو گئی۔ اب ان کے آثار ان بربر کے اعقاب میں باقی ہیں' جن کا زمانہ دور اول میں گزرا ہے۔ اس[1] تک صحراء بلادِ زناتہ میں ان کا اثر قصور ربع دوادیہ اور شعوب زناتہ سے مغراوہ میں باقی ہے۔ جو راہبیہ کے نام سے موسوم اور عبداللہ بن وہب راہبی کی طرف منسوب کیے جاتے ہیں۔ یہ پہلا شخص ہے جس کی عہد خلافت علی بن ابی طالب میں بیعت کی گئی تھی اس زمانہ تک بہ وجہ دوری تھا یہ اہل وسنت جماعت وہ لوگ اپنے انہیں خیالات بدعی فاسد میں گرفتار ہیں۔

اسی طرح طرابلس وزناتہ میں اس مذہب کا بہ وجہ مجاورت بربر ایک اثر باقی ہے اور لوگ اس مذہب کے پابند ہیں۔ ان بلاد سے اس وقت تک ہمارے پاس رسائل اور بڑی بڑی کتابیں ان کی فقہ وعقائد وفروع کی آئی ہیں جن کا منشاء سنت و طریق سنت کے مٹانے کا ہے مگر باوجود اصول فاسد ہونے کے ان کا طریقہ تالیف وترتیب نہایت نفیس ہوتا ہے۔

اطراف بحرین وعمان میں بلادِ حضر موت وشرقی یمن اور اطراف موصل میں بھی ان کے آثار ہر دولت کے پائے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ علی بن مہدی نے خولان سے یمن میں خروج کیا اور اسی مذہب کی علانیہ دعوت دی۔ اتفاق سے اس وقت جو لوگ ملوک یمن تھے۔ وہ ان پر غالب آئے اور بنو صلیحی نے ان کو پامال کر ڈالا۔ جو دعوت عبیدیین شیعہ کے بانی تھے اور یمن کے ان ممالک کو جو ان کے قبضے میں تھے چھین لئے۔ زبید اور اطرافِ زبید پر بھی بنو نجاح وابن زیاد کے موالی (آزاد غلاموں) سے قبضہ لے لیا۔ جیسا کہ ہم ان سب کو اخبار میں بیان کریں گے۔ انشاء اللہ سبحانہ وتعالیٰ۔ مناسب ہے کہ ناظرین ان مقامات میں ان حالات کو ملاحظہ فرمائیں۔

بیان کیا جاتا ہے کہ اس وقت بلادِ حضر موت (ملک یمن) میں اس گروہ کے کچھ لوگ باقی ہیں:

((واللہ یضل من یشاء و یھدی من یشاء))

زمانۂ خلفاء اربعہ (رضی اللہ عنہم) اور ان کے بعد عہد حکومت بنو امیہ میں بھی اسلام کی زمام حکومت بہ اجتماع عصبیت عرب' برابر ایک ہی دولت اور ایک ہی شخص کے قبضے میں رہی۔ اس کے بعد شیعہ کی حکومت کا ظہور ہوا۔ یہ لوگ اہل بیعت کے دعاۃ تھے مگر اتفاق ایسا پیش آیا کہ دعاۃ بنو عباس ان پر غالب آ گئے اور یہی حکومت وخلافت کی کرسی پر مستقل طور

---

[1] یعنی آٹھویں صدی ہجری زمانہ تحریر۔ تاریخ ہذا (مترجم)

سے بیٹھ گئے۔ بنوامیہ کے باقی ماندہ اقارب بھاگ کر اندلس پہنچے۔ اندلس میں دوبارہ ان کی حکومت کو ان کے موالی (آزاد غلاموں) نے جو وہاں پر تھے اور ان لوگوں نے جو بھاگ گئے تھے قائم کیا۔ اس لئے یہ لوگ دعوت بنوعباس میں شریک نہ ہوئے اور اس وجہ سے اسلامی حکومت بہ وجہ افتراق عصبیت عرب' دو حکومتوں میں منقسم ہوگئی۔ بعدازاں دعاۃ اہل بیت علویہ مغرب و عراق میں ظاہر ہوئے اور خلفائے بنوعباس سے منازعت کی اور ممالک بعیدہ مثلاً مغرب اقصیٰ میں اور افریقہ پر عبید بن قیروان و مصر پر' قرامطہ بحرین پر اور دواعی طبرستان دیلم اور اطروش پر متصرف ہو گئے۔ مذکورہ وجوہات کے باعث اسلامی حکومت کئی متفرق حکومتوں پر منقسم ہوگئی جن کو ہم یکے بعد دیگرے بیان کریں گے۔

ابتداً ہم شیعوں کے حالات معرض تحریر میں لائیں گے کہ کیوں کر ان کی حکومت کی بنا پڑی اور پھر کس طرح عباسیہ کے قبضہ میں یہ حکومت چلی گئی۔ ان کے انقضاء حکومت کے حالات بیان کر کے اندلس کے دولت بنوامیہ کا تزکرہ ہدیۂ ناظرین کریں گے۔ اس کے بعد دولتِ عباسیہ کے دعاۃ کی دولت کی طرف رجوع کریں گے۔ جو اطراف عرب وعجم قائم ہوئی تھی۔

بحمد اللہ تم